فتاوی رضویه

امام احمد رضا قادری بریلوی

دار اهل السنة

للتحقيق والكتب والطباعة والنشر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

https://www.facebook.com/darahlesunnat

العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية

رضا اکیڈمی بمبئی

RAZA ACADEMY
52, Donted Street,
Khadak, Mumbai-400 009.
Tel. 66342156 Fax 66659236

https://www.facebook.com/darahlesunnat

دار أهل السنة

لتحقيق الكتب والطباعة والنشر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

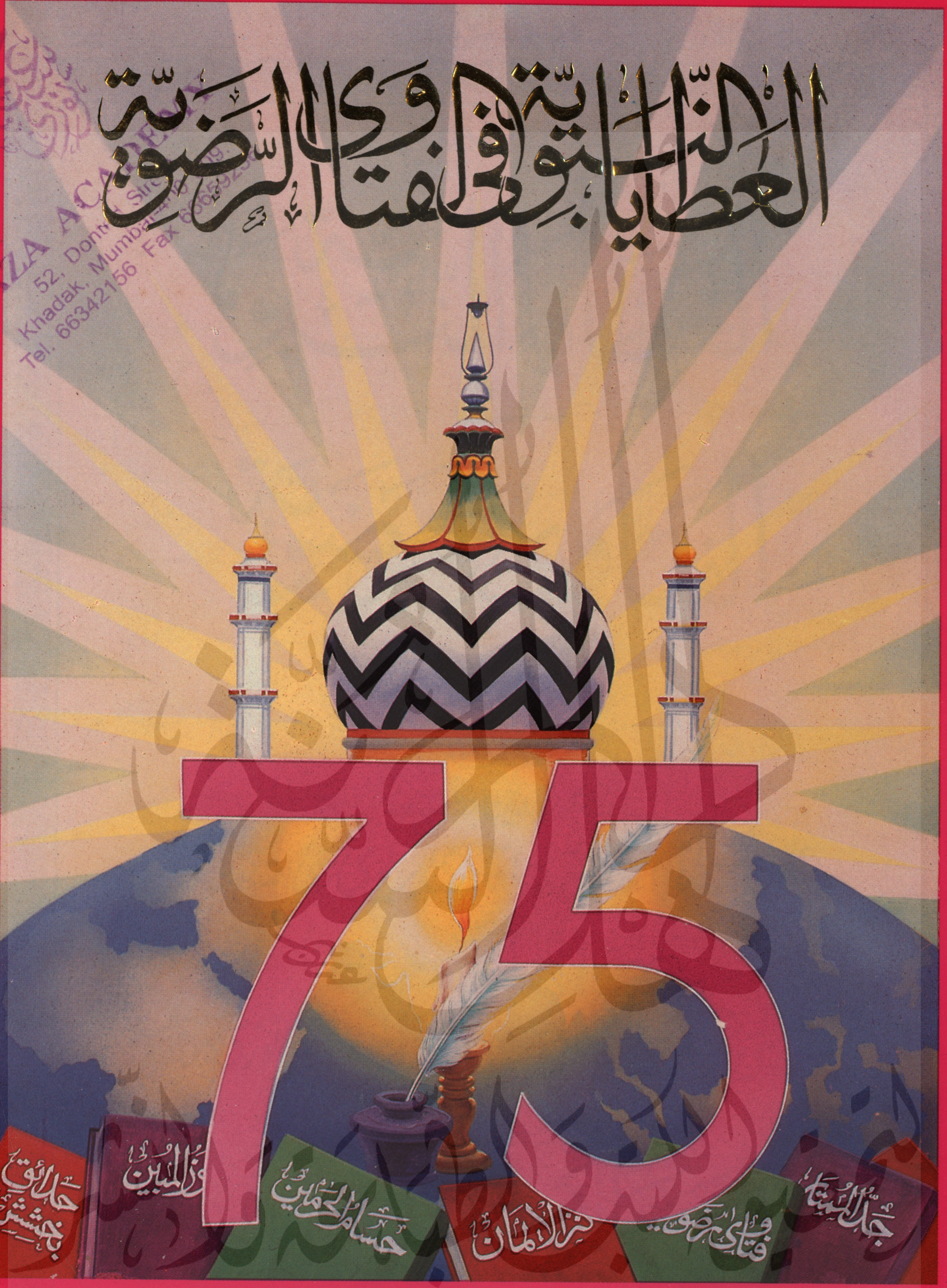

اعلیحضرت امام احمد رضا کا ۷۵ واں سالانہ عرس ۲۵ صفر ۱۴۱۵ھ ۔ رضا اکیڈمی بمبئی ۳

RAZA OFFSET, Bombay-3 • Tel: 371 23 13

https://www.facebook.com/darahlesunnat

دار أهل السنة

لتحقيق الكتب والطباعة والنشر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

سلسلۂ اشاعت نمبر ۳۱

۷۸۶/۹۲

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

جلد اوّل

مصنّفہ
مجدّدِ دین وملّت
اعلحضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالٰی عنہ

بفیض
تاجدارِ اہلِ سُنّت شہزادۂ اعلحضرت
حضور مفتی اعظم علامہ الحاج الشاہ محمد مصطفٰے رضا خاں قادری نوری رضی اللہ تعالٰی عنہ

ناشر
رضا اکیڈمی بمبئی
۱۳۰، علی عمر اسٹریٹ، بمبئی ۳

https://www.facebook.com/darahlesunnat

سلسلہ اشاعت نمبر ——— (۳۱)

نام کتاب ——— فتاوی رضویہ جلد اوّل

سن طباعت باراوّل ——— ۱۹۸۵ء

" " بار دوم ——— ۲۵ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ ، اگست ۱۹۹۴ء

تعداد فتاوی ——— ۱۱۴

تعداد رسائل ——— ۲۸

صفحات ——— ۸۹۶

ناشر ——— رضا اکیڈمی بمبئی

مطبوعہ ——— رضا آفسیٹ بمبئی ۳

سول ایجنٹ

نیو سلور بک ایجنسی

۱۴، محمد علی بلڈنگ ، بھنڈی بازار ، بمبئی ۳

ٹیلیفون: ۳۷۱۸۹۷۰ / ۳۷۱۵۸۶۸

Rs. 270/-

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلماتِ آغاز

سرزمینِ پاک و ہند پر تقریباً ایک ہزار سال تک مسلمانوں کی حکومت رہی، اس عرصے میں غیر مسلموں کو مکمل شہری حقوق حاصل رہے، ہر شخص کو اپنے دین پر عمل کرنے کی آزادی تھی، بلکہ بعض مواقع تو ایسے بھی آئے کہ غیر مسلموں کو ترجیحی مراعات حاصل رہیں، انگریز تاجر بن کر آئے اور سازشوں کے بل بوتے پر حکمران بن بیٹھے، ان کی حکومت کو سب سے زیادہ خطرہ مسلمانوں سے تھا، ایک تو اس لیے کہ مسلمان عرصۂ دراز تک یہاں حکومت کر چکے تھے، دوسرا اس لئے کہ ان کی ایمانی حرارت انھیں کسی بھی وقت آمادۂ جہاد کر سکتی تھی، یہی وجہ تھی کہ انھوں نے مسلمانوں کی قوت کو پامال کرنے اور ان کی وحدتِ ملّی کو پارہ پارہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

وہ اس حقیقت سے پوری طرح باخبر تھے کہ مسلمانوں کی بقا اور ترقی کا راز ایمان اور اتحاد میں مضمر ہے، اسی لئے انھوں نے اپنی تمام تر توانائیاں اسی بنیاد کو کمزور اور ختم کرنے پر صرف کر دیں، دینی مدارس کو بے اثر بنانے کے لئے سکول اور کالج کھولے اور وہاں تعلیم پانے والے بچوں کے ذہنوں کو الحاد اور بے دینی کے زہر سے مسموم کیا، اتحادِ ملّت کو ختم کرنے کے لئے نئے نئے پیدا ہونے والے فرقوں کی حوصلہ افزائی کی، اسی دورِ بلاخیز میں اس قسم کے مباحث چھیڑے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے یا نہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی آجائے تو آپ کے خاتم النبیین ہونے میں فرق آئے گا یا نہیں؟ بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے تو نبی ہونے کا دعویٰ ہی کر دیا، اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر محبوبانِ خدا کی شان میں توہین و تنقیص کی زبان دراز کی گئی، نتیجہ یہ ہوا کہ اُمّتِ مُسلمہ کئی فرقوں میں بٹ گئی اور متحدہ پاک و ہند میں اتنے فرقے پیدا ہوئے کہ دوسرے کسی بھی اسلامی ملک میں اتنے فرقے نہیں ملیں گے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرقہ بندی کی بھرپور حوصلہ شکنی کی اور وحدتِ ملّی پر زور دیا ان کی علمی اور تحقیقی مساعی کا محور ہی ملّی اتحاد تھا۔

https://www.facebook.com/darahlesunnat

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ولادت ــــ تعلیم

یہ وہ ماحول تھا کہ ۱۰ شوال ۱۴ جون ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء کو بریلی شریف، یو پی، انڈیا میں امام احمد رضا قادری بریلوی پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد غزالیِ زماں مولانا نقی علی خاں اور جدِ امجد مولانا رضا علی خاں قدس سرہما اپنے دور کے اکابر علماء اور اولیاء میں سے تھے، آپ کے آباء و اجداد قندھار، افغانستان سے ہجرت کر کے پہلے لاہور پھر بریلی میں قیام پذیر ہو گئے۔

فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے تمام مروّجہ علوم و فنون اپنے والد ماجد سے پڑھ کر تقریباً چودہ سال کی عمر میں سندِ فضیلت حاصل کی اور مسندِ تدریس و افتاء کو زینت بخشی، والد ماجد کے علاوہ حضرت شاہ آلِ رسول مارہروی، علامہ احمد بن زینی دحلان مفتیِ مکہ مکرمہ، علامہ عبد الرحمٰن مکی، علامہ حسین بن صالح مکی اور حضرت مولانا شاہ ابو الحسین احمد نوری رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی استفادہ کیا، امام احمد رضا بریلوی نے کچھ علوم تو اپنے زمانے کے متبحر علماء سے پڑھے، باقی علوم خداداد قابلیت کی بنا پر مطالعہ کے ذریعے حل کئے اور نہ صرف پچاس سے زیادہ علوم و فنون میں محیر العقول مہارت حاصل کی بلکہ ہر فن میں تصانیف بھی یادگار چھوڑیں۔

امام احمد رضا بریلوی ۱۴ رمضان المبارک ۱۲۸۶ھ / ۱۸۷۰ء کو پونے چودہ سال کی عمر میں علومِ دینیہ کی تحصیل سے فارغ ہوئے، اُسی دن رضاعت کے ایک مسئلے کا جواب لکھ کر والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا جو بالکل صحیح تھا، اُسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام آپ کے سپرد کر دیا گیا۔[1] اس دن سے آخر عمر تک مسلسل فتویٰ نویسی کا فریضہ انجام دیتے رہے اور فتاویٰ رضویہ کی ضخیم بارہ جلدوں کا گراں قدر سرمایہ اُمتِ مسلمہ کو دے گئے۔ رد المحتار (علامہ شامی) پر پانچ جلدوں میں حاشیہ لکھا، قرآن پاک کا مقبول انام ترجمہ لکھا جو "کنز الایمان" کے نام سے معروف و مشہور ہے۔

امام احمد رضا بریلوی نے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت کے خلاف لب کشائی کرنے پر بھرپور تنقید کی، سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح (اللہ تعالیٰ جھوٹ ایسے قبیح عیب سے پاک ہے) کے علاوہ امکان کذب

---

[1] محمد صابر نسیم بستوی، مولانا: اعلیٰ حضرت بریلوی (مکتبہ نبویہ، لاہور) ص ۲۳-۲۲

https://www.facebook.com/darahlesunnat

RAZA ACADEMY
52, Dontad Street,
Khadak, Mumbai-400009.
Tel. 66342156 Fax: 66359236

کے رد پر پانچ رسالے لکھے، اللہ تعالیٰ کو جسم ماننے والوں کے رد میں رسالۂ مبارکہ قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار تحریر کیا، دینِ اسلام کے مخالف، قدیم فلاسفہ کے عقائد پر رد کرتے ہوئے مبسوط رسالہ الکلمۃ الملھمۃ رقم فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام، اہلِ بیتِ عظام، ائمۂ دین مجتہدین اور اولیاء کاملین کی شان میں گستاخی کرنے والوں کا سخت محاسبہ کیا۔ قادیان میں انگریز کے کاشتہ پودے کی بیخ کنی کی اور اس کے خلاف متعدد رسائل لکھے، مثلاً:

۱۔ جزاء اللہ عدوہ لاباۂ ختم النبوۃ

۲۔ قہر الدیان علی مرتد بقادیان

۳۔ المبین معنی ختم النبیین

۴۔ السوء والعقاب علی المسیح الکذاب

۵۔ الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی

امام احمد رضا نے اس دور میں پائی جانے والی بدعتوں کے خلاف جہاد کیا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کی جانے والی سازشوں کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیے۔ مختصر یہ کہ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر ہر محاذ پر جہاد کیا اور تمام عمر اس کام میں صرف کر دی۔

عبقری فقیہ

امام احمد رضا بریلوی مروّجہ علوم دینیہ مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، تصوف، تاریخ، سیر، معانی، بیان، بدیع، عروض، ریاضی، توقیت، منطق، فلسفہ وغیرہ کے یکتائے زمانہ فاضل تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ طب، علمِ جفر، تکسیر، زیجات، جبر و مقابلہ، لوگارثم، جیومیٹری، مثلث کروی وغیرہ علوم میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے۔ یہ وہ علوم ہیں جن سے عام طور پر علماء تعلق ہی نہیں رکھتے۔ انھوں نے پچاس سے زیادہ علوم و فنون میں تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا اور ہر فن میں قیمتی تحقیقات کا اضافہ کیا، غرض یہ کہ ایک فقیہ کے لیے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب امام احمد رضا بریلوی کو حاصل تھے۔

علومِ قرآن

انھوں نے قرآن کریم کا بہت گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا، قرآن فہمی کے لئے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے ان پر انھیں گہرا عبور حاصل تھا، شانِ نزول، ناسخ و منسوخ، تفسیر بالحدیث، تفسیرِ صحابہ اور استنباطِ احکام

https://www.facebook.com/darahlesunnat

کے اصول سے پوری طرح باخبر تھے۔ یہی سبب ہے کہ اگر قرآن پاک کے مختلف تراجم کو سامنے رکھ کر مطالعہ کیا جائے تو ہر انصاف پسند کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام احمد رضا کا ترجمہ 'کنز الایمان' سب سے بہتر ترجمہ ہے جس میں شانِ الوہیت کا احترام بھی ملحوظ ہے اور عظمتِ نبوت و رسالت کا تقدس بھی پیشِ نظر ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہونے کے باوجود عموماً مسائل پر مجتہدانہ انداز میں گفتگو کرتے ہیں۔ پہلے قرآنِ کریم سے، پھر حدیث شریف سے، پھر سلف صالحین اور اس کے بعد فقہائے متاخرین کے ارشادات سے استدلال اور استناد کرتے ہیں۔

قرآن کریم سے اچھوتا استدلال

حضرت علامہ مولانا محمد وصی احمد محدث سورتی نے ایک استفتاء بھجوایا جس میں سوال یہ تھا کہ کیا مشرقی افق سے سیاہی نمودار ہوتے ہی مغرب کا وقت ہو جاتا ہے؟ یا سیاہی کے بلند ہونے پر مغرب کا وقت ہوگا؟

امام احمد رضا نے جواب دیا کہ سورج کی ٹکیہ کے شرعی غروب سے بہت پہلے ہی سیاہی مشرقی افق سے کئی گز بلند ہو جاتی ہے۔ اس مسئلے پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس پر عیان و بیان و برہان سب شاہد عدل ہیں..... الحمد للہ! عجائب قرآن منتہی نہیں...

ایک ذرا غور سے نظر کیجئے تو آیہ کریمہ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ کے مطالع رفیعہ سے اس مطلب کی شعاعیں چمک رہی ہیں۔

رات یعنی سایۂ زمین کی سیاہی کو حکیم قدیر عز جلالہ دن میں داخل فرماتا ہے، ہنوز دن باقی ہے کہ سیاہی اٹھائی، اور دن کو سوادِ مذکور میں لاتا ہے، ابھی ظلمتِ شبینہ موجود ہے کہ عروس خاور نے نقاب اٹھائی۔"[1]

محدث اعظم ہند مولانا سید محمد محدث کچھوی فرماتے ہیں:

"علمِ قرآن کا اندازہ صرف اعلیٰ حضرت کے اس اردو ترجمہ سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں اور نہ اردو میں، اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جا سکتا، جو بظاہر محض ترجمہ ہے مگر درحقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں (روح) قرآن ہے۔"[2]

---

[1] امام احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ (طبع مراد آباد) ج ۲ ص ۴ - ۲۶۳

[2] عبد النبی کوکب، مولانا: مقالاتِ یوم رضا ج ۱ ص ۱۴

https://www.facebook.com/darahlesunnat

علوم حدیث

امام احمد رضا بریلوی علم حدیث اور اس کے متعلقات پر وسیع اور گہری نظر رکھتے تھے۔ طُرقِ حدیث، مشکلاتِ حدیث، ناسخ و منسوخ، راجح و مرجوح، طُرقِ تطبیق، وجوہِ استدلال اور اسماءِ رجال یہ سب امور انھیں مستحضر رہتے تھے۔ محدث کچھوچھوی فرماتے ہیں:

"علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی مأخذ ہیں، ہر وقت پیشِ نظر، اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے اس کی روایت و درایت کی خامیاں ہر وقت ازبر، علم الحدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے اعلیٰ حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح و تعدیل کے جو الفاظ فرما دیتے تھے اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب و تہذیب اور تذہیب میں وہی لفظ مل جاتا تھا، اس کو کہتے ہیں علم راسخ اور علم سے شغف کامل اور علمی مطالعہ کی وسعت[1]"

امام احمد رضا بریلوی جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں دلائل و براہین کے انبار لگا دیتے ہیں، وہ کسی بھی مسئلے پر طائرانہ نظر ڈالنے کی بجائے بحث و تحقیق کی انتہا کو پہنچتے ہیں، مسائل کی تنقیح اور تفصیل پر آتے ہیں تو دریا کی روانی اور سمندر کی وسعت کا نقشہ نظر آتا ہے، متقدمین فقہاء کے اقوال مختلفہ میں تطبیق دیتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ اختلاف تھا ہی نہیں۔

طُرقِ حدیث

بنگال سے ایک سوال آیا کہ ہمارے علاقے میں ہیضہ، چیچک، قحط سالی وغیرہ آجائے تو لوگ بلا کے دفع کے لئے چاول، گیہوں وغیرہ جمع کر کے پکاتے ہیں، علماء کو بلا کر کھلاتے ہیں اور خود محلے والے بھی کھاتے ہیں کیا یہ طعام ان کے لیے کھانا جائز ہے؟

امام احمد رضا بریلوی نے جواب دیا کہ یہ طریقہ اور اہل دعوت کے لیے اس طعام کا کھانا جائز ہے، شریعت مطہرہ میں اس کی ہرگز ممانعت نہیں ہے۔ اس دعوے پر ساٹھ حدیثیں بطور دلیل پیش کیں، یہ حدیث بھی پیش کی:

اَلدَّرَجَاتُ اِفْشَاءُ السَّلَامِ وَ اِطْعَامُ	اللہ تعالیٰ کے ہاں درجہ بلند کرنے والے
الطَّعَامِ وَالصَّلٰوۃُ بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ	امور ہیں سلام کا پھیلانا اور ہر طرح کے لوگوں کو

[1] عبد النبی کوکب، مولانا: مقالاتِ یوم رضا ج ۱ ص ۱۴۱

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بنیامُہٗ۔ کھانا کھلانا اور رات کو نماز پڑھنا جب کہ لوگ سو رہے ہوں۔

پھر جو اس کی تخریج کی طرف توجہ ہوئی تو فرمایا کہ یہ حدیث مشہور و مستفیض کا ایک حصّہ ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت اپنی شان کے مطابق آپ کے کندھوں کے درمیان رکھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ وَعَرَفْتُ۔ ہر چیز مجھ پر منکشف ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔

اب اس حدیث کے حوالے ملاحظہ ہوں:

- رواہ امام الائمۃ ابو حنیفۃ والامام احمد وعبد الرزاق فی مصنفہ والترمذی والطبرانی عن ابن عباس۔
- واحمد والطبرانی وابن مردویہ عن معاذ بن جبل۔
- وابن خزیمۃ والدارمی والبغوی وابن السکن وابو نعیم وابن بسطۃ عن عبد الرحمٰن بن عایش والطبرانی عنہ عن صحابی۔
- والبزار عن ابن عمر وعن ثوبان۔
- والطبرانی عن ابی امامۃ۔
- وابن قانع عن ابی عبیدۃ بن الجراح۔
- والدارقطنی وابو بکر النیسابوری فی الزیادات عن انس۔
- وابو الفرج تعلیقا عن ابی ھریرۃ۔
- وابن ابی شیبۃ مرسلا عن عبد الرحمٰن بن سابط

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

آخر میں فرماتے ہیں کہ ہم نے اس حدیث کے طرق کی تفصیلات اور کلمات کا اختلاف اپنی بابرکت کتاب سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الورٰی میں بیان کیا ہے۔[1] قلم برداشتہ کسی حدیث کے اتنے مآخذ کا بیان کر دینا معمولی بات نہیں۔

امام احمد رضا بریلوی نے یہ فتویٰ راد القحط والوباء بدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقراء کے نام سے ماہ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ میں مکمل کیا۔

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: راد القحط والوباء (مکتبہ رضویہ، لاہور) ص ۱۱

https://www.facebook.com/darahlesunnat

امام احمد رضا بریلوی نے تخریج احادیث کے آداب پر ایک رسالہ لکھا جس کا نام ہے : الروض البھیج فی آداب التخریج ۔ مولوی رحمٰن علی اس رسالۂ مبارکہ کے بارے میں لکھتے ہیں ؛

" اگر اس سے قبل اس فن میں کوئی کتاب نہیں ملتی تو مصنف کو اس فن کا موجد کہہ سکتے ہیں۔"[1]

فنِ اسماء الرجال

ایک سوال پیش ہوا کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے یا نہیں ؛ چونکہ اس موضوع پر غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی، معیار الحق میں کلام کر چکے تھے، اس لئے امام احمد رضا بریلوی نے اس مسئلے پر تفصیلی گفتگو کی اور ۱۳۴ صفحات پر مشتمل رسالہ حاجز البحرین تصنیف فرمایا ۔ رسالہ کیا ہے علمِ حدیث اور علمِ اسماء الرجال کا بحرِ مواج ہے، اس کا مطالعہ کرتے وقت غیر مقلدین کے شیخ الکل علمِ حدیث میں طفلِ مکتب نظر آتے ہیں، آج تک غیر مقلدین کو علمِ حدیث کے مدعی ہونے کے باوجود اس کا جواب دینے کی جرأت نہیں ہو سکی۔

امام نسائی حضرت نافع سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا وہ تیزی کے ساتھ سفر کر رہے تھے، شفق غروب ہونے والی تھی کہ اتر کر نمازِ مغرب ادا کی پھر عشاء کی تکبیر اس وقت کہی جب شفق غروب ہو چکی تھی ۔ اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دو نمازیں ایک وقت میں جمع نہیں کیں، بلکہ صورۃً اور عملاً جمع کیں ۔ یہ بات میاں صاحب کے موقف کے خلاف تھی انھوں نے اس پر اعتراض کیا کہ امام نسائی کی روایت میں ایک راوی ولید بن قاسم ہیں اور ان سے روایت میں خطا ہوتی تھی تقریب میں ہے ؛ صَدُوْقٌ یُخْطِیُٔ ۔

اس اعتراض پر امام احمد رضا بریلوی نے متعدد وجوہ سے گرفت فرمائی ؛

۱ - یہ تحریف ہے، امام نسائی نے ولید کا فقط نام ذکر کیا تھا، میاں صاحب نے ازراہِ چالاکی اسی نام اور اسی طبقے کا ایک راوی متعین کر لیا جو امام نسائی کے راویوں میں سے ہے اور جس پر کسی قدر تنقید بھی کی گئی ہے حالانکہ یہ راوی ولید بن قاسم نہیں بلکہ ولید بن مسلم ہیں جو صحیح مسلم کے رجال اور ائمہ ثقات اور حفاظ اعلام میں سے ہیں، ہاں وہ تدلیس کرتے ہیں، لیکن اس کا کیا نقصان کہ اس جگہ وہ صاف حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ فرماتے ہیں۔

۲ - اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ ابن قاسم ہی ہیں تاہم وہ مستحقِ رَد نہیں امام احمد نے ان کی توثیق کی ہے، ان سے روایت کی، محدثین کو ان سے حدیث لکھنے کا حکم دیا ۔ ابنِ عدی نے کہا جب وہ کسی ثقہ سے روایت

---

[1] رحمٰن علی، مولوی : تذکرہ علمائے ہند اردو (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی) ص ۱۰۰

https://www.facebook.com/darahlesunnat

کریں تو ان میں کوئی عیب نہیں ہے۔

۳۔ صحیح بخاری و مسلم میں کتنے راوی وہ ہیں جن کے بارے میں تقریب میں فرمایا صَدُوْقٌ یُخْطِئُ، کیا آپ قسم کھائے بیٹھے ہیں کہ صحیحین کی روایات کو بھی رد کر دو گے؟

پھر امام احمد رضا بریلوی نے حاشیہ میں قلم برداشتہ صحیحین کے ۱۳ ایسے راویوں کے نام گنوا دیے جن کے بارے میں اسماء رجال کی کتابوں میں اَخْطَأَ یا کَثِیْرُ الْخَطَاءِ کے الفاظ وارد ہیں۔

۴۔ حسان بن حسان بصری، صحیح بخاری کے راوی ہیں ان کے بارے میں تقریب میں ہے صدوق یخطئ، ان کے بعد حسان بن حسان واسطی کے بارے میں لکھا ابن مندہ نے انھیں وہم کی بنا پر حسان بصری سمجھ لیا حالانکہ حسان واسطی ضعیف ہیں، دیکھئے پہلے حسان بصری کو صدوق یخطئ کہنے کے باوجود واضح طور پر کہہ دیا کہ وہ ضعیف نہیں ہیں۔

مطالبِ حدیث

مرزائیوں نے حدیث شریف لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدَ سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات پر اس طرح استدلال کیا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہود و نصارٰی نے اپنے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد بنایا، اس سے ظاہر ہوا کہ نبیِّ یہود حضرت موسٰی اور نبیِّ نصارٰی حضرت عیسٰی علیٰ نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام کی قبریں تھیں جن کی عبادت کی جاتی تھی۔

امام احمد رضا بریلوی حدیثِ مذکور سے استدلال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱۔ اَنْبِیَائِھِمْ میں اضافت استغراق کے لیے نہیں ہے حتی کہ اس کا یہ معنی ہو کہ حضرت موسٰی سے یحیٰی علیہم الصلاۃ والسلام تک ہر نبی کی قبر کو تمام یہود و نصارٰی نے مسجد بنا لیا ہو، یہ یقیناً غلط ہے، اور جب استغراق مراد نہیں تو بعض میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کو داخل کر لینا باطل اور مردود ہے۔ یہود و نصارٰی کا بعض انبیاء کی قبورِ کریمہ کو مسجد بنا لینا صدقِ حدیث کے لیے کافی ہے۔

علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں یہ سوال اٹھایا کہ نصارٰی کے انبیاء کہاں ہیں؟ اُن کے نبی تو صرف حضرت عیسٰی علیہ السلام تھے، ان کی قبر نہیں ہے۔ اس سوال کا ایک جواب یہ دیا:

"انبیاء کی قبروں کو مسجد بنانا عام ہے کہ ابتداءً ہو یا کسی کی پیروی میں، یہودیوں نے ابتداء کی اور عیسائیوں نے ان کی پیروی کی اور اس میں شک نہیں کہ نصارٰی بہت سے اُن انبیاء کی قبور کی تعظیم کرتے ہیں جن کی یہودی تعظیم کرتے ہیں۔" (ترجمہ)

https://www.facebook.com/darahlesunnat

۲ - حافظ ابن حجر عسقلانی نے دوسرا جواب یہ دیا کہ اس حدیث میں اقتصار واقع ہوا ہے ۔ واقعہ یہ ہے کہ یہود اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بناتے تھے اور نصارٰی اپنے صالحین کی قبروں کو ۔ صحیح بخاری، حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں قبورِ انبیائے کے بارے میں صرف یہودیوں کا ذکر ہے اور ان کے ساتھ ان کے انبیاء کا ذکر ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

قَاتَلَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدَ ۔

اللہ تعالیٰ یہودیوں کو ہلاک فرمائے کہ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیا ۔

صحیح بخاری، حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں صرف نصارٰی کا ذکر تھا ان کے ساتھ صرف صالحین کا ذکر ہے، انبیاءِ کرام کا ذکر نہیں ہے ۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ :

اُولٰئِکَ قَوْمٌ اِذَا مَاتَ فِیْھِمُ الْعَبْدُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰی قَبْرِہٖ مَسْجِدًا وَّصَوَّرُوْا فِیْہِ تِلْکَ الصُّوَرَ ۔

نصارٰی وہ قوم ہے کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہوجاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں وہ تصویریں بنالیتے ۔

اور صحیح مسلم حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہود ونصارٰی دونوں کا ذکر تھا اس میں انبیاء اور صالحین دونوں کا ذکر فرمایا، چنانچہ ارشاد فرمایا :

اَلَا وَمَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ وَصَالِحِیْھِمْ مَسَاجِدَ ۔

خبردار ! تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیتے تھے ۔

کسی حدیث کا مطلب اُسی وقت واضح ہوتا ہے جب اس کے متعدد طرق کو جمع کرلیا جائے ۔[1]

دین کے اصول وقواعد

ایک متبحر فقیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ دین کے اصول وقواعد کا وسیع علم رکھتا ہو تاکہ کسی نئے مسئلے کا حکم پورے وثوق کے ساتھ بیان کرسکے، امام احمد رضا بریلوی سے سوال کیا گیا کہ روسر[2] کی شکر ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہے اور صاف کرنے والے اس بات کی احتیاط نہیں کرتے کہ وہ ہڈیاں پاک ہیں یا ناپاک، حلال جانور کی یا حرام کی، اس

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام : مجموعۂ رسائل ردِّ مرزائیت (رضا فاؤنڈیشن، لاہور) ص ۹۰ - ۸۷

[2] روسر انگریزی تاجروں کی ایک جماعت کا نام ہے جس نے شاہجہان پور میں شکر کا کارخانہ لگایا تھا اور وہ حیوانوں کی ہڈیاں جلا کر اس کے کوئلوں سے شکر صاف کرتی تھی ۔ (تذکرہ علمائے ہند، اردو از رحمٰن علی ص ۱۰۰)

https://www.facebook.com/darahlesunnat

شکر کا کیا حکم ہے ؟ امام احمد رضا بریلوی نے جواب سے پہلے دس مقدمات بیان کئے جن میں شرعی اصول وضوابط پیش کئے، ان ہی مقدمات میں ایک ضابطۂ کلیہ واجبۃ الحفظ بیان فرمایا :

"فعلِ فرائض و ترکِ محرمات کو ارضائے خلق پر مقدم رکھے اور ان امور میں کسی کی مطلقاً پروا نہ کرے اور اتیانِ مستحب و ترکِ غیر اَولیٰ پر مُدارات خلق و مُراعاتِ قلوب کو اہم جانے اور فتنہ و نفرت و ایذا و وحشت کا باعث ہونے سے بہت بچے۔

اسی طرح جو عادات و رسوم خلق میں جاری ہوں اور شرع مطہر سے ان کی حرمت و شناعت نہ ثابت ہو ان میں اپنے ترفّع و تنزّہ کے لئے خلاف و جدائی نہ کرے کہ یہ سب امور ایتلاف و مُوانست کے معارض اور مراد و محبوبِ شارع کے مناقض ہیں۔

ہاں وہاں ! ہوشیار و گوش دار ! کہ یہ وہ نکتۂ جمیلہ و حکمتِ جلیلہ و کُوچۂ سلامت و جادۂ کرامت ہے جس سے بہت زاہدانِ خشک و اہلِ تقشف غافل و جاہل ہوتے ہیں وہ اپنے زعم میں محتاط و دین پرور بنتے ہیں اور فی الواقع مغزِ حکمت و مقصودِ شریعت سے دور پڑتے ہیں، خبر دار و محکم گیر، یہ چند سطروں میں علم غزیر و باللہ التوفیق والیہ المصیر"[1]

عربی لغات

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لفظ طَفَّ بہ پڑنے کے معنی میں استعمال کیا اور فرمایا : حَتّی طَفَّ مِن جوَانِبِها۔ اس پر امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا :

" مجھے یہ فعل اور اس کا مصدر صحاح[1]، صراح[2]، مختار[3]، قاموس[4]، تاج العروس[5]، مفردات[6]، نہایہ[7]، درنثیر[8]، مجمع البحار[9] اور مصباح[10] میں نہیں ملا۔ ہاں قاموس میں صرف اتنا ہے کہ طف المکوك والاناء وطففه وطِفافه وہ چیز جو اس برتن کے کناروں کو بھر دے"[2]

امام احمد رضا بریلوی کو عربی زبان پر اس قدر عبور تھا کہ ایک نامانوس لفظ دیکھتے ہی اسے غریب سمجھا اور اس کی غرابت پر لغات کی دس مستند کتابوں کا حوالہ پیش کیا، ان مآخذ میں عربی لغات بھی ہیں اور لغاتِ حدیث بھی۔

امام احمد رضا بریلوی اپنی اکثر و بیشتر تصنیفات کے خطبوں میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور درود شریف کے ساتھ ساتھ وہ مسئلہ بھی بیان فرما دیتے ہیں جسے بعد ازاں تفصیلی دلائل کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ صرف یہی نہیں

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام : فتاویٰ رضویہ (مکتبہ نعیمیہ مراد آباد) ج ۲ ص ۱۲۷

[2] احمد رضا بریلوی، امام : جد الممتار (مطبعہ عزیزیہ، حیدر آباد دکن) ج ۱ ص ۱۲۹

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بلکہ اکثر رسائل و تصنیفات کا ایسا حسین نام تجویز فرماتے ہیں جس سے نہ صرف واضح طور پر موضوع کی نشان دہی ہوتی ہے بلکہ حروفِ ابجد کے حساب سے سالِ تصنیف بھی معلوم کیا جا سکتا ہے۔

علامہ ابن کمال پاشا نے فقہاء کے سات طبقے بیان کیے جن میں سے تیسرا طبقہ مجتہدین فی المسائل کا ہے، یہ وہ فقہاء ہیں جو اصول و فروع میں اپنے امام کے پابند ہیں اور امام کے غیر منصوص احکام کا استنباط کرنے کی قدرت رکھتے ہیں، امام احمد رضا بریلوی کے فتاوٰی اور تحقیقاتِ جلیلہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ وہ مجتہدین کے اسی طبقے میں شامل ہیں۔ چنانچہ آپ نے نوٹ کے احکام پر بسوط رسالہ کفل الفقیہ الفاھم میں لکھ کر عرب و عجم کے علماء کو خوشگوار حیرت میں مبتلا کر دیا۔ اسی طرح انگریزوں کی ایک کمپنی روسر جانوروں کی ہڈیاں جلا کر ان کی راکھ سے شکر صاف کرتی تھی، یہ ایک نیا مسئلہ تھا جسے آپ نے اصولِ دینیہ کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ اسی طرح جنسِ ارض کی تہتر قسمیں علماءِ متقدمین نے بیان کی تھیں جن میں آپ نے ایک سو سات چیزوں کا اضافہ کیا، اور جن چیزوں سے تیمم نہیں ہو سکتا فقہاء متقدمین نے ستائیس چیزیں گنوائی تھیں جبکہ آپ نے ان میں تہتر چیزوں کا اضافہ کیا۔ فتاوٰی رضویہ جلد اوّل کے بارے میں خود فرماتے ہیں:

"بظاہر اس (پہلی جلد) میں ۱۱۴ فتوے اور ۲۸ رسالے ہیں مگر بحمد اللہ تعالیٰ ہزارہا مسائل پر مشتمل ہے جن میں صدہا وہ ہیں کہ اس کتاب کے سوا کہیں نہ ملیں گے۔"[1]

حکیم محمد سعید دہلوی، چیئرمین ہمدرد ٹرسٹ، پاکستان رقمطراز ہیں:

"میرے نزدیک ان کے فتاوٰی کی اہمیت اس لیے نہیں ہے کہ وہ کثیر در کثیر فقہی جزئیات کے مجموعے ہیں بلکہ ان کا خاص امتیاز یہ ہے کہ ان میں تحقیق کا وہ اسلوب و معیار نظر آتا ہے جس کی جھلکیاں ہمیں صرف قدیم فقہاء میں نظر آتی ہیں، میرا مطلب ہے کہ قرآنی نصوص اور سننِ نبویہ کی تشریح و تعبیر اور ان سے احکام کے استنباط کے لئے قدیم فقہاء جملہ علوم و وسائل سے کام لیتے تھے اور یہ خصوصیت مولانا کے فتاوٰی میں موجود ہے۔"[2]

علمِ طب

امام احمد رضا بریلوی وہ بالغ نظر مفتی ہیں جو احکامِ شرعیہ معلوم کرنے کے لیے تمام امکانی مآخذ کی طرف رجوع کرتے ہیں، ایک ماہر طبیب جب فتاوٰی رضویہ کا مطالعہ کرتا ہے تو بیش بہا طبی معلومات دیکھ کر اسے حیرت

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: فتاوٰی رضویہ (طبع بمبئی) ج ۱ ص ۸۵۰

[2] محمد سعید دہلوی، حکیم: معارفِ رضا، کراچی، شمارہ نہم ۱۹۸۹ء ص ۹۹

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ہوتی ہے اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ کسی مفتی کی تصنیف پڑھ رہا ہے یا ماہر طبیب کی۔ چنانچہ جناب حکیم محمد سعید دہلوی لکھتے ہیں:

"فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ احکام کی گہرائیوں تک پہنچنے کے لئے سائنس اور طب کے تمام وسائل سے کام لیتے ہیں اور اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ کس لفظ کی معنویت کی تحقیق کے لیے کن علمی مصادر کی طرف رجوع کرنا چاہیئے، اس لیے ان کے فتاویٰ میں بہت سے علوم کے نکات ملتے ہیں، مگر طب اور اس علم کے دیگر شعبے مثلاً کیمیا اور علم الاحجار کو تقدم حاصل ہے اور جس وسعت کے ساتھ اس علم کے حوالے ان کے ہاں ملتے ہیں اس سے ان کی وقتِ نظر اور طبی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے، وہ اپنی تحریروں میں صرف ایک مفتی نہیں بلکہ محقق طبیب بھی معلوم ہوتے ہیں، ان کے تحقیقی اسلوب و معیار سے دین و طب کے باہمی تعلق کی بھی بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے۔"[1]

مرجع العلماء

یہ پہلو بھی لائق توجہ ہے کہ عام طور پر مفتیان کرام کی طرف عوام الناس رجوع کرتے ہیں اور احکام شرعیہ دریافت کرتے ہیں، فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کی طرف رجوع کرنے والوں میں بڑی تعداد اُن حضرات کی ہے جو بجائے خود مفتی تھے، مصنف تھے، جج تھے یا وکیل تھے۔

مولانا خادم حسین فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے ایک مقالہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے:

امام احمد رضا بریلوی ـــــ بحیثیت مرجع العلماء

اس مقالہ میں انھوں نے فتاویٰ رضویہ کی نو جلدوں (پہلی سے ساتویں اور دسویں گیارھویں جلد) کا مطالعہ پیش کیا ہے، ان کے فراہم کردہ اعداد و شمار کے مطابق ان جلدوں میں چار ہزار پچانوے (۴۰۹۵) استفتاء ہیں، جن میں سے تین ہزار چونتیس (۳۰۳۴) عوام الناس کے استفتاء ہیں اور ایک ہزار اکسٹھ (۱۰۶۱) استفتاء علماء اور دانشوروں کے پیش کردہ ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ استفتاء کرنے والوں میں ایک چوتھائی تعداد علماء اور دانشوروں کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عموماً امام احمد رضا بریلوی جواب دیتے وقت ہاں یا نہیں میں بات نہیں کرتے بلکہ دلائل و براہین کے انبار لگا دیتے ہیں۔ مولانا خادم حسین کا یہ مقالہ فتاویٰ رضویہ کی پیشِ نظر جلد میں شائع کیا جا رہا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی کی جلالت علمی کا یہ عالم تھا کہ انھیں جو عالم بھی ملا عقیدت و احترام سے ملا اور ہمیشہ کے لئے

---

[1] محمد سعید دہلوی، حکیم: معارف رضا، کراچی، شمارہ نہم ۱۹۸۹ء ص ۱۰۰

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ان کا مدّاح بن گیا، حضرت علامہ مولانا وصی احمد محدث سورتی، عظیم محدّث اور عمر میں بڑے ہونے کے باوجود امام احمد رضا بریلوی سے اس قدر والہانہ تعلق رکھتے تھے کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی تھی۔ حضرت علامہ مولانا سراج احمد خانپوری اپنے دور کے جلیل القدر فاضل تھے اور علم میراث میں تو انھیں تخصص حاصل تھا۔ الزبدۃ السراجیہ لکھتے وقت ذوی الارحام کی صنف رابع کے بارے میں مفتیٰ بہ قول دریافت کرنے کے لیے دیوبند، سہارنپور اور دیگر علمی مراکز کی طرف رجوع کیا، کہیں سے تسلی بخش جواب نہ آیا، پھر انھوں نے وہی سوال بریلی بھجوا دیا، ایک ہفتے میں انھیں جواب موصول ہوگیا جسے دیکھ کر ان کا دماغ روشن ہوگیا اور وہ تا زیست امام احمد رضا بریلوی کے فضل و کمال اور تبحر علمی کے گُن گاتے رہے۔

لُطف کی بات یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی سے شدید اختلاف رکھنے والے بھی ان کی فقاہت اور تبحر علمی کے قائل ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ امام احمد رضا بریلوی نے ندوۃ العلماء کی صلح کلیت کا سخت تعاقب اور رد کیا تھا، اس کے باوجود ندوہ کے ناظم اعلیٰ علامہ ابو الحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

"ان کے زمانے میں فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر آگاہی میں شاید ہی کوئی ان کا ہم پلّہ ہو، اس حقیقت پر ان کا فتاویٰ اور ان کی کتاب کفل الفقیہ شاہد ہے جو انھوں نے ۱۳۲۳ھ میں مکہ معظمہ میں لکھی۔"[1]

گزشتہ سال مولانا کوثر نیازی ہندوستان گئے تو ندوۃ العلماء لکھنؤ بھی گئے، واپسی پر انھوں نے اپنے تاثرات میں ندوہ کے بارے میں لکھا کہ اس کے ہال میں ہندوستان کے ممتاز علماء کا امتیازی مقام واضح کرنے کے لیے چارٹس آویزاں کئے گئے تھے، چنانچہ علم فقہ میں ممتاز شخصیت کی حیثیت سے حضرت مولانا احمد رضا خاں کا نام لکھا ہوا تھا[2]۔ تذکرہ و تاریخ کی کتابوں کا مطالعہ کئے بغیر یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ اس دور میں بڑے بڑے فقہاء ہو گزرے ہیں ان سب میں ممتاز فقیہ کے طور پر امام احمد رضا بریلوی کا نام منتخب کرنا اور وہ بھی ان کے مخالفین کی طرف سے، ان کے فضل و کمال کی بہت بڑی دلیل ہے ع

اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ

(فضیلت وہ ہے جس کی گواہی مخالفین بھی دیں)

امام احمد رضا بریلوی میں بہت سی مجتہدانہ خصوصیات پائی جاتی ہیں اور ان کے بیان و استدلال میں واضح طور پر اجتہاد کی جھلک دکھائی دیتی ہے، اس کے باوجود وہ تکبّر اور عُجب کی زد میں نہیں آتے، وہ یہ دعویٰ نہیں کرتے

---

[1] ابو الحسن علی ندوی : نزہتہ الخواطر (نور محمد کراچی) ج ۸، ص ۴۱

[2] کوثر نیازی : مشاہدات و تاثرات، روزنامہ جنگ لاہور، ۱۱ دسمبر ۱۹۸۹ء

https://www.facebook.com/darahlesunnat

کہ میں مجتہد ہوں اور براہِ راست کتاب وسنّت سے استدلال کرتا ہوں، بلکہ وہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلّد کی حیثیت سے فتویٰ دیتے ہیں اور مذہب حنفی کی تائید وحمایت میں ہی دلائل فراہم کرتے ہیں۔ ذرا ملاحظہ فرمائیں وہ اپنے فتاویٰ کی حیثیت کا تعین کس انداز میں کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

"فتوے کی دو قسمیں ہیں (۱) حقیقیہ (۲) عرفیہ، فتوائے حقیقیہ تو یہ ہے کہ تفصیلی دلیل کی معرفت کی بنا پر فتویٰ دیا جائے، ایسے حضرات کو اصحاب فتویٰ کہا جاتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے فقیہ ابو جعفر اور فقیہ ابو اللیث اور ان جیسے دیگر فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ فتویٰ دیا، فتوائے عرفیہ یہ ہے کہ ایک عالم امام کی تقلید کرتے ہوئے اس کے اقوال بیان کرے اور اسے تفصیلی دلیل کا علم نہ ہو جیسے کہ کہا جاتا ہے ابن نجیم، غزی، طوری کے فتاویٰ اور فتاویٰ خیریہ، اسی طرح زمانے اور مرتبے میں مؤخر فتاویٰ کو فتاویٰ رضویہ تک گنتے چلے جائیے، اللہ تعالیٰ اس فتاویٰ کو باعثِ خوشنودی اور پسندیدہ بنائے۔ آمین۔[1] (ترجمہ)

انہوں نے کثیر مقامات میں اکابر فقہاء متقدمین سے اختلاف کیا ہے لیکن کیا مجال ہے کہ ان کی شان میں بے ادبی کا کوئی کلمہ کہہ دیں یا ایسا کلمہ کہہ دیں جو ان کے شایانِ شان نہ ہو، وہ اپنی تنقید اور گرفت کو معروضہ یا تطفّل (بچپنے) سے تعبیر کرتے ہیں، آج بعض علماء کو اللہ تعالیٰ نے وسعتِ علمی عطا فرمائی ہے تو وہ بزرگوں کے بارے میں ایسا اسلوب ولہجہ اختیار کرتے ہیں جیسے کسی طفلِ مکتب سے ہم کلام ہوں، یہ رویہ کسی طرح بھی قابلِ تحسین نہیں ہے۔

ذوقِ شعر وسخن

تحقیقاتِ علمیہ میں امام احمد رضا بریلوی کا بلند ترین مقام تو اہل علم کے نزدیک مسلّم ہی ہے شعر وادب میں بھی وہ قادر الکلام اساتذہ کی صف میں شامل ہیں۔ جامعہ ازہر مصر کے ڈاکٹر محی الدین الوائی نے اس امر پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ علمی موشگافیاں کرنے والا محقق نازک خیال ادیب اور شاعر بھی ہو سکتا ہے!

متنبی ادب عربی کا مسلّم اور نامور شاعر ہے، وہ کہتا ہے:

أَزُورُهُمْ وَسَوَادُ اللَّيْلِ يَشْفَعُ لِيْ ۔۔۔ وَأَنْثَنِيْ وَبَيَاضُ الصُّبْحِ يُغْرِيْ بِيْ

(میں اس حال میں محبوبوں کی زیارت کرتا ہوں کہ رات کی سیاہی میری سفارش کرتی ہے اور اس حال میں لوٹتا ہوں کہ صبح کی سفیدی میرے خلاف برانگیختہ کرتی ہے)

کہتے ہیں کہ یہ شعر متنبی کے اشعار کا امیر ہے کیونکہ اس کے پہلے مصرعے میں پانچ چیزوں کا ذکر ہے اور دوسرے مصرعے میں ان کے مقابل پانچ چیزوں کا اسی ترتیب سے ذکر ہے۔

---

[1] احمد رضا بریلوی، امام: فتاویٰ رضویہ (رضا اکیڈمی، بمبئی) ج ۱ ص ۳۸۵

https://www.facebook.com/darahlesunnat

پہلا مصرع : ۱۔ زیارت ۲۔ سیاہی ۳۔ رات ۴۔ سفارش کرنا ۵۔ بلی (میرے حق میں)

دوسرا مصرع : ۱۔ واپسی ۲۔ سفیدی ۳۔ صبح ۴۔ برانگیختہ کرنا ۵۔ بلی (میرے خلاف)

رضا بریلوی کا شعر ملاحظہ ہو، معنوی بلندی اور پاکیزگی کے ساتھ ساتھ شاعرانہ نقطۂ نظر سے کتنا زوردار ہے!

پہلے مصرعے میں بجائے پانچ کے چھ چیزوں کا ذکر ہے اور ان کے مقابل دوسرے مصرعے میں بھی چھ چیزیں ہی مذکور ہیں، اور لطف یہ ہے کہ غزل نہیں بلکہ نعت ہے جہاں قدم قدم پر احتیاط لازم ہے ؎

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

مصرع ۱ : ۱۔ حسن ۲۔ انگشت ۳۔ کٹیں (غیر اختیاری عمل تھا) ۴۔ عورتیں ۵۔ مصر ۶۔ 'کٹیں' سے ایک بار کا پتا چلتا ہے۔

مصرع ۲ : ۱۔ نام ۲۔ سر ۳۔ کٹاتے (اختیاری عمل ہے) ۴۔ مرد ۵۔ عرب ۶۔ 'کٹاتے ہیں' سے استمرار معلوم ہوتا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی نے اصنافِ شعر و سخن میں سے حمدِ باری تعالیٰ، نعت اور منقبت کو منتخب کیا، قصیدۂ معراجیہ، قصیدۂ نور اور مقبولیتِ عامہ حاصل کرنے والا اسلام ؎

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

ایسے ادب پارے پیش کئے۔

ان کی تمام تصانیف کی بنیاد اسلام اور داعیِ اسلام سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گہری وابستگی پر ہے، اسلامیانِ پاک و ہند کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت و محبت تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ بسانے میں انھوں نے اہم کردار ادا کیا۔

محمد عبد الحکیم شرف قادری

۱۶ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / ۱۴ مارچ ۱۹۹۰ء

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الحمد للہ هو الفقه الاکبر، والجامع الکبیر لزیادات فیضه المبسوط الدرر، الغرر به الهدایة، ومنه البدایة، والیه النهایة، بحمده الوقایة، ونقایة الدرایة، وعین العنایة، وحسن الکفایة، والصلاة والسلام علی الامام الاعظم للرسل الکرام، مالکی وشافعی احمد الکرام، یقول الحسن بلا توقف، محمد الحسن ابو یوسف، فانه الاصل المحیط، لکل فضل بسیط، ووجیز ووسیط، البحر الزخار، والدر المختار، وخزائن الاسرار، وتنویر الابصار، ورد المحتار، علی منح الغفار، وفتح القدیر، وزاد الفقیر، وملتقی الابحر، ومجمع الانهر، وکنز الدقائق، وتبیین الحقائق، والبحر الرائق، منه یستمد کل نهر فائق، فیه المنیة، وبه الغنیة، ومراقی الفلاح، وامداد الفتاح، وایضاح الاصلاح، ونور الایضاح، وکشف المضمرات، وحل المشکلات، والدر المنتقی، وینابیع المبتغی، وتنویر البصائر، وزواهر الجواهر، البدائع النوادر، المنزه وجوبا عن الاشباه والنظائر، مغنی السائلین، ونصاب المساکین، الحاوی القدسی، لکل کمال بقدسی وانسی، الکافی الوافی الشافی، المصفی المصطفی المستصفی المجتبی المنتقی الصافی، عمدة النوازل، وانفع الوسائل، لاسعاف السائل، بعیون المسائل، عمدة الاواخر، وخلاصة الاوائل، وعلی آله وصحبه، واهله وحزبه، مصابیح الدجی، ومفاتیح الهدی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

حق مین گرہی یہ کہ اللہ جو چاہے کرتا ہے اور اسکا فضل بڑی گنجائش والا اور اسکے پاس زیادہ ہو اسمین سے کچھ دور نہین کہ عاجز کو قادر سے ملادے تو جو کچھ اسمین ٹھیک ہو اور بڑے بخشنے والے سے امید

لاسيما الشيخين الصاحبين ۞ الاخذين من الشريعة والحقيقة بكلا الطرفين ۞ والختنين الكريمين ۞ كل منهما نور العين ۞ ومجمع البحرين ۞ وعلى مجتهدى ملته ۞ وائمة امته ۞ خصوصا الاركان الاربعة ۞ والانوار اللامعة ۞ وابنه الاكرم ۞ الغوث الاعظم ۞ ذخيرة الاولياء ۞ وتحفة الفقهاء ۞ وجامع الفصولين ۞ فصول الحقائق والشرع المهذب بكل زين ۞ وعلينا معهم وبهم ولهم ۞ يا ارحم الراحمين ۞ امين امين ۞ والحمد لله رب العلمين ۞ **امابعد** فهذه بحمد الله ۞ ورفد الله ۞ وعون الله ۞ وصون الله ۞ تبارك الله ۞ وبارك الله ۞ ماشاء الله لاقوة الا بالله ۞ وحسبنا الله ونعم الوكيل ۞ نعم المولى ونعم النصير ۞ جنات عالية ۞ قطوفها دانية ۞ فيها سرر مرفوعة ۞ واكواب موضوعة ۞ ونمارق مصفوفة ۞ وزرابى مبثوثة ۞ من مسائل الدين الحنيفى ۞ والفقه الحنفى ۞ تجد فيها ان شاء الله عينا جارية من عيون تحقيقات السلف الكرام ۞ مع رفرف خضر وعبقرى حسان من تمهيدات الخلف الاعلام ۞ وعرائس نفائس كانهن الياقوت والمرجان ۞ لم يطمثهن قبلى انس ولا جان ۞ من احكام حوادث جديدة ۞ وتحقيقات مديدة ۞ وتنقيحات سديدة ۞ وتدقيقات مجيدة ۞ وتوثيقات فريدة ۞ واحكام الاحكام ۞ والنقض والابرام ۞ مما الهمنى الملك العلام ۞ ببركة خدمة علوم الاعلام ۞ مع الوف التبرى ۞ من حولى وقدرتى وصنوف الالتجاء الى الحول العظيم ۞ والطول القديم ۞ والف الف شهادة ان لا حول ولا قوة الا بالله العزيز الحكيم ۞ وما ابرئ نفسى ان النفس لكثيرة الخطاء ۞ الى الزلة والخطاء ۞ فكيف مثلى ۞ فى ظلمى وجهلى ۞ وقلة الطاعة ۞ وذلة البضاعة ۞ وكثرة الذنوب ۞ وسورة العيوب ۞ ولكن الله يفعل ما يريد ۞ فضله اوسع ولديه المزيد ليس على الله بمستنكر ۞ ان يلحق العاجز بالقادر ۞ فما كان فيها من صواب ۞ وهو الرجاء من الوهاب ۞ فمن ربى وحده وانا الحامد له عليه ۞ وما كان فيها من الخطاء فمنى ومن الشيطان وانا اعوذ بربى واعود اليه الا وانا الحمد لله رب ضحى بالزنى ۞ وهو حسبى ۞ ان لم يخطر ببالى قط انى من العلماء ۞ او زمرة الفقهاء ۞ او ان لى بجنب الائمة مقالا ۞ او فى الحكم والحكم معهم مجالا ۞ وانما انا منتم اليهم ۞ متطفل عليهم ۞ فعنهم اخذ ومنهم استفيض ۞ ومنهم يفيض على ما يفيض ۞ فببركة هذا فتح المولى على الابواب ۞ ويسر الاسباب وهدى للصواب ۞ ان شاء الله فى كل باب ۞ وانا اعرف حيث يحل للمقلد ان يقلد اقول ۞ فهى ميدانى الحول و اليه الحول ۞ وما عونى وصونى الا بالله ثم بالرسول ۞ ثم بالسادة القادة الفحول ۞ عليه وعليهم صلوات

...ان مین سے لیتا اور فائدے پاتا ہون مجھپر جو فیض آتا ہے او بعض ان مین آتا ہے اسکی برکت سے مولے نے مجھپر دروازے کھولدیے اور اسباب آسان کیے اور خدا چاہے تو

لا تزول ٭ فهاك بحمد الله تعالى جنات لاولي الالباب ٭ مفتحة لهم الابواب ٭ حتى اذا جاءوها وفتحت
ابوابها وقال لهم خزنتها سلام عليكم طبتم فادخلوها آمنين ٭ ومن كرائم كرم ربها انها جنتين ٭ ومن
زلال حياضها مرتوين ٭ وفي ظلال جلال غياضها ساكنين ٭ فقد رتبت على الكتب والابواب ٭ فسهل
التناول حتى التداول بين الاصحاب ٭ وسترها الحذ وفة التكرار ٭ محفوظة الذمار ٭ عن الاكثار والاكبار
بنقل فتاوى بني الاعصار ٭ بل ما هي من فتاوى الفقير ٭ الا النصف او ازيد بيسير ٭ او قل الثلث والثلث
كثير ٭ وذلك ان سيدي وابي ٭ وظل رحمة ربي ٭ ختام المحققين ٭ وامام المدققين ٭ ماحي الفتن ٭ وحامي
السنن ٭ سيدنا ومولانا **المولوي محمد نقي علي خان** القادري البركاتي ٭ امطر الله تعالى على مرقده
الكريم شآبيب رضوانه في الحاضر والآتي ٭ اقامني في الافتاء للرابع عشر ٭ من شعبان الخير والبشر ٭ سنة ١٢٨٦
ست وثمانين والف ومائتين ٭ من هجرة سيد الثقلين ٭ عليه وعلى آله الصلوات من رب المشرقين ٭ ولم تتم
لي اذ ذاك اربعة عشر عاما من العمر ٭ لان ولادتي عاشر شوال سنة ١٢٧٢ اثنتين وسبعين من سني الهجرة
الاطائب الغر ٭ فجعلت افتي ٭ ويهديني قدس سره فيما اخطي ٭ فبعد سبع سنين اذن لي ٭ عطر الله تعالى مرقده
النقي العلي ٭ ان افتي واعطي ولا اعرض عليه ٭ ولكن لم اجترئ بذلك حتى قبضه الرحمن اليه ٭ سلخ ذي القعدة
عام سبع وتسعين ١٢٩٧ ٭ فلم القِ بالي الى جمع ما افتيت في تلك السنين ٭ نحو اثنتي عشرة سنة ٭ قرنا كاملا
في الانتهاء ستة ٭ وبعد ذلك اتى السؤال من بلاد قريبة دانية ٭ وممالك بعيدة قاصية ٭ عشر مرات
فصاعدا ٭ لم اثبت في الكتاب الا جوابا واحدا ٭ الا لفائدة ٭ او عائدة زائدة ٭ او طرو نسيان ٭
وقلما يسلم منه انسان ٭ ومع فوات الكثيرة وهو ما لا اختصار ٭ قد بلغت الى الآن سبع مجلدات
كبار ٭ كل مجلد ما بين سبعين ٭ كراسا كبيرا الى ثمانين ٭ والآن هي في ازدياد ٭ الى ما يشاء الكريم الجواد
فاستثقل الاحباب حجم المجلدات ٭ فجزأتها على اثني عشر ٭ وما يرزق المولى من بعد ذلك فسيكون يلا
بعونه الاكبر ٭ وسميتها **بالعطايا النبوية ٭ في الفتاوى الرضوية** ٭ جعلها الله ٭
وسيلة لرضاه ٭ ونافعة في الدارين لعباده ٭ وجوداً جائلاً على جميع بلاده ٭ وواهب واهب المراد
قبول القبول ٭ عليها وصانها من كل لدود وجهول ٭ فقد عذت برب الفلق ٭ من شر ما خلق ٭ ومن شر
حاسد اذا حسد ٭ ومن ضر حاقد اذا حقد ٭ اللهم من استعاذ بك فقد استعاذ بعظيم ٭ عز جارك وجل
ثناؤك وجهك الكريم ٭ صل وسلم وبارك على هذا الحبيب الرؤف الرحيم ٭ وعلى آله وصحبه

https://www.facebook.com/darahlesunnat

واوليائه وعلمائه بالوف التكريم ✤ واشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له ✤ واشهد ان سيدنا ومولٰنا محمدا عبده ورسوله بالهدى ودين الحق ارسله ✤ صلى الله تعالى وسلم عليه وعلى كل من هو مرضى لديه ✤ وعلى كل مسلم ملتجئ اليه ✤ فى كل ان دائما ابدا ✤ ما لا يحصيه عدا احد دائما امين

سند الفقير فى الفقه المنير مسلسلا بالحنفية الائمة المفتين والمصنفين والمشائخ الاعلام

لله بحمد الله تعالى طرق كثيرة من اجلها انى اروية عن سراج البلاد الحرمية مفتى الحنفية بمكة المحمية مولٰنا الشيخ عبد الرحمٰن السراج ابن المفتى الاجل مولٰنا عبد الله السراج عن مفتى مكة سيدى جمال بن عبد الله بن عمر عن الشيخ الجليل محمد عابد الانصارى المدنى عن الشيخ يوسف بن محمد بن علاء الدين المزجاجى عن الشيخ عبد القادر بن خليل عن الشيخ اسمعيل بن عبد الله الشهير بعلى زاده البخارى عن العارف بالله تعالى الشيخ عبد الغنى بن اسمعيل بن عبد الغنى النابلسى (وهو صاحب الحديقة الندية والمطالب الوفية والتصانيف الجليلة الزكية) عن والده مؤلف شرح الدرر والغرر عن شيخين جليلين احمد الشوبرى وحسن الشرنبلالى محشى الدرر والغرر (وهو صاحب نور الايضاح وشرحيه مراقى الفلاح وامداد الفتاح والتصانيف الملاح) برواية الاول عن الشيخ عمر بن نجيم صاحب النهر الفائق والشمس الحانوتى صاحب الفتاوى والشيخ على المقدسى شارح نظم الكنز و رواية الثانى عن الشيخ عبد الله النحريرى والشيخ محمد بن عبد الرحمٰن المسيرى والشيخ محمد بن احمد الحموى والشيخ احمد المحبى مسبعتهم عن الشيخ احمد بن يونس الشلبى صاحب الفتاوى عن سرى الدين عبد البر بن الشحنة شارح الوهبانية عن الكمال بن الهمام (وهو المحقق حيث اطلق صاحب فتح القدير) عن السراج قارئ الهداية عن علاء الدين السيرامى عن السيد جلال الدين الخبازى شارح الهداية عن الشيخ عبد العزيز البخارى صاحب الكشف والتحقيق عن جلال الدين الكبير عن الامام عبد الستار بن محمد الكردرى عن الامام برهان الدين صاحب الهداية عن الامام فخر الاسلام البزدوى عن شمس الائمة الحلوانى عن القاضى ابى على النسفى عن ابى بكر محمد بن الفضل البخارى عن الامام ابى عبد الله السبذمونى عن عبد الله بن ابى حفص البخارى عن ابيه احمد بن حفص (وهو الامام الشهير بابى حفص الكبير) عن الامام الحجة ابى عبد الله محمد بن الحسن الشيبانى عن الامام الاعظم ابى حنيفة عن حماد عن ابرهيم عن علقمة والاسود عن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم

ثمانين فقال وولد فى حدود سنة اربعمائة فيكون عمره عند وفاة الحلوانى نحو ستة وخمسين سنة ۱۲ منه دام فيضه

قال اخبرنا الامام ابو محمد عبد الله بن محمد بن يعقوب السبذمونى الحارثى فلعله كنيتان ابو محمد و ابو عبد الله والله تعالى اعلم ۱۲ منه دام فيضه

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الطہارۃ

باب الوضوء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ مسئولہ مولوی محمد ظفر الدین صاحب بہاری قادری ٢ شوال مکرم ١٣٢٤ھ

بحر العلوم النقلیہ حبر الفنون العقلیہ مجدد المأتہ الحاضرہ متع اللہ المسلمین بطول بقائکم وضو میں کتنے فرائض اعتقادی اور کتنے فرض عملی اور کے واجب اعتقادی اور کے واجب عملی ہیں اور ہر ایک کی تعریف کیا ہے مدلل ارشاد ہو جزاکم اللہ تعالٰی من افضل ما جازی علماء امۃ حبیبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

الجواب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم لک الحمد فرضا لازما صل علی افضل ارکان الایمان وسلم دائما ایھا السائل الفاضل رزقک اللہ علما نافعا ھذا سوال لایھتدی الیہ الا من فقہہ اللہ واللہ یختص برحمتہ من یشآء واللہ ذو الفضل العظیم مجتہد جس شے کی طلب جزمی حتمی اذعان کرے

اقول[ف۱] والاذعان یعم الظن الغالب واکبر الرأی الملتحق فی الفقہیات بالیقین والیقین بالمعنی الاعم والمعنی الاخص المعتبرین فی العقائد) اگر وہ اذعان بدرجہ یقین معتبر فی اصول الدین ہو (اور اس تقدیر پر مسئلہ ہوگا مگر مجمع علیہ جمیع ائمہ دین لان ما فیہ خلاف ولو مرجوحا لایصل الی درجۃ ھذا الیقین) تو وہ فرض اعتقادی ہے

اقول[ف۲] والاعتقاد وان ساوی الاذعان فی اصل وضعہ فالمراد بہ ھھنا ھو العلم بالمعنی الاخص المختص بالیقین الاعم والاخص ومنہ قولھم حدیث الاٰحاد لایفید الاعتماد فی باب الاعتقاد) جس کا منکر عند الفقہاء مطلقا کافر

اقول[ف۳] ای عند عامۃ مصنفیھم من اصحاب الفتاوی وغیرھم من المتاخرین اما ائمتنا الاقدمون فعلی ما علیہ المتکلمون کما حققہ خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد فی بعض فتاواہ) اور متکلمین کے نزدیک جبکہ مسئلہ ضروریات دین سے ہو اور یہی عند المحققین احوط واسد اور ہمارے اساتذہ کرام کا معول و معتمد ہے (وضروریات الضروریات بما یشترک فی علمہ الخواص والعوام

اقول[ف۴] المراد العوام الذین لھم شغل بالدین واختلاط بعلمائہ والا فکثیر من جھلۃ الاعراب لاسیما فی الھند والشرق لایعرفون کثیرا من الضروریات لابمعنی انھم لھا منکرون بل ھم عنھا غافلون فشتان ما عدم المعرفۃ ومعرفۃ العدم

له اذا اذعنا بشیئ فان لم یحتمل خلافہ اصلا کوحدانیۃ اللہ تعالٰی ورسالۃ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیقین بالمعنی الاخص وان احتمل احتمالا ناشئا عن دلیل کامکان ان یکون الذی نراہ زیدا جنیا تشکل بشکلہ فبالمعنی الاعم ومثل الاحتمال لا نظرا الیہ اصلا ولا یزیل العلم عن مرتبۃ الیقین اما الناشئ عن دلیل فیجعلہ ظنا والعمل والاذعان داخل فی ... منہ دام ظلہ

ف۱: فرض اعتقادی و فرض عملی و واجب اعتقادی و واجب عملی کی تعریف

ف۲: معنی الاذعان

ف۳: معنی الاعتقاد

ف۴: معنی ضروریات الدین

المجلد ۱ الجزء ۲

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وان كان جهلا مركبا فلا تهن والتحقيق عندى ان الضرورة ههنا بمعنى البداهة وقد تقرر ان البداهة والنظرية تختلف باختلاف الناس فرب مسألة نظرية مبتنية على نظرية اخرى اذا تبين المبنى عند قوم حتى صار اصلا مقررا وعلما ظاهرا فالاخرى التى لم تكن تحتاج فى ظهورها الا الى ظهور الاولى تلتحق عندهم بالضروريات وان كانت نظرية فى نفسها الا ترى ان كل قوس لم تبلغ نصفا تاما من اربعة ارباع الدور وجوكل من القاطع والظل الاول لها ابد ـے عند المهندس لا يحتاج اصلا الى اعمال نظر وتحريك فكر بعد ملاحظة المصادرة المشهورة المسلمة المقررة وان كان هو والمصادرة كلاهما نظريين فى انفسهما هكذا حال ضروريات الدين) ورنہ واجب اعتقادی ہے پھر اگر مجتہد کو بنظر دلائل شرعیہ جو اوسپر ظاہر ہوے اوسکی طلب جزمی مین اصلا شبہہ نہین **اقول**ف وان كان عارفا بخلاف ما فان سطوع انوار الحجج الالهية بما يبلغ عنده مبلغا يقول اذ الجاء نصر الله بطل نهر معقل وعن هذا ربما اول القطعيات الآتية على خلاف ما عول له كما وقع لسيدنا ابى ذر رضى الله تعالى عنه فى مسألة الكنز وقوله فى سيدنا عبدالرحمن بن عوف رضى الله تعالى عنه ما قال مع القطعيات الواردة فى حق اهل البيت عموما والعشرة خصوصا رضى الله تعالى عنهم احسن الرضا وعن هذا ترى ائمتنا وغيرهم قائلين فى كثير من الاجتهاديات المختلف فيها بين الائمة ان هذا مما لا يسوغ الاجتهاد فيه حتى ينقض القضاء بحل متروك التسمية عمدا وغير ذلك فهو مع علم الخلاف جازم بالحكم ومع جزمه به منكر للاكفار بالخلاف والانكار وهذا الذى اشرت اليه علم عزيز عليك ان تحتفظ به فانه يحل باذن الله تعالى عقدا حار فى حلها حائرون وبار بجهلها بائرون والله يهدى من يشاء الى صراط مستقيم) یا یونہی اوسکی نظر مین اس شے کا وجود شرط صحت وبراءت ذمہ بمعنی عدم بقائے اشتغال قطعی ہے **اقول**ف وذدت هذا لان قولهم ما يفوت بفوته الجواز المراد فيه بالجواز الصحة لا الحل لفوته بفوت كل واجب ولو عمليا والشىء قد يكون فرضا براسه وفوات الصحة انما كان يشمل الاول فزدت الآخر وفسرته بما هو لاخراج الواجب العملى فافهم) یعنی اگر وہ کسی عمل مین فرض ہو تو بے اسکے وہ عمل باطل محض ہو اور مستقل مطلوب ہو تو بے اسکے براءت ذمہ نہونے پر اوسے جزم ہو تو فرض عملی ہے۔ اور اگر خود اوسکی رائے مین بھی طلب جزمی جزمی نہین تو واجب عملی کہ بغیر اوسکے حکم صحت حاصل اور براءت ذمہ محتمل وقد علم بذلك حد كل واحد منهما بحر الرائق مین ہے فی التحرير الفرض ما قطع بلزومه اه وعرفه فى الكافى بما يفوت الجواز بفوته وهو يشمل كل فرض بخلاف الاول اذ يخرج عنه المقدار فى مسح الرأس فانه فرض مع انه ثبت بظنى لكنه تعريف بالحكم موجب للدور الظاهر

ما لم يحصل للمجتهد القطع بانتفاء علم الخلاف

ف: تطفل على الكافى وغيره كثير من المعتبرات

من کلامہم فی الاصول والفروع ان المفروض علی نوعین قطعی وظنی ھو فی قوۃ القطعی فی العمل بحیث یفوت الجواز بفوتہ فالمقدار فی مسح الراس من الثانی وعند الاطلاق ینصرف الی الاول لکمالہ والفارق بین الظنی القوی المثبت للفرض والظنی المثبت للواجب خصوص المقام ولیس المراد جاحد الفرض لانہ مالہ وانما ھو حکم الفرض القطعی المعلوم من الدین بالضرورۃ وذکر فی النہایۃ انہ یجوز ان یکون الفرض فی مقدار المسح بمعنی الواجب لالتقائہما فی معنی اللزوم وتعقب بانہ مخالف لما اتفق علیہ الاصحاب اذ لا واجب فی الوضوء وقد یدفع بان الذی وقع الاتفاق علیہ ھو الواجب الذی لایفوت الجواز بفوتہ بل یحصل بترکہ النقصان والکلام ھنا فی الواجب الذی یفوت الجواز بفوتہ فلا مخالفۃ اھ مختصرا علامہ سید طحطاوی نے حاشیہ درمختار میں عبارت مذکور لفظ خصوص المقام تک نقل کرکے فرمایا وفی النہر مایفید ان دلیل الفرض العملی اقوی اھ **اقول** ھذا

ف۱ مستفاد من البحر ایضا لقولہ والفارق بین الظنی القوی المثبت للفرض والظنی المثبت للواجب فوصف الاول بالقوی دون الاخر ولم یرد ان الدلیلین لایکونان الا علی حد سواء فی القوۃ ثم یظہر افادۃ الافتراض بخصوص المقام وای خصوص یفیدہ بعد مالم یظہر فی الدلیل قوۃ فوق مایفید الوجوب وانما اراد انہ بخصوص المقام وحفوف القرائن وامور تظہر للمجتہد یتقوی الظن قوۃ تکاد تبلغہ درجۃ القطعی فہذا الدلیل الاقوی یثبت الفرض العملی ھذا تقریر کلامہ وانا **اقول** وباللّٰہ التوفیق

ف۲ ف۳ بل القطع علی ثلثۃ اوجہ قطع عام یشترک فیہ الخواص والعوام وھو الحاصل فی ضروریات الدین وخاص یختص بمن مارس العلم وھو الحاصل فی سائر الفرائض الاعتقادیۃ المجمع علیہا والثالث قطع اخص یختلف فی حصولہ العلماء کما اختلف فی حصول الثانی العوام والعلماء فربما یؤدی ذہن عالم الی قرائن ھجمت وحفت فرفعت عندہ الظن الی منصۃ الیقین ولاتظہر ذلک لغیرہ او تظہر فتظہر لہ معارضات تردھا الی الرتبۃ الاولی من الظن غیرہ مسألۃ سمعہا صحابی من النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم شفاھا وبلغ غیرہ باخبارہ فہو قطعی عندہ ظنی عندہم فالمجتہد لایثبت الافتراض الا بما حصل لہ القطعیۃ فان کان العلماء کلہم قاطعین بہ کان فرضا اعتقادیا وان کان قطعا خاصا بہذا المجتہد کان فرضا عملیا ھذا ما ظہر لی وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللّٰہ تعالٰی والیہ المرجع فیما قررت فاعرف علامہ شامی نے منحۃ الخالق میں کلام مذکور بحر کے مؤیدات عبارات نہایہ وشرح قہستانی سے نقل کرکے فرمایا ولایخفی مخالفتہ لما اطبق علیہ الاصولیون من ان الفرض ما ثبت بدلیل قطعی لاشبہۃ فیہ پھر اصول بزدوی کی عبارت ذکر کی اور مغنی ومنتخب وتنقیح وتلویح وتحریر ومنار وغیرہا کا

ف۱: معروضۃ علی السید الطحطاوی
ف۲: تطفل علی البحر وتخطئۃ کثیر من المعتبرات
ف۳: تحقیق المصنف ان القطع علی ثلثۃ اقسام

والہ ویا اقول ف۱ وھذا بعید من مثلہ رحمہ اللہ تعالٰی فھذا اصطلاح فقھی ولا یقتصی علیہ اصطلاح خاص
اصولی مع انہ ھو الناقل ھھنا وفی رد المحتار عن التلویح ان استعمال الفرض فیما ثبت بظنی والواجب فیما ثبت
بقطعی شائع مستفیض کقولھم الوتر واجب فرض وتعدیل الارکان فرض ونحو ذلك یسمی فرضا عملیا
فلفظ الواجب یقع علی ما ھو فرض علما وعملا کصلاۃ الفجر وعلی ظنی ھو فی قوۃ الفرض فی العمل کالوتر حتی یمنع
تذکرہ صحۃ الفجر کتذکر العشاء وعلی ظنی ھو دون الفرض فی العمل وفوق السنۃ کتعیین الفاتحۃ حتی لاتفسد
الصلاۃ بترکھا لکن تجب سجدۃ السھو اھ ثم لعلہ لامساغ للشبھۃ اصلا فیما قررت فان الفرض لم یثبت عند
المجتھد الابدلیل قطعی عندہ وان لم یکن کذلك عند غیرہ فافھم درمختار میں ہے الفرض ما قطع بلزومہ حتی
یکفر جاحدہ کاصل مسح الرأس وقد یطلق علی العملی وھو ما تفوت الصحۃ بفواتہ کالمقدار الاجتھادی
فی الفروض فلا یکفر جاحدہ ردالمحتار میں ہے اقول بیان ذلك ان الادلۃ السمعیۃ اربعۃ الاول قطعی الثبوت
والدلالۃ کنصوص القراٰن المفسرۃ المحکمۃ والسنۃ المتواترۃ التی مفھومھا قطعی الثانی قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ
کالاٰیات المؤولۃ الثالث عکسہ کاخبار الاحاد التی مفھومھا قطعی الرابع ظنیھما کاخبار الاحاد التی مفھومھا
ظنی فبالاول یثبت الفرض والحرام وبالثانی والثالث الواجب وکراھۃ التحریم وبالرابع السنۃ والمستحب
ثم ان المجتھد قد یقوی عندہ الدلیل الظنی حتی یصیر قریبا عندہ من القطعی فما ثبت بہ یسمیہ فرضا عملیا
لانہ یعامل معاملۃ الفرض فی وجوب العمل ویسمی واجبا نظرا الی ظنیۃ دلیلہ فھو اقوی نوعی الواجب
واضعف نوعی الفرض بل قد یصل خبر الواحد عندہ الی حد القطعی ولذا قالوا انہ اذا کان متلقی بالقبول
جاز اثبات الرکن بہ حتی ثبتت رکنیۃ الوقوف بعرفات بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الحج عرفۃ اسکے بعد
عبارت مذکورہ تلویح نقل فرمائی اقول ف۲ ھذا الکلام کلہ مذکور فی الطحطاوی عن النھر محصلہ سوی ما افاد
بقولہ بل قد یصل الخ وھو کلام کاف فی ابداء الفرق فی الفرض والواجب العملیین وصدرہ وان کان علی
سنن ما قالہ البحر حیث قال قریبا من القطعی فاٰخرہ فی ذکر حدیث عرفۃ ناظر الی التحقیق الذی نحوت الیہ
وباللہ التوفیق لکن فی سطاویہ ابحاث طوال یخرج الاسترسال فیہ عن قصد المقال بید انہ ف۳ لاینبغی
اخلاء المقام عن افادۃ ان ما ذکر تبعا للطحطاوی والنھر وکثیرین من الفارق بین الوجوب وبین السنیۃ والاستحباب
من ان ثبوت الاول بما فیہ ظنیۃ فی احد طرفی الثبوت والاثبات والاخیرین بما فیہ ظنیۃ فی کلیھما غیر مسلم ولا
صواب کیف وحقوفا نظر بکلا الطرفین لایزیل الطلب عن المظنونیۃ والرجحان وھو ملاك امر الوجوب لاغیر

ف۱: معروضۃ علی العلامۃ ش
ف۲: تطفل علی النھر والطحطاوی وکثیرین
ارکان الوضوء
ف۳: تحقیق ان الدلیل الظنی الثبوت والاثبات معا ھل یثبت الوجوب ام لا استحسانا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وانما الفرق بين الفريقين بنفس الطلب فقد يكون حتميا ويفيد الوجوب عند الظنية ثبوتا او اثباتا او معا و قد يكون ندبيا ترغيبيا فيفيد السنية او الاستحباب ولو كان قطعيا يقينيا ثبوتا واثباتا فان القطع انما حصل على الترغيب والارشاد دون الطلب الجازم من غير ان يبقى فيه للمكلف خيار وهذا ظاهر جدا هذا ما ظهر للعبد الضعيف ثم رأيت المحقق حيث اطلق افاد في الفتح ما جنحت اليه واومى الى ما عولت عليه حيث قال بعد ما بحث وجوب التسمية في الوضوء فان قيل يرد عليه ما قالوه من ان الادلة السمعية على اربعة اقسام الرابع ما هو ظني الثبوت والدلالة وحكمه افادة السنية والاستحباب وجعلوا منه خبر التسمية (يعني قوله صلى الله تعالى عليه وسلم لا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه فانه مع احاديته يحتمل نفي الفضيلة قال) وصرح بعضهم بان وجوب الفاتحة ليس من قوله صلى الله تعالى عليه وسلم لا صلاة الا بفاتحة الكتاب بل بالمواظبة من غير ترك لذلك فالجواب ان المراد وان ظني الدلالة مشتركها سلمنا الاصل المذكور (اى فان الوجوب لا يثبت بالشك **اقول** بل لو كان الشك في احد طرفي الثبوت والاثبات لكفى لتنزيله عن مرتبة اثبات الايجاب **ثم اقول** غير ان هذا الاحتمال لا مساغ له في كلامهم بعد ملاحظة المقابلات اعني ان ظني الثبوت قطعي الدلالة والعكس يثبتان الوجوب فليس المراد بالظن الا المصطلح قال) ومنعنا كون الخبر من ذلك بل نفي الكمال فيهما احتمال يقابله الظهور (اى فليس مشكوكا بل موهوما قال) فان النفي تسلط على الوضوء والصلاة فيهما فان قلنا النفي لا يتسلط على نفس الجنس بل ينصرف الى حكمه وجب اعتباره في الحكم الذي هو الصحة فانه المجاز الاقرب الى الحقيقة وان قلنا يتسلط ههنا على الجنس لانها حقائق شرعية فتنتفي شرعا بعدم الاعتبار شرعا وان وجدت حسا فاظهر في المراد فنفي الكمال على كلا الوجهين احتمال خلاف الظاهر لا يصار اليه الا بدليل وان ارادوا به ما فيه احتمال ولو مرجوحا منعنا صحة الاصل المذكور (اى اثباته السنية والندب لا الوجوب بل يثبت الوجوب لحصول الترجيح وان تطرق الظن الى الطرفين جميعا قال) واسندناه بان الظن واجب الاتباع في الادلة الشرعية الاجتهادية وهو متعلق بالاحتمال الراجح فيجب اعتبار متعلقه وعلى هذا مشى المصنف رحمه الله تعالى في خبر الفاتحة حيث قال بعد ذكره من طرف الشافعي رحمه الله تعالى ولنا قوله تعالى فاقرءوا ما تيسر من القرآن والزيادة عليه بخبر الواحد لا يجوز لكنه يوجب العمل فقلنا بوجوبها وهذا هو الصواب اھ مزيدا منا ما بين الاهلة **اقول** وتحرير ما تقرر ان الادلة السمعية تسعة اقسام لان لها

ف۱: تطفل على المحقق

ف۲: معنى لا صلاة الا كذا نفي الصحة لا الكمال

ف۳: التحقيق الانيق للمصنف في اثبات الفرض وما دونه تسعة اقسام

طرفیہ الثبوت والاثبات وکل علی ثلثۃ وجوہ القطع والظن والشك خمسۃ منہا وہی ما فی احد طرفیہا شك لایثبت فوق سنیۃ او ندب وان اشتملت علی طلب جازم والاربعۃ البواقی کذلك ان اشتملت علی طلب غیر جازم والا فان کان کلا الطرفین قطعیا ثبت الافتراض والا فالوجوب ثم[ف۱] الظاہر ان السنیۃ لاتثبت بالشك بل ہو المتعین والالزم التقول علی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بمجرد شك واحتمال ولذا افاد المحقق فی الفتح وتلمیذہ فی الحلیۃ ان الاستنان لایثبت بالحدیث الضعیف حیث حقق فی الفتح ان غسل الجمعۃ مستحب لاسنۃ ثم قال یقاس علیہ باقی الاغتسال (ای غسل العیدین وعرفۃ والاحرام) وانما یتعدی الی الفرع حکم الاصل ہو الاستحباب اما ما روی ابن ماجۃ کان صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یغتسل یوم العیدین وعن الفاکہ بن سعد الصحابی انہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کان یغتسل یوم عرفۃ ویوم النحر ویوم الفطر فضعیفان قال النووی وغیرہ اھ فافاد ان ضعفہما یقعدہما عن افادۃ الاستنان وکذلك قال فی الحلیۃ بعد ما ذکر استنان غسل الجمعۃ ما نصہ واستنان غسل العیدین ان قلنا بان تعدد الطرق الواہدۃ فیہ تبلغ درجۃ الحسن والا فالندب اھ وقد المحنا بطرف من تحقیق ہذا فی رسالتنا الہاد الکاف فی حکم الضعاف والیضا حققنا فیہا بما لامزید علیہ ان الاستحباب یثبت بالحدیث الضعیف ثم[ف۲] اقول الشك فی الاثبات مثل الشك فی الثبوت فاذن الاوضح الاجمع الاشمل الاکمل ان نقول النصوص الطلبیۃ علی ثلثۃ اقسام ما فیہ طلب ترغیب مجرد او مع تاکید او طلب جازم وکل منہا علی تسعۃ اقسام کما قدمت فہی سبعۃ وعشرون قسما لایثبت الافتراض منہا الا واحد وہو یقینی الثبوت والاثبات مع الطلب الجازم وثلثۃ تفید الوجوب وہو ظنی الثبوت او الاثبات او کلیہما مع الطلب الجازم فی الکل واربعۃ تفید الاستنان وہی نظائر ما تفید الفرضیۃ والوجوب فی الثبوت والاثبات بید ان الطلب فیہا مؤکد غیر جازم والبواقی وہی تسعۃ عشر تفید الندب وہی التی فی احد طرفیہا شك ولو الطلب جازما او کان الطلب فیہا طلب ترغیب مجرد ولو قطعی الطرفین وقس علی ہذا فی جانب الکف الحرام والمکروہ تحریما وتنزیہا وخلاف الاولی ولاتذہلن عن مقام الاحتیاط واللہ الہادی الی سواء الصراط ہذا ہو التحقیق الساطع اللامع النور فاحفظہ فلعلك لاتجدہ فی غیر ہذہ السطور۔

بیان[ف۳] سے ظاہر ہوا کہ فرض اعتقادی سب سے اعظم و اعلی اور دونوں قسم واجب اعتقادی کا مباین ہے اور فرض عملی واجب اعتقادی سے خاص مطلقا کہ ہر فرض عملی واجب اعتقادی ہے ولا عکس اور واجب عملی ہر دو قسم فرض کا مباین اور واجب اعتقادی سے خاص مطلقا ہے کہ ہر واجب عملی واجب اعتقادی ہے ولا عکس ثم اقول یہ اس تقدیر پر ہے کہ قسمین عملی بشرط لا ہوں کما ہو المتعارف عند علما

ف۱: بالحدیث الضعیف یثبت الاستحباب دون الاستنان۔

ف۲: التحقیق النفیس للمصنف العلامۃ فی اثبات الفرض وما دونہ علی سبعۃ وعشرین قسما۔

ف۳: فرض و واجب اعتقادی و عملی چاروں کی نسبتیں۔

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اور لا بشرطہا لین تو فرض عملی فرض اعتقادی سے عام مطلقا اور واجب اعتقادی سے عام من وجہ ہوگا کہ فرض اعتقادی فرض عملی ہے نہ واجب اعتقادی اور واجب عملی بالمعنی الاول واجب اعتقادی ہے نہ فرض عملی اور فرض عملی بالمعنی الاول مین دونون مجتمع ہین، اور واجب عملی بالمعنی الثانی واجب اعتقادی کا مساوی کہ اعتقاد وجوب موجب وجوب عمل اور ایجاب عمل بلے اعتقاد وجوب نامحتمل کلام آتی مین معانی اُول ہی مراد ہونگے کہ وہی شائع بین العلماء ہین وباللہ التوفیق +

وضو میں فرض اعتقادی یعنی ارکان اعتقادیہ (فان الفرض یطلق علی الرکن وعلی الشرط کما فی الدر وعلی ما لیس برکن ولا شرط کترتیب ما شرع غیر مکرر فی رکعۃ کترتیب القعدۃ علی السجود والسجود علی الرکوع والرکوع علی القراءۃ والقراءۃ علی القیام فانہا فروض لیست بارکان ولا شروط کما فی الشامی عن الغنیۃ اقول وکانہ نظر الی انہا برزخ بین الدخول والخروج والا ففیہ کلام لمن تأمل فلیتأمل) چار ہین اوّل مونھ دھونا یعنی علاوہ مستثنیات کے طول مین شروع سطح پیشانی سے نیچے کے دانت جمنے کی جگہ تک اور عرض مین ایک کان سے دوسرے کان تک اسمین دس استثنا ہین (١) آنکھون کے ڈھیلے (٢) پپوٹون کی اندرونی سطح کہ ان دونون موضع کا دھونا باجماع معتمد اصلا فرض کیا مستحب بھی نہین وبالغ الامامان عبداللہ بن عمر وعبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فکلف العمی (٣) آنکھین خوب زور سے بند کرنے مین جو حصہ بند ہو جاتا ہے کہ نرم بند کریں تو ظاہر رہتا اوتنا حصہ دھلنا مختلف فیہ ہے ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ اوسکا دھونا بھی واجب نہین یہانتک کہ خوب آنکھین بند کرکے وضو کیا وضو ہو جائیگا۔ اور بعض نے کہا نہ ہوگا۔ درمختار مین ہے۔ لو غمض عینیہ شدیدا لا یجوز نہر لکن نقل العلامۃ المقدسی فی شرحہ علی نظم الکنز ان ظاہر الروایۃ الجواز واقرہ فی الشرنبلالیۃ تأمل اھ علامہ شامی اقول رحمہ اللہ العلامۃ السید انما عبارۃ النہر ہکذا ذکر فی المجتبٰی لا تغسل العین بالماء ولا باس بغسل الوجہ مغمضا عینیہ وقال الفقیہ احمد بن ابرہیم ان غمض عینیہ شدیدا لا یجوز اھ فمفادہ ایضا لیس ان المذہب الجواز وعلیہ قول احمد بن ابرہیم فلیتنبہ (۴) دونون لب کہ بعض نے کہا وہ تابع دہن ہین اور وضو مین دہن کا دھونا صرف سنت ہے بحر الرائق مین ہے اما الشفۃ فقیل تبع للفم (۵و۶و۷) ابروون اور مونچھون اور بچی کے نیچے کی کھال کہ بعض نے کہا اگرچہ بال چھدرے ہون کھال نظر آتی ہو اوسکا دھونا ضرور نہین درمختار مین ہے فی البرہان یجب غسل بشرۃ لم یسترہا الشعر کحاجب وشارب وعنفقۃ فی المختار (٨) گھنی داڑھی کے نیچے کی کھال کہ اوسکا دھونا اصلا ضرور نہین (٩) داڑھی مطلقا کہ اوسکے باب مین نو قول ہین فقیل یفترض مسحہ او غسلہ کلہا کلا او ثلثا

ف١ مسئلہ وضو مین چار فرض اعتقادی کا بیان
ف٢ الفرض یطلق علی الرکن والشرط وما سواہما
ف٣ ...
ف۴ مسئلہ وضو مین جن جگہون کا دھونا ...
ف۵ ...

اور بعا اولما یلا فی البشرۃ فقط اولاشیء کما فی رد المحتار (۱۰) کنپٹیاں کہ جب داڑھی کے بال ہوں تو امام ابو یوسف سے ایک روایت آئی کہ اونکا دھونا ضرور نہیں درمختار میں ہے یجب غسل ما بین العذار والاذن بہ یفتی رد المحتار میں ہے قال فی البدائع وعن ابی یوسف عدمہ وظاہرہ ان مذہبہ بخلافہ بحر والخلاف فی الملتحی اما المرأۃ والامرد والکوسج فیفترض الغسل اتفاقا **تنبیہ** اس روایت پر خلاف امام ابو یوسف اگرچہ اوس صورت سے خاص ہے کہ وہاں داڑھی کے بال ہوں مگر یہ مراد نہیں کہ خاص اوس حصہ بدن پر بال ہوں حتی یدخل فی بشرۃ ماتحت اللحیۃ کما ظن بلکہ داڑھی کا بالائی حصہ جو کانوں کے محاذی ہوتا ہے جسے عربی میں عذار کہتے ہیں اس حصے اور کان کے بیچ میں جلد کی ایک صاف سطح ہوتی ہے جسپر بال نہیں نکلتے۔ یہاں اس سطح خالی میں خلاف ہے کہ عذار والے کے لیے اس روایت پر اسکا دھونا ضرور نہیں۔ اور ظاہر الروایۃ ومذہب معتمد میں مطلقا فرض ہے امام اجل ابو البرکات عبد اللہ نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں البیاض الذی بین العذار وشحمۃ الاذن من الوجہ حتی یجب غسلہ عندہما خلافا لابی یوسف لان البشرۃ التی ینبت علیہا الشعر لا یجب ایصال الماء الیہا فما ہو بعد اولی وقالا انما لا یجب ثم لانہ استتر بالشعر ولا شعر ہنا فبقی علی ما کان اھ اور امام دار الہجرہ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہوا کہ اون کا دھونا مطلقا ضرور نہیں میزان الشریعۃ الکبرٰی للعارف الربانی سیدی عبد الوہاب الشعرانی میں ہے قول الائمۃ الثلثۃ ان البیاض الذی بین شعر الاذن واللحیۃ من الوجہ مع قول مالک وابی یوسف انہ لیس من الوجہ فلا یجب غسلہ فی الوضوء اسیطرح رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ میں ہے **اقول** ف ۱ اما ابو یوسف فقد علمت ان قولہ کقول الجمہور والروایۃ النادرۃ عنہ ایضا مفصلۃ لا مرسلۃ واہل البیت ادری بما فی البیت واما مالک فالذی رأیتہ من کتب مذہبہ فی شرح المقدمۃ العشماویۃ لابن ترکی ان الوجہ حدہ طولا من منابت شعر الراس المعتاد الی اخر الذقن وحدہ عرضا من الاذن الی الاذن اھ وفی حاشیتہ للسفطی ما بین العذارین والاذن وہو البیاض الذی تحت الوتد (ای وتد الاذن) او المسامت لہ یجب غسلہ لانہ من الوجہ اھ فاللہ تعالی اعلم **تنبیہ** یہاں ایک استثنائے عام اور بھی ہے کہ فرض دوم کے استثنائے ثانی میں مذکور ہوگا **دوم** دونوں ہاتھ ناخنوں سے کہنیوں تک دھونا اسمیں تین استثنا ہیں۔

(۱) خود کہنیاں دھونا امام زفر رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک ضرور نہیں (۲) ف ۲ جس چیز کی آدمی کو عموما یا خصوصا ضرورت پڑتی رہتی ہے اور اوسکے ملاحظہ واحتیاط میں حرج ہے اوسکا ناخنوں کے اندر یا اوپر یا اور کہیں لگا رہ جانا اگرچہ جرم دار ہو

ف ۱: تطفل علی الامام الشعرانی

ف ۲: مسئلہ

ارکان وضوء

کن چیزوں کا جرم ... وضو و غسل کا مانع نہیں

اگرچہ پانی اوسکے نیچے نہ پہنچ سکے جیسے پکانے گوندھنے والوں کے لیے آٹا رنگریز کے لیے رنگ کا جرم عورات کے لیے مہندی کا جرم کاتب کے لیے روشنائی مزدور کے لیے گارامٹی عام لوگوں کے لیے کوئے یا پلک میں سرمہ کا جرم بدن کا میل مٹی غبار مکھی مچھر کی بیٹ وغیرہا کہ ان کا رہ جانا فرض اعتقادی کی ادا کو مانع نہیں درمختار میں ہے لایمنع الطہارۃ خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحتہ وحناء ولو جرمہ بہ یفتی ودرن ودھن ودسومۃ وتراب وطین ولو فی ظفر مطلقا ای قرویا او مدنیا فی الاصح بخلاف نحو عجین ولا یمنع ما علی ظفر صباغ ردالمحتار میں ہے لکن فی النھر لو فی اظفارہ عجین فالفتوی انہ مغتفر اھ ورأیتنی کتبت فیما علقت علی ردالمحتار علی قولہ وحناء ولو جرمہ بہ یفتی **اقول** [۱۹] وبہ یظھر حکم بعض اجزاء کحل تخرج فی النوم وتلتصق ببعض الجفون او تستقر فی بعض الماٰقی وربما تمر الید علیھا فی الوضوء والغسل ولا یعلم بھا اصلا فلا یکفی فیہ التعاھد المعتاد الا بتیقظ خاص وتفحص مخصوص فذلک کجرم الحناء لا بالقیاس بل بدلالۃ النص فان الحاجۃ الی الکحل اشد واکثر ولیعلم ان ظہورہ فی مُوق بعد ما یمر علی الطہارۃ شیئ من زمان کما یراہ بعد ما صلی لا یلتفت الیہ اصلا فانہ ربما ینتقل بعد التطھر من داخل العین الی الماٰقی والحادث یضاف الی اقرب الاوقات ما لم یتیقن بالجفن فلعل فیہ الوجہ الاول لاغیر ھذا کلہ ما ظہر لی ولیحرر واللّٰہ تعالٰی اعلم ورأیتنی کتبت فیہ علی قولہ لایمنع ما علی ظفر صباغ **اقول** [۲۰] ویعلم منہ حکم المداد علی ظفر الکاتب فانہ یضع القلم علی ظفر ابھامہ الیسری ویغمزہ لینفتح فیصیب الظفر جرم من الحبر وربما ینسی فیتوضأ ویمر الماء فوق المداد ولا یزیلہ فمفاد ما ھنا الجواز ورأیت التنصیص بہ فی حاشیۃ العشماویۃ من کتب السادۃ المالکیۃ حیث قال تجب ازالۃ ما یمنع من وصول الماء کالعجین والشمع وکذلک الحبر المتجسد لغیر کاتبہ ونحوہ کبائعہ وصانعہ واما الکاتب ونحوہ ان راٰہ بعد ان صلی فلا یضر اذا امر یدہ علی المداد لعسر الاحتراز منہ لا ان راٰہ قبل الصلاۃ وامکنہ ازالتہ اھ وھو کلہ واضح موافق لقواعدنا الا قولہ اذا امر یدہ علی المداد فانما شرطہ لان الدلک فرض عندھم واما علی مذھبنا فیقال اذا امر الماء علی المداد والذی ذکرہ ھو عین ما کنت بحثتہ فی فتاوٰی ان الذی لا حرج فی ازالتہ بل فی تعاھدہ اذا اطلع علیہ یجب ازالتہ ولا یجوز ترکہ کالحناء والکحل والوسخ ونحوھا وللّٰہ الحمد (۳۴) مالکیہ کے نزدیک مرد کے لیے چاندی کی انگوٹھی بقدر جائز کہ اون کے مذہب میں دو درم شرعی ہے اور عورت کے لیے سونے چاندی کے مطلقاً گہنے چھلے انگوٹھیاں علی بند حسین بند آرسی پہنچیاں کنگن جھن تبانے چوہے دتیاں یوہیں چوڑیاں اگرچہ کانچ یا لاکھ وغیرہ کی ہوں اور ریشم کے لچھے غرض جتنے

ف۱ مسئلہ: عورت کے ہاتھ پاؤں پر مہندی کا جرم رہ گیا اور بعض حصہ چھوٹ گیا تو وضو و غسل ہوجائے گا ہاں جب اطلاع ہو چھڑا کر وہاں پانی بہادے۔

ف۲ مسئلہ: سرمہ آنکھ کے کوئے یا پلک میں رہ گیا اور اطلاع نہ ہوئی تو ... کا جرم اگرچہ نہیں ... بعد نماز کوئے میں ... ہو تو اصلاً التفات نہیں۔

ف۳ مسئلہ: کاتب کے ناخن پر روشنائی کا جرم ... لگا رہ گیا اور خبر نہ ہوئی وضو ہوجائیگا صحیح نہیں۔

https://www.facebook.com/darahlesunnat

گہنے سنگار شرعاً جائز ہیں کسیقدر تنگ اور پھنسے ہوئے ہوں کہ پانی بہنے کی رو کیں انکے مذہب میں سب معاف ہیں ہاں لوہے تانبے رانگ وغیرہا کے کروہ گہنے یامرد کے لیے سونے کی انگوٹھی کہ شرعاً جائز نہیں ان میں وہ بھی جائز نہیں مانتے **اقول** وکانھم قاسوہ علی ضفیرۃ المرأۃ حیث لم توجب نقضھا فی الغسل عندنا الا اذا لم یصل الماء الی الاصول وفی الغسل والوضوء جمیعا عندھم الا اذا اشتدت او کانت مفتولۃ بثلثۃ خیوط فاکثر عندھم حاشیہ سفطی میں ہے لایجب نزع خاتم الفضۃ المأذون فیہ ولا تحریکہ سواء کان واسعا او ضیقا واما المحرم کخاتم الذھب للرجل والمکروہ کخاتم الحدید والنحاس والرصاص فیجب نزعہ اذا کان ضیقا ویکفی تحریکہ ان کان واسعا علی المعتمد وکذا ما یجعلہ الرماۃ فی ایدیھم من عظم ونحوہ ومحل الکراھۃ فی خاتم الحدید ما لم یکن لدواء ویدخل فی المأذون فیہ خاتم الذھب بالنسبۃ للمرأۃ والاساور والحدائد التی تلبسھا المرأۃ بمنزلۃ الخاتم علی المعتمد فلا یجب تحریکھا لانھا ماذون لھا فی ذلک کلہ کما فی حاشیۃ الخرشی واعتمدہ شیخنا فی تقریر الخرشی خلافا لما فی شرح الاصیلی وزنۃ الخاتم الذی یجوز لبسہ للرجال من الفضۃ درھمان بالدرھم الشرعی اھ **اقول** وعندنا ما دون مثقال لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا تتمہ مثقالا کما بیناہ فی فتاوٰنا سوم سر کا مسح یعنی اوسکے کسی جز کمال یا بال یا نائب شرعی پر نم پہنچ جانا فرض اعتقادی اسیقدر ہو کتاب الانوار لاعمال الابرار امام یوسف اردبیلی شافعی میں ہے الفرض الثالث مسح الراس بما شاء اما علی البشرۃ ولو قدر ابرۃ او علی شعر ولو واحدۃ ان لم یخرج الممسوح من حدہ قرۃ العین علامہ زین تلمیذ امام ابن حجر مکی شافعی میں ہے ولو بعض شعرۃ واحدۃ اھ **اقول** وعبرت انا بوصول البلل لانہ الفرض عندنا دون الایصال حتی لو اصابہ مطر اجزأہ کما فی الدر المختار وزدت النائب الشرعی لقول الامام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ علی ما فی میزان الشعرانی حیث قال قول الائمۃ الثلثۃ ان المسح علی العمامۃ لایجزئ مع قول احمد بانہ یجزئ لکن بشرط ان یکون تحت الحنک منھا شیئ روایۃ واحدۃ وعنہ فی مسح المرأۃ علی قناعھا المستدیر تحت حلقھا روایۃ وھل یشترط ان یکون لبس العمامۃ علی طھر روایتان اھ **قلت** وکلام شیخہ الذی صحبہ الامام الشعرانی عشر سنین وقال لم ارہ یغضب فی سفر ولا حضر اعنی محقق عصرہ العلامۃ زین بن ابرھیم بن نجیم المصری رحمھما اللہ تعالٰی فی البحر الرائق اتم وانفع حیث قال اما علی العمامۃ فاجمعوا علی عدم جوازہ الا احمد فانہ اجازہ بشرط ان تکون ساترۃ لجمیع الرأس الا ما جرت العادۃ بکشفہ وان یکون تحت الحنک منھا شیئ سواء کانت لھا ذؤابۃ اولم تکن وان لا تکون

https://www.facebook.com/darahlesunnat

عمامة محرمة فلا یجوز المسح علی العمامة المغصوبة و لا یجوز للمرأة اذا لبست عمامة الرجل ان تمسح علیها والاظهر عند احمد وجوب استیعابها والتوقیت فیها کالخف ویبطل بالنزع والانکشاف الا ان یکون یسیرا مثل ان یحک رأسه او یرفعها لاجل الوضوء وفی اشتراط لبسها علی طہارة روایتان اھ

چہارم پاؤں کہ بشرائط شرعیہ موزہ شرعی کے اندر نہ ہوں اونگلیں ناخنوں سے پنڈلی اور پاؤں کے جوڑ تک جو وسط قدم میں چار طرف جدا گانہ تحریر سے ممتاز ہے جہاں عربی نعال کا دوال باندھا جاتا ہے اور نیچے کرو ٹوں اور ایڑیوں سب پر پانی پہنچنا فرض اعتقادی اسیقدر ہے اور موزے بشرائط ہوں تو مدت معلوم تک مسح کافی اور یہاں بھی ہاتھوں کیطرح تین ہستثناد (۱) گٹوں سے تحریر مذکور تک کہ اسقدر کا دھونا بروایت ہشام عن محمد ضرور نہیں اور نفس کعبین مثل مرفقین امام زفر کے نزدیک خارج ہیں کافی میں ہے وغسل یدیہ مع مرفقیہ ورجلیہ مع کعبیہ خلافا لزفر فی الغایتین بحر میں ہے الکعبات العظمان الناشزان من جانبی القدم صححہ فی الھدایة وغیرھا وروی ھشام عن محمد انہ فی ظہر القدم عند معقد الشراک قالوا ھو سہو من ھشام الخ ردالمحتار میں ہے قدمنا عن شرح المنیة ان غسل المرفقین والکعبین لیس بفرض قطعی بل عملی (۲) عورتوں کے لیے چھلے وغیرہ گہنوں کے نیچے کہ مالکیہ عفو کرتے ہیں (۳) میل کھی مچھر کی بیٹ کہ سارے ہی بدن میں معاف ہیں اور مہندی مٹی گارا جسطرح ہاتھوں میں گزرا **اقول**[۲۵] وعبرت بوصول الماء لما عبر ولرعایة ما فی المیزان اتفاق الائمة علی ان غسل القدمین فی الطہارة مع القدرة فرض اذا لم یکن لابسا الخف مع ما حکی عن احمد والاوزاعی والثوری وابن جریر من جواز مسح جمیع القدمین وان الانسان عندھم مخیر بین الغسل والمسح وقد کان ابن عباس یقول فرض الرجلین المسح لا الغسل اھ واللہ اعلم بصحة ہذہ الحکایات فقد قال فی البحر الرائق ان الاجماع انعقد علی غسلہما ولا اعتبار بخلاف الروافض اھ وکذا قال الامام النووی اجمع علیہ الصحابة والفقہاء اھ **قلت**[۲۶] واخرج سعید بن منصور فی سننہ عن عبدالرحمن بن ابی لیلی قال اجتمع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم علی غسل القدمین نعم روی ابن ماجة وغیرہ من طریق عبداللہ بن محمد بن عقیل المختلف فیہ کثیرا وقال الحافظ فی التقریب صدوق فی حدیثہ لین ویقال تغیر بآخرہ عن الربیع رضی اللہ تعالی عنہا قالت اتانی ابن عباس فسألنی عن ہذا الحدیث تعنی حدیثہا الذی ذکرت ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم توضأ وغسل رجلیہ فقال ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما ان الناس ابوا الا الغسل ولا اجد فی کتاب اللہ الا المسح

ف۱: تحقیق ان غسل الرجلین مجمع علیہ وانہ لم یقل بالمسح الا شرذمة قلیلة لا یعتد بہا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اقول ولو حجۃ لنا قول نفسہ ان الناس ابوا الا الغسل فابی الحق الا ان یکون مع الجماعۃ وقد ثبت عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ما یعارضہ اخرج سعید بن منصور وابن ابی شیبۃ وعبد الرزاق وعبد بن حمید والطبرانی فی الکبیر وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والنحاس عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ قرأھا وارجلکم بالنصب یقول رجعت الی الغسل وقد اخرج ابن جریر عن عطاء قال لم ار احدا یمسح علی القدمین فہذا من اخص تلامذۃ ابن عباس یقول ما اسمع فلاجرم رجع ابن عباس عن ھذا کما رجع عن قولہ فی المتعۃ وتلا الایۃ الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم وقال علا فرج سواھما حرام وکذلک ثبت الرجوع عن کل من نقل عنہ المسح وھم شرذمۃ قلیلۃ فلا شک فی استقرار الاجماع علی الغسل کما قال التابعی الجلیل الکبیر الشان عبد الرحمن بن ابی لیلٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما واللہ الہادی **فرض عملی** ہر مذہب میں جدا ہوتے ہیں ہمارے مذہب صحیح معتمد مفتی بہ پر وضو میں فرض عملی بمعنی مذکور مثل ارکان جملہ کے یہاں بھی **واجب اعتقادی** ہیں یہاں میں چنین اکثر کا استخراج متأمل پر ہمارے بیان سابق سے دشوار نہیں مگر مفتی بہ کی غیر ماخوذ سے تمیز صریح اور اپنے کم علم بھائیوں کی تفہیم کے لیے صاف تصریح بہتر ہے (۱) دونوں لب حق یہ ہو کہ ان کا دھونا فرض ہے یہاں تک کہ اگر لب خوب زور سے بند کر لیے کہ اونکی کچھ تحریر جو عادی طور پر بند کرنے میں کھلی رہتی اب چھپ گئی اور اوس پر پانی نہ بہا نہ کلّی کی وضو نہ ہوگا۔ ہاں عادی طور پر خاموش بیٹھنے کی حالت میں لبوں کا جتنا حصہ باہم ملکر چھپ جاتا ہے وہ دہن کا تابع ہے کہ وضو میں اوسکا دھونا فرض نہیں درمختار میں ہے یجب غسل ما یظہر من الشفۃ عند انضمامہا ردالمحتار میں ہے ای یفترض کما صححہ فی الخلاصۃ والمراد ما یظہر عند انضمامہا الطبیعی لا عند انضمامہا بشدۃ وتکلف اھ ح (۲ و ۳ و ۴) بھووں مونچھوں بچی کے نیچے کی کھال جب کہ بال چھدرے ہوں کھال نظر آتی ہو وضو میں بھی دھونا فرض ہے ہاں گھنے ہوں کہ کھال بالکل نہ دکھائی دے تو وضو میں ضرور نہیں غسل میں جب بھی ضرور ہے (۵) داڑھی چھدری ہو تو اوسکے نیچے کی کھال دھلنا فرض اور گھنی ہو تو جسقدر بال دائرہ رخ میں داخل ہیں اون سب کا دھونا فرض ہے یہی صحیح ومعتمد ہے ہاں جو بال نیچے چھوٹے ہوتے ہیں اون کا مسح سنت ہے اور دھونا مستحب اور نیچے ہونے کے یہ معنے کہ داڑھی کو ہاتھ سے ذقن کی طرف دبائیں تو جتنے بال مونھ کے دائرہ سے نکل گئے اون کا دھونا ضرور نہیں باقی کا ضرور ہے ہاں خاص جڑیں اونکی بھی دھونی ضرور نہیں کہ اونکا دھونا بعینہ کھال کا دھونا ہوگا اور گھنی داڑھی میں اوسکا دھونا ساقط ہو چکا ہے درمختار میں ہے غسل جمیع اللحیۃ فرض عملیا علی المذہب الصحیح المفتی بہ المرجوع الیہ بدائع ثم لاخلاف ان المسترسل لایجب غسلہ ولا مسحہ بل یسن وان الخفیفۃ التی تری بشرتہا یجب غسل

ماتحتہما اھ اوسیمین ہے لاغسل باطن العینین ولا الانف والفم واصول شعر الحاجبین واللحیۃ والشارب

ردالمحتار مین ہے قولہ واصول شعر الحاجبین یحمل علی ما اذا کانا کثیفین اما اذا بدت البشرۃ فیجب کما یأتی لہ

قریبا عن البرھان وکذا یقال فی اللحیۃ والشارب ونقلہ ح عن عصام الدین شارح الھدایۃ ط اوسیمین ہے قولہ

لاخلاف ای بین اہل المذھب علی جمیع الروایات ط اھ **اقول** فلا ینافی ما قدمنا لثبوت الخلاف من غیرنا

اوسیمین ہے قولہ المسترسل ای الخارج عن دائرۃ الوجہ وفسرہ ابن حجر فی شرح المنہاج بما لو مد من جہۃ نزولہ لخرج

عن دائرۃ الوجہ اوسیمین ہے **قولہ** بل یسن ای المسح لکونہ الاقرب لمرجع الضمیر وعبارۃ المنیۃ صریحۃ

فی ذلک ح (۶) کنپٹیان کان اور رخسارے کے بیچمین جو حصہ ہے اوسکا دھونا فرض ہے جتنا حصہ داڑھی اور کان کے بیچمین ہے وہ تو مطلقا اور جتنا بالون کے نیچے ہے اگر بال چھدرے ہون تو وہ بھی آن گھنے ہون تو اوسکا فرض بالونکیطرف

منتقل ہو جائیگا وقد تقدم ما یکون لافادتہ (۷) دونون کہنیان تمام وکمال (۸) انگوٹھی چھلے وغیرہا جائز ناجائز

ہر قسم کے گہنے مرد عورت سب کیلیے جب کہ تنگ ہون کہ بے اوتارے اونکے نیچے پانی نہ بہیگا اوتار کر دھونا فرض ہے

ورنہ ہلا کر پانی ڈالنا کہ اونکے نیچے بہ جائے مطلقا ضرور ہے درمختار مین ہے لو خاتمہ ضیقا نزعہ او حرکہ وجوبا

(۹) مسح کی نم سر کی کمال یا خاص سر پر جو بال ہین (نہ وہ کہ سر سے نیچے لٹکتے ہین) انپر پہنچنا فرض ہے عمامے دوپٹے

وغیرہ پر مسح ہرگز کافی نہین مگر جب کہ کپڑا اتنا باریک اور نم اتنی کثیر ہو کہ کپڑے سے پھوٹ کر سر یا بالون کی مقدار شرعی

پر پہنچ جائے بحر مین ہے فی معراج الدرایۃ لو مسحت علی خمارھا ونفذت البلۃ الی رأسہا حتی ابتل قدر الربع

منہ یجوز قال مشایخنا اذا کان الخمار جدیدا یجوز لان ثقوب الجدید لم تنسد بالاستعمال فتنفذ البلۃ اما اذا

لم یکن جدیدا لا یجوز لانسداد ثقوبہ اھ **اقول** جرت عادتہم رحمہم اللہ تعالی باحالۃ الامور علی مظانہا

الاغلبیۃ کقولہم فی شرب الجنب اء یجزئ عن المضمضۃ ان جاھلا لعبہ لا عالما المعرد وفی عض الکلب علی

ثوب ینجس فی الرضا لسیلان لعابہ دون الغضب لجفافہ ووقوع الفارۃ حیۃ فی البئر ینجس لوھارب

من ھرۃ لبولہ والا لا ونظائرہ لا تحصی والذی یعرف المناط یعرف المقصود فالمناط نفوذ البلۃ الی قدر

الفرض فان علم اجزأ ولو الثوب خلقا والا لا ولو جدیدا کما لا یخفی (۱۰) کم از کم چوتھائی سر کو استیعاب

کرے ھو الصحیح المفتی بہ المأخوذ وان قیل وقیل وقد اشتہرت المسألۃ متونا وشروحا (۱۱) کعبین

گٹون یعنی ٹخنون کا نام ہے اونکے بالائی کنارون سے ناخنون کے منتہے تک ہر حصے پر ذرے ذرے کا

دھلنا فرض ہے اوسمین سے سر سوزن برابر اگر کوئی جگہ پانی بہنے سے رہگئی وضو نہ ہوگا ہان پاؤن مین

ف۱ مسئلہ: وضو میں کنپٹیوں کا بھی پانی بہانا فرض ہے

ف۲ مسئلہ: وضو میں انگوٹھی چھلوں چوڑیوں وغیرہ گہنوں کا حکم

ف۳ مسئلہ: سر کے پیچ جو بال لٹکتے ہیں اون کا مسح کافی نہیں

ف۴ مسئلہ: عورت کا دوپٹا باریک ہو اگر ایسا ہو کہ اوس پر مسح سے سر کے چوتھائی پر یقیناً تری پہنچ جائے تو کافی ہے ورنہ نہیں

ف۵ عادۃ الفقہاء عنایۃ الاحکام علی الظن و لتعریف المناط

RAZA ACADEMY
52, Donted Street,
Khadak, Mumbai-400 009
Tel. 66342156 Fax [illegible]

تیسرا استثنا جو گزرا اپنے محل پر مسلم ہو جس کی تحقیق فقیر کے فتاوے بیان غسل میں ملے گی چھلے اور سب گہنے کہ گٹوں پر یا اونسے نیچے ہوں اونکا حکم وہی ہے جو فرض ہشتم میں گزرا (۱۲) مونہ ہاتھ پاؤں تینوں عضووں کے تمام مذکورہ ذروں پر پانی کا بہنا فرض ہے فقط بھیگا ہاتھ پھر جانا یا تیل کی طرح پانی چپڑ لینا تو بالاجماع کافی نہیں اللہم الامام فی الرجلین اور صحیح مذہب میں ایک بوند ہر جگہ سے ٹپک جانا بھی کافی نہیں کم سے کم دو بوندیں ہر ذرہ پر ابدان مذکورہ پر شے ہیں درمختار میں ہے غسل الوجہ ای اسالۃ الماء مع التقاطر و لو قطرۃ وفی الفیض اقلہ قطرتان فی الاصح اھ قال ح ثم ط ثم ش کلھم فی حواشی الدر یدل علیہ صیغۃ التفاعل اھ اما ما عن ابی یوسف ان الغسل مجرد بل المحل بالماء سال او لم یسل ولاجلہ جعل فی البحر الاسالۃ مختلفا فیھا بینہ وبین الطرفین وزعم ان اشتراطھا ھو ظاھر الروایۃ فالحق الذی لامحید عنہ ولا بد المصیر الا الیہ ان تأویلہ ما فی الحلیۃ عن الذخیرۃ انہ سال من العضو قطرۃ او قطرتان ولم یتدارک کیف ولولا ذلک لکان ھذا والعیاذ باللہ تعالٰی انکار النص وتبدیلا للشرع فان اللہ تعالٰی امر بالغسل وھذا لیس بغسل لالغۃ ولاعرفا وقد قال فی البحر نفسہ الغسل بفتح الغین ازالۃ الوسخ عن الشیئ ونحوہ باجراء الماء علیہ لغۃ اھ وھل الاجراء الا الاسالۃ وقد فرق المولٰی سبحنہ وتعالٰی بین الاعضاء فجعل وظیفۃ بعضھا الغسل وبعضھا المسح وعلی ھذا التقدیر ترجع جمیعا الی المسح فانہ اذا لم یسل الماء لم یکن الا اصابۃ بلل وھو المسح اقول فما کان ینبغی لمثل ھذا المحقق البحر ان یجعلہ مختلفا فیہ کی یجترئ علیہ الجاھلون کما نشاھد الاٰن من کثیر منھم انہ لایزید فی جبھتہ وعارضیہ وغیرھا علی اصابۃ ید مبتلۃ من دون اسالۃ ولا تقاطر اصلا واذا اختبرت قد تبقی لمعۃ مثلا فی مرفقہ او اخمصہ او عقبہ امر علیہ یدہ الباقی فیھا بلل الماء من دون ان یأخذ ماء جدیدا فضلا عن الاسالۃ فالی اللہ المشتکی ولا حول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

تنبیہ جلیل متعدد کتب معتمدہ مثل خلاصہ وجوہرہ نیرہ وحلیہ وغنیہ ودرمختار وغیرہا میں وہ استثنا کہ ہاتھ پاؤں میں دوسرا اور پاؤں میں تیسرا تھا اوسمیں یہ قید لگائی کہ وہ چیز ایسی نرم ہو جسمیں پانی سرایت کرسکے جیسے مٹی گارا ورنہ سخت اور نفوذ کو مانع جیسے آٹا موم چربی جا ہو گھی مچھلی کا سنا چبائی ہوئی روٹی درمختار سے گزرا بخلاف نحو عجین ردالمحتار میں قول شارح لایمنع دھن کے تحت میں ہے ای کزیت وشیرج بخلاف نحو شحم وسمن جامد اوسمیں بخلاف نحو عجین کے نیچے ہے ای کعلک وشمع وقشر سمک وخبز ممضوغ متلبد جوھرۃ درمختار میں ہے لایمنع طعام بین اسنانہ او فی سنہ المجوف بہ یفتی وقیل ان صلبا منع وھو الاصح ردالمحتار میں ہے صرح بہ فی الخلاصۃ وقال لان الماء شیئ لطیف یصل تحتہ غالبا اھ ومفادہ عدم الجواز اذا علم انہ لم یصل الماء تحتہ قال

فی الحلیۃ وھو اثبت قولہ وھو الاصح صرح بہ فی شرح المنیۃ وقال لامتناع نفوذ الماء مع عدم الفرق والحرج تو اسکا لحاظ مناسب ہو اگرچہ تحقیق ف١ یہ ہو کہ مدار کار ضرورت وحرج عام یا خاص پر ہے اگر حرج نہین طہارت نہ ہوگی اگرچہ پانی سرایت کرے کہ مجرد تری پہنچنا کافی نہین بہنا شرط ہے اور وہ قطعاً گارے وغیرہ جرم دار چیزون مین بھی نہ ہوگا جب تک اون کا جرم نہ زائل ہو تو نرمی وسختی کا فرق بیکار ہے اور حرج وضرورت ہو اور طہارت کر لی اور ایسی چیز لگی رہی اور نماز پڑھلی تو معافی ہے اگرچہ سخت ومانع نفوذ ہو آخر مکھی مچھر کی بیٹ پر خود درمختار مین لم یصل الماء تحتہ فرما کر حکم دیا کہ لا یمنع الطہارۃ اور مہندی کے جرم کو بھی مانع نہ مانا اور فرمایا بہ یفتی حالانکہ اوسکا جرم خصوصاً بعد خشکی یقیناً نفوذ آب کو مانع ہے ولہذا ردالمحتار مین فرمایا قولہ ف٢ بہ یفتی صرح بہ فی المنیۃ عن الذخیرۃ فی مسألۃ الحناء والطین والدرن معللا بالضرورۃ قال فی الشرح لان الماء ینفذ لتخللہ وعدم لزوجتہ وصلابتہ والمعتبر فی جمیع ذلک نفوذ الماء ووصولہ الی البدن اھ لکن یرد علیہ ان الواجب الغسل وھو اسالۃ الماء مع التقاطر کما مر فی ارکان الوضوء والظاھر ان ھذہ الاشیاء تمنع الاسالۃ فالاظھر التعلیل بالضرورۃ قول مذکور خلاصہ لان الماء شیئ لطیف الخ نقل کرکے فرمایا ویرد علیہ ما قدمناہ انفا الا جرم بعض مشایخ نے کہ ناخون کے میل مین فرق کیا کہ دیہاتی کے لیے اجازت ہو کہ اوسکا میل خاک مٹی سے ہوگا اوسمین پانی سرایت کر جائیگا اور شہری کو نہین کہ اوسکا میل چکنائی سے ہوگا۔ انھین کا برنے اس تفرقہ کو رد کر دیا۔ اور فرمایا اصح یہ کہ دونون یکسان ہین درمختار سے گزرا قرویا او مدنیا فی الاصح جب یہی قضیہ نظر اور یہی مفتی بہ تو اسی پر عمل اور یہی معوّل **اقول** وکان ف٣ مراد العلامۃ الشامی بقولہ بخلاف نحو شحم وسمن جامد حیث لا حرج ولا ضرورۃ فان مسألۃ الدھن والشیرج عامۃ لا تقتصر علی الضرورۃ فافادان الشحم لیس کمثلہ لکن العجب انہ ذکر مامر عن الجوھرۃ ثم استدرک علیہ بالفتوی المذکورۃ فی النہر ثم عقبہا بقولہ نعم ذکر الخلاف فی شرح المنیۃ فی العجین واستظھر المنع لان فیہ لزوجۃ وصلابۃ تمنع نفوذ الماء اھ وکانہ سکت علیہ اکتفاء بما قدمہ واللہ تعالی اعلم رہا **واجب** ف٤ **عملی** وہ وضو مین کوئی نہین بحر الرائق سے گزرا اتفق الاصحاب انہ لا واجب فی الوضوء درمختار مین ہے افادانہ لا واجب للوضوء ولا للغسل اسیطرح کتب کثیرہ مین ہے، ردالمحتار مین خود بعد نقل اتفاق اصحاب کیا حاجت اطناب واسہاب مگر محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر مین اپنی بحث سے وضو کے پہلے بسم اللہ وذکر الٰہی سے ابتدا کرنا برخلاف مذہب واجب ٹھہرایا اور اوس مسئلہ متفق علیہا کے جواب مین فرمایا ما قیل انہ لا مدخل

ف١: تطفل علی الغنیۃ والدر وغیرہما

ف٢: معروضۃ علی رد المحتار

ف٣: مسئلہ وضو وغسل مین ایسا واجب کوئی نہین جسکے ترک کرنے سے وضو ناقص ہو مگر طہارت ہو جائے

الحلی ٢ المجدد

ف٤: مسئلہ ہمارے نزدیک وضو کی ابتدا مین بسم اللہ سنت ہے واجب نہین اگرچہ امام ابن الہمام نے وجوب کی طرف میل کیا۔

https://www.facebook.com/darahlesunnat

للوجوب فی الوضوء لانہ شرط تابع فلو قلنا بالوجوب فیہ لساوی التبع الاصل غیر انہ اذا اشتمل کل منہما بثبوت الواجب فیہما لا یقتضیہ لثبوت عدم المساواۃ بوجہ اٰخر فخوانہ لا یلزم بالنظر بخلاف الصلاۃ مع انہ لا مانع من الحکم بان واجبہ احط رتبۃ من واجب الصلاۃ کفرضہ بالنسبۃ الی فرضہا اھ کلامہ الشریف **اقول** لم یأت المستدل بشیئ حتی سمع ما سمع واذا لم یمنع تبعیۃ الوضوء ثبوت الفرائض فیہ فلم یمنع ثبوت الواجبات والرواتب توابع للفرائض انما شرعت مکملات لا محصلات لہا فلیست فی مرتبۃ الوضوء ایضا ثم لم یقعد ہذا ذلک عن ان یکون لہا کل من الفروض والواجبات والسنن والمستحبات کما للاصول ولم نعر ان الوضوء لا یستاہل فی نفسہ ان یکون لہ واجب حتی نحتاج الی ما ذکر المستدل وانما عنینا ان لیس فی مذہبنا واجب فی الوضوء لا یجوز ترکہ ویصح بدونہ وہذا ظاہر لا یفتاق الی اظہار وثابت لا یصلح للانکار اور مسئلہ تسمیہ **اولاً** تنہا محقق کی اپنی بحث ہو کہ ائمۂ مذہب سے منقول محققین بعد میں مقبول، خود ان کے تلمیذ علامہ قاسم بن قطلوبغانے فرمایا ہمارے شیخ کی جو بحثیں خلاف مذہب ہیں ان کا اعتبار نہ ہوگا **اقول** یعنی جب کہ خلاف اختلاف زمانہ سے ناشی نہ ہو کما افتوا بجواز الاجارۃ علی التعلیم والاذان والامامۃ ویاخذ ضمان الحق من خلاف جنسہ اذا ظفر الی نظائر کثیرۃ ردالمحتار جنایات الحج میں ہے قد قال تلمیذہ العلامۃ قاسم ان ابحاثہ المخالفۃ للمذہب لا تعتبر اور خاص اس مسئلہ میں ان کے تلمیذ ارشد امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج نے محقق پیر تعویل در کنار سنیت بھی نہ مانی صرف استحباب کو مرجح قرار دیا جسے خلافیات میں مفاد ظاہر الروایۃ اور ہدایہ میں اصح فرمایا حلیہ میں فرماتے ہیں ولکن المتعجب ممن استدل بروحدہ علی الاستنان (یرید حدیث انس قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہل مع احد منکم ماء فوضع یدہ فی الاناء وقال توضؤا بسم اللہ فرأیت الماء یخرج من بین اصابعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی توضؤا من عند اٰخرہم وکانوا نحوا من سبعین اخرجہ النسائی وابن خزیمۃ والبیہقی وقال انہ اصح ما فی التسمیۃ وقال النووی اسنادہ جید) **اقول** وضعف دلالتہ علی استنان التسمیۃ لکل وضوء ظاہر فالظاہر انہ ہہنا لاستجلاب البرکۃ فی الماء القلیل واللہ تعالٰی اعلم قال فی الحلیۃ) وکذلک غایۃ ما یفیدہ الاستدلال الماضی بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ الاستحباب فانہ کما یثبت نفی الفضیلۃ والکمال بترک السنۃ یثبت بترک المستحب فی الجملۃ فیترجح بہذا البحث القول بالاستحباب واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم بالصواب اھ **ثانیاً** کہا گیا کہ خود امام محقق علی الاطلاق نے اسی کتاب کے باب شروط الصلاۃ میں اپنی اس بحث سے رجوع کی اور فرما دیا کہ حق وہی ہے جو ہمارے علما کا مذہب ہے کہ وضو میں بسم اللہ صرف مستحب ہے ردالمحتار میں ہے تعجب صاحب البحر

۱ تطفل علی الفتح وعلی من نقل عنہ فی الفتح
۲ ضروریہ
۳ خلاف مذہب بحثیں اگرچہ امام ابن الہمام کی ہوں مقبول نہیں جب کہ خلاف اختلاف زمانہ سے ناشی نہ ہو۔

من المحقق ابن الهمام حیث بحث ھنا وجوبھا ثم ذکر فی باب شروط الصلاۃ ان الحق ما علیہ علماؤنا من انھا مستحبۃ کیف وقد قال الامام احمد لا اعلم فیھا حدیثا ثابتا اھ۔ اقول اللھم غفرا یہ سخت تعجب کا محل ہے فقیر نے ردالمحتار پر جو حواشی لکھے ہیں ان میں اس قول پر لکھا اقول سبحٰن من تنزہ عن النسیان والخطا انما عبارۃ المحقق فی شروط الصلاۃ فی الکلام علی الاستدلال بقولہ تعالٰی خذوا زینتکم عند کل مسجد علی لزوم ستر العورۃ فی الصلاۃ بھذا القدر الحق ان الاٰیۃ ظنیۃ الدلالۃ فی ستر العورۃ فمقتضاھا الوجوب ومنھم من اخذ منھا قطعیۃ الثبوت ومن حدیث لاصلاۃ لحائض الا بخمار قطعیۃ الدلالۃ فی ستر العورۃ فیثبت الفرض بالمجموع وفیہ ما لایخفی بعد تسلیم قطعیۃ الدلالۃ فی الحدیث والا فھو قد اعترف فی نظیرہ من نحو لا وضوء لمن لم یسم ولاصلاۃ لجار المسجد انہ ظنی الدلالۃ ولاشک فی ذلک لان احتمال نفی الکمال قائم والاوجہ الاستدلال بالاجماع علی الافتراض فی الصلاۃ کما نقلہ غیر واحد من ائمۃ النقل الی ان حدث بعض المالکیۃ فخالف فیہ کالقاضی اسمعیل وھو لایجوز بعد تقرر الاجماع اھ بلفظہ الشریف ولیس فیہ من قولہ فالحق ما علیہ علماؤنا الخ عین ولا اثر وانما ھو من کلام البحر حیث قال والعجب من الکمال ابن الھمام انہ فی ھذا الموضع نفی ظنیۃ الدلالۃ عن حدیث التسمیۃ بمعنی مشترکھا واثبتھا لہ فی باب شروط الصلاۃ بابلغ وجوہ الاثبات بان قال ولاشک فی ذلک لان احتمال نفی الکمال قائم فالحق ما علیہ علماؤنا الی اٰخرہ ما نقل الشامی فالعلامۃ الشامی رحمہ اللہ تعالٰی لم یراجع ھھنا الفتح وظن ان الکلام کلہ منقول عنہ وانما ھو عنہ الی قولہ قائم وما بعدہ فمن البحر ثم اقول العجب کل العجب من المحقق صاحب البحر کیف نسب ھھنا الی المحقق مالم یقلہ ولم یردہ فانہ رحمہ اللہ تعالٰی انما نفی ھھنا عن خبر التسمیۃ الظنیۃ بمعنی الاشتراک اعنی تساوی الاحتمالین کما یتساوی معنیا المشترک مالم تقم علی احدھما قرینۃ ولم یقل مکان قولہ مشترکھا مشکوکھا اذ لاشک فی الدلالۃ انما الشک فی تعیین المدلول ولم یعترف بھذا فی شروط الصلاۃ انما اعترف بقیام الاحتمال ولم ینکرہ ھھنا بل قد صرح بہ حیث قال نفی الکمال فیھا احتمال یقابلہ الظھور اھ ولاجل کونہ مرجوحا لم یستنزل الحدیث عن افادۃ الوجوب کما قدمنا نقل کلامہ وھو مرأی منک فلا تعارض بین کلامیہ اصلا وباللہ التوفیق ثم اشد العجب علی العجب ان المحقق صاحب البحر قد مرکیف اتھم المحقق حیث اطلق رحمھما اللہ تعالٰی انہ یدعی قطعیۃ دلالۃ الحدیث علی ایجاب التسمیۃ فی الوضوء حیث قال وقد اجاب (ای فی الفتح) عن قولھم لا واجب فی الوضوء بما حاصلہ ان ھذا الحدیث لما کان ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ ولم یصرفہ صارف افاد الوجوب اھ اقول ھذا نقیض ما صرح بہ المحقق

ف۱: معروضۃ علی ردالمحتار

ف۲: تطفل علی البحر الرائق

ف۳: تطفل اٰخر علی البحر الرائق

فانه انما قرر ان الحديث ظنی الثبوت والدلالة جميعا وحقق ان الثابت بمثله الوجوب دون الاستنان اذا
كان احتمال الخلاف مرجوحا وقال ان الظن واجب الاتباع فی الادلة الشرعية الاجتهادية وهو متعلق
بالاحتمال الراجح فيجب اعتبار متعلقه اھ كما تقدم وقد نقله المحقق صاحب البحر بقوله ان اريد بظنيتها ان فيه
احتمالا ولو مرجوحا فلا نسلم انه لا يثبت به الوجوب لان الظن واجب الاتباع والا كان فيه احتمال اھ فسبحٰن من
لا يزل ولا ينسى ثم حاول المحقق صاحب البحر الرد على المحقق حيث اطلق باختيار الشق الاول فقال مرادهم
من ظنی الدلالة مشتركها ولا شك انه مشترك شرعی اطلق تارة واريد به نفی الحقيقة نحو لا صلوة لحائض
الا بخمار ولا نكاح الا بشهود واطلق تارة مرادا به نفی الكمال نحو لا صلوة للعبد الآبق ولا صلوة لجار المسجد
الا فی المسجد اھ اقول المحقق لا ينكر انه يأتی لهذا وهذا كيف وقد نص بنفسه احتمال نفی الكمال فی الموضعين
من كلامه انما يقول ان الاصل نفی الاصل ونفی الكمال خلاف الظاهر فلا ينبغی ارادته حيث دعا اليه الدليل
ومجرد استعمال لفظ فی معنيين لا يجعله مشتركا فيهما متساوی الدلالة عليهما والا لارتفع المجاز من البين والعجب
من المحقق صاحب البحر نسی ههنا ان مذهب الحنفية والجمهور ان لا اجمال فی نحو لا صلوة الا بطهور انما ادعى الاشتراك
القاضی ابو بكر الباقلانی من الشافعية وقد تكفل برده علماؤنا فی كتبهم الزكية ثم قال المحقق صاحب البحر فتعين
نفی الحقيقة فی الاولى بالاجماع وفی الثانی لانه مشهور تلقته الامة بالقبول فتجوز الزيادة بمثله على النصوص المطلقة
وكانت الشهادة شرطا اھ اقول اولا مبنى على الاشتراك ونفی الحقيقة متعين بظهوره وان اكتسب القطع بالاجماع
وثانيا ما ذكر فی الثانی ان حققت يكن حجة عليه فان تلقی الامة بالقبول بمعنى نفی الصحة غير مسلم لخلاف
امام دار الهجرة ومن معه فلم يبق الا تلقی الحديث بالقبول فيفيد قطعية الثبوت فقط فلو كان مشتركا فی
الدلالة تقاعد عن صلوح الزيادة به على الكتاب من قبل الدلالة وان تكامل من جهة الثبوت و
ثالثا اشتراط الشهادة للصحة لا يقضی بنفی الحقيقة بدونها فان الحق كما حققت فيما علقت على رد المحتار
الفرق بين باطل النكاح وفاسده وقد قال فی الدر المختار يجب مهر المثل فی نكاح فاسد وهو الذی فقد شرطا
من شرائط الصحة كشهود اھ وبه صرح فی النهر بل قد نقل البحر من ان كل نكاح اختلف العلماء فی جوازه
كالنكاح بلا شهود فالدخول فيه موجب للعدة اما نكاح منكوحة الغير فلم يقل احد بجوازه فلم
ينعقد اصلا اھ ثم قال فعند عدم المرجح لاحد المعنيين كان الحديث ظنيا وبه تثبت السنة ومنه
حديث التسمية اھ اقول اولا كفى بالظهور مرجحا وثانيا مبنى على ما سبق اليه ذهنه رحمه الله تعالى

ف: تطفل ثالث على العلامة المحقق على الاطلاق الامام ابن الهمام
ف٢: تطفل رابع على البحر
ف٣: لا اجمال فی نحو لا صلوة الا بطهور
اركان الوضوء
ف٤: تطفل خامس عليه
ف٥: تطفل سادس
ف٦: تطفل سابع
ف٧: تطفل ثامن
ف٨: تطفل تاسع

https://www.facebook.com/darahlesunnat

من ان المحقق یدعی الوجوب بناءً علی ادعاء قطعیۃ الدلالۃ وقد علمت انہ ضد ما صرح المحقق **وثالثاً** قولہ بہ تثبت السنۃ ذھول عما حقق المحقق من ان الظنیۃ ولو فی جانبی الثبوت والاثبات لاتقعد الطلب الجازم عن افادۃ الایجاب کما قد منا تحقیقہ ھذا ما مست الحاجۃ الیہ للاحقاق والانتصار للمحقق علی الاطلاق ولنرجع الی ما کنا فیہ **ثالثاً** اگر اس بحث محقق پر لحاظ بھی ہو تو بسم اللہ واجب للوضوء ہوگی نہ کہ فی الوضوء اور ہمارا کلام افعال داخلہ فی الوضوء میں ہے کما علمت ھذا والکلام وان افضی الی قلیل تطویل فقد اتی بحمد اللہ بجزیل تحصیل والحمد للہ علی ما علم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا والہ وصحبہ وسلم واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم واخرجت العجالۃ فی صورۃ الرسالۃ سمیتھا **الجود الحلو فی ارکان الوضوء** والحمد للہ رب العٰلمین۔

مسئلہ ۲۳: از بلگرام ضلع ہردوئی محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب انصاحب زادگان مارہرہ شریف
۹ جمادی الاولٰی ۱۳۱۱ھ

ما قولکم دام فضلکم کہ مسواک کتنی طول میں ہونا چاہیے سنا ہے کہ غایۃ السواک فی مسائل المسواک مؤلفہ مولوی حافظ شوکت علی صاحب سندیلوی میں لکھا ہے کہ اگر بالشت بھر سے زائد مسواک ہو تو وہ مرکب شیطان ہے امید کہ اس کی سند لکھی جائے بینوا توجروا۔

الجواب

یہ قول امام عارف باللہ حکیم الامۃ سیدی محمد بن علی ترمذی قدس سرہ سے منقول ہے درمختار میں ہے لایزاد علی الشبر والا فالشیطان یرکب علیہ حاشیۂ طحطاویہ علی مراقی الفلاح میں ہے یکون طول شبر مستعملہ لان الزائد یرکب علیہ الشیطان شرح نقایہ علامہ قہستانی میں ہے قال الحکیم الترمذی لایزاد علی الشبر والا فالشیطان یرکب علیہ **اقول** شک نہیں کہ ظاہر حقیقت ہے جب تک کوئی صارف نہ ہو ولا مانع منہا فالشیطان موجود ورکوبہ ممکن واللہ اعلم بحقیقۃ الحال اگرچہ علامہ طحطاوی نے حاشیۂ در میں فرمایا لعل المراد من ذلک انہ ینسبہ استعمالہ اویوسوس لہ اھ **اقول** ظاہر انہ فہم رجوع ضمیر علیہ الی المستاک وانما ھو الی السواک کما یفصح عنہ ما نقل ھو نفسہ فی حاشیۃ المراقی واللہ تعالٰی اعلم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۲۴: ۶ شعبان معظم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ بعد وضو منہ کپڑے سے پونچھنا نہیں چاہیے اس میں ثواب وضو کا جاتا رہتا ہے بینوا توجروا۔

تنویر القندیل فی اوصاف المندیل

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

الحمد للہ الذی ثقل میزاننا بالوضوء وجعلنا غرا محجلین من اثار الوضوء والصلاۃ والسلام علی من کان مندیل سعدہ احسن وانفس من کل حریر ما سخین بہ عن وجوھنا وقلوبنا کل درن و وسخ للتنویر اللہ تعالٰی ثواب عطا فرمائے وضو کا ثواب جاتا رہنا محض غلط ہے۔ ہاں بہتر ہے کہ نے ضرورت نہ پونچھے آمراؤ متکبرین کیطرح اوسکی عادت نہ ڈالے اور پونچھے تو بے ضرورت بالکل خشک نہ کرلے قدرے نم باقی رہنے دے کہ حدیث مین آیا ہے ان الوضوء یوزن یہ پانی روز قیامت نیکیوں کے پلے مین رکھا جائیگا رواہ الترمذی عن ابن شہاب الزھری من اواسط التابعین وعلقہ عن سعید بن المسیب من اکابرھم وافضلھم **اقول** والمعلق عندنا فی الاسناد کالموصول وقد وصلہ ابوبکر بن ابی شیبۃ انہ قال اکرہ المندیل بعد الوضوء وقال ھو یوزن وما لایقال بالرأی فعلی الرفع محمول مالم یکن صاحبہ اخذ عن الاسرائیلیات بل قد رفعہ تمام فی فوائدہ وابن عساکر فی تاریخہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من توضأ فمسح بثوب نظیف فلا باس بہ ومن لم یفعل فھو افضل لان الوضوء یوزن یوم القیمۃ مع سائر الاعمال یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جو وضو کرکے پاکیزہ کپڑے سے بدن پونچھ لے تو کچھ حرج نہیں اور جو ایسا نہ کرے تو یہ بہتر ہے اسلیے کہ قیامت کے دن آب وضو بھی سب اعمال کے ساتھ تولا جائیگا **اقول** وبہ انتفی الاستدلال بوزنہ علی کراھۃ مسحہ کما قال الترمذی فی جامعہ ان من کرھہ انما کرھہ من قبل انہ قیل ان الوضوء یوزن الخ فھذا الحدیث مع تصریحہ بالوزن نص علی نفی الکراھۃ وان ذلک انما ھو استحباب ومعلوم ان ترک المستحب لا یوجب کراھۃ التنزیہ کما حققہ فی البحر والشامی وغیرھما اسکے سوا اسکی ممانعت یا کراہت کے بارے مین اصلا کوئی حدیث نہین بلکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متعدد حدیثون مین اسکا فعل مروی ہوا جامع ترمذی مین ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے قالت کان لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خرقۃ یتنشف بھا بعد الوضوء رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک رومال رکھتے کہ وضو کے بعد اوس سے اعضائے منور صاف فرماتے **قلت** ونحوہ للدارقطنی فی الافراد عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نیز جامع ترمذی مین معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے قال رأیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا توضأ مسح وجھہ بطرف ثوبہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب وضو فرماتے اپنے آنچل سے روئے مبارک صاف کرتے سنن ابن ماجہ مین سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ فقلب جبۃ صوف کانت علیہ فمسح بھا وجھہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

ف۱: وضو کا پانی روز قیامت نیکیوں کے پلے میں رکھا جائیگا

ف۲: المعلق عندنا کالموصول

ف۳: ما لا یقال بالرأی محمول علی الرفع اذا لم یکن صاحبہ اخذ عن الاسرائیلیات

ف۴: ترک المستحب لا یوجب کراھۃ تنزیہ

وسلم نے وضو فرماکر اوس کپڑے کو کہ زیب بدن اقدس تھا اولٹ کر اوس سے چہرۂ انور پونچھا **اقول** یہ چاروں حدیثین اگرچہ ضعیف ہیں مگر تعدد طرق سے اوسکا انجبار ہوتا ہے معہذا حلیہ میں فرمایا کہ جب حدیث ضعیف بالاجماع فضائل میں مقبول ہے تو اباحت میں بدرجہ اولے علاوہ بریں یہاں ایک حدیث حسن قولی بھی موجود امام ابو المحاسن محمد بن علی رحمہ اللہ تعالی کتاب الالمام فی آداب دخول الحمام میں روایت فرماتے ہیں **اخبرنا** محمد بن اسمعیل انا ابواسحق الارموی اخبرتنا کریمۃ القرشیۃ انا ابو علی بن المحبوبی انا ابو القاسم المصیصی انا ابو عبد الرحمن بن عثمن انا ابرٰھیم بن محمد بن احمد بن ابی ثابت ثنا احمد بن بکیر ثنا یعلی ثنا سفین عن لیث عن زید عن انس رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لاباس بالمندیل بعد الوضوء یعنی انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا وضو کے بعد رومال میں کچھ حرج نہیں امام مذکور اس حدیث کو روایت کرکے فرماتے ہیں ھذا الاسناد لاباس بہ حلیہ میں فرمایا وقول الترمذی لایصح عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی ھذا الباب شیئ انتہی لاینفی وجود الحسن ونحوہ والمطلوب لایتوقف ثبوتہ علی الصحیح بل یثبت بہ کما یثبت بالحسن ایضا لاجرم محرر المذہب امام ربانی سیدنا امام محمد شیبانی قدس سرہ النورانی کتاب الآثار شریف میں فرماتے ہیں **اخبرنا ابو حنیفۃ** عن حماد عن ابرٰھیم فی الرجل یتوضأ فیمسح وجہہ بالثوب قال لاباس بہ ثم قال ارأیت لو اغتسل فی لیلۃ باردۃ ایقوم حتی یجف قال محمد وبہ ناخذ ولانری بذلک باسًا وھو قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ یعنے امام اجل ابرٰہیم نخعی سے اسباب میں استفتا ہوا کہ آدمی وضو کرکے کپڑے سے مونھ پونچھے فرمایا کچھ حرج نہیں پھر فرمایا بھلا دیکھو تو اگر ٹھنڈی رات میں نہائے تو کیا یونہیں کھڑا رہے یہاں تک کہ بدن خشک ہوجائے امام محمد نے فرمایا ہم اسیکو اختیار فرماتے ہیں ہمارے نزدیک اسمین کچھ حرج نہیں اور یہی قول امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کا ہے اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ وضو وغسل دونوں کا اسباب میں ایک ہی حکم ہو بلکہ لبسا اوقات غسل میں کپڑے سے بدن خصوصًا سر پونچھنے کی حاجت بہ نسبت وضو کے زائد ہوتی ہے اور اگر تجربۂ صحیحہ یا خبر طبیب حاذق مسلم مستور سے معلوم ہو کہ نہ پونچھنا ضرر شدید کا باعث ہوگا جب تو صاف کرلینا واجب ہوجائیگا اگرچہ وضو میں اگرچہ بنہایت مبالغہ کرنم کا نام نہ رہے حلیہ میں ہے ھذا کلہ اذا لم تکن حاجۃ الی التنشیف فان کانت فانہ لاینبغی ان یختلف فی جوازہ من غیر کراھۃ بل فی استحبابہ او وجوبہ بحسب تلک الحاجۃ اور صحیحین کی حدیث میں جو ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالی عنہا سے ہے انہا اتت النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بخرقۃ بعد الغسل فلم یردھا وجعل ینفض الماء بیدہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نہانے پہ کپڑا جسم اقدس صاف کرنیکو

ف۱: حدیث ضعیف ... واباحت میں بالاجماع مقبول ہے

ف۲: قول الترمذی لایصح ... الحسن

ف۳: مسئلہ

تنویر القند

ف۴: مسئلہ ... پونچھنے ... اگر ... ضرر ... تو پونچھنا واجب ... ہوجائیگا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

حاضر لائیں حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہ لیا اور ہاتھ سے پانی پونچھ پونچھ کر جھاڑا ۱۳، اس سے کراہت ثابت نہیں ہوتی لانہا واقعۃ عین لاعموم لہا ممکن ہے کہ وہ کپڑا میلا تھا پسند نہ فرمایا ذکرہ الامام النووی فی شرح المہذب

اقول (ف۱) وفیہ بعد اذ تکون ام المؤمنین اختارت لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مثل ہذا مع علمہا بکمال نزاہتہ ونظافتہ ولطافتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا ان یقال ظنت الحاجۃ لبرد ونحوہ ولم تجد الا ما اتت بہ۔ ممکن ہے کہ نماز کی جلدی تھی اسلیے نہ لیا ذکرہ ایضا اقول (ف۲) لایرد علیہ انہ لایظہر الفرق بین التنشف بالثوب والنفض بالید فی الاستعجال لان لفظ البخاری فناولتہ ثوبا فلم یاخذہ فانطلق وہو ینفض یدیہ اھ فلعلہ لاجل الاستعجال لم یقم لیتنشف بالثوب ولم یرد استصحابہ بخلاف النفض بالید فکان یحصل ماشیا کما فعل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ ممکن ہے کہ اپنے رب عزوجل کے حضور تواضع کے لیے ایسا کیا ذکرہ ایضا اقول یعنی رومالوں سے بدن صاف کرنا ارباب تنعم کی عادت ہے اور ہاتھ سے پانی پونچھ ڈالنا مساکین کا طریقہ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تواضعا طریقہ مساکین پر اکتفا فرمایا۔ ممکن ہے کہ وقت گرم تھا اس وقت بقائے تری ہی مطلوب تھی ذکرہ القاری فی المرقاۃ۔ ام المؤمنین کا کپڑا پیش کرنا ظاہرا اسی طرف ناظر کہ ایسا ہوتا تھا مگر اس وقت کسی وجہ خاص سے قبول نہ فرمایا قالہ ابن التین نقلہ فی ارشاد الساری ولفظہ ما اتی بالمندیل الا انہ کان یتنشف بہ وردّہ لشیء رأہ کان فیہ اھ

اقول (ف۳) ویتوقف علی اثبات ان ہذا لم یکن اول غسلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عندہا وانی لہ ذلک۔ بالجملہ اس قدر میں شک نہیں کہ ترک احیانا دلیل کراہت نہیں ہوسکتا بلکہ وہ تتمہ دلیل سنیت ہوتا ہے اور احسن تاویلات حدیث وہ ہے جو امام اجل ابراہیم نخعی استاذ الاستاذ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما نے افادہ فرمائی کہ سلف کرام کپڑے سے پونچھنے میں حرج نہ جانتے مگر اسکی عادت ڈالنا پسند نہ فرماتے کہ وہ باب ترفہ وتنعم سے ہے سنن ابو داؤد میں حدیث میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے آخر میں ہے فذکرت ذلک لابراہیم فقال کانوا لایرون بالمندیل باسا ولکن کانوا یکرہون العادۃ ولفظ الطبری قال الاعمش فذکرت ذلک لابراہیم فقال انما کانوا یکرہون المندیل بعد الوضوء مخافۃ العادۃ۔ پھر نفس حدیث میں دلیل جواز موجود کہ ہاتھ سے پانی صاف فرمایا اور صاف کرنے میں جیسا کپڑا ویسا ہاتھ ذکرہ الامام النووی فی شرح المہذب واوردہ فی شرح مسلم عن بعض العلماء مقرا علیہ لکن نقل العلامۃ علی القاری فی المرقاۃ شرح المشکوۃ عن بعض علمائنا ان معنی قولہا رضی اللہ تعالٰی عنہا فانطلق وہو ینفض یدیہ یحرکہما کما ہو عادۃ من لہ رجولیۃ قال وقیل ینفضہما لازالۃ الماء المستعمل وہو منہی عنہ (ف۴) فی الوضوء والغسل لما فیہ من اماطۃ اثر العبادۃ مع ان الماء مادام علی العضو لایسمی مستعملا فالاول اولی اھ ثم نقل عن القاضی

ف۱: حکایۃ وقائع عین لا عموم لہا۔

ف۲: تطفل علی الامام النووی۔

ف۳: تطفل علی الامام القسطلانی وابن التین۔

علم اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

تنویر القنادیل

ان یقول التغییر غیرہ کما ہو عادۃ الاولیاء ۱۲ منہ

ف۴: مسئلہ وضو وغسل میں پانی سے ہاتھ نہ جھٹکنا بہتر ہے مگر منع نہیں اور اس بارے میں جو حدیث آئی کہ وہ شیطان کا پنکھا ہے ضعیف ہے۔

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الامام عياض ان من فوائد الحديث جواز النفض والاولى تركه لقوله عليه الصلاة والسلام اذا توضأتم فلا
تنفضوا ايديكم ومنهم من حمل النفض على تحريك اليدين فی المشی وهو تأويل بعيد اھ ثم قال اعنی القاری قلت
وان كان التاويل بعيدا فالحمل عليه جمعا بين الحديثين اولى من الحمل على تركه الاولى اھ **اقول اولا** قد اعترفتم
ببعد التأويل وهو كذلك ولم يثبت فی النهی عن النفض حديث صحيح قال الامام النووی فی المنهاج تحت الحديث المذكور
فيه دليل على ان نفض اليد بعد الوضوء والغسل لا باس به وقد اختلف اصحابنا فيه على اوجه اشهرها ان المستحب
تركه ولا يقال انه مكروه والثانی انه مكروه والثالث انه مباح يستوی فعله وتركه وهذا هو الاظهر المختار
فقد جاء هذا الحديث الصحيح فی الاباحة ولم يثبت فی النهی شیٔ اصلا اھ والحديث المذكور رواه ابو يعلى فی مسنده
وابن عدی فی الكامل من طريق البختری بن عبيد عن ابيه عن ابی هريرة رضی الله تعالى عنه عن النبی صلی الله تعالى
عليه وسلم قال اشربوا اعينكم من الماء عند الوضوء ولا تنفضوا ايديكم فانها مراوح الشيطان ونحوه عند الديلمی
فی مسند الفردوس واخرجه ايضا ابن حبان فی الضعفاء وابن ابی حاتم فی العلل والبختری ضعيف متروك
كما فی التقريب وقال المناوی فی شرحه الكبير للجامع الصغير المسمى بفيض القدير ان البختری ضعفه ابو حاتم وتركه
غيره وقال ابن عدی روی عن ابيه قدر عشرين حديثا عامتها مناكير هذا منها ومن ثم قال العراقی سنده ضعيف
وقال النووی كابن الصلاح لم نجد له اصلا اھ **قلت** وبعض اصحابنا وان عد عدم النفض من اداب الوضوء
كما فی الدر وغيره فلا غرو فان امثال الحديث فی امثال المقام تقوم بافادة الادبية اما ان ينتهض معارضا
لحديث صحيح فكلا **وثانيا** ترك الاولى لافادة الجواز واقع عنه صلی الله تعالى عليه وسلم بحيث يجاوز حد الاحصاء
وذلك هو الاولى منه صلی الله تعالى عليه وسلم لكونه من مشارع تبليغ الشرائع والبيان بالفعل اقوى عما
نشهد به حديث ام سلمة رضی الله تعالى عنها فی واقعة الحد ببيعة **وثالثا** لفظ الحديث عند مسلم
والنسائی فی طرق اخرى عن مخرج الحديث الاعظم اعنی بطريق عبد الله بن ادريس عن الاعمش عن سالم هو ابن
ابی الجعد عن كريب عن ابن عباس عن ميمونة رضی الله تعالى عنهم ان النبی صلی الله تعالى عليه وسلم اتی بمنديل
فلم يمسه وجعل يقول بالماء هكذا يعنی ينفضه اھ ولفظ ابی داود بطريق عبد الله بن داود عن الاعمش فناولته
المنديل فلم يأخذه وجعل ينفض الماء عن جسده فهذه نصوص مفسرة لا تدع لتاويل ذلك البعض مساغا
ولا مجالا فضلا عن ان يكون هو الاولى وانا اتعجب من القاضی الامام كيف يقتصر على تبعيده وكذا الشيخ المحقق حيث
نقل هذا التاويل فی لمعات التنقيح شرح مشكوة المصابيح عن بعض الشروح واقره وقال فی اشعة اللمعات اين

ف ١: تطفل على العلامة القاری
ف ٢: تضعيف البختری بن عبيد
ف ٣: تطفل اخر على القاری
ف ٤: ترك الاولى احيانا لبيان الجواز هو الاولى من النبی صلی الله تعالى عليه وسلم
ف ٥: تطفل ثالث على علی القاری
ف ٦: تطفل على الامام القاضی عياض
ف ٧: تطفل على الشيخ المحقق عبد الحق الدهلوی
ف ٨: تطفل اخر ... به

تنویر القندیل

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بعیدست از مقام علما یقولون باطل ماله من مساغ ھذا اثر ان من الناس من یقول بکراھۃ المندیل بعد الوضوء دون الغسل قال فی الحلیۃ روی عن ابن عباس اھ قلت رواہ عبدالرزاق فی مصنفہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما انہ کرہ ان یمسح بالمندیل من الوضوء ولم یکرھہ اذا اغتسل من الجنابۃ اھ وحاول الامام ابن امیر الحاج فی الحلیۃ توجیھہ بان کراھتہ فی الوضوء لما ذکرنا عن الزھری قال ولم ینقل فی الغسل انہ یوزن اھ اقول ف۱ تقاعد کونہ یوزن عن ایراث کراھۃ المسح قد قدمناہ ف۲ وان سلم فالنقل فی الوضوء نقل فی الغسل ف۳ بالقیاس الجلی بل بدلالۃ النص فان الغسل حسنۃ کالوضوء فان کان یوزن ماء الوضوء فکذا ماؤہ بل ھو اولی لانھا طھارۃ کبری وماؤہ اکثر واوفی وانما الامر عندی واللہ تعالی اعلم ان حبر الامۃ رضی اللہ تعالی عنہ رای فی منعہ فی الغسل حرجا کما اسلفنا بالجملہ تحقیق مسئلہ وہی ہے کہ کراہت اصلا نہیں ہاں حاجت نہ ہو تو عادت نہ ڈالے اور پونچھے بھی تو تھوڑا اوسع کچھ نم باقی رکھنا افضل ہے فتاوی امام قاضی خان میں ہے لا باس للمتوضئ والمغتسل ان یتمسح بالمندیل روی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم انہ کان یفعل ذلک ومنھم من کرہ ذلک ومنھم من کرہ للمتوضی دون المغتسل والصحیح ما قلناہ الا انہ ینبغی ان لا یبالغ ولا یستقصی فیبقی اثر الوضوء علی اعضائہ۔ حلیہ میں ہے وکذا وقع ذکر التنشیف بلفظ لا باس فی خزانۃ الاکمل وغیرہ وعزاہ فی الخلاصۃ الی الاصل بھذا اللفظ ایضا اھ یہاں ف۴ سے ظاہر ہوا کہ وہ جو درمختار میں واقع ہوا کہ وضو کے بعد رومال سے اعضا پونچھنا مستحب ہے حیث قال من الاداب التمسح بمندیل وعدم نفض یدہ اور منیہ میں کہ غسل کے بعد مستحب ہے حیث قال ویستحب ان یمسح بمندیل بعد الغسل اھ دونوں سہو قلم ہیں لا اعلم لھما سلفا فی ذلک فی المذھب فان الخلاف کما علمت فی الکراھۃ فضلا عن الاستحباب ولہذا ردالمحتار میں قول در پر فرمایا ذکرہ صاحب المنیۃ فی الغسل وقال فی الحلیۃ ولم ار من ذکرہ غیرہ وانما وقع الخلاف فی الکراھۃ الخ فاشار الی ان نقلہ الی الوضوء تفرد علی تفرد ہاں علامہ طحطاوی نے ف۵ قول در کو بعد استنجا آب استنجا رومال سے پونچھنے پر حمل کیا اور وہ محمل حسن ہے متعدد کتب میں اوسکا استحباب مصرح ہے قال ط قولہ والتمسح ای مسح موضع الاستنجاء بخرقۃ کذا فی فتح القدیر اھ منیہ کے اداب الوضو میں ہے وان یمسح موضع الاستنجاء بالخرقۃ بعد الغسل قبل ان یقوم وان لم یکن معہ خرقۃ یجففہ بیدہ حلیہ میں ہے یعنی الیسری مرۃ بعد اخری حتی لا یبقی البلل علی ذلک المحل ومنھم من فسر الاستنقاء بھذا غنیہ میں ہے لیزول اثر الماء المستعمل بالکلیۃ الخ ثم قال ط وفی الھندیۃ ف۶ ولا یمسح سائر اعضائہ بالخرقۃ التی یمسح بھا موضع الاستنجاء فلا ینافی انہ یمسح بغیرھا اھ ونحوہ فی ردالمحتار اقول ف۷ نعم وکرامۃ ولکن لا یقتضی ایضا استحباب مسح غیرہ بغیرھا

ف۱: تطفل علی الحلیۃ
ف۲: تطفل آخر علیھا
ف۳: مسئلہ الا انقصاص جنبہ ... پہلے ہیں جو کچھ ہو جانا نہ
ف۴: تنبیہ علی وھم المنیۃ والدرالمختار
ف۵: مسئلہ پانی سے استنجا کرکے بعد کپڑے سے خوب خشک کرلینا مستحب ہے اگر کپڑا نہ ہو تو بار بار بائیں ہاتھ سے پونچھ کر خشک کر دے ہو جائے
ف۶: مسئلہ جس کپڑے سے استنجے کا پانی خشک کرے اوس سے باقی اعضا کو نہ پونچھے
ف۷: معروضۃ علی العلامتین ط و ش

https://www.facebook.com/darahlesunnat

كما لا يخفى فلا يفيد كلام الشارح رحمه الله تعالى **تنبیہ** علماء میں مشہور ہے کہ اپنے دامن آنچل سے بدن نہ پونچھنا چاہیے اور اسے بعض سلف سے نقل کرتے ہیں اور ردالمحتار میں فرمایا دامن سے ہاتھ منہ پونچھنا بھول پیدا کرتا ہے لمعات باب الغسل میں ہے الاولٰی ان لاینشف بذیله وطرف ثوبه ونحوهما وحکی ذلك عن بعض السلف ارشاد الساری باب المضمضة والاستنشاق فی الجنابة میں ہے قال فی الذخائر واذا تنشف فالاولی ان لایکون بذیله وطرف ثوبه ونحوهما ردالمحتار میں قبیل تیمم ہے زاد بعضهم ما یورث النسیان اشیاء منها مسح وجهه او یدیه بذیله ولسیدی عبد الغنی فیها رسالة **اقول**[۱] یہ ایک تحسینی ارشادی باتیں ہیں کوئی شرعی ممانعت نہیں جامع ترمذی وسنن ابن ماجہ کی حدیثیں گزریں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے گوشہ جامۂ مبارک سے چہرۂ اقدس کا پانی صاف فرمایا وذکر فی اشعة اللمعات فی حدیث معاذ بن جبل رضی الله تعالی عنه یحتمل ان یراد بالثوب الخرقة والمندیل **اقول**[۲] مع کونه خلاف الظاهر لایحتمله حدیث سلمان رضی الله تعالی عنه ہاں ان کا ضعف ورعلماء میں اوسکی شہرت اسے مقتضی کہ اوس سے احتراز اولٰی ہو بل فی البنایة شرح الهدایة للامام العینی عن شرح الجامع الصغیر للامام فخر الاسلام ان الخرقة التی یمسح بها الوضوء بدعة محدثة یجب ان تکره لانها لم تکن فی عهد رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم ولا احد من الصحابة والتابعین قبل ذلك وانما کانوا یتمسحون باطراف اردیتهم اھ فهذا النص فی المقصود ثم ما ذکر قدس سره من الکراهة فمحله اذا کان بثیاب فاخرة کما تفعله المتجبرون قال الامام العینی بعد نقله وقال الفقیه ابو اللیث فی شرح الجامع الصغیر کان الفقیه ابو جعفر یقول انما یکره ذلك اذا کان شیئا نفیسا لان فی ذلك فخرا وتکبرا واما اذا لم تکن الخرقة نفیسة فلا باس به لانه لایکون فیه کبر وقول المصنف (ای صاحب الهدایة) هو الصحیح ای هذا القول (المذکور عن الفقیهین ابی اللیث وابی جعفر) هو الصحیح وکذا قال فی جامع قاضی خان والمجتبٰی وذلك لان المسلمین قد استعملوا فی عامة البلدان منادیل فی الوضوء کیف وقد روی الترمذی فی جامعه الحدیث ذکره هنا لحدیث ام المؤمنین المقدم رضی الله تعالی عنها **قلت** اما ما وقع فی القنیة من علم جواز المسح بثیابه والعمامة ففی مسح الید بعد الاکل فانه رمز اولا عس للامام علاء الدین السغدی وذکر انه یجوز مسح الید علی الکاغد ثم ذکر وا رمز ط للمحیط یکره استعمال الکاغد[۳] فی ولیمة یمسح بها الاصابع ولایجوز[۴] مسح الید علی ثیابه ولا بلاستار ثم نقل عن استاذه البدیع انه قال فعلی هذا لایجوز علی المنادیل الذی یوضع عند الخوان لمسح الایدی بل شرعه بقوله قلت لکن تعلیل عس فی بیانه یقتضی جوازه بالمندیل فانه قال لان الثو

مسئلہ ف۱: دامن یا آنچل سے بدن پونچھنا شرع میں منع نہیں مگر اس سے ہاتھ منہ پونچھنا الجھا ہے اور بعض نے فرمایا ہے کہ اس سے بھول پیدا ہوتی ہے۔

ف۲: تطفل علی الشیخ المحقق۔

مسئلہ ف۳: کھانے کے بعد کاغذ سے ہاتھ پونچھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ف۴: کھانے کے بعد ہاتھ عمامہ و پیرہن اپنے کپڑوں سے پونچھنا منع ہے اور تصنیف کے کاغذ سے پونچھنے میں سخت بے ادبی اور سوخت کا کاغذ ہاتھ منہ دھونے کے بعد رومال سے پونچھنا مباح ہے جس سے کہ بدن خشک ہو۔

ما لنجر لہذا والمندیل ینسج لہذا اھ فہذا کلہ فی المسح بعد الاکل **اقول** وانما لم یجز بثیاب اللبس والعمامۃ لانہ یفسدھا وافساد المال لایجوز ویحصل من ھذا ان محلہ ما اذا مسح قبل الغسل وکذا بعدہ ان کان فیہ دسم او رائحۃ تکرہ من الثوب وان حبثت فی الطعام والاقلام ثم فیما یظہر فلیراجع ولیحرر واللہ سبحٰنہ وتعالی اعلم ولنسم ھذا التحریر المنیر **تنویر القندیل فی اوصاف المندیل**۔ والحمد للہ رب العٰلمین ؏

مسئلہ ۴

مرسلہ شیخ شوکت علی صاحب ۱۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ **شرع محمدی** فصل بست وہشتم دربیان مکروہات وضو میں ہے ۵ تیسرے تانبے کے برتن سے اگر ؎ ہے وضو ناقص کریگا جو بشر ؏ یہ معلوم ہوا کہ تانبے کے برتن سے کیوں وضو ناقص ہے آج کل بہت شخص تانبے کے برتن لوٹے سے وضو کرتے ہیں کیا ان سب کا وضو ناقص ہوتا ہے بینوا توجروا

الجواب

تانبے کے برتن سے وضو کرنا اوسمیں کھانا پینا سب بلاکراہت جائز ہے وضو میں کچھ نقصان نہیں آتا ہاں قلعی کے بعد چاہیے بےقلعی برتن میں کھانا پینا مکروہ ہے کہ جسمانی ضرر کا باعث ہو اور مٹی کا برتن تانبے سے افضل ہے علمانے وضو کے آداب ومستحبات سے شمار فرمایا کہ مٹی کے برتن سے ہو اور اسمیں کھانا پینا بھی تواضع سے قریب تر ہے۔ ردالمحتار میں فتح القدیر سے ہے (منہا) ای من اٰداب الوضوء (کون اٰنیتہ من خزف) اوسمیں اختیار شرح مختار سے ہے (اتخاذھا) ای اوانی الاکل والشرب (من الخزف افضل اذ لاسرف فیہ ولامخیلۃ وفی الحدیث من اتخذ اوانی بیتہ خزفا زارتہ الملٰئکۃ ویجوز اتخاذھا من نحاس او رصاص اوسمیں ہے یکرہ الاکل فی النحاس الغیر المطلی بالرصاص لانہ یدخل الصداء فی الطعام فیورث ضررا عظیما واما بعدہ فلا اھ ملخصا واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۵

۲۴ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر درمیان وضو کرنے کے ریح خارج ہو جائے یعنی دو عضو یا تین عضو دھولیے ہیں اور ایک یا دو باقی ہیں تو اس شخص کو ازسرنو وضو کرنا چاہیے یا جو عضو باقی رہا صرف اوسیکو دھولینا کافی ہے بینوا توجروا

الجواب

ازسرنو وضو کرے اوتنے اعضا کا غسل باطل ہوگیا مسئلہ بدیہیہ ہے کہ ناقض کامل ناقض ناقص بدرجہ اولی ہے معہذا جزئیہ کی بھی تصریح ہے درمختار میں ہے شرط صحتہا) ای الطہارۃ (صدور المطہر من اھلہ فی محلہ مع فقد مانعہ ردالمحتار میں ہے قولہ مع فقد مانعہ بان لایحصل ناقض فی خلال الطہارۃ لغیر معذور بہ نیز درمختار میں ہے وشرط لتعمیم الوضوء نزول

https://www.facebook.com/darahlesunnat

یبعد ایصال المیاہ من ادراتہ ؎ کشمع وبمص ثم لم تخلل ال ؎ وضوء مناف یا عظیم ذوی الشان ؎ حاشیۂ علامہ سید احمد مصری طحطاوی پھر ردالمحتار میں ہے: قولہ مناف لمن وجہ ریح ودماہ زاد الشامی ای لغیر المعذور بذلک اھ جواہر الفتاوی امام اجل صدر شہید رکن الدین ابو بکر محمد بن ابی المفاخر بن عبد الرشید کرمانی کتاب الطہارۃ باب ثالث فتاوائے امام شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ سغدی میں ہے: رجل ضرب الید علی الارض للتیمم ورفعہا وقبل ان یمسح بہا وجہہ وذراعیہ احدث بریح او صوت قال بعضہم یجوز التیمم بمنزلۃ من ملأ کفیہ ماء الوضوء فاحدث ثم استعملہ فی بعض الوضوء فانہ یجوز وقال السید الامام ناصر الدین لایجوز وھو اختیار الامام الشجاع بسمرقند لان الضربۃ من التیمم قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم التیمم ضربتان فقد اتی ببعض التیمم ثم احدث فینتقض کما اذا احصل الکل وھذہ بمنزلۃ الوضوء اذا حصل فی خلالہ نقض ما وجد کما ینتقض بعد تمامہ اذا حصل قال الامام ظہیر الدین المرغینانی ما اختارہ السید الامام حسن وبہ ناخذ اھ **اقول** وباللہ التوفیق ماذکرہ ذلک البعض فی الاستشہاد لہ من مسألۃ من ملأ کفیہ وضوء الخ انما یتمشی علی احدی روایتین غیر ماخوذ تین الاولٰی قول الامام الثانی ان شرط الاستعمال الصب والنیۃ وقد فقدا فی الصورۃ المذکورۃ والاخرٰی ما علیہ مشایخ بلخ من اشتراط الاستقرار بعد الانفصال فی موضع ما من بدن او ثوب او ارض او غیرھا ومعلوم انہ اذا استعمل ما فی کفہ فی عضو فالانفصال من الکف وان حصل لکن لم یستقر بعد فلا یکون مستعملا اما علی القول الصحیح المعتمد ان مجرد مس الماء بدنا علیہ حدث وانفصالہ عنہ کاف لحکم الاستعمال وان لم یکن ھناک صب من المحدث ولا نیۃ ولم یستقر بعد ما انفصل فلا شک ان الماء بانفصالہ من کفہ یصیر مستعملا فلا یصح استعمالہ فی وضوء ما طہر ھذا ولٰی وھو واضح جدا وبہ تم الرد علی ذلک القول واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶: مرسلہ مولوی محمد یعقوب صاحب ارکانی از ریاست رامپور محلہ پنجابیان مکان حافظ غلام شاہ صاحب ۴ شوال ۱۳۲۲ ہجری

بعونہ من قال فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون ○ فیا لحمد ومنا الذی فاق فی الاشتھاد علی الشمس فی رابعۃ النہار احتوت فضائلہ الاقطار احاطت مواھبہ الامصار ما قولکم فی ان المتوضئ رأی اثر من الدم فی البزاق بعد المضمضۃ فاخرج ما فی الفم من البزاق وغیرہ بالمص لیظھر مساواتہ ومغلوبیتہ فی البزاق فرأی بعد ما اخرج ان الدم مساو للبزاق ففی ھذہ ھل یجب غسل فمہ ام لا وماء المضمضۃ التی وقعت بعد ذلک الاخراج نجس ام لا ففی صورۃ النجس ان الید التی مضمض بہا اخذ بتلک الید الاناء الذی فیہ الماء ووقعت

قطرت ای قطرة تلك الید فی ذلك الاناء غالبا لان تلك الید کانت مبلولة بماء المضمضة لانه لاشك ان القلیل من ماء المضمضة یصل الی الید عند المضمضة وایضا یبقی شیئ من ماء المضمضة فی الید فلا ید خل کل الماء فی الفم وذلك الباقی یلاقی الشفتین ففی هذه ان صارت الشفتان نجستین بهذا الدم المساوی للبزاق عنده فم ذلك الدم عن الفم یکون مایلاقیهما ایضا نجسا فتکون الید نجسة وما وقع علیه ماء الید یکون نجسا فیصیر الماء الموضوع فی الاناء الذی اخذ بتلك الید نجسا لان قطرة تلك الید وقعت فی الاناء غالبا فذلك المتوضی غسل یدیه ووجهه ورجلیه بذلك الماء الذی وقعت فیه قطرة تلك الید التی مضمض بها بعد اخراج الدم المساوی للبزاق ثم وقع فی الشك فتوضأ ثانیا فی المسجد الاخر لکن وقعت قطرة فی ماء الاناء الذی یتوضأ به ثم توضأ فی الوقت الاخر فوقعت قطرة فی ماء الاناء ثم توضأ فی الوقت الاخر فوقعت کذلك قطرة فی ماء الاناء عند غسل الیدین وکل قطرة وقعت فی ماء الوضوء انما وقعت فی ولکل مرة عند غسل الیدین فی هذه الاوقات الثلثة فبعد ذلك طهرت اعضاء وضوئه ام لا لیکتب فی هذه الباقیة من الصفحة مختصرا مخصنا بینوا توجروا

الجواب

نعم تنجس فمه وماء المضمضة بعد ذلك الی ثلث تنجس وکذا الید التی تمضمض بها فان قطرت قطرة من الید فی الاناء اعنی داخله فی الماء قبل تمام الثلث فقد تنجس ماء الاناء والتمضمض به بعد ذلك لایزید الفم والید الا تنجسا ثم اذا توضأ بذلك الماء فقد عمت النجاسة اعضاء الوضوء وکل ما اصابه ذلك الماء من بدن او ثوب وکلما توضأ بماء وقعت فیه قبل الوضوء قطرة من یده المتنجسة فانه تنجس والغسل بالنجس لا یفید طهرا ولا خفة وان غسل الف مرة فاعضاؤه وثیابه کلها الی الاٰن علی نجاستها فان کانت القطرة التی قطرت اول مرة فی الماء من بقیة المضمضة الاولی یجب غسل کل ما اصابه ماء شیئ من الوضوءات ثلث مرات وان کانت من المضمضة الثانیة فمرتین والثالثة فمرة واحدة لان النجاسة تقبل التشکیك فقبل الغسل نجاسة لا تطهر الا بتثلیث الغسل وبعد الغسل بماء طاهر قلیل مرة نجاسة تطهر بغسلتین وبعد الغسل مرتین نجاسة تطهر بغسلة واحدة والماء المصیب شیئا نجسا انما یکتسب من النجاسة قدرها فی المصاب فماء الغسلة الاولی تنجس بالنجاسة الکاملة لا یطهر ما یصیبه الا بثلث غسلات وماء الغسلة الثانیة تنجس بنجاسة یطهرها غسلتان فما یصیبه یطهر بمرتین وفی ماء الثالثة نجاسة تطهر بغسلة فما اصابه یطهر بمرة هذا کله اذا تحقق وقوع القطرة فی الماء وجزم ببقاء شیئ من ماء المضمضة فی الید لا یقضی به جزما لجوازان لا یقع ما فیها الا علی الاناء من فوق فلا ینجس الا سطحه الفوقانی او فی الاناء فوق موضع الماء فلا تنجس الماء ما لم یصبه رکدا وحینئذ یطهر التوضی الثالث ان مر الماء کل مرة علی کل ما اصابه الماء

فوراً ہو جو اوس ناپاک پانی سے نجس ہوا تھا۔

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لتلبس[1] اذ التحقق وقوع القطرۃ فی الماء اول مرۃ لا فی ہذہ المرات الثلث وان لم یتحقق حتی فی المرۃ الاولی فھو طاہر من اول مرۃ کما لا یخفی وقس علیہ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ

غرہ ذی القعدہ ١٣٢٤ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زکام جاری ہونے سے وضو جاتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

الحمد للہ الذی حمدہ نور وذکرہ طہور والصلٰوۃ والسلام علی سید کل طیب طاہر وآلہ وصحبہ الاطائب الاطاہر زکام کتنا ہی جاری ہو اس سے وضو نہیں جاتا کہ محض بلغمی رطوبات طاہرہ ہیں جنہیں آمیزش خون وریم کا اصلا احتمال نہیں اقول[2] ہمارے علما تصریح فرماتے ہیں کہ بلغم کی قے کسیقدر کثیر ہو ناقض وضو نہیں درمختار میں ہے لاینقضہ قیئ من بلغم علی المعتمد اصلا حاشیہ علامہ طحطاوی میں ہے شامل للنازل من الرأس والصاعد من الجوف وقولہ علی المعتمد راجع الی الثانی لان الاول بالاتفاق علی الصحیح ردالمحتار میں ہے اصلا ای سواء کان صاعدا من الجوف اونازلا من الرأس خلافا لابی یوسف فی الصاعد من الجوف الیہ اشار بقولہ علی المعتمد ولو اخرہ لکان اولی ای لان تقدیمہ یوھم ان فی عدم النقض بالبلغم خلافا مطلقا ولیس کذلک فی الصحیح اھ نورالایضاح ومراقی الفلاح میں ہے عشرۃ اشیاء لاتنقض الوضوء منہا قیئ بلغم ولو کان کثیرا لعدم تخلل النجاسۃ فیہ وھو طاہر یہ تصریحات جلیہ ہیں کہ بلغم جو دماغ سے اترے بالاجماع ناقض وضو نہیں اور ظاہر ہے کہ زکام کی رطوبتیں دماغ ہی سے نازل ہیں تو ان سے نقض وضو کیا قول نہیں ہو سکتا حکم مسئلہ[3] اسیقدر سے واضح ہے مگر یہاں علامہ سید طحطاوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو ایک شبہہ عارض ہوا جسکا منشا یہ کہ ہمارے علما[4] نے فرمایا جو سائل چیز بدن سے بوجہ علت خارج ہو ناقض وضو ہو مثلاً آنکھیں دکھتی ہیں یا جسے ڈھلکے کا عارضہ ہو یا آنکھ کان ناف وغیرہا میں دانہ یا ناسور یا کوئی مرض ہو ان وجوہ سے جو آنسو پانی بہے وضو کا ناقض ہوگا درمختار باب الحیض میں ہے صاحب عذر من بہ سلس بول او استحاضۃ او بعینہ رمد او عمش او غرب وکذا کل ما یخرج بوجع ولو من اذن او ثدی او سرۃ ردالمحتار میں ہے قولہ رمد ای ویسیل منہ الدمع قولہ عمش ضعف الرؤیۃ مع سیلان الدمع فی اکثر الاوقات قولہ غرب قال المطرزی ھو عرق فی مجری الدمع یسقی فلا ینقطع مثل الباسور عن الاصمعی بعینہ غرب اذا کانت تسیل ولا تنقطع

دموعها والعرق بالتحريك ورمص المآق اھ اسپر علامہ طحطاوی نے فرمایا ظاہرہ یعم الانف اذا زکم یعنی ظاہر ایہ مسئلہ ناک کو بھی شامل ہے جب زکام ہو علامہ شامی نے اوسپر اعتراض کیا کہ ہمارے علما تصریح فرماچکے ہین کہ سوتے آدمی کے موںھ سے جو رال بہے اگرچہ پیٹ سے آئے اگرچہ بدبودار ہو پاک ہے قول سید طحطاوی نقل کرکے فرماتے ہین لکن مر ان ماء فم النائم طاہر ولو منتنا فتامل **اقول** علامہ طحطاوی کی طرف اسپر دو شبہے وارد ہوسکتے ہین **اول** کلام اوس پانی مین ہے کہ مرض سے بہے اور سوتے مین رال نکلنا مرض نہین نہ اوسکی بو دلیل علت ہو جیسے آخر روزہ مین بوئے دہان صائم کا تغیر

دوم عوارض تکلف مین اوس سے کلیہ ہے کہ جو حدث نہین نجس نہین اور اسکا عکس کلی نہین کہ جو نجس نہو حدث بھی نہو نیند جنون بیہوشی کو نجس نہین کہہ سکتے اور ناقض وضو ہین اور سب سے بہتر مثال ریح ہے کہ صحیح و معتمد مذہب پر طاہر ہے اور بالاجماع حدث ہے تو آب دہان نائم کی طہارت سے استدلال جائے مجال مقال ہوگا درمختار مین ہے کل مالیس بحدث لیس بنجس وھو الصحیح ردالمحتار مین درایہ سے ہے انہا لاتنعکس فلایقال مالایکون نجسا لایکون حدثا لان النوم والجنون والاغماء وغیرھا حدث ولیست بنجسۃ حاشیہ طحطاویہ مین ہے یلزم من انتفاء کونہ حدثا انتفاء کونہ نجسا ولاینعکس فلایقال مالایکون نجسا لایکون حدثا فان النوم والاغماء والریح لیست بنجسۃ وھی احداث اھ **اقول** وھھنا وھم عرض فی فہم القضیۃ ووھم العکس للعلامۃ الشامی فی ردالمحتار نبھت علیہ فیما علقت علیہ ولعل لنا فی اٰخر الکلام عودا الیہ اور اگر یہ ثابت کرلین کہ جو طاہر رطوبت بدن سے نکلے اگرچہ سائل ہو ناقض نہین تو اب اس تجشم کی حاجت نہ رہیگی کہ آب دہان نائم سے استدلال کیجیے خود آب بینی کی طہارت مصرح و منصوص ہے درمختار مسائل قے مین ہے المخاط کالبزاق خود علامہ طحطاوی پیشتر ہی فرماتے ہین۔ وما نقل عن الثانی من نجاسۃ المخاط فضعیف تو مسئلہ قے بلغم سے استدلال جسطرح فقیر نے کیا اسلم و احکم ہے جسمین خود علامہ طحطاوی کو اقرار ہے کہ رطوبات بلغمیہ جب دماغ سے اوتری ہون بالاجماع ناقض وضو نہین **ثم اقول** ایک یہ نظر کرنی رہی کہ آیا کلیہ مذکورہ ثابت ہے کہ اگر ثابت ہو تو یہانتک استظہار علامہ طحطاوی کے خلاف دو دلیلین ہوجائنگی مسئلہ قے و مسئلہ آب بینی کہ فقیر نے عرض کیے اور علامہ شامی کے طور پر تین تیسری مسئلہ آب دہان نائم کہ وہ مثل بزاق یعنی لعاب دہن ہے اور لعاب دہن و بلغم جنس واحد ہین اور اونھین کی جنس سے آب بینی ہے وہی رطوبات ہین کہ قدرے غلیظ و بستہ ہون تو بلغم کہلائین رقیق ہوکر موںھ سے آئین تو آب دہن غلیظ یا رقیق ہوکر ناک سے آئین تو آب بینی حلیہ مین ہے فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان ان قاء بزاقا لاینقض الوضوء بالاجماع والبزاق مالایکون متجمدا منعقدا والبلغم مایکون متجمدا منعقدا اھ ان کلیہ مذکورہ ضرور ثابت ہے و لہذا اشباہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مین علماء ابرار اونکی طہارت سے حدث نہ ہونے پر استدلال فرماتے ہین حلیہ مین ہے النخامۃ ای البلغم لا ینقض لانہ

طاہر کما فی البدائع وغیرہ اھ ملتقطا اوسی مین ہے ثم فی البدائع وذکر الشیخ ابو منصور ان جواب ھما فی الصاعد

من حواشی الحلق واطراف الرئۃ وانہ لیس بحدث بالاجماع لانہ طاہر فینظر ان لم یصعد من المعدۃ لایکون

نجسا فلا یکون حدثا اور اسکے نظائر کلام علما مین کثیر ہین کلیہ کی صریح تصریح لیجیے خزانۃ المفتین مین ہے الخارج من البدن

علی ضربین طاہر ونجس فخروج الطاہر لا ینقض الطہارۃ کالدمع والعرق والبزاق والمخاط ولبن بنی ادم الخ الحمد للہ

اس تقریر فقیر سے ایک تحقیق منیر ہاتھ آئی کہ قابل حفظ ہے **فاقول** حدث ونجس کو اگر مطلق رکھین تو اون مین نسبت

عموم وخصوص من وجہ ہے نوم حدث ہے اور نجس نہین خمر نجس ہے اور حدث نہین دم فصد حدث ونجس دونون ہے۔

اور خارج از بدن مکلف کی قید لگائین لامن بدن الانسان فینتقض طردا وعکسا بخارج الجن والصبی اور اسکے ساتھ

نجس سے مراد نجس بالخروج لین یعنی وہ چیز کہ بوجہ خروج اوسے حکم نجاست دیا جائے اگرچہ اس سے پہلے اوسے نجس نہ کہا جاتا۔

(جیسے خون وغیرہ فضلات کا یہی حال ہے پیشاب اگر پیش از خروج ناپاک ہو تو اوسکی حاجت مین نماز باطل ہو۔

اور خون تو ہر وقت رگون مین ساری ہے پھر نماز کیونکر ہو سکے) تو ان دو قیدون کے ساتھ حدث عام مطلقا ہے یعنی

بدن مکلف سے باہر آنے والا ہر نجس بالخروج حدث ہے اور ہر حدث نجس بالخروج نہین جیسے ریح فان عینہا طاہرۃ علی

الصحیح قضیہ مذکورہ مین علمائے کرام نے یہی صورت مراد لی ہے ولہذا عکس کلی نہ مانا اور اگر قیود مذکورہ کے ساتھ

رطوبات کی تخصیص کرلین تو نسبت تساوی ہے ہر رطوبت کہ بدن مکلف سے باہر آئے اگر نجس بالخروج ہے ضرور حدث ہے

اور اگر حدث ہے ضرور نجس ہے تو یہان ہر ایک کے انتفاء سے دوسرے کے انتفاء پر استدلال صحیح ہے لہذا آب مینی کہ نجس نہین

ہرگز ناقض وضو نہین ہو سکتا وباللہ التوفیق اور نجس مین نجس بالخروج کی قید ہے اسلیے زائد کی کہ اگر یہ نہ ہوا اور صرف

خروج از بدن مکلف کی قید رکھین تو اب بھی نسبت عموم من وجہ ہو گی کہ ریح حدث ہے اور نجس نہین اور معاذ اللہ

اگر کسی نے شراب پی اور وہ قے ہوئی مگر تھوڑی کہ مونھ بھر کر نہ تھی تو نجس ہے اور حدث نہین یعنی وضو نہ جائیگا کہ قلیل ہے لیکن

یہ اوسکی نجاست اپنی ذات مین تھی خروج کے سبب عارض نہ ہوئی درمختار مین ہے۔ ماء فم المیت نجس کقیئ عین خمر

اوبول وان لم ینقض لقلتہ لنجاستہ بالاصالۃ لا بالمجاورۃ اور اگر رطوبات کی بھی قید بڑھا لین تو اب نجس عام مطلقا

ہو جاتا کہ مسئلہ ریح داخل نہ رہیگا اور مسئلہ خمر باقی ہوگا اب کہ نجس بالخروج کی قید لگائی مسئلہ خمر بھی خارج ہو گیا۔ اور

تساوی رہی فان قلت ترد حینئذ مسألۃ الخمر علی الکلیۃ الثانیۃ القائلۃ ان کل حدث نجس بالخروج

فانہ ان قاء الخمر ملأ الفم کان حدثا قطعا ولم یکن نجسا بالخروج فانہا نجسۃ العین **قلت** لاغرو

ف۱: حدث ونجس کی نسبتون مین مصنف کی تحقیق منیر

ف۲: خون پیشاب وغیرہ فضلات جبتک بدن سے باہر نہ نکلین ناپاک نہین

ف۳: مسئلہ: شراب کی قے بھی اگر مونھ بھر کر نہ ہو ناقض وضو نہین

ف۴: مسئلہ: ... پانی ...

ف۵: ...

ان یکتسب النجس نجاسۃ اخری من خارج کخمر وقعت فی بول حتی لو تخللت لم تطھر وان ابیت فلیکن النجس اعم مطلقا وانتفاء العام یوجب انتفاء الخاص فبطھارۃ المخاط یثبت انہ لیس بحدث وفیہ المقصود واللہ تعالٰی اعلم ثم اقول حقیقت امر یہ ہے کہ درد ومرض سے جو کچھ بہے اوسے ناقض ماننا اس بنا پر ہے کہ اوسمین آمیزش خون وغیرہ نجاسات کاظن ہے خود مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کلام مبارک مین اسکی تصریح ہوا اور یہی ان فروع کا ماخذ صریح ہے تو زکام اوسکے تحت مین آہی نہین سکتا منیہ مین ہے عن محمد اذا کان فی عینیہ رمد ویسیل الدموع منھا امرہ بالوضوء لانی اخاف ان یکون ما یسیل منہ صدیدا حلیہ مین ہے کذا ذکرہ بنحوہ عند ھشام فی نوادرہ غنیہ مین ہے لافرق فی ذلک بین العین وغیرھا بل کل ما یخرج من علۃ من ای موضع کان کالاذن والثدی والسرۃ ونحوھا فانہ ناقض علی الاصح لانہ صدید اوسمین مثل فتح القدیر تجنیس امام برہان الدین صاحب ہدایہ سے ہے لو خرج من سرتہ ماء اصفر وسال نقض لانہ دم قد نضج فاصفر وصار رقیقا کافی مین ہے عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی اذا خرج (ای من المنفطۃ) ماء صاف لا ینقض وفی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان قال الحسن بن زیاد الماء بمنزلۃ العرق والدمع فلا یکون نجسا وخروجہ لا یوجب انتقاض الطھارۃ والصحیح ما قلنا لانہ دم رقیق لم یتم نضجہ فیصیر لونہ لون الماء واذا صار دما کان نجسا ناقضا للوضوء بحر مین ہے لو کان فی عینیہ رمد یسیل دمعھا یؤمر بالوضوء لکل وقت لاحتمال کونہ صدیدا تبیین الحقائق مین ہے لو کان بعینیہ رمد او عمش یسیل منھا الدموع قالوا یؤمر بالوضوء لوقت کل صلاۃ لاحتمال ان یکون صدیدا او قیحا خلاصہ مین ہے تذکر الاحتلام ورأے بللا ان کان ودیا لایجب الغسل بلاخلاف وان کان منیا او مذیا یجب الغسل بالاجماع ولسنا نوجب الغسل بالمذی لکن المنی یرق باطالۃ المدۃ فکان مرادہ ما یکون صورتہ المذی لاحقیقۃ المذی وعلی ھذا الاعمی ومن بعینیہ رمد اذا سال الدمع ینبغی ان یتوضأ لوقت کل صلاۃ لاحتمال خروج القیح والصدید وجیز امام کردری مین ہے احتلم ولم یربللا لاغسل علیہ اجماعا ولو منیا او مذیا لزم لان الغالب انہ منی رق بمضی الزمان وعن ھذا قالوا ان الاعمی ومن بہ رمد اذا سال الدمع یتوضؤ لوقت کل صلاۃ لاحتمال کونہ قیحا او صدیدا بالجملہ مجرد رطوبت کہ مرض سے سائل ہو مطلقا فی نفسہا ہرگز ناقض نہین بلکہ احتمال خون وریم سبب ولہذا امام ابن الہمام کی رائے اسطرف گئی کہ مسائل مذکورہ بین امام محمد کا حکم وضو استحبابی ہے

اسلیے کہ خون وغیرہ ہونا محتمل ہے اور احتمال سے وضو نہیں جاتا مگر ہو کہ خبر اطبا یا علامات سے ظن غالب ہو کہ یہ خون یا ریم ہو تو عذر و وجوب ہو گا فتح میں تجنیس فصل فی النفاس فرمایا فی عینہ رمد یسیل دمعہا یؤمر بالوضوء لکل وقت لاحتمال کونہ صدیدا واقول ھذا التعلیل یقتضی انہ امر استحباب فان الشك والاحتمال فی کونہ ناقضا لا یوجب الحکم بالنقض اذ الیقین لا یزول بالشك واللہ اعلم نعم اذا علم من طریق غلبۃ الظن باخبار الاطباء او علامات تغلب ظن المبتلی یجب اسیطرف اونکے تلمیذ ارشد امام ابن امیر الحاج نے میل کیا اور اسکی تایید میں فرمایا یشھد لھذا ما فی شرح الزاھدی عقب ھذہ المسألۃ وعن ھشام فی جامعہ ان کان قیحا فکالمستحاضۃ والا فکالصحیح یونہی محقق بحر نے بحر الرائق میں کلام فتح باب وضو میں بلا عزو ذکر کیا اور مقرر رکھا اور باب الحیض میں ھو حسن فرمایا اور تحقیق یہی ہے کہ حکم استحبابی نہیں بلکہ بوجہ احتیاط ایجابی ہے مشایخ مذہب سے تصریح وجوب منقول ہے فتح القدیر باب نواقض الوضوء میں فرمایا ثم الجرح والنفطۃ وماء الثدی والسرۃ والاذن اذا کان لعلۃ سواء علی الاصح وعلی ھذا قالوا من رمدت عینہ وسال الماء منہا وجب علیہ الوضوء فان استمر فلوقت کل صلاۃ وفی التجنیس الغرب فی العین اذا سال منہ ماء نقض لانہ کالجرح ولیس بدمع الخ اور تقریر محقق علی الاطلاق کا جواب اون عبارات جلیلہ سے واضح ہو ابھی خلاصہ وبزازیہ سے منقول ہوئیں کہ جسطرح احتلام یاد ہونیکی حالت میں صریح مذی کے دیکھنے سے بھی غسل بالاجماع واجب ہو حالانکہ مذی بالاجماع غسل واجب نہیں مگر احتیاطا حکم وجوب ہوا خود محقق علی الاطلاق نے فتح میں نقل فرمایا النوم مظنۃ الاحتلام فیحال بہ علیہ ثم یحتمل انہ کان منیا فرق بواسطۃ الھواء اسیطرح یہاں وجود مرض مظنۃ خروج خون وریم ہے تو امر عبادات میں احتیاطا حکم وجوب ہوا منحۃ الخالق میں ہے قولہ وھذا التعلیل یقتضی انہ امر استحباب الخ مرد ہ فی النھر بان الامر للوجوب حقیقۃ وھذا الاحتمال راجح وبان فی فتح القدیر صرح بالوجوب وکذا فی المجتبی قال یجب علیہ الوضوء والناس عنہ غافلون اھ ما فی المنحۃ **اقول** والاولی ان یقول ان الوجوب منصوص علیہ عما نقلہ فی فتح القدیر وذلك لما علمت ان المحقق انما نقلہ فی النواقض بلفظۃ قالوا وبحث بنفسہ فی الحیض ان لا وجوب ما لم یغلب علی الظن بامارۃ او اخبار طبیب اخیر میں صاحب بحر نے بھی کلام فتح پر استدراک فرما کر مان لیا کہ یہ حکم وجوب کیلیے ہے باب الحیض میں فرمایا وھو حسن لکن صرح فی السراج الوھاج بانہ صاحب عذر فکان الامر للایجاب غرض فریقین تسلیم کیے ہوئے ہیں کہ مدار اس رطوبت کے خون وریم ہونے پر ہے قول تحقیق میں احتیاطا محض احتمال دم پر ایجاب کیا اور خیال محقق و تلمیذ محقق میں جب تک دم کا غلبہ ظن نہ ہو استحباب رہا ولہذا بے شک رد میں محقق ابن امیر الحاج نے بحثا یہ قید بڑھائی کہ اوسکا رنگ متغیر ہو جس سے

ف ۱ مسئلہ تحقیق یہ ہے کہ درد ... احتمال خون وریم ...

ف ۲ ... استحبابا ...

ف ۳ تطفل علی النھر

ف ۴ تطفل علی النھر

احتمال خون ظاہر علیہ میں فرمایا وعلی ھذا فما فیہ (ای فی المجتبی) ان من رمدت عینہ فسال منہا ماء بسبب الرمد
ینتقض وضوءہ انتہی ینبغی ان یحمل علی ما اذا کان الماء الخارج من العین متغیرا بسبب ذٰلک الرمد اھ مختصرا **اقول** اور تحقیق
وہی ہے کہ وجود مرض مظنۂ دم ہے اوسکے ساتھ شہادت صورت کی حاجت نہیں جسطرح مسئلۂ ثدی میں معلوم ہوا **ولہذا** امام برہان الدین
صاحب ہدایہ نے کتاب التجنیس والمزید میں ناف سے جو پانی نکلے اوسکو زرد رنگ ہونے کی شرط لگائی کہ احتمال دمویت ظاہر ہو کما قدمنا
نقلہ **اقول** اور منافی تحقیق نہیں کہ امام ممدوح کا بیان کلام صورت وجود مرض میں نہیں اور بلا مرض بلاشبہہ حکم دمویت کیلیے
شہادت صورت کی حاجت **ولہذا** امام حسن بن زیاد نے فرمایا اور وہ ایک روایت نادرہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی
عنہ سے بھی ہے اور جوہرہ نیرہ وغیرہا بعض کتب میں اوسپر جزم کیا اور امام حلوانی نے خارش اور آبلے والوں کے لیے اوسمیں وسعت
بتائی کہ والوں سے جو صاف نتھرا پانی نکلے نہ ناپاک ہے نہ ناقض وضو کہ رنگت کی صفائی احتمال خون وریم کو ضعیف کرتی ہے کما
تقدم نقلہ وذکر الطحطاوی نفسہ فی حاشیتہ علی مراقی الفلاح ما نصہ عن الحسن ان ماء النفطۃ لاینقض قال الحلوانی
وفیہ توسعۃ لمن بہ جرب او جدری او محل وفی الجوہرۃ عن الینابیع الماء الصافی اذا خرج من النفطۃ لاینقض (الی قولہ)
قال العارف باللہ سیدی عبدالغنی النابلسی وینبغی ان یحکم بروایۃ عدم النقض بالصافی الذی یخرج من النفطۃ
فی کی الحمصیۃ وان ما یخرج منہا لاینقض اذا کان ماء صافیا جوہرہ نیرہ کی عبارت یہ ہے العرق المدنی اذا خرج من
البدن لاینقض لانہ خیط لامائع واما الذی یسیل منہ ان کان صافیا لاینقض قال فی الینابیع الماء الصافی
الخ یہان بھی اگرچہ صحیح وہی ہے کہ صاف پانی بھی ناقض مگر نہ اسلیے کہ مطلقا جو رطوبت مرض سے نکلے ناقض ہے بلکہ اوسی
وجہ سے کہ وان آبلون کے پانیمین ظن راجح یہی ہے کہ خون وریم رقیق ہو کر پانی ہوگئے کما اسلفنا عن الامام فقیہ النفس
قاضی خان بالجملہ اون کے کلمات قاطبۃً ناطق ہین کہ حکم نقض احتمال وظن خون وریم کے ساتھ دائر ہے نہ کہ زکام سے ناک
بہی اور وضو گیا بحران مین پسینہ آیا اور وضو گیا پستان کی قوت ماسکہ ضعیف ہونے سے دودھ بہا اور وضو گیا
ہرگز نہ اسکا کوئی قائل نہ قواعد مذہب اسپر مائل **ثم اقول** ان تمام دلائل قاہرہ ومل بازغہ کے بعد اگر کچھ بھی نہوتا
تو یہ استظہار آپ ہی واجب الرد تھا زکام ایک عام چیز ہے غالبا جسے دنیا میں کوئی فرد بشر جسے چند سال عمر پائی ہو اوسے
کبھی نہ کبھی اگرچہ جاڑے ون ہی کی فصل میں زکام ضرور ہوا ہوگا یقینی عادی کی رو سے کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرام وتابعین
اعلام وائمہ اعظام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو خود بھی عارض ہوا ہو ایسی عموم بلوی کی چیز مین اگر نقض وضو کا حکم ہوتا تو ایک
جہان اوس سے مطلع ہوتا مشہور ومستفیض حدیثوں مین اسکی تصریح آئی ہوتی کتب ظاہر الروایۃ سے متون وشروح
وفتاوے سب اوسکے حکم سے مملو ہوتے نہ کہ بارہ سو برس کے بعد ایک مصری فاضل سید علامہ طحطاوی بعض عبارات سے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اوسے بطور احتمال نکالیں اور خود بھی اسکے اصل موضع بیان یعنی نواقض وضو کے ذکر تک اسکیطرف انکا ذہن نہ جائے حالانکہ آپ نے وغیرہ کا مسئلہ درمختار میں وہاں بھی مذکور تھا باب الحیض میں جاکر خیال تازہ پیدا ہوا ایسا خیال زنہار قابل قبول نہیں ہوسکتا تمام اصول حدیث واصول فقہ اسپر شاہد ہیں ف۱ ہان جیسے رعاف یعنی ناک سے خون جانے کا مرض ہے اور اسی حالت میں اوسے زکام ہو اور خون نکلنے کے غیر اوقات میں جو ریزش زکام کی آتی ہے سرخی لیے متغیر اللون آتی ہے جس سے آمیزش خون مظنون ہے تو اسصورت میں نقض وضو کا حکم ظاہر ہے وانما شرطنا ههنا تغير اللون المذكور لان العلة وان كانت موجودة فالمخاط لايحدث منها اعنى من الرعاف فاذا كان صافيا كان من محض الزكام واذا تغير استند تغيره الى الرعاف بناء على الظاهر وان امكن استناده الى اسباب اُخر هذا ما عندى وارجو ان يكون صوابا ان شاء الله تعالى ورأيتنى كتبت على هامش نسختى الغنية عند قوله ناقض على الاصح لانه صديد ما نصه قلت تعليله النقض بانه صديد يبعد استظهار الطحطاوى النقض بالزكام لكونه ماء سال من علة وتعقبه الشامى بما صرحوا بان ماء فم النائم طاهر وان كان منتنا اقول لكن فيه ان النوم ليس علة والمكث ينتن فلم يلزم كونه من علة وانما الناقض ما منها فافهم لكنى اقول الزكام امر عام ولعله لم يكن انسان الا ابتلى به فى عمره مرارا ومتيقن انه وقع فى كل قرن وكل طبقة بل كل عام وفى عهد الرسالة وزمن الصحابة وايام الائمة بل لعلهم زكموا بانفسهم ايضا فلو كان ناقضا لوجب ان يشتهر حكمه ويملأ الاسماع ويعم البقاع ويتدفق منه بحار الاسفار قديما وحديثا فقها وحديثا الآن لا يذكر فى شئ من الكتب ويبقى موقوفا الى ان يستخرجه العلامة الطحطاوى على وجه الاستظهار فى القرن الثالث عشر وقد علمت ف۲ ان ما كان هذا شانه لا يقبل فيه حديث روى آحاد الا ان الآحادية مع توفر الدواعى امارة الغلط والذى يظهر للعبد الضعيف ف۳ ان ما كان خروجه معتادا او لا ينقض لا ينقض ايضا اذا الحش وان عد حينئذ علة فيما يبدو الا ترى ان العرق لا ينقض فاذا فحش جدا كما فى بحران الحموم او بعض الامراض لم ينقض ايضا وكذلك الدمع واللبن والريق فكذا المخاط ومن اول دليل عليه ما اجمعوا عليه ان من قاء بلغما فان نازلا من الراس لا ينقض وان ملأ الفم ومعلوم انه لا اختلاف فى البلغم وماء الزكام فى الحقيقة وما يملؤ الفم كثير فوجب عدم النقض بالزكام هذا ما الى والله تعالى اعلم اه ما كتبت عليه ونقلته لما اشتمل على بعض فوائد والله سبحنه ولى التوفيق وبه الوصول الى ذرى التحقيق والحمد لله على ما علم وصلى الله تعالى على سيدنا واله وسلم والله سبحنه وتعالى اعلم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ف۸ دوم ذی القعدة الحرام ۱۳۲۳ھ

الطراز المعلم فيما هو حدث من احوال الدم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر خون چمکا اور باہر نہ آیا تو وضو جائیگا یا نہیں اور اگر کپڑا اس خون پر بکرر مختلف جگہ سے لگ کر آلودہ ہوا کہ قدر درم سے زائد ہو گیا تو ناپاک ہوگا یا نہیں اور اگر خارش وغیرہ کے دانوں پر جو چپک پیدا ہوتی ہے اوس سے کپڑا اوسیطرح بھرا تو کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ شہد بھا لحمی ودمی والصلاۃ والسلام علی الطیب الطاہر النبی الامی وآلہ وصحبہ وسائر حزبہ ومن فی سبیلہ اذی۔ اقول یہاں تین صورتیں ہیں **اول** چمکنا یعنی خون ریم وغیرہ نے اپنی جگہ سے اصلا تجاوز نہ کیا بلکہ اوسپر جو کھال کا پردہ تھا وہ ہٹ گیا اسکے سبب وہ شے اپنی جگہ پر نظر آنے لگی پھر اگر وہ کسی چیز سے مس ہو کر اوسمیں لگ آئی مثلا خون چمکا اوسے اونگلی سے چھوا انگلی پر اوسکا داغ آگیا یا خلال کیا یا مسواک کی یا اونگلی سے دانت مانجھے یا دانت سے کوئی چیز کاٹی ان اشیا پر خون کی رنگت محسوس ہوئی یا ناک اونگلی سے صاف کی اوسپر سرخی لگ آئی اور ان سب صورتوں میں اوس ملنے والی شے پر اثر آجانے سے زیادہ خود اوس خون کو حرکت نہ ہوئی تو یہ بھی جگہ سے تجاوز کرنا نہ ٹھہریگا کہ اوسمیں آپ تجاوز کی صلاحیت نہ تھی اور اسی حکم میں داخل ہے یہ کہ دانہ آبلہ دن کی سطح سے اوبھار رکھتا ہو خون و ریم اوسکے باطن سے تجاوز کرکے اوسکے مونھ پر رہجائے مونھ سے اصلا تجاوز نہ کرے کہ وہ جب تک دانوں یا آبلوں کے دائرے میں ہیں اپنی ہی جگہ پر گنے جائینگے اگرچہ آبلے کے جرم میں حرکت کریں یہ صورت بالاجماع ناقض وضو نہیں نہ اس خون و ریم کے لیے حکم ناپاکی ہے کہ مذہب صحیح و معتمد میں جو حدث نہیں وہ نجس بھی نہیں و لہذا اگر خارش کے دانوں پر کپڑا مختلف جگہ سے بار بار لگا اور دانوں کے مونھ پر چپک پیدا ہوتی ہے جسمیں خود باہر آنے اور بہنے کی قوت نہیں ہوتی اگر دیر گزرے تو وہ وہاں کی وہیں چپکی رہے اوس چپک سے سارا کپڑا بھر گیا ناپاک نہ ہوگا یہی حالت خون کی ہے جب کہ اوسمیں قوت سیلان نہ ہو یعنی ظن غالب سے معلوم ہو کہ اگر کپڑا نہ لگتا اور اوسکا راستہ کھلا رہتا جب بھی وہ باہر نہ آتا اپنی جگہ ہی پر رہتا ہاں اگر حالت یہ ہو کہ خون بہنا چاہتا اور کپڑا الگ لگ کر اوسے اپنے میں لے لیتا ہے تجاوز نہیں کرنے دیتا یہانتک کہ جتنا خون قابل سیلان تھا وہ اس کپڑے ہی میں لگ لگ کر کھنچ گیا اور بہنے نہ پایا تو ضرور وضو جاتا رہیگا اور قدر درم سے زائد ہو تو کپڑا بھی ناپاک ہوجائیگا کہ یہ صورت واقع میں بہنے کی تھی کپڑے کے لگنے نے اوسے ظاہر نہ ہونے دیا **دوم** اوبھرنا کہ خون و ریم اپنی جگہ سے بڑھ کر جسم کی سطح یا دانے کے مونھ سے اوپر ایک ہولے کی صورت ہو کر رہگیا کہ اوسکا جرم سطح جسم و آبلہ سے اوپر ہے مگر نہ وہاں سے ڈھلکا نہ ڈھلکنے کی قوت رکھتا تھا جیسے سوئی چبھونے میں ہوتا ہے کہ خون کی خفیف بوند نکلی اور نقطے یا دانے کی شکل پر ہو کر رہگئی آگے نہ ڈھلکی اور اسی قسم کی اور صورتیں انہیں بھی ہمارے علما کے مذہب اصح میں وضو نہیں جاتا یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوی اور اسی حکم میں داخل ہے

یہ کہ خون یا ریم اوبھرا اور فی الحال اوسمین قوت سیلان نہین اوسے کپڑے سے پونچھ ڈالا دوسرے جلسے مین پھر اوبھرا اور صاف کردیا یونہین مختلف جلسون مین اتنا نکلا کہ اگر ایک بار آتا ضرور بہ جاتا تو اب بھی نہ وضو جائے نہ کپڑا ناپاک ہو کہ ہر بار اوتنا نکلا ہے جسمین بہنے کی قوت نہ تھی ہان جلسہ واحدہ مین ایسا ہو تو وضو جاتا رہیگا کہ مجلس واحد کا نکلا ہو گویا ایکبار کا نکلا ہوا ہے یونہین اگر خون اوبھرا اور اوسپر مٹی وغیرہ ڈالدی پھر اوبھرا پھر ڈالی اسیطرح کیا تو وضو نہ رہیگا جب کہ ایک جلسے مین بقدر سیلان جمع ہو جاتا کہ یہ بہنے ہی کی صورت ہو اگرچہ عارض کے سبب صرف اوبھرنا ظاہر ہوا اور ایک جلسہ مین اتنا ہوتا یا نہ ہوتا اسکا مدار ٹھیک اندازے اور غلبہ ظن پر ہے سوم بہنا کہ اوبھر کر ڈھلک بھی جائے یا کسی مانع کے باعث نہ ڈھلکے تو فی نفسہ اتنا ہو کہ مانع نہ ہوتا تو ڈھلک جاتا جسکی صورتین اوپر گزرین یہ تیسری شکل ہمارے ائمہ کے اجماع سے ناقض وضو ہے اور کپڑا قدر درم سے زائد بھرے تو ناپاک ہان وہ بہنا کہ صرف باطن بدن مین ہو ناقض نہین کہ باطن انسان مین تو خون ہر وقت دورہ کرتا ہے آنکھون کے ڈھیلے بھی شرعاً باطن بدن مین داخل ہین ولہذا وضو و غسل کسی مین یہانتک کہ حقیقی نجاست سے بھی اون کے دھونے کا حکم نہ ہوا تو اگر آنکھ کے بالائی حصے مین کوئی دانہ پھوٹا اور خون و ریم اوسکے زیرین حصے تک بہکر آیا مگر آنکھ سے باہر نہ ہوا وضو نہ جائیگا اور حسب قاعدۂ معلومہ جب وہ حدث نہین تو نجس بھی نہین پس اگر کپڑے سے اوسے پونچھ لیا اور وہ کپڑا پانی مین گرا پانی ناپاک نہ ہوگا اور ناک کی سخت بانسے مین اختلاف ہو کہ اگر خون دماغ سے اوترکر اوسمین بہا اور نرم بانسے تک نہ پہنچا تو ناقض وضو ہوگا یا نہین مشہور تر یہ ہے کہ وضو نہ جائیگا کہ ناک کا سخت حصہ بھی اندر سے یقیناً باطن بدن مین داخل ہے ولہذا وضو و غسل کسی مین اوسکا دھونا واجب نہین اور انسب یہ ہے کہ وضو کرلے کہ اس موضع کا دھونا اگرچہ واجب نہین وضو و غسل دونون مین سنت تو ہے فتح القدیر مین ہے الخروج فی غیر السبیلین ھو تجاوز النجاسۃ الی موضع التطھیر فلو خرج من جرح فی العین دم فسال الی الجانب الاٰخر منھا لاینقض لانہ لایلحقہ حکم ھو وجوب التطھیر او ندبہ بخلاف ما نزل من الراس الی مالان من الانف لانہ یجب غسلہ فی الجنابۃ ومن النجاسۃ فینقض ولو ربط الجرح فنفذت البلۃ الی طاق لا الی الخارج نقض ویجب ان یکون معناہ اذا کان بحیث لولا الربط سال لان القمیص لو تردد علی الجرح فابتل لاینجس مالم یکن کذٰلک لانہ لیس بحدث ولو اخذہ من راس الجرح قبل ان یسیل مرۃ فمرۃ ان کان بحال لو ترکہ سال نقض والا لا وفی المحیط حد السیلان ان یعلو وینحدر عن ابی یوسف وعن محمد اذا انتفخ علی راس الجرح وصار اکبر من راسہ نقض والصحیح لاینقض وفی الدرایۃ جعل قول محمد اصح ومختار السرخسی الاول وھو اولی وفی مبسوط شیخ الاسلام تورم راس الجرح فظھر بہ قیح ونحوہ لاینقض مالم یجاوز الورم لانہ لایجب غسل موضع الورم فلم یتجاوز الی موضع یلحقہ حکم التطھیر ورمختار مین ہے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لا یجب غسل ما فیہ حرج کعین وان اکتحل بکحل نجس اھ یعنی سے المراد بالخروج من السبیلین مجرد الظھور وفی
غیرھما عین السیلان ولو بالقوۃ لما قالوا لو مسح الدم کلما خرج ولو ترکہ لسال نقض والا لا کما لو سال فی باطن
عین او جرح او ذکر ولم یخرج ردالمحتار میں ہے اذا وضع علیہ قطنۃ او شیئا اٰخر حتی ینشف ثم وضعہ ثانیا وثالثا
فانہ یجمع جمیع ما نشف فان کان بحیث لو ترکہ سال نقض وانما یعرف ھذا بالاجتھاد وغالب الظن وکذا لو القی علیہ
رمادا او ترابا ثم ظھر ثانیا فتربہ ثم وثم فانہ یجمع قالوا وانما یجمع اذا کان فی مجلس واحد مرۃ بعد اخری
فلو فی مجالس فلا تاتارخانیۃ ومثلہ فی البحر اقول وعلیہ فما یخرج من الجرح الذی ینز دائما ولیس فیہ قوۃ السیلان
ولکنہ اذا ترک یتقوی باجتماعہ ویسیل عن محلہ فاذا نشفہ او ربطہ بخرقۃ وصار کلما خرج منہ شیئ تشربتہ
الخرقۃ ینظر ان کان ما تشربتہ الخرقۃ فی ذلک المجلس شیئا فشیئا بحیث لو ترک واجتمع لسال بنفسہ نقض
والا لا ولا یجمع ما فی مجلس الی مجلس اٰخر اھ یعنی سے صرح فی غایۃ البیان بان الروایۃ مسطورۃ فی کتب اصحابنا انہ
اذا وصل الی قصبۃ الانف ینتقض وان لم یصل الی ما لان خلافا لزفر وان قول الھدایۃ ینتقض اذا وصل الی ما لان بیان لاتفاق اصحابنا
جمیعا ای لتکون المسألۃ علی قول زفر ایضا فان عندہ لا ینتقض ما لم یصل الی ما لان فھذا صریح فی ان المراد بالقصبۃ ما اشتد بحرالرائق میں ہے
ولیس ذلک الا لکونہ یندب تطھیرہ فی الغسل ونحوہ اھ یعنی سے قالوا لا ینقض ما ظھر من موضعہ ولم یرتق کالنفطۃ
اذا قشرت ولا ما ارتقی عن موضعہ ولم یسل کالدم المرتقی من مغرز الابرۃ والحاصل فی الخلال من الاسنان وفی الخبز
من العض وفی الاصبع من ادخالہ فی الانف اسیطرح جامع الرموز میں محیط سے ہے عالمگیری میں ہے المتوضیئ اذا عض
شیئا فوجد فیہ اثر الدم او استاک بسواک فوجد فیہ اثر الدم لا ینتقض ما لم یعرف السیلان کذا فی الظھیریۃ

تنبیھات عدیدۃ جلیلۃ مفیدۃ **الاول** یقول العبد الضعیف لطف بہ المولی اللطیف لقد احسن
المحقق البحر صاحب البحر فیما نقلنا عنہ اٰنفا فی مسألۃ الخلال والخبز اذ جزم بھذا المصرح بہ المنصوص علیہ من غیر
واحد من المشائخ العظام ولم یرکن الی ما یوھمہ ظاھرھا فی التبیین حیث قال ذکر الامام علاء الدین ان من اکل
خبزا ورأی اثر الدم فیہ من اصول اسنانہ ینبغی ان یضع اصبعہ او طرف کمہ علی ذلک الموضع فان وجد فیہ
اثر الدم انتقض وضوؤہ والا فلا اھ ورأیتنی کتبت علیہ ما نصہ **قولہ** لو کان ظھور اثر الدم علی شیئ
بالانفصال ناقضا مطلقا لم ینقض حین رأی الدم علی الخبز اولا بل الواجب ان تکون فی نفسہ قوۃ التجاوز من محلہ
لا ان یمسہ شیئ فیلتصق بہ وھذا اظھر من ان یظھر ولعلہ ھو المقصود ای یجرب ھل ھو سائل ام کان
بادیا وانتقل الی الخبز بالمساس ولعل ظانا یظن ان البادی لقلتہ وعدم مددہ ینتشف بالمساس

ف۱: مسئلہ [illegible]

ف: مسئلہ [illegible]

المعلل الطراز

[illegible] دیکھا پھر اثر پایا وضو جانے کو کافی نہیں جب تک یہ یقین نہ ہو کہ بہنے کی قوت تھی

ف۳: تطفل علی الامام الزیلعی

الاول فاذا وضع الاصبع اوالكم وظهر فيه ظهر ان له مددا فلا يكون باديا بل خارجا **اقول** وليس لشیئ
وكفى بالمشاهدة ردا عليه وقد تقدم عن الغنية القميص لو تردد على الجرح فابتل لا ينجس ما لم يكن بحيث لو عصر
سال لانه ليس بحدث اھ ماكتبت ثم رأيت و لله الحمد ان جنح فی الحلية الی تاويله بما ذكرت وهذا لفظه الشرح
م ولو عض شيئا فرأى عليه اثر الدم فلا وضوء عليه ش وكذا لو خلل اسنانه فرأى الدم على راس الخلال
لا وضوء عليه لانه ليس بدم سائل ذكره قاضی خان وغيره ھ وقال بعض المشايخ ينبغی ان يضع كمه او اصبعه
فی ذلك المواضع ان وجد الدم فيه نقض والا فلا ش هذا هو اختيار الامام علاء الدين كما فی الذخيرة وغيرها
والاحسن لا ينقض ما لم يعرف السيلان كما فی الفتاوی الظهيرية والظاهر انه مراد الكل ومن ثم قال فی خزانة
الفتاوى عض على شیئ واصابه دم من بين اسنانه اواصاب الخلال ان كان بحيث لو ترك لا يسيل لا ينقض اھ
فالحمد لله على كشف الغمة ثم راجعت الغنية فرأيت ان الترجيح الاخر الذی ترجيت بقولی ولعل لنا ما
يلين قد وقع فانه رحمه الله تعالى قال بعد قول بعض المشايخ وهذا هو الاحوط فانه اذا رأى الاثر يجب عليه
ان يتعرف هل ذلك عن شیئ سائل بنفسه ام لا فاذا ظهر ثانيا على كمه او اصبعه غلب على الظن كونه سائلا
والا فلا وفی الحاوی سئل ابرهيم عن الدم اذا خرج من بين الاسنان فقال ان كان موضعه معلوما وسال نقض
وهو نجس وان لم يعلم وخرج مع البزاق فانه ينظر الى الغالب اھ وقد اصاب رحمه الله تعالى اولا ان الواجب
تعرف سيلانه بنفسه واخطأ حيث عقبه بقول ابرهيم المدير الحكم على السيلان وانما الزلة فی زعمه ان ظهوره
على الاصبع ثانيا يغلب على الظن سيلانه وقد قدمنا ما يكفی ويشفی وقول الامام الاجل ظهير الدين المرغينانی لفظ
الاكثرين انه الاحسن مع ظهور وجهه ومع انه عليه الاكثر وانه جزم به الاكابر كقاضی خان وصاحب المحيط وغيرهما
لا يقاومه قول الغنية ان خلافه احوط مع عدم ظهور وجهه بل ظهور وجه عدمه وانما الاحتياط العمل باقوى
الدليلين كما فی الفتح والبحر وغيرهما الاجرم لم يعرج عليه المحقق الشارح نفسه فی شرحه الصغير الملخص من
هذا الكبير انما اقتصر على نقل قول ابرهيم ولله الحمد على تواتر الائه على عبده الاثيم **الثانی** عامة الروايات
فی ماذكرنا من الخلاف فی حد السيلان انه العلو والانحدار معا او مجرد العلو على النسبة الاول الى الامام الثانی
والثانی الی الامام الشيبانی وقال فی الحلية ظاهر البدائع انه الاول قول علمائنا الثلثة رضی الله تعالى عنهم
اھ وفی الفوائد المخصصة لسيدی العلامة ابن عابدين اشتراط السيلان فی نقض الطهارة فيه خلاف والصحيح
اشتراطه وان اخذ اكثر من راس الجرح خلافا لمحمد وجعلها فی الظهيرية رواية شاذة عن محمد وفی التتارخانية

ف۱: تطفل علی الغنية
ف۲: الاحتياط العمل باقوى الدليلين

عن المحيط اشتراط السيلان مذهب علمائنا الثلثة وانه استحسان وقال زفر رحمه الله تعالى اذا علا فظهر على رأس
الجرح ينتقض وضوءه وهو القياس انتهى اقول قد عرف مذهب زفر في الهداية وغيرها النقض بمجرد الظهور فقوله
علا اى من الباطن وقوله ظهر بمعنى التبين دون الصعود كيف وزفر لايشترط الانتقال والصعود بعد الوصول الى رأس
الجرح فليعلم ذلك ورأيت في خلاصة الامام طاهر بن عبد الرشيد البخاري ما نصه في بعض نسخ الجامع الصغير الدم
اذا لم يتحدر عن رأس الجرح لكن علا فصار اكبر من رأس الجرح لاينتقض وضوؤه ثم رأيت في وجيز الكردري جزم بعزوه الى الجامع
الصغير كما سياتي فاذن اطلاقه القول يفيد ظاهرا انه مذهب علمائنا الثلثة رضي الله تعالى عنهم
ثم هو الذي صححه عامة ائمة الفتوى كقاضي خان وغيره ممن قدمنا ولم نتعرض عليك وقد وقع ههنا
زلة قلم من المحقق البحر تبعه عليها العلامة ط حيث قال في البحر الرائق في الدراية جعل قول محمد اصح واختاره
السرخسي وفي فتح القدير انه الاولى اهـ وهو كما ترى سهو ظاهر وانما اختار السرخسي قول ابي يوسف واياه جعل
في الفتح اولى كما نقلنا لك نصوص رحمهم الله تعالى جميعا ورحمنا بهم آمين نبه عليه العلامة ش قائلا
فاجتنبه اهـ قلت ونسبة تصحيح قول محمد الى الدراية منصوص عليها في الفتح وتبعه حلبة من بعده حتى العلامة
ش اذ نقل كلامه هذا في رد المحتار واقره عليه لكنه زعم في منحة الخالق حاشية البحر الرائق انه ذكر في الدراية
قول ابي يوسف ثم ذكر قول محمد ثانيا ثم قال والصحيح الاول فليراجع اهـ وهذا يقتضي انه انقلب الامر على الفتح ايضا
كما انقلب على البحر واذا صح هذا بقيت التصحيحات كلها راجعة الى قول ابي يوسف وهو
اسكن للقلب لو امكن فليراجع والعبد الضعيف لم يرههنا تصريح احد بتصحيح قول محمد بل لا ترجيحا ما له واختياره
اللهم الا ما في الفوائد المخصوصة عن الخيرة عن الفقيه ابي جعفر عن محمد بن عبد الله رحمه الله تعالى انه
كان يميل في هذا الى انه ينتقض وضوؤه وراه ... الا قال اعني صاحب الذخيرة وفي فتاوى النسفي هكذا اهـ والا
ما رأيت في جواهر الفتاوى من الباب الرابع المعقود لفتاوى الامام الاجل نجم الدين النسفي ما نصه رجل توضأ ثم حضر
الاذان بجنب اعضائه فظهر منه دم لاينتقض الوضوء لقلته ولو غرز في عضوه شوكة الابرة فظهر الدم ولم يسل فانه
ينتقض وضوؤه لان الظاهر انه سال عن رأس الجرح اهـ وهذا ما كان اشار اليه في الذخيرة ان هكذا في فتاوى النسفي
والا مشيا عليه في مجمع النوازل نقله عنه في الخلاصة ثم عقب بما في نسخة الجامع الصغير ثم قال فعلى هذا ينبغي ان
لا ينتقض اهـ والا ما وقع في الكفاية من قوله بعض مشائخنا رحمهم الله تعالى اخذ بالقول لمحمد رحمه الله تعالى احتياطا
وبعضهم اخذ بالقول لابي يوسف رحمه الله تعالى وهو اختيار المصنف اي صاحب الهداية رحمه الله تعالى رفقا بالناس

ف ١: تنبيه على سهو وقع في البحر وتبعه ط

ف ٢: معروض على ش

ف ٣: تنبيه على سهو وقع في الفتح على ما زعم العلامة ش

خصوصاً فی حق اصحاب القروح اھ اقول[ف۱] وهذا اغرب من الكل لانه ربما يوهم ان الاختيارين متكافئان والا ما وقع فی وجیز الامام الكردری حیث قال نوازل ای قال فی مجموع النوازل شاكه شوكة او ابرة فاخرجها وظهر م ولم يسل نقض وفی الجامع الصغير لم يخرج الدم عن راسه لكنه علا وصار اكثر من راس الجرح لا ينقض وهذا خلاف ما فی النوازل والاول عن الامام الثانی والثانی عن محمد رحمهما الله تعالى والنقض اقيس لان مزايلته عن مخرجه سيلان اھ قلت[ف۲] وانت تعلم ان قد انقلب عليه الامر فی نسبة المذهبين الى حضرة الامامين اقول[ف۳] وعجباً منه ان عزا ما عزا الجامع الصغير جازما ثم قال والثانی ای عدم النقض عن محمد فان ما فی الجامع الصغير مطلقا ان لم يكن ظاهره انه قول ائمتنا الثلثة رضی الله تعالى عنهم فلا اقل من ان يكون قول محمد فكيف النسبة اليه بعن ثم لا نظر الى قوله اقيس مع ما مر من تصحيحات عامة الائمة قول عدم النقض بلفظ هو الصحيح والاصح والمختار وغيرها ويقطع النزاع ما رأيت فی جواهر الاخلاطی وفی الفوائد المخصوصة عن الذخيرة والتتارخانية ثلثتهم عن فتاوى خوارزم وفی الهندية عن المحيط واللفظ للاولى اذا لم يتحدر عن راس الجرح ولكن علا فصار اكبر من راس الجرح لا ينتقض وضوؤه والفتوى على عدم النقض فی جنس هذه المسائل اھ والله الموفق الثالث ابو يوسف يجمع القئ اذا اتحد المجلس ولا يعتبر السبب[ف۳] وعكس محمد وقوله الاصح وتطابقت النقول ههنا على اعتبار المجلس قال فی الحلية فعلى هذا يعتبر محمد رحمه الله تعالى الى الفرق والله تعالى اعلم بذلك اھ واشار فی رد المحتار الى ما يحذو حذو جوابه فقال كانهم قاسوها على القئ ولما لم يكن هنا اختلاف سبب تعين اعتبار المجلس فتنبه اھ اقول[ف۴] هذا عجيب فان من يعتبر السبب وهو الامام الربانی اذا وجد ما هو علة حكم الجمع عنده لم لا يحكم به ويعدل عنه الى ما قد سقط اعتباره عنده لاجل ان العلة دائمة ههنا وان دوام العلة انما يقتضی دوام الحكم لا الغاءها واسناده الى غيرها فان قيل قد يدوم السبب ههنا شهورا او دهورا فكيف يجمع الاخر الى الاول قلت[ف۴] هذا اعتراف بان اتحاد السبب لا يقوم ربا فتضا لحكم الجمع فلم يكن فيه دفع الايراد بل تسليمه لكنی اقول[ف۵] يتخالج صدری ما يدفع هذا والايراد جميعا ان شاء الله تعالى وهو[ف۶] انا لا نسلم ههنا اتحاد السبب بل القروح اذا احست بالدم تتوجه لدفاعه فتتبعها الريح والدم فلا يحدث الورم وتزداد الحرارة فيثقل اجتماعها ولذا يثقل اجتماع الدم ههنا غيران الطبيعة تضن بالدم الصالح ان تدفعه ولذا اذا فصد المريض تيقدم الدم الفاسد خروجا وعن هذا كانت الحجامة احب من الفصد لان الفصد يشق العرق فيخرج الدم بجاضمه شدة تحفظ الطبيعة على الدم الصالح تعجز عن امساكه كليا لانه بانفتاح مجراه يسيل بطبعه

ف۱: تطفل على الكفاية
ف۲: تطفل على البزازية
ف۳: مسئلہ: اگر وضو کے بعد ناقض وضو چیز اگرچہ چند بار میں تھوڑی تھوڑی آئی کہ سب ملانے سے بہنے بھر کو ہو جائے تو اگر ایک ہی مجلس میں آئی وضو جاتا رہے گا اگرچہ مختلف سببوں سے آئی ہو اور اگر مختلف مجلسوں میں آئی تو وضو نہ جائے گا اگرچہ ایک ہی سبب سے آئی ہو
ف۴: معروضة علی ش
ف۵: تطفل علی الحلية ومعروضة علی ش
ف۶: تحقيق المصنف فی اعتبار مجلس الطبيعة بجمع الدم لا السبب بجمعه

سيلانا قويا فمجرى الطبيعة يخرج شيئ من الصالح قهرا عليها بخلاف الحجامة فان الخروج فيها ضعيف فتتقوى الطبيعة على احراز الصالح كما ينبغي واذا كان الامر كذلك لا تنبعث للطبيعة داعية دفع لدم المنتقل الى هنا مع الروح الا اذا عملت فيه الحرارة الملتهبة من اجتماع الثلاث الحارات فينفسد بنضج يحصل له بعد بلوغ كمال صلاحه و تترك الطبيعة الضن به و يزيد اذا التاذى فتحب دفعه فتتحرى الفرجة فيجعل الدم يخرج على شاكلته فى الحجامة دون الفصد لان الانفتاح ههنا ايضا فى الجلد لا فى العرق فيكون خروجه بضعف لا بد فوق شدة غيران الفتة المتهيئ منه للخروج وهو الذى تحول مزاجه من الصلاح وعدل قوامه للخروج اذا خرج خرج احتى تتعاقب اجزاؤه ولا ينبغى لبعضه القعود خلف بعض حتى يحصل بين خروج ابعاضه طفرات و تخللات انقطاع لان المقتضى موجود والمانع مفقود فلا يزال يخرج حتى ينتهى ثم اذا كان الاذى باقيا بعد لا تزال الروح تتوجه اليه فيعقب الخارج دم اخر يصل الى تلك حتى يعرض له ما عرض لسالفه فيخرج كما خرج وهكذا فظهر ان كل خروج بعد انقطاع من دون منع انما ينشؤ من سبب جديد فيجب ان لا يجمع الا ما تلاحق شيئا فشيئا كما ذكرنا وهو المعنى ان شاء الله تعالى باتحاد المجلس لان المجلس نفسه معتبر حتى اذا بدأ الدم فانتقل الانسان من فوره لا يجمع ما خرج هنا مع ما خرج انفا وان بقى جالسا كما هو طول النهار و خرج دم اول الصبح وانقطع ثم خرج شيئ عند الغروب يجمع هذا مع الاول فان هذا بعيد من الفقه كل البعد و بالجملة علامة اتحاد السبب ههنا هو التلاحق واختلافه هو تخلل الانقطاع طبعا لا قسرا بخلاف القيئ فان الطبيعة تحتاج فيه الى دفع الثقيل الذى ميله الطبعى الى الاسفل على خلاف طبعه الى الجهة الاعلى فربما لا تقدر عليه الا مدرجا كما هو مرئى مشاهد فما دام الطبيعة فى الغثيان فهو سبب واحد وان تخلل الانقطاع فاذا سكنت ثم هاجت فهو سبب جديد هذا ما ظهر لفهمى القاصر فتأمل و تبصر فلعل بعضه يعرف و ينكر **الرابع** ف انما المنقول عن ائمة المذهب رضى الله تعالى عنهم فى النجس الخارج من غير السبيلين شرط السيلان ليس الا و فيه خلاف زفر و خلاف بينهم ان السيلان مع العلو او مع الانحدار كما سمعت كل ذلك على هذا كانت كلماتهم حتى جاء الامام ابو الحسين احمد بن محمد القدورى رحمه الله تعالى فزاد فى الكتاب قيد التجاوز الى موضع يلحقه حكم التطهير ثم تظافرت عامة الكتب على اتباعه متونا و شروحا و فتاوى قال فى المنية تفسير السيلان ان ينحدر عن راس الجرح واما اذا علا عن راس الجرح ولم ينحدر لا يكون سائلا و قال بعضهم اذا خرج و تجاوز الى موضع يلحقه حكم التطهير فهو سيلان يعنى اذا خرج الدم من راسه الى انفه او اذنه ان سال الى موضع يجب تطهيره عند الاغتسال نقض والا فلا ام

مسئلہ: تحقیق شریف ان التفصیل بالخروج الی ما یجب تطہیرہ للامام القدوری لا ما ینسب خلافہ للفتح والحلیۃ والبحر والتنویر والدر وغیرہا والعطایا و النبویۃ

RAZA ACADEMY
52, Donted Street, Khadak, Mumbai-400 009.
Tel. 66342156 Fax 66659236

https://www.facebook.com/darahlesunnat

قال المولی الحلبی فی شرح الحلیة هذا البعض هو الشیخ ابو الحسین القدوری ومن حذا حذوه اھ ثم ان کانت تشوا رد علیہ کما تفہم من نعدان المراد بحکم التطہیر ھو الوجوب ولو فی الغسل کما افصح عنہ فی المنیة وقال العلامة ابرھیم الحلبی فی شرحہا الغنیة (الی موضع یلحقہ حکم التطہیر) ای یجب تطہیرہ فی الجملة لو فی وضوء او الغسل وازالة النجاسة الحقیقیة اھ وقال الحدادی فی الجوھرة النیرة شرح مختصر القدوری قولہ یلحقہ حکم التطہیر یعنی یجب تطہیرہ فی الحدث او الجنابة حتی لو سال الدم الی ما لان من الانف نقض الوضوء اھ وقال الامام صدر الشریعة فی شرح الوقایة (سال الی ما یطہر) ای الی موضع یجب تطہیرہ فی الجملة اما فی الوضوء او فی الغسل اھ وقال سلطان الوزراء العلامة ابن کمال باشا فی الایضاح الاصلاح (سال الی ما یطہر) ای الی موضع یجب ان یطہر فی الوضوء او فی الغسل بالغسل او بالمسح اھ وقال العلامة اکمل الدین البابرتی فی العنایة شرح الہدایة قولہ یلحقہ التطہیر المراد ان یجب تطہیرہ فی الجملة کما فی الجنابة حتی لو سال الدم من الراس الی قصبة الانف انتقض الوضوء لان الاستنشاق فی الجنابة فرض اھ وقال الامام فخر الدین الزیلعی فی تبیین الحقائق غیر السبیلین اذا خرج منہا شیئ ووصل الی موضع یجب تطہیرہ فی الجنابة ونحوہ ینقض الوضوء اھ وقال الامام السید جلال الدین الکرلانی فی الکفایة اذا کان فی عینہ قرحة ووصل الدم منہا الی جانب الاخر من عینہ لا ینقض الوضوء لانہ لم یصل الی موضع یجب غسلہ اھ وقال السید برھان الدین ابرھیم بن ابی بکر بن محمد بن الحسین الاخلاطی الحسینی فی جواھرہ خروج الدم الی وسط الاذن حیث یجب ایصال الماء الیہ فی الاغتسال ناقض الوضوء اھ وقال العلامة عبد العلی البرجندی فی شرح النقایة قولہ الی ما یطہر ای الی موضع یجب تطہیرہ فی الغسل اھ وقال الامام شیخ الاسلام بکر خواھرزادہ فی مبسوطہ علی ما نقل عنہ فی الفتح والبحر وغیرہما تورم راس الجرح فظہر بہ قیح ونحوہ لا ینقض ما لم یجاوز الورم لانہ لا یجب غسل موضع الورم فلم یتجاوز الی موضع یلحقہ حکم التطہیر اھ وقال المولی حسام الدین السغناقی فی النہایة اول شروح الہدایة علی ما نقل عنہ فی الحلیة فی شرح قولہ الی موضع یلحقہ حکم التطہیر المراد ان یجب تطہیرہ فی الجملة کما فی الجنابة اھ وھذا ھو المستفاد من معراج الدرایة شرح الہدایة ومن الملتقط ومن الدرر ومن غیرہا وستردہ علیک نقولہا ان شاء اللہ تعالی وبہ جزم العلامة عمر بن نجیم فی النہر الفائق وقال العلامة السید ابو السعود الازہری فی فتح اللہ المعین نقلا عن ابیہ السید علی الحسینی ان المراد بحکم التطہیر وجوبہ فی الوضوء والغسل ولو بالمسح اھ فہذا ما ارتکز فی اذہان العامة جیلا فجیلا وغیر ان المحقق علی الاطلاق الامام الہمام کمال الدین

https://www.facebook.com/darahlesunnat

محمد بن الهمام زاد الندب ايضا حيث يقول لو خرج من جرح فی العین دم فسال الی الجانب الاٰخر منها لا ینتقض لانه لا یلحقه حکم هو وجوب التطهیر او ندبه بخلاف ما لو نزل من الراس الی ما لان من الانف لانه یجب غسله فی الجنابة ومن النجاسة فینتقض اھ وتبعه تلمیذه المحقق فی الحلیة قائلا بعد نقله ما یاتی عن الاتقانی فعلی هذا المراد ان یتجاوز الی موضع یجب طهارته او تندب کما اشرنا الیه انفا اھ قلت والاشارة فی قوله الی موضع یلحقه حکم التطہیر ای مشروع فی حقه الحکم الذی هو التطہیر اھ فان المشروع یعم المندوب اقول وربما یتخرج هذا التعمیم من النهایة ایضا فانه مع تصریحه بان المراد الوجوب کما تقدم مفرع علیه بقوله حتی لو سال الدم الی قصبة الانف انتقض الوضوء لان الاستنشاق فی الجنابة فرض وفی الوضوء سنة وکذلک فی المبسوط اھ فان الاستنان لو لم یکف لکان ذکره عبثا الا ان یقال المراد انه وان لم یکن فی الوضوء الا سنة لکنه فی الغسل فرض فتحقق التجاوز الی ما یجب تطهیره فی الجملة فتکون زیادة هذه الجملة تحقیقا لقوله فی ما سبق فی الجملة وهذا هو الذی یتعین حمل کلامه علیه کیلا یخالف اٰخره اوله اقول وکذلک ظاهر کلام المحقق حیث اطلق تجاذب فی الاول والاٰخر فانه عمم الندب ثم ذکر النزول الی ما لان وعلله بوجوب غسله فی الغسل ومعلوم ان المفهوم معتبر فی کلمات العلماء ولو کان الحکم عنده کذلک فی النزول الی ما اشتد کان الظاهر ان یذکره ویعلله بندب غسله فی الغسل والوضوء کی یکون مثالا لما زاد من الندب ولا یوهم خلاف المرام لکنه رحمه اللّٰه تعالٰی لم یزد امر اتباع العامة فانهم انما صوروا المسألة هکذا کما ستعرفه ان شاء اللّٰه تعالٰی ثم لم ار من تبعه بعد غیر تلمیذه حتی اتی المحقق البحر فشید ارکانه فی بحره قائلا لما فسرنا الحکم بالاعم من الواجب والمندوب بان ما اشتد من الانف لا تجب طهارته اصلا بل تندب لما ان المبالغة فی الاستنشاق لغیر الصائم مسنونة وقد صرح فی معراج الدرایة وغیره بانه اذا نزل الدم الی قصبة الانف نقض وفی البدائع اذا نزل الدم الی صماخ الاذن یکون حدثا وفی الظهیریة صماخ الاذن بمنزلتها ولیس ذلک الا لکونه یندب تطهیره فی الغسل ونحوه فقول بعضهم المراد ان یصل الی موضع تجب طهارته محمول علی ان المراد بالوجوب الثبوت وقول الحدادی اذا نزل الدم الی قصبة الانف لا ینتقض محمول علی انه لم یصل الی ما یسن ایصال الماء الیه فی الاستنشاق توفیقا بین العبارات وقول من قال اذا نزل الدم الی ما لان من الانف نقض لا یقتضی عدم النقض اذا وصل الی ما اشتد منه الا بالمفهوم والصریح بخلافه وقد اوضحه فی غایة البیان والعنایة والمراد بالوصول المذکور سیلانه اھ اقول تاویله کلام الحدادی فی السراج الوهاج کانه یرید به ان الی فی کلامه لاخراج الغایة ای نزل الدم من الراس وانتهی الی مبدء ما اشتد من الانف من دون ان ینزل منه شیئ فیه وهذا کان محتملا لولا ان الحدادی صرح فی مختصر سراجه ان المراد بالحکم الوجوب

ف: تطفل علی الفتح

ف: تطفل علی البحر

وفرّع عليه تقييد الانتقاض بالنزول الى مالان كما تقدم وسيأتی عنهما ما هو انص واجلی وتبعه اخوه تلميذه العلامة
عمر فی النهر الفائق بقوله وهذا وهم وانی ليستدل بما فی المعراج وقد علل المسألة بما يمنع هذا الاستخراج فقال ما لفظه
لو نزل الدم الى قصبة الانف انتقض بخلاف البول اذا نزل الى قصبة الذكر ولم يظهر فانه لم يصل الى موضع يلحقه
حكم التطهير وفی الانف وصل فان الاستنشاق فی الجنابة فرض كذا فی المبسوط اھ وقد افصح هذا التعليل عن كون المراد
بالقصبة مالان منها لانه الذی يجب غسله فی الجنابة وكذا قال الشارح (ای شارح الكنز يريد الامام الزيلعی) لو
نزل الدم من الانف انتقض وضوؤه اذا وصل الى مالان منه لانه يجب تطهيره وحمل الوجوب فی كلامه على الثبوت
من الاداء اليه وعلى هذا فيجب ان يراد بالصماخ الخرق الذی يجب ايصال الماء اليه فی الجنابة وبهذا ظهرت كلامهم
متناولتلك الزيادة اھ كلام النهر اقول فـ۱ لكن هو بابداء التوفيق بين كلماتهم داعيا اليه ان امكن فـ۲ فی كلام المعراج
ان لم يثبت الزيادة فلا ينفيها فـ۳ وكلام الشارح انما ينافی بلحاظ مفهوم المخالفة وقد اجاب عنه البحر بان المفهوم
لا يعارض الصريح فيجب عنده ان يراد ان المفهوم غير مراد كی لا تتعارض كلمات الاسياد نعم فی الاستناد بالمعراج
منع ظاهر فان ظاهر قوله نزل الى قصبة الانف وان كان مفيد التعميم ما اشتد ومالان فان بالنزول
الى ما اشتد يتحقق النزول الى القصبة قطعا وان لم يصل الى المارن لكن يكدره تعليله اخرا بافتراض الاستنشاق
كما ذكره فی النهر اقول فـ۴ لاسيما وقد ترك على ما نقل فی النهر من كلام المبسوط لفظة وفی الوضوء سنة عما
تقدم نقله عن الحلية عن النهاية عن المبسوط فلو كان مراده العموم لما ترك ما يفيده واقتصر على ما لا
يعطيه وانتصر العلامة الشامی للبحر الرائق فی منحة الخالق فقال يتعين ان يحمل قول المعراج فان الاستنشاق فی الجنابة فرض
على معنى ان اصل الاستنشاق فرض وان يبقى اول كلامه على ظاهره من غير تلازم اقول فـ۵ كيف يخالف بين محمليها مع ان اخره على
اوله دليل (قال) لما سيأتی قريبا عن غاية البيان ان النقض بالوصول الى قصبة الانف قول اصحابنا وان
اشتراط الوصول الى مالان منه قول زفر الخ اقول فـ۶ هذا كان له محل لو ان المعراج كان هو المتفرد
بهذا فكان يجب رد كلامه الى وفاق الجمهور مهما امكن لكن عامة الكتب مصرحة ههنا بتقييد النقض بما
لان كما ستسمعه ان شاء الله تعالى فجعلهم جميعا غافلين عما حكى الاتقانی فی غاية البيان فی غاية البعد
غاية الامر ان يحمل على اختلاف الروايات فانی يجب رد ما فی المعراج الى ما فی الغاية ثم فـ۷ على هذا ايضا انما كان
السبيل ان يحمل كلامه اولا واخرا على بيان ما اذا نزل الى مالان والسكوت عما نزل الى ما اشتد كما اختاره
البحر لا ان يجعل اخر كلامه مخالفا لاوله مع كونهما مطلبا ودليلا (قال) وان قول من قال اذا وصل

فـ۱ تطفل على النهر

فـ۲ تطفل اٰخر عليه

فـ۳ تطفل ثالث عليه

فـ۴ تطفل اٰخر على البحر بتأييد كلام النهر

العلم الطراز

فـ۵ معروضة على العلامة الشامی

فـ۶ معروضة اخرى على العلامة ش

فـ۷ معروضة ثالثة عليه

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الى مالان لبيان الاتفاق وكانّ صاحب النهر لم يطلع على ذلك حتى قال ما قال اھ **اقول** هذا انما يتمشى فى عبارة الهداية وفيها كلام الاتقانى دون سائر العبارات المتظافرة الأخرى بعضها بتعسف شديد هذا ولنأت على ما ذكر الاتقانى فاعلم ان الامام برهان الدين قال فى الهداية فى صدر الفصل المعانى الناقضة للوضوء كل ما يخرج من السبيلين والدم والقيح اذا خرجا من البدن فتجاوز الى موضع يلحقه حكم التطهير ثم ذكر مسائل القئ الى ان ذكر فى الدم ثم قال ولو نزل من الرأس الى ما لان من الانف نقض بالاتفاق لوصوله الى موضع يلحقه حكم التطهير فيتحقق الخروج اھ قال العلامة الاتقانى قوله الى مالان من الانف اى الى المارن وما بمعنى الذى فان قلت لم قيد بهذا القيد مع ان الرواية مسطورة فى كتب اصحابنا ان الدم اذا نزل الى قصبة الانف ينقض الوضوء ولا حاجة الى ان ينزل الى مالان من الانف فاى فائدة فى هذا القيد اذن سوى التكرار بلا فائدة لان هذا الحكم قد علم فى اول الفصل من قوله والدم والقيح اذا خرجا من البدن فتجاوزا الى موضع يلحقه حكم التطهير قلت بيان لاتفاق اصحابنا جميعا لان عند زفر لا ينتقض الوضوء ما لم ينزل الدم الى مالان من الانف لعدم الظهور قبل ذلك اھ قال فى المنحة بعد نقله وهو شاهد قوى على ما قاله (اى صاحب البحر) فلا تغتر بتزييف صاحب النهر والله تعالى ولى التوفيق اھ وذكر مثل كلامه الذى نقلناه ههنا مع تقليل زيادة فى رسالته الفوائد المخصصة واورد خلاصته فى رد المحتار وختمه بقوله فهذا صريح فى ان المراد بالقصبة ما اشتد فاغتنم هذا التحرير المفرد اھ **اقول** نعم[ف۱] هو صريح فى ان المراد فى تلك الرواية ما اشتد اما عبارة المعراج التى فيها كلام البحر والنهر فلا مساغ فيها للحمل على ما اشتد للزوم الاختلاف بين الدليل والمدعى كما علمت فالحق ان استناد البحر بها ليس فى محله **ثم اقول** ان كان[ف۲] مراد الهداية بالحكم الوجوب كما هو المتبادر من كلامه فانه انما جعله اصلا الى ما يلحقه حكم التطهير بعد نزوله الى مالان فمعلوم ان المارن داخل من وجه وخارج من وجه يلحقه حكم التطهير فى الغسل ولا يلحقه فى الوضوء فالتنصيص على مثل هذا لا يعد عبثا ولا تكرارا فيسقط سؤال الغاية من راسه وعلى هذا[ف۳] فالعجب من العلامة صاحب العناية رحمه الله تعالى حيث صرح ان المراد بالحكم الوجوب ثم تبع الغاية فى ايراد هذا السؤال والجواب وزاد ان قوله (اى قول الهداية) لوصوله الى موضع يلحقه حكم التطهير يعنى بالاتفاق لعدم الظهور قبل ذلك عند زفر اھ واعترضه العلامة سعدى افندى فى حاشيته عليها قائلا فيه بحث اھ ولم يبين وجهه **اقول** وجه[ف۴] التقرير على هذا التقدير ان ائمتنا الثلثة رضى الله تعالى عنهم يعتبرون السيلان الى ما يلحقه حكم التطهير ولو ندبا وزفر ان اجتزأ بمجرد الظهور لكن يجب عنده الوصول الى ما هو ظاهر البدن اذ لا ظهور قبل ذلك فما دام الدم فى ما اشتد من الانف

ف۱: معروضة رابعة عليه
ف۲: معروضة خامسة عليه
العلم الطراز
ف۳: تطفل على العلامة الاتقانى
ف۴: تطفل على النهر
ف۵: تطفل على العلامة سعدى آفندى

سائلا فيه غير واصل الى مالان يتحقق الناقض عند الائمة لندب غسله في الغسل والوضوء لا عند الامام زفر لان
ما اشتد ليس من ظاهر البدن عند احد فلا يتحقق الظهور اما اذا تجاوز حتى وصل الى الحرف الاول مما لان فقد تحقق الناقض
على القولين اما على قول الائمة فظاهر واما على قول زفر فلظهوره على ظاهر البدن فيتحقق الخروج فقوله لوصوله الخ يعني
بالاتفاق فان مراد زفر بالوصول مجرد الظهور وبما يلحقه حكم التطهير ظاهر البدن ومراد الائمة بالوصول السيلان
وبما يلحقه التطهير ما شرع تطهيره ولو ندبا فاذا وصل الى هنا حصل الوصول بالمعنيين الى ما يطهر على القولين
وهذا تقرير صاف واف لا بحث فيه ولا غبار عليه بقي الفحص عن الرواية **اقول** لا تمترى ان صاحب الغاية ثقة
الى الغاية وقد اعتمد كلامه في العناية وجزم به في الحلية حتى حكم باعتماده على صاحب المنية وعلى من هو اجل
واكبر اعني الامام برهان الدين محمود صاحب الذخيرة انهما مشيا ههنا على قول زفر لكن الذي رأيته فيما
بيدي من الكتب هو المشي على التقييد والحكم عليهم جميعا انهم اغفلوا المذهب ومشوا على قول زفر في غاية الاشكال
وقد اسمعناك نصوص المنية والجوهرة والتبيين ومعراج الدراية بل والفتح والعناية والنهاية في الجوهرة
ايضا لو سال الدم الى مالان من الانف والانف مسدودة نقض اه وفيها ايضا احترز بقوله حكم التطهير عن
داخل العين وباطن الجرح وقصبة الانف اه وفي خزانة المفتين للامام السمعاني رامزا على ما في نسختي خ
الخلاصة اذا ادخل اصبعه في انفه فدميت اصبعه ان نزل الدم من قصبة الانف نقض وان كان من داخل
الانف لا اه وفيها رامزا ن للنوازل الرعاف اذا نزل الى مالان من الانف نقض اه وفي جامع الرموز اذا نزل الدم
الى الانف فسد مالان منه حتى لا ينزل فانه لا ينقض اه وقال الامام الاجل محمود في الذخيرة على ما نقل عنها في الحلية
وعن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه انه ادخل اصبعه في انفه فلما اخرجه رأى على انملته دما فمسحه ثم قام فصلى
وتاويله عندنا اذا بالغ حتى جاوز مالان من انفه الى ما صلب وكان الدم فيما صلب من انفه وكان قليلا
بحيث لو تركه لا ينزل الى موضع اللين فمثله ليس بناقض اه وكذلك صرح به الامام الشهيد ناصر الدين محمد بن يوسف
الحسيني في الملتقط قال في الهندية لو نزل الدم من الرأس الى موضع يلحقه حكم التطهير من الانف والاذنين نقض الوضوء
كذا في المحيط والموضع الذي يلحقه حكم التطهير من الانف مالان منه كذا في الملتقط اه وقال الامام الاجل فقيه النفس
في الخانية لو نزل الدم من الرأس الى مالان من الانف ولم يظهر على الارنبة نقض الوضوء اه وقال البرجندي مستشكلا
عبارة النقاية سال الى ما يطهر ما نصه يخدشه انه اذا خرج الدم من اقصى الانف وسال حتى بلغ مالان منه ولم
يسل عليه ينبغي على هذا ان يكون ناقضا لانه خرج الى ما يطهر وسال وليس كذلك الا ان يقال المراد من الجنس

https://www.facebook.com/darahlesunnat

النجس بالفعل ومثل هذا الدم ليس بنجس بالفعل او يقال المراد انه سال بعد الخروج الى ما يطهر على ما هو المتبادر من العبارة اھ وقال العلامة مولى خسرو فی الدرر قوله الی ما يطهر احتراز عما اذا سال الدم الی ما فوق مارن الانف بخلاف ما اذا سال الی المارن لان الاستنشاق فی الجنابة فرض اھ **اقول** والعجب من العلامة الجليل الفاضل حسن بن عمار الشرنبلالی حيث حاول فی غنيته تحويل هذا التصريح الی ما اختاره تبعا للفتح والبحر من ان الحكم يعم السنة حيث قال فی مراقيه السيلان فی غير السبيلين بتجاوز النجاسة الی محل يطلب تطهيره ولو ندبا فلا ينقض دم سال داخل العين بخلاف ما صلب من الانف اھ فقال رحمه الله تعالی قوله عما اذا سال الدم الی ما فوق مارن الانف يعنی قصبة الانف قرب من الارنبة فان غسله مسنون فينتقض الوضوء بسيلان الدم فيه اھ وانت تعلم ان هذا تبديل لا تاويل وبالجملة عامة الكتب علی ما تری نعم فی الخلاصة ان رعف فنزل الدم الی قصبة الانف نقض وضوءه اھ وفی البزازية نزول الرعاف الی قصبة الانف ناقض اھ وظاهره كما قدمنا يعم ما صلب لكن البزازية كانها خلاصة الخلاصة كما يظهر علی من طالعهما واذا كان فی الخلاصة ما نقل عنه فی خزانة المفتين علی ما فی نسختی ظهر مراده هالكن لم اجده فی نسختی الخلاصة وقد وجدت نسخها مختلفات بنقص وزيادة قليلا وتقديم وتاخير كثيرا فالله تعالی اعلم **ولعلك** تقول ما الذی تحصل من تلك النقول والام آل الامر فی اختلاف البحر والنهر وهل ثمه ما يكشف الغمة **اقول** كان باب التوفيق مفتوحا كما اشرنا الی بعضه لولا ان مع البحر رواية الاتقانی مع تبعية العناية وجزم الحلية وهو مفسر لا يقبل التاويل ويقرب منه نص الفتح بتعميم الندب ومع النهر ما اسلفنا من كثرة النصوص فی كلتا المسألتين القصر علی الوجوب والتقييد بالمارن وفيها سبعة نصوص مفسرات ابيات عن التاويل كلام الذخيرة والملتقط والخزانة عن الخلاصة وثالث عبارات الجوهرة والبرجندی والبحر وجامع الرموز والدرر فلا امكان للتطبيق والحمل علی اختلاف الرواية ايسر من نسبة احد الفريقين الی الخطاء والغلط والغفلة والشطط فالذی ظهر عندی ان ههنا عن ائمتنا الثلثة رضی الله تعالی عنهم روايتين رواية النقض بالسيلان فی ما صلب وان لم يصل الی ما لان وهی التی عرفناها باعتماد اتقان الاتقانی وعليها يجب تعميم الحكم الندب وهو الذی اختاره فی الفتح والحلية والبحر والمراقی وتبعهم الطحطاوی ورد المحتار والاخری عدم النقض الا بالسيلان فيما لان وهی الرواية الشهيرة الشائعة فی الكتب الكثيرة وعليها يقتصر الحكم علی الوجوب ولا يبقی داع اصلا الی تعميم الندب وهو الذی مشی عليه الاكثرون فاذن الثانی اكثر واشهر واظهر وايسر غير ان مراعاة الاول احوط كما قال السيد الطحطاوی فی حاشية الدر بعد نقل كلامی البحر والنهر اقول ما فی البحر احوط فتامل اھ وصورة السيلان فيما اشتد

تطفل علی العلامة الشرنبلالی

للعلم الطراز

مع عدم التعرف الی المابین نادرة لا علینا ان نعمل فیها بالاحوط فلذا اجنحت الیه جنوحاما تبعا لهؤلاء المحققین الجلة العظام **اقول** وبالله التوفیق والثانی وان ظهر وجهه فان الخروج الی ظاهر البدن شرط بالاتفاق قال صدر الشریعۃ المعتبر الخروج الی ماھو ظاهر شرعا اھ وما مر عن کلا نقد داخل فی الداخل خارج عن الخارج بالاتفاق ولذا لم یجب تطهیرہ فی الغسل ایضا فالاول ایضا له وجه وذلك انا لما رأینا الشرع ندب الی غسله فی الغسل والوضوء علمنا ان له وجها الی الظاهر والا لم یند ب غسله کسائر الداخلات فاذا وجد السیلان فیه اوجبنا الوضوء للاحتیاط نظرا الی ذلك الوجه هذا ماظهر لی والله تعالی اعلم وبالجملة انا العبد الضعیف اجدنی امیل الی القول الثانی من حیث الدرایة وشهرة الروایة معالکن لاجل الاحتیاط وتلك الروایة المائلة القائلة الی ان الوجوب ثمه باتفاق ائمتنا الثلثة رضی الله تعالی عنهم احببت میلا ما الی الاول وعلی توفیق الله المعول.

ثم **اقول** ظهر لی الان بتوفیق المنان علی تعمیم الحکم للندب نقضان **احدهما** تظافر نصوص المذهب ف۱ ان نزول شیئ الی الفرج الداخل لاینقض طهرا قط مالم یجاوزہ الی الفرج الخارج مع ان الفرج الداخل قد لحقه ف۳ حکم التطهیر ندبا وذلك حدیث ام المؤمنین الصدیقة رضی الله تعالی عنها فی الصحیحین وغیرهما ان امرأة من الانصار سألت النبی صلی الله تعالی علیه وسلم عن غسلها من المحیض فامرها صلی الله تعالی علیه وسلم کیف تغتسل ثم قال خذی فرصة من مسك فتطهری بها وھو بفتح المیم ای من دم وروی علی روایة الکسر وفی روایات فرصة ممسکة ای خرقة خلقة قد امسکت کثیرا قال الامام التوربشتی هذا القول امتن واحسن واشبه بصورة الحال ولو کان المعنی علی انها مطیبة لقال فتطیبی ولانه صلی الله تعالی علیه وسلم امرها بذلك لازالة الدم عند التطهیر ولوکان لازالة الرائحة لامرها بعد ازالة الدم وتمامه فی المرقاة لمولٰنا علی القاری قالت کیف اتطهر بها فقال صلی الله تعالی علیه وسلم تطهری بها قالت کیف اتطهر بها فقال صلی الله تعالی علیه وسلم سبحٰن الله تطهری بها قالت ام المؤمنین فاجتذبتها الی فقلت تتبعی بها اثر الدم اھ ای اجعلیها فی الفرج وحیث اصابه الدم للتنظیف فقد امر صلی الله تعالی علیه وسلم المرأة تغتسل من حیضها ان تطهر داخل فرجها وتزیل عنه الدم بفرصة ومعلوم ان حکم التطهیر یعم التطهیر من النجاسة الحقیقیة کالحکمیة وقدم التنصیص به فی قول الفتح فیما لان من الانف انه یجب غسله فی الجنابة ومن النجاسة فینتقض اھ وفی الغنیة اوفی ازالة النجاسة الحقیقیة اھ وفی البحر مرادهم ان یتجاوز الی موضع تجب طهارته او تندب من بدن وثوب ومکان اھ ولا شك ان مسح الدم من باطن الفرج بفرصة لیس الا لازالة النجاسة الحقیقیة ولذا عبر صلی الله تعالی علیه وسلم عنه بالتطهیر فحکم التطهیر لایختص بالماء

على انا لما علمنا ان نظر الشارع ههنا الى ازالة اثر الدم من الباطن فلا شك ان الماء ابلغ فيه لاسيما بعد المسح بالخرقة كما عرف فى الاستنجاء بالماء بعد المسح بالحجر ولذا اتت الرواية عن محرر المذهب محمد رحمه الله تعالى فى اغتسال المرأة انها ان لم تدخل اصبعها فى فرجها فليس بتنظيف كما فى رد المحتار عن التاترخانية وفهم منه الامام بالوجوب فجعل المختار خلافه قال الشامى وهو بعيد اه **قلت** فانه ان اراد الوجوب قال ليس بطهارة ولم يقله وانما قال ليس بتنظيف وما فى الحد وغيره لا تدخل اصبعها فى قبلها به يفتى فمراده نفى الوجوب كما فى رد المحتار عن السيد الحلبى عن العلامة الشرنبلالى لاجرم ان قال فى الفتح تغسل فرجها الخارج لانه كالفم ولا يجب ادخالها الاصبع فى قبلها وبه يفتى اه ونفى الوجوب لا ينفى الندب **والاخر** وهو الاقوى والاظهر **اقول** اجمعنا ان خروج شئ الى الشرج لا ينقض طهر اما لم يبرز وقد لحقه حكم التطهير ندبا فان السنة للمستنجى ان يجلس افرج ما يكون ويرخى كى يطهر فيطهر ما يبقى كامنا لولا الانفراج والارخاء قال فى الحلية اذا كان الاستنجاء بالماء من الغائط فليجلس كافرج ما يكون مع ضبط نفسه كل الارخاء ليظهر ما بداخله من النجاسة فيزيله وان كان صائما ترك تكلف الارخاء وقد بين المقدمتين معا فى الدر المختار باوجز لفظ حيث قال فى اخر فصل الاستنجاء استنجى المتوضئ ان على وجه السنة بان ارخى انتقض والا لا اه فافاد بالجملة الاولى ان غسل داخل الدبر سنة وبالاخيرة ان النزول اليه غير ناقض مالم يبرز ولا اعلم فى هاتين خلافا لاحد من علمائنا فاستقر بحمد الله تعالى عرش التحقيق على ما عان عليه الاكثرون عما هو القاعدة المقررة ان الصواب مع الاكثر وقد تبين لك مما تقرر **فوائد** (۱) مرادهم بحكم التطهير هو الوجوب وكلامهم مناف لزيادة الندب كما افاد فى الفتح لما قال بل لما افاض عليه المهيمن المتعال (۲) لا يشترط فى النقض بما من غير السبيلين الا الخروج بالسيلان على ظاهر البدن ولو بالقوة فلا يستثنى من الظاهر حسا الا داخل العين[۱] لانه ليس من الظاهر شرعا اصلا ودخل المارن خرجت القصبة وتسيا تلك بعض ما يتعلق بهذه الفائدة فى التنبيه الخامس ان شاء الله تعالى وبقيد القوة دخل ما اذا افتصد فطار الدم

---

[۱] واليه يشير كلام الفاضل يوسف چلپى تلميذ العلامة مولى خسرو فى ذخيرة العقبى حيث قال الخروج الى ما يطهر هو الانتقال من الباطن الى ما يجب تطهيره وان لم يصل اليه ولم يتلوث هو به والمقصود من اعتبار قيد الى ما يطهر الاحتراز عن الخروج الى ما يعد من ظاهر البدن حسا ولا يعد منه شرعا لحكمة شرعية كداخل العين لانه لا يجب تطهيره فالذى يخرج من بدن الانسان الى باطن العلقة والقراد خارج الى ما يجب تطهيره بمعنى انه لم يبق فى باطنه الحقيقى الذى هو تحت الجلد وباطنه الشرعى الذى هو داخل العين اه فالكاف فى قوله او لا كداخل العين ف للاستقصاء بدليل اخر كلامه وفيه من الفوائد ان المراد بالحكم الوجوب ۱۲ منه

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ولم يتلوث راس الجرح وما اذا ترّب او اخذ بخرق او مص علق او قراد كبير من دمه ما لو خرج لسال ولم يبق حاجة الى زيادة المثال فيما يطهر كما فعل فى الغنية والبحر لادخال صورة القصيد فورد عليه ما لو سال الى نهر او وقع على عذرة او جلد خنزير الى غير ذلك وسقطت المنازعات التى كانت مستمرة من زمن الامام صدر الشريعة الى عهد السيد الشامى فى قولهم سال الى ما يطهر وصارت العبارة الحسنة الصافية الوافية بحمد الله تعالى ما **اقول** ناقضة من غير السبيلين كل نجس خرج منه وفيه قوة سيلانه على ما هو ظاهر البدن شرعا (٣) ليس فى النقول الى ما صلب لنقض رواية واحدة كما اوهم الاتقانى وتبعه من تبعه ولا عدم النقض رواية واحدة كما زعم البحر بل هما روايتان والثانى اشهر واظهر (٤) لم تمش المنية ولا الذخيرة على قول نفر كما زعم المحقق فى الحلية بل مشيا على الرواية الشهيرة (٥) لا داعى لحمل الوجوب على الثبوت كما ارتكب البحر بل هو المراد على اشهر الروايات (٦) لا معنى لحمل القصبة فى كلام المعراج على ما صلب كما فهم فى البحر وجزم به فى منحة الخالق ورد المحتار بل مراده ما لان كما افاد فى النهر (٧) وقع الخلط بين القولين والمشى على روايتين مختلفتين فى العناية وشئ منه فى الفتح اما النهاية فاجبنا عنها جوابا نفيسا (٨) لا وجه لحمل كلام الحدادى على ما قال فى البحر بل هو ماش على الرواية الشهيرة كما افصح عنه فى الجوهرة النيرة (٩) نفى النقض فيما صلب ليس بحجة المفهوم كما فهم البحر بل عليه صرائح نصوص لا مرد لها (١٠) لا يجب حمل كلام الهداية على ما ذكر الاتقانى والعناية بل له محمل صحيح على الرواية الشهيرة ايضا من دون لزوم العبث والتكرار ذلك من فضل الله علينا والحمد لله العزيز الغفار **الخامس** سبق الى خاطر بعض المتأخرين من الشراح والمحشين ان المراد بما يلحقه حكم التطهير ما يؤمر المكلف بايقاع تطهيره بالفعل **قلت** اى على فرض وقوع حدث او اصابة خبث اذ لولاه لما انتقض قصد المتوضئ لعدم خروجه الى ما كان مامورا بتطهيره بالفعل فان جعل مامورا به بهذا القصد كان دورا كما لا يخفى وتفرع عليه انه ان تورم موضع من بدنه فلم يكف مثلا وكان يضره اصابة الماء فانفجر من اعلاه وسال على الورم لا ينقض ما لم يتجاوز موضع الورم لانه لا يؤمر بايقاع تطهيره بالفعل لمكان الضرر فى فتح الله المعين عن حاشية العلامة نوح افندى قال بعض الفضلاء فى شرح الوقاية يعنى ابن ملك يفهم من قوله سال الى ما يطهر انه اذا كان له جراحة منبسطة بحيث يضره غسلها فان خرج الدم وسال على الجراحة ولم يتجاوز الى موضع يجب غسله لا ينقض الوضوء كذا فى المشكلات اه واليه يشير كلام ابيه السيد على حيث قال السيد الازهرى المراد بحكم التطهير وجوبه فى الوضوء والغسل ولو بالمسح ليعم ما اذا كانت الجراحة منبسطة بحيث يضر غسلها

مسئلہ

تطفل على الغنية والبحر

العلوم الطہارۃ

تطفل على الاتقانى

تطفل على الحلية

تطفل على البحر

تحقیق شریف

فان خرج الدم وسال على الجراحة ولم يتجاوزها الى موضع يجب غسله فانه ينقض لانه سال الى موضع يلحقه حكم التطهير بالمسح عليه للعذر كذا بخط شيخنا وانظر حكم ما لو ضره المسح ايضا اھ ثم نقل عن العلامة نوح افندی عادا ما مر عن المشكلات بما سياتى ان شاء الله تعالى ثم قال وكلام القهستانى يشير الى ما فى المشكلات ونصه نزل الدم من الانف فسد ما لان منه ولم ينزل منه شیئ او تقدم راس الجرح فظهر به قيح او نحوه ولم يتجاوز الورم لم ينقض الخ اقول اولا ان كان فى هذا الكلام اشارة الى ذلك فاسناده للقهستانى من ابعاد النجعة فان الفرع مذكور فى البحر والفتح والمبسوط وغيرها من جلائل المعتمدات وقد قدمنا كلام الفتح في مبسوط شيخ الاسلام تورم راس الجرح فظهر به قيح ونحوه لا ينتقض ما لم يجاوز الورم الخ وثانيا لا اشارة فانهم انما فرضوا تورم راس الجرح فالتجاوز عنه يكون بالانفصال وهو شرط النقض على الصحيح المفتى به وليس فی كلامهم ذكر دمل بسيط وسيع ينفجر راسه فيسيل على سطحه ولا يجاوزه الى الموضع الصحيح نعم انا اسعف بذكر ما وقفت عليه من كلام من يذهب او يميل اليه ثم اذكر ما يفتح المولى سبحنه من الحق قال الامام الحلبى فى الحلية اذا انحدر الخارج عن راس الجرح لكنه لم يجاوز المحل المتورم وانما انحدر الى بعض ذلك المحل فانما لا ينتقض اذا كان يضره غسل ذلك الموضع ومسحه ايضا اما اذا كان لا يضره احدهما فينبغى انه ينتقض لانه يلحقه حكم التطهير اذ المسح تطهير لم شرع كالغسل فليتنبه لذلك اه وفى الفوائد المخصوصة للعلامة الشامی عن المقاصد المخصوصة فى بيان كى الحمصة للسيد ى عبد الغنى انه قال بعد نقله حد السيلان وما فيه من الخلاف فالمفهوم من هذه العبارات ان الدم والقيح والصديد اذا علا على الجرح ولم يسل عنه الى موضع صحيح من البدن لا ينتقض الوضوء سواء كان الجرح كبيرا او صغيرا (ثم قال بعد كلام) ويؤيد هذا ما فى خزانة الروايات فى الجراحة البسيطة اذا خرج الدم من جانب وتجاوز الى جانب اخر لكن لم يصل الى موضع صحيح فانه لا ينتقض الوضوء لانه لم يصل الى موضع يلحقه حكم التطهير اه وفى الاركان الاربعة للمولى ملك العلماء بحر العلوم عبد العلى اللكنوى اذا خرج القيح من راس الجرح ولم يتجاوز ورم الجرح لا ينتقض الطهارة ولا يكون نجسا اه وفى رد المحتار عن السراج عن الينابيع الدم السائل على الجراحة اذا لم يتجاوز قال بعضهم هو طاهر حتى لو صلى رجل بجنبه واصابه منه اكثر من قدر الدرهم جازت صلاته وبهذا اخذ الكرخى وهو الاظهر وقال بعضهم هو نجس وهو قول محمد اه قال الشامی ومقتضاه انه غير ناقض لانه بقی طاهرا بعد الاصابة وان المعتبر خروجه الى محل يلحقه حكم التطهير من بدن صاحبه فليتامل اه وانا اقول وبالله التوفيق ويه

ف ١: تطفل على السيد ابی السعود

ف ٢: تطفل اخر عليه

ف ٣: مسئلہ

[illegible] ورم [illegible] وضو [illegible] غسل [illegible] بالاتفاق ناقض وضو ہے [illegible]

وبه استهدى سواء الطريق ههنا مسئلتان مسئلة الورم الغير المنفجر الامن اعلاه كما وصفنا ومسئلة البثرة
اعنى تفرق الاتصال كما يحصل بالسلاح والانفجار وقد خلطهما السيد ابو السعود كما رأيت وسيظهر الفرق بعون
ربي لبيتهما الاولى فهي غاية الاشكال ولا تحضرني الآن مصرحة كذلك الامن الحلية والاركان الاربعة وكذا ما
تبتنى عليه من الاجوبة وما يكلف بايقاع تطهيره بالفعل وهذا ربما يشم من غيرهما ايضا كابن ملك وخزانة الروايات
عند المسئلة فاقول اولا لا يذهبن عنك ان المعنى المؤثر عندنا في الحدث هو خروج النجس من باطن البدن
الى ظاهره لا يشتغل معه الى شيء آخر غير ان الخروج لا يتحقق في غير السبيلين الا بالانتقال لان تحت كل جلدة
رطوبة وما دام في مكانه لا يعطى له حكم النجاسة قال الامام برهان الملة والدين في الهداية خروج النجاسة
مؤثر في زوال الطهارة غير ان الخروج انما يتحقق بالسيلان الى موضع يلحقه حكم التطهير لان بزوال القشرة تظهر
النجاسة في محلها فتكون بادية لا خارجة بخلاف السبيلين لان ذلك الموضع ليس بموضع النجاسة فيستدل
بالظهور على الانتقال والخروج اھ ومثله في المستخلص نقلا عنها وقال الامام فقيه النفس في شرح الجامع الصغير
الحدث اسم للخارج النجس والخروج انما يتحقق بالسيلان الخ وقال الامام المحقق على الاطلاق في فتح القدير خروج
النجاسة مؤثر في زوال الطهارة شرعا وهذا القدر في الاصل معقول اى عقل في الاصل وهو الخارج من السبيلين
ان زوال الطهارة عنده انما هو بسبب انه نجس خارج من البدن اذ لم يظهر لكونه من خصوص السبيلين
تاثير وقد وجد في الخارج من غيرهما فيتعدى الحكم اليه فالاصل الخارج من السبيلين وحكمه زوال الطهارة
يوجبها الوضوء وعلته خروج النجاسة من البدن والفرع الخارج النجس من غيرهما وفيه المناط فيتعدى
اليه زوال الطهارة اھ ومثله في البحر الرائق وفيه ايضا النقض بالخروج وحقيقته من الباطن الى الظاهر وذلك
بالظهور في السبيلين يتحقق وفي غيرهما بالسيلان الى موضع يلحقه التطهير لان بزوال القشرة تظهر النجاسة
في محلها فتكون بادية لا خارجة اھ وفي الفتح والحلية والغنية والبحر والطحطاوي والشامي جميع الادلة المورثة السنية
والقياس تفيد تعليق النقض بالخارج النجس اھ وفي الغنية او ازالت بشرة كانت الرطوبة بادية
لا منتقلة لا تكون منتقلة الا بالتجاوز والسيلان اھ وفي تبيين الامام الزيلعي الخروج انما يتحقق بموضوله
الى ما ذكرنا لان ما تحت الجلدة مملوء دما فبالظهور لا يكون خارجا بل باديا وهو في موضعه اھ وفي المحيط
ثم لا بد من حد الخروج الانتقال من الباطن الى الظاهر وذلك يعرف بالسيلان من موضعه اھ وفي شرح النقاية
للامام محمد الشرعية المعتبر الخروج الى ما هو ظاهر البدن شرعا اھ وقال الامام النسفي في متن الكنز ينقضه

ف: تطفل ثالث على السيد الازهري

ف: تطفل على الحلية وغيرها من العلماء في مسألة الورم

المعرفة الطريق

ف: تحقيق النقض بالخروج في الحدث ووجه اشتراط السيلان في الخارج من غير السبيلين

خروج نجس منه اھ واستحسنه فی جامع الرموز فقال حق العبارۃ ناقضه خروج النجس اھ وقال السید
جلال الدین فی الکفایۃ لایتحقق الخروج الا بالسیلان لان تحت کل جلدۃ رطوبۃ فاذا زالت کانت بادیۃ
لاخارجۃ کالبیت اذا انہدم کان الساکن ظاہرا لامنتقلا عن موضعه اھ وقال العلامۃ الاکمل فی العنایۃ
خروج النجس من بدن الانسان الحی ینقض الطہارۃ کیفما کان عندنا وهو مذہب العشرۃ المبشرۃ
رضی اللہ تعالی عنہم اھ وفیہا ایضا شرط التجاوز الی موضع یلحقه حکم التطہیر احترازا عما یبدو ولم یخرج
ولم یتجاوز فانه لا یسمی خارجا فکان تفسیرا للخروج ورد المافظن ان قرات البادی خارج اھ وقد صرح المولی
بحر العلوم نفسه فی ذلک الکتاب انه ثبت ان علۃ انتقاض الطہارۃ خروج النجاسۃ فکلما خرج من البدن
ینقض الطہارۃ اھ ومن نظر الی تظافر ہذہ النصوص ایقن ان خروج النجس الی ظاہر البدن اذا تحقق لاینتظر
بعدہ ثبوت الحدث وان تحققه فی غیر السبیلین یحصل بانتقال ما عن موضعه لایشترط فیه ان یکون
ذراعا او شبرا مثلا ولذلک لما ظہر لمحمد فیما روی عنه ان بالعلو علی راس الجرح یحصل انتقال الدم
من مکانه حکم بالنقض من دون توقیف علی غیرہ ایضا فضلا عن اشتراط امتداد مسافۃ واصحابنا
جعلوا راس الجرح من مکانه فما دام علیه ولم یجاوزہ لم ینتقل عن مکانه فما نقل تحت قال فی الکافی عن المحیط بعد ما قدمنا
وحد السیلان ان یعلو فینحدر عن راس الجرح ہکذا فسر ابو یوسف لانه ما لم ینحدر عن راس الجرح لم
ینتقل عن مکانه فان ما یوازی الدم من علی الجرح مکانه اھ فالورم المنبسط المنتفخ من اعلاہ اذا انحدر
القیح من راسه تحقق الخروج والانتقال والسیلان قطعا لامحل فیه لارتیاب فما هی الا عبارۃ عن سعی جسم وا
ولن یسبق الی وہم احد ان الورم ان استوعب ید انسان من کتفه الی رسغه فانفجر من اعلی الکتف و
الدم یجری تجاہتی ملأ الکتف ثم العضد ثم المرفق ثم الساعد لم یکن حصل ہنا خروج حتی یتجاوز الی الکف وعدم
لحوق حکم التطہیر عند العذر ظاہر المنع بل قد لحق وتأخر طلب ایقاعه بالفعل حتی یزول ولذا اذا زال العذر
فکان من باب الوجوب لانعقاد السبب وتأخر وجوب الاداء بخلاف داخل العین فانه من باطن البدن شرعا
فی باب التطہیر من کل وجه لم یلحقه قط حکم التطہیر ولن یلحقه ابدا ما بقی فکیف یقاس علیه ما کان ظاہر البدن
قطعا حسا وشرعا ثم اعتری معترض اخر عنه حکم اداء التطہیر موقتا الی وقت البرء ام کیف یجعل العارض
کاللازم والحادث عن قریب لزائل عما قلیل کاللازم المستمر وثانیا انما المنقول عن ائمتنا رضی اللہ تعالی
عنہم شیئان اما النقض بمجرد العلو علی راس الجرح وان لم ینحدر کما روی عن محمد والیه مال الامام

ف۱: تطفل اٰخر علی الحلیۃ والبحر

المعطر الطراز

ف۲: تطفل ثالث علیہم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بن عبد الله وعليه مشى فى مجموع النوازل والفتاوى النسفية وجعله فى الوجيز القياس فى الدراية
ثم واما بالانحدار عن راس الجرح وهو المعتمد وعليه الفتوى ولم ينقل عن احد منهم قط ان الانحدار عن الراس
ايضا لا يكفى للنقض ما لم يجاوز سطح ورم الجرح كله قدر ذراع كان او اكثر بل قد نطقت كتب المذهب قاطبة
بان مجرد الانحدار عن الراس كاف فى النقض وهذا محرر المذهب محمد رضى الله تعالى عنه قائلا فى جامعه الصغير
محمد عن يعقوب عن ابى حنيفة رضى الله تعالى عنهم فى قرحة تقشرت فسال منها ماء او دم او غيره عن راس الجرح
نقض الوضوء وان لم يسل لم ينقض اه قال الامام الاجل قاضيخان فى شرحه والسيلان ان ينحدر عن راس
الجرح [illegible] محمد رحمه الله تعالى اذا انتفخ على راس الجرح وصار اكثر من راس الجرح انتقض والصحيح ما قلنا اه و
فى مبسوط الامام السرخسى ثم التاتارخانية ثم الهندية حد السيلان ان يعلو فينحدر عن راس الجرح اه وفى جواهر الفتاوى
للامام الكرمانى فى الباب الثانى المعقود لفتاوى الامام جمال الدين البزدوى اما التى تخرج من غير السبيلين ان وقفت
ولم تتعد عن راس الجرح فطاهرة اه ثم اطال فى بيان حكمة الفرق بين الخارج والبادى ملخصه ان البادى لكان تحت
الجلدة هو الذى انتقل من طبيعة الدم الى طبيعة اللحم وانتهى نضجه غير انه لم يجمد خلاف السائل وفى شرح الطحاوى
للامام الاسبيجابى ثم ايضاح الاصلاح لابن كمال باشا قال اصحابنا الثلثة اذا خرج وسال عن راس الجرح
نقض الوضوء وقال زفر ينقضه سال او لم يسل وقال الشافعى لا ينقضه سال او لم يسل اه وفى الخلاصة
ان خرج من قرح به دم او صديد او قيح فسال عن راس الجرح نقض عندنا اه وفى المنية ان سال عن راس
الجرح نقض وان لم يسل لا ينقضه وتفسير السيلان ان ينحدر عن راس الجرح اه وفى صدر الشريعة اذا
سال عن راس الجرح علم انه دم انتقل من العروق فى هذه الساعة وهو الدم النجس اما اذا لم يسل علم انه
[illegible] الغضو يشير الى الحكمة التى ذكرها الامام جمال الدين وفى جواهر الاخلاطى ان سال عن راس الجرح نقض والا
لا والسيلان الانحدار عن راس الجرح اه وقال صاحب السراج نفسه فى الجوهرة النيرة حد التجاوز ان ينحدر
عن راس الجرح واما اذا علا ولم ينحدر لا ينقض اه وهذا هو الموافق لما تقدم ان المعنى الخروج وظهوره بالانتقال
فاذن لا اراه الا [illegible] القيل لا مستند له ثابتا بعد ائمتنا على خلاف ما يعطيه كلامهم جميعا وعلى خلاف اطلاقات المتون
وعامة الكتب المعتمدة وعلى خلاف ما هو قضية جميع الادلة الموردة من السنة والقياس كما علمت وثالثا
مع قطع النظر عن كل ذلك هذا يشبه فرض محال فقد قدمنا عن الفتح والبحر والغنية ان التطهير يعم الطهارة
من الخبث ومعلوم انه يكون بكل ماء طاهر قالع ولا يشترط فيه شدة الاسالة بل تكفى الازالة ولو بثلث

فـ حكمة الفرق بين السائل والبادى

المعطر الطراز

فـ تطهير [illegible] على الطبية والمائعات

خرق مبلولة وفي اليد تطهر اصبع وثدي تنجس بنجس ثلثا اه لا اعلم ورما يضره المسح بخرقة بلت بعرق بيناسبه

بل ربما ينفع فلعل فرض لا يقع ورابعا[١٢١] ان لزم ملوحه لطلب ايقاع التطهير بالفعل فاذا كان بالانسان

والعياذ بالله ما يضره اصابة الماء في شئ من بدنه فهذا ان افتصد لا يكون حدثا وان اصابته شجة في راسه

فسال الدم من قرنه الى قدمه فهو على وضوئه ولم يتنجس بهذه الدماء الفوارة بدنه ولا ثيابه بل لو اخذ غيره

تلك الدماء ولطخ بها ثوبه كان صبغا طيبا طاهرا لان ما ليس بحدث ليس بنجس ولو كان المرض باحد شقيه فان

خرج من الشق السليم ... بطل وضوؤه وان افتصد من الشق المأوف وخرج الدم انطالا لم يضر

وهو طاهر مع انه هو الدم المسفوح وهذا كله غير معقول ولا منقول ولا متجه ولا مقبول فلا مرية عندي

ان المراد كل ما هو ظاهر البدن شرعا وان تأخر طلب ايقاع تطهيره بالفعل الى زوال عذر رحمه الله العلامة

ابن كمال باشا حيث قال في الايضاح سال الى ما يطهر اى الى موضع يجب ان يطهر بغسل او مسح عند عدم عذر

شرعي لا بد من هذا التعميم حتى ينتظم الموضع الذي سقط عنه حكم التطهير بعذر اه وتبعه السيد العلامة الطحطاوي

في حاشية مراقي الفلاح والعلامة الفهامة نوح افندي لما نقل ما نقل عن المشكلات عقيب بقوله لكن قال بعض المحققين

يريد ابن كمال فنقل كلامه ثم قال وهذا المخالف لما في المشكلات ولعل الحق هذا اه اقول[١٢٠] اولا بل لك ان تقول

فرق بين السقوط والتأخر كما علمت بل ان سقط لعذر فحقيقة السقوط تعقب الثبوت فذلك يقرر اللحوق ولا

كما لا يخفى وثانيا[١٢١] لعبارة المشكلات وجهة توجيهها عن المشكلات فانها في الجرح وسيأتي بالشرح فلا تغير المخالفة

هذا اما يتعلق بمسألة الورم وما بنيت عليه واما مسألة الجرح فاقول[١٢٢] يظهر للعبد الضعيف والله

تعالى اعلم ان الجرح المنبسط له ثلث صور الاولى ان يكون انبساطه في الباطن فقط بقي راسه وعلى سائره

جلدة ولو متورمة والثانية بسيط منبسط على ظاهر البدن لكنه دقيق لا عرض له فلا يظهر للنظر الا كخط او

خيط والثالثة بسيط عريض ظاهر غوره لا في قعره فباطن الاول باطن قطعا حسا وشرعا فان اختلف الدماء

في باطنه لم يخرج وكان كنزول البول الى قصبة الذكر وهذا ما قدمنا عن الدر المختار من قوله والا لا كما لو سال

في باطن عين او جرح او ذكر ولم يخرج اه ولا يبعد ان تحمل عليه ما مر عن الشامي عن السراج عن الينابيع فقوله السائل

على الجراحة اذا لم يتجاوز اى الذي خرج من قعرها وسال في غورها وعلا على راسها ولم يتجاوز الراس لينافق

السراج خلاصته نفسه الناصة ان حد التجاوز ان ينحدر عن راس الجرح كما تقدم ولا شك ان محمدا روى

عنه في هذه النقول ان الماخوذ عنده فصح كل ما ذكر السراج وان علت على راسه ثم انحدرت فلا شك

ف ١ تطفل خامس على الحلية وابن ملك ومن معهما

ف ٢ تطفل على العلامة ابن كمال باشا له اى تحقيقه

الرفع وان اطلق على الدفع ١٢ منه

ف ٣ تطفل على العلامة نوح افندي

ف ٤ تحقيق المصنف في اقسام الجرح المنبسط واحكامها

ف ٥ مسئلة

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فى انتقاض الوضوء وان لم يتجاوز سطح الدم لوجود الانحدار من الراس الذى هو هنا قطعا باجماع ائمتنا رضى الله تعالى عنهم و ف اما الثانى ايضا كذلك فان الاتصال وان تفرق ولم تبق جلدة تستره لكن لدقته لايظهر غوره للنظر الا بان يفرق الجانبان بعمل اليد بالقبض والجبذ مثلا ومثل هذا لايجعل الباطن ظاهرا كما تقدم فى الفم والشرح فكان كباطنهما بل باطن صماخ الاذن فى البطون مع عدم غطاء من فوق فما سال فيه ولم يظهر فانما يسيل فى الباطن والتطهير فان علا ولم يتجاوزه لم ينقض على المفتى به ولو علا على سطح الجرح كله لعدم تحقق الانحدار وهذا المحمل اقرب من الاول لعبارة السراج والينابيع اما اذا نبع الدم على راسه فقط ثم انحدر منه سائلا على سطحه فلا شك انه لعدم العرض فى الجراحة يلحذ شيئا من الجسم الصحيح ايضا من جنبيها فيتحقق التجاوز الى البدن الصحيح ايضا ولا يبقى محل للامتراء فى انتقاض الطهر واما الثالث ففيه مجال نظر فان الغور الذى ظهر كان من باطن البدن قطعا واذ انكشف ظهر ولم يتناوله حكم التطهير بعد فعسى ان يكون باقيا على حكمه الاصلى حتى يبرء فيتنزل عليه حكم التطهير ويلتحق بالظاهر شرعا ايضا كما التحق حسا وحينئذ يكون سيلان الدم فيه سيلانا فى الباطن ويؤيده ما تقدم عن الدرر عن المحيط ان ما يوازى الدم من اعلى الجرح مكانه فقضيته ان لو نبع الدم فيه حتى وازى حرفه من كل جانب لم ينقض لانه علو لا انحدار فيلزمه ان لو نبع فى اعلاه ثم انحدر فيه ولم يجاوزه لم ينقض لانه منتقل فى مكانه لا عن مكانه وكان هذا هو ملحظ ما فى المشكلات وخزانة الروايات ولا ينافيه ما فى النهر والسراج وط على المراقى ان فائدة ذكر الحكم دفع ورود داخل العين وباطن الجرح اذ حقيقة التطهير فيهما ممكنة وانما الساقط حكمه اھ فليس ظاهرا فى جعله ظاهرا الا ظاهرا وهو ظاهر ف خلاف ما كان ظاهرا ثم عرض عارض فانه لا يخرجه عن الحكم ويرده الى الدخول كما علمت فليس فيهما ان كل ما لا يطلب تطهيره بالفعل لعذر فالسيلان عليه لا يضر كما اوهم بعض وافهم بعض بالجملة ما كان ظاهرا لا يصير بالعذر باطنا كما افاده ابن الكمال وما كان باطنا فلا يصير ظاهرا ما لم يتنزل عليه حكم التطهير كما يفهم من المشكلات وخزانة الروايات او والنهر والينابيع وط على المراقى ورد المحتار ايضا فهذا ما يتراأى لى ويحتاج الى زيادة تحرير فمن ظفر به من كلمات العلماء فليسعفنا بالاطلاع عليه لعل الله يحدث بعد ذلك امرا ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم ف السادس تقدم ان الدم فى مجلس يجمع وهى الرواية الدائرة فى الكتب بالجمع لكن قال الامام الاجل برهان الملة والدين صاحب الهداية رحمه الله تعالى فى كتابه مختارات النوازل فى فصل النجاسة الدم اذا خرج من القروح قليلا قليلا غير سائل فذاك ليس بمانع وان كثر وقيل لو كان بحال لو تركه لسال يمنع اھ

ثم اعاد المسألة فی نواقض الوضوء فقال لو خرج منه شیئ قلیل ومسحه بخرقة حتی لو ترك یسیل لاینقض وقیل
لا، فهذا صریح فی ترجیح عدم الجمع مطلقا لکنه متوغل فی الغرابة حتی قال العلامة الشامی لم ار من سبقه الیه ولامن
تابعه علیه بعد المراجعة الکثیرة فهو قول شاذ قال ولکن صاحب الهدایة (ف۱) امام جلیل من اعظم مشایخ المذهب من طبقة
اصحاب الترجیح والتصحیح فیجوز للمعذور تقلیده فی هذا القول عند الضرورة فان فیه توسعة عظیمة لاهل الاعذار
قال وقد کنت ابتلیت مدة بتلك الحصرة ولم اجد ما تصح به صلاتی علی مذهبنا بلا مشقة الا علی هذا القول فاضطررت
الی تقلیده ثم لما عافانی الله تعالی منه اعدت صلاة تلك المدة ولله تعالی الحمد اھ ھذا کلامه فی شرح
منظومته فی رسم المفتی وقال فی الفوائد المخصصة صاحب الهدایة من اجل اصحاب الترجیح فیجوز للمبتلی تقلیده لا فیما
ذکرناه مشقة عظیمة فجزاه الله تعالی خیر الجزاء حیث اختار التوسیع والتسهیل الذی بنیت علیه هذه الشریعة
الغراء السهلة السمحة اھ **اقول** جوز الامام الکبیر العلم الشهیر الخصاف تزویج الوکیل موکلته بغیبتها من دون
تسمیتها قال (ف۲) الامام شمس الائمة السرخسی الخصاف کان کبیرا فی العلم یجوز الاقتداء به فقال (ف۳) فی البحر المختار فی المذهب
خلاف ما قاله الخصاف وان کان الخصاف کبیرا اھ وفی الدر عن تصحیح القدوری الحکم والفتیا بالقول المرجوح
جهل وخرق للاجماع اھ وفی عدة (ف۴) رد المحتار التقلید وان جاز بشرطه فهو للعامل لنفسه لا للمفتی لغیره فلا یفتی
بغیر الراجح فی مذهبه اھ نعم المبتلی فیه ما فیه من ترفیه وهو (ف۵) الیسر له من تقلید الامام الشافعی رضی الله تعالی
عنه فان النجاة من التلفیق شاق سحیق وبالله التوفیق **السابع** (ف۶) قولهم ما لیس بحدث لیس بنجس قضیة
نفیسة مفیدة افادها الامام قاضی الشرق والغرب سیدنا ابو یوسف رضی الله تعالی عنه وهی مذکورة کذلك
فی متون المذهب وغیرها وزاد الشراح نفی عکسها فقالوا انها لاتنعکس فلا یقال ما لا یکون نجسا لا یکون
حدثا کما فی البدایة وغیرها قال العلامة الشامی یرید به العکس المستوی لانه جعل الجزء الاول ثانیا والثانی
اولا مع بقاء الصدق والکیف بحالهما وعزاه للشیخ اسمعیل والسید عبد الغنی النابلسی رحمهم الله تعالی
اقول (۱۲۴) هذه (ف۷) زلة واضحة فانهم لو ارادوا به العکس المنطقی لکان نفیه نفی الاصل لان العکس من اللوازم
ولم یلتفت (ف۸) رحمه الله تعالی الی قوله نفسه مع بقاء الصدق فاذا کان الصدق باقیا فکیف یصح نفیه بل الحق (ف۹)
انهم انما یریدون فی امثال المقام نفی العکس العرفی وهو عکس الموجبة الکلیة کنفسها تقول کل حلال طاهر
ولا عکس ای لیس کل طاهر حلالا وهذا معهود متعارف فی الکتب العقلیة ایضا تراهم یقولون ارتفاع
العام یستلزم ارتفاع الخاص ولا عکس ونفی اللازم یستلزم نفی الملزوم ولا عکس الی غیر ذلك وهذا الامر

ف۱: صاحب الهدایة امام جلیل من ائمة الترجیح یجوز تقلیده

ف۲: الخصاف کبیر فی العلم یجوز الاقتداء به

ف۳: العمل بما هو المختار فی المذهب وان کان قائل خلافه اماما کبیرا

ف۴: تقلید الغیر عند الضرورة وان جاز بشروطه فلعمل نفسه اما الافتاء فلا یکون الا بالراجح فی المذهب

المعلی الطراز

ف۵: عند الضرورة تقلید قبیل من المذهب احسن من تقلید مذهب الغیر

ف۶: تحقیق قولهم ما لیس بحدث لیس بنجس قضیة وعکسا

ف۷: تطفل علی الشیخ اسمعیل النابلسی والعلامة ش

ف۸: تطفل اخر علیهما

ف۹: الفرق بین العکس المنطقی والعرفی وان الاخیر معهود حتی فی الکتب العقلیة والمنطقیة

https://www.facebook.com/darahlesunnat

من ان يظهر ثم اختلف نظر الفاضلين البرجندي والشيخ اسمعيل في كيف هذه القضية فجعلها البرجندي موجبة وشارح الدرر سالبة في شرح النقاية ما ليس بحدث ليس بنجس اي كل ما ليس بحدث من الاشياء الخارجة من السبيلين وغيرهما ليس بنجس هذه الكلية السالبة الطرفين تنعكس بعكس النقيض الى قولنا كل نجس من الاشياء المذكورة حدث ولا يستلزم ذلك ان يكون كل حدث نجسا وهذه الكلية لو جعلت متعلقة بمباحث النقض كان له وجه وسلمت عن نقض همّ الد ورده مختصرا اقول ويرد عليه اولا ان الاشياء المذكورة اعني الخارج من بدن المكلف انما اريدت بها وهي من الموضوع دون المحمول فمن اين يأتي هذا التقييد في موضوع العكس وبدونه يبقى كاذبا فيكذب الاصل وثانيا ليس موضوع الاصل ليس بحدث بل ما والمراد بها شيء مخصوص وهو الخارج من بدن المكلف فانما يؤخذ نقيضه بايراد السلب على ما حذفه من متعلق الموضوع وانظر ما سنلقي من التحقيق والله تعالى ولي التوفيق وثالثا ما تقرر ان السلب ليس جزء الموضوع فكيف تكون سالبة الطرفين وقال في رد المحتار ما ذكره المصنف قضية سالبة كلية لا مهملة لان ما للعموم وكل ما دل عليه فهو سور الكلية كما في المطول وغيره فتنعكس بعكس النقيض الى قولنا كل نجس حدث لان جعل نقيض الثاني اولا ونقيض الاول ثانيا مع بقاء الكيف والصدق بحاله وتمامه في شرح الشيخ اسمعيل اه اقول رحم الله العلامتين شارح الدرر والدر لو كانت القضية سالبة فاولا لم تظهر كليتها بكون ما من صيغ العموم بل وان كان هناك لفظة كل مكان ما فان ما او كلا يكون في الموضوع ويرد السلب على ثبوت المحمول له فيفيد سلب العموم لا عموم السلب ولذا نصوا ان ليس كل سور السالبة الجزئية وثانيا على فرض كليتها كيف تنعكس كلية والسوالب انما تنعكس بعكس النقيض جزئية على رأي دون الموجبات في العكس المستقيم وثالثا اعجب منه ايراد الموجبة في عكسها مع انهما رحمهما الله تعالى قد ذكرا بانفسهما شرط بقاء الكيف ويخطر ببالي والله تعالى اعلم سقوط لفظة المحمول بعد قوله سالبة من قلم احدهما او قلم الناسخين وكان اصله قضية سالبة المحمول كلية فاذن تكون موجبة وتندفع الايرادات الثلثة جميعا اقول لكن اذن يرد اولا ما ورد على البرجندي ثانيا وثانيا ينازع في صدق العكس فرب نجس ليس بحدث كالاعيان النجسة الغير الخارجة من بدن مكلف هذا ما يحكم به جلي النظر وعليه فالوجه ما اقول تحتمل القضية الايجاب والسلب لكليين جميعا اما الاول فيجعل ما للعموم والسلب الاخير جزء المحمول ولا اول جزء متعلق الموضوع لا نفسه لما علمت فتكون موجبة كلية معدولة المحمول فقط لا سالبة الطرفين والمراد بما كما علمت الخارج من بدن المكلف فيكون حاصلها كل خارج من بدن

ف۱ تطفل على العلامة البرجندي
ف۲ كل ما دل على العموم كما ومن فهو سور الكلية
المعلم الطراز
ف۳ تطفل ثالث على الشيخ النابلسي
ف۴ تطفل رابع عليهما
ف۵ تطفل خامس عليهما

مكلف غير حدث فهو لا نجس وقولنا غير حدث حال من خارج اى ما خرج منه ولم ينقض طهارة ولان
تنعكس بعكس النقيض موجبة كلية قائلة ان كل نجس فهو لا خارج غير حدث اى ليس بالخارج الذى
لا ينتقض به الطهارة اى لا يجتمع فيه الوصفان فان خرج نقض ولابد وان لم ينقض لم يكن خارجا من بدن المكلف
وبالعكس المستوى موجبة جزئية بعض اللانجس خارج منه غير حدث وهو ايضا صادق قطعا كالدمع
والعرق والدم القليل واما الثانى فلتحصيل الطرفين وما ليست للعموم بل نكرة بمعنى شئ دخلت فى حيز النفى
فعمت وانى يكون الحاصل لا شئ من الخارج منه غير حدث نجسا وينعكس بعكس النقيض سالبة جزئية
ليس بعض اللانجس لا خارجا منه غير حدث وبورود السلب على نفى خارج يعود الى الاثبات فيؤل المعنى الى قولنا
بعض ما ليس نجسا خارج من بدن المكلف غير حدث وبالمستقيم سالبة كلية لا شئ من النجس خارجا منه غير
حدث وجه صدقه ما قدمنا وبالجملة حاصل العكسين على الوجهين متعاكس فحاصل عكس النقيض
على جعلها موجبة هو حاصل المستوى على جعلها سالبة وبالعكس هذا ما تحتمله العبارة اما علماؤنا فانما
ارادوا الوجه الاول اعنى الايجاب ولم يريدوا عكس النقيض بل المستوى لكن لا منطقيا بل عرفيا كما عرفت
واما النظر الدقيق فاقول ان كانت القضية موجبة كما ارادوا فقد حكموا كليا على ما ليس بحدث بلا نجس فيجب ان يكون اللانجس
مساويا للخارج غير حدث او اعم منه مطلقا ونقيض المتساويين متساويان والاعم والاخص مطلقا مثلها
بالتعكيس فيجب ان يكون النجس مساويا للاخارج غير حدث او اخص منه مطلقا واللاخارج غير حدث يصدق
بوجهين ان لا يكون خارجا اصلا او يكون خارجا حدثا والنجس ان بقى على اطلاقه يكون اعم منه لما بينا فى
رسالتنا الاحكام ان فى قليل الخمر والبول ليس بحدث فيصدق عليه النجس ولا يصدق اللاخارج غير حدث
بل هو خارج غير حدث فوجب ان يراد بالنجس النجس بالخروج كما حققناه ثمه وحينئذ يكون اخص من اللاخارج غير
حدث فان كل نجس بالخروج يصدق عليه انه ليس بخارج غير حدث بل حدث ولا يصدق على كل لا خارج غير حدث انه نجس بالخروج لجواز ان لا يكون
خارجا اصلا فاذا ثبت ان القضية التى هى قولنا كل خارج من بدن المكلف غير حدث فهو لا نجس بالخروج وعكس نقيضها كل نجس بالخروج
فهو لا خارج منه غير حدث ولما كان فيه كذلك انتفى الشق الاول من مصداق اللاخارج غير حدث لان النجس بالخروج خارج لا
فلم يبق الا ان يكون خارجا حدثا والخروج قد اعتبر فى الموضوع فلا حاجة الى اعادته فى المحمول فيخرج منه ذلك العكس
ان كل نجس بالخروج حدث فتبين انه من اين جاء التقييد بالاشياء الخارجة من بدن المكلف فى
موضوعه وكيف خرج السلب الوارد على ما وعلى الحدث من محموله حتى لم يبق فيه الا لفظة حدث قال رضى

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الایراد ان معا عن البرجندی والشیخ اسمٰعیل جمیعا انما بنی الاخذ علی اخذھا سالبۃ الطرفین وکانہ رحمہ اللہ تعالٰی نظر الی وجود السلب ولو فی المتعلق ولیس فیہ کبیر مشاحۃ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق و کذلك ان کانت سالبۃ لابد ایضا من الحمل المذکور اذ لاشك ان المراد الکلیۃ لان المقصود اعطاء ضابطۃ فقد سلبت النجاسۃ کلیۃ عن الخارج غیر حدث فیکون النجس مباینا لہ ولا یباینہ الا بارادۃ النجس بالخروج اذ لولاھا لکانت اعم لمسألۃ فی الخمر المذکورۃ تکرر وما ھمہ ھو الایجاب کما علمت اما قوله البحر ان ھذہ الکلیۃ لو جعلت متعلقۃ بمباحث القیئ لکان لہ وجہ اقول[۱۳۳] کیف وانھم جمیعا انما یذکرونھا تلو مسائل القیئ وقولہ سلمت عن توھم الدور اقول[۱۳۴] وجہہ ان اعطاء القضیۃ انما ھو لیکتسب علم عدم النجاسۃ من علم عدم الحدثیۃ وعلم عدم الحدثیۃ یتوقف علی علم عدم النجاسۃ اذ لو کان نجسا لکان حدثا فیدور ظنا لقاتوھم لان العلم بعدم الحدثیۃ یحصل بتصریح الفقہ فالمراد کلما سمعتم منا ان کذا لا ینقض الطھارۃ فاعلموا انہ لیس بنجس وجہ نجسا فان لم یکن نجسا ما نزل من خارج فھو طاھر وھذا ظاھر وصلی اللہ تعالٰی علی الطھر الطیب والحبیب الطاھر وعلی الہ وصحبہ الاطائب الاطاھر والحمد للہ رب العالمین فی الاول والاٰخر والباطن والظاھر ولنسم ھذا التحریر المنیر للتنزہ بھذا التحریر والتجبیر الطراز المعلم فیما ھو حدث من احوال الدم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا والہ وصحبہ وسلم والحمد للہ علی ما علم واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴: ۹ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنے گھٹنے کھلجانے یا اپنا یا پرایا ستر بلا قصد یا بالقصد دیکھنے یا دوڑنے یا بلندی پر سے کودنے یا گرنے سے وضو جاتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

ان میں کسی بات سے وضو نہیں جاتا ستر کھلنے[ف۱] یا دیکھنے سے وضو جاتا کہ عوام کی زبان زد ہے محض بے اصل ہے[ف۲] علمائے ستر عورت کو آداب وضو سے گنا اگر کشف سے وضو جاتا تو فرائض وضو سے ہوتا منیہ و غنیہ میں ہے اٰداب الوضوء ان یستر عورتہ حین فرغ من الاستنجاء اھ ملتقطا اور تصریح فرماتے ہیں کہ اگر صرف[ف۳] ایک جبہ پہنکر نماز پڑھی جس سے گھٹنوں تک رکوع سجود وغیرہا ہر حال میں ستر حاصل ہے اور اوسکا[ف۴] گریبان اتنا کشادہ ہے کہ گریبان سے اپنے ستر تک نظر جاسکتی ہے اور اسنے دیکھا تو کراہت ہو مگر نماز ہو گئی اگر وضو جاتا رہتا نماز کیونکر ہوتی درمختار میں ہے الشرط سترھا عن غیرہ لا نفسہ بہ یفتی فلو راٰھا من زیقہ لم تفسد وان کرہ اور تصریح فرماتے ہیں کہ اگر عورت[ف۵] کو طلاق

رہی ہوئی تھی ہنوز عدت نہ گزری تھی یہ نماز میں تھا کہ عورت کی فرج داخل پر نظر پڑ گئی اور شہوت پیدا ہوئی رجعت ہو گئی اور نماز میں فساد نہ آیا اور اگر قصداً ابھی ایسا کرے تو مکروہ ضرور ہے مگر نماز فاسد نہیں خلاصہ و ردالمحتار میں ہے لونظر الی فرج المطلقۃ رجعیا بشھوۃ یصیر مراجعا ولاتفسد صلاتہ فی روایۃ ھو المختار اھ ثم الفساد علی الاخرٰی انما ھولان النظر الی الفرج بشھوۃ من دواعی الجماع فصار کما لوقبلت المصلی امرأتہ وھو فی الصلاۃ فانہ تفسد لصیرورتہ باشتغالہ فی معنی الجماع والجواب ما ذکر فیہا ان ھذا فی الدواعی التی ھی فعل غیر النظر والفکر لتعذر التحرز عنہما اور منکوحہ کی بھی تخصیص نہیں زن بیگانہ کا بھی یہی حکم ہے یہاں بجائے رجعت حرمت مصاہرت ثابت ہو گی مراقی الفلاح میں ہے لاتبطل صلاتہ بنظرہ الی فرج المطلقۃ او الاجنبیۃ یعنی فرجہا الداخل قال ط فی حاشیتہا وتثبت بہ حرمۃ المصاھرۃ فی الاجنبیۃ دو مرتبہ کو دھکے گرنے میں بھی کوئی وجہ نقض وضو نہیں جب تک گرنے سے بیہوشی نہ ہو یا خون نہ نکلے جمال لبقائے ہوش فقط یہ خیال کہ طبیعت دوسری طرف متوجہ اور اپنے حال سے غافل ہوتی ہے کافی نہیں ورنہ مطالعہ کتب بلکہ مراقبہ یاد الٰہی بھی ناقض وضو ہو نعم وقع فی حاشیۃ السید العلامۃ ط علی مراقی الفلاح ما نصہ فی الھندیۃ عن المحیط عد من النواقض سقوطہ من علی اھ قال بعض الفضلاء ولعلہ لعدم خلوہ عن خروج خارج غالبا وھو لایشعر بہ اھ **اقول** رحم اللہ السید والفاضل انما نص الھندیۃ ھکذا الذی ینقض الوضوء وکذا الودی والمنی اذا خرج من غیر شھوۃ بان حمل شیئا فسبقہ المنی او سقط من مکان مرتفع یوجب الوضوء کذا فی المحیط اھ بلفظہا فقولہ المنی مبتدأ خبرہ یوجب والضمیر فیہ للمنی وقولہ سقط معطوف علی حمل وھو تصویر لخروج المنی بلا شھوۃ لا معدود فی الموجبات بنفسہ وعبارۃ الامام قاضی خان تزیل الوھم قال فی الخانیۃ خروج المنی لا عن شھوۃ بان سقط من مکان مرتفع او ما اشبہ ذلک لایوجب الغسل وینقض الوضوء الا فیمن یکون فی اعضائہ ضعف اھ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے ایک پھڑیا تھی اوسنے اوپر کی جانب سے موہنہ کیا اور پھوٹی بھی بالکل اچھی ہو گئی مگر اوسکا بالائی پوست اور اوسکے نیچے خالی جگہ ہنوز باقی ہے زید نہایا غسل کا پانی کہ اوپر سے بہتا آیا اوس خلا میں بھر گیا بعد نہانے کے زید نے ہاتھ سے دبا دیا کہ وہ پانی بہ کر نکل گیا اس صورت میں وضو ساقط ہوا یا نہیں اور جس بدن پر وہ پانی گزرا پاک رہا یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

جب کہ وہ پانی پھڑیا کا نہیں بلکہ خالص غسل کا ہے پھڑیا بالکل صاف ہو گئی تھی کہ اوس میں خون پیپ کچھ نہ تھا تو نہ وضو گیا نہ بدن

https://www.facebook.com/darahlesunnat

تا پاک ہو جواہر الفتاوی امام کرمانی باب رابع فتاوائے امام نجم الدین عمر نسفی میں ہے جرح لیس فیه شیئ من قیح او دم او صدید دخل صاحبه الحمام فدخل ماء الحمام الجرح فلما خرج من الحمام عصر الجرح فخرج ماء الحمام لا ينتقض الوضوء لان الخارج ماء الحمام لا ما حصل من الجرح اسی طرح خلاصہ میں ہے و لفظها فخرج منه الماء و سال لا ينتقض وجیز امام کردری میں ہے دخل الماء جرحه ولا دم ولا صدید فیه ثم خرج منه لا ينتقض خزانۃ المفتین میں ہے الماء اذا دخل الجرح ثم خرج لا یضره **اقول** رمز له خ یعنی الخلاصة وقد بالغ فی الاختصار حتی بلغ الاقتصار فانه صور المسألة بقوله جرح لیس فیه شیئ من الدم او القیح الخ کما صور مأخذه فتاوی الامام النسفی والاخذ منه وجیز الکردری ولا بد منه لانه لو کان فیه ذلک تنجس الماء بالمجاورة فینقض بالمجاوزة لان خروج نجس سال ناقض مطلقا وان کان شیئا طاهرا انما اکتسب النجاسة فی الباطن بالجوار الا تری انه اذا شرب الماء ووصل معدته ثم خرج بالقیئ من ساعته وکان ملأ فیه نقض قال فی الدر وان لم یستقر وهو نجس مغلظ ولو من صبی ساعة ارتضاعه هو الصحیح لمخالطة النجاسة ذکره الحلبی اھ **فان قلت** هنا روایة اخری ان قیئ الماء لا ینقض ما لم یستحل وقد صحح ایضا قال فی البحر تحت قول المتن وقیئ ملأ فاه ولو طعاما او ماء الملتق فی الطعام والماء قال الحسن اذا تناول طعاما او ماء ثم قاء من ساعته لا ینتقض لانه طاهر حیث لم یستحل وانما اتصل به قلیل القیئ فلا یکون حدثا فلا یکون نجسا وکذا الصبی اذا ارتضع وقاء من ساعته وصححه فی المعراج وغیره ومحل الاختلاف اذا وصل الی معدته ولم یستقر اما لو قاء قبل الوصول الیها وهو فی المرئ فانه لا ینقض اتفاقا کما ذکره الزاهدی اھ وقال المحقق فی الفتح تحت قول الهدایة ان قاء بلغما فغیر ناقض وقال ابو یوسف ناقض لانه نجس بالمجاورة ولهما انه لزج لا تتخلله النجاسة وما یتصل به قلیل والقلیل فی القیئ غیر ناقض ما نصه وعلی هذا یظهر ما فی المجتبی عن الحسن لو تناول طعاما او ماء ثم قاء من ساعته لا ینتقض لانه طاهر الی اخر ما مر عن البحر الی مسئلة ارتضاع الصبی قال المحقق قیل هو المختار وما فی القنیة لو قاء دودا کثیرا او حیة ملأت فاه لا ینقض اھ وقال المحقق ایضا فی باب الانجاس مرارة کل شیئ کبوله واجترارہ کسرقینه قال فی التجنیس لانه واراه جوفه الا تری ان ما یواری جوف الانسان بان کان ماء ثم قاء فحکمه حکم بوله انتھی وهو یقتضی انه کذلک وان قاء من ساعته (ای لانه ایضا واراه جوفه قال) وقدمنا فی النواقض عن الحسن ما هو الاحسن وقد صححه (ای صاحب التجنیس) بعد قریب ورقة فقال فی الصبی ارتضع ثم قاء فاصاب ثیاب الام ان زاد علی الدرهم منع قال وروی الحسن عن ابی حنیفة انه لا یمنع ما لم یفحش

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لانه لم يتغير من كل وجه فكان نجاسة دون نجاسة البول بخلاف المرة لانها استحالت من كل وجه كذا في غريب الرواية عن ابي حنيفة وهو الصحيح وفيه ماذكرناه فقد صححه في المعراج وغيره وقيل هو المختار واستظهره المحقق وجعله الاحسن فلعل الى هذا مال في خزانة المفتين فحذف ذلك القيد قلت[١٣٠] اولا لو اختار هذا ماكان ليعزو الى الخلاصة مالم ترده وثانيا[١٣١] قد تبع الخلاصة بعد هذا بسطرين فاطلق مسألة قئ الطعام والماء اطلاقا كما ارسلت المتون والعامة وثالثا رأيتني كتبت على هامش الفتح من المنية مانصه

قوله وعلى هذا يظهر ما في المجتبى الخ اقول[١٣٩] (ف١) وبالله التوفيق في هذا الظهور خفاء شديد فان الماء والطعام وان لم يستحيلا لكنهما يقبلان النجاسة بالمجاورة فاذا عادا من معدن النجس كانا متنجسين وان لم يكونا نجسين فيجب النقض بهما كالريح طاهرة عينها وناقضة خروجا لانبعاثها من محل النجاسة نعم مسألة الدود والحية واضحة الوجه فانها لايتداخلها النجاسة وماعليها قليل فلا ينقضان الا اذا كثر خروجهما من غثيان واحد حتى يبلغ ماعليهما الكثير ان وقع هذا والعياذ بالله تعالى هذا ما اختلج بقلب العبد الضعيف اول وقوفي على هذا الكلام ثم بعد يومين رأيت العلامة المحقق ابرهيم الحلبي ذكر في شرح المنية الكبير رواية المجتبى عن الحسن وانه قيل هو المختار ثم عقبه بقوله والصحيح ظاهر الرواية انه نجس لمخالطته النجاسة وتداخلها فيه بخلاف البلغم وبخلاف دود وحية لانه طاهر في نفسه ولم تتداخله النجاسة وما يستتبعه قليل لايبلغ ملأ الفم اھ فهذا عين مابحثته ولله الحمد حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه اھ ماكتبت عليه وكتبت على هامش باب الانجاس قوله ماهو الاحسن اقول[١٤٠] (ف٢) ماهو الاحسن لانه خلاف ظاهر الرواية المصححة والفتوى متى اختلفت وجب المصير الى ظاهر الرواية قوله وقد صححه بعد قريب ورقة اقول[١٤١] (ف٣) فرق بين مامر عن الحسن وهو الطهارة بدليل عدم انتقاض الوضوء وبين هذا الاتى عن الحسن عن الامام وهو كونه نجاسة خفيفة واياما كان فعلى ظاهر الرواية التعويل كيف وهو الذي يقضي به الدليل وهو الموافق لاطلاق المتون وعامة الشروح والفتاوى في القئ قوله لانه لم يتغير من كل وجه اقول[١٤٢] (ف٤) نعم لكن اولم يجاور النجاسة الغليظة اوليس مما تتداخله النجاسة واذا كان الامر على هذا وجب كونه نجاسة غليظة فان الغليظة انما تورث بجوارها الغلظة دون الخفة كما لايخفى فالصحيح ان القئ ناقض مطلقا بشروطه المعروفة وان جرة كل شئ كسرقينه من دون فصل قوله وفيه ماذكرنا اي ان ما في المجتبى وغيره يقتضي طهارته اقول وفيه ماذكرناه اھ ماكتبت ثمه وقد نقل في رد المحتار قبيل

ف١: تطفل على النهر
ف٢: تطفل ثان عليه
ف٣: تطفل ثالث عليه
ف٤: تطفل خامس عليه ودليل على ان خفة النجاسة ... (illegible)

الصلاۃ عبارۃ الفتح ہذہ الی قولہ التجنیس و ہو الصحیح واقرہ علیہ فکتبت علیہ **اقول** تقدم الشارح [۱۴۳]

العلامۃ فی النواقض تصحیح کونہ نجسا مغلظا وقدم المحشی ثمہ انہ حیث صحح القولان فلا یعدل عن ظاہر الروایۃ

ولذا جزم بہ الشارح اھ فکان علیہ ان لایقر علی خلافہ ہہنا ولکن الانسان للنسیان وحسبنا اللہ ونعم

الوکیل ولنرجع الی اول المسألۃ الحکم الذی قررناہ بنصوص فتاوی النسفی وجواہر الفتاوی والخلاصۃ والبزازیۃ

والخزانۃ یتراأی خلافہ من الغنیۃ اذ قال (نفطۃ قشرت فسال منہا ماء) خالص اجتذب من الخارج والتأمت

علیہ (او دم او صدید ان سال عن راس الجرح نقض وان لم یسل لا) **اقول** [۱۴۴] اصل المسألۃ فی الجامع الصغیر

کما تقدم والظاہر المتبادر منہ ماء النفطۃ وہو الدم الذی نضج فرق فاشبہ الماء ہکذا فہمہ العامۃ قال الامام

فقیہ النفس فی شرحہ تحت ہذہ المسألۃ قال الحسن بن زیاد الماء بمنزلۃ العرق والدمع لایکون نجسا

وخروجہ لایوجب انتقاض الطہارۃ والصحیح ما قلنا لانہ دم رقیق لم یتم نضجہ فیصیر لونہ لون الماء و اذا کان

دما کان نجسا ناقضا للوضوء اھ وقال فی الحلیۃ تحت عبارۃ المنیۃ المذکورۃ قال فخر الاسلام وغیرہ قد

تکون النفطۃ اصلہا دما ثم ینضج فیصیر قیحا ثم یزداد نضجا فیصیر صدیدا ثم قد یصیر ماء وقد یکون فی الابتداء ماء اھ

وفی البحر الرائق وعن الحسن ان ماء النفطۃ لاینقض قال الحلوانی وفیہ توسعۃ لمن بہ جرب او جدری کذا فی المعراج

اھ وفی منحۃ الخالق قال فی الجمہرۃ تنفطت ید الرجل اذا رق جلدہا من العمل وصار فیہا کالماء والکف نفیطۃ

ومنفوطۃ کذا فی غایۃ البیان وقال ایضا بعدہ ہذا ای النقض اذا کانت النفطۃ اصلہا دما وقد تکون

من الابتداء ماء اھ ثم **اقول** [۱۴۵] بعد تسلیمہ یجب حملہ علی ما اذا کان فی النفطۃ دم او قیح ما ینجس

الماء والا فالحجۃ ما قدمنا من النصوص واللہ تعالی اعلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ [۱۱] ۱۴ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کس طرح کے سونے سے وضو جاتا ہے اسمیں قول منقح کیا ہے۔ بینوا توجروا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

الحمد للہ الذی لاتأخذہ سنۃ ولانوم وافضل الصلاۃ والسلام بعد دانات کل یوم علی من لا

ینام قلبہ فما کان وضوؤہ لینتقض بالنوم وعلی الہ وصحبہ الذین نبہوا فنبہوا من نوم الغفلۃ کل القوم

امام المدققین سیدی علاء الدین دمشقی حصکفی وعلامہ جلیل ابوالاخلاص حسن شرنبلالی ومحقق بالغ النظر سیدی ابراہیم حلبی

رسالہ

نبہ القوم ان الوضوء من ای نوم

نبہ ۱ قوم ۲

ف ۱: نص وعزہ علی العلامۃ ش

ف ۲: تطفل علی الغنیۃ

ودیگر اکابر اعلام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم نے درمختار و نور الایضاح و مراقی الفلاح و غنیہ و صغیری وغیرہا میں بعد احاطہ اقوال جو اسباب میں قول منقح وفہیم مستغیث عن الفی السمع وھو شہید کے لیے افادہ فرمایا اوسکا حاصل عطر محاصل یہ ہے کہ ف۱ نیند دو شرطوں سے ناقض وضو ہوتی ہے اول یہ کہ دونوں سرین اوسوقت خوب جمے نہ ہوں دوسرے یہ کہ ایسی ہیأت پر سویا ہو جو غافل ہوکر نیند آنے کو مانع نہ ہو جب یہ دونوں شرطیں جمع ہونگی تو سونے سے وضو جائیگا اور ایک بھی کم ہے تو نہیں مثلاً (۱) ف۲ دونوں سرین زمین پر ہیں اور دونوں پاؤں ایک طرف پھیلے ہوئے کرسی کی نشست اور ریل کی تپائی بھی اسمیں داخل ہے **اقول** (۱۲۶) ف۳ مگر یورپین ساخت کی کرسی جسکے وسط میں ایک بڑا سوراخ اسی مہمل غرض سے رکھا جاتا ہے اس سے مستثنے ہے اوسکی نشست مانع حدث نہیں ہوسکتی (۲) دونوں سرین پر بیٹھا ہے اور گھٹنے کھڑے ہیں اور ہاتھ ساقوں پر محیط ہیں جسے عربی میں احتباء کہتے ہیں خواہ ہاتھ زمین وغیرہ پر ہوں اگرچہ سر گھٹنوں پر رکھا ہو (۳) دو زانو سیدھا بیٹھا ہو (۴) چار زانو پالتی مارے یہ صورتیں خواہ زمین پر ہوں یا تخت یا چارپائی پر یا کشتی یا شقدف یا شبری یا گاڑی کے کھٹولے میں (۵) ف۴ گھوڑے یا خچر وغیرہ پر زین رکھ کر سوار ہے (۶ و ۷) ف۵ ننگی پیٹھ پر سوار ہے مگر جانور چڑھائی پر چڑھ رہا یا راستہ ہموار ہے۔ ظاہر ہے کہ ان سب صورتوں میں دونوں سرین جمے رہینگے لہذا وضو نہ جائیگا۔ اگرچہ کتنا ہی غافل ہوجائے۔ اگرچہ سر بھی قدرے جھک گیا ہو نہ اتنا کہ سرین نہ جمے رہیں ف۶ اگرچہ دیوار وغیرہ کسی چیز پر ایسا تکیہ لگائے ہو کہ وہ شے ہٹالیجائے تو یہ گر پڑے یہی ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا اصل مذہب و ظاہر الروایۃ و مفتی بہ و صحیح و معتمد ہے اگرچہ ہدایہ و شرح وقایہ میں حالت تکیہ کو ناقض وضو لکھا (۸) ف۷ کھڑے کھڑے سوگیا (۹) رکوع کی صورت پر (۱۰) سجدہ مسنونہ مرداں کی شکل پر کہ پیٹ رانوں اور رانیں ساقوں اور کلائیاں زمین سے جدا ہوں اگرچہ یہ قیام وہیأت رکوع و سجود غیر نماز میں ہو اگرچہ سجدہ کی اصلا نیت بھی نہ ہو ظاہر ہے کہ یہ تینوں صورتیں غافل ہوکر سونے کی مانع ہیں تو ان میں بھی وضو نہ جائیگا (۱۱) ف۸ اکڑوں بیٹھے سویا (۱۲ و ۱۳ و ۱۴) چت یا پٹ یا کروٹ پر لیٹ کر (۱۵) ایک کہنی پر تکیہ لگاکر (۱۶) بیٹھ کر سویا مگر ایک کروٹ کو جھکا ہوا کہ ایک یا دونوں سرین اوٹھے ہوئے ہیں (۱۷) ف۹ ننگی پیٹھ پر سوار ہے اور جانور ڈھال میں اوتر رہا ہے **اقول** (۱۲۷) فقیر گمان کرتا ہے کہ کاٹھی بھی ننگی پیٹھ کے مثل ہے اور وہ یورپین وضع کی کاٹھیاں جنکے وسط میں اسیلیے خلا رکھتے ہیں مانع حدث نہیں ہوسکتیں اگرچہ راہ ہموار ہو واللہ تعالٰی اعلم (۱۸) دو زانو بیٹھا اور پیٹ رانوں پر رکھا ہو کہ دونوں سرین جمے نہ رہے ہوں (۱۹) اسیطرح اگر چار زانو ہے اور سر رانوں یا ساقوں پر ہے (۲۰) ف۱۰ سجدہ غیر مسنونہ کی طور پر جسطرح عورتیں گٹھڑی بنکر سجدہ کرتی ہیں اگرچہ خود نماز یا اور کسی سجدہ مشروعہ یعنی سجدہ تلاوت یا سجدہ شکر میں ہو ان دس صورتوں میں دونوں شرطیں جمع ہونے کے سبب وضو جاتا رہیگا اور جب اصل مناط بتا دیا گیا تو زیادہ تفصیل صور کی حاجت نہیں ان دونوں شرطوں کو

https://www.facebook.com/darahlesunnat

غور کرلین جہان مجتمع ہین وضو نہ رہیگا ورنہ ہے البتہ فتاوے امام قاضیخان مین فرمایا کہ تنور کے کنارے اوسمین پاؤن لٹکا بیٹھکر سونے سے بھی وضو جاتا رہتا ہے کہ اوسکی گرمی سے مفاصل ڈھیلے ہو جاتے ہین **اقول** مگر یہ اوس ضابطۂ منقحہ کے خلاف ہو کہ سرین دونون جمے ہین لیکن یہ صورت بہت نادرہ ہے تو احتیاطًا عمل کرلینے مین حرج نہین واللہ تعالٰی اعلم اور صورت بستم مین اگرچہ خاص دربارۂ سجدۂ نماز یا سجدۂ مشروعہ مطلقًا نزاع طویل و ہجوم اقاویل ہے مگر تحقیق احق یہی ہے کہ جملہ صور مذکورہ بستگانہ مین نماز و غیر نماز سب کا حکم یکسان ہے نماز مین بھی سونے سے وضو نہ جانے کے لیے دونون سرین کا جما ہونا یا ہیآت کا مانع استغراق نوم ہونا ضرور ہے و لہذا یہی اکابر تصریح فرماتے ہین کہ اگر نماز مین لیٹ کر سویا وضو نہ رہیگا عام ازینکہ چت ہو یا پٹ یا کروٹ پر یا ایک کہنی پر تکیہ دیے عام ازین کہ قصدًا لیٹا ہو یا سوتے مین لیٹ گیا اور فورًا فورًا جاگ نہ اوٹھا حتے کہ اگر کوئی شخص بیماری کے سبب بیٹھکر نماز نہ پڑھ سکتا ہو اوسے بھی اگر لیٹے لیٹے پڑھنے مین نیند آگئی وضو جاتا رہیگا غرض پہلی دس صورتین جنمین وضو نہین جاتا اگر نماز مین واقع ہون جب بھی نہ جائیگا نہ نماز فاسد ہو اگرچہ قصدًا سوئے ہان جو رکن بالکل سوتے مین ادا کیا اوسکا اعتبار نہ ہوگا اوسکا اعادہ ضرور ہے اگرچہ بلاقصد سو جائے اور جو جاگتے مین شروع کیا اور اوس رکن مین نیند آگئی اوسکا جاگتے کا حصہ معتبر رہیگا اور پچھلی دس صورتین جن مین وضو جاتا رہتا ہے اگر نماز مین واقع ہون جب بھی جاتا رہیگا پھر اگر ان صورتون پر قصدًا سویا تو نماز بھی گئی وضو کر کے سرے سے نیت باندھے اور بلاقصد سویا تو وضو گیا نماز باقی ہے بعد وضو پھر اوسیجگہ سے پڑھ سکتا ہے جہان نیند آگئی تھی پھر سب صورتون مین سونے کی تخصیص اسلیے ہو کہ اونگھ ناقض وضو نہین جب کہ ایسا ہوشیار رہے کہ پاس کے لوگ جو باتین کرتے ہون اکثر پر مطلع ہو اگرچہ بعض سے غفلت بھی ہو جاتی ہو یونہین اگر بیٹھے بیٹھے جھوم رہا ہے وضو نہ جائیگا اگرچہ جھومنے مین کبھی کبھی ایک سرین اوٹھ بھی جاتا ہو بلکہ اگرچہ جھوم کر گر پڑے جبکہ فورًا ہی آنکھ کھلجائے ہان اگر گرنے کے ایک ہی لمحہ بعد آنکھ کھلی تو وضو نہ رہیگا **اقول** یہ قید اون سب صورتون مین ہے جن مین وضو جاتا بیان ہوا کہ انھین صورتون پر سونا پایا جائے اور اگر سویا اوس شکل پر جسمین وضو نہ جاتا اور جسم نیند بھاری ہو کر یہ شکل پیدا ہوئی جس سے جاتا رہتا مگر پیدا ہوتے ہی فورًا بلا وقفہ جاگ اوٹھا وضو نہ جائیگا جیسے سجدۂ مسنونہ مین سویا اور کلائیان زمین سے لگتے ہی آنکھ کھل گئی اور یہ بھی یاد رہے کہ آدمی جب کسی کام مثلًا نماز وغیرہ کے انتظار مین جاگتا ہو دل اوسطرف متوجہ ہے اور سونے کا قصد نہین نیند جو آتی ہے اوسے دفع کرنا چاہتا ہے تو بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ غافل ہو گیا جو باتین اوسوقت ہوئین اونکی خبر نہین بلکہ دو دو تین تین آوازون مین آنکھ کھلی اور وہ اپنے خیال مین یہ سمجھتا ہے کہ مین نہ سویا تھا اسلیے کہ اوسکے ذہن مین وہی دفعت خواب کا خیال جا ہوا ہے یہانتک کہ لوگ اوس سے کہتے ہین تو سو گیا تھا وہ کہتا ہے ہرگز نہین ایسے خیال کا اعتبار نہین جب معتمد شخص کہے کہ تو غافل تھا پکارا جواب نہ دیا یا باتین پوچھی جائین اور یہ نہ بتا سکے

کما سیأتی التحریر بعون العنیۃ انشاء اللہ تعالٰی ۱۲ منہ

توضؤ لازم ہے فی الحلیۃ النوم ان کان فی الصلاۃ فلیس بحدث الا ان یکون مضطجعا وقال قاضی خان او متکئا ثم فی بعض شروح القدوری الاتکاء عام والاستناد خاص وھو اتکاء الظہر لا غیر قلت لکن الظاھر ان مراد القاضی النوم علی احد ورکیہ فی الصلاۃ فان مقعدہ یکون متجافیا عن الارض فکان فی معنی النوم مضطجعا فی کونہ سببا لوجود الحدث بواسطۃ استرخاء المفاصل وزوال المسکۃ ولا یخالف ھذا ما فی الخلاصۃ من عدم النقض بالنوم متورکا لانہ مفسر فیھا بان یبسط قدمیہ من جانب ویلصق الیتیہ بالارض وھذا یخالف تفسیر صاحب البدائع وصاحب الاسرار فانہ قال فی تعلیل النقض انھا جلسۃ تکشف عن مخرج الحدث الا انہ وضع المسألۃ خارج الصلاۃ والتعلیل یفید انہ وضع اتفاق قال شیخنا فھذا اشتراک فی لفظ التورک اھ **اقول** وکذا افاد فی البحر تبعا للفقیر والذھول عن ھذا وقع فی المستخلص شرح الکنز ان نقل تحت قول الکنز ونوم مضطجع ومتورک تفسیر التورک ان یخرج رجلیہ من الجانب الایمن ویلصق الیتیہ علی الارض کذا فی المستصفی اھ ولم یلق بلا ان ھذا تفسیر تورک الشافعیۃ فی الصلاۃ ولیس من نواقض الوضوء قطعا ثم قال فی الحلیۃ ویلحق بالنوم مضطجعا النوم مستلقیا علی قفاہ او منبطحا علی وجھہ فان فی کل استرخاء المفاصل وزوال المسکۃ علی الکمال کالاضطجاع ثم لا خلاف عندنا فی عدم النقض للوضوء اذا کان فی الصلاۃ فی غیر ھذہ الحالات التی ذکرناھا اذا لم یکن متعمدا فان تعمدا ففی الخانیۃ ان تعمد النوم فی سجودہ تنتقض طھارتہ فی قولھما اھ قال شیخنا کانہ مبنی علی قیام المسکۃ فی الرکوع دون السجود ومقتضی النظر التفصیل فی ذلک السجود ان کان متجافیا لا ینتقض والا ینتقض اھ ما فی الحلیۃ **اقول** عبارۃ الخانیۃ لو نام ساجدا فی الصلاۃ لا یکون حدثا فی ظاھر الروایۃ فان تعمد النوم فی سجودہ تنتقض طھارتہ وتفسد صلاتہ ولو تعمد النوم فی قیامہ او رکوعہ لا تنتقض طھارتہ فی قولھما اھ فقولہ فی قولھما راجع الی مسألۃ القیام والرکوع دون السجود کما اقتضاہ اختصار الحلیۃ علی ما فی النسخ کیف وعدم النقض ولو تعمد فی الصلاۃ ھو المعتمد وھو المذھب قال فی الھندیۃ ثم فی ظاھر الروایۃ لا فرق بین غلبتہ وتعمدہ وعن ابی یوسف النقض والصحیح ما فی ظاھر الروایۃ ھکذا فی المحیط اھ فکیف یجوز ان یکون قولھم وسیأتی عن نص الحلیۃ نفسھا ثم **اقول** لم یتعرض الامام قاضی خان ھھنا عن حکم الصلاۃ اذا تعمد النوم فی القیام او الرکوع وعبارتہ فی مفسدات الصلاۃ ومن ثم نقل فی الفتح ھکذا اذا نام المصلی مضطجعا متعمدا فسدت صلاتہ ولو لم یتعمد فمال حتی اضطجع تنتقض طھارتہ ولا تفسد صلاتہ ولو نام فی رکوعہ او سجودہ ان لم یتعمد لا تفسد صلاتہ وان تعمد فسدت فی السجود ولا تفسد فی الرکوع اھ فانما محط کلامہ طرا ان النوم ان کان ناقض الطھارۃ کما فی الاضطجاع [illegible] مفسد للصلاۃ الا ان تعمد الحدث

ف۱: فرق الاتکاء والاستناد
ف۲: للتورک معنیان
تنبیہ مقوم
ف۳: تطفل علی المستخلص
ف۴: تطفل علی الحلیۃ

يمنع البناء والا لا كنوم قائم وراكع ولذا لما حكم علي نوم النساء العذ بافسادنا الصلاة افاد في الفتح ما فاد فليحفظ فان له شانا ان شاء الله تعالى ثم قال في الحلية وذكر في التحفة والبدائع ان النوم في غير حال الاضطجاع والتورك في الصلاة لا يكون حدثا سواء غلبه نوم او تعمد في ظاهر الرواية انتهى والعلة المعقولة في كون النوم ناقضا استرخاء المفاصل وزوال المسكة وهذا المعنى في المذكور والا سقط هذا كله في الصلاة وان كان خارج الصلاة مضطجعا او متكئا بمعونة مكون متمكنا على احد مقعديه كما هو معر... في التحفة والبدائع ومحيط رضي الدين نقض بلا خلاف اه ملتقطا وفي رد المحتار نام المريض وهو يصلي مضطجعا الصحيح النقض كما في الفتح وغيره وزاد في السراج به يفتى اه وفي الخانية ظاهر المذهب ان النوم في الصلاة لا يكون حدثا الا ان يكون مضطجعا او متكئا والاضطجاع على نوعين ان غلبت عيناه فنام في نومه فهو بمنزلة ما لو سبقه الحدث يتوضأ ويبني والثاني ان تعمد النوم في الصلاة مضطجعا يتوضأ ويستقبل ومن عجز فصلى مضطجعا فنام ينقض اه وفي متن نور الايضاح وشرحه مراقي الفلاح في فصل ما لا ينقض الوضوء (و) منها (نوم مصل ولو راكعا او ساجدا) اذا كان (على جهة السنة) في ظاهر المذهب اه وفي منحة الخالق عن النهر الفائق عن عقد الفرائد انما لا يفسد الوضوء بنوم الساجد في الصلاة اذا كان على الهيأة المسنونة قيد به في المحيط وهو الصحيح اه وقال المحقق الكبير في شرح المنية الصغير والمعتمد انه ان نام على الهيأة المسنونة في السجود رافعا بطنه عن فخذيه مجافيا مرفقيه عن جنبيه لا يكون حدثا والا فهو حدث لوجود نهاية استرخاء المفاصل سواء كان في الصلاة او خارجها وتمام تحقيقه في الشرح اه وفي التنوير والدر قام او قعد او ركع او سجد او قعد الاخير نائما لا يعتد به بل يعيده ولو القراءة او القعدة على الاصح وان لم يعد تفسد ولو ركع او سجد فنام فيه اجزأه لحصول الرفع منه والوضع اه ولفظ المراقي وان طرأ فيه النوم صح بما قبله منه اه قلت[152] وهو اوضح واوجه وفي الدر المختار ايضا ينقضه حكما نوم يزيل مسكته بحيث تزول مقعدته من الارض وهو النوم على احد جنبيه او وركيه او قفاه او وجهه والا يزل مسكته لا ينقض وان تعمده في الصلاة او غيرها على المختار (نص عليه في الفتح وهو قيد في قوله في الصلاة قال في شرح الوهبانية ظاهر الرواية ان النوم في الصلاة قائما او قاعدا او ساجدا لا يكون حدثا سواء غلبه النوم او تعمده ش) كالنوم قاعدا او مستندا الى ما لو ازيل لسقط على المذهب (اي ظاهر المذهب عن ابي حنيفة وبه اخذ عامة المشائخ وهو الاصح كما في البدائع ش وعليه الفتوى جواهر الاخلاطي) وساجدا على الهيأة المسنونة (بان يكون رافعا بطنه عن فخذيه مجافيا عضديه عن جنبيه بحر قال ط وظاهره ان المراد الهيأة المسنونة في حق الرجل لا المرأة ش) اقول[153] ليس هذا محل الاستظهار وقد صرح به السادة الكبار كقاضي خان وغيره على[154] انهم لو لم يصرحوا لكان هو المتعين بالارادة لان المقصود هيأة تمنع الاستغراق في النوم كما لا يخفى)

ف١: ۱۴۲ معروضة على العلامة ش... | تنبيه لقوم | ف٢: ۱۴۳ معروضة عليه ايضا

ولو فی غیر الصلاۃ علی المعتمد ذکرہ الحلبی او متورکا بان یبسط قدمیہ من جانب ویلصق الیتیہ بالارض فتح ش) او محتبیا بان جلس علی الیتیہ ونصب رکبتیہ وشد ساقیہ الی نفسہ بیدیہ او بشیئ یحیط من ظہرہ علیہما شرح المنیۃ ش **اقول**[۱۵۵] ولا مدخل ھھنا لوضع الیدین فانما مطمح النظر تمکین الورکین ولذا عممت) وراسہ علی رکبتیہ لغیر قید ش وبالاولی اذا لم یکن رأسہ کذلک ط) او شبہ المنکب (ای علی وجہہ وھو کما فی شروح الھدایۃ ان ینام واضعا الیتیہ علی عقبیہ وبطنہ علی فخذیہ ونقل عدم النقض بہ فی الفتح عن الذخیرۃ ایضا ش **قلت** ونقل فی الھندیۃ عن محیط السرخسی انہ الاصح قال ش ثم نقل فی الفتح عن غیرھا لو نام متربعا ورأسہ علی فخذیہ نقض قال وھذا یخالف ما فی الذخیرۃ واختار فی شرح المنیۃ النقض فی مسألۃ الذخیرۃ لارتفاع المقعدۃ وزوال التمکن واذا انتقض فی التربع مع انہ اشد تمکنا فالوجہ الصحیح النقض ھنا ثم ایدہ بما فی الکفایۃ عن المبسوطین من انہ لو نام قاعدا ووضع الیتیہ علی عقبیہ وصار شبہ المنکب علی وجہہ قال ابو یوسف علیہ الوضوء اھ **اقول**[۱۵۶] وبہ عرفنا القول الفصل فمن حنی راسہ بحیث لم یرفع عجزہ عن الارض لم ینقض وھو مراد الشارح ومن جافی حتی رفع نقض وھو مراد الغنیۃ واذا اتیت علی ھذا التفصیل) او فی محمل او سرج او اکاف (حال الصعود وغیرہ منیہ ش) ولو الدابۃ عریانا فان حال الھبوط نقض للتجافی المقعدۃ عن ظہر الدابۃ حلیہ ش) والا بان کان حال الصعود والاستواء منیہ ش) لا او نام قاعدا یتمایل فسقط ان انتبہ حین سقط (ای قبل ان یصیب جنبہ الارض ط حلیہ ش او عند اصابۃ جنبہ الارض بلا فصل ط غنیہ ش) فلا نقض بہ یفتی (اما لو استقر ثم انتبہ نقض لانہ وجد النوم مضطجعا حلیہ ش) کناعس یفہم اکثر ما قیل عندہ (قال الرحمتی ولا ینبغی ان یغتر الانسان بنفسہ لانہ ربما استغرقہ النوم ویظن خلافہ ش) اھ مزیدا ما بین الاھلۃ منی ومن ط وش افادات عدیدۃ مفیدۃ سدیدۃ **الاولی** ان النوم علی وضع سجود فیہ خلف کثیر ونزاع مدید وانا ارید ان شاء الکریم المجید ان اذکرہ علی وجہ حاسم یجلو بہ الحق کبدر زاھر وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب **فاقول**[۱۵۷] واستعین بالقریب المجیب ذلک الوضع الذی نام فیہ اما ان یکون علی الھیأۃ المسنونۃ للرجال او علی غیرھا وکل اما فی الصلاۃ ومنہا سجدۃ السہو وسہا من نقل الخلاف فیہ کما ننبہ علیہ فی الفتح او فی سجدۃ مشروعۃ خارجہا وھی سجدۃ التلاوۃ والشکر او فی غیر ذلک ویدخل فیہ ما کان علی ھیأۃ ساجد ولم ینوھا اصلا فالصور ست وقد اجمعوا علی عدم النقض فی الاولی وھی السجود فی الصلاۃ علی الھیأۃ المسنونۃ اما ما وقع فی رد المحتار ان النوم ساجدا

مطلب تحقیق شریف للمصنف ... وغیرھا ونقض الطہارۃ بالنوم سواء

تنبیہ مہم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

في الصلاة وغيرها قيل يكون حدثا اي مطلقا سواء كان على الهيأة المسنونة او لا لانه ذكر هذا التفصيل بعد من
في قول مقابل له قال وذكر في الخانية انه ظاهر الرواية اه **فاقول** (ف ١) هذا الاطلاق ان صدر عن احد فهو محجوج
بنص الحديث وتصريحات ائمة القديم والحديث وقد تقدم عن الحلية ان لا خلاف عندنا في ذلك (ف ٢) اما الخانية
فلم تذكره بهذا الارسال وانما نصها هكذا ظاهر المذهب ان النوم في الصلاة لا يكون حدثا نام قائما او راكعا او ساجدا
امّا خارج الصلاة على هيأة الركوع والسجود قال شمس الائمة الحلوانی رحمه الله تعالى يكون حدثا في ظاهر الرواية وقيل
ان كان ساجدا على وجه السنة بان كان رافعا بطنه عن فخذيه مجافيا عضديه عن جنبيه بحيث يرى من خلفه
عفرة ابطيه لا يكون حدثا وان كان ساجدا على وجه غير السنة بان الصق بطنه بفخذيه وافترش ذراعيه كان
حدثا اه فاين هذا من ذاك فليتنبه نعم جاءت خلافية عن ابي يوسف في تعمد النوم على خلاف ظاهر الرواية الصحيحة المختارة
لا تختص في تحقيقنا بالسجود بل تعم الصلاة كلها كما سيأتي ان شاء الله تعالى واجمعوا على النقض في السادسة وهي كونه على
هيأة سجود غير مسنونة من غير نية او في سجدة غير مشروعة اما ما وقع في رد المحتار ان النوم ساجدا قيل لا يكون
حدثا في الصلاة وغيرها وصححه في التحفة وذكر في الخلاصة انه ظاهر المذهب وفي الذخيرة هو المشهور اه **فاقول** (ف ٣) ان اراد
بالسجود السجود الشرعي فهو والحكم الى الخلاصة يعم لكنه اذن لا يتناول الا سجود الصلاة والسهو والتلاوة والشكر وبقي
كلامه ساكتا عن حكم ما اذا كان على هيأة سجود من دون سجود او في سجود غير مشروع كما يفعله بعض الناس عقيب
الصلاة ولا شك ان كلام الخلاصة والخانية والتحفة والبدائع والحلية التي لخص منها هذا الفصل يشمل هذه الصور
كلها فلا وجه لاخراجها عن الكلام مع ان الحاجة ماسة الى ادراك حكمها ايضا وان اراد من كان على هيأة سجود وان لم
ينوه او لم يشرع فيجب ان يكون المراد الهيأة المسنونة للرجال لانها المانعة عن الاستغراق في النوم فكان كالنوم قائما
او على هيأة ركوع اما ان يؤخذ العموم في الساجد كما اعطاه كلمات المنقول عنهم جميعا وقد اشار اليه في الخلاصة
حيث عبر في الصلاة بلفظة ساجدا وفي خارجها بلفظة على هيأة السجود ونفى الهيأة ايضا كما هو قضية رد المحتار
حيث ذكر تفصيل الهيأة في قول ثالث مقابل لهذا حتى يلزم ان لا ينقض نوم من نام في غير سجود مشروع على هيأة
سجود المرأة فلا يجوز ان يقول به احد فانه حينئذ ليس الا كالنوم المنبطح سواء بسواء بل هو هو لا يفارقه الا بقبض
في الايدي والارجل كما لا يخفى وراجعت الخلاصة فوجدت نصها هكذا في الاصل قال لا ينقض الوضوء النوم قاعدا
او راكعا او ساجدا او قائما هذا في الصلاة فان نام خارج الصلاة قائما او على هيأة الركوع والسجود في ظاهر المذهب لا فرق بين الصلاة
وخارج الصلاة اه ثم قال اذا نام في سجود التلاوة لا يكون حدثا عندهم جميعا كما في الصلبية وفي سجدة الشكر كذلك عند محمد

ف ١: معروضة على العلامة ش
ف ٢
تنبیه فقهی
ف: معروضة اخرى عليه
ف ٣: معروضة ثالثة عليه

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وهكذا روی عن ابی یوسف سواء سجد علی هیأة وجه السنة او غیر السنة نحو ان یفترش ذراعیه ویلصق بطنه علی فخذیه وعند ابی حنیفة یکون حدثا وفی سجدتی السهو لا یکون حدثا اھ فافاد ان عموم الهیأة انما هو فی السجود المشروع کسجدة التلاوة والسهو عند الکل والشکر عندهما ولما لم تشرع سجدة الشکر عنده قال بالنقض فیها اذا لم تکن علی هیأة السنة وفی الحلیة بعد ماقدمنا عنها من الکلام علی النوم فی الصلاة وان کان خارج الصلاة (فذکر الوجه الی ان قال) وان نام قائما او علی هیأة الرکوع والسجود غیر مستند الی شیئ ففی البدائع العامة علی انه لا یکون حدثا لان الاستمساك فیها باق وفی التحفة الاصح انه لیس بحدث کما فی الصلاة وعلیه مشی فی الخلاصة وذکر انه ظاهر المذهب وعکس هذا بالنسبة الی هیأة الرکوع والسجود فی الخانیة فذکر انه حدث فی ظاهر الروایة والاول هو المشهور کما فی الذخیرة اھ ملخصا فافاد فلیس کلامهم هذا فی غیر الصلاة وافاد بقاء الاستمساك ان المراد هیأة السجود المسنون فهذا الذی یشم من عبارة رد المحتار لیس مراد الخلاصة ولا التحفة ولا الخانیة ولا الذخیرة ولا الحلیة فلیتنبه تنبیه الاربع وهی الهیأة المسنونة خارج الصلاة فی السجدة المشروعة او غیرها و غیر المسنونة فی السجدة المشروعة فی الصلاة او غیرها فهذه تجاذبت فیها الاراء ووجدت ههنا مما اعتمده المصنفون فی تصانیفهم المتداولة فی المذهب اربعة اقوال الاول ان کان علی الهیأة المسنونة لا ینقض ولو خارج الصلاة وعلی غیرها ینقض ولو فیها وهو الذی عولنا علیه وقدمنا نقله عن مراقی الفلاح والمحیط وعقد الفرائد وشرح المنیة الصغیر وفی مجمع الانهر لا نوم ساجد فی الصلاة او خارجها علی الصحیح عندنا وفی المحیط انما لا ینقض اذا کان رافعا بطنه من فخذیه جافیا عضدیه عن جنبیه وان ملتصقا بفخذیه معتمدا علی ذراعیه فعلیه الوضوء اھ وقال العلامة اکمل الدین البابرتی فی العنایة شرح الهدایة قوله بخلاف النوم حالة القیام والقعود والرکوع والسجود فی الصلاة یعنی اذا کان علی هیأة سجود الصلاة من تجافی البطن عن الفخذین وعدم افتراش الذراعین اما اذا کان بخلافه فینقض اھ وفی الرحمانیة عن العتابیة وعن اصحابنا ان النوم فی السجود انما لا یفسد اذا کان علی الهیأة المسنونة اھ وفی المعراجیة کما نقل عنها فی ذخیرة العقبی مانصه عن الامام الثانی رحمه الله تعالی انه لو تعمد النوم فی السجود ینقض والا فلا لان القیاس ان یکون ناقضا الا انا استحسنا فی غیر العمد لان من یکثر الصلاة باللیل لا یمکنه الاحتراز عن النوم فیه فاذا تعمده بقی علی اصل القیاس وجه ظاهر الروایة ماروی انه صلی الله تعالی علیه وسلم قال اذا نام العبد فی سجوده یباهی الله تعالی به ملئکته فیقول انظروا الی عبدی روحه عندی وجسده فی طاعتی وانما یکون جسده فیها اذا بقی وضوؤه وجعل هذا الحدیث فی الاسرار من المشاهیر ولان الاستمساك باق فانه لو زال لزال علی احد شقیه اھ وقال اعنی العلامة

ف: معروضة علی العلامة ساوہ نمبر ١

ف: تطفل ثالث مع العلامة ش معناه نمبر ٢

تنبیه لقوم

البیهقی عن انس والدارقطنی عن ابی هریرة وابن شاهین عنه وعن ابی سعید کلاهما بلفظ ۱۲ منہ

قلت ذکرہ حجۃ الاسلام عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ۱۲ منہ

يو سف چلپی فخیله کان یختلج فی خلدی من عنفوان الشباب الی بلوغ درجة مطالعة معتبرات هذا الفن ان النوم ساجدا هو المنقض مکبا علی الوجه فما وجه عده غیر ناقض مع وجود کمال الاسترخاء فیه ثم رد فعته بحمله علی وضع سجدة الصلوة من تجافی البطن عن الفخذ وعدم افتراش الذراعین کما هو الظاهر من قوله ساجدا ثم وجدت فی بعض الشروح هذا التوجیه مع الدفع بعینه فقلت الحمد لله الذی وفقنی بآراء الفضلاء اھ و ستأتی ان شاء الله تعالی عبارة شرح الملتقی للمصنف والمنح والطحطاوی والهدایة والکافی والفتح والحلیة والدرر بل ونصوص المتون کمختصر القدوری والبدایة والوقایة والنقایة والکنز والاصلاح والغرر والملتقی والتنویر ونورالایضاح وبه جزم فی الدر المختار علی ما فهم فی رد المحتار حیث قال علی قوله الدر وساجدا علی الهیأة المسنونة ولو فی غیر الصلاة علی المعتمد ذکره الحلبی ما نصه قوله ولو فی غیر الصلوة مبالغة علی قوله علی الهیأة المسنونة لا علی قوله وساجدا فیفید ان کون الهیأة المسنونة قیدا فی عدم النقض ولو فی الصلوة بهذا التقریر یلتئم کلامه مع ما عزاه الحلبی فی شرح المنیة کما سیظهر اھ ومال ھو ایضا بعد ما حقق عن الحلبی انه اعتمد فی شرحه الصغیر الیه لشأن من اشتراط الهیأة المسنونة فی سجود الصلوة ایضا ورأیتنی کتبت علیه اقول اولا ھو ھو النص ینقض لاوضوء علی من نام قائما او قاعدا او راکعا او ساجدا کما فی الحلیة وغیرها ولاقتران هذه الارکان تسبق الاذهان الی الصلوة وبه استدل اصحابنا علی ان المراد فی الخبر ایضا سجود الصلوة وسجدة التلاوة فیسری الی شمول الحدیث غیر الصلوة نوع خفاء حتی قصره له فی البدائع والمبسوط والبیین وغیرها علی الصلبیة قائلین ان النص انما ورد فی الصلوة کما سیأتی ثانیا عدم الانتقاض بالنوم فی السجود اظهر فی الصلوة واشتراط الهیأة المسنونة لعدم النقض اظهر فی غیرها الظاهر اطلاق النص فی الصلوة والمبالغة انما تکون بذکر الخفی فان قیل مدخول الوصلیة یکون اولی بالحکم منه فان قیل ولو فی الصلوة یکن مبالغة علی قوله الهیأة المسنونة لما ذکر المحشی رحمه الله تعالی لان اشتراط الهیأة هو الخفی فی الصلوة لا عدم النقض فی السجود اما اذا قال الشارح رحمه الله تعالی ولو فی غیر الصلوة فالمبالغة علی قوله ساجدا علی الهیأة المسنونة لان اشتراط الهیأة فی غیر الصلوة امر ظاهر وانما الخفی عدم النقض لاجرم ان العلامة المحشی لما جعله مبالغة علی الهیأة لم یمکنه تعبیره الا بلو فی الصلوة ولو لا نقله فی القولة ولو فی غیر الصلوة کما هو فی نسخة الدر بایدینا لظننت ان لفظة غیر من کلام الدر ساقطة من نسخة المحشی اما التشبث بذکر اعتماد الحلبی وانما اعتمد تعمیم اشتراط الهیأة بسجود الصلاة ایضا فاقول لعله لا یتعین هذا الاعتماد مرادا فانه ذکر فی الغنیة قول ابن شجاع ان النوم ساجدا فی غیر الصلاة ناقض مطلقا ثم نقل عن الخلاصة والکفایة ان فی ظاهر المذهب لا فرق بین الصلاة وخارج الصلاة وعن الهدایة انه الصحیح ثم عن القمی التفصیل بالنقض ان کان علی غیر هیأة السنة وعدمه ان کان علیها ثم حقق ان المناط وجود نهایة الاسترخاء وان القاعدة الکلیة المعتمد

ف ١ معروضة علی العلامة ش

ف ٢ تنقیح مدخول لو الوصلیة یکون اولی بالحکم

ف ٣ مسئلة معروضة علیه

كما سيجئ ان شاء الله تعالى فافاد ان السجود على هيأة السنة غير ناقض ولو خارج الصلٰوة وانه المعتمد فهم العزو من هذا الوجه ايضا وحينئذ يكون كلام الشارح رحمه الله تعالى ساكتا عن حكم الساجد فی الصلٰوۃ علی غیر هیأة السنة **فان قلت** مدخول الوصلية ونقيضه ليشتركان فی الحكم وان كان النقيض اولی به فيكون هذا قيد النفی الصلٰوة ايضا **قلت** كلا وانما يفيد ان الحكم بهذا القيد يعم الصورتين ومفهومه نفی العموم بغير هذا اما عموم النفی بدونه فلا وذلك ان الواو فی الوصلية كانها عاطفة حذف المعطوف عليه لظهوره فقوله تعالٰی يؤثرون علی انفسهم ولو كان بهم خصاصة كاٰنه قيل يؤثرون لو لم تكن بهم خصاصة ولو كان بهم خصاصة كما بينته فی المعتمد المستند شرح المعتقد المنتقد فالمعنی لا ينقض النوم ساجدا علی الهيأة المسنونة لا فی الصلٰوة ولا فی غيرها ولا كذلك النوم علی غير الهيأة او فانه ينقض فی احدهما دون الاخر او فيهما معا كل محتمل وبعد اللتيا والتی لو قال الشارح ساجدا ولو فی غير الصلٰوة علی الهيأة المسنونة ولو فيها لكان اظهر وانهر ولا تی بالمبالغتين معا والله تعالٰی اعلم بمراد عباده وسيتبين لك تحقيق هذا القول المنيف ان شاء المولی القدير سبحٰنه وتعالٰی عن يد **ونظير الثانی** ان كان فی الصلٰوة لا ينقض اصلا وخارجها ينقض ولو فی سجدة مشروع بوجه مسنون قدمنا نقله عن الخانية عن الامام شمس الائمة الحلوانی وانه هو ظاهر الرواية عنده وقال فی المنية ان نام فی الصلٰوة قائما او راكعا او قاعدا او ساجدا فلا وضوء عليه وان كان خارج الصلٰوة فنام علی هيأة الساجد ففيه اختلاف المشائخ وظاهر المذهب انه يكون حدثا اھ وقال شارحها العلامة ابرٰهيم قال ابن الشجاع لا يكون حدثا فی هذه الاحوال فی الصلٰوة اما خارج الصلٰوة فيكون حدثا واليه مال المصنف حتی قال الظاهر المذهب انه يكون حدثا اھ وفی الفتاوی السراجية اذا نام فی سجدة التلاوة انتقض وضوؤه بخلاف سجدة الصلٰوة اھ **الثالث** لا نقض فی الصلٰوة مطلقا اما خارجها فبشرط هيأة السنة والا انتقض قال الامام الزيلعی فی التبيين النائم قائما او راكعا او ساجدا ان كان فی الصلٰوة لا ينتقض وضوؤه لقوله صلی الله تعالٰی عليه وسلم لا وضوء علی من نام قائما او راكعا او ساجدا وان كان خارج الصلٰوة فكذلك فی الصحيح ان كان علی هيأة السجود بان كان رافعا بطنه عن فخذيه مجافيا عضديه عن جنبيه والا انتقض اھ وفی الحلية بعد ما قدمنا عنه ان هذا كله فی الصلٰوة وان كان خارج الصلٰوة (فذكر الوجوه الی ان ذكر النوم علی هيأة السجود فقال) ذكر غير واحد من المشائخ فی هذه المسألة عن علی بن موسی القمی انه قال لا نص فی ذلك ولكن يظهر ان سجد علی الوجه المسنون لا يكون حدثا وان سجد علی غير وجه السنة يكون حدثا قال فی البدائع وهو اقرب الی الصواب لان فی الوجه الاول الاستمساك باق والاستطلاق منعدم وفی الوجه الثانی بخلافه الا انا تركنا هذا القياس فی حالة الصلٰوة بالنص قلت وقد

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ذكر رضي الدين في المحيط هذا التفصيل نقلا عن النوادر اه وفي الغنية في مسائل النوم خارج الصلاة بعد ماذكر عن
علي بن موسى مامر من التفصيل هذا هو مراد من صحح هذا القول (اي عدم النقض بالنوم على هيأة ساجد خارج
الصلاة) اما لو كان على غير الهيأة المسنونة فلا شك في النقض لوجود نهاية استرخاء المفاصل المذكور في الحد
(ثم قال بعد نقل كلام نفيس عن الكافي حاصله ان المراد بقوله صلى الله تعالى عليه وسلم انه اذا اضطجع استرخت
مفاصله كمال الاسترخاء فان اصله حاصل بنفس النوم ولو قائما) فجميع كلام الشيخ حافظ الدين يفيد ان
المراد بالسجود الذي لا ينتقض الوضوء بالنوم فيه السجود الذي هو مثل الركوع والقيام في عدم نهاية الاسترخاء
وبقاء بعض التماسك وعدم السقوط واذا لم يكن السجود على الهيأة المسنونة فقد حصل نهاية الاسترخاء ولم يبق
بعض التماسك ووجد السقوط فالحاصل ان القاعدة الكلية المعتمد عليها في النقض بالنوم وجود كمال الاسترخاء
مع عدم تمكن المقعدة فبهذا ينبغي ان يؤخذ عند الاختلاف واشتباه الحال الا انهم اخرجوا عن هذه القاعدة
نوم الساجد على غير الهيأة المسنونة في الصلاة اه مزيدا منا ما بين الاهلة **الرابع** كالثالث غير الحاق
كل سجود مشروع بسجود الصلاة فلا تشترط الهيأة الا فيما ليس بسجود مشروع وقد قدمنا نص الخلاصة مع ايضاحه
وفي البحر الرائق قيد المصنف بنوم المضطجع والمتورك لانه لا ينقض نوم القائم والقاعد والراكع والساجد مطلقا في
الصلاة وان كان خارجها فكذلك الا في السجود فانه يشترط ان يكون على الهيأة المسنونة له وهذا هو القياس في الصلاة
الا انا تركناه فيها بالنص كذا في البدائع وصرح الزيلعي بانه الاصح وسجدة التلاوة في هذا كالصلبية وكذا سجدة
الشكر عند محمد خلافا لابي حنيفة وكذا في فتح القدير اه **اقول**[١٢٣] ولا يعتمده في الفتح بل عقبه بقوله كذا قيل وثانيا[١٢٤]
المشار اليه بهذا في قوله وسجدة التلاوة في هذا في عبارة الفتح غيره في عبارة البحر فان البحر جعلها كالصلبية في عدم
اشتراط الهيأة والفتح لم يعرج على هذا اصلا بل اسقط من هذا القيل الذي هو نص الخلاصة قوله سواء سجد
على وجه السنة او غير السنة فالمشار اليه في قوله هو عدم النقض في السجود على هيأة السنة ولذا قال بعد
قوله كذا قيل يرد عليه ما نصه وقياس ما قدمناه من عدم الفرق بين كونه في الصلاة او خارجها يقتضي عدم
الخلاف في عدم الانتقاض بالنوم فيها (اي في سجدة الشكر) وان كان بين الامام وصاحبيه خلاف في مشروعيتها
نعم ينتقض على مقابل الصحيح (وهو قول ابن شجاع بالنقض مطلقا خارج الصلاة) اه مزيدا منا ما بين الاهلة
وانما الذي قدم هو قوله تحت قول الهداية بخلاف النوم في الركوع والسجود في الصلاة وغيرها هو الصحيح هذا
اذا نام على هيأة السجود المسنون خارج الصلاة بان جافى اما اذا الصق بطنه بفخذيه فينتقض ذكره علي بن موسى

ف١ ١٢٣ تطفل على البحر
ف٢

نبه قوم

١٢٤ تطفل آخر عليه

القمی اھ فحصل کلام الفتح بعدم النقض فی السجود للشروع خارج الصلاۃ بشرط الھیأۃ ویؤمی بطرف خفی بفوری الخلاف
الی الاطلاق فی سجود الصلاۃ لم رجحہ ان کان فالی القول الثالث لاھذا الرابع الذی اختارہ فی البحر تبعا للخلاصۃ
بل اقول ان کان الفتح انما زاد لفظۃ خارج الصلاۃ لان کلام الامام علی بن موسی القمی انما کان فیہ ان الاروایۃ
فیہ عن اصحابنا بخلاف سجود الصلاۃ فان الروایۃ فیہ مستفیضۃ لا تنکر واحب الفتح ان یأتی بکلامہ علی نحوہ فیبطل
الفوری ویلتئم مفادہ بمفاد متنہ الھدایۃ وھو القول الاول کما ستعلم ان شاء اللہ تعالٰی بل ھو المراد قطعا لا یجوز
حمل کلامہ علی غیرہ لتصریحہ بالتفرقۃ فی سجود الصلاۃ بین المتجافی وغیرہ کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی ھذا وفی
الغنیۃ بعد ما مرعنہ فی القول الثالث نقل کلام الخلاصۃ ثم قال فتخصیص اختلاف فھم بسجدۃ الشکر فحسب وھی
غیر مسنونۃ عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ مع التصریح بکونہ علی وجہ السنۃ اولا دلیل علی عدم النقض
اجماعا فی غیرھا سواء کان علی وجہ السنۃ اولا وکان وجہہ اطلاق لفظ ساجد فی الحدیث فیترک بہ القیاس فیما
ھو سجود شرعا فیتناول سجود الصلاۃ والسھو والتلاوۃ وکذا الشکر عندھما ویبقی ما عداہ علی القیاس فینقض ان
لم یکن علی وجہ السنۃ لتمام الاسترخاء مع عدم تمکن المقعدۃ ولا ینقض ان کان علی ھیأۃ السنۃ لعدم نھایۃ
الاسترخاء لا لانہ سجود داخل تحت اطلاق الحدیث واللہ الموفق اھ اقول وھذا منہ رحمہ اللہ تعالٰی ابداء
وجہ لذلک القول لا اعتماد لہ الا تری انہ لما لخص شرحہ ھذا جزم بالنقض فی غیر ھیأۃ السنۃ ولو فی الصلاۃ
وجعلہ المعتمد واحال تمام تحقیقہ علی الشرح کما تقدم فلو اراد ھھنا الاعتماد لکانت الحوالۃ غیر رائجۃ بل حوالۃ علی
المخالف ثم لما صنف متن الملتقی لم یلتفت ایضا الی ھذا التفصیل وتبع سائر المتون فی الاطلاق ثم لما شرح متنہ
صرح ان الاطلاق ھو المعتمد کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی **الثانیۃ** فی استخراج القول الراجح من ھذہ الاقاویل
اقول القول الاول علیہ المعول وھو الصحیح ولہ الترجیح وذلک لاربعۃ وجوہ **الاول** علیہ الاکثر کما یظھر لک
مما مر ویأتی والقاعدۃ العمل بما علیہ الاکثر کما نقلت علیہ نصوصا کثیرۃ فی فتاوٰی **الثانی** علیہ تظافرت المتون ولیس
لھا الی غیرہ رکون ولا طبافیھا شأن من اعظم الشیون فانھا الموضوعۃ لنقل المذھب المصون وذلک انھا من عند
اخرھا لم تجنح الی تفرقۃ فی ھذا بین الصلاۃ وغیرھا انما ترسل الحکم ارسالا قال فی الکتاب والنوم مضطجعا او متکئا
او مستندا اھ ومثلہ فی البدایۃ وقال فی الوقایۃ ونوم مضطجع ومتکئ او مستند الی ما لو ازیل لسقط لا غیر اھ وفی النقایۃ
ونوم متکئ الی ما لو ازیل لسقط اھ وفی کنز الدقائق ونوم مضطجع ومتورک اھ وفی الاصلاح ونوم متکئ اھ وفی ملتقی
الابحر ونوم مضطجعا ومتکئا باحد ورکیہ او مستند الی ما لو ازیل لسقط لا نوم قائم او قاعد او راکع او ساجد اھ وفی

ف: [illegible] للغنیۃ

ف: القاعدۃ العمل بما علیہ الاکثر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الغرر ولوم یزیل مسکته والا فلا وان تعمد فی الصلاۃ اھ وفی التنویر ونوم یزیل مسکته والا لا اھ وفی نور الایضاح ونوم لم تتمکن فیه المقعدۃ من الارض لا نوم متمکن ولو مستندا الی شیئ لو ازیل سقط ومصلّ ولو راکعا او ساجدا علی جهة السنة اھ ملتقطا **اقول** ومن عاشر تلك العرائس النفائس اعنی المتون وعرف طرزها فی رمزها بالحواجب والعیون ایقن انها انما ترمی عن قوس واحدۃ وهی ادارۃ الحکم علی ما هو المناط المحقق الثابت بالنقل والعقل اعنی زوال المسکة وعدم تمکن الورکین وقد انقسمت فی بیان ذلك علی قسمین قسم مشوا علی عادتهم الشریفة من سذاجة البیان وعدم التدقیق فی العبارات والدلالة بشیئ علی نظیرہ عند من عرف المناط وهم الاولون وهذا ما قال فی النهر کما نقله السید ابو السعود ان المراد من الاضطجاع ما یوجب زوال المسکة بزوال المقعدۃ عن الارض اھ وما قال فی البحر بعد نقله فروعا فیها النقض مع عدم حقیقة الاضطجاع والتورك المقتصر علیهما فی الکنز فی هذہ المواضع التی یکون فیها حدثا فهو بمعنی التورك فلم تخرج عن کلام المصنف اھ **اقول** وکان الامام القدوری احب التصریح بالمضطجع لورودہ خصوصا فی الحدیث المروی عن عبد الله بن عباس رضی الله تعالی عنهما بالفاظ عدیدۃ عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم کما سیأتی ان شاء الله تعالی وبالمستند لمکان الخلف فیه کما علمت وتبعه فی الهدایة والملتقی والا فالمتکئ یعمهما ویعم المستلقی والمنبطح والمتورك ونظراءهم جمیعا ولذا اقتصر علیه فی النقایة وزاد الی ما لو ازیل لاختیارہ ذلك القول والعلامة ابن کمال لما مشی علی ظاهر الروایة المعتمدۃ ان الاستناد الی ما لو ازیل لسقط ایضا لا ینقض الا بزوال المقعد اقتصر علی لفظ المتکئ فحسب فی الکنز اقام مقامه المتورك ومحصلها واحد وبدأ بالمضطجع تبرکا بالمنصوص وترك المستند لخروجه علی المذهب فهذہ منازعهم رحمهم الله تعالی فی اختلاف عباراتهم وانما مقصودهم جمیعا هو النوم المزیل للمسکة فکما ان الحدیث حصر الحکم فی المضطجع ولیس معناہ القصر علی من نام علی جنبه فالنائم علی وجهه وقفاہ مثله قطعا وانما المقصود التنبیه علی صورۃ زوال المسکة کما دل علیه قوله صلی الله تعالی علیه وسلم فانه اذا اضطجع استرخت مفاصله فکذلك هؤلاء الکرام اقتداء بالحدیث کما ارشد الیه البحر والنهر وقسم آخر احب الضبط فاتی بالجامع المانع وهم الاخرون وقد وتهم العلامة مولی خسرو فلتضلعه من العلوم العقلیة ایضا تعود بالتدقیق وتبعه المولی الغزی والشرنبلالی واعلی الله مقامات مولانا صاحب الهدایة فی دار السلام فبأوجز لفظة کشف الظلام وجلا الاوهام اذ قال بخلاف النوم حالة القیام والقعود والرکوع والسجود فی الصلاۃ وغیرها هو الصحیح لان بعض الاستمساك باق اذ لو زال لسقط فلم یتم الاسترخاء اھ فقد افاد بهذا بقاء الاستمساك وبعدم السقوط ان المراد هو السجود کالمسنون اذ لولاہ بل الصق بطنه بفخذیه وافترش ذراعیه فهو السقوط عینا وای بقاء بعدہ للاستمساك کما تقدم عن الغنیة

ف١: عادة الاولین السنیة فی البیان بعدم التدقیق فی العبارات

ف٢: منشأ اختلاف عبارات العلماء مع کون المقصود واحدا

وصرح بان الصلاة وغيرها سواء فى الحكم فان كان الاستمساك باقيا لم ينقض ولو خارج الصلاة والا نقض ولو فيها وهذا هو القول الاول وكذلك افصح عنه فى الدر حيث قال (والا) بان كان حال القيام او القعود او الركوع او السجود اذا رفع بطنه عن فخذيه وابعد عضديه عن جنبيه (فلا وان تعمد فى الصلاة) اھ وعليه كلام الامام حافظ الدين النسفى كما تقدم وحوله تدور الحلية فيما اسلفنا من نصوصها فانه من اوله لاخره انما بنى الامر على وجود نهاية الاسترخاء وعدمها وختم مسائل النوم فى الصلاة بقوله والعلة المعقولة زوال المسكة كما مر الثالث له صريح التصحيح كما اسلفنا عن المنحة عن النهر عن عقد الفرائد عن المحيط انه الصحيح وعن الصغيرى انه المعتمد وقال العلامة الطحطاوى فى حاشية الدر نقلا عن منح الغفار شرح تنوير الابصار للمصنف انه قال فى الملتقى وشرحه للمؤلف لا ينقضه نوم قائم او قاعد او راكع او ساجد على هيأة السجود المعتبرة شرعا فى الصلاة او خارجها على المعتمد اھ والاقوال الباقية لم ار شيئا منها ذيل بتصحيح صريح وانما علينا اتباع ما رجحوه وما صححوه كما لو افتونا فى حياتهم اما قول البحر المار فى القول الرابع بعد ذكره كلام البدائع وصرح الزيلعى بانه الاصح فاقول قد سمعنا نصه تحت القول الثالث وتصحيحه لا يمس بعدم اشتراط الهيأة فى الصلاة انما ذكره فى عدم الانتقاض خارج الصلاة اذا كان على الهيأة نفيا لقول ابن شجاع فهو تصحيح لاحد جزئى القول الاول كقول البدائع وهو اقرب الى الصواب فانه ايضا راجع الى ذلك التفصيل الذى ذكره القمى فى السجود خارج الصلاة كما فى الحلية وذلك ان القول الاول يشتمل على دعويين احدهما النقض عند عدم الهيأة ولو فى الصلاة وسائر الاقوال تخالفه فى ما بعد لو والاخرى عدم النقض مع الهيأة المسنونة ولو خارج الصلاة والقول الثالث يوافقه فيها اصلا ووصلا والتصحيح فيه انما ورد على هذا الجزء الموافق دون المخالف وكذلك لما سبق الى ذهن العلامة عمر بن نجيم ان شيخه واخاه رحمهما الله تعالى يدعى تصحيح الزيلعى للجزء المخالف نسبه للسهو وعقبه بتصحيح المحيط قال ط قال فى النهر وما فى البحر من تصحيح الزيلعى لهذا فهو سهو بل فى عقد الفرائد انما لا يفسد الوضوء نوم الساجد فى الصلاة اذا كان على الهيأة المسنونة قيد به فى المحيط وهو الصحيح اھ ثم رأيت العلامة الشامى فى منحة الخالق حاول جواب النهر فما نحو ما لحوت ثم زلت قدم القلم حيث قال قول الشارح وصرح الزيلعى بانه الاصح الضمير المنصوب فيه يعود الى قوله وان كان خارجها وكذلك الا فى السجود الخ فهذا نحو ما ذكرته ان التصحيح منسحب على عدم النقض خارج الصلاة ايضا اذا كان على هيأة سنة ثم قال) خلاف ما يوهمه ظاهر العبارة من انه راجع الى قوله وهذا هو القياس اذ هو اقرب لا اقول لا هو متبادر من العبارة ولا هو

ف١ معروضة على العلامة ش ثم على النهر

تنبيه لقوم

ف٢ معروضة اخرى عليه

مفهوم النهر ولاهو اقرب بل الاقرب قوله الا انا تركناه فيهما بالنص وهذا ما فهم فى النهر ولذا عارضه بتصحيح المحيط قال فى المنحة) والاحسن ارجاعه الى قوله كذا فى البدائع لان ما فى البدائع من التفصيل هو ماذكره الزيلعى اقول الذى حط عليه كلام البدائع التفصيل خارج الصلاة والاطلاق فى الصلاة فاذا رجع الضمير الى قوله كذا فى البدائع يوهم ايهاما جليا ان كل هذا التفصيل والاطلاق صححه الزيلعى وحينئذ يرد ايراد النهر بحيث لامرد له فان التصحيح انما ذكره الزيلعى فى التفصيل دون الاطلاق فهو تسليم للايراد لادفعه وقد وقع هذا الايهام بابين وجه فى كلامكم حيث ذكرتم كلام البدائع ثم قلتم وصحح الزيلعى ما فى البدائع فلولا ان ذكرتم ثم نص الزيلعى لاستحكم الايهام ورسخ فى ذهن من لم يراجع التبيين قال فى المنحة) ومما يؤيد ان الضمير ليس راجعا الى ماهو القياس قوله الاتى مقتضى الاصح المتقدم الخ وبه سقط نسبة السهو الى المؤلف التى ذكرها فى النهر اه اقول كل كلامه رحمه الله تعالى مبتن على انه فهم فهم النهر رجوع الضمير الى ماهو القياس وقد علمت انه غير الواقع الا ترى الى قوله بل فى عقد الفرائد ولو كان كما فهمتم لقال نعم فى عقد الفرائد لكن ارشدتم الى وجه اخر شيد مبانى ايراد النهر فان البحر ذكر بعده مسألة تعمد النوم فى الصلاة وان ابا يوسف يقول فيه بالنقض والمختار لا وان قاضى خان فصل فجعله ناقضا فى السجود دون الركوع وان المحقق فى الفتح حمله على سجود لم يتجاف فيه ثم قال البحر وقد يقال مقتضى الاصح المتقدم ان لا ينتقض بالنوم فى السجود مطلقا اه اى سواء كان متجافيا اولا فقد افصح انه جعل الاطلاق فى الصلاة هو الاصح فعلم انه رحمه الله تعالى اراد بالضمير قوله تركناه فيهما بالنص كما كان هو الاقرب المتبادر واياه فهم فى النهر وحينئذ هو سهو لا ريب فيه وبالجملة تصحيح الزيلعى كالبدائع لا مساس له بمخالفة ما نرتضيه اما ما ذكر فى الخانية ان النقض مطلقا فى السجود خارج الصلاة ظاهر الرواية وقدمه وهو يفيد انه الاظهر الاشهر عبر عن قول التفصيل بالهيأة بقيل فافاد ضعفه فاعلم انه قال ذلك ولم يوافق عليه بل جعل فى الخلاصة ظاهر المذهب عدم الفرق فى الصلاة وخارجها وفى الحلية عن الذخيرة انه المشهور وفيها عن البدائع ان عليه العامة وفيها عن التحفة انه الاصح وقال فى الهندية هو الصحيح وقال فى العناية الذى صححه هو ظاهر الرواية وانما نسب لعناية وكتب اخر الفرق الى ابن شجاع بل فى الحلية عن الذخيرة عن الامام ابى الحسين القدورى انه قال فيما عن ابن شجاع انه اذا نام خارج الصلاة على هيأة السجود ينتقض وضوؤه هذا قوله ولم يقل به احد من اصحابنا اه وفى هذا ما يكفينا للخروج عن عهدته ولله الحمد فاستبان ان القول الاول هو المحتظى بصريح التصحيح الراجح هو الاقوى من حيث الدليل اعلم انه اذ قد تحقق ان القول الاول عليه الاكثر وعليه المتون وله التصحيح ولو كان لبعض هذه لساغ لمثلى ان يتكلم عن الدليل فكيف وقد اجتمعت الان

ف۱: معروضة ثالثة عليه
ف۲: معروضة سادسة عليه
ف۳: معروضة رابعة عليه
ف۴: معروضة خامسة عليه
ف۵: الامام قاضى خان انما يقدم الاظهر الاشهر اى اذا لم يصرح بتصحيح غيره

نبيه نقوم

اقول وبحول ربی احول اخرج الائمة احمد وابوداود والترمذی وابوبکر بن ابی شیبة فی مصنفه والطبرانی فی المعجم الکبیر والدارقطنی والبیهقی فی سننهما من طریق ابی خالد یزید بن عبدالرحمن الدالانی عن قتادة عن ابی العالیة عن ابن عباس رضی الله تعالی عنهما انه رأی النبی صلی الله تعالی علیه وسلم نام وهو ساجد حتی غط او نفخ ثم قام یصلی فقلت یارسول الله انك قد نمت قال ان الوضوء لایجب الا علی من نام مضطجعا فانه اذا اضطجع استرخت مفاصله هذا لفظ الترمذی وفی لفظ لاحمد ان النبی صلی الله تعالی علیه وسلم قال لیس علی من نام ساجدا وضوء حتی یضطجع فانه اذا اضطجع استرخت مفاصله ولابی داود انما الوضوء علی من نام مضطجعا فانه اذا اضطجع استرخت مفاصله وللدارقطنی لاوضوء علی من نام قاعدا انما الوضوء علی من نام مضطجعا فان من نام مضطجعا استرخت مفاصله وللبیهقی لایجب الوضوء علی من نام جالسا او قائما او ساجدا حتی یضع جنبه فانه اذا اضطجع استرخت مفاصله وذکر المحقق فی الفتح حدیثا اخر عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده فیه مهدی بن هلال واخر عن ابن عباس عن حذیفة بن الیمان رضی الله تعالی عنهم فیه بحر بن کنیز السقاء ثم قال وانت اذا تأملت فیما اوردناه لم ینزل عندك الحدیث عن درجة الحسن اهـ قال فی الغنیة لما تقرر ان ضعف الراوی اذا کان بسبب الغفلة دون الفسق یزول بالمتابعة ویعلم بها ان ذلك الحدیث مما اجاد فیه ولم یهم فیکون حسنا اهـ اقول اما ابن هلال فلا یصلح متابعا فقد کذبه یحیی بن سعید وقال ابن معین یضع الحدیث وقال ابن المدینی کان یتهم بالکذب قال الدارقطنی وغیره متروك واما ابن کنیز فقال النسائی والدارقطنی متروك وهو قضیة قول ابن معین لایکتب حدیثه لکن الحافظ فی التقریب اقتصر علی انه ضعیف تبعا للبخاری وابی حاتم فکان یجب سقاط الاول وماکان کبیر حاجة الی الاخر فان الحدیث بنفسه لاینزل عن درجة الحسن علی اصولنا ان شاء الله تعالی وکلام الاثریین ماش علی اصولهم من رد المراسیل وعنعنة المدلسین مطلقا اما الکلام فی الدالانی وما افحش فیه ابن حبان من القول کعادته فقال کثیر الخطأ فاحش الوهم لایجوز الاحتجاج به اذا وافق الثقات فکیف اذا تفرد عنهم بالمعضلات فمردود بان البخاری قال فیه ابو خالد صدوق ولکنه یهم فی الشیئ وقال احمد وابن معین والنسائی لاباس به وقال ابو حاتم صدوق وقال الذهبی فی المغنی مشهور حسن الحدیث وما ذکر ابو داود عن شعبة ان قتادة لم یسمع من ابی العالیة الا اربعة احادیث وحکی عن ابی داود نفسه ان فیه منکرا الائمة احادیث فاقول وتلك شکاة ظاهر عنك عارها فلو سلم لشعبة ولابی داود شهادتهما علی النفی مع اضطراب قولهما فیه مع انها لم تقبل من الذین هم اکبر واکثر منهم کونهما منهم اکثر وذلك فی روایة ابن اسحق عن امرأة هشام بن عروة فلیس غایته الا الارسال فکان ماذا فان المرسل مقبول عندنا وعند الجمهور مع انا فی غنی عن النظر فیه فقد احتج به اصحابنا وقبلوه من غیر نکیر وانت علی علم ان الحکم لایختص بالمضطجع فقد اجمعنا علی النقض فی الاستلقاء والانبطاح

https://www.facebook.com/darahlesunnat

[illegible]

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ف ۱ : تجلیة العلماء النجوم لا یخص المجتهد
ف ۲ : تحقیق مسألة النوم فی الصلاة

لانا رأینا الحدیث ارشد الی المعنی فی ذلك وهو استرخاء المفاصل ولایراد به مطلقه لحصوله فی کل نوم فیناقض اٰخره اوله بل کماله کما تقدم عن الکافی فتحصل لنا من الحدیث ان المدار علی نهایة الاسترخاء فحیث وجد وجد النقض وحیث عدم عدم کما اشار الیه المحققون فاستقرت الضابطة وانحلت العقدة عن کلتا الدعویین فی القول الاول فان خصوصیة الصلاة لادخل لها فی منع الاسترخاء ولا الخارجها فی احداثه بل الحدیث مطلق عن التقیید بالصلاة کما اعترف به فی البدائع ثم قائلا فی النوم خارج الصلاة علی هیأة السجود ان العامة علی انه لایکون حدثا لما روی من الحدیث من غیر فصل بین الصلاة وغیرها کما فی الحلیة فمن سجد خارجها سجدة مشروعة والاٰخر غیر مشروعة واٰخر لم ینو السجود اصلا فلا یفترقون الا فی النیة ولا اثر لها فی ارخاء او منعه بداهة وانما ذلك الی هیأة النوم کیفما وجدت فیجب دارة الحکم علیها ولاشك ان النوم علی هیأة سجود السنة یمنع الاسترخاء التام اذ لو کان لسقط کما افاده فی الهدایة فوجب ان لاینقض حتی فی خارج الصلاة وان النوم علی غیرها مفترش الذراعین ملصق البطن بالفخذین لیس الا السقوط هو فوجب ان ینقض حتی فی الصلاة اقول وبه ظهر الجواب عن استحسان البدائع والبحر والغنیة فان ذلك انما کان یسوغ لوان النص لم یکن فیه الا نفی النقض عن الساجد فعلی التنزل وتسلیم ان لیس الظاهر فی کلام الشارع علیه الصلاة والسلام ارادة الهیأة المسنونة المعهودة کان یمکن ان یدعی ان الشارع ناط ذلك بکل ما ینطلق علیه اسم السجود کیفما کان ولیس کذلك بل النص نفسه ارشدنا الی العلة بقوله استرخت مفاصله فعلمنا ان الحکم معلول معقول وقد وجدت العلة فی سجود غیر السنة فلامعنی لعدم النقض علی خلاف القیاس والنص جمیعا نعم یترك ای لایجری ههنا القیاس بالمعنی المصطلح علیه لان العلة منصوصة فاجراؤها لایکون قیاسا فلم ولا یخص المجتهد کما بینه خاتمة المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد فی کتابه الجلیل المفاد اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد فاستقر بحمد الله تعالی عرش التحقیق علی القول الاول وانه هو الصحیح وعلیه المعول والحمد لله فی الاٰخر والاول

الثالثة تعمد النوم فی الصلاة لایفسدها مطلقا بل اذا کان حدثا کما نبهنا علیه وقد قدمنا عن الخانیة انه ان تعمد النوم فی رکوعه لاتفسد وفی الخلاصة لونام فی رکوعه او سجوده جازت صلاته لکن لایعتد بهما واعادهما هذا اذالم یتعمد ذلك فان تعمد تفسد صلاته فی السجود دون الرکوع اھ واسلفنا عن الفتح ان مبناہ علی زوال المسکة فی السجود فلو سجد متجافیا ونام عامدا لم تفسد صلاته واثرہ فی الحلیة فاقرہ ونقله فی البحر وزاد علیه انها لاتفسد ولو غیر متجاف وذلك لما اختار ان النوم فی السجود المشروع لاینقض الوضوء مطلقا ولو علی غیر هیأة السنة فسجود غیر المتجافی ایضا لما لم یکن النوم فیه حدثا عندہ لم یجعل تعمدہ فیه مفسدا ولنقص عبارة البحر لیکون تذکیر الماھر وتمهید الماهر قال رحمه الله تعالی

واطلق فی الهدایۃ الصلاۃ قلت[۱۴۸] یرید النوم فیھا فتجوز بحذف المضاف وبہ یسقط[ف۱] اعتراض المنحۃ علی البحر فیما
تابع ھو فیہ الفتح قال البحر) فشمل ما کان عن تعمد وما عن غلبۃ وعن ابی یوسف اذا تعمد النوم فی الصلاۃ نقض والمختار
الاول وفی فصل مایفسد الصلاۃ من فتاوی قاضی خان لونام فی رکوعہ اوسجودہ ان لم یتعمد لاتفسد وان تعمد
فسدت فی السجود دون الرکوع اھ کانہ مبنی علی قیام المسکۃ فی الرکوع دون السجود ومقتضی النظر ان یفصل فی
السجود ان کان متجافیا لاتفسد والا تفسد کذا فی فتح القدیر وقد یقال مقتضی الاصح المتقدم (ان النوم فی
السجود المشروع لاینقض مطلقا ولو غیر متجاف) ان لاینتقض بالنوم فی السجود مطلقا وینبغی حمل مافی الخانیۃ
علی روایۃ ابی یوسف اھ مافی البحر مزیدا ما بین الاھلۃ قال فی منحۃ الخالق الذی تقدم من روایۃ ابی یوسف انہ
اذا تعمد النوم فی الصلاۃ نقض وکذا فی الفتح وھی کما تری غیر مقیدۃ بالسجود تأمل ثم رأیت فی غایۃ البیان مانصہ
وروی عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالی فی الاملاء انہ اذا تعمد النوم فی السجود ینقض وان غلبت عیناہ لاینقض
اھ وبہ یترجح الحمل المذکور ویکون المراد حینئذ مما تقدم من قولہ فی الصلاۃ ای فی سجودھا فقط فافھم اھ[۱۴۹] اقول
اولا[ف۲] الحکم فی المقید لاینافی الحکم فی المطلق کما افادہ فی الفتح لاجرم ان ذکر فی التحفۃ والبدائع ان النوم فی غیر حالۃ
الاضطجاع والتورک فی الصلاۃ لایکون حدثا سواء غلبہ النوم او تعمد فی ظاھر الروایۃ وروی عن ابی یوسف
رحمہ اللہ تعالی انہ قال سألت اباحنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ عن النوم فی الصلاۃ فقال لاینقض الوضوء ولاادری
سألتہ عن العمد اوعن الغلبۃ وعندی انہ ان نام متعمدا انتقض وضوؤہ قال فی البدائع وجہ روایۃ ابی یوسف
ان القیاس فی النوم حالۃ القیام والرکوع والسجود ان یکون حدثا لکونہ سببا لوجود الحدث الا انا ترکنا
القیاس لضرورۃ التھجد نظرا للمتھجدین وذلک عند الغلبۃ دون التعمد اھ قال فی الحلیۃ بعد نقلہ ھذا یفید
الاطلاق انہ ینتقض عند ابی یوسف بالنوم راکعا اذا تعمدہ اھ ای وکذا قائما اقول[۱۵۰] انما[ف۳] الاطلاق فی تحفۃ
الفقھاء اما فی البدائع فتخصیص صریح بقولہ ان القیاس فی النوم حالۃ القیام والرکوع الخ فافاد ان ابا یوسف عمل فی
جمیعھا بالقیاس عند العمد والعالم ربما یسأل عن صورۃ خاصۃ فیجیب فتأتی الروایۃ عنہ مقیدۃ بصورۃ السؤال مع
ان الحکم مطلق عندہ عرف ھذا من مارس الفقہ وعن[ف۴] ھذا قلنا ان المطلق یحمل علی اطلاقہ وان اتحد الحکم والحادثۃ
مالم یدع الی التقیید ضرورۃ ثم القیاس الذی ذکر فی البدائع لروایۃ ابی یوسف وقد ذکرہ فی الھدایۃ والتبیین
ایضا فی مسألۃ الاغماء فالجواب عنہ انا نمنع کون القیاس فیھا ذلک بل القیاس ایضا عدم النقض لعدم کمال
الاسترخاء کما افادہ فی الفتح وثانیا[۱۵۱] الطلاق[ف۵] روایۃ ابی یوسف لاینافی حمل کلام قاضی خان فی السجود علیھا لان ائمۃ

ف۱: [۱۴۳] معروضۃ علی العلامۃ ش
ف۲: [۱۴۴] معروضۃ اخری علیہ
ف۳: [۱۴۵] تطفل علی الحلیۃ

تنبیہ لقوم

ف۴: المطلق یحمل علی الاطلاق وان اتحد الحکم والحادثۃ الا لضرورۃ
ف۵: [۱۴۶] معروضۃ ثالثۃ علی العلامۃ ش

https://www.facebook.com/darahlesunnat

المترجیح کما یختارون احد القولین کذلك ربما یفصلون فیختارون قولا فی صورة والآخر فی الاخرٰی فیکون المعنی ان ما فی الخانیة مشی فی صورة السجود علی روایة ابی یوسف وای عتب فیه ثم اعترض هذا المحل العلامة الشیخ اسمٰعیل فی شرح الدرر بانه لا یلزم من فساد الصلاة انتقاض الوضوء لما فی السراج لو قرأ ورکع وسجد وهو نائم تفسد صلاته لانه زاد رکعة کاملة لا یعتد بها ولا ینتقض وضوؤہ اھ ولم یحکم فی الخانیة علی الوضوء بالنقض والظاهر ان فی البحر غفول عن ذلك فتدبره اھ اقول اولا رحم اللّٰه العلامة الفاضل والسید الناقل الشیئ یبتنی علی ملزومه لا لازمه لجواز عموم اللازم فلا یقضی بوجود الملزوم ولا شك ان نقض الوضوء یستلزم فساد الصلاة عند التعمد لکونه حینئذ تعمد حدث وهو مفسد قطعا وثانیا الکلام فی فساد الصلاة لاجل تعمد النوم وما ذکر من الصورة فالفساد فیها لیس له بل لزیادة رکعة تامة وحمل کلام الخانیة علی روایة الامام الثانی لا یستلزم ان لا تفسد صلاته بشیئ قط ما لم ینتقض الوضوء فالبحر یقول لا نقول هذا اواجاب فی المنحة عن هذا الاعتراض بان ما فی الخانیة من الفساد مبنی علی نقض الوضوء لتفریقه بین الرکوع والسجود تامل اھ اقول رحم اللّٰه الفاضلین السؤال والجواب کلاهما من وراء حجاب فان الخانیة قد نصت علی انتقاض الوضوء به فی نواقضه حیث قال کما تقدم ان تعمد النوم فی سجوده تنتقض طهارته وتفسد صلاته ولو تعمد النوم فی قیامه او رکوعه لا تنتقض طهارته فی قولهم اھ والوجه ان الفساد فی التعمد وانتقاض الوضوء متلازمان فایهما اثبت اثبت الاٰخر وایهما نفی نفی الاٰخر ولذا اقتصر فی الخانیة ههنا اعنی فی مفسدات الصلاة علی فساد الصلاة وعدمه ولم یتعرض للوضوء وثمه ای فی نواقض الوضوء ذکرهما معا فی السجود واقتصر علی ذکر عدم النقض فی الرکوع ولم یتعرض لعدم الفساد فاتی فی کل باب بما یحتاج الیه وکیفما کان فقد صرح باجلی تصریح ان تعمد النوم لیس مما یفسد الصلاة مطلقا وکذلك الخلاصة وعلیه مشی الفتح والحلیة وعنه نقله البحر اقول وهو قضیة اطلاق المتون قاطبة فانهم یذکرون من صور الحدث الذی یمنع البناء ما اذا جن او نام فاحتلم او اغمی علیه فیفیدون ان النوم بمفرده لیس بحدث ولا مانع للبناء مطلقا والا لم یحتج الی ضم الاحتلام قال فی العنایة ثم البحر انما قال نام فاحتلم لان النوم بانفراده لیس بمفسد اھ ثم هم یرسلونه ارسالا فیشمل العمد والغلبة وکذلك سکوتهم قاطبة عن عد تعمد النوم فی المفسدات دلیل علی ذلك لا سیما المتاخرین الذین جنحوا الی الاستیعاب مهما حضر کالدر المختار ومراقی الفلاح نعم یفسد اذا تعمده علی هیأة یکون بها حدثا وهم قد ذکروا فی المفسدات تعمد الحدث فقد ترجح ما جزم به هؤلاء الجلة علی ما فی جامع الفقه ان النوم فی الرکوع والسجود لا ینقض الوضوء ولو تعمده ولکن تفسد صلاته کما نقله فی البحر عن شرح منظومة ابن وهبان واعتمده ش جنوحا علی ما استدرك

ش على العلامة العلائی قال فی الدر یتعین الاستئناف لجنون او حدث عمدا او احتلام بنوم الخ قال الشامی افاد ان النوم بنفسه غیر مفسد لکن هذا اذا کان غیر عمد لما فی حاشیة نوح افندی النوم اما عمدا ولا فالاول ینقض الوضوء ویمنع البناء والثانی قسمان مالا ینقض الوضوء ولا یمنع البناء کالنوم قائما او راکعا او ساجدا وما ینقض الوضوء ولا یمنع البناء کالمریض اذا صلی مضطجعا فنام ینتقض وضوؤه علی الصحیح وله البناء فغیر العمد لا یمنع البناء اتفاقا سواء نقض الوضوء او لا بخلاف العمد اھ ملخصا اھ اقول[۱۸۸] هذا ناطق بما فیه انه ماش علی الروایة عن ابی یوسف الا تری انه جعل نوم العمد مطلقا ناقض الوضوء وهذا خلاف ظاهر الروایة المعتمدة المختارة کما قدم المحشی والشارح وقدمنا نقله مع تصحیح المحیط فما کان للعلامة ان یعتمد هذا ههنا ولکن سبحن من لا ینسی الوآبعتہ مسألة التنور مذکورة فی الخانیة وهی الاصل وعنها نقل فی خزانة المفتین والهندیة وایاها تبع فی الخلاصة والخلاصة فی البزازیة وعن الخلاصة اثر فی البحر قال الامام قاضی خان رحمه الله تعالی ان نام علی راس التنور وهو جالس قد ادلی رجلیه کان حدثا لان ذلک سبب لاسترخاء المفاصل اھ وقد قدمنا انها لا تلتئم علی الضابطة المؤیدة بالحدیث والقیاس الصحیح قلت[۱۸۹] ولعل لهذا ما اشد هابه الاشیا ابداه المحقق فی الفتح توجیها لمسألة مخالفة لظاهر الروایة واختیار الجمهور وهی مسألة المستند الی ما لو ازیل سقط حیث قال ظاهر المذهب عن ابی حنیفة عدم النقض بهذا الاستناد ما دامت المقعدة مستمسکة للامن من الخروج والانتقاض مختار الطحاوی واختاره المصنف والقدوری لان مناط النقض الحدث لا عین النوم فلما خفی بالنوم ادیر الحکم علی ما ینتهض مظنة له ولذا لم ینقض نوم القائم والراکع والساجد ونقض فی المضطجع لان المظنة منه ما یتحقق معه الاسترخاء علی الکمال وهو فی المضطجع لا غیرها وقد وجد فی هذا النوع من الاستناد اذ لا یمسکه الا السند وتمکن المقعدة مع غایة الاسترخاء لا یمنع الخروج اذ قد یکون الدافع قویا خصوصا فی زماننا لکثرة الاکل فلا یمنعه الا مسکة الیقظة اھ واقره الحلبی فی الغنیة اقول[۱۹۰] وقوله لا یمنعه الا مسکة الیقظة ای عند وجود نهایة الاسترخاء بخلاف القائم والراکع والساجد علی هیأة السنة فلا یرد ان هذا التقریر یوجب النقض بالنوم مطلقا وهو خلاف ما اجمعنا علیه لکنی اقول[۱۹۱] کمال الاسترخاء مظنة الخروج وتمکن المقعدة مظنة منعه فیتعارضان ولا یثبت النقض بالشک ولا نسلم ان قوة الدافع بحیث لا یقاومه التمکن بلغ من الکثرة ما یعد به غالبا ولا مظنة الا نادرا وکیفما کان فمخالفته للمذهب وجمهور اهل الاختیار علم کاف علی تقاعده عن الحجیة بل اقول[۱۹۲] وبالله التوفیق مسألة التنور لا تلتئم علی هذا ایضا لان تحقیق هذا القول علی ما افهمنی ذو الطول ان الحالات ثلث وذلک

ف۱: معروضة[۱۸۸] علی العلامة ش

ف۲: تنقیح مسألة النوم علی راس التنور

ف۳: تطفل[۱۸۹] علی الفتح

ف۴: تحقیق مناط النقض بالنوم علی المختار المعتمد المذهب

ان نفس وجود الاسترخاء لازم النوم مطلقا ثم يبقى معه بعض الاستمساك ما لم يستغرق فاما غالبا كالنوم قائما او راكعا او على هيأة السنة ساجدا فان بقاءه على تلك الهيأت دليل واضح على غلبة الاستمساك او مغلوبا كالنوم قاعدا او راكبا و ينتفى اصلا فى صورة الاضطجاع والاسترخاء ونحوهما فالاول لا ينقض مطلقا والثالث ينقض من دون فصل ومنه المتكئ الى ما لو ازيل سقط لان عدم سقوطه ليس لبقاء شئ من المسكة فيه بل للسند كميت يسند الى شئ والثانى يفصل فيه فان كان متمكن المقعدة لم ينقض لان التمكن يعارض غلبة الاسترخاء والا نقض والنوم على راس التنور جالسا متمكنا مدليا من القسم الثانى قطعا دون الثالث اذ لو انتفى التماسك لسقط بل كون الجلوس على راس وطيس حام ربما يوجب تيقظ القلب اكثر مما لو كان بحيث لا مخافة فى السقوط فيكون التمكن مانعا للنقض وهو الموافق للضابطة ولكن هيبة تلك الكتب الكبار كانت تقعد بى عن الاجتراء على انكار هذا الفرع حتى رأيت الامام ابن امير الحاج الحلبى رحمه الله تعالى اورده فى الحلية عن الخانية ثم قال وهو غير ظاهر بل الاشبه عدم النقض لان مظنة الحدث من النوم ما يتحقق معه الاسترخاء على وجه الكمال والظاهر عدم وجود ذلك والا لسقط لفرض عدم المانع من استناد او غيره اھ ومع ذلك احببت ان يجدد الوضوء ان وقع ذلك لانها صورة نادرة فلا علينا ان نعمل فيها بالاحتياط بمعنى الخروج عن العهدة بيقين وان كان حقيقة الاحتياط هو العمل باقوى الدليلين ثم الذى سبق منه الى ذهن الحلية ان سبب الاسترخاء نفس الادلاء حيث قال فالقياس على هذا يفيد انه لو ركب على اكاف على الدابة فادلى رجليه من الجانبين كما يفعله بعضهم انه ينقض وهو غير ظاهر الخ

قلت ١٩٤ هكذا فى نسختى وهى سقيمة جدا والظاهر فادلى رجليه من احد الجانبين لان هذا هو الذى يفعله البعض دون العامة وهو المشابه للادلاء فى التنور فسقط لفظ احد من قلم الناسخ اقول ١٩٥ لكن يرد عليه اولا ف۱ ان الادلاء ان كان سببه فالادلاء من الجانبين اولى لزيادة انفراج يحصل به فى المقعدة مع ان المصرح به فى الخانية نفسها والكتب قاطبة انه ان نام على ظهر الدابة فى سرج او اكاف لا ينتقض وضوؤه لعدم استرخاء المفاصل اھ و ثانيا ١٩٦ قد قال ف۲ فى الخلاصة وغيرها ان نام متربعا لا ينقض الوضوء وكذا لو نام متوركا وهو ان يبسط قدميه عن جانب ويلصق اليتيه بالارض اھ افلا يدخل الادلاء المذكور فى هذا التفسير بل هو امكن المقعدة من بسط القدمين على محل مستو كما لا يخفى بل ١٩٧ الوجه عندى ان المراد تنور حام فيه شئ من الجمرات او بقية من حرارة الايقاد كما او مات اليه ان الحر يوجب الارخاء ولذا عبروا بالتنور دون الكرسى مع كون الجلوس على التنور بهذا الوجه فى غاية الندور وعلى الكرسى معهود مشهور والله تعالى اعلم الخامسة ف۳ النوم ليس بنفسه حدثا بل المعنى ان عروض

ف۱: تطفل على الحلية
ف۲: تطفل آخر عليهما
تنبيه [illegible]
مسئلہ: [illegible]

وعليه العامة بل حكى فى التوشيح الاتفاق عليه وهو الحق لحديث ان العينين وكاء السه ولذا لم ينتقض وضوؤه صلى الله تعالى عليه وسلم بالنوم كما ثبت فى الصحيحين عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما وذلك لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم ان عينى تنامان ولا ينام قلبى رواه الشيخان عن ام المومنين رضى الله تعالى عنها وعد من خصائصه صلى الله تعالى عليه وسلم كما فى الفتح عن القنية قلت [198] اى بالنسبة الى الامة والا فالانبياء جميعا كذلك عليهم الصلاة والسلام لحديث الصحيحين عن انس رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الانبياء تنام اعينهم ولا تنام قلوبهم فانّ فهما فى كشف الرمز ان مقتضى كونه من الخصائص ان غيره صلى الله تعالى عليه وسلم من الانبياء عليهم الصلاة والسلام ليس كذلك اھ وهل يجوز ان يكون ذلك لاحد من اكابر الامة وراثة منه صلى الله تعالى عليه وسلم قال المولى ملك العلماء بحر العلوم عبد العلى محمد رحمه الله تعالى فى الاركان الاربعة ما قال احسن ان كان فى اتباع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من بلغ رتبة لا يغفل فى نومه بقلبه انما تغفل عيناه بيمن اتباعه صلى الله تعالى عليه وسلم كالشيخ الامام محى الدين عبد القادر الجيلانى قدس سره وغيره ممن وصل الى هذه الرتبة وان لم يصل مرتبته رضى الله تعالى عنه لم يكن قوله بعيدا عن الصواب فافهم اھ **اقول** [199] ليس من الشرع حجر فى ذلك انه لا يجوز الا للنبى والامر فيه وجد الى يعطيه من يرزقه فلا وجه للانكار وقد اخرج الترمذى وقال حسن عن ابى بكرة رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يمكث ابو الدجال وامه ثلثين عاما لا يولد لهما ولد ثم يولد لهما غلام اعور اضر شئ واقله منفعة تنام عيناه ولا ينام قلبه الحديث وفيه ولادة ابن صياد وقول والديه اليهوديين ولد لنا غلام اعور اضر شئ واقله منفعة تنام عيناه ولا ينام قلبه وفيه قوله عن نفسه نعم تنام عيناى ولا ينام قلبى قال القارى قال القاضى رحمهما الله تعالى اى لا تنقطع افكاره الفاسدة عنه عند النوم لكثرة وساوسه وتخيلاته وتواتر ما يلقى الشيطان اليه كما لم يكن ينام قلب النبى صلى الله تعالى عليه وسلم من افكاره الصالحة بسبب ما تواتر عليه من الوحى والالهام اھ **اقول** [200] لقد ثقلت هذه الكاف علي واحسن منه قول مرقاة الصعود ان هذا كان من المكر به ليستيقظ القلب فى الفجور والمفسدة ليكون ابلغ فى عقوبته بخلاف استيقاظ قلب المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم فانه فى المعارف الالٰهية ومصالح لا تحصى فهو رافع لدرجاته ومعظم لشانه اھ وبالجملة اذا جاز هذا للدجال ولابن صياد استدراجا لهما فلان يجوز لكبراء الامة بوراثة المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم اولى واحرى ثم رأيت العارف بالله سيدى عبد الوهاب الشعرانى قدس سره الربانى نقل فى المبحث الثانى والعشرين

من كتاب اليواقيت والجواهر عن سيدى الشيخ محمد المغربى رحمه الله تعالى انه كان رضى الله تعالى عنه يقول ان من ادعى رؤية رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كما رأته الصحابة فهو كاذب وان ادعى انه يراه بقلبه حال كون القلب يقظا فهذا لا يمنع منه وذلك لان من بالغ فى كمال الاستعداد بتنظيف القلب من الرذائل المذمومة حتى من خلاف الاولى صار محبوبا للحق تعالى واذا احب الحق تعالى عبدا كان فى نومه من كثرة نورانية قلبه كانه يقظان الخ ثم رأيت ولله الحمد ما هو اصرح قال سيدنا الشيخ الاكبر رضى الله تعالى عنه فى الباب الثامن والتسعين من الفتوحات المكية من شرط الولى الكامل ان لا ينام له قلب بحكم الارث لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وذلك لان الكامل مطالب بحفظ ذاته الباطنة عن الغفلة كما يحفظ باليقظة ذاته الظاهرة اھ ونقله المولى الشعرانى فى الكبريت الاحمر مقرا عليه والله تعالى اعلم ثم وقع [ف۱] الخلف بينهم فى سائر النواقض سوى النوم هل تكون ناقضة من الانبياء عليهم الصلاة والسلام ام لا اقول [بيان] اى ما امكن منها عليهم لا كجنون [ف۲] او قهقهة [ف۳] فى الصلاة وما ضاهاها مما هو محال عليهم [ف۴] صلوات الله تعالى وسلامه عليهم ففى الدر المختار [ف۵] العته لا ينقض كنوم الانبياء عليهم الصلاة والسلام وهل ينقض اغماؤهم وغشيهم ظاهر كلام المبسوط نعم اھ واعترضه السيد على الازهرى بعبارة القهستانى لا نقض من الانبياء عليهم الصلاة والسلام فلا حاجة الى تخصيص النوم بعدم النقض وحينئذ يكون وضوؤهم تشريعا للامم اھ وتبعه ولده السيد ابو السعود لكن استثنى الاغماء والغشى بدليل ما عن المبسوط قال واصرح منه ما وجد بخط شيخنا اى ابيه حيث قال ونوم الانبياء لا ينقض واغماؤهم وغشيهم ناقض اھ قال والحاصل ان ما ذكره القهستانى من تعميم عدم النقض بالنسبة لما عدا الاغماء والغشى والا يلزم ان يكون كلامه منافيا لما سبق عن المبسوط اھ ورأيتنى كتبت عليه اقول [۲۰۲] اولا لا غرو [ف۱] فى المنافاة بعد اختلاف الروايات وثانيا [۲۰۳] لا يظهر ولن يظهر وجه اصلا يفيد النقض بالغشى والاغماء لا بالفضلات بل الظاهر ان الغشى والاغماء مثل النوم لان النقض بهما انما هو حكما لما عسى ان يخرج فالظاهر عدم نقض وضوئهم صلى الله تعالى عليهم وسلم بهما مثله وان قيل بالنقض بمثل البول لا لانه منهم نجس حقيقة بل فى حقهم خاصة لعظم شانهم وعلو مكانهم عليهم الصلاة والسلام ابدا من رحمانهم اھ ثم رأيت العلامة [ط] نقل فى حاشية المراقى بعد جزمه ان لا نقض من الانبياء عليهم الصلاة والسلام ما يجنح الى بعض ما ذكرته حيث قال بحث فيه بعض الحذاق بانه اذا كان الناقض الحقيقى المتحقق غير ناقض فالحكمى المتوهم اولى على ان ما فى المبسوط ليس بصريح ولو سلم فيحمل على انه رواية اھ واعتمد فى حاشية الدر ما مشى عليه ابو السعود قال وظاهره ان الاغماء

والغشی نفسهما ناقضان لانهما لا یخلوان عنه والا لکانا غیر ناقضین فی حقهم ایضا اھ اقول ف۱ هذا ان تم یصلح جوابا عن بحث بعض الحذاق لکن ف۲ الذی علیه کلمات العلماء عدهما کالنوم من النواقض الحکمیة وهو مفاد الهدایة حیث علل الاغماء بالاسترخاء ونقل العلامة ش عن ابن عبد الرزاق عن المواهب اللدنیة نبه السبکی علی ان ف۳ اغماءهم علیهم الصلاة والسلام یخالف اغماء غیرهم وانما هو عن غلبة الاوجاع للحواس الظاهرة دون القلب وقد ورد تنام اعینهم لا قلوبهم فاذا حفظت قلوبهم من النوم الذی هو اخف من الاغماء فمنه بالاولی اھ وبه یتجه البحث قلت والعجب ف۴ ان السید ط بعد ذکره هذا الاستظهار عاد فاورد البحث ثم قال هذا ینافی ما ذکره الملا علی القاری فی شرح الشفاء من الاجماع علی انه صلی الله تعالی علیه وسلم فی نواقض الوضوء کالامة الا ما صح من استثناء النوم لانه کان صلی الله تعالی علیه وسلم تنام عیناه ولا ینام قلبه وقد حکی فی الشفاء قولین بالطهارة والنجاسة فی الحدثین منه صلی الله تعالی علیه وسلم اھ اقول والقول الفصل عندی ان لا نقض منهم صلی الله تعالی علیهم وسلم بالنوم والغشی ونحوهما مما یحکم فیه بالحدث لمکان الغفلة واما النواقض الحقیقیة فما تنقض منهم ایضا صلوات الله تعالی وسلامه علیهم لا لانها نجسة کلا بل هی ف۵ طاهرة بل طیبة حلال الاکل والشرب لنا من نبینا صلی الله تعالی علیه وسلم کما دل علیه غیر ما حدیث بل لانها نجاسة فی حقهم صلی الله تعالی علیهم وسلم لرفعة مکانهم ونهایة نزاهة شانهم کما اشرت الیه فهذا ما نختاره ونرجو ان یکون صوابا ان شاء الله تعالی والعجب ان العلامة القهستانی مع تصریحه بما رجل هذا البحث مستغنی عنه فقال ولانقضاء زمن الانبیاء علیهم الصلاة والسلام لا یحتاج به فی هذا الکتاب ای ان یقال ان نومهم غیر ناقض اھ اقول ف۶ بلی یوشک ان ینزل عیسی بن مریم علیهما الصلاة والسلام علی ان العلم بخصائصهم ومناقبهم علیهم الصلاة والسلام مطلوب مرغوب وکانه یشیر الی الجواب عن هذه القولة فی هذا الکتاب ای ان محله کتب الفضائل دون الفقه وفیه ان الطالب ربما یطلع علی حدیث الصحاح انه صلی الله تعالی علیه وسلم نام حتی نفخ فاتاه بلال فاذنه بالصلاة فقام وصلی ولم یتوضأ فینبغی اعلامه ان هذا من خصائصه صلی الله تعالی علیه وسلم ثم من المتفرع علی ان النوم نفسه لیس بناقض ما فی حاشیة العلامة احمد بن الشلبی علی التبیین سئلت عن شخص به انفلات ریح هل ینتقض وضوؤه بالنوم فاجبت بعدم النقض بناء علی ما هو الصحیح ان النوم نفسه لیس بناقض وانما الناقض ما یخرج ومن ذهب الی ان النوم نفسه ناقض لزمه نقض وضوء من به انفلات الریح بالنوم والله تعالی اعلم اھ ونقله ط علی مراقی الفلاح واقره لکن قال فی النهر ینبغی ان یکون عینه ای النوم ناقضا اتفاقا فیمن فیه انفلات ریح اذ ما لا یخلو عنه النائم لو تحقق

وبودہ لم ینقض فالمتوھم اولی اھ نقلہ ش اقول[۱] ظاھرہ یشبہ المتناقض فان مفاد التعلیل عدم النقض اذ لما علمنا ان النوم لا ینقض بنفسہ بل لما یتوھم فیہ وھھنا محققہ لا ینقض فما ظنک بالموھوم وجب الحکم بعدم النقض لکن محط نظرہ رحمہ اللہ تعالٰی استبعاد ان یصلی الرجل العشاء فی اول الوقت فینام ولا یزال مستغرقا فی النوم طول اللیل الی قبیل الصباح ثم یقوم کما ھو فیجعل یصلی التھجد ولا یمس ماء فاضطر الی الحکم بجعل النوم نفسہ ناقضا فی حقہ اقول[۲] کیف یعدل عن حق معول لمجرد استبعاد لاجرم ان قال الشامی بعد نقلہ فیہ نظر والاحسن ما فی فتاوی ابن الشلبی اھ اقول[۳] ولا تظن ان النوم مظنۃ الانتشار والانتشار مظنۃ خروج المذی فان المظنۃ الثانیۃ غیر مسلمۃ لعدم الغلبۃ ولذا قال فی الحلیۃ اذا لم یکن الرجل مذاء فالانتشار لا یکون مظنۃ تلک البلۃ اھ ولذا صرحوا بعدم سنیۃ الاستنجاء من النوم کما فی الدر وغیرہ فالاظھر ما ذکر ابن الشلبی ولیتأمل عند الفتوی فانہ شیئ لا نص فیہ عن الائمۃ واللہ المرجو لکشف کل غمۃ ولنسم ھذا التحریر نبہ القوم ان الوضوء من ای نوم ۱۳۲۵ والحمد للہ علی ما علم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا والہ وصحبہ وسلم واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

باب الغسل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ ۲ مسئولہ مولوی علی احمد صاحب مصنف تہذیب الصبیان ۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فرائض غسل جنابت جو تین ہیں اونمیں مضمضہ واستنشاق واسالۃ الماء علی کل البدن سے کیا مضمضہ واستنشاق واسالۂ ماء مراد ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مضمضہ سارے دہن کا مع اوسکے ہر گوشے پرزے کنج کے حلق کی حد تک دھلنا درمختار میں ہے فرض الغسل غسل کل فمہ ردالمحتار میں ہے عبر عن المضمضۃ بالغسل لافادۃ الاستیعاب اھ وفی افادتہ بنفس لفظ الغسل کلام قدمہ فی الوضوء والصحیح ان مفیدہ لفظ کل اقول[۴] وعلی التسلیم فلیست دلالتہ علی الاستیعاب ظاھرۃ کدلالۃ کل فلا یرد ما قال ش ان علی الاول لا حاجۃ الی زیادۃ کل اوسی میں بحرالرائق سے ہے المضمضۃ اصطلاحا استیعاب الماء جمیع الفم اور ہمنے دھلنا کہا دھونا نہ کہا اسلیے کہ طہارت میں کچھ اپنا فعل یا قصد شرط نہیں پانی گزرنا چاہیے جس طرح ہو اقول[۵] وبہ ظھر ان عبارۃ البحر احسن من عبارۃ الدر الا ان یجعل الغسل مبنیا للمفعول ای مغسولیۃ کل فمہ آجکل بہت بے علم اس مضمضہ کے معنی صرف کلی کے سمجھتے ہیں کچھ پانی مونہ میں لیکر اوگل دیتے ہیں کہ زبان کی جڑ اور حلق کے کنارہ تک نہیں پہنچتا یوں غسل نہیں اوترتا نہ اوس

RAZA ACADEMY
52, Donted Street,
Khadak, Mumbai-400 009
Tel. 66342156 Fax 66659226

غسل سے نماز ہو سکے نہ مسجد مین جانا جائز ہو بلکہ فرض ہو کہ داڑھون کے پیچھے گالون کی تہ مین دانتون کی جڑ مین دانتون کی کھڑکیون مین حلق کے کنارہ تک ہر پرزے پر پانی بہے یہانتک کہ اگر کوئی [ف۱] سخت چیز کہ پانی کے بہنے کو روکیگی دانتون کی جڑ یا کھڑکیون وغیرہ مین حائل ہو تو لازم ہو کہ اوسے جدا کرکے کلی کرے ورنہ غسل نہ ہوگا ہان اگر [ف۲] اوسکے جدا کرنے مین حرج و ضرر و اذیت ہو جسطرح پانون کی کثرت سے جڑون مین چونا جم کر متحجر ہو جاتا ہو کہ جبتک زیادہ ہو کر آپہی جگہ نہ چھوڑدے چھڑانے کے قابل نہین ہوتا یا عورتون کے دانتون مین مسی کی ریخین جم جاتی ہین کہ اونکے چھیلنے مین دانتون یا مسوڑھون کی مضرت کا اندیشہ ہو تو جبتک یہ حالت رہیگی اسقدر کی معافی ہوگی فان الحرج مدفوع بالنص درمختار مین ہو لا یمنع طعام بین اسنانہ او فی سنہ المجوف بہ یفتی وقیل ان صلبا منع وھو الاصح رد المحتار مین ہو قولہ بہ یفتی صرح بہ فی الخلاصۃ وقال لان الماء شئ لطیف یصل تحتہ غالبا اھ ویرد علیہ ما قدمناہ انفا (ای ان مجرد الوصول غیر کاف بل الواجب الاسالۃ والتقاطر) ومفادہ ای مفاد ما فی الخلاصۃ عدم الجواز اذا علم انہ لم یصل الماء تحتہ (ای لان غلبۃ الوقوع لا تعارض العلم بعدم الوقوع) قال فی الحلیۃ وھو اثبت قولہ وھو الاصح صرح بہ فی شرح المنیۃ وقال لامتناع نفوذ الماء مع عدم الضرورۃ والحرج اھ ولا یخفی ان ھذا التصحیح لا ینافی ما قبلہ اھ ملخصا مزیدا منا ما بین الاھلۃ بالجملہ غسل مین ان احتیاطون سے روزہ دار کو بھی چارہ نہین ہان غرغرہ [ف۳] اوسے نہ چاہیے کہ کہین پانی حلق سے نیچے نہ اوتر جائے غیر روزہ دار کے لیے غرغرہ سنت ہے درمختار مین ہے سنتہ المبالغۃ بالغرغرۃ لغیر الصائم لاحتمال الفساد اوسی کے بیان غسل مین ہے سننہ کسنن الوضوء سوی الترتیب الخ

استنشاق ناک کے دونون نتھنون مین جہانتک نرم جگہ ہے یعنی سخت ہڈی کے شروع تک دھلنا رد المحتار مین بحر الرائق سے ہے الاستنشاق اصطلاحا ایصال الماء الی المارن ولغۃ من النشق وھو جذب الماء ونحوہ بریح الانف الی داخلہ اوسی مین قاموس سے ہے المارن ما لان من الانف اور یہ یونہین ہو سکیگا کہ پانی لیکر سونگھے اور اوپر کو چڑھائے کہ وہان تک پہنچ جائے لوگ اس کا بالکل خیال نہین کرتے اوپر ہی اوپر پانی ڈالتے ہین کہ ناک کے سرے کو چھوکر گر جاتا ہے بانسے مین جتنی نرم جگہ ہے اوس سب کو دھوانا تو بڑی بات ہے ظاہر ہے کہ پانی کا بالطبع میل نیچے کو ہے اوپر بے چڑھائے ہرگز نہ چڑھیگا افسوس کہ عوام تو عوام بعض پڑھے لکھے بھی اس بلا مین گرفتار ہین کاش استنشاق کے لغوی ہی معنے پر نظر کرتے تو اس آفت مین نہ پڑتے استنشاق سانس کے ذریعہ سے کوئی چیز ناک کے اندر چڑھانا ہے نہ کہ ناک کے کنارہ کو چھو جانا وضو مین [ف۴] تو خیر اسکے ترک کی عادت ڈالے سے سنت چھوڑنے ہی کا گناہ ہوگا کہ مضمضہ و استنشاق بمعنی مذکور دونون وضو مین سنت مؤکدہ ہین کما فی الدر المختار اور سنت [ف۵] مؤکدہ کے ایک آدھ بار ترک سے اگرچہ گناہ نہ ہو عتاب ہی کا استحقاق ہو مگر بارہا ترک سے بلاشبہ گنہگار ہوتا ہے کما فی رد المحتار وغیرہ من الاسفار تاہم وضو ہو جاتا ہے اور غسل تو ہرگز اوترے ہی گا نہین جبتک سارا مونہہ حلق کی حد تک اور سارا نرم بانسا سخت ہڈی کے کنارہ تک پورا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

نہ دھل جائے یہاں تک کہ علما فرماتے ہیں کہ اگر ناک کی گندگی کثافت جمی ہو تو لازم کہ پہلے اوسے صاف کرلے ورنہ اوسکے نیچے پانی نے عبور نہ کیا تو غسل نہ ہوگا درمختار میں ہے فرض الغسل غسل انفہ حتی ماتحت الدرن اس احتیاط سے بھی روزہ دار کو مفر نہیں ہاں اس سے اوپر تک اوسے نہ چاہیے کہ کہیں پانی دماغ کو نہ چڑھ جائے غیر روزہ دار کے لیے یہ بھی سنت ہے درمختار میں ہے سنتہ للمبالغۃ بمجاوزۃ المارن لغیر الصائم **اسالۃ الماء علی ظاھر البدن** سر کے بالوں سے تلووں کے نیچے تک جسم کے ہر پرزے رونگٹے کی بیرونی سطح پر پانی کا تقاطر کے ساتھ بہ جانا سوا اوس موضع یا حالت کے جسمیں حرج ہو جسکا بیان عنقریب آتا ہے درمختار میں ہے یفرض غسل کل ما یمکن من البدن بلا حرج لوگ یہاں دو قسم کی بے احتیاطیاں کرتے ہیں جنسے غسل نہیں ہوتا اور نمازیں اکارت جاتی ہیں اولاً غسل بالفتح کے معنی میں نافہمی کہ بعض جگہ تیل کی طرح چپڑ لیتے ہیں یا بھیگا ہاتھ پہنچ جانے پر قناعت کرتے ہیں حالانکہ یہ مسح ہوا غسل میں تقاطر اور پانی کا بہنا ضرور ہے جبتک ایک ایک ذرے پر پانی بہتا ہوا نہ گزریگا غسل ہرگز نہ ہوگا درمختار میں ہے غسل ای اسالۃ الماء مع التقاطر ردالمحتار میں ہے البل بلا تقاطر مسح اوسی میں ہے لو لم یسل الماء بان یستعملہ استعمال الدھن لم یجز ثانیاً پانی ایسی بے احتیاطی سے بہاتے ہیں کہ بعض مواضع بالکل خشک رہ جاتے ہیں یا وہاں کچھ اثر پہنچتا ہے تو وہی بھیگے ہاتھ کی تری اونکے خیال میں شاید پانی میں ایسی کرامت ہے کہ ہر کنج و گوشہ میں آپ دوڑ جائے کچھ احتیاط خاص کی حاجت نہیں حالانکہ جسم ظاہر میں بہت موقع ایسے ہیں کہ وہاں ایک جسم کی سطح دوسرے جسم سے چھپ گئی ہے یا پانی کی گزرگاہ سے جدا واقع ہے کہ بے لحاظ خاص پانی اوس پر بہنا ہرگز مظنون نہیں اور حکم یہ ہے کہ اگر ایک ذرہ بھر جگہ یا کسی بال کی نوک بھی پانی بہنے سے رہ گئی تو غسل نہ ہوگا نہ صرف غسل بلکہ وضو میں بھی ایسی ہی بے احتیاطیاں کرتے ہیں کہیں ایڑیوں پر پانی نہیں بہتا کہیں کہنیوں پر کہیں ہاتھ کے بالائی حصے پر کہیں کانوں کے پاس کنپٹیوں پر ہمنے اس بارہ میں ایک مستقل تحریر لکھی ہے اوسمیں ان تمام مواضع کی تفصیل جنکا لحاظ خیال وضو وغسل میں ضرور ہے مردوں اور عورتوں کی تفریق اور طریقہ احتیاط کی تحقیق کے ساتھ ایسی سلیس و روشن بیان سے مذکور ہے جسے ہر جاہل بچہ عورت سمجھ سکے یہاں اجمالاً اونکا شمار کیے دیتے ہیں **ضروریات وضو** مطلقاً یعنی مرد و عورت سب کے لیے (۱) پانی مانگ یعنی ماتھے کے سرے سے پڑنا بہت لوگ لپ یا چلو میں پانی لیکر ناک یا ابرو یا نصف ماتھے پر ڈالتے ہیں پانی تو بہکر نیچے آیا وہ اپنا ہاتھ چڑھا کر اوپر لیگئے اسمیں سارا ماتھا نہ دُھلا بھیگا ہاتھ پھرا اور وضو نہ ہوا (۲) پٹیاں جھکی ہوں تو اونہیں ہٹاکر پانی ڈالے کہ جو حصہ پیشانی کا اونکے نیچے ہے دُھلنے سے نہ رہ جائے (۳) بھووں کے بال چھدرے ہوں کہ نیچے کی کھال چمکتی ہو تو کھال پر پانی بہنا فرض ہے صرف بالوں پر کافی نہیں (۴) آنکھوں کے چاروں کوئے۔ آنکھیں زور سے بند نہ کرے یہاں کوئی سخت چیز جمی ہوئی ہو تو چھڑالے (۵) پلک کا ہر بال پورا بعض وقت کیچڑ وغیرہ سخت ہو کر جم جاتا ہے کہ اوسکے نیچے پانی نہیں بہتا اوسکا چھڑانا ضرور ہے (۶) کان کے پاس تک کنپٹی ایسا نہ ہو کہ ماتھے کا پانی گال پر اوتر جائے اور یہاں صرف بھیگا ہاتھ پھرے (۷) ناک کا سوراخ اگر کوئی گہنا

یا تنکا ہو تو اوسے پھرا پھرا کر ورنہ یوہین دھار ڈالے ہان اگر بالکل بند ہو گیا ہو تو حاجت نہین (۸) آدمی جب خاموش بیٹھے تو دونون لب ملکر کچھ حصہ چھپ جاتا کچھ ظاہر رہتا ہی یہ ظاہر رہنے والا حصہ بھی دھلنا فرض ہی اگر کلی نہ کی اور مونھ دھونے مین لب سمیٹکر زور سے بند کر لیے تو اسپر پانی نہ بہیگا (۹) ٹھوڑی کی ہڈی اوس جگہ تک جہان نیچے کے دانت جمے ہین (۱۰) ہاتھون کی آٹھون گھائیان (۱۱) اونگلیون کی کروٹین کہ ملنے پر بند ہو جاتی ہین (۱۲) دسون ناخنون کے اندر جو جگہ خالی ہی ہان میل کا ڈر نہین (۱۳) ناخنون کے سرے سے کہنیون کے اوپر تک ہاتھ کا ہر پہلو۔ چلو مین پانی لیکر کلائی پر اولٹ لینا ہرگز کافی نہین (۱۴) کلائی کا ہر بال جڑ سے نوک تک۔ ایسا نہ ہو کہ کھڑے بالون کی جڑ مین پانی گزر جائے نوکین رہ جائین (۱۵) آرسی چھلّے اور کلائی کے ہر گہنے کے نیچے (۱۶) عورتون کو پھنسی چوڑیون کا شوق ہوتا ہی اونھین ہٹا ہٹا کر پانی بہائین (۱۷) چوتھائی سر کا مسح فرض ہی پورون کے سرے گزار دینا اکثر اس مقدار کو کافی نہین تا (۱۸) پاؤون کی آٹھون گھائیان (۱۹) یہان اونگلیون کی کروٹین زیادہ قابل لحاظ ہین کہ قدرتی ملی ہوئی ہین (۲۰) ناخنون کے اندر کوئی سخت چیز نہ ہو (۲۱) پاؤون کے چھلّے اور جو گہنا گٹون پر یا گٹون سے نیچے ہو اوسکے نیچے سیلان شرط ہی (۲۲) گٹّے (۲۳) تلوے (۲۴) ایڑیان (۲۵) کونچین خاص بہ مردان (۲۶) مونچھین (۲۷) صحیح مذہب مین ساری داڑھی دھونا فرض ہی یعنی جتنی چہرے کی حد مین ہی نہ لٹکی ہوئی کہ ہاتھ سے گلے کی طرف کو دباؤ تو ٹھوڑی کے اوس حصے سے نکل جائے جسپر دانت جمے ہین کہ اسکا صرف مسح سنت اور دھونا مستحب ہی (۲۸ و ۲۹) داڑھی مونچھین چھدری ہون کہ نیچے کی کھال نظر آتی ہو تو کھال پر پانی بہنا (۳۰) مونچھین بڑھکر لبون کو چھپا لین تو اونھین ہٹا ہٹا کر لبون کی کھال دھونی اگرچہ مونچھین کیسی ہی گھنی ہون درمختار مین ہی ارکان الوضوء غسل الوجہ من مبدء سطح جبهته الی منبت اسنانه السفلی طولا وما بین شحمتی الاذنین عرضا فیجب غسل المیاقی وما یظهر من الشفة عند انضمامها الطبیعی لا عند انضمامها بشدة وتکلف اھ ح وکذا لو غمض عینیه شدیدا لا یجوز بحر) وغسل جمیع اللحیة فرض علی المذهب الصحیح المفتی به المرجوع الیه وما عدا هذه الروایة مرجوع عنه ثم لا خلاف ان المسترسل (وفسره ابن حجر فی شرح المنهاج بما لو مد من جهة نزوله لخرج عن دائرة الوجه ثم رایت المصنف فی شرحه علی زاد الفقیر قال وفی المجتبی قال البقالی وما نزل من شعر اللحیة من الذقن لیس من الوجه عندنا خلافا للشافعی اھ) لا یجب غسله ولا مسحه بل یسن (المسح) وان الخفیفة التی تری بشرتها یجب غسل ما تحتها نهر وفی البرهان یجب غسل بشرة لم یسترها الشعر کحاجب وشارب وعنفقة فی المختار (ویستثنی منه ما اذا کان الشارب طویلا یستر حمرة الشفتین لما فی السراجیة من ان تحلیل الشارب الساتر حمرة الشفتین واجب) اھ ملخصا مزیدا ما بین الاهلة من رد المحتار (قلت واستحبابی غسل المسترسل نظرا الی خلاف الامام الشافعی رضی اللہ تعالے عنه

فائدہ: وضو مین پانچ مواضع احتیاط ... ثنتان و خمسون ... وضوء ... خاص مردون پر لازم

لما نصوا علیه من ان الخروج عن الخلاف مستحب بالاجماع مالم یرتکب مکروہ مذھبه کما فی ردالمحتار وغیرہ
اوسی مین ہے سنتہ تخلیل اصابع الیدین والرجلین وھذا بعد دخول الماء خلالھا فلو منضمۃ فرض اوسی مین ہے
مستحبہ تحریک خاتمہ الواسع وکذا الضیق ان علم وصول الماء والا فرض اوسی مین ہے ومن الاداب تعاھد موقیه
وکعبیه وعرقوبیه واخمصیه اھ قلت[٢١٥] وھذا ان کان الماء یسیل علیھا وان لم یتعاھد والا فرض کنظائرہ المارۃ

ضروریات[ف١] غسل مطلقاً ظاہر ہے کہ وضو مین جس جس عضو کا دھونا فرض ہے غسل مین بھی فرض ہے تو یہ سب یہان بھی معتبر اور انکے علاوہ یہ اور زائد (٣١) سر کے بال کہ گندھے ہوئے نہون ہر بال پر جڑ سے نوک تک پانی بہنا (٣٢) کانون مین بالی پتے وغیرہ زیورون کے سوراخ کا غسل مین وہی حکم ہے جو ناک مین بلاق وغیرہ کے چھید کا غسل و وضو دونون مین تھا (٣٣) بھوون .... ین کے نیچے کی کھال اگرچہ بال کیسے ہی گھنے ہون (٣٤) کان کا ہر پرزہ اور اسکے سوراخ کا مونہ (٣٥) کانون کے پیچھے کے بال ہٹاکر پانی بہانے (٣٦) استنشاق بمعنی مذکور (٣٧) مضمضہ بطرز مسطور (٣٨) داڑھون کے پیچھے (٣٩) دانتون کی کھڑکیون مین جو سخت چیز ہو پہلے جدا کرلین (٤٠) جو تارنخین وغیرہ جو بے ایذا چھوٹ سکے چھڑانا (٤١) ٹھوڑی اور گلے کا جوڑ کہ بے مونہ اوٹھائے نہ دھلے گا (٤٢) بغلین بے ہاتھ اوٹھائے نہ دُھلین گی (٤٣) بازو کا ہر پہلو (٤٤) پیٹھ کا ہر ذرہ (٤٥) پیٹ وغیرہ کی بلٹین اوٹھا کر دھوئین (٤٦) ناف اونگلی ڈالکر جبکہ بغیر اسکے پانی بہنے مین شک ہو (٤٧) جسم کا کوئی رونگٹا کھڑا نہ رہ جائے (٤٨) ران اور پیڑو کا جوڑ کھولکر دھوئین (٤٩) دونون سرین ملنے کی جگہ خصوصاً جب کھڑے ہوکر نہائین (٥٠) ران اور پنڈلی کا جوڑ جبکہ بیٹھکر نہائین (٥١) رانون کی گولائی (٥٢) پنڈلیون کی کروٹین خاص[ف٣] بھر والان (٥٣) گندھے ہوئے بال کھولکر جڑ سے نوک تک دھونا (٥٤) مونچھون کے نیچے کی کھال اگرچہ گھنی ہون (٥٥) داڑھی کا ہر بال جڑ سے نوک تک (٥٦) ذکر و انثیین کے ملنے کی سطحین کہ بے جدا کیے نہ دُھلین گی (٥٧) انثیین کی سطح زیرین جوڑ تک (٥٨) انثیین کے نیچے کی جگہ جڑ تک (٥٩) جسکا ختنہ نہ ہوا ہو بہت علما کے نزدیک اوسپر فرض ہے کہ کھال چڑھ سکتی ہو تو حشفہ کھولکر دھوئے (٦٠) اس قول پر اوس کھال کے اندر بھی پانی پہنچنا فرض ہوگا بے چڑھائے اوسمین پانی ڈالے کہ چڑھنے کے بعد بند ہوجائیگی خاص[ف٢] زنان (٦١) گندھی چوٹی مین ہر بال کی جڑ تر کرنی چوٹی کھولنی ضرور نہین مگر جب ایسی سخت گندھی ہو کہ بے کھولے جڑین تر نہ ہونگی (٦٢) ڈھلکی ہوئی پستان اوٹھاکر دھونی (٦٣) پستان و شکم کے جوڑ کی تحریر (٦٤ تا ٦٧) فرج خارج کے چارون لبون کی جیبین جڑ تک (٦٨) گوشت پارہ بالا کا ہر پرت کہ کھولے سے کھل سکیگا (٦٩) گوشت پارہ زیرین کی سطح زیرین (٧٠) اس پارہ کے نیچے کی خالی جگہ غرض فرج خارج کے ہر گوشے پرزے کنج کا خیال لازم ہے ہان فرج داخل کے اندر اونگلی ڈالکر دھونا واجب نہین بہتر ہے ہند مختار مین ہے یفرض غسل کل ما یمکن من البدن بلاحرج مرۃ کاذن وسرۃ وشارب وحاجب ای بشرۃ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وشعر وان كثف بالاجماع كما فی المنیۃ) ولحیۃ وشعر رأس ولو متلبدا وفرج خارج لانہ کالفم لا داخل ولا تدخل اصبعھا فی قبلھا بہ یفتی (ای لایجب ذلك کما فی الشرنبلالیۃ وفی التتارخانیۃ عن محمد انہ ان لم تدخل الاصبع فلیس بتنظیف) لا داخل قلفۃ بل یندب ھو الاصح قالہ الکمال وعللہ بالحرج وفی المسعودی ان امکن فسخ القلفۃ بلا مشقۃ یجب والا فلا وکفی بل اصل ضفیرتھا للحرج اما المنقوض فیفرض غسل کلہ ولو لم یبتل اصلھا یجب نقضھا ھو الاصح لایکفی بل ضفیرتہ فینقضھا وجوبا ولو علویا او ترکیا لامکان حلقہ (ھو الصحیح) اھ ملخصا مزیدا من الشامی اوسی مین ہے مزادا بہ تحریك القرط ان علم وصول الماء والا فرض اوسی مین ہے لو خاتمہ ضیقا نزعہ او حرکہ وجوبا کالقرط ولو لم یکن بثقب اذنہ قرط فدخل الماء فی الثقب عند مرورہ علی اذنہ اجزأہ کسرۃ واذن دخلھا الماء والا یدخل ادخلہ ولو باصبعہ ولا یتکلف بخشب ونحوہ والمعتبر غلبۃ ظنہ بالوصول

اقول ای فی غیر الموسوس وغیر ماجن لایبالی فالاول ینزل الیقین الی محض الشك والثانی یرفع الشك الی عین الیقین کما ھو معلوم مشاھد واللہ المستعان **بالجملہ** تمام ظاہر بدن ہر ذرہ ہر رونگٹے پر سر سے پاؤں تک پانی بہنا فرض ہے ورنہ غسل نہ ہوگا مگر مواضع حرج معاف ہیں مثلاً (۱) آنکھوں کے ڈھیلے (۲) عورت کے گندھے ہوئے بال (۳) ناك کان کے زیوروں کے وہ سوراخ جو بند ہوگئے (۴) نامختون کا حشفہ جبکہ کھال چڑھانے میں تکلیف ہو (۵) اس حالت میں اوس کھال کی اندرونی سطح جہاں تك پانی بے کھولے نہ پہنچے اور کھولنے میں مشقت ہو (۶) مکھی یا مچھر کی بیٹ جو بدن پر ہو اوس کے نیچے (۷) عورت کے ہاتھ پاؤں میں اگر کہیں مہندی کا جرم لگا رہ گیا (۸) دانتوں کا جما ہوا چونا (۹) مسی کی ریخیں (۱۰) بدن کا میل (۱۱) ناخنوں میں بھری ہوئی یا بدن پر لگی ہوئی مٹی (۱۲) جو بال خود گرہ کھا کر رہ گیا ہو اگرچہ مرد کا (۱۳) پلك یا کوئے میں سرمہ کا جرم (۱۴) کاتب کے انگوٹھے پر روشنائی۔ ان دونوں کا ذکر رسالہ الجود الحلو میں گزرا (۱۵) رنگریز کے ناخن پر رنگ کا جرم (۱۶) نان بائی یا پکانے والی عورت کے ناخن میں آٹا علی خلاف فیہ (۱۷) کھانے کے ریزے کہ دانت کی جڑ یا جوف میں رہ گئے کما ھو انفاً عن الخلاصۃ **اقول** یوہیں پان کے ریزے نہ چھالیا کے دانے کہ سخت ہیں کما مرایضا **اقول** وتعلیل المسألۃ بالحرج لعموم البلوی یندفع مامر من الایراد (۱۸) **اقول** ہلتا ہوا دانت اگر تار سے جکڑا ہو معافی ہونی چاہیے اگرچہ پانی تار کے نیچے نہ بہے کہ بار بار کھولنا ضرر دیگا نہ اس سے ہر وقت بندش ہو سکے گی (۱۹) یوہیں اگر اوکھڑا ہوا دانت کسی مسالے مثلاً برادۂ آہن ومقناطیس وغیرہ سے جمایا گیا ہے جمے ہوئے چونے کی مثل اسکی بھی معافی چاہیے **اقول** لانہ ارتفاق مباح وفی الازالۃ حرج درمختار میں ہے لا یشد سنہ المتحرك بذھب بل بفضۃ ردالمحتار میں ہے قال الکرخی سقطت ثنیۃ رجل فان اباحنیفۃ یکرہ ان یعید ھا ویقول ھی کسن میتۃ ولکن

https://www.facebook.com/darahlesunnat

یاخذ من شاۃ ذکیۃ یشد مکانھا وخالفہ ابویوسف فقال لاباس بہ اھ اتقانی زاد فی التاترخانیۃ قال بشر قال ابویوسف سألت اباحنیفۃ عن ذلک فی مجلس اٰخر فلم یر باعادتھا باسا اھ [۲۲] اقول مبنی القول الاول ان السن عصب فیحلہ الموت والصحیح انہ عظم فلا ینجس ولو من میتۃ وقد نص فی البدائع والکافی والبحر والدر وغیرھا ان سن الانسان طاھرۃ علی ظاھر المذھب وھو الصحیح وان مافی الذخیرۃ وغیرھا من انھا نجسۃ ضعیف اھ فارتفع الاشکال کیف لا وقد رجع عنہ الامام ہاں اگر کمانی چڑھی ہو جسکے اوتارے چڑھانے میں حرج نہیں اور پانی بہنے کو روکے گی تو اوتارنا لازم ہے (۲۰) پٹی کہ زخم پر ہو اور کھولنے میں ضرر یا حرج ہو (۲۱) ہر وہ جگہ کہ کسی درد یا مرض کے سبب وس پر پانی بہنے سے ضرر ہوگا والمسائل مشھورۃ وفی فتاوٰنا مذکورۃ غرض مدار حرج پر ہے اور حرج بنص قرآن مدفوع اور یہ امت دنیا و آخرت میں مرحومہ والحمد للہ رب العلمین درمختار میں ہے لا یجب غسل مافیہ حرج کعین وان اکتحل بکحل نجس [ف۱] وثقب انضم وداخل قلفۃ وشعر المرأۃ المضفور ولا یمنع الطھارۃ خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحتہ (لان الاحتراز عنہ غیر ممکن حلیہ) وحناء ولو جرمہ بہ یفتی ودرن وتراب وطین ولو فی ظفر مطلقا قرویا او مدنیا فی الاصح وما علی ظفر صباغ اھ ملخصا ردالمحتار میں ہے یؤخذ من مسألۃ الضفیرۃ انہ لا یجب غسل عقد الشعر المنعقد بنفسہ لان الاحتراز عنہ غیر ممکن ولو من شعر الرجل ولم ار من نبہ علیہ من علمائنا تامل اوسی میں ہے فی النھر لو فی اظفارہ عجین فالفتوی انہ مغتفر اھ [۲۳] اقول وباللہ التوفیق حرج [ف۲] کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہاں پانی پہنچانے میں مضرت ہو جیسے آنکھ کے اندر دوم مشقت ہو جیسے عورت کی گندھی ہوئی چوٹی سوم بعد علم واطلاع کوئی ضرر و مشقت تو نہیں مگر اوسکی نگہداشت اوسکی دیکھ بھال میں دقت ہے جیسے مکھی مچھر کی بیٹ یا اولجھا ہوا گرہ کھایا ہوا بال قسم اول و دوم کی معافی تو ظاہر اور قسم سوم میں بعد اطلاع ازالہ مانع ضرور ہے مثلا جہاں مذکورہ صورتوں میں مہندی سرمہ آٹا روشنائی رنگ بیٹ وغیرہ میں سے کوئی چیز جمی ہوئی دیکھ پائی تو اب یہ نہ ہو کہ اوسے یونہیں رہنے دے اور پانی اوپر سے بہادے بلکہ چھڑالے کہ آخر ازالہ میں تو کوئی حرج تھا ہی نہیں تعاہد میں تھا بعد اطلاع اوسکی حاجت نہ رہی ومن المعلوم ان ماکان لضرورۃ تقدر بقدرھا ھذا ماظھر لی والعلم بالحق عند ربی واللہ سبحنہ وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالی علی سیدنا محمد والہ وصحبہ اجمعین

مسئلہ ۱۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو زکام ہوا اور بسبب وسکے درد سر ہے اسی حالت میں اوس کو حاجت غسل ہوئی اوس نے اس خیال سے کہ اگر میں سر سے نہاؤنگا تو مرض میں ترقی ہو کر اور عوارض مثل بخار وغیرہ کے پیدا ہو جائیں گے اور زید کو ترقی مرض کا پورا یقین اور تجربہ ہے اس سبب سے اوس نے سر کو چھوڑ کر باقی جسم سے نہالیا اور تمام سر کا خوب مسح کرلیا تو غسل اوس کا صحیح اور نماز اوسکی یا جس نے اوس کے پیچھے پڑھی درست ہوگی یا نہیں یا ایسی حالت میں اوس کو تیمم کا حکم تھا بینوا توجروا

ف۱: مسئلہ: ...
ف۲: مصنف کی تحقیق ...

الجواب

صورت مستفسرہ میں اوسکی نماز امامت سب درست وصحیح ہوئی غریب الروایۃ پھر کتاب الفیض الموضوع لنقل ما ہو المختار للفتوی پھر منحۃ الخالق علی البحر الرائق میں ہے المرأۃ لو ضرھا غسل رأسھا فی الجنابۃ او الحیض تمسح علی شعرھا ثلث مسحات بمیاہ مختلفۃ وتغسل باقی جسدھا حلیہ شرح منیہ میں ہے ان کان اکثر اعضائہ صحیحا بان کانت الجراحۃ علی راسہ وسائر جسدہ صحیح فانہ یدع الرأس ویغسل سائر الاعضاء درمختار میں ہے صح اقتداء غاسل بماسح ولو علی الجبیرۃ۔ اصل کلی یہ ہے کہ غسل میں اگر بعض جسم پر پانی ڈالنا مضر ہو تو کثرت کا اعتبار ہے اگر اکثر جسم وہی ہے جسپر پانی پہنچنا ضرر دیگا خواہ یوں کہ عارضہ خود اوسی جسم میں ہو یا یوں کہ اوسپر پانی ڈالنے سے پانی ایسی جگہ پہنچے گا جہاں پہنچنے سے ضرر ہے تو تیمم کرے اور اگر اکثر جسم سالم ہے تو جسقدر میں مضرت ہے وہاں مسح کرلے باقی پر پانی بہالے درمختار میں ہے (تیمم لو اکثرہ مجروحا) او بہ جدری اعتبارا للاکثر (وبعکسہ یغسل) الصحیح ردالمحتار میں ہے لکن اذا کان یمکنہ غسل الصحیح بدون اصابۃ الجریح والا تیمم حلیہ ظاہر ہے کہ متن میں لفظ زخم یا شرح میں لفظ خارش کوئی قید نہیں مدار ضرر پر ہے کسی وجہ سے ہو کما لایخفی ھذا واعلم ان المدقق العلائی ذکر فی الدرالمختار اٰخر التیمم مانصہ (من بہ وجع راس لایستطیع معہ مسحہ) محدثا (ولا غسلہ) جنبا ففی الفیض عن غریب الروایۃ تیمم وافتی قارئ الھدایۃ انہ (یسقط) عنہ (فرض مسحہ) وکذا یسقط غسلہ فیمسحہ اھ ملخصا قال الشامی وما افتی بہ نقلہ فی البحر عن الحلبی ونظمہ العلامۃ ابن الشحنۃ فی شرحہ علی الوھبانیۃ اھ وقال تحت قولہ وکذا یسقط غسلہ ای غسل الراس من الجنابۃ اھ **اقول** فھذا الذی افتی بہ العلامۃ سراج الدین قاری الھدایۃ شیخ المحقق ابن الھمام موافق لما افتی بہ العبد الضعیف وھو الماشی علی الاصل المار الذی تظافرت علیہ کلماتھم جمیعا ولم ازل اتعجب مما نقل عن غریب الروایۃ فی مسألۃ الجنابۃ من الامر بالتیمم لاجل الضرر فی الرأس وحدہ ثم رأیت منحۃ الخالق فوجدت انہ نقل عن الفیض عن الغریب ما فی الدر ولصیقا بہ ما قدمت من مسألۃ المرأۃ فزدت عجبا فان فرع المرأۃ یخالف الفرع الاول صریحا ولذا قال فی الفیض عقیب نقلہ وھو عجیب کما فی المنحۃ ایضا ثم ان للمولٰی سبحنہ وتعالٰی فتح بما اوضح المراد وازاح العجب فان عبارۃ غریب الروایۃ علی ما فی المنحۃ عن الفیض عندہ ھکذا من برأسہ صداع من النزلۃ ولیضرہ المسح فی الوضوء والغسل فی الجنابۃ تیمم والمرأۃ لو ضرھا الخ فتحدس فی خاطری و للہ الحمد ان الغسل ھھنا بضم الغین دون فتحھا فلیس المراد غسل الرأس کما اوھمہ عبارۃ الدر بل المعنی ضرہ الغُسل واسالۃ الماء علی بدنہ ولو بترک الرأس لما تصعد بہ الابخرۃ الی الدماغ فیزداد بہ ضررا فی بعض الصور کما علم فی الطب وھذا حکم صحیح لاغبار علیہ ولا خلاف

ف۱ مسئلہ: جب بعض بدن کے نہانے میں ضرر ہو تو اکثر کا اعتبار ہے

ف۲ تعقب غریب الروایۃ

ف۳ تطفل علی الدر

فیه للاصل السابق ولا للفرع اللاحق وانما خص المرأة بالذکر لیعلم حکم الرجل بالاولٰی فانه اذا امر بمسح الشعر النازل الذی لایکون ضرر غسله کضرر غسل نفس الرأس فنفسه اجدر بالحکم هذا کله فی الغسل واما الوضوء فمن المعلوم ان من بلغ به النزلة مبلغا یضره مسح ربع راسه بید مبتلة فیضره غسل الوجه والیدین والرجلین من باب اولٰی فان البرد الذی یصل الی الدماغ باسالة الماء علی الاطراف اشد من الذی عسی ان یصل باصابة ید مبتلة بعض الرأس فلاجل هذا امر بالتیمم هذا غایة مایوجه به کلامه فکان الاحری بالمولی المحقق المدقق العلائی ان یوجهه هکذا والا ترکه اصلا کیف ومثل الحکم عن غریب الروایة غیر غریب کما قاله فی الحلیة فی مسألة اخری نقلها عنه مخالفا للجمیع والا لم یعزه للفیض الذی هو موضوع لنقل المذهب کیلا یکون تنویها بها اولا ثم نقل کلام الفیض فانه قال علیه وهو عجیب هذا کله ماظهر للعبد الضعیف واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴: مرسلہ سید مودود الحسن نبیرہ ڈپٹی سید اشفاق حسین صاحب ۱۱ رجب ۱۳۱۷ھ

یا ایها العلماء رحمکم الله تعالٰی من به عذر له حاجة الی الغسل والماء یضره فما الحکم فی غسله لاداء صلاة ثم الرجاء ان تبینوا لنا الجواب بالبیان۔

الجواب

ان ضره غسل راسه لاغیر مسحه وغسل سائر جسده وان ضره الاغتسال بماء بارد اغتسل بحار او فاتر ان قدر والا تیمم او مسح رأسه وغسل بدنه حسبما یقتضیه حاله وان ضره الاغتسال فی الوقت البارد تیمم فیه او مسح وغسل کما مر واغتسل فی غیر ذلک الوقت فبالجملة یتبع الضرر ولایجاوزه فحیث لایجد سبیلا الی الغسل یتیمم الی ان یجد سبیلا والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵: از کلکتہ کوچہ تارنب ڈاکخانہ ویلزلی اسٹریٹ نمبر ۲ مرسلہ رشید احمد خان ۱۶ جمادی الاولٰی

زید کی ران میں پھوڑا یا اور کوئی بیماری ہے ڈاکٹر کہتا ہے پانی یہاں نقصان کریگا مگر صرف اسی جگہ مضر ہے اور بدن پر ڈال سکتا ہے اس حالت میں وضو یا غسل کے لیے تیمم درست ہے یا نہیں اگر درست ہے تو تیمم غسل کا ویسا ہی ہے جیسا وضو کا یا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

صورت مسئولہ میں غسل یا وضو کسی کے لیے تیمم جائز نہیں وضو کے لیے نہ جائز ہونا تو ظاہر کہ ران کو وضو سے کوئی علاقہ نہیں اور غسل کے لیے یوں ناروا کہ اکثر بدن پر پانی ڈال سکتا ہے لہذا وضو تو بلاشبہہ تمام وکمال کرے اور غسل کی حاجت ہو تو اگر مضرت صرف ٹھنڈا پانی کرتا ہے گرم نہ کریگا اور اسے گرم پانی پر قدرت ہے تو بیشک پورا غسل کرے اتنی جگہ کو گرم پانی سے دھوئے باقی بدن گرم یا سرد جیسے سے چاہے اور اگر ہر طرح کا پانی مضر ہے یا گرم مضر تو نہ ہوگا مگر اسے اس پر قدرت نہیں تو ضرر کی جگہ بچا کر باقی بدن دھوئے اور اس موضع پر مسح کرلے اور اگر وہاں مسح بھی نقصان دے مگر دوا یا پٹی کے حائل سے پانی کی ایک دھار بہا دینی مضر نہ ہوگی تو وہاں اس حائل ہی پر بہالے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

باقی بدن بدستور دھوئے اور اگر حائل پر بھی پانی بہانا مضر ہو تو دوا یا پٹی پر مسح ہی کرے اگر اس سے بھی مضرت ہو تو اوتنی جگہ خالی چھوڑ دے جب وہ ضرر دفع ہو تو جتنی بات پر قدرت ملتی جائے بجالاتا جائے مثلاً ابھی پٹی پر سے مسح بھی مضر تھا لہذا جگہ بالکل خشک بچادی چند روز بعد اتنا آرام ہو گیا کہ یہ مسح نقصان نہ دیگا تو فوراً پٹی پر مسح کرے اسیقدر کافی ہوگا باقی بدن تو پہلے کا دھویا ہی ہوا ہی جب اتنا آرام ہوجائے کہ اب بندش پر سے پانی بہانا بھی ضرر نہ کریگا فوراً اوسپر پانی کی دھار ڈالدے صرف مسح پر جو پہلے کر چکا تھا قناعت نہ کرے جب اتنا آرام ہوجائے کہ اب خاص موضع کا مسح بھی ضرر نہ دیگا فوراً وہان مسح کرلے پٹی کے غسل پر قانع نہ رہے جب اتنا آرام ہو کہ اب خود وہان پانی بہانا مضر نہ ہوگا فوراً اوس بدن کو پانی سے دھولے غرض رخصت کے درجے بتادیے گئے ہین جبتک کم درجہ کی رخصت بین کام نکلے اعلی درجہ کی اختیار نہ کرے اور جب کوئی نیچے کا درجہ قدرت مین آئے فوراً اوس تک تنزل کرکے اسیطرح اگر یہ حالت ہو کہ اوس جسم پر پانی تو نقصان نہ دیگا مگر بندھا ہوا ہی کھولنے سے نقصان پہنچے گا یا کھولکر پھر باندھ نہ سکیگا تو بھی اجازت ہی کہ بندش پر سے دھونے یا مسح کرنے جس بات کی قدرت ہو عمل مین لائے جب وہ عذر جاتا رہے کھولکر جسم کو مسح یا غسل جو مقدور ہو کرے یہی سب حکم وضو مین ہین اگر اعضائے وضو مین کسی جگہ کوئی مرض ہو اصل نیان اکثر کے لیے حکم کل کا ہی جب اکثر بدن پر پانی ڈال سکتا ہو تو ہرگز تیمم کی اجازت نہین بلکہ یہی طریقے جو اوپر گزرے بجالائے ہان اگر اکثر بدن پر پانی ڈالنے کی قدرت نہ ہو (خواہ یون کہ خود مرض ہی اکثر بدن مین ہی یا مرض تو کم جگہ ہی مگر واقع ایسا ہوا کہ اوسکے سبب در صحیح جگہ کو بھی نہین دھو سکتا کہ اوس کا پانی اس تک پہنچے گا اور کوئی صورت بچاکر دھونے کی نہین یون اکثر بدن دھونے کی قدرت نہین (مثلاً رانون پنڈلیون بازوؤن کلائیون پیٹھ پر جابجا دو دو چار چار اونگل کے فاصلے سے دانے ہین کہ صرف دانون کی جگہ جمع کیجائے تو سارے بدن کی نصف حصہ سے کم ہو مگر وہ پھیلے ہوئے اسطرح ہین کہ اونکے بیچ بیچ کی خالی جگہ پر بھی پانی نہین بہاسکتے تو ایسی حالت مین بیشک تیمم کی اجازت ہوگی اب یہ نہ ہوگا کہ صرف تھوڑا سا بدن دھو کر باقی سارے جسم پر مسح کرلے درمختار مین ہی تیمم لو کان اکثرہ ای اکثر اعضاء الوضوء عدداً وفی الغسل مساحۃ مجروحا او بہ جدری اعتبارا للاکثر وبعکسہ یغسل الصحیح ویمسح الجریح ردالمحتار مین ہی لکن اذا کان یمکنہ غسل الصحیح بدون اصابۃ الجریح والا تیمم حلیہ درمختار مین ہی الحاصل لزوم غسل المحل ولو بماء حار فان ضر مسحہ فان ضر مسحھا فان ضر سقط اصلا ردالمحتار مین ہی قولہ ولو بماء حار نص علیہ فی شرح الجامع لقاضیخان واقتصر علیہ فی الفتح وقیدہ بالقدرۃ علیہ وفی السراجیۃ انہ لایجب والظاہر الاول بحر درمختار مین ہے یمسح علی کل عصابۃ ان ضرہ الماء او حلھا ومنہ ان لایمکنہ ربطھا ردالمحتار مین ہی قولہ ان ضرہ الماء ای الغسل بہ او المسح علی المحل ط درمختار مین ہی انکسر ظفرہ فجعل علیہ دواء او وضعہ علی شقوق رجلہ اجری الماء علیہ ان قدر والا مسحہ والا ترکہ ردالمحتار مین ہی مسح الجریح ان لم یضرہ والا عصبھا بخرقۃ ومسح فوقھا خانیہ وغیرھا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ومفادہ کما قال دانہ یلزمہ نفی الحرقۃ وان لم تکن موضوعۃ ہان یہ بات کہ فلان امر ضرر دیگا کسی کافر یا کُھلے فاسق یا ناقص طبیب کے بتائے سے ثابت نہین ہوسکتی یا تو خود اپنا تجربہ ہو کہ نقصان ہوتا ہی یا کوئی صاف علامت ایسی موجود ہو جس سے وہی ظن غالب نقصان کا ہو یا طبیب حاذق مسلم مستور بتائے جس کا کوئی فسق ظاہر نہ ہو فی الدر المختار ورد المحتار تیمم لمرض یشتد او یمتد بغلبۃ ظن (عن امارۃ او تجربۃ شرح منیۃ) او قول (طبیب) حاذق مسلم (غیر ظاہر الفسق) اھ بالالتقاط اور تیمم غسل و وضو کا ایک ہی سا ہی بلکہ ایک ہی تیمم دونون کے لیے کافی ہوسکتا ہی خصوصاً جبکہ نیت دونون کو شامل ہو فی رد المحتار عن الوقایۃ یکفی تیمم واحد عنہما واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۱۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلے مین کہ کوئی شخص سوتے سے جاگا اور تری کپڑے یا بدن پر پائی یا خواب دیکھا اور تری نہ پائی تو اوسپر نہانا واجب ہوا یا نہین بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ ہادی الاحلام بانزال الاحکام والصلوۃ والسلام علی سید المعصومین عن الاحتلام وآلہ الکرام وصحبہ العظام الی یوم یبل فیہ وارد حوضہ ببلل الاکرام آمین

یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہی اور ہر شخص کو اوسکی ضرورت اور کتابون مین اختلاف بکثرت لہٰذا ضرور ہی کہ فقیر بعون القدیر اوسکی ضروری توضیح وتشریح اور مذہب معتمد ومختار کی تنقیح کرے **فاقول** وباللہ التوفیق بیان چھ صورتین ہین اول تری کپڑے یا بدن کسی پر نہ دیکھی دوم دیکھی اور یقین ہی کہ یہ منی یا مذی نہین بلکہ ودی یا بول یا پسینہ یا کچھ اور ہی ان دونون صورتون مین مطلقاً اجماعاً غسل اصلا نہین اگرچہ خواب مین مجامعت اور اوسکی لذت اور انزال تک یاد ہو غنیہ مین ہی تذکر الاحتلام ولم یر بللا لاغسل علیہ اجماعا در مختار مین ہی لا ان تذکر ولو مع اللذۃ والانزال ولم یر بللا اجماعا رد المحتار مین ہی لایجب اتفاقا فیما اذا علم انہ ودی مطلقا جامع الرموز مین ہے احترز بقولہ المنی والمذی عن الودی فانہ غیر موجب عندہم وان تذکر الاحتلام کما فی الحقائق سوم ثابت ہو کہ یہ تری منی ہے اسمین بالاتفاق نہانا واجب ہی اگرچہ خواب وغیرہ اصلا یاد نہ ہو فی رد المحتار یجب الغسل اتفاقا اذا علم انہ منی مطلقا اسی طرح عامہ کتب مین اسپر اجماع منقول لکن فی شرح النقایۃ للقہستانی کان الفقیہ ابو جعفر یقول ہذا عند ابی حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ تعالی واما عند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالی فلا غسل علیہ اذا لم یتذکر الاحتلام کذا فی شرح الطحاوی اھ

اقول لعل وجهه والله تعالٰی اعلم ان نزول المنی لا یوجب الغسل مطلقا بل اذا نزل عن شهوة دفقا فاذا تذکر الاحتلام ثم راٰہ علم انه نزل عن شهوة واذا لم یتذکر احتمل ان یکون نزل هکذا من دون شهوة فلا یجب الغسل بالشك والجواب ان بالنوم تتوجه الحرارة الی الباطن ولهذا یحصل الانتشار غالبا فالسبب مظنون واحتمال الخلاف اعنی الخروج بلا شهوة نادر فلا یعتبر

شرح نقایہ برجندی میں ہے قد ظهر انه لا خلاف فی رؤیة المنی حیث یجب الغسل اجماعا ونقل فی شرح الطحاوی عن الفقیه ابی جعفر ان رؤیة المنی ایضا علی هذا الاختلاف والمشهور هو الاول اھ اب رہیں تین صورتیں اوس تری کے منی ہونیکا احتمال ہو مذی ہونیکا علم ہو منی نہ ہونا تو معلوم مگر مذی ہونیکا احتمال ہو پس اگر خواب میں احتلام ہونا یاد ہے تو ان تینوں صورتوں میں بھی بالاتفاق نہانا واجب ہے فی رد المحتار یجب اتفاقا اذا علم انه مذی او شك مع تذکر الاحتلام اھ مختصرا **اقول** وقد تظافرت الکتب علی هذا متونا وشروحا وفتاوی فلا نظر الی ما فی الحلیة عن المصفی عن المختلفات انه اذا تیقن بالاحتلام وتیقن انه مذی فانه لا یجب الغسل عندهم جمیعا ورأیتنی کتبت علی هامش نسختی الحلیة ههنا ما نصه عامة المعتبرات علی نقل الاجماع فی هذه الصورة علی وجوب الغسل وفی بعضها جعلوها خلافیة بین ابی یوسف وصاحبیه اما حکایة الاجماع فیها علی عدم الوجوب فمخالفة لجمیع المعتبرات ولقد کدت ان اقول ان لا وقعت زائدة من قلم الناسخین لولا انی رأیت فی جامع الرموز ما نصه لو تیقن بالمذی لم یجب تذکر الاحتلام ام لا وهذا عندهم علی ما فی المصفی عن المختلفات لکن فی المحیط وغیرہ انه واجب حینئذ اھ اھ ما کتبت علیه وانا الاٰن ایضا لا استبعد ان الامر کما ظننت من وقوع لا زائدة فی نسخة المصفی او المختلفات ونقله القهستانی بالمعنی ولم یتنبه لما اسمعنا والله تعالٰی اعلم والخلاف الذی اشرت الیه هو ما فی الحصر والمختلف والعون وفتاوی العتابی والفتاوی الظهیریة ان برؤیة المذی لا یجب الغسل عند ابی یوسف تذکر الاحتلام او لم یتذکر کما فی فتح الله المعین للسید ابی السعود الازهری ونقله فی التبیین عن غایة السروجی عن الامام الفقیه ابی جعفر الهندوانی عن الامام الثانی رحمهم الله تعالٰی وفی ابی السعود عن نوح افندی عن العلامة قاسم ابن قطلوبغا ما نصه قلت فیحتمل ان یکون عن ابی یوسف روایتان اھ وفی الحلیة وجوب الاغتسال فیما اذا تیقن کون البلل مذیا وهو متذکر الاحتلام باجماع اصحابنا علی ما فی کثیر من الکتب المعتبرة وفی المصفی ذکر فی الحصر والمختلف والفتاوی الظهیریة اذا رأی مذیا وتذکر الاحتلام لا غسل علیه عند ابی یوسف فیحتمل ان یکون عن ابی یوسف روایتان اھ مختصرا **اقول** بل ثلث الاولی لا غسل بلا تذکر وان رأی منیا کما مر عن شرحی النقایة عن الامام الاسبیجابی الثانیة لا الا بالمنی وان رأی المذی متذکرا وهی هذه والثالثة یغتسل فی التذکر باحتمال المذی ایضا وفی عدمه بعلم المنی وهی الاظهر الاشهر مرویة الاکثر بل عنه رابعة نحو قولهما علی ما فی القهستانی عن العیون وغیرها والله تعالٰی اعلم

اور اگر احتلام یاد نہیں تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک ان تینوں صورتوں میں اصلا غسل نہیں وھو الاقیس وبه اخذ الامام

ف: تطفل علی الحلیة والعلامة قاسم ...

الاجل العارف باللہ خلف بن ایوب الامام الفقیہ ابو اللیث السمرقندی کما فی الفتح وغیرہ شکل نہم یعنی ششم میں طرفین یعنی حضرت سیدنا امام اعظم و امام محمد رضی اللہ تعالی عنہما بھی امام ابو یوسف کے ساتھ ہیں یعنی جہاں نہ منی کا احتمال نہ مذی کا یقین بلکہ مذی کا احتمال ہو غسل بالاتفاق واجب نہیں فی ردالمحتار لایجب اتفاقا فیما اذا شك فی الاخیرین (یعنی المذی والودی) مع عدم تذکر الاحتلام اور شکل اول یعنی چہارم میں کہ منی کا احتمال ہو خواہ یوں کہ منی و مذی محتمل ہوں یا منی و ودی یا تینوں (اور ودی سے مراد ہر وہ تری کہ منی و مذی کے سوا ہو) ان سب صورتوں میں دونوں حضرات باتفاق روایات غسل واجب فرماتے ہیں فی ردالمحتار یجب عندھما فیما اذا شك فی الاولین (ای المنی والمذی) او فی الطرفین (ای المنی والودی) او فی الثلثۃ احتیاطا ولا یجب عند ابی یوسف للشك فی وجود الموجب لیکن جہاں منی کے ساتھ مذی کا احتمال نہ ہو صرف ودی کا شبہہ ہو وجوب مطلق ہے اور جہاں مذی کا بھی شک ہو اوس میں ایک صورت کا استثنا۔ وہ یہ کہ اگر سونے سے کچھ پہلے اسے شہوت تھی ذکر قائم تھا اب جاگ کر تری دیکھی جسکا مذی ہونا محتمل ہے اور احتلام یاد نہیں تو اوسے مذی ہی قرار دینگے غسل واجب کرینگے جبتک اوسکے منی ہونیکا ظن غالب ہو اور اگر ایسا نہ تھا یعنی نیند سے پہلے شہوت ہی نہ تھی یا تھی اور اوسے بہت دیر گزر گئی مذی جو اوس سے نکلنی تھی نکلکر صاف ہو چکی اسکے بعد سویا اور تری مذکور پائی جسکا منی و مذی ہونا مشکوک ہے تو بدستور صرف اسی احتمال پر غسل واجب کردینگے منی کے غالب ظن کی ضرورت نہ جانیں گے صور استثنا کہ مذکور ہوئی یاد رکھیے کہ آئندہ اسپر بحث ہونیوالی ہے ان شاء اللہ تعالی اب رہی شکل ثانی یعنی پنجم کہ مذی کا یقین ہو اسمیں طرفین رضی اللہ تعالی عنہما کے بیان مذہب میں علما کا اختلاف شدید ہے بہت اکابر نے جزم فرمایا کہ اس صورت میں بھی مثل صورت ششم غسل واجب ہونے پر ہمارے ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالی عنہم کا اتفاق ہے مبسوط[1] امام شیخ الاسلام بکر خواہر زادہ و محیط[2] امام برہان الدین و مغنی[3] و مصفی[4] للامام النسفی و فتح[5] القدیر نقلا و منیۃ[6] المصلی و شرح[7] نقایہ للعلامۃ البرجندی و جامع[8] الرموز للعلامۃ القہستانی و حاشیۃ[9] الفاضل عبد الحلیم الرومی علی الدرر والغرر و بحر[10] الرائق و نہر[11] الفائق و در[12] مختار و حواشی[13] الدر للسید الحلبی و السید[14] الطحطاوی و السید[15] الشامی و مسکین[16] علی الکنز و فتح[17] المعین للسید الازہری و تعلیقات[18] ابراہیم السید علی بن علی بن ابی الخیر الحسینی و رحمانیہ[19] و ہندیہ[20] و طحطاوی[21] علی مراقی الفلاح و منحۃ[22] الخالق اسپیطرین سے فتاوی عالمگیریہ میں ہے ان رای بللا الا انہ لم یتذکر الاحتلام فان تیقن انہ ودی لایجب الغسل وان شك انہ منی او مذی قال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی لایجب حتی یتیقن بالاحتلام وقالا یجب ھکذا ذکرہ شیخ الاسلام کذا فی المحیط بحر الرائق میں ہے لایجب الغسل اتفاقا فیما اذا تیقن انہ مذی ولم یتذکر الاحتلام در مختار میں دربارہ عدم تذکر احتلام ہے اذا علم انہ مذی فلا غسل علیہ اتفاقا ردالمحتار میں ہے لایجب اتفاقا فیما اذا علم انہ مذی مع عدم تذکر الاحتلام بعینہ اسی طرح منحۃ الخالق میں ہے حاشیۂ طحطاوی میں ہے اذا علم انہ مذی مع عدم التذکر لایجب الغسل اتفاقا برجندی میں ہے ذکر فی المبسوط والمحیط والمغنی ھھنا تفصیلات وھو انہ اذا استیقظ ورای بللا ولم یتذکر الاحتلام فان تیقن انہ مذی لایجب الغسل وان تیقن انہ منی یجب وان شك انہ مذی او منی قال ابو یوسف لایجب وقالا یجب رحمانیہ میں محیط سے ہے استیقظ فوجد علی فراشہ او فخذہ بللا ولم یتذکر الاحتلام فان تیقن انہ منی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

یجب الغسل والا لایجب وان شك انه منی اومذی قال ابویوسف لایجب الغسل اھ **اقول** فی قولہ والا لایجب تدافع ظاهر مع مسألة الشك ولعل الجواب انها حلت محل الاستثناء ویعکرہ لزوم ان لایجب وفاقا اذا شك انه منی اوودی لانه لم یستثن الا الشك فی المنی والمذی الا ان یقال ان المراد بالمذی غیر المنی وهو ظاهر البعد والاولی ان یقال ان اصل قوله والا لایجب وان لامفصولا والتقدیر وان تیقن انه لامنی لایجب شرح الکنز للعلامۃ مسکین میں ہے اذا لم یتذکر الاحتلام وتیقن انه مذی فلاغسل علیه ابوالسعود میں ہے اما صور ما لایجب فیها الغسل اتفاقا فاربعۃ (الٰی قوله) الثالثة علم انه مذی ولم یتذکر حلبی علی الدرر میں ہے لاغسل علیه ان یتقن انه مذی وکذا لوشك انه مذی اوودی ولم یتذکر الاحتلام فتح القدیر میں ہے مستیقظ وجد فی فخذه او فخذه بللا ولم یتذکر احتلاما ویتقن انه مذی لایجب اتفاقا لکن التیقن متعذر مع النوم اھ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے لایجب الغسل اتفاقا فیما اذا تیقن انه مذی ولم یتذکر والمراد بالیقین غلبة الظن لان حقیقة الیقین متعذرۃ مع النوم **اقول** کانه یشیر الی الجواب عما اورد المحقق وما کان المحقق لیغفل عن مثل هذا وانما هو لتحقیق انیق سنعود الیه بتوفیق من له توفیق الامر لسید یہ منیہ میں ہے ان تیقن انه مذی فلاغسل علیه اذا لم یتذکر الاحتلام مصفٰی میں ہے ان رای بللا ولم یتذکر الاحتلام ان تیقن انه ودی اومذی لایجب الغسل وان تیقن انه منی یجب وان شك انه منی اومذی قال ابویوسف لایجب حتی یتیقن بالاحتلام وقالا یجب کذا فی المحیط والمغنی ومبسوط شیخ الاسلام وفتاوی قاضی خان والخلاصة حلیہ میں یہ کلام مصفٰی نقل کرکے فرمایا لیس فی الفتاوی الخانية ولا الخلاصة ذلك كما ذكره مطلقا وكذا ليس فی محیط رضی الدین ولما المغنی ومبسوط شیخ الاسلام فلم اقف علیهما اھ **اقول** اما المبسوط فقد قدمنا نقله عن الهندیة عن المحیط عن المبسوط وکذا عن البرجندی عن المبسوط وکذلك عنه عن المغنی والمراد بالمحیط المحیط البرهانی لا الرضوی وقد تقدم النقل عنه عن الهندیة وعن البرجندی نعم لم ار هذا فی الخانية بل الواقع فیها خلاف هذا کما سیأتی ان شاء الله تعالٰی واما الخلاصة فنصها علی ما فی نسختی هكذا ان احتلم ولم یر شیأ لاغسل علیه بالاتفاق وان تذکر الاحتلام ورای بللا ان کان ودیا لایجب الغسل بلاخلاف وان کان مذیا او منیا یجب الغسل بالاجماع ولسنا نوجب الغسل بالمذی لکن المنی یرق بالطالة المدۃ فکان مراده ما یکون صورته المذی لا حقیقة المذی الثالث اذا رای البلل علی فراشه ولم یتذکر الاحتلام یجب علیه الغسل وعند ابی یوسف لاغسل علیه اھ وهو فیما اری عار عن ذکر المسألة اصلا **فان قلت** بل فیه خلاف ما فی المصفٰی حیث ارسل البلل ارسالا فشمل المذی وقد اوجب فیه الغسل مع عدم التذکر ومثله ما فی الخانية عن مبسوط الامام محرر المذهب محمد بن الحسن رضی الله تعالٰی عنه حیث قال وفی صلاة الاصل اذا استیقظ وعنده انه لم یحتلم ووجد بللا علیه الغسل فی قول ابی حنیفة ومحمد رحمهما الله تعالٰی

ف۱: تطفل علی العلامة مسکین
ف۲: تطفل علی الحلیة
ف۳: تطفل علی مصفی الامام النسفی
ف۴: تطفل آخر علیه

قلت لا تعجل واورد الکلام مورده فانه اما ان یکون المراد بلل معلوم الحقیقة او غیر معلومها او اعم لا سبیل الی الاول لانه
ارسل البلل ارسالا فیشمل ما اذا علم انه منی ولیس مرادا قطعا لان فیه الغسل بلا خلاف وما اذا علم انه ودی ولیس مرادا قطعا
اذ لا غسل فیه بالاتفاق ولا الی الثالث لشموله للاول فیعود المحذور وان خصص الثانی وکانه لهذا ابهم محمد وارشد بالابهام
اللفظی الی الابهام المعنوی فالمعنی رای بللا لا یدری ما هو فهذه صورة الشک فی انه منی او غیره ولا مساس لها بصورة
علم المذی ولنظیره قول مسکین اذا استیقظ فوجد فی احلیله بللا الخ فقال ابو السعود وشک فی کونه منیا او مذیا خانیہ اھ و
قول الملتقی ان استیقظ فوجد فی احلیله بللا الخ فقال فی الغنیة لا یدری امنی هو ام مذی اھ **اقول** وبه ظهر الجواب عن
ایراد الحلیة بقولها انت علیم بما فی هذا الاطلاق فانه یشمل المنی والمذی ولا شک ان المنی غیر مراد منه بالاتفاق فلاجرم
ان ذکر المصنف انه لو تیقن انه مذی، فعلیه الغسل اھ ونظائر هذا کثیر فی کلامهم غیر یسیر او بہار ستون مذہب جماہیر اجلۂ عمائد
کی تصریح ہے کہ صورت پنجم یعنی شکل ہست چہارم ہمارے ائمہ میں مختلف فیہ ہے طرفین غسل واجب فرماتے ہیں اور امام ابو یوسف کا خلاف
ہے رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین وقایہ ونقایہ واصلاح ودرر ونور الایضاح وتنویر الابصار وملتقی الابحر وبدائع واسبیجابی وصدر الشریعۃ وحلیہ وغنیہ
وایضاح ودرر ومراقی الفلاح وجوہرہ نیرہ وتبیین الحقائق ومستخلص وشمنی ومجمع الانہر وفتوائے امام اجل نجم الدین نسفی وجواہر الفتاوی للامام الکرمانی وفتاوی
وسراجیہ وخجندی وبزازیہ وتجنیس ودرمختار ومسلک متقسط وظہیریہ وخزانۃ المفتین واکمل اربعہ اور شروح حدیث سے لمعات ومرقاۃ جن کا سیطر
ہیں اور امام محقق علی الاطلاق نے فتح میں اسکا افادہ فرمایا کما سیاتی بیانہ ان شاء اللہ تعالی نقایہ وشرح حسن میں ہے (و) رؤیة المستیقظ المنی او المذی وان لم یحتلم اما فی
المنی فظاهر واما فی المذی فلاحتمال کونه منیا رق بحرارة البدن وفیه خلاف لابی یوسف اصلاح وایضاح میں ہے (و) رؤیة
المستیقظ المنی او المذی وان لم یتذکر الاحتلام) فان ما ظهر فی صورة المذی یحتمل ان یکون منیا رق بحرارة البدن او باصابة
الهواء فمتی وجب من وجه ما فالاحتیاط فی الایجاب وفیه خلاف لابی یوسف مختصر الوقایہ میں ہے ورؤیة المستیقظ المنی او المذی
غرر ودرر میں ہے (و) عند رؤیة مستیقظ منیا او مذیا وان لم یتذکر حلما) لان الظاهر انه منی رق بهواء اصابه متن وشرح علامہ
شرنبلالی میں ہے ومنها (وجود ماء رقیق بعد) الانتباه من (النوم) ولم یتذکر احتلاما عندهما خلافا لابی یوسف وبقوله اخذ
خلف بن ایوب وابو اللیث لانه مذی وهو الاقیس ولهما ما روی انه صلی اللہ تعالی علیه وسلم سئل عن الرجل یجد البلل
ولم یذکر احتلاما قال یغتسل ولان النوم راحة تهیج الشهوة وقد یرق المنی لعارض والاحتیاط لازم فی العبادات تنویر الابصار
میں ہے ورؤیة المستیقظ منیا او مذیا وان لم یتذکر الاحتلام ملتقی ومجمع میں ہے (و) فرض (لرؤیة مستیقظ لم یتذکر
الاحتلام بللا ولو مذیا) عند الطرفین (خلافا له) ای لابی یوسف له ان الاصل براءة الذمة فلا یجب الا بیقین
وهو القیاس ولهما ان النائم غافل والمنی قد یرق بالهواء فیصیر مثل المذی فیجب علیه احتیاطا جوہرہ نیرہ میں ہے فی الخجندی

ان كان منيا وجب الغسل بالاتفاق وان كان مذيا وجب عندهما تذكر الاحتلام او لا وقال ابو يوسف لا يجب الا اذا تيقن بالاحتلام شرح امام زیلعی میں ہے اغمی علیه او كان سكران فوجد على فخذه او فراشه مذيا لم يلزمه الغسل لانه يحال به على هذا السبب الظاهر بخلاف النائم مستخلص الحقائق میں ہے (لامذى وودى واحتلام بلا بلل) روى الشيخ ابو منصور الماتریدی باسناده الى عائشة رضي الله تعالى عنها عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم انه قال اذا راى الرجل بعد ما ينتبه من نومه بللا ولم يتذكر احتلاما اغتسل وان راى احتلاما ولم ير بللا لاغسل عليه وهذا نص في الباب كذا في البدائع ثم قوله بلا بلل مطلقا يتناول المنى والمذى وقال ابو يوسف لاغسل عليه في المذى وهذا النص في المنى اعتبارا بحالة اليقظة ولهما اطلاق الحديث ولان المنى قد يرق لمرور الزمان فيصير في صورة المذى كذا في البدائع ايضا جواہر الفتاوی کے باب رابع میں کرفتاوائے امام اجل نجم الدین نسفی کے لیے معقود ہوتا ہے فرمایا استيقظ وتذكر انه راى في منامه مباشرة ولم ير بللا على ثوبه ولا فرشه ومكث ساعة فخرج مذى لا يجب الغسل لظاهر الحديث من احتلم ولم ير بللا فلا شئ عليه وليس هذا كما استيقظ ورأى بلة يلزمه الغسل عند ابي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى لانهما يحملان انه كان منيا فرق بمرور الزمان وهھنا اين خروج المذى فوجب الوضوء دون الغسل قال ولا يلزم على هذا من احتلم ليلا فاستيقظ ولم ير بللا فتوضأ وصلى الفجر ثم نزل المنى يجب الغسل وجازت صلاة الفجر عند ابي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى لانه انما يجب الغسل بنزول المنى بعد ما استيقظ ولهذا لا يعيد الفجر بخلاف مسألتنا لانه زال المذى بعد ما استيقظ وهو يراه فلم يلزم الغسل لانه مذى اھ بنوع اختصار فتاوائے امام قاضی خان میں ہے انتبه وراى على فراشه او فخذه المذى يلزمه الغسل في قول ابي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى تذكر او لم يتذكر اسی میں ہے في مغمى عليه افاق فوجد مذيا لاغسل عليه وكذا السكران وليس هذا كالنوم لان ما يراه النائم سببه ما يجده من اللذة والراحة التى تهيج منها الشهوة والاغماء والسكر ليسا من اسباب الراحة سراجیہ میں ہے اذا استيقظ النائم فوجد على فراشه بللا على صورة المذى او المنى عليه الغسل وان لم يتذكر الاحتلام وجیز امام کردری میں ہے احتلم ولم ير بللا لاغسل عليه اجماعا ولو منيا او مذيا لزم لان الغالب انه منى رق لمضى الزمان اسی میں ہے افاق بعد الغشى او السكر ووجد على فراشه مذيا لاغسل عليه بخلاف النائم التجنيس والمزید میں ہے استيقظ فوجد على فراشه مذيا كان عليه الغسل ان تذكر الاحتلام بالاجماع وان لم يتذكر فعند ابي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى لان النوم مظنة الاحتلام يحال عليه ثم يحتمل انه منى رق بالهواء او الغذاء فاعتبرناه منيا احتياطا اھ منتقی الفقہ ملتقطا میں مصفی سے ہے ذكر في الحصر والمختلف والفتاوى الظهيرية انه اذا استيقظ فراى مذيا وقد تذكر الاحتلام او لم يتذكره فلا غسل عليه عند ابي يوسف وقالا عليه الغسل اسی میں ہے وجوب الغسل

اذا لم یتذکر حلما وتیقن انه مذی اوشك فی انه منی او مذی قول ابی حنیفة ومحمد خلافا لابی یوسف اسی مین ہے الحلق الجسم الغفیر انه اذا استیقظ ووجد منیا یعنی ما صورته صورة المذی ولم یتذکر الاحتلام یجب علیه الغسل عند ابی حنیفة ومحمد خلافا لابی یوسف خزانۃ امام سمعانی مین برمز طح شرح الطحاوی ہے اذا استیقظ فوجد علی فراشه بللا فان کان مذیا فعند ابی حنیفة ومحمد رحمهما الله تعالٰی یجب الغسل احتیاطا تذکر الاحتلام او لم یتذکر وقال ابو یوسف رحمه الله تعالٰی لا غسل علیه حتی یتیقن بالاحتلام ارکان بحر العلوم مین ہے من موجبات الغسل وجدان المستیقظ البلل سواء کان منیا او مذیا وسواء تذکر الاحتلام ام لا عند الامام ابی حنیفة والامام محمد وقال ابو یوسف لا لان الغسل لا یجب بالاحتمال ولهما ما روی الترمذی وابو داود عن ام المؤمنین رضی الله تعالٰی عنها فذکر الحدیث المذکور ثم قال المعنی فی وجوب الغسل علی المستیقظ الواجد البلل ان النوم حالة غفلة وتوجه الی دفع الفضلات ویکون الذکر صلبا شاهیا للجماع ولذا یکثر فی النوم الاحتلام وخروج المنی بشهوة غالبا بخلاف حالة الیقظة فانه یندر فیه خروج المنی بلا تحرك واحد فاذا وجد المستیقظ البلل فالغالب انه منی دفعه الطبیعة بشهوة وان کان البلل رقیقا مثل المذی فالغالب فیه انه رق بحرارة البدن فاوجب الشارع فی البلل الغسل مطلقا لانه مظنة للخروج بالشهوة فافهم کبیری علی المنیه مین قول مذکور متن کو عند ابی یوسف سے مقید کرکے وعندهما یجب فرمایا پھر محل دلیل مین افادہ کیا ولهما وجوب الغسل اذا تیقن انه مذی ولم یتذکر الاحتلام لان النوم حال ذهول وغفلة شدیدة یقع فیه اشیاء فلا یشعر بها فتیقن کون البلل مذیا لا یکاد یمکن لا لاشتباه صورته ورقته وتلك الصورة کثیرا ما تکون للمنی بسبب بعض الاغذیة ونحوها مما یوجب غلبة الرطوبة ورقة الاخلاط والفضلات وبسبب فصل الحرارة والهواء فوجوب الغسل هو الوجه سنن دارمی وابو داود وترمذی وابن ماجه مین ام المؤمنین صدیقہ رضی الله تعالٰی عنہا سے ہے قالت سئل رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم عن الرجل یجد البلل ولا یتذکر احتلاما قال یغتسل وعن الرجل الذی یری انه قد احتلم ولا یجد بللا قال لا غسل علیه حضور اقدس صلی الله تعالٰی علیه وسلم سے استفسار ہوا کہ آدمی تری پائے اور احتلام یاد نہیں فرمایا نہائے عرض کی احتلام یاد ہے اور تری نہ پائی فرمایا اوس پر غسل نہیں مولٰنا علی قاری شرح مشکوۃ مین یجد البلل کے نیچے لکھتے ہین منیا کان او مذیا لمعات التنقیح مین ہے مذهب ابی حنیفة ومحمد انه اذا رای المستیقظ بللا منیا کان او مذیا وجب الغسل یتذکر الاحتلام او لم یتذکر قال الشمنی قال ابو یوسف لا غسل اذا رای مذیا ولم یتذکر الاحتلام لان خروج المذی یوجب الوضوء لا الغسل ومتمسکهما هذا الحدیث فقیر کہتا ہے غفر الله تعالٰی له فقہ وغیرہ ہر فن مین اختلاف اقوال بکثرت ہوتا ہے مگر اس رنگ کا اختلاف نادر ہے کہ ہر فریق یون کلام فرماتا ہے گویا مسئلہ مین ایک یہی قول ہے قول دیگر واختلاف باہم کا اشعار تک نہین کرتا گویا خلاف پر اطلاع ہی نہین یہانتک کہ جہان ایک فریق کے

شراح نے اپنے مشروح کا خلاف بھی کیا وہاں بھی ایراد یا اصلاح کا رنگ برتا نہ یہ کہ مسئلہ خلافیہ ہے اور ہمارے نزدیک ارجح یہی ہے مثلاً عبارت مذکور تنویر الابصار میں کہ فریق دوم کے موافق تھی مدقق علائی نے یہ استثنا بڑھایا الا اذا علم انہ مذی او شک انہ مذی او ودی او کان ذکرہ منتشرا قبل النوم فلا غسل علیہ اتفاقا علامہ طحطاوی نے فرمایا ہذا حل للمصنف انہ فی صورۃ المنی مع عدم التذکر لا یلزمہ الغسل افادہ الشارح بقولہ الا اذا علم علامہ شامی نے فرمایا اعلم ان الشارح قد اصلح عبارۃ المصنف فان قولہ او مذی یحتمل انہ رأی مذیا حقیقۃ بان علم انہ مذی او صورۃ بان شک انہ مذی او ودی او شک انہ مذی او منی فاستثنی ما عدا الاخیر وصار قولہ او مذیا مفروضا فیما اذا شک انہ مذی او منی فقط فہذہ الصورۃ یجب فیہا الغسل وان لم یتذکر الاحتلام لکن بقیت ہذہ صادقۃ بما اذا کان ذکرہ منتشرا قبل النوم او لا مع انہ اذا کان منتشرا لا یجب الغسل فاستثناہ ایضا فصار جملۃ المستثنیات ثلث صور لا یجب فیہا الغسل اتفاقا مع عدم تذکر الاحتلام الخ اور اسی کے مثل جامع الرموز علامہ قہستانی سے آتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ اور دوم صاحب منیۃ المصلی نے جو عبارت مذکورہ میں فریق اول کا قول اختیار کیا علامہ ابراہیم حلبی نے غنیہ میں اس پر یوں فرمایا المصنف مشی علی قول ابی یوسف ولم ینبہ علیہ فیہم انہ مجمع علیہ او ان الفتوی علی قولہما حالانکہ فریق اول کے طور پر ضرور یہ قول مجمع علیہ ہی تھا یونہی حلیہ میں عبارت مذکورہ مصنف سے مبسوط و محیط و مغنی کے نصوص نقل کرکے فرمایا یفید عدم الوجوب بالاجماع فی المذی کما فی الودی ولیس کذلک بل ہو علی الخلاف کما صرح بہ نفس ہذا المصنف فی الکافی وقاضی خان فی فتاویہ وغیرہما من المشائخ اھ بالجملہ یہ خلاف نوادر دہر سے ہے اور راہ تطبیق ہے یا ترجیح اگر ترجیح لیجئے فاقول [۲۴۲] وہ تو بہر دست بوجوہ قول دوم کے لیے حاضر اولاً وہی پر متون ہیں ثانیاً وہی طرف اکثر ہیں وانما العمل بما علیہ الاکثر ثالثاً اسی میں احتیاط بیشتر اور امر عبادات میں احتیاط کا لحاظ اور فرمانا اور اس کے اختیار فرمانے والوں کی جلالت شان جنہیں امام اجل فقیہ ابو اللیث سمرقندی صاحب عیون و امام ملک العلما ابو بکر مسعود کاشانی و امام اجل نجم الدین عمر نسفی و امام علی بن محمد اسبیجابی ہر دو استاذ امام برہان الدین صاحب ہدایہ و خود امام اجل صاحب تجنیس و ہدایہ و امام ظہیر الدین محمد بخاری و امام فقیہ النفس قاضیخان و امام محقق علی الاطلاق وغیرہم ائمہ ترجیح و فتوے بکثرت ہیں اور قول اول کی طرف زیادہ متاخرین قریب لعصر۔ اور اگر تطبیق کی طرف چلیے تو نظر ظاہر میں وہ توفیق حاضر جسے علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا اور میں وہ اور اس کا پتا اور بعض کتب سے بھی چلتا ہے کہ قول اول میں حقیقت مذی مراد ہے یعنی جب یقین یا غلبۂ ظن سے کہ وہ بھی فقہیات میں مثل یقین ہے معلوم ہو کہ یہ تری حقیقۃ مذی ہے اور اس کا منی ہونا محتمل نہیں تو بالاجماع غسل نہ ہوگا اور قول دوم میں صورت مذی مقصود ہے یعنی صورۃً مذی ہونے کا علم و یقین ہو اور در بارۂ حقیقت تردد کہ شاید منی ہو جو گرمی پاکر اس شکل پر ہوگئی جبار سے عبارت متن ابھی گزری عبارت نقایہ رؤیۃ المستیقظ المنی او المذی کی جامع الرموز میں یوں تفسیر کی (المنی) ای شیئا تیقن انہ منی

[۱] قال رحمہ اللہ فعلی نعت قول لانہ زید علی المستثنی منہا او مذی بالقلالہ او مذی بالتفصیل فیہ اذا علم انہ مذی ولا یتیقن یجب الغسل [illegible] علیہ خلاف قولہ [illegible] الثالث [illegible] واشار القہستانی الی الجواب [illegible]

[۲] او مذی یا لقولہ ای شیئا شک فیہ انہ منی او مذی فالمراد ما صورتہ المذی لا حقیقتہ [illegible] ۱۲ منہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

(اوالمذی) ای شیأ یشک فیہ انہ منی اومذی تذکرالاحتلام اولا وھذا عند ھما الخ عبارت مذکورہ وقایہ پر ذخیرۃ العقبٰی میں لکھا لایقال قد صرح فی جمیع المعتبرات بانہ لایجب الغسل کالودی فما بال للمصنف رحمہ اللہ تعالٰی عد رؤیتہ من الموجبات لانا نقول الذی یحکم علیہ بعدم کونہ موجبا ھوالمذی یقینا والذی عد موجبا ھو ما یکون فی صورتہ مع احتمال کونہ منیا رقیقا کما اشار الیہ الشارح رحمہ اللہ تعالٰی بقولہ اما المذی فلاحتمال کونہ الخ اور تحقیق چاہیے تو حقیقت امروہ ہے جسکی طرف محقق علی الاطلاق نے اشارہ فرمایا یعنی قول اول ضرور فی نفسہ ایک ٹھیک بات ہے۔ واقعی جب ثابت ہوجائے کہ یہ تری فی الحقیقۃ مذی ہے تو بالضرورۃ منی ہونا محتمل نہ رہیگا اور جب منی کا احتمال تک نہیں تو بالاجماع عدم وجوب غسل میں کوئی شک نہیں مگر ما نحن فیہ یعنی سوتے سے اٹھکر تری دیکھنے میں یہ صورت کبھی موجود نہ ہوگی جب مذی دیکھی جائیگی منی ضرور محتمل رہیگی کہ بارہا بدن یا ہوا کی گرمی سے منی رقیق ہوکر شکل مذی ہوجاتی ہے تو بیدار ہوکر دیکھنے والے کو علم مذی ہمیشہ احتمال منی ہے اور شک نہیں کہ مذہب طرفین میں اوسے احتمال منی ہمیشہ موجب غسل ہے اگرچہ احتلام یاد نہ ہو تو اس صورت میں بھی امام اعظم وامام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک وجوب غسل لازم بالجملہ ترجیح لو یا تطبیق چلو۔ بہر حال صحیح وثابت وہی قول دوم ہے وباللہ التوفیق **اقول** وبیان ذلک علی ماالھم للعبد الضعیف بحسن التوقیف من المولی اللطیف ان الحکم بشیئ اما ان یحتمل خلافہ احتمالا صحیحا ناشئا عن دلیل غیر ساقط حتی یکون للقلب الیہ رکون اولا الاول ھو الظن باصطلاح الفقہ والثانی العلم ویشمل ما اذا لم یکن ثمہ تصور ما للخلاف اصلا وھو الیقین بالمعنی الاخص اوکان تصورہ بمجرد امکانہ فی حد نفسہ من دون ان یکون ھھنا مثار لہ من دلیل ما اصلا وھو الیقین بالمعنی الاعم اوکان عن دلیل ساقط مضمحل لایرکن الیہ القلب وھو غالب الظن واکبر الرأی والیقین الفقہی لالتحاقہ فیہ بالیقین وبہ علم ان فی الاحکام الفقھیۃ لاعبرۃ بالاحتمال المضمحل الساقط اصلا کما لاحاجۃ الی الیقین الجازم بشیئ من المعنیین کذلک ففی ھذہ الاحکام اذا اطلقوا الاحتمال فانما یریدون الاحتمال الصحیح وھو الناشئ عن دلیل غیر ساقط واذا اطلقوا العلم فانما یعنون المعنی الاعم الشامل لاکبر الرأی ای ما لایحتمل خلافہ احتمالا صحیحا وبہ علم ان غلبۃ الظن لشیئ واحتمال ضدہ لایمکن اجتماعھما بالمعنی المذکور ثم ان الاشیاء ثلثۃ منی ومذی وودی ونعنی بہ کل مالیس منیا ولا مذیا فصورۃ رؤیۃ البلل بالنظر الی تعلق العلم اوالاحتمال باحد الثلثۃ تتنوع الی سبع صور ثلث للعلم واربع فی الاحتمال وذلک ان یتردد المرئی بین منی ومذی او منی وودی اومذی وودی اوبین الثلثۃ ومرجع الاربع الی ثنتین احتمال المنی مطلقا وھو فیما عدا الثالث واحتمال المذی خاصۃ ای یحتملہ لا المنی فعادت السبع خمسا وھی مع صورۃ عدم رؤیتہ البلل ست کما فعلنا وضابطھا ان تقول یکون المنی اوالمذی معلوما او محتملا اولا ولا **اقول** وان اخذت الاحتمال

فائدہ
معانی العلم والظن والاحتمال واصطلاح الفقہ

بحیث یشمل العلم ای تسویغ شیئ سواء ساغ معه ضده فکان احتمالا بالمعنی المعروف اولا فکان علما فحینئذ یسرجع
التخمیس تثلیثا بان یقال یحتمل منیا او مذیا اولا اولا فیندرج علم المنی واحتماله مع مذی او ودی او معهما فی الاول وعلم
المذی واحتماله مع ودی فی الثانی وعلم الودی هو الثالث **ثم** ان لکل من الثلثة صورة وحقیقة **اقول** ٢٤٣ ومعلوم قطعا
ان العلم بحقیقة شیئ ینفی احتمال ضده الکلامی والفقهی الفقهی وکذا احتمالها لا یکون احتماله وان صح
احتماله بخلاف العلم بصورته او احتمالها فانه لا ینفی احتمال حقیقة ضده بل ربما یفیده اذا امکن ان تکون تلک
الصورة له فحینئذ یجامع العلم الفقهی بل الکلامی بصورة شیئ الاحتمال الکلامی بل الفقهی لحقیقته اذا کان
ناشئا عن دلیل غیر مضمحل اذا وعیت هذا **فاقول** ٢٤٤ لامساغ لان تؤخذ الصور ههنا باعتبار تعلق العلم بحقیقتها
الثلث لوجوه یجمعها **اولها** وهو انه یبطل ما اجمعوا علیه من وجوب الغسل بعلم المذی عند تذکر الحلم کیف اذا
علم انه مذی حقیقة لم یحتمل کونه منیا اصلا واذا لم یحتمل کونه منیا امتنع ان یوجب غسلا ولو تذکر الف حلم لما علم من
الشرع ضرورة ان لا ماء موجبا للماء الا المنی فیکون ایجابه بما علم انه مذی حقیقة تشریعا جدیدا والعیاذ بالله تعالی
اما تراهم مصححین بانا لا نوجب الغسل بالمذی بل قد یرق المنی فیری کالمذی کما تقدم فقد ابانوا ان لیس المراد العلم
بحقیقة المذی والا لم تحتمل المنویة لما علمت **فان قلت** العلم الفقهی بشیئ لا ینفی احتمال ضده بل بحقیقته
انما هو الا غلبة ظن فلو قطع الاحتمال لکان قطعا **قلت** ٢٤٧ بلی ینفی الفقهی اذا لم ینشأ عن دلیل غیر ساقط نفی غلبة
الظن بضده والا لم یکن احتمالا یبنی علیه حکم فقهی لان الساقط المضمحل لا عبرة به کما سمعت والا لاوجب الغسل
فی علم الودی ایضا لا سیما عند تذکر الحلم اذ یحتمل ان یکون فیه قلیل منی رق وامتزج فصار مستهلکا ولیس هذا احتمالا
عن غیر دلیل فکفی بتذکر الاحتلام دلیلا علیه بل النوم نفسه مظنة له علی ما تقدم عن التجنیس والمزید **وثانیها** ٢٤٨
انه یرفع الفرق بین التذکر وعدمه علی مذهب الطرفین رضی الله تعالی عنهما لانهما یوجبان الغسل باحتمال المنی
قطعا مطلقا وان لم یتذکر ولا یمکن ان یوجبا بما لیس منیا اصلا حتی بالاحتمال وان تذکر لما تلونا علیك انفا فکان علم
المذی والتردد بین المذی والودی کل کمثل العلم بالودی للاشتراك فی عدم احتمال ما هو موجب شرعا فبطل الفرق
مع اجماعهم علی اثباته **وثالثها** ٢٤٩ یضیع حینئذ لحاظ شیئ من علم المذی واحتماله فی بیان الصور اذ لا اثر له فی الحکم
وکان یجب القصر علی تثلیث علم المنی واحتماله فیجب اولا ولا فلا بل اثنین علی الوجه الثانی ای ان احتمل منیا وجب
والا لا وهو ایضا خلاف الروایات قاطبة فبان کالشمس ان الصور لم تؤخذ الا باعتبار تعلق العلم بالصورة دون
الحقیقة لا جرم ان صرح فی الخلاصة بان مراده ما صورته المذی لا حقیقة المذی اھ وفی الحلیة وجد مذیا ای منیا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ماصورتہ صورۃ المذی الخ وکذٰلک عبر بالصورۃ فی البدائع والایضاح والسراجیۃ وغیرھا مما تقدم فالتوفیق الذی سلکہ العلامۃ المحشی الشیر الیہ وایاک ان تغتر بما یوھمہ ظاھر کلام المحقق فی الفتح والسید ط فی حواشی المراقی تبعا للنھر کما ذکرہ فی حواشی الدر حیث جعلا المتعذر الیقین مع النوم وانما المتعذر بہ التیقن بالحقیقۃ دون الصورۃ کما لایخفی فلیس ذٰلک لان المراد فی الصور العلم بالحقیقۃ بل السر فیہ ما اقول ان العلم بصورۃ الشیئ علم کلامی بحقیقتہ اذا لم تکن لغیرہ کصورۃ المنی وعلم فقھی بھا اذا امکنت لغیرہ ولم یکن احتمالہ ھنالک ناشئا عن دلیل یرکن الیہ ولیس علما بھا اصلا اذا نشأ عن دلیل صحیح کصورۃ المذی عند تذکر الاحتلام فانہا لاتختص بہ بل ربما یکتسیھا المنی والاحتلام اقوی دلیل علیہ فالعلم بصورۃ المذی لایکون فیہ علما بحقیقتہ ولا غالب الظن بل مع احتمال صحیح للمنویۃ فیجب الغسل بالاجماع اما اذا لم یتذکر فان کان ھناک مساغ للمنویۃ بدلیل اخر فیہ ومحصل کان علما بصورۃ المذی مع احتمال المنی والا علما بھا مع عدمہ فکان علما فقھیا بالمذی فالاول یجب فیہ ایجاب الغسل عند الطرفین لکونہ فی الاحتمال مثل التذکر وھو مراد الموجبین وقد صرحوا والثانی لایجب فیہ الغسل اجماعا لما علمت ان لاوجوب من دون احتمال المنی وھو مراد النفاۃ وقد صدقوا فھذا غایۃ ما یوجہ بہ طریق التطبیق وبالجملۃ فالکلام انما ھو فی علم الصورۃ غیر ان النفاۃ جعلوہ فی صورۃ النفی علما بالحقیقۃ لان صورۃ الشیئ لاتحمل علی غیرہ الا بدلیل ولا دلیل فردہ المحقق بقیام احتمال المنویۃ فی صورۃ مذی یراھا المستیقظ مطلقا وظن العلامۃ ط ان مرادہ الاحتمال المنافی للیقین فاجاب بان المراد العلم الفقھی ولم یتنبہ رحمہ اللہ تعالٰی ان ھذا ھو الذی ینکرہ المحقق ویدعی ان علم المتیقظ بصورۃ المذی لا اعراء لہ عن احتمال صحیح للمنویۃ فکیف یکون علما فقھیا بحقیقۃ المذی وانت تعلم ان مناط الامر ھٰھنا انما ھو ثبوت ھذا المدعی فان تم ضاع الجواب ولم یفد التطبیق ووجب التعویل علی قول الموجبین فالاٰن اٰن ان نستعین بربنا ونسرح عنان النظر فی تحقیق ھذا المبحث لکی یتجلی حقیقۃ الامر فاقول وباللہ التوفیق یظھر لی ان الحق مع المحقق حیث اطلق وبیانہ ان المذی وان باین للمنی ضدا لکنہ یجامعہ تحققا فرب مذی معہ منی کما ان کل منی معہ مذی وغلبۃ ظن المذیۃ بعد النوم المانع لاحاطۃ علم المستیقظ بحقیقۃ البلۃ عیانا ان کان فانما یکون لاحدی ثلث صورۃ المذی او وجود اسبابہ المفضیۃ الیہ غالبا او رؤیۃ اثارہ المخصوصۃ بہ ولا شیئ منہا ینفی احتمال المنی اما الاول فظاھر فانہ لاینافی کون المرئی کلہ منیا فضلا عن نفیہ وجود منی ھنالک وذٰلک لان الصورۃ ربما تکون لہ واما الثانی فلانہ انما یقتضی غلبۃ الظن بان فی المرئی مذیا لا ان لیس فیہ منی اصلا کیف والاسباب المفضیۃ الی الامذاء غالبا اسباب داعیۃ الی الامناء فتحققھا لاینفی المنویۃ بل ھو من مقدماتھا واما الثالث فلانہ ان قضی فبان غالب المرئی مذی لا ان لیس فیہ مزج منی فان الممزوج یکون فیہ لزوجۃ

حاشیہ صفحہ ۱۱۳
۱ معروضۃ ۱۵۲ علی العلامۃ ش
۲ معروضۃ ۱۵۳ اخری علیہ
۳ معروضۃ ۱۵۴ ثالثۃ علیہ
معروضۃ ۱۵۵ علی العلامۃ ط
ف ۱ اولھا
ف ۲ ثانیھا ۔۔۔
ف ۳ ثالثھا ۔۔۔

ورقة والقلة ايضا لا تنفي المنى لان الكثرة لا تلزمه الا ترى ان الشرع اوجب الغسل بايلاج الحشفة فقط وان اخرجها من فوره ولم ير عليها بلة اصلا سوى نداوة من رطوبة الفرج وما هو الا لان الايلاج مظنة خروج المنى وربما يكون قليلا لا يحس به حتى انه لم ينظر فيه الى ان المنى اذا نزل بشهوة يحس به المتيقظ لانه يتدفق ويلذذ ويحرك العضو بل يحسن نازلا وانما لم ينظر اليه لان هذه الآثار لكمال الانزال لا للخروج قطرة بشهوة ربما لا يتنبه لها الشغل البال اذ ذاك بمطلوب خطير فثبت ان شيئا من صورة المذى واسبابه وآثاره لا ينفي احتمال المنوية الا ثم النوم من اسباب الاحتلام لانه يوجب الشهوة والانتشار وتوجه الطبع الى دفع الفضلات ووجود بلة لا تنبعث الا بشهوة اعني منيا او مذيا يؤذن بحصول قوة في الانتشار والشهوة الى ان ادت الى اندفاع تلك الفضلات فانها لا تندفع بكل شهوة ، انتشار ما لم يمتد او يشتد فباجتماع هذه الوجوه لا يكون احتمال المنى ضعيفا مضمحلا بل ناشئا عن دليل لا يطرحه القلب فيعمل به في الاحتياط فظهر ان علم المستيقظ بصورة المذى لا يكون علما بحقيقته ولا فقهيا والاعلم عدوله عن احتمال صحيح للمنوية فوجب ايجاب الغسل كما في التذكر هذا ولنقرر المقام بتوفيق العلام بحيث يبين العلل لجميع الاحكام في تلك الصور الست والاقسام **فاقول**[252] النوم سبب ضعيف للامناء لعدم غلبته الافضاء بل غلبة عدم الافضاء بدليل الحديث المذكور وتجربة الدهور فلربما ينام الرجل شهورا لا يحتلم وكثرته يعد من الامراض وما مر عن الفتح عن التجنيس انه مظنة الاحتلام ومثله في الغنية وغيرها فليس[253] بمعنى المظنة المصطلح ولا المدار الحكم عليه ووجب الغسل بعلم الودى بل بمجرد النوم كالوضوء لكونه مظنة خروج الريح اماما مر عن الاركان الاربعة انه يكثر في النوم الاحتلام وخروج المنى بشهوة غالبا فمراده[254] الكثرة الاضافية بالنظر الى اليقظة بدليل قوله بخلاف حالة اليقظة فانه يندر فيه خروج المنى بلا تحريك **فان قلت** اليس قال قبله ان النوم حالة غفلة ويتوجه الى دفع الفضلات ويكون الذكر صلبا شاهيا للجماع ولذا يكثر الخ ومعلوم ان هذا الذي فرع كثرة الاحتلام عليه فالنوم سبب مفض اليه **قلت**[255] نعم هو مفض الى الانتشار بيد ان الانتشار غير مفض الى الامناء وقد نص في الحلية انه اذا لم يكن الرجل مذاء فالانتشار لا يكون مظنة تلك البلة اھ فاذا لم يفض الى الامذاء فكيف بالامناء وبالجملة فالمفضى الى السبب البعيد لا يكون مفضيا الى المسبب فما النوم سبب الامناء الا من وراء وراء وراء فهو سبب بعيد وحصول شهوة توجب انتشارا يمتد او يشتد حتى يوجب نزول بلة لا تنبعث الا عن شهوة سبب وسيط والاحتلام اعني اندفاق المنى في النوم وانفصاله عن مقره بشهوة سبب قريب وليس شيء من الاسباب مفضيا قطعا لا يمكن التخلف عنه عادة فلربما يرى الانسان حلما ويكون من اضغاث

احتلام لا اثرله فى الخارج فاذا لم یر بللا یحتمل انبعاثه عن شهوة لم یجب الغسل وان تذکر الحلم لعدم الموجب
قطعا ولا احتمالا فیشمل ما اذا لم یر بللا اصلا او رأى ودیا ای صورة لا تحتمل منیا ولا مذیا واذا رأى بللا یعلم او
یحتمل انبعاثه عن شهوة فان کان على صورة منى وجب مطلقا للعلم بنزول المنى لان صورته لا تکون لغیره والنوم
سبب الشهوة المفضى الیها غالبا فیحال علیه فیجب الغسل وفاقا ولا ینظر الى احتمال انفصاله عنه لنا او خروجه عند
الامام ابى یوسف لا عن شهوة لندرته وقد انعقد سبب الشهوة فلا اغماض عنه وکذا ان کان مرأه مترددا
بین منى وودى لانهما احتملا من جهة ما یرى وقد ترجح جانب المنى بالنوم الموجب للراحة واللذة وهیجان
الحرارة والشهوة والانتشار ورب شیئ یصلح مؤیدا وان لم یصلح مثبتا فوجب عندهما احتیاطا وان لم یتذکر
اما ان تذکر فقد ترجح باقوى مرجح فوجب اجماعا وکذا ان کان على صورة مترددة بین منى ومذى بالاولى
للعلم بان البلة هى التى تنبعث عن شهوة وصورة المذى بنفسها تحتمل المنویة فیکون کونه مذیا بمجرد احتمال فى
احتمال فلا یعتبر ویجب الغسل وان لم یتذکر فان تذکروا فق الثانى ایضا وکان الاجماع وان کان على صورة مذى
فقد علم حصول بلة عن شهوة وعلمت ان صورة المذى لا تنفك عن احتمال المنویة وقد تایدت بحصول السبب الوسیط
وان لم یتذکر فکان احتمالا صحیحا یوجب الاحتیاط اما اذا تذکر فقد تاید بالسبب الاقوى فوجب اجماعا وان
تردد مرأه بین مذى وودى فلم یتحقق حصول تلک البلة التى لا تخرج عادة الا عن شهوة فکان احتمال المنى احتمالا
على احتمال فلم یعتبر اجماعا ما لم یتأکد بالسبب الاقوى بتذکر الاحتلام فعلم ان الماشى على الجادة قول الموجبین
وبالجملة قول النفاة ان علم المذى بحیث لا یحتمل المنى لم یجب الغسل قول صحیح فى نفسه اذ لا غسل الا بالمنى
ولا عبرة بمجرد سببیة النوم لما علمت انه سبب ضعیف لا ینهض موجبا لکن الشان فى تحقق مقدم هذه الشرطیة
فى صورة التیقظ من النوم لما حققنا ان علم المذى فیه سواء کان عن صورة او سبب او اثر لا ینفک عن احتمال المنى
فقول الموجبین ان علم المذى اى واحتمل المنى وجب الغسل شرطیة قد علم المقدم مع صحة الوقوع فحیث یؤل
التعلیق الى التنجیز وقول النفاة شرطیة لا یصح وقوع مقدمها فلا نزول لجزائها فى شیئ من الصور فلا نتفاء الشرط
یکون الواقع ابدا نقیض الجزاء اى سلب عدم وجوب الغسل فیحصل الوجوب وهو المطلوب هکذا ینبغى التحقیق باذن من
بیده وحده التوفیق ولا باس بایراد **تنبیهات** عدیدة نافعة مفیدة **الاول** بما قررنا علم ان من فسر
علم المذى بالشک فى المنى والمذى کما فعل القهستانى وغیره ان اراد الشک فى الحقیقة دون الصورة
لم یزد ولم یحاول بل اتى بما هو المراد ومرجع المفاد لکن المدقق العلائى صرح انه اذا علم المذى فلا غسل علیه وزاد

https://www.facebook.com/darahlesunnat

القهستانی ففرع علی تفسیرہ العلم بالشك انه لو تیقن بالمذی لم یجب تذکر الاحتلام اولا الخ فعن[ف۱] هذا دخل علیهما الایراد وظهر ان تفسیر العلائی لیس اصلاحا للمتن کما[ف۲] زعم العلامة الشامی بل تحویل له عن الصلاح اما یوسف چلپی فلم ار فی کلامه مثل ما فی کلامهما فاجبت ان لا یعد اسمه فی الفریق الاول **الثانی**[۲۵۲] بما بینا من ان المعتبر هو الاحتمال لا الاحتمال علی الاحتمال ظهر الجواب عما کان یختلج ببالی ذکرته فیما علقته علی رد المحتار فی تائید الفریق الاول ان لو کان علم المذی مع عدم التذکر موجبا للغسل بناء علی انه لا یعری عن احتمال المنویة لوجب ان یجب ایضا باحتمال المذی اعنی التردد بین المذی والودی فی عدم التذکر لان بالتقریر المذکور کل احتمال مذی احتمال منی واحتمال المنی موجب عندهما مطلقا فیبطل الفرق بین التذکر وعدمه فیجب القول بان احتمال المنی انما یکون باحد شیئین احدهما ان تکون الصورة مترددة بین المنی وغیرہ سواء تذکر الحلم اولا والاٰخر ان یری ما هو مذی ولو احتمالا ویتذکر الاحتلام فان تذکرہ اقوی دلیل علی الامناء فلاجله یحمل ما یری مذیا علی انه منی رق اما اذا لم یتذکر **الثالث** ولم تحتمل الصورة المنویة فلم یعدل عن حکم الصورة من دون دلیل داع الیه وتقریر الجواب[ب] واضح مما فتح القدیر الاٰن من فیض فتاح القدیر ولله الحمد مع[۱] قطع النظر عن التحقیق الذی ظهر لنا علیه **اقول**[۲۵۴] انما علم المنی بتصوره مذیا ولیس هذا للودی ولا تترك الصورة لمحض امکان فعلم المذی لا یکون احتمال الودی ولذا لم یفسروہ الا بالشك فی المنی والمذی فاستثناء الدر[ف۳][۲۵۵] الشك فی المذی والودی منقطع قطعا **علی**[۲۵۶] ان جعل[ف۴] العلاء متن شرح مراد المتن مترددا بین ارادة الحقیقة والصورة ثم حصر[ف۵] الاخیر فی الشك عاد نقضا علی المقصود لان الارادتین لا تجتمعان وقد استثنی العلم والشك معا فاحدهما منقطع لا شك والحق ان[ف۶] الحمل الشرعی منهما فی کلام المصنف **الرابع** کلام الغنیة جنح[۱] الی ارادة الحقیقة حیث یقول لنوم حال ذهول وغفلة شدیدة یقع فیه اشیاء فلا یشعر بها فتیقن کون البلل مذیا لا یکاد یمکن الا باعتبار صورته ورقته الخ فلیس ملحظ هذہ العبارة ما قررنا ان التیقن انما هو بالصورة مع التردد فی کونه منیا او مذیا حقیقة بل جعله واثقا بانه مذی ونبه علی خطأه فی وثوقه فکانه رحمه الله تعالٰی یقول هذا الذی زعم انه تیقن بالمذی یقینه مدخول فیه ای ظن ظنه یقینا ولیس به اذ لیس منشأہ الا الاعتماد علی ما یری من الصورة والرقة وهو اعتماد من غیر عمدة وقد یشیر الیه کلام الحلیة ایضا فیما اذا تیقن المذی متذکرا حیث قال الظاهر کونه لیس کذلك حقیقة لوجود سبب المنی ظاهرا وهو الاحتلام وکون المنی مما تعرض له الرقة الخ **اقول**[۲۵۷] ارادة الحقیقة علی هذا الوجه لا باس بها ولا ینافی ما قدمت من التحقیق بید[ف۷] ان فیه اطلاق العلم والیقین علی ظن ظنه الظان بالغلط یقینا فالاحری بنا ان لا نحمل کلام العلماء علی مثل هذا المحمل والوجه الذی اخترته صاف لا کدر فیه ولله الحمد **الخامس** قول الحلیة وجوب الغسل اذا لم یتذکر حلما وتیقن انه مذی او شك فی انه منی

انتہی ۱۲ منه

او مذی الخ یخالف ظاهره ما حققنا ان العلم بالمذی ههنا مجامع للشك فی المذی والمنی فانه رحمه الله تعالی جعل التیقن مقابلا للشك وجوابه اما بالحمل علی الصورة کما هو مسلکنا فیعود الی انه تیقن بان الصورة صورة مذی او تردد فی الصورة فلا ینافی الشك فی الحقیقة او بالحمل علی زعم التیقن من دون یقین فی الحقیقة کما هو مسلك الغنیة ثم المعنی سواء کان متیقنا بزعمه او شاکا **السادس** حصر الغنیة ذرأ لم علم المذی فی الصورة والرقة وکلام الفقیه[ف۱] انه اما بالصورة او لا اسباب او الآثار والکل لا تنفی للمنویة اجمع وانفع ولله الحمد **السابع** عامة للمتون والشروح علی تصویر المسألة بالرؤیة[ف۲] مطلقا من دون ذکر المرئی علیه ومنهم من صورها بالرؤیة علی فراشه ومنهم من قال ثوبه ومنهم من زاد او فخذه ومنهم من صور بالوجدان فی احلیله کما تعلم بالرجوع الی ما سردنا من النصوص وهذا الاخیر فی الخانیة والمحیط والذخیرة والمنیة وغیرها بل هو لفظ محرر المذهب محمد رحمه الله تعالی کما فی الهندیة عن المحیط عن ابی علی النسفی عن نوادر هشام عن محمد ولفظ الخانیة وجد علی طرف احلیله بلة الخ ولم ار من رفع لهذا راسا او استطرق به الی خلاف معنوی غیر ان العلامة المدقق الحلبی رحمه الله تعالی قال فی الغنیة بقی شیئ وهو ان المنی اذا خرج عن شهوة سواء کان فی نوم او یقظة فانه لا بد من دفقه وتجاوزه عن راس الذکر ایضا فکون البلل لیس الا فی راس الذکر دلیل ظاهر انه لیس بمنی سیما والنوم محل الانتشار بسبب هضم الغذاء وانبعاث الریح فایجاب الغسل فی الصورة المذکورة مشکل بخلاف وجود البلل علی الفخذ ونحوه لان الغالب انه منی خرج بدفق وان لم یشعر به علی ما قررناه اھ ورأیتنی کتبت علی قوله لا بد من دفقه الخ ما نصه **اقول**[۲۶۰] [ف۳] سبحن الله کیف یقال لا بد مع اطباقهم ان عند الطرفین رضی الله تعالی عنهما یجب الغسل اذا انفصل المنی عن الصلب بشهوة ثم خرج بعد السکون وکما ذکروا من صورة امساك الذکر کذلك ذکروا اما اذا انزل[ف۴] واغتسل قبل ان یبول ویمشی کثیرا ثم بال فخرج منی یعید الغسل عندهما فهو منی قد زال بدفق وبقی داخل البدن حتی خرج بغیر دفق فان جاز هذا فلم لا یجوز ان یاتی الی الاحلیل ولا یتجاوز وان نوزع[۲۶۱] فی هذا بان الدفق انما یستلزم خروج بعضه لا کله فمع مطالبة الدلیل علی الفرق ماذا یصنع بفرع فتح القدیر[ف۵] احتلم فی الصلاة فلم ینزل حتی اتمها فانزل لا یعیدها ویغتسل اھ[۲۶۲] هب ان یوجه هذا بان الحرکة تدریجیة لا بد لها من زمان فلعل صورته ان کان فی القعدة الاخیرة فاحتلم واندفق المنی نازلا من الصلب فالی ان ینزل الی القصبة ویخرج سلم فسلم من النزول فی الصلاة فماذا یجاب عن فرع الهندیة عن الذخیرة[ف۶] احتلم لیلا ثم استیقظ ولم یر بللا فتوضأ وصلی الفجر ثم نزل المنی یجب علیه الغسل اھ ملتقطا ولم یقید بالانتشار عند الخروج فما کان الغسل الا باندفاقه فی النوم وبقائه

كله داخل البدن زال له ان تيقظ وتوضأ وصلى ثم ماذا يصنع بفرعها عنهما استيقظ وهو يتذكر احتلاما ولم ير بللا ومكث ساعة فخرج منه مذي لا يلزمه الغسل اهـ فافاد بمفهومه ان لو خرج مني لزم فان لم يقنع به ففي الغنية نفسها رأى في نومه انه يجامع فانتبه ولم ير بللا ثم بعد ساعة تخرج منه مذي لا يجب الغسل وان خرج مني وجب اهـ فان اعتل بان النزول بدفق يستلزم الخروج والتجاوز عن الاحليل ولو بعد حين فلا ترد الفروع وههنا اذ لم يتجاوز رأس الذكر علم انه ليس بمني **قلت** كان استناده الى الحركة الدفقية انها تجب التجاوز لان ما يندفق فهو يندفع بقوة فلا يمنع الا قهرا وقد ابطلته الفروع وهذا اعتلال بنفس الانفصال انه اذا خلي مقره فلا بد له من الخروج ولو بعد حين وجوابه ما قدمت ان الكثرة لا تلزم الامناء فقد لا ينزل الا قطرة او قطرتان كما عرف في مسألة التقاء الختانين قال في الهداية قد يخفى عليه لقلته اهـ وفي الفتح خفاء خروجه لقلته وتكسله في المجرى لضعف الدفق لعدم بلوغ الشهوة منتهاها كما يجده المجامع في اثناء الجماع من اللذة بمقاربة المزايلة اهـ وزاد في الحلية لقلته مع غلبة الحرارة المجففة له اهـ **اقول** والامر في النائم اظهر فقد يتجاوز بعضه الاحليل وينشفه بعض ثيابه ولا يحس لقلته وبالجملة اطلاق المتون والشروح وقد نص محمد في المبسوط كما قدمنا عن الخانية عن الاصل وتصريحها مثل الخانية والمحيط والذخيرة وغيرهم وعمد نص محمد في النوادر لا يتركان للبحث مجالا والحمد لله سبحنه وتعالى وفوق كل ذلك اطلاق ما روينا من الحديث فلا اتجاه للبحث رواية ولا دراية والله سبحنه ولي الهداية (فائدة) **اقول** وظهر لك مما قدمنا ان ذكرهم الامساك فيما لو احتلم او نظر بشهوة فامسك ذكره حتى سكن ثم ارسل فانزل وجب الغسل عندهما خلافا للثاني غير قيد فان من الناس من يمسك المني بمجرد التنفس صعداء عدة مرار وقد يليه ضعف الدفق في بعضهم الى حد انه اذا احس بالانفصال فصرف خاطره عن الالتذاذ وشغل باله بشيء آخر وقعد ان كان مستلقيا وتصور في فراشه او رش على صلبه ماء باردا يقف المني عن الخروج ثم اذا مشى او بال ينزل وهو فاتر فيجب الغسل في هذه الصور ايضا عندهما لتحقق المناط وهو خروج مني زال عن مكانه بشهوة فاحفظه فقد كانت حادثة الفتوى **الثامن** اكتساء المني صورة المذي لرقة تعرضه احالها في شرح الوقاية على حرارة البدن وفي الدرر والذخيرة على الهواء وعبر في البدائع والخلاصة والبزازية والجواهر بمرور الزمان وهو يشملهما وجمعهما ابن كمال في الايضاح واشار الى الاعتراض على صدر الشريعة انه قصر بالاقتصار **اقول** ومثل ذلك لا يعد اعتراضا فانما يكون المراد افادة تصوير لا الحصر والا كان فعلى العلامة المعترض مثله اذ في الفتح عن التجنيس رق بالهواء او الغذاء وجمع الكل في الغنية فقال بسبب بعض الاغذية ونحوها مما يوجب غلبة الرطوبة ورقة الاخلاط

والفضلات وبسبب فعل الحرارۃ والھواء اھ وما احسن قول الحلیۃ والمراقی قد یرق لعارض اھ ا[۲۳۸] اقول ولایھمنا
تنوع عبارا تھم ھنا لولا ان عد ھم الغذاء وقد یوھم جواز ان یخرج المنی متغیرا من الباطن وحینئذ ینشؤ منہ
سؤال علی مسألۃ وھو ما اذا استیقظ ذاکر حلم ولم یر بللا ثم خرج مذی فقد نصوا عن الذخیرۃ والغنیۃ والھندیۃ
وغیرھا ان لاغسل ومثلہ فی الخلاصۃ وخزانۃ المفتین والبرجندی والحلیۃ وفی الغیاثیۃ عن غریب الروایۃ وعن
فتاوی الناصری برمز (ن) وفی القنیۃ عن فتاوی ابی الفضل الکرمانی وفی غیرما کتاب علی ھذا یجب الایجاب لان
الاحتلام اقوی دلیل علی المنویۃ وصورۃ المذی لاتنفیھا اذ یمکن احتمال المنویۃ وان خرج بمرأہ ولم یعمل فیہ حر
بدن وھواء لاحتمال التغیر فی الباطن بغذاء لکن نص الامام الجلیل مفتی الجن والانس نجم الدین النسفی قدس سرہ
ان التغیر لایکون فی الباطن کما قدمنا عن جواھر الفتاوی عن ذلک الامام من التفرقۃ بین ھذا وبین من استیقظ
فوجد بللا حیث یجب الغسل لاحتمال کونہ منیا رق بمرور الزمان اما ھھنا فقد عاین خروج المذی فوجب الوضوء
دون الغسل والتفرقۃ بینہ وبین ما اذا امکث فخرج منی ان الغسل انما وجب بالمنی وھھنا زال المذی وھو یراہ فلم
یلزم لانہ مذی وصریح النص ما نقل عنہ الامام الزیلعی فی التبیین حیث ذکر جوابہ فی المسألۃ انہ لایلزمہ شیئ
قال فقیل لہ ذکر فی حیرۃ الفقہاء فیمن احتلم ولم یر بللا فتوضا وصلی ثم نزل منی انہ یجب علیہ الغسل فقال
یجب بالمنی بخلاف المذی اذا راہ یخرج لانہ مذی ولیس فیہ احتمال انہ کان منیا فتغیر لان التغیر لایکون
فی الباطن اھ ومثلہ فی الحلیۃ عن مجموع النوازل عن الامام نجم الدین وزاد اما فی الظاھر فقد یکون اھ [۲۳۹] اقول
فعلی ھذا یجب ان یراد بکلام التجنیس ومن تبعہ ان الغذاء ونحوہ یعد المنی لسرعۃ التغیر فی الخارج لعمل
حرارۃ تصلہ فیہ من بدن اوھواء وبھذا یخرج جواب عما اوردنا علی العلامۃ ابن کمال من وجود قصور فی کلامہ
ایضا لکن وقع فی الخلاصۃ ما نصہ وعلی ھذا لو اغتسل قبل ان یبول ثم خرج من ذکرہ مذی یغتسل ثانیا وعند
ابی یوسف لایغتسل اھ قال فی الحلیۃ بعد نقلہ یرید خرج منہ ما ھو علی صورۃ المذی کما صرح بہ ھو وغیرہ وقد مناہ
فکن منہ علی ذکر اھ [۲۴۰] اقول ایش یغنیین التاویل بعد ما تظافرت النقول عن اجلۃ الفحول منھم صاحب الخلاصۃ نفسہ
انہ اذا احتلم فاستیقظ فلم یجد شیئا ثم نزل المذی لایغتسل فان بالاغتسال قبل البول وان لم یعلم انقطاع مادۃ
المنی الزائل بشھوۃ لکن لما علمنا خروج المذی والتغیر فی الباطن لایکون فکیف یجب الغسل بالمذی بل [۲۴۱] لعل الامر
ھھنا اسھل لانہ قد رأی منی مرۃ واغتسل وبقاء شیئ مما زال فی داخل البدن غیر لازم بل ولاغالب بل الغالب
ان المنی اذا اندفق اندفع بخلاف ما اذا احتلم ولم یخرج شیئ ثم نزل ما یشبہ مذیا فان کونہ ھو الذی زال بالاحتلام

تطفل علی الحلیۃ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الحلم من كون النازل مرة المنى بقية المنى الزائل فان قلت الاحتلام قد يكون من اضغاث احلام فان النائم ربما يرى ما لا حقيقة له

قلت[43] نعم لا حقيقة لما رأى من الافعال لكن اثرها على الطبع كمثلها فی الخارج ولذا لا يتخلف الانزال عن الاحتلام الا نادرا

الا ترى ان ائمتنا جميعا اعتبروا مجرد احتمال المذى بدون احتمال منى اصلا موجبا للغسل عند تذكر الحلم فلولا انه من اقوى

الادلة على الامناء لم يعتبروا المنوية الكائنة من جهة المرأى احتمالا على احتمال ومع ذلك تصريحهم جميعا بان لو احتلم فرأى فی اليقظة

زوال مذى لا غسل عليه لما حقق بان ما نزل بمرأى العين لا يكون الا مذيا وقد وافقهم عليه صاحب الخلاصة قائلا ولو رأى فی منامه مباشرة

امرأته ولم ير بللا على فراشه فمكث ساعة فخرج منه مذى لا يلزمه الغسل اھ والعبد الفقير راجع الخانية والبزازية والفتح والبحر وشرح النقاية

للقهستانی والبرجندی والمنية والغنية والهندية وشرح الوقاية والنهاية والعناية والغياثية وتبيين الحقائق ومجمع الانهر وشرح مسكين وابا السعود

ومراقی الفلاح ورد المحتار وغيرها من الاسفار فوجدتهم جميعا انما ذكروا فی المسألة خروج المنى وكذا رأيته منقولا عن الاجناس والمحيط

والذخيرة والمصفى والمجتبى والنهر وغيرها ولم ار احدا ذكر المذى الا ما فی خزانة المفتين فانه ذكر اولا خروج بقية المنى ثم قال ولو اغتسل

قبل ان يبول ثم خرج منه مذى يغتسل ثانيا ثم ذكر مسائل ورمز فی اخرها (ط) اى شرح الطحاوی للامام الاسبيجابی فهذا هو سلف الخزانة

فی ما اعلم ثم رأيت فی جواهر الاخلاطی ما نصه بال بعد الجماع فاغتسل وصلى الوقتية ثم خرج بقية المنى فالغسل عليه خلافا لما لم يبل قبل الاغتسال

عليه الغسل عندهما وكذا بخروج المذى اھ وليس هو فی الاعتماد كمثل الاربعة اعنى الاسبيجابی والبخاری والسمنانی والحلبی رحمهم الله تعالى

فلا مزيد من تقوية وهم ناصون فی مسألة المحتلم الذی عاين خروج المذى بعد الغسل ومثله المسألة الكبرى فقد نقل ما قدمنا عن الخلاصة فی الحلية

وخزانة المفتين واقراه ومعلوم قطعا ان لا وجه له الا ان المذى اذا خرج عيانا لا يجعل غطاء المنى كما نص عليه الامام الاجل مفتی الثقلين

والامام ابن ابی المفاخر الكرمانی والامام الفخر الزيلعی وغيرهم رحمهم الله تعالى فقولهم فی الوفاق احب الى من قولهم فی الخلاف وجادة واضحة

سلكوها ما لم يجيء احد بالقبول مما تفردوا به ولا يعرف له وجه الا القياس على المحتلم يستيقظ فيجد مذيا حيث يجب الغسل عند ائمتنا

وقد علمت من كلام الامام مفتی الجن والانس انه قياس لا يروج هذا ما ظهر للعبد الضعيف ومع ذلك ان تنزه احد فهو خير له عند

ربه والله تعالى اعلم (فائدہ) اقول[44] يتراأى لی ان الحل ما مر عن الحلية عن المصفى عن المختلفات انه اذا تيقن بالاحتلام وتيقن انه مذى

لا يجب الغسل عندهم جميعا على هذه المسألة المتظافرة عليها كلمات العلماء من دون خلاف اعنى المحتلم يستيقظ فيخرج المذى

بمرأى منه والدليل عليه ما قدمنا تحقيقه ان التيقن لا سبيل اليه لمن خرجت البلة وهو نائم انما هو لمن تيقظ فخرجت بمرأى عينه

وحينئذ هو مسألة صحيحة لا غبار عليها ولله الحمد التاسع اجمعوا ان لو بال او نام او مشى كثيرا ثم خرج بقية المنى بدون شهوة

لا يجب الغسل تظافرت الكتب على نقل الاجماع فی ذلك كالتبيين والفتح والمصفى والمجتبى والحلية والغنية والخانية والخلاصة والبزازية

وغيرها غير ان منهم من يقتصر على ذكر البول كالخانية ومنهم من يزيد النوم كالمحيط والاسبيجابی والذخيرة والخلاصة والوجيز وخزانة المفتين منهم

المشی ایضا کالتبیین والفتح والمنتقی والظهیریة ثم اطلق المشی کثیر وقیده الزاهدی بالکثیر وهو الاوجه کما ترجاه فی الحلیة وجزم به فی البحر ان للخطوة والخطوتین لایکون منهما ذلك ونقل ش عن العلامة المقدسی قال فی خاطری انه عین له اربعون خطوة فلینظر اھ اقول هذا ماعین بعضهم فی الاستبراء وقال بعضهم یزید بعد اربعین سنة بکل سنة خطوة وهو کما تری ناشئ عن منزع حسن لکن المنی اثقل واسرع زوالا ویظهر لی ان یفوض الی رأی المبتلی به کما هو داب امامنا رضی الله تعالٰی عنه فی امثال المقام ای یعلم من نفسه ان انقطع مادة الزائل بشهوة ولو کان له بقیة لخرج کیف وان الطبائع تختلف وهذا ماصححوه فی الاستبراء کما فی الحلیة وغیرها وقید مسألة الخروج بعد البول فی عامة الکتب بان لایکون ذکره اذ ذاك منتشرا والا وجب الغسل قال المحقق فی الفتح بعد نقله عن الظهیریة هذا بعد ماعرف من اشتراط وجود الشهوة فی الانزال فیه نظر الخ وکتبت علیه مانصه فان مجرد الانتشار لایستلزم الشهوة الاتری ان الانتشار ربما یحصل باجتماع البول حتی للطفل وانه یبقی مدة صالحة بعد الانزال مع انتهاء الشهوة اقول والجواب ان المراد هو الشهوة ووقع التعبیر باللازم مسامحة اھ ماکتبت قال المحقق بخلاف ماروی عن محمد فی مستیقظ وجد ماء ولم یتذکر احتلاما ان کان ذکره منتشرا قبل النوم لایجب والا فیجب لانه بناه علی انه امنی عن شهوة لکن ذهب عن خاطره اھ اقول لم یصل الی فهمه قاصر ذهنی فان محل الاستشهاد قوله ان کان ذکره منتشرا قبل النوم لایجب بناء علی ان المذی المرئی بعد التیقظ یحال علیه کما فی الخانیة وعامة الکتب ولفظ الامام قاضی خان لانه اذا کان منتشرا قبل النوم فما وجد من البلة بعد الانتباه یکون من اثار ذلك الانتشار فلا یلزم الغسل الا ان یکون اکبر رأیه انه منی الخ ومعلوم ان المذی لایکون من اثار انتشار بغیر شهوة فکما اطلق محمد الانتشار واراد الشهوة وتبعه العامة علی ذلك فکذا فی قولهم هنا وجواب المحقق لایمسه فلیتامل قال المحقق ومحمل الاول (ای ما عن الظهیریة) انه وجد الشهوة یدل علیه تعلیله فی التجنیس بقوله لان فی الوجه الاول یعنی حالة الانتشار وجد الخروج والانفصال علی وجه الدفق والشهوة اھ وتبعه فی البحر قال الشامی بعد عزوه للبحر عبارة المحیط کما فی الحلیة رجل بال فخرج من ذکره منی ان کان منتشرا فعلیه الغسل لان ذلك دلالة خروجه عن شهوة اھ اقول وایاك ان تتوهم من تعقیبه کلام البحر به انه یرید به الاخذ علی البحر والفتح فی اشتراط وجدان الشهوة لان المحیط یعنی الرضوی اذ عنه نقل فی الحلیة جعل نفس الانتشار دلیل الشهوة وذلك لان فیه نظرا ظاهرا لمن احاط بما قدمنا من الکلام وانما لحظ الامام رضی الدین السرخسی فی هذا القول عندی والله تعالٰی اعلم الایماء الی جواب عن سؤال اختلج ببالی وهو ما اقول ان الجنابة قضاء الشهوة بالانزال کما فی الفتح والحلیة والبحر وشتان ما بینه وبین مجرد مقارنة الشهوة لنزول

ف۱: مسئلہ
ف۲: مسئلہ
ف۳: تطفل علی الفتح
ف۴: تطفل آخر علیه
ف۵: تطفل علی العلامتین القهستانی والشامی

منی فان الانزال الذی تقضی به الشهوة یعقب الفتور وزوال الشهوة ولاما نم لان ینفصل منی من مقره بدون شهوة بعد ما بال ثم ینتعش الرجل قلیلا فینتشر فینزل ھذا المنفصل بلا شهوة مع شهوة فلا یورث فتورا ولا تکسرا فیکون قد خرج حین الشهوة ولم یکن جنابة لعدم قضاء الشهوة به فاومی الی الجواب وتقریرہ علی ما اقول[٢٥٢] انا لا ننکر ان المنی قد ینفصل بدون شهوة ولا نقول ان الشهوة ھو السبب المتعین له ککل مسبب لعدة اسباب اذا وجد ووجد معه سبب له فانما یحال علی ھذا الموجود ولا یلتفت الی انه لعله حصل بسبب اخر کما قال الامام رضی اللہ تعالی عنہ فی حیوان وجد فی البئر میتا ولا یدری متی وقع یحال موته علی الماء ولا یقال لعله مات بسبب اخر والقی فیه میتا فاذا انزل عند الشهوة کان ذلك دلالة تخرجه عن شهوة فاوجب الغسل اما حدیث تعقیب الفتور فانما ذلك فی کمال الانزال الا تری کیف اوجب الشارع الغسل بمجرد ایلاج حشفة نظرا الی کونه مظنة الانزال مع انه لا یعقبه الفتور بل ربما یزید الاشتہاء ھکذا ینبغی ان یفهم ھذا المقام واللہ تعالی ولی الانعام۔

العاشر فی تعریف الجنابة قد علمت ما افادہ الفتح وتبعه الحلبی والبحر اقول[٢٥٣] وظهر لك مما قررنا ان ما یعطیه ظاهرہ غیر مراد والاولی انها الانزال عن شهوة ثم الحق انه تعریف بالسبب ویستفاد من نهایة ابن الاثیر انها وجوب الغسل بجماع او خروج منی اقول[٢٥٤] واطلق عن قید الشهوة بناء علی مذهبه الشافعی ثم ھذا التعریف بالحکم وحق الحد لهما اما اقول[٢٥٥] انها وصف حکمی اعتبرہ الشرع قائما بالمکلف مانعا له عن تلاوة القران اذا خرج منه او حکما منی نزل عنه بشهوة فقولی او حکما لادخال ادخال الحشفة بشروطه وقولی نزل عنه بشهوة لاخراج اخراج المرأة منی زوجها من فرجها فانها لا تجنب به وان اجنبت بالایلاج بل قد یخرج منیه منها ولا تجنب اصلا کما اذا اولج نصف حشفة فامنی فدخل المنی فرجها فخرج ولم اقل الی غایة استعمال المزیل کما قال الفتح والبحر وغیرهما فی حد الحدث اذ لا حاجة الیه فان زوال المنع بزوال المانع مما لا حاجة الی التنبیه علیه فضلا عن الاحتیاج الی اخذہ فی الحد فافهم واقتصرت مما یمنع بها علی التلاوة لعدم الحاجة الی استیعاب الممنوعات فی التعریف وانما ذلك عند تعریف الاحکام اقول[٢٥٦] والحاجة الی ذکرہ اخراج نجاسة المنی الحقیقیة وحکم البلوغ باول انزال الصبی واخترت القران علی قربان الصلاة لان المنع منها لا یختص بالحدث الاکبر ولم اقل قائما بظاهر بدن المکلف کی یعم الحمل علی کلا معنیی الحدث ما یجزی منه وھی النجاسة الحکمیة القائمة بسطوح الاعضاء الظاهرة ولا ھو تلبس المکلف بها کما بینته فی الطرس المعدل فی حد الماء المستعمل ولو قلته لاختص بالاول اقول[٢٥٧] وبه ظهر ان فی حد الحدث المذکور فی الحلیة انه الوصف الحکمی الذی اعتبر الشارع قیامه بالاعضاء مسببا عن الجنابة والحیض والنفاس والبول والغائط وغیرها من نواقض الوضوء ومنع من قربان الصلاة وما فی معناها معه حال قیامه

ف۱: بحث تعریف الجنابة
ف۲: تطفل علی الفتح والحلبیة والبحر
ف۳: تطفل اخر علیها
ف۴: تطفل علی ابن الاثیر
ف۵: مسئلہ زوج کی منی اگر عورت کی فرج سے نکلے تو اس پر وضو واجب ہوگا اسکے سبب غسل نہ ہوگا
ف۶: تطفل علی الفتح والبحر وغیرہما

بمن قام به الى غاية استعمال ما يعتبره زائلا به ام تسامحا ظاهرا في جعل الحدث مسببا عن الجنابة بل هي نفسها احد الحدثين فان وجه بان الحدث بمعنى التلبس والمراد بالجنابة تلك النجاسة الحكمية ولا بعد ان يقال ان تلبسه بها مسبب عن وجودها قلت[٢٩٠] فيه قوله رحمه الله تعالى قيامه بالاعضاء فالقائم بها هو النجاسة الحكمية دون تلبس المكلف بها فلا محيد الا ان يرتكب المجاز في الحدث فيراد بها المنى النازل عن شهوة ثم[٢٩١] اقول ف١ خلل اخر في مانعيته فان الواو اي في قوله والحيض والنفاس الخ بمعنى او فيشمل التعريف الوصف الحكمي الذي يقوم بالاعضاء عند تلوثها بنجاسات الحيض وما بعده الحقيقية فانها ايضا تمنع عن قربان الصلاة الخ وكونها نجاسات حقيقية لاينافي كون الوصف الذي يحصل للاعضاء بها حكميا كما حققه المحقق حيث اطلق اذ يقول في الفتح من بحث الماء المستعمل معنى الحقيقية ليس الا كون النجاسة موصوفا بها جسم محسوس مستقل بنفسه عن المكلف وليس المحقق لنا من معناها سوى انها اعتبار شرعي منع الشارع من قربان الصلاة والسجود حال قيامه لمن قام به الى غاية استعمال الماء فيه فاذا استعمله قطع ذلك الاعتبار كل ذلك ابتلاء للطاعة فاما ان هناك وصفا حقيقيا عقليا او محسوسا فلا ومن ادعاه لايقدر في اثباته على غير الدعوى فلا يقبل ويدل على انه اعتبار اختلافه باختلاف الشرائع الا ترى ان الخمر محكوم بنجاسته في شريعتنا وبطهارته في غيرها فعلم انها ليست سوى اعتبار شرعي الزم معه كذا الى غاية كذا ابتلاء اھ ولا عطر بعد عروس الحادى عشر عدم وجوب الغسل بمني خرج بعد البول ونحوه من دون شهوة وقد تعليله في مصفى الامام النسفي رحمه الله تعالى بانه مذى وليس بمني لان البول والنوم والمشي يقطع مادة الشهوة اھ نقله في البحر واقر[٢٩٢] اقول وفيه ف٣ نظر ظاهر فان صورة المني لاتكون قط للمذى وفي[٢٩٣] قوله رحمه الله تعالى انها تقطع مادة الشهوة ف٤ تسامح والصواب انها تقطع مادة المني المنفصل من محله بمعنى ان يكون الخارج بعدها بقية مني كان نزل بشهوة وهذا هو الصحيح في تعليل المسألة كما افاده في التبيين وغيره فان ليس خروج مني كل مني لجنب بل منى نزل عن شهوة وقد انقطعت مادته بها فالخارج لا ان يكون منيا قطعا لكن غير نازل عن شهوة فلا يوجب الغسل خلافا للامام الشافعي رضى الله تعالى عنه فان قلت اليس افاد في الفتح ان ما نزل عن غير شهوة لايكون منيا قال رحمه الله تعالى كون المني عن غير شهوة ممنوع فان عائشة رضى الله تعالى عنها اخذت في تفسيرها اياه الشهوة قال ابن المنذر حدثنا محمد بن يحيى حدثنا ابو حذيفة حدثنا عكرمة عن عبد ربه بن موسى عن امه انها سألت عائشة رضى الله تعالى عنها عن المذى فقالت ان كل فحل يمذى وانه المذى والودى والمني فاما المذى فالرجل يلاعب امرأته فيظهر على ذكره الشيئ فيغسل ذكره وانثييه ويتوضأ ولا يغتسل واما الودى فانه يكون بعد البول يغسل ذكره وانثييه ويتوضأ ولا يغتسل واما المني فانه الماء الاعظم الذي منه الشهوة وفيه الغسل وروى عبد الرزاق في مصنفه عن قتادة وعكرمة نحوه فلا يتصور مني الا من خروجه بشهوة والا فيفسد الضابط الذي وضعته لتمييز المياه لتعطى احكامها اھ قلت[٢٩٤] على تسليمه ايضا لايجعله

ف١: تطفل ١٨١ على الحلبة
ف٢: تطفل ١٨٢ اخر عليهما
ف٣: تطفل ١٨٣ على المصفى والبحر
ف٤: تطفل ١٨٤ اخر عليهما

من يابل انكار فلخروجه بعد البول وديا علی[٢٩٥] زمانا والمحقق شئ تفرد به لا اظن احدا سبقه اليه او تبعه عليه وقول التبيين قال صلى الله تعالى عليه وسلم اذا حذفت الماء فاغتسل وان لم تكن حاذفا فلا تغتسل فاعتبر الحذف وهو لايكون الا بالشهوة اهـ ليس كمثله لمن تأمل فمعنى الحذف الدفق ولا يكون الا بشهوة بخلاف نفس خروج المنى كيف[ف١] وقد نطقت الكتب عن اخرها متونها وشروحها وفتاويها بتقييد المنى الذى يوجب الغسل بكونه ذا شهوة وان هذا القيد احترازى وان[ف٢] المنى اذا خرج من ضربة او سقطة او حمل ثقيل من دون شهوة لايوجب الغسل اما احتجاجه بقول ام المؤمنين رضى الله تعالى عنها فاقول[٢٩٦] فيه[ف٣] اولا ان امنا انما تريد تعريف المياه بخواصها الغالبية والتعريف بالخاص سائغ شائع لاسيما فى الصدر الاول وثانيا[٢٩٧] ما[ف٤] ايراده بالضابطة الصدق الكلى من جانب المياه او الخواص او الجانبين والكل منقوض اما الاول فمع عدم وفائه بالمقصود لان لزوم المنوية للشهوة لايستلزم لزوم الشهوة للمنوية وانما الكلام فيه لايصح فى نفسه لان الرجل قد يمنى بالملاعبة فيكون هذا الانزال مذيا ولا يوجب الغسل وقد يمنى بشهوة عقيب البول كما تقدم عن المحقق فيكون هذا الامناء وديا ولا غسل وكلاهما خلاف الاجماع واما الثانى فلان الانتشار بنظر او فكر من دون ملاعبة بما يورث الامذاء لاسيما اذا كان الرجل مذاء وهل الامذى الاعزب ابن اذا لامرأة يلاعبها مع انها قالت كل فحل يمذى فاذا لم يفسد الضابط بالتخلف فى المذى لايفسد ايضا فى المنى وثالثا[٢٩٨] وهو[ف٥] الطراز المعلم والحل المحكم ان ام المؤمنين رضى الله تعالى عنها لم تقل هو الماء الاعظم الذى من الشهوة ليلزم ان لايخرج منى الا بشهوة وانما قالت منه الشهوة فانما يلزم ان لزم ان لكل منى دخلا فى ايراث الشهوة وما يورث الشهوة لايلزم ان لايخرج الا بها فقد يعتريه عارض يزيله عن مكانه بدون شهوة ولا شك ان تحلل المنى فى البدن هو الذى يولد الشهوة لتوجه الطبع الى دفع تلك الفضلة فالمنى وان خرج لعارض بغير شهوة لايخرج من انه الماء الذى يولد الشهوة ولا يبعد ان يكون لكل جزء منه دخل فيها لان كله فضلة ومن المعلوم انه كلما ازداد المنى تزداد الشهوة فقول ام المؤمنين لايمس ما اراد المحقق ولكن لاغرو فلكل جواد كبوة ولكل صارم نبوة وابى الله العصمة كلية الا لكلامه وكلام حضرات النبوة صلوات الله تعالى وسلامه عليه وعلى اله وصحبه اولى الفتوة نسأل المولى سبحنه وتعالى عافيته وعفوه الثانى عشر المرأة[ف٦] كالرجل فى الاحتلام نص عليه محمد كما فى مختصر الامام الحاكم الشهيد فان احتلمت ولم تر بللا لاغسل عليها هو المذهب كما فى البحر والدرر وبه يؤخذ قاله شمس الائمة الحلوانى وهو الصحيح قاله فى الخلاصة وعليه الفتوى قاله فى معراج الدراية والبحر والمجتبى والحلية والهندية وبه افتى الفقيه ابو جعفر واعتمده فقيه النفس فى الخانية فلا تعويل على ما روى عن محمد انه يجب عليها الغسل احتياطا وهذه غير رواية

ف١: تطفل على النهر

ف٢: مسئلہ جو منی بے شہوت نکلے اگرچہ کسی بیماری یا بوجھ اٹھانے یا چوٹ لگنے سے اس سے غسل نہیں وضو جائے گا

ف٣: تطفل آخر على النهر

ف٤: تطفل ثالث عليه

ف٥: تطفل رابع عليه

ف٦: مسئلہ عورت کو اگر احتلام ہو اور جاگ کر تری نہ پائے تو مرد کی طرح اس پر بھی غسل نہیں یہی مذہب ہے اور اسی پر فتوی ہے مگر بعض مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ اگر خواب میں انزال ہونے کی لذت یاد ہو تو غسل واجب ہے اور بعض نے فرمایا کہ احتیاطا غسل کرے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لا الصول عنه فان محمدا نص فی الاصل ان المرأة اذا احتلمت لا یجب علیها الغسل حتی تری مثل مایری الرجل کما فی الحلیة عن الذخیرة اقول فقول المنیة قال محمد لیس کما ینبغی وحمل الامام برهان الدین فی تجنیسه هذه الروایة علی ما اذا وجدت لذة الانزال ثم اختارها معللا بان ماءها لا یکون دافقا کماء الرجل وانما ینزل من صدرها اھ واعتمده البزازی فی الوجیز فجزم بالخروج ثم قال وقیل لا یلزمها کالرجل اھ اقول واغرب فی السراجیة فقال علیها الغسل وبه افتی ابو بکر بن الفضل البخاری وعن محمد انه لا یجب اھ فجعل الظاهر نادرا والنادر ظاهرا وحکی روایة محمد کقول الکل وجعل قول الکل روایة عن محمد ثم ان المحقق ایضا استوجهه فی الفتح والامام الزیلعی فی التبیین ایضا میل الی اختیارها حیث قدمها جازما بها واخر دلیلها وعللها کالتجنیس بقوله لان ماءها ینزل من صدرها الی رحمها بخلاف الرجل حیث یشترط الظهور الی ظاهر الفرج فی حقه حقیقة اھ فهذا ما وجدت الان فی تشیید هذه الروایة اما التعلیل فاقول حاصله ان منی المرأة وان کان له دفق لشهادة قوله تعالی من ماء دافق یخرج من بین الصلب والترائب لکن لا کمنی الرجل وذلک لانه ینزل من صلبه الی انثییه الی ذکره وهو طریق ذو عوج فلم یندفع بقوة شدیدة لبقی فی بعض الطرق بخلاف منیها فانه ینزل من ترائبها الی رحمها وهو طریق مستقیم فکان یکفیه السیلان غیر ان نزوله بحرارة فلزمه نوع دفق ولا وجه لانکاره فانه مشهود معلوم ولکن العجب من المدقق العلائی حیث قال لم یذکر الدفق لیشمل منی المرأة لان الدفق فیه غیر ظاهر اما اسناده الیه فی الآیة فیحتمل التغلیب فلا یستدل بها کالقهستانی بعزوه الاخی چلپی غیر مصیب تأمل اھ اقول النصوص تحمل علی ظواهرها ما لم یصرف عنها دلیل ومجرد احتمال التغلیب لا ینبغی الی اتباعه الدفق فی منیها واذ لا دلیل فلا سبیل الی الاحتمال فلا اخذ علی الاستدلال قال العلامة ط الدلیل اذا طرقه الاحتمال سقط به الاستدلال اھ اقول الاحتمال اذا لم یکن دلیل علیه لم ینظر الیه وکان المدقق رحمه الله تعالی من اشار بقوله تأمل وقال العلامة ش لعله یشیر الی امکان الجواب بان کون الدفق منها غیر ظاهر یشعر بان فیه دفقا وان لم یکن کالرجل افاده ابن عبد الرزاق اھ اقول لعل الدفق اراده هذا المانع اولا ثم اخر بل المستقیم ان لانه بنی شمول الکلام لمنیها علی ترک ذکر الدفق ولو کان فیه دفق ولو خفیا لشمله وان ذکر بل مراده غیر ظاهر ای غیر ثابت ولا معلوم رجعنا الی تقریر دلیل التجنیس اقول فاذا کان الامر کما وصفنا لم یجب فی انزالها خروج المنی من الفرج الخارج الی الفخذ او الثوب غالبا کما فی الرجل فعسی ان یخرج من الفرج الداخل ویبقی فی الفرج الخارج ولضعف الدفق یکون قلیلا او لرقته یختلط برطوبة الفرج فلا یحس به فاذا کان الامر علی هذا الحد من الخفاء اقمنا وجدانها لذة الانزال مقام الخروج کما اقام الشرع ایلاج الحشفة مقامه لعین ذلک الوجه اعنی الخفاء کما بینه فی الهدایة وغیرها فهو وجه وجیه ولیس المراد بقوله صلی الله تعالی علیه وسلم فی حدیث الشیخین عن انس رضی الله تعالی عنه لما سألته ام سلیم رضی الله تعالی عنها یارسول الله ان الله لا یستحیی من الحق فهل علی المرأة من غسل اذا احتلمت قال نعم اذا رأت الماء رؤیة البصر قطعا فقد تکون عمیاء بل الرؤیة العلمیة والظن الغالب علم فی الفقه والخروج

ف۱: تطفل علی المنیة

ف۲: تطفل علی البحر

ف۳: تطفل علی الدر

ف۴: معروضة علی القهستانی

ف۵: معروضة علی ط

ف۶: معروضة علی العلامتین ش و ابن عبد الرزاق

https://www.facebook.com/darahlesunnat

هو المظنون فی الانزال وقد علم بما قررنا ان عدم الاحساس به بصرا ولمسا لاینافی فی المرأة هذا الظن فادیر الحکم علیه وکان
وجد انها لذة الانزال کرؤیتها ایاه خارجا فنحن لا نقول ان الغسل یجب علیها وان لم تره حتی یرد علینا الحدیث
بل نقول اذا وجدت لذة الانزال فقد رأت الماء علی الوجه الذی بینا ولا تحتاج الی ان تحس المنی خارج فرجها
بصرا ولمسا هذا التقریر الدلیل بفیض الملک الجلیل وهذا معنی ما قاله المحقق فی الفتح والحق ان الاتفاق علی تعلق
وجوب الغسل بوجود المنی فی احتلامها والقائل بوجوبه فی هذه الخلافیة انما یوجبه بناء علی وجوده وان لم تره یدل علی
ذلک تعلیله فی التجنیس احتلمت ولم یخرج منها الماء ان وجدت شهوة الانزال کان علیها الغسل والا لا لان ماءها
لا یکون دافقا الی اخرها ثم قال فهذا التعلیل یفهمک ان المراد بعدم الخروج فی قوله ولم یخرج منها لم تره خرج فعلی هذا
لا وجه وجوب الغسل فی الخلافیة والاحتلام یصدق برؤیتها صورة الجماع فی نومها وهو یصدق بصورتی وجود
لذة الانزال وعدمه فلما اطلقت ام سلیم السؤال عن احتلام المرأة قید صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جوابها باحدی
الصورتین فقال اذا رأت الماء ومعلوم ان المراد بالرؤیة العلم مطلقا فانها لو تیقنت الانزال بان استیقظت فی فور
الاحتلام فاحست بیدها البلل ثم نامت فما استیقظت حتی جف فلم تر بعینها شیئا لا یسع القول بان لا غسل علیها مع
انه لا رؤیة بصر بل رؤیة علم ورأی یستعمل حقیقة فی معنی علم باتفاق اللغة قال (رأیت اللہ اکبر کل شیئ) اھ وبما قررنا الدلیل
بفیض فتح القدیر عز جلالہ ظهر ان الراعین علی کلام المحقق هذا وهم العلماء الجلة تلمیذه المحقق الحلبی فی الحلیة
والمحقق ابرهیم الحلبی فی الغنیة والعلامة السید الشامی فی المنحة اکثرهم لم یمعنوا النظر فی کلامه رحمه اللہ تعالی
وایاهم ورحمنا بهم اما الشامی فظن ان المحقق یرید بدعوی الاتفاق التوفیق بین الروایتین بان مراد الظاهرة
عدم الوجوب اذا لم یوجد لذة الانزال ومراد النادرة الوجوب اذا وجد ولم تره المرأة بعینها فاخذ علیه بما هو عنه
بریئ اذ یقول یفهم من کلام الفتح ان مراده انهم اتفقوا علی انه اذا وجد المنی فقد وجب الغسل ومحمد قال
بوجوبه بناء علی وجود المنی وان لم تره فلم یخرج علی معنی لم تره خرج لکن لا یخفی ان غیر محمد لا یقول بعدم الوجوب
والحالة هذه فکیف یجعلون عدم الوجوب ظاهر الروایة اللهم الا ان یکون مراده الاعتراض علیهم فی نقل الخلاف
وانهم لم یفهموا قول محمد وان مراده بعدم الخروج عدم الرؤیة ولا یخفی بعد هذا فانهم قیدوا الوجوب عند غیر محمد
بما اذا خرج الی الفرج الخارج فان کان مراده (یعنی محمدا) بعدم الرؤیة البصریة فهو مما لا یسع احدا ان یخالف فیه و
ان کان العلمیة فلم یحصل الاتفاق علی تعلق الوجوب بوجود المنی فالظاهر وجود الخلاف وان ما فی التجنیس مبنی
علی قول محمد وحینئذ لا دلالة له علی ما ادعاه فلیتامل اھ اقول لا هو ینکر الخلاف ولا ان ما فی التجنیس مبنی علی

معروضة علی العلامة

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ماروی عن محمد ولا ھو یرین ببیان الاتفاق ابداء الوفاق وانما الامر انھم ظنوا ان محمدا فی ھذہ الروایۃ لایشترط فی احتلامھا وجود الماء لقول التجنیس وغیرہ المبنی علی تلک الروایۃ احتلمت ولم یخرج منھا الماء فردوا علیھا بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نعم اذا رأت الماء علق ایجاب الغسل علیھا برؤیۃ الماء فکیف یجب ولم یخرج فاشار المحقق الی الجواب عنہ بان وجود ان الماء شرط بالاجماع ولا تنکرہ ھذہ الروایۃ انما نشأ الخلاف من وادا خرو ذلک ان العلم بالشیئ قد یحصل بنفسہ وقد یحصل بالعلم بسببہ فالروایۃ الظاھرۃ شرطت العلم بالوجہ الاول وقالت لاغسل علیھا ان وجدت لذۃ الامناء مالم تحس بمنی خرج من فرجھا الداخل سواء کان الاحساس بالبصر اوبا للمس کما ھو فی الرجل بالاتفاق وروایۃ محمد فرقت بینھا وبین الرجل بما بینا فاجتزت فیھا بالعلم بلذۃ الانزال وجعلتہ علما بخروج المنی وان لم تحس منیا خارج فرجھا ھذا مراد الکلام فاین فیہ رفع الخلاف او انکار ابتناء کلام التجنیس علی الروایۃ النادرۃ ولو رأیتم قولہ فعلی ھذا الاوجہ وجوب الغسل فی الخلافیۃ لعلمتم انہ یبقی الخلاف و یبدی الترجیح لارفع الخلاف و ابداء التوفیق ولکن سبحٰن من لایزل قولکم لایخفی ان غیر محمد لایقول الخ اقول ف۲ بلٰی ان غیر محمد بل ومحمد ایضا فی ظاھر الروایۃ یقول بعدم الوجوب اذا لم یحط علمھا بنفس خروج المنی اصالۃ وفی النادرۃ یقول بالوجوب اذا علمت وجود المنی علما فقھیا بوجدان لذۃ الانزال قولکم الا ان یکون مرادہ الاعتراض ا قول ف۳ لم یردہ ولم یرد الخلاف بل اراد الجواب عما اورد علی محمد من مخالفۃ الحدیث بان الرؤیۃ فی الحدیث علمیۃ اجماعا ولا یسع احدا ان یخالف فیہ وھو اذن یعم العلم الحاصل بسبب العلم بالسبب قولکم وان کان العلمیۃ الخ اقول نعم ھو المراد عند محمد وغیرہ جمیعا انما الخلف فی اشتراط العلم بالشیئ اصالۃ وعدمہ فلا ینافی الاتفاق علی تعلق الوجوب بالوجود اما الغنیۃ فقال فیما بعد نقل کلام المحقق ھذا لایفید کون الاوجہ وجوب الغسل فی المسألۃ المختلف فیھا لحدیث ام سلیم رضی اللہ تعالٰی عنھا سواء کانت الرؤیۃ بمعنی البصر او العلم فانھا لم تر بعینھا ولا علمت خروجہ اللھم الا ان ادعی ان المراد برأت رؤیا الحلم ولکن لادلیل لہ علی ذلک فلا یقبل منہ اھ فاصاب فی فھم ان مراد المحقق الترجیح لا التوفیق ف۵ والعجب ان العلامۃ ش نقل کلامہ برمتہ بعد ما قدمنا عنہ ولم یحرمنہ التفات الی ما اعطاہ الغنیۃ من مفاد کلام المحقق اقول ف۶ وحاشا المحقق ان یرید بالرؤیۃ رؤیا حلم بل اراد الرؤیۃ العلمیۃ کما قد افصح عنہ وقولکم ولا علمت مبنی علی حصر العلم بالشیئ فی العلم المتعلق بنفسہ اصالۃ وھو باطل قطعا الا تری ان الشرع اوجب الغسل بغیبۃ الحشفۃ واقامھا مقام رؤیۃ المنی مع عدم العلم المتعلق بنفسہ قطعا ثم اخذ المحقق الحلبی یوھن کلام التجنیس قائلا لا اثر فی نزول مائھا من صدرھا غیر داخل فی وجوب الغسل فان وجوب الغسل فی الاحتلام متعلق بخروج المنی من الفرج الداخل

ف۱: معروضۃ ۱۹۶ اخری علیہ
ف۲: معروضۃ ۱۹۷ ثالثۃ علیہ
ف۳: معروضۃ ۱۹۸ رابعۃ علیہ
ف۴: معروضۃ ۱۹۹ خامسۃ علیہ
ف۵: معروضۃ ۲۰۰ سادسۃ علیہ
ف۶: تطفل ۲۰۱ علی الغنیۃ

كما تعلق فی حق الرجل بخروجه من راس الذکر الی اخرما قال **اقول** لم یرد التجنیس ان مجرد نزول مائھا من صدرھا یوجب الغسل بدون خروج وانما اثر النزول من صدرھا الی رحمھا فی عدم الدفق فی منیھا مثل الرجل وعدم الدفق اثر فی ضعف دلالۃ عدم الاحساس خارج الفرج علی عدم الخروج کما قررناہ بما یکفی ویشفی وبہ وبالرقۃ وباشتمال فرجھا الخارج علی الرطوبۃ فارقت الرجل کما تقدم۔ ثم قال علی ان فی مسألتنا لم یعلم انفصال منیھا عن صدرھا وانما حصل ذلک فی النوم واکثر ما یری فی النوم لا تحقق لہ فکیف یجب علیھا الغسل اھ **اقول** قدمنا فی التنبیہ الثامن ان تلک الافعال المرئیۃ حلما وان لم تکن لھا حقیقۃ تؤثر علی الطبع کمثل الواقع منھا فی الخارج اوازید وقد جعل فی الغنیۃ نفس النوم مظنۃ الاحتلام قال وکم من رؤیا لایتذکرھا الرائی فلا یبعد انہ احتلم ونسیہ فیجب الغسل اھ ای فیما اذا رأی بللا وتیقن انہ مذی ولیس منیا ولم یتذکر الحلم فاذا کان ھذا فی عدم التذکر فکیف وقد تذکرت الاحتلام وتذکرت شیئا اخر فوقہ وھو وجدان لذۃ الانزال فلو اھمل ما یری فی النوم لضاع الفرق بالتذکر وعدمہ مع اجماع ائمتنا علیہ وبقیۃ الکلام یظھر مما قدمت ویاتی ثم قال نعم قال بعضھم لوکانت مستلقیۃ وقت الاحتلام یجب علیھا الغسل لاحتمال الخروج ثم العود فیجب الغسل احتیاطا وھو غیر بعید الخ **اقول** مثل الکلام من شان ھذا المحقق بعید فانہ اذا جعل ما یری فی النوم لا حقیقۃ لہ وجعلھا مع تذکرھا الاحتلام ووجدانھا لذۃ الانزال غیر عالمۃ بالخروج وصرح انھا لم ترو لاعلمت وان الحدیث ناطق بتعلیق الغسل علی رؤیتھا الماء بصرا او علما فمع انتفائھا مطلقا کیف یجب علیھا الغسل بمجرد کونھا علی قفاھا برؤیا حلم لا حقیقۃ لھا وقد قلتم ان لا دلیل علیہ فلا یقبل والعود انما یکون بعد الخروج وھھنا نفس الخروج غیر متحقق فما معنی احتمال العود فالحق ان استقرا بہ ھذا الکلام عود منہ الی قبول المرام ثم ان القائل بھذا الشرط اعنی الاستلقاء الامام ابو الفضل مجد الدین فی الاختیار شرح متنہ المختار ولفظہ کما فی الحلیۃ للمرأۃ اذا احتلمت ولم تر بللا ان استیقظت وھی علی قفاھا یجب الغسل لاحتمال خروجہ ثم عودہ لان الظاھر فی الاحتلام الخروج بخلاف الرجل فانہ لایعود لضیق المحل وان استیقظت وھی علی جھۃ اخری لایجب اھ **اقول** فانظر کیف بنی الامر علی ان الظاھر فی الاحتلام الخروج فقد جعلہ معلوما بحسب الظاھر ولو کان الامر کما قال فی الغنیۃ ان لم تر ولا علمت لم یکن معنی لایجاب الغسل وافاد ان عدم الوجدان بعد التیقظ لایعارض ھذا الظن اذا کانت مستلقیۃ لاحتمال العود ثم **اقول** بل ھو بعید **اولا** لانہ ذھب عنہ ان نفس کون منیھا غیر بین الدفق رقیقا قابلا للامتزاج برطوبۃ الفرج الخارج کاف فی دفع ھذہ المعارضۃ کما بینا بتوفیق اللہ تعالی **وثانیا** اذا لم ینظر الی ذلک فلقائل ان یقول احتمال العود بعد الخروج احتمال من غیر دلیل فلا یعتبروا ستلقاؤھا لیس علۃ العود ولا ظنا بل انکار فرفع مانع وعدم

ف ۱: تطفل اٰخر علیھا

ف ۲: تطفل ثالث علیھا

ف ۳: تطفل رابع علیھا

ف ۴: تطفل خامس علیھا

ف ۵: تطفل علی الاختیار شرح المختار

ف: تطفل اٰخر علیہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

المانع ليس من الدليل فی شیئ کما تقرر فی الاصول **وثالثا** ان هو ضيق المحل انما يتحقق فی الاضطجاع لالتقاء الاليتين وانسداد المسلك اما الانبطاح فكالاستلقاء فی اتساع المحل فلم خص الحكم بالاستلقاء فان اعتل بانها ان كانت منبطحة وخرج المنی يسقط علی الفراش فلا يعود **قلت** ان اريد الخروج من الفرج الخارج ففی الاستلقاء ايضا اذا خرج منه نزل الی اليتيها فلا يعود وان اريد الخروج من الفرج الداخل مع البقاء فی الفرج الخارج فالاستلقاء كالانبطاح فی جواز العود **ورابعا** سند كرانه فی تجويز العود مالا يبقی للفرق مساغا **وخامسا** بل يجوز ان تكون مضطجعة وقد وضعت بين فخذيها وسادة ضخمة فيبقی الفرج متسعا كالاستلقاء او افرج **وسادسا** ان استلقت وقد التفت الساق بالساق لا يكون للاستلقاء فضل علی الاضطجاع فی باب الاتساع فالقصر عليه منقوض طردا وعكسا وله صور اخری لاتخفی الا ان يقال ذكر الاستلقاء ونبه به علی صور اتساع الفرج فيشمل الانبطاح والاضطجاع المذكور والمراد بجهة اخری جهة التقاء الشفرين ولو فی الاستلقاء علی الوجه المذكور ثم الصواب ما عبر به فی الاختيار من ان تجد نفسها مستلقية اذا انتبهت ولا حاجة الی ان تعلم استلقاءها حين احتلمت كما وقع فی الغنية ثم اخذ المحقق الحلبی يرد ما اختار فی الاختيار فقال الا ان ماءها اذا لم ينزل دفقا بل سيلانا يلزم اما عدم الخروج ان لم يكن الفرج فی صبب او عدم العود ان كان فی صبب فليتامل اهـ **اقول** كلا اللازمين منتف اما الاول فلما حققنا ان منيها لا يخلو عن دفق وان لم يكن كدفق الرجل فلا نسلم لزوم عدم الخروج اذا لم يكن الفرج فی صبب الا ترى انهن ربما يوطأن بوضع وسادة تحت اعجازهن فيكون الفرج مرتفعا ومع ذلك يرمين بمائهن بل وبماء الرجل ايضا واما الثانی فلان للرحم قوة جاذبة تشتد عند الجذب فربما يجوز ان يخرج المنی من الفرج الداخل ويكون فی الفرج الخارج وتهيج جاذبة الرحم فتجذبه من الفرج الخارج وان كان الفرج فی صبب بل يجوز ان يجوز المنی الفرج الخارج ايضا ثم يعود بجذب الرحم الا ترى الی ما نصوا عليه ان لو جومعت فيما دون الفرج فسبق الماء الی فرجها او جومعت البكر لا غسل عليها لفقد السبب وهو الانزال او مواراة الحشفة حتى لو حبلت كان عليها الغسل لانها لا تحبل الا اذا انزلت والمسألة فی الخانية والخلاصة والوجيز والكبرى وخزانة المفتين والفتح والبحر والغنية وغيرها فقد جوزوا حتى فی البكر ان يقع الماء خارج فرجها الخارج ثم ينجذب فيدخل فی الرحم قال فی الغنية بعد ذكر هذه المسألة الاخيرة لاشك انه مبنی علی وجوب الغسل عليها بمجرد انفصال منيها الی رحمها وهو خلاف الاصح الذی هو ظاهر الرواية قال فی التاترخانية فی ظاهر الرواية يشترط الخروج من الفرج الداخل الی الفرج الخارج وفی النصاب وهو الاصح اهـ وقد تواردہ عليه العلامة الشامی فی المنحة فقال اقول لا يخفی ان الحبل يتوقف علی انفصال الماء عن مقره لا علی خروجه فالظاهر ان وجوب الغسل مبنی علی الرواية السابقة

ف: تطفل ثالث علیہ
ف: تطفل رابع علیہ
ف: تطفل خامس علیہ
ف: تطفل سادس علیہ
ف: تطفل سادس علی الغنیۃ
ف: تطفل سابع علیہما
ف: تطفل ثامن علیہما

https://www.facebook.com/darahlesunnat

عن محمد تأمل اه ثم رأى الحلبی صرح به فی الغنیة رحمہ اللہ تعالٰی علیه وقد تبعه ایضا فی الدر اذ نقل عنه ما فی شرح الصغیر ان فیما نظر الٰی

خروج منیها من فرجها الداخل شرطا لوجوب الغسل علی المفتی به ولم یوجد ام نبہ بزیادة قوله علی المفتی به اشارا الی ابتنائه علی روایة

محمد اقول ف۱ وهذا ماشبه علی بعض الانظار فزعمت ان الروایة النادرة لاتشترط الخروج وقد ازالها المحقق وبینا بما یکفی ویشفی

فلا وجه لهذا الحمل اما ما یذکر عن المنصوریة انه اعتبر فی منیها الخروج الی فرجها الخارج عند الفقیه ابی جعفر والی فرجها الداخل

عند الامامین الحلوانی والسرخسی علی ما نقل عنها البرجندی فاقول ف۲ متوغل فی الاغراب مثل ذٰلك الکتاب الا تری ان الامام

الحلوانی هو القائل لتلك الروایة عن محمد لا یؤخذ بهذه الروایة فان النساء یقلن ان منی المرأة یخرج من الداخل کمنی الرجل

وهو جواب ظاهر الروایة کما فی الحلیة عن الذخیرة عنه رحمه اللہ تعالٰی فکیف ینسب الیه هذا فان قلت فما الحبل ما معناه

قلت ف۳ معناه ظاهر ان شاء اللہ تعالٰی فان بالحبل یثبت انزالها والغالب الانزال الخروج والغالب کالمتحقق فی الفقه فلا ینبغی

التوقف علی الخروج بمعنی لولاه لم یکن فان قلت بل الحبل دلیل عدم الخروج لاجل الانعقاد الا تری انهن حین یحبلن یمسکن ماء الرجل

فلا یرین منه الا شیأ قلیلا قلت ف۴ الانزال یقتضی الخروج والانعقاد یکون بجزء من الماء لا بکله الا تری انهن حین یحبلن یرین بشیء من

ماء الرجل یعنی لا یمسکن منه الا جزء قدر اللہ تعالٰی ان یتکون منه الزرع ومن قدر لا یمیزن به الا حین ینزلن تبعا للامنی وبالجملة دلالة الانزال

علی خروج البعض لا یعارضها دلالة الحبل علی امساك البعض هذا ما ظهر لی ثم رأیت العلامة ط رحمه اللہ تعالٰی جنح الی بعض ما ذکرته فقال قلت

والنظر لا یتم الا اذا کانت البکارة تمنع خروج المنی والامر بخلافه لخروج الحیض من ذٰلك المحل فلما کان الغالب فی تلك الحالة النزول حصل

وقد ظهر الحبل وهو اکبر دلیل علیه عبروه واقاموا اللازم مقام الملزوم ومن فقه موافق الفقه لا یستبعد ذٰلك الکلام فقد افاد واجاد علیه رحمة

الجواد اقول ف۵ غیر ان فی قوله خصوصا حزازة ظاهرة لان الکلام ههنا فی اغلبیة الخروج عند الانزال لا ممیزیة فیها لصوت الحبل بل المزیة لصوت عدمه لما مر

من وجوب الامساك فی الحبل للانعقاد ثم المستفاد من کلامه ان مراده اغلبیة الانزال فی حالة الجماع وعلیه یستقیم قوله

خصوصا فان دلالة الحبل علی الانزال اظهر وازهر ولکن لو کان الاغلب انزالها بالجماع لوجب الحکم علیها بالغسل وان لم یظهر

الحبل لان الغالب کالمتحقق بل الاغلب فی النساء عدم الانزال بکل جماع الا احیانا کما صرح به اهل المعرفة بهذا الشأن حتی

قالوا انها کلما جومعت انزلت لهلکت سریعا هذا الکلام مع الغنیة اما الحلیة فنقل فیها کلام المحقق ثم نازعه بقوله نعم وجود

المنی شرعا فیمن احتلمت ثم استیقظت وتذکرت لذة انزال مناما ولم تجد بللا لمسا ولا رؤیة ممنوعة لان ما یتذکر وجوده فی

نفس الامر فی النوم انما یکون محقق الوجود شرعا اذا وجد فی الیقظة ما یشهد بذٰلك ولیس الشاهد لتحقق وجود المنی منها مناما

الا علمها بوجوده فی الفرج الخارج یقظة بلمس او بصر فاذا فقد فقد ظهر عدم وجوده وان المرئی لها فی المنام کان خیالا وهذه

الصورة فیما یظهر هی محل الخلاف فظاهر الروایة لا یجب الغسل وعن محمد نعم ولا شك فی ضعفها کیف

ف۱: تطفل علی الفتح والبحر والمنحة

ف۲: تطفل اخر علیهم

ف۳: معروضة علی العلامة ط

ف۴: معروضة اخری علیه

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لا وهى مخالفة لظاهر النص وكذا القياس الصحيح على امثال ذلك من البول والحيض ونحوهما فان الشارع لم يعتبر هذه الاشياء موجودة الا اذا برزت من الفرج الداخل الى الفرج الخارج كذا هذا اھ **اقول**[ف۱] والجواب ما اذنا لك مرارا ان تذكر الاحتلام دليل اعتبره الشرع لاسيما مع تذكر لذة الانزال ومن ثم نشأ الفرق بين الاحكام فى التذكر وعدمه فلو لم يكن دليلا على نزول المنى كان احتمال المنى احتمالا على احتمال فى من تذكر ورأى بللا يعلم انه ليس منيا بل ولا يعلم ايضا انه بلة ناشئة عن شهوة انما يسوغه لتردده بين مذى وودى ومعلوم ان الاحتمال على الاحتمال لا يعتبر فكان كمن رآها ولم يتذكر مع اجماعهم على الفرق بينهما فما هو الا ان التذكر دليل خروج المنى فترتقى به عن الاحتمال على الاحتمال الى الاحتمال فوجب احتياطا لان الاحتمال معتبر فى محل الاحتياط قولكم انما يكون محقق الوجود شرعا الخ **اقول**[ف۲] ما قام عليه دليل شرعى فقد تحقق وجوده شرعا ولا يحتاج الى شاهد من لمس او بصر الا ترى ان المولج المكسل قام فيه الدليل الشرعى على انزاله فاعتبر موجودا شرعا مع عدم شهادة لمس ولا بصر نعم يحتاج الحكم بالدليل الى عدم المعارض وعدم وجدان الرجل المحتلم معارض لدلالة التذكر بخلاف المرأة كما بينا نعم دلالة الايلاج يقظة اعظم واقوى من دلالة الاحتلام فلم يقم لها هذا المعارض لاحتمالات بعيدة لم تكن تحل لولا غاية ما فى هذا الدليل من عظم القوة بخلاف تذكر الحلم قولكم مخالفة لظاهر النص **اقول**[ف۳] لو وجبت من دون دليل على الخروج لخالفت واذ قد بنيت الامر على الدليل وقد اعترفتم انه لا شك فى الاتفاق على وجوب الغسل بوجود المنى فى احتلامها وفى ان المراد بالرؤية العلم بوجوده لا رؤية البصر فقيم الخلاف قولكم والقياس الصحيح **اقول**[ف۴] ما ذا المناط فى المقيس عليها تعلق العلم بنفسها اصالة ام اعم الثانى حاصل ههنا كما علمت والاول غير مسلم فى المقيس عليها ففى الاشباه[ف۵] ذكر عن محمد رحمه الله تعالى انه اذا دخل بيت الخلاء وجلس للاستراحة وشك هل خرج منه اولا كان محدثا وان[ف۶] جلس للوضوء ومعه ماء ثم شك هل توضأ ام لا كان متوضيا عملا بالغالب فيهما اھ وقد جزم بالفرع فى الفتح فقال شك فى الوضوء او الحدث وتيقن سبق احدهما بنى على السابق الا ان تأيد اللاحق فعن محمد علم المتوضئ دخوله الخلاء للحاجة وشك فى قضائها قبل خروجه عليه الوضوء ثم ذكر مسألة الوضوء ثم قال وهذا يؤيد ما ذكرناه من الوجه فى وجوب وضوء المفضاة اھ ای اذا خرج[ف۷] لها ريح لا تعلم هل هى من القبل او الدبر تجعل من الدبر لانه الغالب فيجب عليها الوضوء فى رواية هشام عن محمد وبه اخذ الامام ابو حفص الكبير ومال المحقق الى ترجيحه بما علمت خلافا لما فى الهداية وغيرها انها انما يستحب لها الوضوء لعدم التيقن بكونها من الدبر فهذا بول مثلا اعتبر موجودا شرعا مع عدم احاطة العلم به عينا وفى الدر المختار[ف۸] النفاس دم فلو لم تره بان خرج الولد جافا

ف۱: تطفل ۲۱۹ على الحلية
ف۲: تطفل ۲۲۰ آخر عليها
ف۳: تطفل ۲۲۱ ثالث عليها
ف۴: تطفل ۲۲۲ رابع عليها
ف۵: مسئلہ
ف۶: مسئلہ

بلا دم ش) هل تكون نفساء المعتمد نعم اهـ وفى المراقى من الوضوء قال ابو حنيفة رضى الله تعالى عنه عليها الغسل احتياطا لعدم خلوه عن قليل دم ظاهرا وصححه فى الفتاوى وبه افتى الصدر الشهيد رحمه الله تعالى اهـ وفى حاشيتها للعلامة ط من النفاس اكثر المشايخ على قول الامام رضى الله تعالى عنه اهـ فهذا فى النفاس ثم اقول فى قوله رحمه الله تعالى مشيرا الى البول والحيض ونحوهما انها لا تعتبر الا اذا برزت من الفرج الداخل الى الفرج الخارج تسامح ظاهر بالنظر الى البول فانه لا يخرج من الفرج الداخل بل من ثقبة فى الفرج الخارج فوق مدخل الذكر فكان الاولى اسقاط قوله من الفرج الداخل ثم اورد فى الحلية كلام الاختيار كما قدمنا عنه قال ويظهر ان الاحتياط العمل باقوى الدليلين وهو هنا مفقود اهـ اقول بل موجود كما علمت قال وكون الظاهر فى الاحتلام الخروج ممنوع بل قد يوجد اهـ اقول ان اراد التساوى فغير صحيح والا لبطل دلالة التذكر على ان هذا المتردد بين المذى والودى منى وان اراد ان الخروج قد يتخلف فنعم ولا يقدح فى الظهور قال ثم لم يظهر من الشارع اعتبار هذا الاحتمال بل قيد الشارع وجوب الغسل عليها بطلبها وجوده ولم يطلق لها فى الجواب كما اطلقت (اى ام سليم رضى الله تعالى عنها) فى السؤال فانعم النظر تجده تحقيقا لا غبار عليه ان شاء الله تعالى اهـ اقول اما الاحتمال الذى ابداه فى الاختيار وهو العود حين الاستلقاء فقد عرفت الكلام عليه وان لا حاجة اليه وان العلم بالوجود متحقق احتياطا كما اسلفنا والحمد لله فهذا منتهى الكلام فى مسألة المرأة ولا اقول ان الذى وجهتها به يوجب لتعويل على الرواية النادرة انما اقول ان الرد على كلام المحقق غير يسير اما التعويل فعلى ما حكم به ائمتنا فى ظاهر الرواية ونص على انه الاصح وانه الصحيح وبه يؤخذ وعليه الفتوى ائمة الدراية فسقط معه للبحث مجال وانما علينا اتباع ما رجحوه وما صححوه كما لو افتونا فى حياتهم اعاد الله علينا من بركاتهم ومع ذلك ان تنزه احد فهو خير له عند ربه والله سبحنه وتعالى اعلم صورت استثنا پر کلام اسکے بیان کو تین تنبیہیں اور اضافہ کریں تنبیہ ثالث عشر احتلام یاد نہ ہونیکی حالت میں طرفین رضی اللہ تعالی عنہما کے نزدیک احتمال منی پر وجوب غسل کا حکم ظاہر الروایۃ میں مطلق ہے اور تمام متون اسی پر ہیں مگر نوادر ہشام میں محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالی عنہ سے وہ قید مروی ہوئی کہ اگر سونے سے کچھ پہلے شہوت تھی جاگ کر یہ تری دیکھی جسکے منی یا مذی ہونے میں شک ہے تو غسل واجب ہوگا تبیین الحقائق میں ہے ذکر هشام فى نوادره عن محمد اذا استيقظ فوجد بللا فى احليله ولم يتذكر الحلم فان كان ذكره قبل النوم منتشرا فلا غسل عليه وان كان غير منتشر فعليه الغسل فتح القدیر میں ہے روى عن محمد فى مستيقظ وجد ماء ولم يتذكر احتلاما ان كان ذكره منتشرا قبل النوم لا يجب والا يجب اور اوسکی وجہ یہ افادہ فرماتے ہیں کہ شہوت خروج مذی کی باعث ہے تو پیش از خواب قیام شہوت بتائیگا کہ یہ مشکوک تری مذی ہے اور مذی سے غسل واجب نہیں ہوتا بخلاف اسکے کہ سونے سے پہلے شہوت نہ ہو تو اب سبب مذی بیداری میں

ف۱: تطفل ۲۲۳ خامس علی الحلیۃ
ف۲: تطفل ۲۲۴ سادس علیھا

نہ تھا اور نیند مظنۂ احتلام ہے لہذا اسے منی ٹھہرائیں گے اور رقت وغیرہ سے مذی کا اشتباہ معتبر نہ رکھیں گے کہ منی بھی گرمی پہنچ کر رقیق ہوجاتی ہے غایت فیہ میں ہے ان کان منتشرا عند النوم فعلیہ الوضوء لاغیر لانہ وجد سبب خروج المذی فیعتقد کونہ مذیا و یحال بما الیہ الا اذا کان اکبر رأیہ انہ منی رق فحینئذ یلزمہ الغسل اھ والحال فی الحلیۃ فی بیانہ بما حاصلہ ان النوم مظنۃ للمنی والانتشار للمذی وقد سبق والسبق سبب الترجیح مع ان الاصل براءۃ الذمۃ وعدم التغیر فی المنی ثم قال ولایدفعہ ماعن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الرجل یجد البلل ولایذکر احتلاما قال یغتسل وعن الرجل یری انہ قد احتلم ولم یجد بللا قال لاغسل علیہ فان الظاہر ان المراد بالبلل المذکور المنی بالاجماع علی ان فی سندہ عبد اللہ العمری ضعیف اھ مختصرا **اقول**[ف۱] الحدیث قد احتج بہ اصحابنا لامام المذہب وغیرہ فی ایجابہا الغسل بالمذی اذا لم یتذکر حلما کما تقدم وقدمنا عن البدائع انہ نص فی الباب وان لم یحملہ علی المنی وان للامامین اطلاق الحدیث ثم العمری[ف۲] انما ضعفہ یحیی القطان من قبل حفظہ وقال النسائی وغیرہ لیس بالقوی **اقول** وبون بین بین لیس بہ وبین لیس بقوی وقال ابن معین لیس بہ باس یکتب حدیثہ قیل لہ کیف حالہ فی نافع قال صالح ثقۃ وقال احمد صالح لاباس بہ وقال ابن عدی فی نفسہ صدوق وقال ایضا لاباس بہ وقال یعقوب بن شیبۃ صدوق ثقۃ فی حدیثہ اضطراب وقال الذہبی صدوق فی حفظہ شیئ وھذا مسلم قد اخرج لہ فی صحیحہ وبالجملۃ لیس ممن یسقط حدیثہ ولاعبرۃ بما تعود بہ ابن حبان من عبارۃ واحدۃ یذکرہا فی کل من یرید بل لایبعد حدیثہ عن درجۃ الحسن ان شاء اللہ تعالٰی اجر ان سکت ابو داود علیہ اما الجواب عنہ[ف۳] **فاقول** ظاہر ان السؤال عن بلل ینشؤ بسبب النوم ولذا قال ولم یذکر احتلاما ای یجد المسبب ولایذکر السبب قال یغتسل ثم سئل یذکر السبب ولایجد المسبب قال لاغسل علیہ وحینئذ بمعزل عنہ مانحن فیہ ثم انہ رحمہ اللہ تعالٰی اعترض اولا علی عبارۃ المسألۃ حیث ارسل فیہا البلل قال ولاشک ان المنی غیر مراد لاجرم ان ذکر المصنف انہ لوتیقن انہ منی فعلیہ الغسل اھ وقد قدمنا الجواب عنہ ان المراد بلل لایدری امنی ھو ام مذی قال فی الخانیۃ فی تصویر المسألۃ استیقظ فوجد علی طرف احلیلہ بلۃ لایدری انہا منی او مذی الخ ولفظ الغیاثیۃ ذکر ھشام عن محمد فی نوادرہ انہ اذا وجد البلل فی طرف احلیلہ شبیہ للمذی ولم یذکرہا الخ **اقول**[ف۴] ونص الہندیۃ عن المحیط والحلیۃ عن الذخیرۃ کلیہما عن القاضی الامام ابی علی النسفی عن ھشام عن محمد اذا استیقظ فوجد البلل فی احلیلہ الخ فاذا کان ھذا لفظ محمد فلامعنی للاعتراض علیہ وانما کان سبیلہ بیان المراد کما فعل فقیہ النفس وغیرہ من الامجاد ثم اعترض علی ما استشہد بہ من عبارۃ المنیۃ لوتیقن انہ منی بانہ یفید بمفہومہ ان لولم یتیقن لاغسل فیفید ان لوکان اکبر

ف۱: تطفل ۳۳ علی الحلیۃ
ف۲: تنقیۃ عبد اللہ العمری المکبر
ف۳: تطفل ۳۴ آخر علیہا
ف۴: تطفل ۳۵ ثالث علیہا

رأيه انه متى لا يجب لكنه يجب كما صرح به قاضي خان في فتاويه اھ اقول الكبر الرائم في الفقهيات ملتحق باليقين بل ربما اطلقوا عليه اليقين هذا واعترض ثانيا على دليل المسألة بما حاصله منع ان الانتشار مظنة الامذاء الا اذا كان الرجل مذاء قال اما اذا لم يكن فينفرد النوم مظنة اھ مختصرا اقول ان اراد المظنة المصطلحة فقد منا ان النوم ايضا ليس مظنة للامناء فالمراد السبب مطلقا ولو لا مطلقا وبهذا المعنى لا شك ان الانتشار مظنة الامذاء وان ابتغيت التحقيق فاقول دونك مشرعا اعطيناك من قبل به يظهر تعليل المسألة والجواب عن ايراد الحلية معا فان النوم سبب ضعيف للامناء وانما كان يتقوى باحد شيئين تذكر الاحتلام او ان يحدث بلة لا تنبعث الا عن شهوة وقد انتفيا ههنا اما الحلم فلعدم التذكر واما البلة فلانعقاد سببها قبل النوم فلم تدل على احداثه انتشارا اشد يدا مد بها يورث خروج بلة عن شهوة فلم يبق الا محض النوم وكان سببا ضعيفا فتقاعد ان ينتهض موجبا فجعلها مظنتين وترجيح الانتشار بالسبق وعند عدمه افراد النوم بالمظنية كله بمعزل عن التحقيق والله سبحنه ولي التوفيق وثالثا تلكم عن قبولها قائلا ان تم تقييد وجوب الغسل بالانتشار لاحدى الاحوال فكذا في باقيها والا فالكل على الاطلاق اھ

اقول ان كان هذا الطاعن لحسن الايراد فقد علمت الجواب عنه وان كان لان الروايات الظاهرة والمتون مطلقة فلا غرو في القول بقيد ذكر عن احد ائمة المذهب الثلثة رضي الله تعالى عنهم وتلقاه الجلة الفحول بالتسليم والقبول حتى ان المحقق الشرنبلالي ادخله في متنه نور الايضاح ونعما فعل وقصد المدقق العلائي تكميل متن التنوير بزيادة هذا الاستثناء وجعله الشامي اصلاح المتن اقول ومع ذلك جواب التنوير غير مستنير ان المتون لم توضع الا لنقل ما في الروايات الظاهرة من المذهب وههنا تم بيان ان لا قصور في عبارة المتن اصلا ولا حاجة لها الى شيء من الاستثناء ات الثلثة هذا وقد قال الامام شمس الائمة الحلواني ان هذه المسألة يكثر وقوعها والناس عنها غافلون فيجب ان تحفظ كما في المحيط والخانية والمنية والغياثية والهندية وغيرها وهكذا ادعى بحفظها في الذخيرة كما نقل عنها في الحلية وقد قال في الغنية في مسألة عدم لزوم الغسل بتذكر الاحتلام مع عدم البلل بعد ما نقل ما في الحلية من انه تقييد تلك رواية مذكورة في الحلية وغيرها عن النهاية عن المحبوبي عن البقالي عن المعلى عن ابي يوسف بان يكون بحيث لا يرى اثره فان كان يرى فلا بد من غسله مانصه التقييد بعدم ادراك الطرف ذكره المعلى في النوادر عن ابي يوسف واذا صرح بعض الائمة بقيد لم يرو عن غيره منهم تصريح بخلافه يجب ان يعتبر الخ وبالجملة لا وجه للعدول مع اتفاق الفحول على تلقيه بالقبول تنبيه رابع عشر اقول جس طرح یہ استثناء احتلام یاد ہونے کی کسی صورت سے متعلق نہ یاد نہ ہونے کی حالت میں صورت سوم یعنی علم منی سے اوسے تعلق نہ شکل ششم یعنی علم عدم منی میں اوسکی کچھ حاجت کہ اس صورت میں خود ہی غسل کی ضرورت نہیں تو میں

ف: تطفل رابع علیہا

ف: تطفل خامس علیہا

ف: تطفل سادس علیہا

ف: تطفل سابع علیہا

ف: فائدہ: [illegible]

ف: مسئلہ [illegible]

شکل چہارم کی صورت احتمال منی و ودی سے بھی اوسے کچھ علاقہ نہیں کہ نیند سے پہلے شہوت و انتشار تو دلیل مذی ہوتے جب معلوم ہو کہ یہ تری مذی نہیں تو اوسکا ہونا نہ ہونا یکساں ہوا اور بوجہ احتمال منی مطلقاً غسل واجب ہا و لقد احسن العلامۃ ط اذ قال یجب الغسل عندھما لا عند ابی یوسف فیما اذا شك انه منی او مذی ولم یکن ذکرہ منتشرا او منی او ودی ولم یتذکر الاحتلام فیھما اھ ففصل ھذہ عن الثنیا وخصه بالاولی اما ما فی البحر من بیانه اولا صورتی الخلاف بین الثانی والطرفین مطلقا ثم قوله بعد ذکر صورۃ الثنیا ھذہ تقیید الخلاف المتقدم بین ابی یوسف وصاحبیه بما اذا لم یکن ذکرہ منتشرا اھ فرأیتنی کتبت علی ھامشه [۳۴۲] اقول ای الصورۃ الواحدۃ من صورتی الخلاف وھی ما اذا شك فی المنی والمذی اما اذا شك فی المنی والودی فلا دخل فیه للانتشار قبل النوم اھ فاعرف ولا تزل اب رہی شکل چہارم کی وہ صورت جسمین منی و مذی مشکوک ہو اور شکل پنجم جسمین مذی کا علم ہو عامہ کتب مین اوسے صورت اولی یعنی حالت شک سے متعلق فرمایا ہے کما مر عن الخانیۃ وغیرھا [۳۴۳] اقول مگر اوس سے متعلق کرنا ہی صورت ثانیہ یعنی علم مذی سے بدرجہ اولے تعلق بتاتا ہے کہ احتلام یاد نہ ہونے کی حالت مین جبکہ سوتے وقت شہوت ہونے سے صرف احتمال مذی پر مذی ٹھہرایا اور احتمال منی کا لحاظ نہ فرمایا تو جہاں مذی کا علم ہے بروجہ اولی مذی ہی قرار پائیگی اور غسل واجب نہ ہوگا کتب مین حالت اولے کے ساتھ اوسکی تخصیص فریق اول کے طور پر تو ظاہر کہ اونکے نزدیک علم مذی کی صورت مین خود ہی غسل نہ تھا کسی استثنا کی کیا حاجت اور فریق دوم[ف۱] صورت خاپر تنصیص فرمائی کہ بحال احتمال منی بھی صرف احتمال مذی سے مذی ٹھہرنا معلوم ہوجائے دوسری صورت کا حکم اوس سے خود روشن ہوجائیگا لاجرم حلیہ مین فرمایا یکون الغسل اذا وجد بالبلۃ التی ھی مذی بطریق الشك او فی غالب الرأی او الیقین بشرط کونه غیر ذاکر للاحتلام ولا منتشر الذکر قبیل النوم اھ تنبیہ خامس عشر عامہ کتب مثل فتاوی امام قاضی خان و ذخیرہ و محیط برہانی و تبیین الحقائق و فتح القدیر و جوہرہ نیرہ و خزانۃ المفتین و مجتبی و غیاثیہ و بحر الرائق و جامع الرموز و شرح نقایہ برجندی و علمگیریہ و رحمانیہ و نور الایضاح و مراقی الفلاح وغیرہا مین یہ استثنا یونہین مذکور ہے مگر منیہ مین اس استثنا مین ایک استثنا بتایا اور سوا محیط و ذخیرہ اور درمختار و مجمع الانہر مین جواہر کی طرف نسبت فرمایا وہ یہ کہ اس استثنا کا حکم صرف اوس صورت سے خاص ہے کہ آدمی کھڑا یا بیٹھا سویا ہوا اور اگر لیٹ کر سویا تو مطلقاً صورت مذکورہ مین غسل واجب ہوگا اگرچہ سونے سے پہلے ذکر قائم اور شہوت حاصل ہو منیہ مین ہے ھذا اذا نام قائما او قاعدا اما اذا نام مضطجعا او تیقن انه منی فعلیه الغسل وھذا مذکور فی المحیط والذخیرۃ قال شمس الائمۃ الحلوانی ھذہ مسألۃ یکثر وقوعھا والناس عنھا غافلون اھ وتبعه مسکین فی شرح الکنز فعزاہ لھما مگر[ف۲] اولا اسکا پتا نہ ذخیرہ مین ہے نہ محیط مین اللہ اعلم صاحب منیہ رحمہ اللہ تعالی کو یہ اشتباہ کیونکر ہوا قال الشامی ذکر فی الحلیۃ انه راجع الذخیرۃ والمحیط البرہانی فلم یر تقیید عدم الغسل بما اذا نام قائما او قاعدا اھ اقول رحم اللہ السید متی راجع العلامۃ الحلبی المحیط البرہانی وھو

ف۱: تطفل ۲۴۲ علی التبیین ثم الکنز لمسکین

ف۲: معروضۃ ۲۴۳ علی العلامۃ الشامی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

قد صرح فی عدۃ مواضع من الحلیۃ انہ لم یقف علیہ وھکذا صرح ھھنا ایضا حیث یقول اسلفت فی شرح خطبۃ الکتاب ان الظاھر ان مراد المصنف بالمحیط المحیط حسب لفظا الذخیرۃ وانی لم اقف علیہ نفسہ وراجعت محیط الامام رضی الدین السرخسی فلم ارلھذہ المسألۃ فیہ ذکرا اما الذخیرۃ فراجعتھا فرأیتہ اشار الیھا بما لفظہ قال القاضی الامام ابو علی النسفی ذکر ھشام فی نوادرہ عن محمد اذا استیقظ فوجد البلل فی احلیلہ ولم یتذکر حلما اذا کان قبل النوم منتشرا لاغسل علیہ وان کان قبل النوم ساکنا کان علیہ الغسل قال و ینبغی ان یحفظ ھذا فان البلوی کثیر فیھا والناس عنھا غافلون انتھی اھ نعم لیس ھو فی المحیط البرھانی ایضا فقد نقل عنہ فی الھندیۃ بعین لفظ الذخیرۃ غیر انہ زاد بعد قولہ لاغسل علیہ الا ان تیقن انہ منی وقال قال شمس الائمۃ الحلوانی ھذہ المسألۃ یکثر وقوعھا والناس عنھا غافلون فیجب ان تحفظ اھ وھکذا نقل عن المحیط فی شرح النقایۃ للبرجندی والرحمانیۃ الا انھما ترکا ذکر الامام ابی علی النسفی والبرجندی قول شمس الائمۃ ایضا ومعلوم ف[1] ان المحیط اذا اطلق فی المتداولات کان المراد ھو المحیط البرھانی کما یعرفہ من لہ عنایۃ بخدمۃ الفقہ الحنفی وقال الامام ابن امیر الحاج فی الحلیۃ المحیط البرھانی ھو المراد من الاطلاق لغیر واحد کصاحب الخلاصۃ والنھایۃ لا محیط الامام رضی الدین السرخسی اھ ثم الھندیۃ قد افصحت بمرادھا فانھا اذا اثرت عن البرھانی اطلقت واذا نقلت عن المحیط الرضوی قالت کذا فی محیط السرخسی **ثانیا**

اقول ف[2] بلکہ محیط میں ہے تو اسکا رد اوسمین صریح تر ہے کہ کھڑے بیٹھے چلتے لیٹے ہر طرح سونے کا تری دیکھنے مین ایک ہی حکم ہے

نفوالھندیۃ ف[3] اذا نام الرجل قاعدا او قائما او ماشیا ثم استیقظ ووجد بللا فھذا وما لو نام مضطجعا سواء کذا فی المحیط اھ **ثالثا اقول** ف[4] منتہائے مسئلہ امام محمد ہین رضی اللہ تعالی عنہ اونکے لفظ کریم ذخیرہ ومحیط وتبیین وفتح القدیر وغیرہا سے سُن چکے اونمین اس نئے استثنا کا کہین نشان نہین **رابعا اقول** ف[5] سونے کی طبعی وعادی وضع وہی لیٹ کر سونا ہے اور کھڑے بیٹھے چلتے سونا اتفاقی تو اگر لیٹ کر سونے مین بحال شہوت سابقہ علم یا احتمال مذی سے غسل نہ آتا اور دیگر اوضاع پر آتا اور علما مطلق بیان فرماتے کہ سونے سے پہلے شہوت ہونے مین غسل نہین تو بعید نہ تھا کہ نادر صورتون کا لحاظ نہ فرمایا کہ خود لیٹ کر سونا ہی کہ اصل وضع خواب معروف ومعتاد ومتبادر الی الفہم ہے اس حکم سے مستثنے ہو پھر ائمہ کرام اور خود محرر مذہب رحمہم اللہ تعالی اوسکا استثنا چھوڑ جائین یہ کس درجہ بعید و دور از کار ہے **خامسا اقول** ف[6] امام شمس الائمہ حلوانی کا ارشاد کہ کتب کثیرہ اور خود منیہ مین اس تازہ استثنا کے ساتھ مذکور کہ یہ مسئلہ بکثرت واقع ہوتا ہے اور لوگ اس سے غافل ہین تو اسکا حفظ کر رکھنا واجب ہے صاف بتا رہا ہے کہ اسکا تعلق صرف اوس صورت خواب سے ہرگز نہین جو نادر الوقوع ہے سادساً اس تفرقہ پر کوئی دلیل بھی نہین لما ابداہ فی الغنیۃ اذ قال بعدم الغسل فیما اذا کان منتشرا انما ھو اذا نام قائما او قاعدا لعدم الاستغراق

ف[1]: فائدہ: المحیط اذا اطلق فی الکتب المتداولۃ فالمراد بہ المحیط البرھانی لا محیط السرخسی الرضوی

ف[2]: تطفل ۲۳۵ علی الحلبۃ ومسکین

ف[3]: مسئلہ: حالت تری دیکھنے کی چاروں حالتوں میں برابر ہے

ف[4]: تطفل ثالث علیہما وعلی الدر ومجمع الانہر

ف[5]: تطفل رابع علیہم

ف[6]: تطفل خامس علیہم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فی النوم عادة فلم یعارض سببیة الانتشار سبب اٰخر فحصل علم انه هو السبب وانما یتسبب عنه المذی لا المنی والاضطجاع سبب الاسترخاء والاستغراق فی النوم الذی هو سبب الاحتلام فعارض الانتشار فی السببیة فحکم بسببیته للاحتلام وان البلل منی رقیق احتیاطا اھ وتبعه السید ان ط وش ف۱ اقول لا یتضح الوجه فان النوم کیفما کان لیس سببا قویا للاحتلام کما بیناه وانما ینتهض موجبا اذا اعتضد بسبب وسیط او قریب والاضطجاع لا یسلب انعقاد سبب المذی قبل النوم بل لو کان خروجه ما هیأه هو الخروج لتمام الاسترخاء فلم یثبت ان النوم احدث تلك البلة التی لا تنبعث الا عن شهوة فلم یبق الا مجرد المنام وهو ولو مضطجعا لیس سببا قویا للاحتلام هذا علی طریقتنا واما علی طریقة الحلیة فلان الانتشار قد استولی علی المسبب بالسبق فلا وجه لقطع النسبة عنه الا بتذکر حلم او علم منی ولم یعهد الشرع ههنا فارقا بین نوم ونوم حتی یسقط الترجیح بالسبق لبعض الاوضاع دون بعض لاجرم امام محقق ابن امیر الحاج نے حلیہ میں اس تفرقہ سے صاف انکار فرمایا حیث قال التفرقة غیر ظاهر الوجه فلا جرم ان قال فی الخانیة اذا نام الرجل قائما او قاعدا او ماشیا فوجد مذیا کان علیه الغسل فی قول ابی حنیفة ومحمد رحمهما الله تعالٰی بمنزلة ما لو نام مضطجعا اھ فاطلق فی الکل فان تم تقیید وجوب الغسل بالانتشار لاحدی الاحوال المذکورة فکذا فی باقیها والا فالکل علی الاطلاق اذ لا یظهر بینها فی ذلك افتراق اھ ورجح العلامتان ط وش فاٰثرا انکار الحلیة هذا فی حواشی المراقی والدر واقراه ف۲ اقول غیر ان فی نقل ط وقع ههنا اخلال یوهم من لم یطالع الحلیة انه کما انکر التفرقة انکر نفس الثنیا وحکم بوجوب الغسل علی الاطلاق حیث قال تعقب قول الشرنبلالی اذا لم یکن ذکره منتشرا قبل النوم ما نصه لم یفصل بین النوم مضطجعا وغیره کغیره وقال ابن امیر حاج التفرقة غیر ظاهرة الوجه فالکل علی الاطلاق اذ لا یظهر بینهما افتراق اھ فان المراد بالکل اوضاع النوم المذکورة وبالاطلاق فی کلام الحلیة وجوب الغسل سواء کان منتشرا قبله اولا و هو لم یجزم بهذا الاطلاق بل بناه علی ان لا یتم تقیید المسألة بما مر والا فالکل علی التقیید کما لا یخفی وما قدم من الایراد لم یجزم به ایضا انما قال لو قال قائل کذا لاحتاج الی الجواب اھ فلیتنبه لذلك وبالله التوفیق ثم ان المحقق الحلبی فی الغنیة بعد ذکر مسألة الثنیا قال وهی تؤید قولهما فی وجوب الغسل اذا تیقن انه مذی ولم یتذکر الاحتلام اھ ف۳ اقول انما هی عن محمد وانما تبتنی علی قولهما فکیف یؤید الشیء بنفسه هذا

وقد خرجت العجالة فی صورة رسالة فلنسمها **الاحکام والعلل فی اشکال الاحتلام والبلل** حامدین لله علی ما علم ومصلین علی هذا الحبیب الاکرم صلی الله تعالٰی علیه وعلٰی اٰله وصحبه وبارك وسلم

والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم

ف۱: تطفل ۳۲۹ علی الغنیة وط وش

ف۲: معروضة ۳۳۰ علی العلامتین ط وش

ف۳: تطفل ۳۳۱ علی الغنیة

https://www.facebook.com/darahlesunnat

رسالہ ضمنی بارق النور فی مقادیر ماء الطہور ۱۳۲۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم | مسئلہ ۱۷ ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ | نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وضو و غسل میں پانی کی کیا مقدار شرعاً معین ہے بینوا توجروا

الجواب

ہم[ف] قبل بیان احادیث صاع و مُد و رطل کی مقادیر بیان کریں کہ فہم معنے آسان ہو صاع ایک پیمانہ ہے چار مُد کا اور مُد کہ اُسی کو مَن بھی کہتے ہیں ہمارے نزدیک دو۲ رطل ہے اور ایک رطل شرعی یہاں کے روپے سے چھتیس۳۶ روپے بھر کہ رطل بیس۲۰ اِستار ہے اور اِستار ساڑھے چار مثقال اور مثقال ساڑھے چار ماشے اور یہ انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے یعنی ڈھائی مثقال تو رطل شرعی کہ نوّے۹۰ مثقال ہوا ڈھائی پر تقسیم کیے سے چھتیس۳۶ آئے تو صاع کہ ہمارے نزدیک آٹھ رطل ہے ایک سو اٹھاسی۱۸۸ روپے بھر ہوا یعنی رامپور کے سیر سے کہ چھیانوے۹۶ روپے بھر کا ہے پورا تین سیر اور مُد تین پاؤ۔ اور امام ابو یوسف و ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک صاع پانچ رطل اور ایک ثلث رطل کا ہے اور اس پر اجماع ہے کہ چار مُد کا ایک صاع ہے تو اُن کے نزدیک مُد ایک رطل اور ایک ثلث رطل ہوا یعنی رامپوری سیر سے آدھ سیر اور صاع دو سیر۔ اس بحث کی زیادہ تحقیق فتاوائے فقیر سے کتاب الصوم وغیرہ میں ہے اب حدیثیں سُنیے صحیحین میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغتسل بالصاع الی خمسۃ امداد ویتوضأ بالمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک صاع سے پانچ مُد پانی تک سے نہاتے اور ایک مُد پانی سے وضو فرماتے صحیح مسلم و مسند احمد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ و شرح معانی الآثار امام طحاوی میں حضرت سفینہ اور مسند احمد و سنن ابی داؤد و ابن ماجہ و طحاوی میں بسند صحیح حضرت جابر بن عبداللہ نیز انھیں کتب میں بطرق کثیرہ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ بالمد ویغتسل بالصاع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک مُد سے وضو اور ایک صاع سے غسل فرماتے اکثر احادیث اسی طرف ہیں اور انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث امام طحاوی کے یہاں یوں ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ من مد فیسبغ الوضوء وعسی ان یفضل منہ الحدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک مُد سے تمام و کمال وضو وسعت و فراغت کے ساتھ فرما لیتے اور قریب تھا کہ کچھ پانی بچ بھی رہتا اور ابو یعلٰی و طبرانی و بیہقی نے ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند ضعیف روایت کیا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ بنصف مد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نصف مُد سے وضو فرمایا سنن ابی داؤد و نسائی میں ام عمارہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ فاتی باناء فیہ ماء قدر ثلثی المد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وضو فرمانا چاہا تو ایک برتن حاضر لایا گیا جس میں دو تہائی مُد کے قدر پانی تھا نسائی کے لفظ یہ ہیں فاتی بماء فی اناء قدر ثلثی المد ایک برتن میں کہ دو ثلث مُد کے قدر تھا پانی حاضر کیا گیا ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم کی صحاح میں عبداللہ بن زید رضی اللہ

ف: مسئلہ مثقال و استار و رطل و مد و صاع کا بیان

تعالٰی عنہ سے ہے۔ رأی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ بثلث مد اونھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک تہائی مُد سے وضو فرمایا۔ **اقول** احادیث سے ثابت ہے کہ وضو میں عادت کریمہ تثلیث تھی یعنی ہر عضو تین بار دُھونا اور کبھی دو دو بار بھی اعضا دھوئے رواہ البخاری عن عبد اللہ بن زید والبوداود والترمذی وصححہ وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ مرتین مرتین اور کبھی ایک ہی ایکبار دھونے پر قناعت فرمائی رواہ البخاری والدارمی وابوداود والنسائی والطحاوی وابن خزیمۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال توضأ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرۃ مرۃ وبمثلہ رواہ الطحاوی عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وروی ایضا عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ مرۃ مرۃ وعن ابی رافع رضی اللہ تعالٰی عنہ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ ثلثا ثلثا ورایتہ غسل مرۃ مرۃ غالبا جب ایک ایک بار اعضا کریمہ دھوئے تہائی مُد پانی خرچ ہوا اور دو دو بار میں دو تہائی اور تین تین بار دھونے میں پورا مُد خرچ ہوتا تھا فاذن قلت لیس فی حدیث ام عمارۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ بثلثی مد انما فیہ اتی بماء فی اناء قدر ثلثی مد **قلت**[۲۶۴] لیس غرضنا منہ الا بیان قدر ما توضأ بہ والا کان ذکر قدر الماء او الاناء فضلا لاطائل تحتہ علی انھا لم تذکر طلبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زیادۃ فافاد فحواہ انہ اجتزأ بہ ولعل ھذا ھو الباعث للعلامۃ الزرقانی اذ یقول فی شرح المواھب لابی داود عن ام عمارۃ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ بثلثی مد اھ والا فلفظ ابی داود ما قد سقتہ لک بالجملہ وضو میں کم سے کم تہائی مُد اور زیادہ سے زیادہ ایک مُد کی حدیثیں آئی ہیں اور حدیث ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالٰی عنہا وضأت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی اناء نحو من ھذا الاناء وھی تشیر الی رکوۃ تاخذ مدا ومدا وثلثا رواہ سعید بن منصور فی سننہ وفی لفظ لبعضھم یکون مدا ومدا وربعا واصل الحدیث عنھا فی السنن الاربعۃ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اوس برتن سے وضو فرمایا جسمیں ایک مُد یا سوا مُد اور دوسری روایت میں ہے ایک ثلث یا تہائی مُد پانی تھا تو یہ مشکوک ہے اور شک سے زیادت ثابت نہیں ہوتی ہاں صحیحین وسنن ابی داود ونسائی وطحاوی میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ایک حدیث یوں ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ بمکوک ویغتسل بخمسۃ مکاکی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک مکوک سے وضو اور پانچ سے غسل فرماتے مکوک[۲]ف تین کیلہ ہے اور کیلہ نصف صاع تو مکوک ڈیڑھ صاع ہوا کما فی الصحاح والقاموس وغیرھما فی اقاویل اخر اور ایک صاع کو بھی کہتے ہیں بعض علما نے حدیث میں یہی مراد لی تو وضو کے لیے چار مُد ہو جائینگے مگر راجح یہ ہے کہ یہاں مکوک سے مُد مراد ہے جیسا کہ خود اونھیں کی دیگر روایات میں تصریح ہے والروایات تفسر بعضھا بعضا امام طحاوی نے فرمایا احتمل ان یکون اراد بالمکوک المد لانھم کانوا یسمون المد مکوکا نہایہ ابن اثیر جزری میں ہے اراد بالمکوک المد وقیل الصاع والاول اشبہ لانہ جاء فی حدیث اخر مفسرا بالمد والمکوک اسم للمکیال ویختلف مقدارہ باختلاف اصطلاح الناس علیہ فی البلاد رہا غسل تو سین کمی کی جانب یہ حدیث ہے کہ صحیح مسلم میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے انھا کانت تغتسل ھی والنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی اناء واحد

---

[۱] ھکذا عزاہ العلامۃ الزرقانی فی شرح المواھب وقد احتاطوا فنصوا علی الضبط فقالوا ثلث بالافراد اھ ونقل البعض عن ابن خزیمۃ وجدت بخط ثلثی مد بالتثنیۃ وان الحافظ ابن حجر قال فی الثلث الجیدۃ کذا قال واللہ تعالٰی اعلم اھ منہ

[۲] فائدہ: مکوک اور کیلہ کا بیان

سیم ایک حدیث ... ثبوت میں ... ہی آیا ہے کہ ... ۱۲ منہ

النور

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک برتن میں کہ تین مُد یا اسکے قریب کی گنجائش رکھتا نہا لیتے اسکے ایک معنی یہ ہوتے ہیں کہ دونوں کا غسل اوسی تین مُد پانی سے ہوجاتا تو ایک غسل کو ڈیڑھ ہی مُد رہا مگر علماء نے اسے بعید جانکر تین توجیہیں فرمائیں اول یہ کہ یہ ہر ایک کے جداگانہ غسل کا بیان ہے کہ حضور اوسی ایک برتن سے جو تین مُد کی قدر تھا غسل فرمالیتے اور اسیطرح میں بھی ذکرہ الامام القاضی عیاض فانقلت فعلی ھذا یضیع قولھا فی اناء واحد فانما قصدھا بہ افادۃ اجتماعھا معہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الغسل من اناء واحد کما افصحت بہ فی الروایۃ الاخری کنت اغتسل انا ورسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اناء واحد تختلف ایدینا فیہ من الجنابۃ رواہ الشیخان وفی اخری لمسلم من اناء بینی وبینہ واحد فیبادرنی حتی اقول دع لی وللنسائی من اناء واحد یبادرنی وابادرہ حتی یقول دعی لی وانا اقول دع لی قلت ۳۴۲ لایلزم ان لاترید بھذا اللفظ کلما تکلمت بہ الا ھذہ الافادۃ فقد ترید ھھنا ان ذلک الاناء الواحد کان یکفیہ اذا اغتسل ولا یطلب زیادۃ ماء وکذلک انا اذا اغتسلت دوم یہ کہ مُد سے صاع مراد ہے قالہ ایضا صرفالہ الی وفاق حدیث الفرق الاٰتی فانہ ثلثۃ اصوع واقرہ النووی اقول ۳۴۳ یہ اسکا محتاج ہے کہ مُد بمعنی صاع زبان عرب میں آیا ہو اور اسمیں سخت تامل ہے صحاح و صراح و مختار و قاموس و تاج العروس لغات عرب مجمع البحار و نہایہ و مختصر السیوطی لغات حدیث و طلبۃ الطلبہ و مصباح المنیر لغات فقہ میں فقیر نے اسکا پتہ نہ پایا اور بالفرض کہیں شاذ و نادر ورود ہو بھی تو اوسپر حمل تجوز بے قرینہ سے کچھ بہتر نہیں اما جعل امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز المد بثلثۃ امداد فحادث لایحمل علیہ کلام ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنھا سوم یہ کہ حدیث میں زیادہ کا انکار نہیں حضور و ام المؤمنین صرف تین مُد سے نہائے ہوں اور جب پانی ہوچکا اور زیادہ فرمالیا ہو ابداہ الامام النووی حیث قال یجوز ان یکون وقع ھذا فی بعض الاحوال وزاداہ لما فرغ اقول ۳۴۴ یہ بھی بعید ہے کہ اس تقدیر پر ذکر مقدار عبث و بیکار ہوا جاتا ہے تو قریب تر وہی توجیہ اول ہے وانا اقول ۳۴۵ لو حمل علی الاشتراک لم یمتنع فقد قدمنا روایۃ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ بنصف مُد وروی عن الامام محمد رحمہ اللہ تعالٰی انہ قال ان المغتسل لایمکن ان یعم جسدہ باقل من مد ذکرہ العینی فی العمدۃ فافاد امکان تعمیم الجسد بمد فکان المجموع مدا ونصفا واللہ تعالٰی اعلم اور جانب زیادت میں اوس قول کی تضعیف تو اوپر گزری کہ مکوک سے صاع مراد ہے جس سے غسل کے لیے پانچ صاع ہوجائیں ہاں موطائے مالک و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یغتسل من اناء واحد ھو الفرق من الجنابۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک فَرَق سے غسل فرماتے فَرَق میں اختلاف ہے اکثر تین صاع کہتے ہیں اور بعض دو صاع ففی الحدیث عند مسلم قال سفیٰن والفرق ثلثۃ اصع وکذلک ھو نص

ف۱: مسئلہ جائز ہے کہ زن و شوہر دونوں ایک برتن سے ایک ساتھ نہائیں اگرچہ باہم ستر نہ ہوا ہو۔

ف۲: تطفل ۳۴۲ علی الامام القاضی عیاض

ف۳: تطفل ۳۴۳ علی الامام النووی والامام النووی

ف۴: مسئلہ ضرورت غسل بات بھی کہ صاع میں مثلاً ایک پیمانہ کے تو دو درہم اسکے بیچ کے پانی بہہ دو

ف۵: تفسیر لفظ فرق و مقدارہ

الامام الطحاوی وقال النووی کذا قاله الجماهیر اھ قال العینی وقیل صاعان اھ وقال الامام نجم الدین النسفی فی طلبة الطلبة هو اناء یاخذ ستة عشر رطلا اھ وهکذا فی نهایة ابن الاثیر وصحاح الجوهری وکذا نقله فی الطلبة عن القتبی ونقل عن شرح الغریبین انه اثنا عشر مدا اھ وقال ابوداود سمعت احمد بن حنبل یقول الفرق ستة عشر رطلا ونقل الحافظ فی الفتح عن ابی عبد الله الاتفاق علیه وعلی انه ثلثة اصع قال لعله یرید اتفاق اهل اللغة اھ اقول ویتراأی لی ان لاخلف فان ستة عشر رطلا صاعان بالعراق وثلثة اصوع بالحجاز امام نووی اس حدیث سے یہ جواب دیتے ہیں کہ پورے فَرَق سے تنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا غسل فرمانا مراد نہیں کہ یہی حدیث صحیح بخاری میں یوں ہے کنت اغتسل انا والنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اناء واحد من قدح یقال له الفرق میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک برتن سے نہاتے وہ ایک قدح تھا جسے فَرَق کہتے۔ اقول یہ لفظ اجتماع میں نص نہیں کما قدمنا فلا ینبغی الجزم بان الانفراد غیر مراد بل لقائل ان یقول مخرج الحدیث الزهری عن عروة عن عائشة رضی الله تعالٰی عنها فروی عن الزهری مالك ومن طریقه مسلم وابوداود باللفظ الاول وابن ابی ذئب عند البخاری والطحاوی باللفظ الثانی تابعه معمر وابن جریج عند النسائی وجعفر بن برقان عند الطحاوی وروی عنه اللیث عند النسائی وسفین بن عیینة عنده وعند مسلم بلفظ کان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم یغتسل فی القدح وهو الفرق وکنت اغتسل انا وهو فی الاناء الواحد ولفظ سفین من اناء واحد فیشبه ان تکون ام المؤمنین رضی الله تعالٰی عنها انت بحدیثین اغتساله صلی الله تعالٰی علیه وسلم من الفرق واغتسالهما من اناء واحد فاقتصر منهما مالك علی الحدیث الاول وجمع بینهما ابن ابی ذئب ومتابعوه واتی بهما سفین واللیث مفصلین والله تعالٰی اعلم۔ امام طحاوی فرماتے ہیں حدیث میں صرف برتن کا ذکر ہے کہ اس ظرف سے نہاتے بھرا ہونا مذکور نہیں۔

اقول صرف برتن کا ذکر قلیل الجدوی ہے اس سے ظاہر مفاد وہی مقدار آب کا ارشاد ہے خصوصًا حدیث لیث وسفین میں لفظ فی سے تعبیر کہ ایک قدح میں غسل فرماتے اذمن المعلوم ان لیس المراد الظرفیة اور حدیث مالک میں لفظ واحد کی زیادت اذ من المعلوم ان لیس المراد نفی الغسل من غیرہ قط بہرحال اسقدر ضرور ہے کہ حدیث اس معنے میں نص صریح نہیں زیادت کا صریح نص اوسیقدر ہے جو حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ میں گزرا کہ پانچ مُد سے غسل فرماتے اور پھر بھی اکثر و اشہر وہی وضو میں ایک مُد اور غسل میں ایک صاع ہے اور احادیث کے ارشادات قولیہ تو خاص اسی طرف ہیں امام احمد و ابوبکر بن ابی شیبہ و عبد بن حمید و اثرم و حاکم و بیہقی جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں یجزئ من الغسل الصاع ومن الوضوء المد غسل میں ایک صاع اور وضو میں ایک مُد کفایت کرتا ہے ابن ماجہ سنن میں حضرت

فـ۱: تطفل ثالث علی الامام النووی

فـ۲: تطفل ما علی الامام السید الاجل الطحاوی

له رحمہم اللہ ... الشوکانی ان الحدیث اخرجه ایضا ابوداود وابن ماجة اقول کذب ... علی ابی داود وخطاؤه علی ابن ماجة فان الحدیث ... اصلا ...

کان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم یغتسل بالصاع ویتوضأ بالمد ابن جریر عن جابر بن عبد الله بل عن عبد الله بن محمد بن عقیل بن ابی طالب رضی الله تعالٰی عنهم اجمعین

عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں یجزی من الوضوء مد ومن
الغسل صاع وضو میں ایک مُد غسل میں ایک صاع کافی ہے طبرانی معجم اوسط میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں فذکر مثل حدیث عقیل غیر انہ قال فی مکان من فی الموضعین امام
احمد انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں یکفی احدکم مد من الوضوء تم میں ایک
شخص کے وضو کو ایک مُد بہت ہے ابو نعیم معرفۃ الصحابہ میں ام سعد بنت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الوضوء مد والغسل صاع وضو ایک مُد اور غسل ایک صاع ہے **اقول** آب
یہاں چند امر تنقیح طلب ہیں امر اول صاع اور مُد باعتبار وزن مراد ہیں یعنی دو اور آٹھ رطل وزن کا پانی ہو کہ رامپور کے سیر سے وضو
میں تین پاؤ اور غسل میں تین سیر پانی ہوا اور امام ابو یوسف و ائمہ ثلثہ کے طور پر وضو میں آدھ سیر اور غسل میں دو سیر اور جانب کمی وضو
میں پونے تین چھٹانک سے بھی کم اور غسل میں ڈیڑھ ہی سیر یا باعتبار کیل و پیمانہ یعنی اتنا پانی کہ ناج کے پیمانہ مُد یا صاع کو بھر دے
ظاہر ہے کہ پانی ناج سے بھاری ہے تو پیمانہ بھر پانی اوس پیمانے کے رطلوں سے وزن میں زائد ہوگا کلمات ائمہ میں معنی دوم کی تصریح
ہے اور اسی طرف بعض روایات احادیث ناظر امام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں باب الغسل بالصاع ای
بالماء قدر ملء الصاع امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں المراد من الروایتین ان الاغتسال
وقع بملء الصاع من الماء امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں ای بالماء الذی هو قدر ملء الصاع نیز عمدۃ القاری
میں حدیث طحاوی مجاہد سے باین الفاظ ذکر کی قال دخلنا علی عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فاستسقی بعضنا فاتی بعس قالت عائشۃ کان
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغتسل بملء ھذا قال مجاھد فحزرتہ فیما احزر ثمانیۃ ارطال تسعۃ ارطال عشرۃ ارطال قال واخرجہ النسائی فقال
حزرتہ ثمانیۃ ارطال اھ من ونظائرہ **اقول** ف۲ ظاہر ہے کہ پیمانے ناج کے لیے ہوتے ہیں پانی کیل نہیں کرا جاسکتا ہے کوئی مُد و صاع جدا موضوع
ہوں بل نص علماؤنا انہ قیمی فاذن لاھو مکیل ولا موزون تو اندازہ نہ بتایا گیا مگر انہیں مُد و صاع سے جو ناج کے لیے تھے
اور کسی برتن سے پانی کا اندازہ بتایا جائے تو اوس سے یہی مفہوم ہوگا کہ اس بھر پانی نہ یہ کہ اس برتن میں جتنا ناج آئے اوسکے
وزن کے برابر پانی وھذا ظاہر جدا فاندفع ما وقع للعلامۃ علی القاری فی المرقاۃ شرح المشکوۃ حیث قال تحت حدیث
انس کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ بالمد ویغتسل بالصاع المراد بالمد والصاع وزنا لا کیلا ۱ھ فھذا
قیلہ من قبلہ لم یستند فیہ لدلیل ولا قیل لاحد قبلہ واسمعناک نصوص العلماء والحجۃ الزھراء فان قلت الیس
قد قال انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ برطلین ویغتسل بالصاع
رواہ الامام الطحاوی والرطل من الوزن **قلت** المراد بالرطلین ھو المد بدلیل حدیثہ المذکور سابقا والاحادیث

ف۱: تطفل علی العلامۃ علی القاری
ف۲: تطفل آخر علیہ

یفسر بعضہا بعضا بل قد اخرج الامام الطحاوی عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ بالمد وھو رطلان فاتضح المراد وبھذا استدل ائمتنا علی ان الصاع ثمانیۃ ارطال ولذا قال الامام الطحاوی بعد اخراجہ الحدیث الذی تمسکت بہ فی السؤال فھذا انس قد اخبران مد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رطلان والصاع اربعۃ امداد فاذا ثبت ان المد رطلان ثبت ان الصاع ثمانیۃ ارطال اھ فقد جعل معنی قولہ توضأ برطلین توضأ بالمد وھو رطلان کما افصح بہ فی الروایۃ الاخری علی ان الرطل کیال ایضا کما نص علیہ فی المصباح المنیر واللہ تعالٰی اعلم **امر دوم** غسل میں کہ ایک صاع پانی ہے اوس سے مراد مع اوس وضو کے ہے جو غسل میں کیا جاتا ہے یا وضو سے جدا امام اجل طحاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے معنی دوم پر تنصیص فرمائی اور وہ جو اکثر احادیث میں ایک صاع اور حدیث انس میں پانچ مُد ہے اوس میں یہ تطبیق دی کہ ایک مُد وضو کا اور ایک صاع بقیہ غسل کا یوں غسل میں پانچ مُد ہوئے حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ یغتسل بخمس مکاکی روایت کرکے فرماتے ہیں یکون الذی کان یتوضأ بہ مدا ویکون الذی یغتسل بہ خمسۃ مکاکی یغتسل بار بعۃ منھا وھی اربعۃ امداد وھی صاع ویتوضأ بالاخر وھو مد فجمع فی ھذا الحدیث ما کان یتوضأ بہ للجنابۃ وما کان یغتسل بہ لھا وافرد فی حدیث عتبۃ (یعنی الذی فیہ الوضوء بمد والغسل بصاع) ما کان یغتسل بہ لھا خاصۃ دون ما کان یتوضأ بہ اھ **اقول** لکن حدیث یغتسل بالصاع الی خمسۃ امداد لیس فی التوزیع بل فی التنویع کما لا یخفی ای ان الغسل نفسہ کان تارۃ باربعۃ وتارۃ بخمسۃ سواء ارید بہ اسالۃ الماء علی سائر البدن وحدھا او مع الوضوء **امر سوم** یہ صاع کس ناج کا تھا ظاہر ہے کہ ناج ہلکے بھاری ہیں جس پیمانے میں تین سیر جو آئیں گے گیہوں تین سیر سے زیادہ آئیں گے اور ماش اور بھی زائد ابو شجاع ثلجی نے صدقہ فطر میں ماش یا مسور کا پیمانہ لیا کہ انکے دانے یکساں ہوتے ہیں تو انکا کیل و وزن برابر رہیگا بخلاف گندم یا جَو کہ اون میں بعض کے دانے ہلکے بعض کے بھاری ہوتے ہیں تو دو قسم کے گیہوں اگرچہ ایک ہی پیمانے سے لیں وزن میں مختلف ہو سکتے ہیں اور اسی طرح جو۔ درمختار نے اسی پر اقتصار کیا اور امام صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں فرمایا کہ احوط کھرے گیہوں کا صاع ہے اور علامہ شامی نے ردالمحتار میں جَو کا صاع احوط بتایا اور حاشیہ زیلعی للسید محمد امین میر غنی سے نقل کیا ان الذی علیہ مشایخنا بالحرم الشریف المکی ومن قبلھم من مشایخھم وبہ کانوا یفتون تقدیرہ بثمانیۃ ارطال من الشعیر یعنی حرم مکہ معظمہ میں ہمارے مشایخ اور اون سے پہلے اونکے مشایخ اسپر ہیں کہ آٹھ رطل جَو سے صاع کا اندازہ کیا جائے اور یہ اکابر اسی پر فتوے دیتے تھے **اقول** ظاہر ہے کہ صاع اوس ناج کا تھا جو اوس زمان برکت نشان میں عام طعام تھا اور معلوم ہے کہ وہاں عام طعام جَو ہی تھا گیہوں کی کثرت زمانۂ امیر معویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہوئی حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے لما کثر الطعام فی زمن معویۃ جعلوہ مدین من حنطۃ شرح صحیح مسلم امام نووی میں ہے الطعام فی عرف اھل الحجاز اسم للحنطۃ خاصۃ صحیح ابن خزیمہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے قال لم تکن الصدقۃ علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

مسئلہ: زیادہ احتیاط یہ ہے کہ صدقہ فطر و فدیہ روزہ و نماز و کفارہ قسم وغیرہ میں نیم صاع گیہوں ...

الا التمر و الزبيب و الشعير و لم تكن الحنطة صحیح بخاری شریف میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کان طعامنا یومئذ الشعیر لہٰذا اور اس سے قطع نظر بھی ہو تو شک نہیں کہ مدوصاع کا اطلاق مدوصاع شعیر کو بھی شامل تو اوس پر عمل ضرور اتباع حدیث کی حد میں داخل۔ فقیر نے ۲۰ ماہ مبارک رمضان ۱۳۲۰ھ کو نیم صاع شعیری کا تجربہ کیا جو ٹھیک چار رطل جَو کا پیمانہ تھا اوس میں گیہوں برابر ہموار سطح بھر کر تولے تو تین رطل کم پانچ رطل آئے یعنی ایکسو چوالیس روپے بھر جَو کی جگہ ایکسو پچھتر روپے آٹھ آنے بھر گیہوں کہ بریلی کے سیر سے اٹھنی بھر اوپر پونے دو سیر ہوئے یہ محفوظ رکھنا چاہیے کہ صدقہ فطر و کفارات و فدیہ صوم و صلاۃ میں اسی اندازہ سے گیہوں ادا کرنا احوط و انفع للفقراء ہے اگرچہ اصل مذہب پر بریلی کی تول سے چھ روپے بھر کم ڈیڑھ سیر گیہوں ہیں پھر اوسی پیمانے میں پانی بھر کر وزن کیا تو دو سو چودہ روپے بھر ایک دوانی کم آیا کہ کچھ کم چھ رطل ہوا تو تنہا وضو کا پانی رامپوری سیر سے تقریبًا آدھ پاؤ سیر ہوا اور باقی غسل کا قریب ساڑھے چار سیر کے اور مجموع غسل کا چھٹانک اوپر ساڑھے پانسیر سے کچھ زیادہ۔ یہ بحمد اللہ تعالٰی قریب قیاس ہے بخلاف اسکے اگر تنقیحات مذکورہ نہ مانی جائیں تو مجموع غسل کا پانی صرف تین سیر رہتا ہے اور امام ابویوسف کے طور پر دو ہی سیر اوسی میں وضو او سمیں غسل اور ہر عضو پر تین تین بار پانی کا بہنا یہ سخت دشوار بلکہ بہت دور از کار ہے **فائدہ** اون پانیوں کے بیان میں جو اس حساب سے جدا ہیں (۱) آب استنجا۔ ہمارے علما نے وضو کی تقسیم یوں فرمائی ہے کہ آدمی موزوں پر مسح کرے اور استنجے کی حاجت نہ ہو تو نیم مد پانی کافی ہے اور موزے اور استنجا دونوں ہوں یا دونوں نہ ہوں تو ایک مد اور موزے نہ ہوں اور استنجا کرنا ہو تو ڈیڑھ مد حلیہ میں ہے روی الحسن عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی الوضوء ان کان متخففا ولا یستنجی کفاہ رطل لغسل الوجہ والیدین ومسح الراس والخفین وان کان یستنجی کفاہ رطلان رطل للاستنجاء ورطل للباقی وان لم یکن متخففا ویستنجی کفاہ ثلثۃ ارطال رطل للاستنجاء ورطل للقدمین ورطل للباقی (۲) ظاہر ہے کہ اگر بدن پر کوئی نجاست حقیقیہ ہو جیسے حاجت غسل میں ران وغیرہ پر منی تو اوسکی تطہیر کا پانی اس حساب میں نہیں اور یہیں سے ظاہر کہ بعد جماع اگر کپڑا نہ ملے تو پانی کہ آب استنجے کو درکار ہوگا معمول سے بہت زائد ہوگا (۳) پیش از استنجا تین بار دونوں ہاتھ کلائیوں تک دھونا مطلقًا سنت ہے اگرچہ سوتے سے نہ جاگا ہو یہ اوس سنت سے جدا ہے کہ وضو کی ابتدا میں تین بار ہاتھ دھوئے جاتے ہیں سنت یوں ہے کہ تین بار ہاتھ دھو کر استنجا کرے پھر آغاز وضو میں بار دیگر تین بار دھوئے پھر مونھ دھونے کے بعد جو ہاتھ کہنیوں تک دھوئیگا اوسمیں بھی اخیر دست سے کہنیوں کے اوپر تک دھوئے تو دونوں کفدست تین مرتبہ دھوئے جائیں گے ہر مرتبہ تین تین بار۔ اخیر کے دونوں داخل حساب وضو ہیں اور اول خارج ہاں اگر استنجا کرنا نہ ہو تو دو ہی مرتبہ تین تین بار دھونا رہیگا درمختار میں ہے (سنتہ البداءۃ بغسل الیدین) الطاہرتین ثلثا قبل الاستنجاء وبعدہ وقیدہ الاستیقاظ اتفاقی (الی الرسغین وھو) سنۃ (ینوب عن الفرض) ویسن غسلھما ایضا مع الذراعین اھ ملتقطا ردالمحتار میں ہے خص المصنف بالمستیقظ تبرکا بلفظ الحدیث والسنۃ تشمل المستیقظ

وغیرہ وعلیہ الاکثرون اھ وفی النھر الاصح الذی علیہ الاکثر انہ سنۃ مطلقا لکنہ عند[ف۱] توھم النجاسۃ سنۃ مؤکدۃ کما اذا نام لاعن استنجاء اوکان علی بدنہ نجاسۃ وغیر مؤکدۃ عند عدم توھمھا کما اذا نام لاعن شیئ من ذلک اولم یکن مستیقظا عن نوم اھ ونحوہ فی البحر اھ اقول[٣٤٩] ووجہہ ان النجاسۃ اذا کانت محققۃ کمن نام غیر مستنج واصابۃ الید فی النوم غیر معلومۃ کانت النجاسۃ متوھمۃ اما اذا لم تکن نفسھا محققۃ فالتنجس بالاصابۃ توھم علی توھم فلا یورث تاکد الاستنان فان قلت الیس ان النوم مظنۃ الانتشار والانتشار مظنۃ الامذاء والنوم کالمتحقق فالنوم مطلقا محل التوھم قلت[٣٥٠] بینا فی رسالتنا الاحکام والعلل ان الانتشار لیس مظنۃ الامذاء بمعنی المفضی الیہ غالبا وقد نص علیہ فی الحلیۃ فان قلت انما علق فی الحدیث الحکم علی مطلق النوم وعللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بقولہ فانہ لایدری این باتت یدہ والنوم لاعن استنجاء ان ارید بہ نفیہ مطلقا فمثلہ بعید عن ذوی النظافۃ فضلا عن الصحابۃ رضی اللہ تعالی عنھم وھم المخاطبون اولا بقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اذا استیقظ احدکم من نومہ وان ارید خصوص الاستنجاء بالماء فالصحیح المعتمد ان الاستنجاء بالحجر طھر اذا لم تجاوز النجاسۃ المخرج اکثر من قدر الدرھم کما بینتہ فیما علقتہ علی رد المحتار فلا یظھر فرق بین الاستنجاء بالماء وترکہ فی ایراث التوھم وعدمہ قلت[٣٥١] الحدیث لافادۃ الاستنان اما تاکدہ عند تحقق النجاسۃ فی البدن فبالفحوی فان قلت ھذا البحر قائلا فی البحر اعلم ان الابتداء بغسل الیدین واجب اذا کانت النجاسۃ محققۃ فیھما وسنۃ عند ابتداء الوضوء وسنۃ مؤکدۃ عند توھم النجاسۃ کما اذا استیقظ من النوم اھ فھذا نص فی کون کل نوم موجب تاکد الاستنان قلت[٣٥٢] نعم ارسل ھھنا لکن تقییدہ بعد اسطر اذ یقول اعلم بما قررناہ ان ما فی شرح المجمع من ان السنۃ فی غسل الیدین للمستیقظ مقیدۃ بان یکون نام غیر مستنج اوکان علی بدنہ نجاسۃ حتی لو لم یکن کذلک لایسن فی حقہ ضعیف اوالمراد نفی السنۃ المؤکدۃ لا اصلھا اھ الحجۃ ان قال فی الحلیۃ ھو مع الاستیقاظ اذا توھم النجاسۃ اٰکد اھ فلم یجعل کل نوم محل توھم اقول[٣٥٣] وھو معنی قول الفتح قیل سنۃ مطلقا للمستیقظ وغیرہ وھو الاولی نعم مع الاستیقاظ وتوھم النجاسۃ السنۃ اٰکد اھ فاراد بالواو الاجتماع لترتب الحکم لا لمجرد التشریک فی ترتیبہ وان کان کلامہ مطلقا فی المستیقظ وغیرہ والتوھم غیر مختص بالمستیقظ علی ان السنن الغیر المؤکدۃ بعضھا اٰکد من بعض فافھم (۴) اقول[٣٥٤]

[ف۳] اگرچہ مسواک ہمارے نزدیک سنت وضو ہے خلافا للامام الشافعی رضی اللہ تعالی عنہ فعندہ سنۃ الصلاۃ کما فی البحر وغیرہ ولہذا جو ایک وضو سے چند نمازیں پڑھے ہر نماز کے لیے مسواک کرنا مطلوب نہیں جب تک منہ میں کسی وجہ سے تغیر نہ آگیا ہو کہ اب اس دفع تغیر کے لیے مستقل سنت ہوگی ہاں وضو بے مسواک کرلیا ہو تو اب پیش از نماز کرلے کما فی الدر وغیرہ مگر اوسکے وقت[ف۴] میں ہمارے

بیان اختلاف ہے بدائع وغیرہ معتمدات میں قبل وضو فرمایا اور مبسوط وغیرہ معتبرات میں وقت مضمضہ یعنی وضو میں کُلّی کرتے وقت حلیہ میں ہے وقت استعمالہ علی ما فی روضۃ الناطفی والبدائع ونقلہ الزاھدی عن کفایۃ البیہقی والوسیلۃ والشفا قبل الوضوء وربما یشہد لہ ما فی صحیح مسلم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ تسوک وتوضأ ثم قام فصلی وفی سنن ابی داود عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لایرقد من لیل ولا نہار فیستیقظ الا تسوک قبل ان یتوضأ وفی المحیط وتحفۃ الفقہاء وزاد الفقہاء والمبسوط انہ عند المضمضۃ تکمیلا للانقاء واخرج الطبرانی عن ایوب قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا توضأ استنشق ثلثا وتمضمض وادخل اصبعہ فی فمہ وھذا ربما یدل علی ان وقت الاستیاک حالۃ المضمضۃ فان الاستیاک بالاصبع بدل عن الاستیاک بالسواک والاصل کون الاشتغال بالبدل وقت الاشتغال بالاصل اھ مختصرا **اقول** ھکذا فی نسختی الحلیۃ عن ایوب فان کان عن ابی ایوب رضی اللہ تعالٰی عنہ واسقط الناسخ والا فمرسل والظاہر الاول فان للطبرانی حدیثا عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ فی صفۃ الوضوء ولکن لفظہ کما فی نصب الرایۃ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا توضأ تمضمض واستنشق وادخل اصابعہ من تحت لحیتہ فخللہا ام فاللہ تعالٰی اعلم وعلی کل فـ۱ لا یخلو عن ابعاد النجعۃ فقد اخرج الامام احمد فی مسندہ عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ انہ دعا بکوز من ماء فغسل وجہہ وکفیہ ثلثا وتمضمض ثلثا فادخل بعض اصابعہ فی فیہ وقال فی اخرہ ھکذا کان وضوء نبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونحوہ عند عبد بن حمید عن ابی مطر عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ ثم **اقول** لیس نصا فی کونہ بدلا عن السواک فقد تدخل الاصبع فی الفم لاستخراج النخاع مثلا واشار الیہ المحقق بقولہ ربما یدل علی انی **اقول** فـ۲ معلوم ضرورۃ شدۃ حبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم للسواک وانما فعل ھذا مرۃ بیانا للجواز فلیکن کونہ عند المضمضۃ ایضا لذلک ای لمن لم یستک سہوا مثلا ولا سواک عندہ الاٰن فلیستک بالاصابع حین المضمضۃ وبہذا تضعف الدلالۃ نعم روی ابو عبید فی کتاب الطہور عن امیر المؤمنین عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ کان اذا توضأ یسوک فاہ باصبعہ لکنی **اقول** معترک عظیم فی دلالۃ کان یفعل علی الاستمرار بل علی التکرار ولی فیہا رسالۃ سمیتہا التاج المکلل فی انارۃ مدلول کان یفعل فان اخترنا ان لا لم یدل علی الاستنان وان نعم فما کان عثمٰن لیواظب علی ترک السواک فی محلہ مع انہم الائمۃ الاعلام العاضون بنواجذہم علی سنن سید الانام علیہ وعلیہم الصلاۃ والسلام فالذی ینقدح فی الذہن واللہ اعلم ان السنۃ السواک قبل الوضوء وان یعالج باصبعہ عند المضمضۃ لکنی لا اجترئ علی القول بہ لانی لم اجد احدا من علمائنا قال بہ فان قلت ما حملک علی التقیید بقولک ولا سواک عندہ الاٰن مع ان ابن عدی والدارقطنی والبیہقی والضیاء فی المختارۃ رووا عن

لعلہ سقط عن نسختی الحلیۃ بالارادۃ الذی فی صحیح مسلم رجع فتسوک وتوضأ ثم قام فصلی ولعل المصنف ترک المراد

فـ۱: تطفل ۲۵۱ علی الحلیۃ

فـ۲: تطفل ۲۵۲ آخر علیہا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

انس بسند قال الضياء لا ادری به باسا اھ وقد ضعفه ابن عدی والبيهقی وقال البخاری ف۱ فی راويه عن انس عبد الحکم القسملی منکر الحديث وقال فی التقريب ضعيف انه قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم يجزئ من السواك الاصابع ورواه البيهقی بطريق اخر وقال غير محفوظ ونحوه للطبرانی وابن عدی وابی نعيم عن ام المؤمنين الصديقة رضی الله تعالٰی عنها **قلت** ۳۱۹ روی ابونعيم فی كتاب السواك عن عمرو بن عوف المزنی رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم الاصابع تجزئ مجزی السواك اذا لم يكن سواك وقد ف۲ اعتبر علماؤنا علی هذا التقييد قال فی الحلية لا يقوم الاصبع مقام السواك عند وجوده فان لم يوجد يقوم مقامه ذكره فی الكافی وغيره يعنی ينال ثوابه كما ذكره فی الخلاصة اھ وفی الغنية لا تقوم الاصبع مقام العود عند وجوده وتجويز بعض الشافعية اصبع الغير دون اصبع نفسه تحكم بلا دليل اھ وفی الهندية عن المحيط والظهيرية لا تقوم الاصبع مقام الخشبة فان لم توجد فحينئذ تقوم الاصبع من يمينه مقام الخشبة اھ وفی الدر عند فقده او فقد اسنانه تقوم الخرقة الخشنة او الاصبع مقامه كما يقوم العلك مقامه للمرأة مع القدرة عليه اھ وهو ماخوذ من البحر زاد فيه تقوم فی تحصيل الثواب لا عند وجوده اھ امام زيلعی نے قول اول اختيار فرمايا كما سياتی نقله اور امام ابن امیر الحاج کے کلام سے اوسکی ترجیح مستفاد حیث قال فی اداب الوضوء تحت قول المنية وان يستاك بالسواك ان كان والا فبالاصبع كون الادب فی فعله ان يكون فی حالة المضمضة علی قول بعض المشايخ اھ جسکا مفاد یہ ہے کہ اکثر علما قول اول پر ہیں۔ علامہ حسن شرنبلالی شرح وہبانیہ میں فرماتے ہیں قوله واعتاقه بعض الائمة ينكر مفهومه ان اكثر الائمة يجوزه اھ یہ کہ قول ف۳ دوم نامعتمد ہے ردالمحتار باب صفۃ الصلاۃ میں ہے قوله لا باس به عند البعض اشار بهذا الی ان هذا القول خلاف المعتمد اھ بحر الرائق میں دوم کو قول اکثر بتایا اور بہتر ٹھہرایا اور اوسی کے اتباع سے درمختار میں تضعیف اول کی طرف اشارہ کیا نہایہ وعنایہ وفتح میں دوم پر اقتصار فرمایا نہایہ وہندیہ میں ہے الاستياك هو وقت المضمضة عنایہ میں ہے يستاك عرضا لا طولا عند المضمضة فتح القدیر میں ہے قوله والسواك ای الاستياك عند المضمضة بحر میں ہے اختلف فی وقته ففی النهاية وفتح القدير انه عند المضمضة وفی البدائع والمجتبی قبل الوضوء والاكثر علی الاول وهو الاولی لانه الاكمل فی الانقاء شرح نقایہ برجندی میں ہے وعليه الاكثرون **اقول** وبالله التوفيق ف۴ ف۵ اولًا یہ معلوم ہو کہ درباره سواک کلمات علما مختلف ہیں کہ سنت ہے یا مستحب عامہ متون میں سنت ہونے کی تصریح فرمائی اور اسی پر اکثر ہیں صغیری میں اسی کو اصح کہا جوہرہ نیرہ ودرمختار میں سنت مؤکدہ ہونے پر جزم کیا لیکن ہدایہ واختیار میں استحباب کو اصح اور تبیین وخیر مطلوب میں صحیح بتایا فتح میں اسی کو حق ٹھہرایا حلیہ وبحر نے اونکا اتباع کیا علامہ ابرہیم حلبی فرماتے ہیں قد عده القدوری والاكثرون من السنن وهو الاصح ردالمحتار میں ہے وعليه المتون درمختار میں ہے السواك سنة مؤكدة كما فی الجوهرة ہدایہ میں ہے الاصح انه مستحب امام زیلعی فرماتے ہیں الصحيح انهما مستحبان يعنی السواك والتسمية

ف۱: تضعيف عبد الحكم القسملی

ف۲: مسئلہ مسواک موجود ہو تو انگلی سے دانت مانجنا ادائے سنت وحصول ثواب کے لیے کافی نہیں ہاں اگر مسواک نہ ہو تو انگلی یا کھرکھرا کپڑا ادائے سنت کو بس ہے اور عورتوں کے لیے مسواک موجود ہو جب بھی مسی کافی ہے۔

ف۳: هذا قول لبعض المشايخ مفاده ان الاكثر هم علی خلافه

ف۴: نسبة قول الی البعض تفيد ان المعتمد خلافه

ف۵: مسئلہ سواک وضو کے لیے سنت یا مستحب ہونے میں علما کا اختلاف اور اس بارہ میں مصنف کی تحقیق

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لا انہما لیسا من خصائص الوضوء محقق علی الاطلاق فرماتے ہیں الحق انہ من مستحبات الوضوء امام ابن امیر الحاج بعد ذکر احادیث فرماتے ہیں ھذا عند التحقیق انما یفید الاستحباب فلا جرم ان قال فی خیہ مطلوب ھو الصحیح وفی الاختیار قالوا والاصح انہ مستحب علامہ خیر الدین رملی قول بحر دربارۂ استحباب نقلا عن الفتح ھو الحق ہے قول صغیری دربارہ سنیت ھو الاصح نقل کرکے فرماتے ہیں فقد علم بذلک اختلاف التصحیح اھ کما فی المنحۃ اقول[391] جب تصحیح مختلف ہو تو متون پر عمل لازم کما نصوا علیہ قول سنیت کی ایک وجہ ترجیح یہ ہوئی وجہ دوم[392] خود امام مذہب رضی اللہ تعالی عنہ سے سنیت پر نص ہوا امام عینی فرماتے ہیں المنقول عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ علی ماذکرہ صاحب المفید ان السواک من سنن الدین اھ نقلہ الشلبی علی الکنز بلکہ ہمارے صاحب مذہب کے تلمیذ جلیل امام الفقہاء امام المحدثین امام الاولیاء سیدنا عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا اگر کسی بستی کے لوگ سنیت مسواک کے ترک پر اتفاق کریں تو ہم اون پر اسطرح جہاد کریں گے جیسا مرتدون پر کرتے ہیں تاکہ لوگ اس سنت کے ترک پر جرأت نہ کریں فتاوی حجہ میں ہے قال عبداللہ بن المبارک لو ان اھل قریۃ اجتمعوا علی ترک سنۃ السواک نقاتلھم کما نقاتل المرتدین کیلا یجترئ الناس علی ترک سنۃ السواک وھو من احکام الاسلام حلیہ میں اسے نقل کرکے فرمایا وھذا یفید انہ من سنن الدین کما حکاہ قولا فی المفید ولیس ببعید وجہ سوم[393] یہی اقوی من حیث الدلیل ہے کہ احادیث متوافرہ اوسکی تاکید اور اوسمیں قولاً وفعلاً اہتمام شدید پر ناطق جنسے کتب احادیث مملو ہیں بلکہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی اوسپر مواظبت ومداومت گویا ضروریات وبدیہیات سے ہے ہر شخص کہ احوال قدسیہ پر مطلع ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا اوسپر مداومت فرمانا جانتا ہے خود ہدایہ میں فرمایا والسواک لانہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کان یواظب علیہ تبیین میں فرمایا وقد واظب علیہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اسی طرح کافی امام نسفی وغیرہ میں ہے وسیرد علیک بقیۃ الکلام فی اتمام تقریب المرام بعون الملک العلام ثانیاً سنیت کو مواظبت درکار۔ اب ہم وضو میں کُلّی کے وقت احادیث کو دیکھتے ہیں تو ہرگز اوسوقت مسواک پر مواظبت ثابت نہیں ہوتی خود امام محقق علی الاطلاق کو اسکا اعتراف ہے اور اسی بنا پر قول استحباب اختیار فرمایا۔ فتح میں فرماتے ہیں المطلوب مواظبتہ علیہ الصلاۃ والسلام عند الوضوء ولم اعلم حدیثا صریحا فیہ اقول بلکہ مواظبت درکنار چوبیس[24] صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے صفت وضو قولاً و فعلاً نقل فرمائی امیر المومنین[1] عثمان غنی امیر المومنین[2] مولی علی عبداللہ[3] بن عباس عبداللہ[4] بن زید بن عاصم مغیرہ[5] بن شعبہ مقدام[6] بن معدی کرب ابومالک[7] اشعری ابوبکرہ[8] نفیع بن الحارث ابوہریرہ[9] وائل[10] بن حجر نفیر[11] بن مالک حضرمی ابوامامہ[12] باہلی انس[13] بن مالک ابوایوب[14] انصاری کعب[15] بن عمرو یامی عبداللہ[16] بن ابی اوفی براء[17] بن عازب قیس[18] بن عائذ ام المومنین[19] صدیقہ ربیع[20] بنت معوذ بن عفراء عبداللہ[21] بن انیس عبداللہ[22] بن عمرو بن عاص امیر معویہ[23] رجل من الصحابۃ[24] لم یسم رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین اول کے بیس[20] علامہ محدث جلیل زیلعی نے ذکر کیے اونکے بعد

https://www.facebook.com/darahlesunnat

دو امام محقق علی الاطلاق نے زیادہ فرمائے اخیر کے دو اس فقیر غفر لہ نے بڑھائے اور انکے بیسوین امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ ہین مگر اونسے خود اونکے وضو کی صفت مروی ہے اگرچہ وہ بھی حکم مرفوع مین ہے رواہ سعید بن منصور فی سننہ عن الاسود بن الاسود بن یزید قال بعثنی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ الی عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ الحدیث والحدیث قبلہ رواہ ابو بکر بن ابی شیبۃ والعدنی والخطیب عن رجل من الانصار ان رجلا قال الا اریکم کیف کان وضوء رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قالوا بلی الحدیث وحدیث معویۃ رضی اللہ تعالی عنہ عند ابن عساکر ان بیسون صحابہ کی بہت کثیر التعداد حدیثین اسوقت فقیر کے پیش نظر ہین انمین کہین وضو یا کلی کرتے مین مسواک فرمانے کا اصلا ذکر نہین جنھون نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا طریقہ وضو زبان سے بتایا اونھون نے مسواک کا ذکر نکیا جنھون نے اسی لیے وضو کرکے دکھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا طریقہ مسنونہ بتائین اونھون نے مسواک کی علی الخصوص امیر المؤمنین ذو النورین و امیر المؤمنین مرتضی رضی اللہ تعالی عنہما کہ دونون حضرات سے بوجوہ کثیرہ بارہا بکثرت حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا وضو کرکے دکھانا مروی ہوا کسی بار مین مسواک کا ذکر نہین عثمن غنی سے راوی اونکے مولے حمران عند احمد والبخاری و مسلم و ابی داود والنسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ والبزار وابی یعلی والعدنی وابن حبان والدارقطنی وابن بشران فی امالیہ وابی نعیم فی الحلیۃ ابن الجارود وعند الامام الطحاوی وابن حبان والبغوی فی مسند عثمن وسعید بن منصور ابو وائل شقیق بن سلمہ عند عبد الرزاق وابن منیع والدارمی وابی داود وابن خزیمۃ والدارقطنی ابو دارہ عند احمد والدارقطنی والضیاء عبد الرحمن سلمانی عند البغوی فیہ عبد اللہ بن جعفر ابو علقمہ کلاھما عند الدارقطنی عبد اللہ بن ابی ملیکہ عند ابی داود ابو مالک دمشقی عند سعید بن منصور قال حدثنا ابو النضر سالم عند ابن منیع والحارث وابی یعلی ولم یلق عثمن علی مرتضی سے راوی عبد خیر عند عبد الرزاق وابی بکر بن ابی شیبۃ وسعید بن منصور والدارمی وابی داود والترمذی والنسائی وابن ماجۃ والطحاوی وابن منیع وابن خزیمۃ وابی یعلی وابن الجارود وابن حبان والدارقطنی والضیاء ابو حیہ عند عبد الرزاق وابن ابی شیبۃ واحمد وابی داود والترمذی والنسائی وابی یعلی والطحاوی والہروی فی مسند علی والضیاء سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ عند النسائی والطحاوی وابن جریر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما عند احمد وابی داود وابی یعلی وابن خزیمۃ والطحاوی وابن حبان والضیاء زر بن حبیش عند احمد وابی داود و معویہ والضیاء ابو الغریف عند احمد وابی یعلی ابو مطر عند عبد بن حمید یونہین عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالی عنہم سے بھی احادیث کثیرہ بطرق عدیدہ مروی ہوئین سب کی تفصیل باعث تطویل ان تمام احادیث کا ترک ذکر مسواک پر اتفاق تو یہ بتا رہا ہے کہ اسوقت مسواک فرمانا ہی معتاد تھا ورنہ کوئی تو ذکر کرتا **اقول** ۳۴۹ بلکہ صدہا احادیث متعلق وضو و مسواک اسوقت سامنے ہین

https://www.facebook.com/darahlesunnat

کسی ایک حدیث میں صریح سے اصلاً مسواک کے لیے وقت مضمضہ یا داخل وضو ہونے کا پتا نہیں چلتا جن بعض سے اشتباہ ہوا وس سے دفع شبہہ کریں حدیث اول محقق علی الاطلاق نے صرف ایک حدیث پائی جس سے اسپر استدلال ہو سکے حیث قال بعد ذکر احادیث وفی الصحیحین قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک مع کل صلاۃ او عند کل صلاۃ وعند النسائی فی روایۃ عند کل وضوء رواہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ وصححہا الحاکم وذکرھا البخاری تعلیقا ولا دلالۃ فی شیئ علی کونہ فی الوضوء الا ھذہ وغایۃ مایفید الندب وھو لایستلزم سوی الاستحباب اذ یکفیہ اذ اندب لشیئ ان یتعبد بہ احیانا ولا سنۃ دون المواظبۃ انھیں کا اتباع انکے تلمیذ محقق حلبی نے حلیہ میں کیا اقول اولاً احادیث میں مشہور و مستفیض بیان ذکر نماز ہی یعنی لفظ عند کل صلاۃ یا مع کل صلاۃ رواہ مالک واحمد والستۃ عن ابی ھریرۃ واحمد وابوداؤد والنسائی والترمذی والضیاء عن زید بن خالد واحمد بسند جید عن ام المؤمنین زینب بنت جحش کابن ابی خیثمۃ وابن جریر عن ام المؤمنین ام حبیبۃ والبزار وسمویہ عن انس وھما والطبرانی وابویعلی والبغوی والحاکم عن سیدنا العباس واحمد والبغوی والطبرانی وابونعیم والباوردی وابن قانع والضیاء عن تمام بن العباس واحمد والباوردی عن تمام بن قثم وصوبوا کونہ عن العباس وعثمٰن بن سعید الدارمی فی الرد علی الجھمیۃ والدارقطنی فی احادیث النزول عن امیر المؤمنین علی والطبرانی فی الکبیر عن ابن عباس وفی الاوسط کالخطیب عن ابن عمر وابونعیم فی السواک عن ابن عمرو سعید بن منصور عن مکحول وابوبکر بن ابی شیبۃ عن حسان بن عطیۃ کلاھما مرسل اور بعض میں ذکر وضو ہی یعنی مع کل وضوء یا عند کل وضوء رواہ الائمۃ مالک والشافعی واحمد والنسائی وابن خزیمۃ وابن حبان والحاکم والبیہقی عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الاوسط بسند حسن عن علی وفی الکبیر عن تمام بن العباس وابن جریر عن زید بن خالد رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین جب روایات متواترہ میں عند کل صلاۃ یا مع کل صلاۃ آنے سے ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالی عنھم کے نزدیک نماز سے اتصال بھی ثابت نہ ہوا بلکہ اتصال حقیقی اصلاً کسی کا قول نہیں حتی کہ شافعیہ جو اوسے سنن نماز سے مانتے ہیں تو بعض روایات میں عند کل وضوء آنے سے داخل وضو ہونا کیونکر رنگ ثبوت پائیگا فلیست عند لجعل مدخولہا ظرفا للموصوف بھا بحیث یقع فیہ انما مفادھا القرب والحضور حسا او معنی فلا تقول زید عند الدار اذا کان فیھا بل اذا کان قریبا منھا والقرب المفھوم ھو العرفی دون الحقیقی ولہ عرض عریض الا تری الی قولہ تعالی عند سدرۃ المنتھی عندھا جنۃ الماوی مع ان السدرۃ فی السماء السادسۃ کما فی صحیح مسلم عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ والجنۃ فوق السموات وبما قررنا ظھر ضعف ما وقع فی عمدۃ القاری تحت الحدیث فیہ اباحۃ السواک فی المسجد لان عند یقتضی الظرفیۃ حقیقۃ فیقتضی

استحبابه فی کل صلاۃ و عند بعض المالکیۃ کراھتہ فی المسجد لاستقذارہ والمسجد ینزہ عنہ اھ **اقول اولا** ف۱ حقیقۃ الظرفیۃ غیر معقولۃ فی الصلاۃ ولا ھی مفاد عندیۃ کما علمت **وثانیا** ف۲ قد قال الامام العینی نفسہ قبل ھذا بورقۃ ما نصہ فان قلت کیف التوفیق بین روایۃ عند کل وضوء وروایۃ عند کل صلاۃ قلت السواک الواقع عند الوضوء واقع للصلاۃ لان الوضوء شرع لھا اھ **وثالثا** ف۳ کیف یباح الاستیاک فی المسجد مع حرمۃ المضمضۃ والتفل فیہ والسواک یستعمل مبلولا ویستخرج الرطوبات فلا یؤمن ان یقطر منھا شیئ وکل ذلک لایجوز فی المسجد الا ان یکون فی اناء او موضع فیہ معد لذلک من حین البناء کما بیناہ فی فتاونا **ورابعا** ف۴ ما ذکرہ لیس قول بعض المالکیۃ بل قول امام دار الھجرۃ نفسہ حکاہ عنہ القرطبی فی المفھم کما فی المواھب اللدنیۃ **ثانیا** ف۵ عند الوضوء میں خصوصیت وقت مضمضہ بھی نہیں تو حدیث اگر بوجہ عدم افادۂ مواظبت سنیت ثابت نہ کریگی بوجہ عدم تعیین وقت استحباب عند المضمضہ بھی نہ بتائیگی فافہم **حدیث دوم** طبرانی اوسط میں ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان العبد اذا غسل رجلیہ خرجت خطایاہ واذا غسل وجھہ وتمضمض وتشوص واستنشق ومسح براسہ خرجت خطایا سمعہ وبصرہ ولسانہ واذا غسل ذراعیہ وقدمیہ کان کیوم ولدتہ امہ بیشک بندہ جب اپنے پاؤں دھوتا ہے اوسکے گناہ دور ہوجاتے ہیں اور جب منہ دھوتا اور کُلّی کرتا دھوتا مانجھتا پانی سونگھتا سر کا مسح کرتا ہے اسکے کان آنکھ زبان کے گناہ نکل جاتے ہیں اور جب کلائیاں اور پاؤں دھوتا ہے ایسا ہوجاتا ہے جیسا اپنی ماں سے پیدا ہوتے وقت تھا **اقول اولا** شوص دھونا اور پاک کرنا ہے کما فی الصحاح وقال الرازی الشوص الغسل والتنظیف اھ وفی القاموس الدلک بالید ومضغ السواک والاستنان بہ او الاستیاک ووجع الضرس والبطن والغسل والتنقیۃ **ثانیا** حدیث میں افعال بترتیب نہیں تو ممکن کہ مسواک سب سے پہلے ہو اور یہی حدیث کہ امام احمد نے بسند حسن مرتبا روایت کی اوس میں ذکر شوص نہیں اوسکے لفظ یہ ہیں عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ایما رجل قام الی وضوئہ یرید الصلاۃ ثم غسل کفیہ نزلت کل خطیئۃ من کفیہ مع اول قطرۃ فاذا مضمض واستنشق واستنثر نزلت کل خطیئۃ من لسانہ وشفتیہ مع اول قطرۃ فاذا غسل وجھہ نزلت کل خطیئۃ من سمعہ وبصرہ مع اول قطرۃ فاذا غسل یدہ الی المرفقین ورجلہ الی الکعبین سلم من کل ذنب کھیأۃ یوم ولدتہ امہ جب آدمی نماز کے ارادے سے وضو کو اوٹھے پھر ہاتھ دھوئے تو ہاتھ کے سب گناہ پہلے قطرہ کے ساتھ نکل جائیں پھر جب کُلّی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور صاف کرے زبان ولب کے سب گناہ پہلی بوند کے ساتھ ٹپک جائیں پھر جب منہ دھوئے آنکھ کان کے سب گناہ پہلے قطرہ کے ساتھ اوتر جائیں پھر جب کہنیوں تک ہاتھ اور گٹّوں تک پاؤں دھوئے سب گناہوں سے ایسا خالص ہوجائے جیسا جس دن

ف۱: تطفل ۲۵۵ علی الامام العینی
ف۲: تطفل ۲۵۶ اخر علیہ
ف۳: تطفل ۲۵۷ ثالث علیہ
ف۴: رابع علیہ
ف۵: تطفل ۲۵۸ علی الغنیۃ

ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا **فائدہ** یہ نفیس وعظیم بشارت کرامت محبوب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ربّ عزّ وجل کا عظیم فضل اور نمازیوں کے لیے کمال تہنیت اور بے نمازوں پر سخت حسرت ہے بکثرت احادیث صحیحہ معتبرہ میں وارد ہوئی اس معنی کی حدیثیں حدیث ابو امامہ کے علاوہ صحیح مسلم شریف میں امیر المومنین عثمٰن غنی وابوہریرہ وعمرو بن عبسہ اور مالک واحمد ونسائی وابن ماجہ وحاکم کے یہاں عبداللہ صنابحی اور طحاوی ومعجم کبیر طبرانی میں عبادہ وابو ثعلبہ اور مسند احمد میں مرہ بن کعب اور مسند ابی یعلٰی میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی ہیں انہیں حدیث صنابحی وحدیث عمرو سب سے اتم ہیں کہ انہیں ناک کے گناہوں کا بھی ذکر ہے اور مسح سر کرنے سے سر کے گناہ نکل جانے کا بھی ففی الاول اذا استنثر خرجت الخطایا من انفہ ثم قال بعد ذکر الوجہ والیدین فاذا مسح راسہ خرجت الخطایا من راسہ حتی تخرج من اذنیہ وفی الثانی ما منکم رجل یقرب وضوءہ فیتمضمض ویستنشق ویستنثر الاخرجت خطایا وجہہ من فیہ وخیاشمہ ثم قال بعد ذکر الوجہ والیدین ثم یمسح راسہ الاخرت خطایا راسہ من اطراف شعرہ مع الماء بہت علما فرماتے ہیں یہاں گناہوں سے صغائر مراد ہیں **اقول** تحقیق یہ ہے کہ کبائر بھی دُھلتے ہیں اگرچہ زائل نہ ہوں یہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وغیرہ اکابر اولیائے کرام قدست اسرارہم کا مشاہدہ ہے جسے فقیر نے رسالہ **الطرس المعدل فی حد الماء المستعمل** ۱۳۲۰ھ میں ذکر کیا اور کرم مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بحر بے پایاں ہے حدث عن البحر ولا حرج والحمد للہ رب العلمین اور بات وہ ہے جو خود مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ بشارت بیان کرکے ارشاد فرمائی کہ لا تغتروا اس پر مغرور نہ ہونا رواہ البخاری عن عثمٰن ذی النورین رضی اللہ تعالٰی عنہم وحسبنا اللہ ونعم الوکیل **حدیث سوم** سنن بیہقی میں ہے عن عبداللہ بن المثنی قال حدثنی بعض اہل بیتی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رجلا من الانصار من بنی عمرو بن عوف قال یا رسول اللہ انک رغبتنا فی السواک فہل دون ذلک من شیئ قال اصبعک سواک عند وضوئک تمر بہا علی اسنانک انہ لا عمل لمن لا نیۃ لہ ولا اجر لمن لا خشیۃ لہ ایک انصاری نے عرض کی یا رسول اللہ حضور نے مسواک کی ہمیں ترغیب فرمائی کیا اسکے سوا بھی کوئی صورت ہے فرمایا وضو کے وقت تیری اونگلی مسواک ہے کہ اپنے دانتوں پر پھیرے بیشک بے نیت کے کوئی عمل نہیں اور بے خوف الٰہی کے ثواب نہیں **اقول** اولا یہ حدیث ضعیف ہے لما تری من الجھالۃ فی سندہ وقد ضعفہ البیہقی ثانیا وثالثا لفظ عند وضوئک میں وہی مباحث ہیں کہ گزرے **حدیث چہارم** ایک حدیث مرسل میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الوضوء شطر الایمان والسواک شطر الوضوء رواہ ابو بکر بن ابی شیبۃ عن حسان بن عطیۃ ورستۃ فی کتاب الایمان عنہ بلفظ السواک نصف الوضوء والوضوء نصف الایمان مسواک نصف وضو ہے اور وضو نصف ایمان **اقول** یعنی ایمان بے وضو کامل نہیں ہوتا اور وضو بے مسواک۔ اس سے مسواک کا

ف: وضو سے گناہ دھلنے کی حدیثیں

ورواہ ایضا احمد وابن ماجۃ ۱۲ منہ

ورواہ ایضا مالک والشافعی والترمذی والطحاوی ۱۲ منہ

ورواہ ایضا احمد وابوبکر بن ابی شیبۃ والامام الطحاوی

والضیاء وھو عند الطبرانی فی الاوسط مختصرا وابن زنجویہ بسند صحیح ۱۲ منہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

استحبابہ فی کل صلاۃ وعند بعض المالکیۃ کراھتہ فی المسجد لاستقذارہ والمسجد ینزہ عنہ اھ **اقول** اولا[۲۵۴]
حقیقۃ الظرفیۃ غیر معقولۃ فی الصلاۃ ولا ھی مفاد عندکما علمت **وثانیا** ف[۱] قد قال الامام العینی نفسہ قبل ھذا
بورقۃ مانصہ فان قلت کیف التوفیق بین روایۃ عند کل وضوء وروایۃ عند کل صلاۃ قلت السواک الواقع عند
الوضوء واقع للصلاۃ لان الوضوء شرع لہا اھ **وثالثا** ف[۳] کیف یباح الاستیاک فی المسجد مع حرمۃ المضمضۃ والتفل
فیہ والسواک یستعمل مبلولا ویستخرج الرطوبات فلا یؤمن ان یقطر منہا شیئ وکل ذلک لایجوز فی المسجد الا ان یکون
فی اناء او موضع فیہ معد لذلک من حیز البناء کما بیناہ فی فتاوٰنا **ورابعا** ف[۵] ماذکرہ لیس قول بعض المالکیۃ
بل قول امام دار الھجرۃ نفسہ حکاہ عنہ القرطبی فی المفہم کما فی المواھب اللدنیۃ **ثانیا** ف[۶] عند الوضوء میں
خصوصیت وقت مضمضہ بھی نہیں تو حدیث اگر بوجہ عدم افادہ مواظبت سنیت ثابت نہ کریگی بوجہ عدم تعیین وقت استحباب عند المضمضہ
بھی نہ بتائیگی فافہم **حدیث دوم** طبرانی اوسط میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
فرماتے ہیں ان العبد اذا غسل رجلیہ خرجت خطایاہ واذا غسل وجہہ وتمضمض وتشوص واستنشق ومسح
براسہ خرجت خطایا سمعہ وبصرہ ولسانہ واذا غسل ذراعیہ وقدمیہ کان کیوم ولدتہ امہ بیشک بندہ جب
اپنے پاؤں دھوتا ہے اوس کے گناہ دُور ہوجاتے ہیں اور جب مُنہ دھوتا اور کُلی کرتا دھوتا مانجھتا پانی سونگھتا سر کا مسح کرتا ہے اوسکے کان آنکھ زبان
کے گناہ نکل جاتے ہیں اور جب کلائیاں اور پاؤں دھوتا ہے ایسا ہوجاتا ہے جیسا اپنی ماں سے پیدا ہوتے وقت تھا **اقول** اولا
شوص دھونا اور پاک کرنا ہے کما فی الصحاح وقال الرازی الشوص الغسل والتنظیف اھ وفی القاموس الدلک بالید
ومضغ السواک والاستنان بہ او الاستیاک ودجع الضرس والبطن والغسل والتنقیۃ **ثانیا**[۲۵۹] حدیث میں افعال
بترتیب نہیں تو ممکن کہ مسواک سب سے پہلے ہو اور یہی حدیث کہ امام احمد نے بسند حسن مرتبا روایت کی اوس میں ذکر شوص نہیں
اوسکے لفظ یہ ہیں عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ان رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ایما رجل قام الٰی
وضوئہ یرید الصلاۃ ثم غسل کفیہ نزلت کل خطیئۃ من کفیہ مع اول قطرۃ فاذا مضمض واستنشق واستنثر نزلت
کل خطیئۃ من لسانہ وشفتیہ مع اول قطرۃ فاذا غسل وجہہ نزلت کل خطیئۃ من سمعہ وبصرہ مع اول قطرۃ
فاذا غسل یدیہ الی المرفقین ورجلیہ الی الکعبین سلم من کل ذنب کھیأتہ یوم ولدتہ امہ جب آدمی نماز کے ارادے
سے وضو کو اوٹھے پھر ہاتھ دھوئے تو ہاتھ کے سب گناہ پہلے قطرہ کے ساتھ نکل جائیں پھر جب کُلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے
اور صاف کرے زبان ولب کے سب گناہ پہلی بوند کے ساتھ ٹپک جائیں پھر جب مُنہ دھوئے آنکھ کان کے سب گناہ پہلے قطرہ
کے ساتھ اوتر جائیں پھر جب کہنیوں تک ہاتھ اور گٹّوں تک پاؤں دھوئے سب گناہوں سے ایسا خالص ہوجائے جیسا جس دن

ف[۱]: تطفل ۲۵۵ علی الامام العینی
ف[۲]: تطفل ۲۵۶ اخر علیہ
ف[۳]: تطفل ۲۵۷ ثالث علیہ
ف[۴]: تطفل ۲۵۸ رابع علیہ
ف[۵]: تطفل ۲۵۹ علی اللغۃ

ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا **فائدہ** یہ نفیس و عظیم بشارت کرامت محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر رب عزوجل کا عظیم فضل اور نمازیوں کے لیے کمال تہنیت اور بے نمازوں پر سخت حسرت ہے بکثرت احادیث صحیحہ معتبرہ میں وارد ہوئی اس معنی کی حدیثیں حدیث ابوامامہ کے علاوہ صحیح مسلم شریف میں امیر المؤمنین عثمٰن غنی و ابوہریرہ و عمرو بن عبسہ اور مالک و احمد و نسائی و ابن ماجہ و حاکم کے یہاں عبداللہ صنابحی اور طحاوی و معجم کبیر طبرانی میں عبادہ و ثعلبہ اور مسند احمد میں مرہ بن کعب اور مسند مسدد و ابی یعلٰی میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی ہیں انہیں حدیث صنابحی و حدیث عمرو سب سے اتم ہیں کہ انہیں ناک کے گناہوں کا بھی ذکر ہے اور مسح سر کرنے سے سر کے گناہ نکل جانے کا بھی ففی الاول اذا استنثر خرجت الخطایا من انفہ ثم قال بعد ذکر الوجہ والیدین فاذا مسح راسہ خرجت الخطایا من راسہ حتی تخرج من اذنیہ وفی الثانی ما منکم رجل یقرب وضوءہ فیتمضمض ویستنشق ویستنثر الا خرجت خطایا وجہہ من فیہ وخیاشمہ ثم قال بعد ذکر الوجہ والیدین ثم یمسح راسہ الا خرجت خطایا راسہ من اطراف شعرہ مع الماء بہت علما فرماتے ہیں یہاں گناہوں سے صغائر مراد ہیں **اقول** تحقیق یہ ہے کہ کبائر بھی دھلتے ہیں اگرچہ زائل نہ ہوں یہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وغیرہ اکابر اولیائے کرام قدست اسرارہم کا مشاہدہ ہے جسے فقیر نے رسالہ **الطرس المعدل فی حد الماء المستعمل** ۱۳۲۰ھ میں ذکر کیا اور کرم مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بحر بے پایاں ہے حدث عن البحر ولا حرج والحمد للہ رب العلمین اور بات وہ ہے جو خود مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ بشارت بیان کرکے ارشاد فرمائی کہ لا تغتروا اس پر مغرور نہ ہونا رواہ البخاری عن عثمٰن ذی النورین رضی اللہ تعالٰی عنہم وحسبنا اللہ ونعم الوکیل **حدیث سوم** سنن بیہقی میں ہے عن عبداللہ بن المثنی قال حدثنی بعض اھل بیتی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رجلا من الانصار من بنی عمرو بن عوف قال یا رسول اللہ انک رغبتنا فی السواک فھل دون ذلک من شیئ قال اصبعک سواک عند وضوئک تمر بھا علی اسنانک انہ لا عمل لمن لا نیۃ لہ ولا اجر لمن لا خشیۃ لہ ایک انصاری نے عرض کی یا رسول اللہ حضور نے مسواک کی ہمیں ترغیب فرمائی کیا اسکے سوا بھی کوئی صورت ہے فرمایا وضو کے وقت تیری انگلی مسواک ہے کہ اپنے دانتوں پر پھیر بیشک بے نیت کے کوئی عمل نہیں اور بے خوف الٰہی کے ثواب نہیں **اقول** اولا یہ حدیث ضعیف ہے لما تری من الجھالۃ فی سندہ وقد ضعفہ البیھقی ثانیا و ثالثا لفظ عند وضوئک میں وہی مباحث ہیں کہ گزرے **حدیث چہارم** ایک حدیث مرسل میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الوضوء شطر الایمان والسواک شطر الوضوء رواہ ابو بکر بن ابی شیبۃ عن حسان بن عطیۃ و رستۃ فی کتاب الایمان عنہ بلفظ السواک نصف الوضوء والوضوء نصف الایمان مسواک نصف وضو ہے اور وضو نصف ایمان **اقول** یعنی ایمان بے وضو کامل نہیں ہوتا اور وضو بے مسواک۔ اس سے مسواک کا

فائدہ: وضو سے گناہ دھلنے کی حدیثیں

۱؎ و رواہ ایضا احمد وابن ماجۃ ۱۲ منہ

۲؎ و رواہ ایضا مالک والشافعی والترمذی والطحاوی ۱۲ منہ

۳؎ و رواہ ایضا احمد وابو بکر بن ابی شیبۃ والامام الطحاوی

۴؎ والضیاء وھو منہا الطبرانی فی الاوسط

۵؎ مختصرا وابن ماجۃ بسند صحیح ۱۲ منہ

داخلِ وضو ہونا ثابت نہیں جس طرح وضو داخلِ نماز نہیں ان سے جو تکمیل ہو نا مفہوم ہوتا ہے وہ ہر سنت کے لیے حاصل ہے قبلیہ ہو خواہ بعدیہ جس طرح صبح وظہر کی سنتیں فرضوں کی مکمل ہیں واللہ تعالٰی اعلم۔ ثالثا اقول جب محقق ہو لیا کہ مسواک سنت ہے اور ہمارے علما اُسے سنتِ وضو مانتے اور شافعیہ کے ساتھ اپنا خلاف یوں ہی نقل فرماتے ہیں کہ اُن کے نزدیک سنتِ نماز ہے اور ہمارے نزدیک سنتِ وضو اور متون میں ہے قاطبۃً یک زبان تصریح فرمائے ہیں کہ مسواک سنن وضو سے ہے تو اُس سے عدول کی کیا وجہ ہے سنتِ وضو تین طرح ہوتی ہے قبلیہ یا بعدیہ یا داخلہ جیسے رکوع میں تسویہ ظہر۔ مگر روشن بیان سے ثابت ہو چکا کہ مسواک وضو کی سنت داخلہ نہیں کہ سنیت کے لیے مواظبت نہیں اور وضو کرتے میں مسواک فرمانے پر مداومت درکنار اصلاً ثبوت ہی نہیں اور سنت بعدیہ نہ کوئی مانتا ہے نہ اُس کا محل ہے کہ مسواک سے خون نکلے تو وضو بھی جائے بحرالرائق میں ہے وعلله السروجی الھندی فی شرح الھدایۃ بانه اذا استاك للصلاۃ ربما یخرج منه دم وھو نجس بالاجماع وان لم یکن ناقضا عند الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنه لاجرم ثابت ہوا کہ سنت قبلیہ ہے اور یہی مطلوب تھا اور خود حدیث صحیح مسلم اس کی طرف ناظر اور حدیث سنن ابی داود امیں نص کما تقدم اما تعلیل التبیین عدم استنانه فی الوضوء بانه لا یختص به اقول
اولا ف۱ لا یلزم لسنۃ الشیئ الاختصاص به الا تری ان ترك اللغو سنۃ مطلقا ویتاکد استنانه للصائم والمحرم والمعتکف والتسمیۃ کما لا تختص بالوضوء لا تختص بالاکل ولا یسوغ انکار انھا سنۃ للاکل وثانیا ف۲ اذا واظب النبی صلی اللہ علیه وسلم علی شیئ فی شیئین فھل یکون ذلك سنۃ فیھما او فی احدھما او لا فی شیئ منھما الثالث باطل والا تخلف المحدود مع صدق الحد وکذا الثانی مع علاوۃ الترجیح بلا مرجح فتعین الاول وثبت ان الاختصاص لا یلزم الاستنان اما ف۳ ما فی عمدۃ القاری اختلف العلماء فیه فقال بعضھم انه من سنۃ الوضوء وقال اٰخرون انه من سنۃ الصلاۃ وقال اٰخرون انه من سنۃ الدین وھو الاقوی نقل ذلك عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنه اھ ذکرہ فی باب السواك من ابواب الوضوء زاد فی باب السواك یوم الجمعۃ ان المنقول عن ابی حنیفۃ انه من سنن الدین فحینئذ یستوی فیه کل الاحوال اھ اقول یؤیدہ حدیث الدیلمی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم السواك سنۃ فاستاکوا ای وقت شئتم ولکن اولا ف۴ لا کونه سنۃ فی الوضوء ینفی کونه من سنن الدین بل یقررہ ولا کونه سنۃ مستقلۃ ینافی کونه من سنن الوضوء کما قررنا الا تری ان الماثور عنه رضی اللہ تعالٰی عنه انه من سنن الدین واطبقت حملۃ عرش مذھبه المتین المتون انه من سنن الوضوء ونصھا عین نصه رضی اللہ تعالٰی عنه وثانیا ف۵ ھذا الامام العینی نفسه ناصا قبل ھذا بنحو ورقۃ ان باب السواك من احکام الوضوء عند الاکثرین اھ فلم تعدل عن قول الاکثرین وعن اطباق المتون لروایۃ عن الامام لا تنافیه اصلا وثالثا العجب منه ھذا اقوله رحمه اللہ تعالٰی فی شرح قول الکنز وسنته غسل یدیه الی رسغیه ابتداء

ف۱: تطفل ۲۶۰ علی الامام الزیلعی۔
ف۲: تطفل ۲۶۱ آخر علیه۔
ف۳: تطفل ۲۶۲ علی الامام العینی۔
ف۴: تطفل ۲۶۳ آخر علیه۔
ف۵: تطفل ۲۶۴ ثالث علیه۔

كالتسمية والسواك اذ قال الامام الزيلعي قوله والسواك يحتمل وجهين احدهما ان يكون مجرورا عطفا على التسمية والثاني ان يكون مرفوعا عطفا على الغسل والاول اظهر لان السنة ان يستاك عند ابتداء الوضوء ام ما نصه بل لا اظهر هو الثاني لان المنقول عن ابي حنيفة رضی الله تعالٰی عنه على ما ذكره صاحب المفيد ان السواك من سنن الدين فحينئذ يستوي فيه كل الاحوال اھ اقول كونه من سنن الدين كان يقابل عندكم كونه من سنن الوضوء فما يغني الرفع مع كونه عطفا على خبر سنته اي سنة الوضوء وبوجه اخر ما المراد باستواء الاحوال نفي ان يختص به حال بحيث تفقد السنية في غيره ام نفي التشكيك بحسب الاحوال بحيث لا يكون التصاقه ببعضها ازيد من بعض على الاول لا وجه لاستظهار الثاني فلو كان سنة في ابتداء الوضوء اي اشد طلبا في هذا الوقت والصق به لم ينتف استنانه في غير الوضوء وعلى الثاني لا وجه للثاني ولا للاول فضلا عن كون احدهما اظهر من الاخر والعجب من البحر صاحب البحر انه جعل الاولى كون وقته عند المضمضة لا قبل الوضوء وتبع الزيلعي في ان الجر اظهر ليفيد ان الابتداء به سنة نبه عليه اخوه في النهر رحمهم الله تعالٰی جميعا اما تعليل الفتح ان لا سنية دون المواظبة ولم تثبت عند الوضوء اقول الدليل اعم من الدعوى فان المقصود نفي الاستنان للوضوء والدليل نفي كونه من السنن الداخلة فيه فلم لا يختار كونه سنة قبلية للوضوء بالجملہ بحکم متون واحادیث اظہر وہی مختار بدائع وزیلعی وحلیہ ہے کہ مسواک وضو کی سنت قبلیہ ہے ہاں سنت مؤکدہ اوسی وقت ہے جبکہ مونھ میں تغیر ہو اس تحقیق پر جبکہ مسواک وضو کی سنت ہے مگر وضو میں نہیں بلکہ اوس سے پہلے ہے تو جو پانی کہ مسواک میں صرف ہوگا اس حساب سے خارج ہے سنت یہ ہے کہ مسواک کرنے سے پہلے دھولی جائے اور فراغ کے بعد دھو کر رکھی جائے اور کم از کم اوپر کے دانتوں اور نیچے کے دانتوں میں تین تین بار تین پانیوں سے کیجائے درمختار میں ہے اقله ثلاث في الاعالي وثلاث في الاسافل بمياه ثلثة صغیری میں ہے يغسله عند الاستياك وعند الفراغ منه (۵) اسقدر تو درکار ہی ہے اور اسکے ساتھ اگر مونھ میں کوئی تغیر رائحہ ہو تو جتنی بار مسواک و کلیوں سے اوسکا ازالہ ہو لازم ہے اسکے لیے کوئی حد مقرر نہیں بدبودار کثیف بے احتیاطی کا حقہ پینے والوں کو اسکا خیال سخت ضروری ہے اور اونسے زیادہ سگرٹ والے کہ اوسکی بدبو مرکب تمباکو سے سخت تر اور زیادہ دیرپا ہے اور ان سب سے زائد اشد ضرورت تمباکو کھانیوالوں کو ہے جنکی مونھ میں اوسکا جرم دبا رہتا اور مونھ کو اپنی بدبو سے بسا دیتا ہے یہ سب لوگ یہانتک مسواک و کلیاں کریں کہ مونھ بالکل صاف ہو جائے اور بو کا اصلا نشان نہ رہے اور اسکا امتحان یون ہے کہ ہاتھ اپنے مونھ کے قریب لیجا کر مونھ کھولکر زور سے دو تین بار حلق سے پوری سانس ہاتھ پر لیں اور معًا سونگھیں بغیر اسکے اندر کی بدبو خود کم محسوس ہوتی ہے اور جب مونھ میں بدبو ہو تو مسجد میں جانا حرام نماز میں داخل ہونا

ف۱: تطفل ۳۶ على البحر
ف۲: تطفل ۳۷ على الفتح
ف۳: مسئلہ سواک وضو کی سنت قبلیہ
ف۴: مسئلہ
ف۵: مسئلہ

منع واللہ الھادی (۶) یونہیں جسے ترکھانسی ہو اور بلغم کثیر ولزج کہ بمشکل بتدریج جدا ہو اور معلوم ہو کہ مسواک کی تکرار اور کلیوں غراروں کا اکثار اوسکے خروج پر معین تو اسکے لیے بھی حد نہیں باندھ سکتے (۷) یہی حال زکام کا ہے جبکہ ریزش زیادہ اور لزوجت دار ہو اوسکے تصفیہ اور بار بار ہاتھ دھونے میں جو پانی صرف ہو وہ بھی جدا اور نامعین المقدار ہے (۸) پانوں کی کثرت^{ف۱} سے عادی خصوصاً جبکہ دانتوں میں فضا ہو تجربہ سے جانتے ہیں کہ چھالیا کے باریک ریزے اور پان کے بہت چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اسطرح منہ کے اطراف واکناف میں جاگیر ہوتے ہیں کہ تین بلکہ کبھی دس بارہ کلیاں بھی اونکے تصفیہ تام کو کافی نہیں ہوتیں نہ خلال اونھیں نکال سکتا ہے نہ مسواک سوا کلیوں کے کہ پانی منافذ میں داخل ہوتا اور جنبشیں دینے سے اون جمے ہوئے باریک ذرّوں کو بتدریج چھڑا چھڑا کر لاتا ہے اسکی بھی کوئی تحدید نہیں ہوسکتی اور یہ کامل تصفیہ بھی بہت مؤکد ہے متعدد^{ف۲} احادیث میں ارشاد ہوا ہے کہ جب بندہ نماز کو کھڑا ہوتا ہے فرشتہ اپنا منہ اسکے منہ پر رکھتا ہے یہ جو کچھ پڑھتا ہے اسکے منہ سے نکلکر فرشتہ کے منہ میں جاتا ہے اوسوقت اگر کھانے کی کوئی شے اسکے دانتوں میں ہوتی ہے ملئکہ کو اوس سے ایسی سخت ایذا ہوتی ہے کہ اور شے سے نہیں ہوتی البیھقی فی الشعب وتمام فی فوائدہ والدیلمی فی مسند الفردوس والضیاء فی المختارۃ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا قام احدکم یصلی من اللیل فلیستک فان احدکم اذا قرأ فی صلاتہ وضع ملک فاہ علی فیہ ولا یخرج من فیہ شیئ الا دخل فم الملک وللطبرانی فی الکبیر عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لیس شیئ اشد علی الملکین من ان یریا بین اسنان صاحبھما طعاما وھو قائم یصلی وفی الباب عند ابن المبارک فی الزھد عن ابی عبد الرحمن السلمی عن امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والدیلمی عن عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالٰی عنھما عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابن نصر فی الصلاۃ عن الزھری عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرسلا والاٰجری فی اخلاق حملۃ القراٰن عن علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ موقوفا تنبیہ^{ف۳} سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حسن بن زیاد کی روایت کہ مستثنے پانیوں سے آب دل کے نیچے گزری جسکا حاصل یہ تھا کہ ایک طل پانی سے استنجا اور ایک طل منہ اور دونوں ہاتھ اور ایک طل دونوں پاؤں کے لیے اور اسی کو علامہ شرف بخاری رحمہ الباری نے مقدمۃ الصلاۃ میں ذکر فرمایا کہ ؎

در وضو آب یکمن و نیم ست	غسل را چار من ز تعلیم ست
در وضو کن بہ نیم استنجا	دار م دست و روئے نیم را
پس بدان نیم من کہ مے ماند	پائے شوید ہر انکہ مے داند

ف۱: مسئلہ پان کے عادی کو کلیوں میں کتنی احتیاط لازم۔

ف۲: مسئلہ نماز میں مونھ کی کمال صفائی کا لحاظ لازم ہے ورنہ فرشتوں کو سخت ایذا ہوتی ہے۔

ف۳: مسئلہ

اقول۱۱ اس سے ظاہر یہ ہے واللہ تعالی اعلم کہ وضو میں صرف غرض غسل کا حساب بتایا ہے کہ جتنا پانی دونوں پاؤں کے لیے رکھا ہے اوسیقدر مونھ اور دونوں ہاتھوں کے لیے آول تو اسی میں قدرے بُعد ہے۔ پاؤں کی ساخت اگر عالم کبیر میں شتر کی نظیر ہے جسکے سبب اوسکے تمام اطراف پر گزرنے کے لیے پانی زیادہ درکار ہے تو شک نہیں کہ ناخنِ دست سے کہنی کے اوپر تک ہاتھ کی مساحت پاؤں سے بہت زائد ہے تو غایت یہ کہ ہاتھ کے برابر پاؤں پر صرف ہو نہ کہ مونھ اور دونوں ہاتھ کے مجموعہ کے برابر پاؤں پر ولہذا احادیث میں ہاتھوں اور پاؤں پر برابر صرف کا ذکر آیا بخاری و نسائی و ابوبکر بن ابی شیبہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے راوی انه توضأ فغسل وجهه اخذ غرفة من ماء فتمضمض بها واستنشق ثم اخذ غرفة من ماء فجعل بها هكذا اضافها الى يده الاخرى فغسل بها وجهه ثم اخذ غرفة من ماء فغسل بها يده اليمنى ثم اخذ غرفة من ماء فغسل بها يده اليسرى ثم مسح براسه ثم اخذ غرفة من ماء فرش على رجله اليمنى حتى غسلها ثم اخذ غرفة اخرى فغسل بها رجله اليسرى ثم قال هكذا رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يتوضأ اور اگر اس سے قطع نظر کیجیے تو دونوں ہاتھ کلائیوں تک دھونا کلی کرنا ناک میں ڈالنا مونھ دھونا دونوں ہاتھ ناخنِ دست سے کہنیوں کے اوپر تک دھونا اس تمام مجموعہ کے برابر صرف دونوں پاؤں پر صرف ہونا غایت استبعاد میں ہے تو ظاہر یہی ہے کہ ابتدائی سنتیں یعنی کلائیوں تک ہاتھ تین بار دھونا تین کلیاں تین بار ناک میں پانی یہ سب بھی اس حسابِ یک مُد سے خارج ہے عجب نہیں کہ حدیث رُبَیّع رضی اللہ تعالی عنہا جسمیں پورا وضو مع سنن مذکور ہوا اور وضو کا برتن بھی دکھایا اور راوی نے اوسکا تخمینہ ایک مُد اور تہائی تک کیا اوسکا منشا یہی ہو کہ سنن قبلیہ کے لیے ثلث مُد بڑھ گیا مگر احادیث مطلقہ سے متبادر وضوء مع السنن ہے واللہ تعالی اعلم امر چہارم ف۱ کیا پانی کی یہ مقداریں کہ مذکور ہوئیں حد محدود ہیں کہ انسے کم و بیش ممنوع۔ ائمہ دین و علمائے معتمدین مثل امام ابوزکریا نووی شرح صحیح مسلم اور امام محمود بدر عینی شرح صحیح بخاری اور امام محمد بن امیر الحاج شرح منیہ اور ملا علی قاری شرح مشکوۃ میں اجماع امت نقل فرماتے ہیں کہ ان مقادیر پر قصر نہیں مقصود یہ ہے کہ پانی بلا وجہ محض زیادہ خرچ نہ ہو نہ ادائے سنت میں تقصیر رہے پھر کسیقدر ہو کچھ بندش نہیں حدیث و ظاہر الروایۃ میں جو مقادیر مد و چار مد آئیں انسے مراد ادنی قدر سنت ہے حلیہ میں ہے ثم اعلم انه نقل غير واحد اجماع المسلمين على ان الماء الذى يجزئ فى الوضوء والغسل غير مقدر بمقدار بعينه بل يكفى فيه القليل والكثير اذا وجد شرط الغسل وهو جريان الماء على الاعضاء وما فى ظاهر الرواية من ان ادنى ما يكفى فى الغسل صاع وفى الوضوء مد للحديث المتفق عليه ليس بتقدير لازم بل هو بيان ادنى قدر الماء المسنون فى الوضوء والغسل السابغين اوسی میں ہمارے مشائخ کرام سے ہے من اسبغ الوضوء والغسل بدون ذلك اجزأه وان لم يكفه زاد عليه بلکہ ف۲ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی

کہ وضو و غسل میں پانی کی مقدار ... جدا و فرق ... اور منہ

ف۱: مسئلہ: مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وضو و غسل میں پانی کی کوئی تعداد خاص لازم نہیں

ف۲: مسئلہ: غسل میں ایک صاع سے زیادہ خرچ کرنا افضل ہے ... بسبب ... یا وسوسہ کی حالت

کہ غسل میں ایک صاع سے زیادت افضل ہو فتاوی خلاصہ میں ہے الافضل ان لا یقتصر علی الصاع فی الغسل بل یغتسل بازید منہ بعد ان لایؤدی الی الوسواس فان ادی لایستعمل الا قدر الحاجۃ اس عبارت میں تصریح ہے کہ قدر حاجت سے زیادہ خرچ کرنا مستحب ہے جبکہ حد وسوسہ تک نہ پہنچے ہاں وسوسہ کا قدم درمیان ہو تو حاجت سے زیادہ صرف نہ کرے اقول ف۱ وباللہ التوفیق مراتب پانچ ہیں ضرورت حاجت منفعت زینت فضول **ضرورت** یہ کہ اوس کے بغیر گزر نہ ہو سکے جیسے مکان میں حجریت خلہ وہ سوراخ جسمیں آدمی بزور سما سکے۔ کھانے میں لقیمات یقمن صلبہ چھوٹے چھوٹے چند لقمے کہ سد رمق کریں ادائے فرائض کی طاقت دیں لباس میں خرقۃ تواری عورتہ اتنا ٹکڑا کہ ستر عورت کرے **حاجت** یہ کہ بے اوس کے ضرر ہو جیسے مکان اتنا کہ گرمی جاڑے برسات کی تکلیفوں سے بچا سکے کھانا اتنا جس سے ادائے واجبات وسنن کی قوت ملے کپڑا اتنا کہ جاڑا روکے اتنا بدن ڈھکے جسکا کھولنا نماز و مجمع ناس میں خلاف ادب تہذیب ہے مثلاً خالی ف۲ پاجامے سے نماز مکروہ تحریمی ہے ابوداود والحاکم عن بریدۃ رضی اللہ تعالی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نھی ان یصلی الرجل فی سراویل ولیس علیہ رداء رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ آدمی بے چادر اوڑھے صرف پاجامے میں نماز پڑھے مسند احمد وصحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا لایصلین احدکم فی الثوب الواحد لیس علی عاتقیہ منہ شیئ ہرگز کوئی ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے کہ دونوں شانے کھلے ہوں ولفظ البخاری عاتقہ بالافراد فتاوی خلاصہ میں ہے لو صلی مع السراویل والقمیص عندہ یکرہ یونہیں تنہا ف۳ پاجامہ پہنے راہ میں نکلنے والا ساقط العدالۃ مردود الشہادۃ خفیف الحرکات ہے۔ یہ مسئلہ خوب یاد رکھنے کا ہے کہ آجکل اکثر لوگوں میں اسکی بے پرواہی پھیلی ہے خصوصاً وہ جنکے مکان سرِ راہ ہیں فتاوی عالمگیریہ میں ہے لاتقبل شہادۃ من یمشی فی الطریق بسراویل وحدہ لیس علیہ غیرہ کذا فی النہایۃ **منفعت** یہ کہ بغیر اوس کے ضرر تو موجود نہیں مگر اوس کا ہونا اصل مقصود میں نافع ومفید ہے جیسے مکان میں بلندی و وسعت کھانے میں سرکہ چٹنی سیری لباس نماز میں عمامہ **زینت** یہ کہ مقصود سے محض بالائی زائد بات ہے جس سے ایک معمولی افزائش حسن خوشنمائی کے سوا اور نفع وتائید غرض نہیں جیسے مکان کے درون میں محرابیں کھانے میں رنگتیں کہ قورمہ خوب سرخ ہو فرنی نہایت سفید براق ہو کپڑے میں نخیہ باریک ہو قطع میں کج نہ ہو **فضول** یہ کہ بے منفعت چیز میں حد سے زیادہ توسع وتدقیق جیسے مکان میں سونے چاندی کے کلس دیواروں پر قیمتی غلاف کھانا کھانے پر میوے شیرینیاں پلنگ گوٹوں سے نیچے اول مرتبہ فرض میں ہے دوم واجب وسنن مؤکدہ سوم چہارم سنن غیر مؤکدہ سے مستحبات وآداب زائدہ تک پنجم باختلاف مراتب مباح ومکروہ تنزیہی تحریمی سے حرام تک قال المحقق علی الاطلاق فی الفتح ثم السید الحموی فی الغمز قاعدۃ الضرر یزال ھھنا خمسۃ مراتب ضرورۃ وحاجۃ ومنفعۃ وزینۃ

ف۱: شریعت کی پانچ مرتبے ہیں ضرورت حاجت منفعت زینت فضول اور انکی تحقیق اور مکان وطعام ولباس وطہارت میں انکی مثالیں

ف۲: مسئلہ خالی پاجامے سے نماز مکروہ تحریمی ہے

ف۳: مسئلہ تنہا پاجامہ پہنے راہ میں نکلنے والا ساقط العدالۃ مردود الشہادۃ ہے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وفضول فالضرورۃ بلوغہ حدا ان لم یتناول الممنوع ھلک اوقارب وھذا یبیح تناول الحرام والحاجۃ کالجائع الذی لولم یجد مایاکلہ لم یھلک غیر انہ یکون فی جھد ومشقۃ وھذا لایبیح الحرام ویبیح الفطر فی الصوم والمنفعۃ کالذی یشتھی خبز البر ولحم الغنم والطعام الدسم والزینۃ کالمشتھی للحلوی والسکر والفضول التوسع باکل الحرام والشبھۃ اھ اقول تکلم رحمہ اللہ تعالی فی مادۃ واحدۃ بخصوصھا وقنع عن التعریفات بالامثلۃ احالۃ علی فھم السامع وفی جعل الحلوی والسکر من الزینۃ تامل فان فی الحلوی منافع لیست فی غیرھا وقد کان صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یحب الحلواء والعسل کما اخرجہ الستۃ عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالی عنھا وما کان لیحب مالامنفعۃ فیہ وقد نھاہ ربہ تبارک وتعالی عن زھرۃ الحیوۃ الدنیا فلولم تکن الا زینۃ لما احبھا ولعل ماذکر العبد الضعیف امکن واتقن انھین مراتب کو طہارت مین لحاظ کیجیے توجس عضو کا جتنا دھونا فرض ہے اوس کے ذرے ذرے پر ایکبار پانی تقاطر کے ساتھ اگرچہ خفیف بہ جانا مرتبۂ ضرورت مین ہے کہ بے اسکے طہارت ناممکن اور تثلیث مرتبۂ حاجت مین ہے یوہین وضو مین مونھ دھونے سے پہلے کی سنن ثلاث کہ یہ چارون مؤکدات ہین اور انکے ترک مین ضرر من زاد اونقص فقد تعدی وظلم آور ہر بار پانی بفراغت بہنا جس سے کمال تثلیث مین کوئی شبہہ نہ گزرے اور ہر ہر ذرہ عضو پر غور وتامل کی حاجت نہ پڑے یہ منفعت ہے اور غرہ وتحجیل کی اطالت زینت اور کسی عضو کو قصدا چاربار دھونا فضول۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہین ان امتی یدعون یوم القیمۃ غرا محجلین من اثار الوضوء فمن استطاع منکم ان یطیل غرتہ فلیفعل رواہ الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ وفی لفظ لمسلم عنہ انتم الغر المحجلون یوم القیمۃ من اسباغ الوضوء فمن استطاع منکم فلیطل غرتہ وتحجیلہ یعنی میری اُمت کے چہرے اور چارون ہاتھ پاؤن روز قیامت وضو کے نور سے روشن ومنور ہونگے توتم مین جس سے ہوسکے اوسے چاہیے کہ اپنے اس نور کو زیادہ کرے یعنی چہرہ کے اطراف مین جو حدین شرعاً مقرر ہین اوس سے کچھ زیادہ دھوئے اور ہاتھ نصف بازو اور پاؤن نیم ساق تک درمختار مین ہے من الاداب اطالۃ غرتہ وتحجیلہ ردالمحتار مین ہے فی البحر اطالۃ الغرۃ بالزیادۃ علی الحد المحدود وفی الحلیۃ التحجیل فی الیدین والرجلین وھل لہ حد لم اقف فیہ علی شیئ لاصحابنا ونقل النووی اختلاف الشافعیۃ علی ثلثۃ اقوال الاول الزیادۃ بلاتوقیت الثانی الی نصف العضد والساق الثالث الی المنکب والرکبتین قال والاحادیث تقتضی ذلک کلہ اھ ونقل ط الثانی عن شرح الشرعۃ مقتصرا علیہ اھ درمختار مکروہات وضو مین ہے والاسراف ومنہ الزیادۃ علی الثلث اوسی مین ہے لوزاد (ای علی التثلیث) لطمانینۃ القلب لاباس بہ ردالمحتار مین ہے لانہ امر بترک مایریبہ الی مالایریبہ وینبغی ان یقید ھذا بغیر

ف۱: لطیفۃ ۲۲۴ علم الفقہ والحکمۃ

ف۲: مسئلہ وضو مین غرہ وتحجیل کا بڑھانا مستحب ہے اور اسکے معنی کا بیان

الموسوس اما هو فيلزمه قطع مادة الوسواس عنه وعدم التفاته الى التشكيك لانه فعل الشيطان وقد امرنا بمعاداته ومخالفته (حتی اور شک نہیں کہ صرف ایک صاع سے غسل میں سر سے پاؤں تک بفراغ خاطر تثلیث کا حصول دشوار لہذا ہمارے علماء نے اطمینان قلب کے لئے صاع سے زیادت کو افضل فرمایا لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دع مایریبك الی مالا یریبك فان الصدق طمانینۃ وان الکذب ریبۃ رواہ الائمۃ احمد والترمذی وابن حبان بسند جید عن الحسن المجتبٰی ریحانۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ ثم علیہ وسلم وھو عند ابن قانع عنہ بلفظ فان الصدق ینجی اور یہ ضرور فوق الحاجۃ ہے کہ منفعت پہلو ہیں میل کا چھڑانا داخل زینت اور اوسمیں جو زیادت ہو وہ بھی فوق الحاجۃ۔ یہ معنے ہیں قول خلاصہ کے کہ غیر موسوس کو حاجت سے زیادہ صرف کرنا افضل ہے **اقول** [ف۱] وبما وفقنی المولٰی تبارك وتعالٰی من هذا التقریر المنیر ظهر الجواب عما اورده الامام ابن امیر الحاج اذ قال بعد نقل ما قدمنا عن الخلاصۃ لایعری اطلاق الافضلیۃ المذکورۃ من نظر کما لایخفی علی المتأمل اھ وللہ الحمد **تنبیہ** ماذکرت ان تثلیث الغسل بالطمانینۃ عسیر بالصاع شیئ تشهد له التجربۃ والبشر انا وانت وقد استبعده ریحانۃ من ریاحین المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیه وعلیهم وسلم اعنی السید الامام الاجل محمد الباقر رضی اللہ تعالٰی عنه اخرج البخاری (وعزاه [ف۲] فی الحلیۃ لهما ولم اره لمسلم ولا عزاه الیه فی العمدۃ ولا الارشاد) عن ابی اسحٰق حدثنا ابوجعفر انه کان عند جابر بن عبد اللہ هو وابوه رضی اللہ تعالٰی عنهم وعنده قوم فسألوه عن الغسل فقال یکفیك صاع فقال رجل مایکفینی فقال جابر کان یکفی من هو اوفی منك شعرا وخیرا منك ثم امنا فی ثوب قال فی العمدۃ فی مسند اسحٰق بن راهویه ان متولی السؤال هو ابوجعفر وقوله قال رجل المراد به الحسن بن محمد بن علی بن ابی طالب الذی یعرف ابوه بابن الحنفیۃ اھ وتبعه القسطلانی **اقول** [ف۳] حدیث الحسن بن محمد علی ما فی الصحیحین هکذا عن ابی جعفر قال لی جابر اتانی ابن عمك یعرض بالحسن بن محمد بن الحنفیۃ قال کیف الغسل من الجنابۃ فقلت کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یاخذ ثلث اکف فیفیضها علی راسه ثم یفیض علی سائر جسده فقال لی الحسن انی رجل کثیر الشعر فقلت کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اکثر منك شعرا هذا لفظ خ ونحوه عند م وفیه قال جابر فقلت له یا ابن اخی کان شعر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اکثر من شعرك واطیب وهو نص فی ان محمدا لم یشهد مخاطبۃ جابر والحسن وانما حکاها له جابر بخلاف حدیث الباب وفی الکلام ایضا نوع تفاوت بل الرجل القائل هو الامام ابوجعفر نفسه او من قال منهم مع تسلیم الباقین اخرج النسائی عن ابی اسحٰق عن ابی جعفر

ف۱: تطفل ۲۶۷ علی الحلیۃ

ف۲: تطفل ۲۶۸ اخری علیها

ف۳: تطفل ۲۶۹ علی الامام العینی والقسطلانی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

قال تماريّنا في الغسل عند جابر بن عبد الله رضی الله تعالٰی عنهما فقال جابر يكفي من الغسل من الجنابة صاع
من ماء قلنا ما يكفي صاع ولا صاعان قال جابر قد كان يكفي من كان خيرا منكم واكثر شعرا صلی الله تعالٰی عليه وسلم
قال في الحلية يشعر ايضا بان هذا التقدير ليس بلازم في كل حالة لكل واحد ومن ثمه قال الشيخ عز الدين بن
عبد السلام هذا في حق من يشبه جسده جسد النبي صلی الله تعالٰی عليه وسلم انتهى يعني في الجسم ولعل
انكار جابر وردّه على القائل لظهور ان جسد القائل كان نحو جسد رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم مع
فهم جابر عنه الشك في كون ذلك كافيا له اما لوسوسة او غيرها فاتى برد عنيف ليكون اقلع لذلك السبب
من النفس واجمع في التأسي به صلی الله تعالٰی عليه وسلم في ذلك هذا التوجيه الذي وفقنا الله اولى من قول
غير واحد من المشايخ ان ما في ظاهر الرواية (اي ما تقدم من الصاع والمد ادنى ما يكفي) بيان لمقدار الكفاية
ثم يردفونه بقولهم حتى ان من اسبغ الوضوء والغسل بدون ذلك اجزأه وان لم يكفه زاد عليه وكذا الكلام
فيما روى الحسن عن ابي حنيفة (اي ما تقدم من رطل ورطلين وثلثة في الاحوال) في الوضوء اھ كلامه الشريف
مزينا اما بين الاهلة **اقول اولا** [ف۱] [۴۲۲] نظر رحمه الله تعالٰی الى لفظ البخاري قال رجل ولو كان من تذكرا ما في النسائي
من قول الامام الباقر رضی الله تعالٰی عنه قلنا لم يرض بذكر الوسوسة فحاشا محمد الباقر عنها **وثانيا** [۴۲۳]
[ف۲] لو كانت على ذكر منه لم يذكر قوله لظهور ان جسد القائل الخ فان ذلك ان فرض مستقيما ففي جسد بعضهم
كالامام الباقر لا كلهم والقائلون القوم لقوله قلنا وقول جابر من كان خيرا منكم وان تولى التكلم احدهم
وثالثا [۴۲۴] [ف۳] لا يقتصر الامر على المقاربة في الجسم وحده بل يختلف باختلاف بدنين نعومة وخشونة ورطوبة
ويبوسة وكون الشخص اجرد او اشعر وكث اللحية او خفيفها وتام الوفرة او محلوقها الى غير ذلك من الاسباب
بل يختلف لشخص واحد باختلاف الفصول والبلدان والعمر والمزاج وغير ذلك **ورابعا** [۴۲۵] [ف۴] به ظهر ان لو فرض
لهم مداناة في الجسم كان من المحال العادي المداناة في جميع اسباب الاختلاف بل هو محال قطعا فمن اعظمها
النعومة ومن بدنه كبدن هذا القمر الزاهر صلی الله تعالٰی عليه وسلم **وخامسا** [۴۲۶] [ف۵] لقى الامام الباقر سيدنا
جابرا رضی الله تعالٰی عنهما انما كان بعد ما صار بصيرا فكيف يعرف حجم ابدانهم **وسادسا** [۴۲۷] [ف۶] كلام جابر
نفسه يدل انه انما بناه على كثرة شعر الراس وقلته **وسابعا** [۴۲۸] [ف۷] يريد رحمه الله تعالٰی الاخذ على المشايخ
انهم حملوا ظاهر الرواية على ادنى ما به الكفاية ثم عادوا عليها بالنقض بقولهم من اسبغ بدونه اجزأه مع انه
هو الناقل لفظ الظاهر ما تقدم ان ادنى ما يكفي في الغسل صاع وفي الوضوء مد فلا محمل لها الا ما ذكروا ابدا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ومنا غيروا و ثامناً لایجوز ان یکون مراد الظاهر والمشایخ تقدیر هذا بشخص واحد فی الدنیا یکون اضال الناس
واقصرهم واهزلهم واصغرهم حتی لا یمکن لغیره ان یغتسل فی قدر ما یکفیه وانما هی متمسکة فی ذلك بالحدیث
لما ذکرتم وتقدم ولا یسبق الی وهم انهم لا یفرقون بین قصیر صغیر ضئیل اجرد امرد محلوق الراس وطویل
کبیر عبل اشعر کثیف اللحیة وافی الوفرة فیحکموا ان هذا هو ادنی ما یکفی کلا منهما فاذن لم یریدوا الا رجلا سویا
معتدل الخلق متوسط الاحوال وحینئذ لا یکون ما اورد فوابه مناقضا لظاهر الروایة ولا مغایرا للتوجیه
الذی نحوتم الیه وبالجملة اری فهمی القاصر متقاعدا عن درك مرام هذا الکلام وبعد اللتیا والتی انما لغیتی
ان هذا الامام رحمه الله تعالی جعل الحدیث المذکور مشعرا بعدم التحدید ولا یستقیم الا اشعار الا بان
یسلّم استبعاد الامام الباقر ویجعل رد سیدنا جابر رضی الله تعالی عنهما حذرا ان یکون ذلك عن وسوسة او نحوها
وحثا علی التأسی مهما امکن لا ایجابا لانه یکفی کلا ما کان یکفیه صلی الله تعالی علیه وسلم وفیه المقصود ثم

اقول اذا کان هذا الاستبعاد فی الصاع فاظنك بما یقتضیه ظاهر حدیث الغرفات المار تحت الامر الثالث
عن ابن عباس رضی الله تعالی عنهما فانه یفید استیعاب کل من الوجه والید والرجل بغرفة واحدة وظاهر
ان المراد الاغتراف بالکف بل صرح به قوله اخذ غرفة فاضافها الی یده الاخری فاذن یعسر جدا استیعاب
الوجه بغرفة واحدة فانها لا تزید علی قدر الکف بل لا تبلغه اذ لا بد للاغتراف من تقعیر فی الکف وعرض
الوجه ما بین الاذنین اکبر بکثیر من طول الکف فماء قدر کف لا یستوعب الوجه طولا وعرضا بحیث یمر علی
کل ذرة منه بالسیلان واضافته الی الید الاخری لا تزیده قدرا بل لو القی الکفان متلاصقتین لم یبلغ
عرض مجموعهما عرض الوجه وان فرق بینهما ووضعتا علی الجبینین طولا لم یستوعبهما الماء بحیث ینحدر
من جمیع مساحة الطولین سیالا الی منتهی سطح الوجه فان امر الید علی مسیل الماء ودلك بها ما لم یبلغه
من الوجه کان غسلا لبعض ودهنا لبعض وکل ذلك معلوم مشاهد واما الذراع والقدم اشد اشکالا
اذ لهما اطراف متباینة السموت واحاطة ماء قدر کف بجمیع اطراف الید من الظفر الی المرفق مما لا یعقل
والکف نفسه لا تحیط بالذراع فی امرار واحد وان امرت علی ظهر الذراع ثم اعیدت علی البطن او بالعکس
لم یصحبها من الماء ما یزید علی قدر التدهن وکذلك فی القدم مع ما فیها من الصعود بعد الهبوط الا جل الاسالة
الی فوق الکعبین وعمل الید قد ذکرنا ما فیه ومن ادعی تیسر هذا فلیرنا کیف یفعل فبالامتحان یکرم الرجل
او یهان وقد استشعر الکرمانی فی الکواکب الدراری ورود هذا وقنع بان منع وردّ اثره الامام العینی والقرحیثی

تطفل ۲۴۸ ثامن علیهم

اشکال فی حدیث البخاری والکلام علیه بحسب الاستطاعة

قال قال الكرمانى فان قلت لايمكن غسل الرجل بغرفة واحدة قلت ممنوع ولعل الغرض من ذكره على هذا الوجه بيان تقليل الماء فى العضو الذى هو مظنة الاسراف فيه اه اقول ف۱ ومجرد المنع فى امثال الواضحات لايسمع ولا ينفع وحمله المحقق فى الفتح على تجديد الماء لكل عضو فقال وما فى حديث ابن عباس فاخذ غرفة من ماء الى اخر ما تقدم يجب صرفه الى ان المراد تجديد الماء بقرينة قوله بعد ذلك ثم اخذ غرفة من ماء فغسل بها يده اليمنى ثم اخذ غرفة من ماء فغسل بها يده اليسرى ومعلوم ان لكل من اليدين ثلث غرفات لا غرفة واحدة فكان المراد اخذ ماء لليمنى ثم ماء لليسرى اذ ليس يحكى الفرائض فقد حكى السنن من المضمضة وغيرها ولو كان لكان المراد ان ذلك ادنى ما يمكن اقامة المضمضة به كما ان ذلك ادنى ما يقام فرض اليد به لان المحكى انما هو وضوءه الذى كان عليه ليتبعه المحكى لهم اھ وتبعه المحقق الحلبى فى الغنية قلت ومطمح نظره رحمه الله تعالى سلخ الغرفة عن الوحدة مستندا الى ان المحكى الوضوء المسنون بدليل ذكر المضمضة والاستنشاق والمسنون التثليث فكيف يراد الوحدة وانما معناه اخذ لكل عمل ماء جديدا او هو اعم من اخذه مرة او مرارا فيكون معنى قوله غرفة من ماء فتمضمض بها واستنشق ان اخذ لهما ماء جديدا ولو مرارا فلا يدل على انهما بماء واحد كما يقوله الامام الشافعى رضى الله تعالى عنه فهذا مراده وهو قد ينفعنا فيما نحن فيه وان كان كلامه فى مسألة اخرى اقول ف۲ لكن فيه بعد لايخفى والمحقق عارف به ولذا قال يجب صرفه لكن الشان فى ثبوت الوجوب وما استند به سيأتى الكلام عليه على ف۳ ان الحديث رواه ابن ماجة عن زيد بن اسلم عن عطاء بن يسار عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما وهذا هو مخرج الحديث رواه البخارى عن سليمن بن بلال عن زيد والنسائى عن ابن عجلان عن زيد مطولا وقال ابن ماجة حدثنا عبد الله [illegible] وابو بكر بن خلاد الباهلى ثنا عبد العزيز بن محمد عن زيد فاخرجه مقتصرا على قوله ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مضمض واستنشق من غرفة واحدة ومن هذا الطريق اخرجه النسائى فقال اخبرنا الهيثم بن ايوب الطالقانى قال عبد العزيز بن محمد قال ثنا زيد وفيه رايت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم توضا فغسل يديه ثم تمضمض واستنشق من غرفة واحدة الحديث فهذا لايقبل الانسلاخ عن الوحدة وكان فى الجواب ما افاده اخرا بقوله ولو كان لكان الخ مع ما قدم من احاديث ناطقة بالمذهب زاد تلميذه المحقق فى الحلية حديثا اخر رواه البزار بسند حسن وانا اقول وبالله التوفيق للعبد الضعيف فى الحديث وجهان الاول حمل الغرفة على المرة اى غسل كل عضو مرة مرة وبهذا انحل العقد بمرة ولا نسلم ان ذكر المضمضة والاستنشاق

ف۱: تطفل على الامام العينى والكرمانى
ف۲: تطفل على المحقق والغنية
ف۳: تطفل اخر عليهما

يستلزم استيعاب جميع السنن لم لا يجوز ان يكون هذا بيانا للجواز الاقتصار على مرة فى الفرائض والسنن وما فيه من البعد اللفظى يقربه جمع طرق الحديث فلعبد الرزاق عن عطاء بن يسار عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما انه توضأ فغسل كل عضو منه غسلة واحدة ثم ذكر ان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم كان يفعله ولسعيد بن منصور فى سننه بلفظ توضا النبى صلى الله تعالى عليه وسلم فادخل يده فى الاناء فمضمض واستنشق مرة واحدة ثم ادخل يده فصب على وجهه مرة وصب على يده مرة مرة ومسح براسه واذنيه مرة ثم اخذ ملأ كفه من ماء فرش على قدميه وهو منتعل اھ وسيأتى تفسير هذا الرش فى الحديث بل روى البخارى قال حدثنا محمد بن يوسف ثنا سفين عن زيد بلفظ توضأ النبى صلى الله تعالى عليه وسلم مرة مرة وقال ابوداود حدثنا مسدد ثنا يحيى عن سفين ثنى زيد وقال النسائى اخبرنا محمد بن مثنى ثنا يحيى عن سفين ثنا زيد وقال الامام الاجل الطحاوى حدثنا ابن مرزوق ثنا ابوعاصم عن سفين عن زيد ولفظ الاولين فيه الا اخبركم بوضوء رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فتوضا مرة مرة وبمعناه لفظ الطحاوى وللنسائى من طريق ابن عجلان المذكور بعد ما مر وغسل وجهه وغسل يديه مرة مرة ومسح براسه واذنيه مرة الحديث وفى هذا والذى مر عن سعيد بن منصور ابانه ما ذكرته من ان ذكر للمضمضة والاستنشاق ولا يستلزم استيعاب السنن حتى ينافى ترك التثليث فقد تظافرت الروايات على لفظ مرة والاحاديث يفسر بعضها بعضا فكيف وقد اتحد المخرج **اقول** وقد يشد عضده ان الحديث مطولا عند ابن ابى شيبة بزيادة ثم غرف غرفة فمسح راسه واذنيه الحديث فالغرفة التى كانت توضئ كلا من الوجه واليد والرجل لو استعملت فى الراس لغسلته فانما اراد والله تعالى اعلم المرة مع التجديد ورحم الله اباحاتم اذ قال ماكنا نعرف الحديث حتى نكتبه من ستين وجها وانا اعلم ان الجادة فى روايات الوقائع حمل الاعم على الاخص ولكن لا غرو فى العكس لاجل التصحيح **والثانى** حمل الغرفة على الحفنة اى بكلتا اليدين وربما تطلق عليها فروى البخارى عن ام المؤمنين رضى الله تعالى عنها فيما حكت غسله صلى الله تعالى عليه وسلم ثم يصب على راسه ثلث غرف بيديه ولابى داود عن ثوبان رضى الله تعالى عنه عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم اما المرأة فلا عليها ان لا تنقضه لتغرف على راسها ثلث غرفات بكفيها ويؤيده حديث ابى داود والطحاوى عن محمد بن اسحق عن محمد بن طلحة عن عبيد الله الخولانى عن عبد الله بن عباس عن على رضى الله تعالى عنهم عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم وفيه ثم ادخل يديه جميعا فاخذ حفنة من ماء فضرب بها على رجله وفيها النعل فغسلها بها ثم الاخرى مثل ذلك ولفظ الطحاوى ثم اخذ

بیدیه جمیعا حفنة من ماء فصك بهما علی وجهه الیمنی والیسری کذلك واخرجه ایضا احمد وابو یعلی وابن خزیمة
وابن حبان والضیاء وهذا معنی ما مر من حدیث سعید بن منصور ان شاء الله تعالی والمعنی الاخر المبهم وقد نسخ
اوکان وفی القدر مبین جور بان تخمینا ن علی ما بینه الامام الطحاوی رحمه الله تعالی **اقول** وما ذکرهما من الوجهین
فلنعم المحملان هما مثل طریق ابن ماجة حدثنا ابوبکر بن خلاد الباهلی ثنا یحیی بن سعید القطان عن سفین
عن زید وفیه رایت رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم توضأ غرفة غرفة وحدیث ابن عساکر عن ابی هریرة
رضی الله تعالی عنه ان النبی صلی الله تعالی علیه وسلم توضأ غرفة غرفة وقال لایقبل الله صلاة الا به فیلو
علی الحمل الاول کحدیث سعید بن منصور وابن ماجة والطبرانی والدارقطنی والبیهقی عن ابن عمر وابن
ماجة والدارقطنی عن ابی بن کعب وفی الدارقطنی فی غرائب مالك عن زید بن ثابت وابی هریرة معا رضی الله تعالی
عنهم ان رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم توضأ مرة مرة وقال هذا وضوء لایقبل الله صلاة الا به وکذا الیدین
والرجلین فی حدیث ابن عباس غیر انه یکدرهما جمیعا فی الوجه قوله اخذ غرفة من ماء فجعل بها هکذا اضافها
الی یده الاخری فغسل بهما وجهه الا ان یتکلف فیحمل علی ان اضاف الغرفة ای الاغتراف الی الید الاخری
ایضا غیر قاصر له علی ید واحدة فیرجع الی الاغتراف بالیدین ویکون کحدیث ابن عباس رضی الله تعالی
عنهما ایضا عن علی کرم الله تعالی وجهه عن رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم ادخل یده الیمنی فافرغ
بها علی الاخری ثم غسل کفیه ثم تمضمض واستنثر ثم ادخل یدیه فی الاناء جمیعا فاخذ بهما حفنة من ماء
فضرب بها علی وجهه ثم الثانیة ثم الثالثة مثل ذلك ورواه الطحاوی مختصرا فقال اخذ حفنة من ماء
بیدیه جمیعا فصك بهما وجهه ثم الثانیة مثل ذلك ثم الثالثة فذکر ان المضمضة والاستنشاق الاغتراف
بکف واحدة فاذا اتی علی الوجه اضافه الی الید الاخری ایضا فان لم یقبل هذا فقد علمت ان استیعاب الوجه
بکف واحدة متعسر بل متعذر **اقول** بل لربما تبقی الحفنة باقیة فضلا عن الکفة والدلیل علیه هذا الحدیث
الذی ذکرنا تخریجه عن الامام احمد وابی داود وابن خزیمة وابی یعلی والامام الطحاوی وابن حبان والضیاء
عن ابن عباس عن علی عن النبی صلی الله تعالی علیه وعلیهم وسلم حیث قال بعد ذکر غسل الوجه بثلث حفنات
کما تقدم ثم اخذ بکفه الیمنی قبضة من ماء فصبها علی ناصیته فترکها تستن علی وجهه ثم غسل ذراعیه الی
المرفقین ثلثا ثلثا الحدیث وهذا ایضا معلوم مشاهد وبالجملة لو لم یصرف حدیث الغرفة عن ظاهره
لرجع الغسل الی الدهن وهو خلاف الروایة والدرایة بل الاجماع والروایة الشاذة عن الامام الثانی رحمه الله تعالی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مؤولة كما فی ردالمحتار عن الحلیة عن الذخیرة وغیرها فاذن لایبقی الا ان نقول ان حالا نقدر علی مثل مافعل ابن عباس رضی الله تعالی عنهما تلك المرة فضلا عن فعل صاحب الاعجاز الجلیل المروی مرار الجمع الجزیل بالماء القلیل علیه من ربه اعلی صلاة واکمل تبجیل وابن تقرب منه اواغرب منه ماوقع فی سنن سعید بن منصور عن الامام الاجل ابرهیم النخعی رضی الله تعالی عنه قال لم یکونوا یلطموا وجوههم بالماء وکانوا اشد استبقاء للماء منکم فی الوضوء وکانوا یرون ان ربع المد یجزئ من الوضوء وکانوا اصدق ورعا واسخی نفسا واصدق عند البأس اقول[1] فلا ادری کیف اجتزؤا بربع ماجعله النبی صلی الله تعالی علیه وسلم مجزئا بل لایظن بهم انهم قنعوا بالفرائض دون السنن فاذن یکفی لغسل الیدین الی الرسغین وللمضمضة والاستنشاق وغسل الوجه والیدین الی المرفقین والرجلین الی الکعبین کل مرة سدس رطل من الماء وهذا مما لایعقل ولایقبل الا بمعجزة نبی او کرامة ولی صلی الله تعالی علی الانبیاء والاولیاء وسلم فان قلت ماید ریك لعل المراد بالمد المد العمری المساوی لصاع النبی صلی الله تعالی علیه وسلم الا ربعا فیکون ربع المد ثلثة ارباع المد النبوی صلی الله تعالی علیه وسلم قلت کلا فان ابرهیم سبق خلافة عمر هذا رضی الله تعالی عنهما مات فـ۱ سنة خمس او ست وتسعین وامیر المؤمنین فی رجب سنة احدی ومائة وخلافته سنتان ونصف رضی الله تعالی عنه والله تعالی اعلم۔

امر پنجم ۵: فـ۲ طہارت میں بے سبب پانی زیادہ خرچ کرنا کیا حکم رکھتا ہے **اقول** ملاحظہ کلمات علما سے اسمیں چار قول معلوم ہوتے ہیں اور تین توی تردد ہیں اور فضل الٰہی سے امید ہے کہ بعد تحقیق وحصول توفیق اختلاف ہی نہ رہے وباللہ التوفیق (۱) مطلقا حرام وناجائز ہے حتی کہ اگر نہر جاری میں وضو کرے یا نہائے اُس وقت بھی بلاوجہ صرف گناہ وناروا ہے یہ قول بعض شافعیہ کا ہے جسے خود شیخ مذہب شافعی سیدنا امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں نقل فرماکر ضعیف کردیا اور اسیطرح دیگر محققین شافعیہ نے اُسکی تضعیف کی (۲) مکروہ ہے اگرچہ نہر جاری پر ہو اور کراہت صرف تنزیہی ہے اگرچہ گھر میں ہو یعنی گناہ نہیں صرف خلاف سنت ہے حلیہ وبحرالرائق میں اسی کو اوجہ اور امام نووی نے اظہر اور بعض دیگر ائمہ شافعیہ نے صحیح کہا اور حکم آب جاری کو عام ہونے سے قطع نظر کریں تو کلام امام شمس الائمہ حلوانی وعلامہ فقیہ النفس سے بھی اُسکا استفادہ ہوتا ہے ہاں شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں عموم کی طرف صاف اشارہ کیا اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا اجمع العلماء علی النهی عن الاسراف فی الماء ولو کان علی شاطئ البحر والاظهر انه مکروه کراهة تنزیه وقال بعض اصحابنا الاسراف حرام۔ منیہ وحلیہ میں فرمایا هو ان یسرف فی الماء شرعا ای لایستعمل منه فوق الحاجة الشرعیة وان کان علی شط نهر جار ذکر شمس الائمة الحلوانی انه سنة وعلیه مشی قاضی خان وهو اوجه کما هو غیر خاف فالاسراف یکون مکروها کراهة تنزیه وقد صرح النووی انه الاظهر

ف۱: تاریخ وفات امام ابراہیم نخعی وامیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہما

ف۲: مسئلہ وضو وغسل میں پانی زیادہ خرچ کرنے کا کیا حکم ہے اور اس بارہ میں مصنف کی تحقیق

وحکی حرمۃ الاسراف عن بعض اھل مذھبہ وعبارۃ بعض المتأخرین منھم والزیادۃ فی الغسل علی الثلث مکروہ علی الصحیح وقیل حرام وقیل خلاف الاولی بحرالرائق میں ہے الاسراف ھو الاستعمال فوق الحاجۃ الشرعیۃ وان کان علی شط نھر وقد ذکر قاضی خان ترکہ من السنن ولعلہ الاوجہ فیکون مکروھا تنزیھا (۳) مطلقاً مکروہ تک نہیں نہ تحریمی نہ تنزیہی صرف ایک ادب وامر مستحب کے خلاف ہے بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود وفتح القدیر امام محقق علی الاطلاق و منیۃ المصلی وغیرہا میں ترک اسراف کو صرف آداب ومستحبات سے شمار کیا سنت تک نہ کہا اور مستحب کا ترک مکروہ نہیں ہوتا بلکہ سنت کا۔ حلیہ میں ہے قال فی البدائع والادب فیما بین الاسراف والتقتیر اذ الحق بین الغلو والتقصیر قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیر الامور اوسطھا انتھی وذکر الحلوانی انہ سنۃ فعلی الاول یکون الاسراف غیر مکروہ وعلی الثانی کراھۃ تنزیہ۔ بحر میں ہے فی فتح القدیر ان المندوبات نیف وعشرون ترک الاسراف والتقتیر وکلام الناس الخ فعلی کونہ مندوبا لایکون الاسراف مکروھا وعلی کونہ سنۃ یکون مکروھا تنزیھا۔ غنیہ میں ہے (و) من الآداب (ان لایسرف فی الماء) کان ینبغی ان یعدہ فی المناھی لان ترک الادب لاباس بہ۔

اقول ف۱ ظاہراً یہی ترک اسراف کا صرف ایک ادب ہونا اصل مذہب ظاہر الروایۃ ونص صریح محرر المذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے امام بخاری نے خلاصہ فصل ثالث فی الوضوء میں ایک جنس سنن وآداب وضو میں وضع کی اوس میں فرمایا اما سنن الوضوء فنقول من السنۃ غسل الیدین الی الرسغین ثلثا الخ پھر سنتیں گنا کر فرمایا واما اداب الوضوء فی الاصل من الادب ان لایسرف فی الماء ولا یقتر ویشرب فضل وضوئہ او بعضہ قائما او قاعدا مستقبل القبلۃ الخ اوسی کا بدائع وفتح القدیر ومنیہ وخلاصہ وہندیہ وغیرہا میں اتباع کیا اور اوس سے زائد کسکا اتباع تھا تو اسپر مواخذہ محض بے محل ہے واللہ الموفق (۴) نہر جاری میں اسراف جائز کہ پانی ضائع نہ جائیگا اور اوسکے غیر میں مکروہ تحریمی۔ مدقق علائی نے در مختار میں اسی کو مختار رکھا علامہ مدقق عمر بن نجیم نے نہر الفائق میں کراہت تحریم ہی کو ظاہر کہا اور یہی امام قاضی خان وامام شمس الائمہ حلوانی وغیرہما اکابر کا مفاد کلام قرار دیا کہ ترک اسراف کو سنت کہنے سے اونکی مراد سنت مؤکدہ ہے اور سنت مؤکدہ کا ترک مکروہ تحریمی نیز مقتضائے کلام امام زیلعی کہ مطلق مکروہ سے غالباً مکروہ تحریمی مراد ہوتا ہے۔ اور بحر الرائق میں اسے قضیۂ کلام منتقی بتایا کہ اوسمیں اسراف کو منہیات سے شمار فرمایا اور ہر منہی عنہ کم از کم مکروہ تحریمی ہے **اقول** اور یہی عبارت آئندہ جواہر الفتاوی سے مستفاد لفحوٰیھا اذ ف۲ المفاھیم معتبرۃ فی الکتب کما فی الدر والغمز والشامی وغیرھا ولقضیۃ دلیلھا ایضا کما لایخفی شرح تنویر میں ہے بل فی القھستانی معزیا للجواھر الاسراف فی الماء الجاری جائز لانہ غیر مضیع فتامل پھر فرمایا مکروھہ الاسراف فیہ تحریما لو بماء النھر والمملوک لہ اما الموقوف علی من یتطھر بہ ومنہ ماء المدارس فحرام بحر میں ہے صرح الزیلعی بکراھتہ وفی المنتقی انہ من المنھیات فتکون تحریمیۃ منحۃ الخالق میں نہر سے

ف۱: مسئلہ تطفل علی الغنیۃ

ف۲: المفاہیم معتبرۃ فی الکتب بالاتفاق

الظاہر انہ مکروہ تحریما اذ اطلاق الکراہۃ مصروف الی التحریم فما فی المنتقی سوا لما فی السراج والمراد بالسنۃ المؤکدۃ لا طلاق النھی عن الاسراف وبہ یضعف جعلہ مندوبا اھ بتوفیق اللہ تعالی بیان تحقیق مقام وتنقیح مرام وتصحیح احکام ونقض وابرام کے لیے بعض تنبیہات نافعہ ذکر کریں **التنبیہ الاول** عرض العلامۃ الشامی نور قبرہ السامی بالمحقق صاحب البحر انہ تبع قولا لیس لاحد من اھل المذھب حیث قال قولہ تحریما الخ نقل ذلک فی الحلیۃ عن بعض المتأخرین من الشافعیۃ وتبعہ علیہ فی البحر وغیرہ الخ **اقول** ف۱ لم یتبعہ البحر بل استوجہ کراھۃ التنزیہ ثم نقل عن الزیلعی کراھتہ وعن المنتقی النھی عنہ وافاد ان مقتضاہ کراھۃ التحریم وھذا لیس اختیارا لہ بل اخبار عما یعطیہ کلام المنتقی کما اخبر اولا ان قضیتہ عد الفتح ترکہ من المندوبات عدم کراھتہ اصلا فلیس فیہ میل الیہ فضلا عن الاتباع علیہ ولاسیما لیس ف۲ فی کلامہ التنصیص بجریان الحکم فی الماء الجاری والاطلاق لایسد ھھنا مسد الافصاح بالتعمیم للفرق البین بالتضییع وعدمہ فکیف یجعل متابعا للقول الاول وعن ھذا ذکرنا کل من قضیۃ کلامہ المنع فی القول الرابع دون الاول اذ لاینسب الا الی من یفصح بشمول الحکم النھر ایضا نعم تبعہ علیہ فی الغنیۃ اذ قال الاسراف مکروہ بل حرام وان کان علی شط نھر جار لقولہ تعالی ولاتبذر تبذیرا اھ **التنبیہ (۲)** کان عرض علی البحر اتی بالتصریح علی الدر فقال ماذکرہ الشارح ھنا قد علمت انہ لیس من کلام مشائخ المذھب اھ **اقول** ف۳ والدر ایضا صفی عن ھذا الکدر رکن مکنون وانما اغتر المحشی العلامۃ بقولہ لوبماء النھر ولم یفرق بین تعبیری التوضی من النھر وبماء النھر ورأیتنی کتبت ھھنا علی الدر قولہ لوبماء النھر **اقول** ای فی الارض لا فی النھر واراد تعمیم الماء المباح والمملوک اخراجا للماء الموقوف فلاینافی مانقل عن القھستانی عن الجواھر اھ ماکتبت علیہ ومما اکد الاشتباہ علی العلامۃ المحشی ان المحقق الحلبی فی الحلیۃ نقل مسألۃ الماء الموقوف وماء المدارس عن عبارۃ الشافعی المتأخر فتماما بعد قولہ مکروہ علی الصحیح وقیل حرام وقیل خلاف الاولی ومحل الخلاف ما اذا توضأ من نھر او ماء مملوک لہ فان توضأ من ماء موقوف حرمت الزیادۃ والسرف بلاخلاف لان الزیادۃ غیر ماذون فیھا وماء المدارس من ھذا القبیل لانہ انما یوقف ویساق لمن یتوضوء الوضوء الشرعی ولم یقصد اباحتھا لغیرہ اھ ثم رأی المسألتین فی عبارتی البحر والدر ورأی الحکم فیھما بکراھۃ التحریم فسبق الی خاطرہ انھما تبعا قیل التحریم العام ولیس کذلک فان حرمۃ الاسراف فی الاوقاف مجمع علیھا وقد غیرا فی التعبیر بما یبرئھما عن تعمیم التحریم فلم یقولا توضأ من نھر بل قال البحر ھذا اذا کان ماء نھر وقال الدر لوبماء النھر والفرق فی التعبیرین لایخفی علی المتأمل وبیان ذلک علی ما **اقول** ان التوضؤ من النھر وان لم یدل بمطابقۃ الا علی التوضی بالاغتراف منہ

ف۱: معروضۃ علی العلامۃ ش۔

ف۲: معروضۃ اخری علیہ۔

ف۳: معروضۃ ثالثۃ علیہ۔

لكن يدل عرفا على نفى الواسطة فمن ملأ كوزا من نهر واغترف عند التوضى من الكوز لا يقال توضأ من النهر بل من الكوز الا على ارادة تجوز اى بماء ماخوذ من النهر والتوضى من نهر بلا واسطة انما يكون فى متعارف الناس بان تدخل النهر او تجلس على شاطئه وتغترف بيدك وتتوضأ فيه فوقوع الغسالة فى النهر هو الطريق المعروف للتوضى من النهر فيدل عليه دلالة التزام للعرف المعهود بخلاف التوضى بماء النهر فلا دلالة له على وقوع الغسالة فى شيئ اصلا الاترى ان من توضأ فى بيته بماء جلب من النهر تقول توضأ بماء النهر لا من النهر هذا هو العرف الفاشى والفرق فى الاسراف[ف] بين الماء الجارى وغيره بانه تضييع فى غيره لا فيه انما يبتنى على وقوع الغسالة فيه ولا مدخل فيه للاغتراف فمن ملأ جرة من نهر وسكبها على الارض من دون نفع فقد ضيع وان افرغ جرة عنده فى نهر لم يضيع والدال على هذا المبنى هو لفظ من نهر لا لفظ بماء النهر كما علمت ففى الاول تكون دلالة على تعميم التحريم لا فى الثانى هذا هو الفارق بين تعبير ذلك الشافعى وتعبير البحر والدر وحينئذ يجد الدر معه الجواهر والمنتقى والنهر وغيرها فلا يكون متبعا القيل فى غير المذهب اقول[۱۵۴] بتحقيقنا[ف] هذا ظهر الجواب عما اخذ به الامام المحقق الحلبى فى الحلية على المشايخ حيث يطلقون ههنا من مكان فى يقولون توضأ من حوض من نهر من كذا ويريدون وقوع الغسالة فيه قال فى المنية اذا كان الرجال صفوفا يتوضؤن من الحوض الكبير جاز قال فى الحلية التوضى منه لا يستلزم البتة وقوع الغسالة فيه بخلاف التوضى فيه ووقوع غسالة لا تهم فيه نحو مقصود الافادة واطال فى ذلك وكرره فى مواضع من كتابه وهو من باب التدقيق والمشايخ يتساهلون باكثر من هذا فكيف وهو المفاد من جهة المعتاد **تنبیہ (۳)** علامہ عمر بن نجیم نے نہر الفائق میں قول سوم کو دوم کی طرف راجع کیا اور اپنے شیخ اکرم واخ اعظم محقق زین رحمہما اللہ تعالٰی کی تقریر سے یہ جواب دیا کہ ترک اسراف[ف] اگر ادب یا مستحب گننا اسے مقتضی نہیں کہ اسراف مکروہ تنزیہی بھی نہ ہو کہ آخر خلاف مستحب ہے اور خلاف مستحب خلاف اولی اور خلاف اولے مکروہ تنزیہی قال فی المنحۃ قال فی النھر لا نسلم ان ترک المندوب غیر مکروہ تنزیھا لما فی فتح القدیر من الجنائز والشھادات ان مرجع کراھۃ التنزیہ خلاف الاولی ولاشك ان تارك المندوبات بخلاف الاولی اھ یہی جواب کلام بدائع پر محقق حلبی کی تقریر سے ہوگا۔ علامہ شامی نے یہاں اوسے مقرر رکھا اور رد المحتار میں صراحۃً اوسکا اتباع کیا حیث قال ما مشی علیہ فی الفتح والبدائع وغیرھما جعل ترکہ مندوبا فیکرہ تنزیھا اھ اقول[۱۵۵] وباللہ استعین اولا[ف] یہ معلوم کیجیے کہ مکروہ تنزیہی کی تحدید میں کلمات علما مختلف بھی ہیں اور مضطرب بھی فتح القدیر کی طرح نہ ایک کتاب بلکہ بکثرت کتب میں ہے کہ کراہت تنزیہ کا مرجع خلاف اولے ہے اس طور پر ہر مستحب کا ترک بھی مکروہ تنزیہی ہونا چاہیے درمختار آخر مکروہات نماز میں ہے یکرہ ترك کل سنۃ ومستحب اور بہت محققین کراہت کے لیے دلیل خاص یا صیغہ نہی کی حاجت جانتے ہیں یعنی جبکہ فعل سے باز رہنے کی

فائدہ ۱: تطفل علی الحلیہ

فائدہ ۲: مکروہ تنزیہی کی تحدید میں علما کا اختلاف اور عبارات میں اضطراب

https://www.facebook.com/darahlesunnat

طلب غیر حتمی پر دال ہو **اقول**[فــ١] ولو قطعی الثبوت فان المدار علی ما ذکرنا من حال الطلب کما قدمنا تحقیقہ فی الجود الحلو وان قال فی الحلیۃ من صدر الکتاب المنھی خلاف المامور فان کان النھی المتعلق بہ قطعی الثبوت والدلالۃ فحرام وان کان ظنی الثبوت دون الدلالۃ او بالعکس فمکروہ تحریما وان کان ظنی الثبوت والدلالۃ فمکروہ تنزیھا اھ اور شک نہیں کہ اس تقدیر پر ترک مستحب مکروہ نہ ہوگا مجمع الانہر باب الاذان میں ہے لاکراھۃ فی ترک المندوب اضطراب کرنے والوں[فــ٢] میں حسب فتح قدس سرہ جا بجا التزام فرمائی کہ خلاف اولی مکروہ تنزیہی ہے و اوقات مکروہہ نماز میں فرمایا کہ جانب ترک میں مکروہ تنزیہی جانب فعل میں مندوب کے رتبہ میں ہے حیث قال التحریمیۃ فی مقابلۃ الفرض فی الرتبۃ وکراھۃ التحریم فی رتبۃ الواجب والتنزیہ برتبۃ المندوب انھیں نے تحریر الاصول میں تحریر فرمایا کہ مکروہ تنزیہی وہ ہے جس میں صیغہ نہی وارد ہو اور جس میں نہی نہیں وہ خلاف اولی ہے اور کراہت تنزیہ کا مرجع خلاف اولی کی طرف ہونا ایک اطلاق موسع کی بنا پر ہے حیث قال فی الباب الاول من المقالۃ الثانیۃ من التحریر مسألۃ الحق ان المامور بہ علی المندوب مانصہ المکروہ منھی اصطلاحا حقیقۃ مجاز لغۃ والمراد تنزیھا ویطلق علی الحرام وخلاف الاولی مما لا صیغۃ فیہ والا فالتنزیھیۃ مرجعھا الیہ جس[فــ٣] حلیہ میں وہ فرمایا کہ علی الاول یکون الاسراف غیر مکروہ اوسی کے صدر میں ہے المکروہ تنزیھا مرجعہ الی خلاف الاولی والظاھر انھما متساویان جس[فــ٤] غنیہ کے اوقات میں باتباع فتح تصحیح فرمائی کہ التنزیھیۃ مقابلۃ المندوب اوسی کے مکروہات صلاۃ میں فرمایا الفعل ان تضمن ترک واجب فھو مکروہ کراھۃ تحریم وان تضمن ترک سنۃ فھو مکروہ کراھۃ تنزیہ ولکن تتفاوت فی الشدۃ والقرب من التحریمیۃ بحسب تاکد السنۃ نیز صدر کتاب میں فرمایا (اعلم ان للصلاۃ سننا) وترکھا یوجب کراھۃ تنزیہ (وادابا) جمع ادب ولا باس بترکہ ولا کراھۃ (وکراھیۃ) والمراد بھا ما یتضمن ترک سنۃ وھو کراھۃ تنزیہ او ترک واجب ھو کراھۃ التحریم جس[فــ٥] بحر کے اوقات میں تھا التنزیہ فی رتبۃ المندوب اوسی کے باب العیدین میں فرمایا لایلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ اذ لابد لھا من دلیل خاص فلذا کان المختار عدم کراھۃ الاکل قبل الصلاۃ اھ ای صلاۃ الاضحی اور در بارۂ ترک اسراف اونکا کلام گزرا اوسی کے مکروہات نماز میں ایسی ہی تصریح فرماکر پھر خود اوس پر اشکال وارد کردیا کہ ہر مستحب خلاف اولی ہے اور یہی کراہت تنزیہ کا حاصل حیث قال السنۃ ان کانت غیر مؤکدۃ فترکھا مکروہ تنزیھا وان کان الشیئ مستحبا او مندوبا ولیس بسنۃ فینبغی ان لایکون ترکہ مکروھا اصلا کما صرحوا بہ انہ یستحب یوم الاضحی ان لایاکل قالوا ولو اکل فلیس بمکروہ فلم یلزم من ترک المستحب ثبوت کراھتہ الا انہ یشکل علیہ ما قالوہ ان المکروہ تنزیھا خلاف الاولی ولا شک ان ترک المستحب خلاف الاولی اھ اما العلامۃ **الشامی**[فــ٦] فاضطراب اقوالہ ھھنا اکثر واوفر ففی مستحبات الوضوء نقل مسألۃ الاکل یوم الاضحی واستظھر ان ترک المستحب لایکرہ

فــ١: تطفل ٢٥١ علی الحلیۃ
فــ٢: تطفل ٢٥٢ علی الفتح
فــ٣: تطفل ٢٥٣ علی الحلیۃ
فــ٤: تطفل ٢٥٤ علی الغنیۃ
فــ٥: تطفل ٢٥٥ علی البحر
فــ٦: معروضۃ ٢٩٢ علی العلامۃ ش

https://www.facebook.com/darahlesunnat

حیث قال اقول وھذا ھو الظاھر اذ النوافل فعلھا اولی ولا یقال ترکھا مکروہ اھ ثم بعد صفحۃ رجع وقال قدمنا ۱؎ ان ترک المندوب مکروہ تنزیھا اھ **وقال** فی مکروھات الوضوء المکروہ تنزیھا یراد ف ف۱ خلاف الاولی اھ ورجع اٰخر مکروھات الصلاۃ فقال الظاھر ان خلاف الاولی اعم فقد لا یکون مکروھا حیث لادلیل خاص کترک صلاۃ الضحی اھ **وقال** فی صدر ف۲ رھا قلت ویعرف ایضا بلا دلیل نھی خاص بان تضمن ترک واجب او سنۃ فالاول مکروہ تحریما والثانی تنزیھا اھ ورجع فی اخرھا فقال بعد ما مر وبہ یظھر ان کون ترک المستحب راجعا الی خلاف الاولی لا یلزم منہ ان یکون مکروھا الا بنھی خاص لان الکراھۃ حکم شرعی فلا بد لہ من دلیل اھ **ثم** ف۳ بعد ورقۃ رجع عن ھذا الرجوع فقال فی مسألۃ استقبال النیرین فی الخلاء الظاھر ان الکراھۃ فیہ تنزیھیۃ مالم یرد نھی خاص اھ **وقال** ف۴ فی المنحۃ عند قول البحر قد صرحوا بان التفات ف۵ البصر یمنۃ ویسرۃ من غیر تحویل الوجہ اصلا غیر مکروہ مطلقا والاولی ترکہ لغیر حاجۃ ما نصہ ای فیکون مکروھا تنزیھا کما ھو مرجع خلاف الاولی کما مر وبہ صرح فی النھر وفی الزیلعی وشرح الملتقی للباقانی انہ مباح لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یلاحظ اصحابہ فی صلاتہ بموق عینیہ ولعل المراد عند عدم الحاجۃ فلا ینافی ما ھنا اھ ثم رجع عما قریب فقال خلاف الاولی اعم من المکروہ تنزیھا وترک المستحب خلاف الاولی دائما لا مکروہ تنزیھا دائما بل قد یکون مکروھا ان وجد دلیل الکراھۃ والا فلا اھ **اقول** ثم ف۶ ومن العجب ان البحر کان صرح فی الالتفات بنفی الکراھۃ مطلقا وان الاولی ترکہ لغیر حاجۃ فکان نصا فی نفی الکراھۃ راسا مع کونہ ترک الاولی فی بعض الصور ففسرہ بضدہ اعنی اثبات الکراھۃ لکونہ ترک الاولی مع نقلہ عن الزیلعی والباقانی انہ مباح وظاھرہ الاباحۃ الخالصۃ بدلیل الاستدلال بالحدیث فلم یتذکر ھنا ان خلاف الاولی لا یستلزم الکراھۃ مالم یرد نھی بااینہمہ اسمیں شک نہیں کہ فتح القدیر میں محقق علی الاطلاق کی تصریحات اسیطرف ہیں کہ ترک مستحب بھی مکروہ تنزیہی ہو تو اونکا آداب میں گننا نفی کراہت تنزیہ پر کیونکر دلیل ہو خصوصاً اسی بحث کے آخر میں وہ صاف صاف کراہت اسراف کی تصریح بھی فرما چکے حیث قال یکرہ الزیادۃ علی ثلث فی غسل الاعضاء اھ اور خود علامہ صاحب بحر نے بھی اسے اونسے نقل فرمایا تو اوس حمل پر باعث کیا رہا۔ **ثانیا اقول** اس سے قطع نظر بھی ہو تو محقق نے انہیں آداب میں یہ افعال بھی شمار فرمائے نزع خاتم علیہ اسمہ تعالٰی او اسم نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حال الاستنجاء وتعاھد ما تحت الخاتم وان لا یلطم وجھہ بالماء والدلک خصوصا فی الشتاء وتجاوز حدود الوجہ والیدین والرجلین لیستیقن غسلھما۔ اور شک نہیں کہ وقت استنجا اوس انگشتری کا جس پر اللہ عزوجل یا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک یا کوئی متبرک لفظ ہو اوتار لینا صرف مستحب ہی نہیں قطعاً سنت ف۷ اور اوسکا ترک ضرور مکروہ بلکہ اساءت ہے بلکہ مطلقاً کچھ لکھا ہو

ف۱: معروضۃ اخری علیہ
ف۲: معروضۃ ثالثۃ علیہ
ف۳: معروضۃ رابعۃ علیہ
ف۴: معروضۃ خامسۃ علیہ
ف۵: معروضۃ سادسۃ علیہ
ف۶: تطفل علی البحر
ف۷: مسئلہ: نماز میں اگر کسی انگلی میں سیدھے اگر دن پیچھے اوس وقت نظر کر مکروہ نہیں ان نسبت حاجت ہو تو اصلاً نہیں
ف۸: مسئلہ: جس انگشتری پر اسم اکبر ہو وقت استنجا اوسکا اوتار لینا ضرور
ف۹: مسئلہ: ...

۱؎ ای فی البحر صدر المکروھات ان المکروہ تنزیھا مرجعہ الی ما ترکہ اولٰی اھ منہ
۲؎ اقول اعنی عدم الوضع زائدۃ من قلم الناسخ والصواب عدم الصرح اھ منہ

حروف ہی کا ادب چاہیے بلکہ ایسی انگوٹھی پہنکر بیت الخلا میں جانا ہی مکروہ ہے ولہذا تعویذ لیجانے کی اجازت اوسوقت ہوئی کہ غلاف مثل موم جامہ میں ہو اور پھر بھی فرمایا کہ اب بھی بچنا ہی اولے ہے اگرچہ غلاف ہونے سے کراہت نہ رہی رد المحتار میں ہے نقلوا عندنا ان للحروف حرمۃ ولو مقطعۃ وذکر بعض القراء ان حروف الهجاء قراٰن نزل علی ھود علیہ الصلاۃ والسلام الخ اوسی میں عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی سے ہے حروف الهجاء قراٰن انزلت علی ھود علیہ الصلاۃ والسلام کما صرح بذلک الامام القسطلانی فی کتابہ الاشارات فی علم القراءات بحر الرائق میں ہے یکرہ ان یدخل الخلاء ومعہ خاتم مکتوب علیہ اسم اللہ تعالی اوشیئ من القراٰن در مختار میں ہے رقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء بہا والاحتراز افضل تو میں انگشتری ڈھیلی ہو تو اوسے جنبش دینی وضو میں سنت ہے اور تنگ ہو کہ بے تحریک پانی نہ پہنچے گا تو فرض۔ خلاصہ میں ہے فی مجموع النوازل تحریک الخاتم سنۃ ان کان واسعا وفرض ان کان ضیقا بحیث لم یصل الماء تحتہ تو میں وضو میں مونہ پر زور سے چھپا کا مارنا مکروہ اور اوسکا ترک مسنون۔ در مختار میں ہے مکروھہ لطم الوجہ اوغیرہ بالماء تنزیہا. بحر میں ہے ان الزیلعی صرح بان لطم الوجہ بالماء مکروہ فیکون ترکہ سنۃ لا ادبا تو میں اعضا کا ملنا بھی مثل غسل سنت وضو بھی ہے در مختار میں ہے ومن السنن الدلک وترک الاسراف وترک لطم الوجہ بالماء خلاصہ فصل وضو جنس آخر صفۃ الوضوء میں ہے والدلک عندنا سنۃ رہا اعضا میں حدود شرعیہ سے اتنا تجاوز جس سے یقین ہوجائے کہ حدود فرض کا استیعاب ہو لیا اقول اگر یقین سے یقین فقہی مراد ہو جیسا کہ کتب فقہیہ میں وہی متبادر ہے تو یہ ادب وسنت درکنار خود واجب لابدی ہے ہاں یقین کلامی مراد ہو تو ادب کہنا عجب نہیں ھذا وقد نبہ من ھذہ الافعال الاربعۃ علی سنیۃ الاخیرین فی البحر اقول والعجب ترک الاولین مع نقلہ ایاھما ایضا عن الفتح فالسکوت یکون اشد ایھاما ما لو لم یاثرھما ولا شک ان الثانی مثل الرابع الذی استند فیہ البحر الی ان الخلاصۃ جعلہ سنۃ فکذلک نص فیما علی سنیۃ الثانی ایضا اما الاول فام الکل والحقہا بالتنبیہ والبحر نفسہ صرح فی الاستنجاء بما سمعت ولکن جل من لا یغیب عن علمہ شیئ قط یہاں سے واضح ہوا کہ محقق کا اس عبارت میں ترک اسراف کو شمار فرمانا نفی کراہت پر حاکم نہیں ہوسکتا اقول وکان من احسن الاعذار عن المحقق رحمہ اللہ تعالی انہ تجوز فاطلق الادب علی ما یعم السنن لکنہ ھھنا قد میز السنن من الاداب کما میز فی الخلاصۃ واخذ علی الکتاب فی جعلہ التیامن واستیعاب الراس بالمسح مستحبین وقال بعد اقامۃ الدلیل فالحق ان الکل سنۃ ومسح الرقبۃ مستحب اھ ثم قال ومن السنن الترتیب بین المضمضۃ والاستنشاق وعد اشیاء ثم قال الاداب ترک الاسراف والتقتیر الخ نسبیا قوی کلامہ رحمہ اللہ تعالی ینفی العذر المذکور واللہ تعالی اعلم ثالثا اقول عبارت بدائع میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ امام ملک العلما رحمہم اللہ تعالی نے ترک اسراف کو صرف ادب ہی

نہ فرمایا بلکہ حق بتایا تو اسراف خلاف حق ہوا باطل ہوا اور اوسکا ادنٰی درجہ کراہت فماذا بعد الحق الا الضلال بلکہ اسراف کو غلو کہا اور دین میں غلو ممنوع لاتغلوا فی دینکم رابعاً اقول ان تمام تائیدات کے بعد بھی نہر و رد المحتار کا مطلب کہ قول سوم کو دوم کی طرف راجع کرنا ہے تمام نہیں ہوتا۔ مانا کہ بدائع و فتح کی عبارات نفی کراہت نہ کریں مانا کہ فتح کی رائے میں ترک ادب بھی مکروہ ہو مگر نص امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا کیا جواب ہے جسمیں اوسکے ادب ہونیکی تصریح فرمائی اور مستحبات محضہ کے ساتھ اوسکی گنتی آئی اب اگر تحقیق یہ ہے کہ ترک مندوب مکروہ نہیں تو ضرور کلام امام کہ امام کلام ہے نفی کراہت کا اشعار فرمائیگا اس بارہ میں کلمات علما کا اختلاف واضطراب سُن چکے وانا اقول وباللہ التوفیق اولاً حب کراہت میں تناقض نہیں کہ ایک کا رفع دوسرے کے ثبوت کو مستلزم ہو۔ دیکھو مباح سے دونوں مرتفع ہیں تو ترک مستحب مطلقاً مستلزم کراہت کیوں ہوا ثانیاً اقول اگر ترک مستحب موجب کراہت ہو تو ... آدمی جس وقت خالی بیٹھا ہو اور کوئی مطالبہ شرعیہ وسوقت اوسپر لازم نہ ہو لازم کہ اوس وقت لاکھوں مکروہ کا مرتکب ٹھہرے کہ مندوبات بیشمار ہیں اور وہ اوس وقت اون سب کا تارک ثالثاً اقول کراہت کا لفظ ہی بتا رہا ہے کہ وہ مقابل سنت ہے نہ مقابل مندوب جو بندہ ہو کر بلا وجہ ایسی چیز کا ارتکاب کرے جسے اوسکا مولٰی مکروہ رکھتا ہے وہ کسی ملامت و سرزنش کا بھی مستحق نہ ہو تو مولٰی کے نزدیک مکروہ ہونے کا کیا اثر ہوا اور جب فعل پر سرزنش چاہیے تو اسکا مرتبہ جانب ترک میں وہی ہوا جو جانب فعل میں سنت کا ہے کہ اوسکے ترک پر ملامت ہے نہ کہ مندوب کا جسکے ترک پر کچھ نہیں۔ ظاہر ہے کہ کراہت کچھ ہے کی مقتضی ہے اور ترک مستحب پر کچھ نہیں اور کچھ نہیں کچھ ہے کے برابر نہیں ہو سکتا رابعاً اقول وباللہ التوفیق تحقیق بالغ وتنمیق بازغ یہ ہے کہ فعل مطلوب شرعی کا ترک نادراً ہوگا یا عادۃً اور ہر ایک پر سزا کا استحقاق ہوگا یا سرزنش کا یا کچھ نہیں تو دونوں ترک تین قسم ہوئے اور تین کو تین میں ضرب دیے سے نو قسمیں عقلی پیدا ہوئیں انہیں تین بداہۃً باطل ہیں ترک عادی پر کچھ نہ ہو اور نادر پر عذاب یا عتاب۔ سوم ترک عادی پر عتاب اور نادر پر عقاب اور دو قسمیں شرعاً وجود نہیں رکھتیں ترک عادی پر عقاب یا عتاب اور نادر پر کچھ نہیں۔ کہ شرعاً مستحب کے ترک نادر پر کچھ نہیں تو عادی پر بھی کچھ نہیں اور سنت کے ترک عادی پر عتاب ہے تو نادر پر بھی ہے کہ وہ حکم سنت ہے اور حکم شی کو شی سے انفکاک نہیں اصول امام فخر الاسلام وامام حسام الدین وامام نسفی میں ہے حکم السنۃ ان یطالب المرء باقامتھا من غیر افتراض ولا وجوب لانہا طریقۃ امرنا باحیائہا فیستحق اللائمۃ بترکھا لاجرم چار قسمیں رہیں (۱) ترک عادی ہو یا نادر مطلقاً موجب استحقاق عذاب ہو یہ بحال قطعیت فرض ورنہ واجب ہے (۲) عادی پر عذاب اور نادر پر عتاب۔ یہ سنت مؤکدہ ہے کہ اگر نادر پر بھی عذاب ہو تو اوسمیں اور واجب میں فرق نہ رہیگا اور عادی پر بھی عتاب ہی ہو تو اوسمیں اور سنت غیر مؤکدہ میں تفاوت نہ ہوگا حالانکہ وہ اون دونوں میں برزخ ہے (۳) عادی ہو یا نادر مطلقاً مورث عتاب ہو یہ سنت زائدہ ہے (۴) مطلقاً عذاب عتاب کچھ نہ ہو یہ مستحب مندوب ادب ہے۔ پھر ازانجا کہ فعل و ترک میں تقابل ہے بغرض تعادل واجب ہے کہ ایسی ہی چار قسمیں جانب ترک نکلیں یعنی جسکا ترک مطلوب ہے (۱) اوسکا فعل عادی ہو یا

ف۱۲۹: تطفل علی النہر وش۔

ف۱۳۰: فائدہ جلیلہ دربارہ مکروہ تنزیہی واساءت وخلاف اولٰی ومصنف کی تحقیق نفیس فوائد کثیرہ پر مشتمل در واجب وسنت مؤکدہ وغیرمؤکدہ کے فرق احکام۔

نادر مطلقا موجب استحقاق عذاب ہو یہ بحال قطعیت حرام ورنہ مکروہ تحریمی ہے (۲) فعل عادی پر عذاب ورنادر پر عتاب یہ اسارت ہے جسکی نسبت علما نے تحقیق فرمائی کہ کراہت تنزیہی سے افحش اور تحریمی سے اخف ہے (۳) مطلقا مورث عتاب ہی ہو یہ کراہت تنزیہی ہے (۴) مطلقا کچھ نہ ہو یہ خلاف اولی ہے تنویر اس تقریر منیر سے چند جلیل فائدے متجلی ہوئے (۱) سنت مؤکدہ کا ترک مطلقا گناہ نہیں بلکہ اُسکے ترک کی عادت گناہ ہے (۲) اسارت کے بارے میں اگرچہ کلمات علما مضطرب ہیں کوئی اوسے کراہت سے کم کہتا ہے کمافی الدر صدر سنن الصلاۃ وبہ نص الامام عبد العزیز فی الکشف وفی التحقیق کوئی زائد کمافی الشامی عن شرح المنار للنوبن کوئی مساوی کمافی الطحطاوی ثمہ وفی ادراک الفریضۃ عن الحلبی شارح الدر مگر عند التحقیق اوس کا مقابل سنت مؤکدہ ہونا چاہیے کہ جسطرح سنت مؤکدہ واجب وسنت زائدہ میں برزخ ہے یوہیں اسارت کراہت تحریم وکراہت تنزیہ میں کمافی الشامی علمگیریہ[ف۱] میں سراج وہاج سے ہے ان ترک المضمضۃ والاستنشاق اثم علی الصحیح لانھما من سنن الھدی وترکھا یوجب الاساءۃ بخلاف السنن الزوائد فان ترکھا لایوجب الاساءۃ اھ اقول[ف۲] قولہ اثم ای ان اعتاد کماھو معروف فی محالہ فیہ وفی نظائرہ اصول امام فخر الاسلام وامام حسام الدین وامام نسفی میں ہے والسنن نوعان سنۃ الھدی وتارکھا یستوجب اساءۃ وکراھیۃ والزوائد وتارکھا لایستوجب اساءۃ رد المحتار[ف۳] صدر سنن الوضوء میں ہے مطلق السنۃ شامل لقسمیھا وھما السنۃ المؤکدۃ المسماۃ سنۃ الھدی وغیر المؤکدۃ المسماۃ سنۃ الزوائد بحر الرائق سنن نماز مسئلہ رفع یدین للتحریمہ میں ہے انہ من سنن الھدی فھو سنۃ مؤکدۃ (۳) کراہت تنزیہ نہ مستحب کے مقابل ہے نہ سنت مؤکدہ کے بلکہ سنت غیر مؤکدہ کے مرتبہ میں ہے۔ اوسے مستحب کے مقابل کہنا خلاف تحقیق ہے اور مطلق سنت کے مقابل بتانا بمعنی اعم ہے جبکہ اوسے اسارت کو بھی شامل کرلیا جائے جسطرح کبھی اسارت کو اعم لیکر سنت زائدہ کے مقابل بولتے ہیں جسطرح اطلاق موسع میں خلاف اولی کو مکروہ تنزیہی کہدیتے ہیں (۴) خلاف اولے مستحب کا مقابل ہے اور اپنے معنی خاص پر مکروہ تنزیہی سے بالکل جدا ہاں بمعنی اعم اوسے بھی شامل اور کراہت تنزیہ کا اوسکی طرف مرجع ہونا اسی معنے پر ہے۔ بحر کے اشکال مذکور لیشکل علیہ ما قالوہ ان المکروہ تنزیھا مرجعہ الی خلاف الاولی پر منحۃ الخالق میں فرمایا الکراھۃ لابد لھا من دلیل خاص وبذلک یندفع الاشکال لان المکروہ تنزیھا الذی ثبتت کراھتہ بالدلیل یکون خلاف الاولی ولایلزم من کون الشیئ خلاف الاولی ان یکون مکروھا تنزیھا مالم یوجد دلیل الکراھۃ (۵) کراہت کے لیے اگرچہ تنزیہی ہو ضرور دلیل کی حاجت ہے کما نص علیہ فی الحدیقۃ الندیۃ وغیرھا وبیناہ فی رشاقۃ الکلام اقول[ف۴] خلاف سنت ہونا خود کراہت پر دلیل شرعی ہے لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رغب عن سنتی فلیس منی رواہ الشیخان عن انس وابن ماجۃ عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنھما فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی فما فی[ف۵] عن العلامۃ الشامی انما قد تعرف بلادلیل خاص کان تضمن ترک واجب وسنۃ لیس کما ینبغی ولا

ف۱: مسئلہ وضو میں کُلی یا ناک میں پانی ڈالنے کا ترک مکروہ ہے اور اسکی عادت ڈالے تو گنہگار ہوگا۔ مسئلہ وہ لوگ خوب یاد رکھیں جو کُلی ایسی نہیں کرتے کہ حلق تک ہر پرزے کو دھو ڈالے اور وہ کہ پانی جتنی ناک کا چھوتا ہے اس سے اوپر نہیں چڑھاتے یہ سب لوگ گنہگار ہیں اور غسل میں تو ایسا کریں تو غسل ہی نہ ہوگا نماز ہی نہ ہوگی۔

ف۲: سنت تو ہے ہی سنت مؤکدہ کا نام ہدیٰ ہے اور سنت زائدہ سنت غیر مؤکدہ۔

ف۳: معروضۃ علی العلامۃ ش۔

بالخاص خصوص النص فی الجزئی المعین اذلاحاجة الیه قطعا لصحة الاحتجاج بالعمومات والقواعد الشرعیة الکلیة قطعا (۶) یہ نفیس ف۱ جلیل تفرقے مقتضائے تقسیم عقلی واقتضائے نفس لفظ کراہت تقضیہ تفرقہ احکام ہیں نہ کہ نری اصطلاح اختیاری کہ جسکا جو چاہا نام رکھ لیا کما قال المحقق فی الحلیتان ھذا امر یرجع الی الاصطلاح والتزامہ لیس بلازم اھ ونقل قبیلہ عن اللامشی فی حد المکروہ ھو ما یکون ترکہ اولی من فعلہ وتحصیلہ اھ ثم قال اعلم ان المکروہ تنزیھا مرجعہ الی ما ھو خلاف الاولی والظاھر انھما متساویان کما اشار الیہ اللامشی اھ وتبعہ فی رد المحتار (۷) ف۲ مشہور احکام خمسہ ہیں واجب مندوب مکروہ حرام مباح وبہ بدء فی مسلم الثبوت یہ مذہب شافعیہ سے الیق ہے کہ اونکے یہاں واجب وفرض میں فرق نہیں والیہ اشار تبعا للتحریر فی التحریر بقولہ بعدہ والحنفیة لاحظوا حال الدال الخ اور بعض نے برعایت مذہب حنفی فرض وواجب ورحرام ومکروہ تحریمی کو تقسیم میں جدا جدا اخذ کرکے سات قرار دیے وبہ ثنی فی المسلم بعض نے فرض واجب سنت نفل حرام مکروہ مباح یوں سات گنے وعلیہ مشی فی التنقیح وتبعہ مولی خسرو فی مرقاة الوصول والعلامة الشمس محمد بن حمزة الفناری فی فصول البدائع بعض نے سنت میں سنت ہدی وسنت زائدہ اور مکروہ میں تحریمی وتنزیہی قسمین کرکے نو شمار کیے کما نص علیہ الفناری فی اٰخر کلامہ ویشیر الیہ کلام التوضیح **اقول** ف۳ تقسیم اول میں کمال اجمال اور مذہب شافعی سے الیق ہونے کے علاوہ صحت مقابلہ اسپر مبنی کہ ہر مندوب کا ترک مکروہ ہو وقد علمت انہ خلاف التحقیق نیز سنت و مندوب میں فرق نہ کرنا مذہب حنفی وشافعی کسی کے مطابق نہیں۔ یہی دونوں ف۴ کمی تقسیم دوم میں بھی ہیں سوم وچہارم میں عدم مقابلہ بدیہی کہ سوم ف۵ میں جانب فعل چار چیزیں ہیں اور جانب ترک دو۔ چہارم ف۶ میں جانب فعل پانچ ہیں اور جانب ترک تین۔ پھر جانب ترک بسط اقسام کرکے تصحیح مقابلہ کیجیے تو اوسی مقابلہ نفل وکراہت سے چارہ نہیں مگر بتوفیق اللہ تعالٰی تحقیق فقیر سب خللوں سے پاک ہے اوس نے ظاہر کیا کہ بلکہ احکام گیارہ ہیں پانچ جانب فعل میں متنازل فرض ۱ واجب ۲ سنت مؤکدہ ۳ غیر مؤکدہ ۴ مستحب ۵ اور پانچ جانب ترک میں متصاعد خلاف اولی ۱ مکروہ تنزیہی ۲ اساءت ۳ مکروہ تحریمی ۴ حرام ۵ جنہیں میزان مقابلہ نے کمال اعتدال پر رکھا کہ ہر ایک اپنے نظیر کا مقابل ہے اور سب کے بیچ میں گیارہواں مباح خالص۔ اس تقریر منیر کو حفظ کر لیجیے کہ ان سطور کے غیر میں نہ ملیگی اور ہزارہا مسائل میں کام دیگی اور صدہا عقدوں کو حل کریگی کلمات اسکے موافق مخالف سب طرح کے ملیں گے مگر بحمد اللہ تعالٰی حق اس سے متجاوز نہیں فقیر طمع رکھتا ہے کہ اگر حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور یہ تقریر عرض کیجاتی ضرور ارشاد فرماتے کہ یہ عطر مذہب وطراز مذہب ہے والحمد للہ رب العٰلمین اس تحقیق انیق کے بعد قول سوم ہرگز دوم کی طرف راجع ہو کر منتفی نہیں بلکہ وہی من حیث الروایة سب سے اقوی ہے کہ خاص نص ظاہر الروایة کا مقتضی ہے **تنبیہ** علامہ عمر نے جبکہ قول چہارم اختیار فرمایا امام اجل قاضی خان وغیرہ کا ترک اسراف کو سنت فرمانا بھی اسی طرف راجع کرنا چاہا کہ سنت سے مراد مؤکدہ ہے اور اوسکا ترک مکروہ تحریمی

ف۱: تطفل على العلامة اللامشي
ف۲: احکام شرعیہ کی تقسیم میں مختلف روایتیں
ف۳: تطفل على المشهور
ف۴: تطفل آخر عليه
ف۵: معروضة على مسلم الثبوت
ف۶: تطفل على التوضيح والموصل لخسرو
ف۷: تطفل على الشمس الفناري
ف۸: تطفل آخر على هؤلاء الثلثة

اقول اقوال بعض متاخرین مین اسکی تائیدون کا پتا چلیگا بحرالرائق آخر مکروہات الصلاۃ پھر ردالمحتار مین ہے السنۃ اذا کانت
مؤکدۃ قویۃ لایبعد ان یکون ترکہا مکروھا کراھۃ تحریم کترک الواجب ابو السعود علی مسکین پھر طحطاوی علی الدر المختار
صدر مکروہات نماز مین ہے الفعل اذا کان واجبا اوما فی حکمہ من سنۃ الھدی ونحوھا فالترک یکرہ تحریما وان کانت
سنۃ زائدۃ اوما فی حکمہا من الادب ونحوہ یکرہ تنزیہا اھ **اقول اولا** تبعا القہستانی فانہ ذکرہ ثم لم
ینقلہ عن احد بل زعم ان کلامھم یدل علیہ نما کان للسید الازہری ان یسوقہ مساق المنقول **وثانیا**
لا ندری ماذا اراد بنحوھا فالحکم لا یسلم لہ فی السنۃ المؤکدۃ مالم یتعود بالترک ففیم یثبت بعدھا وھل تری قائلا
بہ احدا کشف بزدوی وتحقیق علی الحسامی بحث عزیمت رخصت مین اصول امام ابو الیسر صدر الاسلام بزدوی سے ہے حکم
السنۃ ان یندب الی تحصیلہا ویلام علی ترکہا مع لحوق اثم یسیر درمختار صدر حظر مین ہے یاثم بترک الواجب ومثلہ
السنۃ المؤکدۃ مگر صحیح وہی ہے جو ہم اوپر بیان کر آئے کہ سنت مؤکدہ کا ایک آدھ بار ترک گناہ نہین ہان برا ہے اور عادت کے
بعد گناہ و ناروا ہے **اقول** وھذا ان شاء اللہ تعالی سر قول الامام الاجل فخر الاسلام ان تارک السنۃ المؤکدۃ
یستوجب اساءۃ ای بنفس الترک وکراھۃ ای تحریمیۃ ای عند الاعتیاد اذ ھی المحل عند الاطلاق ولھذا
قال الامام عبد العزیز فی شرحہ ان الاساءۃ دون الکراھۃ واکتفی فی السنۃ الزائدۃ بنفی الاساءۃ لان نفی
الادنی یدل علی نفی الاعلی بالاولی وحیث ان الکراھۃ التنزیھیۃ ادنی من الاساءۃ فنفی الاعلی لا یستلزم نفی
الادنی ولذا ذکر توجہ اللائمۃ حکم ترک مطلق السنۃ ثم قسمہا قسمین وفرق بلزوم الاساءۃ وعدمہ فتحصل
ان المؤکدۃ وغیرھا تشترکان فی توجہ الملام علی الترک وتفارقان فی ان ترک المؤکدۃ اساءۃ وبعد التعود کراھۃ
تحریم ولیس فی ترک غیرھا الا کراھۃ التنزیہ ولعمری ان اشارات ھذا الامام الھمام ادق من ھذا حتی لقبوہ
ابا العسر واخاہ الامام صدر الاسلام ابا الیسر جہان جہان کلمات علما مین اوسپر حکم اثم ہے اوس سے مراد بحال اعتیاد ہے تا
اوسمین اور واجب مین فرق نہ رہے **اقول** والفرق بتشکیک الاثم کما لجأ الیہ فی البحر لا یجدی لان التشکیک حاصل
فی الواجبات انفسہا اور جب اوسکا مطلق ترک گناہ نہین تو مکروہ تحریمی ہے عادت نہین ہوسکتا کہ ہر مکروہ تحریمی گناہ و
معصیت صغیرہ ہے ردالمحتار صدر واجبات صلاۃ مین ہے صرح العلامۃ ابن نجیم فی رسالتہ المؤلفۃ فی بیان المعاصی بان کل
مکروہ تحریما من الصغائر منیہ مین ہے لا یترک رفع الیدین ولو اعتاد یاثم غنیہ مین ہے لانہ سنۃ مؤکدۃ اما لو ترکہ بعض
الاحیان من غیر اعتیاد لا یأثم وھذا مطرد فی جمیع السنن المؤکدۃ حلیہ مین کلام مذکور امام ابو الیسر کی طرف اشارہ کرکے
فرمایا وھو حسن لکن بعد وجود الدلیل الدال علی لحوق الاثم لتارک السنۃ بمجرد الترک لہا ولیس ذلک بسہل

ف۱: تطفل ۳۱ علی البحر
ف۲: مسئلہ سنت مؤکدہ کا ترک ایک آدھ بار ہو تو گناہ نہیں ہاں برا ہے اور عادت کے بعد گناہ ہے۔
ف۳: معروضۃ ۳۱۶ علی السید ابی السعود
ف۴: معروضۃ ۳۱۷ علی القہستانی والسید ابی السعود
ف۵: تطفل ۳۱۸ علی البحر
ف۶: مسئلہ رفع یدین ... مکروہ ضرور ہے

الواضح رد المحتار سنن صلاۃ میں نہر الفائق سے بحوالہ کشف کبیر کلام امام ابی الیسر نقل کرکے فرمایا فی شرح التحریر المراد الترک بلاعذر علی سبیل الاصرار وفی شرح الکیدانیۃ عن الکشف قال محمد فی المصرین علی ترک السنۃ بالقتال وابو یوسف بالتادیب اھ فیتعین حمل الترک علی الاصرار توفیقا بین کلامھم اوسی میں ہے کونہ سنۃ مؤکدۃ لایستلزم الاثم بترکہ مرۃ واحدۃ بلاعذر فیتعین تقیید الترک بالاعتیاد اوسی کے سنن وضو میں دربارۂ نیت ہے یاثم بترکھا اثما یسیرا کما قدمنا عن الکشف والمراد الترک بلاعذر علی سبیل الاصرار کما قدمنا عن شرح التحریر وذلک لانھا سنۃ مؤکدۃ کما حققہ فی الفتح فتح القدیر میں ہے حکی فی الخلاصۃ خلافا فی ترکہ (ای ترک رفع الیدین عند التحریمۃ) قیل یاثم وقیل لا قال والمختار ان اعتادہ اثم لا ان کان احیانا اھ وینبغی ان یجعل شقی ھذا القول محمل القولین فلا اختلاف ولا اثم لنفس الترک بل لان اعتیادہ للاستخفاف والا فمشکل او یکون واجبا درمختار میں ہے الجماعۃ سنۃ مؤکدۃ للرجال وقیل واجبۃ وعلیہ العامۃ ثمرتہ تظھر فی الاثم بترکھا مرۃ اوسی کے سنن وضو میں ہے وتثلیث الغسل المستوعب ولاعبرۃ للغرفات ولو اکتفی بمرۃ ان اعتادہ اثم والا لا خلاصہ میں ہے ان توضأ مرۃ مرۃ ان فعل لعزۃ الماء اولعذر البرد اولحاجۃ لایکرہ وکذا ان فعلہ احیانا اما اذا اتخذ ذلک عادۃ یکرہ اھ **اقول** ای تحریما لانہ سنۃ مؤکدۃ وھی محمل الاطلاق والمنفیۃ عن فعلہ احیانا من دون عذر اسکے نظائر کثیر وافر ہیں فلا نظر الی ماوقع فی البحر ھھنا وسنن الصلاۃ وقد ردہ فی ردالمحتار ببعض ماذکرنا ھھنا وباللہ التوفیق خوبتر یہ ہے کہ جب ہمارے مشائخ عراق نے جماعت کو واجب اور مشائخ خراسان نے سنت مؤکدہ فرمایا اور مفید میں یوں تطبیق دی کہ واجب ہے اور اوسکا ثبوت سنت سے خود علامہ عمر نے نہر میں اسے نقل کرکے فرمایا ھذا یقتضی الاتفاق علی ان ترکھا مرۃ بلاعذر یوجب اثما مع انہ قول العراقیین والخراسانیون علی انہ یاثم اذا اعتاد الترک کما فی القنیۃ اھ فائدہ

اس مسئلہ پر باقی کلام اور سنت کی تعریف واقسام اور سنت غیر مؤکدہ کی تحقیق احکام اور اوسکا مستحب سے فرق اور مکروہ تحریمی وتنزیہی کی بحث جلیل اور یہ کہ مکروہ تنزیہی اصلاً گناہ نہیں اور یہ کہ تحریمی مطلقاً گناہ ہے اور یہ کہ وہ بے اصرار ہرگز کبیرہ نہیں اور ان مسائل میں فاضل لکھنوی کی لغزشوں کا بیان یہ سب ہمارے رسالہ **بسط الیدین فی السنۃ والمستحب والمکروھین** میں ہے وباللہ التوفیق **تنبیہ ۵** جبکہ علامہ عمر نے کراہت تحریم کا استظہار کیا علامہ شامی نے منحۃ الخالق میں تو اونکا کلام مقرر رکھا مگر ردالمحتار میں رائے جانب کراہت تنزیہ گئی لہذا دلائل تحریم کا جواب دینا چاہا علامہ عمر نے تین دلیلیں پیش فرمائی تھیں (۱) کلام امام زیلعی میں کراہت کو مطلق رکھنا (۲) اسراف سے نہی کی حدیثوں کا مطلق یعنی بے قرینہ صارفہ ہونا (۳) منتقی میں اوسے منہیات سے گننا علامہ شامی نے **اول** کا یہ جواب دیا کہ مطلق کراہت ہمیشہ تحریم پر محمول نہیں جیسا ذکرنا انفا اھ واشار بہ الی ماقدمہ قبل ھذا بصفحۃ عن البحر ان المکروہ نوعان احدھما ما کرہ تحریما وھو المحمل عند اطلاقھم الکراھۃ کما فی زکاۃ فتح القدیر ثانیھما المکروہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

تنزیہا وکثیرا ما یطلقونہ کما فی شرح المنیۃ **اقول** ف۱ اسمیں کلام نہیں کہ فقہا بارہا کراہت ف۲ مطلق بولتے اور اوس سے خاص
مکروہ تنزیہی یا تنزیہی وتحریمی دونوں کو عام مراد لیتے ہیں مگر یہ وہاں ہے کہ ارادۂ کراہت تحریم سے کوئی صارف موجود ہو مثلاً دلیل سے
ثابت یا خارج سے معلوم ہو کہ جیسے یہاں مطلق مکروہ کہا مکروہ تحریمی نہیں یا جو افعال یہاں گنے اون میں مکروہ تنزیہی بھی ہیں عما
لمفعلونہ فی مکروہات الصلاۃ جب بے قیام دلیل ہمارے مذہب میں اصل وہی ارادۂ کراہت تحریم ہے کما مر عن نص المحقق
علی الاطلاق وکتب المذہب طافحۃ بذلک تو کراہت تنزیہ کی طرف پھیرنا ہی محتاج دلیل ہو ورنہ استدلال نہ تام ہے
اب یہ جواب دلیل دوم کے جواب سے محتاج تکمیل ہوا اور اوسکی تضعیف سے اسکی تضعیف بھی جلوہ نما دوم سے یہ جواب دیا کہ
صارف موجود ہے مثلاً جس نے آب نہر سے وضو میں اسراف کیا اگر اوسے سنت نہ جانا تو ایسا ہوا کہ نہر سے کوئی برتن بھر کر اوسی میں
اولٹ دیا اسمیں کیا محذور ہے سوا اسکے کہ ایک عبث بات ہے **اقول** ف۳ اسکا مبنٰی اوسی خیال پر ہے کہ علامہ نے قول اول وچہارم
کو ایک سمجھا ہے ورنہ قول چہارم میں اب نہر اسراف کی تحریم کہاں اور ماورا میں کہ پانی کی اضاعت ہے صارف کیا وقد قدمنا لکن
ویشفی ومنہ تعلم ما فی تعبیرہ بالوضوء بماء النہر اما استنادہ الی ان حدیث فمن زاد علی ہذا او نقص فقد تعدی وظلم
محمول علی الاعتقاد عندنا کما فی الہدایۃ وغیرہا وقال فی البدائع انہ الصحیح حتی لو زاد او نقص واعتقد ان الثلاث سنۃ
لا یلحقہ الوعید قال وقدمنا انہ صریح فی عدم کراہۃ ذلک یعنی کراہۃ تحریم اھ **فاقول** ف۴ لا یفید ما قصدہ من قصر
الحکم علی کراہۃ التنزیہ مطلقا لمن یعتقد خلاف السنۃ کیف ولو کان ترک الاسراف سنۃ مؤکدۃ کما یقولہ النہر کان
تعودہ مکروہا تحریما ولو قوما احیانا تنزیہا والحدیث حکم علی من زاد مطلقا ای ولو مرۃ بانہ ظلم فلزم تاویلہ بما یجعل الزیادۃ
ممنوعۃ مطلقا فحملوہ علی ذلک فمن زاد او نقص مرۃ ولم یعتقد لم یلحقہ الوعید الا تری انہم ہم الناصون بان من غسل الاعضاء
مرۃ ان اعتادہ اثم کما قدمناہ عن الدر ومعناہ عن الخلاصۃ وقد صرح بہ فی الحلیۃ وغیر ما کتاب ثم العجب ف۵ انی رأیت العلامۃ
نفسہ قد صرح بہذا فی سنن الوضوء فقال لا یخفی ان التثلیث حیث کان سنۃ مؤکدۃ واصر علی ترکہ یأثم وان کان
یعتقدہ سنۃ واما حملہم الوعید فی الحدیث فیبنی علی عدم رؤیۃ الثلث سنۃ کما یاتی فذلک فی الترک ولو مرۃ بدلیل
ما قلنا قال عقبہ انتہی ثم ما فی البحر من ترجیح القول بعدم الاثم لو اقتصر علی مرۃ بانہ لو اثم بنفس الترک لما احتیج الی ہذا
الحمل اھ واقرہ فی النہر وغیرہ وذلک لانہ مع عدم الاصرار یحتاج الیہ فتدبر اھ وقال بعیدہ صریح ما فی البدائع انہ
لا کراہۃ فی الزیادۃ والنقصان مع اعتقاد سنیۃ الثلث وہو مخالف لما مر من انہ لو اکتفی بمرۃ واعتادہ اثم ولما سیأتی
ان الاسراف مکروہ تحریما ولہذا فرع فی الفتح وغیرہ علی القول بحمل الوعید علی الاعتقاد بقولہ فلو زاد لقصد الوضوء
علی الوضوء او لطمانینۃ القلب عند الشک او نقص لحاجۃ لا باس بہ فان مفاد ہذا التفریع انہ لو زاد او نقص بلا غرض

ف۱: معروضۃ ۲۱۶ علی العلامۃ ش

ف۲: اگرچہ فقہا کبھی کراہت مطلقہ سے تنزیہی یا تنزیہی وتحریمی دونوں مراد لیتے ہیں مگر اصل یہی ہے کہ اوسکے مطلق سے مراد کراہت تحریمی ہے جب تک دلیل سے اسکا خلاف نہ ثابت ہو

ف۳: معروضۃ ۲۱۷ اخری علیہ

ف۴: معروضۃ ۲۱۸ ثالثۃ علیہ

ف۵: معروضۃ ۲۱۹ رابعۃ علیہ

ف۶: معروضۃ ۲۲۰ خامسۃ علیہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

صحیح یکرہ وان اعتقد سنیۃ الثلث وبہ صرح فی الحلیۃ فیحتاج الی التوفیق بین ما فی البدائع وغیرہ ویمکن بما قدمنا انہ اذا فعل ذلک مرۃ لایکرہ مالم یعتقدہ سنۃ وان اعتادہ یکرہ وان اعتقد الثلث الا اذا کان لغرض صحیح اھ ولکن سبحٰن من لاینسی **اقول** وانت تعلم ان الکراھیۃ المنفیۃ فیما اذا نقص مرۃ ھی التحریمیۃ کما قدمنا لان ترک السنۃ المؤکدۃ مرۃ واحدۃ ایضا مکروہ ولو لم یکن تحریما وعلی التعود یحمل التفریع المذکور فی الفتح والکافی والبحر وعامۃ الکتب فان نفی الباس یستعمل فی کراھۃ التنزیہ کما نصوا علیہ فاثباتہ المستفاد ھھنا بالمفھوم المخالف یفید کراھۃ التحریم ھذا الکلام معہ رحمہ اللہ تعالٰی بما قررنفسہ وعند العبد الضعیف منشؤ اخر لحمل العلماء الحدیث علی الاعتقاد کما سیاتی ان شاء اللہ تعالٰی **سوم** سے یہ جواب ہوا کہ مکروہ تنزیہی بھی حقیقۃً اصطلاحًا منہی عنہ ہے اگرچہ لغۃً اُسے منہی عنہ کہنا مجاز ہے کما فی التحریر **اقول اوّلًا** (ف۱) رد اللہ العلامۃ یہاں تحریر میں اصطلاح سے امام محقق علی الاطلاق کی مراد اصطلاح نحویان ہے نہ کہ اصطلاح شرع یا فقہ یعنی جبکہ مکروہ تنزیہی میں صیغہ نہی اور بعض مندوبات میں صیغہ امر ہوتا ہے اور نحوی صیغہ ہی کو دیکھتے ہیں اختلاف معانی سے اُنہیں بحث نہیں کہ بیان فعل یا ترک کی طلب حتمی ہے یا غیر حتمی تو اُنکی اصطلاح میں حقیقۃً مندوب مامور بہ ہوگا اور مکروہ تنزیہی منہی عنہ مگر لغۃً (ف۲) انکو مامور بہ و منہی کہنا مجاز ہے کہ لغت میں مامور بہ واجب اور منہی عنہ ناجائز سے خاص ہے اور یہی عرف شرع و اصطلاح فقہ ہے تو نحویوں کے طور پر لاتفعل کا صیغہ ہونے سے فقہاً کیونکر منہیات میں داخل ہونے لگا تحریر کی عبارت مع مذکور سابقاً سے لخصاً یہ ہے مسئلہ اختلف فی لفظ المامور بہ فی المندوب قیل عن المحققین حقیقۃ والحنفیۃ وجمع من الشافعیۃ مجاز ویجب کون مراد المثبت ان الصیغۃ فی الندب یطلق علیھا لفظ امر حقیقۃ بناء علی عرف النحاۃ فی ان الامر للصیغۃ المقابلۃ للماضی والخبر مستعمل فی الایجاب وغیرہ فالمندوب مامور بہ حقیقۃ والنافی علی ما ثبت ان الامر خاص فی الوجوب والاول (ای نفی الحقیقۃ) اوجہ لابتنائہ علی الثابت لغۃ وابتناء الاول علی الاصطلاح (للنحویین) ومثل ھذہ المکروہ (تنزیھا) منھی (عنہ) اصطلاحا (نحویا) حقیقۃ مجاز لغۃ (لان النھی فی الاصطلاح یقال علی لاتفعل استعلاء سواء کان للمنع الحتم اولا اما فی اللغۃ فیمتنع ان یقال حقیقۃ نھی عن کذا الا اذا منع منہ) اھ مزید ا مابین الاھلۃ من شرحہ التقریر والتحبیر لتلمیذہ المحقق ابن امیر الحاج رحمھما اللہ تعالٰی **ثانیًا اقول** (ف۳) اگر مکروہ تنزیہی شرعًا حقیقۃً منہی عنہ ہوتا واجب الاحتراز ہوتا لقولہ تعالٰی وما نھٰکم عنہ فانتھوا تو مکروہ تنزیہی نہ رہتا بلکہ حرام یا تحریمی ہوتا اور ہم نے اپنے رسالہ جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ (۱۳۰۴ھ) میں دلائل قاہرہ قائم کیے ہیں کہ وہ ہرگز شرعًا منہی عنہ نہیں **ثالثًا** (ف۴) خود علامہ شامی کو جابجا اسکا اعتراف ہے کلام حلیہ الظاہر ان السنۃ فعل المغرب فورا وبعدہ مباح الی اشتباک النجوم نقل کرکے فرمایا الظاہر انہ اراد بالمباح ما لا یمنع فلا ینافی کراھۃ التنزیہ آخر کتاب الاشربہ میں سید علامہ ابو السعود سے نقل کیا المکروہ تنزیھا یجامع الاباحۃ اھ **رابعًا وخامسًا اقول** (ف۵) عجب تر یہ کہ

ف۱: معروضۃ سادسۃ علیہ

ف۲: مکروہ تنزیہی اصطلاح نحو میں منہی عنہ ہے اور لغت میں منہی عنہ کہنا مجاز ہے

ف۳: معروضۃ سابعۃ علیہ

ف۴: معروضۃ ثامنۃ علیہ

ف۵: معروضۃ تاسعۃ علیہ

صدرِ حضر میں ہمارے ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع بتایا کہ مکروہ تنزیہی ممنوع نہیں ثم ادعٰی[ف۱] تبعا الزلۃ وقعت فی التلویح واقمنا فی رسالتنا بسط الید ین الدلائل الساطعۃ علی بطلانہا ونقلنا مائۃ نص من ائمتنا وکتب مذھبنا متونا وشروحا وفتاوی منھا کتب نفس الشامی کرد المحتار ونسمات الاسحار علی خلافہا ان المکروہ تحریما ایضا غیر ممنوع عند الشیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما وسبحٰن اللہ ای عجب اعجب من ھذا انیکون للمکروہ تنزیھا منھیا عنہ والمکروہ تحریما غیر ممنوع سادسا عجب تریہ کہ جب شارح نے جواہر سے آب جاری میں اسراف جائز ہونا نقل فرمایا علامہ محشی نے قول کراہت کے خلاف دیکھ کر اوسکی یہ تاویل فرمائی کہ جائز سے مراد غیر ممنوع ہے ففی الحلیۃ عن اصول ابن الحاجب انہ قد یطلق ویراد بہ مالا یمتنع شرعا وھو یشمل المباح والمکروہ والمندوب والواجب یعنی اب کراہت کے خلاف نہ ہوگا کہ مکروہ تنزیہی بھی شرعًا ممنوع نہیں **اقول**[ف۲] یہ ایک تو اوس دعوے کا رد ہو گیا کہ مکروہ تنزیہی بھی حقیقۃً منہی عنہ ہے سابعا اصل[ف۳] تحقیق علامہ محشی کے خلاف خود قول صاحب نہر کی تسلیم ہو گئی خود علامہ نے جابجا تصریح فرمائی کہ کتب میں مفہوم مخالف معتبر ہے جب عبارت جواہر کے معنے یہ ٹھہرے کہ جاری پانی میں ممنوع نہیں صرف مکروہ تنزیہی ہے تو صاف مستفاد ہوا کہ آب غیر جاری میں ممنوع و مکروہ تحریمی ہے اور یہی مدعائے صاحب نہر تھا بالجملہ نہر کی کسی دلیل کا جواب نہ ہوا۔ رہا یہ کہ پھر آخر حکم منقح کیا ہے اسکے لیے اولًا تحقیق معنی اسراف کی طرف عود کریں پھر تنقیح حکم و باللہ التوفیق **تنبیہ ۶** اسراف بلاشبہہ ممنوع و ناجائز ہے قال اللہ تعالٰی ولا تسرفوا انہ لایحب المسرفین ۝ بیہودہ صرف نہ کرو بیشک اللہ تعالٰی بیہودہ صرف کرنیوالوں کو دوست نہیں رکھتا قال اللہ تعالٰی ولا تبذر تبذیرا ۝ ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین وکان الشیطٰن لربہ کفورا ۝ مال بیجا نہ اڑا بیشک بیجا اڑانیوالے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا **اقول**[ف۴] اسراف کی تفسیر میں کلمات متعدد وجہ پر آئے (۱) غیر حق میں صرف کرنا۔ یہ تفسیر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمائی الفریابی وسعید بن منصور وابو بکر بن ابی شیبۃ والبخاری فی الادب المفرد وابناء جریر والمنذر وابی حاتم والطبرانی والحاکم وصححہ والبیہقی فی شعب الایمان واللفظ لابن جریر کلھم عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی قولہ تعالٰی ولا تبذر تبذیرا قال التبذیر فی غیر الحق وھو الاسراف۔ آ)اسی کے قریب ہے وہ کہ تاج العروس میں بعض سے نقل کیا وضع الشیئ فی غیر موضعہ یعنی بیجا خرچ کرنا ابن ابی حاتم نے امام مجاہد تلمیذ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی لو انفقت مثل ابی قبیس ذھبا فی طاعۃ اللہ لم یکن اسرافا ولو انفقت صاعا فی معصیۃ اللہ کان اسرافا اگر تو ابوقبیس برابر سونا طاعت الٰہی میں خرچ کر دے تو اسراف نہیں اور اگر ایک صاع جو گناہ میں خرچ کرے تو اسراف ہے۔ کسی نے حاتم کی کثرت داد و دہش پر کہا لاخیر فی سرف اسراف میں خیر نہیں۔ اوس نے جواب دیا لاسرف فی خیر خیر میں اسراف نہیں **اقول** حاتم کا مقصود تو خدا نہ تھا نام تھا کما نص علیہ فی الحدیث تو اوسکی ساری داد و دہش اسراف ہی تھی مگر سخائے خیر میں بھی

ف۱: معروضۃ عاشرۃ علیہ

ف۲: المعروضۃ الحادیۃ عشرۃ علیہ

ف۳: المعروضۃ الثانیۃ عشرۃ علیہ

ف۴: اسراف کے معنی کی تفصیل و تحقیق

شرع مطہر اعتدال کا حکم فرماتی ہے قال اللہ تعالٰی ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطہا کل البسط فتقعد ملوما محسورا ○ وقال تعالٰی والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذٰلک قواما ○ آیہ کریمہ واٰتوا حقہ یوم حصادہ ولا تسرفوا کی شان نزول میں ثابت بن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قصہ معلوم ومعروف ہے رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن جریج اودھر صحاح کی حدیث جلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تصدق کا حکم فرمایا فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ خوش ہوئے کہ اگر میں کبھی ابوبکر صدیق پر سبقت لیجاؤنگا تو وہ یہی بار ہے کہ میرے پاس مال بسیار ہے اپنے جملہ اموال سے نصف حاضر خدمت اقدس لائے حضور نے فرمایا اہل وعیال کے لیے کیا رکھا عرض کی اتنا ہی۔ اتنے میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ حاضر ہوئے اور اپنا کُل مال حاضر لائے گھر میں کچھ نہ چھوڑا ارشاد ہوا اہل وعیال کے لیے کیا رکھا عرض کی اللہ اور اللہ کا رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اسپر حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں میں وہی فرق ہے جو تمھارے ان جوابوں میں۔ اور تحقیق یہ ہے کہ عام کیلئے وہی حکم میانہ روی ہے اور صدق توکل وکمال تبتل والوں کی شان بڑی ہے (۲) حکم الٰہی کی حد سے بڑھنا۔ یہ تفسیر ایاس بن معویہ بن قرہ تابعی ابن تابعی ابن صحابی کی ہے ابن جریر وابو الشیخ عن سفین بن حسین عن ابی بشر قال اطاف الناس بایاس بن معویۃ فقالوا ما السرف قال ما تجاوزت بہ امر اللہ فھو سرف اور اسیکی مثل اہل لغت سے ابن الاعرابی کی تفسیر ہے کما سیأتی من التفسیر الکبیر تعریفات السید میں ہے الاسراف تجاوز الحد فی النفقۃ **اقول** یہ تفسیر محل ہے حکم الٰہی وضو میں کہنیوں تک ہاتھ گٹوں تک پاؤں دھونا ہے مگر اس سے تجاوز اسراف نہیں بلکہ نیم بازو ونیم ساق تک بڑھانا مستحب ہے جیسا کہ احادیث سے گزرا تو امر سے مراد تشریع لینی چاہیے یعنی حد اجازت سے تجاوز اور اب یہ تفسیر ایک تفسیر تبذیر کیطرف عود کریگی (۳) ایسی بات میں خرچ کرنا جو شرع مطہر یا مروت کے خلاف ہو اول حرام ہے اور ثانی مکروہ تنزیہی طریقہ محمدیہ میں ہے الاسراف والتبذیر ملکۃ بذل المال حیث یجب امساکہ بحکم الشرع اوالمروءۃ وھی رغبۃ صادقۃ للنفس فی الافادۃ بقدر ما یمکن وھما فی مخالفۃ الشرع حرامان وفی مخالفۃ المروءۃ مکروھان تنزیھا اھ **اقول** وزادہ ملکۃ یجعلھما من منکرات القلب لانہ فی تعدیدھا ومثل الشارح العلامۃ سیدی عبد الغنی النابلسی قدس سرہ القدسی مخالفۃ للمروءۃ بدفعہ للاجانب والتصدق بہ علیھم وترک الاقارب والجیران المحاویج اھ **اقول** اخرج الطبرانی بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا امۃ محمد والذی بعثنی بالحق لا یقبل اللہ صدقۃ من رجل ولہ قرابۃ محتاجون الی صلتہ ویصرفھا الی غیرھم والذی نفسی بیدہ لا ینظر اللہ الیہ یوم القیمۃ اھ فھو خلاف الشرع لا مجرد خلاف المروءۃ واللہ تعالٰی اعلم وانا **اقول** وباللہ التوفیق آدمی کے پاس جو مال زائد بچا اور اوس نے ایک فضول کام میں اوٹھا دیا جیسے بے مصلحت شرعی مکان کی زینت وآرائش میں مبالغہ اس سے اوسے تو کوئی نفع ہوا نہیں اور اپنے غریب مسلمان بھائیوں کو

فرمایا ھو فی النار یا نار رواہ الطبرانی فی الکبیر وابو الشیخ فی الثواب الحاکم وقال صحیح الاسناد اگر کیسے او پر تاکید اسلیے تھی کہ وہ اصحاب صفہ سے تھے اور ان حضرات کرام کا

دیتا تو اونکو کیسا نفع پہنچتا تو اس حرکت سے تو ظاہر ہوا کہ اس نے اپنی بیہودہ خواہش کو اونکی حاجت پر مقدم رکھا اور یہ خلاف مروت ہے

(۴) طاعت الٰہی کے غیر میں اوٹھانا قاموس میں ہے الاسراف التبذیر او ما انفق فی غیر طاعۃ اھ۔ ردالمحتار میں اسکی نقل پر اقتصار فرمایا **اقول** [ف] ظاہر ہے کہ مباحات نہ طاعت ہیں نہ اونمیں خرچ اسراف مگر یہ کہ غیر طاعت سے خلاف طاعت مراد لیں تو شِق تفسیر دوم ہوگی اور اب علامہ شامی کا یہ فرمانا کہ لا یلزم من کونہ غیر طاعۃ ان یکون حراما نعم اذا اعتقد سنیتہ (ای سنیۃ الزیادۃ علی الثلث فی الوضوء) یکون منھیا عنہ ویکون ترکہ سنۃ مؤکدۃ [۱] صحیح نہ رہیگا (۵) حاجت شرعیہ سے زیادہ استعمال کرنا کما تقدم فی صدر البحث عن الحلیۃ والبحر وتبعھما العلامۃ الشامی **اقول** [ف] **اولاً** مراتب خمسہ کہ ہم اوپر بیان کر آئے اونمیں حاجت کے بعد منفعت پھر زینت ہے اور شک نہیں کہ انمیں خرچ بھی اسراف نہیں جبتک حد اعتدال سے متجاوز نہ ہو قال اللہ تعالٰی قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق اے نبی تم فرمادو کہ اللہ کی وہ زینت جو اوس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی اور پاکیزہ رزق کس نے حرام کیے ہیں۔ مگر یہ تاویل کریں کہ حاجت سے ہر کارآمد بات مراد ہے **ثانیاً** [ف] شرعیہ کی قید بھی مانع جامعیت ہے کہ حاجت دنیویہ میں بھی زیادہ اوڑانا اسراف ہے مگر یہ کہ شرعیہ سے مراد مشروعہ لیں یعنی جو حاجت خلاف شرع نہ ہو تو یہ اوس قول پر مبنی ہوجائیگا جسمیں اسراف وتبذیر میں حاجت جائزہ و ناجائزہ سے فرق کیا ہے اگر کہیے ان علما کا یہ کلام دربارہ وضو ہے اوسمیں تو جو زیادت ہوگی حاجت شرعیہ دینیہ ہی سے زائد ہوگی **اقول** [ف] اب مطلقاً حکم ممانعت مسلم نہ ہوگا مثلاً میل چھڑانے یا شدت گرما میں ٹھنڈ کی نیت سے زیادت کی تو اسراف نہیں کہہ سکتے کہ غرض صحیح جائز میں خرچ ہے۔ شاید اسی لیے علامہ طحطاوی نے لفظ شرعیہ کم فرماکر اتنا ہی کہا الاسراف ھو الزیادۃ علی قدر الحاجۃ **اقول** [ف] مگر یہ تعریف اگر مطلق اسراف کی ہو تو جامعیت میں ایک ورخلل ہوگا کہ قدر حاجت سے زیادت کے لیے وجود حاجت درکار اور جہاں حاجت ہی نہ ہو اسراف اور زائد ہے ہاں حلیہ اتباع کیطرح خاص اسراف فی الوضو کا بیان ہو تو یہ خلل نہ ہوگا (۶) غیر طاعت میں یا بلا حاجت خرچ کرنا۔ نہایہ ابن اثیر و مجمع بحار الانوار میں ہے الاسراف والتبذیر فی النفقۃ لغیر حاجۃ او فی غیر طاعۃ اللہ تعالٰی یہ تعریف گویا چہارم و پنجم کی جامع ہے **اقول** [ف] **اولاً** طاعت میں وہی تاویل لازم جو چہارم میں گزری **ثانیاً** [ف] حاجت میں وہی تاویل ضرور جو پنجم میں مذکور ہوئی (۷) دینے میں حق کی حد سے کمی یا بیشی۔ تفسیر ابن جریر میں ہے الاسراف فی کلام العرب الاخطاء باصابۃ الحق فی العطیۃ اما بتجاوز حدہ فی الزیادۃ واما بتقصیر عن حدہ الواجب **اقول** [ف] یہ عطا کے ساتھ خاص ہے اور اسراف کچھ لینے دینے ہی میں نہیں اپنے خرچ کرنے میں بھی ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں فی الوضوء اسراف وفی کل شیئ اسراف وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے اور ہر کام میں اسراف کو دخل ہے رواہ سعید بن منصور عن یحیٰی بن ابی عمرو السیبانی التقتصر سلا (۸) ذلیل غرض میں کثیر مال اوٹھا دینا۔ تعریفات السید میں ہے الاسراف انفاق المال الکثیر فی الغرض الخسیس اھ قدمہ ھھنا واقتصر علیہ فی المسرف **اقول** [ف] یہ بھی جامع

نہیں ہے غرض محض تھوڑا مال ضائع کردینا بھی اسراف ہے (۹) حرام میں سے کچھ حلال کو اعتدال سے زیادہ کھانا حکاہ السید قیلا اقول یہ کھانے سے خاص ہے (۱۰) لائق وپسندیدہ بات میں قدر لائق سے زیادہ اوٹھا دینا تعریفات علامہ شریف میں ہے الاسراف صرف الشیئ فیما ینبغی زائدا علی ماینبغی بخلاف التبذیر فانہ صرف الشیئ فیما لاینبغی اقول ینبغی کا اطلاق کم ازکم مستحب پر آتا ہے اور اسراف مباح خالص میں اوس سے بھی زیادہ ہے مگر یہ کہ جو کچھ لاینبغی نہیں سب کو ینبغی مان لیں کہ مباح کاموں کو بھی شامل ہوجائے ولیس بعید اور عبث محض اگرچہ بعض جگہ مباح بمعنی غیر ممنوع ہو مگر زیر لاینبغی داخل ہے تو اوس میں جو کچھ اوٹھیگا اس تفسیر پر داخل تبذیر ہوگا (۱۱) بیفائدہ خرچ کرنا قاموس میں ہے ذھب ماء الحوض سرفا فاض من نواحیہ تاج العروس میں ہے قال شمر سرف الماء ماذھب منہ فی غیر سقی ولا نفع یقال اروت البئر النخیل وذھب بقیۃ الماء سرفا تفسیر کبیر وتفسیر نیشاپوری میں ہے اعلم ان لاھل اللغۃ فی تفسیر الاسراف قولین الاول قال ابن الاعرابی السرف تجاوز ماحد لک الثانی قال شمر سرف المال ماذھب منہ فی غیر منفعۃ اقول منفعت کے بعد بھی اگرچہ ایک تبرع زینت ہے مگر ایک معنی پر زینت بھی بیفائدہ نہیں۔ ہمارے کلام کا ناظر خیال کرسکتا ہے کہ ان تمام تعریفات میں سب سے جامع ونافع وواضح تر تعریف اول ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہ اوس عبداللہ کی تعریف ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علم کی گٹھری فرماتے اور جو خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بعد تمام جہان سے علم میں زائد ہے اور جو ابو حنیفہ جیسے امام الائمہ کا مورث علم ہے رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہ وعنہم اجمعین تبذیر کے باب میں علماء کے دو قول ہیں (۱) وہ اور اسراف دونوں کے معنی ناحق صرف کرنا ہیں اقول یہی صحیح ہے کہ یہی قول حضرت عبداللہ بن مسعود وحضرت عبداللہ بن عباس وعامہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا ہے قول اول کی حدیث میں اسکی تصریح گزری اور وہی حدیث بطریق آخر ابن جریر نے یوں روایت کی کنا اصحاب محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نتحدث ان التبذیر النفقۃ فی غیر حقہ سعید بن منصور سنن اور بخاری ادب مفرد اور ابن جریر وابن منذر تفاسیر اور بیہقی شعب الایمان میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی المبذر المنفق فی غیر حقہ ابن جریر کی ایک روایت اونسے یہ ہے المنفق فی الباطل فان المبذر ھو المسرف فی غیر حق وقال مجاھد لو انفق انسان مالہ کلہ فی الحق ماکان تبذیرا ولو انفق مدا فی الباطل کان تبذیرا نیز قتادہ سے راوی التبذیر النفقۃ فی معصیۃ اللہ تعالٰی وفی غیر الحق وفی الفساد نہایہ ومختصر امام سیوطی میں ہے المباذر والمبذر المسرف فی النفقۃ نیز مختصر میں ہے الاسراف التبذیر قاموس میں ہے بذرہ تبذیرا خربہ وفرقہ اسرافا تعریفات السید میں ہے التبذیر تفریق المال علی وجہ الاسراف اسیطرح مختار الصحاح میں اسراف کو تبذیر اور تبذیر کو اسراف سے تفسیر کیا (۲) اون میں فرق ہے تبذیر خاص معاصی میں مال برباد کرنیکا نام ہے ابن جریر عبدالرحمن بن زید بن اسلم مولائے امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی لاتبذر تبذیرا لاتعط فی المعاصی اقول اس تقدیر پر اسراف تبذیر سے

فـــ۱: معروضۃ علی من نقل عنھم السید

۱۔ لو وقع ھنا فی السنخ

۲۔ تفسیر النیساپوری

۳۔ الطبرعۃ بمصر عن

۴۔ العینیۃ بمصر لعرف

منہ

۵۔ ھکذا ھو المال باللام فی کلا التفسیرین وقضیۃ التاج انہ للماء بالھمزۃ ۱۲ منہ

فـــ۲: تبذیر واسراف کے معانی میں فرق کی بحث

عام ہوگا کہ ناحق صرف کرنا عبث میں صرف کو بھی شامل اور عبث مطلقاً گناہ نہیں تو ازانجا کہ اسراف ناجائز ہے یہ صرف معصیت ہوگا مگر جسمیں صرف کیا وہ خود معصیت نہ تھا اور عبارت لاتعط فی المعاصی کا ظاہر یہی ہے کہ وہ کام خود ہی معصیت ہو بالجملہ تبذیر کے مقصود و حکم دونوں معصیت ہیں اور اسراف کو صرف حکم میں معصیت لازم وھذا ھو المشتھر الیوم ووقع فی التاج عن شیخہ عن ائمۃ الاشتقاق ان التبذیر یفضل الاسراف فی عرف اللغۃ اھ وبہ صرح العلامۃ الشھاب فی عنایۃ القاضی ومفادہ ان التبذیر اعم ولم یفسراہ۔ بعض نے یون فرق کیا کہ مقدار میں حد سے تجاوز اسراف ہے اور بیموقع بات میں صرف کرنا تبذیر دونوں بُرے ہیں اور تبذیر بدتر۔ قال الخفاجی وفرق بینھما علی ما نقل فی الکشف بان الاسراف تجاوز فی الکمیۃ وھو جھل بمقادیر الحقوق والتبذیر تجاوز فی موقع الحق وھو جھل بالکیفیۃ وبمواقعھا وکلاھما مذموم والثانی ادخل فی الذم اھ اس تقدیر پر دونوں متباین ہونگے **اقول** اگرچہ مقدار سے زیادہ صرف بھی بیموقع بات میں صرف ہے کہ وہ صرف اس زیادت کا موقع ومحل نہ تھا ورنہ اسراف ہی نہ ہوتا مگر بیموقع سے مراد یہ ہے کہ سرے سے وہ محل اصلا مصرف نہ ہو بالجملہ احاطہ کلمات سے روشن ہوا کہ وہ قطب جنپر ممانعت کے افلاک دورہ کرتے ہیں دو ہیں ایک مقصد معصیت دوسرا بیکار اضاعت اور حکم دونوں کا منع وکراہت **اقول** معصیت تو خود معصیت ہی ہے ولہذا اوسمیں منع مال ضائع کرنے پر موقوف نہیں اور غیر معصیت میں جبکہ وہ فعل فی نفسہ گناہ نہیں لاجرم ممانعت میں اضاعت ملحوظ ولہذا عام تفسیرات میں لفظ انفاق ماخوذ کہ مفید خرچ واستہلاک ہے کہ اہم بالافادہ یہی ہے معاصی میں صرف معصیت ہونا تو بدیہی ہے زید نے سونے چاندی کے کڑے اپنے ہاتھوں میں ڈالے یہ اسراف ہوا کہ فعل خود گناہ ہے اگرچہ تھوڑی دیر پہننے سے کڑے خرچ نہ ہو جائینگے اور بلاوجہ محض اپنی جیب میں ڈالے پھرتا ہے تو اسراف نہیں کہ نہ فعل گناہ ہے نہ مال ضائع ہوا اور اگر دریا میں پھینک دیے تو اسراف ہوا کہ مال کی اضاعت ہوئی اور اضاعت کی ممانعت پر حدیث صحیح ناطق صحیح بخاری وصحیح مسلم میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ تعالٰی کرہ لکم قیل وقال وکثرۃ السؤال واضاعۃ المال بیشک اللہ تعالٰی تمہارے لیے مکروہ رکھتا ہے فضول بک بک اور سوال کی کثرت اور مال کی اضاعت یہ تحقیق معنی اسراف ہے جسے محفوظ وملحوظ رکھنا چاہیے کہ آئندہ انکشاف احکام اسی پر موقوف وباللہ التوفیق **فائدہ** یہاں سے ظاہر ہوا کہ وضو وغسل میں تین بار سے زیادہ پانی ڈالنا جبکہ کسی غرض صحیح سے ہو ہرگز اسراف نہیں کہ جائز غرض میں خرچ کرنا نہ خود معصیت ہے نہ بیکار اضاعت۔ اسکی بہت مثالیں اون پانیوں میں ملیں گی جنکو ہمنے آب بیغو سے مستثنی بتایا نیز تبرید وتنظیف کی دو مثالیں ابھی گزریں اور انکے سوا علمائے کرام نے دو صورتیں اور ارشاد فرمائی ہیں جنمیں غرض صحیح ہونے کے سبب اسراف نہ ہوا (۱) ایک وضو ملی الوضو کی نیت کرے کہ نور علی نور ہے (۲) اگر وضو کرتے میں کسی عضو کی تثلیث میں شک واقع ہو تو کم پر بنا کر کے تثلیث کامل کرلے مثلا شک ہوا کہ مونھ یا ہاتھ یا پاؤں شاید دو ہی بار دھویا تو ایکبار اور دھولے اگرچہ واقع میں یہ چوتھی بار ہو اور ایکبار کا خیال ہوا

ف۱ مسئلہ: اسراف کرنا ناجائز و گناہ ہے مگر صرف دو صورتوں میں ہوتا ہے ایک یہ کہ کسی گناہ میں صرف و استعمال کریں دوسرے بیکار محض مال ضائع کریں۔

ف۲ مسئلہ: اون صحیح غرضوں کا بیان جنکے لیے وضو وغسل میں تین تین بار سے زیادہ اعضا کا دھونا داخل اسراف نہیں بلکہ جائز و بعض صورتوں میں مستحب ہے۔

تو دو بارا اور یہ شک پڑا کہ دھویا ہی نہیں تو تین بار دھوئے اگرچہ واقع کے لحاظ سے چھ بار ہو جائے یہ اسراف نہیں کہ اطمینان قلب حاصل کرنا غرض صحیح ہے۔ ہم امر چہارم میں ارشاد اقدس حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بیان کر آئے کہ دع ما یریبك الی ما لا یریبك شک کی بات چھوڑ کر وہ کر جسمیں شک نہ ہو۔ کافی امام حافظ الدین نسفی میں ہے ھذا (ای وعید الحدیث من زاد علی ھذا او نقص فقد تعدی وظلم) اذا زاد معتقدا ان السنۃ ھذا فاما لو زاد لطمانینۃ القلب عند الشك او بنیۃ وضوء اٰخر فلا باس بہ لانہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم امر بترك ما یریبہ الی ما لا یریبہ فتح القدیر میں قول ہدایہ الوعید لعدم رؤیتہ سنۃ کے تحت میں ہے فلو راٰہ وزاد لقصد الوضوء علی الوضوء او لطمانینۃ القلب عند الشك او نقص لحاجۃ لاباس بہ عنایہ میں ہے اذا زاد لطمانینۃ القلب عند الشك او بنیۃ وضوء اٰخر فلا باس بہ فان الوضوء علی الوضوء نور علی نور وقد امر بترك ما یریبہ الی ما لا یریبہ حلیہ میں ہے الوعید علی الاعتقاد المذکور دون نفس الفعل وعلی ھذا مشی فی الھدایۃ والمحیط رضی الدین والبدائع ونص فی البدائع انہ الصحیح لان من لم یر سنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فقد ابتدع فیلحقہ الوعید وان کانت الزیادۃ علی الثلاث لقصد الوضوء علی الوضوء او لطمانینۃ القلب عند الشك فلا یلحقہ الوعید وھو ظاھر وھل لو زاد علی الثلث من غیر قصد لشیئ مما ذکر یکرہ الظاھر نعم لانہ اسراف اسیطرح نہایہ ومعراج الدرایہ ومبسوط وسراج وہاج وبرجندی ودر مختار وعالمگیری وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے مگر بعض متاخرین شراح کو ان صورتوں میں کلام واقع ہوا صورت اولٰی میں تین وجہ سے وجہ اول وضو عبادت مقصودہ نہیں بلکہ نماز وغیرہ کے لیے وسیلہ ہے ہمارے علما کا اسپر اتفاق ہے تو جبتک اوس سے کوئی فعل مقصود مثل نماز یا سجدۂ تلاوت یا مس مصحف واقع نہ ہولے اوسکی تجدید مشروع نہ ہونی چاہیے کہ اسراف محض ہوگی یہ اعتراض محقق ابرہیم حلبی کا ہے خلاصہ میں اعضائے وضو چار بار دھونے کی کراہت میں دو قول نقل کرکے فرمایا تھا ھذا اذا لم یفرغ من الوضوء فان فرغ ثم استانف الوضوء لایکرہ بالاتفاق بعینہ اسیطرح تاتارخانیہ میں امام ناطفی سے ہی کافی مثل اس سے ثابت کہ ایک وضو سے فارغ ہو کر معاً بہ نیت وضو علی الوضو دوسرا وضو شروع کر دینا ہمارے یہاں بالاتفاق جائز ہے اور کسی کے نزدیک مکروہ نہیں اسپر علامہ حلبی نے وہ اشکال قائم کیا اور علامہ علی قاری نے مرقاۃ باب سنن الوضو فصل ثانی میں زیر حدیث فمن زاد علی ھذا فقد اساء وتعدی اونکی تبعیت کی **اقول** اولاً جب ائمہ ثقات نے ہمارے علما کا اتفاق نقل کیا اور دوسری جگہ سے خلاف ثابت نہیں تو بحث کی کیا گنجائش **ثانیاً** عبادت غیر مقصودہ بالذات ہونے پر اتفاق سے یہ لازم نہیں کہ وہ وسیلہ ہی ہو کر جائز ہو بلکہ فی نفسہ بھی ایک نوع مقصودیت سے حظ رکھتا ہے ولہذا اجماع ہے کہ ہر وقت باوضو رہنا ہر حدث کے بعد معاً وضو کرنا مستحب ہے فتاوٰی قاضی خان وخزانۃ المفتین وفتاوٰی ہندیہ وغیرہا میں وضوئے مستحب کے شمار میں ہے ومنھا المحافظۃ علی الوضوء وتفسیرہ ان یتوضأ کلما احدث لیکون علی الوضوء فی الاوقات کلھا بلکہ امام رکن الاسلام محمد بن ابی بکر نے

ف۱: مسئلہ بعض صورتیں جن میں تین بار سے زیادہ دھونا اسراف نہیں

ف۲: مسئلہ ہر وقت باوضو رہنا مستحب ہے اور اس کے فضائل

کی تحقیق کہ ہمارے ائمہ کا کلام اور نیز احادیث حضور خیر الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام مطلقاً تجدید وضو کو مستحب فرماتی ہیں اور ان قیدوں کا کوئی ثبوت ظاہر نہیں

ف۳: تطفل علی الغنیۃ وعلی القاری

ف۴: تطفل اخری علیہما

https://www.facebook.com/darahlesunnat

شرعۃ الاسلام مین اوسے اسلام کی سنتون سے بتایا فرماتے ہین المحافظۃ علی الوضوء سنۃ الاسلام اھ مثلہ فی شرحہ مفاتیح الجنان ومصابیح الجنان مین بستان العارفین امام فقیہ ابو اللیث سے ہے بلغنا ان اللہ تعالٰی قال لموسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام یاموسٰی اذا اصابتک مصیبۃ وانت علی غیر وضوء فلا تلومن الا نفسک یعنی ہمکو حدیث پہنچی کہ اللہ عزوجل نے موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام سے فرمایا اے موسٰی اگر بے وضو ہونیکی حالت مین تجھے کوئی مصیبت پہنچے تو خود اپنے آپکو ملامت کرنا۔ اوسی مین کتاب خالصۃ الحقائق ابو القاسم محمود بن احمد فارابی سے ہے قال بعض اہل المعرفۃ من داوم علی الوضوء اکرمہ اللہ تعالٰی بسبع خصال الخ یعنی بعض عارفین نے فرمایا جو ہمیشہ باوضو رہے اللہ تعالٰی اوسے سات فضیلتون سے مشرف فرمائے ملٰئکہ اوسکی صحبت مین رغبت کرین قلم اوسکی نیکیان لکھتا رہے اوسکے اعضا تسبیح کرین اوسے تکبیرۂ اولٰی فوت نہ ہو جب سوئے اللہ تعالٰی کچھ فرشتے بھیجے کہ جن وانس کے شر سے اوسکی حفاظت کرین سکرات موت اوسپر آسان ہو جبتک باوضو ہو امانِ الٰہی مین رہے اوسیمین بحوالہ مقدمۂ غزنویہ وخالصۃ الحقائق انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے من احدث ولم یتوضأ فقد جفانی جسے حدث ہو اور وضو نہ کرے اوس نے میرا کمال ادب جیسا چاہیے ملحوظ نہ رکھا اقول مگر ظاہرا یہ حدیث بے اصل ہے تشہد بہ قریحۃ من نظر فیہ بتمامہ وایضا لوصح لوجبت استدامۃ الوضوء ولا قائل بہ واللہ تعالٰی اعلم ثالثا وہ تنظیف ہے اور دین کی بنا نظافت پر ہے اور شک نہین کہ تجدید موجب تنظیف مزید۔ ولہٰذا جمعہ وعیدین وعرفہ واحرام ووقوف عرفات ووقوف مزدلفہ وحاضری حرم وحاضری سرکار اعظم ودخول منٰی ورمی جمار ہر سہ روز وشب برات وشب قدر وشب عرفہ وحاضری مجلس میلاد مبارک وغیرہا کے غسل مستحب ہوئے درمختار مین قول ماتن سن لصلاۃ جمعۃ وعید الخ کے بعد ہے وکذا لدخول المدینۃ ولحضور مجمع الناس الخ ان سب مین نماز کے لیے وسیلہ ہونا کہان کہ جنابت نہین رابعا اگر صرف وسیلہ ہی ہو کر مشروع ہوتا تو ایکبار کوئی فعل مقصود کر لینے کے بعد بھی تجدید مکروہ ہی رہتی کہ پہلا وضو جبتک باقی ہے وسیلہ باقی ہے تو دوبارہ کرنا تحصیل حاصل وبیکار واسراف ہے خامسا بلکہ چاہیے تھا کہ شرع مطہر وضو مین تثلیث ہی مسنون نہ فرماتی کہ وسیلہ تو ایکبار دھونے سے حاصل ہو گیا اب دوبارہ سہ بارہ کس لیے سادسا رزین نے عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توضأ مرتین مرتین وقال ھو نور علی نور یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وضو مین اعضائے کریمہ دو دو بار دھوئے اور فرمایا یہ نور پر نور ہے ایک ہی بار کے دھونے مین نور حاصل تھا پھر دوبارہ اور سہ بارہ نور پر نور لینا فضول نہ ہوا تو اسپر اور زیادت کیون فضول ہوگی حالانکہ انہین رزین کی حدیث مین ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہین الوضوء علی الوضوء نور علی نور وضو پر وضو نور پر نور ہے سابعا ابوداود وترمذی وابن ماجہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہین من توضأ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

علی طھر کتب لہ عشر حسنات جو باوضو وضو کرے اوسکے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں مناوی نے تیسیر میں کہا ای عشر وضوءات یعنی دس بار وضو کرنے کا ثواب لکھا جائے ظاہر ہے کہ حدیثوں میں فصل نماز وغیرہ کی قید نہیں تو مشائخ کرام کا اتفاق اور حدیث کریم کا اطلاق دونوں متوافق ہیں اسی بنا پر سیدی عارف باللہ علامہ عبد الغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالی نے یہاں محقق حلبی کا خلاف فرمایا رد المحتار میں ہے لکن ذکر سیدی عبد الغنی النابلسی ان المفھوم من اطلاق الحدیث مشروعیتہ ولو بلا فصل بصلاۃ او مجلس اخر ولا اسراف فیما ھو مشروع اما لو کررہ ثالثا اور ابعا فیشترط لمشروعیتہ الفصل بما ذکر والاکان اسرافا محضا اھ فتامل اھ **اقول** لکن اطلاق الحدیث یشمل الثالث والرابع ایضا وایضا اذا لم یکن اسرافا فی الثانی لم یکن فی الثالث والرابع وکان المولی النابلسی قدس سرہ القدسی نظر الی لفظ الوضوء علی الوضوء فھما وضوان فحسب وکذلک من توضأ علی طھر **اقول** وھنہ لایخفی فقولہ تعالی وھنا علی وھن لایدل ان ھناک وھنین فقط وکان الشامی الی ھذا اشار بقولہ تأمل تأمل وسیأتی ملخص کلام العارف مع الکلام علیہ قریبا ان شاء اللہ تعالی **ثامنا اقول** حل یہ ہے کہ جو وضو فرض ہے وہ وسیلہ ہے کہ شرط صحت یا جواز ہے اور شروط وسائل ہوتے ہیں مگر جو وضو مستحب ہے وہ صرف ترتب ثواب کے لیے مقرر فرمایا جاتا ہے تو قصد ذاتی سے خالی نہیں اگرچہ اوس سے عمل مستحب فیہ میں حسن بڑھے کہ مستحب کی یہی شان ہے کہ وہ اکمال سنن کے لیے ہوتا ہے اور سنن اکمال واجب اور واجب اکمال فرض **اقول** اور فرض اکمال ایمان کے لیے اس سے اونکا غیر مقصود ہونا لازم نہیں آتا خلاصہ وبزازیہ وخزانۃ المفتین میں ہے الواجبات اکمال الفرائض والسنن اکمال الواجبات والاداب اکمال السنن درمختار باب ادراک الفریضہ میں ہے یاتی بالسنۃ مطلقا ولو صلی منفردا علی الاصح لکونھا مکملات اوسکی بحث تراویح میں ہے ھی عشرون رکعۃ حکمتہ مساواۃ المکمل للمکمل ولہذا ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ وضوئے بے نیت پر ثواب نہیں بحر الرائق میں ہے اعلم ان النیۃ لیست شرطا فی کون الوضوء مفتاحا للصلاۃ کما قیدنا بقولنا فی کونہ مفتاحا لانھا شرط فی کونہ سببا للثواب علی الاصح اور مستحب پر ثواب ہے تو وضوئے مستحب محتاج نیت ہوا اور وسائل محضہ محتاج نیت نہیں ہوتے فتح القدیر وبحر الرائق میں ہے اذا لم ینو حتی لم یقع عبادۃ سببا للثواب فھل یقع الشرط المعتبر للصلاۃ حتی تصح بہ اولا قلنا نعم لان الشرط مقصود التحصیل لغیرہ لا لذاتہ فکیف حصل حصل المقصود وصار کستر العورۃ و باقی شروط الصلاۃ لایفتقر اعتبارھا الی ان تنوی تو ثابت ہوا کہ وضوئے مستحب وسیلہ نہیں وھو المقصود والحمد للہ الودود **تاسعا** محقق حلبی کا یہ استناد کہ اکیلا سجدہ (یعنی سجدہ تلاوت وسجدہ شکر کے سوا محض سجدہ بے سبب) جبکہ عبادت مقصودہ نہ تھا تو علما نے اوس پر حکم کراہت یا تو وضوئے جدید کی کراہت بدرجہ اولی **اقول** خود محقق رحمہ اللہ نے آخر غنیہ میں

ف: لطیفہ ۳۴۷
علی المولی النابلسی
ف۲: لطیفہ ۳۴۸
مسامحۃ علی الغنیہ والقاری
ف۳: مصنف کی تحقیق کہ وضو یا غسل مستحب ہو وہ وسیلہ محضہ نہیں بلکہ خود بھی مقصود ہے۔
ف۴: مستحب سنت کی تکمیل ہے سنت واجب کی واجب فرض کی فرض ایمان کی
ف۵: مسئلہ وضوئے مستحب بے نیت ادا نہ ہوگا
ف۶: مسئلہ سجدہ بے سبب کا حکم
ف۷: تطفل ۳۴۹ ثامن علیہا

سجدہ نماز و سہو و تلاوت و نذر و شکر پانچ سجدے ذکر کرکے فرمایا اما بغیر سبب فلیس بقربۃ ولا مکروہ یعنی سجدہ بے سبب میں نہ ثواب نہ کراہت نقلہ عن المجتبی مقرا علیہ و نقلہ عن الغنیۃ فی رد المحتار ایضا واقر ھذا ھنا واعتمد ذٰلک ثمہ الا ان یحمل ما ھنا علی کراھۃ التنزیہ وما ثمہ علی نفی المأثم ای کراھۃ التحریم فیتوافقان لکن یحتاج[524] الحکم بکراھتہ ولو تنزیھا الی دلیل یفیدہ شرعا کما تقدم وھو لم یستند ھھنا الی نقل فاللہ تعالٰی اعلم عاشرا اقول[525] وباللہ التوفیق سجدہ سب سے زیادہ خاص حاضری دربار ملک الملوک عزجلالہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اقرب ما یکون العبد من ربہ وھو ساجد فاکثروا الدعاء سب حالتوں سے زیادہ سجدہ میں بندہ اپنے رب سے قریب ہوتا ہے تو اس میں دعا بکثرت کرو رواہ مسلم وابوداود والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور دربار شاہی میں بے اذن حاضری جرأت ہے اور سجدہ بے سبب کے لیے اذن معلوم نہیں ولہذا شافعیہ کے نزدیک حرام ہے کما صرح بہ الامام الاردبیلی الشافعی فی الانوار اس بنا پر اگر سجدہ بے سبب مکروہ ہو تو وضو کا اوس پر قیاس محض بلا جامع ہے رہا علامہ شامی کا اوسکی تائید میں فرمانا کہ ہدیۂ ابن عماد میں ہے قال فی شرح المصابیح انما یستحب الوضوء اذا صلی بالوضوء الاول صلٰوۃ کذا فی الشرعۃ والقنیۃ اھ وکذا ما قالہ المناوی فی شرح الجامع الصغیر حدیث من توضأ علی طھر ان المراد الوضوء الذی صلی بہ فرضا او نفلا کما بینہ فعل راوی الخبر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فمن لم یصل بہ شیئا لا یسن لہ تجدیدہ اھ ومقتضی ھذا کراھتہ وان تبدل المجلس ما لم یؤد بہ صلٰوۃ او نحوھا اھ اقول[526] شرعۃ الاسلام میں اسکا پتا نہیں اوس میں صرف اسقدر ہے التطھر لکل صلٰوۃ سنۃ النبی علیہ الصلٰوۃ والسلام ہاں سید علی زادہ نے اوسکی شرح میں مضمون مذکور شرح مصابیح سے نقل کیا اور اوس سے پہلے صاف تعمیم کا حکم دیا حیث قال فالمؤمن ینبغی ان یجدد الوضوء فی کل وقت وان کان علی طھر قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من توضأ علی طھر کتب لہ عشر حسنات وقال فی شرح المصابیح تجدید الوضوء فی کل وقت انما یستحب اذا صلی بالوضوء الاول صلٰوۃ والا فلا اھ قلت[527] وبہ ظھر ان قولہ کذا فی الشرعۃ ای شرحھا اشارۃ الی قولہ قال فی شرح المصابیح لا داخل تحت قال بہرحال اولا[ف۲] قنیہ کا حال ضعف معلوم ہے اور شرح شرعہ بھی مبسوط و ہدایہ و عنایہ و معراج الدرایہ و کافی و فتح القدیر و حلیہ و سراج و خلاصہ و ناطفی میں کسی کے معارض نہیں ہوسکتی نہ کہ اونکا اور اونکے ساتھ اور کتب کثیرہ سب کے مجموع کا معارضہ کرے پھر اعتبار منقول عنہ کا ہے اور شرح مصابیح[ف۳] شروح حدیث سے ہے نہ معتمدات فقہ کا مقابلہ نہ کریگی نہ کرسکے ایک اتفاق علامہ مصطفٰی رحمتی نے شرح مشارق ابن ملک کے نص صریح کو اسی بنا پر رد کیا اور اوسے اطلاقات کتب مذہب کے مقابل معارضہ کے قابل نہ مانا اور خود علامہ شامی نے اوسے نقل کرکے مقرر رکھا حیث قال علی قولہ لکن فی شرح المشارق لابن ملک لو طئھا وھی نائمۃ لا یحلھا للاول لعدم ذوق العسیلۃ نبہ فیہ ان ھذا الکتاب لیس موضوعا لنقل

ف۱: تطفل رابع علیہ۔
ف۲: معروضۃ علی العلامۃ ش۔
ف۳: شروح حدیث ...

المذهب والطلاق المتون والشروح بوده وذوق الغسيلة للنائمة موجه حكما لايری ان النائم اذا وجد البلل يجب عليه الغسل وكذا المغمی عليه الخ ثانیاً[۵۲۸] ف[۱] علامہ مناوی شافعی ہیں فقہ میں انکا کلام نصوص فقہ حنفی کے خلاف کیا قابل ذکر ثالثاً[۵۲۹] ف[۲] وہی مناوی اسی جامع صغیر کی شرح تیسیر میں کہ شرح کبیر کی تلخیص ہے اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں فتجدید الوضوء سنۃ مؤکدۃ اذا صلی بالاول صلاۃ[۱] تا معلوم ہوا کہ لایسن سے انکی مراد نفی سنت مؤکدہ ہے وصاحب الدر اراد ہی اور اسکی نفی مقتضی کراہت نہیں کما لایخفی وجہ دوم ایک جلسہ ف[۳] میں وضو کی تکرار مکروہ ہے سراج وہاج میں اسے اسراف کہا تو قبل تبدل مجلس وضو علی الوضو کی نیت کیونکر کرسکتا ہے۔ یہ شبہہ بحر الرائق کا ہے کہ اسی عبارت خلاصہ پر وارد فرمایا اقول[۵۳۰] جس مسئلہ پر ف[۴] عبارت سراج سے اعتراض فرمایا وہ خود سراج کا بھی مسئلہ ہے ہندیہ میں ہے لو زاد علی الثلث لطمانینۃ القلب عند الشک اوبنیۃ وضوء اٰخر فلا باس بہ ھکذا فی النھایۃ والسراج الوھاج کیا کلام سراج خود اپنے مناقض ہے اور اگر ہے تو انکا وہ کلام احق بالقبول ہوگا جو عامۂ اکابر فحول کے موافق ہے یا وہ کہ ان سب کے اور خود اپنے بھی مخالف ہے لاجرم صاحب بحر کے برادر و تلمیذ نے نہر الفائق میں ظاہر کردیا کہ سراج نے ایک مجلس میں چند بار وضو کو مکروہ کہا ہے دو بار میں حرج نہیں تو اعتراض نہ رہا سراج وہاج کی عبارت یہ ہے لو تکرر الوضوء فی مجلس واحد مرارا لم یستحب بل یکرہ لما فیہ من الاسراف اھ وھذا ھو ملخذ ماقدمنا عن المولی النابلسی رحمہ اللہ تعالی اقول[۵۳۱] ف[۵] وباللہ التوفیق وضوئے جدید میں کوئی غرض صحیح مقبول شرع ہے یا نہیں اگر نہیں تو واجب کہ مطلقاً تجدید مکروہ وممنوع ہو اگرچہ ایک ہی بار اگرچہ مجلس بدل کر اگرچہ ایک زمانہ گزر کر کہ بیکار بہانا ہی اسراف ہے اور اسراف ناجائز اور اگر غرض صحیح ہے مثلاً زیادت نظافت تو وہ غرض زیادت قبول کرتی ہے یا نہیں اگر نہیں تو ایک ہی بار کی اجازت چاہیے اگرچہ مجلس بدل جائے کہ تبدل مجلس نامتزاید کو متزاید نہ کردیگا وہ کونسی غرض شرعی ہے کہ ایک جگہ بیٹھے بیٹھے تو قابل زیادت نہیں اور یہاں سے اوٹھکر ایک قدم ہٹکر بیٹھ جائے تو از سر نو زیادت پائے اور اگر ہاں تو کیا وجہ ہے کہ مجلس میں دوبارہ تکرار کی اجازت نہ ہو بالجملہ جگہ بدلنے کو اسباب میں کوئی دخل نظر نہیں آتا تو قدم قدم ہٹکر سو بار تکرار کی اجازت اور بے ہٹے ایکبار سے زیادہ کی ممانعت کوئی وجہ نہیں رکھتی احادیث بیشک مطلق ہیں اور ہمارے ائمہ کا متفق علیہ مسئلہ بھی یقیناً مطلق اور ایک ومتعدد کا تفرقہ ناموجہ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم واشار فی الدر الی الجواب بوجہ اٰخر فقال لعل کراھۃ تکرارہ فی مجلس تنزیھیۃ اھ ای فلایخالف قولھم لو زاد بنیۃ وضوء اٰخر فلا باس بہ لان الغالب استعمالھا فی کراھۃ التنزیہ اقول[۵۳۲] وینبنی علی ما اختارہ ان الاسراف مکروہ تحریما لان المستثنی اذا ثبتت فیہ کراھۃ التنزیہ فلو لم تکن فی المستثنی منہ الا ھی لم یصح الثنیا فان قلت معنا مسألۃ الزیادۃ للطمانینۃ عند الشک وقد حکموا علیھما بحکم واحد وھو لاباس بہ وھذہ الزیادۃ مطلوبۃ قطعا لقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم دع ما یریبک فکیف یحمل علی کراھۃ التنزیہ قلت[۵۳۳] المعنی لایمنع شرعا فیشمل المکروہ تنزیھا

ف[۱]: معروضۃ[۳۵۲] اخری علیہ
ف[۲]: معروضۃ[۳۵۳] ثالثۃ علیہ
ف[۳]: مسئلہ: بعض نے فرمایا ایک جلسہ میں دو دو بار وضو مکروہ ہے بعض نے فرمایا دو بار تک مستحب اس سے زائد مکروہ ہے اور مصنف کی تحقیق کہ احادیث وکلمات ائمہ مطلق ہیں اور ان تحدیدوں کا ثبوت ظاہر نہیں
ف[۴]: تطفل[۳۵۴] علی البحر
ف[۵]: تطفل[۳۵۵] علی السراج الوھاج والنھر والبحر

والمستحب هذا ورده فی رد المحتار لخذا من ط بانهم صرحوا بانه نور علی نور قال ففيه اشارة الی انه مندوب فكلمة لا باس وان كان الغالب استعمالها فيما تركه اولی لكنها قد تستعمل فی المندوب كما فی البحر من الجنائز والجهاد اھ **اقول**[۵۳۴] الندب لا ینافی الكراهة فلا يبعد ان يكون مندوبا فی نفسه لما فيه من الفضيلة لكن تركه فی مجلس واحد اولی قال فی الحلیة النفل لا ینافی عدم الاولوية اھ ذكره فی صفة الصلاة فی مسألة القراءة فی الاخريين وقال السيد ط فی حواشی المراقی الكراهة لا تنافی الثواب افاده العلامة نوح اھ قاله فی فصل اللاحق بالامامة من مسألة الاقتداء بالمخالف نعم يرد عليه ما ذكرنا ان لا اثر للمجلس فيما هنا والله تعالی اعلم **وجہ سوم** یہ سب کچھ سہی پھر تجدید وضو تو بعد تکمیل وضوئے اول ہے اثنائے وضو میں تجدید کیسی۔ یہ اعتراض علامہ علی قاری کا ہے کہ مرقاۃ موضع مذکور میں اصل مسئلۂ دائرہ یعنی بہ نیت وضو علی الوضو تین بار سے زیادہ اعضا دھونے پر ایراد کیا والی هذا اشار ط اذ قال علی قول الدر لقصد الوضوء علی الوضوء ظاهره ان نية وضوء اخر متحققة فی الغرفة الرابعة او الخامسة والكراهة والحديث يدل علی غير هذا اھ **قلت**[۵۳۵] وكانه الی هذا نظر العلامة البحر فزاد علی خلاف سائر المعتمدات قيد الفراغ من الاول وعزاه لاكثر شروح الهداية مع عدمه فيها ظنا منه رحمه الله تعالی انه هو المحمل المتعين لكلامهم فقال وعلی الاقوال كلها لو زاد لطمانينة القلب عند الشك او بنية وضوء اخر بعد الفراغ من الاول فلا باس به لانه نور علی نور وكذا ان نقص لحاجة لا باس به كذا فی المبسوط واكثر شروح الهداية اھ ثم بعد هذا الحمل البعيد من كلامهم كل البعد تكلم فيه باتحاد المجلس كما تقدم قال الا ان يحمل علی ما اذا اختلف المجلس وهو بعيد كما لا يخفی اھ **اقول**[۵۳۶] رحمك الله ورحمنا بك اوليس ما حملتم عليه بعيدا فاين الزيادة علی الثلث فی الغسلات من التجديد بعد انهاء الوضوء الاول یہ اعتراض ضرور محتاج توجیہ ہے وانا **اقول**[۵۳۷] وبالله استعین شے کے اسباب و شروط ہوں یا احکام و آثار اوس کا ذکر اگرچہ مطلق ہو اون سب کی طرف اشعار کہ مسبب و مشروط کا وجود بے سبب و شرط نہ ہوگا خواہ عقلیا فعقلیا او شرعیا فشرعیا کالصلاۃ الظهر قبل الزوال او بدون نیۃ نہ شے اپنے احکام و آثار سے خالی ہوگی کہ یہ دونوں فریق دو طرف تقدم و تاخر ذاتی میں لوازم وجود شے ہیں والشیئ اذا ثبت ثبت بلوازمه تبیین الحقائق مسئلۂ ذكاة الجنين میں ہے ای اذ یحلّ وكلوه وهذا مثل ما روی انه صلی الله تعالی عليه وسلم اذن فی اكل لحم الخيل ای اذا ذبح لان الشیئ اذا عرف شرطه وذكر مطلقا ينصرف اليها كقوله تعالی اقم الصلاة ای بشروطها اھ وضو دو قسم ہے واجب ومندوب۔ واجب کا سبب معلوم ہے کہ اوس چیز کا ارادہ جو بغیر اسکے حلال نہ ہو جیسے نماز یا سجدہ یا مصحف کریم کو ہاتھ لگانا اور مندوب کے اسباب کثیر ہیں از انجملہ (۱) قہقہہ سے ہنسنا (۲) غیبت کرنا (۳) چغلی کھانا (۴) کسی کو گالی دینا (۵) کوئی فحش لفظ زبان سے نکالنا (۶) جھوٹی بات صادر ہونا (۷) حمد و نعت منقبت نصیحت کے علاوہ کوئی دنیوی شعر پڑھنا (۸) غصہ آنا

(۹) غیر عورت کے حُسن پر نظر (۱۰) کسی کافر سے بدن چھو جانا اگرچہ کلمہ پڑھتا اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو جیسے قادیانی یا چکڑالوی یا نیچری یا آجکل کے تبرائی رافضی یا کذابی یا بہائی یا شیطانی یا خواتمی وہابی جنکے عقائد کفر کا بیان حسام الحرمین میں ہے یا اکثر غیر مقلد خواہ بظاہر مقلد وہابیہ کہ اون عقائد ارتداد پر مطلع ہوکر اونکو عالم دین و عمدہ مسلمین کہتے یا اللہ و رسول کے مقابل اللہ و رسول کو گالیان دینے والون کی حمایت کرتے ہین جل جلالہ و صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یا جھوٹے متصوف کہ حلول و اتحاد کے قائل یا شریعت مطہرہ کے صراحۃً منکر و مبطل ہین ان دسون طائفون اور انکے امثال سے مصافحہ کرنا تو خود ہی حرام قطعی و گناہ کبیرہ ہے اگر بلا قصد بھی انکے بدن سے

ف۲ حکم شرعی بیان کرنے کو گالیان دینا کہتا اور بہت سخت بُرا مانتا ہے اور آزانجا کہ اون صریح ارتدادون کی حمایت سے قطعاً عاجز ہے باوصف ہزارون تقاضو کے اونکا نام زبان پر نہین لاتا اور براہ گریز خدا و رسول کی جناب مین اون صریح گالیون کو بالائے طاق رکھکر سہل اختلاف مسئلہ عطائے بعض علوم غیبیہ کیطرف بحث کو پھیرنا چاہتا ہے پھر اسمین بھی فرار و اختراع سے کام لیتا ہے اور اصل مقصود صرف اتنا کہ وہ قہر عظیم والی دشنامہائے خدا و رسول بھول مین پڑجائین اور بات این و آن کیطرف منتقل ہو اس چالاکی کا موجد امرتسر کے پرچہ اہلحدیث کا ایڈیٹر ہے دیکھو چابک لیث و ظفر الدین الطیب و رکین کش پنجہ پیچ وغیرہا یہ چالاک پرچہ ۲۶ جمادی الاولی ۱۳۲۸ھ حسام الحرمین کا ذکر مونہ پر لایا مگر یون کہ براہ عیاری اوسکے تمام مقاصد سے دامن بچا کر دو بالائی باتون امکان کذب و علم غیب کو اوسکا مبنائے بحث ٹھہرایا پھر نہین بھی امکان کذب کو الگ چھوڑ کر صرف علم غیب مین اپنی بعض فاحشہ جہالتین دکھائین جنکا رد بارہا ہو چکا اسی پرچہ کے رد مین چابک لیث بر اہل حدیث دو مجلد مین ہے پھر کہ جولائی و ۲۰ اگست ۱۹۱۰ء کے پرچون مین وہی انداز کہ اللہ و رسول کی جناب مین گالیان شیر مادر۔ قاہر مناظرون کے جواب سے گنگ و کر۔ اور اغوائے عوام کو مناظرہ کا نام زبان پر آسکے رد مین ظفر الدین الطیب چھاپ کر بھیجدیا اونتالیس رات بعد پرچہ ۲۹ رمضان مین اوسکے دیکھنے کا اقرار تو کیا مگر چال وہی کہ اوسکے تمام اعتراضات سے ایک کا بھی جواب دیا اور ایک بالائی لطیفہ جو لفظ تردید کے متعلق لکھا تھا صرف اوسکے ذکر پر اکتفا کیا کہ میری اُردو دانی پر بھی اعتراض ہے۔ ای سبحن اللہ اور وہ جو آپکے دعوے ایمان پر قاہر اعتراض ہین وہ کیا ہوئے وہ جو ثابت کیا تھا کہ تمنے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر جیتا افترا اوٹھایا اور اوسپر تمھاری حدیث دانی سے بارہ سوال تھے وہ کدھر گئے۔ خیر اسکے جواب مین رسالہ کین کش پنجہ پیچ بر ایڈیٹر اہلحدیث رجسٹری شدہ بھیجا آج پچپن دن ہوئے اوسکا بھی ذکر غائب۔ مگر بکمال حیا بعد کے بعض پرچون مین وہی رٹ موجود خدا جانے ان صاحبون کے نزدیک مناظرہ کس شے کا نام ہے۔ انکے سیکنڈ بھی چال ایک گمنام صاحب چاندپوری دیوبندی در بھنگی چلے۔ دشنامی اکابر جنکے رد مین پینتیس سال سے بکثرت رسائل آستانہ علیہ رضویہ سے شائع ہو رہے ہین اور انکو خود اقرار ہے کہ آجتک ایک پرچہ کا جواب دے سکے بلکہ بڑے بڑون نے مناظرہ سے عجز کا صاف صاف اقرار کیا بلکہ لکھ دیا (دیکھو رسالہ دفع زیغ و رسالہ بطش غیب) اب ونکی حمایت مین بجھے ہوئے مناظرے یوہین چھوڑ کر یہ در بھنگی صاحب سوال علی السوال لیکر چلے اور ایک ہیمنے رسالہ بنام اسکات المعتدی چھاپا اور لعنایت الٰہی خود بھی اسی رسالے مین صاف اقرار کردیا کہ اونکے تمام اکابر آجتک لاجواب ہین۔ یہ رسالہ یہان ۹ شعبان کو پہنچا اور ۱۰ شعبان کو اوسکا رد ظفر الدین الطیب چھپا ہوا طیار رکھا کہ اوسی دن جلسہ رسالہ اہلسنت مین شائع کردیا اور ۱۱ شعبان کو انکے سرآمد کے پاس رجسٹری شدہ اور اطلاع کے یہان نام بنام بھیجدیا اٹھائیس رات کے بعد در بھنگی صاحب بولے تو یہ بولے کہ رسالہ کسی کو بھیجا ہی نہین اور ایک خط اوسی چالاکی پر مشتمل بھیجا کہ صرف دو مسئلہ امکان کذب و علم غیب مین اختلاف ہے وبس یعنی وہ شدید شدید گالیان کہ انکے اکابر نے اللہ و رسول کو لکھ لکھ چھاپین اصلاً کوئی قابل پرواہ بات نہین اس خط کے جواب مین معاً دو رسالے تصنیف ہو کر رجسٹری شدہ انکے پاس روانہ ہوئے اول بارش سنگی دوسرا پیکان جانگداز بر جان مکذبان بے نیاز اس دوسرے مین گریز والے صاحبون کی وہ ہوس بھی پوری کردی یعنی مسئلہ امکان کذب و علم غیب ہی مین مناظرہ تازہ کردیا۔ رجسٹری رسید طلب تھی ڈاک کی رسید تو آئی مگر آج پچاس دن ہوئے وہ بھی سو رہے حالانکہ اونکو صرف دس دن کی مہلت تھی مسلمانو للہ انصاف یہ ان مدعیان دین و دیانت کی حالت ہے مونہ بھر کر اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو سخت سخت گالیان دین پھر جب مسلمان اوسپر مواخذہ کرین جواب نہ دین۔ سوالات جائین جواب غائب۔ رسائل جائین جواب غائب۔ رجسٹریان جائین جواب غائب۔ مناظرہ سے اپنا عجز صاف صاف لکھدین کہدین اپنے اکابر کا لاجواب ہونا قبول کرین چھاپ دین اور پھر عوام کے بہکانے کو مناظرہ مناظرہ کی پکار۔ اوس پکار پر جو گرفت ہو اوسکے جواب سے پھر فرار اور وہی پکار اس حیا کی کوئی حد ہے سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اذا لم تستحی فاصنع ما شئت جب تجھے حیا نہ ہو تو جو چاہے کر ع بیحیا باش و ہرچہ خواہی کن + ہان ہان ای اللہ و رسول عزّ و جل و صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو گالیان دینے والو کیا مسلمان اللہ و رسول سے معاذ اللہ ایسے بے علاقہ ہوگئے کہ تم اونھین گالیان لکھ لکھکر چھاپو اور وہ بے پروائی کرکے ٹال دین۔ نہین نہین ضرور تمھین دو باتون سے ایک کرنی ہوگی یا تو خدا توفیق دے اون گالیون سے صراحۃً توبہ کرو جس طرح اونکی اشاعت کی اوسیطرح صاف صاف اپنی توبہ اور اپنے حکم دشنام کا اعتراف چھاپو یا اون تمام رسائل و کتب کا جواب دو جواب دو جواب دو۔ اسکے سوا تمھارے حیلے حوالے ٹلیے بالے ہرگز نہ سُنے جائینگے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۝ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۱۲ عبدہ محمد ظفر الدین القادری غفر لہ ف۱ ان تمام مرتدو الف کا رد کافی و شافی کتاب مستطاب المعتمد المستند و کتاب جواب حسام الحرمین کتاب کامل النصاب تمہید ایمان بآیات قرآن ظفر الدین الجید ظفر الدین الطیب وغیرہا مین ملاحظہ ہو سوا فقہ چکڑالویہ کے کہ تالیف المعتمد المستند تک اسکا کوئی تذکرہ ان بلاد مین نہ آیا تھا یہ کتابین بریلی مطبع اہلسنت و جماعت کے پتے سے مولوی حکیم حسنین رضا خان صاحب سلمہ سے مل سکتی ہین المعتمد المستند عربی زبان مین ۲۴۴ صفحہ مین ہے قیمت (عہ) تمہید ایمان بآیات قرآن مین صرف آیات قرآنیہ سے بتایا ہے کہ ایمان کے یہ معنی ہین اللہ و رسول جل و علا کی تعظیم و محبت ایسی ہو تو مسلمان ہے اللہ و رسول کو گالیان دینا کفر ہے۔ ایسون کے کفر مین جو خود یہ لوگ اور آجکل کے بعض آزاد خیال والے حیلے حوالے نکالتے ہین نہایت سلیس و مہذب بیان مین قرآن مجید سے اونکا جواب ہے یہ وہ کتاب ہے جسکا دیکھنا ہر مسلمان کو نہایت ضروری ہے حسام الحرمین اکابر علمائے حرمین شریفین کی مُہری تصدیقات فتاوے ہین جنمین ان دشنام دہندون کا حکم شرعی ہے اوسکا مطالعہ پکا مسلمان بنانا ہے دونون کا مجموعہ ۵ اجزا ہدیہ ۸ کرف ۱۰ اور یکم محرم ۱۳۲۸ھ سے ۱۲ ربیع الاول تک لکھی گئے ظفر الدین الجید و ظفر الدین الطیب۔ اون دشنامیون کے فرار و عیاریون کے اظہار مین۔ حجم سوا دو جز قیمت (۱ر) مسلمان اپنا دینی فائدہ حاصل کرین و باللہ التوفیق ۱۲ سید عبد الرحمن عفا عنہ

۴ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ

بدن چھو جائے تو وضو کا اعادہ مستحب ہے (۱۱) ناخن سے کسی جگہ اپنے ہاتھ کا کوئی حصہ اگرچہ کھجانے میں اگرچہ بھولے سے بلا حائل اپنے ذکر کو لگ جانا (۱۲) ہتھیلی یا کسی انگلی کا پیٹ اپنے یا پرائے ستر غلیظ یعنی ذکر یا فرج یا دبر کو بے حائل چھو جانا اگرچہ وہ دوسرا آدمی کتنا ہی چھوٹا بچہ یا مردہ ہو (۱۳) نامحرم عورت کے کسی حصہ جلد سے اپنا کوئی حصہ جلد بے حائل چھو جانا اگرچہ اپنی زوجہ ہو اگرچہ عورت مردہ یا بڑھیا ہو اگرچہ نہ قصد ہو نہ شہوت چاہے نہ لذت پائے جبکہ وہ عورت بہت صغیرہ چار پانچ برس کی بچی ہو (۱۴) اگر اوس چھو جانے سے لذت آئی تو نامحرم کی بھی قید نہیں نہ جلد کی خصوصیت نہ بے حائل کی ضرورت مثلاً رقیق یا متوسط حائل کے اوپر سے اپنی بہن یا بیٹی کے بال سے مس ہو جانے پر اتفاقاً لذت کا آجانا جبکہ عورت قابل لذت ہو اور حائل بہت بھاری مثل رضائی وغیرہ کے نہ ہو (۱۵) نامحرم عورت قابل لذت کو بقصد شہوت چھونا اگرچہ حائل کتنا ہی بھاری ہو اگرچہ اپنی زوجہ ہو اگرچہ لذت نہ پائے مثلاً لحاف کے اوپر سے اوسکے بالوں پر ہاتھ رکھنا اور انکے سوا اور بہت صورتیں ہیں اور ایک اصل کلی یہ ہے کہ جس بات سے کسی اور امام مجتہد کے مذہب میں وضو جاتا رہتا ہو اوسکے وقوع سے ہمارے مذہب میں اعادۂ وضو مستحب ہے درمختار میں ہے الوضوء مندوب فی نیف وثلثین موضعا ذکرتھا فی الخزائن منھا بعد کذب وغیبۃ وقہقہۃ وشعر واکل جزور وبعد کل خطیئۃ وللخروج من خلاف العلماء اھ **اقول** والحقت النمیمۃ لانھا کالغیبۃ او اشد ثم رایتھا فی میزان الامام الشعرانی وغیرہ والحقت الفحش لانہ اخنا من الشعر وربما یدخل فی قولہ کل خطیئۃ والشتم لانہ اخبث واخنع ثم رایت التصریح بہ فی انوار الشافعیۃ رد المحتار میں ہے منھا الغضب ونظر لمحاسن امرأۃ وبعد کذب وغیبۃ لانھما من النجاسات المعنویۃ ولذا یتنحی عن الکاذب نتن یتباعد منہ الملک الحافظ کما فی الحدیث وکذا اخبر صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عن ریح منتنۃ بانھا ریح الذین یغتابون الناس والمؤمنین ولالف ذلک منا وامتلاء انوفنا منھا لا تظھر لنا کالساکن فی محلۃ الدباغین وقہقہۃ لانھا لما کانت فی الصلوۃ جنایۃ تنقض الوضوء اوجبت نقصان الطہارۃ خارجھا فکان الوضوء منھا مستحبا کما ذکرہ سیدی عبد الغنی النابلسی فی نہایۃ المراد علی ھدیۃ ابن العماد وشعر ای قبیح وللخروج من خلاف العلماء کمس ذکرہ وامرأۃ اھ ملتقطا میزان امام شعرانی قدس سرہ الربانی میں ہے سمعت سیدی علیا الخواص رحمہ اللہ تعالی یقول وجہ من نقض الطہارۃ بالقہقہۃ او نوم الممکن مقعدہ او مس ابط فیہ صنان او مس ابرص او اجذم او کافر او صلیب او غیر ذلک مما وردت فیہ الاخبار الاخذ بالاحتیاط قال وجمیع النواقض متولدۃ من الاکل ولیس لنا ناقض من غیر الاکل ابدا فلولا الاکل والشرب ما اشتھینا المس للنساء ولا تکلمنا بغیبۃ ولا نمیمۃ اھ بالالتقاط کتاب الانوار امام یوسف اردبیلی میں ہے لا ینتقض بالکذب والشتم والغیبۃ والنمیمۃ والغضب ویستحب فی الکل للخلاف فتح المعین بشرح قرۃ العین للعلامۃ زین الشافعی تلمیذ ابن حجر المکی میں ہے یندب الوضوء من لمس یھودی ونظر بشھوۃ ولو الی محرم وتلفظ بمعصیۃ وغضب رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ میں ہے اتفقوا علی ان من مس فرجہ بعضو غیر یدہ لا ینتقض وضوءہ واختلفوا فیمن مس ذکرہ بیدہ فقال ابو حنیفۃ لا مطلقا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

والشافعی ینتقض بالمس بباطن کفه دون ظاهره من غیر حائل بشهوة او بغیرها والمشهور عند احمد انه ینتقض بباطن کفه
وبظاهره میزان میں ہے وجه من نقض الطهارة بلمس الذکر بظهر الکف او بالید الی المرفق هو الاحتیاط لکون الید تطلق علی ذلک
کما فی حدیث اذا افضی احدکم بیده الی فرجه ولیس بینهما ستر ولا حجاب فلیتوضأ انوار ائمۂ شافعیہ میں ہے اسباب الحدث اربعة
الرابع مس فرج ادمی بالراحة او بطن اصبع قبلا کان او دبرا ناسیا او عامدا من ذکر او انثی صغیر او کبیر حی او میت من نفسه او غیره
ولو مس برؤس الاصابع او بما بینها او بالاًلیة بطن الکف او بحرف الکفین او مس انثییه او الیتیه او عجانه او عانته لم ینتقض
اوسی میں ہے الثالث لمس بشرة المرأة الکبیرة الاجنبیة بلا حائل فان لمس شعرا او سنا او ظفرا او بالشعر او السن او الظفر او صغیرة
لا تشتهی او محرما بنسب او رضاع او مصاهرة او کبیرة اجنبیة مع حائل وان رق ولو بشهوة لم ینتقض ولو لمس امرأته او امته او
میتة او عجوزة فانیة او بلا شهوة او بلا قصد انتقض واذا کانت للمرأة فوق سبع سنین فلا شك فی انتقاض الوضوء بلمسها واما
اذا کانت دون ست سنین فاصحابنا خرجوا علی قولین المذهب انه لا ینتقض عشماویہ اور اوسکی شرح جواہر زکیہ للعلامۃ احمد المالکی میں ہے
(و) ینتقض الوضوء (بلمس) اجنبیة یلتذ بمثلها عادة ولو ظفرها او شعرها او فوق حائل خفیف قیل و الکثیف (وان لم یقصد اللذة
ولم یجدها فلا وضوء علیه) حاشیہ علامہ صفتی میں ہے قوله لمس اجنبیة هذا ضعیف والمعتمد ان وجود اللذة بالمحرم ناقض لا فرق
بین المحرم وغیرها الا فی القصد وحده بدون وجدان ففی الاجنبیة ناقض وفی المحرم غیر ناقض قوله عادة ای عادة الناس لا الملتذ
وحده فخرج به صغیرة لا تشتهی کبنت خمس وعجوز مسنة انقطع منها ارب الرجال بالکلیة قوله والکثیف قال الشیخ فی
حاشیة ابی الحسن المعتمد ان الاقسام ثلثة خفیف جدا وکثیف لا جدا کالعباء وجید کالطراحة فالاولان حکمهما النقض
علی الراجح واما الاخیر فالنقض فی القصد دون الوجدان مستحب وضو اور بھی ہیں مگر یہاں وہی اکثر ذکر کیے جنکا وضو میں وقوع عادةً بعید نہ ہو
ولہذا کفار کی وہ قسمیں بیان کرنی ہوئیں جو بغلط مدعی اسلام ہیں کہ انہیں بہتیرے نماز پڑھتے وضو کرتے مسجدوں میں آتے ہیں تو وضو کرتے میں انسے بدن
چھوجانا بعید نہیں یونہیں کبھی وضو کرتے میں پانی کم ہوجاتا اور آدمی اپنی کنیز یا خادمہ یا زوجہ وغیرہا سے مانگتا اور لینے میں ہاتھ سے ہاتھ لگ جاتا وغیر ذلک کا
احتیاط والے کو ان مسائل پر اطلاع نہایت مناسب ہے۔ آب لئے فصل نماز وغیرہ عبادات مقصودہ یا بے تبدل مجلس اعادۂ وضو کی کراہت اگر ہوگی بھی تو
وہاں کہ اعادہ کے لیے کوئی سبب خاص نہ ہو درنہ بعد وجود سبب وہ بیوجہ نہیں کہ اسراف ہو اور اگر مواضع خلاف میں نزاع عود بھی کرے کہ رعایت خلاف
وہیں مستحب ہے کہ اپنے مذہب کا مکروہ نہ لازم آئے کما فی ردالمحتار وغیرہ تو پہلی نو دس صورتیں کہ گویا حدث معنوی ونجاست باطنی مانی گئیں اثنائے
وضو میں انکا وقوع کیا نادر ہے اور شک نہیں کہ دربارۂ نقض ونقص ضو وبعض وضو کا حکم ایک ہی ہے جسطرح وضوئے کامل پر کوئی ناقض طاری ہونے
سے پورا وضو جاتا رہتا ہے اور خلال وضو میں اوسکے وقوع سے جتنا وضو ہوچکا ہے اوتنا ٹوٹ جاتا ہے یونہیں یہ اشیا جنسے طہارت ناقص بے نور ہوجاتی
ہے جب کامل وضو پر واقع ہوں تو پورے وضو کا اعادہ مستحب ہوگا اور اثنائے وضو میں ہوں تو جتنا کرچکا ہے اوسقدر کا۔ اور بہرحال یہ وضوئے آخر

یا ضو علی الوضوء سے خارج نہ ہوگا کہ وضوئے اول منتقض نہ ہوا۔ اس تقریر پر نہ صرف یہی وجہ اخیر بلکہ تینون وجہین مندفع ہو گئین و للہ الحمد صورت ثانیہ یعنی شک مین فقیر نے نہ دیکھا کہ کسی کو شک ہو اسواملا علی قاری کے کہ اونھون نے شک کو یکسر ساقط اللحاظ کیا اور اوسکے اعتبار کو وسوسہ کی طرف منہیا مرقاۃ مین فرمایا قلت اما قولہ (ای قول الامام النسفی فی الکافی) لطمانینۃ القلب عند الشک ففیہ ان الشک بعد التثلیث لاوجہ لہ وان وقع بعدہ فلا نہایۃ لہ وھو الوسوسۃ ولھذا اخذ ابن المبارک بظاھرہ فقال لا امن اذا زاد علی الثلث انہ یاثم وقال احمد واسحق لا یزید علیہا الا مبتلی ای بالجنون لمظنۃ انہ بالزیادۃ یحتاط لدینہ قال ابن حجر ولقد شاھدنا من الموسوسین من یغسل یدہ فوق المئین وھو مع ذلک یعتقد ان حدثہ ھو الیقین قال واما قولہ (ای الامام النسفی) لانہ امر بترک ما یریبہ ففیہ ان غسل المرۃ الاخری مما یریبہ فینبغی ترکہ الی ما لا یریبہ وھو ما عینہ الشارع لیتخلص عن الریبۃ والوسوسۃ اھ **اقول اولاً** شک کے لیے منشا صحیح ہوتا ہے مثل سہو وغفلت بخلاف وسوسہ۔ اول باشبہہ شرعاً معتبر اور فقہ مین صدہا مسائل اوسپر متفرع۔ اگر اوسے ساقط اللحاظ کرین تو شک کا باب ہی مرتفع ہو جائیگا اور ایک جم غفیر مسائل واحکام سے جنپر اطباق واتفاق ائمہ ہے انکار کرنا ہوگا **ثانیاً** حدیث دع ما یریبک الی ما لا یریبک کا صریح ارشاد طرح مشکوک واخذ متیقن ہے کہ مشکوک مین ریب ہے اور متیقن بلا ریب یہ کہ شک کا کچھ لحاظ نہ کرو اور امر مشکوک ہی پر قانع رہ کہ یہ ما لا یریبک نہ ہوا بلکہ یریبک **ثالثاً** صحیح مسلم شریف مین ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہین اذا شک احدکم فی صلاتہ فلم یدرکم صلی ثلثا او اربعا فلیطرح الشک ولیبن علی ما استیقن ثم یسجد سجدتین قبل ان یسلم فان کان صلی خمسا شفعن لہ صلاتہ وان کان صلی تماما لاربع کانتا ترغیما للشیطن جب تم مین کسی کو اپنی نماز مین شک پڑے یہ نہ جانے کہ تین رکعتین پڑھین یا چار تو جتنی بات مشکوک ہے اوسے چھوڑ دے اور جسقدر پر یقین ہے اوسپر بنائے کار رکھے (یعنی صورت مذکورہ مین تین ہی رکعتین سمجھے کہ اسقدر پر یقین ہے اور چوتھی مین شک ہے تو چار نہ سمجھے لہذا ایک رکعت اور پڑھکر) سلام سے پہلے سجدہ سہو کر لے اب اگر واقع مین اوسکی پانچ رکعتین ہوئین تو یہ دونون سجدے (گویا ایک رکعت کے قائم مقام ہو کر) اوسکی نماز کا دوگانہ پورا کر دینگے (ایک رکعت اکیلی نہ رہیگی جو شرعاً باطل ہے بلکہ ان سجدون سے ملکر گویا ایک نفل دوگانہ جدا گانہ ہو جائیگا) اور اگر واقع مین چار ہی ہوئین تو یہ دونون سجدے شیطان کی ذلت وخواری ہونگے (کہ اوس نے شک ڈالکر نماز باطل کرنی چاہی تھی اوسکی نہ چلی اور مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی رحمت سے نماز پوری کی پوری رہی) یہ اس مطلب کا خاص جزئیہ خود حضور پر نور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ارشاد اقدس سے ہے **رابعاً** مسند احمد مین سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہین من صلی صلاۃ یشک فی النقصان فلیصل حتی یشک فی الزیادۃ جسے نماز مین کامل ہونا قص کا شک ہو وہ اتنی پڑھے لکامل زائد مین شک ہو جائے۔ مثلاً تین اور چار مین شبہہ تھا تو یہ تمامی ونقصان مین شک ہے اسے حکم ہے کہ ایک رکعت اور پڑھے اب چار اور پانچ مین شبہہ ہو جائیگا کہ تمامی وزیادت مین شک ہے۔ یہ حدیث سے تو اوس مطلب کی دوسری تصریح ہے ہی مگر دکھانا یہ ہے کہ اسکی شرح مین خود ملا علی

تطفل تاسع عشر علی القاری

تطفل عاشر عشر علیہ

التطفل الحادی عشر علیہ

التطفل الثانی عشر علیہ

فرماتے ہیں لیبن علی الاقل المتیقن فان زیادۃ الطاعۃ خیر من نقصانہا یعنی کم پر بنار کھے جتنی یقیناً ادا کی ہیں کہ اگر واقع میں کامل ہوچکی تھیں اور ایک رکعت بڑھ گئی تو یہ اس سے بہتر ہے کہ ایک رکعت کم رہ جائے طاعت کی افزونی اوسکی کمی سے افضل ہے معلوم نہیں یہ حکم وضو میں کیوں نہ جاری فرمایا حالانکہ اوسکی بیشی نماز میں رکعت بڑھادینے کے برابر نہیں ہوسکتی **خامساً** وہ جو فرمایا تثلیث کے بعد شک کی کوئی وجہ نہیں اس سے مراد علم الٰہی میں تثلیث ہولینا ہے یا علم متوضی میں۔ برتقدیر ثانی بیشک شک کی کوئی وجہ نہیں مگر وہ ہرگز مراد نہیں کہ کلام شک میں ہے نہ علم میں اور برتقدیر اول علم الٰہی شک عبد کا کیا منافی۔ بندہ اوسپر مُکلف ہے جو اوسکے علم میں ہے نہ اوسپر جو علم الٰہی میں ہے جسکے علم کیطرف اُسے کوئی سبیل نہیں **سادساً** معلوم ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم غسل میں سرانور پر تین بار پانی ڈالتے اور اسیکا حکم مردوں عورتوں سب کو فرمایا خاص عورتوں کے باب میں بھی یہی حکم بالتصریح ارشاد ہوا ہے صحیح مسلم وسنن اربعہ میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے میں نے عرض کی یارسول اللہ میں سرگندھواتی ہوں کیا نہاتے میں کھولدیا کروں فرمایا انما یکفیک ان تحثی علٰی راسک ثلث حثیات سر پر تین لپ پانی ڈال لیا کر یہی کافی ہے۔ آخر امر چہارم میں حدیث ابی داود وثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے گزری کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اما المرأۃ فلا علیہا ان لا تنقضہ لتغرف علٰی راسہا ثلث غرفات بکفیہا عورت کو کچھ ضرور نہیں کہ اپنا گندھا سر کھولے بس تین لپ پانی ڈال لے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طریقہ غسل میں روایت فرماتی ہیں ثم یصب علٰی راسہ ثلث غرفات بیدیہ پھر سرمبارک پر تین لپ ڈالتے تھے رواہ عنہا رضی اللہ تعالٰی عنہا اور خود اپنا فرماتی ہیں لقد کنت اغتسل انا ورسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اناء واحد وما ازید علٰی ان افرغ علٰی رأسی ثلث افراغات میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک برتن سے نہایا کرتے اور میں اپنے سر پر تین ہی بار پانی ڈالتی یعنی جعد مبارک نہ کھولتیں رواہ احمد ومسلم **بالجملہ** یہی ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ وضوءہ للصلٰوۃ ثم یفیض علٰی راسہ ثلث مرار ونحن نفیض علٰی رؤسنا خمسا من اجل الضفر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز کا سا وضو کرکے سراقدس پر تین بار پانی بہاتے تھے اور ہم بیبیاں سرگندھے ہونے کی وجہ سے اپنے سروں پر پانچ بار پانی بہاتی ہیں رواہ ابوداود اب کون کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ امہات المؤمنین کا یہ فعل وسوسہ تھا حاشا بلکہ وہی طمینان قلب جسے علمائے کرام بیان فرمارہے ہیں **سابعاً** دھوکا حل صورتیں تین ہیں ایک یہ کہ متوضی جانتا ہے کہ میں نے تین بار دھولیا ہے بار بار استیعاب پھر اوسکا دل مطمئن نہ ہوا اور چوتھی بار اور بہانا چاہے دوم یہ نہیں کہ تین بار پانی ڈالا یا دو بار سوم تثلیث تو معلوم ہے مگر ہر بار استیعاب میں شک ہے۔ ظاہر صورت اولے سمجھے ہیں جب تو فرماتے ہیں کہ تین پورے ہونے کے بعد شک کے کیا معنے۔ اپنا شک چھوڑے اور جو عدد شارع صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مقرر فرمایا اوسپر قانع رہے۔ اس صورت پر اونکا انکار بیشک صحیح ہے مگر یہ ہرگز مراد علما نہیں اونکا کلام صورت شک میں ہے اور یہ صورت علم ہے اور وسوسہ مردود و نامعتبر ہے۔ شک کی صورت دو صورت اخیر ہیں وہی مراد ائمہ ہیں اور ان پر قاری کا کوئی اعتراض وارد نہیں ائمہ نے نیت قلب ضرور مطلوب شرعی ہے جنہیں سے امہات المؤمنین کا پانچ بار پانی ڈالنا صورت اخیرہ ہے وباللہ التوفیق بالجملہ جس مسئلہ پر ہمارے علماء کے کلمات

ف۱: تطفل ۲۳۳ الثالث عشر علیہ

ف۲: تطفل ۲۳۴ الرابع عشر علیہ

ف۳: مسئلہ: عورت کے بال گندھے ہوں اور تین بار سر پر پانی بہانے سے تثلیث میں شبہ رہے تو پانچ بار بہا سکتی ہے۔

ف۴: تطفل ۲۳۵ الخامس عشر علیہ

متنظر ہوں اپنے فہم سے اوسپر اعتراض آسان نہیں معترض ہی کی لغزش نظر ثابت ہوتی ہے اگرچہ غنیہ و بحر و قاری جیسے ماہرین ہوں والحمد للہ رب العٰلمین
تنبیہ المرید کلام اپنے منتہے کو پہنچا اور اسراف کے معنے و صور میں بھی بوجہ کامل انکشاف پایا اب بتوفیق اللہ تعالیٰ تحقیق حکم کیطرف باگ پھیرین اقول الف انصافاً چارون قول مین کوئی ایسا نہیں جسے مطروح و ناقابل التفات سمجھے قول سوم کی عظمت تو محتاج بیان نہیں بدائع و فتح و خلاصہ کی وقعت درکنار خود ظاہر الروایۃ مین محرر المذہب کا نص ہے قول دوم کے ساتھ حلیہ و بحر کا اوبہ کہنا ہے کہ الفاظ فتوی سے ہے اور امام ابو زکریا نووی کا استظہار پر نظر کیجئے تو گویا اوسی پر اجماع کا پتا چلتا ہے کہ اونھون نے اسراف سے نہی پر اجماع علما نقل فرما کر نہی سے کراہت تنزیہ مراد ہونے کو اظہر بتایا قول چہارم جسے علامہ شامی نے خارج از مذہب گمان فرمایا تھا اوسکی تحقیق سُن چکے اور یہ کہ یہی مختار در مختار و نہر الفائق و مفاد منتقے و جواہر الفتاوٰی و تبیین الحقائق ہے بزازیہ و مجتبیٰ سے مستفاد کہ انہین بھی کراہت مطلق ہے جامع الرموز میں ہے تکرہ الزیادۃ علی الثلث کما فی الزاہدی[۱] طحطاوی علی المراقی مین ہے فی فتاوی الحجۃ یکرہ صب الماء فی الوضوء زیادۃ علی العدد المسنون والقدر المعہود لما ورد فی الخبر شرار امتی الذین یسرفون فی صب الماء بلکہ علامہ طحطاوی نے اوسپر اتفاق بتایا قول دوم کی الاسراف فی الماء الجاری جائز لانہ غیر مضیع پر لکھتے ہیں ای لانہ یعود الیہ ثانیا فلو اخرجہ الماء خارج یکرہ اتفاقا اھ[۲] ومن الظاہر ان ہذہ الکراہۃ مذکورۃ فی مقابلۃ الجواز فتکون تحریمیۃ اور ہماری تقریرات سابقہ سے اونکو دلائل کی قوت ظاہر ہے ان قول اول بعض شافعیہ سے منقول تھا مگر علامہ محقق ابراہیم حلبی نے کتب علم سے غنیہ میں اوسپر جزم فرمایا کما سمعت پھر علامہ ابراہیم حلبی و علامہ سید محمد مصری نے حواشی درمین اوسی پر اعتماد کیا اور اوسکے خلاف کو ضعیف بتایا درمختار مین قول مذکور جواہر سے نقل فرمایا الاسراف فی الماء الجاری جائز علامہ طحطاوی اوسپر فرماتے ہیں ضعیف بل ہو مکروہ سواء کان فی وسط الماء او فی ضفتہ حیث کان لغیر حاجۃ حلبی[۳] نیز وہ دونون حاشیون مین بحر المطلوب ان الاسراف مکروہ ولو غیر الاکثر[۴] بلکہ شرح شرعۃ الاسلام مین ہے ہو حرام وان کان فی شط النہر[۵] اور اوسکے ساتھ نص حدیث ہے حدیث اول امام احمد و ابن ماجہ و ابو یعلی اور بیہقی شعب الایمان مین عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مر بسعد وہو یتوضأ فقال ماہذا السرف فقال افی الوضوء اسراف قال نعم وان کنت علی نہر جار[۶] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر گزرے وہ وضو کر رہے تھے ارشاد فرمایا یہ اسراف کیسا۔ عرض کی کیا وضو مین بھی اسراف ہے فرمایا ہاں اگرچہ تم نہر رواں پر ہو اقول اتمام تقریب کہ حدیث نے نہر جاری مین بھی اسراف ثابت فرمایا اور اسراف شرع مین مذموم ہی ہو کر آیا ہے آیہ کریمہ لا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین۝ مطلق ہے تو یہ اسراف بھی مذموم و ممنوع ہی ہوگا بلکہ خود اسراف فی الوضوء مین بھی صیغہ نہی وارد اور نہی حقیقۃً مفید تحریم حدیث ۲ سنن ابن ماجہ مین عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رأی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجلا یتوضأ فقال لا تسرف لا تسرف[۷] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو وضو کرتے دیکھا فرمایا اسراف نہ کر اسراف نہ کر حدیث ۳ سعید بن منصور سنن اور حاکم کُنٰی اور ابن عساکر تاریخ مین ابن شہاب زہری سے مرسلاً راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو وضو کرتے دیکھا فرمایا یا عبد اللہ لا تسرف اللہ کے بندے اسراف نہ کر اونھون نے عرض کی یا نبی اللہ وفی الوضوء اسراف قال نعم (زاد الاخیران) وفی کل شیئ اسراف یا رسول اللہ کیا وضو مین بھی اسراف ہے فرمایا ہاں اور ہر شے مین اسراف کو دخل ہے حدیث ۴ مرسل یحیی بن

فصل وضو مین بلا ضرورت اسراف

ابی عمرو کر بیان معانی اسراف میں گزری فی الوضوء اسراف وفی کل شیئ اسراف وضو میں اسراف ہے اور ہر شے میں اسراف ہے **حدیث ۵**
ترمذی وابن ماجہ وحاکم حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان للوضوء شیطانا یقال
لہ الولھان فاتقوا وسواس الماء بیشک وضو کے لیے ایک شیطان ہے جسکا نام وَلہان ہے تو پانی کے وسواس سے بچو **حدیث ۶** مسند امام
وسنن ابی داود وابن ماجہ وصحیح ابن حبان ومستدرک حاکم میں عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں
انہ سیکون فی ھذہ الامۃ قوم یعتدون فی الطھور والدعاء بیشک عنقریب اس اُمت میں وہ لوگ ہونگے کہ طہارت ودعا میں حد سے
بڑھیں گے۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ جو اللہ تعالٰی کی باندھی حدوں سے بڑھے بیشک اس نے
اپنی جان پر ظلم کیا **حدیث ۷** ابو نعیم حلیہ میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی لاخیر فی صب الماء الکثیر فی الوضوء وانہ من الشیطان
وضو میں بہت سا پانی بہکانے میں کچھ خیر نہیں اور وہ شیطان کی طرف سے ہے نفیِ خیر اپنے معنی لغوی پر اگرچہ مباح سے بھی ممکن کہ جب وہ نفع سے برابر
ہیں تو کسی میں نہ خیر نہ شر ولہذا علامہ عمر نے نہر الفائق میں مسئلہ کراہت کلام بعد طلوع فجر تا طلوع شمس و بعد نماز عشا میں فرمایا المراد ما لیس بخیر
وانما یتحقق فی کلام ھو عبادۃ اذ المباح لاخیر فیہ کما لا اثم فیہ فیکرہ فی ھذہ الاوقات کلما نقلہ السید ابو السعود فی فتح
اللہ المعین **اقول** مگر نظر دقیق لیس بخیر اور لاخیر فیہ میں فرق کرتی ہے مباح ضرور نہ خیر نہ شر مگر اوسکے فعل پر مؤاخذہ نہیں اور مؤاخذہ نہ ہونا
خود خیر کثیر ونفع عظیم ہے تو لاخیر فیہ وہیں اطلاق ہوگا جہاں شر حاصل ہے تو فاضل صاحب رحمہ اللہ تعالٰی نے قولہ المراد ما لیس بخیر وتساہل فی قولہ
لاخیر فیہ لحق العبارۃ المباح لیس بخیر کما انہ لیس بشر ولہذا جبکہ ہدایہ میں فرمایا لاخیر فی السلم فی اللحم محقق علی الاطلاق نے فتح میں کہا یا
ھذہ العبارۃ تاکید فی نفی الجواز **اقول** رب عزوجل فرماتا ہے لاخیر فی کثیر من نجوٰھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین
الناس ہر معروف کو استثنا فرمالیا اور ہر طاعت معروف ہے تو باقی نہ رہے مگر مباح یا معاصی تو اگر لاخیر فیہ مباح کو بھی شامل ہوتا نفی خیر
نہ فرماتا بلکہ فی شیئ من نجوٰھم لاجرم وہ معصیت کے ساتھ خاص ہے واللہ تعالٰی اعلم **حدیث ۸** صحیح جسکی طرف بارہا اشارہ گزرا احمد وسعید بن منصور وابن ابی شیبہ وابوداود
ونسائی وابن ماجہ وطحاوی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ایک اعرابی نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں
حاضر ہو کر وضو کو پوچھا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اونہیں وضو کرکے دکھایا جسمیں ہر عضو تین تین بار دھویا پھر فرمایا ھکذا الوضوء فمن
زاد علی ھذا او نقص فقد اساء وظلم او ظلم واساء ھذا لفظ د وقد اورد مطولا مع ذکر صفۃ الوضوء ومثلہ لفظ الامام الطحاوی ومقتصرا علی قولہ
وظلم من ن ق ش ولفظ س ق فمن زاد علی ھذا فقد اساء وتعدی وظلم ولفظ سعید وابی بکر فمن زاد او نقص فقد تعدی وظلم وضو اسطرح ہے جس نے
اسپر بڑھایا یا گھٹایا اوس نے بُرا کیا اور حد سے بڑھا اور ظلم کیا یہ تمام احادیث مطلق ہیں اور مذہب اول وچہارم کی مؤید بالجملہ کوئی مذہب مطروح
ومطرود نہیں لہذا راہ یہ ہے کہ بتوفیق الٰہی جانب توفیق چلیے **فاقول** وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق تقدیر شرعی نے یا دہ
پانی ڈالنا سہواً ہوگا یا بحال شک یا دیدہ ودانستہ۔ اول یہ کہ تین بار استیعاباً دھولیا تھا اور یاد رہا کہ ڈوہی بار دھویا ہے۔ اور دوم یہ کہ شک آ دلویا

ف ۱ ...
ف ۲ مسئلہ
ف ۳ ...
ف ۴ مسئلہ
ف ۵ تطفل علی النھر ومن تبعہ
ف ۶ مسئلہ سنت کی تحقیق

جن مین شبہہ ہوگیا یہ دونون صورتین یقیناً ممانعت سے خارج ہین لقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم رفع عن امتی الخطأ والنسیان وقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم دع ما یریبک اور دیدہ ودانستہ کسی غرض صحیح وجائز کے لیے ہوگیا یا غرض فاسد وممنوع کے لیے یا محض بلاوجہ برتقدیر اول کسی طرح اسراف نہین ہوسکتا نہ اوس سے منع کی کوئی وجہ ہے اگرچہ وہ غرض غرض مطلوب شرعی ہو جیسے مونھ سے ازالہ بدبو یا پان چھالیا کے ریزون کا اخراج یا حسب بیانات سابقہ وضو علی الوضو کی نیت یا غرض صحیح جسمانی جیسے میل کا ازالہ یا شدت گرما مین تحصیل تبرید وطراوت رہین مگر وہ صورتین اور یہی ان اقوال اربعہ مین زیر بحث ہین تحقیق معنی اسراف مین ہمارا بیان یاد کیجیے یہ وہی دو قطب ہین جن پر اوسکا فلک دورہ کرتا ہے اور یہ بھی اوسی تقریر پر نظر ڈالنے سے واضح ہوگا کہ ان صورتون مین کی اول یعنی غرض فاسد وناروا کے لیے تقدیر شرعی پر زیادت مطلقاً ممنوع وناجائز ہے اگرچہ پانی اصلاً ضائع نہ ہو **قول اول** کا یہی محمل ہے اور ضرور حق صریح بلکہ مجمع علیہ ہے اور اسی پر حمل کے لیے ہمارے علما نے مسح ہشتم کو بصورت فساد اعتقاد پر محمول فرمایا یعنی جبکہ جانے کہ تقدیر شرعی سے زیادہ ہی مین سنت حاصل ہوگی۔ ظاہر ہے کہ اس نیت فاسدہ سے نہر نہین سمندر مین ایک بوند کیا ایک ایک بوند زیادہ ڈالنا اسراف وگناہ وناجائز ہوگا کہ اصل گناہ اوس نیت مین ہے گناہ کی نیت سے جو کچھ کریگا سب گناہ ہوگا۔ رہی صورت اخیر کہ محض بلاوجہ زیادت ہو اوپر واضح ہولیا کہ یہان تحقق اسراف وحصول ممانعت اضاعت پر موقوف ہے تو اس صورت مین دیکھنا ہوگا کہ پانی ضائع ہوا یا نہین اگر مثلاً زمین پر بہہ گیا اور کسی مصرف مین کام نہ آیا تو ضرور اسراف ناروا ہے اور یہی محمل **قول چہارم** ہے اور یقیناً صواب صحیح بلکہ متفق علیہ ہے کون کہیگا کہ بیکار پانی ضائع کرنا جائز وروا ہے۔ باقی رہی ایک شکل کہ زیادت ہو تو بلاوجہ مگر پانی ضائع نہ ہو مثلاً بلاوجہ محض چوتھی بار پانی اس طرح ڈالے کہ نہر مین گرے یا کسی پیڑ کے تھالے مین جسے پانی کی حاجت ہے یا کسی برتن مین جسکا پانی اسپ وگاو وغیرہ جانورون کو پلایا جائیگا یا گارا بنانے کے لیے تغار مین پڑیگا یا زمین ہی پر گرا مگر موسم گرما ہے چھڑکاو کی حاجت ہے یا بھولے سے ریتا اوڑتا ہے اوسکے دبانے کی ضرورت ہے اور انکے مثل اور اغراض صحیحہ جنکے سبب پانی ضائع نہ جائے۔ یہ غرضین اگرچہ صحیح وروا ہین جنکے سبب اضاعت نہ ہوگی مگر اعضا پر پانی مثلاً چوتھی بار ڈالنا محض بے وجہ ہی رہا کہ یہ غرضین تو برتن مین ڈالنا یا زمین پر بہانا چاہتی ہین عضو پر ڈال کر گرانے کو انہین کیا دخل تھا لاجرم وہ عبث محض ہوا مگر پانی ضائع نہ گیا تو اسراف کی کوئی صورت متحقق نہ ہوئی اور اسکے ممنوع وناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہین یہی **قول دوم وسوم** کا محمل ہے اور قطعاً مقبول وبے خلل ہے بلکہ اتفاق والطباق کا محل ہے۔ اب یہ باقی رہی کہ ان دونون قولون پر نظر وہ ایک مقدمہ کی تقدیم چاہتی ہے فاقول وباللہ التوفیق **فائدہ** تحقیق معنی وحکم عبث مین تتبع کلمات علما سے اوسکی تعریفین وجوہ عدیدہ پر ملینگی (۱) جس فعل مین غرض غیر صحیح ہو وہ عبث ہے اور اصلاً غرض نہ ہو تو سفہ یہ تفسیر امام حافظ الدین کردری کی ہے امام نسفی نے مستصفی پھر علامہ حلبی نے غنیہ مین اوسے نقل فرماکر اوس پر اعتماد کیا اور محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر اور علامہ طرابلسی نے برہان شرح مواہب الرحمن اور دیگر شراح نے شروح ہدایہ وغیرہا مین اسی کو اختیار فرمایا غنیہ وحلیہ مین ہے فی المستصفی قال الامام حافظ الدین یعنی الکردری العبث الفعل الذی فیہ غرض غیر صحیح والسفہ ما لا غرض فیہ اصلا غنیہ شرنبلالیہ مین ہے فی البرہان ھو فعل لغرض غیر صحیح فتح مین ہے العبث الفعل لغرض غیر صحیح (۲) جسمین

https://www.facebook.com/darahlesunnat

غرض غیر شرعی ہو اقول یہ اول سے اعم ہے کہ ہر غرض غیر صحیح غیر شرعی ہے اور ضرور نہیں کہ ہر غرض غیر شرعی غیر صحیح ہو جیسے ٹھنڈک کے لیے زیادہ پانی ڈالنا کہ غرض صحیح ہے مگر شرعی نہیں۔ علامہ اکمل اور ان کی تبعیت سے حلیہ و بحر نے امام بدر الدین سے اسی طرح نقل کیا عنایہ میں ہے قال بدر الدین الکردری العبث الفعل الذی فیہ غرض لکنہ لیس بشرعی والسفہ مالا غرض فیہ اصلا (۳) جس میں غرض صحیح نہ ہو اقول یہ اول و دوم دونوں سے اعم ہے کہ اصلا عدم غرض کو بھی شامل یہ تفسیر امام حمید الدین کی ہے عنایہ میں بعد عبارت مذکورہ ہے وقال حمید الدین العبث کل عمل لیس فیہ غرض صحیح مفردات راغب میں ہے یقال لما لیس لہ غرض صحیح عبث تفسیر غرائب الفرقان میں ہے ھو الفعل الذی لاغایۃ لہ صحیحۃ (۴) غرض شرعی نہ ہو اقول یہ اول ثانی ثالث سب سے اعم مطلقا ہے کہ انتفائے غرض صحیح انتفائے غرض شرعی کو مستلزم ہے اور عکس نہیں اور انتفائے غرض شرعی انتفائے مطلق غرض سے بھی حاصل امام نسفی اپنی وافی کی شرح کافی میں فرماتے ہیں العبث مالا غرض فیہ شرعا فانما کرہ لانہ غیر مفید (۵) جس میں فاعل کے لیے کوئی غرض صحیح نہ ہو اقول یہ ۱ و ۳ سے اعم مطلقا ہے کہ ممکن کہ فعل غرض صحیح رکھتا ہو اور فاعل بے غرض یا بغرض غیر صحیح کے لیے کرے اور ۲ و ۴ سے اعم من وجہ کہ غرض فاسد میں تینوں صادق اور غرض صحیح غیر شرعی مقصود فاعل ہو تو وہ صادق خامس منتفی اور غرض شرعی غیر مقصود فاعل ہے تو بالعکس۔ تعریفات السید میں ہے وقیل مالیس فیہ غرض صحیح لفاعلہ اقول اشار الی ضعفہ وسیاتیک ان شاء اللہ تعالٰی انہ الحق (۶) بیفائدہ کام بحر الرائق میں نہایہ امام سغناقی سے ہے مالیس بمفید فھو العبث امام سیوطی کی دُر نثیر میں ہے عبثا ای لا لمنفعۃ مراقی الفلاح میں ہے العبث عمل لافائدۃ فیہ ولا حکمۃ تقتضیہ جلالین میں ہے عبثا لا لحکمۃ غنیہ میں ہے الفرقعۃ فعل لافائدۃ فیہ فکان کالعبث اقول عبد الملک بن جریج تابعی نے کہ عبث کو باطل سے تفسیر کیا اسی معنے کی طرف مشیر ہے فان الشیئ اذا خلا عن الثمرۃ بطل تفسیر ابن جریر میں ان سے مروی عبثا قال باطلا (۷) جس میں فائدہ معتد بہا نہ ہو۔ تاج العروس میں ہے قیل العبث مالا فائدۃ فیہ یعتد بھا اقول اسی طرف کلام علامہ ابو السعود ناظم کہ ارشاد العقل میں فرمایا عبثا بغیر حکمۃ بالغۃ ام فافہم (۸) اوس کام کے قابل فائدہ ہو یعنی اوس میں جتنی محنت ہو نفع اوس سے کم ہو اقول اسے ہفتم سے عموم و خصوص من وجہ ہے کہ اگر کام نہایت سہل ہو جس میں کوئی محنت معتد بہا نہیں تو فائدہ غیر معتد بہا اوس کے قابل ہوگا اس تقدیر پر ہفتم صادق ہوگا نہ ہشتم اور اگر فائدہ فی نفسہا معتد بہا ہے مگر اوس کام کے لائق نہیں تو ہشتم صادق ہوگا نہ ہفتم علامہ شہاب کی عنایۃ القاضی میں ہے العبث کاللعب ما لخلا عن الفائدۃ مطلقا او عن الفائدۃ المعتد بھا او عما یقاوم الفعل کما ذکرہ الاصفہانی اقول مقابلہ مشعر مغایرت ہے یوں یہ قول اضعف الاقوال ہوگا کہ خاص مشقت طلب کاموں سے خاص رہیگا ہاں اگر معتد بہ سے معتد بہ بنظر فعل مراد لیں تو ہفتم و ہشتم ایک ہو جائیں گے اور اعتراض نہ رہیگا اور کہہ سکتے ہیں کہ تغییر تعبیر موہم مقابلہ ہے (۹) وہ کام جس کا فائدہ معلوم نہ ہو اقول اولا مراد عدم علم فاعل ہے تو حکیم کے دقیق کام جن کا فائدہ عام لوگوں کی فہم سے وراء ہو عبث نہیں ہو سکتے ثانیا حکمت و غایت میں فرق ہے احکام تعبدیہ غیر معقولۃ المعنے کی حکمت ہمیں معلوم نہیں فائدہ معلوم ہے کہ اسلام و دین نہادن ثالثا عدم علم مستلزم عدم نہیں تو یہ تفسیر اون

تینوں سے اعم ہے۔ تعریفات سید مین ہے العبث ارتکاب امر غیر معلوم الفائدۃ اقول ف۱ مگر علم بے قصد کیا مفید بلکہ اوسکی شناعت اور مزید تو بیجا جامع نہیں (۱۰) وہ کام جس سے فائدہ مقصود نہ ہو اقول ف۲ یہ تینوں سے بھی اعم کہ عدم علم عدم قصد کو مستلزم ولا عکس تاج العروس مین ہے وقیل مالا یقصد بہ فائدۃ اہ اقول ف۳ او ماکی تزییفہ وستسمع بعونہ تعالٰی انہ ھو الصحیح (۱۱) بے لذت کام عبث ہے اور لذت ہو تو لعب۔ جوہرہ نیرہ مین ہے العبث کل فعل لا لذۃ فیہ فاما الذی فیہ لذۃ فھو لعب اقول یہ اپنے اس رسالہ پر ہے البطلان ہے نہ ہر بے لذت کام عبث جیسے دوا پینا نہ ہر لذت والا لعب جیسے درود شریف و نعت مقدس کا ورد تو بعض تعریفات مذکورہ سے اوسے مقید کرنا لازم مثلاً یہ کہ جس فعل مین غرض صحیح نہ ہو (۱۲) عبث و لعب ایک شے ہین۔ یہ تفسیر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے اور کثرت اقوال بھی اسیطرف ہے ابن جریر اوس جناب مشرف بتشریف اللھم علمہ الکتاب سے راوی تعبثون تلعبون بعینہ اسیطرح اونکے تلمیذ ضحاک سے روایت کیا۔ نہایہ اثیریہ و مختار الصحاح مین ہے العبث اللعب اسیطرح سمین و حلبی مین ہے و سیاتی مصباح المنیر و قاموس مین ہے عبث کفرح لعب تاج العروس مین ہے عابث لاعب بما لا یعنیہ ولیس من بالہ صراح مین ہے عبث بازی و در شرح غرر مین ہے عبثہ ای لعبہ مفردات راغب مین ہے العبث ان یخلط بعلہ لعبا الخ اقول وانما صار عبثا المخلط لا لذاتہ فالعبث حقیقۃ ما خلط لاما خلط بہ طحطاوی علی الدر مین ہے العبث اللعب وقیل ما لا لذۃ فیہ واللعب ما فیہ لذۃ تفسیر ابن جریر مین ہے عبثا لعبا و باطلا یہ بارہ تعریفین ہین اور بعونہ تعالٰی بعد تنقیح سب کا مآل ایک اگرچہ ۹ والا کی عبارات مین تقصیر واقع ہوئی اسکی تحقیق چند امور سے ظاہر فاقول ف۴ وباللہ التوفیق اولا العبث و لھو و ہزل و لغو و باطل و عبث سب کا محصل متقارب ہے کہ بے غرض نامفید ہونیکے گرد دورہ کرتا ہے نہایہ ابن اثیر مین ہے یقال لکل من عمل عملا لا یجدی علیہ نفعا انما انت لاعب علامہ خفاجی سے گزرا العبث کاللعب ما خلا عن الفائدۃ تعریفات علامہ شریف مین ہے اللعب ھو فعل الصبیان یعقب التعب من غیر فائدۃ اہ اقول وتعقیب التعب خرج بنظر الی الغالب لیس شرطا لازما کما لا یخفی اصول امام فخر الاسلام بزدوی قدس سرہ مین ہے اما الھزل فتفسیرہ اللعب وھو ان یراد بالشیئ مالم یوضع لہ وضدہ الجد اوسکی شرح کشف الاسرار مین ہے لیس المراد من الوضع ھھنا وضع اللغۃ لا غیر بل وضع العقل او الشرع فان الکلام موضوع عقلا لافادۃ معناہ حقیقۃ کان او مجازا والتصرف الشرعی موضوع لافادۃ حکمہ فاذا ارید بالکلام غیر موضوعہ العقلی وھو عدم افادۃ معناہ اصلا وارید بالتصرف غیر موضوعہ الشرعی وھو عدم افادتہ الحکم اصلا فھو الھزل ولھذا فسرہ الشیخ باللعب اذ اللعب ما لا یفید فائدۃ اصلا وھو معنی ما نقل عن الشیخ ابی منصور رحمہ اللہ تعالٰی ان الھزل ما لا یراد بہ معنی تو تفسیر ۶ و ۹ و ۱۲ کا حاصل ایک ہے و لہذا مصباح مین عبث من باب تعب لعب و عمل ما لا فائدۃ فیہ اھ منتخب مین عبث بفتحتین بازی و بیفائدہ بطور عطف تفسیری لکھا ثانیا اقول ف۵ جسطرح عاقل سے کوئی فعل اختیاری صادر نہ ہوگا جبتک تصور یوجہ تا و تصدیق بفائدہ تا نہ ہولیں یونہین انسان کے ہوش و حواس جبتک حاضر ہین بے کسی شغل کے نہیں رہتا

ف۱: تطفل ۲۰۹ اخر علیہ

ف۲: معروضۃ ۲۱۰ علی السید مرتضی

ف۳: تطفل ۲۱۱ علی البرجندی

ف۴: مصنف کی تحقیق کہ عبث کی بارہ تعریفوں کا حاصل ایک ہے اور [illegible] تعریف جامع مانع کا استخراج

ف۵: عبث و لہو و ہزل و باطل و لغو [illegible] میں [illegible] فرق

خواہ عقلی ہو جیسے کسی قسم کا تصور یا عملی جیسے جوارح سے کوئی حرکت تو کسی قسم کا شغل ہو نفس کے لیے اوسمین اپنی عادت کا حصول اور اپنے مقتضے کا تیسر ہو اور یہ خود اوسکے لیے ایک نوع نفع ہے اگرچہ دین و دنیا مین سوا ایک عادت جینے کی تحصیل کے اور کوئی ثمرہ و نفع اوسپر مترتب ہو یا نہ تو کوئی فعل اختیاری فاعل کے لیے اصلاً فائدہ سے عاری محض ہوگا ہان یہ ممکن کہ وہ فائدہ قضیۂ شرع بلکہ قضیۂ مرضیۂ عقل سلیم کے نزدیک بھی مثل لا فائدہ محض غیر معتد بہا ہو بلکہ ممکن کہ اوسکا مآل ضرر بحت ہو جیسے کفار کی عبادات شاقہ عاملۃ ناصبۃ ○ تصلی نارا حامیۃ ○ عمل کرین مشقت جھیلین اور نتیجہ یہ کہ بھڑکتی آگ مین غرق ہونگے تو یہ سے مقصود وہی ہے ہر ثالثاً یہ بھی ظاہر کہ کوہ کندن و کاہ برآوردن ہر عاقل کے نزدیک حرکت عبث ہے تو مقدار فائدہ و فعل مین اگرچہ تساوی درکار نہین تفاوت فاحش بھی نہ ہونا ضرور ہے سے یہی مراد اور معتد بہ بنظر فعل ہونے سے یہی مفہوم کا مفاد۔ فائدہ کا فی نفسہا کوئی امر عظیم مہتم بالشان ہونا ہرگز ضرور نہین بلکہ جیسا کام اوسی کے قابل فائدہ معتد بہا تم وھذا ما کنا اشرنا الیہ رابعاً لذت لعب شرع کریم و عقل سلیم کے نزدیک فائدہ معتد بہا نہین مگر جبکہ لہو مباح ہو اور تعب کے بعد اوس سے ترویح قلب مقصود ہے وہ عبث ربیگار حقیقۃً لعب اگرچہ صورت لعب ہو لہذا احادیث مین ہے حضور سید اکرم رحمت عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہین الھوا والعبوا فانی اکرہ ان یری فی دینکم غلظۃ رواہ البیہقی فی شعب الایمان عن المطلب بن عبد اللہ المخزومی رضی اللہ تعالی عنہ امام ابن حجر مکی کف الرعاع پھر سیدی عارف باللہ حدیقہ ندیہ مین فرماتے ہین اللھو المباح ماذون فیہ منہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وانہ فی بعض الاحوال قد لا ینافی الکمال وقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الھوا والعبوا دلیل لطلب ترویح النفوس اذا سئمت وتعبت لا اذا صدئت باللھو واللعب المباح تو ابھی ان تفاسیر سے جدا نہین کہ لعب مین بوجہ لذت فائدہ معتد بہا ہو اور عبث بسبب عدم لذت فائدہ نامعتبر و منتفی خامساً بلاشبہہ فاعل سے دفع عبث کے لیے صرف فعل فی نفسہ مفید ہونا کافی نہین بلکہ ضرور ہے کہ یہ بھی اوس سے فائدہ معتد بہا بمعنی مذکور کا قصد کرے ورنہ اس نے اگر کسی قصد فضول و بیہودہ سے کیا تو اسپر الزام عبث ضرور لازم فانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء ما نوی اور قصد کے لیے علم درکار کہ مجہول کا ارادہ نہین ہو سکتا زید سر راہ بیٹھا تھا ایک کھاتا پیتا ناشناسا گھوڑے پر سوار جا رہا تھا اس نے ہزار روپے اوٹھا کر اوسے دیدیے کہ نہ صدقہ نہ صلۂ رحم نہ محتاج کی اعانت نہ دوست کی امداد کوئی نیت صالحہ نہ تھی نہ ریا یا نام وغیرہ کسی مقصد بد کا محل تھا تو اوسے ضرور حرکت عبث کہین گے اگرچہ واقع مین وہ اسکا کوئی ذی رحم ہو جسے یہ نہ پہچانتا تھا مقاصد شرعیہ پر نظر کرنے سے یہ حکم خوب منجلی ہوتا ہے رب عزوجل فرماتا ہے وما اتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربو عند اللہ وما اتیتم من زکوٰۃ تریدون وجہ اللہ فاولئک ھم المضعفون ○ جو زیادہ تم دو کہ لوگون کے مال مین زیادت ہو وہ خدا کے نزدیک نہ بڑھیگی اور جو صدقہ دو خدا کی رضا چاہتے تو انھین لوگون کے دونے ہین عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما اس آیۂ کریمہ کی تفسیر مین فرماتے ہین الم تر الی الرجل یقول للرجل لاموّلنک فیعطیہ فھذا لا یربو عند اللہ لانہ یعطیہ لغیر اللہ لیثری مالہ کیا تو نے نہ دیکھا کہ ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے مین تجھے مالدار کر دونگا پھر اوسے دیتا ہے تو یہ دینا خدا کے یہان نہ بڑھیگا کہ اوس نے غیر خدا کے لیے صرف اس نیت سے دیا کہ اسکا مال بڑھا دون۔ امام ابراہیم

فائدہ ۱
عبادت و محنت دینیہ

فائدہ ۲

مسئلہ

نہیں فرماتے ہیں کان ھذا فی الجاھلیۃ یعطی احدھم ذا القرابۃ المال یکثر بہ مالہ یہ زمانہ جاہلیت میں تھا اپنے عزیز کا مال بڑھانے کو اسے مال دیا کرتے رواھا ابن جریر دیکھو فعل فی نفسہ مثمر ثمرۂ شرعیہ ہونے کا صالح فائدہ شرعیہ یعنی صلہ رحم و مواسات پر مشتمل تھا مگر جبکہ اس نے اوسکا قصد نہ کیا بے ثمر رہا تو حاصل یہ ٹھہرا کہ دفع عبث کو فائدۂ معتد بہا بنظر فعل معلومہ مقصودہ للفاعل درکار ہے تو ان تفاسیر کا وہی مآل ہوا جو ۹ و ۱۰ میں ملحوظ تھا مفردات راغب میں ہے لعب فلان اذا کان فعلہ غیر قاصد بہ مقصدا صحیحا سادسًا غرض وہی فائدۂ مقصودہ ہے اور صحیح یہی کہ معتد بہا ہو تو ۳ و ۵ بھی اسی معنی کو ادا کر رہی ہیں اور غرض میں جبکہ قصد ملحوظ ہے تو تعریف سوم و دہم اوضح و اخصر تعریفات میں اور ہمین سے واضح ہوا کہ قول سیوم وجعل العبث اللعب مالا فائدۃ فیہ وکل مالیس فیہ غرض صحیح میں سب عطف تفسیری ہیں سابعًا ہم بیان کر آئے کہ فعل اختیاری بے غرض محض صادر نہ ہوگا تو جب بے غرض صحیح ہے ضرور لغرض غیر صحیح ہے تو ۱ و ۳ کا مفاد واحد ہے اور اس تقدیر پر سفہ کا مصداق افعال جنون ہونگے ثامنًا شرعی سے اگر مقبول شرع مراد لیں تو وہی حاصل غرض صحیح ہے کہ ہر غرض صحیح کو اگرچہ مطلوب فی الشرع نہ ہو شرع قبول فرماتی ہے جبکہ اپنے اقوی سے معارض نہ ہو اور ہنگام معارضہ عدم قبول قبول فی نفسہ کا منافی نہیں جیسے حدیث آحاد و قیاس کہ بجائے خود حجت شرعیہ ہیں اور معارضۂ کتاب کے وقت نامقبول امام نسفی کا عدم غرض شرعی سے تعریف فرما کر تعلیل کراہت میں لانہ غیر مفید فرمانا اسکی طرف مشعر ہو سکتا ہے اس تقدیر پر ۲ اول اور ۷ سوم کی طرف عائد اور ظاہر ہوا کہ بارہ کی بارہ تعریفوں کا حاصل واحد اقول مگر غرض شرعی سے متبادر تر غرض مطلوب فی الشرع ہے اب یہ تخصیص بحسب مقام ہوگی کہ اونکا کلام عبث فی الصلاۃ میں ہے تو وہاں غرض مطلوب شرع ہی غرض صحیح ہے نہ غیر۔ آخر نہ دیکھا کہ مٹی سے بچانے کے لیے دامن اوٹھانا غرض صحیح ہے اور نماز میں مکروہ کہ غرض مطلوب شرعی نہیں اور پیشانی سے پسینہ پوچھنا باآنکہ غرض مطلوب فی الشرع نہیں نماز میں بلاکراہت روا جبکہ ایذا دے اور شغل خاطر کا باعث ہو کہ اب دسکا ازالہ غرض مطلوب شرع ہو گیا عنایہ و نہایہ و بحر وغیرہا میں ہے کل عمل یفید المصلی لاباس بہ لما روی انہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عرق فی صلاتہ لیلۃ فسلت العرق عن جبینہ ای مسحہ لانہ کان یؤذیہ فکان مفیدا او اذا قام من سجودہ فی الصیف نفض ثوبہ یمنۃ ویسرۃ کیلا تبقی صورۃ حاشیہ سعدی افندی میں ہے یعنی حکایۃ صورۃ الالیۃ رد المحتار میں ہے فلیس نفضہ للتراب فلا یرد ما فی البحر عن الحلیۃ انہ اذا کان یکرہ رفع الثوب کیلا یتترب لا یکون نفضہ من التراب عملا مفیدا اھ ورأیتنی کتبت علیہ اقول الذی فی الحلیۃ ھکذا ثم فی الخلاصۃ والنھایۃ وحاصلہ ان کل عمل مفید للمصلی فلاباس بفعلہ کسلت العرق عن جبینہ ونفض ثوبہ من التراب ومالیس بمفید یکرہ للمصلی الاشتغال بہ اھ واعترض علیہ بثلثۃ وجوہ فقال قلت لکن اذا کان یکرہ رفع الثوب کیلا یتترب کما تقدم وانہ قد وقع الخلاف فی انہ یکرہ مسح التراب عن جبھتہ فی الصلاۃ کما سنذکرہ وانہ قد وقع الندب الی تتریب الوجہ فی السجود فضلا عن الثوب فکون نفض الثوب من التراب عملا مفیدا وانہ لاباس بہ مطلقا فیہ لنظر ظاہر اھ وانت تعلم ان اعتراضہ

اخیر التحیات کے ختم سے پہلے مکروہ ہے اور اسکے بعد سلام سے پہلے حرج نہیں اور (دیکھو صفحہ ۲۰۳)

علے مانقل عن الخلاصۃ والنہایۃ صحیح الی الغایۃ للتصریح فیہ ان النفض من التراب **اقول** وانما قید بقولہ مطلقا لان الثوب ان کان مما یفسدہ التراب کأن یکون من الحریر المخلوط للرجل او الخالص للمرأۃ وکان فی التراب نداوۃ فلو لم یغسل لبقی متلوثا ولو غسل فسد فحینئذ ینبغی ان لا یأتی التوقی فان الضرورات تبیح المحظورات واللہ تعالٰی اعلم ولکن الشان ان لیس لفظ التراب لا فی الخلاصۃ ولا فی النہایۃ فنص نسختی الخلاصۃ ولا یعبث بشیئ من جسدہ وثیابہ والحاصل ان کل عمل ھو مفید لا باس بہ للمصلی وقد صح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ سلت العرق عن جبینہ وکان اذا قام من سجودہ نفض ثوبہ یمنۃ ویسرۃ ومالیس بمفید یکرہ کاللعب فی نحوہ اھ ونص النہایۃ علی ما نقل فی البحر مثل ما ثرتہ عن الغنا بمعناہ وقد صرح فیہ بالمراد اذ قال کیلا یبقی صورۃ ولا تجہ علیہ لشیئ من الایرادات بید ان الامام الحلبی ثقۃ حجۃ امین فی النقل فالظاہر انہ وقع ھکذا فی نسختیہ للخلاصۃ والنہایۃ ولکن العجب من البحر نقل عبارۃ النہایۃ مصرحۃ بالصواب ثم عقبہا بالاعتراضات الواردۃ علی لفظ من التراب واقرہا کانہ لیس عنہا جواب یہ نہایت کلام ہے تحقیق معنی عبث مین

اب تنقیح حکم کی طرف چلیے وباللہ التوفیق **اقول** بیان سابق سے واضح ہوا کہ عبث کا مناط فعل مین فائدہ معتد بہا مقصود نہ ہونے پر ہے اور وہ اپنے عموم سے قصد مضر وارادۂ شر کو بھی شامل تو بظاہر مثل اسراف اوسکی بھی دو صورتین ایک فعل بقصد شنیع دوسری یہ کہ نہ کوئی بری نیت ہو نہ اچھی ربّ عزوجل نے فرمایا افحسبتم انما خلقنکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون ○ کیا اس گمان مین ہو کہ ہمنے تمھین عبث بنایا اور تم ہماری طرف نہ پلٹوگے۔ علما نے اس آیۂ کریمہ مین عبث کو معنی دوم پر لیا یعنی کیا ہمنے تمکو بیکار بنایا تمھاری آفرینش مین کوئی حکمت نہ تھی یونہی بیمعنے پیدا ہوئے بیہودہ مرجاؤگے نہ حساب نہ کتاب نہ عذاب نہ ثواب جیسے وہ خبیث کہا کرتے تھے ان ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیی ومانحن بمبعوثین اسپر رد کو یہ آیت اوتری کما تقدم بعض نقولہ وزعم العلامۃ الخفاجی بعد ماذکر فی العبث ثلث عبارات تقدمت والظاہر ان المراد (ای فی ھذہ الکریمۃ) الاول اھ **اقول ولا** علمت ان الکل واحد **وثانیا** ان ابقینا التغایر فالظاہر الاخیران لان فی الھمزۃ انکار ما حسبوہ لایجاب ما سلبوہ ولیس المراد اثبات فائدۃ ما ولو غیر معتد بہا ولہذا قال الزمخشری بغیر حکمۃ بالغۃ واطلق الجلال لان حکم اللہ تعالٰی کلہا بالغۃ علی ان الحکمۃ نفسہا یستحیل ان لا یعتد بہا اور سیدنا ہود علٰی نبینا الکریم وعلیہ الصلاۃ والتسلیم نے اپنی قوم عاد سے فرمایا اتبنون بکل ریع ایۃ تعبثون ○ وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون ○ کیا ہر بلندی پر ایک نشان بناتے ہو عبث کرنے یا عبث کے لیے اور کارخانے بناتے ہو گویا تمھین ہمیشہ رہنا ہے۔ اس آیۂ کریمہ مین بعض نے کہا راستون مین مسافرون کے لیے بے حاجت بھی جگہ جگہ علامتین قائم کرتے تھے ذکرہ فی الکبیر وتبعہ البیضاوی وابو السعود والجمل قال فی الانوار (ایۃ) علما للمارۃ (تعبثون) ببنائہا اذ کانوا یہتدون بالنجوم فی اسفارہم فلا یحتاجون الیہا اھ واورد ان لا نجوم بالنہار وقد یحدث باللیل من الغیوم ما یستر النجوم واجاب فی العنایۃ بانہم لا یحتاجون الیہا غالبا اذ مر الغیم نادر لا سیما

فی دیار العرب اھ **اقول اولا** ف۱ لم یحجب عن النہار وانما بہ اکثر الاسفار **وثانیا** ف۲ ان سلم الندور فعل ما یحتاج الیہ ولو احیانا لایعد عبثا قال مع انہ لو احتیج الیہا لم یحتج الی ان یجعل فی کل ریع فان کثرتہا عبث اھ **اقول** ف۳ ھذا منزع اخر فلا یرفع الایراد عن القاضی قال وقال الفاضل الیمنی ان اماکنہا المرتفعۃ تغنی عنہا فہی عبث اھ **اقول اولا** ف۴ ارتفاع الاماکن لا یبلغ بحیث یراھا القاصد من ای مکان بعید قصد **وثانیا** ف۵ ھو منزع ثالث وکلامنا فی کلام الانوار وبالجملۃ ھو وجہ زیف ولا اعلم لہ سندا من السلف ولقد احسن النیسابوری اذ اسقطہ من تلخیص الکبیر **اقول** ف۶ وتعبیری اذ قلت یبنون من دون حاجۃ ایضا احسن من تعبیر الکبیر ومن تبعہ کما ترٰی۔ امام مجاہد وسعید بن جبیر نے فرمایا جگہ جگہ کبوتروں کی کابکیں بناتے ہیں۔ رواہ عن الاول ابن جریر فی (ایۃ) وھو والفریابی وسعید بن منصور وابن ابی شیبۃ وعبد بن حمید وابنا المنذر وابی حاتم فی (مصانع) عن الثانی فی المعالم ان دونوں تفسیروں پر یہ عبث بمعنی دوم ہوگا یعنی لغو ولہو۔ بعض نے کہا ہر جگہ اونچے اونچے محل تکبر وتفاخر کے لیے بناتے ذکرہ الکبیر ومن بعدہ وللفریابی وابنا حمید وجریر والمنذر وابی حاتم عن مجاہد وتتخذون مصانع قال قصورا مشیدۃ وبنیانا مخلدا ولابن جریر عنہ قال ایۃ بنیان ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے منقول ہوا جو راستے سیدنا ہود علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف جاتے اونپر محل بنائے تھے کہ اونمیں بیٹھکر خدمت رسالت میں حاضر ہونے والوں سے تمسخر کرتے ذکرہ فی مفاتیح الغیب ورغائب الفرقان یا سر راہ بناتے ہر راہگیر سے ہنستے ذکرہ البغوی والبیضاوی وابو السعود واقتصر علیہ الجلال ملتزما الاقتصار علی اصح الاقوال ان دونوں تفسیروں پر یہ عبث بمعنی اول ہوگا یعنی قصد شر وارادۂ ضرر۔ بالجملہ دونوں معنے کا پتا قرآن عظیم سے چلتا ہے اگرچہ متعارف غالب میں اوسکا استعمال معنی دوم ہی میں ہے بیہودہ وبیمعنے کام ہی کو عبث کہتے ہیں نہ کہ معاصی وظلم وغصب وزنا وبادہ وغیرہا کو اذا تقرر ھذا **فاقول** ف۷ ظہر ان لا عتب علی الامام الجلیل صاحب الھدایۃ رحمہ اللہ تعالٰی اذ یقول ان العبث خارج الصلاۃ حرام فما ظنک فی الصلاۃ اھ وقد اقرہ فی العنایۃ والفتح وتبعہ فی الدرر والغنیۃ ولفظ مولٰی خسرو انہ خارج الصلاۃ منھی عنہ فما ظنک فیہا اھ والمحقق الحلبی العبث حرام خارج الصلاۃ ففی الصلاۃ اولی اھ فان قلت اطلقوا وانما ھو حکم القسم الاول **قلت** ف۸ اصل الکلام فی الصلاۃ وکل عبث فیہا من القسم الاول فتعین مرادا وکان اللام للعھد فحصل التفصی عما اورد السروجی فی الغایۃ وتبعہ فی البحر والشرنبلالی فی الغنیۃ وش ان العبث خارجہا بثوبہ او بدنہ خلاف الاولٰی ولا یحرم قال والحدیث (ان اللہ کرہ لکم ثلثا العبث فی الصلاۃ والرفث فی الصیام والضحک فی المقابر رواہ القضاعی عن یحیی بن ابی کثیر مرسلا) قید بکونہ فی الصلاۃ اھ ظاہر ہے کہ معنی اول پر عبث ممنوع وناجائز ہوگا نہ دوم پر اور یہاں ہمارا کلام قسم دوم میں ہے یعنی جہاں نہ قصد معصیت نہ پانی کی اضاعت بس **اقول** ف۹ لک ان تقول ان فی النظر الدقیق لا حکم علی العبث فی نفسہ بالحظر والتحریم اصلا وما کان لانضمام ضمیمۃ ذمیمۃ فانما مرجعہ الیہا دونہ وتحقیق ذلک انا رأینا العبث تطلق الکلمات علی ما ان مناطا

ف۱: معروضۃ ثالثۃ علیہ

ف۲: معروضۃ رابعۃ علیہ

ف۳: معروضۃ خامسۃ علیہ

ف۴: معروضۃ سادسۃ علیہ وعلی الفاضل الیمنی

ف۵: معروضۃ سابعۃ علیہما

ف۶: تطفل علی الامام الرازی والبیضاوی وابی السعود

ف۷: تطفل علی السروجی والبحر والشرنبلالی وش

ف۸: تحقیق المصنف ان فی تقسیم الشیئ بحسب المجاورۃ لا یکون حکم القسم حکم المقسم

علی عدم قصد الفائدۃ بالفعل وھذہ حقیقۃ متحصلۃ بنفسھا ولیس قصد المضر او عدم قصدہ من مقوماتھا ولا
مما یتوقف علیہ وجودھا کالسبب والشرط فیعد من محصلاتھا فاذن لیس قصد مضر الا امرا مجاورا لھا ولما کان المجاور یکون حکما
لہ لا لصاحبہ الاتری ان البیع محرم بشرط فاسد وبعد اذان الجمعۃ واذا سئلت عن حکم البیع قلت مشروع بالکتاب والسنۃ
والاجماع الامۃ کما ذکرہ فی غایۃ البیان وغیرھا والصلاۃ تکرہ فی ثیاب الحریر للرجل وفی الارض المغصوبۃ ولا یمنعک ذلک
ان تقول اذا سئلت عن حکمھا ان الصلاۃ خیر موضوع فمن استطاع ان یستکثر منھا فلیستکثر کما رواہ الطبرانی فی الاوسط
عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ عن المصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وبالجملۃ یؤاخذ علی المعصیۃ من حیث قصد الشر
لا من حیث عدم قصد الخیر وھو انما کانت عبثا من ھذہ الحیثیۃ لا من تلک فلیس الحظر حکم العبث اصلا اس کا حکم وہی ہے جو
غایۃ سروجی و بحر الرائق و غنیہ و شرنبلالی و رد المحتار سے منقول ہوا کہ خلاف اولی ہے اور یہی مفاد درمختار ہے حیث قال کرہ عبثہ للنھی الا لحاجۃ
ولا باس بہ خارج الصلاۃ اھ فان لا باس لما ترکہ اولی اور یہی وہ ہے جو **قول سوم** میں ارشاد ہوا کہ پانی میں اسراف نہ کرنا آداب سے ہے
ابلساف فی الحلیۃ فی مسألۃ فرقعۃ الاصابع ف۱ ھل یکرہ خارج الصلاۃ فی النوازل یکرہ والظاھر ان المراد کراھۃ تنزیہ حیث لا یکون
لغرض صحیح اما لغرض صحیح ولو اراحۃ الاصابع فلا اھ وفی تشبیکھا ف۲ بعد ذکر النھی عنہ فی الصلاۃ وفی السعی الیھا ولمنتظرھا
لکنتلھم فی الفرقعۃ ما نصہ ینبغی فیھا وراء ھذہ الاحوال حیث لا یکون عبثا علی الاباحۃ من غیر کراھۃ وان کان علی سبیل العبث
یکرہ تنزیھا اھ وتبعہ فیھما ش والبحر فی الاولی وزاد انہ لم یکن فیھا خارجھا نھی انہ تکن تحریمیۃ کما اسلفناہ قریبا وھو ینافی ما قدمناہ
ان لم یکن الدلیل نھیا بل کان مفیدا للترک الغیر الجازم فھی تنزیھیۃ اھ وعقب الثانیۃ بقولہ وقد قدمنا عن الھدایۃ ان العبث
خارج الصلاۃ حرام وحملناہ علی کراھۃ التحریم فینبغی ان یکون العبث خارجھا لغیر حاجۃ کذلک اھ **فاقول** دعوی
کراھۃ التنزیہ مبتنیۃ علی عدم الفرق بین خلاف الاولی وکراھۃ التنزیہ وزعم ان ترک کل مستحب مکروہ کما قدمنا فی التنبیہ
الثالث عن الحلیۃ ان المکروہ تنزیھا مرجعہ خلاف الاولی والظاھر انھما متساویان وعن البحر ان التنزیہ فی رتبۃ المندوب
وعن ش ان ترک المندوب مکروہ تنزیھا وقد علمت ما ھو التحقیق وباللہ التوفیق اما ما عقب بہ الثانیۃ **فاقول اولا**
العجب والغریب ف۳ مع انہ اسلفت الان ان لیس خارجھا نھی فلا تحریمیۃ **وثانیا** ف۴ حققنا ان کلام الھدایۃ فی القسم الاول
من العبث فاجراؤہ فی الثانی غیر سدید ہم اوپر بیان کر آئے کہ کراہت تنزیہی کے لیے بھی نہی و دلیل خاص کی حاجت ہے اور مطلقاً
کوئی فعل کبھی کسی فائدہ غیر معتد بہا کے لیے کرنے سے شرع میں کوئی نہی معروف ہو کہ کراہت تنزیہ ہو ہاں خلاف اولی ہونا ظاہر کہ ہر وقت
اولے یہی ہے کہ انسان فائدہ معتد بہا کی طرف متوجہ ہو یہی حدیث صحیح حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ انسان کے اسلام کی
خوبی سے ہے یہ بات کہ غیر مہم کام میں مشغول نہ ہو لایعنی بات ترک کرے رواہ الترمذی وابن ماجۃ والبیہقی فی الشعب عن ابی ھریرۃ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

والحاکم فی الکنی عن ابی بکر الصدیق و فی تاریخہ عن علی المرتضی واحمد والطبرانی فی الکبیر عن السید ابن السید الحسین بن علی والشیرازی فی الالقاب عن ابی ذر والطبرانی فی الصغیر عن زید بن ثابت وابن عساکر عن الحارث بن ہشام رضی اللہ تعالٰی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حسنہ النووی وصححہ ابن عبد البر والھیثمی **اقول** اسکا مفاد بھی اوسیقدر کہ حسن اسلام سب محسنات سے ہے اور محسنات میں سب مستحسنات بھی نہ کہ ہر غیر مہم سے نہی ورنہ غیر مہم تو بیکار سے بھی اعم ہے تو سوا مہمات کے سب زیر نہی آکر مباحات سراسر مرتفع ہو جائینگے لاجرم امام ابن حجر مکی شرح اربعین نووی میں فرماتے ہیں الذی یعنی الانسان من الامور ما یتعلق بضرورۃ حیاتہ فی معاشہ مما یشبعہ من جوع ویرویہ من عطش ویستر عورتہ ویعف فرجہ ونحو ذلک مما یدفع الضرورۃ دون ما فیہ تلذذ وتنعم واستمتاع واستکثار وسلامتہ فی معادہ ابن عطیہ مالکی کی شرح اربعین میں ہے مالا یعنیہ ھو مالا تدعو الحاجۃ الیہ مما لا یعود علیہ منہ نفع اخروی والذی یعنیہ ما یدفع الضرورۃ دون ما فیہ تلذذ وتنعم وقال الشیخ یوسف بن عمر مالا یعنیہ ھو ما یخاف فیہ فوات الاجر والذی یعنیہ ھو الذی لا یخاف فیہ فوات ذلک اھ مختصرا ملا احمد بن حجازی کی شرح اربعین میں ہے الذی یعنی الانسان ما یتعلق بضرورۃ حیاتہ فی معاشہ وسلامتہ فی معادہ ومما لا یعنیہ التوسع فی الدنیا وطلب المناصب والریاسۃ اھ ملخصا تیسیر میں ہے الذی یعنیہ ما تعلق بضرورۃ حیاتہ فی معاشہ دون ما زاد وقال الغزالی حد مالا یعنی ھو الذی لو ترک لم یفت بہ ثواب ولم ینجز بہ ضرر مرقاۃ میں ہے حقیقۃ مالا یعنیہ مالا یحتاج الیہ فی ضرورۃ دینہ ودنیاہ ولا ینفعہ فی مرضاۃ مولاہ بان یکون عیشہ بدونہ ممکنا وھو فی استقامۃ حالہ بغیرہ متمکنا قال الغزالی وحد مالا یعنیک ان تتکلم بکل ما لو سکت عنہ لم تاثم ولم تتضرر فی حال ولا مآل ومثالہ ان تجلس مع قوم فتحکی معھم اسفارک وما رأیت فیھا من جبال وانھار وما وقع لک من الوقائع وما استحسنتہ من الاطعمۃ والثیاب وما تعجبت منہ من مشائخ البلاد ووقائعھم فھذہ امور لو سکت عنھا لم تاثم ولم تتضرر واذا بالغت فی الاجتہاد حتی لم یمتزج بحکایتک زیادۃ ولا نقصان ولا تزکیۃ نفس من حیث التفاخر بمشاھدۃ الاحوال العظیمۃ ولا اغتیاب لشخص ولا مذمۃ لشیئ مما خلقہ اللہ تعالٰی فانت مع ذلک کلہ مضیع زمانک وھل تسلم علی عملک اذ تستبدل الذی ھو ادنی بالذی ھو خیر لانک لو صرفت زمان الکلام فی الذکر والفکر ربما ینفتح لک من نفحات رحمۃ اللہ تعالٰی ما یعظم جدواہ ولو سبحت اللہ تعالٰی بنی لک بھا قصر فی الجنۃ ومن قدر علی ان یاخذ کنزا من الکنوز فاخذ بدلہ مدرۃ لا ینتفع بھا کان خاسرا خسرانا مبینا وھذا علی فرض السلامۃ من الوقوع فی کلام المعصیۃ وانی تسلم من الآفات التی ذکرناھا ملخصا ان سب نفیس کلاموں کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی امت کو لایعنی باتیں چھوڑنے کی طرف ارشاد فرماتے ہیں جتنی بات آدمی کے دین میں نافع اور ثواب الٰہی کی باعث ہو یا دنیا میں ضرورت کے لائق ہو جیسے بھوک پیاس کا ازالہ بدن ڈھانکنا پارسائی حاصل کرنا اوسیقدر اہم مہم ہے اور اس سے زائد جو کچھ ہو جیسے دنیا کی لذتیں نعمتیں منصب یا ستین غرض

ف: صیغۂ المری کی جلیل نصیحت

جملہ افعال واقوال واحوال جنکے بغیر زندگانی ممکن ہو اور اونکے ترک میں نہ ثواب کا فوت نہ اب یا آئندہ کسی ضرر کا خوف وہ سب لایعنی وقابل
ترک ہیں مثلاً لوگوں کے سامنے اپنے سفر کی حکایتیں کرانے اتنے شہر اور پہاڑ اور دریا دیکھے یہ یہ معاملے پیش آئے فلاں فلاں کھانے اور لباس
عمدہ پائے ایسے ایسے مشائخ سے ملنا ہوا یہ سب باتیں اگر تو نہ بیان کرتا تو نہ گناہ تھا نہ ضرر ہوتا اور اگر تو کامل کوشش کرے کہ تیرے کلام میں
سے کچھ کمی بیشی نہ ہونے پائے نہ اس تفاخر سے نفس کی تعریف نکلے کہ ہمنے ایسے ایسے عظیم حال دیکھے نہ اونمین کسی شخص کی غیبت ہو نہ اللہ تعالٰی
کی پیدا کی ہوئی کسی چیز کی مذمت ہو تو اتنی احتیاطوں کے بعد بھی اوس کلام کا حاصل یہ ہوگا کہ تو نے اوتنی دیر اپنا وقت ضائع کیا اور تیری زبان سے
اوس کا حساب ہوگا تو خیر کے عوض ادنٰی بات اختیار کر رہا ہے اسلیے کہ جتنی دیر تو نے یہ باتیں کہیں اگر اتنا وقت اللہ عزوجل کی یاد اور اوسکی
نعمتوں صنعتوں کی فکر میں صرف کرتا تو غالباً رحمت الٰہی کے فیوض سے تجھ پر وہ کھلتا جو بڑا نفع دیتا اور تسبیح الٰہی کرتا تو تیرے لیے جنت میں محل
چُنا جاتا اور جو ایک خزانہ لے سکتا ہو وہ ایک نکما ڈھیلا لینے پر بس کرے تو صریح زیانکار ہو اور یہ سب بھی اوس تقدیر پر ہے کہ کلام معصیت سے بچ جائے
اور وہ آفتیں جو ہمنے ذکر کیں ان سے بچنا کہاں ہوتا ہے۔ ظاہر ہوا کہ لایعنی جملہ مباحات کو شامل ہے نہ کہ مطلقاً مکروہ ہو۔ ہاں مثلاً چار بار پانی
ڈالنے کی عادت کرلے تو غالباً اسپر باعث نہ ہوگا مگر وسوسہ اور کم از کم اتنا ضرور ہوگا کہ دیکھنے والے اسے موسوس جانیں گے اور بلاضرورت وسعتِ شرع
محل تہمت میں پڑنا ضرور مکروہ ہے فیذکر عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقف التہم وفی الباب
عن امیر المؤمنین الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ یہ منشأ **قول دوم** ہے۔ بالجملہ **حاصل حکم** یہ نکلا کہ بے حاجت زیادت اگر باعتقاد سنیت ہو
مطلقاً ناجائز و گناہ ہے اگرچہ دریا میں اور اگر پانی ضائع جائے تو جب بھی مطلقاً ممنوع و مکروہ تحریمی اگرچہ اعتقاد سنیت نہ ہو اور اگر نہ فساد عقیدت
نہ اضاعت تو خلاف ادب ہے مگر عادت کرلے تو مکروہ تنزیہی یہ ہے بحمد اللہ تعالٰی فقہ جامع و فکر ناصح و وہ کہ لالغ و نور بازغ و کمال توفیق و جمال تطبیق
و حسن تحقیق و عطر تدقیق وباللہ التوفیق والحمد للہ رب العٰلمین **اقول** اس تنقیح جلیل سے چند فائدے روشن ہوئے **اولاً** اصل حکم وہی ہے
جو امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کتاب الاصل میں ارشاد فرمایا کہ بقیہ احکام کے مناط عقیدت اضاعت عادت ہیں اور وہ نفس فعل سے
زائد ہیں فی نفسہ اوسکا حکم اوسیقدر کہ قول سوم میں مذکور ہوا **ثانیاً** دوم و سوم میں اوس زیادت کو اسراف سے تعبیر فرمانا محض بنظر صورت ہے ورنہ
جب نہ معصیت نہ اضاعت تو حقیقت اسراف نہ ہونا نہیں **ثالثاً** دربارۂ زیادت منع و اجازت میں عادت و بدعت کو دخل نہیں کہ فساد عقیدت
یا پانی کی اضاعت ہو تو ایکبار بھی جائز نہیں اور ان دونوں سے بری ہو تو بارہا بھی گناہ و معصیت نہیں کراہت تنزیہی جدا بات ہے ہاں بار بار
نقص پر تفصیل ہے کہ بے ضرورت تین بار سے کم دھونے کی عادت مکروہ تحریمی اور احیاناً ہو تو بے فساد عقیدت صرف مکروہ تنزیہی ورنہ تحریمی
کہ تثلیث سنت مؤکدہ ہے اور سنت مؤکدہ کے ترک کا یہی حکم بخلاف عادت کہ ترک تثلیث نہیں بلکہ تثلیث پوری کرکے زیادت ہے وبہ ظہر
ضعف ما مرّ عن العلامۃ ش فی التنبیہ الخامس من التوفیق بین نفی البدعۃ أم الکراھۃ ای التحریمیۃ عن الزیادۃ علی الثلاث
والنقص عنہا عند عدم الاعتقاد مع اشعار الفتح وغیرہ بثبوتہا اذا زاد او نقص لغیر حاجۃ بان حمل الاول اذا فعلہ مرۃ

حدیث وائمہ کی جلیل نصیحت۔ لایعنی باتوں کاموں کے ترک کی ہدایت۔ اور لایعنی کے معنے کا بیان

https://www.facebook.com/darahlesunnat

والثانی علی الاعتیاد فهذا مسلم فی النقص ممنوع فی الزیادۃ لما الاستناد الی مفهوم تقریر الفتح وغیرہ المار ثمه وقد تمسک به ایضا العلامۃ ط علی ان کراهۃ الاسراف کراهۃ تحریم حیث قال تقول یأثم بالاسراف ولو اعتقد سنیۃ الثلاث فقط فلذا قالوا فی المفهوم (ای بیان مفهوم قوله صلی اللہ تعالی علیه وسلم فی الحدیث تحمیل علی الاعتقاد) حتی لو رأی سنیۃ العدد وزاد لقصد الوضوء علی الوضوء او لطمأنینۃ القلب او نقص لحاجۃ لا باس به (ای فالفساد وان لو زاد بلا غرض کان فیه باس) ولو کان کما ذکر (ان لا باس الا فی الاعتقاد) لا تکرہ الزیادۃ مطلقا ام مریدا انما بین الاهلۃ وهذا هو منزع کلام ش بید انه حمله علی التنزیه والحق ط اقول الادلۃ مستندات کما علمت لما تفصیل ش ان الاسراف یکرہ تنزیها ان وقع احیانا وتحریما ان تعود فلا اعلم من صرح به وکانه اخذہ من جعل الغرر ترکه سنۃ مؤکدۃ مع خلاف المذهب حمل الکراهۃ علی التحریم فاقول هم انفسهم فی ابانۃ المفهوم وشرح لو طهم الحکم بالاعتقاد فذکروا تصویرا لا یکون فیه الزیادۃ والنقص لاجل الاعتقاد بل لغرض اخر لان العاقل لا بد لفعله من غرض فاذا لم یکن للشیئ علی ما اعتقد فلیکن مما ذکروا فلا یدل علی ادارۃ الامر علی هذا التصویر ولا لخالف الشرح المشروح فان المشروح ناطه بالاعتقاد وصرح ان زاد او نقص واعتقد ان الثلاث سنۃ لا یلحقه الوعید کما تقدم عن البدائع وهذا ینوطه بشیئ اخر غیرہ و بالجملۃ لا نسلم ان لشرح المفهوم مفهوما اخر وان سلم فمفهوم معارض لمنطوق البدائع وغیرها والمنطوق مقدم فافهم

رابعاً جبکہ حدیث نے بے قید حال و مکان زیادت و نقص پر حکم اساءت و ظلم و تعدی ارشاد فرمایا اور زیادت میں تعدی خاص مکان اضاعت میں ہے اور نقص میں خاص بحال عادت لہذا ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ تعالی نے حدیث کو ایک منشا و نیت یعنی اعتقاد سنیت پر حمل فرمایا جس سے بے قید حال و مکان مطلقاً حکم تعدی و اساءت ہو خاصۃً بدائع وغیرہ کی تصریح کہ اگر بے اعتقاد سنیت نقص و زیادت ہو تو وعید نہیں صحیح و نجیح ہے کہ عادت نقص یا اضاعت زیادت میں لحوق وعید اس ضم ضمیمہ پر ہے تو فعل بجائے خود اپنے منشا و غایت مقصد و نیت میں مواخذہ سے پاک ہے کما علمت ہکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالی ولی التوفیق الحمدللہ اس امر مہم یعنی حکم اسراف آب کا بیان ایسی وجہ جلیل و جمیل پر واقع ہوا کہ خود ہی ایک مستقل نفیس رسالہ ہونے اور تاریخی نام برکات السماء فی حکم اسراف الماء رکھنے کے قابل والحمدللہ علی نعمه الجلائل وصلی اللہ تعالی علی سیدنا الاواخر والاوائل وآله وصحبه الکرام الافاضل

فائدہ مہمہ وضو میں پانی زیادہ نہ خرچ ہونے کے لیے چند امور کا لحاظ رکھیں (۱) وضو دیکھ دیکھ کر ہوشیاری و احتیاط کے ساتھ کریں عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ وضو بہت جلد کرنا چاہیے اور اسی معنے پر کہتے ہیں کہ وضو جوانوں کا سا اور نماز بوڑھوں کی سی یہ غلط ہے بلکہ وضو میں بھی درنگ و ترک عجلت مطلوب ہے تتمہ بحر و شامی شمار آداب وضو میں ہے والثانی علمگیریہ میں معراج الدرایہ سے ہے لا یستعجل فی الوضوء **اقول** ظاہر ہے کہ جس شیئ کے لیے شرع نے ایک حد باندھی ہے کہ اوس سے نہ کمی چاہیے نہ بیشی تو اوس فعل کو باحتیاط بجالانے ہی میں حد کا میلان نہ ہوسکیگا نہ کہ لپ جھپ اور شتاب میں (۲) بعض لوگ چلو لینے میں پانی ایسا ڈالتے ہیں کہ ابل جاتا ہے حالانکہ جو گرا بیکار گیا اس سے احتیاط چاہیے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

(۳)[۶۲۵] ہر چلو بھرا ہونا ضرور نہیں بلکہ جس کام کے لیے لیں اوسکا اندازہ رکھیں مثلاً ناک میں نرم بانسے تک پانی چڑھانے کو پورا چلو کیا ضرور نصف بھی کافی ہے بلکہ بھرا چلو کُلی کے لیے بھی درکار نہیں (۴)[۶۲۶] لوٹے کی ٹونٹی متوسط معتدل چاہیے نہ ایسی تنگ کہ پانی بدیر دے نہ فراخ کہ حاجت سے زیادہ گرائے۔ اسکا فرق یوں معلوم ہوسکتا ہے کہ کٹوروں میں پانی لے لیکر وضو کیجیے تو بہت خرچ ہوگا یونہی فراخ ٹونٹی سے بہانا زیادہ خرچ کا باعث ہے اگر لوٹا ایسا ہو تو احتیاط کرے پوری دھار نہ گرائے بلکہ باریک (۵)[۶۲۷] بہت بھاری برتن سے وضو نہ کرے خصوصاً کمزور کہ پورا قابو نہ ہونے کے باعث پانی بے احتیاط گریگا (۶) اعضاء دھونے سے پہلے اونپر بھیگا ہاتھ پھیر لے کہ پانی جلد دوڑتا ہے اور تھوڑا بہت کام دیتا ہے خصوصاً موسم سرما میں اسکی زیادہ حاجت ہے کہ اعضا میں خشکی ہوتی ہے بہتی دھار بیچ میں جگہ خالی چھوڑ جاتی ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے بحرالرائق میں ہے عن خلف بن ایوب انہ قال ینبغی للمتوضئ فی الشتاء ان یبل اعضاءہ بالماء شبہ الدھن ثم یسیل الماء علیھا لان الماء یتجافی عن الاعضاء فی الشتاء کذا فی البدائع[۱] فتح القدیر میں ہے الاداب امرار الید علی الاعضاء المغسولۃ والتانی والدلک خصوصا فی الشتاء اھ[۲] واعترضہ فی البحر بانہ ذکر الدلک من المندوبات وفی الخلاصۃ انہ سنۃ عند نا اھ[۳] وقدمنا فی التنبیہ الثالث وقال العلامۃ ش فی المنحۃ قولہ ذکر الدلک الخ یمکن ان یجاب عنہ بان مرادہ امرار الید المبلولۃ علی الاعضاء المغسولۃ لما قدمہ الشارح عند الکلام علی غسل الوجہ عن خلف بن ایوب (ای ما نقلناہ انفا قال) لکن کان ینبغی تقییدہ بالشتاء تامل اھ[۴] اقول[۶۲۸] اولا[۲] ان اراد انہ لا یندب الیہ الا فی الشتاء فممنوع لان الماء وان کان لا یتجافی عن الاعضاء فی غیر الشتاء فلا شک ان البل قبل الغسل ینفع فی کل زمان فانہ یسھل مرور الماء ویقلل المصروف منہ کما ھو مجرب مشاھد فالنقل عن الامام خلف فی الشتاء لا ینفیہ فی غیرہ انما یقتضی ان الحاجۃ الیہ فی الشتاء اشد وھذا قد صرح بہ المحقق حیث قال خصوصا فی الشتاء وثانیا[۶۲۹] امرار الید علی الاعضاء المغسولۃ قد افرزہ المحقق عن الدلک کما سمعت فکیف یحمل علیہ لکن التحقیق ما اقول[۶۳۰] ان الامرار المذکور لہ ثلثۃ محتملات الاول الامرار بعد الغسل اعنی[۳] بعد ما انحدر الماء لنشف الباقی کیلا یترشش علی الثیاب والثانی مع الغسل ای حین کون الماء بعد مارا علی الاعضاء وھو عین الدلک المطلوب قال فی البحر خلف ما قدم عن خلف الدلک لیس من مفھومہ (ای الغسل بالفتح) وانما ھو مندوب وذکر فی الخلاصۃ انہ سنۃ وحدہ امرار الید علی الاعضاء المغسولۃ اھ[۵] والثالث قبل الغسل ویحتاج الی التقیید بالمبلولۃ والتجوز فی المغسولۃ بمعنی ما سیغسل وما من شانہ ان یغسل ثم قد یمکن ان یراد بالدلک الثالث کما زعم العلامۃ ش وبالامرار الاول فلا ھو ینافی الافراز ولا یلزم عد الثانی من المندوبات خلافا لما ھو المذھب المذکور فی الخلاصۃ ومن القرینۃ علیہ ان المحقق بحث فی کون الدلک خارجا عن حقیقۃ الغسل ومال الی ان المقصود بشرعیۃ الغسل لا یحصل الا بہ وقد جاء عنہ فی الغنیۃ بما کفی وشفی فیبعد ان یدخلہ ھھنا فی المندوبات نازلا عن الاستنان ایضا خلفۃ عن الافتراض وقد یؤیدہ ایضا لفظۃ خصوصا فی الشتاء لان الثانی صرحوا باستنانہ مطلقا وانما قیدوا

ف۱: مسئلہ: مستحب ہے کہ اعضاء دھونے سے پہلے بھیگا ہاتھ پھیر لے خصوصاً جاڑے میں۔

ف۲: معروضۃ علی العلامۃ ش۔

ف۳: مسئلہ: ہر عضو دھو کر اوس پر ہاتھ پھیر دینا چاہیے کہ پانی کی بوندیں ٹپکنا موقوف ہو جائیں کپڑوں پر نہ ٹپکیں۔

بالشتاء التالف فھذا غایۃ توجیہ ما فی المنحۃ وبہ یندفع ایراد البحر وان کان المتبادر رمز الدر للاطھر ھو الثانی ولذا مشی علیہ فی البحر واقتفینا اثرہ فیما مر بل مشی علیہ ش نفسہ فی رد المحتار واعترض علی الفتح بما اعترض فی البحر قائلا لکن قدمنا ان الدلک سنۃ قال ولعل المراد بما قبلہ (ای امرار الیدین) امرارھا علیہ مبلولۃ قبل الغسل تأمل ام اقول ف۱ قد علمت ان ھذا اضعف احتمالا ثم اذا کان ھذا مرادہ فحصل الدلک علیہ یکون تکرارا بلا شک فان قلت ذکر المحقق بعدہ من الاداب حفظ ثیابہ من المتقاطر فحصل لامرار علی الاول یتکرر مع ھذا قلت امرار الید وان کان معلولا بالحفظ تعلیل الفعل بغایتہ فلیس علۃ کافیۃ لحصولہ بحیث لا یحتاج بعدہ فی الحفظ الی احتراس سواہ فلا یکون ذکرہ مغنیا عن ذکر الحفظ ثم اقول ف۲ عجبا للبحر جزم ھھنا بندب الدلک ونسب الاستنان للخلاصۃ کغیر المرتضی لہ واعترض ثمہ علی المحقق بان فی الخلاصۃ انہ سنۃ عندنا (۷)

کلائیوں پر بال ہوں تو ترشوادیں کہ اونکا ہونا پانی زیادہ چاہتا ہے اور مونڈنے سے سخت ہوجاتے ہیں اور تراشنا مشین سے بہتر کہ خوب صاف کردیتی ہے اور سب سے احسن وافضل نورہ ہے کہ ان اعضا میں یہی سنت سے ثابت ف۳ ابن ماجہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے راوی ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کان اذا اطلی بدأ بعورتہ فطلاھا بالنورۃ وسائر جسدہ اھلہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب نورہ کا استعمال فرماتے تو ستر مقدس پر اپنے دست مبارک سے لگاتے اور باقی بدن منور پر ازواج مطہرات لگادیتیں صلی اللہ تعالی علیہ وعلیہن وبارک وسلم اور ایسا نہ کریں تو دھونے سے پہلے پانی سے خوب بھگولیں کہ سب بال بچھ جائیں ورنہ کھڑے بال کی جڑ میں پانی گزر گیا اور نوک سے نہ بہا تو وضو نہ ہوگا (۸) دست و پا پر اگر لوٹے سے دھار ڈالیں تو ناخنوں سے کہنیوں یا گٹوں کے اوپر تک علی الاتصال و تا دامن کہ ایکبار میں ہر جگہ پر ایک ہی بار گرے پانی جبکہ گرتا ہے اور ہاتھ کی روانی میں دیر ہوگی تو ایک جگہ پر مکرر گریگا (۹) بعض لوگ یوں کرتے ہیں کہ ناخن سے کہنی یا گٹے تک بہاتے لائے پھر دوبارہ سہ بارہ کے لیے جو ناخن کی طرف لیگئے تو ہاتھ نہ روکا بلکہ دھار جاری رکھی ایسا نہ کریں کہ تثلیث کے عوض پانچ بار ہوجائیگا بلکہ ہر بار کہنی یا گٹے تک لاکر دھار روک لیں اور رکا ہوا ہاتھ ناخنوں تک لیجا کر وہاں سے پھر اجرا کریں کہ سنت ف۴ یہی ہے کہ ناخن سے کہنیوں گٹوں تک پانی بہے نا اسکا عکس کما نص علیہ فی الحلیۃ وغیرہا (۱۰) قول جامع یہ ہے کہ سلیقہ سے کام لیں سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہ نے کیا خوب فرمایا ہے قد یرفق بالقلیل فیکفی ویخرق بالکثیر فلا یکفی ذکرہ الامام النووی فی شرح مسلم واوردہ الامام العینی فی شرح البخاری بلفظ قد یرفق الفقیہ بالقلیل فیکفی ویخرق الاخرق ولا یکفی یعنی سلیقہ سے اوٹھاؤ تو تھوڑا بھی کافی ہوجاتا ہے اور بدسلیقگی برتو تو بہت بھی کفایت نہیں کرتا فائدہ ف۵ اوپر حدیث گزری کہ ولہان نام شیطان وضو میں وسوسہ ڈالتا ہے اوسکے وسوسہ سے بچو۔ دفع وسوسہ کے لیے بہترین تدبیران باتوں کا التزام ہے (۱) رجوع الی اللہ واعوذ ولاحول وسورۂ ناس کی قراءت اور اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ط کہنا اور ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ ج وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ○ کہ اسے فوراً وسوسہ دفع ہوجاتا ہے اور سُبْحٰنَ الْمَلِکِ الْخَلَّاقِ ط اِنْ یَّشَاْ یُذْھِبْکُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ○ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ ○ کی کثرت اوسے جڑ سے قطع کردیتی ہے حدیث میں ہے ایک صاحب نے خدمت اقدس میں حاضر ہوکر وسوسہ کی شکایت کی

ف۱ معروضۃ علی ش
ف۲ تطفل علی البحر
ف۳ مسئلہ: ہاتھ پاؤں سینہ پشت پر بال ہوں ... نورہ ...
ف۴ مسئلہ: سنت یہ ہے کہ پانی ہاتھ پاؤں کے ناخنوں کی طرف سے کہنیوں اور گٹوں کی طرف بہے
ف۵ فائدہ جلیلہ: دفع وسوسہ کی دعائیں اور علاج

https://www.facebook.com/darahlesunnat

کہ نماز میں پتا نہیں چلتا دو پڑھیں یا تین۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا اذا وجدت ذلک فارفع اصبعک السبابۃ الیمنی فاطعنہ فی فخذک الیسری وقل بسم اللہ فانہا سکین الشیطان جب تو ایسا پائے تو اپنی دہنی انگشت شہادت اوٹھا کر اپنی بائیں ران میں مار اور بسم اللہ کہہ کہ وہ شیطان کے حق میں چھری ہی رواہ البزار والطبرانی عن والد ابی الملیح ورواہ ایضا الحکیم الترمذی (۲) وسوسہ کی نہ سننا اوسپر عمل نہ کرنا اوسکے خلاف کرنا۔ اس بلائے عظیم کی عادت ہی کہ جسقدر اسپر عمل ہوا اوسیقدر بڑھے اور جب قصداً اوسکا خلاف کیا جائے تو بتوفیقہ تعالی تھوڑی مدت میں بالکل دفع ہوجائے عبداللہ بن مُرّہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہین ما وسوسۃ باولع ممن یراھا تعمل فیہ شیطان جسے دیکھتا ہی کہ میرا وسوسہ اسمیں کارگر ہوتا ہی سب سے زیادہ اوسی کے پیچھے پڑتا ہی رواہ ابن ابی شیبۃ امام ابن حجر مکی اپنے فتاوی مین فرماتے ہین مجھے بعض ثقہ لوگون نے بیان کیا کہ دو وسوسہ والون کو نہانے کی ضرورت ہوئی دریائے نیل پر گئے طلوع صبح کے بعد پہنچے ایک نے دوسرے سے کہا تو اوتر کر غوطے لگا۔ مین گنتا جاونگا اور تجھے بتاونگا کہ پانی تیرے سارے سر کو پہنچا یا نہیں وہ اوترا اور غوطے لگانا شروع کیے اور یہ کہتا ہی کہ ابھی تھوڑ سی جگہ تیرے سر مین باقی ہی وہان پانی نہ پہنچا ایک صبح سے دوپہر ہوگیا آخر تھک کر باہر آیا اور دل مین شک ہا کہ غسل اوترا یا نہیں پھر اس نے اوس دوسرے سے کہا اب تو اوتر مین گنونگا اوس نے ڈبکیان لگائین اور یہ کہتا جاتا ہی کہ ابھی سارے سر کو پانی نہ پہنچا یہانتک کہ دوپہر سے شام ہوگئی مجبور وہ بھی دریا سے نکل آیا اور دل مین شبہہ کا شبہہ ہی رہا دن بھر کی نمازین کھوئین اور غسل اوترنے پر یقین نہ ہونا تھا نہ ہوا والعیاذ باللہ تعالی ذکرہ فی الحدیقۃ الندیۃ یہ وسوسہ ماننے کا نتیجہ تھا اور صالحین مین سے ایک صاحب فرماتے ہین مجھے دربارۂ طہارت وسوسہ تھا رستہ کی کیچڑ اگر کپڑے مین لگ جاتی اوسے دھوتا حالانکہ شرعاً جبتک خاص اوس جگہ نجاست کا ہونا ثابت و متحقق نہ ہو حکم طہارت ہی ایک دن نماز صبح کے لیے جاتا تھا راہ کی کیچڑ لگ گئی مین نے دھونا چاہا اور خیال آیا کہ دھوتا ہون تو جماعت جاتی ہی ناگاہ اللہ عزوجل نے مجھے ہدایت فرمائی میرے دل مین ڈالا کہ اس کیچڑ مین لوٹ اور سب کپڑے سان لے اور یونہی نماز مین شریک ہوجا مین نے ایسا ہی کیا پھر وسوسہ نہ ہوا ذکرہ فی الطریقۃ المحمدیۃ یہ اوسکی مخالفت کی برکت تھی۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث مین ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہین ان احدکم اذا کان فی المسجد جاء الشیطان فابس بہ کما یبس الرجل بدابتہ فان اسکن لہ وثقہ او الجمہ جب تم مین کوئی مسجد مین ہوتا ہی شیطان آکر اوسکے بدن پر ہاتھ پھیرتا ہی جیسے تم مین کوئی اپنے گھوڑے کو رام کرنے کے لیے اوسپر ہاتھ پھیرتا ہی پس اگر وہ شخص ٹھہر رہا یعنی اوسکے وسوسہ سے فوراً الگ نہ ہوگیا تو اوسے باندھ لیتا یا لگام دیدیتا ہی ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اس حدیث کو روایت کرکے فرمایا وانتم ترون ذلک اما الموثوق فتراہ ہکذا لا یذکر اللہ واما الملجم ففاتح فاہ لا یذکر اللہ عزوجل یعنی حدیث کی تصدیق تم آنکھون دیکھتے ہو وہ جو بندھا ہوا ہی اوسے تو دیکھیگا یون جھکا ہوا کہ ذکر الٰہی نہین کرتا اور وہ جو لگام دیا ہوا ہی وہ مونھ کھولے ہی اللہ تعالی کا ذکر نہین کرتا رواہ الامام احمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہین اذا وجد احدکم فی بطنہ شیأ فاشکل علیہ اخرج منہ شئ ام لا فلا یخرجن من المسجد حتی یسمع صوتا او یجد ریحا رواہ مسلم والترمذی عن ابی ھریرۃ ولاحمد والترمذی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وابن ماجۃ والخطیب عنہ مختصرا بلفظ لا وضوء الا من صوت او ریح ولاحمد والشیخین وابی داود والنسائی وابناء ماجۃ

وخزیمۃ وحبان عن عباد بن تمیم عن عمہ عبد اللہ بن زید بن عاصم قال شکی الی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الرجل یخیل الیہ

انہ یجد الشیئ فی الصلٰوۃ قال لا تنصرف حتی تسمع صوتا او تجد ریحا ولاحمد وابی یعلی عن ابی سعید عن النبی صلی اللہ تعالی

علیہ وسلم ان الشیطان لیأتی احدکم وھو فی صلاتہ فیأخذ بشعرۃ من دبرہ فیمدھا فیری انہ قد احدث فلا ینصرف حتی

یسمع صوتا او یجد ریحا ورواہ عنہ سعید بن منصور مختصرا نحو المرفوع من حدیث عباد وللبزار عن ابن عباس عن النبی

صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یاتی احدکم الشیطان فی الصلٰوۃ فینفخ فی مقعدتہ فیخیل انہ احدث ولم یحدث فاذا وجد ذلک

فلا ینصرف حتی یسمع صوتا او یجد ریحا ورواہ عنہ الطبرانی فی الکبیر مختصرا بلفظ من خیل لہ فی صلاتہ انہ قد احدث

فلا ینصرفن حتی یسمع صوتا او یجد ریحا ولعبد الرزاق وابن ابی الدنیا عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ قال

ان الشیطان یطیف باحدکم فی الصلٰوۃ لیقطع علیہ صلاتہ فاذا اعیاہ ان ینصرف نفخ فی دبرہ یریہ انہ قد احدث فلا ینصرفن

احدکم حتی یجد ریحا او یسمع صوتا وفی روایۃ اخری عنہ رضی اللہ تعالی عنہ حتی انہ یاتی احدکم وھو فی الصلٰوۃ فینفخ فی

دبرہ ویبل احلیلہ ثم یقول قد احدثت فلا ینصرفن احدکم حتی یجد ریحا او یسمع صوتا او یجد بللا ولعبد الرزاق وابن ابی شیبۃ

فی مصنفیھما وابن ابی داود فی کتاب الوسوسۃ عن ابرھیم النخعی قال کان یقال ان الشیطان یجری فی الاحلیل والدبر

فیری الرجل انہ قد احدث فلا ینصرفن احدکم حتی یسمع صوتا او یجد ریحا او یری بللا **قلت** ذکر ھذین الاثرین الامام الجلیل

الجلال السیوطی فی لقط المرجان مقتصرا علیھما وھو وصاحبہ البدر فی اصلہ اٰکام المرجان مع ثبوتہ فی المرفوع کما علمت وقال

عامر الشعبی من اجلاء علماء التابعین ان للشیطان بزقۃ یعنی بالۃ طرف الاحلیل ذکرہ العارف فی الحدیقۃ الندیۃ ان حدیثون کا

حاصل یہ ہے کہ شیطان نماز میں دھوکا دینے کے لیے کبھی انسان کی شرمگاہ پر لگے سے تھوک بناہی کہ اوسے قطرہ آنیکا گمان ہوتا ہے کبھی پیچھے

پھونکتا یا بال کھینچتا ہے کہ ریح خارج ہونیکا خیال گزرتا ہے اسپر حکم ہوا کہ نماز سے نہ پھر و جبتک تری یا آواز یا بو نہ پاؤ یعنی جبتک وقوع حدث پر یقین

نہ ہولے۔ ہمارے امام اعظم کے شاگرد جلیل سیدنا عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں اذا شک فی الحدث فانہ لا یجب علیہ الوضوء حتی یستیقن

استیقانا یقدر ان یحلف علیہ یعنی یقین ایسا درکار ہے جسپر قسم کھاسکے کہ ضرور حدث ہوا اور جب قسم کھاتے ہچکچائے تو معلوم ہوا کہ معلوم نہیں

مشکوک ہے اور شک کا اعتبار نہیں کہ طہارت پر یقین تھا اور یقین شک سے نہیں جاتا علقہ عنہ الترمذی فی باب الوضوء من الریح

اسی لیے سنت ہوا کہ وضو کے بعد ایک چھینٹا رومالی یا تہ بند ہو تو اوسکے اندرونی حصے پر جو بدن کے قریب ہے دے لیا کریں ثم لیقل ھو من

الماء پھر اگر قطرہ کا شبہہ ہو تو خیال کرلیں کہ پانی جو چھڑکا تھا اوسکا اثر ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا توضأت

فانتضح جب تو وضو کرے تو چھینٹا دے لے رواہ ابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ بلکہ ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ والسواک واستنشاق الماء وقص الاظفار وغسل البراجم ونتف الابط وحلق العانۃ وانتقاص الماء قال الراوی ونسیت العاشرۃ الا ان تکون المضمضۃ دس باتیں قدیم سے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی سنت میں لبیں کترنا داڑھی بڑھانا مسواک کرنا وضو وغسل میں پانی سونگھ کر اوپر چڑھانا ناخن ترشنا اونگلیوں کے جوڑ (یعنی جہاں جہاں میل جمع ہونیکا محل ہو اوسے) دھونا بغل اور زیر ناف بالوں سے صاف کرنا شرمگاہ پر پانی ڈالنا۔ راوی نے کہا دسویں میں بھول گیا شاید کلی ہو۔ رواہ احمد ومسلم والاربعۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالی عنہا شرمگاہ پر پانی ڈالنے کی علما نے دو تفسیریں کہیں ایک استنجا رواہ مسلم عن وکیع دوسرے وہی چھینٹا اور اسکے مؤید ہے کہ ایک روایت میں بجائے انتقاص الماء لفظ والانتضاح آیا ہے جمہور علما نے فرمایا انتضاح وہی چھینٹا ہے ذکرہ الامام النووی اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ یہ چھینٹا خاص اہل وسوسہ ہی کے لیے نہیں بلکہ سب کیلئے سنت ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے وسوسہ کو کیا علاقہ ان عبادی لیس لک علیہم سلطن ابوداود نسائی ابن ماجہ حکم بن سفین یا سفین بن حکم رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی قال کان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اذا بال توضأ ونضح فرجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب پیشاب فرماتے وضو فرماتے اور شرمگاہ اقدس پر چھینٹا دیتے ابن ماجہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہما سے راوی قال توضأ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فنضح فرجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے وضو فرما کر ستر مبارک پر چھینٹا دیا احمد وابن ماجہ دارقطنی وحاکم وحارث بن ابی اسامہ حضرت محبوب ابن المحبوب سیدنا وابن سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالی عنہما وہ اپنے والد ماجد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں اتانی جبریل فی اول ما اوحی الی فعلمنی الوضوء والصلاۃ فلما فرغ الوضوء اخذ غرفۃ من الماء فنضح بہا فرجہ یعنی اول اول جو مجھ پر وحی اوتری ہے جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام نے حاضر ہو کر مجھے وضو ونماز کی تعلیم دی جبریل نے وضو خود کر کے دکھایا جب وضو کر چکے ایک چلو پانی لیکر اپنی اوس صورت مثالیہ کے موضع شرمگاہ پر چھڑکا یا ولفظ ق علمنی جبرئیل الوضوء وامرنی ان انضح تحت ثوبی لما یخرج من البول بعد الوضوء ترمذی ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں جاءنی جبریل فقال یا محمد اذا توضأت فانتضح جبریل نے حاضر ہو کر مجھ سے عرض کی یا رسول اللہ جب حضور وضو فرمائیں چھینٹا دے لیا کریں۔ جبریل کا اپنی صورت مثالیہ کے ستر پر چھڑکنا حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے حضور طریقہ وضو عرض کرنے کے لیے تھا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا فعل تعلیم امت کے لیے مرقاۃ میں ہے نضح فرجہ ای ورش ازارہ بقلیل من الماء او سراولہ بہ لدفع الوسوسۃ تعلیما للامۃ معہذا اوسمیں اقویا کے لیے جنکو برودت مثانہ کا عارضہ نہ ہو ایک نفع اور بھی ہے کہ شرمگاہ پر سرد پانی پڑنے سے اوسمیں تکاثف استمساک پیدا ہو کر قطرہ موقوف ہو جاتا ہے کما ارشد الیہ حدیث زید رضی اللہ تعالی عنہ عندی ف اقول مگر یہاں اولا یہ ملحوظ رہے کہ مقصود نفی وسوسہ ہے نہ ابطال حقیقت تو جسے قطرہ اوترنے کا یقین ہو جائے وہ پانی پر حوالہ نہیں کرسکتا یوہیں جسے معاذ اللہ سلس البول کا عارضہ ہو اوسے یہ چھینٹا مفید نہیں بلکہ بسا اوقات مضر ہے کہ پانی کی تری سے

وجدتہ نقل ہو من الماء قال محمد وبہذا ناخذ اذا کان کثرۃ ذلک من الانسان وھو قول ابی حنیفۃ یعنی سیدنا امام اعظم حماد بن سلیمن سے وہ سعید بن جبیر سے وہ عبداللہ بن

نجاست بڑھ جائیگی ثانیاً سفید کپڑا پانی پڑنے سے بدن سے چپکنے سے بجائے لاتا ہے اسکا خیال فرض ہے ثالثاً یہ حیلہ اوس وقت تک نافع ہے کہ چھڑکا ہوا پانی خشک ہوگیا ہو ورنہ اوسپر حوالہ نہ کرسکینگے وجیز امام کردری میں ہے رأی البلۃ بعد الوضوء سائلا من ذکرہ یعید الوضوء وان کان یعرض کثیرا ولا یعلم انہ بول اوماء لایلتفت الیہ وینضح فرجہ والازارہ بالماء قطعا للوسوسۃ واذا بعد عہدہ عن الوضوء وعلم انہ بول لاتنفعہ الحیلۃ اسیطرح خلاصہ وخزانۃ المفتین میں ہے ولفظہما وینبغی ان ینضح فرجہ وازارہ الخ فائدہ ف۱ ہمنے زیر امر سوم اٹھپائی گنائے تھے جو آب وضو کے شمار سے جدا ہیں یہ اونکا نوان ہوا۔ اون دیار میں رواج ایسے لوٹون کا ہے جنمین جانب پشت بغرض گرفت دستے لگے ہوتے ہیں یہان بھی ایسے لوٹے دیکھے مگر کم علما فرماتے ہیں ف۲ ادب یہ ہے کہ پانی ڈالتے میں لوٹے کے مونھ پر ہاتھ نہ رکھے بلکہ دستہ پر۔ اور جب بھیگے ہاتھ سے دستہ چھوا جائیگا تو مستحب ہے ف۳ کہ وضو سے پہلے اوسے تین بار دھولے یہ دسوان پانی ہوا تلک عشرۃ کاملۃ فتح القدیر وبحر الرائق ورد المحتار آداب وضو میں ہے ف۴ کون آنیتہ من خزف وان یغسل عروۃ الابریق ثلثا ووضع یدہ حالۃ الغسل علی عروتہ لا رأسہ (۴) اگر ف۵ شیطان حیلہ سے بھی نہ مانے اور وسوسہ ڈالے ہی جائے کہ تیرے وضو میں غلطی رہی یا تیری نماز ٹھیک نہ ہوئی تو سیدھا جواب یہ ہے کہ خبیث تو جھوٹا ہے ابن حبان وحاکم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا جاء احدکم الشیطان فقال انک احدثت فلیقل انک کذبت والابن حبان فلیقل فی نفسہ جب تم میں کسی کے پاس شیطان آکر وسوسہ ڈالے کہ تیرا وضو جاتا رہا تو فوراً اوسے جواب دے کہ تو جھوٹا ہے (اور اگر مثلاً نماز میں ہے تو) دل میں یہی کہہ لے مطلب یہ ہے کہ وسوسہ کی طرف التفات کرے اقول حالتین تین ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ معاذ اللہ وسوسہ مان لیا اوسپر عمل کیا یہ تو اوس ملعون کی عین مراد ہے اور جب ماننے لگا تو وہ کیا ایک ہی بار وسوسہ ڈالکر تھک رہیگا حاشا وہ ملعون آٹھ پہر اسکی تاک میں ہے جتنا جتنا یہ مانتا جائیگا وہ اسکا سلسلہ بڑھاتا رہیگا یہانتک کہ نتیجہ یہی ہوگا کہ دو دو پہر کامل دریا میں غوطے لگائے اور سر نہ دھلا دوسرے یہ کہ مانے تو نہیں مگر اوسکے ساتھ نزاع و بحث میں مصروف ہوجائے یہ بھی اوسکے مقصد ناپاک کا حصول ہے کہ اوسکی غرض تو یہی تھی کہ اپنی عبادت سے غافل ہوکر کسی دوسرے جھگڑے میں پڑجائے اور پھر اس حیص بیص میں ممکن ہے کہ وہی خبیث غالب آئے اور صورت ثانیہ صورت اولے کیطرف عود کرجائے والعیاذ باللہ تعالٰی لہذا نجات اس تیسری صورت میں ہے جو ہمارے نبی کریم حکیم علیم رؤف رحیم علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلاۃ والتسلیم نے تعلیم فرمائی کہ فوراً اتنا کہکر الگ ہوجائے کہ تو جھوٹا ہے اقول۱۴۴ یعنی یہ نہیں کہ صرف اس معنے کا تصور کرلیا کہ یہ کافی نہ ہوگا بلکہ دل میں جمالے کہ ملعون جھوٹا ہے پھر اوسکی طرف التفات اور اوس سے بحث و ردوبدل کی کیا حاجت شاید اسی لیے لفظ فی نفسہ زیادہ فرمایا تنبیہ ضروری ف۶ سخت ضروری اشد ضروری اقول۱۴۵ ہمارے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جوامع الکلم عطا فرمائے گئے مختصر لفظ فرمائیں اور معانی کثیرہ پر مشتمل ہون۔ شیطان دو قسم ہیں شیاطین الجن کہ ابلیس لعین اور اوسکی اولاد ملاعین ہیں اعاذنا اللہ والمسلمین من شرہم وشر الشیطین اجمعین دوسرے شیاطین الانس کہ کفار و مبتدعین کے داعی و منادی ہیں لعنہم اللہ وخذلہم ابدا ونصرنا علیہم نصرا مؤبدا آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی وسلم علیہ وعلیہم اجمعین آمین ہمارا رب عزوجل فرماتا ہے وکذلک

ف۱: اسی پانی کا نواں ورود اوا ہمیتہ
ف۱: مسئلہ: مادہ امن قطرہ از ایلیا سکو سوہان کا رجہت آپ تفصیل کرے جدا ہیں
ف۲: مسئلہ: دستہ دار لوٹا ہو تو مستحب یہ ہے کہ پانی ڈالتے وقت اوسکا دستہ تھامے اوسکے مونہ پر ہاتھ نہ رکھے
ف۳: مسئلہ: مستحب ہے کہ وضو سے پہلے لوٹے کا دستہ تین بار دھولے
ف۴: مسئلہ: مستحب ہے کہ وضو مٹی کے برتن سے کرے

ف۵: رد وسوسہ کا بہتر علاج
ف۶: تنبیہ ضروری ضروری نہایت ضروری آیات احادیث و غیرہا میں شیطان کی صحبت اور اوسکی بات سننے کی سخت ممانعت فرمائی ہے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

جعلنا لکل نبی عدوا شیٰطین الانس والجن یوحی بعضھم الیٰ بعض زخرف القول غرورا یونہیں ہم نے ہر نبی کا دشمن کیا شیطان آدمیون اور شیطان جنون کو کہ آپس میں ایک دوسرے کے دل میں بناوٹ کی بات ڈالتے ہین دھوکا دینے کے لیے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اللہ کی پناہ مانگ شیطان آدمیون و شیطان جنون کے شر سے عرض کی کیا آدمیون میں بھی شیطان ہین فرمایا ہان رواہ احمد و ابن ابی حاتم والطبرانی عن ابی امامۃ واحمد و ابن مردویہ والبیہقی فی الشعب عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ائمہ دین فرمایا کرتے کہ شیطان آدمی شیطان جن سے سخت ہوتا ہے رواہ ابن جریر عن عبدالرحمن بن زید اقول آیہ کریمہ میں شیٰطین الانس کی تقدیم بھی اسطرف مشیر اس حدیث کریم نے کہ جب شیطان وسوسہ ڈالنا چاہے کہکر الگ ہو جاؤ کہ تو جھوٹا ہے دونون قسم کے شیطانون کا علاج فرمادیا شیطان آدمی ہو خواہ جن اوسکا قابو اوسی وقت تک چلتا ہے جب اوسکی سنیے اور منہ نہ لگائیے اور جب تڑک کر ہاتھ پر دھر دے کہ تو جھوٹا ہے تو خبیث اپنا سا منہ لیکر رہ جاتا ہے آجکل ہمارے عوام بھائیونکی سخت جہالت یہ ہے کہ کسی آریہ نے اشتہار دیا کہ اسلام کے فلان مضمون کے رد میں فلان وقت لکچر دیا جائیگا یہ سننے کے لیے دوڑے جاتے ہین کسی پادری نے اعلان کیا کہ نصرانیت کے فلان مضمون کے ثبوت میں فلان وقت ندا ہوگی یہ سننے کے لیے دوڑے جاتے ہین بھائیو تم اپنے نفع نقصان کو زیادہ جانتے ہو یا تمہارا رب عزوجل تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اونکا حکم تو یہ ہے کہ شیطان تمہارے پاس وسوسہ ڈالنے آئے تو سیدھا جواب دیدو کہ تو جھوٹا ہے نہ یہ کہ تم آپ دوڑ دوڑ کے اونکے پاس جاؤ اور اپنے رب کے قرآن اپنے نبی کی شان میں کلمات ملعونہ سنو اقول یہ آیت جو ابھی تلاوت ہوئی اسیکا تتمہ اور اسکے متصل کی آیات کریمہ تلاوت کرتے جاؤ دیکھو قرآن عظیم تمہاری اس حرکت کی کیسی کیسی شناعتین بتاتا اور اون ناپاک لکچرون نداؤن کی نسبت تمھین کیا کیا ہدایت فرماتا ہے کریمۂ مذکورہ کے تتمہ میں ارشاد ہوتا ہے ولو شاء ربک ما فعلوہ فذرھم وما یفترون ○ اور تیرا رب چاہتا تو وہ یہ دھوکے بناوٹ کی باتین نہ بناتے پھرتے تو تو انھین اور اونکے بہتانون کو یک لخت چھوڑ دے۔ دیکھو انھین اور انکی باتون کو چھوڑنے کا حکم فرمایا یا اونکے پاس سننے کے لیے دوڑنے کا۔ آگے سنیے اسکے بعد کی آیت میں فرماتا ہے ولتصغیٰ الیہ افئدۃ الذین لا یؤمنون بالاٰخرۃ ولیرضوہ ولیقترفوا ماھم مقترفون ○ اور اسلیے کہ اونکے دل اوسکی طرف کان لگائین جنھین آخرت پر ایمان نہین اور اوسے پسند کرین اور جو کچھ ناپاکیان وہ کر رہے ہین یہ بھی کرنے لگین۔ دیکھو اونکی باتون کی طرف کان لگانا اونکا کام بتایا جو آخرت پر ایمان نہین رکھتے اور اوسکا نتیجہ یہ فرمایا کہ وہ ملعون باتین انپر اثر کر جائین اور یہ بھی اون جیسے ہوجائین والعیاذ باللہ تعالیٰ لوگ اپنی جہالت سے گمان کرتے ہین کہ ہم اپنے دل سے مسلمان ہین ہمپر اونکا کیا اثر ہوگا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہین من سمع بالدجال فلینأ منہ فواللہ ان الرجل لیاتیہ وھو یحسب انہ مؤمن فیتبعہ مما یبعث بہ من الشبہات جو دجال کی خبر سنے اوسپر واجب ہے کہ اوس سے دور بھاگے کہ خدا کی قسم آدمی اوسکے پاس جائیگا اور یہ خیال کریگا کہ میں تو مسلمان ہون یعنی مجھے اوس سے کیا نقصان پہنچیگا وہان اوسکے دھوکون میں پڑکر اوسکا پیرو ہوجائیگا رواہ ابوداود عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن الصحابۃ جمیعا کیا دجال ایک وہی دجال خبیث کو سمجھتے ہو جو آنیوالا ہے حاشا تمام گمراہون کے داعی منادی سب دجال ہین اور سب سے دور بھاگنے ہی کا حکم فرمایا اور اوسمین

https://www.facebook.com/darahlesunnat

یہی اندیشہ بتایا ہو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہین یکون فی اخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اباؤکم فایاکم وایاہم لا یضلونکم ولا یفتنونکم آخر زمانہ مین دجال کذاب لوگ ہونگے کہ وہ باتین تمھارے پاس لائینگے جو نہ تمنے سُنین نہ تمھارے باپ دادانے تو اونسے دور بہو اور اونھین اپنے سے دُور رکھو کہین وہ تمھین گمراہ نہ کردین کہین وہ تمھین فتنہ مین نہ ڈالدین رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ اور سُنیے اسکے بعد کی آیات مین فرماتا ہی افغیر اللہ ابتغی حکما وھو الذی انزل الیکم الکتب مفصلا والذین آتینٰھم الکتب یعلمون انہ منزل من ربک بالحق فلا تکونن من الممترین ○ وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلمتہ وھو السمیع العلیم ○ وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون ○ ان ربک ھو اعلم من یضل عن سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین ○ تو کیا اللہ کے سوا کوئی اور فیصلہ کرنیوالا ڈھونڈھون حالانکہ اوسنے مفصل کتاب تمھاری طرف اوتاری اور اہل کتاب خوب جانتے ہین کہ وہ تیرے رب کے پاس سے حق کے ساتھ اوتری تو خبردار تو شک نہ کرنا اور تیرے رب کی باتین سچ اور انصاف مین کامل ہین کوئی اوسکی باتون کا بدلنے والا نہین اور وہ شنوا و دانا ہی اور زمین والون مین زیادہ وہ ہین کہ تو اونکی پیروی کرے تو وہ تجھے خدا کی راہ سے بہکادین وہ تو گمان کے پیرو ہین اور نری اٹکلین دوڑاتے ہین بیشک تیرا رب خوب جانتا ہی کہ کون اوسکی راہ سے بہکیگا اور وہ خوب جانتا ہی ہدایت پانیوالون کو۔ یہ تمام آیات کریمہ انھین مطالب کے سلسلۂ بیان مین ہین گویا ارشاد ہوتا ہی تم جو اون شیطان آدمیون کی باتین سُننے جاؤ کیا تمھین یہ تلاش ہی کہ دیکھین اس مذہبی اختلاف مین یہ لکچرار یا یہ منادی کیا فیصلہ کرتا ہے اے خدا سے بہتر فیصلہ کسکا۔ اوس نے مفصل کتاب قرآن عظیم تمھین عطا فرمادی اوسکے بعد تمکو کسی لکچر ندا کی کیا حاجت ہی لکچر دلے جو کسی کتاب دینی کا نام نہین لیتے کس گنتی شمار مین ہین یہ کتاب والے دلمین خوب جانتے ہین کہ قرآن حق ہی تعصب کی پٹی آنکھون پر بندھی ہی کہ ہٹ دھرمی سے مکرے جاتے ہین تو تجھے کیون شک پیدا ہو کہ اونکی سننا چاہے تیرے رب کا کلام صدق و عدل مین بھرپور ہی کل تک جو اوسپر تجھے کامل یقین تھا آج کیا اوسمین فرق آیا کہ اوسپر اعتراض سُننا چاہتا ہی کیا خدا کی باتین کوئی بدل سکتا ہی۔ یہ نہ سمجھنا کہ میرا کوئی مقال کوئی خیال خدا سے چھپ رہیگا وہ سُنتا جانتا ہی۔ دیکھ اگر تو نے اونکی سُنی تو وہ تجھے خدا کی راہ سے بہکادینگے کیا یہ خیال کرتا ہی کہ انکا علم دیکھون کہانتک ہی۔ یہ کیا کہتے ہین۔ اے اونکے پاس علم کہان وہ تو اپنے ادہام کے پیچھے لگے ہوئے ہین اور نری اٹکلین دوڑاتے ہین جنکا تعلق نہ بیڑا جب اللہ واحد قہار کی لگا ہی ہی کہ اونکے پاس نری محض اٹکلون کے سوا کچھ نہین تو اونکو سُننے کے کیا معنے سُننے سے پہلے وہی کہدے جو تیرے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا کہ کذبت شیطان تو جھوٹا ہی اور اس گھمنڈ مین نہ رہنا کہ مجھکو کیا گمراہ کرینگے مین تو راہ پر ہون تیرا رب خوب جانتا ہی کہ کون اوسکی راہ سے بہکیگا اور کون راہ پر ہی تو پورا راہ پر ہوتا تو بیراہون کی سُننے ہی کیون جاتا حالانکہ تیرا رب فرماچکا ذرھم وما یفترون ○ چھوڑدے اونھین اور اونکے بہتانون کو تیرے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماچکے ایاکم وایاھم اونسے دُور ہو اور اونکو اپنے سے دُور کرو کہین وہ تمکو بہکا نہ دین کہین وہ تمکو فتنے مین نہ ڈالدین بھائیو ایک سہل سی بات ہی اسے غور فرمالو۔ تم اپنے رب عزوجل اپنے قرآن اپنے نبی پر سچا ایمان رکھتے ہو

https://www.facebook.com/darahlesunnat

یا معاذ اللہ کچھ شک ہے جسے شک ہو اوسے اسلام سے کیا علاقہ وہ ناحق اپنے آپ کو مسلمان کہکر مسلمانون کو کیون بدنام کرے اور اگر سچا ایمان ہے تو اب غور فرمائیے کہ اونکے لکچرون ندائون مین آپکے ربعـه وقرآن و نبی وایمان کی تعریف ہوگی یا مذمت۔ ظاہر ہے کہ دوسری ہی صورت ہوگی اور اسی لیے تمکو بلاتے ہین کہ تمہارے مونہہ پر تمہارے خداعـه ونبی وقرآن ودین کی توہین وتکذیب کرین اب فرضاً غور کرلیجیے ایک شریر نے زید کے نام اشتہار دیا کہ فلان وقت فلان مقام پر مین بیان کرونگا کہ تیرا باپ ولدالحرام اور تیری مان زانیہ تھی للہ انصاف کیا کوئی غیرت والا حمیت والا انسانیت والا جبکہ اوسے اس بیان سے روک دینے باز رکھنے پر قادر نہ ہوا اوسے سُننے جائیگا حاشا للہ کسی بھنگی چمار سے بھی یہ نہ ہو سکیگا پھر ایمان کے دل پر ہاتھ رکھ دیکھو کہ اللہعـه و رسول وقرآن عظیم کی توہین تکذیب مذمت سخت تر ہے یا مان باپ کی گالی۔ ایمان رکھتے ہو تو اسے اوس سے کچھ نسبت نہ جانوگے۔ پھر کونسے کلیجے سے اون جگر شگاف ناپاک ملعون بہتانون افتراؤن شیطانی اُگلون ڈھکوسلون کو سُننے جاتے ہو بلکہ حقیقۃً انصافاً وہ جو کچھ بکتے اورعـه اللہ ورسول وقرآن عظیم کی تحقیر کرتے ہین اس سب کے باعث یہ سننے والے ہین اگر مسلمان اپنا ایمان سنبھالین اپنے ربعـه و قرآن و رسول کی عزت عظمت پیش نظر رکھین اور ایکا کرلین کہ وہ خبیث لکچر گندی ندائین سننے کوئی نہ جائیگا جو وہان موجود ہو وہ بھی فوراً وہی مبارک ارشاد کا کلمہ کہکر کہ تو جھوٹا ہے چلا جائیگا تو کیا وہ دیوارون پتھرون سے اپنا سر پھوڑین گے تو تم سُن سُن کر کہلواتے ہو نہ تم سُنو نہ وہ کہین پھر انصاف کیجیے کہ اوس کہنے کا وبال کس پر ہوا علما فرماتے ہین ہٹے کٹے جوان تندرست جو بھیک مانگنے کے عادی ہوتے اور اسی کو اپنا پیشہ کرلیتے ہین اونھین دینا ناجائز ہے کہ اسمین گناہ پر شہ دینی ہے لوگ نہ دین تو جھک ماریں اور محنت مزدوری کرین بھائیو جب اسمین گناہ کی امداد ہے تو اوسمین تو کفر کی مدد ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ قرآنعـه عظیم کی نص قطعی نے ایسی جگہ سے فوراً ہٹ جانا فرض کردیا اور وہان ٹھہرنا فقط حرام ہی نہ فرمایا بلکہ سنو تو کیا ارشاد کیا۔ رب عزوجل فرماتا ہے وقد نزل علیکم فی الکتٰب ان اذا سمعتم اٰیٰت اللہ یکفر بھا ویستھزأ بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہٖ انکم اذا مثلھم ان اللہ جامع المنٰفقین والکٰفرین فی جھنم جمیعا ○ یعنی بیشک اللہعـه تمپر قرآن مین حکم اوتار چکا کہ جب تم سُنو کہ خدا کی آیتون سے انکار ہوتا اور اونکی ہنسی کیجاتی ہے تو اون لوگون کے پاس نہ بیٹھو جبتک وہ اور باتون مین مشغول نہ ہون اور تمنے نہ مانا اور جسوقت وہ آیات اللہ پر اعتراض کررہے ہین وہان بیٹھے تو جب تو تم بھی اونھین جیسے ہو بیشک اللہ تعالیٰ منافقون اور کافرون سب کو جہنم مین اکٹھا کریگا آہ آہ حرام تو ہر گناہ ہے بیان تو اللہ واحد قہار یہ فرمارہا ہے کہ وہان ٹھہرے تو تم بھی اونھین جیسے ہو مسلمانو کیا قرآن عظیم کی یہ آیات تمنے منسوخ کردین یا اللہ عزوجل کی اس سخت وعید کو سچا نہ سمجھے یا کافرون جیسا ہونا قبول کرلیا اور جب کچھ نہین تو اون جگھٹون کے کیا معنے ہین جو آریون پادریون کے لکچرون نداؤن پر ہوتے ہین اون جلسون مین شرکت کیون ہے جو خداعـه اور رسول وقرآن پر اعتراضون کے لیے جاتے ہین بھائیو مین نہین کہتا قرآن فرماتا ہے کہ انکم اذا مثلھم اون لکچرون پر جمگھٹ والے اون جلسون مین شرکت والے سب اونھین کافرون کے مثل ہین وہ علانیہ بک کر کافر ہوئے یہ زبان سے کلمہ پڑھین اور دل مین خداعـه اور رسول وقرآن کی اتنی عزت نہین کہ جہان اونکی توہین ہوتی ہو وہان سے بچین تو یہ منافق ہوئے جب تو فرمایا کہ اللہ اونھین اور انھین سب کو جہنم مین

عـه جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

عـه جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

عـه جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

عـه جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

عـه جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

عـه جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

عـه جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اکھٹا کرچکا کہ اب یہان تم لکھ دو اور تم سُنو ذق انک انت العزیز الکریم ○ آلہی اسلامی کلمہ پڑھنے والون کی آنکھیں کھول ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم مسلمان اگر قرآن عظیم کی اس نصیحت پر عمل کرین تو ابھی ابھی دیکھیں کہ امدا اللہ کے سب بازار ٹھنڈے ہوئے جاتے ہین ملک مین اونکے شور و شر کا نشان نہ رہیگا جہنم کے کُندے شیطان کے بندے آپس ہی مین ٹکرا ٹکرا کر سر پھوڑین گے اللہ و رسول و قرآن عظیم کی توہینون سے مسلمانون کا کلیجا پکانا چھوڑین گے اور اپنے گھر بیٹھکر بکے بھی تو مسلمانون کے کان تو ٹھنڈے رہین گے ای رب میرے توفیق دے وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وصلی اللہ تعالی علی سیدنا محمد والہ وصحبہ اجمعین خیر بات دُور پہنچی اور بحمد اللہ تعالی بسط نافع و ضروری تھی۔ کہنا یہ تھا کہ وسوسہ شیطان کا تیسرا علاج یہ ہے کہ ضبیث تو جھوٹا ہے امام ابو حازم کہ اجلہ ائمہ تابعین سے ہین اونکے پاس ایک شخص آکر شاکی ہوا کہ شیطان مجھے وسوسے میں ڈالتا ہے اور سب سے زیادہ سخت مجھپر یہ گزرتا ہے کہ آکر کہتا ہے تو نے اپنی عورت کو طلاق دیدی امام نے فوراً فرمایا کیا تو نے میرے پاس آکر میرے سامنے اپنی عورت کو طلاق نہ دی وہ گھبرا کر بولا خدا کی قسم مین نے کبھی آپکے پاس اوسے طلاق نہ دی فرمایا جس طرح میرے آگے قسم کھائی شیطان سے کیون نہین قسم کھا کر کہتا کہ وہ تیرا پیچھا چھوڑے اخرجہ ابو بکر بن ابی داود فی کتاب الوسوسۃ (۴) وسوسہ کا اتباع اپنے حول و قوت پر نظر سے ہوتا ہے ابلیس خیال ڈالتا ہے کہ تو نے یہ عمل کامل نہ کیا اسمین فلان نقص رہ گیا یہ اوسکی تکمیل کے خیال مین پڑتا ہے حالانکہ جتنا رخصت شرعیہ کے مطابق ہوگیا وہ بھی کامل و کافی ہے اکملیت کے درجات اکملون کے لائق ہین دشمن سے کہے کہ اپنی دلسوزی اوٹھا رکھے مجھے تو اتنا ہی ہو سکتا ہے ناقص ہے تو مین خود ناقص ہون اپنے لائق مین بجا لایا میرا مولی کریم ہے میرے عجز و ضعف پر رحم فرما کر اتنا ہی قبول فرمالیگا اوسکی عظمت کے لائق کون بجا لا سکتا ہے ○

بندہ ہمان بہ کہ ز تقصیر خویش ٭ عذر بدرگاہ خدا آورد ٭ ورنہ سزاوار خداوندیش ٭ کس نتواند کہ بجا آورد

علامہ محمد زرقانی رحمہ اللہ تعالی شرح مواہب لدنیہ شریف مین فرماتے ہین قال فی النصائح الوسوسۃ من آفات الطہارۃ واصلہا جہل بالسنۃ او خبال فی العقل ومتبعہا متکبر مدل بنفسہ سیئ الظن بعبادۃ اللہ تعالی معتمد علی عملہ معجب بہ وبقوتہ وعلاجہا بالتلہی عنہا الخ مولنا شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی شرح سفر السعادۃ مین فرماتے ہین۔

در دفع آن خاطر تکلف نمی بود و پے آن نرو ند و ہم بر رخصت عمل کنند و اگر شیطان بسیار مزاحمت شود و گوید کہ این عمل کہ تو کردی ناقص و نادرست ست بگو پذیرائے درگاہ حق سزاوار این ست نے برغم او بگوید کہ تو بر واز دست من زیادہ برین نمی آید و مولائے من کریم ست تعالی از من ہمین قدر پذیرد و فضل و رحمت وی واسع ست (۵) آخر الدواء الکی و آخر الحیل السیف یون بھی نہ گزرے تو کہے فرض کردم کہ میرا وضو ہوا میری نماز نہ سہی مگر مجھے تیرے زعم کے مطابق بے وضو یا ظہر کی تین رکعت پڑھنی گوارا ہے اور ای ملعون تیری اطاعت قبول نہین جب یون دلمین ٹھان لی وسوسہ کی جڑ کٹ جائیگی اور بعونہ تعالی دشمن ذلیل و خوار پسپا ہوگا یہی معنے ہین اوس ارشاد امام اجل مجاہد تلمیذ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہم کے کہ فرماتے لان اصلی وقد خرج منی شیئ احب الی من ان اطیع الشیطان

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مجھے بے وضو پڑھ لینی اس سے زیادہ پسند ہے کہ شیطان کی اطاعت کروں ذکرہ فی الحدیقۃ الندیۃ امام اجل قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ایک شخص نے شکایت کی کہ نماز میں مجھے بہت سہو ہوتا ہے سخت پریشان ہوتا ہوں فرمایا امض فی صلاتک فانہ لن یذھب ذلک عنک حتی تنصرف وانت تقول ما اتممت صلاتی اپنی نماز پڑھے جا کہ یہ شبہے دفع نہ ہوں گے جب تک تو یہ نہ کہے کہ ہاں میں نے نماز پوری نہ کی یعنی یوہیں سہی مگر میں تیری نہیں سنتا رواہ امام دار الھجرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی موطاہ مرقاۃ میں ہے المعنی لاتذھب عنک تلک الخطرات الشیطانیۃ حتی تفرغ من الصلٰوۃ وانت تقول للشیطان صدقت ما اتممت صلاتی لکن ما اقبل قولک ولا اتمھا ارغاما لک ونقضا لما اردتہ منی وھذا اصل عظیم لدفع الوساوس وقمع ھواجس الشیطان فی سائر الطاعات والحاصل ان الخلاص من الشیطان انما ھو بعون الرحمٰن والاعتصام بظواھر الشریعۃ وعدم الالتفات الی الخطرات والوساوس الذمیمۃ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم الحمد للہ یہ فتوٰی لاحول شریف پر تمام ہوا اس سوال کے متعلق کسی کتاب میں چند سطروں سے زائد نہ تھا خیال تھا کہ دو تین ورق لکھ دیے جائیں گے ولہذا ابتدا میں خطبہ بھی نہ لکھا مگر بہ فیض بارگاہ عالم پناہ سید العٰلمین **محمد رسول اللہ** صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جوش پر آیا فتوٰی ایک مبسوط رسالہ ہو گیا عظیم وجلیل فوائد جزیل پر مشتمل جو اس کے غیر میں نہ ملیں گے والحمد للہ رب العٰلمین بلکہ متعدد جگہ قلم روک لیا کہ طول زائد ہوتا اور ویسے مضامین سے ایک مستقل رسالہ بسط الیدین جس کا ذکر اوپر گزرا جدا کرلیا لہذا مناسب کہ اس کا تاریخی نام **بارق النور فی مقادیر ماء الطھور** ہو (۱۳۲۷ھ) اور خطبہ کہ سابقا نہ ہوا لاحقا مسطور ہو کہ النھایۃ ھی الرجوع الی البدایۃ اول بآخر نسبتے وارد فالحمد للہ الذی انزل من السماء ماء طھورا لیذھب عنا الرجس ویطھرنا بہ تطھیرا ووضع المیزان وقدر کل شیئ تقدیرا کی نختار العدل ونجتنب طرفیہ اسرافا وتقتیرا واطھر الصلٰوۃ واطیب السلام علی من ارسل بشیرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا فطھرنا بمیاہ فیضہ الھامر الماطر کثیرا غزیرا واذھب عنا ارجاس الکفر وانجاس الضلال بسحاب فضلہ المنھل ابدا کل حین وان ھلا کبیرا فصلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا امین وزدنا ولاجل العجل اذ کان تمیمۃ وطبع الفتاوی جار والطبع مشغول بشیون اھم عظیمۃ الاخطار مع ھجوم الھموم وجمود الذھن وخمود الافکار بقی خبایا المرام فی زوایا الکلام لاسیما اثنان **الاول** حدیث الغرفۃ وقد علمت ما فیہ من الاشکال فلو ارسلت الغرفۃ علی الجبھۃ کما ھو السنۃ فی فتاوی الامام قاضی خان وخزانۃ المفتین ان اراد غسل وجھہ یضع الماء علی جبینہ حتی ینحدر الماء الی اسفل الذقن ولا یضع علی خدہ ولا علی انفہ ولا یضرب علی جبینہ ضربا عنیفا اھ فمعلوم قطعا ان الماء لا یستوعب جمیع اجزاء الوجہ وان استقبل الماء فی مسیلہ فاخذہ بالید وامرھا علی اطراف الوجہ لم یکن غسلا کما قدمت من قبل نفسی لوضوحہ بشھادۃ العقل والتجربۃ ثم رأیتہ منصوصا علیہ فی الخلاصۃ والخزانۃ اذ یقولان الغسل مرۃ فریضۃ عندنا وان توضأ

مرۃ سابغۃ جاز وتفسیر السبوغ ان یصل الماء الی العضو ویسیل ویتقاطر منہ قطرات اما اذا افاض الماء علی راس العضو فقبل ان یصل الی المرفق او الکعب یمسك الماء ویمد بکفہ الی اخر العضو لایکون سبوغا اھ ھذا لفظ الخلاصۃ ولفظ خزانۃ المفتین الغسل مرۃ سابغۃ فریضۃ ثم ذکر مثلہ وزیادۃ **والثانی** روایۃ الحسن فی توزیع الماء علی الاعضاء وما استظہرت فی توجیہہ قبیل الامر الرابع فیعکرہ بعد ان یماسبوا سنۃ الاستنجاء ویترکوا ھذہ السنن التی کانہا للوضوء من الاجزاء لاسیما ولفظ الخلاصۃ فی اخر فصل الغسل والحاصل ان الرطل للاستنجاء والرطل للقدمین والرطل لسائر الاعضاء اھ ولفظ وجیز الکردری فی صدر فصل الوضوء رطل للاستنجاء واخر لغسل الرجل واخر لبقیۃ الاعضاء اھ فہذا ظاہر فی شمول الفم والانف فکذا الید ان الی الرسغین علی انك علمت بعد التسویۃ بین مجموع نفس الوجہ والیدین وبین القدمین فلیتأمل لعل اللہ یحدث بعد ذلك امرا وصلی اللہ تعالی علی اعظم الانبیاء قدرا وفخرا وعلی الہ وصحبہ واولیائہ وحزبہ اولی واخری وبارك وسلم واللہ سبحنہ وتعالی اعلم وعلمہ جل شانہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۸ از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان مبارک ۱۳۱۱ھ وبار دوم از ملک بنگال ضلع نواکھالی مقام ہتیام مرسلہ مولوی عباس علی عرف مولوی عبد السلام صاحب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالت جنابت میں ہاتھ دھو کر کلی کرکے کھانا کھانا کراہت رکھتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نہ۔ اور بغیر اسکے مکروہ۔ اور افضل تو یہ ہے کہ غسل ہی کرلے ورنہ وضو کہ جہاں جنب ہوتا ہے ملئکہ رحمت اوس مکان میں نہیں آتے کما نطقت بہ الاحادیث درمختار میں ہے لاباس باکل وشرب بعد مضمضۃ وغسل ید اما قبلہا فیکرہ للجنب اھ ملخصا۔ درمختار میں حاشیہ علامہ حلبی سے ہے وضوء الجنب لھذہ الاشیاء مستحب کوضوء المحدث۔ امام طحاوی شرح معانی الآثار میں مالك بن عبادہ غافقی رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی کہ انہوں نے حضور پرنور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو دیکھا کہ حاجت غسل میں کھانا تناول فرمایا انہوں نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے سامنے اسکا ذکر کیا فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کو اعتبار نہ آیا انہیں کھینچتے ہوئے بارگاہ انور میں حاضر لائے اور عرض کی یارسول اللہ یہ کہتے ہیں کہ حضور نے بحال جنابت کھانا تناول کیا۔ فرمایا نعم اذا توضأت اکلت وشربت ولکنی لااصلی ولااقرء حتی اغتسل ہاں جب میں وضو فرمالوں تو کھاتا پیتا ہوں مگر نماز وقرآن بے نہائے نہیں پڑھتا واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۱۹ غرہ شعبان ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ حالت ناپاکی میں مسجد میں جانا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

https://www.facebook.com/darahlesunnat

حرام ہی مگر بضرورت شدیدہ کہ نہانے کی ضرورت ہی اور ڈول رسی اندر رکھا ہی اور یہ اوسکے سوا کوئی سامان کر نہین سکتا نہ کوئی اندر سے لا دینے والا ہی یا کسی دشمن سے خائف ہی اور مسجد کے سوا جائے پناہ نہین اور نہانے کی مہلت نہین ایسی حالتون مین تیمم کرکے جا سکتا ہی صورت اولے مین صرف اتنی دیر کے لیے کہ ڈول رسی لے آئے اور صورت ثانیہ مین جبتک وہ خوف باقی ہے اقول بلکہ صورت ثانیہ مین اگر دشمن سر پر آگیا تیمم کی بھی مہلت نہین تو بے تیمم چلا جائے اور کواڑ بند کرنے کے بعد تیمم کرلے فان المحققین اذا اجتمعا قدم حق العبد لافتقارہ وغنی المولی تعالیٰ صرف اس ضرورت کے لیے کہ گرم پانی سقائے مین ہی اور سقایہ مسجد کے اندر ہی باہر تازہ پانی موجود ہی گرم پانی لینے کو بے غسل مسجد مین جانا جائز نہین مگر وہی ضرورت کی حالت مین کہ اگر تازہ پانی سے نہائیگا تو صحیح تجربے یا طبیب حاذق مسلم غیر فاسق کے بتانے سے معلوم ہی کہ بیمار ہو جائیگا یا مرض بڑھ جائیگا اور باہر کہین گرم پانی کا سامان نہین کر سکتا نہ اندر سے کوئی لا دینے والا ہی تو تیمم کرکے اندر جا کر لا سکتا ہی

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰ ۱۰ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ مسلمان کو نہانے کی حاجت ہو اوس حالت مین مسجد کے لوٹے وغیرہ کو ناپاک ہاتھ سے چھونا جائز ہی یا نہین

الجواب

ہاتھ پر اگر کوئی نجاست لگی ہی کہ ہاتھ سے چھوٹ کر لگ جائیگی تو چھونا جائز نہین اگرچہ لوٹا مسجد کا ہو یا کسی دوسرے شخص کا بلکہ خود اپنی ملک ہو کہ بلا ضرورت پاک شے کو ناپاک کرنا ناجائز و گناہ ہی بحر الرائق سعف ما استعمل مین ہے انہ یحرم تنجیس الطاہر حرام اور اگر کوئی نجاست نہین صرف نہانے کی حاجت ہی تو جائز ہی اگرچہ ہاتھ یا لوٹا تر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱ از پیلی بھیت محلہ پنجابیان مرسلہ شیخ عبد العزیز صاحب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہین علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل مین اول یہ کہ سوا مصحف خاص کے کہ جسکے چھونے کی جنب اور محدث کے حق مین شریعت سے ممانعت صریح واقع ہوئی ہی بعض مصاحف اس قسم کے رائج ہوئے ہین کہ اونمین علاوہ نظم قرآن شریف کے دیگر مضامین بھی شامل ہوتے ہین چنانچہ بعض قسم اوسکی مترجم ہین کہ بین السطور ترجمہ فارسی یا اردو کا ہوتا ہی۔ اور بعض مترجم کے حواشی پر کچھ کچھ فوائد بھی متعلق ترجمہ کے ثبت ہوتے ہین بلکہ بعض مین فوائد متعلق قراءت اور رسم خط وغیرہ بھی درج ہوتے ہین اور بعض اقسام مترجم کے حاشیون پر کوئی کوئی تفسیر بھی چڑھی ہوتی ہی بعض پر عربی مثل جلالین وغیرہ کے اور بعض مین فارسی اور اردو مثل حسینی وغیرہ کے چڑھائے ہین علی ہذا القیاس اس قسم کے مصاحف کے مس کرنیکا حکم بھی حق جنب ومحدث کے حرام ہی یا مکروہ اور بصورت کراہت تحریمی ہوگی یا تنزیہی یا جائز بلا کراہت ہی بینوا توجروا

الجواب

مصحف کو مصحف چھونا مطلقاً حرام ہے خواہ اوسمیں صرف نظم قرآن عظیم مکتوب ہو یا اوسکے ساتھ ترجمہ وتفسیر ورسم خط وغیرہا بھی کہ انکے لکھنے سے نام مصحف زائل نہ ہوگا آخر اوسے قرآن مجید ہی کہا جائیگا ترجمہ یا تفسیر یا اور کوئی نام نہ رکھا جائیگا یہ زوائد قرآن عظیم کے توابع ہیں اور مصحف شریف سے جدا نہیں ولہٰذا (ف۱) حاشیہ مصحف کی بیاض سادہ کو چھونا بھی ناجائز ہوا بلکہ پٹھون کو بھی بلکہ چولی پر سے بھی بلکہ ترجمہ (ف۲) کا چھونا خود بھی ممنوع ہے اگرچہ قرآن مجید سے جدا لکھا ہو ہندیہ میں ہے منها حرمة مس المصحف لا يجوز لهما وللجنب والمحدث مس المصحف الا بغلاف متجاف عنه كالخريطة والجلد الغير المشرز لا بما هو متصل به هو الصحيح هكذا في الهداية وعليه الفتوى كذا في الجوهرة النيرة والصحيح منع مس حواشي المصحف والبياض الذي لا كتابة عليه هكذا في التبيين اوسی میں ہے لو كان القرآن مكتوبا بالفارسية يكره لهم مسه عند ابي حنيفة وهكذا عندهما على الصحيح هكذا في الخلاصة درمختار میں ہے ولو مكتوبا بالفارسية في الاصح الا بغلافه المنفصل ردالمحتار میں ہے دون المتصل كالجلد المشرز هو الصحيح وعليه الفتوى لان الجلد تبع سراج اوسی میں ہے (ف۳) في السراج عن الايضاح ان كتب التفسير لا يجوز مس موضع القرآن منها وله ان يمس غيره وكذا كتب الفقه اذا كان فيها شيء من القرآن بخلاف المصحف فان الكل فيه تبع للقرآن اھ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	مسئلہ ۲۲ — ۲۲ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ	نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جنب کو کلام اللہ شریف کی پوری آیت پڑھنی ناجائز ہے یا آیت سے کم بھی مثلاً کسی مہم کام کے لیے حسبنا اللہ ونعم الوکیل یا کسی تکلیف پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ سکتا ہے کہ یہ پوری آیتیں نہیں آیتوں کے ٹکڑے ہیں یا اسقدر کی بھی اجازت نہیں بینوا توجروا

الجواب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد المنزل كتابه فتمدح بمنعه فحرم قراءته حال الجنابة والصلاة والسلام على منزل عليه خطابه وطهر جنابه وعلى الآل والصحابة ولمنة الاجابة

اولاً یہ معلوم رہے کہ قرآن عظیم کی وہ آیات جو ذکر وثنا ومناجات و دعا ہوں اگرچہ پوری آیت ہو جیسے آیۃ الکرسی بلکہ متعدد آیات کاملہ جیسے سورۂ حشر شریف کی اخیر تین آیتیں هو الله الذي لا اله الا هو عالم الغيب والشهادة سے آخر سورت تک بلکہ پوری سورت جیسے الحمد شریف بہ نیت ذکر و دعا بے نیت تلاوت پڑھنا جنب و حائض و نفسا سب کو جائز ہے اسی لیے کھانے یا سبق کی ابتدا میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ سکتے ہیں اگرچہ یہ ایک آیت مستقلہ ہے کہ اس سے مقصود تبرک و استفتاح ہوتا ہے نہ تلاوت تو حسبنا اللہ ونعم الوکیل اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہ کسی مہم یا مصیبت پر بہ نیت ذکر و دعا نہ بہ نیت تلاوت قرآن پڑھے جاتے ہیں اگر پوری آیت بھی ہوتی تو مضائقہ نہ تھا جسطرح کسی چیز کے گمنے پر عسى ربنا ان يبدلنا خيرا منها انا الى ربنا راغبون کہنا۔ بحر میں بعد ذکر مسائل ممانعت ہے هذا كله اذا

ف۱ مسئلہ: بے وضو آیت کو چھونا تو خود ہی حرام ہے اگرچہ آیت کسی اور کتاب میں لکھی ہو مگر قرآن مجید کے سادہ حاشیہ پٹھوں بلکہ چولی کا بھی چھونا حرام ہے جزدان میں ہو تو جزدان کے ساتھ لگا سکتا ہے۔

ف۲ مسئلہ: ترجمہ قرآن مجید سے جدا لکھا ہو تو اسے بھی چھونا منع ہے۔

ف۳ مسئلہ: کتب تفسیر و فقہ میں جہاں آیت لکھی ہو خاص اس جگہ کا چھونا حرام ہے۔

جو آیت ذکر یا دعا ہو جنب و حائض بہ نیت ذکر و دعا پڑھ سکتے ہیں جیسے الحمد و آیۃ الکرسی۔

قرأ علی قصد انہ قراٰن امااذا قرأہ علی قصد الثناء اوافتتاح امر لایمنع فی اصح الروایات وفی التسمیۃ اتفاق انہ لایمنع اذاکان علی قصد الثناء اوافتتاح امر کذا فی الخلاصۃ وفی العیون لابی اللیث ولوانہ قرأ الفاتحۃ علی سبیل الدعاء او شیئا من الایات التی فیہا معنی الدعاء ولم یرد بہ القراءۃ فلاباس بہ اھ واختارہ الحلوانی وذکر فی غایۃ البیان انہ المختار ہاں آیۃ الکرسی یا سورۂ فاتحہ اور انکے مثل ایسی قرا ءت کہ سننے والا جسے قرآن سمجھے ادن عوام کے سامنے جنکو اسکا جنب ہونا معلوم ہو بآواز بہ نیت ثنا ودعا بھی پڑھنا مناسب نہیں کہ کہیں وہ بحال جنابت تلاوت جائز نہ سمجھ لیں یا اسکا عدم جواز جانتے ہوں تو اسپر گناہ کی تہمت رکھیں وھذا معنی ماقال الامام الفقیہ ابوجعفر الھندوانی لاافتی بھذا وان روی عن ابی حنیفۃ اھ قالہ فی الفاتحۃ قال الشیخ اسمعیل بن عبد الغنی النابلسی والد السید العارف عبد الغنی النابلسی فی حاشیتہ علی الدرر لم یرد الھندوانی رد ھذہ الروایۃ بل قال ذلک لمایتبادر الی ذھن من یسمعہ من الجنب من غیر اطلاع علی نیتہ قائلہ من جوازہ منہ وکم من قول صحیح لایفتی بہ خوفا من محذور اٰخر ولم یقل لااعمل بہ کیف وھو مروی عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی اھ **اقول** [۱۵۰] وقیدت بالجھر وکونہ عند من یعلم من العوام انہ جنب لان المحذور انما یتوقع فیہ وھذا الحمل حسن جدا ومابحث البحر تبعا للحلیۃ فی جوابہ فمما احلی قول الشیخ اسمعیل انہ مروی عن الامام وکیف یردہ ماقالت حذام **ثانیا** [ف۱] آیت طویلہ کا پارہ کہ ایک آیت کے برابر ہو جس سے نماز میں فرض قراءت مذہب سیدنا امام اعظم کی روایت مصححہ پر ادا ہوجائے جسکے پڑھنے والے کو عرفاً تالی قرآن کہیں جنب کو بہ نیت قرآن اوس سے ممانعت محل منازعت ہونی چاہیے **اقول** [۱۵۱] کیف وھو قراٰن حقیقۃ وعرفا فیشملہ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایقرء الجنب ولاالحائض شیئا من القراٰن رواہ الترمذی وابن ماجۃ وحسنہ المنذری وصححہ النووی کمافی الحلیۃ قطعا کون کہہ سکتا ہے کہ آیہ مداینت کے اول سے یایھا الذین اٰمنوا یا آخر سے لفظ علیم چھوڑ کر ایک صفحہ بھر سے زائد کلام اللہ بہ نیت کلام اللہ پڑھنے کی جنب کو اجازت ہے ردالمحتار میں ہے لوکانت طویلۃ کان بعضھا کایۃ لانھا تعدل ثلث ایات ذکرہ فی الحلیۃ عن شرح الجامع لفخر الاسلام اھ **اقول** [۱۵۱] ذھب قدس سرہ الی مصطلح الفقہاء ان الطویلۃ ھی التی یتأدی بھا واجب ضم السورۃ وھی التی تعدل ثلث ایات ولکن ارادۃ [ف۲] ھذا المعنی غیر لازم ھھنا اذ المناط کون المقروء قدر ما یتأدی بہ فرض القراءۃ عند الامام وھو الذی یعدل اٰیۃ فلوکانت اٰیۃ تعدل اٰیتین عدل نصفھا اٰیۃ فینبغی ان یدخل تحت النھی قطعا وقس علیہ وکیف [۱۵۲] یستقیم [ف۳] ان لایجوز تلاوۃ ثلث اٰیۃ تعدل ثلث اٰیات لکونہ یعدل اٰیۃ ویجوز تلاوۃ اٰیۃ تعدل اٰیتین بترک حرف منھا مع انہ یقرب قدر اٰیتین فتبصر ہاں جو پارہ [ف۴] آیت ایسا قلیل ہو کہ عرفاً اوسکے پڑھنے کو قراءت قرآن نہ سمجھیں اوس سے فرض قراءت یک آیت ادا نہ ہوا اوسکے بہ نیت قرآن پڑھنے میں اختلاف ہے امام کرخی منع فرماتے ہیں امام ملک العلماء نے بدائع اور امام قاضی خان نے شرح جامع صغیر اور امام برہان الدین صاحب ہدایہ نے کتاب التجنیس والمزید اور امام عبدالرشید ولوالجی نے

ف۱: مسئلہ: ... اگر ایک چھوٹی آیت کے برابر ہو بہ نیت قرآن پڑھنا جنب و حائض کو بالاتفاق منع ہے۔

ف۲: تطفل ۲۹۵ علی الامام الجلیل فخر الاسلام ثم الحلیۃ و ش۔

ایک حرف کی بھی جنب و حائض کو اجازت نہیں۔

ف۳: تطفل ۲۹۶ آخر علیہم۔

ف۴: مسئلہ: صحیح یہ ہے کہ بہ نیت قرآن ...

اپنے مختارات میں اسکی تصحیح فرمائی ہدایہ وکافی وغیرہما میں اسی کو قوی کہا در مختار میں اسی کو مختار کہا حلیہ و بحر میں اسی کو ترجیح دی تحفہ و بدائع میں اسی کو قول عامہ مشائخ بتایا امام طحاوی اسی طرف گئے ہیں خلاصہ کی فصل حادی عشر فی القراءۃ میں اسکی تصحیح کی امام فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر اور امام رضی الدین سرخسی نے محیط پھر محقق علی الاطلاق نے فتح میں اسکی توجیہ کی اور زاہدی نے اسکو اکثر کی طرف نسبت کیا غرض یہ دو قول مرجح ہیں **اقول** اور اول یعنی ممانعت ہی بوجوہ اقوی ہے **اولا** اکثر تصحیحات اوسی طرف ہیں **ثانیا** اوس کے مصححین کی جلالت قدر جنمیں امام فقیہ النفس جیسے اکابر ہیں جنکی نسبت تصریح ہے کہ اونکی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے **ثالثا** اوسی میں احتیاط زیادہ اور وہی قرآن عظیم کی تعظیم تام سے اقرب **رابعا** اکثر ائمہ اوسی طرف ہیں اور قاعدہ ہے کہ العمل بما علیہ الاکثر اور زاہدی کی نقل امام اجل علاء الدین صاحب تحفۃ الفقہاء وامام اجل ملک العلماء صاحب بدائع کی نقل کے معارض نہیں ہوسکتی **خامسا** اطلاق احادیث بھی اوسی طرف ہے کہ فرمایا جنب وحائض قرآن میں سے کچھ نہ پڑھیں **سادسا** خاص جزئیہ کی تصریح میں امیر المؤمنین مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ کا ارشاد موجود کہ فرماتے ہیں اقرؤا القران مالم یصب احدکم جنابۃ فان اصابتہ فلا ولا حرفا واحدا قرآن پڑھو جبتک تمہیں نہانے کی حاجت نہ ہو اور جب حاجت غسل ہو تو قرآن کا ایک حرف بھی نہ پڑھو رواہ الدارقطنی وقال ھو صحیح عن علی رضی اللہ تعالی عنہ **سابعا** وہی ظاہر الروایۃ کا مفاد ہے امام قاضی خان شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں لم یفصل فی الکتاب بین الایۃ ومادونہا وھو الصحیح اھ بخلاف قول دوم کہ روایت نوادر ہے رواھا ابن سماعۃ عن الامام رضی اللہ تعالی عنہ کما ذکرہ الزاھدی **ثامنا** قوت دلیل بھی اسی طرف ہے تو اسی پر اعتماد واجب ویظھر ذلک بالکلام علی ما استدل لروایۃ الامام الطحاوی فاعلم انہ وجھہ رضی الدین فی محیطہ والامام فخر الاسلام فی شرح الجامع الصغیر بان النظم والمعنی یقصر فیما دون الایۃ ویجری مثلہ فی محاورات الناس وکلامھم فتمکنت فیہ شبھۃ عدم القران ولھذا لاتجوز الصلوۃ بہ اھ **اقول اولا** (ف۱) لم یصل فہمی القاصر الی قصور النظم والمعنی فیما دون الایۃ فبعض ایۃ ربما یکون جملۃ تامۃ مستقلۃ بالافادۃ کقولہ تعالی واصبر وایۃ تامۃ لاتکون کذلک کقولہ تعالی اذا جاء نصر اللہ والفتح○ ھذا فی المعنی والنظم یتبعہ وان ارید القصر ای فلیس الا نحو اقصر سورۃ لاکل ایۃ فلیتہ فانما ورد بہ التحدی قولہ تعالی فاتوا بسورۃ من مثلہ **وثانیا** (ف۲) رب ایۃ تامۃ تجری الفاظھا علی الالسنۃ فی محاورات الناس کقولہ تعالی ثم نظر○ وقولہ تعالی لم یلد○ وقولہ تعالی ولم یولد○ علی انھما ایتان وقولہ تعالی مدھامتان○ **وثالثا** (ف۳) جریانہ فی محاورات الناس انما یورث الاشتباہ علی السامع انہ یجری علی لسانہ نفسہ موافقا لفظہ نظم القران اوقصد قراءۃ القران فتتمکن الشبھۃ عند السامع اما ھو فالانسان علی نفسہ بصیرۃ فاذا قصد التلاوۃ فلا معنی للاشتباہ عندہ وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی والاشتباہ عند السامع لاینفی مایعلمہ من نفسہ وکانہ لاجل ھذا عدل المحقق علی الاطلاق فی الفتح عن ھذا التقریر واقتصر علی ماحط علیہ

ف۱: تطفل ثالث علی الامام فخر الاسلام وعلی الامام رضی الدین السرخسی
ف۲: تطفل رابع علیہما ثانیا علی السرخسی
ف۳: تطفل خامس علیہما ثالثا علی السرخسی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

كلامهما اخر وهو عدم جواز الصلاة به حيث قال وجهه ان مادون الاية لايعد به قارئا قال تعالى فاقرؤا ماتيسر من القران كما قال صلى الله تعالى عليه وسلم لايقرء الجنب القران فكما لايعد قارئا بمادون الاية حتى لاتجوز بها الصلاة كذا لايعد بها قارئا فلا يحرم على الجنب والحائض اھ ويرده المحقق الحلبی فی الحلية تبعا للامام النسفی فی الكافی باطلاق الحديث من دون فصل بين قليل وكثير قال وهو تعليل فی مقابلة النص فيرد ولان شيئا نكرة فی موضع النفی فتعم ومادون الاية قران فيمتنع كالاية اھ وتبعهما البحر ثم ش ورأيتنی علقت عليه مانصه اقول ف۱ المحقق لايقيس المسألة على المسألة بل يريد ان الاحاديث انما حرمت على الجنب قراءة القران وقد علمنا ان قراءة مادون الاية لاتعد قراءة القران شرعا والا لجازت به الصلاة لان قوله تعالى فاقرؤا ماتيسر من القران قد فرض القراءة من دون فصل بين قليل وكثير مع تاكيد الاطلاق بما تيسر وحينئذ لاحجة لكم فی اطلاق الاحاديث فافهم اھ ثم لما قال الدر لو قصد التعليم ولقن كلمة كلمة حل فی الاصح وكتب عليه ش هذا على قول الكرخی وعلى قول الطحاوی تعلم نصف اية نهاية وغيرها ونظر فيه فی البحر بان الكرخی قال باستواء الاية ومادونها فی المنع واجاب فی النهر بان مراده بمادونها مابه يسمی قارئا وبالتعليم كلمة كلمة لايعد قارئا اھ وكتبت عليها اقول ف۲ هذا يؤيد كلام المحقق فانكم ايضا تنظرون ههنا الی ان الاحاديث لم تفصل بين القليل والكثير وانما مفزعكم فيه الی ان من قرأ كلمة لايعد قارئا مع ان تلك الكلمة ايضا بعض القران قطعا فكذلك هم يقولون ان من قرأ مادون الاية لايعد قارئا ايضا والا لكان ممتثلا لقوله تعالى فاقرؤا ماتيسر منه ولزم جواز الصلاة بمادون الاية بالمعنی المذكور وهو خلاف ما اجمعنا عليه اھ ثم لما قال ش لبقی مالو كانت الكلمة اية كص وق نقل نوح افندی عن بعضهم انه ينبغی الجواز اقول وينبغی عدمه فی مدهامّتان تامل اھ كتبت عليه اقول ف۳ وجهه على ذلك ظاهر فانه لايعد بهذا قارئا والا لجازت الصلاة به وبه يظهر وجه مابحث العلامة المحشی فی مدهامتان فانه تجوز به الصلاة عند الامام على مامشی عليه ملك العلماء فی البدائع والامام الاسبيجابی فی شرح المختصر وشرح الجامع الصغير من دون حكاية خلاف فيه على مذهب الامام رضی الله تعالى عنه وكل ذلك يؤيد ماقدمنا فی تقرير كلام المحقق اھ ماعلقت عليه وهذا كله كلام معهم على ماقرروا وانا اقول ف۴ وبالله التوفيق انما توجه هذا على كلام النهر و ش لانهما حملا مذهب الكرخی على ماال به الی قول الطحاوی فانا اثبتنا عرش التحقيق ان ما لايعد به قارئا لايجوز وانا ولو بعض اية وقد شهد به كلام اولئك الاعلام الثلثة الموجهين قول ابی جعفر كما سمعت وهذا فخر الاسلام المختار قوله مصرحا بعدم جواز بعض اية طويلة يكون كاية فاذا كان ابو الحسن ايضا انما يمنع الا مايعد به قارئا لم يبق الخلاف فالصحيح مانص عليه فی الحلية وتبعه البحر ان منع الكرخی مبنی على اصل فتاره ساله وهو ضده الطلاقة بعد ان تكون القراءة بقصد القران وقد

ف۱: تطفل على الحلية والبحر وش

ف۲: تطفل على النهر وش

ف۳: معروضة اخرى على العلامة ش

ف۴: تطفل اخر على النهر وثالث على العلامة ش

نص امير المؤمنين المرتضى رضى الله تعالى عنه والاحرفا واحدا قال فى الحلية المذكور فى النهاية وغيرها اذا حاضت المعلمة فينبغى لها ان تعلم الصبيان كلمة كلمة وتقطع بين الكلمتين على قول الكرخى وعلى قول الطحاوى تعلم نصف اية انتهى قال قلت وفى التفريع المذكور على قول الكرخى نظر فانه قائل باستواء الاية ومادونها فى المنع اذا كان بقصد القران كما تقدم فهى حينئذ عنده ممنوعة من ذكر الكلمة بقصد القران لصدق مادون الاية عليها فهذا اذا لم تكن الكلمة اية فان كانت فهو ممتاز فى المنع اظهر فان قلت لعل مراد هذا القائل التعليم المذكور بنية غير قراءة القران قلت ظاهر ان الكرخى حينئذ ليس يشترط ان يكون ذلك كلمة كلمة بل يجيزه ولو اكثر من نصف اية بعد ان لا يكون اية نعم لعل التقييد بالكلمة لكونه الغالب فى التعليم اولان الضرورة تندفع فلا حاجة الى فتح باب المزيد عليه اھ **اقول** ف۱ عليه ثالث مثل الاول او احسن وهو ان المركب من كلمتين ربما لا تجرد فيه نية غير القران كقوله تعالى انا الله وقوله تعالى فاعبدنى وقوله تعالى عصى ادم فان من قاله فى غير التلاوة فقد غوى بخلاف المفردات القرانية فليس شئ منها بحيث يتعين للقرانية ولا يصلح للدخول فى مجارى المحاورات الانسانية فذكر ما هو اعم واكفى ولا يحتاج الى ادراك المعنى ولا غائلة فيه اصلا حتى للجهال لاسيما النساء المخدرات فى الحجال وهذا كما ترى كلام حسن من الحسن بمكان غير انى **اقول** ف لا وجه لقوله بعد ان لا يكون اية فان ما كان بنية غير القران لا يتقيد بما دون اية كما تقدم وكل من اية ومادونها قد يصلح لنية غيره وقد لا كاية الكرسى والابعاض التى تلونا فاصلح الفواتح وما لا فلا ولو دونها وما بحث فى الفاتحة وعدم تغيرها بنية الثناء والدعاء ان الخصوصية القرانية لازمة لها قطعا كيف لا وهو معجز يقع به التحدى فلا يجرى فى كل اية كما لا يخفى فلا ادرى ما الحامل له على التقييد بها مع انه هو الناقل عن الخلاصة معتمدا عليه جواز مثل ثم نظروا لم يرد ثم بحثه فى مثل الفاتحة وان كان له تمام مسك فما كان يبحث ان يقضى على النص ثم ما ذكره ههنا سؤالا وترجيا ان مراد الكرخى فى التعليم ما اذا نوى غير القران قد جزم به من قبل قائلا ينبغى ان يشترط فيه (اى فى التعليم) ايضا عدم نية القران لما سنذكره عن قريب معنى واثرا اھ ونقل عن قول الماتن لا يكره التهجى بالقران والتعليم للصبيان حرفا حرفا هذا فيما يظهر اذا لم ينو به القران اما اذا نواه به فانه يكره اھ **اقول** وهذا هو الحق الناصع فمجرد نية التعليم غير مغير فان تعليم شئ الا القارئ على غيره ليحصل له العلم به فاذا قرأ ونوى تعليم القران فقد اراد قراءة القران ليلقيه ويلقنه فنية التعليم لا تغيره بل تقرره فما وقع فى الدر المختار من عده نية التعليم فى نيات غير القران ليس فى محله فليتنبه فان قلت نية التعليم ان لم تكن مغيرة فما بال فتح المصلى على غير امامه يفسد صلاته وما هو الا التعليم وقراءة القران لا تفسد الصلاة **قلت** ليس الفساد لان القران تغير بنية الفتح بل لان الفتح على غير الامام ليس من اعمال الصلاة وهو عمل كثير فيفسد الا ترى ان المصلى ان قيل له اقرا اية كذا فقرأ امتثالا لامره فسدت صلاته مع انه انما يقرأ

ف: تطفل على الحلية

ف: تطفل اخر عليها

ف: مسئلہ

ف: تطفل على الدر المختار

ف: مسئلہ

ف: مسئلہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الا القراٰن وباللّٰه التوفیق بقی الکلام علی توجیہ الامام ابن الھمام وما ذکرنا لہ من تقریر المرام فلنعم الجواب عنہ ما نقلہ فی الحلیۃ بعد الجواب الاول المذکور اذ قال مع انہ قد یجیب ایضا بالاخذ بالاحتیاط فیھما وھو عدم الجواز فی الصلاۃ والمنع للجنب ا ھ

اقول [۲۶۲] ف۱ تقریرہ ان الامام وصاحبیہ رضی اللّٰه تعالٰی عنھم اختلفوا فی فرض القراءۃ فقالا ثلث قصار او اٰیۃ طویلۃ ای ما یعدل ثلثا لانہ لایسمی فی العرف قارئا بدونہ وقال بل اٰیۃ ای اذا لم تکن مما یجری فی تحاور الناس ویشبہ تکلمھم فیما بینھم کثم نظر فانھا اذا کانت کذلک یعد قارئا عرفا بخلاف مادون الاٰیۃ بالمعنی الذی اعطینا من قبل فھو وان کان بہ قارئا حقیقۃ لایعد قارئا عرفا فتطرقت الشبھۃ فی براءۃ الذمۃ من قبل العرف ھکذا قررہ ھذا المحقق لنفسہ وقال قولہ تعالٰی ماتیسر مقتضاہ الجواز بدون الاٰیۃ وھو قول ابن عباس فانہ قال اقرأ ما تیسر معک من القراٰن ولیس شیئ من القراٰن بقلیل الا ان مادون الاٰیۃ خارج من النص اذ المطلق ینصرف الی الکامل فی الماھیۃ ولایجزم بکونہ قارئا عرفا بہ فلم یخرج عن عھدۃ ما لزمہ بیقین اذ لم یجزم بکونہ من افرادہ فلم تبرء بہ الذمۃ خصوصا والموضع موضع الاحتیاط بخلاف الاٰیۃ اذ یطلق علیہ قارئا بھا فالخلاف (ای بین الامام وصاحبیہ) مبنی علی الخلاف فی قیام العرف فی عدہ قارئا بالقصیرۃ قال الا وھو یمنع وفی الاسرار ما قالاہ احتیاط فان قولہ لم یلد ثم نظر لایتعارف قراٰنا وھو قراٰن حقیقۃ فمن حیث الحقیقۃ حرم علی الحائض والجنب ومن حیث العرف لم تجز الصلاۃ بہ احتیاطا فیھما اھ مختصرا فعدم تناول الاطلاق مادون الاٰیۃ فی قولہ تعالٰی فاقرءوا ماتیسر من القراٰن لایستلزم عدم تناولہ لہ فی قولہ صلی اللّٰه تعالٰی علیہ وسلم لایقرء الجنب ولا الحائض شیئا من القراٰن بل قضیۃ الدلیل ھو التناول ھٰھنا والخروج ثمہ ثم اقول [۲۶۳] ف۲ لایخفی علیک ان لو بنی الامر ھٰھنا علی ما یعد بہ قارئا عرفا لزم ان یحل عند الصاحبین للجنب والحائض قراءۃ مادون ثلث اٰیات بنیۃ القراٰن ولا قائل بہ فتحقق ان قول الکرخی ھو الارجح روایۃ ودرایۃ وللّٰه الحمد ولی الھدایۃ ولکن العجب من المحقق الحلبی کتبت ھذا ثم رأیت فی غنیتہ مال الی ما قلت ان لا قائل بہ حیث قال وینبغی ان تقیید الاٰیۃ بالقصیرۃ التی لیس مادونھا مقدار ثلث اٰیات قصار فانہ اذا قرأ مقدار سورۃ الکوثر یعد قارئا وان کان دون اٰیۃ حتی جازت بہ الصلاۃ واما علی وجہ الدعاء والثناء فلانہ لیس بقراٰن لان الاعمال بالنیات والالفاظ محتملۃ فتعتبر النیۃ ولذا لو قرأ ذلک فی الصلاۃ بنیۃ الدعاء والثناء لاتصح بہ الصلاۃ ا ھ اقول [۲۶۴] ف۳ ولا اولا قد بحثہ علی خلاف المنصوص فی شرح الجامع الصغیر للامام فخر الاسلام فانہ اعتبر کون بعضھا کاٰیۃ لاکثلث کما تقدم وثانیا [۲۶۵] ف۴ عدل عن قول الامام الی قولھما فی افتراض ثلث فان راعی الاحتیاط لما مر عن الاسرار ان ما قالاہ احتیاط فتقدم عن الاسرار نفسہا ان ذلک فی الصلاۃ اما فی مسألۃ الجنب فالاحتیاط فی المنع وقد نقلہ ھکذا فی الغنیۃ وثالثا ماذکر من عدم الاجزاء اذا قرأ فی الصلاۃ بنیۃ الثناء خلاف المنصوص ایضا ففی البحر عن التوشیح عن الامام الناصحی اذا قرأ الفاتحۃ فی الاولیین

ف۱ تطفل ۲۶۲ علی الفتح
ف۲ تطفل ۲۶۳ علی الغنیۃ
ف۳ تطفل ۲۶۴ اٰخر علیھا
ف۴ تطفل ۲۶۵ ثالث علیھا
ف۵ مسئلہ: نماز میں سورہ فاتحہ یا سورت پڑھی اور قراءت کی نیت نہ کی دعا وثنا کی نیت کی جب بھی نماز ہوجائے گی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بنیۃ الدعاء نصوا علی انہا مجزئۃ اھ وعن التجنیس اذا قرأ فی الصلٰوۃ فاتحۃ الکتاب علی قصد الثناء جازت صلاتہ لانہ وجد القراءۃ فی محلہا فلا یتغیر حکمہا بقصدہ اھ ومثلہ فی الذخیرۃ نقل فی البحر عن القنیۃ انہا ذکرت فیہ خلافا ورقمت لشرح شمس الائمۃ انہا لا تنوب عن القراءۃ اھ وانت تعلم ان القنیۃ لا تعارض المعتمدات والزاھدی غیر موثوق بہ فی نقلہ ایضا کما نصوا علیہ واللہ تعالٰی اعلم تنبیہ یوں امام فقیہ ابو اللیث کی عبارت کہ صدر کلام میں گزری جسمیں فرمایا تھا کہ فاتحہ وغیرہ آیات دعا بہ نیت دعا پڑھنے میں حرج نہیں نہر الفائق میں اوس سے یہ استنباط فرمایا کہ یہ حکم صرف اونھیں آیات سے خاص ہے جنمیں معنی دعا و ثنا ہوں ورنہ مثلاً سورہ لہب وغیرہا اگر بہ نیت غیر قرآن پڑھے تو ظاہراً روا نہ ہونا چاہیے حیث قال ظاھر التقیید بالایات التی فیہا معنی الدعاء یفہم ان مالیس کذٰلک کسورۃ ابی لھب لا یؤثر فیہا قصد غیر القرانیۃ لکنی لم ار التصریح بہ فی کلامہم علامہ شامی نے منحۃ الخالق ورد المحتار میں اسکی تائید فرمائی کہ قد صرحوا بان مفاھیم الکتب حجۃ اھ ولفظ المنحۃ للمفہوم معتبر مسلم یصرح بخلافہ اھ **اقول** [ف۱] **اولاً** خلاصہ و بزازیہ وبحر میں ہے وھذا لفظ الوجیز اما اذا قصد الثناء او افتتاح امر لا فی الصحیح درمختار میں ہے فلو قصد الدعاء او الثناء او افتتاح امر حل یہاں تو کہہ سکتے ہیں کہ بعد تخصیص افتتاح کا حاصل دعا و ثنا سے جدا نہ ہوگا مگر خلاصہ وحلیہ و بحر میں ہے وحرمۃ قراءۃ القران (ای من احکام الحیض) الا اذا کانت ایۃ قصیرۃ تجری علی اللسان عند الکلام کقولہ ثم نظر او لم یولد اھ یعنی جبکہ قراءت قرآن کی نیت نہ ہو اور اپنے کلام میں پوری آیت سے موافقت واقع ہوجائے مثلاً زید کی حکایت حال میں کہا ثم نظر یا کسی نے ہندہ کے حمل کو پوچھا کہ پیدا ہوا کہا ما وضع ولم یولد بعد تو اس میں حرج نہیں۔ اگرچہ ثم نظر بالاتفاق اور ولم یولد علی الخلاف پوری آیتیں ہیں اسلیے کہ بہ نیت قرآن نہ کہی گئیں یہاں سے صراحۃً ظاہر کہ جواز کیلیے عدم نیت قرآن کافی ہے خاص نیت دعا یا ثنا ضرور نہیں کہ ان صورتوں میں دعا و ثنا کہاں یونہیں اگر نقل حدیث میں کہا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اسکے جواز میں بھی شبہ نہیں اگرچہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ضرور قرآن عظیم ہے اور یہاں نام اقدس مقصود ہے نہ کہ دعا و ثنا لاجرم بحر سے گزرا ھذا کلہ اذا قرأ علی قصد انہ قران اسیطرح خلاصہ میں ہے تنویر میں ہے یحرم قراءۃ قران بقصدہ **ثانیاً** [ف۲] یوں کا اتنا مفاد مسلم کہ آیات دعا میں نیت دعا دکار ہے نہ یہ کہ نیت دعا ہی پر مدار ہے وذٰلک انہ تصویر لنیۃ غیر القران وھی فی ایات الدعاء بنیۃ الدعاء فیفید ان الجواز بنیۃ الدعاء مقصور علی ایات الدعاء لا قصر الجواز مطلقا علی نیۃ الدعاء کان تقول لو قرأ التسمیۃ بنیۃ الافتتاح ولم یرد القراءۃ فلا باس بہ لا یدل علی قصر الحکم فی جمیع القران علی نیۃ الافتتاح لکنی **اقول** [ف۳] وباللہ التوفیق تحقیق مقام یہ ہے کہ یہاں دو صورتیں ہیں عدم نیت و اعدام نیت۔ عدم نیت یہ کہ بعض الفاظ اتفاقاً موافق نظم قرآن زبان سے اپنے کلام میں ادا ہوجائیں جیسے صور مذکورہ میں ثم نظر اور ولم یولد کہ انکے تکلم کے وقت متکلم کا خیال بھی نہیں جاتا کہ یہ الفاظ آیات قرآنیہ ہیں یہاں قرآن عظیم کی طرف قصد سرے سے پایا ہی نہ گیا اور اعدام نیت

[ف۱: تطفل علی النہر و ش]

[ف۲: تطفل آخر علیہما]

[ف۳: مسئلہ قراءت جنب کی صورتیں ...]

یہ کہ آیات قرآنیہ کی طرف التفات کرے اور بالقصد ان میں نیت قرآن سے پھیر کر غیر قرآن کا ارادہ کرے آیۃ الکرسی یا سورۂ فاتحہ یا سورۂ تحریم وغیرہا ہر کلام طویل میں یہی صورت متحقق ہوسکتی ہے نا ممکن ہے کہ بلا قصد زبان سے تین آیت کے برابر کلام نکل جائے جو بالکل نظم قرآنی کے موافق ہو کہ اسقدر سے تحدّی فرمائی گئی ہے تو کوئی اوتنے پر کیونکر قادر ہوسکتا ہے۔ نہیں بلکہ یقینا الفاظ قرآنیہ ہی کا قصد کریگا پھر اونکو بالارادہ نیت قرآن سے نیت غیر کی طرف پھیریگا اور موجودات حقیقیہ اعتبار معتبر کے تابع نہیں ہوتے نہ باوجود علم قصداً تبدیل نیت سے علم منتفی ہو اگر کوئی شخص شہد کو جانکر اس نیت سے کھائے کہ یہ شہد نہیں نمک ہے تو نہ وہ واقعی نمک ہوجائیگا نہ اسکا علم کہ وہ واقع میں شہد ہے زوال پائیگا یونہیں جب اس نے نظم قرآنی کی طرف قصد کیا اور اوسے ادا کرنا چاہا تو باوصف علم حقیقت اسکا یہ خیال کرلینا کہ میں یہ قرآن نہیں پڑھتا کچھ اور پڑھتا ہوں نہ قرآن عظیم کو اوسکی حقیقت سے متغیر ہوسکتا ہے نہ یہ دیدہ ودانستہ اوس تبدیل خیال سے کچھ نفع پاسکتا ہے تو کیونکر ممکن کہ تعظیم قرآن عظیم کے لیے جو حکم شرع مطہر نے اسے دیا یہ دانستہ نیت پھیر کر اسے ساقط کردے **اقول** وبہ

استبان ضعف ما اجاب بہ العلامۃ اسمعیل فی حواشی الدرر عن بحث الحلیۃ فی قراءۃ الفاتحۃ بنیۃ الدعاء اذ قال المحقق ان ھذا قرآن حقیقۃ وحکما لفظا ومعنی کیف لا وھو معجز یقع بہ التحدی وتغییر المشروع فی مثلہ بالقصد المجرد مردود علی فاعلہ فان الخصوصیۃ القرآنیۃ فیہ لازمۃ قطعا ولیس فی قدرۃ المتکلم اسقاطھا عنہ مع ما ھو علیہ من النظم الخاص اھ فاجاب العلامۃ النابلسی وتبعہ فی المنحۃ بانہ اذا لم یرد بہا القرآن فات ما فیہ من المزایا التی یعجز عن الاتیان بہا جمیع المخلوقات اذ المعتبر فیہا القصد اما تفصیلا وھو من البلیغ او اجمالا وذلک بحکایۃ کلامہ وکلاھما منتف حینئذ کما لا یخفی اھ ولعمری ان فی حکایۃ غنی عن نکایتہ ولیت شعری کیف تفوت المزایا الثابتۃ اللازمۃ الواقعیۃ بمجرد صرف القارئ النیۃ عن نسبتہ الی متکلمہ مع بقاء الکلام علی نظمہ وقد کان نبہ علیہ المحقق فی بحثہ فلم یلتفت الیہ العلامۃ واعاد الکلام من دون جواب ولا المام **واقول** فی الکل وجود للمزایا بثبوتہا الواقعی وظھورھا بالعلم تفصیلا او اجمالا کما وصفتم وبہما یتم امر التحدی وکلاھما حاصل حینئذ اذ ما قصد الاخذ الا ما ھو قرآن وما احدث الا صرف النیۃ والصرف لا یبعد العلم والا لم ینتف بالصرف **وایضا** لو فات المزایا المعجزۃ للخلق بصرف القصد لوجب فوت عجزھم بہ وھو باطل براھۃ **وکذا** ما اجاب النھر وتبعہ فی رد المحتار بان کونہ قرآنا فی الاصل لا یمنع من اخراجہ عن القرآنیۃ بالقصد اھ وقد کان انی المحقق علی ھذا ایضا کما سمعت اما نحن فقد اوضحنا بحسن وجہ ان لا اثر للقصد فی تغییر الحقائق **وکذا** ما تقدم من تمسک الغنیۃ ان ما علی وجہ الدعاء لیس بقرآن لان الاعمال بالنیات الخ **اقول** نعم لا یثاب ثواب التلاوۃ من نواہ دعاء لکن القرآن کیف ینسلخ عن القرآنیۃ مع بقاء النظم المتحدی بہ واذ القصد الی الاخذ منہ فبمجرد صرف النیۃ کیف یزیل التعظیم الواجب علیہ فان صرفہا عنہ شرعا مع العلم بہ ان کان لہ اثر ففی حرمان الصارف عما ھو لہ دون اسقاط ما ھو

ف۱: تطفل ۲۱۲ علی السید اسمعیل محشی الدرر والعلامۃ الشامی
ف: تطفل ۲۱۳ اخری علیہما
ف۲: تطفل ۲۱۴ ثالث علیہما
ف۳: تطفل ۲۱۵ علی النھر وابن عابدین
ف۴: تطفل ۲۱۶ علی الغنیۃ

عليه وبالجملة ليس في شیٔ من هذه ما يغني من جوع ثم اقول[۲۲۸] ف۱ عسى ان يقنت مما القيت عليك ان الذي اظهر ان يعدل الى القرآن فيأخذ من نظمه يقرأه على نية غيره سواء كان قدر ما وقع به التحدي اولا فان القليل والكثير من الكلام العزيز سواء في وجوب الادب والتعظيم اما سمعت الى قول حبر الامة سيدنا عبد الله بن عباس رضى الله تعالى عنهما ليس شیٔ من القرآن بقليل فتخصيص المحقق الكلام بما تحدى به ليس في محله ولا[۲۲۹] ف۲ يتوقف عليه كونه قرآنا حقيقة وحكما ولفظا ومعنى كما يوهمه كلامه نعم لزوم الخصوصية القرآنية يختص بذلك لاستحالة جريانه على اللسان اتفاقا دون ما دونه كما علم من موافقات الفرقان والفاروق رضى الله تعالى عنه وقوله عند سماع اية اطوار الخلق فتبرك الله احسن الخالقين فنزل كذلك لكن اسمعناك ان لا حاجة اليه بعد تعين الاخذ من القرآن العظيم فهو بما في نفسه عليم فافهم وتثبت

تو واجب تھا کہ سورۂ فاتحہ وآیۃ الکرسی بالائے سر فقط الحمد للہ یا سبحن اللہ یا لا الہ الا اللہ بھی جنب کو جائز نہ ہو جبکہ اونمین اخذ عن القرآن کا قصد کرے اگرچہ نیت قرآن سے پھیر کر غیر قرآن کی کرلے مگر[۲۳۰] شرع مطہر نے لحاظ فرمایا کہ مسلمان ہر وقت ہر حال مین اپنے رب جل وعلا کے ذکر وثنا اور اوس سے سوال ودعا کا محتاج ہے اور ثنائے الٰہی وہی اتم واکمل ہے جو خود اوس نے اپنے نفس کریم پر کی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عرض کرتے ہین لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک الٰہی مین تیری تعریف نہین کرسکتا تو ویسا ہے جیسی تو نے خود اپنی ثنا کی یونہین جو دعائین قرآن عظیم نے تعلیم فرمائین بندہ اونکی مثل کہان سے لاسکتا ہے رحمت شریعت نے نہ چاہا کہ بندہ ان خزائن بے مثال سے روکا جائے علی الخصوص حیض ونفاس والیان جنکی تہائی عمر انھین عوارض مین گزرتی ہے لہذا یہان بہ تبدیل نیت اجازت عطا فرمائی جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم بہ نیت افتتاح کہنے کے جواز پر اجماع علما نے ظاہر کردیا اسکی نظیر یہ ہے

ف۳ کہ نماز مین کسی کلام سے اگرچہ آیت یا ذکر الٰہی ہو ایسے معنی کا افادہ جو اعمال نماز سے باہر ہے مفسد نماز ہے مثلاً کسی خوشی کی خبر کے جواب مین کہا الحمد للہ رب العلمین یا خبر غم کے جواب مین انا للہ وانا الیہ راجعون یا کسی نے پوچھا فلان شخص کیسا ہے اوسکی خوبی بتانے کو کہا سبحن اللہ نماز جاتی رہیگی مگر کسی شخص نے آواز دی اور اس نے یہ جتانے کو کہ مین نماز پڑھتا ہون لا الہ الا اللہ یا سبحن اللہ یا اسکے مثل ذکر یا قرآن عظیم سے کچھ کہا نماز نہ جائیگی کہ شرع مطہر نے اس حاجت کے دفع کو اتنے کی اجازت عطا فرمادی ہے درمختار مین ہے

یفسدہا جواب خبر سوء بالاسترجاع اذی ہے اراد اعلامہ بانہ فی الصلاۃ لا تفسد اتفاقا ابن ملک وملتقی ہدایہ مین ہے لو اجاب رجلا فی الصلاۃ بلا الہ الا اللہ فہذا کلام مفسد وان اراد اعلامہ انہ فی الصلاۃ لم تفسد بالاجماع لقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اذا نابت احدکم نائبۃ فی الصلاۃ فلیسبح اھ اقول ف۴ فبہذا ظہر الجواب عن بحث الحلیۃ وللہ الحمد ومحصلہ ان ذلک مستثنی بالاذن الشرعی کما استثنی بہ قصد الاعلام بانہ فی الصلاۃ مع تحقق المعنی المفسد قطعا وہو افادۃ معنی لیس من اعمال الصلاۃ فافہم وتثبت اور جب[۲۳۲] حاجت اکملیت ذکر ودعا کا لحاظ فرمایا تو حاجت تعلیم قرآن تو اوس سے اہم ہے

ف۱: تطفل ۲۲۸ علی الحلیۃ

ف۲: تطفل ۲۲۹ اخر علیہا

ف۳: مسئلہ نماز مین اگر کسی آیت یا ذکر الٰہی سے کسی شخص کو خطاب یا بات کا جواب چاہیے مثلاً التفصیل خوشی کی خبر پر الحمد للہ رنج کی خبر پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہا نماز جاتی رہیگی ہان اگر کسی نے پکارا اور یہ جتانے کو کہ نماز پڑھتا ہون سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ وغیرہ کہا نماز نہ جائیگی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

خصوصاً حائض کے لیے کہ اوسکا زمانہ ممتد ہے حتی ان مالکا اباح لها التلاوۃ لهذا وبه فرق بینها وبین الجنب مگر یہ حاجت ایک ایک کلمہ سکھانے سے پوری ہوجاتی ہے اور شک نہیں کہ وہ بہ نسبت مرکبات صورت نظم قرآنی سے دور تر ہے لہذا اسیقدر کی اجازت ہوئی وقد اشار الامام الفقیه ابو اللیث فی شرح الجامع الصغیر الی ان اباحة التعلیم لاجل العذر کما فی الحلیة وعبر فی محیط السرخسی بالعذر والضرورۃ کما فیها ایضا **اقول** ف۱ وبما قررت وذکرت من حدیث اعلام الصلاۃ مع عدم الضرورۃ بالمعنی الحقیقی ومن اعتبار الشرع حاجة الجنب فی الدعاء مع تمکنه من الاغتسال بل ومن الدعاء بالفاظ اُخر بخلاف التعلیم ینفتح الجواب عن ایرادی الحلیة علی مسألة التعلیم بقوله لایخفی مافیها بالنسبة الی الجنب ثم مافی کون هذا الاحتیاج مبیحا لذلك اھ فافهم واعلم والله اعلم ظاہر ہے کہ انکے ماورا مثل قصص وغیرہا مین نہ تو حاجت ہے نہ وہ دعا وثنا کے معنے مین کہ اونسے ملحق ہوسکین تو بعد قصد قرآن پھر تبدیل نیت وہی شہد کو دانستہ نمک ٹھہرا کر کھانا ہوگا تو حکم ممانعت ہی چاہیے جبتک شرع سے اجازت ثابت نہ ہو اور وہ کہین ثابت نہیں ف۱ مع ہذا اگر مطلقا تبدیل نیت کی اجازت ہو تو جو کلام طویل قرآن عظیم نے اپنے محبوبوں مقبولوں یا دشمنون سے نقل فرمائے اور دُور تک اونکا سلسلہ چلا گیا ہے جیسے سورۂ نوح علیہ الصلاۃ والسلام مین قال چھوڑ کر رب انی دعوت قومی لیلا ونهارا ۝ سے لتسلکوا منها سبلا فجاجا ۝ تک سولہ آیتین متواتر اور سورۂ جن مین انا سمعنا قرآنا عجبا ۝ سے واما القاسطون فکانوا لجهنم حطبا ۝ تک پندرہ آیتین اور سورۂ لقمان مین یٰبُنَیَّ انها ان تك سے ان انکر الاصوات لصوت الحمیر ۝ تک چار طویل آیتین کہ ہر ایک تین آیت کی مقدار سے زائد ہے اور سورۂ اسرا مین وقالوا چھوڑ کر لن نؤمن سے کتٰبا نقرؤہ تک اس نیت سے کہ یہ نوح ولقمان وجن وکفار کے کلام مین پڑھ سکے بلکہ تمام سورۂ یوسف علیہ الصلاۃ والسلام شروع سورت کے اذ قال یوسف لابیه سے گیارہوین رکوع کے اواخر والحقنی بالصلحین ۝ تک جسکی مقدار نصف پارۂ قرآن عظیم سے بھی زائد ہے بحال جنابت بہ نیت حکایت قصہ پڑھ جائے اور جائز ہو صرف بیچ بیچ مین سے چند جملے جو قرآنیت کے لیے متعین ہین ترک کردے یعنی رکوع دوم مین واوحینا الیه لتنبئنهم نصف آیت سوم مین وکذلك مکنا سے نجزی المحسنین ۝ تک کچھ کم دو آیتین پھر کذلك لنصرف نصف آیت ہفتم مین وکذلك مکنا ایک آیت ہشتم مین وانه لذو علم لما علمنه تہائی آیت نہم مین کذلك کدنا لیوسف او نرفع درجٰت من نشاء چہارم آیت وبس جسکی مقدار چار انوسے آیت طویل ہوئی یہ کسقدر مستبعد اور قرآن عظیم کے ادب سے جدا وابعد ہے تو سوا ان صور استثنا کے مطلقا ممانعت چاہیے اور ف۲ حاصل حکم یہ ٹھہرا کہ بہ نیت قرآن ایک حرف بھی روا نہیں اور جو الفاظ اپنے کلام مین زبان پر آجائین اور بے قصد موافقت اتفاقا کلمات قرآنیہ سے متفق ہوجائین زیر حکم نہین اور قرآن عظیم کا خیال کرکے بے نیت قرآن ادا کرنا چاہے تو صرف دو صورتون مین اجازت ایک یہ کہ آیات دعا وثنا بہ نیت دعا وثنا پڑھے دوسرے یہ کہ بحاجت تعلیم ایک ایک کلمہ مثلا اس نیت سے کہ یہ زبان عرب کے الفاظ مفردہ ہین کہتا جائے اور ہر دو لفظ مین فصل کرے متواتر نہ کہے کہ عبارت منتظم ہوجائے

ف۱: تطفل ۲۲۳ رابع وخامس علیہا
ف۲: مسئلہ ان مسائل کا خلاصہ عظیم جامع منقح

https://www.facebook.com/darahlesunnat

عما نصوا علیہ انکے سوا کسی صورت مین اجازت نہین ھذا ما ظہر لی وارجو انیکون صوابا وباللہ التوفیق وللہ الحمد ابدا۔

تنبیہ ۲ اقول تمام کتب فـ۱ مین آیات ثنا کو مطلق چھوڑا اور اوسمین ایک قید ضروری ہے کہ ضروری یعنی بدیہی ہونے کے سبب علما نے ذکر نہ فرمائی وہ آیات ثنا جنمین رب عزوجل نے بصیغہ متکلم اپنی حمد فرمائی جیسے وانی لغفار لمن تاب اونکو بہ نیت ثنا بھی پڑھنا حرام ہے کہ وہ قرآنیت کے لیے متعین ہین بندہ اونھین مین انشائے ثنا کی نیت کر سکتا ہے جنمین ثنا بصیغہ غیبت یا خطاب ہے تنبیہ ۳ اقول فـ۲ یہان ایک اور نکتہ ہے بعض آیتین یا سورتین ایسی ہی دعا و ثنا ہین کہ بندہ اونکی انشا کر سکتا ہے بلکہ بندہ کو اسی لیے تعلیم فرمائی گئی ہین مگر اونکے آغاز مین لفظ قل ہے جیسے تینون قل اور کریمہ قل اللھم مٰلک الملک انمین سے یہ لفظ چھوڑ کر پڑھے کہ اگر اوس سے امر الٰہی مراد لیتا ہے تو وہ عین قرأت ہے اور اگر وہ تاویل کرے کہ خود اپنے نفس کی طرف خطاب کر کے کہتا ہے قل اسطرح کہہ۔ یون ثنا و دعا کر۔ تو یہ امر بدعا و ثنا ہوا نہ دعا و ثنا اور شرع سے اجازت اسکی ثابت ہوئی ہے نہ اوسکی تنبیہ ۴ اقول یوہین وہ ادعیہ فـ۳ و اذکار جنمین حروف مقطعات ہین مثلاً صبح و شام کی دعاؤن مین آیۃ الکرسی کے ساتھ سورۂ غافر کا آغاز حٰمٓ ۝ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ ۝ تک پڑھنے کو حدیث مین ارشاد ہوا ہے کہ جو صبح پڑھے شام تک ہر بلا سے محفوظ رہے اور شام پڑھے تو صبح تک رواہ الترمذی والبزار وابن مردویہ والبیہقی فی شعب الایمان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بحال جنابت اسے نہین پڑھ سکتا کہ حروف مقطعات کے معنے اللہ و رسول ہی جانتے ہین جل وعلا وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم کیا معلوم کہ وہ ایسا کلام ہو جسکے ساتھ غیر خدا بے حکایت کلام الٰہی تکلم نہ کر سکتا ہو۔ مع ھذا اجازت صرف دعا و ثنا کی ہے کیا معلوم کہ انکے معنے مین کچھ اور بھی ہو واللہ تعالی اعلم تنبیہ ۵ اقول ہماری اوس تقریر سے یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ جن آیات فـ۵ مین بندہ دعا و ثنا کی نیت نہین کر سکتا بحال جنابت و حیض اونھین بطور عمل بھی نہین پڑھ سکتا مثلاً تفریق اعدا کے لیے سورۂ تبت نہ کہ سورۂ کوثر کہ بوجہ ضمائر متکلم انا اعطینا قرآنیت کے لیے متعین ہے عمل مین تین نیتین ہوتی ہین یا تو فـ۱ دعا جیسے حزب البحر حرز یمانی یا اللہ عزوجل کے نام و کلام سے کسی مطلب خاص مین استعانت جیسے عمل سورۂ یٰس و سورۂ مزمل صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یا فـ۲ اعداد معینہ خواہ ایام مقدرہ تک اس غرض سے اوسکی تکرار کہ عمل مین آجائے حاکم ہو جائے اوسکے موکلات تابع ہو جائین اس تیسری نیت والے تو بحال جنابت کیا معنے بے وضو پڑھنا بھی روا نہین رکھتے اور اگر بالفرض کوئی جرأت کرے بھی تو اس فـ۳ نیت سے وہ آیت و سورت بھی جائز نہین ہو سکتی جسمین صرف معنی دعا و ثنا ہی ہے کہ اولاً یہ نیت نیت دعا و ثنا نہین ثانیاً اسمین خود آیت و سورت ہی کی تکرار مقصود ہوتی ہے کہ اوسکے خدام مطیع ہون تو نیت قرآنیت اوسمین لازم ہے رہین پہلی دو نیتین جب وہ آیات معنی دعا سے خالی ہین تو نیت اولی ناممکن اور نیت ثانیہ مین نیت قرآن ہے اور بقصد قرآن اوسے ایک حرف بھی روا نہین تنبیہ ۶ یہی حکم دم کرنے کے لیے پڑھنے فـ۴ کا ہے کہ طلب شفا کی نیت تغیر قرآن نہین کر سکتی آخر قرآن ہی سے تو شفا چاہ رہا ہے کون کہیگا کہ افحسبتم انما خلقنٰکم

مسئلہ ۱: جنب کو وہ آیات ثنا بہ نیت ثنا بھی پڑھنا حرام ہے جنمین رب عزوجل نے بصیغۂ متکلم اپنی حمد فرمائی

مسئلہ ۲: جو آیات دعا و ثنا کے اول مین قل ہے اونھین جنب یہ لفظ چھوڑ کر بہ نیت دعا بھی نہین پڑھ سکتا

مسئلہ ۳: ادعیہ جن مین حروف مقطعات ہین جنب نہین پڑھ سکتا

عبثا تا آخر سورت مصروع و مجنون کے کان میں جنب پڑھ سکتا ہے ہاں جس آیت یا سورت میں خالص معنی دعا و ثنا بصیغہ غیبت و خطاب ہوں اور اسکے اول میں قُل بھی نہ ہو نہ اوس میں حروف مقطعات ہوں اور اوس سے قرآن عظیم کی نیت بھی نہ کرے بلکہ دعا و ثنا کی برکت سے طلب شفا کرنے کے لیے اوسپر دم کرے تو روا ہے **تنبیہ** علمت مما القیت علیك ان التغیر بنیة الدعاء والثناء دون نیة الاستشفاء ووقع فی ش نقلا عن سیدی عبد الغنی قدس سرہ ما یوھم خلافه اذ قال الھیکل والحمائلی المشتمل علی الایات القرانیة اذا کان غلافه منفصلا عنه کالمشمع ونحوہ جاز دخول الخلاء به ومسه وحمله للجنب ویستفاد منه ان ما کتب من الایات بنیة الدعاء والثناء لایخرج عن کونه قرانا بخلاف قراءته بھذہ النیة فالنیة تعمل فی تغییر المنطوق لا المکتوب اھ ومبناہ کما تری علی فھم ان نیة الاستشفاء مغیرة کنیة الدعاء ولم تعمل فی المکتوب فکذلك نیة الدعاء او نقول الاستشفاء من باب الدعاء فنیته نیته **واقول** لیس الامر کذا فمعنی القراءة بنیة الدعاء ان یکون الکلام نفسه دعاء فیرید به انشاءه لا تلاوة الکلام العزیز والاستشفاء دعاء معنوی لایجعل اللفظ بمعنی الدعاء فلیس ھو من بابه ولا تغییر ایضا فان الذی یقرء او یکتب مستشفیا متبرکا فانما یرید التبرك والاستشفاء بالکلام العزیز لا انه یخرجه عن القرانیة ثم یستشفی بغیر القران ولو کانت تغیر لجاز ان یقرأ الجنب القران کله بنیة الشفاء فان القران من اوله الی اخرہ نور وھدی وشفاء وھذا لایسوغ ان یقول به احد وبالجملة فالمنوی فی الرقیة ھو القران نفسه لا غیرہ الاتری ان بعض الصحابة رضی الله تعالی عنھم لما رقی السلیم بالفاتحة علی شاء وجاء بھا الی اصحابه کرھوا ذلك وقالوا اخذت علی کتاب الله اجرا حتی قدموا المدینة فقالوا یارسول الله اخذ علی کتاب الله اجرا فقال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم ان احق ما اخذتم علیه اجرا کتاب الله کما فی الجامع الصحیح عن ابن عباس رضی الله تعالی عنھما فلم یخرج الاسترقاء الفاتحة عن کونھا کتاب الله مع انھا تصلح للدعاء والثناء فکیف بما لا یصلح لھما اما ما افاد من ان النیة لاتعمل فی المکتوب **فاقول** نعم ما کتب قرانا ولو فاتحة لایصح للجنب ان یقول فی نفسه لیس ھذا قرانا بل دعاء او یقول لا ارید به قرانا بل دعاء وثناء ثم یمسه اذ لامدخل لارادته فی جوھرہ فی ھذہ الکسوة التی تم امرھا اما ان ینشیء کتابة مثلھا وینوی الدعاء او الثناء **فاقول** قضیة ما قدمت من التحقیق المنع لان الاذن ورد للحاجة ولا حاجة فی الدعاء والثناء الی الکتابة وما ورد علی خلاف القیاس لایتعداہ وبه یظھر انه لایؤذن فی کتابة الرقی بالایات وان تمحضت للدعاء والثناء ونواھما فلیراجع ولیحرر والله سبحنه وتعالی اعلم **تنبیہ مہم** یہ کہ ہمنے سلسلہ کلام میں اوپر ذکر کیا کہ غیر تلاوت میں اپنی طرف سے سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف نافرمانی وگناہ کی نسبت حرام ہے ائمہ دین نے اسکی تصریح فرمائی بلکہ ایک جماعت علمائے کرام نے اوسے کفر بتایا مولے کو شایاں ہے کہ اپنے محبوب بندوں کو جس عبارت سے تعبیر فرمائے فرمائے دوسرا کہے تو اوسکی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

زبان گدی کے پیچھے سے کھینچی جائے لله المثل الاعلی بلاتشبیہ یون خیال کرو کہ زید نے اپنے بیٹے عمرو کو اوسکی کسی لغزش یا بھول پر متنبہ کرنے ادب سینے حزم وعزم و احتیاط اتم سکھانے کے لیے مثلاً بیہودہ نالائق احمق وغیرہا الفاظ سے تعبیر کیا باپ کو اسکا اختیار تھا اب کیا عمرو کا بیٹا بکر یا غلام خالد انھین الفاظ کو سند بنا کر اپنے باپ اور آقا عمرو کو یہ الفاظ کہہ سکتا ہے حاشا اگر کہیگا سخت گستاخ مردود ناسزا و مستحق عذاب و تعزیر و سزا ہوگا جب یہان یہ حالت ہے تو اللہ عزوجل کی ریس کرکے انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کی شان مین ایسے لفظ کا بکنے والا کیونکر سخت شدید و مدید عذاب جہنم وغضب الٰہی کا مستحق نہ ہوگا والعیاذ باللہ تعالی امام ابو عبداللہ قرطبی تفسیر مین زیر قولہ تعالی وطفقا یخصفان علیہما من ورق الجنۃ فرماتے ہین قال القاضی ابوبکر بن العربی رحمہ اللہ تعالی لایجوز لاحد منا الیوم ان یخبر بذلک عن ادم علیہ الصلاۃ والسلام الا اذا ذکرناہ فی اثناء قولہ تعالی عنہ او قول نبیہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فاما ان نبتدئ بذلک من قبل انفسنا فلیس بجائز لنا فی ابائنا الادنین الینا المماثلین لنا فکیف بابینا الاقدم الاعظم الاکبر النبی المقدم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین امام ابو عبداللہ محمد عبدری ابن الحاج مدخل مین فرماتے ہین قد قال علماؤنا رحمہم اللہ تعالی ان من قال عن نبی من الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام فی غیر التلاوۃ والحدیث انہ عصی او خالف فقد کفر نعوذ باللہ من ذلک ایسے امور مین سخت احتیاط فرض ہے اللہ تعالی اپنے محبوبون کا حسن ادب عطا فرمائے آمین

وصلی اللہ تعالی علی سیدنا محمد والہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم واللہ سبحنہ وتعالی اعلم

باب المیاہ

مسئلہ ۲۳ ۲۷ صفر ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ بقیہ آب وضو سے کہ برتن مین رہ جائے وضو جائز ہے یا نہین اور اگر بہلا وضو کرنے مین کچھ پانی ہاتھ سے اوسمین گر پڑا تو کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

بقیہ آب[ف۱] وضو کہ برتن مین رہ جاتا ہے مائے مستعمل نہین بلکہ وہ پانی ہے جو استعمال سے بچ رہا اوس سے وضو مین کوئی حرج نہین اور[ف۲] مائے مستعمل اگر غیر مستعمل مین ملجائے تو مذہب صحیح مین اوس سے وضو جائز ہے جبتک مائے مستعمل غیر مستعمل سے زائد نہ ہوجائے اگرچہ[ف۳] مستعمل پانی دھار بندھ کر گرا ہو اور بعض نے کہا اس صورت مین بھی مستعمل فاسد کردیگا اور وضو جائز نہ ہوگا اگرچہ غیر مستعمل زائد ہو مگر ترجیح مذہب اول کو ہے فی فتاوی الخلاصۃ جنب اغتسل فانتضح من غسلہ شیئ فی انائہ لم یفسد علیہ الماء اما اذا کان یسیل منہ سیلا[ف۴] افسدہ وکذا حوض الحمام علی ھذا وقول محمد لایفسدہ مالم یغلب علیہ یعنی لایخرجہ من الطھوریۃ وفی الدر المختار یرفع الحدث بماء مطلق او بماء مغلوب بمستعمل

بالاجزاء فان للمطلق اکثرمن النصف جاز التطہیر بالکل والا لا علی ماحققہ فی البحر والنہر والنہایہ متعطلا واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم

مسئلہ ۲۴ از غازی آباد ضلع میرٹھ محلہ باغ - مرسلہ حامد حسن صاحب ۔ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

استنجے یعنی پیشاب پاخانے کے بچے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے یا نہیں اور وضو کی حرمت میں اسوجہ سے کچھ فرق تو نہیں آتا کیا ۔ بینوا توجروا

الجواب

جائز ہے اور اوسمین حرمت وضو کا کچھ خلاف نہیں کہ یہ پانی استعمال میں نہ آیا کما لا یخفی واللہ تعالٰی اعلم بالصواب

مسئلہ ۲۵ ۲۰ جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ پانی بارش کا جو خاص شہر مین برستا ہے اور نالی وغیرہ دھوکر باہر چلا جاتا ہے پاک ہے یا نہیں اور اوس سے وضو درست ہے یا نہیں اوس پانی کو جاری کہیں گے یا نہیں ۔ بینوا توجروا

الجواب

جسوقت بارش ہو رہی ہے اور وہ پانی بہ رہا ہے ضرور ماء جاری ہے اور وہ ہرگز ناپاک نہیں ہو سکتا جبتک نجاست کی کوئی صفت مثلاً بو یا رنگت اوسمین ظاہر نہ ہو صرف نجاستون پر اوسکا گزرتا ہوا جانا اوسکی نجاست کا موجب نہیں فان الماء الجاری یطہر بعضہ بعضا ہاں اوس سے وضو اگر کسی نجاست مرئیہ کے اجزا اوسمین ایسے بہتے جاتے ہین کہ جو حصہ پانی کا اوس سے لیا جائے ایک آدھ ذرہ اسمین بھی آئیگا جب تو یقیناً حرام و ناجائز ہے وضو نہ ہوگا اور بدن ناپاک ہو جائیگا کہ حکم طہارت بوجہ جریان تھا جب پانی برتن یا چلو مین لیا جریان منقطع ہوا اور نجاست کا ذرہ موجود ہے اب پانی نجس ہو گیا اور اگر ایسا نہیں جب بھی بلا ضرورت اوس سے احتراز چاہیے کہ نالیوں کا پانی غالباً اجزائے نجاست سے خالی نہیں ہوتا اور عام طبائع مین اوسکا استقذار یعنی اوس سے تنفر اوس سے گھن کرنا اوسے ناپسند رکھنا ہے اور ایسے امر سے شرعاً احتراز مطلوب احادیث مین ہے ایاک وما یسوء الاذن ایاک وما یعتذر منہ بشروا ولا تنفروا اور اگر بارش ہو چکی اور پانی ٹھہر گیا اور اب اوسمین بعض اجزائے نجاست ظاہر ہین یا نالی کے پیٹ مین نجاست کی رنگت یا بو تھی اور بارش اتنی نہ ہوئی کہ اوسے بالکل صاف کر دیتی انقطاع کے بعد وہ رنگ یا بو ہنوز باقی ہے تو اب پانی ناپاک ہے اور اگر نالی صاف تھی یا مینہ نے بالکل صاف کر دی اور پانی مین بھی کوئی جز نجاست محسوس نہیں تو پاک ہے ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۶ ۱۱ صفر ۱۳۰۹ھ

جناب مولوی صاحب قبلہ ایک حوض ساڑھے سات گز لنبا اور ساڑھے سات گز چوڑا اور ڈیڑھ گز گہرا اگر اوسمین چار برس کا بچہ موت دے تو ناپاک ہو گیا یا پاک رہا ۔ خاکسار عزیز اللہ

الجواب

فائدہ: مسئلہ استنجے کے بعد بچا ہوا پانی برتن میں نکال کر اوس سے وضو جائز ہے

فائدہ: مسئلہ بارش کا پانی اگر شہر کی نالیاں دھوکر بہتا ہو اوس کا کیا حکم ہے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

پاک ہے اگر اسکی مساحت ۵ در ۵ یعنی ستر ہاتھ کردو نسے بھی پچیس[۲۵] ہاتھ زائد ہے والعبرة بذراع الکرباس تیسیرا والسلام واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۷ ۲۹ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک حوض دہ در دہ ہے سنیوں میں یا شیعوں میں اور اوسمیں کُتّا یا سوئر پانی پی گیا ہو آیا اوس سے وضو پینا چاہیے یا نہیں یا پیشاب پاخانہ پھر گیا ہو پاک رہا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

امر آب میں ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب تمام مذاہب سے زیادہ احتیاط کا ہے آب جاری تو بالاجماع نجس نہیں ہوتا جبتک نجاست سے اوسکا رنگ یا بُو یا مزہ نہ بدلے یا ایک قول پر اوسکا نصف یا اکثر نجاست مرئیہ پر ہو کر گزرے اور غیر جاری میں ہمارے ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے ظاہر الروایۃ کا محصل یہ ہے کہ اگر بیان نجاست پڑی ہے اور ظن غالب ہے کہ اسجگہ وضو کیجیے تو اوتنی دور کا پانی فوراً زیر وزبر ہونے لگیگا تو وہاں تک پانی ناپاک ہوا اوس سے وضو وغیرہ سب ناجائز ہے فی رد المحتار قال فی البدائع والمحیط اتفقت الروایۃ عن اصحابنا المتقدمین انه یعتبر بالتحریك وھو ان یرتفع وینخفض من ساعتہ لا بعد المکث ولا یعتبر اصل الحرکۃ وفی التتارخانیۃ انه المروی عن ائمتنا الثلثۃ فی الکتب المشھورۃ اھ وھل المعتبر حرکۃ الغسل او الوضوء او الید روایات ثانیھا اصحھا لانه الوسط کما فی المحیط والحاوی القدسی وتمامه فی الحلیۃ وغیرھا الخ وفی الدر المختار والمعتبر اکبر رای المبتلی به فان غلب علی ظنه عدم خلوص النجاسۃ الی الجانب الاٰخر جاز والا لا ھذا ظاھر الروایۃ وھو الاصح کما فی الخانیۃ وغیرھا وحقق فی البحر انه المذھب اھ ملخصا پھر ائمہ متاخرین نے اوسے دہ در دہ سے اندازہ فرمایا اور تیسیراً آب جاری کے حکم میں قرار دیا کہ جمیع جوانب سے وضو وغیرہ روا جبتک پانی نجاست کا اثر نہ لیلے فی الدر المختار لکن فی النھر وانت خبیر بان اعتبار العشر اضبط ولا سیما فی حق من لا رای له من العوام فلذا افتی به المتاخرون الاعلام الخ وفی رد المحتار ذکر بعض المحشین عن شیخ الاسلام العلامۃ سعد الدین الدیری فی رسالتہ القول الراقی انه حقق فیھا ما اختارہ اصحاب المتون من اعتبار العشر ورد فیھا علی من قال بخلافه ردا بلیغا واورد نحو مائۃ نقل ناطقۃ بالصواب ولا یخفی ان المتاخرین الذین افتوا بالعشر کصاحب الھدایۃ وقاضی خان وغیرھما من اھل الترجیح ھم اعلم بالمذھب منا فعلینا اتباعھم ویؤیدہ ما قدمه الشارح فی رسم المفتی واما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ وصححوہ کما لو افتونا فی حیاتھم اھ وفیه قال فی الفتح وعن ابی یوسف انه کالجاری لا یتنجس الا بالتغیر وھو الذی ینبغی تصحیحه فینبغی عدم الفرق بین المرئیۃ وغیرھا لان الدلیل انما یقتضی عند الکثرۃ عدم التنجس الا بالتغیر من غیر فصل اھ وفی مراقی الفلاح به اخذ مشایخ بلخ توسعۃ علی الناس والتقدیر بالعشر ھو المفتی به اھ وفی حاشیته للعلامۃ الطحطاوی لا فرق بین موضع الوقوع وغیرہ وبین نجاسۃ ونجاسۃ وینبغی تصحیحه کما فی الفتح وھو المختار کما قاله العلامۃ قاسم وعلیه الفتوی کما فی النصاب اھ واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم

ف ۱: مسئلہ ساڑھے ساتھ گز مربع حوض میں کسی نے پیشاب کر دیا تو پاک رہیگا۔

ف ۲: مسئلہ حوض دہ در دہ نجاست سے اصلاً ناپاک نہیں ہوتا جبتک خاص نجاست کے سبب اوسکا رنگ یا بو یا مزہ نہ بدلے۔

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بسم اللہ الرحمن الرحیم | مسئلہ ۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ | نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آب مستعمل کی کیا تعریف ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

رسالہ الطرس المعدل فی حد الماء المستعمل ۱۳۲۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمدا لمن جعل الطھور غاسل اٰثامنا فطھرنا وحنا بالصلاۃ للداعی الی جسیمنا فیالہ من منۃ وافضل الصلاۃ وازکی السلام علی من طھرنا من الانجاس وادام دیم نعمہ علینا حتی نقانا من الادناس وعلی اٰلہ وصحبہ واھل السنۃ اٰمین۔

اقول وباللہ التوفیق ماء مستعمل[ف۱] وہ قلیل پانی ہے جس نے یا تو تطہیر نجاست حکمیہ سے کسی واجب کو ساقط کیا یعنی انسان کے کسی ایسے پارہ جسم کو مس کیا جس کی تطہیر وضو یا غسل سے بالفعل لازم تھی یا ظاہر بدن پر اوس کا استعمال خود کار ثواب تھا اور استعمال کرنیوالے نے اپنے بدن پر اوسی امر ثواب کی نیت سے استعمال کیا اور یوں اسقاط واجب تطہیر یا اقامت قربت کرکے عضو سے جدا ہوا اگرچہ ہنوز کسی جگہ مستقر نہ ہوا بلکہ روانی میں ہے اور بعض نے زوال حرکت وحصول استقرار کی بھی شرط لگائی یہ بعونہ تعالی دونوں مذہب پر مدحامع مانع ہے کہ ان سطروں کے سوا کہیں نہ ملیگی اب فوائد قیود سنیے (۱) آب کثیر یعنی دہ در دہ یا جاری پانی میں محدث وضو یا جنب غسل کرے یا کوئی نجاست ہی دھوئی جائے تو پانی نہ نجس ہوگا نہ مستعمل لہذا قلیل کی قید ضرور ہے (۲) محدث[ف۲] نے تمام یا بعض اعضائے وضو دھوئے اگرچہ بے نیت وضو محض ٹھنڈیا میل وغیرہ جدا کرنے کے لیے یا اوس نے اصلا کوئی فعل نہ کیا نہ اوس کا قصد تھا بلکہ کسی دوسرے نے اوس پر پانی ڈالدیا جو اوسکے کسی ایسے عضو پر گزرا جس کا وضو یا غسل میں پاک کرنا ہنوز اوس پر فرض تھا مثلا محدث کے ہاتھ یا جنب کی پیٹھ پر تو ان سب صورتوں میں شکل اول کے سبب پانی مستعمل ہوگیا کہ اس نے محل نجاست حکمیہ سے مس کر اوتنے ٹکڑے کی تطہیر واجب کو ذمہ مکلف سے ساقط کردیا اگرچہ پچھلی صورتوں میں ہنوز حکم تطہیر دیگر اعضا میں باقی ہے اور پہلی میں تو یعنی جبکہ تمام اعضا دھو لیے فرض تطہیر پورا ہی ذمہ سے اوتر گیا تنبیہ[ف۳] پانی کی گولی یا بڑے مٹکے کے سوا کہیں نہیں وہ برتن جھکانے کے قابل نہیں چھوٹا برتن مثلا کٹورا ایک ہی پاس تھا وہ اوسی برتن میں گر کر ڈوب گیا کوئی بچہ یا باوضو آدمی ایسا نہیں جس سے نکلوالے اب بمجبوری محدث خود ہی ہاتھ ڈالکر نکالیگا یا چھوٹا برتن سرے سے ہے ہی نہیں تو ناچار چلو لے لے کر ہاتھ دھوئیگا ان دونوں صورتوں میں بھی اگرچہ شکل اول یعنی اسقاط واجب تطہیر پائی گئی مگر یہ ضرورۃً معاف رکھی گئی ہیں بے ضرورت ایسا کریگا تو پانی کل یا بعض بالاتفاق مستعمل ہوجائیگا اگرچہ ایک قول پر قابل وضو رہے۔ بیان[ف۴] اوس کا یہ ہے کہ محدث یعنی بے وضو یا حاجت غسل والے کا وہ عضو جس پر سے ہنوز حکم تطہیر ساقط نہ ہوا اگرچہ کتنا ہی کم ہو مثلا پورا یا ناخن اگر قلیل پانی سے مس کرے تو ہمارے علما کو اختلاف ہے بعض کے نزدیک وہ سارا پانی مستعمل ہوجاتا ہے اور قابل وضو وغسل نہیں رہتا اور بعض کے نزدیک صرف اوتنا مستعمل ہوا جسقدر اوس

پارهٔ بدن سے ملا باقی آس پاس کا پانی جو اوس عضو کی محاذات میں ہو اور اوس سے مس نہ ہوا مستعمل نہ ہوا یونہی وہ تمام پانی کہ اوس عضو کے پہنچنے کی جگہ سے نیچے ہو اوسپر بھی حکم استعمال نہ آیا۔ اس قول پر مٹکے یا گولی میں کُہنی تک ہاتھ ڈالنے سے بھی پانی قابل طہارت رہیگا کہ ظاہر ہے کہ جو پانی ہاتھ کے آس پاس اور اوس سے نیچے رہا وہ اوس حصے سے بہت زائد ہے جس نے ہاتھ سے مَس کیا اور جب ف۱ غیر مستعمل پانی مستعمل سے زائد ہو تو پانی قابل وضو و غسل رہتا ہے مثلاً لگن میں وضو کیا اور وہ پانی ایک گھڑے بھر آب غیر مستعمل میں ڈالا تو یہ مجموع قابل وضو ہے کہ مستعمل نامستعمل سے کم ہے اسی پر قیاس کرکے ان بعض نے ہاتھ ڈالنے کا حکم رکھا کہ مستعمل تو اوتنا ہی ہوا جتنا ہاتھ کو لگا باقی کہ الگ ہا اوسپر غالب ہے اور فریق اول نے فرمایا کہ پانی ایک متصل جسم ہے اور اوسکے بعض سے ملنا کل سے ملنا ہے لہذا ناخن کی نوک یا پورے کا کنارہ لگ جانے سے بھی کل مٹکا مستعمل ہو جائیگا۔ یہ دو قول ہیں اور فریق اول ہی کا قول احتیاط ہے بہرحال اتنے میں فریقین متفق ہیں کہ بے ضرورت چُلّو لینے یا ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل ہو جائیگا اگرچہ بعض تو ہماری تعریف اس قول پر بھی بطرح جامع و مانع ہے (۴) باوضو آدمی نے بہ نیت ثواب دوبارہ وضو کیا (۴) سمجھ وال نابالغ نے وضو بقصد وضو کیا (۵) حائض و نفسا کو جبتک حیض و نفاس باقی ہے وضو و غسل کا حکم نہیں مگر اونھیں مستحب ہے کہ نماز پنجگانہ کے وقت اور اشراق و چاشت و تہجد کی عادت رکھتی ہو تو ان وقتوں میں بھی وضو کرکے کچھ دیر یاد الٰہی کرلیا کرے کہ عبادت کی عادت باقی رہے۔ اونھوں نے یہ وضو کیا (۶) پاک آدمی نے ادائے سنت ف۳ کو جمعے یا عیدین یا عرفے یا احرام یا اور اوقات مسنونہ کا غسل یا میت کو غسل دینے کا وضو یا غسل کیا (۷) باوضو نے کھانا کھانے کو یا کھانا کھاکر بہ نیت ادائے سنت ہاتھ دھوئے یا کُلّی کی (۸) وضوئے فرض یا نفل میں جو پانی کُلّی یا ناک میں پہنچانے میں صرف ہوا (۹) کچھ اعضا دھولیے تھے خشک ہوگئے سنت موالات کی نیت سے اونھیں پھر دھویا ان سب صورتوں میں شکل دوم کے سبب مستعمل ہو جائیگا کہ اگرچہ اسقاط واجب نہ کیا اقامت قربت کی ف۴ میت کو نہلاکر غسل کرنا بھی مستحب ہے کما فی الدر وغیرہ (۱۰) میت کے بارے میں علما مختلف ہیں جمہور کے نزدیک موت نجاست حقیقیہ ہے اس تقدیر پر تو وہ پانی کہ غسل میت میں صرف ہوا مائے مستعمل نہیں بلکہ ناپاک ہے اور بعض کے نزدیک نجاست حکمیہ ہے بحر الرائق وغیرہ میں اسی کو اصح کہا اس تقدیر پر وہ پانی بھی مائے مستعمل ہے اور ہماری تعریف کی شق اول میں داخل کہ اوس نے بھی اسقاط واجب کیا اقول لہذا ہم نے انسان کا پارۂ جسم کہا نہ مکلف کا کہ میت مکلف نہیں اور تطہیر لازم تھی نہ یہ کہ اوسکے ذمے پر لازم تھی کہ یہ تطہیر میت کے ذمے پر نہیں احیا پر لازم ہے (۱۱) یونہی غسل میت کا دوسرا اور تیسرا پانی بھی آب مستعمل ہوگا کہ اگرچہ پہلے پانی سے اسقاط واجب ہوگیا مگر غسل میت میں تثلیث بھی قربت مطلوبہ فی الشرع ہے اقول و لہذا ہم نے شق دوم میں بھی بدن انسان مطلق رکھا (۱۲) وضو علی الوضو کی نیت سے دوسرے کو کہا مجھے وضو کرادے اوس نے بے نیت ثواب اسکے اعضائے وضو دھو دیے پانی مستعمل ہوگیا کہ جب اسکے امر سے ہے اور اسکی نیت قربت کی ہے تو وہ اسی کا استعمال قرار پائیگا الا تری انہ لو فعل ذلک محدث لاوی فقد اتی بالمامور بہ من ان امر فاغسلوا و امسحوا انما کان علیہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

(۱۳) باوضو آدمی نے اعضا ٹھنڈے کرنے یا میل دھونے کو وضو بے نیت وضو علی الوضو کیا پانی مستعمل نہ ہوگا کہ اب نہ اسقاط واجب ہے نہ اقامت قربت (۱۴) معلوم تھا کہ عضو تین بار دھو چکا ہوں اور ہنوز پانی خشک بھی نہ ہوا تھا بلا وجہ چوتھی بار اور ڈالا یہ بھی قربت نہیں بلکہ خلاف ادب ہے (۱۵) ہاں اگر شک ہو کہ دو بار دھویا یا تین بار یوں تیقن تثلیث کے لیے پانی پھر ڈالا تو مستعمل ہو جائیگا اگرچہ واقع میں چوتھی بار ہو (۱۶) جسے حاجت غسل نہیں اوس نے اعضائے وضو کے سوا مثلاً پیٹھ یا ران دھوئی (۱۷) باوضو نے کھانا کھانے کو یا کھانے سے بعد یا ویسے ہی ہاتھ مونھ صاف کرنے کو ہاتھ دھوئے کُلّی کی اور ادائے سنت کی نیت نہ تھی مستعمل نہ ہوگا کہ حدث و قربت نہیں (۱۸) باوضو نے صرف کسی کو وضو سکھانے کی نیت سے وضو کیا مستعمل نہ ہوا کہ تعلیم وضو اگرچہ قربت ہے مگر وضو سکھانے کو وضو کرنا فی نفسہ قربت نہیں سکھانا قربت ہے اور وہ زبان سے بھی ممکن ولہذا ہم نے قید لگائی کہ وہ استعمال خود کار ثواب تھا یعنی فعل فی نفسہ مطلوب فی الشرع ولو مقصودا لغیرہ کالوضوء (۱۹) کوئی پاک کپڑا وغیرہ دھویا (۲۰ و ۲۱) کسی جانور یا نابالغ بچے کو نہلایا اور اونکے بدن پر نجاست نہ تھی اگرچہ وہ جانور غیر ماکول اللحم ہو جیسے بلّی یا چوہا حتی کہ مذہب راجح میں کتّا بھی جبکہ پانی اونکے لعاب سے جدا رہا اگرچہ یہ نہلانا اونکے دفع مرض یا شدت گرما میں ٹھنڈک پہنچانے کو بہ نیت ثواب ہو مستعمل نہ ہوگا اقول کپڑا برتن جانور اور اونکے امثال تو بدن انسان کی قید سے خارج ہوئے اور نابالغ کو نہلانا مثل وضوئے تعلیم خود قربت نہیں کہ بچوں کے نہلانے کا کوئی خاص حکم شرع میں نہ آیا ہاں اونھیں بلکہ ہر مسلمان و جاندار کو نفع و آرام پہنچانے کی ترغیب ہے یہ امور عادیہ اوس حکم کی نیت سے کلیہ محمودہ کے نیچے آکر قربت ہو سکتے ہیں مگر موجب استعمال وہی فعل ہے جو بذات خود قربت مطلوب شرع ہو (۲۲) حائض و نفسا نے قبل انقطاع دم بے نیت قربت غسل کیا پانی مستعمل نہ ہوگا کہ اس نے اگرچہ انسان کے جسم کو مس کیا جسکی تطہیر غسل سے واجب ہوگی مگر ابھی لازم نہیں بعد انقطاع لزوم ہوگا اقول لہذا ہم نے بالفعل کی قید لگائی (۲۳) نا سمجھ بچے نے وضو کیا جس طرح دو تین سال کے اطفال ماں باپ کو دیکھکر بطور نقل و حکایت افعال وضو و نماز کرنے لگتے ہیں پانی مستعمل نہ ہوگا کہ نہ قربت نہ حدث (۲۴) وضو کرنے میں پانی جب تک اوسی عضو پر بہہ رہا ہے حکم استعمال نہ دیا جائیگا ورنہ وضو محال ہو جائے بلکہ جب اوس عضو سے جدا ہوگا اوس وقت مستعمل کہا جائیگا اگرچہ ہنوز کہیں مستقر نہ ہوا ہو مثلاً مونھ دھونے میں کلائی پر پانی لیا اور وہی پانی کہ مونھ سے جدا ہو کر آیا کلائی پر بہا لیا جمہور کے نزدیک کافی نہ ہوگا کہ مونھ سے منفصل ہوتے ہی حکم استعمال ہو گیا ہاں جن بعض کے یہاں استقرار شرط ہے اونکے نزدیک کافی ہے کہ ابھی مستعمل نہ ہوا اور غسل میں سارا بدن عضو واحد ہے تو سر کا پانی کہ پاؤں تک بہتا جائے جس جس جگہ گزرا سب کو پاک کرتا جائیگا (۲۵) اقول نجاست میں حکمیہ کی تقیید کا فائدہ ظاہر ہے کہ جو پانی نجاست حقیقیہ کے ازالہ میں صرف ہو ہمارے نزدیک مطلقاً ناپاک ہو جائیگا نہ کہ مستعمل (۲۶) اقول ہم نے پانی کو مطلق رکھا اور خود رفع نجاست حکمیہ و اقامت قربت ہائے مذکورہ سے واضح کہ پانی سے ماء مطلق مراد ہے تو شوربے یا دودھ کی لسی یا نبیذ تمر سے اگر وضو کرے وہ مستعمل

ف۱: مسئلہ پانی مستعمل نہ ہونے کی صورتیں جن میں سنت کی نیت کی ضرورت نہیں

ف۲: مسئلہ وضو میں منہ کا پانی کلائی پر لیا اور بہا لیا کافی نہیں وضو میں نہیں ہو سکتا اور غسل میں مثلاً سر کا پانی پاؤں تک جہاں جہاں بہتا گزرے گا پاک کرتا جائیگا وہاں تک پانی کا حکم نہیں

نہ ہونگے کہ اونسے وضو ہی نہ ہوگا تو مستعمل کیا ہون (۲۷) خود نفس جنس یعنی پانی نے دودھ سرکہ گلاب کیوڑے وغیرہا کو خارج کردیا کہ انسے وضو کرے تو مستعمل نہ ہونگے اگرچہ بے وضو ہو اگرچہ جنب ہو اگرچہ نیت قربت کرے کہ غیر آب[ف۱] نجاست حکمیہ سے اصلاً تطہیر نہیں کرسکتا تنبیہ اگر کہیے ۲۶، ۲۷ کا ثمرہ کیا ہے کہ مستعمل ہونے سے ہمارے نزدیک شَے نجس نہیں ہوجاتی صرف نجاست حکمیہ دُور کرنے کے قابل نہیں رہتی یہ قابلیت ان اشیا میں پہلے بھی نہ تھی تو انکو مستعمل نہ ماننے کا فائدہ کیا ہوا **اقول** اول تو یہی فائدہ بہت تھا کہ مستعمل نہ ہونے سے انکی طہارت متفق علیہ رہیگی کہ مستعمل کی طہارت میں ہمارے ائمہ کا اختلاف ہے اگرچہ صحیح طہارت ہے ثانیاً مستعمل[ف۲] اگرچہ طاہر ہے مگر قذر ہے مسجد میں اوسکا ڈالنا ناجائز ہے ان اشیا کو مستعمل نہ بتانے سے یہ معلوم ہوا کہ مثلاً جس[ف۳] گلاب سے کسی نے وضو کیا اوسے مسجد میں چھڑک سکتے ہیں کہ وہ مستعمل نہ ہوا بالجملہ یہ وہ نفیس وجلیل جامع ومانع وشافی ونافع تعریف ملائے مستعمل ہے کہ بفضل الٰہی خدمت کلمات علمائے کرام سے اس فقیر پر القا ہوئی وللہ الحمد بسہولت حفظ کے لیے فقیر اوسے نظم کرتا اور برادران دینی سے دعائے عفو وعافیت کی طمع رکھتا ہے

ملائے مستعمل کہ طاہر نامطہر وصف اوست بر بشر در قربت مطلوبہ عیناً صرف شد	جامع ومانع جدا واز رضا دو حرف شد راکدے[ف۴] کانیسان جدا شد از بدن مستعمل ست	مطلقے کو واجب شستن زحدثے کاست یا لیک نزد بعض چون قائم بجا یا ظرف شد

دو شعر اخیر میں وہ تمام تفاصیل آگئیں جو یہانتک مذکور ہوئیں اور یہ بھی کہ راجح قول اول ہے یعنی بدن سے جدا ہوتے ہی مستعمل کا حکم دیا جائیگا کسی جگہ مستقر ہونا شرط نہیں۔ اب عبارات علما اور بعض مسائل مذکورہ میں اپنی تحقیق مفرد ذکر کریں وباللہ التوفیق تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے لایجوز بماء استعمل لاجل قربۃ ای ثواب ولو من ممیز (اذا توضأ یرید به التطهیر کما فی الخانیة وظاهره انه لولم یرد به ذلك لم یصر مستعملا) او حائض لعادة عبادة (قال فی النهر قالوا بوضوء الحائض یصیر مستعملا لانه یستحب لها الوضوء لکل فریضة وان تجلس فی مصلاها قدرها کیلا تنسی عادتها وینبغی ان لو توضأت لتهجد عادی او صلاة ضحی ان یصیر مستعملا اھ واقره الرملی وغیره ووجهه ظاهر فلذا اجزم به الشارح فاطلق العبادة تبعا لجامع الفتاوی) او غسل میت (وکون غسالته مستعملة هو الاصح بحر اقول قول العامة واعتمده البدائع ان نجاسة المیت نجاسة خبث لانه حیوان دموی ویجوز عطفه علی ممیز ای ولو من اجل غسل میت لانه یندب الوضوء من غسل المیت) او یدلاکل او منه بنیة السنة (قید به فی البحر اخذا من قول المحیط لانه اقام به قربة لانه سنة اھ فی النهر وعلیه ینبغی اشتراطه فی کل سنة کغسل فم وانف اھ قال الرملی ولا تردد فیه حتی لولم یکن جنبا وقصد بغسل الفم والانف مجرد التنظیف لا اقامة القربة لا یصیر مستعملا) او لرفع حدث کوضوء محدث ولو للتبرد فلو توضأ متوضئ لتبرد او تعلیم او لطین بیده لم یصر مستعملا اتفاقا (اورد ان تعلیم الوضوء قربة واجاب البحر وتبعه النهر وغیرهما ان التوضی نفسه لیس قربة بل التعلیم وهو خارج عنه ولذا یحصل بالقول) کزیادة علی الثلث بلانیة

مسئلہ ۱ [illegible]

مسئلہ ۲ [illegible]

فائدہ [illegible]

قربة (ان اراد الزيادة على الوضوء الاول وفيه اختلاف المشائخ اما لو اراد بها ابتداء الوضوء صار مستعملا بدائع اى اذا كان بعد الفراغ من الوضوء الاول والا لكان بدعة كما مر فلا يصير مستعملا وهذا ايضا اذا اختلف المجلس والا فلا لانه مكروه بحر لكن قدمنا ان المكروه تكراره فى مجلس مرارا) وكغسل نحو فخذ (مما ليس من اعضاء الوضوء وهو محدث لا جنب) او ثوب طاهر (ونحوه من الجامدات كقدر وروثمار قهستانى) او دابة تؤكل (بحر عن المبتغى قال سيدى عبد الغنى وغيرها كذلك لانها لاتنجس الماء ولا تسلب طهوريته كحمار وفارة وسباع بهائم لم يصل الماء الى فمها اھ وذكر الرحمتى نحوه) او لاسقاط فرض بان يغسل بعض اعضائه (التى يجب غسلها احترازا عن غسل المحدث نحو الفخذ) او يدخل يده او رجله فى حب لغير اغتراف ونحوه (بل لتبرد او غسل يد من طين او عجين فلو قصد الاغتراف ونحوه كاستخراج كوز لم يصر مستعملا للضرورة) فانه يصير مستعملا اذا انفصل عن عضو وان لم يستقر فى شئ على المذهب وقيل اذا استقر (فى مكان من ارض او كف او ثوب ويسكن عن التحرك وهذا قول طائفة من مشايخ بلخ واختاره فخر الاسلام وغيره وفى الخلاصة وغيرها انه المختار الا ان العامة على الاول وهو الاصح واثر الخلاف يظهر فيما لو انفصل فسقط على انسان فاجراه عليه صح على الثانى لا الاول نهر وقدمنا ان اعضاء الغسل كعضو واحد فلو انفصل منه فسقط على عضو اخر من اعضاء الغسل فاجراه عليه صح على القولين اھ ملتقطا وفى الهندية عن التتارخانية لو توضأ بالخل او ماء الورد لا يصير مستعملا عند الكل اھ **تنبيه** قال فى المنية بعد ماعرف المستعمل بماء ازيل به حدث او استعمل فى البدن على وجه القربة مانصه امرأة غسلت القدر او القصاع لا يصير الماء مستعملا اھ **اقول** وهو كما ترى مطلق يشمل ما اذا نوت به اقامة سنة لا جرم ان قال فى الغنية قوله فى البدن احتراز عما اذا استعمل فى غيره من ثوب ونحوه بنية القربة فانه لا يصير مستعملا ويتفرع على ما ذكرنا امرأة غسلت القدر او القصاع الخ لكن قال فى الحلية اما القدر والقصاع ونحوهما من الاعيان الطاهرات كالبقول والثمار والثياب والاحجار فلان الجمادات لا يلحقها حكم العبادة اما لو نوت بذلك قربة بان غسلتهما من الطعام بقصد اقامة السنة كان ذلك الماء مستعملا اھ **اقول اولا** فيه بعد ولم يعزه لاحد وقد قيد فى مختصر القدورى والهداية والمنية وغيرها الاستعمال لقربة بكونه فى البدن واقر عليه هذا المحقق ومفاهيم الكتب حجة ولذا جعله فى الغنية احترازا ومثله فى الجوهرة النيرة حيث قال قوله فى البدن قيد به لانه ماكان من غسالة الجمادات كالقدور والقصاع والجرار لا يكون مستعملا الخ **وثانيا** تراهم عن اخرهم يرسلون مسائل الاستعمال فى غير بدن الانسان ارسالا تاما غير جانحين الى تقييدها بعدم نية القربة كمسألة غسل الدابة المذكورة فى المبتغى والفتح والبحر والدر والتتارخانية وغيرها ومسألة الثوب ومسألة الاحجار ومسألة الثمار ومسألة القدور والقصاع هذه وغيرها فاطباقهم على اطلاقها يؤذن باتفاقهم على تعميمها

ف ١: مسئلہ

ف ٢: تطفل علی الحلیۃ

ف ٣: تطفل علیھا

ف ٤: باوضو نے اپنی ... کپڑے یا ... دھویا پانی مستعمل نہ ہوگا ... قربت کے ہیں

ببدن الانسان فان كل ذلك يحتمل نية القربة كغسل ثوب ابويه من الوسخ والثمار من الغبار لاكلهما واحجار فرش المسجد للتنظيف الى غير ذلك فما من مباح الا ويمكن جعله قربة بنية محمودة كما لا يخفى على عالم علم النيات وثالثا هذا التقييد هو القضية للدليل الذى جعل به اقامة القربة مغير الماء عن وصف الطهورية اعنى حمله الأثام من البدن المستعمل فيه فى الهداية قال محمد رحمه الله تعالى لا يصير مستعملا الا باقامة القربة لان الاستعمال بانتقال نجاسة الأثام اليه وانها تزول بالقرب وابو يوسف رحمه الله تعالى يقول اسقاط الفرض مؤثر ايضا فيثبت الفساد بالامرين اهـ وفى العناية التغير عندهما (اى تغير الماء وتدنسه عند الشيخين رضى الله تعالى عنهما) انما يكون بزوال نجاسة حكمية عن المحل وانتقالها الى الماء وقد انتقلت الى الماء فى الحالين (اى حال اقامة القربة وحال اسقاط الواجب) كما تقدم من اعتبارها بالنجاسة الحقيقية فيثبت فساد الماء بالامرين جميعا اهـ موضحا ومثله فى البحر عن المحيط حيث قال تغير الماء عند محمد باعتبار اقامة القربة به وعندهما باعتبار انه تحول اليه نجاسة حكمية وفى الحالين تحول الى الماء نجاسة حكمية فاوجب تغيره اهـ وفى التبيين سببه اقامة القربة او ازالة الحدث به عند ابى حنيفة وابى يوسف وعند محمد رضى الله تعالى عنهم اقامة القربة لا غير والاول اصح لان الاستعمال بانتقال نجاسة الحدث او نجاسة الأثام اليه اهـ وقال فى الكافى سؤر الكلب نجس لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم يغسل الاناء من ولوغ الكلب ثلثا لا يقال جاز ان يؤمر بالغسل تعبدا كما امر المحدث بالوضوع لان الغسل تعبدا لم يشرع الا فى طهارة الصلاة فانه يقع لله تعالى عبادة والجمادات لا يلحقها حكم العبادات لانها باعتبار نجاسة الأثام والجمادات ليست باهل لها لا يقال الحجر الذى استعمل فى رمى الجمار يغسل ويرمى ثانيا لاقامة القربة به لان الحجر آلة الرمى وقد تتغير الآلة بنقل نجاسة الأثام اليها كمال الزكوة والماء المستعمل اهـ باختصار **اقول** وبمباحثنا هذه ظهر ولله الحمد ان مطلق الوقاية والنقاية والكنز والغرر والاصلاح والملتقى والتنوير محمول على مقيد الكتاب والهداية للنية ومما يؤيده اطباقهم على اشتراط الانفصال عن العضو للحكم بالاستعمال وانما وقع المقال فى اشتراط القرار بعد الانفصال فشرطه بعض المشايخ وبه جزم فى الكنز مخالفا للكافيه واختاره الامام فخر الاسلام وغيره فى شروح الجامع الصغير وهو مذهب الامام ابى حفص الكبير والامام ظهير الدين المرغينانى وقال فى الخلاصة هو المختار ورجحه الاتقانى فى غاية البيان زاعما ان فى عدم اشتراطه حرجا كما بينه مع جوابه فى البحر والمذهب عندنا ان حكم الاستعمال بمجرد الانفصال وصححه فى الهداية وكثير من الكتب واعتمده فى الكافى وضعف خلافه وعليه المحققون كما فى الفتح والعامة كما فى البحر بل فى المحيطات ان القائل باشتراط الاستقرار الامام سفين الثورى رحمهما الله تعالى دون اهل المذهب وقد تكفل فى الفتح والبحر برد ما تعلقوا به واشار اليه فى الدرر وبالجملة المذكور فى كلام الفريقين هو الانفصال عن العضو المؤذن بان المراد استعماله فى البدن لا غير والله تعالى اعلم ورابعا

ثالث عليها – تطفل ۱

مسئلہ ۲: جس پانی سے قربت مطلوب شرعی کی اقامت کی جائے وہ انسان کے گناہ وغیرہ … نجاست حکمیہ کو اپنی طرف منتقل ہوتی ہے لہذا مستعمل ہو جاتا ہے

مسئلہ ۳: حج میں جو کنکریاں ماری جاتی ہیں وہ بھی گناہ …

المعرّس الطرّس

مسئلہ ۴ – تطفل ۵ – رابع علیہا

محل نظر كون غسل الاوانی بالماء لجرد اثر الطعام قربة مطلوبة بعينها بل المطلوب هو التنظيف وربما يحصل بلحس وبخرقة وبغير ماء مطلق والاول اقرب الى التواضع والتأدب بأداب السنة فاخرج الامام مسلم فی صحیحه عن جابر رضی الله تعالی عنه ان النبی صلی الله تعالی علیه وسلم امر بلعق الاصابع والصحفة وقال انکم لا تدرون فی ایه البرکة وله کاحمد وابی داود والترمذی والنسائی عن انس رضی الله تعالی عنه ان رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم امرنا ان نسلت القصعة قال فانکم لا تدرون فی ای طعامکم البرکة وللامام احمد والترمذی وابن ماجة عن نبیشة الخیر الهذلی رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم من اکل فی قصعة ثم لحسها استغفرت له القصعة زاد الامام الحکیم الترمذی عن انس رضی الله تعالی عنه وصلت علیه وزاد الدیلمی عنه فتقول اللهم اعتقه من النار کما اعتقنی من الشیطان وللحاکم وابن حبان فی صحیحه والبیهقی فی الشعب عن جابر بن عبد الله رضی الله تعالی عنهما فی حدیث یرفعه الی رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم لا یرفع القصعة حتی یلعقها او یلعقها فان فی اخر الطعام البرکة وللحسن بن سفین عن رائطة عن ابیها رضی الله تعالی عنهما عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم لان العق القصعة احب الی من ان اتصدق بمثلها طعاما وللطبرانی فی الکبیر عن العرباض بن ساریة رضی الله تعالی عنه عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم من لعق الصحفة ولعق اصابعه اشبعه الله تعالی فی الدنیا والاخرة وخصوص الغسل بالماء من الامور العادیة الشائعة بین المؤمنین والکفار فانوی سنة التنظیف ای التنظیف لانه سنة ادخله بنیته تحت عام محمود فکان کمترضئ توضأ للتعلیم ثم اقول تحقیق المقام علی ما علمنی الملک العلام ان لیس کل ما جعل قربة مغیرا للماء عن الطهوریة بل یجب ان یکون الفعل المخصوص الذی یحصل بالماء اولا وبالذات قربة مطلوبة فی الشرع بخصوصه ومرجعه الی ان تکون القربة المطلوبة عینا لا تقوم الا بالماء اذ لو جاز ان تحصل بدونه لکان لتحققها موارد منها ما یحصل بالماء ومنها غیره فما یحصل بالماء اولا وبالذات لا یکون مطلوبا بعینه بل محصلا للمطلوب بعینه فیتحصل ان یکون نفس انفاق الماء فی ذلک الفعل مطلوبا فی الشرع عینا اذ المطلوب عینا لم یحصل الا به کان ایضا مطلوبا عینا کالمضمضة والاستنشاق فی الوضوء والتثلیث فیه وفی الغسل ولو للمیت ولعلک تظن ان هذه فائدة لم تعرف الا من قبل العلامة صاحب البحر وتبعه علیه اخوه فی النهر اقول کلا بل المسألة اعنی وضوء المتوضئ للتعلیم منصوص علیها فی المبتغی والفتح وغیرهما من کتب المذهب وقد نص فی الدر انها متفق علیها ولا شک انها صریحة فی تلک الافادة فان التعلیم قربة مطلوبة قطعا وقد نواه بهذا التوضی وهو فی هذا الخصوص ایضا متبع للسنة الماضیة ان البیان بالفعل اقوی من البیان بالقول ومع ذلک اجمعوا انه لا یصیر مستعملا فکان اجماعا ان لیس کل قربة تغیر الماء بل التی لا تقوم الا بالماء اذ لا فارق فی التوضی بنیة التعلیم وبنیة الوضوء علی الوضوء

الا هذا انه لا بد ان تكون التى تتوقف على الماء قربة مطلوبة بعينها والا لعاد الفرق ضائعا اذ لا شك ان الوضوء للتعليم محصل لقربة مطلوبة شرعا فيكون قربة وهو لا يقوم الا بالماء لكن الشرع لم يطلبه عينا انما طلب التعليم وهو لا يتوقف على انفاق الماء فاستقر عرش التحقيق على ما افاد البحر وظهر ان الصواب فى فرع القدر والقصاع مع الغنية فلذا عولنا عليه **اقول** ف۱ ومما يؤيده الطلاقهم قاطبة مسألة التوضى والاغتسال للتبرد مع ف۲ ان التبرد ربما يكون لجمع الخاطر للعبادة والتقوى على مطالعة كتب العلم وهو لا شك اذن من القرب فكل مباح فعله العبد المؤمن بنية خير خير غير انه لم يطلب عينا فى الشرع وان ساغ ان يصير وسيلة الى مطلوب **واعظم** ف۳ منه مسألة الاغتسال لازالة ف۴ الدرن فهو مطلوب عينا فى الشرع فانما بنى الدين على النظافة وقد كانت هذه حكمة الامر بالاغتسال يوم الجمعة كما افصحت به الاحاديث بيد ان ازالة الوسخ لا يتوقف على الماء فلم يكن مما طلب فيه الشرع انفاق الماء عينا بخلاف ف۵ غسل الجمعة والعيدين وعرفة والاحرام فان من اغتسل فيها بماء ثمر او نبيذ تمر مثلا لم يكن اتيا بالسنة قطعا وان زال به الوسخ والدرن وذلك ف۶ ان الحكم يكون لحكمة ولكن العباد مامورون باتباع الحكم دون الحكمة كما قد عرف فى موضعه وهنالك تم الرد على مسألة القصعة والقدر وتبين ولله الحمد ان المراد بالقربة ههنا هى المتعلقة بظاهر بدن الانسان مما اراد الشرع فيما اقامة نفس القربة المطلوبة ولو ندبا على امساس الماء عينا ولو مسها بشرة بشر ولو ميتا فزال الابهام واتضح المرام وظهرت فى الفروع كلها الاحكام والحمد لله ولى الانعام **والأن** عسى ان تقوم تقول أل الامر الى ان الماء انما يصير مستعملا اذا انفق فيما كان انفاقه فيه مطلوبا فى الشرع عينا فما الفارق فيه وفيما اذا انفق فى قربة مطلوبة شرعا من دون توقف على الماء خصوصا كيف وانما المغير تحول نجاسة حكمية ومنها نجاسة الأثام وهى تزول كلا او بعضا بكل قربة لعموم قوله تعالى ان الحسنت يذهبن السيئت ذلك ذكرى للذاكرين ○ **اقول** ف نعم ولوجه الله الحمد ابدا تزول الأثام باذن الله بكل قربة رحمة منه جلت الاؤه بهذه الامة المباركة المرحومة دنيا واخرى بنبيها الكريم الرؤف الرحيم المرسل رحمة والمبعوث نعمة افضل صلوات ربه واجل تسليماته وازكى بركاته وادوم تحياته عليه وعلى اله وصحبه وامته ابدا ولكن الزوال بقربة لا يوجب التحول الى الته التى اقيمت بها وما علمنا ذلك الا فى ألة عينها الشرع كالمال فى الزكوة والماء فى الطهر لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم فى الصدقات انما هى اوساخ الناس رواه احمد ومسلم عن عبد المطلب بن ربيعة رضى الله تعالى عنه وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم من توضأ فاحسن الوضوء خرجت خطاياه من جسده حتى تخرج من تحت اظفاره رواه الشيخان عن امير المؤمنين عثمن رضى الله تعالى عنه وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا توضأ العبد المسلم او المؤمن فغسل وجهه خرج من وجهه كل خطيئة نظر اليها بعينيه مع الماء او مع اخر قطر الماء فاذا غسل يديه خرج من يديه كل خطيئة

کے لیے ہیں اور ستھرے ستھرے پن کے لیے ستھرے اور ستھرا پن ان گندوں کی باتوں سے پاک ہیں والحمد للہ ۱۲

https://www.facebook.com/darahlesunnat

كان بطشتها يداه مع الماء او مع اخر قطر الماء فاذا غسل رجليه خرج كل خطيئة مشتها رجلاه مع الماء او مع اخر قطر الماء حتى يخرج نقيا من الذنوب رواه مسلم عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه والاحاديث كثير شهير فى هذا المعنى واصحاب المشاهدة الحقة اعاد الله علينا من بركاتهم فى الدنيا والاخرة يشاهدون ماء الوضوء يخرج من اعضاء الناس متلوثا بالاثام متلونا بالوانها البشعة وعن هذا الحكم امام اهل الشهود ابو حنيفة رضى الله تعالى عنه ان الماء المستعمل نجاسة مغلظة لانه كان يراه متلطخا بتلك القاذورات فما كان يسعه الا الحكم بهذا وكيف يرد الانسان امرا يراه بالعيان قال الامام العارف بالله سيدى عبد الوهاب الشعرانى قدس سره الربانى وكان من كبار العلماء الشافعية فى ميزان الشريعة الكبرى سمعت سيدى عليا الخواص رضى الله تعالى عنه (وكان ايضا شافعيا كما سيأتى) يقول مدارك الامام ابى حنيفة رضى الله تعالى عنه دقيقة لا يكاد يطلع عليها الا اهل الكشف من اكابر الاولياء وقال وكان الامام ابو حنيفة اذا رأى ماء الميضأة يعرف سائر الذنوب التى خرت فيه من كبائر وصغائر ومكروهات فلهذا جعل ماء الطهارة اذا تطهر به المكلف له ثلثة احوال احدها انه كالنجاسة المغلظة لاحتمال ان يكون المكلف ارتكب كبيرة الثانى كالنجاسة المتوسطة لاحتمال ان يكون ارتكب صغيرة الثالث طاهر غير مطهر لاحتمال ان يكون ارتكب مكروها وفهم جماعة من مقلديه ان هذه الثلثة اقوال فى حال واحد والحال انها فى احوال بحسب حصر الذنوب فى ثلثة اقسام كما ذكرنا اھ وفيه ايضا رضى الله عن الامام ابى حنيفة ورحم اصحابه حيث قسموا النجاسة الى مغلظة ومخففة لان المعاصى لا تخرج عن كونها كبائر او صغائر وسمعت سيدى عليا الخواص رحمه الله تعالى لو كشف للعبد لرأى الماء الذى يتطهر منه الناس فى غاية القذارة والنتن فكانت نفسه لا تطيب باستعماله كما لا تطيب باستعمال ماء قليل مات فيه كلب او هرة قلت له فاذن كان الامام ابو حنيفة و ابو يوسف من اهل الكشف حيث قالا بنجاسة الماء المستعمل قال نعم كان ابو حنيفة وصاحبه من اعظم اهل الكشف فكان اذا رأى الماء الذى يتوضأ منه الناس يعرف اعيان تلك الخطايا التى خرت فى الماء ويميز غسالة الكبائر عن الصغائر والصغائر عن المكروهات والمكروهات عن خلاف الاولى كالامور المجسدة حسا على حد سواء قال وقد بلغنا انه دخل مطهرة جامع الكوفة فرأى شابا يتوضأ فنظر فى الماء المتقاطر منه فقال يا ولدى تب عن عقوق الوالدين فقال تبت الى الله عن ذلك ورأى غسالة شخص اخر فقال له يا اخى تب من الزنا فقال تبت ورأى غسالة اخر فقال تب من شرب الخمر وسماع الات اللهو فقال تبت اھ وفيه ايضا رحم الله تعالى مقلدى الامام ابى حنيفة رضى الله تعالى عنه حيث منعوا الطهارة من ماء المطاهر التى لم تستبحر لما يخر فيها من خطايا المتوضئين وامروا اتباعهم بالوضوء من الانهار او الابار او البرك الكبيرة وكان سيدى على الخواص رحمه الله تعالى مع كونه شافعيا لا يتوضأ من مطاهر المساجد فى اكثر اوقاته ويقول ان ماء هذه المطاهر لا ينعش جسد

https://www.facebook.com/darahlesunnat

امثالنا لتقذرها بالخطايا التی خرت فیها وکان یمیز بین غسالات الذنوب ویعرف غسالة الحرام من المکروه من خلاف الاولی ودخلت معه مرة میضأة المدرسة الازهریة فاراد ان یستنجی من المغطس فنظر ورجع فقلت لم قال رایت فیه غسالة ذنب کبیر غیرته فی هذا الوقت وکنت انا رایت الذی دخل قبل الشیخ وخرج فلتبعته واخبرته الخبر فقال صدق الشیخ قد وقعت فی زنا ثم جاء الی الشیخ وتاب هذا امر شاهدته من الشیخ اه کله ملتقطا وسقته ھھنا الجمیل فائدته وجلیل عائدته ولیس ما عینته انت الة لقربة فی معنی ما عینه الشارع فلا یلتحق **اقول** بل الدلیل ناهض علی عدم الالتحاق الا تری ان ارواء الظمأن قربة مطلوبة قطعا وقد ورد فیه[ف۱] خصوصا انه محاء للذنوب اخرج[۲] الخطیب عن انس بن مالک رضی الله تعالی عنه عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم اذا کثرت ذنوبك فاسق الماء علی الماء تتناثر کما یتناثر الورق من الشجر فی الریح العاصف اه فاذا استقیت له الماء من بئر او سکبت من اناء واعطیته ایاه فقد اقمت به قربة فلو تحولت نجاسة الاثام الیه لصار نجسا حراما شربه عند الامام وقد رابالاجماع مکروه الشرب فیعود الاحسان اساءة والقربة علی نفسها بالنقض وهو باطل اجماعا وما ذلك الا لان الشرع انما طلب منك ان تهیئ له ما یرویه ولم یعین له الماء بخصوصه بحیث لا یجزئ غیره بل لو سقیته لبنا خالصا او ممزوجا بماء او ماء الورد او جلابا بثلج ولوز وماء الکاذی وامثال ذلك لکان راجحا وجودا واقمت القربة وازید والله یحب المحسنین وقد اختبرت[ف۲] تشییدا بهذا ارکان ما نحونا الیه فی مسألة القدور والقصاع هذا کله ما ظهر لی وارجو ان قد زهر الامر وزال القناع والحمد لله رب العلمین **تنبیه**[ف۳] عامة الکتب فی بیان الشق الاول من الماء المستعمل علی التعبیر بما استعمل فی رفع حدث وعلیه المتون کالقدوری والهدایة والوقایة والنقایة والاصلاح والکنز والغرر والملتقی واعترضهم المحقق علی الاطلاق فی الفتح بان الحدث لا یتجزء ثبوتا اه ای علی القول[ف۴] الصحیح المعتمد فما بقیت ذرة من محله حکم الحدث بقی الحدث فی کل ما کان محله حتی لو ان محدثا او جنبا تطهر وبقیت لمعة خفیفة فی رجله مثلا لم یحل له مس المصحف بیده ولا بکمه ولا للجنب التلاوة کل ذلك علی ما هو المختار للفتوی فهذا الماء لم یرفع الحدث ولو لم ینو لم تکن قربة الضائع انه مستعمل قطعا بفروع کثیرة منصوصة عن صاحب المذهب رضی الله تعالی عنه فی ادخال المحدث بعض اعضائه فی الماء لغیر ضرورة الاغتراف علی ما فصلت فی الفتح والحلیة والبحر وغیرها وللتفصی عن هذا اقر المحقق ان صیرورة الماء مستعملا باحدی ثلث رفع الحدث والتقرب وسقوط الفرض عن العضو قال وعلیه تجری فروع ادخال الید والرجل الماء القلیل لا لحاجة ولا تلازم بین سقوط الفرض وارتفاع الحدث فسقوط الفرض عن الید مثلا یقتضی ان لا یجب اعادة غسلها مع بقیة الاعضاء ویکون ارتفاع الحدث موقوفا علی غسل الباقی وسقوط الفرض هو الاصل فی الاستعمال لما عرف ان اصله مال الزکوة والثابت فیه لیس الا سقوط الفرض حیث جعل به دنسا شرعا علی ما ذکرناه اه وتبعه تلمیذه المحقق

فی الحلیۃ ثم البحر فی البحر ثم تلمیذہ العلامۃ الغزی حتی جعلہ متناواقرہ علیہ المدقق فی الدر واعتمدہ العارف باللہ سیدی عبد الغنی النابلسی فی شرح ھدیۃ ابن العماد وزعم العلامۃ ش ان ھذا السبب الثالث زادہ فی الفتح اقول[ف۱] ولیس کذا بل ھو منصوص علیہ من صاحب المذھب رضی اللہ تعالی عنہ ففی الفتح عن کتاب الحسن عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ ان غمس جنب او غیر متوضئ یدیہ الی المرفقین اواحدی رجلیہ فی اجانۃ لم یجز الوضوء منہ لانہ سقط فرضہ عنہ اھ وقدمنا عن الھدایۃ فی تعلیل قول ابی یوسف ای وللامام رضی اللہ تعالی عنہما ان اسقاط الفرض مؤثر ایضا فیثبت الفساد بالامرین اھ نعم المزید من المحقق ھو تثلیث السبب ولیس بذاک فان سقوط الفرض اعم مطلقا من رفع الحدث ففیہ غنیۃ عنہ اما ما فی منحۃ الخالق انہ قد یرتفع الحدث ولا یسقط الفرض کوضوء الصبی العاقل لما مر من صیرورۃ مائہ مستعملا مع انہ لافرض علیہ اھ فاقول[ف۲] لیس بشیئ فان[ف۳] حکم الحدث انما یلحق المکلف وقد نصوا ان مراھقا جامع او مراھقۃ جومعت انما یؤمران بالغسل تخلقا واعتیادا کما فی الخانیۃ والغنیۃ وغیرھما وفی الدر یؤمر بہ ابن عشر تادیبا فحیث لم یسقط الفرض لانعدام الافتراض لم یرتفع الحدث ایضا لانعدام الحکم بہ اما صیرورتہ مستعملا فلیس لرفعہ حدثا والا صار مستعملا من کل صبی ولو لم یعقل وھو خلاف المنصوص بل لکونہ قربۃ معتبرۃ اذا نواھا ولذا قیدوہ بالعاقل لان غیرہ لانیۃ لہ والذی مر[ف۴] ان ارادبہ ما مر فی البحر فھو قولہ فی الخلاصۃ اذا توضأ الصبی فی طست ھل یصیر الماء مستعملا المختار انہ یصیر اذا کان عاقلا اھ فھذا التقیید یفید ما قلنا وقد قال فی الغنیۃ[ف۵] ان ادخل الصبی یدہ فی الماء وعلم ان لیس بھا نجس یجوز التوضوء بہ وان شک فی طھارتھا یستحب ان لایتوضأ بہ وان توضأ جاز ھذا اذا لم یتوضأ الصبی بہ فان توضأ بہ ناویا اختلف فیہ المتاخرون والمختار انہ یصیر مستعملا اذا کان عاقلا لانہ نوی قربۃ معتبرۃ اھ وان اراد بہ ما مر فی نفس المنحۃ قبیل ھذا بسطور فھو اصرح وابین حیث قال نقلا عن الخانیۃ الصبی العاقل اذا توضأ یرید بہ التطھیر ینبغی ان یصیر الماء مستعملا لانہ نوی قربۃ معتبرۃ اھ ثم افاد[ف۶] بنفسہ ان قولہ یرید بہ التطھیر یشیر الی انہ ان لم یرد بہ التطھیر لایصیر مستعملا اھ ولکن سبحٰن من لاینسٰی ثم قال[ف۷] فی المنحۃ بقی ھل بین سقوط الفرض والقربۃ تلازم ام لا الخ اقول[ف۸] مرادہ ھل القربۃ تلزم سقوط الفرض ام لا فان التلازم یکون من الجانبین ولا یتوھم عاقل ان سقوط الفرض یلزم القربۃ فان الاستنشاق فی الوضوء والمضمضۃ فیہ وللطعام ومنہ والوضوء علی الوضوء وامثالھا کل ذلک قرب ولا سقوط لفرض ولکن تسامح فی العبارۃ وظن انہ تبع فیہ الفتح والبحر حیث قالا لاتلازم بین سقوط الفرض وارتفاع الحدث قال فی المنحۃ المراد نفی التلازم من احد الجانبین وھو جانب سقوط الفرض الخ اقول[ف۹] لیس کذلک بل التلازم ھو اللزوم من الجانبین فسلبہ یصدق بانتفاء اللزوم من احد الجانبین وھو المراد للفاضلین العلامتین

ف۱: معروضۃ ۲۳۴ علی العلامۃ ش
ف۲: معروضۃ ۲۳۵ اخری علیہ
ف۳: مسئلہ [illegible]
ف۴: معروضۃ ۲۳۶ ثالثۃ علیہ
ف۵: مسئلہ بے وضو نابالغ کا ہاتھ پانی میں ڈوب جانے سے پانی خراب نہیں ہوتا اوس سے وضو ہو سکتا ہے ہاں اگر نجاست کا شک ہو تو بہتر ہے کہ اوس سے وضو نہ کرے
ف۶: معروضۃ ۲۳۷ رابعۃ علیہ
ف۷: تحقیق ان بین سقوط الفرض والقربۃ عموما من وجہ
ف۸: معروضۃ ۲۳۸ خامسۃ علیہ
ف۹: معروضۃ ۲۳۹ سادسۃ علیہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

معروضۃ ۱ سابعۃ علی العلامۃ ش

معروضۃ ۲ ثامنۃ علیہ

معروضۃ ۳ تاسعۃ علیہ وعلی العلامۃ نوح افندی

وتفسیرہ باللزوم من احد الجانبین مفسد للمعنی اذ بورود السلب علیہ یکون الحاصل نفی اللزوم من کلا الجانبین ولیس صحیحا ولا مرادا وعلی کل فھذا السؤال مما یھمنا النظر فیہ اذ لو ظھر لزوم القربۃ لسقوط الفرض سقط سقوط الفرض ایضا کما ارتفع رفع الحدث ودار حکم الاستعمال علی القربۃ وحدھا کما نسبوہ الی الامام محمد وان کان التحقیق انہ لم یخالف شیخیہ فی ذلک کما بینہ فی الفتح والبحر فرأینا العلامۃ صاحب المنحۃ فاذا ھو اجاب عما سأل فقال ان قلنا ان اسقاط الفرض لا ثواب فیہ فلا وان قلنا فیہ ثواب فنعم قال العلامۃ المحقق نوح افندی والذی یقتضیہ النظر الصحیح ان الراجح ھو الاول لان الثواب فی الوضوء المقصود وھو شرعا عبارۃ عن غسل الاعضاء الثلثۃ ومسح الراس فغسل عضو منھا لیس بوضوء شرعی فکیف یثاب علیہ اللھم الا ان یقال انہ یثاب علی غسل کل عضو منھا ثوابا موقوفا علی الاتمام فان اتمہ اثیب علی غسل کل عضو منھا والا فلا ویدل علیہ ما اخرجہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اذا توضأ العبد المسلم او المؤمن الی اخر الحدیث الذی قدمناہ اھ **اقول اولا** لا معنی للزوم القربۃ سقوط الفرض وان قلنا بثبوت الثواب فی اسقاط الفرض اذ لا ثواب الا بالنیۃ وسقوط الفرض لا یتوقف علیھا فالحق ان بینھما عموما من وجہ مطلقا ولو نظر رحمہ اللہ تعالی الی الفرق ما بین تعبیریہ بالسقوط والاسقاط لتنبہ لان الثواب ان کان لم یکن الا بالقصد المدلول علیہ بالاسقاط والسقوط لا یتوقف علیہ **وثانیا** للعبد الضعیف کلام فی توقف الثواب فی الطھارۃ علی الاتمام بل الثواب منوط بنیۃ الامتثال کما قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی فمن جلس یتوضأ ممتثلا لامر ربہ ثم عرض لہ فی اثنائہ ما منعہ عن اتمامہ فکیف یقال لا یثاب علی ما فعل واللہ لا یضیع اجر المحسنین نعم من نوی من بدء الامر انہ لا یأتی الا بالبعض فھذا الذی یرد علیہ انہ لم یقصد الوضوء الشرعی بل ھو عابث بقصد ما لا یعتبر شرعا والعابث لا یثاب بخلاف من قدمنا وصفہ ویترأی لی ان مثل ذلک العابث من قصد الوضوء الشرعی واتی ببعض الاعمال ثم قطعہ من دون عذر فان اللہ تعالی سمی القطع ابطالا اذ یقول عز من قائل ولا تبطلوا اعمالکم والباطل لا حکم لہ واللہ تعالی اعلم **وثالثا** محو الخطایا ان لم یکن ثوابا فلا ذکر لہ فی الحدیث اصلا وان کان فالحدیث حاکم بترتب ثواب کل فعل فعل عند وقوعہ ولا دلالۃ فیہ علی توقف الاثابۃ الی ان یتم وبالجملۃ فلا اغناء لاحد من القربۃ والسقوط عن الاخر بخلاف الرفع والسقوط فلا وجہ للتثلیث ثم رأیت العلامۃ ش اشار الی ھذا فی رد المحتار حیث قال رفع الحدث لا یتحقق الا فی ضمن القربۃ او اسقاط الفرض او فی ضمنھما فیستغنی بھما عنہ اھ **اقول** لم یظھر لی کیف یتحقق رفع الحدث فی ضمن القربۃ من دون سقوط الفرض حتی یصح ھذا التثلیث الاخر الذی ذکرہ ھذا العلامۃ

ف۴: مسئلہ آدمی وضو کرنے بیٹھا پھر کسی مانع کے سبب تمام نہ کرسکا تو جتنے افعال کیے ان پر ثواب پائے گا اگرچہ وضو نہ ہوا

ف۵: مسئلہ جس نے شروع ہی میں قصد کیا کہ آدھا وضو کرے گا وہ ان افعال پر ثواب نہ پائے گا

ف۶: مسئلہ یونہی جو وضو کرنے بیٹھا اور بلا عذر ناقص چھوڑ دیا

معروضۃ ۴ عاشرۃ علیہ وعلی العلامۃ نوح

معروضۃ ۵ ... علیہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بل كلما رفع الحدث لزم منه سقوط الفرض كما اعترف به فى المنحة فآن جنح الى ما قدمنا عنه من مسألة وضوء الصبى العاقل أى اذا توضأ ناويا فقد تحقق رفع الحدث فى ضمن القربة من دون سقوط فرض **فاقول اولا** قد علمت بطلانه **وثانيا** ان سلم هذا يلزم ان يتحقق رفع الحدث من دون قربة ولا سقوط فرض اذا توضأ الصبى غير ناو لان رفع الحدث لا يفتقر الى النية والقربة لا توجد بدونها فحينئذ ينهدم اصل المرام ويعود التثليث الذى ذكر المحقق فالصواب ما ذكرت ان رفع الحدث يلزمه سقوط الفرض ففيه غنية عنه **ثم اقول** لو ان المحقق على الاطلاق حانت منه التفاتة هنا الى كلامه وشروحه الهداية لما جنح الى تثليث السبب ولظهر له الجواب ايضا عما اعترض به كلام العامة والمتون وذلك ان الامام صاحب الهداية قدس سره عبر فى المسألة بما ازيل به حدث او استعمل قربة وقال فى الدليل لاسقاط الفرض مؤثرا ايضا فيثبت الفساد بالامرين فافاد ان المراد بزوال الحدث هو سقوط الفرض وان عوده اما ههنا واحد ولا شك ان سقوط الفرض عن عضو دون عضو بل عن بعض عضو دون بعضه الآخر ثابت متحقق وان لم يترتب عليه احكام ارتفاع الحدث وهو كما قدمت الاشارة اليه فى بيان الفروع يشمل ما اذا تطهر كاملا او غسل شيئا من اعضائه بل عضوه فلا تثليث ولا اعتراض بعدم التجزى وتحقيقه ما افاده فى المنحة نقلا عن العلامة نوح افندى فى حواشى الدرر ناقلا عن الشيخ قاسم فى حواشى المجمع ان الحدث يقال بمعنيين المانعية الشرعية عما لا يحل بدون الطهارة وهذا لا يتجزى بلا خلاف عن ابى حنيفة وصاحبيه وبمعنى النجاسة الحكمية وهذا يتجزء ثبوتا وارتفاعا بلا خلاف عند ابى حنيفة واصحابه وتصير ورة الماء مستعملا بازالة الثانية ففى مسألة البئر سقط الفرض عن الرجلين بلا خلاف والماء الذى اسقط الفرض صار مستعملا بلا خلاف على الصحيح اھ قال العلامة نوح هذا هو التحقيق فخذه فانه بالاخذ حقيق اھ **اقول** بل اختار فى غاية البيان ثم النهر ثم الدر ان حقيقة الحدث هو المعنى الثانى قال فى البحر تبعا للفتح الحدث مانعية شرعية قائمة بالاعضاء الى غاية استعمال المزيل اھ قال فى النهر وتبعه الدر هذا تعريف بالحكم وعرفه فى غاية البيان بانه وصف شرعى يحل فى الاعضاء يزيل الطهارة قال وحكمه المانعية لما جعلت الطهارة شرطا له الخ ونظر فيه ش نقلا عن حاشية الشيخ خليل الفتال عازيا لبعض الفضلاء بان حكم الشيء ما كان اثرا خارجا عنه مترتبا عليه والمانعية المذكورة ليست كذلك وانما حكم الحدث عدم صحة الصلاة معه وحرمة مس المصحف ونحو ذلك فالتعريف بالحكم كان يقال الحدث ما لا تصح الصلاة معه تأمل اھ قال ش على ان التعريف بالحكم مستعمل عند الفقهاء لان الاحكام محل مواقع انظارهم اھ وقد اشار اليه ط وقال ط فى قوله مانعية اى كونه مانعا من الصلاة ومس المصحف والاظهر ان يقال مانع شرعى اھ **اقول** وبالله التوفيق كلام المعترضين على

https://www.facebook.com/darahlesunnat

البحر كله بمعزل عن غوص القعر فان مبناه طرا على ان تعريف البحر غير تعريف الغاية ولا دليل عليه فان المانعية بمعنى الحال فضلا عن كونه مما لا قيام له بموضوع لعدم كونه من الصفات المنضمة لا قيام لها بالاعضاء اصلا فانها غير مانعة حتى تكون لها مانعية وبمعنى النسبة اى شئ له انتساب الى مانع شرعي صادق قطعا على ذلك الوصف الشرعي الذي يحل بالاعضاء فيزيل طهرها لان المانع هو الخطاب الشرعي والمنتسب اليه ما لاجله ورد الخطاب وهي النجاسة الحكمية وهي بعينها ذلك الوصف القائم بالاعضاء فرجع التعريف الى تعريف الغاية فلا خلاف ولا خلف الا ترى ان تلميذ المحقق على الاطلاق واعني المحقق الحلبي عرف الحدث في الحلية بانه الوصف الحكمي الذي اعتبر الشارع قيامه بالاعضاء مسببا عن الجنابة والحيض والنفاس والبول والغائط وغيرهما من نواقض الوضوء ومنع من قربان الصلاة وما في معناها معه حال قيامه بمن قام به الى غاية استعمال ما يعتبر به زائلا اهـ وهو كما ترى ليس الا بسطا لما اجمله شيخه المحقق وما هو الا عين ما عرف به في الغاية ولو قال مانع شرعي كما استظهره العلامة ط لكان ايضا مرجعه الى ذلك لان ذلك الوصف الشرعي وهي النجاسة مانع شرعي بمعنى ما لاجله المنع واستعمال المانع بهذا المعنى شائع ذائع غير ان المحقق ابقاه على حقيقته فاتى بالنسبة فلا وجه جيما للاستظهار ثم من اوضح دليل عليه ان البحر معترف في هذا الحد من مناهل فتح القدير كما ذكره في رد المحتار وقد قال المحقق في الفتح مستدلا لرواية الحسن وابي يوسف عن الامام الاعظم ان الماء المستعمل نجس مغلظا ومخففا ما نصه وجه رواية النجاسة قياس اصله الماء المستعمل في النجاسة الحقيقية والفرع المستعمل في الحكمية بجامع الاستعمال في النجاسة بناء على الغاء وصف الحقيقي في ثبوت النجاسة وذلك لان معنى الحقيقي ليس الا كون النجاسة موصوفا بها جسم مستقل بنفسه عن المكلف لا ان وصف النجاسة حقيقة لا تقوم الا بجسم كذلك وفي غيره مجاز بل معناه الحقيقي واحد في ذلك الجسم وفي الحدث لانه ليس المتحقق لنا من معناها سوى انها اعتبار شرعي منع الشارع من قربان الصلاة والسجود حال قيامها لمن قام به الى غاية استعمال الماء فيه فاذا استعمله قطع ذلك الاعتبار كل ذلك ابتلاء للطاعة فاما ان هناك وصفا حقيقيا عقليا او محسوسا فلا ومن ادعاه لا يقدر في اثباته على غير الدعوى ويدل على انه اعتبار اختلافه باختلاف الشرائع الا ترى ان الخمر محكوم بنجاسته في شرع يعتنا وبطهارته في غيرها فعلم انها ليست سوى اعتبار شرعي الزم معه كذا الى غاية كذا ابتلاء وفي هذا لا تفاوت بين الدم والحدث فانه ايضا ليس الا نفس ذلك الاعتبار اهـ فهذا نص صريح في ان تلك المانعية الشرعية المغياة الى استعمال المزيل ليست الا النجاسة الحكمية فاتحد التعريفان ثم اقول ان التعريف بالحكم ان اريد به ان يجعل الحكم نفس المعرف بحيث يحمل هو على المعرف فنعم يسقط ايراد النهر والدر فان المانعية بالمعنى المذكور وهي النجاسة الحكمية ليست اثرا مترتبا على الحدث بمعنى الوصف الشرعي بل هي هو كما عرفت وح لا يستقيم

ف ١ معروضة رابعة على العلامة ط

ف ٢ تطفل آخر عليهم

ف ٣ تحقيق نفيس للمحقق على الاطلاق في معنى النجاسة الحكمية

ف ٤ معروضة خامسة على الشيخ خليل القتال والعلائي ش

ف ٥ التعريف بالحكم معليان

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ايضا قول المجيب ان التعريف بالحكم كأن يقال هو ما لا تصح الصلاة معه فان ما لا تصح ليس حكما بل الحكم كما اعترف عدم الصحة ولم يعرف به وانما يكون تعريفا بالحكم لو قيل الحدث عدم صحة الصلاة ويتكدر[434] ايضا جواب ط و ش بانه مستعمل عند الفقهاء فان المستعمل عندهم ذكر الحكم في التعريف لا حمل الاثر على المؤثر وان اريد به ان يميز المحدود بذريعة الحكم بان يعطى انه الذي يؤثر هذا الاثر فنعم يستقيم تمثيل المجيب التعريف بالحكم بما ذكر لكن يسقط اصل جواب[به] بان المانعية ليست حكما فان التعريف بالحكم ليس اذن ان يكون المحمول عين الحكم بل ما ذكر فيه الحكم وهو حاصل في التعريف المذكور قطعا لاشتماله على منع المكلف من اشياء مخصوصة ما دام ذلك الوصف قائما به اتينا[435] على الايراد وهو على هذا اشد سقوطا وابين غلطا فان الذي اختاره المورد ون لايخ ايضا عن التعريف بالحكم لذكرهم فيه زوال الطهارة وما هو الا الاثر المترتب على ذلك الوصف الشرعي واذن يكفي جوابا عن كلا الحدين ما ذكر ط و ش وبالجملة فايقاع التغاير بين الحدين لا داعي له وايراد النهر والدر لا صحة له وجواب الفتال عن بعض الفضلاء لا يخلو عن خلط وغلط بقي الكلام على المعنى الاول الذي ذكره العلامة قاسم وكيف تباينه للمعنى الثاني فاقول[436] ف۱ المانع الشرعي اي ما لاجله المنع هي النجاسة الحكمية والمتسبب ليها تلبس المكلف بها والفرق بينهما ان النجاسة وصف شرعي يحل بسطوح الاعضاء الظاهرة حلول سريان والسطح ممتد منقسم فتنقسم النجاسة بانقسامها فتقبل التجزي ثبوتا ورفعا اما رفعا فظاهر فانه اذا غسل اليد مثلا زالت النجاسة عنها ولذا سقط عنها فرض التطهير مع بقاء النجاسة في سائر الاعضاء التي حلتها واما ثبوتا فلان الحدث الاصغر انما يحل اربعة اعضاء والاكبر البدن كله وسنعود الى الكلام في هذا عن قريب ان شاء الله تعالى اما تلبس المكلف بها اي اصطحابه لها فوصف للمكلف يحدث بحلول النجاسة في اي جزء من اجزاء بدنه ويبقى ببقائها في شيء منها فان زادت النجاسة لم يزد وان نقصت لم ينتقص بل اذا حدثت حدث ومهما بقيت ولو كاقل قليل بقي كملا واذا ازالت بالكلية زال وكان نظيرهما الحركة بمعنى القطع وبمعنى التوسط فالاول متجزئة لانطباقها على المسافة المتجزئة والثانية لا جزء لها بل تحدث بحدوث اول جزء من اجزاء الاولى وتبقى بحالها ما دام المتحرك بين الغايتين فاذا سكن زالت دفعة فانقلت[437] لا يحمل كلام البحر على هذا كي يثبت التغاير بين الحدين كما فهم النهر والدر ويوافق لما اعترض به تبعا للفتح كلام العامة والمتون ان الحدث لا يتجزى قلت[438] يأباه قوله قائمة بالاعضاء فان التلبس الذي لا تجزي له انما يقوم بالمكلف نفسه لا بالاعضاء والذي يقوم بها يتجزى بتجزيها كما عرفت اما مخالفته لما ذكر من عدم التجزي فاقول[ب] ف۲ لا غرو فهو القائل في باب شروط الصلاة متصلا بهذا التعريف بلا فصل ما نصه والخبث عين مستقذرة شرعا وقدم الحدث لقوته لان قليله مانع بخلاف قليل الخبث ام فقد افصح بتجزي

ف۱: تحقيق الفرق بين معنيي الحدث وتجزي احدهما دون الآخر.

ف۲: تطفل ۱۵ اخر على الفتح والبحر.

الحدث وقال متبوعه المحقق علی الاطلاق فی الفتح کلمتهم متفقة علی ان الخف اعتبر شرعا مانعا سرایة الحدث الی القدم

فتبقی القدم علی طهارتها ویحل الحدث بالخف فیزال بالمسح اھ فهذا نص صریح علی تجزی الحدث واعتراف باطباق کلمتهم

علیه وهو کذلك فمن نظر کلامهم فی مسائل مسح الخفین وغیرها یقن بانهم جمیعا قائلون بتجزیه وانما الذی لایتجزی هو

تلبس المکلف بالمنع الشرعی فظهر ظهور النهار ان الایراد علی المتون والعامة وتثلیث السبب کلاهما کان فی غیر محله ولا حاجة

الی ما تجشم ف۱ البحر جوابا عن المتون بقوله الا ان یقال ان الحدث زال عن العضو زوالا موقوفا ثم ضعفه بقوله لکن

المعلل به فی کتاب الحسن عن ابی حنیفة اسقاط الفرض لا ازالة الحدث اھ اقول ف۲ بل لا وجه لا ازالة الحدث بالمعنی

الذی لایتجزی اعنی تلبس المکلف بالمانع الشرعی لا قیام له بعضو حتی یزول عنه منجزا او موقوفا ثم ف۳ تعلیل الامام فی

هذا الکلام باسقاط الفرض لاینافی تعلیله فی کلام اخر برفع الحدث علی ما قررنا لك بارشاد الهدایة ان مؤداهما واحد

وقد قال فی الخلاصة والتبیین والفتح وغیرها الماء بماذا یصیر مستعملا قال ابو حنیفة وابو یوسف اذا ازیل به حدث

او تقرب به الخ وبالله التوفیق ثم ف۴ جنح المحقق فی آخر کلامه الذی اثرنا عنه الی ان سقوط الفرض هو الاصل فی الاستعمال

اعتمده فی البحر ثم الدر واشار الی الرد علیه العلامة ش بان نقل اولا عن الفتح نفسه ان المعلوم من جهة الشارع ان الالة

التی تسقط الفرض وتقام بها القربة تتدنس الخ وایضا عنه ما نصه والذی نعقله ان کلا من التقرب والاسقاط مؤثر

فی التغییر الا تری انه انفرد وصف التقرب فی صدقة التطوع واثر التغییر حتی حرمت علی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم

فعرفنا ان کلا اثر تغییرا شرعیا اھ ثم قال بعد نقلهما مقتضاه ان القربة اصل ایضا فالمؤثر فی الاستعمال اصلان اھ

اقول ف۵ کلام المحقق من اوله الی اخره طافح باثبات الاصالة بهذا المعنی ای ما یبتنی علیه الحکم بتدنس الماء للقربة

والاسقاط جمیعا بل هو الذی ثلث واقام اصولا ثلثة وما کان لیغفل هذا کله ثم فی طی نفس الکلام یحصر الاصالة فی

شیئ واحد وانما منشؤ کلامه انه رحمه الله تعالٰی نقل عنهم ان الاستعمال عند الشیخین باحد شیئین رفع الحدث والتقرب

وعند محمد بالتقرب وحده وحمل رفع الحدث علی المعنی الذی لایتجزی فتطرق الایراد بالفروع التی حکم فیها باستعمال

الماء مع بقاء الحدث فقرر ان اسقاط الفرض ایضا مؤثر واستدل علیه بکلام الامام فی کتاب الحسن وبان الاصل الذی

عرفنا به هذا الحکم هو مال الزکاة والثابت فیه لیس الا سقوط الفرض ای وان اثبتناه ایضا بالتقرب بدلیل آخر فالاصل

الذی ارشدنا اولا الی هذا الحکم هو سقوط الفرض فکیف یعزل النظر عنه بل یجب القول به وهذا لاینافی ان الاصول

اثنان بل ثلثة ینقدح هذا المعنی فی ذهن من جمع اول کلامه باخره حیث یقول المعلوم من جهة الشارع ان آلة تسقط

الفرض وتقام بها القربة تتدنس اصله مال الزکاة تدنس باسقاط الفرض حتی جعل من الاوساخ فی لفظه صلی الله تعالٰی

ف۱: تطفل ۱۷۲ آخر علی البحر.
ف۲: تطفل ۱۷۳ ثالث علیه.
ف۳: تطفل ۱۷۴ رابع علیه.
ف۴: بحث قول المحقق ان سقوط الفرض هو الاصل فی الاستعمال.
ف۵: معروضة ۲۲۵ ثالثة علی العلامة ش.

https://www.facebook.com/darahlesunnat

علیہ وسلم الخ فافصح ان کلا الامرین مغیر واقتصر فی الزکوۃ علی الاسقاط ثم قال فی بیان سبب ثبوت الاستعمال انہ عند
ابی حنیفۃ وابی یوسف کل من رفع الحدث والتقرب وعند محمد التقرب وعند زفر الرفع لایقال ما ذکر لاینتھض علی زفر
اذیقول بمجرد القربۃ لاینسد سبیل الاسقاط فان المال لم یتدنس بمجرد التقرب بہ ولذا جاز للہاشمی صدقۃ التطوع
بل مقتضاہ ان لایصیر مستعملا الا بالاسقاط مع التقرب فان الاصل اعنی مال الزکاۃ لاینفرد فیہ الاسقاط عنہ
اذلاتجوز الزکاۃ الا بنیۃ ولیس ھو قول واحد من الثلثۃ (یرید اصحاب الاقوال الثلثۃ الشیخین ومحمدا وزفر) لانا
نقول غایۃ الامر ثبوت الحکم فی الاصل مع المجموع وھو لایستلزم ان المؤثر المجموع بل ذلک دائر مع عقلیۃ المناسب
للحکم فان عقل استقلال کل حکم بہ او المجموع حکم بہ والذی نعقلہ ان کلا مؤثر الی اخر ما تقدم ثم قال قال فی الخلاصۃ
ان الماء بماذا یصیر مستعملا (فذکر المذھبین کما نقلنا ثم قال) ھذا یشکل علی قول المشایخ ان الحدث شلا یتجزأ
والمخلص ان صیرورۃ الماء مستعملا باحد ثلثۃ رفع الحدث والتقرب وسقوط الفرض وھو الاصل لما عرف ان اصلہ
مال الزکاۃ والثابت فیہ لیس الا سقوط الفرض **اقول** ای وان کان الموجود فیہ الامران لکن ھذا اقوی وفیہ المقنع
فلایثبت بہ الاسببیۃ ھذا وان استفید سببیۃ الاخر بدلیل حرمۃ صدقۃ التطوع علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
کما قدم فتاثیر اسقاط الفرض ھو اول ما ثبت بالاصل الاعظم فلامساغ لاسقاطہ قال) والمفید لاعتبار الاسقاط
مؤثرا صریح تعلیل ابی حنیفۃ انہ سقط فرضہ عنہ اھ ملتقطا وعلیک بتلطیف القریحۃ ھذا وقررہ العلامۃ ط تبعا للبحر
بوجہ آخر حیث قال تحت قول الدر اسقاط فرض ھو الاصل فی الاستعمال کما نبہ علیہ الکمال ما نصہ وھو موجود فی رفع
الحدث حقیقۃ وفی القربۃ حکما لکونھا بمنزلۃ الاسقاط ثانیا وقد مر اھ وما مر ھو قولہ انما استعمل الماء بالقربۃ کالوضوء
علی الوضوء لانہ لما نوی القربۃ فقد ازداد طہارۃ علی طہارۃ فلاتکون طہارۃ جدیدۃ الا بازالۃ النجاسۃ الحکمیۃ حکما
فصارت للطہارۃ علی الطہارۃ وعلی الحدث سواء افادہ صاحب البحر اھ **اقول** نقلہ عن معراج الدرایۃ واقرہ وفیہ
بعد لایخفی فان النجاسۃ لاسیما الحکمیۃ الاعتبار شرعی والاعتبار الصحیح لایکون الا عن منشأ صحیح وبدونہ اختراع بجعل شان
الشرع عنہ وقد زال ذلک بالطھر فلایعود الا بحدث جدید **وبعبارۃ اخری** ھل اعتبر الشرع ھنا شیئا فی الطھر
یزول بالماء الثانی فیحصل طہر جدید ام لا علی الثانی عاد السؤال اذ لانجاسۃ حقیقۃ ولا اعتبارا وعلی الاول ما حقیقۃ
النجاسۃ الحکمیۃ الا ذلک الاعتبار الشرعی فای معنی لتحقق الحکمیۃ حکما لاحقیقۃ **وبعبارۃ اخصر** ما الحکمیۃ
الا اعتبار الشرع فالحکمیۃ حکما اعتبار الشرع انہ اعتبر وما اعتبر اذ لو اعتبر لتحققت وبالجملۃ ما مال الجواب الا فرضھا
ھنالک فرضا باطلا ولامساغ لہ **وانا** انبئک ان ما افادہ انما ھو تجشم مستغنی عنہ وذلک لان المعراج انما احتاج الیہ

ف۱: تطفل ۲۵ علی معراج الدرایۃ والبحر وط
ف۲: تطفل ۲۶ اخری علیھم

جوابا عن سؤال نصبه بقوله فان قيل المتوضئ ليس على اعضائه نجاسة لا حقيقية ولا حكمية فكيف يصير الماء مستعملا بنية القربة فاجاب بقوله انه نوى القربة فقد ازداد الخ **اقول اولا** يعود السائل يمنع ازدياد الطهارة وانما ازداد نظافة لانها تقبل التشكيك دون الطهارة ولذا قلنا بعدم تجزى الحدث والى ازدياد النظافة يشير الحديث المشهور الوضوء على الوضوء نور على نور اخرجه رزين وان قال العراقى والمنذرى لم نقف عليه كما فى التيسير **وثانيا** ف۱ لامساغ للسؤال واساسا ان مبناه على حصر النجاسة الحكمية فى الحدث وليس كذا بل منها المعاصى كما تقدمت النصوص عليه والماء الاول وان كان كما يزيل الحدث يغسل من اثر المعاصى ايضا بشرط النية ولكن لا يجب ان يزيلها كلا والا لكفى الوضوء عن التوبة وصار كل من توضأ مرة ولو بعد الف كبيرة كمن لا ذنب له وهو باطل قطعا فهذه نجاسة حكمية باقية بعد التطهر فى عامة المكلفين فاين مثار السؤال بل قدمنا ف۲ ان المكروهات ايضا تغير الماء فهذا اطم واعم اما المعصومون صلوات الله تعالى وسلامه عليهم **فاقول** لا نسلم فى مائهم ف۳ الاول ايضا انه مستعمل فى حقنا بل طاهر طهور مطهر لنا فضلا عن الثانى واذا اعتقدنا الطهارة فى فضلاته صلى الله تعالى عليه وسلم ف۴ فما ظنك بوضوئه فالاستدلال على طهارة الماء المستعمل بان اصحابه صلى الله تعالى عليه وسلم بادروا الى وضوئه فمسحوا به وجوههم كما فى العناية وغيرها مع ضعفه بوجوه ذكرها فى البحر عن العلامة الهندى ليس فى محله عندى نعم يعتبر مستعملا فى حقهم شرعا فلا يرد على الحد نقضا كما اعتبرت فضلاتهم نواقض لعظم رفعة شأنهم ونزاهة مكانهم صلوات الله تعالى وسلامه عليهم **تنبيه** ف۵ اختلفوا فى الحدث الاصغر هل يحل كالاكبر بظاهر البدن كله وانما جعل الشرع الوضوء رافعا له تخفيفا ام لا الا بالاعضاء الاربعة ويبتنى عليه الخلاف فيما اذا غسل المحدث نحو فخذه فيصير الماء مستعملا على الاول دون الثانى وبالعدم جزم فى كثير من المتداولات ونص فى الخلاصة انه الاصح فكان ترجيحا للقول الثانى ولذا عوّلوا عليه وفى المنحة عن النهر وكان الراجح هو الثانى ولذا لم يصر الماء مستعملا بخلافه على الاول اھ والظاهر ان كان من شدة فيعطى ترددا فى ترجيحه **اقول** وقد يجوز ان يقول قائل ربما يشهد للاول **اولا** ف۶ حديث اذا تطهر احدكم فذكر اسم الله عليه فانه يطهر جسده كله فان لم يذكر اسم الله تعالى على طهوره لم يطهر الا ما مر عليه الماء رواه الدارقطنى والبيهقى فى سننه والشيرازى فى الالقاب عن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه قال البيهقى بعد ما ساقه بطريق يحيى بن هاشم السمسار ثنا الاعمش عن شقيق بن سلمة عن عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه قال سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول فذكره هذا ضعيف لا اعلم رواه عن الاعمش غير يحيى بن هاشم ف وهو متروك الحديث ورماه ابن عدى بالوضع اھ وكذبه ابن معين وصالح جزرة وقال النسائى متروك وبه اعله المحقق فى الفتح حين كلامه على وجوب التسمية فى الوضوء وتبعا

ف۱: تطفل ۱۵۸ ثالث علیہم

ف۲: تطفل ۱۵۹ رابع علیہم

ف۳: مسئلہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو بلکہ غسل جنابت کا بھی پانی ہمارے حق میں طاہر مطہر ہے [illegible] کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام

ف۴: تطفل ۲۱۰ علی العنایۃ

ف۵: مسئلہ علما کا اختلاف ہے کہ [illegible]

ف۶: فائدہ جلیلہ: [illegible]

للبيهقي **اقول**[٤] بل له طرق ترقيه عن الوهن فقد رواه الدار قطني والبيهقي ايضا عن ابن عمر وهما وابو الشيخ عن ابی هريرة رضی الله تعالى عنهم ولفظه عن النبی صلی الله تعالی عليه وسلم من توضأ وذكر اسم الله على وضوئه تطهر جسده كله ومن توضأ ولم يذكر اسم الله على وضوئه لم يتطهر الا موضع الوضوء ورواه عبد الرزاق فی مصنفه عن الحسن الضبعي الكوفي مرسلا ينميه الى النبی صلی الله تعالی عليه وسلم من ذكر الله عند الوضوء طهر جسده كله فان لم يذكر اسم الله لم يطهر منه الا ما اصاب الماء واخرج ابو بكر بن ابی شيبة فی مصنفه عن ابی بكر الصديق رضی الله تعالى عنه انه قال اذا توضأ العبد فذكر اسم الله طهر جسده كله وان لم يذكر لم يطهر الا ما اصابه الماء وروى سعيد بن منصور فی سننه عن مكحول قال اذا تطهر الرجل وذكر اسم الله طهر جسده كله واذا لم يذكر اسم الله حين يتوضأ لم يطهر منه الا مكان الوضوء ومع هذه الطرق يستحيل الحكم بالسقوط بل ربما يرتقى عن الضعف الجرم ان صرح فی المرقاة لحديث الدارقطنی ان سنده حسن **وثانيا**[٥٢] نقل العلامة الزيلعي المحدث جمال الدين عبد الله تلميذ الامام الزيلعي الفقيه فخر الدين عثمن شارح الكنز فی نصب الراية تحت حديث لا وضوء لمن لم يسم الله تعالى عن الامام ابن الجوزي ابی الفرج الحنبلی انه قال محتجا علينا فی ايجابهم التسمية للوضوء ان المحدث (ای بالحدث الاصغر اذ فيه الكلام ويكون هو المراد عند الاطلاق كما فی الحلية) لا يجوز له مس المصحف بصدره اھ واقره عليه **قلت**[٥٣] ويؤيده ما فی الفتح ثم البحر وحاشية الشلبی على التبيين قال فی بعض الاخوان هل يجوز مس المصحف بمنديل هو لابسه على عنقه قلت لا اعلم فيه منقولا والذی يظهر انه ان كان بطرفه وهو يتحرك بحركته ينبغی ان لا يجوز وان كان لا يتحرك بحركته ينبغی ان يجوز لاعتبارهم اياه فی الاول تابعا له كبدنه دون الثانی اھ فان المراد المحدث بالحدث الاصغر اذ قد نقل قبله باسطر عن الفتاوی لا يجوز للجنب والحائض ان يمسا المصحف بكمهما او ببعض ثيابهما لان الثياب بمنزلة بدنهما اھ فقوله ببعض ثيابهما كان يشمل منديلا هو لابسه فلم يقول لا اعلم فيه المنقول انسيه ما نقله انفا وهو بمرأی منه **اقول**[٥٤] لكن رأيت فی التبيين قال بعد قوله منع الحدث مس القران ومنع من القراءة والمس الجنابة والنفاس كالحيض ما نصه ولا يجوز لهم مس المصحف بالثياب التی يلبسونها لانها بمنزلة البدن ولهذا لو حلف لا يجلس على الارض فجلس عليها وثيابه حائلة بينه وبينها وهو لابسها يحنث ولو قام فی الصلاة على النجاسة وفی رجليه نعلان او جوربان لا تصح صلاته بخلاف المنفصل عنه اھ فهذا ظاهر فی رجوع الضمير الى المحدث ومن معه جميعا فهذا النقل ولله الحمد وبالجملة المقصود انه اذا منع مسه بما على عنقه وصدره فكيف بهما فدل على حلول الحدث جميع البدن ثم رأيت المسألة منصوصا عليها فی الهندية عن الزاهدی حيث قال

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اختلفوا فی مس المصحف بما علی اعضاء الطهارة و بما غسل من الاعضاء قبل اكمال الوضوء والمنع اصح **وثالثا** تقرر عند العرفاء ان لا حدث صغيرا ولا كبيرا الا ما تولد من اكل حتی القهقهة فی الصلاة فان تلك الغفلة الشديدة فی عين الحضرة لا تكون الا من شبع ای شبع اذ الجائع ربما لا يكثر له من فضل عن القهقهة خلفة عن كونها فی الصلاة ولا شك ان نفع الاكل يعم البدن وكذا نفع الخارج والراحة الحاصلة به فدخول الطعام يولد الغفلة وخروجه المؤذی يحققها وبالغفلة موت القلب والقلب رئيس فانه المضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله والماء ينعش ويذهب الغفلة كما هو مشاهد فی المغشی عليه **قلت** فكما ان سبب الموت عم البدن كان ينبغی ان يعمه ايضا سبب الحياة وبه اتی الشرع فی الحدث الاكبر لكن الاصغر يتكرر كثيرا فلو امروا كلما احدثوا ان يغتسلوا لوقعوا فی الحرج والحرج مدفوع فاقامت الشريعة السمحة السهلة مقام الغسل غسل الاطراف اذ من سنة كرمه تعالی ان اذا اصلح الاول والاخر تجاوز عن الوسط وجعله مغمورا فيهما ثم كان من الاطراف الراس وغسله كل يوم مرارا ايضا كان يورث البؤس والباس فابدل فيه الغسل بالمسح رحمة من الذی يقول عز من قائل يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر فقضية هذا ان الحدث ولو اصغر يحل البدن كله **اقول** وبه تبين ان ما صرح به غير واحد من مشايخنا وغيرهم ان غسل غير المصاب فی الحدث امر تعبدی كما فی الهداية وغيرها وقدمناه عن الكافی وكذلك الاقتصار علی الاربعة فی الوضوء كما فيها وفی الحلية وغيرهما وبه قال امام الحرمين واختاره الامام عز الدين بن عبد السلام كلاهما من الشافعية فان كل ذلك فی علم الحقائق احكام معقولة المعنی والله تعالی اعلم هذا تقرير اسئلة ظهرت لی واتيت بها كيلا تعن لقاصر مثلی ولا يتفرغ للتدبر فيحتاج لكشفها **اقول** فی الجواب عن **الاول** المراد نجاسة الاثام اذ لو اريد نجاسة الحدث لزم ان من لم يسم لم يتم طهره وهو مذهب الظاهرية ورواية عن الامام احمد رضی الله تعالی عنه ولم يقل به احد من علمائنا وبقاء نجاسة الاثام فيما عدا اعضاء الطهر بل وفيها ايضا كما قدمنا لا ينافی صحة الطهارة والصلاة وبه ظهر الجواب عن استدلال ابی الفرج بالحديث **وعن الثانی** ان المنع للحدث بالمعنی الثانی الغير المتجزی لقوله تعالی لا يمسه الا المطهرون وقوله صلی الله تعالی عليه وسلم لا يمس القراٰن الا طاهر وهو لا يكون طاهرا ما بقيت لمعة وان خفت فمنع المس انما يقتضی تلبس المكلف بنجاسة حكمية لا تلبس خصوص العضو الممسوس به الا تری انه لا يجوز مسه بيد قد غسلها ما لم يستكمل الوضوء الا تری انهم منعوا المس بما عليه من الثياب ولا نجاسة فيها حقيقية ولا حكمية انما المنع لانها تبع لبدن شخص محدث فلان يمنع بنفس بدنه اولی وان كان بدنا لم يحله الحدث هذا علی الاصح اما علی قول من يقول ان المنع للمعنی الاول ای لقيام النجاسة الحكمية بالممسوس به فالمسألة ممنوعة

https://www.facebook.com/darahlesunnat

رأسها بل هو قائل بجواز مسه بغير اعضاء الطهارة كما مر عن الهندية وان منع المس بالثياب فثوب تابع لما فيه الحدث كالكم ليد لم تغسل لامطلقا كما لايخفى **وعن الثالث** نعم ذلك تخفيف من ربكم ورحمة لكنه يحتمل وجهين الاول ان يعتبر الشرع حلول الحدث بكل البدن ثم يجعل تطهير الاعضاء الاربعة تطهير الكل والثاني ان الشارع لما رأى فيه الحرج اسقط اعتبارها الا في الاعضاء الاربعة ولكل منهما نظير في الشرع فنظير الاول التيمم جعل فيه مسح عضوين مطهرا للاربع بالاتفاق ونظير الثاني العين كان في غسلها حرج فلم يجعلها الشرع محل حلول حدث اصلا لا انه حل وسقط الغسل للحرج فلو غسل عينيه لايصير الماء مستعملا بالوفاق وعند الاحتمال ينقطع الاستدلال بل **اقول** لو تأملت لرجحت الثاني اذ عدم الاعتبار اولى من الاعتبار ثم الاهدار والقياس على العين بجامع الحرج واضح صحيح بخلاف التيمم فان اصل الواجب ثم الوضوء والتيمم خلف ولم يزعم ههنا احد ان اصل الواجب بكل حدث هو الغسل والوضوء خلف بل لم يقل احد ان الغسل عزيمة والوضوء رخصة وهؤلاء سادتنا العرفاء الكرام اعاد الله تعالى علينا بركاتهم في الدارين رأيناهم يأخذون انفسهم في كل نقير وقطمير بالعزائم ولايرضون لهم التنزل الى الرخص ثم لم ينقل عن احد منهم انه الزم نفسه الغسل عند كل حدث مكان الوضوء ولو التزمه الان احد لكان متعمقا مشددا متنطعا فظهر انه من الباب الثاني دون الاول **على** ان ذلك طور الخروراء الطور الذي نتكلم فيه والاحكام لاتخلو عن الحكم لكن لا اذا علينا الا ترى ان من اشتغل في لهو ولعب ومزاح فقهقهة خارج الصلاة فلا شك انه غافل في تلك الساعات عن ربه عزوجل لا سيما الذي قهقه في صلاة الجنازة مع ان في ذكر الموت شغلا شاغلا ولم يجعل الشرع شيئا من ذلك حدثا وكذا لم يجعل الاكل وهو الاصل ولا النوم الذي هو اخ الموت ما لم يظن خروج شیئ بان لم يكن متمكنا فعلينا اتباع ما رجحوه وصححوه كما الوا وافتونا في حياتهم والله تعالى اعلم باحكامه **تنبیه** معلوم ان افادة قربة او رفع حدث او اسقاط فرض او ازالة نجاسة حكمية بايها حصلت كل ذلك يشمل المسح المفروض مطلقا والمسنون بشرط النية فيجب ان تصير البلة مستعملة اذا انفصلت من رأس او خف او جبيرة او اذن مثلا ولذا عولنا عليه وصرحنا بعمومه المسح لكن قال الامام فقيه النفس في الخانية لو ادخل المحدث رأسه في الاناء يريد به المسح لا يصير الماء مستعملا في قول ابي يوسف رحمه الله تعالى قال انما يتنجس الماء في كل شیئ يغسل اما ما يمسح فلا يصير الماء مستعملا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وان اراد به المسح وقال محمد رحمه الله تعالى اذا كان على ذراعيه جبائر فغمسها في الماء او غمس رأسه في الاناء لايجزئه ويصير الماء مستعملا اھ وقد قدم قول ابي يوسف رحمه الله تعالى فكان هو الاظهر الاشهر كما افاده في خطبته فكان هو المعتمد كما في ط وش بل صحح ان محمدا فيه مع ابي يوسف رحمهما الله تعالى فلا خلاف قال في الحلية ولو ادخل رأسه الاناء او خفه او جبيرته وهو محدث قال ابو يوسف رحمه الله تعالى يجزئه المسح ولا يصير الماء مستعملا سواء نوى او لم ينو وقال محمد رحمه الله تعالى ان لم ينو يجزئه ولا يصير مستعملا وان نوى المسح اختلف المشائخ على قوله قال بعضهم لايجزئه ويصير الماء مستعملا والصحيح انه يجزئه ولا يصير الماء مستعملا كذا في البدائع فعلم بهذا ان ما في الجمع (**قلت** اي والخانية والفتح وغيرهما) من الخلاف في هذه المسألة على غير الصحيح بل الصحيح ان لاخلاف فيه وعلم ايضا انه لافرق بين الرأس والخف والجبيرة خلافا لما ذكره ابن الملك اھ ولخصه في الدر فقال لم يصر الماء مستعملا وان نوى اتفاقا على الصحيح اھ **اقول** ولا يهولنك هذا فليس معناه ان المسح لايفيد الاستعمال كيف وكلامهم طافح في اسبابه مطلق يعم الغسل والمسح ونفس المسألة عينها منصوصة على لسان الكبراء ومنهم فقيه النفس اذ يقول توضأ ثم مسح الخف ببلة بقيت على كفه بعد الغسل جاز ولو مسح برأسه ثم مسح الخف ببلة بقيت على الكف بعد المسح لايجوز لانه مسح الخف ببلة مستعملة بخلاف الاول اھ واقره في الفتح وغيره وفي الخانية ايضا الاستيعاب في مسح الرأس سنة وصورة ذلك ان يضع اصابع يديه على مقدم رأسه وكفيه على فوديه ويمدهما الى قفاه فيجوز ولو اشار بعضهم الى طريق اخر احترازا عن استعمال الماء المستعمل الا ان ذلك لايمكن الا بكلفة ومشقة فيجوز ذلك ولا يصير الماء مستعملا ضرورة اقامة السنة اھ اي لما علمت ان الماء ما دام على العضو لايصير مستعملا وفي الفتح من مسح الرأس لو مسح باصبع واحدة مدها قدر الفرض جاز عنده فرعه وعندنا لايجوز وعللوه بان البلة صارت مستعملة وهو مشكل بان الماء لايصير مستعملا قبل الانفصال وما قيل الاصل ثبوت الاستعمال بنفس الملاقاة لكنه سقط في المغسول للحرج اللازم بالزام اصابة كل جزء باسالة غير المسال على الجزء الاخر واخرج في المسح لانه يحصل بمجرد الاصابة فيبقى على الاصل مدفوع بانه مناقض لما علل به لابي يوسف رحمه الله تعالى في مسألة ادخال الرأس الاناء فان الماء طهور عنده فقالوا المسح يحصل بالاصابة والماء انما يأخذ حكم الاستعمال بعد الانفصال والملصق بالممر لم يزايل العضو حتى عدل بعض المتأخرين الى التعليل بلزوم انفصال بلة الاصبع بواسطة المد فيصير مستعملا لذلك اھ وبالجملة فالنقول في الباب كثيرة بثيرة وفي الكتب شهيرة وان كان للعبد في مسألة الاصبع ابحاث غزيرة فليس وجه مسألة الاناء ما يتوهم بل ما نقلناه انفا عن الفتح وقد ذكره في موضع اخر بقوله ان الماء لايعطى له حكم الاستعمال الا بعد الانفصال والذي لاقى الرأس من اجزائه لصق به فطهره وغيره لم يلاقه فلم يستعمل اھ فمعنى قولهم فيها لايصير الماء مستعملا اي ما بقي في الاناء وهو المراد بقول الخانية عن الامام ابي يوسف انما تنجس الماء فيما يغسل لا فيما يمسح اي ماء الاناء بادخالها ووظيفته الغسل دون المسح فلا الاصح وفيه المرعي **اقول** وان كان في قصرهم اللقاء على ما الصق بالرأس تأمل ظاهر فكان هذا هو مراد المحقق اذ قال بعد ذكره وفيه نظر اھ **اقول** ونظيره ان سبيل المسألة

سبيل الخلف الملفق للاتفاق وتصحيح هذا بل تصحيح الوفاق فيهما ربما يعطى ترجيح عدم الفرق الا ان نفرق بين الغسل والمسح فلا يصير به كل الماء مستعملا حكما بالاتفاق بخلاف الغسل ويحتاج لوجه فليتدبر والله تعالى اعلم **تنبيه** اعلم ان مسألة الاصبع للماء ذكرها المحقق فى الفتح غير مبينة ذكر له ثلث تعليلات ورد الجميع قال **الاول** التعليل بالاستعمال وقد علمت ان الوجه ان لا يصير مستعملا ما دام فى العضو وما عدل اليه بعض المتأخرين لا يصلح جوابا والثانى معا بان هذا كله يستلزم ان مد اصبعين لا يجوز وقد صرحوا وكذا الثلاث على القول بالربع وهو قول ابى حنيفة وابى يوسف رحمهما الله تعالى لكن المراد فى مد الثلاث الا الجواز اھ واعترضه فى النهر بقول البدائع لو وضع ثلثة اصابع ولم يمدها جاز على رواية الثلاث لا الربع ولو مسح بها منصوبة غير موضوعة ولا ممدودة فلا وفى لو مدها حتى بلغ القدر المفروض لم يجز عند علمائنا الثلثة خلافا لزفر اھ قال وقد وقفت على المنقول اى ان عدم الجواز قول ائمتنا الثلثة فكيف يقول المحقق المراد فيه الا الجواز وهو عجيب من مثله كما نبه عليه فى المنحة فان الضمير فى مدها للمنصوبة وكلام الفتح فى الموضوعة **اقول** كان النهر نظر الى ان الصور اربع ثلث اصابع موضوعة او منصوبة والكل ممدودة او لا وقد ذكر فى البدائع الا صورتى عدم المد ثم قال فلو مدها فليكن الضمير الى ثلث اصابع مطلقة موضوعة او منصوبة ليستوعب كلامه الصور لكن الشان انه مدرج طرف النقل فيضعف احتمال العود الى المنصوبة لاسيما وهى الاقرب وقد كشف المراد فى الحلية حيث قال فروع مسح بثلث اصابع منصوبة لم يجز ولو مدها حتى بلغ المفروض لم يجز عند علمائنا الثلثة ولو وضعها ولم يمدها لم يجز على رواية الربع ذكره فى التحفة والمحيط والبدائع اھ **اقول** على ان ما عدل اليه بعض المتأخرين لا اعرف له محصلا فان المراد ان كان الانفصال عن الاصبع فلا يفيد الاستعمال لانها آلة وانما يفيده الانفصال عن المحل او عن الرأس كله فظاهر الغلط او عن موضعه الذى اصابته الاصبع اولا فنعم ولم يشف غليلا بل كان نظير ما عدل عنه للحكم بحصول الاستعمال مع كون الماء مترددا بعد على نفس العضو غير منفصل عنه وهو باطل اخر بل نص فى الخلاصة ثم البحر فيما اذا مسح باطراف اصابعه ومدها حتى بلغ المفروض انه يجوز سواء كان الماء متقاطرا او لا قيل لا وهو الصحيح قال ش قال الشيخ اسمعيل ونحوه فى الواقعات والفيض اھ اى على خلاف ما فى المحيط انه انما يجوز اذا كان متقاطرا لان الماء ينزل من اصابعه الى اطرافها فصار كاخذ جديد **والثانى** ما اختاره شمس الائمة ان المنع فى مد الاصبع والاثنتين غير معلل باستعمال البلة بدليل انه لو مسح باصبعين فى التيمم لا يجوز مع عدم شئ يصير مستعملا خصوصا اذا تيمم على الحجر الصلد بل لانا مامورون بالمسح باليد والاصبع ان لا تسمى يدا بخلاف الثلث لانها اكثر ما هو الاصل فيهما اھ اى فى اليد وهى الاصابع ولذا يجب بقطعها ارش اليد كاملا ورده المحقق بعد استحسانه بانه يقتضى تعيين الاصابة باليد وهو منتف بمسألة المطر وقد يدفع بان المراد تعيينها او ما يقوم مقامها من الآلات عند قصد الاسقاط بالفعل اختيارا

غیر انہ لا نظر لکون تلک کالالۃ تقدر بثلث اصابع حتی لو کان عودا لا یبلغ ذلک القدر قلنا بعدم جوازہ لہ **اقول**

وحاصلہ ان الید غیر لازمۃ ولکن اذا وقع بہا لم یجز الا بما ینطلق علیہ اسمہا ولکن لقائل ان یقول **اولا**

مسألۃ المطر تفیدنا ان مقصود الشرع اصابۃ البلل القدر المفروض کیفما کان ولا نظر الی الالۃ ولا الفعل

القصدی اصلا وقد قرر مشایخنا ان ذکر الید المقدرۃ فی قولہ تعالٰی وامسحوا برءوسکم ای بایدیکم برءوسکم

لتقدیر المحل دون الالۃ کما حققہ الامام صدر الشریعۃ وابن الساعاتی والمحقق نفسہ فی الفتح فلیتأمل

وثانیا اجمعوا ان لو مسح باطراف اصابعہ والماء متقاطر جاز فظہر ان تعیین الالۃ ملغاۃ ہٰہنا رأسا وان القیاس علی التیمم

مع الفارق **والثالث** ما ابداہ بقولہ قد یقال عدم الجواز بالاصبع بناء علی ان البلۃ تتلاشی وتفرغ قبل بلوغ قدر الفرض

بخلاف الاصبعین فان الماء یحمل بین اصبعین مضمومتین فضل زیادۃ یحتمل الامتداد الی قدر الفرض وہذا امر مشاہد او مظنون

فوجب اثبات الحکم باعتبارہ فعلی الاکتفاء بثلث اصابع یجوز ہذا لا باصبعین لان ما بینہما من الماء یمتد قدر اصبع وعلی

اعتبار الربع لا یجوز لان ما بینہما مما لا یغلب علی الظن بلوغہ الربع اھ **اقول** اٰخر کلامہ یشہد ان مرادہ بقولہ یحتمل الامتداد

الی قدر الفرض ہو قدرہ علی القول باجزاء ثلث فکان الاولی التعبیر بہ دفعا للوہم ثم ان المحقق ردہ بقولہ الا ان ہذا یعکر علیہ عدم

جواز التیمم باصبعین اھ **اقول** ای فلیس ثمہ شیئ یفرغ ویتلاشی اذ لا حاجۃ الی اثر غبار علی الید فان کان فضل غیر ملتفت الیہ

شرعا فکان معدوما حکما وان لم یکن فاظہر العدم حقیقۃ وحکما وہذا معنی قول شمس الائمۃ مخصوصا اذا تیمم علی الحجر الصلد

فہذا کلام اوردہ المحقق ولم یفصل القول فیہ فصلا **اقول** ویرد ایضا علی ما ابداہ ان فناء البلل غیر مطرد لما سمعت تصحیح الخلاصۃ

الجواز فی مد الاطراف وان لم یکن الماء متقاطرا مع ان حکم المسألۃ مطلق ویظہر لی واللہ تعالٰی اعلم ان لا مخلص الا ان یقال

ان المراد بعدم الاجزاء ما اذا کانت البلۃ خفیفۃ تفنی باول وضع او قلیل مد حتی لا تبقی الا نداوۃ لا تنفصل عن الید فتبل

الرأس ولعلہ ہو الاکثر وقوعا وتصحیح الخلاصۃ ما اذا کانت کثیرۃ تبقی الی بلوغ القدر المفروض بحیث تنفصل فی کل محل وتصیب

وہذا ہو مراد المحیط بالتقاطر فتتفق الکلمات وانت اذا نظرت الی الوجہ لا عنت بہذا التفصیل کیف ولا معنی لاجزاء النداوۃ فی

الصورۃ الاولی ولا لاہدار البلۃ فی الصورۃ الثانیۃ فلیکن التوفیق وباللہ التوفیق اما حدیث التیمم **فاقول** لا بد فیہ

من قصد المکلف فی فعلہ الاختیاری فیکون لتقریر الامام شمس الائمۃ فیہ مساغ الا تری انہم صرحوا ان لو تیمم باصبع او

اصبعین وکرر مرارا لم یجز کما فی البحر عن السراج ولو مسح رأسہ باصبع واحدۃ وکررہا جاز علی الصحیح اجماعا فلا یطلب

موافقۃ ما ہنا لما فی التیمم حتی یعکر علیہ اذ لا تعین للالۃ ہہنا اصلا بخلاف التیمم وذلک ایضا فی الطریق المعتاد فی التیمم

بالید والا فقد نص فی الحلیۃ ان لو تمعک فی التراب یجزیہ ان اصاب وجہہ وذراعیہ وکفیہ لانہ اتی بالمفروض وزیادۃ الا انہ اھ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ای یجزیہ ان ینوی مکالا یخفی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹ رجب ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر بے وضو یا جنب کا ہاتھ یا انگلی یا ناخن وغیرہ لوٹے یا گھڑے میں پڑجائے تو پانی وضو کے قابل رہتا ہے یا نہیں بعض لوگ کہتے ہیں اس سے پانی مکروہ ہوجاتا ہے اور اگر قابل وضو نہ رہے تو کس طرح قابل کیا جاسکتا ہے بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل الذکر الملقی علی السید الطیب الطہور الانقی الملاقی ربہ لیلۃ الاسراء علیہ من ربہ الصلٰوۃ الزھراء وعلٰی اٰلہ وصحبہ وامتہ وحزبہ الٰی یوم اللقاء اٰمین راجح ومعتمد یہ ہے کہ مکلف پر جس عضو کا دھونا کسی نجاست حکمیہ مثل حدث وجنابت وانقطاع حیض ونفاس کے سبب بالفعل واجب ہے وہ عضو یا اوس کا کوئی حصہ اگرچہ ناخن یا ناخن کا کنارہ آبِ غیر کثیر میں کہ نہ جاری ہے نہ دہ در دہ بے ضرورت پڑجانا پانی کو قابل وضو وغسل نہیں رکھتا یعنی پانی مستعمل ہوجاتا ہے کہ خود پاک ہے اور نجاست حکمیہ سے تطہیر نہیں کرسکتا اگرچہ نجاست حقیقیہ اوس سے دھوسکتے ہیں یہی قول نجیح ورجیح ہے عامہ کتب میں اسکی تصریح ہے اور یہ خود ہمارے ائمہ ثلثہ امام اعظم وامام ابویوسف وامام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم سے منصوص ومروی آیا اکابر مشایخ مثل امام عبداللہ جرجانی وامام ابوالحسین قدوری وامام ملک العلماء ابوبکر کاشانی وامام فقیہ النفس فخر الدین خان قاضی وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی نے اسے ہمارے ائمہ کا مذہب متفق علیہ بتایا فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اپنی ایک تحریر میں اوس پر ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے سوا چالیس ائمہ کے نصوص نقل کیے اور بعض علمائے متاخرین رحمہم اللہ تعالٰی کو جو اسمیں شبہات واقع ہوئے اونکے جواب دیے یہاں اولاً فوائد قیود اور اونکے متعلق مسائل ذکر کریں ثانیاً تمام جواب ثالثاً تحقیق مقام وابانت صواب اور اوسکے لیے اپنی تحریر مذکور سے رفع حجاب وباللہ التوفیق فی کل باب والحمد للہ الکریم الوہاب **فوائد قیود ومسائل مورود**

فائدہ ۱: بالغ اگرچہ ایک دن کم پندرہ برس کا ہو جبکہ آثار بلوغ مثل احتلام وحیض ہنوز شروع نہوئے ہوں اوسکا پاک بدن جسپر کوئی نجاست حقیقیہ نہو اگرچہ تمام وکمال آب قلیل میں ڈوب جائے اُسے قابلیت وضو وغسل سے خارج نہ کریگا لعدم الحدث اگرچہ بحال احتمال نجاست جیسے نا سمجھ بچوں میں ہے بچنا افضل ہے ہاں بہ نیت قربت سمجھ وال بچہ سے واقع ہو تو مستعمل کردیگا لان من اھلھا وقد بینا المسألۃ فی الطرس المعدل وجیز امام کردری میں ہے ادخل صبی یدہ فی الاناء ان علم طہارتھا بان کان لہ رقیب یحفظہ او غسل یدہ فھو طاھر وان علم نجاستہ فنجس وان شک فالمستحب ان یتوضأ بغیرہ لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دع مایریبک الٰی

النمیقۃ الانقٰی فی فرق الملاقی والملقی ۱۳۲۷ھ

مالا یہیأ المختار ان وضوء الصبی العاقل مستعمل وغیر العاقل لا۔ اسی لیے ہمنے مکلف کی قید لگائی **فائدہ**

اقول قول بعض پر کہ موت نجاست حکمیہ ہو اگر میت کا ہاتھ یا پاؤں مثلاً آب قلیل میں قبل غسل پڑجائے اگرچہ بے نیت غسل تو

پانی کو مستعمل کردیگا کہ زوال نجاست کے لیے نیت کی حاجت نہیں اگرچہ احیا پر سے اس فرض کفایہ کے سقوط کو اونکی جانب سے

وقوع فعل قصدی لازم ہو ولہذا اگر میت دریا میں ملے تو جبتک احیا اپنے قصد سے اوسے پانی میں جنبش نہ دیں اونپر سے فرض اترےگا

مگر میت کے سب بدن پر پانی گزر گیا تو اوسے طہارت حاصل ہوگئی یونہیں بے غسل دیے اوسپر نماز جنازہ جائز ہو اور خاص غسل

میت کی نیت تو احیا پر بھی ضرور نہیں اپنا قصدی فعل کافی ہے یہی اس مسئلہ میں توفیق و تحقیق ہے درمختار میں ہے ان غسل المیت بغیرنیۃ

اجزأ) الطہارتہ لا لاسقاط الفرض عن ذمۃ المکلفین (و لہذا قال لو وجد میت فی الماء فلابد من غسلہ ثلثا)

لانا امرنا بالغسل فیحرکہ فی الماء بنیۃ الغسل ثلثا فتح وتعلیلہ یفید انہم لو صلوا علیہ بلا اعادۃ غسلہ صح وان لم

یسقط وجوبہ عنہم فتدبر عنایہ میں ہے الماء مزیل بطبعہ فکما لا تجب النیۃ فی غسل الحی فکذا لا تجب فی غسل المیت

ولہذا قال فی فتاوی قاضی خان میت غسلہ اہلہ من غیر نیۃ الغسل اجزأہم ذلک اھ ردالمحتار میں ہے وصرح فی التجرید

والاسبیجابی والمفتاح بعدم اشتراطہا ایضا اوسی میں ہے قال فی التجنیس لابد من النیۃ فی غسلہ فی الظاہر وفی الخانیۃ

اذا جری الماء علی المیت او اصابہ المطر عن ابی یوسف انہ لاینوب عن الغسل لانا امرنا بالغسل وذلک لیس بغسل و

فی النہایۃ والکفایۃ وغیرہما لابد منہ الا ان یحرکہ بنیۃ الغسل اھ ثم نقل توفیق الفتح واستظہر ان اشتراطہا لاسقاط

وجوبہ عن المکلف لا لتحصیل طہارتہ ہو وشرط صحۃ الصلاۃ علیہ اھ ثم منازعۃ الغنیۃ لہ بان ما مر عن ابی یوسف

یفید ان الفرض فعل الغسل منا حتی لو غسلہ لتعلیم الغیر کفی ولیس فیہ ما یفید اشتراط النیۃ لاسقاط الوجوب

بحیث یستحق العقاب بترکہا وقد تقرر فی الاصول ان ما وجب لغیرہ من الافعال الحسیۃ یشترط وجودہ لا ایجادہ

کالسعی والطہارۃ نعم لا ینال ثواب العبادۃ بدونہا اھ قال واقرہ الباقانی وایدہ بما فی المحیط لو وجد المیت فی الماء

لابد من غسلہ لان الخطاب یتوجہ الی بنی اٰدم ولم یوجد منہم فعل اھ فتلخص انہ لابد فی اسقاط الفرض من الفعل واما

النیۃ فشرط لتحصیل الثواب ولذا صح تغسیل الذمیۃ زوجہا المسلم مع ان النیۃ شرطہا الاسلام فیسقط الفرض

عنا بفعلنا بدون نیۃ وہو المتبادر من قول الخانیۃ اجزأہم ذلک اھ **اقول** ہذا کلہ علی المتبادر من ارادۃ النیۃ

الشرعیۃ اما لو حملت علی قصد الفعل ارتفع النزاع فان المامور بہ المکلف لا یکون الا فعلہ الاختیاری فما وقع

عنہ من دون قصد منہ لا یخرجہ عن عہدۃ ایجاب الفعل وغسل المیت لہ وجہان وجہ الی الشرطیۃ وہو عدم صحۃ

الصلاۃ علیہ بدون الطہارۃ وہذا ما یکفی فیہ وجودہ لا ایجادہ کطہارۃ الحی ووجہ الی الفرضیۃ علینا والتکلیف

الا بفعل تو قع قصدا ولو لم تقصد العبادۃ للامر بہا و ہذا معنی قول ابی یوسف رحمہ اللہ انما امرنا بالغسل وقول المحیط ان الخطاب
یتوجہ الی بنی اٰدم وبہذا اتفق الکلمات و یظہر ما فی کلام الغنیۃ وللہ الحمد اسی لیے ہم نے مکلف کے جس عضو کا دھونا واجب کہا نہ
مکلف کا عضو کہ میت مکلف نہیں **فائدہ ۳** عورت ابھی حیض یا نفاس میں ہے خون منقطع نہ ہوا اس حالت میں اگر اوس کا ہاتھ
یا کوئی عضو پانی میں پڑ جائے مستعمل نہ ہوگا کہ ہنوز اوس پر غسل کا حکم نہیں والمسألۃ فی الخانیۃ والخلاصۃ والبحر وغیرہا اسی لیے ہم نے
الفعل کی قید ذکر کی **فائدہ ۴** جس عضو کا جہاں تک پانی میں ڈالنا بضرورت ہو اوتنا معاف ہے پانی کو مستعمل نہ کریگا مثلاً
(۱) پانی لگن یا چھوٹے حوض میں ہے کہ دہ در دہ نہیں اور کوئی برتن نہیں جس سے نکالکر وضو کرے تو چلو لینے کے لیے اوس میں ہاتھ
ڈالنے سے مستعمل نہ ہوگا (۲) اسی صورت میں اگر ہاتھ مثلاً کہنی یا نصف کلائی تک ڈالکر چلو لیا یعنی جسقدر کے ادخال کی چلو میں حاجت
تھی مستعمل ہو جائیگا کہ زیادت بے ضرورت واقع ہوئی (۳) گھڑے یا مٹکے میں کٹورا ڈوب گیا اوسکے نکالنے کو جتنا ہاتھ ڈالنا ہو مستعمل
نہ کریگا اگرچہ بازو تک ہو کہ ضرورت ہے (۴) برتن میں پاؤں پڑ گیا پانی مستعمل ہو گیا کہ اسکی ضرورت نہ تھی (۵) کوئیں یا حوض میں ٹھنڈ لینے کو
غوطہ مارا یا صرف ہاتھ یا پاؤں ڈالا مستعمل ہو گیا کہ ضرورت نہیں (۶) برتن یا حوض میں ہاتھ ڈالا تھا چلو لینے کو پھر اوسمیں ہاتھ
دھونے کی نیت کر لی مستعمل ہو گیا کہ حوض میں دھونا بضرورت نہ تھا صرف چلو لینے کی حاجت تھی (۷) کوئیں سے ڈول نکالنے
گھسا اور وہاں غسل یا وضو کی نیت کر لی بالاتفاق مستعمل ہو گیا اگرچہ امام محمد نے ڈول نکالنے کے لیے اجازت دی تھی کہ قصد طہارت کی
ضرورت نہ تھی وقد نص علیہ فتح القدیر ہی لو ادخل المحدث والجنب او الحائض التی طہرت الید فی الماء للاغتراف لا یصیر
مستعملا للحاجۃ بخلاف ما لو ادخل المحدث رجلہ او رأسہ حیث یفسد الماء لعدم الضرورۃ وفی کتاب الحسن
عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ ان غمس جنب او غیر متوضئ یدیہ الی المرفقین او احدی رجلیہ فی اجانۃ لم یجز الوضوء منہ
لانہ سقط فرضہ عنہ وذلک یشیر الی ان الضرورۃ لم تتحقق فی الادخال الی المرفقین حتی لو تحققت بان وقع الکوز فی الجب فادخل
یدہ الی المرفق لاخراجہ لا یصیر مستعملا نص علیہ فی الخلاصۃ بخلاف ما لو ادخل یدہ للتبرد لعدم الضرورۃ ثم ادخال
مجرد الکف انما لا یصیرہ مستعملا اذا لم یرد الغسل فیہ بل اراد رفع الماء فی المبتغی وغیرہ بتبرد یصیر مستعملا الکائن
والا فلا اھ باختصار۔ اور یہ قول شارح محدث ان انغمس فی بئر للدلو ولم ینو فرمایا اولا ینوی الاغتسال فلو نوی صار مستعملا
بالاتفاق الا فی قولہ فی سراج والمراد لم ینو بعد انغماسہ فلا ینافی قولہ للدلو افادہ ط لہذا ہم نے بضرورت کی قید لگائی۔
فائدہ ۵ امام ابو یوسف سے روایت معتمد یہ ہے کہ عضو کا ٹکڑا ڈوب جانے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا جب تک کل عضو نہ ڈوبے مثلاً
انگلیاں پانی میں ڈالیں تو مستعمل نہ ہوگا کف دست کے ڈوبنے سے حکم استعمال دیا جائیگا اور صحیح یہ ہے کہ بے ضرورت کتنا ہی ٹکڑا ہو
مستعمل کر دیگا فتح القدیر میں ہے لو ادخل الجنب فی البئر غیر الید والرجل من الجسد افسدہ لان الحاجۃ فیہما وقولنا من الجسد

https://www.facebook.com/darahlesunnat

صار الکل مستعملاً حکماً وقد قال ف۱ فی البحر ان هذہ العبارۃ کشفت اللبس واوضحت کل تخمین وحدس معلوم ان محمداً لم یقل قط بالتنجیس فکیف تحمل علیہ **و به** ف۲ ظهر الجواب عما اراد به البحر فی البحر والرسالۃ دفع الاستبعاد عن هذا الحمل بان المحقق فی الفتح حمل فرعاً فی الخانیۃ علی نجاسۃ المستعمل وقال لایفتی بمثل هذہ الفروع اھ زاد فی الرسالۃ ان تلمیذہ فی الحلیۃ حمل علیها فرعی الاجمۃ والطحلب المذکورین فی الخلاصۃ والمنیۃ قال فحمل فروعاً کثیرۃ علی هذا القول اھ **فهل** بعض فروع وردت متفرقۃ فی غضون بعض الفتاوی کهذہ الفروع الوافرۃ المتکاثرۃ المتواترۃ الثابتۃ الدائرۃ فی عامۃ الشروح والفتاوی مع عدۃ من المتون من دون نکیر ولا اجمال ظنون **ام** ۸۶۲ هی کهذہ فی الکتب الظاهرۃ **ام** ۸۶۳ هی مذیلات بالتصحیحات المتظافرۃ **ام** ۸۶۴ هی منصوص علیها من جمیع ائمۃ المذهب الحنفی **ام** ۸۶۵ هی مزینۃ بطراز الاتفاق وبانها قولنا جمیعاً وبانها مذهب اصحابنا فاین ذی من تی **ام** ۸۶۶ هل لها محمل غیر هذا فکیف یقاس علی المتعین ما له سبیل واضح متبین **السادس والعشرون** کلام العلامۃ علی حدیث لایبولن احدکم فی الماء الدائم قدمنا الکلام علیہ واشرنا الی کلام شیخه المحقق علی الاطلاق حیث یقول اما قوله صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم (وذکر الحدیث) فغایۃ ما یفید نهی الاغتسال کراهۃ التحریم ویجوز کونها کیلا تسلب الطهوریۃ فیستعمله من لاعلم له بذلک فی رفع الحدث ویصلی ولا فرق بین هذا وبین کونه یتنجس فیستعمله من لاعلم له بحاله فی لزوم المحذور وهو الصلاۃ مع المنافی فیصلح کون کل منهما مثیراً للنهی المذکور اھ ودفع ف۲ البحر ایاہ ببحث البدائع ان [illegible] الصحیح بما لیس بسدید کما علمت اما حدیث المستیقظ **فاقول** ۸۶۷ لیس من بحثنا فی هذا الباب لاحتمال [illegible] انه احتمال النجاسۃ العینیۃ بل هو الظاهر من قوله صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم فانه لایدری این باتت یدہ والعلامۃ عدل عن هذا الجواب الواضح الی ثلثۃ ف۳ لایستقیم منها شیئ **فاولا** ۸۶۸ دعوی الخصوص لادلیل علیه **وثانیا** ۸۶۹ کیف یجعل تعبدیا غیر معقول المعنی مع الارشاد الی المعنی فی نفس الحدیث فانه لایدری این باتت یدہ **وثالثا** ۸۷۰ ما عن اصحاب عبد اللّٰه رضی اللّٰه تعالی عنهم یجوز ان یکون لان اباهریرۃ رضی اللّٰه تعالی عنه کان یرسله ارسالا فاشاروا الی تخصیص مواضع الضرورۃ کما هو الحکم المصرح به عندنا اذا کان الماء فی حب لا انیۃ یغترف بها **السابع والعشرون** ۸۷۱ قوله رحمه اللّٰه تعالی فی تکرار الاستعمال الظاهر عدم اعتبار هذا المعنی فی النجس فکیف بالطاهر غیر ف۴ مطهر ولا ظاهر الا تری ان نجاسۃ تصیب الثوب او البدن فی مواضع متفرقۃ تجمع فان بلغت حد المنع منعت وما تری من عدم جمع الواقعۃ فی الماء الکثیر فان الوقوع فی عشرۃ مواضع منه کالوقوع فی موضع فلیس لعدم الجمع بل لعدم البلوغ الی حد المنع حتی

ف۱: ای اوردہ علی نفسه واجاب عنه منه اھ منه غفرله
ف۲: تطفل ۲۱ علی البحر
ف۲: تطفل ۲۱ علی البحر
ف۳: تطفل ۲۲ علی العلامۃ
ف۴: تطفل ۲۳ علی العلامۃ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

دم بیشتر ہے اور حضور کے ارشاد والا سے کہ سوا میری زیارت کے اور کوئی قصد نہ ہو موافق تر اور متاخرین نے ہرچند نیت مسجد اقدس کو بھی مناسب سمجھا اور اسے حضور کے لیے اخلاص نیت کے منافی نہ جانا کہ اگر مسجد کا قصد ہے تو وہ کس کی وجہ سے ہے وہاں بھی حضور ہی کا جلوہ ہے اور انہیں کی مسجد کہلاتی ہے انہیں سے علاقہ رکھتی ہے مگر کوئی پیشوائے دین اہل حق وتحقیق سے اس کا قائل نہ ہوا کہ سفر میں صرف قصد مسجد رکھیں اور زیارت شریف اسکے طفیل میں ہو اور کیسے کوئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف ارشاد پسند کرے گا یا حضور کے پاس حاضری کو دوسرے امر کا تابع وطفیلی ٹھہرائے گا انا للہ وانا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ٥

حدیث ثالث: دارقطنی بیہقی طبرانی ابویعلی ابن عدی ابن عساکر عقیلی سعید بن منصور اور حافظ ابن النجار بغدادی کتاب الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینۃ اور حافظ ابن جوزی مثیر العزم الساکن میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من حج فزارنی بعد وفاتی فکانما زارنی فی حیاتی جس نے حج کیا پھر میری قبر کریم کی زیارت کی بعد میری وفات کے گویا وہ میرے جمال جان افروز کے [illegible] سے مشرف ہوا میری حیات میں اور بیہقی و ابن النجار نے لفظ وصحبنی زیادہ کیا یعنی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور میرے شرف صحبت سے فیض یاب ہوا ہاں اے زائران آستان مصطفوی و خاکبوسان عتبہ علیہ نبوی صلوات اللہ و سلامہ علیہ طوبےٰ و تہنیت تم پر فدا ہے اور آسمانوں سے تمہیں مبارکباد کی پیہم صدا تمہارے آقا و مولیٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تمہاری نسبت فرماتے ہیں گویا ہمیں ہمارے حیات ظاہری میں دیکھا

اور یقین جان کہ کیسا ہی سخت نافرمانبردار غلام ہو جب اپنے کریم و رحیم مولیٰ کا دامن پکڑ کر چل جاتا ہے کہ میں تو بے عفو کیے نہ مانوں گا تو اسے رحم ہی آجاتا ہے اور اس کی خطاؤں سے درگذر فرماتا ہے پھر جب حق تبارک و تعالیٰ تو ارحم الراحمین و اکرم الاکرمین ہے جل جلالہ و لا الہ الا ہو جب صفا و مروہ کے درمیان دوڑے اور سات پھیرے کرے خیال کر اس وقت میں نے اس بندۂ مطیع فرمانبردار جاں نثار کی سی صورت بنائی ہے جو اپنے مولیٰ کی خدمت میں نہایت سرگرم ہے ایک دم پاؤں اس کا زمین سے نہیں لگتا کبھی آتا ہے کبھی جاتا ہے یا مثل اس فقیر بینوا کے جسے اس کی محتاجی نے بیتاب کر رکھا ہے دروازۂ کریم پر آتا ہے اور اس کی صفت و ثنا کرکے سوال کرتا ہے مگر اُسے نہیں کھلتا میرے حق میں کیا حکم ہوا لوٹ جاتا ہے پھر بیقراری اس کی اسے واپس لاتی ہے اور دیر تک اسی حالت میں رہتا ہے یا مثل اس عاشق جان سوختہ کے جو کوچۂ محبوب میں سرگرداں پھر رہا ہے جمال جاناں نظر نہیں آتا اور دل کی بے چینی اسے ایک دم قرار نہیں لینے دیتی اور تصور کر ایک دن میزان کھڑی کی جائے گی ایک پلہ میں نیکیاں دوسرے پلہ میں گناہ رکھے جائیں گے تو اس پریشانی میں کہ دیکھیے کونسا پلہ غالب ہوتا ہے مضطرب پھرتا ہوگا کہ کبھی اس پلہ پر جائے گا کبھی اس پر اور حالت خوف و رجا دل کو زیر و زبر کر رہی ہو گی جب نویں رات منےٰ میں سوئے اور صبح کو عرفات جانے کا قصد ہو یاد کر ایسے ہی روز خواب مرگ سے اٹھ کر میدان محشر میں جانا ہو گا اور یہی خلق کا اژدحام اور امید و بیم کا عالم ہو گا جب عرفات میں وقوف کرے تو لوگوں کا اطراف و اکناف سے آکر ایک زمین میں جمع ہونا اور ہر ایک

https://www.facebook.com/darahlesunnat

يفيد الاستعمال بادخال بعض عضو وهو يوافق المروى عن ابى يوسف فى الطاهر اذا ادخل رأسه فى الاناء وابتل بعض رأسه انه يصير مستعملا اما الرواية المعروفة عن ابى يوسف انه لا يصير مستعملا ببعض العضو ۱ھ اسی میں ہے کچھ پہلے ہے ان كان اصبعا او اكثر دون الكف لا يضر ومع الكف بخلافه ذكره فى الخلاصة ولا يخلو من حاجة الى تأمل وجهه ۱ھ وجیز امام کردری میں ہے المعروف عن الامام الثانى عدم الفساد ما لم يصر عضوا تاما والفساد هو الظاهر ۱ھ **اقول** (ف) الحق ان المناط الحاجة فحيث كانت تندفع ببعض العضو فادخل كله يصير مستعملا ولعل هذا هو محمل تلك الرواية ان ادخال الاصابع للاغتراف لا يفسد بخلاف الكف ولهذا قال فى الخانية من باب الوضوء ان لم تكن معه انية صغيرة فانه يغترف من التور باصابع يده اليسرى مضمومة لا بالكف ۱ھ ولہذا ہم نے حکم عام رکھا باقی فوائد ہمارے رسالہ الطرس المعدل سے ظاہر ہیں اوسے (ف۱) قابل وضو کرنے کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ اپنی مقدار سے زائد آب طاہر مطہر میں ملا دیا جائے سب قابل وضو ہو جائیگا درمختار میں ہے بغلبة المخالط لو مماثلا كمستعمل فبالاجزاء فان المطلق اكثر من النصف جاز التطهير بالكل والا لا ۱ھ دوسرے یہ کہ اوس میں طاہر مطہر پانی ڈالتے رہیں یہانتک کہ اوس کا برتن بھر کر ابلے اور بہنا شروع ہو سب طاہر مطہر ہو جائیگا کہ اسطرح پاک پانی کے ساتھ بہانے سے ناپاک پانی پاک ہو جاتا ہے تو غیر مطہر کا مطہر ہو جانا بدرجہ اولی درمختار میں ہے المختار طهارة المتنجس بمجرد جريانه ۱ھ بحر الرائق میں ہے بمجرد جريانه بان يدخل من جانب ويخرج من آخر حال دخوله وان قل الخارج بحر ولا يلزم ان يكون ممتلئا اول وقت الدخول لانه اذا كان ناقصا فدخل الماء حتى امتلأ وخرج بعضه طهر ايضا كما حققه فى الحلية ۱ھ بدائع میں ہے وعلى هذا حوض الحمام او الاوانى اذا تنجس ۱ھ شامی میں ہے مقتضاه انه على القول الصحيح تطهر الاوانى ايضا بمجرد الجريان وقد علل فى البدائع هذا القول بانه صار ماء جاريا فانتفى الحكم ولله الحمد ۱ھ وتمامه فيه (ف۲) بعض لوگوں کا کہنا کہ اوس سے پانی مکروہ ہو جاتا ہے اگر پینے کے حق میں مراد تو مذہب صحیح پر یہی ہے کہ ماء مستعمل طاہر ہے مطہر نہیں اوس سے وضو نہ ہوگا اور پینا مکروہ حلیہ پھر شامی میں ہے بل عده اياه مكروها درمختار میں ہے هو طاهر ولو من جنب وهو الظاهر لكن يكره شربه والعجن به تنزيها للاستقذار وعلى رواية نجاسته تحريما ۱ھ اور اگر وضو کے حق میں مقصود یعنی اوس سے وضو ہو جائیگا مگر مکروہ ہو تو مذہب صحیح پر یہی صحیح نہیں کہ اس سے پانی مستعمل ہو جائیگا اور اوس سے وضو صحیح نہ ہوگا نہ یہ کہ صرف کراہت ہو کما سنحققہ بتوفیق اللہ تعالی وقد آن اوانہ بتوفیقہ عز شانہ۔

تحقيق المقام بفضل الملك العلام **اقول** (ف۳) وبالله التوفيق ان الفروع متوافرة والنقول عن ائمتنا الثلثة رضى الله تعالى عنهم وعمن بعدهم متظافرة ونصوص معتمدات الشروح والفتاوى متواترة شاهدات على ان المحدث اذا ادخل عضوه قبل غسله فى ماء قليل فانه يجعل الماء مستعملا الا ما كان

https://www.facebook.com/darahlesunnat

عن ضرورة فعفی **قال فی** الفتح[1] بعد اقامة البينة على ان رفع الحدث ايضا مغير للماء ان لم تكن معه نية قربة مانصه وبهذا يبعد قول محمد انه التقرب فقط الا ان يمنع كونه مذهبه كما قال شمس الائمة قال لانه ليس بمروی عنه والصحيح عنده ان ازالة الحدث بالماء مفسد له وهذه عن الجرجانی وما استدلوا به عليه من مسألة المنغمس لطلب الدلو حيث قال محمد الرجل طاهر والماء طاهر جوابه ان الازالة عنده مفسدة الا عند الضرورة والحاجة كقولنا جميعا لو ادخل المحدث او الجنب او الحائض التی طهرت اليد فی الماء للاغتراف لا يصير مستعملا للحاجة بخلاف ما لو ادخل رجله او رأسه حيث يفسد الماء لعدم الضرورة وفی كتاب الحسن[2] عن ابی حنيفة ان غمس جنب او غير متوضئ يديه الی المرفقين او احدی رجليه فی اجانة لم يجز الوضوء منه لانه سقط فرضه عنه وذلك لان الضرورة لم تتحقق فی ادخال الی المرفقين حتی لو تحققت بان وقع الكوز فی الحب فادخل يده الی المرفق لاخراجه لا يصير مستعملا نص عليه فی الخلاصة اھ

قال بخلاف ما لو ادخل يده للتبرد يصير مستعملا لعدم الضرورة اھ **وفی** التبيين[3] نحوه وزاد وعلل محمد فی مسألة البئر ان وقوع الدلو فی البئر يكثر والجنابة تكثر ايضا فلو اغتسلوا لاخراج الدلو كلما وقع يحرجون اھ **وفی** الخانية[4] اتفق اصحابنا رحمهم الله تعالى فی الروايات الظاهرة على ان الماء المستعمل فی البدن لا يبقى طهورا واختلفوا هل يصير مستعملا لسقوط الفرض اذا قصد التبرد او اخراج الدلو من البئر قال ابو حنيفة وابو يوسف رحمهما الله تعالى يصير مستعملا وقال محمد رحمه الله تعالى فی المشهور عنه لا اھ ای للضرورة كما مر اما الامام فلم يعتبر الضرورة هنا لندرة الاحتياج الی الانغماس بخلاف الاحتياج الی الاغتراف باليد اھ ش والتعليل بالضرورة مقصور على نحو طلب الدلو اما التبرد فلما اشتهر عن محمد من القصر على القربة ومشی عليه فی الخانية فلذا ذكره وتبعه البحر والنهر والدر **اقول** وهذا عجب بعد مشيهم على ان الصحيح عن محمد لا يقصر التغير على التقرب قال ش قدمنا ان الثانی هو الصحيح عنه فلذا اقتصر فی الهداية على قوله لطلب الدلو اھ **اقول** الهداية[5] ايضا من الماشين كالخانية وكثيرين على ان محمدا لا يجعل السبب الا التقرب وقد ذكرنا فی الطرس المعدل عليه اقتصاره على ذكر الطلب لما ذكر **وفيها** من فصل ما يقع فی البئر المحدث اذا غسل طرف اصابعه ولم يغسل عضوا لما اشار المذكور رحمه الله تعالى فی المختصر الی انه يصير مستعملا **وفی** وجيز الامام الكردری[6] ادخل الجنب او الحائض فيه (ای فی الماء) يده للاغتراف او رفع الكوز منه لا يفسد للضرورة بخلاف ادخاله للتبرد **وفی** الكافی[7] انما لم يحكم محمد باستعمال الماء فی مسألة البئر للضرورة فانهم لو جاؤا بمن يطلب دلوهم لا يمكنهم ان يكلفوه بالاغتسال اولا اھ **وفی** الخلاصة[8] معزيا للاصل ونحوه فی الخانية وعنهما فی الغنية[9] واللفظ لفقيه النفس محدث ادخل يده للاغتراف لا يفسد الماء وكذا اذا ادخل يده فی الحب الی المرفق لاخراج الكوز ويده و

رجلہ فی البئر لطلب الدلو لمکان الضرورۃ ولو للتبرد یصیر مستعملا لانعدام الضرورۃ اھ **وفی** الحلیۃ[۱۲] قال القدوری

کان شیخنا ابو عبداللّٰہ[۱۳] یقول الصحیح عندی من مذھب اصحابنا ان ازالۃ الحدث توجب استعمال الماء ولا معنی لھذا

الخلاف اذ لانص فیہ وانما لم یأخذ الماء حکم الاستعمال فی مسألۃ طلب الدلو لمکان الضرورۃ اذ الحاجۃ الی الانغماس

فی البئر لطلب الدلو مما یکثر ولو احتیج الی نزح کل الماء کل مرۃ لحرجوا حرجا عظیما فصار کالمحدث اذا اغترف الماء

بکفہ لایصیر مستعملا بلا خلاف وان وجد اسقاط الفرض لمکان الضرورۃ اھ **وفی** البرھان[۱۴] شرح مواھب الرحمٰن

ثم غنیۃ[۱۵] ذوی الاحکام للشرنبلالی معناہ **وفی** شرح الوھبانیۃ للعلامۃ ابن الشحنۃ اعتبار الضرورۃ

فی مثل ذلک مذکور فی الصغری[۱۶] وغیرھا اھ **وفی** النھایۃ[۱۷] ثم الھندیۃ[۱۸] لو انغمس لا للاغتسال للصلٰوۃ

یفسد الماء بالاتفاق اھ ونحوہ **فی** العنایۃ[۱۹] وغیرھا **وفی** فوائد[۲۰] الامام ظھیر الدین ابی بکر محمد بن احمد

بن عمر علی شرح الجامع الصغیر للامام الصدر الشھید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز رحمھما اللّٰہ تعالٰی لو ادخل

رجلہ فی البئر ولم ینو بہ الاستعمال ذکر شیخ الاسلام المعروف بخواھر زادہ رحمہ اللّٰہ تعالٰی ان الماء یصیر مستعملا

عند محمد رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ وذکر شمس الائمۃ الحلوانی[۲۱] رحمہ اللّٰہ تعالٰی انہ لایصیر مستعملا لان الرجل فی البئر

بمنزلۃ الید فی الانیۃ فعلی ھذا التعلیل اذا ادخل الرجل فی الاناء یصیر مستعملا لعدم الضرورۃ اھ

قلت[۲۲] وحاصل قول الامام الحلوانی ان الید ربما لاتبلغ قعر البئر فمست الحاجۃ الی الرجل ھذا ھو

الذی یعطیہ نص قولہ ولا احتمال فیہ لغیرہ واستثناء موضع الضرورۃ معلوم من اقوالھم بالضرورۃ وقول[۲۳]

العلامۃ ابن الشحنۃ فی زھر الروض بعد نقلہ یمکن دفع التعارض بحمل ما قالہ خواھر زادہ علی ما اذا لم یکن موضع

ضرورۃ وما قالہ الحلوانی علی موضع الضرورۃ اھ تردد فی موضع الجزم وشک فی محل الیقین **وفی** متن الملتقی[۲۴]

لو انغمس جنب فی البئر بلا نیۃ فقیل الماء والرجل نجسان عند الامام والاصح ان الرجل طاھر والماء مستعمل

عندہ اھ **وفی** شرحہ مجمع[۲۵] الانھر لو قال انغمس محدث لکان اولی وانما قال بلا نیۃ لانہ لو انغمس للاغتسال

فسد الماء عند الکل اھ **وفی** النھر[۲۶] الفائق فی تعلیل قول محمد فی مسألۃ جحط اما طھارۃ الرجل فلان

محمدا لایشترط الصب واما الماء فللضرورۃ اھ نقلہ السید الازھری علی الکنز **وفی** الدر[۲۷] اسقاط فرض

ھو الاصل بان یدخل یدہ او رجلہ فی الحب لغیر اغتراف ونحوہ فانہ یصیر مستعملا لسقوط الفرض اتفاقا اھ

ولو استرسلنا فی سرد الفروع لاعیانا ولکن نرد البحر ونکثر الاغتراف منہ لان الکلام سیدور رحاہ فنقول

فی البحر[۲۸] من الماء المستعمل ذکر ابوبکر الرازی انہ یصیر مستعملا عند محمد باقامۃ القربۃ لا غیر استدلالا

بمسألة الجنب اذا انغمس في البئر لطلب الدلو قال شمس[٢٩] الائمة السرخسي جوابه انما لم يصر مستعملا للضرورة واقره عليه العلامة ابن الهمام والامام الزيلعي اھ **وفيه** واعلم ان هذا وامثاله كقولهم فيمن ادخل يديه الى المرفقين واحدى رجليه في اجانة يصير الماء مستعملا يفيد ان الماء يصير مستعملا بواحد من ثلثة ازالة حدث اقامة قربة اسقاط فرض فكان الاولى ذكر هذا السبب الثالث اھ **وفيه**[٣٠] ذكر شمس الائمة السرخسي في المبسوط (اى شرحه) ان في الاصل (اى في مبسوط الامام محمد رحمه الله تعالى) اذا اغتسل الطاهر في البئر افسده اھ اى اذا نوى القربة كما لا يخفى **وفيه** مسألة البئر جحط وصورتها جنب انغمس في البئر للدلو او للتبرد ولا نجاسة على بدنه فعند محمد الرجل طاهر والماء طهور وجه قول محمد على ما هو الصحيح عنده ان الماء لا يصير مستعملا وان ازيل به حدث للضرورة اھ **وفيه** قال[٣١] الخبازي في حاشية الهداية قال القدوري رحمه الله تعالى كان شيخنا ابو عبد الله الجرجاني يقول الصحيح عندي من مذهب اصحابنا الى اخر ما قدمنا عن الحلية غير انه قال لو احتاجوا الى الغسل عند نزح ماء البئر على مرة لحرجوا الخ وزاد في اخره بخلاف ما اذا ادخل غير اليد فيصير الماء مستعملا اھ **وفيه** عن ابي حنيفة ان الرجل طاهر لان الماء لا يعطى له حكم الاستعمال قبل الانفصال من العضو قال الزيلعي الهندي وغيرهما تبعا للهداية وهذه الرواية اوفق الروايات وفي فتح القدير وشرح المجمع انها الرواية المصححة اھ فعلم بما قررناه ان المذهب المختار في هذه المسألة ان الرجل طاهر والماء طاهر غير طهور اھ **وفيه** وان انغمس للاغتسال صار مستعملا اتفاقا وحكم الحدث حكم الجنابة ذكره في البدائع اھ **وفيه** وكذا الحائض والنفساء بعد الانقطاع اما قبل الانقطاع فهما كالطاهر اذا انغمس للتبرد لا يصير الماء مستعملا كذا في فتاوى قاضي خان والخلاصة اھ **وفيه** قال القاضي[٣٢] الاسبيجابي في شرح مختصر الطحاوي جنب اغتسل في بئر ثم في بئر الى عشرة قال محمد يخرج من الثالثة طاهرا ثم ان كان على بدنه عين نجاسة تنجست المياه كلها (يريد الثلثة) وان لم تكن صارت المياه (الثلثة) كلها مستعملة ثم بعد الثالثة ان وجدت منه النية يصير مستعملا وان لم توجد لا اھ ومثله في خزانة[٣٣] المفتين مع التصريح بتصحيح قول محمد المذكور ورأيت ايضا فيه التصريح بارادة الثلثة كما زدته توضيحا وزاد كذلك في الوضوء اھ ثم رأيت في المنحة[٣٤] عن السراج[٣٥] الوهاج ايضا التصريح باستعمال ثلث دون ما بعدها الا بالنية وهو ظاهر **وفيه** من ابحاث الماء المقيد صرحوا بان الجنب اذا نزل في البئر بقصد الاغتسال يفسد الماء عند الكل صرح به الاكمل وصاحب معراج[٣٦] الدراية وغيرهما اھ **وفيه** وكذا صرحوا ان الماء يفسد اذا ادخل الكف فيه ممن صرح به صاحب المبتغى[٣٨] بالغين المعجمة اھ **وفيه** قال الاسبيجابي[٣٩] والولوالجي

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فی فتاواہ جنب اغتسل فی بئر ثم بئر الی اخرما تقدم اھ **وفیه** قال الامام القاضی ابو زید الدبوسی

فی الاسرار ان محمدا یقول لما اغتسل فی الماء القلیل صار الکل مستعملا حکما اھ فھذہ العبارۃ کشفت

اللبس واوضحت کل تخمین وحدس اھ ولنقتصر علی ھذا القدر خاتمین بما اعترف البحر انہ کشف اللبس و

ازاح الحدس وھی کما تری نصوص صرائح تفید ان ملاقاۃ الماء القلیل لعضو علیہ حدث یجعلہ مستعملا

سواء ورد الماء علی العضو او العضو علی الماء علی سبیل النجاسۃ الحقیقیۃ فالماء نجس سواء وردت ھی

علی الماء او الماء علیھا وبالجملۃ کانت الفروع تأتی علی ھذہ السنن المطبوع والاقوال تنسج علی ھذا المنوال

الی ان جاء الدور بتراجمۃ الامام المحقق علی الاطلاق ثم دارت مسألۃ التوضی فی الفساقی الصغار بین الحذاق فافتی العلامۃ

زین الدین قاسم بن قطلوبغا بالجواز والف رسالۃ سماھا رفع الاشتباہ عن مسألۃ المیاہ وخالفہ تلمیذہ العلامۃ عبد البر

بن الشحنۃ وصنف رسالۃ سماھا زھر الروض فی مسألۃ الحوض **والامام ابن الھمام** فی الحلیۃ ایضا میل الی شیئ مما اعتمدہ

العلامۃ قاسم وھم جمیعا من جلۃ اصحاب الامام ابن الھمام علیھم رحمۃ الملک المنعام ثم جاء المحقق زین بن نجیم صاحب البحر رحمہ اللہ تعالی

فانتصر الزین للزین ونمق رسالۃ سماھا الخیر الباقی فی جواز الوضوء من الفساقی ثم تتابع المتأخرون علی اتباعہ کالنھر والمنح والدر

وذکر فی الخزائن ان لہ رسالۃ فیہ والعلامۃ الباقانی والشیخ اسمٰعیل النابلسی وولدہ العارف باللہ سیدی عبد الغنی ومحشی

الاشباہ شرف الدین الغزی فیما ذکرہ المدقق العلائی بلاغا وکذا بعض مشایخ الشامی والسادات الثلثۃ ابو السعود

الازھری وطوش ومیلا مع تردد والیہ یمیل کلام العلامۃ نوح افندی ووافق العلامۃ ابن الشحنۃ منھم العلامۃ ابن الشلبی

وبرافقہ المحقق علی المقدسی والعلامۃ حسن الشرنبلالی **قلت** والیہ یرشد کلام المحقق فی الفتح وقد علمت انھا

الجادۃ المسلوکۃ الی زمن العلامۃ قاسم والمروی عن جمیع اصحابنا وعن ائمتنا الثلثۃ نصا ولم یخالفھا احد ممن تقدمہ

غیر الامام صاحب البدائع فی بعض التعلیل اما عند ذکر الاحکام فھو مع الجمھور وکذلک **قد سنا عن عدتہم** من ھؤلاء المتأخرین

خرق ما مالوا الیہ اما ما نسب الی العلامۃ قاری الھدایۃ فلا یتم کما ستعرف ان شاء اللہ تعالی وبالجملۃ فالمسألۃ ذات معترک

عظیم وفی الرسائل الثلث جمیعا بحمد اللہ تعالی عندی وھا انا الخص ھالک محصالھا وعلیھا اجمالا ومفصلا وباللہ التوفیق

فلنوزع الکلام علی اربعۃ فصول **الفصل الاول فی کلام العلامۃ قاسم** رسالتہ رحمہ اللہ تعالی نحو کراسۃ اطال فیھا

الکلام فی حد الماء الکثیر وحقق ان جمیع جوانبہ سواء فی جواز الطھارۃ سواء کانت النجاسۃ مرئیۃ اولا واکثر من الرد

علی شرح المختار فی التحفۃ والبدائع حتی تجاوز الی المؤاخذات اللفظیۃ ولسنا الاٰن بصدد ذلک وانما یتعلق منھا بغرضنا

نحو ورقۃ فی اخرھا ذکر فیھا الماء المستعمل وانہ لا یغیر الماء ما لم یغلب علیہ واختار التسویۃ فی ذلک بین الملقی والملاقی

مسئلہ: دہ دردہ پانی کی سب جوانب یکساں ہونی چاہئیں

تدقیق نفیس

تحقیق انیق الی آخرہ ... خاص اور ... وضوحا ...

اى كما ان الماء المستعمل لو القى فى حوض او جرة وكان ماء الجرة اكثر منه جاز الطهارة به على ما هو الصحيح المعتمد وعليه عامة العلماء وكذلك ان ادخل المحدث او الجنب يده مثلا فى جرة لم يتغير اھ وهذا لان المستعمل منه ما لاقى بدنه وهو اقل بالنسبة الى الباقى واحتج على ذلك بثلثة اشياء **الاول** كلام البدائع حيث قال فى الكلام على حديث لا يبولن احدكم فى الماء الدائم (اى حين استدل به الامام على نجاسة الماء المستعمل) لا يقال انه نهى (اى عن الاغتسال فيه) لا لان المستعمل نجس بل لما فيه من اخراج الماء من ان يكون مطهرا من غير ضرورة وذلك حرام لانا نقول الماء القليل انما يخرج عن كونه مطهرا باختلاط غير المطهر به اذا كان غير المطهر غالبا كماء الورد واللبن ونحو ذلك فاما ان يكون مغلوبا فلا وههنا الماء المستعمل ما يلاقى البدن ولا شك ان ذلك اقل من غير المستعمل فكيف يخرج به من ان يكون مطهرا انتهى **قلت** وتمامه فاما ملاقاة النجس الطاهر فتوجب تنجيس الطاهر وان لم يغلب على الطاهر لاختلاطه بالطاهر على وجه لا يمكن التمييز بينهما فيحكم بنجاسة الكل اھ قال وقال فى موضع اخر (اى بعد ثلث ورقات) فيمن وقع فى البئر فان كان على بدنه نجاسة حكمية بان كان محدثا او جنبا او حائضا او نفساء (اى قد انقطع عنهما) فعلى قول من لا يجعل هذا الماء مستعملا (**قلت** يريد الامام ابا يوسف رحمه الله تعالى لاشتراطه الصب) لا ينزح شیئ لانه طهور وكذا على قول من جعلها مستعملا وجعل المستعمل طاهرا (يريد محمدا رحمه الله تعالى) لان غير المستعمل اكثر فلا يخرج عن كونه طهورا ما لم يكن المستعمل غالبا عليه كما لو صب اللبن فى البئر بالاجماع او بالت شاة فيها عند محمد رحمه الله تعالى انتهى **قلت** وتمامه واما على قول من جعل هذا الماء مستعملا وجعل الماء المستعمل نجسا (يريد الامام رضى الله تعالى عنه على رواية الحسن بن زياد رحمه الله تعالى عنه نجاسة الماء المستعمل وان كانت رواية عنه رضى الله تعالى عنه فى خصوص المسألة ما سيذكره) ينزح ماء البئر كله كما لو وقعت فيها قطرة من دم او خمر وروى الحسن عن ابى حنيفة رضى الله تعالى عنه انه ان كان محدثا ينزح اربعون وان كان جنبا ينزح كله وهذه الرواية مشكلة لانه لا يخلو اما ان صار هذا الماء مستعملا او لا فان لم يصر مستعملا لا يجب نزح شیئ لانه بقى طهورا كما كان وان صار مستعملا فالماء المستعمل عند الحسن نجس نجاسة غليظة فينبغى ان يجب نزح جميع الماء اھ وانما ننقل هذه التتمات لفوائد ستعرفها بعون الله تعالى قال وقال فى موضع اخر (اى قبل هذا باوراق وبعد الاول بقليل) لو اختلط الماء المستعمل بالماء القليل قال بعضهم لا يجوز التوضى به وان قل وهذا فاسد اما عند محمد رحمه الله تعالى فلانه طاهر لم يغلب على الماء المطلق فلا يغيره عن صفة الطهورية كاللبن واما عندهما رضى الله تعالى عنهما فلان القليل مما لا يمكن التحرز عنه يجعل عفوا اذ الكثير عند محمد ما يغلب على الماء المطلق وعندهما ان يستبين موضع القطرة فى الاناء انتهى قال وقد علمت ان الصحيح المفتى به رواية محمد عن ابى حنيفة رحمهما الله تعالى اھ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اى فلا يفسد قليله لان غير المستعمل اكثر **الثانى** قال وقال محمد فى كتاب الآثار بعد رواية حديث عائشة رضى الله تعالى عنها لا بأس بان يغتسل الرجل مع المرأة بدأت قبله او بدأ قبلها قال اذا عرفت هذا لم تتأخر عن الحكم بصحة الوضوء من الفساقى الموضوعة فى المدارس عند عدم غلبة الظن بغلبة الماء المستعمل او وقوع نجاسة فى الصغار منها قال فان قلت اذا تكرر الاستعمال هل يمنع قلت الظاهر عدم اعتبار هذا المعنى فى النجس فكيف بالطاهر قال قال فى المنتقى (وهو **الثالث**) قوم يتوضؤن صفا على شاطئ النهر جاز فكذا فى الحوض لان حكم ماء الحوض فى حكم ماء جار انتهى **قلت** اى ان المنع انما يكون لسقوط الغسالة فيها او لادخال المحدثين ايديهم فيها والكل غير مانع على ما تقرر عندنا **ثم** اتى بآثار بعضها فى الملاقى وبعضها فى الملقى فقال وقد روى ابن ابى شيبة عن الحسن فى الجنب يدخل يده فى الاناء قبل ان يغسلها قال يتوضؤ به ان شاء وعن سعيد بن المسيب لا بأس الجنب يده فى الاناء قبل ان يغسلها وعن عائشة بنت سعد انها قالت كان سعد يأمر الجارية فتناوله الطهور من الحوض فتغمس يدها فيها فيقال انها حائض فيقول ان حيضتها ليست فى يدها وعن عامر قال كان اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يدخلون ايديهم فى الاناء وهم جنب والنساء حيض لا يرون بذلك بأسا يعنى قبل ان يغسلوها وعن ابن عباس فى الرجل يغتسل من الجنابة فينضح فى انائه من غسله فقال لا بأس به وعن الحسن وابراهيم والزهرى وابى جعفر وابن سيرين نحوه قال فان قلت فما محمل حديث لا يبولن احدكم فى الماء الدائم ولا يغتسلن فيه من الجنابة قلت استدل به الكرخى على عدم جواز التطهير بالمستعمل ولا يطابق عمومه فرعهم المذكور فى الماء الكثير فيحمل على الكراهة وبذلك اخبر راوى الخبر فاخرج ابن ابى شيبة عن جابر بن عبد الله رضى الله تعالى عنهما قال كنا نستحب ان نأخذ من ماء الغدير ونغتسل به ناحية قال وما ذكر من الفروع مخالفا لهذا فبناء على رواية النجاسة كقولهم لو ادخل جنب او محدث او حائض يده فى الاناء قبل ان يغسلها فالقياس انه يفسد الماء وفى الاستحسان لا يفسد للاحتياج الى الاغتراف حتى لو ادخل رجله يفسد الماء لعدم الحاجة ولو ادخلها فى البئر لم يفسد لانه محتاج الى ذلك فى البئر لطلب الدلو فجعل عفوا ولو ادخل فى الاناء او البئر بعض جسده سوى اليد والرجل افسده لانه لا حاجة اليه امثال هذا (ثم ذكر مسائل وآثارا لا تتعلق بما نحن فيه الى ان قال) وعن ابن جريج قال قلت لعطاء رأيت رجلا توضأ فى ذلك الحوض متكشفا فقال لا بأس به قد فعله ابن عباس رضى الله تعالى عنهما وقد علم انه يتوضؤ منه الابيض والاسود وفى رواية وكان ينسكب من وضوء الناس فى جوفها قال فكانهم لم ينزلوا الحوض منزلة المستيقظ خاصة بل وانما اقتصر على ان ابن ابى شيبة قد روى

فائدہ ۱ مسئلہ: عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو یا غسل ... جائز ہے۔

ك: كذا بالاصل ولعله ان يدخل الجنب يده ١٢ منه

خاتم تميمة

عن ابی معوية عن الاعمش عن ابرهيم قال كان اصحاب عبد الله رضی الله تعالى عنه اذا ذكر عندهم بحديث ابی هريرة رضی
الله تعالى عنه قالوا كيف يصنع ابو هريرة بالمهراس الذی بالمدينة اهـ فهذا كل ما اتی به فی هذا الباب فی كتابه رحمه
الله تعالى فی رسالته **اقول** وبالله التوفيق الكلام فيه من وجوه **الاول** من العجب استناده رحمه الله تعالى
بعبارة المبتغى فليس فيها اثر مما ابتغی لان كلامه فی الحوض الكبير الا ترى الى قوله ان ماء الحوض فی حكم ماء جار
ومعلوم قطعا ان ذلك انما هو فی الحوض الكبير ذی الماء الكثير اما الصغير فكالاوانی وقد قال العلامة نفسه فی هذه
الرسالة ان ماء الاوانی يتنجس بوقوع النجاسة وان لم يتغير وقال فما كان فی غدير او مستنقع وهو نحو ماء الاوانی فهو ملحق بها اذ لا اثر
للمحل اهـ **الثانی** قدمنا فی ثمرة عن المبتغى التصريح بان الماء يفسد بادخال الكف **الثالث** كذلك العلامة اثر لتأييد
شیٔ من مقصوده فی عبارة كتاب الآثار فليس ان الرجل يدخل يده فی الاناء قبل الغسل والمرأة ثم يغتسلان منه وفی كيف
يظن هذا برسول الله صلی الله تعالى عليه وسلم وام المؤمنين رضی الله تعالى عنها وانما مراد محمد رحمه الله تعالى نفی قول من
ابطل الوضوء بفضل وضوء المرأة مطلقا او اذا كانت جنبا او حائضا وهما قولان للحنابلة والمالكية ولذا قال بدأت قبلها
او بدأ قبلها وترجم له باب غسل الرجل والمرأة من اناء واحد من الجنابة **الرابع** قد وضح رضی الله تعالى عنه مراده الشريف فی
موطاه المنيف اذ قال باب الرجل يغتسل او يتوضأ بسؤر المرأة اخبرنا مالك حدثنا نافع عن ابن عمر رضی الله تعالى عنهما انه
قال لا بأس بان يغتسل الرجل بفضل وضوء المرأة ما لم تكن جنبا او حائضا قال محمد لا بأس بفضل وضوء المرأة وغسلها
وسؤرها وان كانت جنبا او حائضا بلغنا ان النبی صلى الله تعالى عليه وسلم كان يغتسل هو وعائشة من اناء واحد يتنازعان
الغسل جميعا فهو فضل غسل المرأة الجنب وهو قول ابی حنيفة رحمه الله تعالى **الخامس** قدمنا عن الائمة ابی بكر الرازی
وشمس الائمة السرخسی والاسبيجابی ابی العز والحجة ابی نصر الدين موسى والزيلعی وابن الهمام وغيرهم الجم الغفير غفر الله تعالى لنا بهم
وعن الخلاصة عن نفس كتاب الاصل لمحمد رحمه الله نصوصه فی الحكم بخصوصه فكيف يحمل هذا الكلام على خلافه وبالله
التوفيق **السادس** ما ذكر رحمه الله تعالى عن ابن عباس والامام الباقر والحسن البصری وابن سيرين وابرهيم النخعی والزهری
رضی الله تعالى عنهم لا يمس المقصود لانه فی الملقى والكلام فی المدخل **السابع** ما ذكر اخرا عن عطاء وابن عباس رضی
الله تعالى عنهم فاخره فی الملقى ولا حجة فی اوله فانه ان كان المراد التوضی فی الحوض بحيث تسقط الغسالة فيه كالتوضی
فی الطست فهو من الملقى وان كان المراد التوضی بادخال اليد فيه للاغتراف فقد مر ان هذا القدر معفو عنه عند عدم نية
وان فرض ان المراد ان يدخل الحوض ويتوضأ فيه لم تنتهض ايضا حجة اذ ليس فيه بيان قدر الحوض فجاز ان يكون كبيرا **الثامن**
كذلك ما حكى عن سعد رضی الله تعالى عنه فكنه فی الحيض قبل الانقطاع قدمنا عن الخانية والخلاصة وغيرهما انه لا ينفسد

الماء اذ ذاك لعدم السببين سقوط الفرض و اقامة القربة **التاسع** ماذكر عن عامر فظاهر ان لفظة يعنى قبل ان يغسلوها مدرج فى الحديث ولا يدرى قول من هو ولا حجة فى مجهول **العاشر** ما حكى عن الحسن يعارضه ما فى البدائع عنه فى وقوع قليل ماء مستعمل فى الماء سئل الحسن البصرى عن القليل فقال ومن يملك نشر الماء فهو ما تطاير منه عند الوضوء و انتشر اشار الى تعذر التحرز عن القليل فكان القليل عفوا ولا تعذر فى الكثير فلا يكون عفوا اھ هذا كلامه فى الملقى فكيف فى الملاقى **الحادى عشر** ما حكى عن سعيد فعلى تقدير الصحة عنه مذهب تابعى فكيف يحتج به على المذهب و كفى فيه جوابا عن سائر الأثار **الثانى عشر** ذلك العبارة الثالثة عن البدائع بمعزل عن المقصود فانها فى الملقى ولا كلام فيه الا ترى الى قوله ثم الكثير عند محمد ما يغلب على الماء المطلق وعندهما ان يستبين مواقع القطر فى الاناء اھ **قلت** والوجه فيه ان الملقى طاهر عند محمد فلا يسلبه وصف الطهورية ما لم يغلب عليه و نجس عندهما فيما يقال و قطرة نجس تنجس كل ماء قليل غير ان ما لا يستبين لا يعتبر كرشاش البول قدر رؤس الابر فعفى عنه لعسر التحرز فاين هذا مما نحن فيه **نعم** حمل ما فى يديه ما ذكر البدائع فى الجدل عن رواية ضعيفة و تعليل قول محمد فى مسألة حمطان للمستعمل ما لاقى البدن و ما اتصل من غيره **اقول** وبالله التوفيق وهو المستعان على افاضة التحقيق ليس لنا و من لنا حتى نتكلم بين يدى هذا الامام الهمام ملك العلماء الكرام اعلى الله درجاته فى دار السلام وافاض علينا بركاته على الدوام امين ولكن المذهب قد تقرر والنقل الصحيح الصريح عن الائمة الثلثة رضى الله تعالى عنهم قد توفر ورأيت هذا الامام الجليل قد وافق الرجلة الفحول فى تلك النقول عند ذكر المنقول وعلمت ان ما يقال فى الجدل او يبدى فى العلل لا يقضى على نصوص المذهب بل ربما لا يكون المبدى ايضا اليه يذهب كما هو معلوم عند من خدم هذا الفن المذهب فجرّ الى ذلك على ان اقول وهو **الثالث عشر** ان الامام ملك العلماء قدس سره هو القائل فى بدائعه بعد ما ذكر سقوط حكم الاستعمال فى مواضع الضرورة كاليد فى الاناء للاغتراف والرجل فى البئر لطلب الدلو ما نصه ولو ادخل فى الاناء او البئر بعض جسده سوى اليد والرجل فسد الماء لانه لا حاجة اليه وعلى هذا الاصل تخرج مسألة البئر اذا انغمس الجنب فيها لطلب الدلو لا بنية الاغتسال وليس على بدنه نجاسة حقيقية وبالجملة فيه الاصل ان المنغمس اما ان يكون طاهرا او لم يكن بان كان على بدنه نجاسة حقيقية او حكمية كالجنابة و الحدث وكل وجه على وجهين اما ان ينغمس لطلب الدلو او التبرد او الاغتسال و فى المسألة حكمان حكم الماء الذى فى البئر وحكم الداخل فيها فان كان طاهرا وانغمس لطلب الدلو او للتبرد لا يصير مستعملا بالاجماع لعدم ازالة الحدث و اقامة القربة وان انغمس فيها للاغتسال صار الماء مستعملا عند اصحابنا الثلثة رضى الله تعالى عنهم لوجود اقامة القربة وعند زفر و الشافعى رحمهما الله تعالى

لا يصير مستعملا لانعدام ازالة الحدث والرجل طاهر في الوجهين جميعا اهـ فانظر الى قوله في المسألة حكمان حكم الماء الذي في البئر فهل ترى ان الذي في البئر هو ما لاقى سطح البدن عند الانغماس لا بل كل ما في البئر وهو المقصود ببيان حكمه وقد حكم عليه في الصورة الثانية بانه صار مستعملا باجماع ائمتنا الثلثة رضي الله تعالى عنهم وفيهم محمد القائل بطهارته وقد حكم بانه بالانغماس سلب ماء البئر طهوريته فظهر ان حكم الاستعمال يسري في الماء القليل كله سريان حكم النجاسة باجماع اصحابنا رضي الله تعالى عنهم فان السريان على القول بنجاسة الماء المستعمل ظاهر لا خلف فيه وهذا محمد القائل بالطهارة يحكم بالسريان فكان القول به مجمعا عليه فلم يبق لاحد بالخلاف يدان بل قد نص ملك العلماء رحمه الله ههنا على جعل طهارة الماء المستعمل متفقا عليها بين اصحابنا كما قال في البدائع ومشايخ العراق لم يحققوا الخلاف فقالوا انه طاهر غير طهور عند اصحابنا رضي الله تعالى عنهم حتى روي عن القاضي ابي حازم العراقي انه كان يقول انا نرجو ان لا تثبت رواية نجاسة الماء المستعمل عن ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه وهو اختيار المحققين من مشايخنا بما وراء النهر اهـ وذلك لان سوق كلامه ههنا انما هو لاحاطة احكام الماء والرجل في جميع الصور المحتملة هنا وقد التزم في كل صورة بيان الخلاف بين ائمتنا الثلثة ان كان وفصل في شق الطاهر حكم الماء فقال في الاول لا يصير مستعملا بالاجماع وفي الثاني صار مستعملا عند ائمتنا الثلثة خلافا لزفر والشافعي بقي عليه بيان حكم الرجل في المسئلتين عند ائمتنا فجمعهما وقال الرجل طاهر في الوجهين جميعا فكما انه يستحيل عند الذوق السليم كون هذا تتمة قول زفر والشافعي فيبقى ساكتا عن بيان حكم الرجل في الوجهين عند ائمتنا رضي الله تعالى عنهم كذلك يبعد ان يكون هذا قول بعض دون بعض منهم اذ لو كان كذلك لبين الخلاف كما بين في سائر الصور ولم يأت به هكذا مرسلا لايهامه الخلاف اعني عدم الخلاف مع وجوده لا سيما مع قرينتي الاجماع والاتفاق في حكم الماء في هذين الوجهين فلا ينقدح في الذهن الا كونه وفاقيا بين اصحابنا كقرينتيه السابقتين وهذا لا يتأتى الا على القول بطهارة الماء المستعمل حيث لم ينجس الماء فلا يحتمل ان ينجس الطاهر بخلاف ما اذا قيل بنجاسته اذ يتطرق القول بان الماء تنجس فينجس فلا يكون الرجل طاهرا وفاقا فان **قلت** اليس ان حكم الاستعمال انما يعطى بعد الانفصال عن البدن كالشيء الواحد في الاغتسال فما دام فيه لم يكن مستعملا واذا صار مستعملا لم يكن فيه فعن هذا يخرج طاهرا مع نجاسة الماء المستعمل عندهما فيما يذكر عنهما **قلت** بلى ولكن انما يتمشى على قول الامام اما عند ابي يوسف فيثبت حكم الاستعمال باول ملاقاة البدن الماء قال في البدائع ابو يوسف يقول ان ملاقاة اول عضو المحدث الماء يوجب صيرورته مستعملا فكذا ملاقاة اول عضو الطاهر الماء على قصد اقامة القربة ولذا صار الماء مستعملا باول الملاقاة لا تتحقق طهارة بقية الاعضاء بالماء المستعمل اهـ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فكيف يقول الماء مستعمل والرجل طاهر وقد قال في البدائع ان كان على يده نجاسة حكمية فقط فان ادخلها لطلب الدلو او التبرد يخرج من الاول (اى الماء الاول فان المسألة مفروضة في الانغماس في عدة مياه) طاهرا عند ابي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى هو الصحيح لزوال الجنابة بالانغماس مرة واحدة وعند ابي يوسف هو نجس ولا يخرج طاهرا ابدا اهـ فان حملته على حال الضرورة لقول البدائع اما ابو يوسف فقد ترك اصله عند الضرورة على ما يذكر وروى بشر عنه ان المياه كلها نجسة وهو قياس مذهبه اهـ دفعه ان مرامهما ان الماء مستعمل والرجل طاهر عكس ما يقول به الامام الثاني حال الضرورة الا ترى ان مذهبه في مسألة البئر جحط الحاء اى ان الماء طاهر على حاله والرجل لم يطهر كما تقدم قال في البدائع ابو يوسف يقول يجب العمل بهذا الاصل اى ما تقدم من ثبوت الحكم باول الملاقاة الا عند الضرورة كالجنب والمحدث اذا ادخل يده في الاناء لاغتراف الماء لا يصير مستعملا ولا يزول الحدث لمكان الضرورة لان هذا الماء لو صار مستعملا انما يصير مستعملا بازالة الحدث ولو ازال الحدث لتنجس ولو تنجس لا يزيل الحدث واذا لم يزل الحدث بقي طاهرا واذا بقي طاهرا يزيل الحدث فيقع الدور فقطعنا الدور من الابتداء فقلنا انه لا يزيل الحدث عنه فبقي هو بحاله والماء على حاله اهـ وبالجملة لا استقامة لهذا على قول ابي يوسف اصلا الا ان يقال انه مبني على طهارة الماء المستعمل عندهم جميعا وهو قول صحيح قد قواه ملك العلماء وجعله مختار المحققين وارتضى في مواضع كثيرة على نسبة التنجيس الى الشيخين كما اشتهر فعلى هذا تكون المسألة نصا عن ائمتنا الثلثة على سريان حكم الاستعمال الى جميع المياه مع طهارتها والله سبحنه وتعالى اعلم. **الرابع عشر** ثم قال قدس سره في من انغمس في ثلثة ابار او اكثر عندهما اى الطرفين رضي الله تعالى عنهما ان انغمس لطلب الدلو او التبرد فالمياه باقية على حالها وان كان الانغماس للاغتسال فالماء الرابع فصاعدا مستعمل لوجود اقامة القربة اهـ فانظر على اى شئ حكم بكونه مستعملا الماء الرابع فصاعدا لا خصوص ما لاقى منه سطح البدن. **قلت** والمعنى جميع المياه من اولها وانما خص الرابع فما فوقه بالذكر فعا توهم انه يقتصر حكم الاستعمال على المياه الثلثة الاول اذ لا قربة بعد التثليث فالرابع وما بعده لا يصير مستعملا لعدم السببين فنبه على بطلانه بان ذلك عند اتحاد المجلس والاسباغ له في باب الابار. **اقول** لكن يشكل عليه رحمه الله تعالى انما ذكر هذا في من كان على بدنه نجاسة حقيقية لان عبارته هكذا وان لم يكن طاهرا فان كان على بدنه نجاسة حقيقية وهو جنب اولا فانغمس في ثلثة ابار او اكثر من ذلك لا يخرج من الاولى والثانية طاهرا بالاجماع ويخرج من الثالثة طاهرا عند ابي حنيفة ومحمد رضي الله تعالى عنهما والمياه الثلثة نجسة لكن نجاستها على التفاوت على ما ذكرنا وعند ابي يوسف كلها نجسة والرجل نجس سواء انغمس لطلب الدلو او للاغتسال وعندهما ان انغمس

۱ تطفل ۹۸ عليه

تنقيح نفيسة

۲ تطفل ۹۹ على الامام ملك العلماء

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لطلب الدلو او التبرد فالمياه باقية علی حالها الخ وكيف تبقى على حالها والفرض ان علی بدنه نجاسة حقيقية الا ان
يقال انتهى الكلام عليها بقوله المياه كلها نجسة والرجل نجس وقوله سواء انغمس لطلب الدلو الخ بيان لعدم اقتصار
الحكم عند ابی یوسف علی النجاسة الحقيقية بل كذلك الحكمية كما قدمنا ان عند ابی یوسف هو بحكم طاهر ابدا
فلما استطرد هذا ابان خلاف الطرفين فيه ان هذا التعميم ليس عندهما و يكدره ان الكلام المستطرد اذن في
النجاسة الحكمية فكيف يقول عندهما ان انغمس لطلب الدلو او التبرد فالمياه باقية على حالها فان عند الامام
رضی الله تعالٰی عنه یصیر الماء مستعملا بازالة الحدث وان لم ينو بل كذلك عند محمد ايضا عند التحقيق وقد قال
فی البدائع فی ما مر فی البئران كان علی بدنه نجاسة حكمية فعلى قول من جعل هذا الماء مستعملا والمستعمل
نجسا ينزح ماء البئر كله كما تقدم فاذا كان هذا فی الواقع بلا قصد فكيف في المنغمس قصد التبرد ثم قد اتی
بشق النجاسة الحكمية بعد هذا وصرح فيه بالحكم الصحيح على خلاف ماهنا كما سياتی وان حمل ماهنا على الفرق
فمع بعده يابا ه قوله او التبرد الا ان يقال انهم قد ادخلوه فيهما كما القينا على هذا التسامح يصح هذا الحمل
غير انه لا يسلم فان نزل الاستطراد حتى يشمل الطاهر فمع ان التعميم المذكور فی قول الامام الثانی سواء انغمس الخ
لم يكن ليشمله قطعا يعكر عليه ان الشمول لا يخرج المحدث فكيف يصح اطلاق الحكم بان المياه باقية على حالها
ولا وجه لتخصيص الحكم بالطاهر فان الكلام مسوق فی شق وان لم يكن طاهرا او قد قدم حكم الطاهر من قبل و بالجملة
فالعبارة ههنا فيما وصل اليه فهمی القاصر لا تخلو عن قلق و حزازة ولعلها وقع فيها من قلم الناسخين تغيير و تقديم و تاخير
وكم له من نظير و ليتنا ملح الله تعالٰی اعلم بمراد خواص عباده الخامس عشر ثم قال قدس سره تحت قوله المذكور
وان كان على يده نجاسة حكمية فقط ما نصه واما حكم المياه فالماء الاول مستعمل عند ابی حنیفة رضی الله تعالٰی
عنه لوجود ازالة الحدث والبواقی على حالها لانعدام ما يوجب الاستعمال اصلا (ای لان الصورة مفروضة فی الانغماس
للتبرد او طلب الدلو فلا نية قربة والحدث قد زال بالاول) وعند ابی یوسف و محمد المياه كلها على حالها اما عند
محمد فظاهر لانه لم یوجد اقامة القربة بشیء منها و اما ابو یوسف فقد ترك اصله عند الضرورة على ما يذكر اه
فقد افاد ان لو وجدت نية القربة لصار الماء مستعملا عند الامام الربانی ايضا بل هو كذلك فان التحقيق
انه لا يقصر الاستعمال على نية القربة كما تقرر اقول فهذه صرائح نصوص المسألة عن ائمة المذهب رضی الله تعالٰی
عنهم اتی بها ملك العلماء فلا يعارضها ما وقع منه فی تعليل وجدله ما جعل فظاهر ان العلة ان صحت
لزمت صحة الحكم ولا عكس لجواز ان تكون هذه باطلة والحكم معللا بعلة اخرى وههنا كذلك فان

القول بنجاسة المستعمل معلل بوجوه اخر ذكرت فی البدائع نفسها والھدایة والکافی والتبیین وغیرها وھذا العلامة قاسم قد نص علی ان مالك العلماء استدل له بهذا الحدیث فی رسالته ھذه وقد تقدم قوله انه لا یطابق عمومه فرد ما مھم المذکورة فی الماء الکثیر فیحمل علی الکراھة الخ وقال قبله حیث رد بعض کلام البدائع قوله اقوی ما روی عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم انه قال لا یبولن احدکم فی الماء الدائم ولا یغتسلن فیه من الجنابة من غیر فصل بین دائم ودائم الخ یقال علیه انظر ھل تمکن احد من مخالفی ھذا الحدیث حیث قلتم ولا شك انه یتوضوء من الجانب الاخر فی المرئیة ویتوضوء من ای جانب کان فی غیر المرئیة مما اذا بال فیه انسان او اغتسل جنب اه انتهی العلامة المرتضی فانه لا عجب ممن یستدل بحدیث هو احد من خالفه وھذا ما اشار الیه بقوله لا یطابق عمومه الخ [٨٢١] **اقول** رحمکم اللّٰه حاولتم الحمل فی الاحتذار **فاولا** ما قالوه انما هو فی الکثیر والکثیر ملحق بالجاری والحدیث فی الدائم **ثانیا** الکراھة ان ارید بها کراھة التحریم لم یلائم قوله وبذلك اخبر راوی الخبر قال کنا نستحب ان نتنزہ مع انها لا تقید بکم اذ لو لم یتغیر بها الماء لم یکن وجه للنهی عنده اخرو ان الماء الکثیر لعدم تغیره یجوز الاغتسال فیه اجماعا کما فی البدائع وقد استدلوا علی نجاسة الماء المستعمل وشیخکم المحقق علی الاطلاق علی نسلاب الطهوریة عنه بهذا النهی المفید کراھة التحریم وان ارید بها کراھة التنزیه فعدول عن الحقیقة من دون ضرورة ملجئة ولا یلائم نون التاکید فی قوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم لا یغتسلن وقد دفع العلامة الاکمل فی العنایة کراھة التنزیه بان تقییده بالدائم ینافیه فان الماء الجاری یشارکه فی ذلك والمعنی فان البول کما انه لیس بادب فی الماء الدائم فکذلك فی الجاری فلا یکون للتقیید فائدة وکلام الشارع مصون عن ذلك اھ وقد قال فی المجتبی لما البول فیه فکروہ قلیلا کان او کثیرا دائما او جاریا وسمی ابو حنیفة رضی اللّٰه تعالٰی عنه من یبول فی الماء الجاری جاھلا اھ کما فی ابن الشلبی علی التبیین [٨٢٢] **اقول** المقرر عندنا ان نصوص الشرع لا نظر فیها الی مفھوم المخالفة فیجوز ان یکون ذکر الدائم نظرا الی الحکم الثانی وھو النهی عن الاغتسال [٨٢٣] **وثالثا** ھب انهم لم یعملوا فی بعض الصور باطلاقه فلیس من قبیل طلاقه او خصص عمومه ما لدلیل لا یمنع عن التمسك به فی شیء اخر ھذا وکذا عدم استعمال الماء بوقوع محدث فی البئر عند محمد علی تسلیمه لم لا تعللونه بما تقرر عندکم وصرحتم به غیر مرة ان محمدا لا یقول بالاستعمال الا بنیة القربة وای نیة للساقط وانتم المصرحون فیه کما تقدم ان الطاھر ان انغمس فیها للاغتسال صار الماء مستعملا عند اصحابنا الثلثة رضی اللّٰه تعالٰی عنهم فلم لم یقل محمد ثم ان غیر المستعمل اکثر فلا یخرج عن کونه طهورا [٨٢٤] **السادس عشر** الروایة الصحیحة المعتمدة فی مسألة تحط رابعة لم تشملها الحروف وھی طهر ای ان الرجل طاھر من الحدث والماء طاھر غیر طهور قال فی الھدایة والکافی والتبیین والسراج وغیرها انها اوفق الروایات وفی الدر انه الاصح وفی الفتح وشرح المجمع انه الروایة المصححة وفی البحر انه المذهب المختار وانه الحکم علی الصحیح فانقطعت الشبھة راسا واستقر بحمد اللّٰه عرش التحقیق علی ان لا استعمال الشیوع فی الماء القلیل سیان النجاسة **السابع عشر** فرق قدس سرہ فی الحدث والنجاسة حیث تشیع ولا یشیع بان النجس یختلط بالطاھر علی وجه لا یمکن التمییز بینهما فیحکم بنجاسة الکل

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اقول اولاً الوجه قاصر عن المدعی فرب نجس لایختلط ورب نجس یختلط ویمکن التمییز فلم یسر الحکم الی جمیع الماء القلیل ارأیتم لو وقع فی الغدیر شعرة من خنزیر افلا یتنجس الا قدر الذی لاقاها اذ لاشیئ هنالک یختلط فلا یمکن التمییز هذا لایقول به احد منا فان قلت تنجس بها ما یلیها وهو مختلط بسائر الاجزاء بحیث لایمکن التمییز اقول فصبغ نجس القی فی غدیر یلزم ان لایتنجس الا ما ینصبغ به لحصول التمییز باللون فان قلت مالم ینصبغ جاور المنصبغ فسری الحکم الی الکل اقول هذه طریقة اخری غیر ما سلک الامام ملک العلماء من الحکم بنجاسة الکل لعدم التمییز لا للسریان بالجوار وسیأتیک الرد علیها فی الرابع وقد انکرها البدائع بقوله ورد الشرع بتنجیس جار النجس لا بتنجیس جار جار النجس لان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم حکم بطهارة ما جاور السمن الذی جاور الفأرة وحکم بنجاسة ما جاور الفأرة وهذا لان جار جار النجس لو حکم بنجاسته لحکم ایضا بنجاسة ما جاور جار جار النجس الی ما لا نهایة له فیؤدی الی ان قطرة من بول او فأرة لو وقعت فی بحر عظیم ان یتنجس جمیع مائه لاتصال بین اجزائه وذلک فاسد اھ وقد کان سنح لی فی الرد علی هذا ثلثة اوجه ذکرتها علی هامش نسختی البدائع اولها التقویر فی الجامد فلا سریان وثانیها ان الشرع جعل الکثیر والجاری لایقبلان النجاسة مالم یتغیر احد اوصافهما والماء القلیل شیئ واحد ففیه جار الجار جار وثالثها ذکر الشیخ الامام هذا لابداء الفرق فی حکم الفأرة والهرة والشاة الواقعة فی البئر بنزح عشرین او اربعین او الکل لان الفأرة یجاورها من الماء عشرون دلوا لصغر جثتها فحکم بنجاسة هذا القدر لان ماوراءه لم یجاور الفأرة بل جاور ما جاورها والشرع رد الی الحکم فکتبت علیه ان لو فرض عدم التنجس بالفأرة الا قدر عشرین لزم فساد الکل للاختلاط بحیث لایمتاز ثم رأیت العلامة ابن امیر الحاج ذکر فی الحلیة الوجهین الاولین بعبارات مطنبة مفیدة کما هو دابه رحمه الله تعالی فقال فی الاول معلوم ان الماء لیس بشیئ کثیف یمنع کثافته سریان النجاسة الواقعة فیه من محلها المتصل به الی غیره کما فی السمن الجامد لیقع الاقتصار فی التنجیس علی الجار المتصل دون غیره بل هو مائع رقیق لطیف تعین لطافته ورقة اجزائه مع الاضطراب العارض له بواسطة الاخذ منه علی سرایة النجاسة الی سائر اجزائه ثم ذکر الثانی بعد کلام انتہی ملتقطا اقول السمن الجامد هل یقبل التنجس بجوار النجس ام لا علی الثانی لم امر صلی الله تعالٰی علیه وسلم بتقویر ما حول الفأرة وسلمتم نجاسته وعلی الاول اذا فرض ان جار النجس نجس فهلم جرا وجب تنجیس ما یجاور هذا الماء وتقویره لکنه مجاور لهذا النجس والمجاور للفأرة فلا یجدی الفرق باللطافة والکثافة بل لقائل ان یقول انا تنجس السمن لما فیه بجاور وهذا السمن لیس جار النجس بل جار جار النجس وهکذا الی الاخر فان فرق بان السمن متنجس لانجس وجار النجس یتنجس لاجار المتنجس لزم ان لایتنجس الماء الا الذی فیه هذا السمن بعد التقویر لانه لاقی متنجسا لانجسا وبه یظهر ما فی کلام ملک العلماء ویطوی هذا البساط من اوله فاقول

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وباللہ التوفیق ف۱ لیس سبب تنجس الطاھر مجاورتہ للنجس ف۲ الاتری ان لو لف ثوب نجس فی ثوب طاھر لم یتنجس الطاھر اذا
کانا یابسین بل ولا اذا کانت فی النجس نداوۃ لا یظھر بھا فی الطاھر مجرد اثر کما فی الدر والشامی وبیناہ فی فتاوٰنا
بل ھو اکتساب الطاھر حکم النجاسۃ عن لقاء النجس وذٰلک یحصل فی الطاھر المائع القلیل بمجرد اللقاء وان کان النجس
یابسا لا بلۃ فیہ وفی الطاھر الغیر المائع بانتقال البلۃ النجسۃ الیہ فلا بد لتنجیسہ من بلۃ تنفصل ثم یختلف الامر
باختلاف جرم الطاھر لطافۃ وکثافۃ فالسرایۃ فی اللطیف اکثر منھا فی الکثیف وکذٰلک قد یختلف باختلاف
زمن التجاور اذا عرفت ھذا فالسمن یقوّر ویلقی منہ قدر ما یظن سرایۃ البلۃ النجسۃ الیہ ویبقی الباقی طاھرا لانہ
لم یتنجس لم یکن لمجاورۃ النجس حتی یقال ان السمن الذی بعدہ مجاور لھذا النجس بل لسرایۃ البلۃ وقد انتھت ف۳ فظھر ان
استشھاد ملک العلماء بمسألۃ السمن علی التفرقۃ بین الفارۃ وما فوقھا لا وجہ لہ وانما الاٰثار تتبع الافکار وما
احسن ما قال المحقق رحمہ اللہ تعالٰی فی فتح القدیر فی مسئلۃ البئر من الطریق ان یکون الانسان فی ید النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
واصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنھم کالاعمی فی ید القائد اھ نسأل اللہ تعالٰی حسن التوفیق اٰمین **وثانیا وھو الثامن عشر** ف۴
لیس مذھبنا ان النجس اذا وقع فی الماء القلیل لم ینجس منہ الا ما اتصل بہ عینا والباقی باق علی طھارتہ وانما یمتنع استعمالہ لمخافۃ
استعمال النجس لاختلاطہ بہ بحیث لا یمکن التمییز بل المذھب قطعا شیوع النجاسۃ وتنجس الکل وحینئذ ف۵ **اقول** ماذا یشیع
من النجاسۃ عینھا ام حکمھا ای یکتسب الماء بمجاورتھا حکمھا الاول باطل قطعا لما علمت ان لو سقطت ایضا قطرۃ من بول مثلا کیف تعم بغدیر
کبیر غیر کبیر فان قسمۃ الاجسام متناھیۃ عندنا فیستحیل ان یکون فی الصغیر ما یساوی عدۃ حصص الکبیر وللثانی وجھان
الانتقال التدریجی ای یکتسب الحکم ما یلیھا من الماء من کل جانب ثم الاجزاء التی تلی ھذہ المیاہ تکتسب من ھذہ وھٰکذا
الی ان ینتھی الی جمیع الماء ما لم یبلغ حد الکثرۃ ام الثبوت الدفعی بان یتنجس الکل بوقوع النجس معا من دون توسیط وسائط
الاول باطل لانا نعلم قطعا ان بوقوع قطرۃ من بول مثلا فی ھذا الطرف من غدیر طولہ مائۃ ذراع وعرضہ ذراع
الا نصف اصبع وعمقہ الف ذراع یتنجس الطرف الاٰخر واٰخر القعر معا وان الشرع یحکم بتأخر تنجس ذٰلک الطرف بزمان صالح لانتقال
الحکم شیئا فشیئا فاذ ثبت ثبوت الحکم للکل معا اصالۃ بدون توسط ومعلوم من الشرع ان الماء لا یتنجس الا بملاقاۃ النجس وقد
اثبتنا ھھنا ان ملاقاۃ النجس الطاھر توجب تنجیس الطاھر وان لم یغلب علی الطاھر فوجب ان الملاقاۃ حصلت لکل الماء دفعۃ بلا وسائط
ومعلوم قطعا ان اللقاء الحسی بالوقوع لیس الا لجزء خفیف والامر اظھر فی نحو الشعرۃ المذکورۃ فثبت انھا حکمیۃ لاقت
جمیع اجزاء الماء القلیل والا لما تنجس الکل معا لعدم السبب فظھر وللہ الحمد ان الماء القلیل فی نظر الشرع کشیئ واحد بسیط وان
ملاقاۃ جزء منہ ملاقاۃ للکل ف۶ فثبت ان المحدث اذا ادخل یدہ مثلا فی الغدیر الغیر الکبیر فبمجرد الادخال لاقاھا الماء کلہ

ف۱: تحقیق المصنف فی سبب تنجس الطاھر بالنجس
ف۲: مسئلہ
ف۳: تطفل ۵ ا علی ملک العلماء
ف۴: تطفل ۶ ا علی ملک العلماء و ۲۹ علی العلامۃ قاسم
ف۵: تحقیق المصنف
ف۶: تطفل ۷ ا علی ملک العلماء و ۳۰ علی العلامۃ

فصار جميعه مستعملا والحمد لله على حسن التفهيم وتواتر الآلاء وبالجملة لو كان القلو يقتصر على ما اتصل به حقيقة لم يتنجس بوقوع الشعرة الا قطيرات تحيط بها لان سبب التنجس ليس الا ملاقاة النجس وهي مقصورة على تلك القطيرات لكنه باطل قطعا فعلم ان الكل ملاق وانه لامساغ لان يقال ان غير الملاقي اكثر من الملاقي ولله الحمد الاوفى الباقي والصلاة والسلام على المولى الكريم الواقي واله وصحبه اجمعين الى يوم التلاقي ثالثا وهو **التاسع عشر** قصر الحكم على الملاقي يحيل الاستعمال في ماء يسيل في سلك والحاق ذلك لان الاجسام لا تلاقي الا بالسطوح لاستحالة تداخل الاجسام ولن يقع السطح من الجسم الوضوء والغسل بحال بل يبقى طهورا لان الذي وقع منه بدن المحدث سطح والباقي جسم فلا يسلبه الطهورية لان المستعمل اقل بكثير من غيره **فان قلت** نعم هو الحقيقة ولكن الشرع المطهر اعتبر كل الجسم المصبوب على بدن المحدث مستعملا لانه شيء واحد متصل **قلت** فكذا كل ماء قليل شيء واحد حكما شرعيا متصل حسا عاديا ولم يكن ذلك في المصبوب المصب بل القلة الا ترى ان ماء الغدير يتنجس كله معا بوقوع قطرة من نجس وما هو الا انه شيء واحد لقاء جزء منه لقاء الكل كما بينا فبادخال المحدث يده في الاناء لاقاها كل ما في الاناء لا السطح المتصل بها فقط وفيه المقصود **فان قلت** المؤثر الاستعمال وهو الصب بعد مستعملا لكل المصبوب فيصير كله مستعملا **قلت** لا دخل لفعل المكلف عندنا انما المؤثر كون الماء القليل المعدود شرعا شيئا واحدا اسقط فرضا او اقام قربة وهذا حاصل في الوجهين **و رابعا** وهو **العشرون** ماء في طست اراد المحدث ان يغسل به يده فله فيه وجهان ان يصبه على يده فيرد الماء على المحدث او يدخل يده في الطست فيرد المحدث على الماء فان صبه كله على يده يصير مستعملا قطعا باجماع اصحابنا وان كان يكفيه بعضه وقد اسرف لكن لامساغ لان يقال انما استعمل قدر ما يكفيه والفضل يبقى على طهوريته فكذا اذا ادخل يده في كله وغسلها هناك واي فرق بينهما وبالله التوفيق **وخامسا** اقول وبالله التوفيق وهو **الحادي والعشرون** الاستعمال مبنيا للمفعول اي صيرورة الماء مستعملا لا يمكن ثبوته لما في بدن المحدث وهو سطح الماء الباطن لان الاستعمال انسلاب الطهورية فلا يثبت الا فيما كان طهورا كما ان الموت لا يلحق الا ما كان حيا ومعلوم ان الطهورية صفة جرم الماء قال الله عزوجل وانزلنا من السماء ماء طهورا وقال تبارك وتعالى وينزل عليكم من السماء ماء ليطهركم به لا صفة لحد طرافه التي لا وجود لها الا بالانتزاع على فرض تماس الاجسام ولا في الغسل حكم ولا تجزئ لانه اسالة الزائد الا بالجسم ولا فيه يمتاز عن المسح **وبعبارة اخرى** محل استعمال الماء عدم صلوحه للتوضي به وسقوط الصلوح بعد ثبوته على الاول كان الملاقي مستعملا قبل ان يلاقي فان السطح لا يمكن التوضي به وعلى الثاني لا يصير الملاقي مستعملا ابدا لانه لم يكن صالحا له قط **وبه ظهر** ولله الحمد في مسائل انغماس المحدث والفروع الكثيرة الناطقة بصيرورة الماء مستعملا بدخول بعض عضو المحدث ونحو ذلك ان معنى الكل في الملاقي مستعملا ان الماء في البدن يصير

تطفل ۵۱۸ على ملك العلماء و ۱۳ على العلامة ش

تطفل ۵۱۹

تطفل ۵۲۰ على ملك العلماء و ۳۳ على العلامة ش

تطفل ۵۲۱ على ملك العلماء و ۳ على العلامة ش

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لا بقیة ماء البئر اذا لم یکن کما فعله فی الحلیة محتجا بما وقع فی البدائع وتبعه فی البحر فهو ضائع لا مساغ له اصلا وفیه (ف۸۲) ابطال
صرائح النصوص الدائرة السائرة فی الروایات الظاهرة عن جمیع ائمة المذهب رضی الله تعالٰی عنهم حیث حکموا بالاستعمال
وحصل بالضرورة ان لا استعمال فان صح تاویل الاثبات بالنفی والنقیض بالنقیض صح هذا و(ف۲) رحم الله البحر حیث صدر منه
فی البحر اعتراف بالحق ان هذا التاویل لیس بتاویل بل تبدیل الحکم نحو ما حیث عبر عنه تحت قوله ان ماء البئر لا یصیر مستعملا
مطلقا الخ فهذا هو معنی ذلك التاویل حقیقة ولا مساغ لما انتصر الیه ان المستعمل ما تساقط عن الاعضاء
وهو مغلوب فان ما تساقط لم یلاق ایضا انما الملاقی سطح وهو لا یقبل الاستعمال **وسادسا** (ف۸۳) **وهو الثانی
والعشرون** ما ذکر قدس سره علی مذهب الامام رضی الله تعالٰی عنه فی وجوب نزح الماء کله یهدم اساس الفرق بین
النجاسة العینیة والحدث اذ لیس فی بدن المحدث ما یختلط بالطاهر علی وجه لا یمکن التمییز وانما یتنجس ما یلاقی وقد قصر تنجیسه
علی ما اتصل ببدنه فکان یجب ان لا یتنجس الا هو واختلاطه بما جاوره من الماء یستکثره ما ذکرتم فی الفرق
بین الفأرة والآدمی تبیینا لما افدتم من ان النجس هو جار النجس لا جار الجار لکن الامام اوجب نزح الکل فوجب القول بان الملاقی کل الماء
واذن کما یتنجس کله عند الامام فیما یروی عنه کذلك تنسلب الطهوریة عن کله علی مذهبه المعتمد المفتی به لحصول السبب
فی الکل **وبعبارة اخری** کما قال قدس سره وایة الحسن الفرق بین المحدث والجنب کذلك نقول هنا ان وقوع
المحدث فی البئر هل ثبت اللقاء للماء کله اولا علی الثانی لم وجب نزح الجمیع فقد افدتم ان الجوار لا یتعدی وعلی
الاول حصل المقصود وبالجملة ههنا شیأن السبب والحکم اما السبب فمتفق علیه هو اللقاء وانما الخلف فی الحکم
انه التنجس او انسلاب الطهوریة فان اقتصر السبب علی ما اتصل وجب قصر الحکم علیه ای حکم کان وان شمل
جمیع الماء ثبت ثبوت السبب فی الکل فوجب شمول الحکمین للکل وبالله التوفیق **وسابعا** (ف۸۴) **وهو الثالث
والعشرون** افدتم ان الفأرة یجاورها من الماء عشرة دلاء لصغر جثتها وفی الدجاجة والسنور
المجاورة اکثر لزیادة ضخامة فی جثتها والآدمی یجاوره جمیع الماء فی العادة لعظم جثته اھ وذکرتم انه
الفقه الخفی فهذا تصریح منکم بان المحدث الواقع فی البئر یجاوره جمیع الماء فیجب ان یصیر جمیعه
مستعملا وطاح القول بان المستعمل ما یلاقیه ویجاوره من غیره وایضا ماء الطست وکثیر من الاجانات
لا یبلغ عشرین دلوا ولا عشرا وکف الانسان لیس باصغر من فأرة فاذا ادخل محدث یده فی اجانة وجب ان یصیر کله
مستعملا ولا مساغ ههنا للفرق بین النجاستین العینیة والحکمیة فان الجوار یحصل بین الجسمین لذاتیهما
ولا مدخل فیه لوصف قام باحدهما حتی یختلف باختلافه **فان قیل** (ف۸۵) حقیقة المجاورة لیست

تطفل ۲۱ علی البحر والحلیة و تطفل ۲۲ علی البحر و تطفل ۲۳ علی البحر و تطفل ۲۶

تنبیه

ف۸۳ علی ملك العلماء و العلامة
ف۸۴ علی ملك العلماء والعلامة

الا لما اتصل بالجسم وانما سری الی عشرين فی الفأرة واربعين فی الهرة والكل فی الآدمی لان الميت تنفصل منه بلات وتتفاوت بتفاوت الجثث قال ملك العلماء وجب تنجيس جميع الماء اذا انتفخ شیئ من هذه الواقعات او انتفخ لان عند ذلك تخرج البلة منها لرخاوة فيها فتجاور جميع اجزاء الماء وقبل ذلك لا يجاور الا قدر ما ذكرنا لصلابة فيها اھ فالمراد بمجاورة عشرين واربعين والكل مجاورة البلة دون الجثة وانما لاقت الجثة ما لاقت

[851] اقول فاذن ينتقض ما ذكرتم فی وقوع محدث فی البئر على قول الامام بنجاسة الماء المستعمل لعدم بلة هناك تنفصل [852] والحق على ما يظهر للعبد الضعيف غفر له ان الماء ان كان شيئا واحدا متصلا حقيقة كما تزعمه الفلاسفة فلا شك ان لقاء بعضه لقاء كله بل لا بعض هنا لعدم التجزی بالفعل وان كان اجزاء متفرقة كما هو عندنا ان تألف الاجسام من جواهر فردة تتجاور ولا تتلاصق لاستحالة اتصال جزئين

[853] اقول وكل ما تجشمه الفلاسفة وخدمهم من اقامة براهين هندسية وغيرها على استحالة الجزء وقد اوصلها الشيرازی فی شرح الغواية المسماة هداية الحكمة الى اثنی عشر وسماها حججا انما تدل على استحالة الاتصال وامتناع نفس وجود الاجزاء ومبنى الهندسيات توهم خطوط متصلة ولا حاجة لها الى وجودها عينا فضلا عن اتصالها كالهيأة تبتنی على توهم مناطق ومحاور واقطاب ودوائر وان لم يكن لها وجود عينی بل اولى فان الهندسة تستغنی عن وجودها بوجود المناشی ايضا فلا يرد علينا شیئ من ذلك ولله الحمد وقد اغفل ذلك كثير من المتكلمين فاحتاروا فی دفع شبه المتفلسفين وبالله التوفيق بل الجسم عندنا اجزاء متفرقة حقيقة متصلة حسا كما ترى فی الهباء عند دخول الشمس من كوة بل فی الدخان والبخار والغبار فحينئذ لا اتصال حقيقة لشیئ من الماء بشیئ من البدن فلو اعتبرت الحقيقة لم يتنجس الماء بوقوع شیئ من الخبث فظهر ان الشرع المطهر قد اعتبر ههنا الحس ولا شك ان كله فی الحس شیئ واحد كما هو فی الحقيقة عند المتفلسفة وليس للشرع حاجز ينتهی الجوار الحسی بالبلوغ اليه فوجب ان يكون على هذا ايضا لقاء بعضه لقاء كله بل لا بعض لعدم التجزی حسا اما الكثير فجعله الشرع لا يحتمل الخبث فلا يضره الجوار الحسی وبه استقر عرش التحقيق على ان الماء الكثير لا يتنجس شیئ منه بوقوع النجاسة ولو مرئية حتى ما حولها ثم ما يليها هكذا ينبغی التحقيق والله تعالى ولی التوفيق وهنا تم الكلام مع الامام الهمام ملك العلماء الكرام نفعنا الله تعالى ببركاته على الدوام فی دار السلام آمين

الرابع والعشرون يمكن الجواب عن الاستناد الى كلام البدائع بما اورده فی البحر ولم يرده وان لم يرده اذ نقل عن اسرار القاضی الامام الدبوسی ما تقدم ان محمدا يقول لما اغتسل فی الماء القليل صار الكل مستعملا حكما ثم قال فهذه العبارة تكشف اللبس

اوضحت کل تمیز وحدس فانہا افادت ان مقتضی مذہب محمد ان الماء لایصیر مستعملا باختلاط القلیل من الماء

المستعمل بہ لان محمدا حکم بان الکل صار مستعملا حکما لاحقیقۃ فما فی البدائع محمول علی ان مقتضی مذہب محمد عدم

الاستعمال الا انہ یقول بخلافہ اھ قال فی منحۃ الخالق یعنی ان صاحب البدائع نسب الی محمد عدم الاستعمال

بناء علی ما اقتضاہ مذہبہ من ان المستعمل لایفسد الماء مالم یغلبہ او یساوہ لکن محمدا ماقال بذلک الذی اقتضاہ

مذہبہ بل قال فی ھذہ الصورۃ انہ صار مستعملا حکما کما صرحت بہ عبارۃ الدبوسی اھ **اقول**[۸۵۵] ثبوت

الاستعمال باللقاء وحقیقۃ اللقاء لتلک الاجزاء والحکم مثبت لجمیع الماء لان القلیل شیئ واحد فی اعتبار

الشریعۃ الغراء کما اسلفنا تحقیقہ ونورنا طریقہ لان الحکم منتف حقیقۃ فیکون اثباتہ مجازفۃ سحیقۃ

الخامس والعشرون محاولۃ العلامۃ رحمہ اللہ تعالٰی رد جمیع تلک الفروع المتواترۃ الدائرۃ

فی عامۃ کتب المذہب المنصوص علیہا عن جمیع ائمۃ المذہب المطبق علیہا سلف المذہب خلفہ الی روایۃ

نجاسۃ الماء المستعمل شیئ عجیب من مثلہ المحقق **فاقول**[۸۵۸] اولا کیف یسوغ ان ترد بھذہ الکثرۃ و

تذور فی جمیع کتب المذہب تتداولہا الائمۃ والشراح ولایبینوا احدا نہا تبتنی علی روایۃ ضعیفۃ متروکۃ بل

یذکرونہا وثیقۃ ویفرعون علیہا وعند الحجاج والحاج یفزعون الیہا فرد جمیع ذلک بعید کل البعد

وثانیا[۸۵۹] ھو منصوص علیہ فی الروایۃ الظاہرۃ وما روایۃ التنجیس الا نادرۃ روی ھذہ الحسن و

نص علی ذلک محمد فی الاصل **وثالثا**[۸۶۰] تظافرت علیہ التصحیحات کما قدمنا عن البحر عن الخبازی عن القدوری

عن الجرجانی وعن الحلیۃ عن ابی الحسین عن ابی عبداللہ وعن خزانۃ المفتین فی متن الملتقی وعن البحر انہ المذہب

المختار فکیف یبتنی علی روایۃ متروکۃ **ورابعا**[۸۶۱] توافرت فیہ نقول الاتفاق علیہ وانہ مذہب اصحابنا

جمیعا کما سبق عن النہایۃ والعنایۃ والہندیۃ ومجمع الانہر والدر المختار وغیرہا وعن البحر عن البدائع

وعنہ عن العنایۃ والدرایۃ وغیرہما وعن الحلیۃ وعن البحر عن الخبازی کلاھما عن ابی الحسین عن الجرجانی وعن شیخکم

المحقق انہ قولنا جمیعا فکیف یجوز رجعہ الی روایۃ متروکۃ **وخامسا**[۸۶۲] اکثروا من عزوہ لمحمد کما مر

عن الفوائد الظہیریۃ عن شیخ الاسلام خواہر زادہ وابی بکر الرازی وشمس الائمۃ السرخسی وعن الزیلعی و

شیخکم المحقق حیث اطلق وعن البحر عن الاسبیجابی والولوالجی وحیث حکم محمد بسقوط حکم الاستعمال للضرورۃ کما سلف

عن البحر والنہر والفتح والتبیین فی الکافی والبرہان وفی الحلیۃ عن الولوالجی والصغری والخبازی والقدوری والجرجانی

وشمس الائمۃ الحلوانی وعن البحر عن السرخسی عن نص محمد فی الاصل وعن البحر عن الدبوسی ان محمدا یقول

https://www.facebook.com/darahlesunnat

صار الكل مستعملا حكما وقد قال في البحر ان هذه العبارة كشفت اللبس واوضحت كل تخمين وحدس ومعلوم ان محمدا لم يقل قط بالتنجيس فكيف تحمل عليه **وبه** ف١ ظهر الجواب عما اراد به البحر في البحر والرسالة دفع الاستبعاد عن هذا الحمل بان المحقق في الفتح حمل فرعا في الخانية على نجاسة المستعمل وقال لا يفتى بمثل هذه الفروع اھ زاد في الرسالة ان تلميذه في الحلية حمل عليها فرعي الاجمة والطحلب المذكورين في الخلاصة والمنية قال فحمل فروع كثيرة على هذا القول اھ **فهل** بعض فروع وردت متفرقة في غضون بعض الفتاوى كهذه الفروع الوافرة، المتكاثرة المتواترة، الثابتة الدائرة، في عامة الشروح والفتاوى مع عدة من المتون، من دون نكير ولا انكار الظنون **أم** هي كهذه في الكتب الظاهرة، **أم** هي مذيلات بالتصحيحات المتظافرة، **أم** هي منصوص عليها من جميع ائمة المذهب الحنفي، **أم** هي مزينة بطراز الاتفاق وبانها قولنا جميعا وبانها مذهب اصحابنا فاين ذي من تي، **أم** هل لها محمل غير هذا فكيف يقاس على المتعين، ما له سبيل واضح متبين، **السادس والعشرون** كلام العلامة على حديث لا يبولن احدكم في الماء الدائم قدمنا الكلام عليه والى كلامه شيخ المحقق على الاطلاق حيث يقول اما قوله صلى الله تعالى عليه وسلم (وذكر الحديث) فغاية ما يفيد نهي الاغتسال كراهة التحريم ويجوز كونها كيلا تسلب الطهورية فيستعمله من لا علم له بذلك في رفع الحدث ويصلي ولا فرق بين هذا وبين كونه يتنجس فيستعمله من لا علم له بحاله في لزوم المحذور وهو الصلاة مع المنافي فيصلح كون كل منهما مثير النهي المذكور اھ ودفع ف٢ البحر اياه ببحث البدائع المذكور دفع للصحيح بما ليس بصحيح كما علمت اما حديث المستيقظ **فاقول** ليس من بحثنا في هذا الباب لاحتمال انه لاحتمال النجاسة العينية بل هو الظاهر من قوله صلى الله تعالى عليه وسلم فانه لا يدري اين باتت يده والعلامة عدل ف٣ عن هذا الجواب الواضح الى ثلثة لا يستقيم منها شيء **فاولا** دعوى الخصوص لا دليل عليه **وثانيا** كيف يجعل تعبديا غير معقول المعنى مع الارشاد الى المعنى في نفس الحديث فانه لا يدري اين باتت يده **وثالثا** ما عن اصحاب عبد الله رضي الله تعالى عنهم يجوز ان يكون لان ابا هريرة رضي الله تعالى عنه كان يرسله ارسالا فاشاروا الى تخصيص مواضع الضرورة كما هو الحكم المصرح به عندنا اذا كان الماء في حب لا انية يغترف بها **السابع والعشرون** قوله رحمه الله تعالى في تكرار الاستعمال الظاهر عدم اعتبار هذا المعنى في النفس فكيف بالظاهر غير ف٤ مظهر ولا ظاهر الا ترى ان نجاسة تصيب الثوب او البدن في مواضع متفرقة تجمع فان بلغت حد المنع منعت وما ترى من عدم جمع الواقعة في الماء الكثير فان الوقوع في عشرة مواضع منه كالوقوع في موضع فليس لعدم الجمع بل لعدم البلوغ الى الحد المنع حتى

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الانفصال تو قع مقصد او لولم تقصد العبادة للامور بها وهذا معنى قول ابی یوسف ان ما امرنا بالغسل وقول المحیط ان الخطاب

یتوجه الی بنی آدم وبهذا تتفق الکلمات وبه یظهر ما فی کلام الغنیة ولله الحمد اسی لیے ہمنے مکلف جس عضو کا دھونا واجب کہا نہ

مکلف کا عضو کہ میت مکلف نہیں **فائدہ ۳** عورت ابھی حیض یا نفاس میں ہے خون منقطع نہوا اس حالت میں اگر اوسکا ہاتھ

یا کوئی عضو پانی میں پڑجائے مستعمل نہ ہوگا کہ ہنوز اوسپر غسل کا حکم نہیں والمسألۃ فی الخانیۃ والخلاصۃ والبحر وغیرہا اسیلیے ہمنے

بالفعل کی قید ذکر کی **فائدہ ۴** جس عضو کا جہانتک پانی میں ڈالنا بضرورت ہو اوتنا معاف ہے پانی کو مستعمل نکریگا مثلاً

(۱) پانی لگن یا چھوٹے حوض میں ہے کہ دہ در دہ نہیں اور کوئی برتن نہیں جس سے نکالکر وضو کرے تو چلو لینے کے لیے اوس میں ہاتھ

ڈالنے سے مستعمل نہوگا (۲) اسی صورت میں اگر ہاتھ مثلاً کہنی یا نصف کلائی تک ڈالکر چلو لیا یعنی جسقدر کے ادخال کی چلو میں حاجت

نہ تھی مستعمل ہوجائیگا کہ زیادت بے ضرورت واقع ہوئی (۳) گولی یا مٹکے میں کٹورا ڈوب گیا اوسکے نکالنے کو جتنا ہاتھ ڈالنا ہو مستعمل

نکریگا اگرچہ بانہہ تک ہو کہ ضرورت ہے (۴) برتن میں پلنگ پر گریا پانی مستعمل ہوگیا کہ اسکی ضرورت نہ تھی (۵) کوئیں یا حوض میں ٹھنڈ لینے کو

غوطہ مارا یا صرف ہاتھ یا پاؤں ڈالا مستعمل ہوگیا کہ ضرورت نہیں (۶) برتن یا حوض میں ہاتھ ڈالا تو تھا چلو لینے کو پھر اوسمیں ہاتھ

دھونے کی نیت کرلی مستعمل ہوگیا کہ حوض میں دھونا بضرورت نہ تھا صرف چلو لینے کی حاجت تھی (۷) کوئیں سے ڈول نکالنے

گھسا اور وہاں غسل یا وضو کی نیت کرلی بالاتفاق مستعمل ہوگیا اگرچہ امام محمد نے ڈول نکالنے کے لیے اجازت دی تھی کہ قصد طہارت کی

ضرورت نہ تھی وقد علیہ فتح القدیر میں ہے لو ادخل المحدث او الجنب او الحائض التی طهرت الید فی الماء للاغتراف لا یصیر

مستعملا للحاجۃ بخلاف ما لو ادخل المحدث رجله او رأسه حیث یفسد الماء لعدم الضرورۃ وفی کتاب الحسن

عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنه ان غمس جنب او غیر متوضئ یدیه الی المرفقین او احدی رجلیه فی اجانۃ لم یجز الوضوء منه

لانه سقط فرضه عنه وذلک لان الضرورۃ لم تتحقق فی الادخال الی المرفقین حتی لو تحققت بان وقع الکوز فی الجب فادخل

یده الی المرفق لاخراجه لا یصیر مستعملا نص علیه فی الخلاصۃ بخلاف ما لو ادخل یده للتبرد لعدم الضرورۃ ثم ادخال

مجرد الکف انما لا یصیر مستعملا اذا لم یرد الغسل فیه بل اراد رفع الماء فی المبتغی وغیره بتبرده یصیر مستعملا انکان بغیر

والافلا اه باختصار محمد الھمامیں یہ قول شارح محدث الغمس فی بئر لدلو ولم ینو فرمایا لانوی الاغتسال فلو نواہ صار مستعملا

بالاتفاق اه فی قولہ فرسراج والمراد لم ینو بعد انغماسه فلا ینافی قوله لدلو افادہ ط لہذا ہمنے بے ضرورت کی قید لگائی۔

فائدہ ۵ امام ابو یوسف سے روایت معروفہ یہ ہے کہ عضو کا ٹکڑا ڈوب جانے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا جبتک کل عضو نہ ڈوبے مثلاً

انگلیاں پانی میں ڈالیں تو مستعمل نہ ہوگا کف دست کے ڈوبنے سے حکم استعمال دیا جائیگا اور صحیح یہ ہے کہ بے ضرورت کتنا ہی ٹکڑا ہو

مستعمل کردیگا فتح القدیر میں ہے لو ادخل الجنب فی البئر غیر الید والرجل من الجسد افسده لان الحاجۃ فیهما وقولنا من الجسد

(حاشیہ) ف ۱ تطفل ما علی الغنیة ۔ ف ۲ مسئلہ حیض و نفاس ابھی ختم نہ ہوا اس حالت میں عورت کا ہاتھ پانی میں پڑجائے تو پانی مستعمل نہ ہوگا۔ ف ۳ مسئلہ بضرورت پانی میں ہاتھ ڈالنے سے مستعمل نہ ہوگا اور بے ضرورت سے ہوگا۔ ف ۴ مسئلہ ہاتھ ڈالا اور ضرورت کے بعد پانی ہی میں دھونے کی نیت کرلی مستعمل ہوگیا۔ ف ۵ مسئلہ جس طرح سارا ہاتھ ڈوب جانے سے پانی مستعمل ہوجاتا ہے یونہی ناخن یا انگلی کا حصہ۔

متعرض ہوا تھا تا ان کے حج میں کچھ شبہ ڈال دے یا قابو چلے تو کسی معصیت میں آلودہ کر دے حق سبحانہ و تعالیٰ نے انہیں حکم دیا مردود کو پتھر ماریں کہ خائب و خاسر لوٹ جائے اور امید اس کی ٹوٹ جائے ہم بھی انہیں کا اتباع کرتے ہیں اگر تیرے دل میں اندیشہ گزرے انھوں نے تو شیطان کے پتھر مارے تھے اب شیطان کہاں ہے جس کے میں پتھر ماروں تو سمجھ لے کہ اگر شیطان یہاں موجود نہیں تو یہ وسوسہ تیرے دل میں کس نے ڈالا مستعد ہو کر اسی کے پتھر مار اور اطاعت حکم الٰہی سے ملعون کے دل پہ زخم کاری لگا جب ذبح ہدی و اضحیہ کرے اسے بھی اسی طرح امتثال امر ربانی و اقتدائے سنت ابراہیمی سمجھ اور امید رکھ کہ اس کے ہر عضو کے عوض تیرا ہر عضو انشاء اللہ تعالیٰ نار دوزخ سے آزاد ہو گا اور جہد کر کہ آدمی ہو کر ایک جانور سے کم نہ ہو جا جس نے اس کے حکم سے اپنی گردن دے دی اور تجھ سے اس کی مرضی کا کوئی کام نہیں بن پڑتا بعد تمام حج کے ہمیشہ طاعت الٰہی و اجتناب مناہی میں سرگرم رہ کر دلیل قبول حج ہے حیف ہے جو نگاہ خدا کے گھر پر پڑے اب کسی حرام قصد سے اٹھے وا دریغا جن ہاتھوں نے غلاف کعبہ چھوا موقف عرفات میں خدا کی طرف بلند ہوئے اب ان سے امر نامشروع صادر ہو جو لب تلبیہ و بوسۂ حجر سے مشرف ہوئے اب ان سے سخن ناشائستہ نکلے جو پاؤں راہ خدا میں چلے اب ان سے کار ناشائستہ کی طرف جائے جو بدن مجمع اقطاب و ابدال و مجلس ذکر ذوالجلال میں حاضر رہا اب محفل لہو و لعب و مجمع فساق و فجار میں شریک ہو۔ اللھم انا نسئلک التوفیق والھدایۃ والثبات علی امرک فی البدایۃ والنھایۃ فاغفرلنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا واختم لنا بالحسنیٰ واقض لنا حوائجنا انک اکرم مسئول و رحمک

اس نصیب زائد و بہرہ وافر کا مستحق ہو گا یا معنی یہ ہیں واللہ اعلم کہ زیارت قبر شریف سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم حسن خاتمہ و موت علی الایمان کی موجب ہوتی ہے جس کے سبب زائر مستحقان شفاعت میں کہ اہل اسلام میں بالضرور داخل ہوتا ہے اور شیطان اسے راہ ایمان سے پھیر کر حرمان شفاعت کا داغ نہیں لگا سکتا فقیر کہتا ہے غفر اللہ لہ اور یہ کچھ ان کے کرم سے بعید نہیں عالم حیات ظاہری میں اس جمال جہاں آرا کے دیدار سے مشرف ہونا مسلمان کو سوء خاتمہ سے بچاتا ہے صحابہ کرام سب کامل الایمان تھے اور ایمان پر دنیا سے گئے اور حضور کی زیارت بعد وفات مثل زیارت زمان حیات ہے پس اگر ہم سرگشتگان وادی معاصی کو جیسے محض اپنے فضل و کرم سے آستاں بوسی کا اذن دیا اور حاضری دربار سے مشرف فرمایا عجب کیا کہ دم نزع بیکسوں کی دستگیری فرمائیں اور پنجۂ دشمن سے نجات دیکر اس ایمان کو جو انھیں کی سرکار سے عطا ہوا ہے سلامت رکھیں وما ذلک علی اللہ بعزیز ۰ ان ذلک علی اللہ یسیر ۰ ان اللہ علی کل شیئ قدیر ۰ اور لفظ شفاعتی میں شفاعت کو اپنی طرف سے اضافت فرمانا اس کے اظہار عظمت کے لیے کہ جیسا شفیع عظیم اسی قدر شفاعت بڑی اور نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی افضل نہ ان کی شفاعت سے کسی کی شفاعت اکمل گویا ارشاد ہوتا ہے کہ بہت گنہگاروں کی ملائکہ و انبیاء و علماء و شہداء وغیرہم مقربان خدا شفاعت کریں گے اگرچہ وہ شفاعت بھی درحقیقت ہماری ہی شفاعت ہے کما قال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و انا صاحب شفاعتہم ولا فخر مگر جو ہماری زیارت کو حاضر ہوا اس کو ہماری بارگاہ بیکس پناہ سے ایک علاقہ خاصہ ہے جو غیر کو نہیں کہ جو کریم کے در پہ آیا وہ تو اسی کا ہو چکا اور اس پر اس کی دستگیری و

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الانبعاث توقع قصد او لولم تقصد العبادۃ للامر بہا وہذا معنی قول ابی یوسف لانا امرنا بالغسل وقول المحیط ان الخطاب یتوجہ الی بنی اٰدم وبہذا تتفق الکلمات فی یطہر ما فی کلام الغنیۃ وللہ الحمد اسی لیے ہم نے مکلف کے جس عضو کا دھونا واجب کہا نہ مکلف کا عضو کہ میت مکلف نہیں **فائدہ ۳** عورت ابھی حیض یا نفاس میں ہے خون منقطع نہ ہوا اس حالت میں اگر اوس کا ہاتھ یا کوئی عضو پانی میں پڑ جائے مستعمل نہ ہوگا کہ ہنوز اوس پر غسل کا حکم نہیں والمسألۃ فی الخانیۃ والخلاصۃ والبحر وغیرہا اسی لیے ہم نے بالفعل کی قید ذکر کی **فائدہ ۴** جس عضو کا جہاں تک پانی میں ڈالنا بضرورت ہو اوتنا معاف ہے پانی کو مستعمل نہ کریگا مثلاً (۱) پانی لگن یا چھوٹے حوض میں ہے کہ دہ در دہ نہیں اور کوئی برتن نہیں جس سے نکالکر وضو کرے تو چلو لینے کے لیے اوس میں ہاتھ ڈالنے سے مستعمل نہ ہوگا (۲) ہمسی صورت میں اگر ہاتھ مثلاً کہنی یا نصف کلائی تک ڈالکر چلو لیا یعنی جسقدر کے ادخال کی چلو میں حاجت نہ تھی مستعمل ہو جائیگا کہ زیادت بے ضرورت واقع ہوئی (۳) کولی یا مٹکے میں کٹورا ڈوب گیا اوسکے نکالنے کو جتنا ہاتھ ڈالنا ہو مستعمل نہ کریگا اگرچہ بانہہ تک ہو کہ ضرورت ہے (۴) برتن میں پلنگ پر گیا پانی مستعمل ہو گیا کہ اسکی ضرورت نہ تھی (۵) کوئیں یا حوض میں ٹھنڈ لینے کو غوطہ مارا یا صرف ہاتھ یا پاؤں ڈالا مستعمل ہو گیا کہ بے ضرورت ہے (۶) برتن یا حوض میں ہاتھ ڈالا تو تھا چلو لینے کو پھر اوسمیں ہاتھ دھونے کی نیت کرلی مستعمل ہو گیا کہ حوض میں دھونا بضرورت نہ تھا صرف چلو لینے کی حاجت تھی (۷) کوئیں سے ڈول نکالنے گھسا اور وہاں غسل یا وضو کی نیت کرلی بالاتفاق مستعمل ہو گیا اگرچہ امام محمد نے ڈول نکالنے کے لیے اجازت دی تھی کہ قصد طہارت کی ضرورت نہ تھی وقد علیہ فتح القدیر میں ہے لو ادخل المحدث والجنب او الحائض التی طہرت الید فی الماء للاغتراف لا یصیر مستعملا للحاجۃ بخلاف ما لو ادخل المحدث رجلہ او رأسہ حیث یفسد الماء لعدم الضرورۃ وفی کتاب الحسن عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان غمس جنب او غیر متوضئ یدیہ الی المرفقین او احدی رجلیہ فی اجانۃ لم یجز الوضوء منہ لانہ سقط فرضہ عنہ وذلک مثل ان الضرورۃ لم تتحقق فی الادخال الی المرفقین حتی لو تحققت بان وقع الکوز فی الجب فادخل یدہ الی المرفق لاخراجہ لا یصیر مستعملا ونص علیہ فی الخلاصۃ بخلاف ما لو ادخل یدہ للتبرد لعدم الضرورۃ ثم ادخال مجرد الکف انما لا یصیر مستعملا اذا لم یرد الغسل فیہ بل اراد رفع الماء فی المبتغی وغیرہ بتبردہ یصیر مستعملا انکان والافلا اھ باختصار درمختار میں بقول شارح محدث انغمس فی بئر لدلو ولم ینو فرمایا لو نوای الاغتسال فلو نوای صار مستعملا بالاتفاق الا فی قولہ فی سراج والمراد لم ینو بعد انغماسہ فلا ینافی قولہ لدلو افادہ ط و لہذا ہم نے بے ضرورت کی قید لگائی۔

فائدہ ۵ امام ابو یوسف سے روایت معروفہ یہ ہے کہ عضو کا ٹکڑا ڈوب جانے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا جبتک پورا عضو نہ ڈوبے مثلاً انگلیاں پانی میں ڈالیں تو مستعمل نہ ہوگا کف دست کے ڈوبنے سے حکم استعمال دیا جائیگا اور صحیح یہ ہے کہ بے ضرورت کتنا ہی ٹکڑا مستعمل کر دیگا فتح القدیر میں ہے لو ادخل الجنب فی البئر غیر الید والرجل من الجسد افسدہ لان الحاجۃ فیہما وقولنا من الجسد

لو بلغت بأن غير المجموع احدا وفساوما كانت الافراد لتغيره فلا شك في الجمع والله تعالى اعلم هذا تمام الكلام مع العلامة قاسم رحمه الله تعالى وقد ظهر به الحق السديد، بحيث لا حاجة الى المزيد، والحمد لله الحميد المجيد۔

الفصل الثاني في كلام العلامة زين في البحر والرسالة كانت

قضية ترتيب الزمان ان نقدم عليه كلام العلامة ابن الشحنة رحمهما الله تعالى لكن اردنا الحاق الموافق بموافقه لم يات رحمه الله تعالى في رسالته ولا في بحره بشیئ يزيد على ما افاد العلامة قاسم الا ما لا مساس له بمحل النزاع افاض اولا في تحديد الماء الكثير وان المذهب تفويضه الى رأي المبتلى وان التقدير بعشر في عشر انما اختاره المتأخرون تيسيرا على من لا رأي له وانه لا يرجع الى اصل شرعي يعتمد عليه ثم تكلم على صفة الماء المستعمل وان المفتى به انه طاهر غير طهور ثم اتى على المسألة فقال وقد قالوا ان الماء المستعمل اذا اختلط بالطهور تعتبر فيه الغلبة فان كان الماء الطهور غالبا يجوز الوضوء بالكل والا لا يجوز وممن نص عليه الامام الزيلعي في شرح الكنز والعلامة سراج الدين الهندي في شرح الهداية والمحقق في فتح القدير قال وهو باطلاقه يشمل ما اذا استعمل الماء خارجا ثم القى الماء المستعمل واختلط بالطهور او انغمس في الماء الطهور او توضأ فيه اهـ **اقول**[۱] وهو مبني على جعل المستعمل هي الاجزاء المتصلة بالبدن فما وراءها طهور اختلط به الماء المستعمل وليس هكذا بل كله ملاق فكله مستعمل فكيف يشمله الاطلاق **قال** ويدل عليه ايضا ما في البدائع وذكر عبارة الثلاث قال فهذا صريح فيما قلنا **اقول**[۲] ولا محل لا نيضا فان تلك الدلالة مبتنية على ما في البدائع والا فلا دلالة له كما علمت وما في البدائع قد فرغنا عنه بابدع وجه ولله الحمد **قال** ويدل عليه ايضا ما في الخلاصة الفتاوى جنب اغتسل فانتضح من غسله شيئ في انائه لم يفسد عليه الماء اما اذا كان يسيل فيه سيلانا افسده وكذا حوض الحمام على هذا وعلى قول محمد رحمه الله تعالى لا يفسد ما لم يغلب عليه يعني لا يخرجه عن الطهورية اهـ بلفظها **اقول**[۳] رحمك الله هذا ملغى والكلام في الملاقي **ثم** اورد على نفسه سؤالا من قبل فروع كثيرة في كتب مشهورة تخالف ما جنح اليه اورد منها **فرع**[۱] الخانية لو صب الوضوء في بئر ولم يكن استنجى به على قول محمد لا يكون نجسا لكن ينزح منها عشرون ليصير الماء طهورا اهـ **وفرع**[۲] الخلاصة نحوه غير ان فيه ينزح الاكثر من عشرين دلوا ومن ماء صب فيه عند محمد اهـ قال فهذا ظاهر في استعمال الماء بوقوع قليل من الماء المستعمل فيه على قول محمد رحمه الله تعالى اهـ **واجاب** بانه مبني على رواية ضعيفة عن محمد ان الماء يصير مستعملا بوقوع قليل من الماء المستعمل لا على الصحيح من مذهبه انه لا يصير مستعملا ما لم يغلب عليه اهـ ونقل تصحيحه عن المحيط

تطفل ۱ على البحر

تطفل ۲ عليه

تطفل ۳ عليه

وعن شرح الهداية للعلامة سراج الدين الهندی ونقل عنه عن التحفة انه المذهب المختار **اقول** وکما قال هو
الفرع عن فی الملتقی فلا یمسان مورد النزاع والاستعمال لا یتوقف علی غلبة المستعمل بل علی عدم غلبة المطهر فان
تساویا صار الکل مستعملا کما نصوا علیه منهم هو فی البحر **اقول** واقتصار المحیط والسراج والتحفة والخلاصة
وغیرها علی ذکر الغلبة لان المساواة الحقیقیة نادرة جدا کما قالوه فی انفهام افضلیة زید من قول القائل لا
افضل منه **وفرع** محط المذکور فی المتون والشروح وصورتها رجل نزل لطلب الدلو ولیس علی بدنه نجاسة فعند محمد
الماء طاهر غیر طهور والرجل طاهر مع ان الماء الذی لاقی بدنه فی البئر اقل من غیره وقد جعله محمد مستعملا لانعدام
الضرورة اھ **واجاب** بما مر **اقول** رحمکم الله ورحمنا بکم اذا ارید بطاء جحط طاهر غیر طهور فکیف تجعلونه مبنیا
علی روایة ضعیفة عن محمد وانتم القائلون فی بحرکم بما قررناه ان المذهب المختار فی هذه المسألة ان الرجل طاهر والماء طاهر
غیر طهور علی الصحیح اھ نعم المشهور ان طاء الطاهر الطهور کما ذکرتم فی البحر وحینئذ یرد الفرع من قبل ان سقوط حکم
الاستعمال لاجل الضرورة قلتم فی البحر عند محمد الرجل طاهر والماء طاهر وطهور ووجه قول محمد علی ما هو الصحیح عنه
ان الصب لیس بشرط عنده فکان الرجل طاهرا ولا یصیر الماء مستعملا وان ازیل به حدث للضرورة واما علی ما خرجه ابوبکر
الرازی فی یصیر مستعملا لفقد نیة القربة اھ فان ابیتموها لانها روایة غیر مختارة کما قدمنا کانت المختارة اشد
الرد **وفرع** الاسرار وهو کلامه علی حدیث لا یبولن اذ یقول مرة ان الماء المستعمل طاهر طهور لا یجعل الاغتسال
فیه حراما وکذا من قال طاهر غیر طهور لان المذهب عنده ان الماء المستعمل اذا وقع فی ماء اخر لم یفسده حتی یغلب علیه
وقدر ما یلاقی بدن المستعمل یصیر مستعملا وذلک القدر من جملة ما یغتسل فیه عادة یکون اقل من ماء فضل عن ملاقاة
بدنه فلا یفسده ویبقی طهورا ولا یحرم فیه الاغتسال الا ان محمدا یقول یصیر ورثه مستعملا بالاغتسال فیه اھ ونقله
فی البحر بلفظ ان محمدا یقول لما اغتسل فی الماء القلیل صار الکل مستعملا حکما اھ **واجاب** عنه ایضا بما مر **اقول**
وسبحن الله صریح منطوق الاسرار ان المذهب اعتبار الغلبة وقضیته ان لا یصیر الکل مستعملا لان الملاقی حقیقة
اقل من غیره الا ان محمدا جعل الکل مستعملا حکما فکیف یتوهم انه مبنی علی روایة ضعیفة خلاف ذلک فی المذهب وانما
هو تخصیص لقضیته وتخصیص الحکم انما یبتنی علی الحکم لا علی خلافه وهذا واضح جدا وسر کلام الاسرار قد بیناه
وفرع المبتغی بالغین لو ادخل الکف صار مستعملا اھ وزاد فی البحر **فرع** العنایة والدرایة وغیرهما ان الجنب اذا انزل
فی البئر بقصد الاغتسال یفسد الماء عند الکل **وفرع** الخانیة لو ادخل یده او رجله فی الاناء للتبرد یصیر الماء
مستعملا لانعدام الضرورة **وفرع** الاسبیجابی والولوالجی فیمن اغتسل فی بئر الی العشرة ولا نجاسة علیه قال محمد

ف۱: تطفل علیه

ف۲: اذ قیل لا افضل منه فهو منزع عرفا انه لا افضل

ف۳: تطفل علیه

ف۴: تطفل علیه

اقول: والمراد به استعمال الماء بازاء التصدی وان لم یکن قربة خلافا للامام الرازی

ولذا قال واما علی ما خرجه الرازی فلیس هناک التحصیل مع انه طاهر غیر طهور کما تقدم انه غیر طهور اھ منه غفرله

صار المياه كلها مستعملا وزاد قوله الى اخر الفروع ارشادا الى الكثير الباقي قال وهذا صريح في استعمال جميع الماء عند محمد بالاغتسال فيه اه **واجاب** عن الكل بانه مبني على رواية ضعيفة عن محمد قائلة بنجاسة الماء المستعمل ثم استشهد بحمل الفتح فرعا في الخانية عليها **وقد مر** ما فيه من ستة اوجه **وفرع** منية المصلي عن الفقيه ابي جعفر توضأ في اجمة القصب فان كان لا يخلص بعضه الى بعض يجوز وفي الخلاصة توضأ في اجمة القصب او ارض فيها زرع متصل بعضها ببعض ان كان عشرا في عشر يجوز قال ومفهومه انه اذا كان اقل لا يجوز التوضي فيه والاجمة محركة الشجر الكثير الملتف **وفرع** الكتابين الخلاصة والمنية توضأ في حوض قد علا جميع وجه الماء الطحلب ان كان بحال لو حرك يتحرك يجوز قال ومفهومه انه لو كان لا يتحرك الطحلب بتحريك الماء لا يجوز فان عدم تحركه بتحريك الماء يدل على انه بحالة من التكاثف والاستمساك لسطح الماء بحيث يمنع انتقال الماء المستعمل الواقع فيه الى محل اخر فيقع الوضوء بماء مستعمل والطحلب نبت اخضر يعلو الماء بعضه على بعض اه وهو ماخوذ من الحلية قال وهذا كله يدل على ان الماء يصير مستعملا بالوضوء فيه مطلقا اه **واجاب** عنهما بحملهما على نجاسة الماء المستعمل صرح به شارح المنية العلامة ابن امير الحاج فقال وانما قيد الجواز بعدم الخلوص لانه لو كان يخلص بعضه الى بعض لا يجوز لكن على القول بنجاسة الماء المستعمل اما على القول بطهارته فيجوز ما لم يغلب على ظنه ان القدر الذي يغترف منه لاسقاط فرض من مسح او غسل ماء مستعمل او يمازجه مستعمل مساو او غالب اه قال فهذا صريح فيما قلناه من جواز الوضوء في الفساقي واما مسألة الطحلب فقال شارح المنية ايضا هذا ايضا بناء على نجاسة الماء المستعمل او مساواته اه وكذا صرح في مسألة توضأ في حوض انجمد ماؤه قالوا ان كان الجمد رقيقا ينكسر بالتحريك يجوز اما اذا كان كبيرا قطعا قطعا لا يتحرك بالتحريك لا يجوز فقال هذا ايضا بناء على نجاسة الماء المستعمل اما على طهارته فالجواب ما ذكرنا في السابقة اه وانت تعلم انه رحمه الله تعالى سلك بفرعي الاجمة والطحلب مسلكين وذلك ان كلا منهما حكم بعدم جواز الوضوء ان كان ماء الاجمة دون عشر في عشر او لا يتحرك الطحلب بتحريك الماء فجعله واردا عليه حيث افاد صيرورة كل الماء مستعملا بالتوضي فيه اذا كان قليلا اه واجاب بحمله على رواية النجاسة وحكم الحلية بالجواز وان كان قليلا ما دام اكثر بناء على الطهارة فجعله دليلا له حيث افاد ان الوضوء في الماء القليل لا يفسده ما دام الطهور غالبا على المستعمل واضاف اليهما فرع محمد في الحجة وان كان يصلح ايضا للايراد واقتصر في البحر على ايراد الفروع الثلثة تصريحا بالاول وتلويحا بالباقيين فيما هو له لا فيما هو عليه فقال ثم رايت العلامة ابن امير الحاج قال (فذكر قوله المار) قال ثم قال ايضا واتصال الزرع بالزرع

لايمنع اتصال الماء بالماء وان كان مما يخلص فيجوز على الرواية المختارة فی طهارة المستعمل بالشرط الذی سلف ای

غلبة الطهور على غيره اه ثم ذكر ای الحلبی مسائل على هذا المنوال وهو صريح فيما قدمناه من جواز الوضوء بالماء الذی

اختلط به ماء مستعمل قليل اه وقوله فی الرسالة هذا صريح فيما قلناه من جواز الوضوء فی الفساقی اوفق بمقصوده

اذ لا نزاع فی مسألة الاختلاط غير انه رحمه الله تعالى لما حكم بعدم الفرق بين الملقى والملاقی طفق لا يفرق بينهما

فی الحجاج ثم انحى كلامه فی البحر بايراد حجة له اخرى عن فتاوى العلامة قارئ الهداية تلميذ المحقق على الاطلاق

سئل عن فسقية صغيرة يتوضؤ فيها الناس وينزل فيها الماء المستعمل وفی كل يوم ينزل فيها ماء جديد هل يجوز الوضوء

فيها اجاب اذا لم يقع فيها غير الماء المذكور لا يضر اه يعنی اذ لو وقعت فيها نجاسة تنجست لصغرها اه ثم اقول

وبالله التوفيق الايرادات والحجج الاربع كلها مبنية على الذهول عن محل النزاع لان تلك الفروع طرا فی الملقى لا الملاقی اما

فرع قارئ الهداية فظاهر لقول السؤال ينزل فيها الماء المستعمل وقوله فی الجواب اذا لم يقع فيها غيره واما فروع الحلية

الثلثة فلان مستند الجوابين والاحتجاجات كلام العلامة الحلبی وهو مصرح بانها جميعا فی الملقى دون الملاقی

الا ترى الى قوله فی الاول لكان لا يخلص بعضه الى بعض جاز لان الماء حينئذ كثير ولو كان الماء المستعمل الواقع فيه نجسا

لم يمنع فكيف وهو طاهر وانما قيد الجواز الى آخر ما نقلتم وقال فی الثانی يمنع انتقال الماء المستعمل الواقع فيه وقد نقلتموه

وان لم تعزوه وقال فی الثالث ان كون الجمد ينكسر بتحريك الماء لا يمنع من انتقال الماء المتصل منه فی الحوض من ذلك

المحل الواقع فيه الخ وكذلك قال فی نظائره بل هذا على طريق الحلية مستفاد من نفس الفروع فانها فی الوضوء فی حوض

او غدير وقد افاد فی الحلية قبل الفرع الاول بصفحة فی الفرق بين التوضی من حوض وفيه ان التوضی منه لا يستلزم البتة

وقوع الغسالة فيه بخلاف التوضی فيه قال وكون وضوء المتوضئين من موضع وقوع غسالاتهم فيه هو مقصود الافادة

من التفريع بخلاف كون وضوء المتوضی منه بحيث تقع غسالاتهم خارجه جائزا فان ذلك مجمع عليه لا يتفرع على قول

قوم دون آخرين اه هذا كله على طريق الحلية وانا اقول واستيسر الوضوء فی الحوض يحتمل معنيين احدهما ان يغترف منه بيد او

اناء ويتوضأ خارجه بحيث تقع غسالته فيه كقولك توضأت فی الطست وهو الذی اقتصر عليه المحقق الحلبی والاخر

ان يغسل اعضاءه بغمسها فيه كما يفعل كثير من الناس فی الرجلين كقولك غسلت الثوب فی الاجانة وهذا اقرب

الى ظرفية الحوض للوضوء بالضم وان اطلق على الاول لصيرورة الحوض ظرف الوضوء بالفتح فلا وجه للقصر على الاول والماء

فی الاول ملقى ای مستعمل فی الخارج ثم القی فی الماء المطلق وفی الثانی ملاقی ای ماء مطلق لاقى بدنا ذا حدث فاسقط فرضا او بدنا

متقربا فاقام قربة وانت تعلم ان العبارات فی الفروع الثلثة تحتمل الوجهين بيد انا لو حملناها على الثانی وجد ردها

ثم السابق على هذين كلام العلامة قارئ الهداية وهو قول الروايتين ... المصنف ١٢

ف١: تطفل على ... ١٨٥٥ عليه

ف٢: تطفل ١٨٥٥ على ... ١٩ ... ٢٢

ف٣: مفاد الوضوء فی الحوض

ف٤: تطفل ...

ف٥: تطفل ٢٥٥ علی الحلبية

الی روایة ضعیفة وهو نجاسة المستعمل وصیرورة المطلق مستعملا بوقوع المستعمل ولو قلیلا الا اذا ترشش کالطل فانه عفو دفعا للحرج وکلتاهما ضعیفة مهجورة والصحیح المعتمد طهارته وعدم تاثیره فی المطلق مطلقا ما لم یساوه او یغلب علیه والروایات تصان عن مثله مهما امکن فظهر ان المراد فی التتارخانیة المعنی الثانی اما فهم المحقق واضطر الی حملها علی ضعیف وان صار الثلثة تجاهلنا ولا دلیل ناطق علی صرفها الی الضعیف ومن یفعله ینقلب مدعیا بعد ان کان سائلا فلینور دعواه ببرهان واین البرهان فی ذلک لان لا اصل فی روایات الائمة الاعتماد فهم واستناد بها فقد قضی ما علیه ومن یرید ردها الی ما یردها فلیات بدلیل یلجئ الیه ودعوی هذه قد اعترفها العلامة فی البحر والرسالة معا اذ حکم بابتناء تلک الفروع علی روایة ضعیفة فقال سیظهر لک صدق هذه الدعوی الصادقة بالبینة العادلة فقد اقر رحمه الله تعالی عادها مدعیا فکیف تسلم بلا دلیل اما ما ذکر فی البینة وهو قول المحیط والعلامة السراج الهندی والتحفة اذا وقع الماء المستعمل فی البئر عند محمد یجزی التوضؤ به ما لم یغلب علی الماء وهو الصحیح ولفظ التحفة علی المذهب المختار **فاقول** رحمه الله الشیخ العلامة ما ذکروه فهو فی الملقی فکیف یدل علی ابتناء ما فی الاسرار والعنایة والدرایة وغیرها من شروح الهدایة وشرح الاسبیجابی وفتاوی الولوالجی وغیرها علی روایة ضعیفة مع کونها فی الملاقی والی تم الکلام مع البحر والرسالة معا ولم یبق فیهما شیئ غیر حرف واحد فی البحر وهو قوله رحمه الله تعالی لا یعقل فرق بین الصورتین من جهة الحکم یعنی الملقی والملاقی **اقول** ای لعمرک فرق وای فرق لان الاستعمال انما یثبت بازالة الماء حدثا او اسقاطه فرضا او اقامته قربة وذلک بملاقاته بدن المحدث او المتقرب لا بملاقاته ما لاقاه والموجود فی الملاقی الاول وفی الملقی الثانی هذا کل ما ذکره فی الرسالة وههنا اعنی فی بحث الماء المطلق فی البحر اما ما ذکر فی مسألة البئر جحط مفرعا علی قول الحلیة الماء المستعمل هو الذی لاقی الرجل بقوله فعلی هذا قولهم (ای فیمن نزل البئر للاغتسال) صار الماء مستعملا معناه صار الماء الملاقی للبدن مستعملا لا جمیع ماء البئر اھ فقد قدمنا الکلام علیه کافیا شافیا بتوفیق الله تعالی تحت الحادی والعشرین من کلامه مع العلامة قاسم وثلثة بحوث قبله من التاسع عشر فهذه اربعة **واقول خامسا** لو صح هذا لما احتجتم الی حمل تلک الروایات الظاهرة الکاثرة الوافرة علی روایة ضعیفة مرجوحة نادرة وکان یکفیکم ان تقولوا نعم صار مستعملا لکن ما لاقی البدن او الکف وهو مستهلک مغلوب فلا یضر **وسادسا** حیث حکموا بسقوط الاستعمال فی ادخال الکف والخماس اطبقوا سلفا وخلفا وانتم معهم علی تعلیله بالضرورة کما قدمنا عن الفتح والخلاصة والتبیین والبزازیة والکافی والخانیة والغنیة والحلیة والبحر والقدوری والجرجانی والبرهان والصغری والفوائد الظهیریة وشمس الائمة الحلوانی وعن بحرکم وعنکم عن شمس الائمة السرخسی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وشارح الهداية الخبازى والمحقق حيث اطلق والزاهدى فى ابى الحسن وفى ابى عبدالله رحمهم الله تعالى وقد منا عن الخلاصة عن نص محرر المذهب محمد فى كتاب الاصل وعن الفتح عن كتاب الحسن عن صاحب المذهب الامام الاعظم رضى الله تعالى عنهم ولوكان لايستعمل الماء الملاصق بالبدن فاى حرج يلحق واى ضرورة تمس فان الماء مع ثبوت الاستعمال يبقى طاهرا مطهرا كما كان وسابعا قدمنا عن الامام شمس الائمة الكردرى ان ادخال المحدث يده فى الماء لا لضرورة يفسد وعنكم عن المبتغى انه يفسد الماء وعنكم عن المبسوط عن نص محمد فى الاصل اغتسل الطاهر فى البئر افسدها وعن مجمع الانهر فسد عند الكل وعن الهندية عن النهاية يفسد بالاتفاق ولفظ العناية فسد الماء عند الكل وعنكم عن الدراية والعناية وغيرهما يفسد عند الكل فهذا صريح نص محمد فى الرواية الظاهرة وصرائح لنقول الاجماع فى الكتب المعتمدة منها يحكم على ان الماء كله يصير مستعملا حتى لايبقى صالحا لان يتوضأ به اذ ليس الفساد الا خروج الشیئ عما يصلح له ولوكان يجوز به الوضوء فاى شیئ فسد فكيف فسد وثامنا قدمنا عن الفتح عن كتاب الحسن عن صاحب المذهب الامام الاعظم رضى الله تعالى عنه التصريح بابين لفظ لايقبل تاويلا ولا يرضى تحويلا وهو قوله رضى الله تعالى عنه لم يجز الوضوء منه فثبت قطعا ان لامساغ لهذا التاويل وانه مضاد لصريح نص امام المذهب وجلى نص محمد فى ظاهر الرواية بل مصادم الاجماع ائمة المذهب المنقول فى المعتمدات بالحكم فالحق الناصع هو المذهب المنصوص عليه من ائمة المذهب فى الكتب الظاهرة المطبق عليه فى الروايات المتواترة اعنى ثبوت الاستعمال لجميع الماء القليل قليلا كان او كثيرا بدخول جزء من بدن محدث فيه لم يرو ما يخالفه ولم ير فى كلام احد ما ينازعه الا لفظة وقعت فى كلام البدائع فى تعليل جل مع فاته فى ام ولم تكد تجتمع نصوص صاحب المذهب وتصريح محرره فى كتاب ظاهر الرواية بل مع اجماع ائمة المذهب الا جرم ان بقيت تلك الكلمة لم يعرج عليها احد فيما نعلم الى عصر الامام المحقق على الاطلاق حتى اتى تلميذاه العلامتان القاسم والحلبى فأثراها واثراها واثاراها وجعلها العلامة قاسم نصا مرويا وحكما مرضيا ترد به نصوص المذهب المشهورة والفروع المتواترة فى الكتب المنشورة الى رواية ضعيفة مهجورة ولم يات عليها برواية منقولة مأثورة ولا دراية مقبولة منصورة فالمذهب هو المتبع والحق احق ان يتبع والله المستعان وعليه التكلان وصلى الله تعالى على سيد الانس والجان واله وصحبه وابنه وحزبه ما تعاقب الملوان وبارك وسلم ابدا امين والحمدلله رب العلمين

الفصل الثالث فى كلام العلامة ابن الشحنة

رسالته رحمه الله تعالى اكثر من نصف كراسة سلك فيها مسلكا يخالف ما سلكه شيخه العلامة قاسم خلافا كليا فانه كان ادعى نسبة التلقى والتلاقى فى جواز الوضوء وادعى هذا تسويتهما فى عدم الجواز ذكر رحمه الله تعالى مخاطبا السائل سنة ارشدك الله واياك عن حوض دون ثلثة اذرع فى مثلها هل يجوز الوضوء فيه املا وهل يصير مستعملا بالتوضى فيه ام ذكرتم ان المفتى به

قوله محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ انه طاهر غیر طهور وان المتقاطر من الوضوء قلیل لا فی طهور الاکثر منه فلا یسلبه وصف الطهوریة ﴿

والجنب انه یجوز الاغتراف منه والتوضی خارجه لا فیه ﴿ اه ۸۹۵ ف۱ اقول فهذا ظاهر فی المطلق وان المراد التوضی فیه بالمعنی الاول

ای بحیث تقع الغسالة فیه ﴿ وقد کان السائل نبه علی الحکم الصحیح فیه ﴿ ان المتقاطر طاهر مطلق لکن اجاب بالمنع وهو

خلاف الصحیح کما علمت والعجب ان الشیخ سینقل الصحیح خلافه ثم مشی علیه فکان حریا بان یحمل کلامه علی التوضی فیه

بالمعنی الثانی ای بغمس الاعضاء فیه ومعنی قوله التوضی خارجه ان تکون اعضاء المتوضیئ خارج الحوض

کی یوافق الصحیح ولا یناقض کلام نفسه فیما ینقل من التصحیح وکان تخطئة السائل حیث سأل

عن الوضوء فیه بغمس الاعضاء ولم یکن بعد محل الذکر قلة المتقاطر ایسر علینا من تطرق امثال الخلل الی کلام العلامة ولکنه

رحمه الله سیصرح بهذا الظاهر فامتنع التاویل ثم قدم مقدمة فی بیان الماء الذی یظهر فیه اثر الاستعمال والذی یظهر فیه

قاصد اثبات ان الحوض المسؤل عنه اعنی الصغیر مما یتأثر بالاستعمال تأثره بالنجس فقال علم ان الماء الذی یظهر

فیه اثر الاستعمال هو الذی یظهر فیه اثر النجاسة وکل ما لا یظهر فیه اثر النجاسة لا یظهر فیه اثر الاستعمال ولا فرق

ثم جعل یسرد الاقوال فی حد القلیل واطال الی ان قال فثبت ح ظهور اثر الاستعمال وهو سلب الطهوریة عن ماء الحوض الذی

سألت عنه وکان حکمه کالاناء والحب والبئر اه ۸۹۶ ف۲ اقول رحمکم الله کل ما اتیتم به الی هنا انما بین ان القلیل الذی تؤثر

فیه النجاسة کذا وکذا ولیس فی شیء منه ما یدل علی ان کل قلیل یتأثر بالاستعمال کالنجاسة وانما کان المقصود فیه ولم

تذکروا فیه ﴿ غیر قولکم ان کل ما تأثر بها تأثر به ولا فرق وهی القضیة الاخری فی کلامکم ما الاخری القائلة ان کل ما تأثر

به تأثر بها فلا کلام فیهما ولا تمس المقصود اصلا ثم ذکر تکمیلا لتوضیحه وسرد فیه ﴿ فرع الخلاصة ان الحوض

الصغیر قیاس الاوانی والحباب لا یجوز التوضی فیه ﴿ ولو وقعت فیه قطرة خمر تنجس وفرع البزازیة والتجنیس والخانیة اذا

نقص الحوض من عشر فی عشر لا یتوضؤ فیه ﴿ بل یغترف منه ویتوضؤ خارجه ولفظ الخانیة لا یجوز فیه ﴿ الوضوء ولفظ

التجنیس اعلاه ف۳ عشر فی عشر واسفله اقل وهو ممتلئ یجوز التوضی فیه ﴿ والاغتسال فیه ﴿ وان نقص الماء ولکن یغترف منه

ویتوضا اه ۸۹۷ قلت ف۴ وفی عکسه ای اذا کان اسفله عشرا فی عشر واعلاه اقل لم یجز الوضوء فیه ممتلئا

فاذا نقص وبلغ الکثرة جاز وبه یلغز ای ماء لا یجوز الاغتسال فیه ﴿ ما دام کثیرا واذا قل جاز وفرع ف۵ الخانیة ﴿ خندق

طوله مائة ذراع او اکثر فی عرض ذراعین قال عامة المشایخ لا یجوز فیه الوضوء ثم حکی عن بعضهم الجواز ان کان ماء

لو انبسط یصیر عشرا فی عشر اه قلت ف۶ وهو المختار در عن عیون المذاهب والظهیریة وصححه فی المحیط والاختیار

وغیرهما واختار فی الفتح القول الاخر وصححه تلمیذه الشیخ قاسم لان مدار الکثرة علی عدم خلوص النجاسة الی الجانب

ف۱: قوله تعقیب المسند الیه بضمیر الفصل یفید قصر المسند علی المسند الیه فمفاد الحصر ان تاثیر الاول النجاسة مقصور علی ما یؤثر فیه الاستعمال ای

ف: قوله کل ما لا یظهر فیه اثر الاستعمال لا یظهر فیه اثر النجاسة ثم ذکر عکسه کلیا فافاد انهما شیء واحد وانه لا انفکاک لتاثیر احدهما عن اخر اهـ منه عفی عنه ﴿

ولا شك فى غلبة الخلوص من جهة العرض اھ ش اقول[898] هذا[ف۱] غير مسلم اذ لو كان عليه المدار لما جاز الوضوء فى الماء الكثير من الجانب الذى فيه النجاسة وليس كذلك فعلم ان المدار هو المقدار اعنى المساحة فلا حاجة الى العرض وقد قال المحقق نفسه قالوا فى غير المرئية يتوضؤ من جانب الوقوع وفى المرئية لا وعن ابى يوسف انه كالجارى لا يتنجس الا بالتغير وهو الذى ينبغى تصحيحه لان الدليل انما يقتضى عند الكثرة عدم التنجس الا بالتغير من غير فصل وهو ايضا الحكم المجمع عليه على ما قدمناه من نقل شيخ الاسلام ويوافقه ما فى الينابيع ان ماء الحوض فى حكم ماء جار اھ والعلامة نفسه اطال فيه الكلام فى رسالته تلك واحتج بالاحاديث والاثار وقال فى اخرها فثبت ان ماء الغدير لا ينجس الا بالتغير سواء كان الواقع فيه مرئيا او غير مرئى فالجارى اولى اھ وقال قبله على قول صاحب الاختيار ان كانت النجاسة مرئية لا يتوضؤ من موضع الوقوع الخ ما نصه يقال له اذا كان الحكم هذا فاين الاصل الذى ادعيته وهو ان الكثير لا ينجس وكيف خرج هذا عن دليل الاصل الذى اوردته وهو الحديث الخ وقال على قول البدائع ان كانت مرئية يتوضؤ من الجانب الذى ليس فيه الجيفة ما نصه كل هذا مخالف للاصل المذكور والحديث اھ ثم اقول[899] ثانيا[ف۲] اذا دار الامر عليه بطل اعتبار العرض فان المناط ان يكون بين النجاسة والماء الذى يريد ان يأخذه عشرة اذرع فاذا وقع النجس فى احد اطراف ذلك الخندق لم يخلص الى الطرف الأخر طولا وان خلص عرضا فيجوز الاخذ من الطول بعد عشرة اذرع وان لم يجز من العرض بل[900] هى[ف۳] تبطل اعتبار المساحة رأسا اذ المدار على هذا على الفصل فلو ان خندقا طوله عشرة اذرع وعرضه شبر وقع فى طرف منه نجس جاز الوضوء من الطرف الأخر لوجود الفصل المانع للخلوص وهذا لا يقول به احد منا و[901] لو[ف۴] وقع النجس فى الوسط والغدير عشر فى عشر بل عشرون فى عشرين اصبعا فى الجانبين تنجس كله لان الفصل فى كل جانب اقل من عشر وكذا[902] اذا[ف۵] كان مثله بل الف فى الف ووقع بنفس عشر فى الاطراف ثم كل عشرين فى الاوساط قطرة نجس وجب تنجس الكل من دون تغير وصف مع كونه عشرة الاف ذراع بل الف الف فالحق ان المدار هو المقدار والماء بعد كما جاز[903] والله تعالى اعلم اقول ويظهر للعبد الضعيف انه كان ينبغى ان يجعل هذا هو المقصود بظاهر الرواية ان الكثير ما لا يخلص بعضه الى بعض واعتبروه بالارتفاع والانخفاض بتحريك الوضوء من ساعته او الغسل او الاغتراف او التكدر او سراية الصبغ والاول هو الصحيح ويقرب ان المقصود ليس الا تحصيل جامع بينه وبين الجارى قال الامام ملك العلماء فى البدائع عن ابى حنيفة رضى الله تعالى عنه فى جاهل بال فى الماء الجارى ورجل اسفل منه يتوضؤ به قال لا بأس به وهذا لان الماء الجارى مما لا يخلص بعضه الى بعض فالماء الذى يتوضؤ به يحتمل انه نجس ويحتمل انه طاهر والماء طاهر فى الاصل فلا نحكم بنجاسته بالشك اھ اقول[904] معناه ان البول يستهلك

ف۱: تطفل على المحقق على الاطلاق والعلامة قاسم.
ف۲: تطفل عليهما.
ف۳: تطفل ثالث عليهما.
ف۴: تطفل رابع عليهما.
ف۵: تطفل خامس عليهما.

ف: تنجيس عشرة الاف ذراع بخمس وعشرين قطيرة [illegible]
و[illegible] وتنجيس [illegible] منبسط والف الف [illegible] ذراع [illegible]

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فی الماء فیصیر کجزء منه لکن لا یطهر لنجاسته عینا فهذا ماء بعضه نجس غیر انه الملحق بالجاری او متأثر بتقویته بهذا
البعض وهذا معنی قوله لا یخلص بعضه الی البعض فاندفع ما رد علیه العلامة قاسم فی الرسالة بقوله
هذا مما لا یکاد یفهم ومن نظر تدافع امواج الانهار یجزم بخلاف مقتضی هذه العبارات اھ
وکانه ظن ان المراد لا یصل بعضه الی البعض ولو ارید هذا لم یمکن فی تدافع الامواج ما یدفعه
فان التموج حین یوصل الماء الاول مکان الثانی ینقل الثانی الی مکان الثالث فلا
یثبت وصول الاول الی الثانی بل الی مکانه الاول وبالجملة المقصود حصول هذا المعنی
الملحق ایاه بالجاری فاذا حصل لحق وصار لا یقبل النجاسة اصلا لا انه یتنجس من موضع النجاسة
الی حیث یخلص بعضه الی البعض ویبقی الباقی علی طهارته حتی یجب ان یترک من موضع النجاسة
قدر حوض صغیر کما هی روایة الاملاء وذلک لان الماء یتنجس بالمتنجس تنجسه بالنجس فان صار
قدر ما یخلص الیه نجسا کیف یبقی ما بعده طاهرا مع اتصاله به والله تعالی اعلم هذا وذکر المسألة
فی البدائع فجعل الجواز احکم وعدمه احوط حیث قال اذا کان الماء الراکد له طول بلا عرض کالانهار
التی فیها میاه راکدة لم یذکر فی ظاهر الروایة وعن ابی نصر محمد بن محمد بن سلام ان کان طول الماء مما لا
یخلص بعضه الی بعض یجوز التوضؤ به وعن ابی سلیمن الجوزجانی لا وعلی قوله لو وقعت فیه نجاسة
ان کان فی احد الطرفین ینجس مقدار عشرة اذرع وان کان فی وسطه ینجس من کل جانب مقدار عشرة اذرع
فما ذهب الیه ابو نصر اقرب الی الحکم لان اعتبار العرض یوجب التنجیس واعتبار الطول لا یوجب فلا ینجس
بالشک وما قاله ابو سلیمن اقرب الی الاحتیاط لان اعتبار الطول ان کان لا یوجب التنجیس
فاعتبار العرض یوجب فیحکم بالنجاسة احتیاطا اھ **اقول** فی کلا التعلیلین نظر بل الطول
یوجب الطهارة والعرض لا یوجب تنجیسه لان المدار اذا کان علی الخلوص وعدمه فعدمه من جهة الطول
ظاهر ووجوده من جهة العرض [illegible] اذ العرض یحصل الخلوص فی العرض وکیف یسری منه الی
الطول مع وجود الفصل المانع للخلوص وان شئت فشاهد بما جعلوه معیار الخلوص وعدمه فانک اذا
توضأت فیه یتحرک فی عرضه لا جمیع طوله وکذا الصبغ فی التکدیر والجاهل فی البحر بان هذا وان کان الاوجه
الا انهم وسعوا الامر علی الناس وقالوا بالضم ای ضم الطول الی العرض کما اشار الیه فی التجنیس بقوله تیسیرا علی المسلمین اھ
واقره ش **اقول** الیسر فیما فیه فضلا عن ان یکون الاوجه خلاف الاوجه الجواز کما علمت وبالله التوفیق هذا ثم ذکر فی الروض

تطفل علی العلامة قاسم
تطفل اخری علیه
تطفل علیه
علی ش
تطفلان علی البدائع
تطفل علی البحر

فرع[٤] الخانية حوض كبير فيه مشرعة ان كان الماء متصلا بالالواح بمنزلة التابوت لا يجوز فيه الوضوء واتصال ماء المشرعة بالماء الخارج منها لا ينفع كحوض كبير انشعب منه حوض صغير فتوضأ في الصغير لا يجوز وان كان ماء الصغير متصلا بماء الكبير وكذا لا يعتبر اتصال ماء المشرعة بما تحتها من الماء ان كانت الالواح مشدودة اھ اقول[٩٠] انما بنياه فيما يظهر على ما تقدم في فرعها الثالث من اشتراط العرض والا فلا شك في حصول المساحة المطلوبة عند اتصال الماء وقد علمت ان اشتراطه خلاف الصحيح الرجيح الوجيه ۞ و فرع[٦] الخانية ۞ حوض صغير يدخل الماء من جانب ويخرج من جانب قالوا ان كان اربعا في اربع فما دونه يجوز فيه التوضي وان كان اكثر لا الا في موضع دخول الماء وخروجه لان في الوجه الاول ما يقع فيه من الماء المستعمل لا يستقر فيه ۞ بل يخرج كما دخل فكان جاريا وفي الوجه الثاني يستقر فيه ۞ الماء ولا يخرج الا بعد زمان والاصح ان هذا التقدير ليس بلازم وانما الاعتماد على ما ذكر من المعنى فينظر فيه ان كان ما وقع فيه من الماء المستعمل يخرج من ساعته ولا يستقر فيه ۞ يجوز فيه ۞ التوضي والا فلا وذلك يختلف بكثرة الماء الذي يدخل فيه وقوته وضد ذلك اھ اقول[٩١] هو خلاف ما عليه الفتوى قال في الدر والملحق بالجاري حوض الحمام لو الماء نازلا والغرف متدارك كحوض صغير يدخله الماء من جانب ويخرج من آخر يجوز التوضي من كل الجوانب مطلقا ۞ به يفتى اھ اي سواء كان اربعا في اربع او اكثر اھ ش وعليه الفتوى من غير تفصيل هندية ۞ عن صدر الشريعة والمجتبى والدراية ۞ و فرع[٧] الخانية ۞ بعد ما مر وكذا قالوا في عين ماء هي سبع في سبع ينبع الماء من اسفلها ويخرج من منفذها لا يجوز فيه ۞ التوضي الا في موضع خروج الماء منها اھ اقول[٩١] هو ايضا خلاف الفتوى قال في الدر بعد ما تقدم وكعين هي خمس في خمس ينبع الماء منه به يفتى اھ قال الشيخ اعني ابن الشحنة وصرح الامام الحصيري في خير مطلوب بان الحاصل ان الشرط عدم استعمال الماء الذي استعمل ووقع منه اھ قال وهذا المحقق استعماله في الحوض الذي سألت عنه وهذه الفروع صريحة في عين مسألتك اھ اقول[٩٢] اولا كل هذه الفروع ما عدا الاولين خلاف الصحيح والمفتى به كما علمت وكذا الاولان على محمل يفيده كما سيأتي فلا يصح الاحتجاج بهما و ثانيا[٥] هذه ستة فروع وان عددت فرع البزازية والتجنيس والخانية ۞ الاولى كلا بحياله فتسعة وليس في شيء منهما ما يفيد دعوى التسوية بين الملقى والملاقي في سلب الطهورية حتى الفرع السادس فرع حوض صغير يدخل فيه الماء ويخرج وذلك لان كلها يحتمل الوضوء فيه ۞ لا بالمعنى الثاني اعني غمس الاعضاء وقد علمت انه الاقرب الى النظر فيه وقد[١٢] في الخانية حوض كبير وقعت فيه النجاسة ان كانت النجاسة مرئية لا يجوز الوضوء ولا الاغتسال في ذلك الموضع

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بل في المائة تحريرية بين النجاسة اكثر من الحوض الصغير وان كانت غير مرئية قال شيخنا ومشايخ بلخ جاز الوضوء في موضع النجاسة ... فليس بخاف ان المراد المعنى الثاني اذ لا معنى لعدم جواز الوضوء خارج الحوض بحيث تقع الغسالة في موضع النجاسة ولا وجه على هذا للفرق بين المرئية وغيرها وهذا كما ترى يشمل الفرع السادس فانه اذا لم يستقر ولم يقع فيه الا من الماء بل يخرج من ساعته جاريا كما ذكر والجاري لا يتأثر بالغسل واذا كان يستقر ولا يخرج الا بعدما كان راكدا وهو صغير فيضره الغسل فليس في الفروع شيئ مما يفيد دعواه نعم هي صريحة في دعوانا ان الماء في كله يصير مستعملا ۹ اما ما اراد الشيخ فانما يلمح اليه تعليل الفرع السادس المذكور في الخانية لزيادته لفظ المستعمل ولو لم يزده لرجع الى ما ذكرنا انه اذا لم يستقر الماء فيه كان جاريا وكذا تعليل الحصيري وقد علمت ما افاده شيخكم المحقق على الاطلاق في فرع في الخانية انه بناء على كون المستعمل نجسا وكذا كثير من اشباه هذا فاما على المختار من رواية انه طاهر غير طهور فلا فائدة تحفظ ليفرع عليها ولا يخفى بمثل هذه الفروع اه فاذا كان هذا في الفروع فما بالك بالتعليلات وانا اقول دلالة الخانية على استقذار المستعمل يحتمل البناء على احد ضعيفين نجاسة المستعمل وخروج الماء عن الطهورية بوقوع المستعمل وان قل وهو المتعين في كلام الحصيري وكلاهما خلاف الصحيح المعتمد بتصريح اجلة الاكابر حتى الشيخ نفسه في هذه الرسالة نفسها كما سيأتي ان شاء الله تعالى فههنا افسد الشيخ علينا ما اردنا من حمل كلامه عليه من ان المراد الوضوء بالغسل اما الفروع فليس الاولى بناؤها على محمد الى كلمات الائمة فحملها على محمل ضعيف غير مقبول مع صحة الصحيح وبالله التوفيق. ثم عقد رحمه الله تعالى فصلا في تعريف الماء المستعمل وما يصير به مستعملا وما لا وذكر فيه ما قدمنا عن القدوري وعن الجرجاني وعن مبسوط شمس الائمة السرخسي من ان سقوط حكم الاستعمال عند محمد في من غطس البئر للدلو لاجل الضرورة وكذا ادخال الجنب يده في الاناء (اي للاغتراف عند عدم ما يغترف به كما قدمنا) وتمامه لو رجله في البئر ولو ادخل رجله في الاناء او رأسه صار مستعملا لعدم الحاجة قال فيا ليت شعري ما جواب المتمسك بهذه المسألة (اي مسألة من دخل البئر للدلو لم يستعمل عند محمد) عن كلام هؤلاء الائمة الاساطين ثم ذكر ما قدمنا عن الفوائد الظهيرية عن شيخ الاسلام خواهر زاده عن محمد قال وهذا النقل صريح عن الامام الثالث نقله مثل خواهر زاده ثم ذكر كلام الكافي المقدم وانه حكى كلام القدوري ولم يتعقبه قال فظهر لك بهذا ان ادخال اليد في الحوض الصغير بقصد التوضي فيه لا يسلب عن الماء وصف الطهورية لارتفاع الحدث والتقرب بادخال اليد ونيته باتفاق علمائنا الاربعة (يريد الائمة الثلثة وزفر رضي الله تعالى عنهم واذا تجرد عن القصد المذكور فهو غير مؤثر في قول مردود ثبوته عن محمد رده هؤلاء الاساطين الذين لا يلتفت الى قول غيرهم في المذهب ثم ايد ثبوته عن محمد بقول الامام قاضي خان في شرح الجامع الصغير

---

۴ وفرع ... الرسالة ... الكتب على ... الاعتبار ... فليكن على ... عند تمام الاربعين بل الالف ... عن ... المغتسلين اھ منہ

۵ وحمل الوضوء والغسل على الاغتراف ... من بعيد ... الذوق السليم ... لتنظيف ... الشيم اھ منہ

لا نص فيه عن اصحابنا قال وذكر المتأخرون فيها خلافا فزعم بعض من علمائنا من قال ان الماء يصير مستعملا عند محمد برفع الحدث ايضا لانتقال الآثام الى الماء ثم لم يصر ماء البئر مستعملا في مسألة الجنب عند محمد لمكان الضرورة ثم قال ولعمري انى لاعجب ممن يقول في مسألتنا هذه ان مستنده في افتائه بجواز التوضي في هذا الحوض مسألة البئر والحال انه لا جامع بينهما لان تلك في من تجرد عن النية وهذه فيمن يتوضأ فما هذا الا عجيب والله الموفق ثم اورد كلام شيخه في الفتح الذي ذكرناه في الثمرة الاولى المقولة كذا في الخلاصة اه **اقول** كله كلام طيب وعنه اخذت عبارة الفوائد الظهيرية غير ان ما قال فلعمري انى لاعجب فلعمري انى لاعجب واذ قد حقق الشيخ ان الصحيح عن محمد ايضا عدم الفرق بين النية وعدمها فلم ينشؤ هذا الفارق وانما كان عليه ان يقول تلك لاجل الضرورة وهذه بدونها **ثم** عقد تنبيها يسرد فروع ما يصير الماء به مستعملا وما لا وقدم عليها تنبيها في ان الفتوى في سبب الاستعمال على قولهما انه رفع حدث او التقرب لا على قول محمد انه التقرب فقط ونقل تصحيح قولهما عن الخلاصة والخانية وخزانة المفتين والاختيار والبزازية **اقول**[ف١] اراد التنبيه عليه على تسليم خلاف محمد والا فلا حاجة اليه بعد ما قد ثبت ان الاول قولهم جميعا وان الثاني لم يثبت عن الثالث هذا وفيه مما يفيدنا في المسألة **فرع** الخلاصة وخزانة المفتين ادخل يده في الاناء او رجله للتبرد يصير مستعملا لانعدام الضرورة اه وقدمناه عن الخلاصة والخانية والبزازية والغنية **وفرع** الخانية قال محمد رحمه الله تعالى اذا كان على ذراعيه جبائر فغمسها في الماء ان غمسها في الاناء لا يجوز ويصير الماء مستعملا اه قال وانما قدمت هذا التنبيه تنبيها لمن يظن ان الفتوى على قول محمد رحمه الله تعالى في ذلك لاطلاق اصحاب الكتب ان الفتوى على قوله في الماء المستعمل وانما مرادهم ان الفتوى على قوله في كونه طاهرا لا فيما يصير به مستعملا لما انه سيرد عليك في الفصل الثاني التحقيق ان هذا (اى طهارته) مذهب ابي حنيفة ايضا وانما اشتهرت نسبته الى محمد لكونه في جملة من رواه عن الامام اه **اقول**[ف٢] اى الامام الاجل من رواه وقد اخذ به وهذا اول التصحيحين الموعود بيانهما ثم اتى على سرد الفروع وفيها مما يفيدنا **فرع** الخلاصة ان ادخال الكف مجردا انما لا يصير مستعملا اذا لم يرد الغسل فيه بل اراد رفع الماء فان اراد الغسل ان كان اصبعا او اكثر دون الكف لا يضر ومع الكف بخلافه اه **قلت** وقدمنا تحقيق ان الانملة والظفر والكف سواء **وفرع** الخلاصة عن فقه الامام عمد انا كان الذي يدخل يده في الاناء او البئر بالغا فان كان صبيا ان علم ان يده طاهرة بان كان مع الصبي رقيب في السكة يجوز التوضي بذلك الماء اه **اقول** وبه فارق البالغ فافاد ان لو ادخل البالغ يده في اناء او بئر لم يجز الوضوء به وهذا كنص كتاب الحسن لا يبقى لتاويل البحر مساغا **ثم** عقد الفصل الثاني في حكم الماء المستعمل ومتى يصير مستعملا وقال بعدها بين ما هو بين بنفسه ومسلم عند الكل اعنى عدم جواز الوضوء بالماء المستعمل

ف١ تطفل ١٨ علی الفتح

ف٢ تطفل ١٩ علی البحر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

عند ائمتنا جمیعا ما نصہ ھذا مع عمومہ یشہد للفصل الاول قال وکفی بذلک حجۃ اھ ۹۱۹ اقول ف۱ ھذا نظیر تمسک
البحر بالاطلاق فنظر الی اطلاق ان العبرۃ للغلبۃ ولم یلاحظ ان الشان فی قصر الاستعمال علی ما التصق بالجلد فقط والشیخ نظر الی
ھذا العموم ولم یلاحظ ان الکلام فی تعمیم الاستعمال جمیع الماء القلیل بدخول نحو ظفر من محدث ثم اورد خاتمۃ فی حکم
ما ورقۃ للماء الطاھر للماء الطھور قرر فیہا ان العبرۃ للغلبۃ ونقل تصحیحہ عن التوشیح والتحفۃ وغیرھما انہ المذھب المختار
قلت ۹۲۰ وھذا ھو ثانی التصحیحین الموعود بیانھما فاعترف ف۲ الشیخ بالحق وتعصب لتسویۃ الملقی بالملاقی وزھق ثم نقل فرع الخانیۃ
ومثلہ عن شرح القدوری لمختصر الکرخی فی نزح عشرین لو اذا القی الوضوء فی البئر قال فھذا اصرح شیئ فی اتفاق الائمۃ الثلثۃ
علی تأثیر الماء المستعمل فی الماء الطھور وان کان اقل منہ وذکر عن شرح الجامع الصغیر لقاضی خان انتضاح الغسالۃ فی
الاناء اذا قل لا یفسد الماء وتکلموا فی القلیل عن محمد ان کان مثل رؤس الابر قلیل وعن الکرخی ان کان یستبین مواقع القطر
فی الماء فھو کثیر وان کان لا یستبین کالطل فقلیل قال وھذا رحمہ اللہ اصرح مما تقدم وقد حکی ھذا فی الفوائد الظہیریۃ
وعلیہ مشی القاضی وحکی عن ابی سلیمٰن انہ سئل عن ماء الجنابۃ اذا وقع وقوعا یستبین وتری عین القطر القاھرۃ قال
انہ لیس بشیئ وفی فتاوی قاضی خان خلاف ھذا وفی خزانۃ المفتین جنب اغتسل فانتضح من غسلہ فی انائہ لم یفسد الماء اما اذا
کان یسیل فیہ سیلانا افسدہ قال والتحقیق ھنا ان المسألۃ مبنیۃ علی اصل ذکرہ ائمتنا فی کتاب الایمان ونقلوہ الی الرضاع
قال فی الذخیرۃ حلف لا یشرب لبنا فصب الماء فی اللبن فالاصل فی ھذہ المسألۃ واجناسھا ان الحالف اذا عقد یمینہ
علی مائع فاختلط بمائع اٰخر من خلاف جنسہ ان کانت الغلبۃ للمحلوف علیہ (وسقط بقیۃ الکلام من نسختی من الروض)
اقول ۹۲۱ ف۳ سبحٰن اللہ یذکر الشیخ رحمہ اللہ تعالٰی فی اول الکلام ان الصحیح والمذھب المختار ھو اعتبار الغلبۃ وقد نص فی شرحہ
للوھبانیۃ انہ الصحیح عن ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم وان علیہ الفتوی ثم یعود یحتج بفرعی النزح والانتضاح ویقول انہ
اصرح شیئ فی اتفاق الائمۃ الثلثۃ وھذا اصرح منہ وای مساغ لقولہما بعد تبین الحق الصحیح المذھب المختار المفتی بہ المطبق علیہ من ائمتنا الثلثۃ
رضی اللہ تعالٰی عنھم فیما افتتح بایہ من بیان للبئر وھو فرع الحلف فھو اصرح شیئ فی ان المدار علی الغلبۃ فان کان اقرہ فی اٰخر
کلامہ الذاھب من نسختی فھو کر علی ما احتج بہ بالنقض والا فاعجب واعجب وسیمکث الشیخ غیر بعید ویعود الی الحق کما سیأتی
بتوفیقہ تعالٰی فلو انہ اورد ھذا الکلام واحتج بھذین الفرعین ھنا وذینک التعلیلین ثمہ لکان کلہ کلاما صحیحا
سدیدا ولکن اللہ یفعل ما یرید ثم کتب تتمۃ قال فیھا ان من ادل الدلیل علی انہ لا یجوز التوضی فی ھذا الحوض عند
واحد من علمائنا رحمھم اللہ تعالٰی ما فی کتاب الاصل لمحمد رضی اللہ تعالٰی عنہ روایۃ الامام ابی سلیمٰن الجوزجانی رحمہ اللہ تعالٰی
علیہ ھذا فی باب الوضوء والغسل قلت ارأیت جنبا اغتسل فانتضح من غسلہ شیئ فی انائہ ھل یفسد علیہ الماء

ف۱: تطفل علی الشیخ ابن الشحنۃ
ف۲: تطفل اٰخر علیہ
ف۳: تطفل ثالث علیہ
ف۴: تطفل رابع علیہ

قال لا قلت لم قال لان هذا مما لا يستطاع الامتناع منه قلت ارأيت ان افاض الماء على رأسه او جسده او غسل وجهه فجعل ذلك الماء كله يقطر فى الاناء قال هذا يفسد الماء ولا يجزئه ان يتوضأ ولا يغتسل به قال وقال فى باب البئر وما ينجسها قلت ارأيت رجلا طاهرا وقع فى بئر فاغتسل فيها قال افسد ماء البئر كله قلت وكذلك لو توضأ فيها قال نعم قلت وكذلك لو استنجى فيها قال نعم قلت فما حال البئر قال عليهم ان ينزحوا ماء البئر كله الا ان يغلبهم الماء قلت ارأيت الرجل هل يجزئه وضوءه ذلك قال لا وسكت عليه ولم يعزه لاحد من شيخيه وهذا شأنه فى المتفق عليه كما صرح به اول الكتاب اھ اقول الفرع الاخير فى الملاقى وهو لا شك صحيح والتمسك به نجيح وهو اصرح تصريح اما الاول وافقه للملقى ولا محيد من ابتنائه على احد ضعيفين ليس الاصل هذا كتاب المبسوط احد الكتب الستة الظاهرة بل من الكتب النادرة فكيف يعارض به مذهب ائمتنا جميعا الصحيح المختار المفتى به وبالله التوفيق ثم قال رحمه الله تعالى ف۱ نقل عصام الدين فى شرح الهداية بعد الكلام على مسألة انغماس الجنب فى البئر هذا مبنى على ان اجزاء الماء الذى فى محل واحد بمنزلة شئ واحد فى حكم الاستعمال لانه ينسب الى الجميع عرفا بل لغة ايضا اذ لا تذهب افهام اهل العرف واللغة الى ان المستعمل بعض هذا الماء والباقى ممتزج به الا ترى ان الماء المستعمل عند من يجعله طاهرا غير طهور اذا وقع فى ماء آخر لا يفسده حتى يغلب عليه بهذا قطع فى السراج وجعله فى التحفة اصح ولو صب ماء كثير على العضو يصير الكل مستعملا وعندهم ان الماء الملاقى للبشرة مغلوب بناء على ان الكل واحد فى حكم الاستعمال وقد اشير الى هذا المعنى فى السراج اھ اقول هذا لعمرى الحسن بمكان تنشط به الاذان وتبتهج به النفوس ولا عطر بعد عروس وقد وفقنى المولى سبحنه وتعالى لمعناه فيما مضى واتقنت بيانه وشيدت اركانه وبه ظهر الفرق بين الملاقى والملقى بحيث لا يعتريه وهم لا شك يبقى والعجب ف۲ من الشيخ مشى على التسوية بينهما محتجا بالتعليلين ونقضه بنقل تصحيح الصحيح عن التحفة والتوشيح ثم بعد اسطر عاد اليه وجعل فرعه النزح الانتضاح اصرح تصريح ثم نقضه بنقل الاصل الاصيل عن ذخيرة الامام الجليل ثم لم يلبث ان عاد اليه بنقل فرع الاصل ثم نقضه بنقل كلام العصام متصلا به من غير فصل وبه ختم وانما العبرة للخواتيم ختم الله تعالى لنا على الدين القويم والصراط المستقيم وبكل حسنى وعلى نبينا الكريم واله الكرام الصلوة الزهراء والسلام الاسنى والحمد لله رب العلمين۔

الفصل الرابع فى فوائد شتى وتحقيق حكم الوضوء فى الحوض الصغير

الحمد لله فرغنا عن الرسائل الثلاث بل الكتب الخمسة هذه والبحر والبدائع واتينا على جميع ما فيها والان نذكر ما بقى من الفوائد تكميلا

ف۱: تطفل ۲۳ علیه

ف۲: تطفل ۲۴ علیه

للعوائد وبالله التوفيق (فائدة[1]) قال المحقق على المقدسي رحمه الله تعالٰى في شرح نظم الكنز رداً على البحر ما نصه واما تاويل الكلام بان المراد بصيرورته مستعملا صيرورة ما في اعضائه منه مستعملا فهذا بعيد جدا اذ لا يحتاج الى التنصيص على ذلك اصلا اھ نقله في منحة الخالق من الماء المستعمل واقره قلت قدمنا ثمانية ردود عليه وهذا تاسع وازيد له عاشرا فاقول[924] اذا انغمس احدث في الماء ثم خرج ينقسم الماء الى خمسة اقسام قسم يبقى في الحوض ولا ينفصل عن الماء بانفصال البدن والثاني يخرج مع البدن وينحدر عنه بلا مكث والثالث يمكث ويذهب بالتقاطر والرابع بل يذهب بالنشف والخامس ما يبقى بعد النشف ايضا ولا تذهب الا بالجفاف بعمل الشمس والهواء ولا شك انها ايضا اجزاء مائية ولا تداخل في الاجسام بل لا تلاصق في الاجزاء كما تقدم فكان كل قسم فوق الاخر منفصلا عنه وكان تحت الكل ذلك الندى فهو الذي لا في البدن وهو لا يقبل الانفصال ولا استعمال الا به فلا استعمال لتلك عشرة كاملة فان قلت الامر كما وصفتم ولكنا نعدي الحكم الى ما عدا الاول لتعلقه بالبدن ولذا انتقل بانتقاله اقول اولا لا نسلم انه لتعلقه به والا لكان له استمساك عليه كالمتقاطر بل اندفع بدفعه وانحدر بطبعه الا ترى ان المنغمس ان اندفع بعنف قوي صحبه ماء كثير او برفق فقليل وان استقر في الخروج بحيث لا يحرك الماء حتى الامكان لم يكد يخرج معه الا ما يزول بالتقاطر مع ان اللقاء كان واحدا فعلم انه لحركة الدفع يختلف باختلافها فان قلت اذن لاريب في تعلق المتقاطر فحكم عليه بالاستعمال وهو لا شك قابل الانفصال فيصح التاويل ولا ينتفي الاستعمال اقول[925] شان ما انحدر بلا مكث عند الخروج بعد الانغماس شان ما مر انحدر فورا من غسالة الوضوء والغسل فلا يستعمل الا ما بقي بعده متساقطا بالتقاطر وهو خلاف الاجماع وثانيا[926] شتان ما التعلق والتلاصق فالتعلق يشمل الاثار والتلاصق يختص بالشعار وهو الفرق بينهما فان قلت هما ثوبان فيعد لصوق احدهما بالاخر عن التلاق ابعاد في الماء فلا شيء واحد فلا يحجز بعضه بعضا بل الكل ملاق اقول[927] لذلك لو كنا نبغ فالماء كله واحد عند الانغماس فالكل ملاق بلا وسواس (فائدة[2]) قال العلامة الشيخ حسن الشرنبلالي في شرحه على الوهبانية ردا على البحر نصه ما ذكره من ان الاستعمال بالجزء الذي لاقى جسده حتى يلاقي الماء فيصير ذلك الجزء مستعملا كما في كثير فهو مردود لسريان الاستعمال في الجميع حكما وليس الغالب بصب القليل من الماء فيه اما اقول[928] لفظ السريان وقع في عمومه فانه يوهم ان المستعمل لو لا الاملاء في ثم يسري الحكم الى بقية الاجزاء الماء بالتجاور وهو دون ما يتقدم الى العبرة للغلبة ولو سريان الملقى كما لو توهم العلامة عبد البر فيبطل الفرق ويعود الكلام على مقصود النقض وهذا هو الذي حمل البحر على قصر الاستعمال على ما لاقى فبل نقول النهر اذا انغمس فيه وهو قليل فقد استعمل كله معا لان جميعه شيء واحد فلا قصر ولا سريان

ف[1]: تطفل على البحر وم على الحلية
ف[2]: تطفل على العلامة الشرنبلالي

ولقد حسّن العلامة الشامی رحمه الله تعالٰی اذ قرر قوله فی المنحة یعنی انه لما انغمس او ادخل یده صار مستعملا لجمیع ذلک الماء حکما لان المستعمل حقیقة هو ما لاقی جسده بخلاف ما اذا صب المستعمل فیه فان المستعمل حقیقة وحکما هو ذلک الملقی فلا وجه للحکم علی الملقی فیه بالاستعمال ما لم یساوه او یغلب علیه اذ لم یحل فیه جسد حتی یحکم علیه بالاستعمال حکما یدل علیه ما فی الاسرار المار وقولهم فی مسألة البئر جحط لو انغمس بقصد الاغتسال للصلاة صار الماء مستعملا اتفاقا فهذا هو التحقیق والله تعالٰی ولی التوفیق فائدة سبق العلامة ابا الاخلاص فی تعبیر الفرق هکذا بعض معاصری العلامة زین فادرجه وردّه هذا نصه فی البحر اذا عرفت هذا ظهر لک ضعف من یقول فی عصرنا ان الماء المستعمل اذا صب علی الماء المطلق وکان المطلق غالبا یجوز الوضوء بالکل واذا توضأ فی فسقیة صار الکل مستعملا اذ لا معنی للفرق بین المسألتین وما قد یتوهم فی الفرق من انه فی الوضوء یشیع الاستعمال فی الجمیع بخلافه فی الصب مدفوع بان الشیوع والاختلاط فی الصورتین سواء بل للقائل ان یقول الالقاء اقوی تاثیرا من غیره لتعین المستعمل فیه بالمعاینة و التشخیص وتشخص الانفصال اھ وهذا الکلام اقتصر علیه السید ابن ط و ش حتی قال ط بعد ذکر کلام الشرنبلالی وهذا التوهم قد ذکره فی البحر واعرض عنه اما المدقق العلائی فاستدرک علی البحر بکلام الشرنبلالی وقال فراجعه متأملا اھ

اقول لقول القائل یشیع فی الجمیع ثلثة محامل وذلک لان الشیوع الامتزاج من دون امتیاز فلا یمکن التعیین بل الکل محتملا علی البدلیة کهبة المشاع والمعنی علیه انه اذا توضأ فی الفسقیة اختلط ماء وضوئه بسائرها بحیث لا یمکن التمییز فای غرفة تأخذها تحتمل ان تکون من المستعمل فیکون حکم الاستعمال شائعا فی جمیع الاجزاء شیوع هبة نصف شائع فی الصغیر والشیوع السریان ای اذا توضأ فیها استعمل ما لاقاه ثم تعدی الحکم منه الی جاره وهکذا فصار الکل مستعملا والشیوع العموم ای ان فی الوضوء یعم الاستعمال الجمیع وانت تعلم ان المعنی الثالث حق صحیح لا غبار علیه اصلا وایاه مسه ما فی البحر ان عموم الحکم لعموم السبب فان الکل ملاق کما سبق مرارا والمعنی الثانی هو الذی جنح الیه العلامة الشرنبلالی فی مبادی کلامه وقد علمت ما له وما علیه والمعنی الاول مثله فی البطلان کما نص علیه فی مسألة الملقی ولزمهم اثبات الفرق بابطاله والبحر حمله علی الاول ففسر الشیوع بالاختلاط و حکم انه فی الصورتین سواء وانما ذلک عنده للمعنی الاول دون السریان والعموم الا ان یرید بالشیوع سببه وتفسیره بالاختلاط فیکون المعنی ان سبب السریان او العموم حاصل وهو الاختلاط سواء فی الصورتین مع تخلف الحکم فی الملقی وفاقا وقد علمت جوابه علی الحق نعم من زعم السریان یصح علیه ما اورده ثم **اقول** ما ترقی به لا حاصل له **فاولا** لیس من شرط الاستعمال رؤیة مورده علی التعیین ولا معاینة انفصاله ولا للمرئیة مزیة علی غیره مع تحقق العلم القطعیة ولا شک ان الشیء منتشر بنفسه فلا یضره عدم قدرتنا علی تمییزه **وثانیا** لیس الاستعمال معقولا بالتشکیک لیکون المرئی اقوی من غیره **وثالثا**

فائدہ: الشیوع ثلثة معان

تطفل ۲۰۸ علی البحر

تطفل ۲۰۹ علی ش

انما بدأنا على ما ارتكز فى ذهنه رحمه الله تعالى ان الملاقى هى الاجزاء الملاصقة وليس كذلك بل الكل كما حققنا فكما ان المصبوب كان ممتازا متحيزا متشخصا عيانا مر على البدن ثم انفصل عنه كذلك كل الماء فى الفسقية ممتاز متحيز متعين معاين ورد الاعضاء فيه ثم انفصل عامته (**فائدة**) كلام الاسرار المار برمته فى الفصل الثانى وقع اوله موافقا لما وقع فى البدائع من ان المستعمل هى الاجزاء الملاصقة بالبدن واخره نص صريح على ما هو الحق حتى ان اخا صاحب البحر العلامة عمر بن نجيم رحمهم الله تعالى مع اقتفائه فى المسائل اثار البحر انصف فيما نقل عنه هامش البحر حين عقب عبارة الاسرار بقوله فهذه العبارة كشفت اللبس الخ فكتب عليه نعم كشفت اللبس من حيث اخرها الا ان محمدا يقول لما اغتسل بالماء القليل صار الكل مستعملا حكما فلنا صورتان صورة وقوع ماء مستعمل فى غيره فيعتبر غلبة الذى ليس بمستعمل والثانية ماء واحد توضأ به شخص وادخل يده لحاجة صار مستعملا كله حكما كما رأيت اهـ نقل فى المنحة واقره ولذا اوّل البحر الاتفاق باوله والتجأ الى رده ببنائه على رواية ضعيفة والعبد الضعيف قدم التوفيق بين اوله واخره بحيث جعلهما كلاما واحدا منتظما والشيخ العلامة محمد البرسلك فى شرح الوهبانية مسلكا اخر فجعل اوله سؤالا واخره جوابا اذ قال والحاصل ان ابا زيد الدبوسى فى كتاب الاسرار اورد ما ذكره فى البدائع على سبيل الالزام من ابى يوسف لمحمد رحمهما الله تعالى وذكر جواب محمد عنه فكشف اللبس وظهر كلام الخ وكلام حسن فانه قال بعد ذكر مذاهب علمائنا فى الماء المستعمل والاستدلال لهم رحمهم الله تعالى عامة مشايخنا ينصرون قول محمد وروايته عن ابى حنيفة رضى الله تعالى عنه ثم قال يحتج للقول الاخر (اى نجاسته) بما روى فذكر حديث لا يبولن احدكم ثم قال ومن قال ان الماء المستعمل طاهر طهور لا يجعل الاغتسال فيه حراما الى اخر ما تقدم عن الدبوسى **اقول** هذا التقرير وان لم يكن ظاهرا من سوق عبارة الاسرار فبيانه يتوقف على ما ذكره فى البدائع ثم البحر ان اخراج الماء من ان يكون مطهرا من غير ضرورة حرام اهـ فيستفاد منه ان اغتسال المحدث فى الماء القليل حرام عند محمد ايضا فكان الامام ابا يوسف يلزمه بان المستعمل طاهر عندك والطاهر لا يسلب الطهورية الا بالطهورية ما دام الماء غالبا كاللبن يقع فيه فلا يصلح تحريم الاغتسال فيه الا ان تقول بقولى وتحكم بنجاسة الغسالة فحينئذ يفسد الكل ويصح الحكم فاجاب محمد بان الكل لكونه قليلا شئ واحد فصار الكل ملاقيا البدن المحدث فصار الكل مستعملا حكما بخلاف اللبن فليس فيه الا اختلاط طاهر بطهور وليس بسبب الاستعمال غلبة سلبه الطهورية ما دام الماء غالبا عليه

قلت وما ذلك العلماء لم يجعله الزاما من ابى يوسف لمحمد الا دفع رد على استدلال ابى يوسف بالحديث كما تقدم نقله فى صدر الفصل الاول لكل وجهة هو موليها وبالجملة اولى هذين الوجهين تأييد لرواية ضعيفة وكفى بالرد جوابا عنه والاولى ما فعل العبد الضعيف كما علمت ولله الحمد **فائدة** من كلام الشيخ ابن الشحنة فى الشرح على مسألة محدث وقع فى بئر ما نصه والذى تحرر عندى انه يحكم فيها باعتبار اصول ائمتنا فيه

قوله ۱ تطفل علیه ۱۲ منه

قوله کذا وقع فی المنحة وصوابه روعي حاجة

قوله ۲ تطفل علی الشیخ ابن الشحنة ۱۲ منه

قوله الی آخر ما تقدم ۱۲ منه

والتحقیق نزح الجمیع عند الامام علی القول بنجاسة الماء المستعمل وقیل ربعون عنده وتحقیق مذهب محمد انه یسلبه الطهوریة وهو الصحیح عن الامام والثانی وعلیه الفتوی فینزح منه عشرون لیصیر طهورا وهذا علی القول بعدم اعتبار الضرورة اما لو اعتبرت لا یصیر مستعملا فی کل موضع تتحقق الضرورة فی الانغماس فی الماء او ادخال الید فیه واعتبار الضرورة فی مثل ذلك بذکور فی الصغری وغیرها فلا تغتر بما ذکره شیخنا العلامة زین الدین قاسم تغمده الله تعالی برحمته فی رسالته المسماة برفع الاشتباه فانه خالف فیها صریح المنقول عن ائمتنا واستند الی کلام وقع فی البدائع علی سبیل البحث وتبعه (یعنی القاسم) علی ذلك بعض من ینتحل مذهب الحنفیة ممن لا رسوخ له فی فقههم وکتب فیه کتابة مشتملة علی خلط وخبط ومخالفة النصوص المنقولة عن محمد رحمه الله تعالی وقد بینت ذلك فی مقدمة کتبتها حققت فیها المذهب فی هذه المسألة (ثم قال) والحاصل ان ابا زید الدبوسی الخ اقتصرنا منه انفا (ثم قال) وفی البدائع ایضا التصریح بان الطاهر اذا انغمس فی البئر للاغتسال صار مستعملا عند اصحابنا الثلثة رضی الله تعالی عنهم وصرح فی فتاوی قاضی خان بان ادخال الید فی الاناء للغسل یفسد الماء عند ائمتنا الثلثة وتکفل بایضاح هذا وتحریره رسالتی زهر الروض اه

اقول ۹۳۴ هو کلام علیه الجمیل وفیه مقاصد رسالته وخلصه مما خلط به فی زهر الروض من تسویة الملقی والملاقی فی عدم الجواز والتحقیق بنزح عشرین والتحقیق عنده علی مذهبه المعتمد لا نزح اصلا ما لم یساو او یغلب لان الطهور لا یطهر (فائدة) قال فی الدر ان الماء المطلق اکثر من النصف جاز التطهیر بالکل والا لا وهذا یعم الملقی والملاقی ففی القهستانی یجوز التوضی ما لم یعلم تساوی المستعمل علی ما حققه فی البحر والنهر والمنح

قلت لکن الشرنبلالی فی شرح الوهبانیة فرق بینهما فراجعه متأملا اھ وذکر ش عند قوله حققه فی البحر استدلاله علی ذلك باطلاقهم المفید للعموم وبقول البدائع وفتوی قارئ الهدایة المذکورة قال وقد استدل فی البحر بعبارات اخر لا تدل الا کما یظهر للمتأمل لانها فی الملقی والنزاع فی الملاقی کما اوضحناه فیما علقناه علیه فلذا اقتصرنا علی ما ذکرنا ورأیتنی کتبت فی جد الممتار علی قوله المفید للعموم ما نصه

اقول نعم یفید علی فرض ان المستعمل فی الملاقی هو السطح الملاصق من الماء بجسد المحدث لا غیر وهو اول النزاع وانا اقول لو کان کذلك لارتفع المستعمل من صفحة الدنیا لانك اذا صببت الماء علی یدك مثلا فانما یلاقی یدك سطح من الماء وسائر جرمه منفصل عنها لما ان التلاقی یکون بسطح من یدك وسائر جرمها لم یمس الماء والجسد بل یکون اکبر من السطح فتکون الغلبة لغیر المستعمل فلا یصیر مستعملا ابدا واذا جعلت کله مستعملا لتلاقی سطحه سطح الجسد فلا نعلم فرقا بین جرم وجرم فان سلکت مسالة ضعیفة صار الکل مستعملا وان صببت صبا شدیدا حتی کان ثخن الماء اضعافا لاول لکان ایضا کله مستعملا فلا دلیل علی التفرقة بین ثخن وثخن ما لم یبلغ حد الکثرة وقول البدائع بحیث منه ذکره فی سؤال وجواب لا نقل عن الاصحاب بخلاف ما فی کلام الامام الدبوسی فانه نقل صریح

فائدہ تطفل ۲ علی رد المحتار

تنبیہ

کوئی پاک کنواں ... مستعمل بھی ہوگا جب تک مستعمل پانی ... پانی سے مقدار میں زیادہ نہ ہو اور اس سے ایک ڈول نکالنے کی بھی حاجت نہیں۔

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ومن النصوص الصرائح کذلک مسائل ادخال الید والرجل ودخول المحدث فی البئر المصرح بها نقلا عن الائمة الثلثة فی المتون والشروح والفتاوی وحمل کلها علی روایة ضعیفة مما لا یعقل ولا یحتمل وعبارة الفتوی صریحة فی ان الماء المستعمل یقع فیها فیکون من الملقی دون الملاقی ولا نغتر بانهم ارادوا لهم ان یغترفوا منه کیف یدخلوا ایدیهم قبل الغسل وذلک تلاق لان الاغتراف معفو عنه بالاتفاق لاجل الحاجة لما کتبت علیه وقد علمت مما قدمنا فی الفصول الثلثة ان الفحول الثلثة کلهم قد اغفلوا محل النزاع لکن لا عجب فی الاغفال انما العجب من العلامة الشامی تنبه لهذا وتراه جعلها فی البحر لکونه فی الملقی ثم اورد عبارة الفتوی مع انها کما علمت صریحة فی الملقی فکان یجب اسقاطها ایضا وقد علمت ما فی الاستدلال بالعموم من نوع مصادرة علی المطلوب فلیس بایدیهم شیئ اصلا سوی بحث البدائع الواهم مناضلا للمتواترات النصوص والروایات الظاهرة الصحیحة عن الائمة الثلثة مصادما للاجماع المنقول فی الکتب المعتمدة حتی البدائع والبحر فتثبت ولا تزل ثبتنا اللہ وایاک وفی المسلمین بالقول الثابت فی الحیوة الدنیا وفی الاخرة انه ولی ذلک والقدیر علیه ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالی علی سیدنا ومولانا والہ وصحبه وابنه وحزبه اجمعین امین **فائدة** ختم ھذا المبحث ش بقوله قلت وفی ذلک (ای ما مال الیه العلامة والبحر) توسعة عظیمة ولا سیما فی زمن انقطاع المیاہ عن حیاض المساجد وغیرها فی بلادنا ولکن الاحتیاط لا یخفی اھ **اقول** الاحتیاط العمل باقوی الدلیلین وقد علمت ان ما مالا الیه لا دلیل علیه والتوسعة قد تبیح المیل الی روایة لغیرها رجحان علیها درایة وھھنا لا روایة ولا درایة نعم ان تحققت الضرورة ففی العمل بقول امامی الھدی مالک والشافعی رضی اللہ تعالی عنهما مندوحة ان الماء المستعمل طاھر وطھور (**فائدة**) قال ش فی المنحة علی قول البحر لا معنی للفرق بین المسألتین یرید الملقی والملاقی ما نصه قال بعض مشایخنا یدل علیه ایضا روایة النجاسة فان النجس ینجس غیرہ سواء کان ملقی او ملاقیا فکذا علی روایة الطھارة واذا کان کذلک فلیکن التعویل علیهما وقد اختاره کثیرون وفیه عامة من تأخر عن الشارح تابعه علی ذلک وحق صنیعهم معها فیه دفع الحرج العظیم علی المسلمین اھ **اقول اولا** ان کان للقیاس علی روایة النجاسة مساغ کان الشیخ ابن الشحنة احق بھذا منکم فان التسویة علی روایة النجاسة انما ھی فی التاثیر لا فی عدمه فکما استویا علیها فی التاثیر بسلب الطھارة فکذا علی روایة الطھارة بسلب الطهوریة او فی عدم التاثیر اصلا **وثانیا** صرحوا ان ما ورد علی نجس نجس کعکسه ای ان التنجس یحصل للماء القلیل کله سواء کان ھو الوارد علی نجاسة او بالعکس فاذن نقول بمثله ھھنا فکما ان الماء الوارد علی نجاسة حکمیة یصیر کله مسلوب الطھوریة کذلک النجاسة الحکمیة اذا وردت علی ماء قلیل تجعل جمیعه مسلوب الطھوریة وقیاس احدی النجاستین علی الاخری احق بالقبول من قیاس روایة الطھارة علی روایة النجاسة **وثالثا** ھو ان الحکم انما یثبت بثبوت سببه و

ف۱: معروضة علی العلامة الشامی

ف۲: معروضة علی العلامة الشامی

ف۳: معروضة علیه

تنبیه

ف۴: معروضة علیه وعلی شیخه

ف۵: معروضة علیهما

ف۶: معروضة علیهما

التنجس هو ملاقاة النجس وهو حاصل في الملقى كالملاقي وسبب الاستعمال ملاقاة بدن محدث او متقرب سواء كان بورود
الماء على المحدث او المحدث على الماء وهو حاصل في الملاقي منتف في الملقى فيه لان الماء المستعمل اذا القي في الحوض فلا
ماء يورد على محدث ولا محدث ورد عليه انما ورد عليه ماء ورد على المحدث وليس هذا سبب الاستعمال ورابعا ٩١٩
سمعت محدث رفع الحرج ودفعه وخامسا ٩٢٠ ليس هؤلاء الكثيرون الا المتأخرين عن البحر وليس فيهم من
يكون له قول في المذهب لاسيما على خلاف المذهب الصحيح المعتمد المذيل بطراز الاجماع وهذا صاحب البحر قائلا وفيه لا
يفتى ولا يعمل الا بقول الامام الاعظم ولا يعدل عنه الى قولهما او قول احدهما او غيرهما الا لضرورة من ضعف
دليل او تعامل بخلافه كالمزارعة وان صرح المشائخ بان الفتوى على قولهما اھ فاذا كان هذا في قول امام المذهب و
قد افتوا به فما ظنك بما ليس قول احدهما ولا قول احد ولا رواية عن احد وما صححه احد ولا له في الدراية مستند اھ
فكيف يعدل بالمسئلة عن مذهب جميع الائمة الصحيح المعتمد الى ما مثل هؤلاء بين ايدي ائمة المذهب الا كمثل احد منا عند
هؤلاء بل اقل واين نحن لا استواء لنا جميعا في وجوب الاستسلام للائمة وقد اوصد لنا ان لا تكون لنا الخيرة من انفسنا
اذا قضوا امرا اما كثرة من تبع البحر فقد قال البحر في ما هو اعظم كثرة واشد قوة من الوف امثال هذا الدون انه في
متون المذهب والشروح والفتاوى اعنى عدم الاعتكاف فيما لا يصح تعليقه ما نصه هذا الموضع مما خطؤا فيه والخطأ
هنا اقبح لكثرة انصراف الصحيح تعليقه وانا متعجب لكونهم تداولوا هذه العبارات متونا وشروحا وفتاوى وقد يقع كثيرا
ان مؤلفا يذكر شيئا خطأ فيأتي من بعده فينقلون تلك العبارة من غير تغيير ولا تنبيه فيكثر الناقلون واصلها
لواحد مخطئ اھ وهذا هو الواقع ههنا كما ترى وبالله العصمة على ٩٢١ ان كلام كثير منهم في الباب لم يسلم عن اضطراب
وهذا البحر نفسه قد اكثر من نقول ما قدمنا من حججنا وفيها نقل الاجماع ونص في مسألة البئر ان المذهب المختار
ان الماء طاهر غير طهور والنهر قال بعبارة الاسرار قال ولما تمسك البحر بعبارة المحيط والتوشيح والتحفة
اذا وقع الماء المستعمل في البئر الخ كتب عليه لا يخفاك ان العبارة في وقوع الماء لا المغتسل وكذا فيما بعده اھ
والدر استدرك على البحر بكلام الحسن وكذا ابو السعود وقدمنا كلمات ش وهم جميعا والحلية قبلهم
عللوا سقوط حكم الاستعمال بالضرورة وهو كما علمت اعتراف بالحق بالضرورة فائدة ١٢ اقول ٩٢٢ ذكر في الطرس المعدل
مسألة ادخال المحدث رأسا او خفه او جبيرته في الماء انه يجزئه عند الامام الثاني ولا يصير الماء مستعملا وان الصحيح
وفاق محمد فيها ان المراد لا يصير ماء الاناء مثلا مستعملا بل البلة الملتصقة بالرأس اي الممسوح فقط فاعلم ان هذا
لخصوص المسح فلا يقاس عليه المغسول قال ملك العلماء في البدائع ادخل رأسه او خفه او جبيرته في الاناء فهو محدث قال

١ ٩١٩ معروضة ٧ عليه
٢ ٩٢٠ معروضة ٨ عليه
فائقة
٣ ٩٢١ معروضة ٩ عليه
٤ ٩٢٢ معروضة ١٠ عليه

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ابی یوسف فی انہ فی المسح لایصیر الماء مستعملا سواء نوی اولم ینو لوجود احد سببی الاستعمال انما کان لان فرض المسح یتأدی باصابۃ البلۃ اذ ہو اسم للاصابۃ دون الاسالۃ فلم یزل شیئ من الحدث الی الماء الباقی فی الاناء وانما زال الی البلۃ وکذا اقامۃ القربۃ تحصل بہا فاقتصر حکم الاستعمال علیہا اھ فہذا یتأدی بالبلۃ اعنی عدم انتقال الحدث الی الماء الباقی فی الاناء واقتصار حکم الاستعمال علی البلۃ فی صورۃ المسح انما کان لانہ لایحتاج الا الی بلۃ فیما یتأدی فرضہ ویحصل القربۃ فہو لایستعمل الماء بل البلۃ بخلاف ما وظیفتہ الغسل فانہ اسالۃ فکان استعمالا للماء لامجرد بلۃ فیزول بہ الحدث الی جمیع ما فی الاناء لقلتہ ولایقتصر حکم الاستعمال علی البلۃ الملاقیۃ لسطح البدن الظاہر لان البلۃ لایحصل بہا اسالۃ ولاغسل فظہر الامر وباللہ التوفیق فلا حجۃ فیہ للمسوین بین الملاقی والملقی

ولیس مبناہ علی تلک المسألۃ **اقول**[٩٢٢] والدلیل القاطع علیہ ان ابایوسف القائل بنجاسۃ الماء المستعمل لم یقل ہہنا بالسریان قال الامام فقیہ النفس ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی قال انما یتنجس الماء فی کل شیئ یغسل اما ما یمسح فلا یصیر الماء مستعملا اھ مع اجماع اصحابنا ان النجاسۃ تسری فی القلیل بلافرق بین الکثیر منہا والقلیل وقد تقدم التصریح بہ عن البدائع فاندفع ما کان ذہب الیہ وطلی فی بادی الرأی ان سبیل المسألۃ سبیل الخلف فی الملقی والملاقی واستنار ما ذکرت جوابا عنہ من الفرق بین الغسل والمسح اما توفیقی فی وجہہ فالوجہ عند المجتہد ولیس علینا ابداؤہ **و اقول**[٩٢٣] یخطر بالبال واللہ تعالٰی اعلم ان الاجسام کما قدمت جواہر فردۃ متراکمۃ متفرقۃ حقیقۃ متصلۃ حسا وامر الغسل لایتأدی الابجسم مائی ذی ثخن صالح لکونہ سائلا علی البدن سیلانا فلابد فیہ من اعتبار المحسوس والحس فی الماء الکائن فی محل واحد شیئ متصل واحد فحصل الاستعمال للکل لحصول الملقی للکل کما فی نجاسۃ ترد علی الماء وانما سقط الحکم عن الکثیر لان الشرع جعلہ کالجاری فلایتأثر ولایتغیر کما سبق تقریر کل ذلک اما المسح فمجرد اصابۃ من دون اسالۃ فتکتفی فیہ جواہر قریبۃ تفید بلۃ وہی منفصلۃ عما فوقہا فیقتصر اللقاء علیہا ولایتعدی الی سائر الاجزاء لعدم الحاجۃ الی ترک الحقیقۃ وبہ[٩٢٤] استبان ما قالوا ہنا من قصر اللقاء علی البلۃ وظہر الجواب عما ذکرتہ فیہ من النظر واشار الیہ المحقق حیث اطلق ابن الہمام بقولہ فیہ نظر ہذا ما عندی فی تقریرہ وجہد المقل دموعہ ویحتاج الی تلطیف القریحۃ وکیف ما کان لاحجۃ فیہ للمسوین بل ہو حجۃ علیہم لدلالتہ فحواہ ان قصر الحکم علی البلۃ دون بقیۃ ما فی الاناء لعدم الحاجۃ فی المسح الی الاسالۃ فافاد ان فیما وظیفتہ الاسالۃ یعم الحکم جمیع ما فی الاناء وہو المقصود (**فائدۃ**) **اقول**[٩٢٥] وباللہ التوفیق ہنا لفظان الوضوء من الحوض وفیہ عبر العلامۃ قاسم تسامحا وفی الحوض وبہ عبر العلامۃ ابن الشحنۃ وسوی بینہما البحر فتارۃ یقول من کصدر مقالتہ واسم رسالتہ واخری فی کما فی عبارتہ وقد علمت ان الثانی یحتمل وجہین الوضوء خارجہ بحیث تقع الغسالۃ فیہ ولو بعد الجریان علی الارض والوضوء فیہ لابغمس الاعضاء فانہ ملقی وہذا ملاقی والا للفظ الاول یحتمل ثلثۃ وجوہ ہذین

اقول ٩٢٢ قولہ لوجود متعلق بالمنفی ای صیرورۃ الماء مستعملا لوجود ازالۃ الحدث وان لم ینو واقامۃ القربۃ ایضا ان نوی منتفیۃ فلا یصیر مستعملا وان وجد السببان وانما کان ہذا الانتفاء لانہ لم یستعمل الماء بل البلۃ وذلک ان فرض المسح ... اھ منہ

تطفل ١ / ٩٢٣ علی المحقق حیث اطلق

تطفل ٢ / ٩٢٤ علی العلامۃ ش

تطفل ٣ / ٩٢٥ علی البحر

والوضوء خارجه بالاغتراف منه بحيث لا تتصل الغسالة اليه كالوضوء من بئر زمزم وهذا الثالث على ثلثة وجوه الاغتراف بأناء بحيث لا يصيب شيئ من يده الماء وباليد لعدم اناء او مع وجوده فالاول جائز بالاجماع والاتوهم تطرق خلل به الى الماء وكذا الثاني لمكان الضرورة الا اذا ادخل ازيد من قدر الحاجة او قدرها للاغتراف ثم نوى الغسل فيه فان هذين يعودان الى صورة الغمس كالثالث ففي هذه الاربع يصير الماء كله مستعملا قليلا كان او كثيرا ما لم يكن كثيرا اما الاول الثاني اعني الوضوء خارجه مع وقوع الغسالة فيه فالصحيح المعتمد انه لا يفسد الماء ما لم يساوه او يغلب عليه هذه احكام الصور الخمس قد وضحت بحمد الله تعالى مثل الشمس وبه ظهر ان العلامة عبد البر اصاب في حكم الاربع الاوائل الخامس والعلامتان القاسم والبحر ومن تبعهم بالعكس ثم معه فيما خالف الصحيح عدة روايات واقوال مفصلة في البدائع وغيرها ان الماء المستعمل يفسد المطلق مطلقا وان قل واذا استبان مواقع القطر او اذا سال سيلانا والكل حاصل في الوضوء في الحوض الصغير بالمعنى الاول بخلاف هؤلاء الجلة فليس بينهم الا بحث وقع في البدائع على خلاف النصوص المتواترة واجماع ائمة المذهب رضي الله تعالى عنهم والحق؛ هو هذا الفرق؛ الذي وفق المولى سبحٰنه وتعالى عبده الذليل؛ بتحقيقه الجليل؛ بحيث احاط ان شاء الله تعالى بكل كثير وقليل؛ وبلغ الغاية القصوى في التفريع والتاصيل؛ فلله الحمد على ما اولى؛ وافضل الصلوات العلى؛ والتسليمات الزكيات المباركات على المولى؛ واله وصحبه وابنه وحزبه؛ كما يحب ربنا ويرضى؛ امين؛ والحمد لله رب العالمين؛ والله سبحٰنه وتعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم

مسئلہ ۳۰

مرسلہ مولوی نذر امام صاحب مدرس سہسوانی ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص غسل جنابت کی حاجت میں غسل حوض میں کرے تو حوض پلید ہو جائیگا یا نہیں زید کہتا ہے کہ حوض میں کوئی شخص متواتر گھسے تو پلید نہیں ہوتا بکر کہتا ہے آدمی پاک صاف گھسا تو نہ پلید ہوتا ہے نہ مکروہ ہاں نجاست سے رنگ بو مزہ بدل جائے تو پلید ہو جائیگا۔ بینوا توجروا

الجواب

حوض کتنا ہی چھوٹا پانی کتنا ہی کم ہو کسی پاک صاف آدمی کے جانے نہانے سے جسکے بدن پر کوئی نجاست حقیقیہ نہ لگی ہو ہرگز ناپاک نہیں ہوتا اگرچہ اوسے نہانے کی حاجت ہی ہو اگرچہ وہ خاص بازالۂ جنابت ہی کی نیت سے اوسمیں گیا ہو ہمارے ائمہ کے صحیح و معتمد و مفتٰی بہ مذہب پر غسل بھی اوتر جائیگا اور حوض بھی بدستور پاک رہیگا ہاں اگر آب حوض مائے کثیر کی مقدار ہے جب تو جنب کے نہانے سے مستعمل ہونا درکنار باجماع تمام ائمہ کرام کسی نجاست حقیقیہ کے گرنے سے بھی ہرگز ناپاک نہ ہوگا جب تک اسقدر کثرت سے

له ای ادخال الید علی قصد حاجة الاغتراف ونیة الغسل فیه والاغتراف بیانه حدث ثم وجهه الاول والوضوء فیه لغمس العضو اھ منه غفرله

نجاست نہ گرے کہ اوسکے رنگ یا بو یا مزہ کو بدل دے اسی پر فتویٰ ہے ایک قسم ل پر اوسکا نصف یا اکثر بخاریہ بہہ کر گزر رہی بہتا پانی تو باجماع قطعی تمام امت محمدیہ علی سیدہا افضل الصلاۃ والتحیۃ آب کثیر ہے کہ بغیر اوس تغیر یا مرئی کے کسی طرح ناپاک نہیں ہو سکتا جیسے دہلی میں مسجد فتحپوری کا حوض جسمیں جمنا لائی ہوئی نہر پڑتی ہے اور ٹھہرے ہوئے پانی میں ف۱ ہمارے علماء کے دو قول ہیں (۱) جسپر آدمی کا دل شہادت دے کہ ایک کنارے کی پڑی ہوئی نجاست کا اثر دوسرے کنارے تک پہنچیگا اوسکے حق میں وہی کثیر ہے اور اثر نہ پہنچنے کی معیار یہ کہ ایک کنارے سے پر وضو کیا جائے تو دوسرے کنارے کا پانی فوراً تلے اوپر نہ ہونے لگے نری حرکت یا دیر بعد پانی کے اوٹھنے بیٹھنے کا اعتبار نہیں (۲) جسکی مساحت سطح بالائی دہ در دہ یعنی اوسکے طول و عرض کا مسطح سو ہاتھ ہو اور گہرا اتنا کہ لپ میں پانی لینے سے زمین نہ کھلے وہ کثیر ہے ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اصل مذہب وہی قول اول ہے اور عامہ متون مذہب نے قول ثانی اختیار کیا اور بکثرت مشائخ علام نے اوسپر فتوی دیا بہرحال یہ قول بھی باقی تمام مذاہب کے اقوال سے زیادہ احتیاط رکھتا ہے ہاں اگر پانی مقدار کثیر سے کم ہو تو البتہ کتنی ہی ذراسی نجاست اگرچہ خفیفہ کے گرنے یا کسی ایسے شخص کے نہلانے سے جسکے بدن پر کچھ بھی نجاست حقیقیہ لگی تھی ضرور بالاتفاق ناپاک ہو جائیگا اور ہمارے جمیع ائمہ مذہب کے مذہب صحیح و معتمد پر جبکہ اوس سے کوئی فرض طہارت ساقط ہو (مثلاً جنب نہائے یا محدث وضو کرے یا بقصد طہارت مثلاً چلو میں پانی لینے کے سوا صاحب حدث کے کسی بے دھوئے عضو کا جسے دھونا ضرور تھا کوئی جز کسی طرح اگرچہ بلا قصد اوس سے دُھل جائے) یا بہ نیت قربت استعمال میں لایا جائے (مثلاً باوضو آدمی وضوئے تازہ کی نیت سے اوسمیں کسی عضو کو غوطہ دیکر دھوئے) سارا پانی مستعمل ہو جائیگا کہ پاک تو ہے مگر غسل و وضو کے قابل نہ رہا جب ف۲ حوض صغیر میں یہ صورت واقع ہو تو اوسکے مطہر کرنے کے لیے دو باتوں میں سے ایک کرنا چاہیے یا تو مطہر پانی مستعمل پر غالب کر دینا یا حوض کو لبریز کر کے مطہر پانی سے بہا دینا اول کی صورت یہ ہے کہ حوض میں خود ہی اوس شخص کے نہانے یا بے دُھلا عضو بلا ضرورت ڈالتے وقت نصف حوض سے کم پانی تھا تو اب مطہر پانی سے بھر دیں کہ غیر مستعمل سے زیادہ ہو گیا اور اگر اوسوقت نصف یا زیادہ حوض میں پانی تھا تو پہلے اتنا پانی نکال دیں کہ حوض کا اکثر حصہ خالی ہو جائے پھر مونھ تک بھر دیں مثلاً ہموار حوض کہ زیر و بالا یکساں مساحت رکھتا ہے دو گز گہرا ہو اور اوس شخص کے نہانے وقت اوسمیں گز بھر پانی تھا تو پاؤ گز پانی نکال دیں اور اگرہ تھا تو سوا گز کھینچ دیں کہ بہرحال سوا سوا گز خالی اور پونے سولہ میں پانی رہے پھر نئے پانی سے لبالب بھر دیں اور دوسری شکل یہ کہ حوض میں آمد ہو پانی کتنا ہی ہو اوسمیں سے کچھ نہ نکالیں اور نیا پانی اوسمیں پہنچاتے جائیں یہانتک کہ کناروں سے اوبل کر بہ جائے یہ دوسرا طریقہ ناپاک حوض کے پاک کرنے میں بھی کفایت کرتا ہے جبکہ ناپاک چیز نکالنے کے قابل نکالکر پانی سے اوبال کر بہا دیں ظاہر ہے کہ اوسوقت حوض میں پانی نصف سے جتنا کم ہو پہلا طریقہ آسان تر ہوگا دو گز گہرے حوض میں اوسوقت چار ہی گرہ پانی تھا تو صرف چار گرہ پانی اور پہنچا کر چند ڈول زیادہ ڈالدیں کہ مستعمل سے مطہر اکثر ہو گیا اور اوسوقت پانی نصف سے جتنا زائد ہو دوسرا طریقہ سہل تر ہوگا کہ اوسمیں نکالنا کچھ نہ پڑیگا اور کم حصہ خالی ہے جسے بھر کر اوبالنا ہوگا اور جہاں ف۳ دونوں صورتیں دشواری و حرج صریح رکھتی ہوں وہاں اگر قول بعض علماء پر عمل کرکے اوسمیں سے تھوڑی ہی تو ل

ف۱ مسئلہ غیر جاری پانی کب کثیر سمجھا جائیگا۔

ف۲ مسئلہ دہ در دہ سے کم حوض کا پانی جب کسی بے دھوئے عضو ڈالنے سے مستعمل ہو جائے تو اوسکی طہارت کے طریقے۔

ف۳ مسئلہ ... جہاں دونوں صورتیں دشوار ہوں ...

https://www.facebook.com/darahlesunnat

نکالدیں تو امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالٰی استعمال کافی ہو یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر اور سب سے زیادہ صورت ضرورت
یہ ہے کہ وہاں کوآن نہ ہو منبع سے حوض بھرتا ہو اور بند ہو گیا استعمال اس کے بہانے یا مستعمل پر مطہر بڑھانے کے لیے پانی کہاں سے لائیں
لہذا اس صورت ثالثہ پر عمل ہوگا وباللہ التوفیق (درمختار میں ہے) لا یجوز (ای رفع الحدث) بماء استعمل لاجل قربۃ او اسقاط فرض
بان یدخل یدہ او رجلہ فی حب لغیر اغتراف ونحوہ اذا انفصل عن عضو وان لم یستقر علی المذہب وھو طاہر ولو من جنب
وھو الظاہر لیس بطھور لحدث علی المعتمد ومحدث انغمس فی بئر ولا نجس علیہ الاصح انہ طاہر والماء مستعمل اھ ملتقطا
ردالمحتار میں ہے قولہ الاصح ھذا القول ذکرہ فی الحقائق روایۃ عن الامام قال الزیلعی والہندی وغیرھما تبعا لصاحب الہدایۃ
ھذہ الروایۃ اوفق الروایات وفی فتح القدیر وشرح المجمع انھا الروایۃ المصححۃ قال فی البحر فعلم ان المذھب المختار فی ھذہ
المسألۃ ان الرجل طاہر والماء طاہر غیر طہور اھ مختصرا درمختار میں ہے الغلبۃ لو المخالط مماثلا کمستعمل بالاجزاء
فان المطلق اکثر من النصف جاز التطھیر والالا اھ ملتقطا ردالمحتار میں ہے ای ان لم یکن المطلق اکثر بان کان اقل او مساویا
لا اھ درمختار میں ہے یجوز بجار وقعت فیہ نجاسۃ ان لم یر اثرہ وھو طعم او ریح او لون ظاہرہ یعم الجیفۃ ورجحہ
الکمال وقال تلمیذہ قاسم انہ المختار وقواہ فی النھر واقرہ المصنف وفی القہستانی عن المضمرات عن النصاب وعلیہ
الفتوی وقیل ان جری علیہ نصفہ فاکثر لم یجز وھو احوط (وکذا) یجوز (براکد) کثیر وقع فیہ نجس لم یر اثرہ ولو فی
موضع وقوع المرئیۃ بہ یفتی بحر (والمعتبر) فی مقدار الراکد (اکبر رای) المبتلی بہ فان غلب علی ظنہ عدم خلوص النجاسۃ
الی الجانب الاخر جاز والالا ھذا ظاہر الروایۃ وھو الاصح غایۃ وغیرھا وفی النہر ان اعتبار العشر اضبط ولاسیما فی حق
من لا رأی لہ من العوام فلذا افتی بہ المتأخرون الاعلام اھ مختصرا ردالمحتار میں ہے فی الہدایۃ وغیرھا ان الغدیر العظیم
ما لا یتحرک احد طرفیہ بتحرک الطرف الاخر وفی المعراج انہ ظاہر المذہب وفی الزیلعی ظاہر المذہب وقول المتقدمین حتی قال فی
البدائع والمحیط اتفقت الروایۃ عن اصحابنا المتقدمین انہ یعتبر بالتحریک وھو ان یرتفع وینخفض من ساعتہ لا بعد المکث
ولا یعتبر اصل الحرکۃ والمعتبر حرکۃ الوضوء ھو الاصح محیط وحاوی القدسی ولا یخفی علیک ان اعتبار الخلوص بغلبۃ
الظن بلا تقدیر بشیئ مخالف فی الظاہر لاعتبارہ بالتحریک لان غلبۃ الظن امر باطنی یختلف وتحریک الطرف الاخر
حسی مشاھد لا یختلف مع ان کلا منھما منقول عن ائمتنا الثلثۃ فی ظاہر الروایۃ ولم ار من تکلم علی ذلک ویظھر لی التوفیق
بان المراد غلبۃ الظن بانہ لو حرک لوصل الی الجانب الاخر اذا لم یوجد التحریک بالفعل فلیتأمل اھ ملخصا **اقول** ھذا الذی
ابداہ من التوفیق حسن بالقبول حقیق فان من وجد فی البریۃ ماء فی احد جانبیہ نجاسۃ فھل یؤمر ان یتوضأ فی الطرف الاخر
ویجرب علی نفسہ انہ یتحرک ام لا فان وجدہ لا یتحرک فلیجتنب وای شیئ یجتنب وقد تلوث فاذن لیس المراد الا ان یغلب

https://www.facebook.com/darahlesunnat

علیہ ظنہ انہ ان توضأ تحرج فہما فی القول الاول بیان للمقصود وما ھنا بیان المعرفۃ فان خلوص النجاسۃ امر باطنی لایوقف علیہ و
وصول التحرک فیما یظن فیہ ھذا ھو المظنون فیہ ذالک واللہ تعالٰی اعلم ثم المنقول فی البئر اذا انغمس فیھا محدث ولو جنبا نزح عشرین دلوا ففی رد المحتار
عن الوھبانیۃ مذھب محمد انہ یسلبہ الطھوریۃ وھو الصحیح عند الشیخین فینزح منہ عشرون لیصیر طھورا اھ قال والمراد بالمحدث
مایشمل الجنب ثم وقع بینھم النزاع فی ان الصھریج وھو علی مانقل الشافعیۃ عن القاموس الحوض الکبیر ھل ھو کالبئر
فیکفی فیہ نزح البعض حیث یکفی ام کالزیر فیجب اخراج الکل وغسل السطوح للتطھیر بالاول افتی بعض معاصری
العلامۃ عمر بن نجیم صاحب النھر متمسکا باطلاقھم البئر من دون تقیید بالمعین وردہ فی النھر تبعا للبحر بما فی البدائع
والکافی وغیرھما من ان الفأرۃ لو وقعت فی الحب یھراق الماء کلہ قال ووجھہ ان الاکتفاء بنزح البعض فی الآبار علی خلاف
القیاس بالاٰثار فلا یلحق بھا غیرھا ثم قال وھذا الرد انما یتم بناء علی ان الصھریج لیس من مسمی البئر فی شیئ اھ قال
الشامی ای فاذا ادعی دخولہ فی مسمی البئر لایکون مخالفا للاٰثار ویؤیدہ ما قدمناہ من ان البئر مشتقۃ من بأرت
ای حفرت والصھریج حفرۃ فی الارض لاتصل الید الٰی مائھا بخلاف العین والحب والحوض والیہ مال العلامۃ المقدسی
فقال ما استدل بہ فی البحر لایخفی بعدہ وابن الحب من الصھریج لاسیما الذی یسع الوفا من الدلاء اھ لکنہ خلاف ما فی
النتف ونصہ اما البئر فھی التی لھا مواد من اسفلھا ای لھا میاہ تمد وتنبع من اسفلھا اھ ولایخفی انہ علی ھذا التعریف یخرج الصھریج
والحب والآبار التی تملؤ من المطر او من الانھار اھ ما فی رد المحتار باختصار **اقول** وکون البئر من البأر یقتضی ان کل بئر محفورۃ لا ان کل محفور
بئر الا تری ما حکوا فی القارورۃ والحب وفی الدر المختار عن حواشی العلامۃ الغزی صاحب التنویر علی الکنز عن القنیۃ ان حکم الرکیۃ کالبئر وعن الفوائد ان
الحب المطمور اکثرہ فی الارض کالبئر قال فی الدر وعلیہ فالصھریج والزیر الکبیر ینزح منہ کالبئر فاغتنم ھذا التحریر اھ قال الشامی الرکیۃ فی العرف
بئر یجتمع ماؤھا من المطر فھی بمعنی الصھریج قال وھذا مسلم فی الصھریج دون الزیر لخروجہ عن مسمی البئر وکون
اکثرہ مطمورا ای مدفونا فی الارض لایدخلہ فیہ لاعرفا ولا لغۃ وما فی الفوائد معارض باطلاق ما مر عن البدائع
والکافی وغیرھما وفرق ظاھر بینہ وبین الصھریج کما قدمناہ عن المقدسی اھ مختصرا **اقول** ھذا حسن
الحسن بمکان لکن لایظھر التفرقۃ بین الحوض والصھریج فان عدم وصول الید الی الماء لیس داخلا فی مسمی
البئر ولا الصھریج وانما البئر کما ذکر من البأر بمعنی الحفر ومنہ بمعنی الادخار ویختلف قرب مائھا وبعدہ باختلاف الارض و
الفصول ففی الاراضی الندیۃ وابان المطر یقرب جدا لاسیما بقرب الانھار الکبار حتی رأینا من الآبار ماینال
ماؤھا بالایدی و اذا سالت السیول ترعت واستوت بالارض وھی التی تسمی بالھندیۃ جوہڑ والحیاض کثیرا ما
تکون بعیدۃ الغور حتی اذا صیفت الی قدر النصف او ازید منہ قلیلا لاتصل الایدی الی مائھا واذا امتلأت وصلت

وكذلك الزبير الكبير وما الصهريج الاحوض يجتمع فيه الماء كما رأيته في نسختي القاموس وعليها شرح في تاج العروس ومثله في مختار الرازي وفي الصراح صهريج بالكسر حوضچه آب اھ وعلى ما ترجم عن القاموس هو الحوض الكبير يجتمع فيه الماء وهذا ايضا لا يزيد على الحوض لا بقيد الكبر والحوض حوض صغر او كبر ولا شك ان الصهريج وان بعد قعره يملؤه الوادي اذا سال فتراه يتدفق بماء سلسال وقد قال الرقيات ؎ صواري الهام والاحشاء خافقة، تناول الهيم ارشاف الصهاريج؛ فاذا كانت الابل ترتشف ارشافها بشفاهها فما بال الايدي الا تصل الى ميائهما و العلامة المقدسي انما يميل الى التفرقة بين الجب والصهريج بالحرج البين في تفريغ الصهاريج وغسلها ونشفها كالبئر بخلاف الزبير واليه يشير قوله لا سيما الذي يسع الوفا اذا علمت هذا فاعلم انا لو اقتصرنا في المسألة على ما زعم العلامتان قاسم والبحر وتبعه كثير ممن جاء بعدهما من الاعلام ان المستعمل ليس الا ما لاقى البدن لم نحتج الى الامر بنزح شيء اصلا ولو الملاقي اقل بكثير من الباقي فالطهورية لم تسلب حتى تجلب لكن خالف نصوص ائمة المذهب المنقول في الكتب المعتمدة اجماعهم عليه فوجب الرجوع الى المذهب واترى ح الخلاف بين انه كالبئر او كالزبير فعملنا بالايسر عند الحرج وبالاجزاء ونفريغ الاكثر حيث لا حرج كي يصير جاريا او المطلق اكثر اجزاء، وبالجماع يجزئ في الطهور لا جزاء فهذا التحقيق ما عولنا عليه، ولله الحمد ومنه واليه، هكذا ينبغي التحقيق، والله سبحنه وتعالى ولي التوفيق، وما ذكرنا من مسألة الرجاء فتحقيقه في ردالمحتار وقد ذكرناه في مواضع من فتاوينا اربابيكا كہنا کہ کوئی شخص متواتر داخل ہو تو پلید ہو جائیگا اسکا محض غلط ہونا تو ظاہر ہے کہ جس روایت پر مائے مستعمل نجس ہے پانی ایک ہی بار سے پلید ہو جائیگا اور صحیح و معتمد مذہب پر لاکھ بار سے بھی پلید نہ ہوگا ہاں علامہ زین قاسم و علامہ زین بن نجیم کی نظر اس میں مختلف ہوئی کہ بکثرت آدمیوں کے نہانے سے حوض صغیر کا سب پانی مستعمل ہو جائیگا یا نہیں اول نے ثانی اور ثانی نے اول کا استظہار کیا **اقول** عندی الاظہر ہو الثانی مگر اسکی بنا انکے اوس خیال پر ہے کہ پانی کا جو حصہ بدن سے ملا اوتنا ہی مستعمل ہوتا ہے تو ایک آدمی کے نہانے سے سارا پانی کیونکر مستعمل ہو سکتا ہے ہاں بہت سے نہائیں تو یہ شبہہ جاتا ہے کہ پانی کے جتنے حصے ان سب کے بدن سے ملے وہ باقی پانی کی برابر یا اوس سے زائد ہو جائیں تو سب مستعمل ہو جائیگا مگر وہ خیال صحیح نہیں مذہب معتمد صحیح یہی ہے کہ جو پانی آب کثیر کی حد کو نہ پہنچا ہو وہ ایک آدمی کا نہانا کیا ناخن کا ایک کنارہ بے ضرورت ڈوب جانے سے سب مستعمل ہو جاتا ہے وقد نقلوا عليه الاجماع في غير ما كتاب والله تعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم

مسئلہ ١٣١ مرسلہ ڈاکٹر محمد واعظ الحق صاحب سعد اللہ پوری ڈاکخانہ خسرو پور ضلع پٹنہ ٢ ربیع الآخر سنہ ١٣٢٢ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بارش کا پانی اگر کسی خندق میں جمع ہو جائے اور وہ خندق

دس گز سے لنبا چوڑا زیادہ ہو مگر بستی کے قریب ہو اور اوسمین بستی کا پانی جاتا ہو اوس مین غسل کرنا اور وضو بنانا جائز ہو یا نہین

الجواب

جس خندق کی مساحت دہ در دہ ہو یعنی طول و عرض کے ضرب دیے سے سو ہاتھ حاصل ہون مثلاً دس ہاتھ طول دس ہاتھ عرض یا بیس ہاتھ طول ۔ پانچ ہاتھ عرض یا پچاس ہاتھ طول ۔ دو ہاتھ عرض ان سب صورتون مین اوسکا گہراؤ اتنا مطلب ہے کہ پانی لینے سے زمین نہ کھل جائے تو اب اسمین دو صورتین ہین اگر پہلے اوس مین بارش کا پانی بھر گیا اوسکے بعد گھرونکا پانی ہر طرح کا پاک ناپاک خواہ صرف ناپاک ہی آکر ملا تو جبتک خاص نجاست کے سبب اوسکے رنگ یا بو یا مزے مین تغیر نہ آئے پانی پاک رہیگا اور اوس سے وضو و غسل جائز اور اگر پہلے بستی کا پانی اسمین آکر مستقر ہو گیا تو اولاً یہ نظر کرنا ہے کہ وہ پانی ناپاک بھی تھا یا نہین اگر ناپاک نہ تھا جب تو ظاہر ہے مثلاً پانی برسا اور مکانون کے ہر گوشے پانیون کو اپنے ساتھ بہا کر اس خندق مین لایا اور اوسکے رنگ مزے بو کسی مین نجاست کے باعث تغیر نہ آیا تو وہ ناپاک پانی بھی اوسکے ساتھ بہکر پاک ہو گئے کان للماء الجاری یطہر بعضہ بعضا یا پہلے سے ناپاک پانی خندق مین تھا اور اب کوئی پاک پانی ایسا بہتا آیا کہ بہاؤ ٹھہرنے سے پہلے وہ دہ در دہ ہو گیا یہ بھی صورت طہارت کی ہے کہ جبتک بہ رہا تھا قابل نجاست نہ تھا اور ٹھہرا تو اوسوقت کہ دہ در دہ ہو کر حکم جاری مین ہو چکا تھا لہذا کوئی وقت اوسنے وصف نجاست قبول کرنے کا نہ پایا اور اگر پانی ناپاک تھا خواہ یون کہ نجاست سے بہتے پانی کا کوئی وصف مذکور بدل جایا یا یہ کہ پہلے خالص ناپاک پانی خندق مین پہنچ لیا اوسکے بعد بارش وغیرہ کا پانی تھوڑا تھوڑا اوسمین آیا کیا کہ جتنا ملا ناپاک ہوتا گیا یا پہلے سے پاک پانی خندق مین دہ در دہ سے کم جگہ مین تھا اوس پر خالص ناپاک پانی وارد ہوا تو اوسمین پھر دو صورتین ہین اگر بارش تھوڑی سی ہوئی کہ وہ پانی اوس ناپاک پانی مین ملکر رہ گیا تو وہ بھی ناپاک ہو گیا اور اگر بارش زور سے ہوئی کہ بکثرت پانی بہتا آیا جسنے اس خندق کو بھر کر اوبال دیا کہ پانی کنارون سے چھلک گیا تو اب سب پاک ہو واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۳۲

کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ حوض دہ در دہ مین گز شرعی کی مقدار کیا ہے بینوا توجروا

الجواب

علماء رحمہم اللہ تعالی کو بارہ مساحت حوض کبیر کہ دہ در دہ قرار پایا ہے تعیین گز مین تین قول پر اختلاف ہو قول اول معتبر ذراع کرباس ہو اور اسیکو ذراع عامہ کہتے ہین یعنی کپڑے کا گز ۔ اسی قول کی طرف اکثر کا رجحان رہا اور اسیکو درر و ظہیریہ و خلاصہ و خزانۃ و مراقی الفلاح و عالمگیریہ وغیرہا مین اختیار کیا اور فتاوی کبری پھر قہستانی پھر رد مختار مین اوسے مختار اور نہایہ مین صحیح اور ہدایہ مین مفتی بہ اور ولوالجیہ مین الیق و اوسع کہا ۔ پھر خود ذراع کرباس کی تقدیر مین اختلاف واقع ہوا امام ولوالجی نے سات مشت قرار دیا ہر مشت چار اونگل مضموم تو اٹھائیس اونگل کا گز ہو ہمارے یہان کی نو گرہ سے زائد کہ گرہ میں تین ۹ اور

گرہ۔ اس قول پر نہایہ پھر جامع الرموز پھر منحہ اور باتباع ولوالجی فاضل ابرہیم حلبی نے شرح منیہ میں اقتصار کیا مگر جمہور علما کے نزدیک
ذراع کرباس چھ مشت کا ہے ہر مشت چار انگل مضموم اور اسی طرف رجحان رکھے علامہ محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام کا یہی اور
یہی عالمگیریہ میں تبیین اور بحر الرائق میں کتب کثیرہ سے منقول اسی قول راجح میں یہ گز چوبیس انگل کا ہوا کہ ایک ہاتھ ہے تو ہمارے یہاں کا آدھ گز ہوا
قول دوم اعتبار ذراع مساحت کا ہے امام علامہ فقیہ النفس اہل الافتاء والترجیح قاضی امام فخر الدین خان اوزجندی رحمہ اللہ تعالٰی نے
خانیہ میں اسی قول کی تصحیح اور قول اول کا رد کیا طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں اسی پر حکایت فتوٰی کی اور توقع ہوئی تو بیشک من حیث الدلیل اسے
قوت ہے۔ اس گز کی تقدیر میں اقوال مختلف وارد ہوئے مضمرات میں سات مشت۔ ہر مشت کے ساتھ ایک انگل قرار دیا کہ مجموع پینتیس ۳۵
انگل ہمارے گز سے ۱۱ گرہ ہوا علامہ کوانی نے سات مشت چھ مشت معمولی اور ساتویں میں انگوٹھا پھیلا ہوا کہ یہ بھی تخمینا گیارہ گرہ کے قریب ہوا
مگر یہ دونوں قول شاذ ہیں قول جمہور کہ عامہ کتب میں مصرح سات مشت ہے ہر مشت پر انگشت کشادہ یعنی ساڑھے تین فٹ کہ اس گز سے
کچھ اوپر ساڑھے اٹھارہ گرہ ہو یعنی ۱۸½ گرہ **قول سوم** ہر شہر و دیار و ہر عہد و زمانہ میں گز رائج کا اعتبار ہے محیط میں اسی کو اصح اور نہر میں کہا
اور کافی میں بھی یہی اختیار کیا مگر علمائے متاخرین اس قول کو رد کرتے اور من حیث الدلیل نہایت ضعیف بتاتے ہیں اور نظر فقہی میں معلوم بھی
ایسا ہی ہوتا ہے وھذہ نصوص العلماء فی الھدایۃ للامام برھان الدین المرغینانی قدس سرہ الربانی بعضھم قدرہ بالمساحۃ
عشرا فی عشر بذراع الکرباس توسعۃ للامر علی الناس وعلیہ الفتوی وفی فتح القدیر للامام المحقق علی الاطلاق قولہ بذراع
الکرباس ھو ست قبضات لیس فوق کل قبضۃ اصبع قائمۃ وھل المعتبر ذراع المساحۃ او ذراع الکرباس او فی کل زمان و
مکان حسب عاداتھم اقوال اھ وفی الخانیۃ للامام فخر الدین رحمہ اللہ تعالٰی یعتبر فیہ ذراع المساحۃ لا ذراع الکرباس ھو الصحیح
لان ذراع المساحۃ بالممسوحات الیق وفی شرح المنیۃ للعلامۃ ابن امیر الحاج ھل المعتبر ذراع الکرباس او ذراع المساحۃ
ذھب بعضھم الی الاول فی الھدایۃ وعلیہ الفتوی وفی شرح الزاھدی وھو المختار وذھب بعضھم الی الثانی قال قاضی خان
ھو الصحیح لان ذراع المساحۃ بالممسوحات الیق وفی فتاوی الولوالجی الحوض الکبیر لما کان مقدرا بعشرۃ اذرع فی عشرۃ
اذرع فالمعتبر ذراع الکرباس دون المساحۃ وھی سبع مشتات ای سبع قبضات لیس فوق کل مشت اصبع قائمۃ لان ذراع
المساحۃ سبع مشتات فوق کل مشت اصبع قائمۃ فالاول الیق للتوسع انتھی والمراد بالاصبع القائمۃ ارتفاع الابھام کما فی غایۃ البیان فظھر ان ذراع
الکرباس اقصر من ذراع المساحۃ فبسبب ذلک وقع الترفیہ للناس بالتقدیر بھا ونقلوا عن المحیط انہ یعتبر فی کل زمان ومکان
ذراعھم وعلیہ مشی فی الکافی اھ وفی الشرح الکبیر لابرھیم الحلبی المعتبر فی الذراع ذراع الکرباس وھو سبع قبضات فقط
وھو اختیار الامام اسحٰق بن ابی بکر الولوالجی فی فتاواہ لانہ اقصر فیکون ایسر واختار قاضی خان فی فتاواہ ذراع
المساحۃ وھو سبع قبضات باصبع قائمۃ فی القبضۃ الاخیرۃ وقیل فی کل قبضۃ قال قاضی خان لانہ یعنی الغدیر

ذراع مساحت کی مقدار

https://www.facebook.com/darahlesunnat

المقدر من الممسوح فكان ذراع المساحة فيه البتة وفي المحيط والكافي الاصح ان يعتبر في كل زمان ومكان ذراعهم وتبعه
صاحب الكافي كصاحب النهر الفائق وغيره وهذا عجيب وبعيد جدا الى آخر ما قال وفي البحر الرائق للعلامة زين بن نجيم
المصري اختلف المشايخ في الذراع على ثلثة اقوال ففي التجنيس المختار ذراع الكرباس واختلف فيه ففي كثير من الكتب
انه ست قبضات ليس فوق كل قبضة اصبع قائمة فهي اربع وعشرون اصبعا بعدد حروف لا اله الا الله محمد رسول الله
والمراد بالاصبع القائمة ارتفاع الابهام كما في غاية البيان وفي فتاوى الولوالجي ان ذراع الكرباس سبع قبضات ليس فوق كل
قبضة اصبع قائمة وفي فتاوى قاضي خان وغيره الاصح ذراع المساحة وهو سبع قبضات فوق كل قبضة اصبع قائمة
وفي المحيط والكافي الاصح انه يعتبر في كل زمان ومكان ذراعهم من غير تعرض للمساحة والكرباس وفي الفتاوى الهندية
المعتبر ذراع الكرباس كذا في الظهيرية وعليه الفتوى كذا في الهداية وهي ذراع العامة ست قبضات اربع وعشرون
اصبعا كذا في التبيين وفي جامع الرموز للفاضل القهستاني اختلف في الذراع ففي المحيط الاصح ذراع كل مكان وزمان
وفي فتاوى قاضي خان الصحيح ذراع المساحة وهي سبع قبضات واصبع قائمة في كل مرة كما في الولوالجي او في المرة السابعة
كما في الكرماني او اصبع موضوعة في كل مرة كما في سير المضمرات وفي النهاية الصحيح ذراع الكرباس وهي سبع قبضات كل
قبضة اربع اصابع وهو المختار كما في الكبرى وفي الدر المختار للفاضل علاء الدين الحصكفي في القهستاني والمختار ذراع
الكرباس وهو سبع قبضات فقط وفي حاشيته للعلامة السيد احمد الطحطاوي واما ذراع المساحة فسبع قبضات
فوق كل قبضة اصبع قائمة وفي رد المحتار للفاضل السيد محمد امين الشامي قوله والمختار ذراع الكرباس وفي
الهداية ان عليه الفتوى واختاره في الدرر والظهيرية والخلاصة والخزانة وفي المحيط والكافي انه يعتبر في
كل زمان ومكان ذراعهم قال في النهر وهو الانسب قلت لكن رده في شرح المنية بان المقصود من هذا التقدير
غلبة الظن بعدم خلوص النجاسة وذلك لا يختلف باختلاف الازمنة والامكنة قوله وهو سبع قبضات
هذا في الولوالجية وفي البحر ان في كثير من الكتب انه ست قبضات الخ اه والمراد بالقبضة اربع
اصابع مضمومة نوح اقول وهو قريب من ذراع اليد لانه ست قبضات وشيء وذلك شبران انتهى ملخصا
وفي مراقي الفلاح للفاضل الشرنبلالي عشر في عشر بذراع العامة انتهى مختصرا وفي حاشيته للفاضل
الطحطاوي نقل صاحب الدر ان المفتى به ذراع المساحة وانه اكبر من ذراعنا اليوم فالعشر في العشر بذراعنا
اليوم ثمان في ثمان اقول فيه سهو بوجوه وذلك ان عبارة الدر تمامها هكذا في القهستاني والمختار ذراع
الكرباس وهو سبع قبضات فقط فيكون ثمانيا في ثمان بذراع زماننا ثمان قبضات وثلاث اصابع

https://www.facebook.com/darahlesunnat

على القول المفتى به بالعشر اھ فاقول صريح نص اختيار ذراع الكرباس دون المساحة وثانيا ۹۵۸

ليس فيه ذكر الافتاء على شیئ من تقادير الذراع انما فيه ان المفتى به ما عليه المتأخرون من نقض الكثير

بعشر فی عشر وقد قال السيد نفسه فی حواشی الدر قوله على المفتى به ای الذی افتى به المتأخرون وقد علمت

اصل المذهب اھ وثالثا ۹۵۹ من بين سهوه قوله رحمه الله تعالى انه اكبر من ذراعنا وكيف تكون سبع قبضات

اكبر من ثمان واذا كان فی عشر بذلك ثمانيا فی ثمان بهذا فكل احد يعرف ان هذا اكبر لا ذاك

ولا وجود له فی الدر ولا فی اصله القهستانی فلو قال رحمه الله تعالى نقل الدر ان المختار

ذراع الكرباس وانه اصغر الخ ثم اب شر حسنا الدر تبعا لاصله ان عشرا فی عشر كثمان فی ثمان بينه السيد ط

بان العشرة فی سبعة بسبعين والثمانية فی مثلها باربعة وستين قبضة والثمانية فی ثلثة اصابع ۹۶۰

باربع وعشرين اصبعا وهی ست قبضات فتمت سبعين قبضة اھ اقول ۹۶۱ وهو حسن صحيح لاغبار

عليه اخذ فيه عشرا فی عشر بذراع هو سبع قبضات وثمانيا فی ثمان بذراع هو ثمان قبضات وثلث اصابع

وبين مساواة ضلع لضلع فانه على كل سبعون قبضة كما بين او مائتان وثمانون اصبعا لان الاول ثمان

وعشرون اصبعا والثانی خمس وثلثون واذا ضربت الاول فی عشرة والثانی فی ثمانية اتحد

الحاصل وهو ۲۸۰ ومساواة الضلع للضلع يوجب بالضرورة مساواة المربع للمربع لكن السيد ش رحمه الله تعالى

رد على الدر بقوله كانه نقل ذلك عن القهستانی ولم يمتحنه وصوابه فيكون عشرا فی ثمان وبيان ذلك ان

القبضة اربع اصابع واذا كان ذراع زمانهم ثمان قبضات وثلاث اصابع يكون خمسا وثلاثين اصبعا

واذا ضربت العشر فی ثمان بذلك الذراع تبلغ ثمانين فاضربها فی خمس وثلاثين تبلغ الفين وثمان مائة اصبع

وهی مقدار عشر فی عشر بذراع الكرباس المقدر بسبع قبضات لان الذراع حينئذ ثمانية وعشرون اصبعا

والعشر فی عشر بمائة فاذا ضربت ثمانية وعشرين فی مائة تبلغ ذلك المقدار واما على ما قاله الشارح

فلا تبلغ ذلك لانك اذا ضربت ثمانيا فی ثمان تبلغ اربعا وستين فاذا ضربتها فی خمس وثلاثين تبلغ الفين

ومائتين واربعين اصبعا وذلك ثمانون ذراعا بذراع الكرباس والمطلوب مائة فالصواب ما قلناه فافهم اھ

اشار بقوله فافهم الى الرد على ط كذا بالمذكور فی صدر كتابه اقول ۹۶۲ وهو كلا زلة نظر منه رحمه الله تعالى

اصاب فی حرفين الاول ان ذراع زمانهم خمس وثلثون اصبعا والآخر ان ذراع الكرباس المقدر بسبع قبضات ثمان و

عشرون وما سوى ذلك فكله سهو صريح فاولا ما كان عشرا فی ثمان بذراعهم لا يكون الفين وثمانمائة بل ثمانية الاف و

ف۱ معروضة علی العلامة ش
ف۲ معروضة علیه
ف۳ معروضة علیه
ف۴ معروضة علیه
ف۵ معروضة علیه
ف۶ معروضة علیه
ف۷ معروضة علیه

۱ كذا فی ط والاصوب ثلثا بالتشديد ۱۲ منه
۲ كذا فی ...

تسعین الف اصبع بتقدیم التاء لان ٣٥ فی ١٠ ثلثمائۃ وخمسون وفی ٨ مائتان و ثمانون و ٣٥٠ × ٢٨٠ = ٩٨٠٠٠ و ثانیا لما کان عشر فی عشر بذراع الکرباس المذکور لا یکون ایضا ٢٨٠٠ بل ثمانیۃ وسبعین الف اصبع بتقدیم السین واربعمائۃ لان ٢٨ فی ١٠ مائتان و ثمانون و مربعها ٧٨٤٠٠ بنقص تسعۃ عشر الف اصبع وستمائۃ فکیف یستویان و ثالثا ثمان فی ثمان بذراعهم لا یکون الفین و مائتین واربعین بل مربع مائتین و ثمانین لان کل ذراع ٣٥ والطول ٨ × ٣٥ = ٢٨٠ و کذلک العرض فللسطح ٧٨٤٠٠ مثل عشر فی عشر بذراع الکرباس سواء بسواء کما قال الشارح والقہستانی و ط ورابعا مساحۃ ثمانین ذراعا بذراع الکرباس لا تکون ٢٢٤٠٠ بل اثنین وستین الفا وسبعمائۃ وعشرین اصبعا لان حینئذ مبنا ذراع ماکان ذراعا فی ذراع وذلک مربع ٢٨ سبعمائۃ واربع وثمانون اصبعا و ٧٨٤ × ٨٠ = ٦٢٧٢٠ و منشؤ الخطأ فی کل ذلک انہ رحمہ اللہ تعالی لم یفرق بین الخط والسطح فحسب ان الطول یضرب فی العرض بلا ضرب فی امکان الذراع وھی خمس وثلثون اوثمان وعشرون اصبعا فما حصل یکون مساحۃ الماء ولیس کذلک وانما ھی مقدار الاصابع فی خط قدر ذراع اما السطح قدر ذراع فاصابعہ مربع ذلک وھی الف ومائتان وخمس وعشرون اصبعا علی الاول وسبعمائۃ واربع وثمانون علی الثانی فذلک یضرب فی ٦٤ یکن ثمانیا فی ثمان بالاول وھذا یضرب فی ١٠٠ یکن عشرا فی عشر بالثانی و ظاہر ان ١٢٢٥ × ٦٤ و ٧٨٤ × ١٠٠ کلاهما ٧٨٤٠٠ وھو المطلوب ولو اردت عشرا فی ثمان بالاول فاضرب ١٢٢٥ فی ٨٠ یکن ٩٨٠٠٠ وان اردت مساحۃ ثمانین ذراعا بالثانی فاضرب ٧٨٤ فی ٨٠ یکن ٦٢٧٢٠ فاتضح ما قلنا مع کونہ غنیا عن الایضاح وان شئت المزید فلاحظہ فی ما ھو ذراع فی ذراع فان واحدا فی واحد واحد فاضربہ علی طریقۃ السید فی اصابع الذراع تبق کما ھی وھی بعینها اصابع طرف فطرف الشئ ساوی الشئ فی المقدار وھو محال بالبداھۃ بل ھهنا المقدار ما مسلک طرف فمجموع خطوط الاطراف الاربعۃ اربعۃ امثال السطح کلہ فطرف الشئ اضعاف الشئ وای محال ابعد منہ بالجملہ یہاں تین قول ہیں اور ہر طرف ترجیح وتصحیح **اقول** مگر قول ثالث درایۃً ضعیف اور اوس کا لفظ ترجیح بھی اُس قوت کا نہیں اور قول دوم اگرچہ اقیس ہے اور اوس کی تصحیح امام قاضی خان نے فرمائی جن کی نسبت علما تصریح فرماتے ہیں کہ اونکی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے کہ وہ فقیہ النفس ہیں کما ذکر العلامۃ الشامی فی ردالمحتار وغیرہ فی غیرہ مگر قول اول کی طرف جمہور ائمہ ہیں اور عمل اوسی پر ہوتا ہے جس طرف جمہور ہوں کما فی ردالمحتار والعقود الدریۃ وغیرهما اور اوس کا لفظ تصحیح سب سے اقوی کہ علیہ الفتوی بخلاف قول دوم کہ اوس میں لفظ صحیح ہے اور سید طحطاوی کی اوس پر حکایت

ق ١ معروضہ علیہ
ق ٢ معروضہ علیہ
ق ٣ معروضہ علیہ
ق ٤ معروضہ علیہ
ق ٥ معروضہ علیہ
ق ٦ معروضہ علیہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ہے معلوم ہوتا ہے کہ سہو صریح ہے ... احتیاط یہ ہے کہ مساحت آب کثیر میں گز مساحت کا اعتبار ہے کہ ساڑھے تین فٹ اور ساڑھے گز سے ... ہے اٹھارہ گرہ کا ہے جس کا دس گز ہمارے گز سے ۱۱ گز ۱ گرہ ہوا تو اس کی پیمائش کا ... ہمارے گز سے ایکسو چھتیس گز ایک گرہ اور ۳/۴ گرہ ہوا ... وہی چوبیس اونگل کا گز خود معتمد و ماخوذ ہے کا ... ہمارے گز سے پچیس ہی گز ہوا اور اوس کے اعتبار میں اصلا دغدغہ نہیں کہ وہی مفتی بہ ہے اور وہی قول اکثر اور اوسی میں تیسیر و آسانی بیشتر اور مقدار دہ دردہ کا اعتبار بھی خود تقریب و تیسیر ہی کی بنا پر ہے کما لا یخفی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۳ ازپیلی بھیت مدرسۃ الحدیث مرسلہ جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی دام فضلہم ۲ جمادی الاولی ... ھ

ایک حوض دہ دردہ ہے اوس میں طاق ڈالکر پانچ تھم قائم کیے ہیں اب کل تھمون کے عرض کو جو حساب کرتے ہیں تو ۳/۴ گز ہوتے ہیں اس سے حوض کبیر ہونے میں خلل ہے کہ نہیں بینوا توجروا

الجواب

علمائے کرام نے خفیف و باریک اشیا جیسے نرکل یا کھیتی کے پیڑون کا حائل ہونا معاف لکھا ہے مگر ستون کہ ۳/۴ گز سطح گھیرین جتنے وہ پانی کہ ساتھ تھا بہت گھٹ گیا ضرور دہ دردہ نرکھینگے جیسے برف کہ پانی پر جا بجا جم کر قطعے قطعے ہو جائے اور کثیر ہو کہ پانی کے جنبش دینے سے جنبش نکرے وہ حوض آب قلیل ہو جائیگا عالمگیریہ میں ہے لو توضأ فی اجمۃ القصب او من ارض فیہا زرع متصل بعضہا ببعض ان کان عشرا فی عشر یجوز واتصال القصب بالقصب لا یمنع اتصال الماء بالماء کذا فی الخلاصۃ وفیہا لو کان الجمد علی وجہ الماء قطعا قطعا ان کان کثیرا ولا یتحرک بتحریک الماء لا یجوز الوضوء بہ کذا فی المحیط اھ وفی جامع الرموز عن المجتبی لو کان فیہ قطع خشب او جمد لا یتحرک بتحریک الماء جاز فیہ الوضوء ان لم یکن بینہا اقل من الثلث اھ

مسئلہ ۳۴ از شہر مدرسہ اہلسنت مسئولہ مولوی محمد طاہر صاحب رضوی متعلم مدرسہ اہلسنت ۹ رجب المرجب ۱۳۳۳ھ

سوال اول حوض دہ دردہ میں اگر کوئی شخص تھوک یا رینٹھ ڈالے یا پاؤن اوسکے اندر ڈالکر دھوئے یا وضو اس طرح کرے کہ تمام غسالہ اوسمین گرتا جائے تو آیا ان سب صورتون میں حوض پاک رہیگا یا نہیں بر تقدیر ثانی اگر کوئی نجس سمجھے تو اوسکا کیا حکم ہے

الجواب

ان سب صورتون میں وہ حوض پاک ہے اور اوسے نجس سمجھنا جہالت اور اگر کوئی شخص مسئلہ بتانے کے بعد بھی اصرار کرے تو سخت گنہگار ہو مگر حوض میں تھوکنے یا ناک صاف کرنے سے احتراز لازم ہے کہ یہ افعال باعث نفرت ہیں اور بلا وجہ شرعی نفرت دلانا جائز نہیں قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشروا ولا تنفروا واللہ تعالیٰ اعلم

سوال ۲ ایک تالاب دہ در دہ میں تمام محلہ کے چوبچون پاخانون نالیون وغیرہ کا نجس پانی آکر جمع ہوتا ہو بلکہ بھنگی اوس مین میلے کی ڈھلیان بھی ایام برسات مین ڈالا کرتے ہین اور بعض اوقات لوگ اوسکے کنارہ پاخانہ پیشاب بھی پھرتے ہین کہ اوسمین بہکر جاتا ہو تو آیا ایسے تالاب مین کپڑے نجس دھونے سے پاک ہونگے یا نہین اور اوس تالاب کو حکم پاکی کا دیا جائیگا یا نہین بینوا توجروا

الجواب

اگر ان نجاستون کے گرنے سے پہلے اوسمین دہ در دہ پانی تھا اوسکے بعد گرین اور اونکے گرنے سے اوسکا رنگ یا مزہ یا بو متغیر نہوا اور کپڑا دھونے مین عین نجاست کپڑے پر نہ لگ آئی تو کپڑا پاک ہوگیا ورنہ نہین واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۶ از شہر محلہ بہاری پور مسئولہ نواب مولوی سلطان احمد خان صاحب ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۳۰ ہجری

کیا فرماتے ہین علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ مریض کو دوائے ایسے پانی سے وضو یا استنجا کرنا جسمین کوئی دوسری شے جوش دیگئی ہو جس سے پانی کا نام پانی نہ رہے جائز ہے یا نہین یعنی اس سے طہارت حاصل ہوگی بوجہ اس ضرورت کے یا ضرورت پر لحاظ نہ ہوگا بینوا توجروا

الجواب

استنجا تو یقینا جائز ہے کہ اوس مین مائے مطلق بلکہ پانی ہی شرط نہین ہر طاہر قالع مزیل سے ہوجاتا ہو مگر وضو جائز نہ ہوگا لکمال الامتزاج بالطبخ کالمرق ولزوال اسم الماء کالنبیذ وضو مین لحاظ ضرورت کی کیا حاجت اگر مائے مطلق وضو کو مضر ہو تیمم کرے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۷ از موضع سرنیان مسئولہ امیر علی صاحب قادری ۱ جمادی الاولی ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہین علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ زید دریافت کرتا ہی کہ میرے موضع مین چند تالاب ہین اون تالابون کے پانی سے غسل اور وضو پینا کپڑے دھونا کیسا ہی کیونکہ اکثر مویشی ہنود ومسلمان ہر ایک نہاتے ہین استنجا بڑا ہر ایک قوم وہان پاک کرتی ہی اور کبھی چار بھنگی بھی نہاتے ہین اور اتفاقیہ سور پانی پی جائے یا نہائے کبھی یہ تالاب مقید رہتے ہین اور کبھی اونکے اندر ہو کر ندی سے نہر جاری ہوجاتی ہے اوس کی تشریح یون ہے

نمبر تالاب	لمبائی	چوڑائی	گہرائی	نمبر تالاب	لمبائی	چوڑائی	گہرائی
۱	۱۰ گز	۱۰ گز	۱ گز	۳	۳۰۰ گز	۳۰۰ گز	۲ گز
۲	۲۰ گز	۲۰ گز	۲۰ گز	۴	۳۰۰۰ گز	۱۰۰۰ گز	۴ گز

کسی وقت مین اس سے زیادہ بھی پانی ہوجاتا ہی اور کبھی کچھ کم اور اگر ندی سے پانی آجائے اور راستہ مین نہر مین کچھ غلیظ ہو تو کیا حکم ہے اور بستی کے قریب چند اور تالاب ہین اونکا پانی رنگ بدلے ہوئے ہوتا ہی اکثر ہنود تک اوس پانی سے نفرت کرتے ہین

https://www.facebook.com/darahlesunnat

برسات مین بھی فناطور نہین ہوتا ہی لمبائی چوڑائی گہرائی بھی بہت مگر پانی صاف نہین ہی دیگر شہر سے نالہ کا پانی ندی مین آگرتا ہی اور ندی کا پانی کچھ تھوڑا مخلوط ہوتا ہی دیکھنے مین اکثر پیشاب کی صورت معلوم ہوتا ہی ایسے پانی سے اکثر لوگ نہاتے اور دھوبی کپڑے دھوتے ہین اکثر وضو کرتے ہین تو اس پانی کے لیے کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب

ان سب باتون کا جواب یہ ہی کہ جس پانی کی سطح بالا کی مساحت سو ہاتھ ہو مثلاً دس ہاتھ لنبا چوڑا یا بیس ہاتھ لنبا پانچ ہاتھ چوڑا یا پچیس ہاتھ لنبا چار ہاتھ چوڑا وعلی ہذا القیاس اور گہرا اتنا کہ لپ سے پانی لے تو زمین نہ کھل جائے وہ پانی نجاست کے پڑنے یا نجاست پر گزرنے سے ناپاک نہین ہوتا جب تک نجاست کے سبب اوسکا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدل جائے اگر نجاست کے سوا اور کسی وجہ سے اوسکے رنگ یا بو یا مزہ یا سب مین فرق ہو تو حرج نہین اور اعتبار پانی کی مساحت کا ہی نہ تالاب کی تالاب کتنا ہی بڑا ہو اگر گرمیون مین خشک ہوکر اوسمین سو ہاتھ سے کم پانی رہیگا اور اب اوس سے کوئی استنجا کرے یا کتا وغیرہ جانور پیے تو ناپاک ہو جائیگا یونہین برسات کا بہتا ہوا پانی آیا اور اوسمین نجاست ملی تھی تو جبتک بہ رہا ہے اور نجاست سے اوسکا رنگ بو مزہ نہین بدلا پاک ہی اب جو وہ کسی تالاب مین گر کر ٹھہرا اور ٹھہرنے کے بعد سو ہاتھ سے مساحت کم رہی اور نجاست کا کوئی جز اوسمین موجود ہی تو اب سب ناپاک ہو گیا اور اگر سو ہاتھ سے زیادہ کی مساحت مین ٹھہرا تو پاک ہی ناپاک نالے کا پانی ندی مین آکر گرا اور اوس سے ندی کے پانی کا رنگ یا مزہ یا بو بدل گئی ناپاک ہو گیا ورنہ پاک ہی واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۳۸ مسئولہ حافظ محمد قاسم صاحب از عدن کیمپ محلہ مسکین باڑہ ۷ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہین علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ ایک حوض ہی جو بعض لوگون کے چھ قبضہ یعنی چوبیس [۲۴] اونگلیون سے دہ دردہ سے چھیالیس [۴۶] اونگل زیادہ ہی اور یہ چوبیس [۲۴] انگلیان سترہ [۱۷] انچ کی برابر ہین اور جن لوگون کی چوبیس [۲۴] اونگلیان ساڑھے سترہ انچ ہین اوس سے دہ دردہ سے چوبیس [۲۴] اونگلیان زیادہ ہین اور جن لوگون کی چوبیس [۲۴] اونگلیان اٹھارہ [۱۸] انچ کی برابر ہین اوس سے دہ دردہ سے بارہ اونگل کم ہی اور اوسکے بیچ مین ایک ستون ہی جس کا طول و عرض ایک ایک فٹ ہی کیا ایسے حوض مین سے وضو کرنا جائز ہے یا نہین اور نجاست پڑنے سے اسکا پانی نجس ہوگا یا نہین تمام کتابون کے حوالہ سے جواب دیا جائے اور علما کی مہر و دستخط بھی ہونا چاہیین اسکے بارہ مین یہان سخت فساد ہی اکثر لوگ اس سے وضو کرنا جائز نہین سمجھتے جو لوگ اس سے انکار کرتے ہین انکا شرعاً کیا حکم ہی اس مسئلہ کا جواب باعتبار مذہب حنفی ہونا چاہیے حوض کی شکل یہ ہی

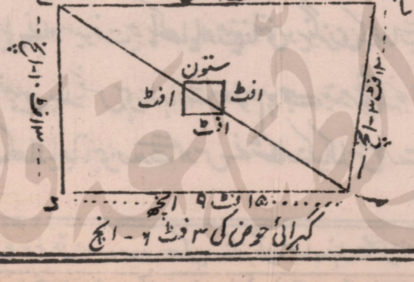

الجواب

[illegible] الاضلاع اب ج جس میں قطر ا ج وصل کیا تو مثلث ا د ج میں ج سب بیان سائل ضلع اد ۱۸۹۔ انچ ہے اور ضلع [illegible] مسطح ہے ۱۳ [illegible] مثلث اب ج میں ضلع اب ۹۵ [illegible] اور ضلع ب ج ۱۹۸ مسطح ۳۱۴۸۲ مجموع [illegible] جن کا نصف ۳۱۴۲۸ یہ اس حوض کی مساحت تقریبی ہوئی اور دہ در دہ کے لیے ۳۲۴۰۰ انچ درکار ہیں تو [illegible] انچ کم ہوا لہذا پانی قلیل ہے ایک قطرہ نجاست سے سب ناپاک ہو جائیگا نہ اس میں وضو کرنا اگر ہاتھ یا پاؤں کوئی عضو اس میں ڈالا جائے تو وضو جائز ہے اگرچہ غسالہ اوس میں گرے جبتک ماء مستعمل اوسکے پانی پر غالب نہ ہو جائے [illegible] مگر بے دُھلا کوئی عضو اگرچہ ایک پورا یا ناخن بلا ضرورت اوس سے مس کریگا تو سارا پانی قابل وضو نہ رہے گا [illegible] الفرق بین الملاقی والملقی کما حققناہ فی رسالتنا النمیقۃ الانقی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳ مرسلہ شیخ ابرہیم صاحب مدرس مدرسہ فیض عام گردھر پور ضلع پنچ محل ملک احمد آباد گجرات ۲۴ جمادی الاولی ۱۳۳۲ھ

[illegible] پانی دو تین گز بہنے سے یا ہوا لگنے سے پاک ہو جاتا ہے یہ کہیں مصرح ہے بینوا توجروا

الجواب

نجس پانی نہ ہوا لگنے سے پاک ہو سکتا ہے نہ خود بہنے سے ہاں پاک پانی اگر بہتا ہوا آئے اور [illegible] بہا لے جائے تو پاک ہو جائیگا فان الماء الجاری [illegible] بعضا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴ از موضع موہن پور تھانہ ڈاکخانہ دیورنیا [illegible] بروز شنبہ بتاریخ ۱ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پانی کو کس کس طرح سے ہو جاتا ہے بینوا توجروا

الجواب

عوام میں مشہور ہے کہ میت کا وضو کا ناخن ڈوبنے سے پانی مکروہ ہو جاتا ہے [illegible] یوں کہ وضو کے اعضائے وضو میں جو کوئی بے دُھلا حصہ مس کریگا سوا آب قلیل سے بے ضرورت مس کریگا وہ پانی قابل وضو نہ رہیگا اور اوسکا پینا مکروہ۔ یونہی جو جانور [illegible] ہوئی مرغی اور حشرات الارض جیسے سانپ گرگٹ چھپکلی چوہے [illegible] کچھوا [illegible] شکاری پرندوں جیسے [illegible] بہری شیر چیل [illegible] اور انکے امثال جانوروں کا جھوٹا بھی مکروہ ہے [illegible] نہیں کرتے جبکہ بالفعل نجاست معلوم [illegible] جیسے بلی نے [illegible] اسیوقت چوہا کھایا اور بہت وقت نہ گزری کہ لعاب سے [illegible] صاف ہو جائے کہ اس صورت میں اوسکا جھوٹا مکروہ نہیں بلکہ نجس ہے یا طہارت معلوم ہو جیسے بند مرغی کہ نجاست کے پاس جا نہیں سکتی یا شکاری پرند جسے پاک گوشت کھلایا جاتا ہے اور [illegible] سے اوس نے شکار نہ کیا اس صورت میں اوسکا جھوٹا مکروہ نہیں پاک ہے نیز اجنبی عورت کا

[illegible] مکروہ حساب نہایت تحقیق و ناصواب [illegible] کیا ہے

پیا ہوا پانی بیگانہ مرد کو اور اجنبی مرد کا عورت کو بھی مکروہ ہے جبکہ مظنّۂ لذت نفسانی ہو۔ نور الایضاح و مراقی الفلاح میں ہے سؤر الماء (طاہر مطہر مکروہ) استعمالہ تنزیہا علی الاصح وھو ما شرب منہ الھرۃ الاھلیۃ اذ الوحشیۃ سؤرھا نجس (ونحوھا) ای الاھلیۃ الدجاجۃ المخلاۃ وسباع الطیر والحیۃ والفأرۃ لانھا لا تتحامی عن النجاسۃ حاشیۂ طحطاویہ میں ہے قولہ نجس ای اتفاقا لما ورد السنور سبع فکان المراد بہ البری اھ اقول ھذا عجیب لکان الکلام فی الاھلی کما فی الحدیث وقد بیّناہ مع الکلام علیہ فی سلب الثلب نعم نجاستہ مصرح بھا فی جامع الرموز معزیا للکشف ونص فی الدر المختار انہ نجس مغلظ فالکلام فی التعلیل۔ یہ تین قسم کے پانی مکروہ ہوئے مستعمل یہ ہمیشہ مکروہ ہی اور اجنبی کا جھوٹا صرف بحال لذت اور اُن جانوروں کا جھوٹا جبکہ صاف پانی موجود ہو ورنہ نہیں درمختار میں ہے سؤر ھرۃ ودجاجۃ مخلاۃ وسباع طیر لم یعلم ربھا طھارۃ منقارھا وسواکن بیوت طاھر مکروہ تنزیھا فی الاصح ان وجد غیرہ والا لم یکرہ اصلا جو جانور دموی نہیں یعنی خون سائل نہیں رکھتے خواہ حشرات الارض سے ہوں یا نہیں جیسے بچھو، مکھی، زنبور اور تمام دریائی جانوروں کا جھوٹا مکروہ بھی نہیں درمختار میں ہے سؤر مالا دم لہ طاھر طھور بلا کراھۃ ردالمحتار میں ہے سواء کان یعیش فی الماء او فی غیرہ ط عن البحر اور اُسی میں زیر قول شارح وسواکن بیوت فرمایا ای مما لہ دم سائل کالفأرۃ والحیۃ والوزغۃ بخلاف مالا دم لہ کالخنفس والصرصر والعقرب فانہ لا یکرہ کما ھو تمامہ فی الامداد اھ اقول فلا یتجہ ما زعم فی جامع الرموز من کراھۃ سؤر العقرب بالاتفاق ولا وجہ لاحد واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۱

از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خاں صاحب ۲۰ شوال ۱۳۱۴ھ

نامحرم عورت جوان یا بڑھیا اپنے مرشد کا جھوٹا پانی یا شوربا پی لے تو درست ہے یا نہیں مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی باسند لکھیں

الجواب

تلذذ شہوانی کی نیت سے حرام اور خالص تبرک کی غرض سے جائز واللہ یعلم المفسد من المصلح صحیح حدیث میں ہے جب حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہجرت فرما کر سیّدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے یہاں مقیم ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اُلش جب تشریف لے جاتا وہ اور ان کی گھر والی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی انگشتانِ مبارک کے نشان کی جگہ سے کھاتے۔ درمختار کتاب الحظر میں ہے یکرہ للمرأۃ سؤر الرجل وسؤرھا لہ اوسیل آخر فصل فی البیع ہے یکرہ سؤرھا للرجل کعکسہ للاستلذاذ ردالمحتار میں ہے یفھم منہ انہ حیث لا استلذاذ لا کراھۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۲

از مقام چتور گڑھ علاقہ اودے پور میواڑ مرسلہ مولوی عبدالکریم صاحب ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ

پانی کی نالی ناپاک چونے سے طیار کی گئی اور خشک ہونے سے قبل اُس میں پانی جاری کیا گیا اور وہ پانی حوض میں

اوسی جگہ سے جمع ہونا شروع ہوا جہاں ناپاک چونہ سے بند کیگئی تھی تو کیا یہ پانی پاک ہے یا ناپاک اور فقہا نے لکھا ہے کہ جس تالاب میں نجاست گندہ پڑی ہو اور پانی وہیں سے جمع ہوتا ہو تو وہ پانی ناپاک ہے تو اس روایت پر تمام پانی ناپاک ہوگا۔

الجواب

پانی اگر اوپر سے اوس نالی پر بہتا ہوا آیا اور بہتا ہوا گزر گیا تو صحیح مذہب یہ ہے کہ ناپاک نہ ہوگا جبتک اوسکا کوئی وصف وہیں اسکے سبب تغیر نہ ہو دوسری روایت ضرور یہ ہے کہ کل یا اکثر یا نصف پانی کا بہاؤ اگر نجاست پر ہو تو بہنا نفع نہ دیگا کل پانی ناپاک سمجھا جائیگا وصحح ایضا وان کان الاول علیہ المعول وانہ الاقوی وعلیہ الفتوی اقول ۹۶۸ یہ نجاست مرئیہ میں ہے جیسے مردار یا غلیظ غیر مرئیہ میں بالاتفاق اوسی کے ظہور اثر کا اعتبار ہے کما نصوا علیہ قاطبۃ وقال فی البحر فی توجیہ القول الآخر للتیقن بوجود النجاسۃ فیہ بخلاف غیر المرئیۃ لانہ اذا لم یظہر اثرہا علم ان الماء ذھب بعینھا اور چونہ نجاست نہیں متنجس ہے اور اعتبار نجس کا ہے نہ متنجس کا ولہذا اگر ناپاک گلاب یا زعفران آب جاری میں گرے اور اوسمیں گلاب کی بو یا زعفران کی رنگت آجائے اسے ظہور اثر نہ کہینگے بلکہ اوس نجاست کا کوئی وصف پانی میں آئے جس نے گلاب وزعفران کو ناپاک کیا تو پانی ناپاک ہوگا ردالمحتار میں ہے فی شرح ھدیۃ ابن العماد للسید عبد الغنی الظاہر ان المراد اوصاف النجاسۃ لا المتنجس کماء الورد والخل مثلا فلو صب فی ماء جار یعتبر اثر النجاسۃ التی فیہ لا اثرہ نفسہ لطہارۃ المائع بالغسل ولم ار من نبہ علیہ وھو مہم فاحفظہ اھ اقول ۹۶۹ وھو واضح البرھان فان المقصود غلبۃ النجاسۃ علی الماء حتی انہ یستر وصفا لھا وذلک فی ظہور وصف نفسھا دون المتنجس بھا الاتری ان لو کانت قلیلۃ لا تغلب الماء وکان مکانہ ماء الورد ما قدر احمد ان یظہر اثرھا فکذا فی ماء الورد اذ لا تختلف قلتہ وکثرتہ باختلاف المتنجس تو جبکہ وہ نجاست جس سے چونہ ناپاک ہوا مرئی نہیں تو یہ صورت نجاست غیر مرئیہ کی ہے اس سے وہ روایت متعلق نہیں بلکہ یہاں بالاتفاق حکم طہارت ہے واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۳۴۳ ازکوٹہ سپورہ عقب ہوچی کٹو مکان چا نمضان قعدار رسالہ شیخ ممتاز علی ہیکل بنگلوری سرور محکمہ جنگلات کوٹہ ۹ جمادی الاولی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین سوالات ذیل کے جواب میں خداوند کریم آپکو اجر عظیم اور سائل کو صراط مستقیم عطا فرمائے۔ عمرو زید دو شخص ہیں عمرو سے کسی نے دریافت کیا کہ یہ چاہ جو سامنے موجود ہے اسکا پانی قابل وضو اور نیز دیگر استعمال کے ہے یا نہیں عمرو نے جواب دیا کہ بنا بر رفع شک چاہ کو ناپ لیا جائے چنانچہ وہ کنواں ناپا گیا تو لمبائی ۱۱ ½ ہاتھ اور چوڑائی ۹ ½ ہاتھ گہرائی ۳ ہاتھ ہوئی جو برابر ہے ۵، ۳۲۷ ہاتھ کے مگر زید اسکو ۱۰۰ ہاتھ بتلا کر اسکے پانی سے وضو ناجائز بتلاتا ہے اور پانی مذکور قابل استعمال نہیں بتلاتا لیکن عمرو نے اسی چاہ سے وضو کیا اور زید نے عمرو کے پیچھے نماز پڑھی لہذا التماس ہے کہ اس پانی کا استعمال موافق شرع شریف جائز ہے یا نہیں اور زید کی نماز اس صورت میں عمرو کے پیچھے ہوئی یا نہیں **نوٹ** اس چاہ میں پانی کی

اسقدر آمد ہو کہ اگر چرس بند کر دیا جائے جو دن بھر پانی کھینچتا ہے تو چاہ لبریز ہو کر زائد پانی ایک راستے سے خارج ہو کر چند روز مین دو سو فیٹ لمبے اور پچاس فیٹ چوڑے بند کو جسکی گہرائی بھی ۳ فیٹ سے کم نہین لبریز کر دیتا ہی یہ پانی مویشی پیتے ہین یہ تو موسم سرما کی حالت ہی اور موسم گرما مین چرس چلے یا نہ چلے کوئین سے پانی باہر نہین آتا البتہ جسقدر کو آن خالی ہو جاتا ہے وقت چرس چلنے کے اوتنا ہی رات بھر کوئین مین پانی آجاتا ہی ماسوا اسکے پہاڑی علاقہ ہونے کے سبب ایسے کوئین قلیل ہین کہ جنکا پانی ڈول وغیرہ سے کھینچا جائے ورنہ عام کوئین زینہ دار ہین تمام لوگ اندر جاکر پانی پیتے اور بھرتے ہین بلکہ نہانا اور عام طور پر کپڑے وغیرہ دھونے کا عام رواج ہے ہان بعض موقع ایسا بھی رواج ہی کہ جس کوئین کے اندر نہاتے ہین اوس کا پانی نہین پیتے

الجواب

پانی مین فقط اوسکی سطح بالا کی پیمائش معتبر ہے عمق کا اصلا لحاظ نہین اگر اوپر کی سطح مثلا ایک ہاتھ مربع ہے اور ہزار ہاتھ گہرا ہے تو وہ ایک ہی ہاتھ قرار پائیگا اور سطح سو ہاتھ ہو اور فقط نصف ہاتھ گہرا ہی تو وہ پورا سو ہاتھ ٹھہریگا نہ کہ پچاس۔ عمق صرف اتنا ہونا چاہیے کہ لپ مین پانی لینے سے زمین نہ کھلے لہذا چاہ مذکور کی مساحت ۱۰۹۲۲۵ ہاتھ ہے نہ ۵،۷،۳۲۷ بہرحال شک نہین کہ وہ مائے کثیر ہے اوس سے وضو غسل اور اوسمین کپڑے دھونا سب جائز ہے وہ نجاست پڑنے سے بھی ناپاک نہ ہوگا جب تک نجاست اوسکا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلدے اوسے ۲۴ ہاتھ کہنا محض بے علمی اور اوس سے وضو و غسل ناجائز بتانا صریح نادانی ہی اور اگر واقع مین اوسکے اعتقاد مین یہی ہی کہ اس کوئین کے پانی سے وضو نہین ہو سکتا اور اوسنے عمرو کو اوس سے وضو کرکے نماز پڑھاتے دیکھا اور اپنے اوسی اعتقاد پر قائم رہکر اوسکی اقتدا کرلی تو زید کی نماز نہوئی کہ اوسکے اعتقاد مین امام بیوضو نماز پڑھا رہا ہے بلکہ وہ اس سے بھی سخت تر ہے کہ اس سے نماز کو معاذ اللہ بازیچہ سمجھنا پیدا ہوتا ہو والعیاذ باللہ تعالی یہی حکم اون سب کوؤن کا ہے جنکے پانی کی سطح بالا ۲۲۵ فٹ ہو اون مین کپڑے دھونا بھی جائز ہے اور اوس سے ناپاک نہ ہونگے اگرچہ وہ کپڑے ناپاک ہون جب تک نجاست اوسکا رنگ یا بو یا مزہ نہ بدل دے

واللہ تعالی اعلم

(بسم اللہ) مسئلہ ۴۴ ۱۱ جمادی الاولی ۱۳۳۴ھ (الرحمن الرحیم)

کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زمین کا دور کے ہاتھ ہونا چاہیے کہ وہ دہ در دہ ہو اور نجاست گرنے سے ناپاک نہ ہو بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اس مین چار قول ہین ہر ایک کیطرف تصحیح و ترجیح کو کھلتا اور تحقیق جدا ہی قول اول اڑتالیس ہاتھ خلاصہ و عالمگیریہ مین اسی پر جزم فرمایا اور محیط امام

شمس الائمہ سرخسی وفتاوی کبرٰی میں اسکو احوط بتایا سید طحطاوی نے اوسکا اتباع کیا ہندیہ میں ہے ان کان الحوض مدورا

یعتبر ثمانیۃ واربعون ذراعا کذا فی الخلاصۃ وھو الاحوط کذا فی محیط السرخسی طحطاوی میں ہے الاحوط اعتبار

ثمانیۃ واربعین دوم چھیالیس ہاتھ بعض کتب میں اسی کو مختار و مفتی بہ بتایا بحر الرائق میں نقل فرمایا المختار المفتی بہ ستۃ و

اربعون کیلا یعسر رعایۃ الکسر اھ اقول[۱۰۹] یرید ان ثمہ کسر السقط او فع تیسیرا ثم رأیت فی الفتح ما عین المرفع

حیث قال لو کان الحوض مدورا فقدر بأربعۃ واربعین وثمانیۃ واربعین والمختار ستۃ واربعون وفی الحساب یکتفی باقل منہا بکسر

للنسبۃ لکن یفتی بستۃ واربعین کیلا یتعسر رعایۃ الکسر قال والکل تحکمات غیر لازمۃ انما الصحیح ما قدمناہ

من عدم التحکم بتقدیر معین اھ ای عملا باصل المذہب وقد علمت ان الفتوی علی اعتبار العشر سوم چوالیس ہاتھ اسکی

ترجیح اسوقت کسی کتاب سے نظر میں نہیں جامع الرموز میں ہے اما فی المدور فیشترط ان یکون دورہ ثمانیا واربعین ذراعا وقیل

اربعا واربعین فالاول احوط کما فی الکبری چہارم چھتیس ہاتھ ملتقطین اسکی تصحیح کی امام ظہیر الدین غیاثی نے فرمایا یہی صحیح اور فن حساب میں مبرہن ہے

جامع الرموز میں ہے وقیل ستۃ وثلثین وھو الصحیح المبرھن عند الحساب کما فی الظہیریۃ وفی الاولین تحقق الحوض المربع

داخل المدور وفی الثالث ما یساویہ ❀ اسی پر مولی خسرو نے متن غرر میں مع افادہ تصحیح اور مدقق علائی نے در مختار اور علامہ فقیہ محمد حسن

شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں جزم فرمایا رد المحتار میں ہے قولہ وفی المدور بستۃ وثلثین ای بان یکون دورہ ستۃ وثلثین

ذراعا وقطرہ احد عشر ذراعا وخمس ذراع ومساحتہ ان تضرب نصف القطر وھو خمسۃ ونصف وعشر فی

نصف الدور وھو ثمانیۃ عشر یکون مائۃ ذراع واربعۃ اخماس ذراع اھ سراج وما ذکرہ ھو احد اقوال

خمسۃ وفی الدرر عن الظہیریۃ ھو الصحیح اقول[۱۱۰] تحقیق یہ ہے کہ اوس کا دور تقریباً ساڑھے پینتیس ہاتھ چاہیے یعنی

۹ء۴۴ء۳۵ تو قطر تقریباً ۵ گز ساڑھے دس گرہ ہوگا بلکہ دس گرہ ایک انگل یعنی ۴۸ء۲۸ء۱۱ ہاتھ بیان اسکا یہ کہ اصول ہندسہ

مقالہ ۱۲ شکل ۲ میں ثابت ہے کہ محیط دائرہ کو ربع قطر میں ضرب دینے سے مساحت دائرہ حاصل ہوتی ہے یا قطر دائرہ کو ربع

محیط یا نصف قطر کو نصف محیط میں ضرب دیجیے یا قطر و محیط کو ضرب دیکر ۴ پر تقسیم کیجیے کہ حاصل سب کا واحد ہے اور ہم نے

اپنی تحریرات ہندسیہ میں ثابت کیا ہے کہ قطر اجزائے محیطیہ سے قدرے لہ الطلوعہ ہے نصف قطر ۱۲۰ سرمد مع الیعنی

محیط جس مقدار سے ۳۶۰ درجے ہے قطر اوس سے ۱۱۴ درجہ ۳۵ دقیقہ ۲۹ ثانیہ ۳۶ ثالثہ ۴۵ رابعہ ہے وفی حساب

الفاضل غیاث الدین جمشید الکاشی علی ما نقل العلامۃ البرجندی فی شرح تحریر المجسطی لو کان مکانہ ای ستا وخمسین

الدقیقۃ فی محسوب الاربعۃ الا انہ ابقی جانباہما نصا آخر مرتبۃ رفعناہ ای سہلناہ بالعشرین و بالجملۃ الا فرق الا فی بعض

روابع وعلی ھذا الاخیر عولنا تو قطر اگر ایک ہے محیط ۳ء۱۴۱۵۹۲۶۵ ہے فلن ۳۶۰ ÷ ۳ء۱۴۱۵۹۲۶۵

(حاشیہ:) له ماء التحقیق ان الاربعۃ الدوائر و کان انہ ۱۲ منہ حفظہ ربہ

مسئلہ ما ذکرہ المحقق ان الا نعیین ۱۲ منہ حفظہ

نعیلیمات کتاب کتاب سے اقلیدس جو اور عہدیہ سے آٹھ مقالہ ہوں پر مشتمل اور ہندسہ و مساحت و مثلث کروی کا سبب

نمبر ۱

لیکن تفصیل یہ ہے اس میں یہ بیان ہے کہ دوائر کا بیان کتاب تحریر اقلیدس میں انیسویں مقالہ ۱۲ میں عرض کے مطابق شکل ہے ۱۲

نسبت قطر و محیط کی

۱۱۳،۵۹۱۵۵۹۱۰۷ = تحویلہ الی الستینی فتدلہ الطلوم یہاں سے ہمین دو مساواتین حاصل ہوئین قطر و محیط و مساحت کو علی التوالی ق ط م فرض کیجیے پس (۱) ۳،۱۴۱۵۹۲۶۵ ق = ط اس لیے کہ ۱ : ۳،۱۴۱۵۹۲۶۵ :: ق : ط (۲) ق ط / ۴ = م ان کے بعد قطر و محیط و مساحت سے جو چیز گز ہاتھ فٹ گرہ وغیرہا جس معیار سے مقدر کیجائے اوسی معیار سے باقی دو کی مقدار معلوم ہو جائیگی جس کی جدول ہم نے یہ رکھی ہے

مجہول / معلوم	قطر	محیط	مساحت
قطر		۳،۱۴۱۵۹۲۶۵ ق	۰،۷۸۵۳۹۸۱۶۲۵ ق۲
محیط	ط / ۳،۱۴۱۵۹۲۶۵		ط۲ / ۱۲،۵۶۶۳۷۰۶
مساحت	م / ۰،۷۸۵۳۹۸۱۶۲۵	۱۲،۵۶۶۳۷۰۶ م	

پھر آسانی کے لیے لوگارثم سے کام کرنے کو یہ دوسری جدول رکھی اور اسمین متممات حسابیہ سے وہ تصرفات کر دیے کہ بجائے تفریق بھی جمع ہی رہے

مجہول / معلوم	لوقطر	لومحیط	لومساحت
لوقطر		لوق + ۰،۴۹۷۱۴۹۹	۲لوق + ۱̄،۸۹۵۰۸۹۹
لومحیط	لوط + ۱̄،۵۰۲۸۵۰۱		۲لوط + ۲̄،۹۰۰۷۹۰۱
لومساحت	(لوم + ۰،۱۰۴۹۱۰۱) / ۲	(لوم + ۱،۰۹۹۲۰۹۹) / ۲	

یہاں مساحت معلوم ہے ۱۰۰ ہاتھ جس کا لوگارثم ۲،۰ ہے ۲،۱۰۴۹۱۰۱ / ۲ = ۱،۰۵۲۴۵۵۰ کہ لوگارثم ۱۱،۲۸۴ کا ہے یہ قدر قطر ہوئی نیز ۳،۰۹۹۲۰۹۹ / ۲ = ۱،۵۴۹۶۰۴۹ کہ لوگارثم ۳۵،۴۴۹ کا ہے یہ مقدار دور ہوئی۔ ہمارے بیان کی تحقیق یہ ہے کہ ۱۱،۲۸۴ × ۳۵،۴۴۹ = ۴۰۰،۰۶۵۱۶ ÷ ۴ = ۱۰۰،۰۱۶۲۹ کہ سو ہاتھ سے صرف ۱۶۲۹/۱۰۰۰۰۰ یعنی ۱/۶۲۵ زائد ہے کہ ایک انگل عرض کا ۲۴/۶۲۵ یعنی انگل کے چھبیسویں حصے سے بھی کم ہے بخلاف حساب سراج و شرنبلالیہ کہ ان کے خیال سے ۱۹ انگل اور واقع میں تین ہاتھ سے بھی زیادہ بڑھتا ہے کما سیأتی اقول ۹۷۲ وبھذا علم ما فی البیانات التسع

فاولا ۲۶ ما کان دون ستۃ وثلثین لا یزید قطرہ علی ۱۱ ذراعا بخمس ذراع فقط بل بتقریب من نصف ذراع لان ۳۶ لوغارثمہا ۱،۵۵۶۳۰۲۵ + ۱̄،۵۰۲۸۵۰۱ = ۱،۰۵۹۱۵۲۶ وھو لوغارثم ۱۱،۴۵۹ لا ینقص من النصف الا قدر ۴۱/۱۰۰۰ **وثانیا** ۹۷۳ ما کان تزید مساحتہ علی مائۃ ذراع بأکثر من ثلثۃ اذرع لا اربعۃ اخماس ذراع و ذلک لان ۱،۵۵۶۳۰۲۵ × ۲ = ۳،۱۱۲۶۰۵۰ + ۲̄،۹۰۰۷۹۰۱ = ۲،۰۱۳۳۹۵۱ وھو لوغارثم ۱۰۳،۱۳

وثالثا ۹۷۴ لو عمل بقطر ذکرنا رسم خط مثلو سمت علی منتصفہ بعد طرفہ دائرۃ فجعل دور البئر مثلہا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لو یصفہ فکن ۲ر۱ الوغاثہ ۰۹۲۱۸۰ر۱ ضعفہ ۶۰۳۴۴۹۸ر۶۲ + ۸۹۵۰۸۹۹ر۶ آ = ۹۹۳۵۲۵۹ر۱ وھو لوغاثم ۵۲ر۹۸ فیکون السطح اقل من مائۃ ذراع بذراع ونصف تقریبا وبالجملۃ ان اخذ الدور زاد علی المطلوب بثلثۃ اذرع وان اخذ القطر نقص عنہ بذراع ونصف وان ارید الجمع بینھما لم یمکن۔ اما قول المحقق الشرنبلالی فی غنیۃ ذوی الاحکام حیث ذکر ولامام عن ش عن السراج ثم قال وبرھان ذلک انا علمنا الدور والمساحۃ التی ھی تکسیر الدائرۃ فقسمنا المساحۃ علی ربع الدور وھو تسعۃ فخرج القطر احد عشر ذراعا وخمس ذراع وبرھان اعتبار ستۃ وثلثین بقسمۃ المساحۃ وھی مائۃ ذراع واربعۃ اخماس ذراع علی نصف القطر فھو علی ماذکرنا اھ

فاقول لفظ نصف ھھنا سبق قلم وصوابہ علی ربع القطر لما علمت ان $\frac{ق ط}{۴}$ = م قسمنا المعادلۃ علی $\frac{ط}{۴}$ ∴ ق = م ÷ $\frac{ط}{۴}$ وھی دعواہ الاولی وثانیا قسمناھا علی $\frac{ق}{۴}$ ∴ ط = م ÷ $\frac{ق}{۴}$ لا $\frac{ق}{۲}$ وھی دعواہ الاخری ھذا سھل وانما الشان فی تعیین ھذہ المقادیر وما القصد الا ابداء مقدار دور تکون مساحتہ مائۃ ذراع فلیس بایدٍ الا ھذہ **فاولا** کیف عدل عنھا الی مایزید علیھا باربعۃ اخماس ذراع **وثانیا** بنیتم برھان اعتبار ھذا الدور علی قدر القطر وبرھان اعتبار ھذا القطر علی قدر الدور وھذا دور **وثالثا** بنیتم المساحۃ تبعا للسراج علی الدور والقطر وھذان دوران اخران لکن الامر ان السراج بنی الامر علی الاستقراء فقرب تقریبا واذا تقرر ھذا فابانۃ القطر من الدور والمساحۃ او الدور من القطر والمساحۃ ارادۃ تحقیق تقریر البرھان علی ذلک دور وباللہ التوفیق ھذا وماذکر القھستانی من وقوع مربع عشر داخل دائرۃ محیطھا ثمانیۃ واربعون او اربعۃ واربعون **فاقول** لہ وجہ فی الاول فیقع فی اللغۃ وان لم یقع علی مصطلح الفن من ان یماسھا بجمیع زوایاہ فی ذلک ان المربع الواقع فی محیط ثمانیۃ واربعین ضلعہ اطول من عشرۃ فلا یمکن ان یماسھا اکثر من زاویتین من المربع اما فی الثانی فلا وجہ لہ اصلا فلیقع مربع ا ء فی دائرۃ ا ب ج ء علی مرکز ھ ولو ۴۴ = ۶۴۳۴۵۲۷ر۱ + ۵۰۲۸۵۰۱ر۱ آ = ۱۴۶۳۰۲۸ر۱ ھذا

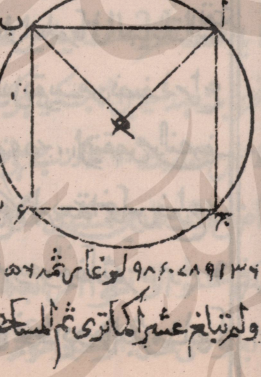

لو القطر ۶۔ ۳۰۰ھ ۲ر۰ = ۸۳۵۲۷۲۸ر۰ ھذا لو نصفہ اہ ثم فی مثلث اھب القائم الزاویۃ اھ : جیب ب وھی مہ لو جیبھا ۸۴۹۴۸۵۰ر۹ ∴ اب : ع ∴ ۸۳۵۲۷۲۸ر۰ ۔ ۸۴۹۴۸۵۰ر۹ آ = ۹۸۵۸۷۸ر۰ ھذا لو اب وان شئت بالعروسی فضعف لو اہ ۶۷۰۵۴۵۶ر۱ واعدھا ۶۸۳۹۴۳۹ر۱ ضعفہ ۹۸۶۰۷۸۹۱۳۶ لوغارثمہ ۶۵۷۱۵۹۹ر۱ نصفہ ۸۸۷۸۵۹۹ر۰ مثل مامر وھو لوغارثم ۹۰۳۵۹ر۹ ھذا قدر الضلع ولم تبلغ عشرا کما تری ثم المساحۃ ۹۸۰۷۹ر۰ اقل من مائۃ بنحو ذراعین لما علمت انھا ضعف مربع اہ وضعف مربع

نصف القطر هي مساحة المربع لان مساحة مربع ضلع اب وهو ضعف مربع ام بالعروسي فانه يقع فيهما مربع عشر في عشر

تنبیہ حکم العلامۃ الشرنبلالی ببطلان سائر الاقوال سوی الربع حيث قال والصواب کلام الظهيرية والتعدي بعشر الى غيره وقال فالزام قدر يزيد على الستة والثلثين لا وجه له على التقدير بعشر في عشر عند جميع الحساب اه **اقول** وقد اشار الى الجواب عما يتوهم ان فيهما قولين مصححين بل الثاني مذيل بطراز الفتوی فكيف يمنع المصير اليه بل انما ينبغي التعويل عليه وذلك ان المقتصر المعتمد هو التقدير بمائة والاقوال جميعا انما ترومه ومبنى ذلك على الحساب دون التفقه الغامضة التي لا تقول لنا فيها كلا سيما على خلاف الفتوی وامر الحساب لا يلتبس فاذا علمنا قطعا ان الصواب هذا وجب ترك ما سواه غير ان قدوة الرياضيين العلامة عبد العلي البرجندي رحمه الله تعالى حاول في شرح النقاية توجيه قولی ۴۸ و ۴۴ عازيا لهذا الى الكبری والذی رأيته في شرح القهستاني عن الكبرى جعل الاول هو الاحوط والله تعالى اعلم وكانه لم يقع له قول ۴۶ فقال تحقيق الكلام ههنا متوقف على ثلث مقدمات احديها ان مربع وتر القائمة في مثلث يساوي مجموع مربعي ضلعيها وان محيط الدائرة يزيد من ثلثة امثال قطرها بسبع قطرها ولهذا اذا كانت مساحة دائرة معلومة وقسمت باحد عشر قسما متساوية وزيد ثلثة اقسام منها على مجموع المساحة واخذ جذر المجموع يكون قطر الدائرة كل ذلك مبرهن في علمي الهندسة والحساب فنقول اذا كان كل من ضلعي الحوض المربع عشر اذرع كان مجموع مربعي الضلعين مائتين وجذرهما اربعة عشر وعشر ونصف عشر تقريبا وهو مقدار الخط الواصل بين الزاويتين المتقابلتين وهو اطول الامتدادات الممكنة في المربع المذكور للمقدمة الاولى فاعتبر في الكبرى ان يكون قطر الحوض المدور مساويا لاطول الامتدادات المفروضة في الحوض المربع ليمكن وقوع مربع بالشرط المذكور داخل الحوض المدور ولا يكون البعد بين جزئين متقابلين من محيط المدور في شيء من المواضع اقصر من اطول امتدادات المربع فيكون محيط الحوض المدور ثلثة امثال ذلك الامتداد وسبعه اعني اربعا واربعين ذراعا واربعة اعشار وثلثي عشر للمقدمة الثانية ولما كان الكسر الزائد اقل من النصف اسقطوه كما هو عادة اهل الحساب وصاحب الخلاصة اعتبر ايضا ما اعتبر الكبرى لكنه لم يتدقق في الحساب فاخذ الكسر الزائد في الاول احتياطا فاخذ الامتداد الاطول خمسة عشر فلذا اعتبر كون قطره يكون المحيط سبعا واربعين ذراعا وسبع ذراع فاعتبر ثمانيا واربعين تتميما للكسر والقاضي الامام ظهير الدين اعتبر ان تكون مساحة الحوض المدور مساوية لمساحة المربع فيكون الماء فيه مساويا للماء في المربع تشبيها فيكون هذا ماخوذا مما نقل عن محمد بن ابراهيم الميداني على ما مر فنقول كانت المساحة مائة قسمناها باحد عشر قسما كان كل قسم تسعة وجزءا من احد عشر فاذا زدنا ثلثة امثالها على المائة حصل مائة وسبعة وعشرون وثلثة اجزاء من احد عشر وجذره يكون احد عشر ونصفا ونصف سدس تقريبا وهو قطر دائرة مساحتها مائة للمقدمة الثالثة وثلثة امثاله مع سبعه اعني محيط الحوض المدور يكون خمسة وثلثين ذراعا ونصف ذراع

۱؎ [illegible] ۲؎ [illegible] ۳؎ [illegible] ۴؎ [illegible]

۱؎ ای احکام من تحمی العشر ۲؎ [illegible] **اقول** [illegible] **عہ** ای [illegible] ۱؎ [illegible] ۱؎ [illegible]

الا نصف عشر فاعتبروا هذا الكسر واحدا واخذ والمحيطه ستا وثلثين وانما اوردنا هذه المباحث ليظهر وجه صحة اقوال هؤلاء الائمة وانه ليس شیئ منها کما توهم بعضهم غلطا صريحا وكم من عائب قولا صحيحا اھ ٩٨٣ اقول رحمه الله تعالٰی وشكر سعيه فقد جلا عن اقوال الجلاء و محصله ان كلام الظهيرية مبنى على اعتبار المساحة وسائر الاقوال على اشتراط الامتدادين الطول والعرض وهما قولان معروفان فی المذهب وان كان عندنا المعول على الاول كما بيناه فی الفصل الثالث من كتابنا النميقة الانقى ٩٨٤ ويؤيده ان صنع الخلاصة قال ههنا الحوض الكبير مقدر بعشر فی عشر وصورته ان يكون من كل جانب عشرة اذرع وحول الماء اربعون ذراعا ووجه الماء مائة ذراع هذا مقدار الطول والعرض اھ فلم يكتف بقوله وجه الماء مائة بل بين الطول وفصل العرض واظهر الدور ثم ذكر الوجه وان اختار فيما بعد فی جنس النهر اعتبار المساحة حيث قال ان كان الماء له طول وعمق وليس له عرض كالنهر يبلغ ان كان بحال لو جمع يصير عشرا فی عشر يجوز التوضی به وهذا قول ابی سليمن الجوزجانی وبه اخذ الفقيه ابو الليث وعليه اعتماد الصدر الشهيد وقال الامام ابو بكر الطرخانی لايجوز وان كان من ههنا الی سمرقند وعند من لايجوز يحفر حفيرة ثم يحفر نهيرة فيجعل الماء فی النهيرة الی الحفيرة فيتوضؤ من النهيرة فلو وقعت فيها النجاسة يتنجس عشرة فی عشرة والمختار انه لا يتنجس الا بما يتنجس به الحوض الكبير اھ ٩٨٥ اقول وبه ظهر الجواب عن ايراد الشرنبلالی فان الحسن انما قطع بذلك عند اعتبار المساحة دون اشتراط الامتدادين الطولی والعرضی بل قطع عند ذلك بوجوب الزيادة علی ٣٤ فصل ٩ عن ٦ ٣٦ كما تقدمت الاشارة اليه ويوضحه ان ليس المراد الامتداد ان كيفما وقعا بل محيطين بقائمة والا لم يتساوا لطول والعرض ولولا ذلك لكون مثلث كل ضلع منه عشرة اذرع مع انهم نصوا فيه يجب ان يكون كل خمسة عشر ذراعا وخمسا كما فی السراج الوهاج والزهر النضير للعلامة الشرنبلالی وقد قال البرجندی المراد بذلك ان يكون كل من الاطراف الاربعة عشر اذرع وزواياه الاربع قوائم اذ لو لم تكن الزوايا كذلك لم يعتبر اھ ولا يمكن وقوع مثلث قائم الزاوية فی دائرة الا فی نصفها اذ لو كانت القطعة ازيد كانت الزاوية حادة او انقص كانت منفرجة (٣٠ من ٣ من اقليدس) وح يكون وتر القائمة قطر الدائرة فاذا كانت كل ساق عشرا كان جذر القطر مائتين فهو ١٤٫١٤ وبالتدقيق ١٤٫١٤٢١٣٥٦٨ فاذا كان هذا قطر الدائرة لوغارثمه ١٫١٥٠٥١٥٠ + ٩٩٤٩٧١٤٩٩ = ٠٫٦٤٧٦٦٤٩ وهو لوغارثم ٤٤٫٤٢٩ فيكون المحيط اكثر من ٤٤ وذلك ما اردناه ٩٨٦ اقول وبه تبين جرم ما طوى بيانه العلامة البرجندی انه لو اختير وقوع المربع داخل المدور وان لا يكون قطرها اقصر من طول امتدادات المربع اعنی قطرها فان المقصود هو امتداد الضلع المفروض عشرة دون القطر ووجهه ان ذلك الامتداد الضلع ضلع القائمة متساوی

للضلع الاخر لا يقع فی دائرة ا ل اذا کان قطرها وتر المثلث ولا يقع ا د فی نصف الدائرة فاذا رسم مثله فی
النصف الاخر تم المربع وظهر وقوعه فيها **واقول** بوجه اٰخر مربع کل ضلع منه عشرة اذا

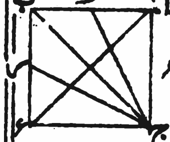

وقعت نجاسة فی احد زوایاها مثل ج ووصلنا ا ء فالنصف المقابل لها ا ء ھو مثلث ا ب ء يحيط به خطا ا ب ب ء
وکل نقطة تفرض عليهما يکون بعدها من النجاسة عشرة او اکثر فبعد کل من ا و ء عشرة
ثم لا يزال يزداد حتی يکون بعده علی نقطة ب اکثر من اربعة عشر ذراعا بما تقدم هذا شان المربع الذی
ماؤه فی الشرع کثیرا فان کان الحوض مدورا وجعلنا قطره عشرة نظرا الی انه البعد المطلوب کما توهم
المتوهم فلتکن الدائرة ا ب ج ء علی مرکز ھ ووقعت النجاسة عند ج فاخرجنا قطر ج ب

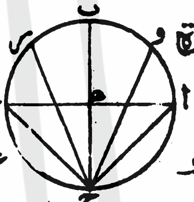

واقمنا عمودا عليه ا ھ ء قطر ا ء فالنصف المقابل لموقع النجاسة ا ب ء والبعد
تقاطر منه ب وھو عشرة لا غیر فجميع النقاط لا تزال تقرب من ج ويکون اقرب
الکل اليه نقطتا ا ء (٧ من ٣ من اقليدس) فلم تنسج الدائرة علی منوال المربع المطلوب بل علی ضده او
عکسه فيجب ان يکون اقرب النقاط الی ج وھما ا و ء کل بفصل عشرة وح يکون شان الدائرة شان المربع سواء
بسواء ان بعد کل من ا و ء عشرة ثم لا يزال يزداد حتی يکون ابعده علی ب واذن يکون قطر الدائرة ھو وتر
المثلث فيکون ا ء اعنی ج ب اکثر من اربعة عشر ذراعا بما تقدم وثبت وقوع المربع فی الدائرة [989] **اقول** ومن
ھھنا ظهرت ثلثة امور اخر **الاول** لم يصح قول ۴۸ لان فيه نقصا من المطلوب بما علمت والمقادير المقدرة
لا يعمل فيها بالاسقاط [990] **الثانی** حيث ان القطر ۱۴۲ ۱ ۲/۳ ففی جعله ۱۵ بالرفع مجازفة کثيرة کما
فی قول ۴۸ وفی جعله ۱۴ بالاسقاط نقص من المقصود وھو لا يسوغ فکان العدل التوسط بينهما وھو جعله
۱۴۲ ثلثة امثاله ۴۳ وسبعه ذراعا وکسر فالمجموع اکثر من خمسة واربعين ذراعا ونصف والکسر اذا زاد علی النصف
برح اذا ابلغ النصف يؤخذ واحدا کما ھو عادة الحساب فاعتبر المحيط ۴۶ [991] **الثالث** ظهر قول الفتح ان فی الحساب يکتفی باقل منها بکسر
لکن يفتی بستة واربعين کيلا يتعسر رعاية الکسر له ظهر وجه الافتاء به لانه اعدل الاقوال لا تقتير ولا اسراف ولا
تقصير ولا اجزاف ھکذا ينبغی ان يفهم کلام العلماء الکرام والحمد لله ولی الانعام ولا يذھبن عنك ان کل ذلك بناء علی
اشتراط الامتدادين والصحيح الماخوذ المعتمد القصر علی المساحة فلذلك کان التعويل علی ما فی الظهيرية والملتقط والذخيرة
مع ما فيه من تقريب فان شئت اقرب شیء الی التحقيق فهذا ذاك وبالله التوفيق **تنبيهات** [992] (۱) **اقول** مقدمة
البرجندی الثالثة مبنية علی الثانية لما علمت ان $\frac{ق ط}{۴}$ = م فاذا کان ق:ط::٧:٢٢ کان $\frac{۲۲ ق}{٧}$ = ط $\frac{۲۲ ق^۲}{۲۸}$ =

بل $\frac{ق^2}{۱۴}$ = م۰۸ ۱۱ ق = ۱۴ م ۰ ق = $\frac{۱۴}{۴۴}$ ۰ ق = $\frac{۱۴}{۴۴}$ وهو المطلوب وقد علمت انه تقريب بعيد ولكن لا يخل بالمقصود فان على التحقيق ق : ط :: ۷ : ۲۲ ، ۲۱٫۹۹۱۱۴۸۵۵ = $\frac{ق ۲۱٫۹۹}{۷}$ = ط ٫ الخ $\frac{۲۱٫۹۹ ق^2}{۲۸}$ = م ۰ ق = $\frac{م ۲۸}{۲۱٫۹۹}$

فلو قدرنا المساحة يجمع فی لو ۲۸ - لو الخ ۲۱٫۹۹ ولو ۲۸ = ۱٫۴۴۷۱۵۸۰ ، ۱٫۳۴۲۲۳۴۰۳ ، ۱٫۳۴۲۲۳۴۰۳ حاصل التفريق ۰۱۰۴۹۱۰۱ ، مثل ما قدمنا فی جدولنا يجمع فيه لو المساحة ونصف الحاصل يكون القطر فكان القطر كما قدمنا ۲۸ ، ۱۱ والمحيط ۳۵٫۳۴۹ خمسة وثلثين وكسر لا يبلغ النصف وهو حاصل حساب البرجندی برفع الكسر لما علمت ان الاسقاط فی المقادير باطل فكان الدور ۳۶ وهو المقصود $\frac{۹۹۳}{(۳)}$ كون القطر من المحيط $\frac{۷}{۲۲}$ ليس مبرهنا عليه فی الحساب بل لم تعلم الى الآن النسبة بينهما تحقيقا انما عملوا بالاستقراءات والتقريبات فكذا ما يبتنی عليه من ان ق = $\frac{۱۴}{۴۴}$ م فقوله كل ذلك مبرهن فی الهندسة والحساب تسامح $\frac{۹۹۴}{(۳)}$ فی اسقاط الكسر الزائد هٰهنا وان كان اقل من النصف ما قد علمت $\frac{۹۹۵}{(۴)}$ القول الرابع مبنی قطعا على ما فی الظهيرية ايضا عن محمد الميدانی انه ان كان بحال لو جمع ماؤه يصير عشرا فی عشر لبنائه الامر على المساحة فقط من دون اعتبار العرض فليس هذا محل الشبهة (۵) قال فی الدرر وفی المثلث من كل جانب خمسة عشر وربعا وخمس اه وفی بعض النسخ او خمسا واعترض بان الحساب يقينی فلا معنى للترديد واختار تبعا لنوح افندی الربع وان المساحة مائة ذراع وثلثة ارباع ذراع وشیء قليل لا يبلغ ربع ذراع **اقول** $\frac{۹۹۶}{ }$ بل واسدس سدس ذراع كما ستعلم وجعل من نسخة او اصوب **اقول** فاذا النسخة الواو وحظ من صواب ليس كذلك وبناء على الاختلاف فی التعبير فان من عبر بالربع والسراج والشرنبلالی بالخمس واختار تبعا لهما الخمس وان المساحة مائة ذراع وشیء قليل لا يبلغ عشر ذراع **اقول** $\frac{۹۹۷}{ }$ بل يبلغ بل يغلبه كما ستری قال وعلى التعبير بالربع يبلغ نحو ربع ذراع **اقول** $\frac{۹۹۸}{ }$ بل اكثر من ثلثة ارباعه وذلك ان ط عن افندی وش عن السراج نقلا هو ان معرفة مساحته ان تضرب احد جوانبه فی نفسه فما اجتمع اخذت ثلثه وعشره فهو مساحته اه **اقول** وهذا وان كان فيه ما ستعرف فالعمل به على تقديرين الاول ان تأخذ ثلث المربع وعشره مع الكسر وهو الذی عملا به مع قولهما فما اجتمع الخ ولذا قال السراج فی مربع خمسة عشر والخمس انه ثلثه على التقريب ۷۷ ولو اخذ الصحيح فقط لكان ثلثه تحقيقا وقال نوح فی مربع خمسة عشر والربع ان ثلثه ۷۷ ونصف ذراع وسدس ثمنه وعشره ۲۳ وربع ونصف ثمن عشر وما ذلك الا باعتبار الكسر والثانی العمل على ما صح فقط فعلى الاول مربع ۱۵٫۲ = ۲۳۱٫۰۴ ، ثلثه ۷۷٫۰۱۳ وعشره ۲۳٫۱۰۴ مجموعهما ۱۰۰٫۱۱ وهو اكثر من العشر ومربع ۱۵٫۲۵ = ۲۳۲٫۵۶۲۵ ثلثه ۷۷٫۵۲۰۸ وعشره ۲۳٫۲۵۶۲۵ مجموعهما ۱۰۰٫۷۷۷۰۸ وهو اكثر من ۱۰۰٫۷۷۵

وعلی الثانی ۲۳۱ = ۲۳۱ ،، وعشرہ ۲۳۱ مجموعہما ۱۰۰ اقفد بلغ العشر و ۲۳۲ = ۳۰۷۷ وعشرہ ۲۳۲ مجموعہما ۱۰۰٫۵ وھو نصف بل اکثر لان ۳ دائر **ثم اقول** التحقیق ان الکسر اقل من الخمس عشریۃ لقلۃ التفاوت جدا ولیکن مثلثا متساوی الاضلاع اذ فیہ الکلام کما سمعت من قول الدر من کل جانب کذا فکل زاویۃ منہ سدس

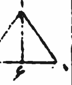

الدور ومساحۃ کل مثلث نصف مسطح العمود والقاعدۃ وھی ھہنا مثل سائر الاضلاع اخرجنا علی ب ج عمود ا ء ففی مثلث ا ء ح القائم الزاویۃ ا ح : ع :: ا ء : جیب ح ولنسم ا ح الضلع ض وا ء العمود عم وذلک الجیب منحط الکونہ جیب السدس جس فبحکم التناسب ض جس = عم وحیث ان ض عم / ۲ = ۱۰۰ :. ض جس = ۲۰۰ بل ض^۲ = ۲۰۰ / جس :. ض = √(۲۰۰ / جس) ولو ۲۰۰ = ۲٫۳۰۱۰۳۰۰ ولو جس ۹۳۷۵۳۰۶ ، آ حاصل الطرح ۲٫۳۶۲۳۴۹۹۴ نصفہ ۱٫۱۸۱۷۴۹۷ ھذا لو ض فھو ۱۵٫۱۹۶۷۱۲۸ اکسر اقل من ۲ ثم لو ض + لو جس = ۱٫۱۱۹۲۸۰۳ ھذا لو عم فھو ۱۳٫۱۶۰۷۳۹۴ ثم لو ض + لو عم = ۲٫۳۰۱۰۳۰۰ طرحنا منہ لو ۲ بقی ۲٫۰۰۰۰۰۰۰ وھو لو ۱۰۰ تماما من دون زیادۃ ولا نقص وبوجہ اخر فی استعلام ض حیث ان مربع نصف الشیء ربع مربع الشیء فبالعروسی عم^۲ + ض^۲/۴ = ض^۲ :. عم^۲ = ۳ض^۲/۴ :. عم = √(۳ض^۲/۴) وکان عم ض = ۲۰۰ :. ض √(۳ض^۲/۴) = ۲۰۰ بل √(۳ض^۴/۴) = ۲۰۰ :. ۳ض^۴/۴ = ۴۰۰۰۰ :. ۳ض^۴ = ۱۶۰۰۰۰ بل ض^۴ = ۱۶۰۰۰۰/۳ :. لو المقسوم ۵٫۲۰۴۱۲۰۰ - لو المقسوم علیہ ۰٫۴۷۷۱۲۱۳ = ۴٫۷۲۶۹۹۸۷ ربعہ ۱٫۱۸۱۷۴۹۷ مثل الحساب الاول سواء **اقول** وبہ ظہر ما فی مؤامرۃ المساحۃ المذکورۃ اذ حاصلہ ان ۱۳ ض^۲ / ۱۵ = م ای ۱۳ض^۲/۱۵ = ۲ م وقد علمت ان ض √(۳ض^۲/۴) = ۲ م فھما متساویان وقسمناھما علی ض :. ۱۳ض/۱۵ = √(۳ض^۲/۴) :. ۱۶۹ض^۲/۲۲۵ = ۳ض^۲/۴ :. ۶۷۶ ض^۲ = ۶۷۵ ض^۲ وھو محال ای ان ۲۳۱ و ۲۳۲ = ۰ . نعم لا بأس بہ فی التخمین ویختص بھذا القسم من المثلث وما ذکرنا عام **ثم اقول** ھذا الذی ذکر فی مساحۃ المثلث انما یبتنی علی القول المعتمد من اعتبار المساحۃ وحدھا اما علی القول الاخر من اعتبار الامتدادین فلا بد ان یکون کل ضلع اکثر من احد عشر ذراعا ونصف ذراع بکسر قریب جزء من احد عشرین جزء من ذراع وذلک لانہ یجب وقوع مربع عشر فی المثلث کما علمتہ فی الدائرۃ فلیکن ء ح المربع رسمنا علی ء ہ منہ مثلا مثلث ء ب ہ متساوی الاضلاع واخرجنا ب ء ح ر حتی التقیا علی ا واخرجنا ب ہ ر ح حتی التقیا علی ح فمثلث ا ب ح ھو المطلوب

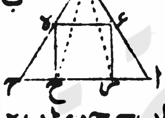

اما الالتقاء فلانا اذا وصلنا ب ح کانت زاویۃ ب ح ر جزء قائمۃ ہ ح ر وزاویۃ ا ب ح جزء ا ب ہ ثلثی القائمۃ فقد خرجا من اقل من قائمتین واما ان ا ب ح المثلث المطلوب فلان زاویتی ہ ء ا ہ ء ح متساویتان بالمامونی فباسقاط قائمتی ہ ء ر ء ہ ح تبقی ر ء ا ح ہ ح متساویتین

وفی ھذین المثلثین زاویتا ر و ح قائمتان وضلعا ر ہ ہ ح متساویان فزاویتا ا و ح متساویتان (۶ من اولی الاصول) وحیث ان ب ثلثا قائمۃ والمجموع کقائمتین (۳۲ منہا) فالکل متساویۃ وبوجہ اخصر حیث ان ب ہ و ثلثا قائمۃ و ہ ر ح تمامہا الی قائمتین (۱۳ منہا) فباسقاط القائمۃ منہا تبقی ح ہ ح ثلث قائمۃ فباسقاطہا مع ح القائمۃ من مثلث ہ ح ح تبقی ح ثلثی قائمۃ وکذلک ا فالزوایا الثلاث متساویۃ فکذا الاضلاع الثلاث والا لاختلفت الزوایا (۱۸ منہا) فمثلث ا ب ح المار بزوایا المربع الاربع متساوی الاضلاع وذلک ما اردناہ وانا فی مثلث ہ ح ح القائم الزاویۃ ہ ح : ہ ح :: ح : جیب السدس و ہ ح ۱۰ بالفرض ۰۰۰۰۰۰۰ر۱۔ ۳۰۶۔ ۱ر ۹۳۷۵ء = آ ۱ر۰۶۲۴۶۹۴ وھو لوغارثم ۲۴ر۱۱ ۵ ھذا مقدار ہ ح وقد کان ب ہ ۱۰۷ ہ ح ۲۴ر۵ ۲۱ وذلک ما اردناہ واللہ تعالی اعلم وصلی اللہ تعالی علی سیدنا ومولٰنا محمد والہ وصحبہ وبارک وسلم ابدا امین والحمد للہ رب العلمین

مسئلہ ۴۵

۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وضو نہر سے افضل ہے یا حوض سے بینوا توجروا

الجواب

وضو نہر سے افضل ہے مگر کسی مصلحت خاصہ کے باعث۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کسی معتزلی کے سامنے اوسے غیظ پہنچانے کو حوض سے وضو افضل ہے کہ معتزلہ اسے ناجائز جانتے ہیں فتح القدیر میں ہے فی فوائد الرستغفنی التوضی بماء الحوض افضل من النہر لان المعتزلۃ لایجیزونہ من الحیاض فیرغمہم بالوضوء منہا اھ وھذا انما یفید الافضلیۃ لہذا العارض ففی مکان لایتحقق النہر افضل اھ **اقول** اس مصلحت سے اہم دفع تہمت ہے کہ معاذ اللہ لوگوں کو اس پر اتباع معتزلہ کا گمان ہو سکے دفع کیلئے ایسا کرے اسکی نظیر مسح موزہ ہے، کہ رافضی خارجی ناجائز جانتے ہیں اگر کسی کو اس پر گمان خروج ہو تو اوسے دفع کو مسح موزہ افضل ورنہ فی نفسہ پاؤں دھونا افضل درمختار میں ہے الغسل افضل الا لتہمۃ فہو افضل ردالمحتار میں ہے لان الروافض والخوارج لایرونہ وانما یرون المسح علی الرجل فاذا مسح الخف انتفت التہمۃ بخلاف ما اذا غسل فان الروافض قد یغسلونہ تقیۃ فیشتبہ الحال فی الغسل فیتہم افادہ ح **اقول** رافضی تقیہ سے سب کچھ کر لیتے ہیں یعنیں وہابی مجالس میلاد مبارک میں جائیں قیام کریں گیارھویں شریف کی نیاز میں حاضر ہوں پلاؤ کھانے کو موجود اور دل میں شرک و حرام۔ لہذا ہمنے نفی تہمت خروج سے تصویر کی فافہم ثم ما ذکرہ الشارح نقلہ القہستانی عن الکرمانی ثم قال لکن فی المضمرات وغیرہ ان الغسل افضل وھو الصحیح کما فی الزاھدی اھ وفی البحر عن التوشیح ھذا مذھبنا وقال الرستغفنی المسح افضل اھ **اقول** ھذا سبق نظر انما نقل عن الکرمانی التخییر بین الغسل والمسح ونقل اولویۃ المسح عن الذخیرۃ ثم ھو لایمس ما ذکر الشارح فان کلامہ عند وجود التہمۃ والذی فی الذخیرۃ وغیرھا اولویۃ المسح حکما مطلقا وعلیہ رد التصحیح المذکور

کالتجنیس معالا بالسریان علی انہم اذا لم یفرقوا بین القلیل والکثیر بل جعلوھم المجاورۃ ایضا تجنیس البحر الکبیر برمتہ

واللہ تعالٰی اعلم **ثم اقول** اوس سے بھی اہم دفع وسوسہ ہے اگر کوئی شخص وسوسہ مین مبتلا ہو حوض سے وضو کرتے کراہت رکھتا ہو اوسے حوض ہی سے وضو افضل ہے کہ قطع وسوسہ ہو رغم الشیطان اہم من رغم المعتزلی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۶

ا شوال ۱۳۱۲ ہجریہ قدسیہ

اس مسئلہ مین علمائے دین کیا فرماتے ہین کہ ایک اہل اسلام اور ایک ہنود کو حاجت غسل جنابت ہے ان دونون کا آب غسل پاک ہے یا کچھ فرق ہے۔ ایک اہل اسلام نے اپنی بی بی سے صحبت کی اور غسل کیا وہ پانی غسل کا پاک ہے یا نہین اور ہنود نے بھی ایسا ہی کیا ہے اسکے غسل کا پانی جو مستعمل ہو گر رہا ہے پاک ہے یا ناپاک اور ان دونون کے پانی مین فرق ہے یا نہین بینوا توجروا

الجواب

اگر شرعی طور پر نہائے کہ سر سے پاؤن تک تمام بدن ظاہر پر پانی بہ جائے اور حلق کی جڑ تک سارا مونھ اور ناک کے نرم بانسے تک ساری ناک دھل جائے تو کافر کی جنابت اوتر جائیگی ورنہ نہین فی التنویر والدر والشامی یجب علٰی من اسلم جنبا او حائضا والا بان اسلم طاہرا ای من الجنابۃ والحیض والنفاس ای بان کان اغتسل فمندوب انتھی ملخصا اکثر جسم پر پانی بہجانا اگرچہ کفار کے نہانے مین ہوتا ہو اور بے تمیزی سے مونھ بھر کر پانی پینے مین سارا مونھ بھی حلق تک دھل جاتا ہو مگر ناک مین پانی بے چڑھائے ہرگز نہین جاتا اور وہ خود ایسا کیون کرتے کہ پانی سونگھکر چڑھائین لہذا اس چھپ چھپ کر لینے سے جو کفار کر لیا کرتے ہین اونکا غسل نہین اوترتا ع ہرچہ شوئی پلید تر باشد۔ فی الحلیۃ عن السیر الکبیر للامام محمد ینبغی للکافر اذا اسلم ان یغتسل غسل الجنابۃ فلا یدرون کیفیۃ الغسل اھ وفیہا عن الذخیرۃ الاتری ان فرضیۃ المضمضۃ والاستنشاق خفیت علٰی کثیر من العلماء فکیف علی الکفار نمازی محتاط مسلمان کے غسل کا پانی پاک ہے اگرچہ دوبارہ اوس سے غسل یا وضو نہین ہوسکتا مگر وہ خود پاک ہے کپڑے وغیرہ کو لگ جائے تو نماز جائز ہے اور دھونے کی حاجت نہین اور جسکی بدن پر نجاست لگی ہونا تحقیق ہو اوسکے بدن کا پانی نجس ہے اور تحقیق نہو تو بے نمازی بے احتیاط کے آب غسل مین شبہہ ہے اس سے بچنا اولی ہے نہ کہ کافر کہ اونکے تو پاجامون رانون مین چھٹنکیون پیشاب ہوتا ہے اونکا آب غسل بکراہت ہے پھر بھی ناپاکی کا حکم نہ دینگے جب تک تحقیق نہ ہو کما حققناہ فی الاحلی من السکر واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۷

مسؤلہ شیخ شوکت علی صاحب ۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۰۲ ہجریہ قدسیہ

کیا فرماتے ہین علمائے ملت اہلسنت وجماعت اس مسئلہ مین کہ جھوٹا ہندو یا نصرانی وغیرہ کا پاک ہے یا ناپاک اوس کے کھانے کا کیا حکم ہے اگر کوئی کافر سہواً یا قصداً حقہ یا پانی پی لے تو اوسکا کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب

https://www.facebook.com/darahlesunnat

حکم اللہ و رسول کے لیے ہے رسول اللہ[ف۱] صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نصرانی کے کھانے سے ممانعت فرمائی سُنن ابی داود و جامع ترمذی و مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ و مسند امام احمد میں ہُلب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے و اللفظ لابی بکر قال رأیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہی عن طعام النصارٰی فقال لایتخلجن فی صدرک طعام ضارعت فیہ نصرانیۃ (میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ طعام نصرانی سے نہی فرمائی اور ارشاد کیا تمہارے سینے میں وہ کھانا جنبش نہ کرے جس میں نصرانیت کا میل ہو)

اقول[ف۲] بہذا اللفظ اوردہ الامام الجلیل السیوطی فی الجامع الکبیر وقال حسن اھ وہو صریح فی رد ما زعم الطیبی فی تاویل الحدیث انہ نظیف کما نقلہ عنہ فی مجمع البحار ثم ردہ بقولہ وسیاق الحدیث لاینا سبہ اھ اقول وایضا[ف۳] یبعد ما نقل عن الطیبی من تفسیرہ بقولہ شابہت النصرانیۃ والرہبانیۃ فی تشدیدہم وتضییقہم وکیف وانت علی الحنفیۃ السمحۃ اھ کیف وہذا لایلائم النہی اقول وکذا[ف۴] یبعد ما فہم منہ ابو داؤد اذ اوردہ فی باب کراہیۃ التقذر للطعام وانما اتی لہ ذلک لان لفظ روایتہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وسألہ رجل فقال ان من الطعام طعاما اتحرج منہ فقال لایتخلجن فی صدرک شیئ ضارعت فیہ النصرانیۃ اھ فہذا لفظ محتمل والذی ذکرنا نص صریح فتثبت وباللہ التوفیق ورحم اللہ الامام اباحاتم الرازی حیث یقول ماکنا نعرف الحدیث مالم نکتبہ من ستین وجہا

ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں قلت یارسول اللہ انا نغزو ارض العدو فنحتاج الی اٰنیتہم فقال استغنوا عنہا ما استطعتم فان لم تجدوا غیرہا فاغسلوہا وکلوا منہا واشربوا (میں نے عرض کی یارسول اللہ ہم دشمن کے ملک میں جہاد کو جاتے ہیں اُنکے برتنوں کی حاجت پڑتی ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جہاں تک بن پڑے اُن برتنوں سے دُور رہو اور اگر اور برتن نہ ملے تو انہیں دھو کر پاک کرلو اوسکے بعد اونمیں کھاؤ پیو) اوردہ الامام فی الجامع عزاہ لابن ابی شیبۃ اقول[ف۵] قد رواہ احمد والبخاری ومسلم وابو داود والترمذی واٰخرون وفی لفظ للترمذی قال انقوہا غسلا اللہ عزوجل فرماتا ہے

انما المشرکون نجس کافر نرے ناپاک ہیں یعنی ناپاکی اونکی باطن کی ہے پھر اگر شراب وغیرہ نجاستوں کا اثر اونکے مونھ میں باقی ہو تو ناپاکی ظاہری بھی موجود ہے اور اسوقت انکا جھوٹا ایسا ہی ناپاک ہے جیسے کتے کا بلکہ اوس سے بھی بدتر لحدیث[ف۶] مالک فی الکلب اور حقے وغیرہ جس چیز کو اونکا لعاب لگ جائیگا ضرور ناپاک ہوجائیگی تنویر الابصار میں ہے سؤر شارب خمر فور شربہا وہرۃ فور اکل فارۃ نجس ہنود و نصارٰی وغیرہم اکثر شراب خوار ہوتے ہیں اور[ف۷] مونچھیں بڑھانا اونکا شعار اور شراب خوار کی مونچھیں بڑی بڑی ہوں کہ شراب مونچھ کو لگ گئی تو جبتک مونچھ دُھل نجائیگی پانی وغیرہ جس چیز کو لگیگی ناپاک کردیگی درمختار میں ہے لو شاربہ طویلا لایستوعبہ اللسان فنجس ولو بعد زمان اور اگر ظاہری نجاستوں سے بالکل جُدا ہو جسکی امید کافرونمیں بہت کم ہے تو اوسکے جھوٹے کو اگرچہ کتے کے جھوٹے کی طرح صریح ناپاک نہ کہا جائے فی التنویر والدر سؤر اٰدمی مطلقا ولو جنبا

ف۱: مسئلہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نصرانی کے کھانے سے ممانعت فرمائی

ف۲: معروضۃ علی العلامۃ الطیبی شارح المشکوۃ

ف۳: تطفل علیہ

ف۴: تطفل علی الامام ابی داود صاحب السنن

ف۵: مسائل

ف۶: تطفل علی الامام السیوطی

[101]

اوکامر لہام الفہم طاھر مختصر اقول اگر ہر چیز کہ ناپاک ہو طیب بے دغدغہ ہونا ضرور نہیں رینٹھ بھی تو ناپاک نہیں پھر کون عاقل اوسے اپنے لب و زبان سے لگانا گوارا کریگا کافر کے جھوٹے سے بھی بحمد اللہ تعالی مسلمانون کو ایسی ہی نفرت ہے اور یہ نفرت اونکے ایمان سے ناشی ہے وفی رفعہ عن قلوبھم اسقاط شناعۃ الکفرۃ عن اعینھم او تخفیفھا وذلک غش بالمسلمین وقد صرح العلماء کما فی العقود الدریۃ وغیرھا ان المفتی انما یفتی بما یقع عندہ من المصلحۃ ومصلحۃ المسلمین فی ابقاء النفرۃ عن الکفرۃ لا فی القائھا لہذا جو شخص دانستہ اوسکا جھوٹا کھائے پیے مسلمان اوس سے بھی نفرت کرتے ہین وہ مطعون ہوتا ہے اوسپر محبت کفار کا گمان جاتا ہے اور حدیث میں ہے من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلا یقفن مواقف التہم [1022] جو اللہ تعالی اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو تہمت کی جگہ کھڑا نہو متعدد حدیثون میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہین ایاک وما یسوء الاذن اوس بات سے بچ جو کان کو بری لگے رواہ الامام احمد عن ابی العادیۃ والطبرانی فی الکبیر وابن سعد فی الطبقات والعسکری فی الامثال وابن مندۃ فی المعرفۃ والخطیب فی المؤتلف کلھم عن ام العادیۃ عمۃ العاص بن عمرو الطفاوی وعبد اللہ بن احمد الامام فی زوائد المسند وابو نعیم وابن مندۃ کلاھما فی المعرفۃ عن العاص المذکور مرسلا وابو نعیم فیھما عن حبیب بن الحارث رضی اللہ تعالی عنھم نیز بہت حدیثون میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہین ایاک وکل امر یعتذر منہ ہر اوس بات سے بچ جسمین عذر کرنا پڑے رواہ الضیاء فی المختارۃ والدیلمی کلاھما بسند حسن عن انس والطبرانی فی الاوسط عن جابر وابن منیع ومن طریقہ العسکری فی امثالہ القضاعی فی مسندہ معا والبغوی ومن طریقہ الطبرانی فی اوسطہ والمخلص فی السادس من فوائدہ وابو محمد الابراہیمی فی کتاب الصلوۃ وابن النجار فی تاریخہ کلھم عن ابن عمر والحاکم فی صحیحہ والبیہقی فی الزہد والعسکری فی الامثال وابو نعیم فی المعرفۃ عن سعد بن ابی وقاص واحمد بن ماجۃ وابن عساکر عن ابی ایوب الانصاری کلھم رافعیہ الی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم والبخاری فی تاریخہ والطبرانی فی الکبیر وابن مندۃ عن سعد بن عمارۃ من قولہ رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین اور فرماتے ہین صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم بشروا ولا تنفروا بشارت دو اور وہ کام نہ کرو جس سے لوگون کو نفرت پیدا ہو رواہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم والنسائی عن انس رضی اللہ تعالی عنہ پھر اوسمین بلا وجہ شرعی فتح باب غیبت ہے اور غیبت حرام فما ادی الیہ فلا اقل [1023] ان یکون مکروھا تو دلائل شرعیہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ کافر کے جھوٹے سے احتراز ضرور ہے اور اس باب [1024] میں یہان نصاری کا حکم بہ نسبت ہنود کے بھی سخت تر ہے کہ وجوہ مذکورہ مین دونون شریک اور نصاری مین یہ امر زائد کہ یہان اونکی سلطنت ہونیکے باعث مذہبی نفرت کی کمی مین تمیل دین یا کم از کم ضعف ایمان کا وہ اندیشہ بہ نسبت ہنود کہین زیادہ ہے فمن الجھل التمسک

https://www.facebook.com/darahlesunnat

صنا بما فی العہد الاول انکا نوا اذ ذاک حدیثی عہد بجاہلیۃ فکان فی تقریبہم منا تقریبہم الی الاسلام والاٰن فقد انعکس الامر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ وقد کانت نساء فی زمن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یحضرن لیلا و نہارا الجماعات ونہی عنہ الائمۃ الاثبات مع قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ وکم من حکم یختلف باختلاف الزمان بل والمکان کما تشہد بہ فروع جمۃ فی کتب الائمۃ ہذا ما عندی وبہ افتیتم مرارا واللہ ربی علیہ معتمدی والیہ مستندی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۸ از کانپور محلہ پٹکاپور مسجد رنگیان مرسلہ مولوی عبدالرحمن جشانی طالب علم مدرسہ فیض عام ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۲۴ھ

ماجوابکم ایہا العلماء رحمکم اللہ تعالٰی حقے کا پانی پاک ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

قطعاً پاک ہے پانی پاک تھا کوئی پاک اوس کا دھواں پاک پاک چیز سے پاک پانی کا رنگ مزہ بو بدل جانا اوسے ناپاک نہیں کر سکتا یہانتک کہ مذہب صحیح میں نہ صرف طاہر بلکہ مطہر و قابل وضو رہتا ہے بایں معنی کہ اگر اوس سے وضو کرے وضو ہو جائیگا اگرچہ بوجہ بو مکروہ ہے یہانتک کہ جبتک اوس کی بو باقی ہو مسجد میں جانا حرام جماعت میں شامل ہونا منع ہوگا پھر بھی اگر سفر میں ہو اور وضو کو پانی کم تھا کہ مثلاً ایک یا دونوں پاؤں دھونے سے رہ گئے اور حقے میں پانی ہے جس سے وہ کمی پوری ہو سکتی ہے تو اس صورت میں تیمم جائز نہ ہوگا نماز باطل ہوگی بلکہ اوسی پانی سے وضو کی تکمیل لازم ہوگی لانہ یجد ماء وانما یقول اللہ تعالٰی فلم تجدوا ماء درمختار میں ہے یجوز بماء خالطہ طاہر جامد کفاکہۃ وورق شجر ان غیر کل اوصافہ فی الاصح ان بقیت رقتہ واسمہ اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۹ (بسم اللہ) ۲ جمادی الاخرہ ۱۳۲۴ھ (الرحمن الرحیم)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں سوال اول حوض نیچے دہ در دہ اور اوپر کم ہے بھرے ہوئے میں نجاست پڑی تو سب ناپاک ہوگیا یا صرف اوپر کا حصہ جہاں تک سوہاتھ سے کم ہے بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بعض کے نزدیک اصلاً ناپاک نہ ہوگا کہ مجموع آب کثیر ہے اقول ویشبہ ان یکون مبنیا علی اعتبار العمق وقد صححہ بعضہم والمعتمد المعول علیہ لا خلاصہ میں ہے الحوض الکبیر اذا انجمد ماؤہ فنقب انسان نقبا وتوضأ منہ ان کان الماء منفصلا عن الجمد یجوز وان کان متصلا بالجمد اختلف المشائخ فیہ بعضہم اعتبر جملۃ الماء حتی لا یتنجس وبعضہم اعتبر واموضع النقب ان کان کبیرا یجوز والا فلا بعض کے نزدیک کل ناپاک ہو جائیگا اقول وکلمۃ لانہ ماء واحد فی العمیق بوجہ الماء وہو قلیل الا بالعمق وان کثر خلاصہ میں ہے ان کان اعلاہ اقل من عشر فی عشر واسفلہ عشر فی عشر فوقعت قطرۃ خمر ثم انتقص الماء وصار عشرا فی عشر اختلف المشائخ فیہ بدائع میں اول کو اوسع اور

ثانی کو ملحوظ فرمایا اور منیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسی دوم پر فتوٰی ہے حیث قال الحوض اذا انجمد ماؤہ فنقب فی موضع منہ فوقعت فیہ نجاسۃ
قال نصیر و ابو بکر الاسکاف یتنجس و قال عبد اللہ بن المبارک و ابو حفص الکبیر البخاری لایتنجس اذا کان الماء
تحت الجمد عشرا فی عشر وان کان متصلا بالجمد والفتوی علی قول نصیر و ابی بکر وان کان منفصلا عن الجمد یجوز بلا خلاف
کالحوض المسقف اھ وقد اعترضہ شارحہ المحقق ابن امیر الحاج بانہ یفید ان الحوض عند نصیر و ابی بکر یتنجس سواء
کان الماء ملتزقا بالجمد او متسفلا عنہ ثم ینافیہ قولہ وان کان منفصلا یجوز بلا خلاف فان قلت لم لایحمل ماعن نصیر
و ابی بکر علی ما اذا کان متصلا بالجمد وقد اندفع التناقض عن المصنف قلت لانہ ینافیہ قولہ فان کان متصلا بالجمد
فالفتوی علی قول نصیر فانہ یفید ان موضوع المسألۃ اعم وان نصیرا و ابا بکر یقولان یتنجس مطلقا وابن المبارک وابا حفص
یقولان لاینجس مطلقا فتأملہ اھ اقول رحم اللہ المحقق لاشک ان اول الکلام فی المتصل یوضحہ ما فی البدائع
ان کان جامدا ونقب فی موضع منہ فان کان الماء غیر متصل بالجمد یجوز بلا خلاف وان متصلا والثقب صغیر اختلف المشایخ
قال نصیر بن یحیی و ابو بکر الاسکاف لاخیر فیہ ھ و سئل ابن المبارک فقال لاباس بہ وقال الیس الماء یضطرب تحتہ وھو قول الشیخ
ابی حفص الکبیر وھذا اوسع والاول احوط اھ وقد نقلہ المحقق فی الحلیۃ ھھنا اقول ولولا ھذا لم یکن لہ محمل الا ذٰلک
لان الذھن لایسبق منہ الا الیہ اذ ھو الغالب وبنائہ ان ینجمد الماء علی سیقانہ واسفل منفصلا عنہ الا اذا نقب واستفرغ منہ
شیئ صالح وما ردبہ علیہ من المنافاۃ فاقول غیر متوجہ الیہ فان قولہ ولان کان متصلا بالجمد لیس شرطا جزاؤہ فالفتوی
حتی یفید ان کلام نصیر و ابی بکر فیما ھو اعم من الاتصال بل ھو متممۃ قول ابن المبارک وان صلیۃ والفاء فی فالفتوی فصیحۃ والمعنی
انہ ان انفصل عن الجمد جاز بلا خلاف وان اتصل فکذا عند عبد اللہ و ابی حفص وقال نصیر و ابو بکر لا وعلیہ الفتوی علی
ان فی عامۃ نسخ المنیۃ وعلیہ الفتوی بالواو دون الفاء وقولہ فان کان متصلا لیس بالفاء فی نفس المتن المنقول فی الحلیۃ
فانقطع منار التوھم راسا ثم رأیت الغنیۃ فسرہ علی ما ھو الحق وافاد فائدۃ اخری ستعرفہا اور صحیح یہی کہ صرف وہی بالائی
حصہ ناپاک ہوگا جو دہ دردہ سے کم رہا یہاں تک کہ اگر اوپر کا پانی نکال دیا گیا اور اب اتنا رہ گیا جہاں سے دہ دردہ ہے تو یہ پانی پاک ہی اسلیے
کہ اگرچہ وہ آب نجس سے متصل تھا مگر آب کثیر اتصال نجس سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک نجاست سے اسکا رنگ یا بو یا مزہ بدل نہ جائے ہندیہ
میں ہے ان کان اعلی الحوض اقل من عشر فی عشر واسفلہ عشر فی عشر او اکثر فوقعت نجاسۃ فی اعلی الحوض وحکم بنجاسۃ الاعلی
ثم انتقص الماء وانتھی الی موضع ھو عشر فی عشر فالاصح انہ یجوز الوضوء بہ والاغتسال فیہ کذا فی المحیط بحر الرائق
میں ہے۔ وذکر السراج الھندی ان الاشبہ الجواز علیہ میں ہے نص فی الذخیرۃ انہ الاشبہ فتوی کہ منیہ میں مذکور ہوا اس کی یہی وجہ ہے کہ حصہ بالائی کی نجاست پر
فتوی ہے نہ کہ کل کی غنیہ میں ہے الحوض اذا انجمد ماؤہ فنقب فی موضع (والحال ان الماء تحت الجمد متصل بہ) فوقعت فیہ نجاسۃ قال

ف: تطفل آخر على الحلية
ف: تطفل ۲ عليها
ف: تطفل ۳ على الحلية
ف: تطفل ۴ عليها

نصیر و ابو بکر تنجس الماء) لکونہ متصلا بالجمد فلا یخلص بعضہ الی بعض فیکون وقوع النجاسۃ فی ماء قلیل فیفسدہ (وقال ابن

المبارک و ابو حفص لا وان کان) ای ولو کان الماء متصلا بالجمد لکونہ عشرا فی عشر (والفتوی علی قول نصیر) لما قلنا (واما اذا کان

الماء تحت الجمد (منفصلا) عنہ (فیجوز) ولا ینفسد الماء لان الفرض انہ عشر فی عشر ولم تنفصل بقعۃ منہ عن سائرہ کما فی الصورۃ

الاولی اسی طرح منیہ میں جو اسکے متصل تھا اور ثقب الجمد فعلا الماء فولغ الکلب یتنجس عند عامۃ العلماء۔ دونوں شارح محقق نے اسی اوسیقدر

پانی کی نجاست پر حمل فرمایا غنیہ میں ہے (یتنجس عند عامۃ العلماء) ولا یعتبر الماء الذی تحت الجمد وکان ما فی الثقب کغیرہ من الماء القلیل

خلافا لما قال البعض ان ما فی الثقب یعتبر متصلا بما تحتہ وھو کثیر فلا یتنجس حلیہ میں ہے یتنجس عند عامۃ العلماء) ذلک الماء الذی

فی الثقب لا الحوض لان المسألۃ مفروضۃ فی الحوض الکبیر یہاں سے بھی ظاہر ہوا کہ یہی مذہب جمہور علماء ہے وھنا بحث غریب للخانیۃ ثم الخلاصۃ

اللفظ لھا قال اختلف المشایخ فیہ و ینبغی ان یکون الجواب علی التفصیل ان کان الماء الذی یتنجس فی اعلی الحوض اکثر من الماء الذی

فی اسفلہ و وقع الماء النجس فی اسفل الحوض علی التدریج کان طاہرا علی ما یاتی فی مسألۃ الجمد وقال بعضھم لا یطھر

کالماء القلیل اذا وقعت فیہ نجاسۃ ثم انبسط علیہ اھ مرادہ والمراد بما یاتی فی الجمد قولہ رحمہ اللہ تعالی لو تنجس موضع

النقب ثم ذاب الجمد بالتدریج الماء نجس وقال الشیخ الامام شمس الائمۃ الحلوانی رحمہ اللہ تعالی الماء طاہر سواء ذاب بالتدریج

او دفعۃ واحدۃ اھ **اقول** وجہ الاول وعلیہ المعول انہ کلما ذاب شیئ منہ اتصل بالنجس وھو قلیل فتنجس حتی تاتی النجاسۃ

علی الکل بخلاف ما اذا ذاب دفعۃ لانہ کثیر فلا یتنجس بمجاورۃ النجس ووجہ قول شمس الائمۃ انہ کثیر وفیہ ان النجس لا یطھر بالکثرۃ

اقول لکن فی قیاس مسألتنا علی مسألۃ الجمد نظر فان الطاہر ھہنا ماء کثیر فلا یضرہ مجاورۃ نجس سواء کان دفعۃ او

تدریجا وکان المجاور اکثر منہ او اقل علی خلاف ما یفیدہ تقییدہ بکثرۃ المتنجس ای قدر الامستحق من قصر حکم الطہارۃ علی ما

لو کان اقل مما تحتہ قدرا فلا یتنجس ما تحتہ سواء وقع فیہ دفعۃ او تدریجا بخلاف الاکثر وانت تعلم ان الماء الکثیر انما یتنجس بتغیر

وصفہ بالنجاسۃ لا فرق بین قدر وقدر علی القول الصحیح المعتمد المفتی بہ کما عرف فی مسألۃ جیفۃ فی النھر نعم مشی الشیخ علی مختارہ ثمہ

حیث قال ان کان ما یلاقی الجیفۃ اکثر او کانا سواء فالماء نجس اھ والیہ یشیر قولہ الماء النجس اذا دخل الحوض الکبیر لا یتنجس الحوض وان کان الماء

النجس علی ماء الحوض غالبا لانہ کلما اتصل الماء بالحوض صار ماء الحوض علیہ غالبا اھ فقد اشار الی التدریج ولفظ الفتح فی تعلیلہ لان کل ما یتصل

بالحوض الکبیر یصیر منہ فیحکم بطہارتہ اھ وفی البزازیۃ الماء الکثیر النجس دخل فی الحوض الکبیر لا ینجسہ لانہ حکم بالطہارۃ زمان

الاتصال اھ ھذا وجہ **وثانیا** لا اثر لوقوع ماء نجس فی ماء طاہر الا اللقاء وھو حاصل فیما نحن فیہ من بدء الامر ففیم التفصیل

بخلاف مسألۃ الجمد فانہ لاتصادہ لا لقاء مع النجس الا السطح منہ فالباقی اذا ذاب تدریجا حصل اللقاء

للقلیل فتنجس والکثرۃ للمتنجس فلم یطھر واذا ذاب دفعۃ حصل اللقاء للکثیر فلم یتنجس **وثالثا**

ای ان کثر بعدہ انما کثر المتنجس والنجس لا یطھر بالکثرۃ ۱۲ منہ غفر لہ

المعھود ھھنا ان الماء العالی یرفع ویبقی السافل لان العالی یقع فی السافل دفعۃ لوتدریجا **ورابعا** اذا کان الماء متلاصقین ولم یکن ھذا وقوع العالی فی السافل لم ینصور الزیادۃ علیہ الا بوقوع العالی فی محل السافل ولا یکون الا بعد خروج السافل لاستحالۃ التداخل فلا یقع العالی فی السافل ابدا اذ فعنوا لا تدریجا **وخامسا** لو فرض فلا یکون الا لحرج وھذا یخول لذالک اوالکل حرکۃ فلا یمکن الا تدریجا کان یکون فی السافل منفذ نفیق فیجعل السافل یخرج والعالی ینزل اوان تصورا ان یخرج السافل دفعۃ فیسقط العالی مرۃ واحدۃ وبالجملۃ لم یصل فہم القاصر لمرادہ۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم بمراد اخوان عبادہ لاجرم ان قال فی الدر لو وقع فیہ نجس لم یجز حتی یبلغ العشر فقال ش فاذا بلغھا جاز وان کان اعلاہ اکثر مقدارا وفی البحر عن السراج الھندی انہ افتی بہ امام رحمہ اللّٰہ العلامۃ الشلبی حیث نقل فی حاشیۃ الزیلعی کلام الخانیۃ الی ذکر القولین فیہ ثم لم یرجح لذکرھما اصلاح واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۰ سوال دوم

اسی صورت میں حوض کے بالائی حصے کے منتہے پر ایک نالی ہے جب یہ اوپر کا پانی ناپاک ہوا نالی کھولکر نکالدیا گیا صرف نیچے کا پانی جہاں سے دہ دردہ ہے رہگیا پھر پاک پانی سے بھر دیا گیا تو اب یہ سب حوض پاک ہوگیا یا نہیں اگر نہیں تو کیا کیا جائے کہ پاک ہو بینوا توجروا

الجواب

اگر ناپاک پانی نکالدینے کے بعد اتنا انتظار کیا کہ حوض کی بالائی سطوح جو اوس پانی سے ناپاک تھیں خشک ہوکر پاک ہوگئیں اوسکے بعد پاک پانی بھرا گیا اور اوپر آجانیوالی نجاست باقی نہیں تو سارا حوض پاک ہے ورنہ بالائی حصہ پھر ناپاک ہے گیا رد المحتار میں ہے لو کانت النجاسۃ مرئیۃ باقیۃ فیہ او امتلأ قبل جفاف اعلی الحوض تنجس چارہ کار یہ ہے کہ نجاست مذکورہ نکالکر پاک پانی ڈالتے جائیں یہاں تک کہ کناروں سے چھلک کر کچھ دور بہ جائے تو حوض کے کنارے بھی پاک ہوگئے اور یہ سب پانی بھی۔ درمختار میں ہے المختار طہارۃ المتنجس بمجرد جریانہ غنیہ میں ہے یطھر الحوض بمجرد ما یدخل الماء من الانبوب ویفیض من الحوض ھو المختار لصیرورتہ جاریا فتاوی امام ظہیر الدین میں ہے الصحیح انہ یطھر وان لم یخرج مثل ما فیہ وان رفع انسان من ذلک الماء الذی خرج وتوضأ بہ جاز اھ ذکرہ ش واقوال اخر وروایات مضطربۃ سیأتی الکلام علیھا واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۱ سوال سوم

اسیصورت میں اگر پانی صرف حصہ زیریں دہ در دہ میں تھا اور اوسوقت انجاست پڑی کہ ناپاک نہوا پھر نجاست نکال کر پانی نکالے بھر دیا تو اب اوپر کا حصہ پاک رہا یا ناپاک ہوگیا۔ بینوا توجروا

الجواب

کتب حاضرہ سے اسصورت پر کلام اسوقت ذہن میں نہیں وانا **اقول** وباللّٰہ التوفیق نجاست چار قسم ہے مرئیہ نظر آئے

اور غیر مرئیہ کہ پانی میں ملکر امتیاز نہ رہے جیسے پیشاب اور ہر ایک دو قسم ہے طافیہ کہ اوپر تیرتی ہو اور اسکے تہ نشین ہوجائے اگر نجاست راسبہ تھی کہ پانی بھرنے سے اوپر نہ آئیگی جب تو سارا حوض پاک ہے مرئیہ ہو خواہ غیر مرئیہ نیچے کا حصہ یوں کہ وہ دہ در دہ ہے اثر نجاست قبول نہ کریگا اگرچہ نجاست اوسمیں موجود ہے اور اوپر کا حصہ یوں کہ نجاست اوسمیں نہیں اور جس سے متصل ہے وہ پاک ہے اور اگر نجاست طافیہ مرئیہ تھی اور اوسے پہلے نکال دیا جب بھی ظاہر ہے کہ ناپاکی کی کوئی وجہ نہیں اور اگر بے نکالے پانی بھر دیا کہ پانی ڈالے سے اوپر آگئی تو بالائی حصہ ناپاک ہوگیا کہ نجاست اوس سے متصل ہوئی اور وہ آب قلیل ہے رہی طافیہ غیر مرئیہ اسمیں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ حوض کے حصۂ زیرین میں کوئی کنج ایسا نہ ہو جو اوس نجاست کو اوپر جانے سے روکے مثلاً یہ شکل ح

دونوں حصوں میں خط ح ء فصل مشترک ہے ظاہر ہے کہ جو اوترانے والی چیز خط ح ء میں کہیں ہے وہ پانی بھرنے سے خط اب پر آجائیگی دوسرے یہ کہ ایسے کنج ہوں مثلاً یہ شکل ح

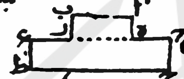

یا یہ ح

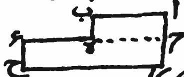

اول میں خط ہ ر دوم میں خط ح ہ پر جو ایسی چیز ہو وہ پانی بھرے سے خط اب تک ضرور پہنچیگی لیکن دوم میں خط ء ہ یا یکم میں دو خط ح ہ خط ر ء کے نیچے جو کچھ ہے وہ اب تک نہیں جاسکتا پہلی صورت میں بالائی حصہ اب ح ء ناپاک ہوجائیگا اور دوسری صورت میں سارا حوض پاک رہیگا و لہذا ہمنے طافیہ مرئیہ میں پانی ڈالے سے اوپر آجانے کی قید لگائی کہ اگر کسی کنج میں اولجھ رہی تو اب بھی کوئی حصہ ناپاک نہ ہوگا والوجہ فیہ ان غیر المرئیۃ لا تنعدم بل تکتتم وحیث ھی طافیۃ لا ید لھا من العلو ولذا منع العراقیون من مشایخنا التوضی من موقع غیر المرئیۃ فی الحوض الکبیر لانہا الراکد فلا تنتقل وجوز ائمۃ بلخ وبخاری وماوراء النھر التوضی منہ من این یشاء وھو الصحیح عللوہ بانتقال المائع قال ملک العلماء فی البدائع وان کانت غیر مرئیۃ قال مشائخ العراق لا یتوضؤ من ذلک الجانب لما ذکرنا فی المرئیۃ (وھو قولہ لانا تیقنا بالنجاسۃ فی ذلک الجانب) بخلاف الماء الجاری لانہ ینقل النجاسۃ فلم یستیقن بالنجاسۃ فی موضع الوضوء ومشایخنا بما وراء النھر فصلوا بینھما (ای بین المرئیۃ وغیرھا) ففی غیر المرئیۃ یتوضؤ من ای جانب کان کما قالوا جمیعا فی الماء الجاری وھو الاصح لان غیر المرئیۃ لا یستقر فی مکان واحد بل ینتقل لکونہ مائعا سیالا بطبعہ فلم نستیقن بالنجاسۃ فی الجانب الذی یتوضؤ [illegible] فلا نحکم بنجاستہ بالشک اھ وفی الحلیۃ قال مشائخ بلخ وبخاری یتوضؤ من ای جانب کان و فی محیط رضی الدین والتحفۃ والبدائع وغیرھا ھو الاصح لان غیر المرئیۃ تنتقل لکونہ مائعا سیالا **اقول** الاحسن فی ترک بطبعہ فھو فی کلام البدائع متعلق بسیالا لا بینتقل لان طبع المائع الاخذ الی صبب لا الانتقال فی المستوی اسبب نعم الریاح لا تزال تزعزع الیہ المیاہ غیر قرۃ انتقال المائع المختلطۃ ولیس جھۃ معینۃ لاختلاف الریاح فتطرق الاحتمال الی الجمیع للحال اذا عرفت ھذا ففی الصورۃ الاولی حیث لا حاجز لھا عن العلو تطفو وتنجس الاعلی علی قول الجمیع بل ولم تطف لنجست لاتصالھا بالماء الاعلی ولو من تحت اما فی الثانیۃ

ففی قول العراقیین ان کانت وقعت فی الماء السافل فی محاذاة خطات تنجس الاعلی لعدم انتقالہا من شیئ وان وقعت فی جانب عند مثل خط ج ء و ہ ء لم تنجس لانہا لا تتصل الی الماء العالی وعلی قول سائر الائمة الاصح انہ تنجس مطلقا او ان کانت وقعت حذاء ب لاحتمال انتقالہا الی حد الزوایا ولا یزول الیقین بالشک ہذا ما ظہر لی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۵۲: سوال چہارم

حوض اوپر دہ در دہ اور نیچے کم ہو بھرے ہوئے میں نجاست پڑی تو سب پاک رہا یا نیچے کا حصہ ناپاک ہوگیا جہاں سے مساحت سو ہاتھ سے کم ہو بینوا توجروا

الجواب

کلام علامہ سید طحطاوی سے ظاہر یہ ہے کہ حصہ زیریں ناپاک ہوجائیگا حیث قال واذا وقعت فیہ نجاسة فی تلک الحالة قال ای علی ظاہر الی ان یبلغ الاقل فینجس اھ وحملہ علی انہ ینجس بنجاسة اخری خلاف ظاہر سوق الکلام

اقول وکذا ہو ظاہر الدر ان قدر وقوع النجس بقرینة قرینہ فان نظمہ لو اعلاہ عشر او اسفلہ اقل جاز حتی یبلغ الاقل ولو بعکسہ فوقع فیہ نجس لم یجز حتی یبلغ العشر اھ فان ضمیر یجز الی رفع الحدث بہ ومعلوم ضرورة من الدین ان رفع الحدث جائز بکل ماء مطلق مطلقا ولو قلیلا ما لم ینسلب طہارتہ او طہوریتہ فکان المعنی کقرینہ لو اعلاہ عشر او اسفلہ اقل فوقع فیہ نجس جاز التطہر بہ حتی یبلغ الاقل فاذا بلغہ لم یجز فقد غیا جواز التطہر بہ ببلوغہ الاقل فبنفس البلوغ لا یجوز لظہور حکم النجس الثابت ثم حملہ الاعلی الکثرة وحملہ علی التقیید بوقوع النجاسة بعد بلوغ الاقل کما فعل ش حیث قال ای اذا بلغ الاقل فوقعت فیہ نجاسة تنجس کما فی المنیة اھ **فاقول** خروج عن الظاہر والتزام للکلام الی ترتیب جدید والاستناد للمنیة فی غیر محلہ فان عبارتہا لو ان ماء الحوض کان عشرا فی عشر فتسفل فصار سبعا فی سبع فوقعت النجاسة فیہ تنجس فان امتلأ صار نجسا ایضا اھ فہو لم یذکر الاعلی حکما انما قصد بیان حکم المتسفل فاحتاج الی التصویر بوقوع النجس فیہ لیکون توطئة لابانة حکم خفی وہو انہ بعد امتلائہ ایضا یبقی نجسا کما کان بخلاف نظم الدر فانہ افرز الاعلی بحکم الجواز ولا معنی لہ الا بفرض وقوع المانع والا فذکرہ عبث ثم حد الجواز بحد ینتہی دونہ وہو بلوغ الاقل فافاد ما قلنا واین ہذا من عبارة المنیة وکلام الدر من اولہ الی ہنا فی رفع الحدث بہ لا فیہ ولو کان لصح حملہ علی معنی التوضی بغمس الاعضاء فیہ بناء علی ما ہو الحق من فرق الملاقی والملقی ولکن میل صاحب الدر الی الخلاف فاذن کان یؤل الی کلام البزازیة لو عشرا فی عشر ثم قل توضأ بہ لا فیہ اعتبارا وان الوقوع اھ لکن لا مساغ لہ فی کلامہ ولذا احتاج ش الی اضافة قید لیس فیہ فترجح ما قلنا

اور کلام علامہ سید شامی سے مفہوم کہ سب پاک ہے گا حیث قال فی المسألۃ الاخری وھی ما اذا کان اعلاہ قلیلا و اسفلہ کثیرا فوقع فیہ نجس لم یجز حتی یبلغ العشر فاذا بلغھا جاز ما نصہ وکانھم لم یعتبروا حالۃ الوقوع ھھنا لان ما فی الاسفل فی حکم حوض اٰخر بسبب کثرتہ مساحۃ وانہ لو وقعت فیہ النجاسۃ ابتداء لم تضرہ بخلاف المسألۃ الاولی تدبر اھ فیفرق بین المسألتین ان نجاسۃ الاعلی القلیل لاتشمل الجزئین وطھارۃ الاعلی الکثیر تشملھما اقول[1054] اولا اعتبار حالۃ الوقوع مذکور فی البدائع والتبیین والخانیۃ والخلاصۃ والبزازیۃ والحلیۃ والغنیۃ والبحر وغیرھا من دون ثنیا ولا حاجۃ الی استثناء ھذہ فان الاسفل لم یزل کثیرا فقد اعتبرت حالۃ الوقوع الا ان[1055] یقال ان الماء کان واحدا ظاھرا وجھہ حین الوقوع قلیلا وبہ العبرۃ فکان ینبغی التنجس باعتبارہ لکن لم ینجسوہ نظرا الی ان وجھہ یصیر کثیرا حین بلوغ الماء الی الاسفل وثانیا[1056] لقائل ان یقول لم لا یقال فی تلک اعنی مسألتنا ھذہ ان ما فی الاسفل فی حکم حوض اٰخر بسبب قلتہ مساحۃ وانہ لو وقعت فیہ النجاسۃ ابتداء لضرتہ وقد[1057] یمکن الجواب بان الکثیر یستتبع القلیل فبعد الاسفل القلیل عما للاعلی الکثیر فی معلوم ان الوجہ ان کان کثیرا لم یتنجس شیئ من الماء لا وجھہ ولا عمقہ ولا یشترط معہ ذلک کثرۃ العمق الاتری لوکان الحوض علی ھذا الشکل

نصف دائرۃ وکان اب منہ کثیرا لا یتنجس شیئ منہ وان کان ما دونہ قلیلا حتی لا یبقی علیہ الا نقطۃ بخلاف العکس فان القلیل لا یستتبع الکثیر فیعد حوضا برأسہ

یہ نہایت توجیہ ہے واقول[1058] وباللہ التوفیق نجاست اگر طافیہ ہے کہ حصہ زیرین تک پہنچی ہی نہیں جب تو ظاہر کہ اوسکی نجاست کی کوئی وجہ نہیں کہ اوسکا اتصال آب بالا سے ہے اور وہ بوجہ کثرت نجس نہ ہوا اور اگر راسبہ ہے کہ سفل تک پہنچی خواہ مطلقا جیسے پتھر یا ابتداءً جیسے غرق شدہ جانور کہ تہ نشین ہو کر مرتا پھر اوتر آتا ہے یا انتہاءً جیسے وہ کپڑا کہ تیرتا رہیگا پھر پانی سے بوجھل ہو کر بیٹھ جائیگا تو اب دو صورتیں ہیں اونکا بیان یہ کہ[1059] پانی کے لیے بلحاظ محل مثل حوض وغیرہ ایک تو صفت ہے یعنی کثرت و قلت کہ مساحت محل کے سو ہاتھ یا کم ہونے سے حاصل ہوتی ہے دوسری صورت کہ حس فضا میں متمکن ہے اوسکی شکل سے پیدا ہوتی ہے یہ شکل کبھی واحد ہوتی ہے اگرچہ اوسمیں حصے فرض کرسکتے ہیں اگرچہ اون حصص مفروضہ کا مساحت میں تفاوت اونکے لیے منشاء انتزاع ہو جیسے اسی شکل نصف دائرہ میں کہ مثلا خط ء ہ تک کثیر اور

نیچے قلیل ہو تو دو حصے ممتاز ہو جائینگے اب ء ہ کثیر اور ء ہ ج قلیل مگر حقیقۃً اب ج فضائے واحد ہے اور کبھی شکل خود ہی واقع میں متعدد ہوتی ہے جیسے حوض کے اندر حوض مثلا اس شکل پر

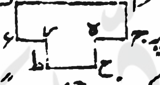

کہ حصہ بالا آ ء اور زیرین ہ ط خود ہی ممتاز ہیں اس لحاظ سے حصص زیر و بالا کی چار قسمیں ہو گئیں ایک یہ کہ دونوں حصے صورۃً و صفۃً ہر طرح متحد ہوں جیسے دو گز گہری مربع میں ایک گز اوپر ایک گز نیچے دوم صورۃً متحد ہوں اور صفۃً مختلف جیسے وہی نصف دائرہ کی شکل کہ فضا واحد ہے اور آ ہ کثیر اور ء ہ ج قلیل

فـ۱: معروضہ بر علامہ ش
فـ۲: معروضہ علیہ
فـ۳: پانی کی صفت اور صورت سا ... اور آب
رسالہ: زیر و بالا میں چار ... تقسیم کا بیان ... الجواب ... عشر ... عشر

سوم صفۃً متحد ہون اور صورۃً مختلف جیسے اسی شکل آٹھ مین جبکہ ہر بھی سو ہاتھ سی کم نہو یا آب بھی دہ در دہ سے کم چہارم صورۃً وصفۃً ہر طرح جدا ہون جیسے یہی شکل جبکہ آب سو ہاتھ اور ہ سے کم ہو قسم اول کا حکم تو ظاہر ہی کہ وہ زیر و بالا شی واحد ہے اگر نجس ہوگا سب نجس ہوگا پاک رہیگا سب پاک رہیگا یونہین قسم دوم کہ بلاشبہ وہ محل واحد ہی اگرچہ حصص انتزاعیہ کی مساحت مختلف ہی یونہین سوم کہ اگرچہ دو شی ہے مگر دونون متحد الصفۃ ہین اگر کثیر ہین تو زیرین بھی ناپاک نہوگا اگرچہ نجاست راسبہ ہو اور قلیل ہین تو یہ بھی نجس ہو جائیگا اگرچہ نجاست طافیہ ہو کہ نجس سے اتصال نہوا تو متنجس سے ہوا کہ حصہ بالا ناپاک ہو گیا تھا شکل چہارم وہی محل نظر ہی جبکہ نجاست راسبہ اس تک پہنچی اور نظر حاضر مین ظاہر یہی ہی کہ ناپاک ہو جائے کلام ائمہ سے معہود یہی ہی کہ جب صورت وصفت دونون مختلف ہون تو اونکو دو محل جداگانہ ٹھہراتے ہین اور فقط اتصال قلیل بہ کثیر کو کافی نہین جانتے نہر کے کنارے کنارے پانی لینے کیلیے تختہ بندی کرتے ہین کہ اونپر بیٹھکر پانی لین وضو کرین اس سے خانے خانے ہو جاتے ہین ہر خانہ مشرعہ کہلاتا ہی اس صورت پر

پانی اگر تختون سے نیچا ہی جب تو محل کلام نہین کہ تختون سی پانی کا انقسام نہوا لیکن اگر پانی تختون سے ملا ہوا ہی تو ہر خانہ آب جداگانہ سمجھا جائیگا اور اگر اونکا طول وعرض دس دس ہاتھ نہین تو جنکے نزدیک دونون امتداد ہونا شرط ہی اسمین نجاست پڑے تو جتنا پانی تختون سی گھرا ہوا ہی ناپاک ہو جائیگا اور نہر کے پاک پانی سے اوسکا متصل ہونا نفع نہ دیگا یونہین اگر نہر یا بڑے تالاب کا پانی برف سے جم گیا اور ایک جگہ سی برف توڑکر پانی کھول لیا اگر بہتا پانی اوس جمے ہوئے سے متصل نہین تو ظاہر کہ پانی شی واحد رہا اور اگر متصل ہے اور یہ حصہ کہ کھلا گیا دس دس ہاتھ طول عرض مین نہین تو یہ اونکے نزدیک نجاست سے ناپاک ہو جائیگا اور اوسمین اعضا ڈالکر وضو کرنے سے مستعمل ہو جائیگا اور بہتے پانی سی اوسکا اتصال فائدہ نہ دیگا ہان باقی پانی بحال خود رہیگا مثلاً ایک مشرعہ مین نجاست پڑی یا کسی نا عضا بے وضو ڈالکر دھوئے تو صرف وہی مشرعہ ناپاک یا مستعمل ہوا برابر کے دوسرے مشرعہ سی بے تامل وضو کرنا ہوسکتا ہی کہ وہ تو ہر ایک اونکے نزدیک حوض جدا ہی یونہین برف سے ایک جگہ کھلا ہوا پانی نجس یا مستعمل ہو جائے تو اوس کے برابر دوسری جگہ سے کھولکر استعمال کرسکتا ہی۔ یونہین اگر حوض کبیر سے کاٹکر ایک حوض صغیر بنایا کہ اوسمین سے پانی اسمین آیا یہ نجاست یا اعضائے بے وضو ڈالنے سے اونکے نزدیک نجس و مستعمل ہو جائیگا اور بڑے حوض سے پانی ملا ہونا کام نہ دیگا یہ گویا بعینہٖ وہی صورت چہارم ہی فرق صرف اتنا ہی کہ صورت مبحوثہ مین وہ حوض صغیر حوض کبیر کے نیچے ہے اور اس صورت مین اوسکے برابر۔ پانی بہر حال ملا ہوا ہے تو جسطرح صفت وصورت دونون مختلف ہونے کے باعث اونکے نزدیک برابر کا حوض صغیر حوض کبیر کا جز نہ ٹھہرا بلکہ مستقل قرار پایا یونہین نیچے کا۔ ان مسائل پر نصوص کتب مذہب مین دائر و سائر ہین اگرچہ فقیر کے نزدیک اونکی بنا اشتراط امتداد بین طول و عرض پر ہی اور صحیح و معتمد اعتبار محض مساحت ہی یہ خلاف جداگانہ ہی یہان غرض اسقدر کہ بحال خلاف صورت وصفت معاً قلیل کو تابع کثیر نمانا فتاوی امام اجل قاضی خان مین ہی حوض کبیر فیہ مشرعۃ توضأ انسان فی المشرعۃ او اغتسل ان کان الماء منصلا بالالواح

بمنزلۃ النابت لایجوز فیہ الوضوء واتصال ماء المشرعۃ بالماء الخارج منہ کلا تصال کحوض کبیر تشعب منہ حوض صغیر فتوضأ انسان فی الحوض الصغیر لا یجوز وان کان ماء الحوض الصغیر متصلا بماء الحوض الکبیر کذا لا یعتبر اتصال ماء المشرعۃ بما تحتہا من الماء اذا کانت الالواح مشدودۃ فتح القدیر میں ہے لو عمل حوض کبیر فنقب فیہ انسان نقبا فتوضأ فیہ ان کان الماء متصلا بباطن النقب لا یجوز والا جاز وکذا الحوض الکبیر اذا کان لہ مشرع فتوضأ فی مشرعۃ او اغتسل والماء متصل بالواح المشرعۃ ولا یضطرب لا یجوز وان کان اسفل منہا جاز لانہ فی الاول کالحوض الصغیر فیغترف ویتوضأ منہ لا فیہ اھ وفی الثانی حوض کبیر مسقف درمختار میں ہے جمد ماؤہ فثقب ان الماء منفصلا عن الجمد جاز لانہ کالمسقف وان متصلا لا لانہ کالقصعۃ حتی لو ولغ فیہ کلب تنجس رد المحتار میں ہے ای موضع النقب دون المتسفل فلو تنجس فی موضع النقب اخرج واخذ الماء منہ وتوضأ جاز کما فی التاترخانیۃ غنیہ کی عبارت مذکورہ مسئلہ اولی نے اسی معنی کی طرف اشارہ فرمایا تو فقیر کے بیان میں آیا حیث قال اذا کان الماء تحت الجمد منفصلا عنہ یجوز لانہ عشر فی عشر ولم تنفصل بقعۃ منہ عن سائرہ کما فی الصورۃ الاولی ہاں تالابوں نہروں میں چھوٹے چھوٹے کنج گوشے جابجا ہوتے ہیں انہیں ہر ایک کو مستقل ماننے میں حرج اور خلاف متفاہم عرف ہے لہذا اوسکی تقدیر ڈھائی ہاتھ چوڑے سے کی ہے کہ دس ہاتھ کی چہارم ہے اور ربع کیلئے حکم کل رکھا جاتا ہے جیسے نجاست خفیفہ میں کہ بدن یا کپڑے پر لگے خلاصہ میں فرمایا النہر الذی ہو متصل بالحوض فکان اذا امتلأ الحوض یدخل الماء النہر فتوضأ انسان فیہ ان کان النہر قدر ذراعین ونصف لا یجوز ولا یجعل تبعا للحوض وان کان اقل یجوز ویجعل تبعا للحوض وقیل لا یجوز ولا یجعل تبعا للحوض وان کان قدر ذراع وعیر امام کردری میں ہے النہر المتوسل بالحوض الکبیر الممتلئ ان کان قدر ذراعین ونصف لا یکون تبعا لہ لان الربع یحکی حکایۃ الکل فلا یتوضأ منہ وان اقل منہ فتبع وقیل لیس بتبع وان قدر ذراع **اقول** یوہیں تالابوں نہروں کی تہ میں گڑھے بھی ہوتے ہیں ہر گڑھے کو مستقل قرار دینے میں حرج ومخالفت عرف ہے لہذا ارشاد مذکور کی بنا پر اوسکی تقدیر بھی پچیس ہاتھ مساحت سے چاہیے لان الربع یحکی حکایۃ الکل یہیں سے اوس تعلیل کا جواب بھی کھل گیا کہ الکثیر یستتبع القلیل اس تقدیر پر حکم یہ ہونا چاہیے کہ صورت مسئولہ میں اگر نجاست طافیہ ہے کہ حصہ زیریں تک نہ پہنچی یا حصہ زیریں حصہ بالا کے ساتھ دو مختلف محل نہیں جیسے نصف دائرہ میں یا مختلف تو ہے مگر پچیس ہاتھ مساحت سے کم ہے تو ان سب صورتوں میں نجاست پڑنے سے کوئی حصہ نجس نہ ہوگا اور یہی محمل کلام علامہ شامی کا ہے اور اگر نجاست راسبہ ہے کہ حصہ زیریں تک پہنچی اور اسفل اعلی سے مختلف الشکل ہے اور سو ہاتھ مساحت کم مگر پچیس ہاتھ سے کم نہیں تو اوپر کا حصہ بوجہ کثرت پاک رہیگا اور یہ حصہ زیریں بوجہ حوض مستقل قلیل ہونے کے ناپاک ہوجائیگا اور یہی محمل کلام علامہ طحطاوی کا ہے یہ ہے وہ جو فقیر کے لیے ظاہر ہوا اور محل محتاج تحریر وتنقیح اور جزم بالحکم دست نگر تصریح ہے

والعلم بالحق عند ربی ان ربی بکل شیئ علیم اما ما فی الحلیۃ تحت قول المنیۃ المار فیصلح ھذا الجواب الرابع حیث قال و
ھذا المحکی فی البدائع عن ابی القاسم الصفار رحمہ اللہ تعالٰی غیر ان فرض المسألۃ فیھا فی الحوض الکبیر وقعت فیہ
النجاسۃ ثم قل ماؤہ حتی صار یخلص بعضہ الی بعض ثم وقعت فیہ نجاسۃ ثم عاودہ الماء حتی امتلأ ولم یخرج منہ شیئ اھ
فاقول اولا لیس ھذا مسوق البدائع سیاقا واحدا فی تصویر واحد حتی یقال ان الماء الواقع فیہ النجاسۃ
حین امتلائہ وکثرۃ مساحتہ بعد ما فرغ اعلاہ وبلغ السافل القلیل احتیج فی تنجیسہ الی وقوع النجاسۃ مرۃ اخری
فافاد ان السافل القلیل لا ینجس تبعا للعالی الکثیر وھو باطلاقہ یشمل ما اذا کان السافل مختلف الصورۃ
بل کل منھما فرع علیحدۃ ذکرھما فی البدائع علی التعاقب عن امامین فالاولی لا تؤخذ فی الاخری وھذا نصہ لو تنجس الحوض
الصغیر بوقوع النجاسۃ فیہ ثم بسط ماؤہ حتی صار لا یخلص بعضہ الی بعض فھو نجس لان المبسوط ھو الماء النجس
وقیل فی الحوض الکبیر وقعت فیہ النجاسۃ ثم قل ماؤہ حتی صار یخلص بعضہ الی بعض انہ طاھر لان المجتمع ھو الماء
الطاھر ھکذا ذکرہ ابو بکر الاسکاف رحمہ اللہ تعالٰی واعتبر حالۃ الوقوع ولو وقع فی ھذا القلیل نجاسۃ ثم عاودہ الماء
حتی امتلأ الحوض ولم یخرج منہ شیئ قال ابو القاسم الصفار رحمہ اللہ تعالٰی یجوز التوضؤ بہ لانہ کلما دخل الماء فیہ صار
نجسا اھ وذلک ثانیا ان لا عبرۃ بحالۃ الوقوع محلین الاول تغیر مساحۃ الماء مع بقائہ فی ذاتہ کما کان بلا نقص ولا
زیادۃ کان یکون الماء منبسطا فی حوض کبیر وفیہ منفذ مسدود ودونہ بئر مثلا قطرھا ذراعان فوقعت فی
الحوض نجاسۃ فلم تنجس الماء لانہ عشر فی عشر ثم اخرجت النجاسۃ وفتح المخرج حتی انتقل ذلک الماء الی البئر فصار
فی قطر ذراعین لم یعد نجسا لان العبرۃ لحین الوقوع وھو اذ ذاک کان کثیر المساحۃ وان صار الان قلیلا او ان کان
الماء فی البئر فوقعت فیہا النجاسۃ فنزح کلہا وجعل الماء فی الحوض حتی انبسط وصار عشرا فی عشر لم یطہر اعتبارا
بحال الوقوع حیث کان عندئذ قلیل المساحۃ وان صار الان کثیرا وھذا ما فی البزازیۃ لو کان دون عشر فی عشر
لکنہ عمیق وقع فیہ مانع وانبسط حتی صار کثیرا لا یتوضؤ منہ ولو عشرا فی عشر ثم قل توضأ بہ لا فیہ لا اعتبار
الا آن الوقوع اھ وفی الخانیۃ الماء الطاھر اذا کان فی موضع ھو عشر فی عشر وقعت فیہ نجاسۃ ثم اجتمع ذلک
الماء فی مکان ھو اقل من عشر فی عشر یکون طاھرا ولو کان الماء فی مکان ضیق ھو اقل من عشر فی عشر ووقعت فیہ نجاسۃ
ثم انبسط ذلک الماء وصار عشرا فی عشر کان نجسا والعبرۃ فی ھذا الوقت وقوع النجاسۃ اھ ومثلہ فی الخلاصۃ
وفی الدر عن التتارخانیۃ عن الظہیریۃ اھ وفی غیرہا والثانی تغیر مساحتہ بزیادۃ فیہ او نقصان کان یکون
فی غدیر بطنہ اکثر اتساعا من فوہتہ کما وصفنا من نصف الدائرۃ اعلاہ عشر فی عشر ثم لم یزل یقل فاذا کان

ممتلئاً كان كثيراً لا يقبل النجاسة فاذا وقعت واخرجت وقل الماء بالاستعمال و بحر الصيف حتى يبس في الاطراف وبقي في بطنه اقل من عشر في عشر كما هو مشاهد في كثير من الغدر ان لم يعد نجساً لانه كان حين وقعت كثيراً وان جفافه وبقي في وسطه قليلاً وعند ذلك وقع فيه نجس ثم دخله الماء حتى امتلأ وصار كثيراً غير انه لم يفض من جوانبه كي يطهر بالجريان فانه يبقى كما كان نجساً الماء وهذا ما في المنية كما تقدم وفي الخانية حوض علاه عشر في عشر واسفله اقل منه جاز فيه الوضوء يعتبر فيه وجه الماء فان قل ماؤه وانتهى الى موضع هو اقل من عشر لا يجوز فيه الوضوء قال المحقق في الفتح سقطت نجاسة في عشر في عشر ثم صار اقل فهو طاهر واذا تنجس حوض صغير فدخل ماء حتى امتلأ ولم يخرج منه شئ فهو نجس اھ وفي الغنية الحاصل ان الماء اذا تنجس حال قلته لا يعود طاهراً بالكثرة وان كان كثيراً قبل اتصاله بالنجاسة لا يتنجس بها ولو نقص بعد سقوطها فيه حتى صار قليلاً فالمعتبر قلته وكثرته وقت اتصاله بالنجاسة سواء وردت عليه او ورد عليها هذا هو المختار اھ وبينه في التبيين باوضح لفظ فقال العبرة بحالة الوقوع فان نقص بعد لا يتنجس وعلى العكس لا يطهر اھ فالامام ملك العلماء رحمه الله تعالى ذكر الفصل الاول عن الامام ابي بكر الاسكاف الا ترى الى قوله ثم بسط ماؤه وقوله المبسوط هو الماء النجس وقوله المجتمع هو الماء الطاهر فقوله قل اي حتى صار قليلاً ثم اتصل به المجتمع وقد انقطع به تعبيره بالمجتمع في ذكر الفصل الثاني في قوله ولو وقع في هذا القليل عن الامام ابي القاسم الصفار ولذا قال عاد الماء حتى امتلأ وليست مقالة ابي بكر ماخوذة في مقالة ابي القاسم رحمهما الله تعالى ان كان يوهمه زيادة هذا في هذا القليل وكذا قوله ثم عاد وقوله حتى امتلأ فان هذا شان حوض كبير نقص ماؤه فبقي في موضع قليل و لم يعلم لهذا ذكر سابقاً بل الناقص لا يقال له المجتمع فالاشارة وقعت غير موقعه وثانياً على تسليمه فلا شك ان كلامه في الصورة الثانية من الصور الاربع اعني الاختلاف صفة مع الاتحاد صورة دون الرابعة التي فيها كلامنا يقطع تعليله بكلما دخل الماء صار نجساً مع قوله ولم يخرج منه شئ كما ستعرفه ان شاء الله تعالى والله تعالى اعلم

سوال پنجم

اسی صورت میں پانی حصہ زیرین قلیل میں تھا اور اسوقت نجاست پڑی اور اوسے نکال کر یا بے نکالے بھر دیا گیا یا بارش و سیل سے بھر گیا کہ آب کثیر ہوگیا تو اب بھی اوپر کا حصہ پاک ہے یا نہیں اور حصہ زیرین کا کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب

یہاں اکثر کتب میں منقول تو اسقدر ہے کہ اگر بھر کر ابل گیا کہ کچھ پانی باہر نکل گیا جب تو پاک ہوگیا کہ جاری ہولیا ورنہ اوپر کا حصہ بھی ناپاک ہے اگرچہ مساحت کثیر میں ہے کہ نیچے کا حصہ جبکہ ناپاک تھا تو اوس میں جتنا پانی ملتا گیا ناپاک ہوتا گیا اگر بھر کر ابل جاتا سب پاک ہو جاتا

مگر ایسا نہ ہوا تو ناپاک ہی رہا کہ ناپاک پانی کثرت مساحت سے پاک نہیں ہوسکتا اور بعض نے کہا پاک ہوجائیگا اور اسکی وجہ ظاہر نہیں بدائع سے امام ابو القاسم صفار کا قول گزرا نیز عبارت منیہ فان امتلأ الحوض نجسا ایضا ای ہکان اوہین اسکے بعد ہو وقیل لایصیر نجسا حلیہ میں ہے وجہ غیر ظاہر غنیہ میں اتنا فرمایا والاول اصح **اقول** وباللہ التوفیق خیال فقیر میں یہاں ابحاث جلیلہ ہیں جنکو بقدر مساعدۃ وقت چند تاصیلات و تفریعات میں ظاہر کرے وباللہ التوفیق وبہ نستعین

اصل ۱ ہر مائع یعنی بہتی چیز کہ ناپاک ہوجائے پانی یا اپنی جنس طاہر کے ساتھ بہنے سے پاک ہوجاتی ہے و قد حققہ فی رد المحتار بما لا مزید علیہ **اصل ۲** آب کثیر حکم جاری ہونے میں جس طرح طول عرض یا مساحت یا ایک مقدار عمق بھی شرط نہیں یونہی جاری ہونے کے لیے انمیں سے کچھ شرط نہیں مینہ کا پانی جبتک برس رہا ہے جاری ہے اگرچہ گرہ بھر کے پرنالہ سے آرہا ہو کما نصوا علیہ فی ماء السطح ولہذا یہ حکم ہر برتن کو شامل ہے مثلاً کٹوری یا تھالی ہے ناپاک پانی ہے پاک پانی اوسپر ڈالیے یہانتک کہ بھر کر ابلنے لگے پانی اور برتن سب پاک ہوجائینگے امام ملک العلماء نے بدائع آخر فصل ما یقع بہ التطہیر میں فرمایا الحوض الصغیر اذا تنجس قال الفقیہ ابو جعفر الھندوانی رحمہ اللہ تعالٰی اذا دخل فیہ الماء الطاھر وخرج بعضہ یحکم بطہارتہ بعد ان لا تستبین فیہ النجاسۃ لانہ صار جاریا وبہ اخذ الفقیہ ابو اللیث وعلی ھذا حوض الحمام او الاوانی اذا تنجس

اصل ۳ اس جریان کے تین رکن ہیں دخول خروج معیت یعنی مثلاً پانی ایک طرف سے داخل ہو اور دوسری طرف سے کچھ حصہ خارج ہو اور وہ نکلنا اوسی داخل ہونے کی حالت میں ہو اگرچہ ابتدائے دخول میں نہ ہو لوٹے میں ناپاک پانی ہے اوسپر پاک پانی ڈالیے ٹونٹی سے وہی ناپاک پانی نکال دیجیے تو صرف خروج بلا دخول ہوا یا آدھے لوٹے میں ناپاک پانی ہے پاک پانی سے بھر دیجے کہ کچھ نکلے نہیں تو محض دخول بلا خروج ہوا یا پاک پانی بھرنے کے بعد جھکا کر ٹونٹی سے کچھ نکال دیجیے تو خروج بحالت دخول نہ ہوا ان تینوں صورتوں میں طہارت نہ ہوگی بلکہ پاک پانی ڈالتے رہیے یہانتک کہ بھر کر ابلنا شروع ہو اوسوقت پاک ہوگا کہ ایک وقت وہ آیا کہ خروج و دخول کی معیت ہوگئی اگرچہ برتن بھرنے تک صرف دخول بلا خروج تھا تبیین و فتح میں ہے ولو تنجس الحوض الصغیر بوقوع نجاسۃ فیہ ثم دخل فیہ ماء اٰخر وخرج الماء منہ طھر وان قل اذا کان الخروج حال دخول الماء فیہ لانہ بمنزلۃ الجاری بحر میں اسکے مثل ذکر کر کے فرمایا صححہ فی المحیط وغیرہ وقال السراج الھندی وکذا البئر واعلم ان عبارۃ کثیر منھم تفید ان الحکم اذا کان الخروج حالۃ الدخول وھو کذلک فیما یظھر لانہ حینئذ یکون فی المعنی جاریا لکن ایاک ان تظن انہ لو کان الحوض غیر ملاٰن فلم یخرج منہ شیئ فی اول الامر لا یکون طاھرا اذ غایتہ انہ عند امتلائہ قبل خروج الماء منہ نجس فیطھر بخروج القدر المتعلق بہ الطھارۃ اذا اتصل بہ الماء الجاری الطھور کما لو کان ممتلئا ابتداء ماء نجسا ثم خرج منہ ذلک القدر لاتصال الماء الجاری بہ کذا فی شرح المنیۃ اھ

يريد حلية الامام ابن امير الحاج۔ یونہی علما نے مواضع ضرورت میں اخراج کو بھی خروج رکھا ہے جیسے حمام کا حوض کہ اوس میں کسی نے ناپاک ہاتھ ڈال دیا اگر لوگ اوس میں سے پانی لے رہے ہیں اگرچہ نل سے پانی اوس میں نہیں آتا یا نل سے پانی آرہا ہے مگر لوگ اوس میں سے پانی نکال نہیں رہے ہیں تو ناپاک ہوجائیگا کہ خروج یا دخول ایک پایا گیا اور اگر اودھر نل سے پانی آرہا ہے اور ادھر لوگ نکال رہے اوس میں سے لینا برابر جاری ہے کہ پانی کی جنبش ساکن نہیں ہونے پاتی تو جاری کے حکم میں ہے ناپاک نہ ہوگا اسی پر فتوٰی ہے ہندیہ میں ہے حوض الحمام طاهر فان ادخل رجل يده في الحوض وعليها نجاسة ان كان الماء ساكنا لا يدخل فيه شيء من انبوبه ولا يغترف منه انسان بالقصعة يتنجس وان كان الناس يغترفون ولا يدخل من الانبوب ماء او على العكس فاكثرهم على انه يتنجس وان كان الناس يغترفون ويدخل من الانبوب فاكثرهم على انه لا يتنجس هكذا في فتاوى قاضي خان وعليه الفتوى كذا في المحيط اسی طرح وضو کے حوض میں بھی اگر نالی سے پانی آرہا ہے اور لوگ برابر لے رہے ہیں کہ پانی ٹھہرنے نہیں پاتا ناپاک نہ ہوگا عالمگیریہ میں ہے حوض صغير تنجس فدخل الماء الطاهر من جانب وسال ماء الحوض من جانب اخر كان الفقيه ابو جعفر رحمه الله تعالى يقول كما سال يحكم بطهارة الحوض وهو اختيار الصدر الشهيد رحمه الله تعالى كذا في المحيط وفي النوازل وبه ناخذ كذا في التتارخانية وان دخل الماء ولم يخرج ولكن الناس يغترفون منه اغترافا متداركا طهر كذا في الظهيرية والغرف المتدارك ان لا يسكن وجه الماء فيما بين الغرفتين كذا في الزاهدي اسکی دوسری سند فتاوی خلاصہ سے آتی ہے علامہ خیر رملی نے کواں بھی اسی حکم میں داخل کیا جب کہ سوتوں سے پانی اوبل رہا اور اوپر سے برابر چرخ چل رہا اور ادھر سے آتا ادھر سے نکل رہا ہو اوس حالت میں نجاست سے ناپاک نہ ہوگا ہاں نجاست مرئیہ اوس میں رہنے دی اور پانی کھینچنا اتنی دیر موقوف ہوگیا کہ پانی ٹھہر گیا جنبش جاتی رہی تو اب ناپاک ہوجائیگا منحة الخالق میں ہے والحقوا بالجاري حوض الحمام قال الرملي اقول وبالاولى الحاق الابار المعينة التي عليها الدواليب بلادنا اذ الماء ينبع من سفلها والغرف فيها بالقواديس متدارك فوق تدارك الغرف من حوض الحمام فلا شك في ان حكمها حكم الجاري فلو وقع في حال الدوران في البئر والحال هذه نجاسة لا ينجس تامل والله تعالى اعلم اھ **اقول** اگرچہ یہ بہت صحیح ہے اس خروج کیلئے کوئی مقدار نہیں ادنٰی دبلنا کافی ہے جسے سیلان صادق آئے کما تقدم عن البدائع وخروج بعضه عن التبيين والفتح والبحر وعن المحيط كما سال وهذا كان الفقيه ابو جعفر يفتي في المنتقى بالغين المعجمة هو الصحيح وفي محيط رضي الدين هو الاصح وكذلك في البئر على هذا او ماء الجاري ما اتصل بجار في الحكم جاری ہے مگر شک نہیں کہ یہ بہنا جب تک منتہی نہ ہو حکم جریان منقطع نہ ہوگا وہ حرکت احد مستمرہ ہے اوسکے بعض کو متحرک جاری اور باقی پر رکے ہوا واقف ماننے کی کوئی معنی نہیں ولہذا ساغ لمن اراد ان يزيد ان لم يكتف الحكم بالجريان بمجرد السيلان بل شرط حركة كثيرة يعتد بها فلولا ان هذا السائل من ذلك الماء المطلوب سيلانه لم تنفع الزيادة فتاوے خلاصہ میں نقل فرمایا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لو امتلأ الحوض وخرج من جانب الشط علی وجہ الجریان حتی بلغ المشجرۃ یطہر اما قدر ذراع او ذراعین فلا ۱ھ ظہیریہ میں تصریح فرمائی
کہ اس ابال میں جو پانی نکل رہا ہو ندی کا پانی تو پاک ہو ہی گیا باہر نکلنے والا بھی طاہر مطہر ہے یہاں تک کہ پانی نکلتا جائے اور اوس سے کوئی وضو کرتا جائے یا کہیں جمع
ہونے کے بعد کسی برتن میں لیکر وضو کرے تو وضو صحیح ہی ہے ظاہر کہ اول سیلان کا پانی اتنا نہ ہوگا جس سے وضو ہو جائے ردالمحتار میں ہے فی الظہیریۃ الصحیح انہ
یطہر وان لم یخرج مثل ما فیہ وان رفع انسان من ذلک الماء الذی خرج وتوضأ بہ جاز اھ قال ش لکن فی الظہیریۃ ایضا
حوض نجس امتلأ ماء فادوا علی جوانبہ وجف جوانبہ لایطہر وقیل یطہر اھ وفیہا لو امتلأ فتشرب الماء فی جوانبہ لایطہر ما لم یخرج
الماء من جانب آخر اھ وفی الخلاصۃ المختار انہ یطہر وان لم یخرج مثل ما فیہ فلو امتلأ الحوض وخرج من جانب الشط الی آخر ما
نقلنا وانہی الکلام علی قولہ فلیتأمل اھ وذکر بعدہ مسألۃ طہارۃ الاوانی فقال ہل یلحق نحو القصعۃ بالحوض
فاذا کان فیہا ماء نجس ثم دخل فیہا ماء جار حتی طف من جوانبہا ہل تطہر ہی والماء الذی فیہا کالحوض ام لا لعدم
الضرورۃ فی غسلہا توقف فیہ ثم رأیت فی خزانۃ الفتاوی اذا فسد ماء الحوض فاخذ منہ بالقصعۃ وامسکہا تحت
الانبوب فدخل الماء وسال ماء القصعۃ فتوضأ بہ لایجوز اھ وفی الظہیریۃ فی مسألۃ الحوض لو خرج من جانب آخر لا یطہر
ما لم یخرج مثل ما فیہ ثلاث مرات کالقصعۃ عند بعضہم والصحیح انہ یطہر وان لم یخرج مثل ما فیہ اھ فالظاہر ان
ما فی الخزانۃ مبنی علی خلاف الصحیح ویؤیدہ ما فی البدائع وعلی ہذا حوض الحمام والاوانی اذا تنجس اھ ومقتضاہ انہ علی القول الصحیح
تطہر الاوانی ایضا بمجرد الجریان فانتقض الحکم وللہ الحمد وبقی شیئ آخر سئلت عنہ وہو ان لو تنجس فأفرغ فیہ رجل
ماء حتی امتلأ وسال من جوانبہ ہل یطہر بمجرد ذلک والذی یظہر لی الطہارۃ اخذا مما ذکرنا ہنا ومما مر من انہ لایشترط
ان یکون الجریان بمدد نعم علی ما قدمنا عن الخلاصۃ من تخصیص الجریان بان یکون اکثر من ذراع او ذراعین یتقید
بذلک ہنا لکنہ مخالف لاطلاق طہارۃ الحوض بمجرد الجریان اھ مختصرا **اقول** قد افادوا اجادوا واوضح المراد
کما ہو دأبہ علیہ رحمۃ الکریم الجواد لکن عبارۃ الخلاصۃ ہکذا اما حوض الحمام اذا وقعت فیہ نجاسۃ قال فی التجرید عن
ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ انہا لاتستقر وہو کالماء الجاری فان تنجس حوض الحمام فدخل الماء من الانبوب و
خرج من الجانب الآخر فہو کالحوض الصغیر وفیہ اقاویل ستأتی ولا بأس بدخول الحمام للرجال والنساء فی الفتاوی وحوض
الماء اذا اغترف رجل منہ وبیدہ نجاسۃ وکان الماء یدخل من انبوبہ فی الحوض والناس یغترفون من الحوض غرفا متدارکا لم
یتنجس الحوض الصغیر اذا تنجس فدخل الماء من جانب وخرج من جانب فیہ اقاویل قال الصدر الشہید رحمہ اللہ تعالی
المختار انہ طاہر وان لم یخرج مثل ما فیہ وکذا البئر ولو امتلأ الحوض وخرج من جانب الشط علی وجہ الجریان حتی بلغ
المشجرۃ یطہر اما قدر ذراع او ذراعین فلا ولو خرج من النہر الذی دخل الماء فی الحوض لایطہر اھ کلامہ الشریف بلفظہ المنیف

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فقوله ولو امتلأ الحوض وهو كذلك بالواو او بالفاء فی نسختی الخلاصة القدیمة اجلی الیس تتمة قول الصدر الشہید ولا دخل لا تحت المختار وقد قدمنا عن الهندیة من المحیط عن الصدر الشہید انه کماسال یطہر قدر ۱۰۲ وعدان فیه اقاویل ستأتی فلو کان هذا تتمة لم یذکر الاقوالا واحدا فوجب ان یکون هذا قولا اخر مقابل المختار ولا یمکن جعل ما ذکر عن الفتاوی قولا اخر لان الکلام فی حوض تنجس وتلک صورة عدمه قد قدمنا مثلها عن التجرید فان کونهما تستقر لیس الا للعرف المتدارک فلیس فی الخلاصة اختیار تخصیص الجریان با کثر من ذراعین حتی یعکر علیه بمخالفة اطلاقهم وانما حکاه قولا وجعل المختار هو الاطلاق اما عبارة الظہیریة الاخیرة تلک فاقول هم انما فیما دخل الماء الحوض وملأه حتی طش منه علی جوانبه علی وجه الانتضاح الخفیف اللازم للامتلاء بدخول قوی عنیف ولا یصل الی السیلان من الجانب الاخر فلیس فیهما ماینافی عبارة الاولی الاتری الی قوله فی الثالثة لا یطہر مالم یخرج من جانب اخر اناط الطہارة بمجرد الخروج فعلم ان ماذکر لا یسمی خروجا من جانب اخر وما هو الا الانتضاح الذی ذکرنا هکذا ینبغی ان یفہم کلام العلماء ولله الحمد وبه ظہر ان قول العلامة ش فی صدر المسألة حتی طفح من جوانبه حقه ان یقول حتی سال من الجانب الاخر فزیادة الجوانب لا ذکر علی الانتضاح اولا یبلغه ولا حاجة الی السیلان من جمیع الجوانب انما اللازم الخروج من جهة المقابل للدخول فلو کان الاناء مائلا فی ارض غیر مستویة ولا دخل فیه الماء من جانب العالی فخرج من السافل کفی نعم لو صب فی الجانب السافل فعلا منه لم یکف کمافی اخر عبارة الخلاصة وبالله التوفیق اصل ۱۵ **اقول** یہان سے ظاہر ہوا کہ کسی محل کے جوف مین پانی کی حرکت اگرچہ کتنی ہو اوس محل کے حق مین جریان نہ ٹھہریگی اوسکے بس مین پانی کی جنبش اگرچہ باہر سے داخل ہونے ہی سے ہوئی مگر اوس سے خارج تو نہ ہوا تو جریان کے دو رکن نہ پائے گئے مگر اوس محل کے اندر اگر دوسرا محل صغیر ہو اور پانی اوسمین جاکر اوس سے ابل رہے تو اوسکے حق مین ضرور جریان ہو جائیگا کہ اوسمین سب ارکان متحقق ہو گئے اگرچہ دوسرے کی جوف سے خروج نہ ہوا مثلاً دیگ مین ایک کٹورا رکھا ہے کٹورے مین ایک مینگنی پڑ گئی وہ نکال کر پھینک دی اور کٹوری پر پانی بہایا کہ ابل کر نکل گیا دیگ سے نکلنا کیا معنی وہ بھری بھی نہیں تو بیشک کٹورا اور اوسکا پانی پاک ہو گیا کٹورا زمین پر یا دیگ کے اندر رکھے ہونے کو حکم مین کچھ دخل نہیں وهذا ظاهر جدا اصل ۱۶ **اقول** اس جریان سے اگرچہ طہارت ہو جائیگی اور نجاست مرئیہ تھی اور نکال لی یا غیر مرئیہ تھی تو مطلقاً ہمیشہ طہارت رہیگی جبتک دوبارہ نجاست عارض نہ ہو مگر اگر نجاست مرئیہ ہو اور نہ نکالی تو حکم طہارت اوسوقت تک ہے جبتک یہ جریان باقی ہے یا پانی تھمتے ہی ظرف اور اوسکے اندر کا پانی پھر ناپاک ہو جائینگے کہ سبب یعنی نجاست موجود ہے اور مانع کہ جریان تھا زائل ہو گیا وهذا ایضا بوضوحه غنی عن الایضاح منحة الخالق مین شرح ہدیۃ ابن العماد لسیدی عبدالغنی النابلسی قدس سرہ القدسی سے ہے اذا وضع السرقین

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فی مقسم الماء الی البیوت وجری مع الماء فی القسطل والماء نجس فاذا رکد الزبل فی وسط القسطل وجری الماء صافیا کان نظیر ما لو جری ماء الثلج علی النجاسۃ او کان بطن النہر نجسا وجری الماء علیہ ولم یتغیر احد اوصافہ بالنجاسۃ فان ذلک الماء طاہر کلہ کذلک ھذا فاذا وصل الماء الی الحیاض فی البیوت فان وصل متغیر احد اوصافہ بالزبل او عین الزبل ظاہرۃ فیہ فہو نجس من غیر شک فاذا استقر فی حوض دون القدر الکثیر فہو نجس وان صفا بعد ذلک فی الحوض وزال تغیرہ بنفسہ لانہ ماء نجس والماء النجس لا یطہر بزوال التغیر بنفسہ لاسیما لو قدر کون الزبل فی اسفلہ وان استقر فی حوض کبیر فہو نجس ایضا مادام متغیرا ولو زال تغیرہ بنفسہ ایضا واما اذا استمر الماء جاریا وزال تغیر الحوض بالماء الصافی یطہر الماء کلہ سواء کان الحوض صغیرا او کبیرا وان کان الزبل فی اسفلہ راکدا مادام الماء الصافی فی ذلک الحوض یدخل من مکان ویخرج من مکان فاذا انقطع الجریان وکان الحوض صغیرا والزبل فی اسفلہ راکدا فالحوض نجس اھ **اقول** کلام طیب من طیب طیبہ اللّٰہ تعالٰی ثراہ وقد اقرہ الشامی وغرضنا یتعلق ھھنا بجملتہ الاخیرۃ غیر ان قولہ وجمع العلماء فالماء نجس محمل علی ما اذا تغیر وفی المحقق المعتمد ان الجاری لا ینجس مالم یتغیر حتی موضع المرئیۃ وکذا الکثیر الملحق بہ علی المعتمد رجحہ المحقق علی الاطلاق وقال تلمیذہ قاسم انہ المختار ودرہ واستحسنہ تلمیذہ الاٰخر ابن امیر الحاج وایدہ بالحدیث وکذا ایدہ سیدی عبد الغنی وھو ظاہر المتون شروفی الدر عن جامع الرموز عن جامع المضمرات عن النصاب علیہ الفتوی وفی ش عن البحر عن الحلیۃ عن النصاب بہ یفتی فاذا کان ھو الثابت بالحدیث وھو ظاہر المتون وعلیہ الفتوی فقد سقط ما سواہ ثم قولہ رحمہ اللّٰہ تعالٰی الماء النجس لا یطہر بزوال التغیر بنفسہ **فاقول** ھذا انما ذکرہ فی غیر الجاری لقول الخلاصۃ ماء نجس یجعلونہ فی نہر کبیر ان کان کثیرا بحیث لا یتغیر لا یتنجس وان تغیر تنجس ویطہر بساعۃ یعنی اذا انقطع اللون والرائحۃ اھ زاد فی نسخۃ ما نصہ فی نسخۃ القاضی الامام رحمہ اللّٰہ تعالٰی اھ ای ھذا مذکور فی نسختہ والمراد بہ الامام فقیہ النفس ولم ارہ فی فتاواہ واللّٰہ تعالٰی اعلم ولقول سیدی نفسہ اذا رکد الزبل فی وسط القسطل وجری الماء صافیا طہر وفی ردالمحتار فی دیارنا انہار المساقط تجری بالنجاسات وترسب فیہا لکنہا فی النہار تتغیر ولا کلام فی نجاستہا وفی اللیل یزول تغیرہا فیجری فیہا الخلاف والحق ان الماء فیہا فوق النجاسۃ قال فی خزانۃ الفتاوی لو کان جمیع بطن النہر نجسا فان کان الماء کثیرا لا یری ما تحتہ فہو طاہر والا فلا وفی الملتقط قال بعض المشائخ الماء طاہر وان قل اذا کان جاریا اھ **اقول** ما فی الملتقط مبنی علی الصحیح المفتی بہ وما فی الخزانۃ علی القول الاٰخر الدائر فی کثیر من الکتب ان الجاری ان جری نصفہ او اکثرہ علی نجاسۃ مرئیۃ تنجس وھی المرادۃ فی الخزانۃ لقول الھندیۃ عن المحیط اذا کانت الجیفۃ تری من تحت الماء لقلۃ الماء او لصفائہ کان الذی یلاقیہا اکثر اذا کان یسد عرض الساقیۃ وان کانت لا تری او لم تاخذ الا الاقل من النصف لم یکن الذی یلاقیہا اکثر اھ وایاک ان تظن ان کلام الخزانۃ علی ظاہر اطلاقہ ولو تنجس بطن النہر بغیر

مرئیۃ توھما ان بطن النھر اذا کان نجسا وھو یمر فیقدم الماء کلہ علی نجاسۃ مرئیۃ وان کان لا یری لکثرۃ الماء او الکدرۃ
فانما یجری علی غیر مرئیۃ فلا یتأثر بالتغیر وذلک لان العبرۃ بالنجس لا المتنجس کما بیناہ فی فتاوٰنا لکن لقائل
ان یقول ان العلۃ فی غیر المرئیۃ انہ اذا لم یظھر اثرھا علم ان الماء ذھب بعینھا کما فی البحر وغیرہ اما ھھنا فبطن النھر
کلہ نجس فالماء اینما ذھب لاقی الانجاس تأمل ولا حاجۃ فان الفتوی علی اعتبار الاثر مطلقا فی الجاری والکثیر معا
نعم ظاھر کلام سیدی وتقریر الشامی ھھنا ان الکثیر الملحق بالجاری ای الحکمی فی التطھر بزوال التغیر لقولہ واذا
استقر فی حوض کبیر فھو نجس الا ان التغیر بنفسہ فلیحرر ولینظر وجھہ فان الذی فی الغنیۃ من فصل الحیاض فی مسألۃ
حوض الحمام ما نصہ الا تری ان الحوض الکبیر الحق بالماء الجاری علی کل حال لاجل الضرورۃ قال فی الحلیۃ الجملۃ من الذخیرۃ واللہ تعالٰی اعلم

اصل ۲ فتوی اسپر ہے کہ پانی کا عرض میں پھیلنا اوسکے جریان کو نہیں روکتا جبکہ پانی آگے نکلجاتا ہو مثلاً نہ ورنہ حوض ہے
اوسمیں پانی ایک طرف سے آیا دوسری طرف سے نکل گیا جاری ہوگیا اگرچہ عرض میں تو ہاتھ پھیلنے کے لیے ضرور وقفہ درکار ہوگا اور
اوتنی جلد پانی اوس سے نہ نکل سکیگا جسقدر جلد تین چار ہاتھ کے عرض سے نکل جاتا ہندیہ میں ہے اذا کان الحوض صغیرا یدخل فیہ
الماء من جانب ویخرج من جانب یجوز الوضوء من جمیع جوانبہ وعلیہ الفتوی من غیر تفصیل بین ان یکون اربعا فی اربع او اقل فیجوز
او اکثر فلا یجوز کذا فی شرح الوقایۃ اھ وھکذا فی الزاھدی ومعراج الدرایۃ بحر میں ہے فی معراج الدرایۃ یفتی بالجواز مطلقا
واعتمدہ فی فتاوی قاضیخان فتاوے ذخیرہ وتتمۃ الفتاوی الصغری پھر حلیہ میں ہے وعلیہ الفتوی لان ھذا ماء جار بلکہ پانی کا
گھومنا ایک دائرہ پر چکر کھانا جس طرح بھنور میں ہوتا ہے یہ بھی مانع جریان نہیں کہ بھنور پانی کو روک نہیں رکھتا چکر دیکر نکال دیتا ہے
اوپر سے دوسرا پانی آتا اب اسی گھوما کر چھوڑ دیتا ہے یہ سلسلہ قائم رہنے کے باعث گمان ہوتا ہے کہ ایک ہی پانی گھوم رہا ہے یہ تاغیر آب کے لئے
متمیز ہوسکتی ہے مثلاً اوپر سے لکڑی ڈالیجائے بھنور پر پہنچکر چکر کھا کر وسط طرف نکلجائیگی اور اگر بھنور قوی ہوا اوسے گھمانے میں بکر دو ٹکڑے
کردیگا اور چکر دیکر نکال دیگا فسبحٰن من خلق ماشاء کیف شاء والحمد للہ فی ملکہ انما یشاء منیہ مسئلہ حوض چادر چا میں ہے الظاھر
ان الماء لا یستقر فیہ مثلا بل یدور حولہ ثم یخرج فیکون کالجاری حلیہ میں ہے کذا فی الذخیرۃ وتتمۃ الفتاوی الصغری
حکایۃ عن الشیخ الامام ابی الحسن الرستغفنی **اصل ۸** حوض وغیرہ کے جریان میں اگرچہ خروج لازم تھا مگر ملحق بالجاری یعنی
دہ دردہ میں اسکی حاجت نہیں گرمیوں کے خشک تالاب میں جانوروں کے گوبر وغیرہ نجاستیں پڑی ہیں برسات میں پانی آیا اور اوسے
بھر دیا اگر تالاب کے جوف میں جہاں سے پانی نے گزر کر اوسے بھرا نجاست ہے جب تو سارا تالاب نجس ہوگیا اگرچہ کتنا ہی بڑا ہو جبتک بھر کر
ابل نہ جائے **اقول** اسلیے کہ جب بارش یا بہاؤ کا پانی اوسکے جوف میں داخل ہوا اب جبتک کہ اوسکے بطن میں متحرک رہیگا جاری
نہ کہلائیگا کہ جریان کے لیے خروج شرط ہے اور یہ غیر جاری پانی نجاست سے اوسوقت ملا کہ ہنوز دہ دردہ نہ تھا کہ جوف میں اس کے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

نخل پر پہنچا ستیں تھیں تو نہ جاری ہے نہ کثیر لاجرم ناپاک ہوگیا اور ہر جتنا پانی آتا گیا ناپاک ہوتا گیا اور جبکہ پانی کثیر ہوگیا جب بھی پاک نہیں ہو سکتا جبتک جاری نہ ہوجائے اور اگر نخل آب میں اتنی دور تک نجاست نہیں کہ تا انتہا آنے والے پانی کے عرض طول کا سطح ۱۰۰ ہاتھ تک پہنچ گیا اوسکے بعد نجاست سے ملا تو اب ناپاک نہ ہوگا کہ کثیر ہو کر ملا اگرچہ جوف تک بہ نجس گیا **اقول**[۱۰۸۸] وھذا من ناظر الی المسألۃ مبتنیۃ علی الاصل الثالث الا علی خلاف فیہ من ورد نصف الماء واکثرہ علی نجاسۃ مقیدۃ فان الفتوی فیہا علی الطھارۃ مطلقا ما لم تتغیر نعم ان لقی الماء النجاسات فلطہ یقع علی شاطئ الغدیر قبل ان یدخلہ کان علی الخلافیۃ لانہ جار بخلاف المتراجع فی بطن الغدیر کا علت فتاوی خانیہ وخزانۃ المفتین اور محیط پھر حلیہ نیز خلاصہ و فتح القدیر میں فتاوی اور بحر و ہندیہ میں فتح اور غیاثیہ نیز ذخیرہ پھر حلیہ میں فتاوی اہل سمرقند سے ہے واللفظ للغنیۃ النھر غیر عظیم یبس فی الصیف وراثت الدواب فیہ ثم زاد فی الخلاصۃ والفتح والذخیرۃ والناس ثم دخل فیہ الماء وامتلأ ینظر ان کانت النجاسۃ فی موضع دخول الماء فالکل نجس وان انجمد الماء کان نجسا لان کل ما دخل فیہ صار نجسا فلا یطہر بعد ذلک وان لم تکن النجاسۃ فی موضع دخول الماء واجتمع الماء فی مکان طاھر وھو عشر فی عشر ثم تعدی الی موضع النجاسۃ کان الماء طاھرا والجمد منہ طاھر لم یظہر فیہ اثر النجاسۃ زاد فی الذخیرۃ لان الماء صار کثیرا قبل ان یتنجس فلا یتنجس بعد ذلک لاتصال النجاسۃ بہ اھ زاد فی الخانیۃ وکذا الغدیر اذا قل ماؤہ فصار اربعا فی اربع ووقعت نجاسۃ ثم دخل الماء الی ان صار الماء الجدید عشرا فی عشر قبل ان یصل الی النجس کان طاھرا ایسا ہی جہر خلاطی میں ہے ص **اقول**[۱۰۸۹] وباللہ التوفیق یہاں ایک فائدہ نفیسہ ہے کہ شاید اس تحریر فقیر کے سوا دوسری جگہ نہ ملے اثر نجاست قبول نہ کرنے کو پانی کا جریان چاہیے سیلان کافی نہیں سائل و جاری میں عموم و خصوص مطلق ہے ہر جاری سائل ہے اور ہر سائل جاری نہیں دیکھو بعض حوض میں جو پانی نل سے داخل ہوا اور سر کنارے تک پہنچا اوس وقت ضرور سائل ہے مگر جاری نہ ٹھہرا جبتک دوسری طرف سے نکل نہ جائے اور[۱۰۹۰] اس پر دلیل قاطع آب وضو ہے کہ ہر اعضائے وضو پر سائل ہے فانہ غسل ولا غسل الا بالاسالۃ مگر جاری نہیں ورنہ مستعمل نہ ہوتا کہ آب جاری استعمال تو استعمال نجاست سے متاثر نہیں ہوتا جبتک متغیر نہ ہو یونہیں بدن یا کپڑے کی ناپاکی جس پانی سے دھوئی اوس نے بدن یا ثوب پر سیلان ضرور کیا اور استخراج نجاست نہ کرتا مگر جاری نہیں ورنہ ناپاک نہ ہوجاتا حالانکہ[۱۰۹۱] تین بار دھونے میں امام کے نزدیک تینوں پانی ناپاک ہیں اور صاحبین کے نزدیک دو ناپاک ہیں تیسرا جب بدن یا کپڑے سے جدا ہو جائے پاک ہے تنویر میں ہے طہور دعلی نجس نجس کعکسہ رد المحتار میں ہے الورود یشمل ما اذا اجری علیہا وھی علی ارض او سطح وما اذا صب فوقہا فی آنیۃ بدون جریان بحر الرائق میں ہے القیاس یقتضی تنجس الماء باول الملاقاۃ للنجاسۃ لکن سقط للضرورۃ سواء کان الثوب فی اجانۃ واورد الماء علیہ او بالعکس عندنا فھو طاھر فی المحل نجس اذا انفصل سواء تغیر اولا وھذا فی الماء ین اتفاقا اما الثالث فھو نجس عندہ لان طہارتہ فی المحل ضرورۃ تطہیرہ وقد زالت طاھر عندھما اذا انفصل والاولی فی غسل الثوب النجس وضعہ فی الاجانۃ من غیر ماء ثم صب الماء علیہ لا وضع الماء اولا خروجا من خلاف الامام الشافعی فانہ یقول بنجاسۃ الماء رد المحتار میں اسکے بعد فرمایا ولا فرق علی المعتمد بین الثوب المتنجس

والعضو لمعط لو یشیر الی خلاف ابی یوسف لاشتراط الصب فی العضو کما فی البدائع **اقول** وظاہر التعلیل بضرورۃ تطہیر الثوب انہ طاھر حتی فی ذلک الثوب لاغیر فلو وضع الثوب النجس فی اجانۃ وصب الماء فوقع فیہ ثوب اٰخر طاھر تنجس ان لم ینفصل الماء عن الثوب الاول بعد لان ماکان بضرورۃ تتقدر بقدرھا فمن کان یصلی وقد وقع طرف ردائہ فی الاجانۃ فاصابہ اکثر من الدرھم وھو یتحرک بتحرکہ لم تجز صلاتہ ھذا ما ظھر فلیحرر واللہ تعالٰی اعلم اس نفیس فائدہ سے اصل ۳ پر یہ توہم زائل ہوگیا کہ پانی تالاب کے اس کنارہ سے اوس کنارہ تک بہتا پہنچا پھر جاری کیوں نہ ہوا سیلان جریان نہیں بعد وہ فرق کھل گیا جو اصل میں مذکور ہوا کہ تالاب کے اندر مدخل آب کے قریب نجاست ہی اور پانی اوس پر ہوکر گزرا ناپاک ہوگیا کہ وہ سائل ہے جاری نہیں اور تالاب کے باہر زمین پر کنارہ کے قریب نجاست ہے اور پانی اوس پر گزرتا تالاب میں داخل ہوا تو ناپاک نہ ہوا جبتک وصف نہ بدلے کہ وہ جاری ہے اور اسکی نظیر وہ مسئلہ ہے کہ جوف زخم کے اندر خون کا سیلان معتبر نہیں جوف سے باہر بہے تو ناقض وضو ہے فافہم یہیں سے اوس مسئلہ کا کہ استنجا کرنے کو لوٹے سے پانی کی دھار ڈالی تھی ہنوز پہلے اوس دھار پر پیشاب کی چھینٹ پڑ گئی دھار ناپاک نہ ہوگی کہ جاری ہے اور یہی دھار استنجا کرنے سے ناپاک ہو جائیگی کہ اب جاری نہیں ردالمحتار میں ہے قال فی الضیاء ذکر فی الواقعات الحسامیۃ لو اخذ الاناء فصب الماء علی یدہ للاستنجاء فوصلت قطرۃ بول الی الماء النازل قبل ان یصل الی یدہ قال بعض المشائخ لاینجس لانہ جار قال حسام الدین ھذا القول لیس بشیئ والا لزم ان تکون غسالۃ الاستنجاء غیر نجسۃ قال فی المضمرات وفیہ نظر والفرق ان الماء علی کف المستنجی لیس بجار والنازل من الماء قبل وصولہ الی الکف جار ولا تظھر فیہ اثر القطرۃ فالقیاس ان لایصیر نجسا وما قالہ حسام الدین احتیاط اھ ویؤید عدم التنجس ماذکرنا من الفروع رحمہ اللہ تعالٰی اھ **اقول** وجزم فی الخلاصۃ عازیا للفتاوٰی وفی البزازیۃ ولم یحکوا خلافا فاوتصیما فی ما یتصل بالماء الجاری فی الفتاوٰی رجل یتنجی فلما صب الماء من القمقمۃ علی یدہ الا ان الماء الذی یسیل من القمقمۃ البول قبل ان یقع علی یدہ بعض ما خرج فھو طاھر اھ قال ش بخلاف مسألۃ الجیفۃ فان الماء الجاری علیھا لم یذھب بالنجاسۃ ولم یستھلکھا بل ھی باقیۃ فی محلھا وعینھا قائمۃ علی ان فیھا اختلافا ولھذا استدرکہ الشارح بقولہ ولکن قدمنا ان العبرۃ للاثر اھ کلام الشامی وقدمنا ان ما استدرک بہ الشارح ھو المفتی بہ المعتمد واللہ تعالٰی اعلم **اصل ۱۰** ہماری کتابوں میں اتنا فرماتے ہیں کہ پانی نجاست پر وارد ہو یا نجاست پانی پر دونوں کا یکساں حکم ہے کما تقدم عن التنویر وذکرہ مثلہ البحر الغفیر فی الغرر الورد کا المورد **اقول** وباللہ التوفیق یہاں ایک فرق ہے غامض و دقیق اور تحقیق انیق ہے قبول کی حقیقت۔ نجاست حقیقیہ کے لیے ایک دفع ہے اور ایک رفع۔ دفع یہ کہ نجاست اثر نہ کرنے پائے اور رفع یہ کہ نجاست کا اثر موجود زائل ہو جائے دفع جاری و کثیر کے ساتھ خاص ہے اور رفع ہر مائع طاہر مزیل کے لیے اور ملاقات نجاست و آب کے ثمرے چار ہیں۔ اعمال۔ اہمال۔ انتقال۔ استیصال۔ اعمال یہ کہ نجاست اپنا عمل کرے۔ اہمال یہ کہ عمل نہ کرسکے

انتقال یہ کہ اوسکا اثر جس شی پر تھا اوس سے دوسری چیز کی طرف منتقل ہو جائے۔ استیصال یہ کہ نجاست سرے سے فنا ہو جائے نجاست
جب آب قلیل راکد یعنی غیر جاری پر وارد ہو تو صرف اعمال ہے یعنی اوسے ناپاک کر دیگی اور خود اوسمین باقی رہیگی اور جب آب جاری یا کثیر پر وارد ہو
تو محض اہمال ہے یعنی باقی تو اوسمین رہیگی مگر اثر کچھ نہ کر سکیگی وما ذکر من انتقالها عند ائمۃ بلخ وبخاری وما وراء النہر فی الجواب
الثالث فذاک انتقال فی المزال عنہ الماء اور جب آب راکد نجاست پر وارد ہو جیسے کپڑا یا بدن پاک کرنے مین تو یہاں انتقال ہے
یعنی نجاست اوس کپڑے یا بدن سے منتقل ہو کر اس پانی مین آجائیگی وہ پاک ہو جائیگا اور یہ ناپاک۔ اور جب آب جاری نجاست
وارد ہو جیسے حوض وغیرہ کی صورتون مین گزرا تو یہ صورت استیصال کی ہے یعنی وہ بھی پاک ہو گیا اور یہ پانی بھی پاک رہا نجاست کہین
باقی ہی نہ رہی ہان جاری وکثیر اگر نجاست سے متغیر ہو جائین تو دونون صورتون مین قلیل راکد کی طرح ہین بالجملہ ورود آب بہ نجاست
اگر یہ پانی صرف رافع ہے تو نجاست اوس شے سے دور کر کے اپنے اوپر لے لیگا کہ اسمین دفع کی قوت نہین اور اگر دافع بھی ہے تو فنا
کر دیگا کہ اوس ناپاک شدہ شی سے رفع کی اور اپنے اوپر سے دفع کی اوسکے لیے کوئی محل ہی نہ رکھا اصل ۲ مین ظہیریہ کی عبارت گزری کہ حوض بھی
پاک ہو گیا اور یہ پانی جو اوس سے باہر نکل گیا اسے اوٹھا کر کسی نے وضو کیا تو وضو ہو گیا ظاہر ہے کہ اعمال ہوا نہ انتقال ہوا کہ پانی خود بھی
پاک رہا نہ اہمال ہوا کہ وہ ہوتا تو اوسوقت تک ہوتا کہ پانی بہ رہا تھا جب ٹھہر گیا اور ہے قلیل تو نجاست اگر رہتی واجب تھا کہ عمل کرتی جیسا
کہ اصل ۸ مین گزرا لیکن یہ بھی نہ ہوا اور اس پانی کو اوٹھا کر اس سے وضو جائز ہوا تو یہ نہین مگر نجاست کا استیصال۔ اسی طرح تصریح فرمائی ہے
کہ ناپاک زمین پر پانی بہایا کہ ہاتھ بھر بہ گیا زمین بھی پاک ہو گئی اور یہ پانی بھی پاک ہے۔ فی رد المحتار عن الذخیرۃ عن الحسن بن ابی مطیع
اذا اصابها الماء فجری قدر ذراع طہرت الارض والماء طاہر بمنزلۃ الماء الجاری قال ش فہذا نص فی المقصود وللہ الحمد اھ
یونہین تصریحات ہین کہ دو برتن ہین ایک مین مثلاً پانی یا دودھ پاک ہے دوسرے مین ناپاک دونون کی دھار ہوا مین ملا کر چھوڑی کہ ایک
تیسرے برتن مین پہنچی یا دونون کو ملا کر مثلاً پاک پکی چھت پر بہایا کہ ایک دھار ہو کر بہے سب پاک ہو گیا خزانہ وخلاصہ وخانیہ ورد المحتار مین ہے
اناءان ماء احدهما طاہر والآخر نجس فصبا من مکان عال فاختلطا فی الهواء ثم نزلا طہر کلہ ولو اجری ماء الاناءین فی
الارض صار بمنزلۃ ماء جار۔ اشارات تقریر سابق سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ثمرہ استیصال علی الاطلاق نجاست غیر مرئیہ مین ہے
مرئیہ جبتک باقی ہے معدوم نہین کہی جا سکتی ہان کثیر وجاری مین اثر نہ کر سکیگی قلیل وراکد ہوتے ہی اپنا عمل دکھائیگی مگر یہ کہ اس سے پہلے
نجاست نکال دی یا پانی مین مستہلک یا مٹی کی طرف مستحیل ہو گئی تھی کہ پہلی دو صورتون مین مرئیہ رہی غیر مرئیہ ہو گئی اور پچھلی مین
نجاست ہی نہ رہی منحۃ الخالق مین ہے قال العلامۃ عبدالرحمن افندی العمادی مفتی دمشق فی کتابہ ہدیۃ ابن العماد قال
صاحب مجمع الفتاوی فی الخزانۃ ماء الثلج اذا جری علی طریق فیہ سرقین ونجاسۃ ان تغیبت النجاسۃ واختلطت حتی
لا یری اثرها یتوضؤ منہ اھ یونہین ذخیرہ وخلاصہ وفتاوی سمرقند مین ہے شرح ہدیہ مین بعض کلام کو اصل فرمایا فالحوض نجس الی ان یصیر النجس الذی فی اسفلہ حماۃ وھی الطین

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الاسود فلا یکون نجسا حینئذ وان کان الحوض کبیرا فالامر فیہ یسیر منحہ میں ہے یعنی اذا جری بعد ذلک لانہ بصیرورۃ الزبل حمأۃ کما یعلم مما مر اھ **اقول** تبین مما حققنا ان المراد بالماء فی قولھم ما یرد علی نجس نجس کعکسہ ھو الماء الراکد القلیل اذ بہ تستقیم القضیتان علی عمومھما وقد اشار الیہ ملک العلماء حیث قال لا خلاف فی ان النجس یطھر بالغسل فی الماء الجاری وکذا بالغسل بصب الماء علیہ واختلف ھل یطھر بالغسل فی الاوانی قال ابو حنیفۃ ومحمد یطھر حتی یخرج من الاجانۃ الثالثۃ طاھرا وقال ابو یوسف لا یطھر البدن ما لم یصب علیہ الماء وفی الثوب عنہ روایتان وجہ قول ابی یوسف ان القیاس یابی الطھارۃ بالغسل اصلا لان الماء متی لاقی النجاسۃ تنجس ولو وردت النجاسۃ علی الماء الا انا حکمنا بالطھارۃ لحاجۃ الناس والحاجۃ تندفع بالحکم بالطھارۃ عند ورود الماء علی النجاسۃ فبقی ماوراء ذلک علی القیاس فعلی ھذا لا یفرق بین البدن والثوب ووجہ الفرق لہ علی روایۃ ان فی الثوب ضرورۃ اذ کل من تنجس ثوبہ لا یجد من یصب ولا یمکنہ الصب بنفسہ وجہ قولھما ان القیاس متروک فی الفصلین لتحقق الضرورۃ فی المحلین اذ لیس کل من اصابت النجاسۃ بدنہ یجد ماء جاریا او من یصب وقد لا یتمکن من الصب بنفسہ مع ان ماذکر من القیاس غیر صحیح لان الماء لا ینجس اصلا ما دام علی المحل النجس اھ مختصرا فقد افادتین ان القضیتین فی غیر الجاری ای وما فی حکمہ من الکثیر والعجب للمدقق العلائی حمل الکلام علی الجاری فقال فی شرحہ (ورد) ای جری (نجس) اذا ورد کلہ او اکثرہ ولو اقلہ لا کجیفۃ فی نھر او نجاسۃ علی سطح لکن قدمنا ان العبرۃ للاثر (کعکسہ) ای اذا وردت النجاسۃ علی الماء تنجس الماء اجماعا اھ **اقول** ف۱ بل لا یتنجس اجماعا اذا کان جاریا مالم یتغیر ف۲ فالمراد الراکد القلیل قطعا ولو حمل علیہ لم یحتج فی الاولی الی تقییدھا ولا الاستدراک علیہ والعجب ان السادات الثلثۃ ح و ط و ش کلھم حملوہ علی ما یعم الراکد والجاری فاعترض الاولان علی الشارح قائلین علی قولہ جری ھذا خاص بما اذا جری علی ارض او سطح ولا یشمل ما اذا صب علی نجاسۃ لان الصب لا یقال لہ جریان مع ان الحکم عام فالاولی ابقاء المصنف علی عمومہ اھ **اقول** ف۳ اترون ماء جاریا او کثیرا ورد علی نجس او بالعکس ھل یتنجس بالورود فاین العموم واشار الثالث الی الجوابین فقال فسر الورود بہ لیتأتی لہ التفصیل والخلاف الذی ذکرھما والا فالورود اعم وایضا فالجریان ابلغ من الصب فصرح بہ مع علم حکم الصب منہ بالاولی فعلتوھم عدم ارادتہ اھ **اقول** ف۴ لا عموم وعلی فرضہ ف۵ کیف یصح تفسیرہ بخاص لیتأتی لہ تقییدہ وجعلہ خلافیۃ بل کان علیہ ان یبقیہ علی عمومہ ویقول وان کان جاریا اذا ورد کلہ الخ یہ جواب بحمدہ تعالیٰ عطیہ سرکار رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ ہیں والحمد للہ علی تواتر آلائہ وافضل الصلاۃ والسلام علی سید انبیائہ وعلیھم وعلی الہ وصحبہ واولیائہ باقین دائمین بدوامہ و بقائہ آمین والحمد للہ رب العلمین جب یہ اصول عشرہ ممہد ہولیے اب تفریعات کی طرف چلیے **فاقول** وباللہ التوفیق

ف۱: تطفل ۲۱۲ علی الدر المختار

ف۲: تطفل ۲۱۳ علی ...

ف۳: معروضۃ علی ح ش ط

ف۴: معروضۃ ۲۱۵ علی العلامۃ ش

ف۵: معروضۃ ۲۱۶ علیہ

اس مسئلہ میں ۱۲ صورتیں پیدا ہوئیں۔ اب چہارم میں حوض کی تقسیم مذکور ہوئی **قسم دوم** وہ کہ اسفل اوسکا جزو ہو شکل داخل میں متمیز نہ ہو جیسے نصف دائرہ **قسم چہارم**
وہ کہ اسفل شکل جداگانہ ہو **صغیر تابع** جیسے پایا تہہ جسکے ہر جہت سے **مستقل** کہ جیسے پایا تہہ زائد ہو مگر سو سے کم جو حوض زیرین یا **قابل اجرا** ایک وہ کہ پانی اوسکی
حد سے باہر ہو سکے جو حوض بالا کے بطن میں بھرا ہو اب جو پانی آئیگا اوسکا بہاؤ اس حوض صغیر میں نہ ہو کر نکلنا نہ ٹھہریگا کہ اسکا اجرا ہو بلکہ جو حوض بالا ہی بطن میں گنا سمجھا جائیگا کہ جریان نہیں (اصل ۵) ظاہر ہے کہ اگر دیگ میں ایک شوربا تھا اور نصف دیگ میں ناپاک پانی بھر آیا لبالب بھر دینے سے بھی کٹوری کا پانی پاک نہ ہوگا
نہ دیگ کا اور نمک کی کا اجرا نہ ہو بخلاف اسکے صرف کٹوری میں پانی ہو اور وہ سر پلٹ پانی ڈالیں یہانتک کہ بھر کر اوبلے اور کٹورا اور اسکا پانی پاک ہو جائیگا کہ اسکا اجرا ہو گیا
اگرچہ جوف دیگ میں (اصل ۲) دوسرا وہ کہ آگے اوبل کر بہنے کو جگہ نہ ہو جیسے اس صورت میں کہ اگر چہ پانی صرف ح ء تک ہو آگے منتہے تک
بلندی ہے۔ **قابل اجرا** وہ کہ پانی اسکے اندر اور آگے بہنے کو جگہ ہو۔ **قلت منتہے** یہ کہ حوض بالا کی فضا کہ
اس حوض زیرین کی محاذات میں ہے مع فضائے حوض زیرین دہ در دہ سے کم ہو جیسے اس شکل میں کہ اب سو ہاتھ اور ح ء
کم ہے **کثرت منتہے** یہ کہ یہاں بھی دہ در دہ ہو جیسے اسی شکل میں جبکہ سطح ح ء سو ہاتھ اور سطح اب زائد ہو یا شکل سوم مذکور جواب چہارم میں کہ
اب و ح ء دونوں مساوی ہیں **کثرت مبدء** یہ کہ ناپاک پانی جہانتک بھرا ہو مثلاً بحال قابلیت اجرا ہ سے ر تک یا بحال عدم قابلیت
ی سے م تک وہاں سے مدخل آب تک اتنی جگہ ہو کہ آنے والا پاک پانی دہ در دہ ہو کر ناپاک پانی سے ملیگا مثلاً آسے جو پانی ح پر آیا اور پہلی صورت میں
ہ سے ناپاک پانی تھا تو ہ تک پہنچنے سے پہلے سطح ح ء میں سو ہاتھ مساحت ہو اور دوسری صورت میں ی سے نجس پانی تھا تو ی سے اوپر اوپر سطح
ح ی میں دہ در دہ کی وسعت ہو **قلت مبدء** یہ کہ اتنی جگہ نہیں بلکہ دہ در دہ سے کم رہکر اوس سے ملے بہرحال نجاست مرئیہ پاک پانی داخل ہونے سے
پہلے نکال لی گئی تو **مخرجہ** ہے ورنہ **باقیہ** راسبہ خواہ طافیہ ظاہر ہے کہ حوض زیر بحث قسم دوم سے ہوگا یا چہارم سے اور چہارم تابع یا مستقل اور
دونوں قابل اجرا یا ناقابل یہ پانچ صورتیں ہوئیں اور ہر تقدیر پر مبدء کثیر ہوگا یا قلیل بر تقدیر دوم منتہی بھی قلیل ہوگا یا کثیر یہ تین ہو کر پندرہ[15]
ہوئیں بہرحال نجاست غیر مرئیہ ہوگی یا مرئیہ اور مرئیہ مخرجہ یا باقیہ اور باقیہ راسبہ یا طافیہ یہ چار ہو کر ساٹھ[60] ہوئیں پھر ہر صورت حوض بالا بھر کر اوبلا
یا نہیں جملہ ایکسو بیس[120]۔ اب ہم بتوفیقہ تعالی انکا ضبط کریں کہ ہر تقسیم اوسی صورتیں آئے جس سے وہاں حکم مختلف ہو **فاقول** وباللہ
ربی استعین **اولاً** حوض اگر قسم دوم سے ہو یا قسم چہارم سے اور صغیر ناقابل اجرا تابع خواہ مستقل اور بہرحال کثیر المبدء تھا نہ بھر کر اوبلا تو مطلقاً
سب ناپاک ہو گیا عام ازین کہ نجاست کسی قسم کی ہو اور منتہے قلیل ہو یا کثیر کہ جتنا پانی نجاست سے ملتا گیا نجس ہوتا گیا اور نجس کثیر ہو کر طاہر
نہیں ہو سکتا یہ تین صورتیں ہوئیں بلکہ ایک ہی کہ ناقابل اجرا سکو شامل ہے اور تفصیلاً المجاز اکثر فی قلت منتہے و اقسام نجاست چوبیس[24] **ثانیاً** انہیں صور ثلثہ سے
پہلی دو صورتوں یعنی قسم دوم و ناجاری تابع میں اگر کثیر المبدء تھا یا بھر کر اوبلا تو مطلقاً سب پاک ہو گیا یہ چار صورتیں ہوئیں بلکہ وہی کہ
نا مستقل دونوں کو شامل اور تفصیلاً بتیس[32] کہ کثیر المبدء اوبلے یا نہیں اور اوبلنے والے قلیل المبدء میں منتہے قلیل ہو یا کثیر اور ہر ایک قسم
دوم سے ہو یا ناجاری تابع اور بہرحال نجاست کسی قسم کی **ثالثاً** انہیں کی صورت سوم جاری مستقل میں کثیر مبدء یا اوبلنے سے حوض بالا مطلقاً پاک رہیگا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

کہ اوس کا پانی ناپاک پانی سے کثیر ہو کر ملا (اصل ۸) یا بعد کو بہ گیا (اصل ۱) اور صغیر مطلقاً ناپاک ہونا چاہیے اگرچہ نجاست غیر مرئیہ ہو کہ بہا
نہیں اور مستقل ہی (جواب ۱۱) نہ نجاست موجود اور سبب تطہیر مفقود بصورت کثرت مبدء تو واضح ہی اور صورت اجرا میں بھی ظاہر یہی ہے کہ اسکا
استقلال اوسکے اجزا کو اسکا اجزا ہونے سے مانع ہوگا اگر کہیے کہ مانع نہو گا شکل 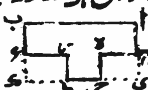 میں ح ح اور ی ک زمین کے
ٹکڑے جنھوں نے حائل ہو کر ہ ط کو اء سے ممتاز شکل کر دیا اگر ہٹا دیے جائیں تو شک نہیں کہ ا ب کا اجزا تمام شکل ا ک کا اجزا ہوگا
جسمیں ہ ط بھی داخل نواوتے ٹکڑے گم لینے سے اثر اجرا کہ ح ط تک پہنچا تھا ہ سے کیون ختم ہو جائیگا تو جواب وہی ہے کہ وہ ٹکڑے
ہٹ جائیں تو ا ک شکل واحد میں سب پانی ایک ہی بخلاف اس صورت کے کہ اب دو شکلوں میں دو پانی ہیں فلیتأمل یہ دو صورتیں
ہوئیں اور تفصیلا اوسیطرح سولہ رابعا صغیر قابل اجرا نہو مگر قسم چہارم کی قسم دوم سے اصلاً قابل اجرا نہیں جبتک سارا حوض بھر کر نہ بہے ظاہر ہے کہ اب جو پانی اوپر آئیگا بھر وہ
اوسی بھر کر بہا دیگا (اصل ۵) تو اس وقت اسکی طہارت میں کلام نہیں (اصل ۱) عالم میں کہ مستقل ہو یا تابع کہ اجرا طہارت کیلئے کوئی مقدار شرط نہیں (اصل ۲) اب اگر نجاست
غیر مرئیہ یا مرئیہ تھی تو نجاست کی کوئی وجہ نہیں کہ جریان اس نجاست کو فنا کر دیتا ہے (اصل ۰) تو مطلقاً زیر و بالا دونون حصے پاک ہیں اگرچہ مبدء کثیر ہو نہ
منتہے کہ جریان کے لیے کوئی حد خاص مقدر نہیں (اصل ۴) خواہ بھر کر اوبلے یا نہیں کہ طاہر کو جریان کی حاجت نہیں یہ چار صورتیں ہوئیں کہ قابل
اجرا تابع یا مستقل اور نجاست غیر مرئیہ یا مرئیہ بلکہ ایک ہی کہ قابل اجرا بعد نجاست غیر مرئیہ کہ بعد اخراج مرئیہ بھی غیر مرئیہ ہے اور
تفصیلا چوبیس ہیں کہ ہر تقدیر پر مبدء کثیر ہو یا قلیل اور منتہے کثیر یا وہ بھی قلیل اور ہر صورت پر اوبلے یا نہیں خامسا اسی صورت قابل اجرا میں
نجاست باقیہ ہو تو مبدء یا منتہے کثیر ہونے کی حالت میں اگر نجاست طافیہ ہو مطلقاً دونون حصے پاک رہیں گے صغیر تابع ہو یا مستقل
کبیر اوبلے یا نہ اوبلے کہ جریان صغیر نے اوسے پاک کر دیا اور وہ اگرچہ مستقل ہو نجاست کہ طافیہ تھی اوسمیں نہ رہی آب بالا کی طرف منتقل ہو گئی اور یہ آب بالا
اوسے بہانے والا اوس سے متأثر نہوا اگر کثیر تھا تو ظاہر (اصل ۸) اور قلیل تھا جب بھی بحالت جریان تو پاک تھا ہی (اصل ۴) اور یہ جریان منتہی
نہوا جبتک اس فضائے حوض کبیر کو کہ محاذات صغیر میں ہے بھر ندیا (اصل ۳) کہ عرض میں پھیلنا جریان کا مانع نہیں (اصل ۷) اور اسوقت
وہ دردہ ہو چکا تھا بہر حال قابل قبول نجاست نہوا تو ہیں اگر راسبہ ہے اور صغیر تابع کہ اگرچہ وقوف جریان کے وقت نجاست اوسمیں جمع تھی
مگر آب بالا بوجہ کثرت متأثر نہوا اور یہ بوجہ تبعیت اوسکے ساتھ شئ واحد ہی تو پاک ہی رہیگا اور جریان بالا کی حاجت نہیں جیسے حوض قسم
دوم کا اسفل اگرچہ مساحت میں کتنا ہی کم رہ جائے اور اوسمیں نجاست موجود ہو جب اوپر کثیر ہے یا اجرا ہو جائے کوئی حصہ ناپاک نہ رہیگا
ہاں اس صورت میں اگر صغیر مستقل ہے تو کبیر کہ کثیر ہے پاک رہیگا اور صغیر پھر ناپاک ہو جانا چاہیے کہ اوسکی سطح کے بھرتے ہی جریان ٹھہر گیا
اور اسوقت نجاست خود اسمیں موجود ہی اور یہ تابع نہیں تو جریان بالا بھی اگر ہوا اسے مفید نہیں اور اگر مبدء و منتہے دونون قلیل ہیں اور حوض بالا
بہا بھی نہیں تو مطلقاً دونون حصے ناپاک رہینگے صغیر تابع ہو یا مستقل اور نجاست طافیہ ہو یا راسبہ کہ اگرچہ اجرائے صغیر نے اسے پاک کیا
اور اوس وقت تک وہ آنے والا پانی بھی پاک تھا مگر جریان ٹھہر اقلت پر تو آب قلیل ساکن میں نجاست موجود ہے خواہ بالا میں اگر طافیہ ہے یا

زیرین مین گر راسب تو وہ نجس ہوگیا (اصل ۲) اور وہ دوسرا قلیل کہ اول مین نہ تھا اور دوم مین بالا ہی اس آب نجس سے متصل ہے تو دونون نجس ہوگئے اور بعد کو پانی بڑھا اور حوض مین متحرک ہوا تو وہ بلا جرا نہوا (اصل ۳) وہ اس بڑھنے مین سیلان بھی ہو مگر جریان کے لیے کافی نہین۔ (اصل ۹) اور اگر حوض بالا بہا اور صغیر تابع ہے تو سب پاک اگرچہ نجاست راسبہ ہو لما مر انفا اور مستقل ہے تو صغیر بوجہ اتصال نجاست ناپاک ہونا چاہیے اگرچہ طافیہ ہو کہ وقوف جریان کے وقت بالا بسبب قلت ناپاک ہوگیا تھا اور یہ اوس سے متصل ہے جب بالا کا جریان ہوا وہ بوجہ استقلال اسکا جریان نہ ٹھہرا چاہیے تو یہ نجس ہی رہا اور کبیر بوجہ جریان خود پاک ہوگیا یہ وہ صورتین ہین کہ کثرت مبدء یا منتہے ہر ایک مین تین ہین طافیہ مطلق اور راسبہ مین صغیر تابع یا مستقل تو یہ تین قلت ہر دو مین تین ہین عدم جریان بالا مطلق اور جریان مین تبعیت و استقلال بلکہ چھ ہی ہین کہ دونون کثرتین وقوف علی الکثرۃ مین آگئین تو تفصیلا چوبیس ہین کہ کثرت مبدء یا منتہے یا قلت ہو ہر ایک مین نجاست طافیہ ہے یا راسب صغیر تابع ہے یا مستقل یا بالا بہا یا نہین آٹھ آٹھ ہوکر چوبیس ہوئین مجموع ایکسو بیس اور ضابطہ مین بیتیس ہی بلکہ صرف بارہ۔ **اختصار ہذہ الضابط اقول** ان کان جوف الحوض النجس لا یجری بدخول الماء الطاھر فان کثر المبدء او جری الکبیر طھر الکل او الصغیر تابعا او الکبیر فقط لو مستقلا والا تنجس الکل وان کان یجری بہ والنجاسۃ غیر مرئیۃ طھر الکل وان باقیۃ فان وقف عن الجریان کثیرا وھی طافیۃ او الصغیر تابع طھر الکل والا فالکبیر وحدہ وان وقف قلیلا ولم یجر الکبیر تنجس الکل وان جری طھر الکل او الصغیر تابعا او الکبیر فقط لو مستقلا۔ **ضابط بروجہ دوم** متفرق کہ ہر حصہ کی طہارت کا جدا ضابطہ **اقول** طہارت بالا کی چار صورتین ہین آب طاہر کثیر ہوکر نجس تک پہنچے یا حوض بھر کر ابل جائے یا صغیر کو بہا لے اور نجاست غیر مرئیہ رہگئی ہو یا صغیر کو بہا کر وہ دردہ پر ٹھہرے اور طہارت زیرین تابع مطلقا تابع طہارت بالا ہے اور طہارت زیرین مستقل کو تین شرطین درکار اول اوسکا جاری ہونا دوم نجاست کا راسبہ نہونا سوم یا تو نجاست غیر مرئیہ ہو یا طافیہ ہے تو جریان بعد کثرت پر ٹھہرے انھین کے اجتماع و افتراق سے زیرو بالا کی احکام پیدا ہونگے طہارت بالا کی اگر کوئی صورت نپائی جائے تو دونون مطلقا نجس ہین کہ اس مسئلہ مین نجاست بالا و طہارت زیرین معقول نہین اور اگر ان مین سے کوئی صورت متحقق ہو اور اوسکے ساتھ صغیر مستقل ہو تو اوسکی تینون شرطین جمع ہون تو سب پاک ہے اور اگر طہارت بالا کی کوئی صورت پائی گئی اور صغیر مستقل ہو اور اوسکی کوئی شرط منتفی ہوئی تو اسفل ناپاک اعلی پاک۔ **ضابط بروجہ سوم** کہ توزیع احکام کرے حکم تین ہین سب پاک سب ناپاک صرف حصہ بالا پاک۔ اس ضابطہ مین ہر حکم کی صورتین جدا کیجائینگی **فاقول** اگر آب طاہر نجس سے کثیر ہوکر نہ آلگا یا بعد کو ابلا نجاست غیر مرئیہ مین صغیر کو بہا لیا نہ باقیہ مین بہا کر دہ در دہ پر ٹھہرا تو ان اٹھائیس صورتون مین دونون حصے مطلقا ناپاک ہین اور اگر حوض قسم دوم سے ہو یا چہارم مین صغیر تابع تھا مطلقا اور ان دونون صورتون مین آب طاہر کثیر ہوکر نجس سے ملا یا بعد کو ابلا یا آب نجس حوض صغیر تابع خواہ مستقل مین قابل جریان تھا اور نجاست غیر مرئیہ رہگئی تھی اگرچہ دہ در دہ سے کم پر ٹھہرا یا مرئیہ مین وہ صغیر تابع تھا اگرچہ راسبہ ہو اور اوسے بہا کر کثرت پر ٹھہرا یا بعد ...

یا صغیر مستقل تھا اور نجاست طافیہ اور بہا کر کثرت پر ٹھہرا ان شش صورتوں میں دونوں حصے مطلقاً پاک ہیں اور اگر صغیر مستقل تھا اور آنے والے پانی نے اوسی نجاست کو بہایا کہ جگہ نہ تھی خواہ نجس پانی اوسکی حدود سے باہر نکل گیا یا بہایا تو نجاست راسبہ تھی اور ان دونوں صورتوں میں پانی اوس نجس سے کثیر ہو کر ملا خواہ صورت اخیرہ میں بہا کر کثرت پر ٹھہرا یا دونوں صورتوں میں بعد کو ملا یا نجاست طافیہ تھی اور قلت پر ٹھہر کر آخر میں اوس سے ملا ان بائیس صورتوں میں اسفل ناپاک اعلی پاک **اقول اولاً** یہیں سے ظاہر ہوا کہ کلام علمائے کرام حوض قسم دوم میں ہے ورنہ انوی صورتوں سے نقض وارد ہو جن میں سے شش میں طہارت کل یقینی ہے اور بائیس میں طہارت اعلی تو یقیناً نجاست اسفل میں اور حوض قسم دوم میں بیشک حکم یہی ہے کہ اعلی اسفل سب ناپاک صرف دو استثناء جنمیں سب پاک ہوگا ایک یہ کہ بھر کر ابل جائے یہ صراحۃً اونکے کلمات عالیہ میں مذکور حلیہ و بدائع و فتح سے گزرا امتلأ و الخرج منہ شیئ دوسرے یہ کہ آنے والا پانی کثیر ہو کر اوس نجس سے ملے یہ بیجا خود معلوم و معہود کہ کثیر بے تغیر نجاست قبول نہیں کرتا تو اطلاق علمائے کرام صحیح و بے غبار ہے اور تحقیق بازغ و تنقیح بالغ یہی ہے جو بتوفیقہ عزوجل قلب فقیر پر القا ہوئی **ثانیاً** نیز یہ بھی واضح ہوا کہ قول دوم بھی بیوجہ نہیں بلکہ وہ اون شش صورتوں پر محمول جنمیں سب پانی پاک رہتا ہے وباللہ التوفیق **ثالثاً** یہ بھی لائح ہوا کہ یہ محل ایک قول کی تصحیح دوسرے کی تضعیف کا نہیں بلکہ دونوں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں وللہ الحمد کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا ویرضی، وصلی اللہ تعالی وبارک وسلم علی المصطفی المرتضی، وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ ما علت سماء ارضا، والحمد للہ رب العلمین واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

تنبیہ جلیل وتشیید التفریع والتاصیل، وعلی اللہ ثم علی رسولہ التعویل، جل وعلا وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم بالتبجیل، اصل سوم میں گزرا کہ دخول وخروج دونوں اسکے جریان کے رکن ہیں اون میں سے جو نہ پایا جائیگا جریان نہو گا اور اصل نہم میں رد المحتار و ضیاء و جامع المضمرات و ہندیہ و خلاصہ و فتاوی سے گزرا کہ لوٹے کی دھار جبتک ہاتھ پر نہ پہنچی جاری ہے حالانکہ یہ محض خروج بلا دخول ہے **اقول** وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق اسکی تنقیح و تطبیق ایک اور خلافیہ کی توضیح و توفیق پر مبنی ہے علما مختلف ہوئے کہ جاری ہونے کیلئے اوپر سے مدد آنا بھی ضرور ہے یا بلا مدد کسی مائع کا آپ بہنا بھی جریان ہے محقق علی الاطلاق نے اول کو ترجیح دی فتح میں فرمایا الحقوا بالجاری حوض الحمام اذا کان الماء ینزل من اعلاہ حتی لو ادخلت القصعۃ النجسۃ او الید النجسۃ فیہ لا ینجس وہل یشترط مع ذلک تدارک اغتراف الناس منہ فیہ خلاف وذکر فی المنیۃ ثم لابد من کون جریانہ لمدد لہ کما فی العین والنہر ہو المختار اھ ثم ذکر مسألۃ الاستنجاء بالقمقمۃ ونقل عن التجنیس النظر فیہ بعین ما نظر الامام حسام الدین ثم قال قال ای المصنف فی التجنیس ونظیرہ ما اوردہ المشائخ فی الکتب ان المسافر اذا کان معہ میزاب واسع (ای یسع لان یتوضأ فیہ) واداوۃ ماء یحتاج الیہ ولا یتیقن وجود الماء لکنہ علی طمع قیل ینبغی

ان یأمر احدا یصب الماء فی طرف المیزاب وهو یتوضؤ وعند الطرف الاخر اناء طاهر یجتمع فیه الماء فانه یکون الماء طاهرا وطهورا لانه جار قال به نهر هذا لیس بشیئ لان الجاری انما لا یصیر مستعملا اذا کان له مدد کالعین والنهر وما اشبهه فمما اشبهه حوضان صغیران یخرج الماء من احدهما ویدخل فی الاخر فتوضأ فی خلال ذلک جاز لانه جار وکذا اذا قطع الجاری من فوق وقد بقی جری الماء کان جائزا ان یتوضأ بما یجری فی النهر قبل استقراره اھ بالتقاط اور علامہ حدادی نے سراج وہاج اور علامہ سراج ہندی نے توشیح میں اس کی تصحیح کی بحر وتنویر ودر وغیرہا میں اسی پر اعتماد کیا بحر میں بعد نقل ترجیح فتح فرمایا وفی السراج الوهاج لا یشترط فی الماء الجاری المدد هو الصحیح اھ ثم ذکر فی البحر عن التجنیس والمعراج وغیرهما مسألة جواز الوضوء بما یجری فی نهر سد من فوقه ❀ **اقول** ای فیه او به ❀ اذا وقع فیه نجس کما لا یخفی ثم رأیت فی الحلیة اخذ بمثله علی متنه انقال ظاهر عبارتهم فی هذه المسألة کما فی الذخیرة و واقعات الناطفی اذا سد من فوق فتوضأ بما یجری فی النهر جاز اه ان یکون الوضوء فی النهر فکان علی المصنف ان یذکر فیه لان من الواضح جدا جواز الوضوء به جاریا کان او غیر جار خارجه اما باغتراف او اخذ منه بانا فلا یقع التقیید ببقاء جریان الماء وقعا ثم هو علی کعبا من ذکر مثله اھ **اقول** ای عتب فلیس علی المصنف اذ کانوا هم المعبرین بالباء دون فی فهذا محل التفسیر لا الاخذ کما فعل الفقیر قال البحر فهذا یشهد لما فی السراج اھ **اقول** نعم لکن لا ینبغی عزوه للتجنیس فانه لیس لنا مما الیه بل هو فی عداد ما رد علیه کما یظهر من عبارة الفتح حیث نقل عن التجنیس فی مسألة القمقمة هذا لیس بشیئ ثم قال ونظیره فذکر مسألة المیزاب ثم قال وما اشبهه وجعل منه مسألة ❀ الحوضین و هذه المسألة ثم قال فی البحر ذکر السراج الهندی عن الامام الزاهد انه من حفر نهرا من حوض صغیر واجری الماء فی النهر وتوضأ بذلك الماء فی حال جریانه فاجتمع ذلك الماء فی مکان فحفر رجل اخر نهرا من ذلك المکان واجری الماء فیه ❀ وتوضأ به حال جریانه فاجتمع فی مکان اخر ففعل رجل ثالث کذلك جاز وضوء الکل لان کل واحد انما توضأ بالماء حال جریانه ❀ والجاری لا یحتمل النجاسة ما لم یتغیر اھ **اقول** ای ان وقعت والحکمیة ان توضأ فیه بغسل الاعضاء فلا یبتنی علی نجاسة المستعمل ثم هذه مثل مسألة الحوضین بل هی هی بعبارة ابسط وقد ذکرها صاحب المنیة عن المحیط وفی الذخیرة عن القاضی الامام علی السغدی وفی الخانیة وغیرها وقال فی الحلیة المصنف نقل عن المحیط تقیید الجواز بما اذا کان بین المکانین مسافة وان کانت قلیلة یوافقه ما فی الخانیة تاویله اذا کان بین المکانین قلیل مسافة وفی مسألة الحفرتین (ای یخرج من احدهما الماء ویدخل فی الاخر وهی مسألة الفتح) لو کان بینهما قلیل مسافة کان الماء الثانی (ای المجتمع فی الحفرة الاخری) طاهرا لکن اقاله خلف بن ایوب و نصیر بن یحیی و هذا لانه اذا کان بین المکانین مسافة فالماء الذی استعمل الاول یرد علیه ماء

https://www.facebook.com/darahlesunnat

جار قبل اجتماعہ فی المکان الثانی فلا یظہر حکم الاستعمال (ای لایثبت) اما اذا لم تکن بینہما مسافۃ فالماء الذی استعمل اولا قبل ان یرد علیہ ماء جار یجتمع فی المکان الثانی فیصیر مستعملا فلا یطہر بعد ذلک انتہی وھذا کلہ بناء علی نجاسۃ المستعمل اھ **اقول** حوض یکری منہ نہر فیجری فیہ ماء فیجتمع فی مکان اٰخر کیف یتصور ھذا من دون مسافۃ بینہما نعم یمکن فی الحفرتین ان تکونا متجاورتین یکون خروج الماء من احدہما دخولا فی الاخری **فان قلت** المراد مسافۃ فوق ما ینغمس فیہا المتوضئ اعضاءہ لیتحرک علی الارض بعد انفصالہ عن اعضائہ فیأتی علیہ ماء اٰخر قبل دخولہ فی المکان الثانی **اقول** اذ ھو جار فلا یثبت اثرہ ولا یفتاق الی ان یجری علیہ جار اٰخر فلو اجتمع من فورہ فی المکان الثانی لکان طہورا فالوجہ ان لا یجعل ھذا تقییدا او لا تاویلا بل یجعل الفائدۃ التصویر بکری النہر ویوجہ بانہ لولا ذلک لانقطع جریانہ بدخولہ فی بطن الثانی کما قدمنا تحقیقہ ان الحرکۃ فی البطن سیلان لا جریان فیقع الوضوء فی الراکد فیفسد البناء علی مسألۃ فرق للماء فیما فعلنا فلا حاجۃ الی البناء علی المہجور لکن جنح الحلیۃ مال الی التسویۃ ثم ذکر السراج مسألۃ المیزاب بعزوھا للشیخ الزاہد ابی الحسن الرستغفنی وفیہا وھو یتوضوء فیہ اھ **اقول** ای بالغمس فیہ یتغیر ما یجمعہ فی الفتح قال لان استعمالہ حصل حال جریانہ والماء الجاری لا یصیر مستعملا باستعمالہ ثم قال السراج من المشائخ من انکر ھذا القول وقال الماء الجاری انما لا یصیر مستعملا اذا کان لہ مدد کالعین والنہر قال والصحیح القول الاول ای لیس مسألۃ واقعا الناطفی فذکر مسألۃ سد النہر من فوق قال فان ھناک لم یبق للماء مدد ومع ھذا یجوز التوضوء بہ اھ **اقول** ولا تنس ما قدمنا من علامہ شامی نے رد المحتار میں اور رسائل سے اس قول دوم کی تائید کی فقال ویؤیدہ ایضا ما مر انہ لو سال دم رجلہ مع العصیر لا ینجس خلافا لمحمد **قلت** المسألۃ فی الدر عن الشمنی وغیرہ وفی المنیۃ عن المحیط وفی الحلیۃ عن المجتبی وعن مختارات النوازل وھی مقیدۃ بان کان العصیر یسیل لم یظہر فیہ اثر الدم کما نصوا علیہ قال وفی الخزانۃ فذکر ما قدمنا فی الاصل العاشر من مسألۃ اختلاط ماء الانائین فی الھواء او اجرائہ فی الارض قال ونظمہا المصنف فی تحفۃ الاقران قال وفی الذخیرۃ فذکر ما مر فی العاشر عن الحسن بن ابی مطیع یہاں تک تائید قول دوم میں سات مسئلے ہوئے حوض صغیر میں سے نہر کھود کر پانی بہا کر اوس میں وضو۔ پرنالے میں پانی ڈلوا کر اوس میں وضو۔ نہر کا اوپر سے اوس کا سیدھا باندھ دیا ہے اوس میں وضو۔ شیرہ انگور نچوڑ رہا ہے اور وہ جاری ہے کچھ خون اوس میں ٹپک گیا جس کا اثر ظاہر نہ ہوا نجس نہ ہوگا۔ پاک ناپاک برتنوں کے پانی ہوا میں ملا کر چھوڑے یا زمین میں بہائے دونوں پاک ہوگئے۔ ناپاک زمین پر پانی بہایا ہاتھ بھر بہ گیا زمین بھی پاک پانی بھی پاک **اقول** ان سب سے صاف تر وہ مسئلہ ہے کہ برف پگھلا اور ایسے راستہ پر بہا جس میں گوبر وغیرہ نجاستیں ہیں اگر نجاسات کا اثر اوس میں ظاہر نہ ہوا اوس سے وضو ہوسکتا ہے وہ ما قدمنا فی الاصل العاشر عن المنتقی بعد عن الخزانۃ وعن البزازیۃ وعن الخلاصۃ عن الفتاوی شرح ہدیہ میں فرمایا ھذا اصح علی

عدم اشتراط المدد فی الماء الجاری ثم اقول[1122] وهذه الفروع متوزعة علی انحاء منها ما هو مؤید ولا شك
فی مسألة نهر سد من فوق والتی زدت ومنها ما لا تأیید فیه اصلا وهما المسألتان الاولیان ولا
ادری کیف اتفق الفریقان علی جعلهما مما لا مدد له فانه انما یتوضؤ فی النهر بین الحوضین او فی المیزاب ولا شك
ان الحوض الاعلی او الاداوة یمدانه ما دام الاتری کیف اتفقوا علی الحاق حوض الحمام بالماء الجاری اذا کان الماء من
الانبوب نازلا والغرف متدارکا وقد جزم به فی الفتح ههنا کما رأیت ونظیره ما قدمنا عن العلامة ش فی الاصل
الرابع ان طهارة الدلو اذا افرغ فیه ماء حتی سال مبنی علی عدم اشتراط المدد ومنها ما للنزاع فیه مجال
فی کونه ادعی الی التأیید فمن طرف خفی فان الماء الممتزج فی الهواء او الجاری علی الارض فی الخامسة والسادسة
یمده الصب فی کل وکذلك فی السابعة وان کان لفظ الذخیرة[1123] صب علیها الماء فجری قدر ذراع لا حتی جری
یدل ظاهرا علی عدم انقطاع الصب الی هذه الغایة فان الفاء ان لم تدل دلالة حتی غیر انها لا تدل ایضا
علی الانقطاع والاحتمال یقطع الاستدلال وکذلك فی فرع العصیر فان له مددا ما دام العصر قائما فان قلت
المسألة مرسلة فیشمل ما اذا انقطع العصر قلت[1124] قالوا فیها والعصیر یسیل فالاستشهاد بها یتوقف
علی کون السیلان الباقی بعد انقطاع المدد جریانا وهو اول الکلام فان قلت نعم هو جریان بالاتفاق الم تسمع
ما نقل فی الفتح والتوشیح عن شارط المدد ان الماء الجاری انما لا یصیر مستعملا اذا کان له مدد زاد السراج
اما اذا لم یکن له مدد یصیر مستعملا اھ فقد سماه جاریا قلت[1125] جعله فی حکم الراکد والمقصود الحکم فلا شك
ان المراد بسیلان العصیر جریان الماء مما لا یقبل اثر النجاسة ویطهر بعضه بعضا نعم[1126] قد یقال فی الخامسة
والسادسة ان الامتزاج فی الهواء او علی الارض انما یکون بعد الصب فقد ربما یخرج الصب ممتزج فیحصل المزج
الاخیر بتمام الصب فلو لم یبق جاریا بعده تنجس الممتزج الاخیر کله وثانیا[1127] الاشبه فی حد الجاری
ما یذهب بتبنة والاظهر ما یعد جاریا کما فی الدر وهو الاصح کما فی البدائع والتبیین والبحر والنهر ولا شك انهما صادقان
علی نهر سد من فوقه فانه یذهب بجریته فضلا عن تبنة ولا یسوغ لاحد من اهل العرف ان یقول انه راکد فمن العجب بعد ذکره
اختیار اشتراط المدد الا[1128] ان یقال ان الوضوء بغمس الاعضاء انما یکون فیما بعد السد منفصلا عنه لا فی الاجزاء الملاصقة له
وما انفصل عن السد فله من فوقه مدد تامل وثالثا[1129] فیما یظهر لی والله تعالٰی اعلم ان الجریان للماء الا حرکته بطبعه فی
فضاء ونفاذه جاریا علی محل واحد هو الذی یحتاج الی المدد لان الجاری لا یقف فلو لم یمد لاخلی المحل وبالمدد یتجدد علیه
امثاله فیستمر جاریا عامة ما دام المدد غیر ان الجریان دافع لاثر النجاسة عن الماء ما استمر جاریا لا رافع له عنه فلو جری

الماء المتنجس بنفسه بان كان فی صبب بحيث لو فتح فار فانه لم يطهر ابدا الا بدلا للطهارة من جريانه مع الطاهر فجريان
الطاهر لا يحتاج الى المدد كنهر يسيل من فوقه وكما ترى اذا اشتد المطر ووقف لا يزال الماء الواقع على الارض والسطوح
جاريا مدة بعده ولا يصح لاحد ان يقول وقف الواقع فور وقوف المطر فجريان النجس ليطهر هو يحتاج الى المدد من طاهر
فليكن محمل القولين وبالله التوفيق ثم اقول [١١٣١] هذا اذا كان الماء فی فضاء اما اذا كان فی جوف حوض او ظرف فلا بد مع
ذلك من خروجه عنه لان الماء كان واقفا فيه والماء لا يقف ما صادف منحدرا فدل وقوفه على عدمه فاذا دخله ماء اٰخر فلا
يدفعه الى منحدر بل يعليه الى فوق فلا يكون جاريا الى ان يقطع العوائق بامتلاء المحل فيجد متسعا فينحدر فعند
ذلك يصير جاريا فمن اجل هذا اشترطنا فيه مع الدخول الخروج فاذا كان حوض فی حوض والماء فی الصغير لم يكن واقفا فيه
لانعدام المنحدر فلا يجری ما لم يخرج من الاعلى لما علمت اما اذا لم يكن الا فی الصغير وراءه مسيل فدخل الطاهر من هاهنا وجعل الماء
يخرج منه ويسيل فقد جرى الى ان يصل الى ما يحاذيه من سطح الكبير فيقف لانعدام المنحدر فما يدخل عليه بعده لا يجريه
بل يعليه الى ان يملأ الاعلى ثم يفيض ثم اقول [١١٣٢] هذا كله فی الجريان الحقيقی اما ما الحقوا به كحوض صغير للحمام
او للوضوء يدخل فيه الماء من الانابيب او الميازيب ويخرج بالغرف المتدارك والبئر ينبع فيها الماء من تحت ويخرج
بالاستقاء المتوالی او بفتح منفذ فيها ان امكن كما مر عن الهندية عن الظهيرية وعن المنحة عن الخير الرملی وفی البحر
عن البدائع عن الامام الحسن بن زياد عند تكرار النزح ينبع الماء من اسفله ويؤخذ من اعلاه فيكون كالجاری اھ
وهو عند محمد كما فی الحلية عن الامام محمد قال اجتمع رأيی ورأی ابی يوسف على ان ماء البئر فی حكم الماء الجاری لانه ينبع
من اسفله ويؤخذ من اعلاه فلا يتنجس بوقوع النجاسة فيه اھ ونقله فی العناية بلفظ قال محمد الخ ثم رأيت الامام
ملك العلماء نقله فی البدائع يعنی لفظ الحلية وذكر تمامه كحوض الحمام اذا كان يصب الماء فيه من جانب ويغترف
من جانب اٰخر انه لا ينجس بادخال اليد النجسة فيه اھ وكذا فی الغنية الى قوله كحوض الحمام اھ فكذلك ما ذكرته من المحمل
اقول [١١٣٣] وعند هذا فهو فرع جيد مقبول ووجه لرده كما يعطيه كلام الحلية تبعا للبدائع انه كان القياس فی
البئر ان لا تتنجس اصلا كما نقل عن محمد او لا تطهر ابدا كما قاله بشر المريسی الا ان اصحابنا تركوا القياسين
بالاٰثار وهذا الحاصل ما فيها حملا منهم ما ايدوه على الاطلاق وليس الاولى بنا ان نرد ما جاء عن الائمة معروفا محمل لا
صحيح [١١٣٤] فقد تظافرت كلماتهم على قبول هذا المعنى فی الحوض الصغير فلم لا يقبل فی البئر ولا تخالفه الا فی هيأة
ولا مدخل لها فی الحكم فكل صغير سواء كان الماء يدخل فيه من اعلاه وفيها من اسفلها ولا يختلف به الحكم
فقد قال فی الفتح لو تنجست بئر فاجری ماؤها بان حفر لها منفذ فصار الماء يخرج منه حتى خرج بعضه طهرت

لوجود سبب الطهارة وهو جريان الماء وصار كالحوض اذا تنجس فاجرى فيه الماء حتى خرج بعضه اھ واغترف منه فی البحر واقرہ وفی الدر یکفی نزح ما وجد وان قل وجریان بعضه اھ قال ش بان حفر لها منفذ یخرج منه بعض الماء کما فی الفتح اھ قدمنا فی الاصل الثالث عن البحر فی مسألة جریان الحوض الصغیر بدخول ماء اٰخر فیه وخروج البعض منه حال دخوله قال السراج الھندی وکذا البئر اھ ومثله فی البزازیة وقدمنا عن الخلاصة فلولا انهم اعتبروا نبع الماء من اسفله لم یکن له معنی فان الجریان دافع لا رافع فالنجس لا یطھر به ابدا مالم یجر مع الطاھر ھذا وبالجملة یکل ما الحق بالجاری یحمل علی ھذا المنوال اعنی اقامة الاخراج مقام الخروج فقد زید فیه قید اٰخر وھو توالی الاخراج واستمرار تحرکه به حتی لو سکن لم یلتحق وذلك لان لازم الجریان شیئان تعاقب الاجزاء بزوال منه جزء فیخلفه اٰخر وعدم الاستقرار بدوام التحرك فاذا دخل الماء فی الحوض والبئر من جانب وخرج من اٰخر بالغرف او الاستقاء وجد الاول واذا استمر ذلك حصل الثانی فتم الشبه فساغ الالتحاق ولذا اعتبروا تدارك الغرفات بان لا یسکن وجه الماء بین الغرفتین ای الموالاة الحقیقیة اذ بھذا القدر یحصل دوام التحرك المحصل للشبه ھذا ما عندی واللّٰہ سبحنه وتعالٰی اعلم اس تقریر سے واضح ہوا کہ ندی کا پانی جس کا مینڈھا اوپر سے باندھ دیا ہو اور گلا ہوا برف کہ زمین پر بہ رہا ہو اور سینہ کا پانی کہ بارش تھمنے پر ہنوز رواں ہے اور دو پانیوں کی دھار جو ہوا میں ملکر اوتر رہی ہے یا زمین پر ایک ہو کر بہ رہی ہے اور انگور کا شیرہ کہ ابھی رواں ہے اگرچہ انکی مد منقطع ہو گئی ہو جبتک کسی ایسی شے تک نہ پہنچیں جو آگے مرور کو مانع ہو سب جاری ہیں تو لوٹے کی دھار کہ ابھی ہاتھ تک نہ پہنچی بدرجہ اولٰی اور دخول وخروج دونوں کی شرط اوس مائع میں ہے جو کسی جوف میں رکا ہوا ہے اور پانی ایک طرف سے آتا اور دوسری طرف سے جلد جلد کھینچا جاتا کہ جنبش تھمنے نپائے یہ ملحق بالجاری ہے، والحمد للّٰہ علی توالی الآئه وافضل صلٰوته واکمل تسلیماته علٰی افضل انبیائه وعلٰی اٰله وصحبه وابنه واحبائه والحمد للّٰہ رب العٰلمین واللّٰہ سبحنه وتعالٰی اعلم

تجدید النظر بوجه اٰخر وابانة ما ھو احلٰی وازھر واجلٰی واظھر

اللّٰھم لك الحمد والیك الصمد ارعبیدك الصواب وقه التباب فی کل باب یا وھاب وصل وسلم وبارك علی السید الاواب الذی تحکی نفحة من کرمه الریح المرسلة ورشحة من فیضه ھام السحاب وعلٰی اٰله وصحبه وابنه وحزبه خیر حزب واصحاب اٰمین، جماہیر مشاہیر کتب معتمدہ متداولہ مستندہ کی تصریحات واضحہ وتلویحات لائحہ کا یہی مفاد کہ جو پانی یا مائع کسی جوف میں ہو تازہ آمد کتنی ہی ہو اوسے جاری نکریگی جبتک بھر کر نہ اوبلے حوض وغیرہ کے بطن میں پانی کا بہنا اوسکے پانی کے لیے جریان نہیں کتب کثیرہ سے فروع متکاثرہ وتصریحات متوافرہ اس معنی پر جوابات سابقہ میں گزریں جواب سوم کے بعض احکام اور آخر چہارم کی تقریر اور پنجم کے اکثر مباحث اسی پر مبنی تھے اور اصل سوم تو خود یہی تھی اور یہی اصل پنجم کی تمہید اور ششم کا حصہ اولین اور ہم کا اول واخیر پھر تفریعات میں جو کچھ اوس پر متفرع ہے

لیکن یہیں ایک قول یہ ہے کہ جریان کیلئے خروج شرط نہیں حوض کبیر کہ کسی میں آستین بھر نجس پانی تھا مجرد بھر جانے سے پاک ہوجائیگا منیہ میں اگرچہ اس قول کا صیغہ ضعف نقل کیا کہ وقیل اذا صار نجسا اور حلیہ میں اوسکا ضعف مستحسن کردیا کہ اسکی کچھ وجہ ظاہر نہیں غنیہ میں اوسکی خلاف کی تصریح تصحیح کی امام ابو القاسم صفار و امام فقیہ ابو جعفر و امام فقیہ ابو اللیث و امام صدر شہید و امام ابو بکر اعمش و امام علی سغدی و امام نصیر بن یحیٰی و امام خلف بن ایوب وغیرہم اجلہ اکابر قدست اسرارہم ورحمنا اللہ تعالٰی بہم فی الدارین کے ارشادات اور اختیارات اور ظہیریہ و مجتنٰی و محیط برہانی و فیروزی و غنیہ کی تصحیحات اوسکی خلاف پر ہیں کتابیں اور انکے سوا بدائع و فتح القدیر و تبیین و توشیح و بحر و تاتارخانیہ و خانیہ و خلاصہ و ذخیرہ و فتاوٰی اہل سمرقند و غیاثیہ و عالمگیریہ و خزانۃ المفتین و جواہر اخلاطی و شرح ہدیہ ابن العماد وغیرہا عامہ کتب جلیلہ فروع کثیرہ افروزیں اصلا اوسکی طرف التفات بھی نہ کیا یہ سو بتاتا ہے کہ قول مہجور جمہور ہوا و مقبولا نامنقولا ہو ہمنے بھی باتباع ائمہ اوسکی طرف میل نکیا مگر انصاف او وہ ساقط محض نہیں بلکہ خود ایک قوت رکھتا ہے متعدد مشایخ اور کثیر یا اکثر فقہاء بخارا و بعض ائمہ بلخ نے اوسی کو اختیار کیا اور امام ابو یوسف ترجمانی نے اوسے بلفظ فتوی کہا امام کردری نے وجیز میں اسی کو مقرر رکھا اور یہ آکد الفاظ فتوی سے ہے منیہ کی عبارت کہ ابھی مذکور ہوئی اسکے متصل ہے حوض کبیر وفیہ نجاسۃ فامتلأ قیل ہو نجس وقیل لیس بنجس وبہ اخذ اکثر مشایخ بخاری رحمہم اللہ تعالٰی ذکرہ فی الذخیرۃ غنیہ میں قول اول کی تعلیل کی لتنجس الماء شیئا فشیئا اور دوم کی لکونہ کبیرا فصار کما لو کان ممتلئا فوقعت فیہ النجاسۃ حلیہ میں ذخیرہ کا نص نقل کیا وفی نظم الزندویسی اذا کان الحوض کبیرا وفیہ نجاسۃ فدخل الماء فامتلأ قال اہل بلخ وابو سہل الکبیر البخاری ہو نجس وقال الفقیہ ابو جعفر البلخی والفقیہ اسمعیل وابن الحسن الزاہد البخاری الکل طاہر وبہ اخذ کثیر من فقہاء بخاری وہکذا افتی عبد الواحد مرارا وہکذا کان یفتی الفقیہ ابو بکر العیاضی وکان یقول الماء الکثیر فی حکم الماء الجاری انتہی پھر فرمایا ونقل الزاہدی عن یوسف الترجمانی انہ قال وبہ یفتی بزازیہ میں ہے تنجس الحوض ثم دخل فیہ ماء کثیر وخرج منہ ایضا قیل طہر الحوض وان قل الخارج وقیل لا حتی یخرج مثل ما فیہ وقیل مثلاہ او ثلثۃ امثالہ وقیل یطہر وان لم یخرج شیئ قال یوسف الترجمانی رحمہ اللہ تعالٰی وبہ یفتی۔

اقول ۱۱۳۵ تفرد بشیئین احدہما قید الکثیر فی الماء الداخل وہم قاطبۃ ارسلوہ وقال ثم وان قل الداخل اھ کانہ واللہ تعالٰی اعلم رعایۃ للقول الاخیر اذ یختص بالحوض الکبیر فدل علی کبرہ بدخول الماء الکثیر والاخر ۱۱۳۶ زیادۃ مثلیہ وانما یذکرون مثلہ وثلثۃ فالثانی لتثلیث الغسل والاول قیاسا علی البئر فان نزح ما فیہا لہا تطہیر فاذن فی البدائع ما التثنیۃ فلا وجہ لہا ہذا ثم قال فی الحلیۃ لکن فی الذخیرۃ قبل ہذہ المسألۃ وفی فتاوی اہل سمرقند غدیر کبیر لا یکون فیہ ماء فی الصیف ویروث فیہ الناس والدواب (وقد ذکرنا قدمنا عن الخانیۃ وغیرہا عشرۃ کتب فی الاصل الثامن) قال فعلی قیاس جواب ہذہ المسألۃ یکون الجواب ایضا فی المسألۃ التی ذکرہا المصنف ان کان الماء الذی یدخل اولا یدخل علی ماء نجس او مکان نجس فہو نجس وان کان یدخل علی طاہر ویستقر فیہ حتی یصیر عشرا فی عشر ثم یتصل بالنجس فہو طاہر قال فہذا قول ثالث فی المسألۃ المذکورۃ تخریجا کما یمکن ان یتأتی القولان المذکوران فیہا نصا وہذہ المسألۃ التی ذکرناہا عن الذخیرۃ ایضا تخریجا اھ

اقول ۱۱۳۷

ف ۱: دوسرے قول کا بیان کہ جریان حوض کے لئے خروج شرط نہیں

ف ۲: تطفل ۳۰۳ علی البزازیۃ

رحمه الله المحقق لاتثليث ولا تخريج اما الثانی فظاهر فان المسألة المذكورة مسألة المتن حوض كبير وقع فيه نجاسات فامتلأ والتی اوردها عن الذخيرة غدير كبير لايكون فيه ماء فی الصيف ويروث فيه الناس والدواب وای فرق بينهما الا فی اللفظ فلا قياس ولا تخريج بل القولان المذكوران فی المتن منصوص عليهما فی مسألة الذخيرة والتفصيل المذكور فيها منصوص عليه فی مسألة المتن واما الاول فلانه ليس لاحد ان يقول الماء وان كثر فی بطن الحوض قبل وصوله الی النجس يتنجس حين يصل اليه كيف يتنجس وقد فرض كثيرا فهذا خلاف الاجماع فالتفصيل المذكور فی الذخيرة هو المراد قطعا فی القول الاول وانما طووا ذكره للعلم به كما قلتم ههنا ان من المعلوم حيث قلنا فی هذه المسألة وامثالها ان الماء طاهر فهو مشروط بكونه لااثر للنجاسة فيه فترك التقييد فی ذلك للعلم به واياك والذهول عنه فيذهب بك الوهم الی تخطئتهم فی ذلك وهم برأء من ذلك براءة فهل يسوغ لاحد ان يجعل التقييد بعدم ظهور الاثر قولا رابعا فی المسألة وقد اشرنا اليه بعد ذكر الضابط الثالث فما ثم الاقولان التفصيل المذكور فی الكتب العشرة واطلاق الطهارة وبالله التوفيق ثم اقول وبه استعين يہاں دو بحثیں ہیں بحث اول ہم اوپر بیان کر آئے کہ جریان آب نہیں مگر فضہ اوسکا آبجیل طبعی رواںی ہونا اور فضا غیر محدود یا بقصد مقصود ہو محدود یا بطن حوض میں بھی موجود باشرع یا سیلاب وغیرہ کا پانی کہ اوپر سے بہتا ہوا آیا اور بطن حوض میں داخل ہوا وہ قطعا اب بھی بہ رہا ہے جبتک کنارہ مقابل پر جاکر رک نجائے اولا جاری کی دونوں تعریفیں اسپر ظاہر او سپر صادق ہیں وہ ایک تنکا کیا ایک گٹھا بہا لیجائیگا اور بیشک جبتک اوسکا بہاؤ نہ ٹھہرے بہتا ہی کہا جائیگا اہل عرف میں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ سیلاب حوض کے کنارے تک پہنچتے ہی تھم گیا اب اوسمیں روانی نہیں جبتک بھر کر اوبال نہ دے پہلے کنارے پر تھم جائے تو حوض کو بھرے کون اور اوبالے کیونکر ثانیا نہر جاری میں سیلاب کی دھار آکر گری اب بہا ہے کہ وہ نہر جاری تھی جبتک بھر کر اوبل نجائے کر اعتبار روانی آب کا ہو اور اب روانی آب یہ سیلاب ہی ہے جوف نہر میں داخل ہوتے ہی ساکن مان لیا گیا ثالثا مینہ کا پانی کہ چھت پر بہتا پرنالوں سے گرتا صحن خانہ میں رواں ہو قطعا آب جاری ہے اگرچہ ابھی مکان کی نالی سے بھی نہ نکلے مکان کو چھت تک لبریز کرکے دیواروں سے اوبال دینا تو قیامت ہی ہے بدائع میں ہے ان كانت الانجاس متفرقة علی السطح ولم تكن عند الميزاب فذكر عيسی بن ابان (ای تلميذ محمد رحمهما الله تعالی) انه لايصير نجسا مالم يتغير وحكمه حكم الماء الجاری وقال محمد ان كانت النجاسة فی جانب من السطح او جانبين لاينجس الماء ويجوز التوضؤ به وان كانت فی ثلثة جوانب ينجس اعتبارا للغالب اھ وفی الہندیۃ ہے لو كان علی السطح عذرة فوقع عليه المطر فسال الميزاب ان كانت النجاسة عند الميزاب وكان الماء كله يلاقی العذرة او اكثره او نصفه فهو نجس والا فهو طاهر وان كانت العذرة علی السطح فی مواضع متفرقة ولم تكن علی رأس الميزاب لايكون نجسا وحكمه حكم الماء الجاری كذا فی السراج الوهاج وفی بعض الفتاوی قال مشائخنا المطر

ف ۱: تطفل ۲۳۲ علی الکفایۃ
ف ۲: تطفل ۲۳۳ علیہم
ف ۳: تطفل ۲۳۴ علیہم
ف ۴: مسئلہ بہتا ہوا پانی جبتک بہتا رہے جاری ہے اگرچہ کسی گڑھے یا حوض میں داخل ہو کر ٹھہرنے سے پہلے اونچا ہو کر اوپر نہ بہے جیسا کہ دریا یا تالاب یا نالے میں گرے جب بھی جاری ہے
ف ۵: مسئلہ مینہ کا پانی جب کسی ناپاک چھت یا زمین پر بہتا ہو اور ناپاکی جابجا ہو تو جب تک نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو یا زیادہ پانی نجاست پر سے نہ گزرے پاک ہے

مادام یجری طرفہ حکم الجریان حتی لواصاب العذرات علی السطح ثم اصاب ثوبا لاینجس الا ان یتغیر المطر اذا اصاب السقف وفی السقف نجاسۃ فوکف واصاب الماء ثوبا فالصحیح انہ اذا کان المطر لم ینقطع بعد فما سال من السقف طاھر ھکذا فی المحیط وفی العتابیۃ اذا لم یکن متغیرا کذا فی التاتارخانیۃ واما اذا انقطع المطر وسال من السقف شیئ فما سال فھو نجس کذا فی المحیط وفی النوازل قال مشایخنا المتأخرون ھو المختار کذا فی التتارخانیۃ ۱ھ [١١٤٢] **اقول** سال من السقف ای وکفھا قدمر اما السائل من المیزاب فجار قطعا وان توقف المطر کما قدمنا بالجملہ آنے والے پانی کے بطن حوض میں جاری ہونے سے انکار ظاہر نہیں ہاں جب حد مقابل تک پہنچے جہاں جاکر رک جائیگا یا تحریک پہنچی تو آگے نہ بڑھیگا بلکہ اوپر چڑھیگا یہ حرکت طبعی نہ ہوگی بلکہ قسری خلاف طبع تو اوسوقت بیشک جریان جاتا رہیگا **بحث دوم** آب نجس کی تطہیر کو آب طاہر سے ملکر اوسکا جاری ہونا درکار ہے یا آب طاہر جاری کا اوسپر آنا کافی اول نص محرر المذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے منقول ہے فی رد المحتار عن جامع الرموز عن التمرتاشی عن محمد الماء النجس اذا دخل الماء الجاری کلما دخل الدنس وغیرھما طھارتہ باجرائہ مع جنسہ مختلطا بہ [١١٤٣] **اقول** ادھر اسیکے موید ہے اوسے قول ائمہ وسائر الماء الجاری یطھر بعضہ بعضا کے تحت میں لانا فانھما اذا جریا مختلطین کان بعض الجاری طاھرا وبعضہ نجسا فیطھر الاول الاخر بخلاف ما اذا لم یجر النجس [١١٤٤] وقد یمکن ان یستانس للثانی بما قدمنا فی الاصل الرابع عن الحلیۃ عن المحیط الرضوی ان الماء الجاری لما اتصل بہ صار فی الحکم جاریا ۱ھ لکنہ ذکرہ فی اشتراط الخروج من الجانب الاخر وان قیل فالمراد الاتصال فی الجریان معلوم ان الجاری بعضہ لاشک انا فیہ ویحکم بطھارۃ الکل فلذا قال صار فی الحکم جاریا فافھم [١١٤٥] فقیہ کے نزدیک منشأ اختلاف یہی ہے اون بعض نے جبکہ دیکھا کہ نیا آنے والا پانی بہتا ہوا اس آب نجس سے ملا اسکی طہارت کا حکم دیا پھر اگر نجاست غیر مرئیہ ہے یا مرئیہ تھی اور نکال دی گئی جب تو ظاہر ہے کہ انکے طور پر سب پانی پاک رہنا چاہیے اگرچہ حوض صغیر ہو کہ جاری میں کثیر کی شرط نہیں اور آب جاری جب نجاست غیر مرئیہ پر وارد ہو اوسے فنا کر دیتا ہے کما حققناہ فی الاصل العاشر تو بعد وقوف اگرچہ محل قلیل میں ٹھہر انجاست ہی معدوم ہے ہاں نجاست مرئیہ باقیہ میں ضرور کبر محل درکار کہ وقت وقوف بوجہ کثرت عود نجاست نہو سکے اور جمہور نے یہ نظر فرمائی کہ آب داخل اگرچہ جاری ہو مگر آب نجس کو جاری نکیا کہ بطن حوض میں کا ہوا تھا اور اوسکا رکنا ہی دلیل واضح تھا کہ اوسے آگے بڑھنے کو جگہ نہیں تو آب داخل اوسے آگے نہ بڑھا ئیگا بلکہ اوپر چڑھائیگا تو اسکا اجرا نہوگا جو اسکی طہارت کو درکار ہے مگر یہ کہ حوض بھر جائے اسوقت تک تو سب ناپاک ہے اب جو ابلیگا پاک ہوجائیگا کہ اب آگے بڑھنے اور منحدر ہونے اور ترنے کو جگہ وسیع ہے اگر کہیے مانا کہ بطن حوض میں آب نجس کا اجرا نہوگا مگر غسل یعنی دھونا تو ہو جائیگا کہ آب جاری بہتا ہوا آکر اوسکے تمام اجزا پر چھا گیا **اقول اولا** [١١٤٦] پانی کو دھونا شرع سے معہود نہیں مگر وہی طاہر سے ملا کر اوسکا اجرا **ثانیا** [١١٤٧] غسل ہوگا تو فقط سطح بالائے آب نجس کا اور وہ کوئی شی نہیں کہ ضرورۃً غسل سطح قائم مقام غسل کل ہو وھذہ فائدۃ استنبطھا الفقیر

مما فی فتح القدیر فی بیان مذہب الصاحبین انکانت الانفحۃ جامدۃ تطھر بالغسل ای اذا اخذت من سخلۃ میتۃ لتنجسھا عندھما بوعائھا المتنجس بالموت وستظھر فی مواھب الرحمٰن وذکر طھارتھا جامدۃ بالغسل کالفتح وعند الامام طاھرۃ لانہ لااثر للتنجس شرعا مادامت فی الباطن النجاسۃ فضلا عن غیرھا ۱ھ وھو الذی جری الانفحۃ اللبن فی بطن الجدی الراضع ثنا الشامی علی التسلیم غسل کے لئے تثلیث درکار ہوتی یا ذہاب نجاست پر غلبہ ظن۔ بہرحال تاغاسل کہ مغسول پر سے زوال ضرور کہ جبتک جدا نہ ہو مغسول سے زوال نجاست نہ ہوا تو حکم طہارت نہ ہوا۔ یوں بھی خروج لازم ہوگیا ظاہر ان وجوہ سے جو ہو رہ حکم نجاست دیا **اقول** ۱۱۵۱ مگر جس طرح قول دوم پر بحث دوم وارد ہوئی یونہی قول اول پر بحث اول وارد ہوگی ان کا بہنے بطن جو کُس میں سیلان آب کو جریان ہی نہ ٹھہرایا شرط خروج کی تصریحات و تصحیحات کہ جواب دوم میں غنیہ وظہیریہ اور جواب پنجم اصل دوم میں ملک العلماء و فقیہ ہندوانی و فقیہ سمرقندی اور اصل سوم میں تبیین و فتح و بحر و محیط و توشیح امام حسام شہید و تاتارخانیہ و ظہیریہ و ہندیہ اور اصل چہارم میں منتقی و محیط رضوی و حلیہ و خلاصہ و ردالمحتار و عبارت ظہیریہ امام ابوبکر اعمش وغیرہ اور اس میں شرح ہدیہ و منحہ سے گزریں اولیٰ تو یہ توجیہ واضح ہے کہ جو نجس پانی حوض میں تھا اوسکے جریان نے تطہیر کے لیے خروج ضرور ہوا تازہ پانی کہ اوپر سے آیا اسے اوسکے جریان کی نفی نہیں ہوتی مگر اون نصوص کثیرہ کا کیا جواب جو صراحۃً اس آب داخل ہی کے جریان کا ابطال کرتے ہیں اگرچہ بطن حوض میں کتنی ہی دور حرکت کرتا جائے مثلاً **اولا** ۱۱۵۲ وہ تصریحیں کہ پانی اگر بطن حوض میں دہ در دہ ہونے سے پہلے نجاست سے ملیگا جتنا آتا جائیگا ناپاک ہوتا جائیگا جیسا کہ جواب چہارم میں امام صفار سے گزرا امام ملک العلماء نے اوسے مقرر رکھا اصل ہشتم میں فتاوی امام قاضی خان و جواہر اخلاطی سے اور ایسا ہی تلقین و علی و ذخیرہ میں ہدیہ میں ہے اوس پر تقریر ہے غنیہ میں اوسکے معنے ہیں اگر جاری مانا جائے دہ در دہ ہونا کیا شرط ہو تاکہ جاری کتنا ہی قلیل ہو ناپاک نہیں ہوسکتا جبتک نجاست سے اوسکا کوئی وصف نہ بدلے لوٹے کی دھار کا مسئلہ اصل ۹ میں گزرا **ثانیا** ۱۱۵۳ یہ تعلیل و شرط نہ بھی ہوتی تو اس مسئلہ دوارہ کا نفس حکم کتب معتمدہ جماہیر مشاہیر میں دائر و سائر ہے خود اوسی جاری نہ ماننے پر برہان ظاہر ہے جواب چہارم میں منیہ و بدائع و صفار و حلیہ اور پنجم میں حلیہ و غنیہ اور اوسکی اصل ہشتم میں خانیہ و خزانۃ المفتین و محیط و حلیہ و خلاصہ و فتح و فتاوی سمرقند و بحر و ہندیہ و غیاثیہ و ذخیرہ و فرع آخر قاضی خان و جواہر الاخلاطی سے تصریحیں اور تصحیحیں گزریں کہ حوض کتنا ہی کبیر ہو جب اوس میں قلیل پانی ناپاک تھا پھر پانی آیا اور لبالب ہوگیا ناپاک ہی رہا۔ بھلا جبتک حد قلت میں تھا یہ کہہ سکتے تھے کہ آنے والا پانی اگرچہ اپنے داخل ہونے سے دوسری جانب پہنچنے تک جاری ہے مگر وہاں جاکر تو رک گیا اور ہے قلیل اور نجاست یا آب نجس سے متصل تو اب ناپاک ہو جائیگا اسی طرح جو پانی آتا جائیگا حد قلت تک یہی حکم پائیگا وہم اعنا قالوا کل ما دخل صار نجسا لاتحاد دخل النجس مگر حوض تو کبیر ہے جب حد قلت سے آگے بڑھیگا کیا کہا جائیگا آیا بہتا ہوا اور ٹھہر کر کثیر ہو کر تو کسی وقت قابل قبول نجاست نہ ہوا پھر یہ حکم کیوں ہے کہ لبالب بھرنے پر بھی سب ناپاک ملکہ لازم تھا کہ یا تو حصہ بالا کو جہاں سے حد کثرت ہی (اور ممکن ہے کہ حوض کبیر کا معظم حصہ ہی ہو) پاک کہیں اور حد قلت سے نیچے تک

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ناپاک یا بنظر آں کہ حصہ زیریں ممتاز صورت نہ رکھنے کے باعث بالا کا تابع ہے سب پاک۔ **اقول**[۱۱۵۹] اور ظاہر اسی قسم کی ہوتا آخر نہ دیکھا کہ حوض کتنا ہی عمیق ہو بلکہ گہرے سے گہرا کنواں اگر لبالب بھر کر ابل جائے اوپر سے نیچے تک سب پاک ہو گیا کہ آبِ جاری ہو گیا حالانکہ یقیناً حرکت جریانی صرف اوپر کے قلیل حصہ کو پہنچی آتا ہوا پانی جہاں تک کے پانی کو دبا کر ساتھ بہا کر لے چلے او بالیقین اوتنی ہی جریان واقع ہو گا نیچے گز دو گز تک کے پانی کو خبر بھی نہ ہو گی اور ٹھہرا سب پاک۔ اور اسلئے کہ صورت واحدہ شیئ واحد ہی میں ہے آب کثیر کی صورت واحدہ رکھتا اور اوپر قلیل حصہ کثیر اور نیچے سب قلیل ہے اور نجاست اس سے پڑی کہ تہ تک پہنچی سب پاک رہیگا رہی آب کی کثرت وطہارت تہ تک عمق کوئی کذا هنا **فان قلت**[۱۱۶۰] فی الجواب عنهما ان العبرة فی الکثرة والقلة لا وان الوقوع وهل الکان قلبا لاغنی والمستشهد به کثیرا فافترقا اما الجریان فمعتبر بنفسه لا لحاظ فیه لکثرة او قلة وقت الوقوع فاذا جری فیه وهو شیئ واحد فقد جری کله فلا یقاس علیه طهارة الاعلی لاستقراره علی الکثرة فانها غیر الجریان **اقول**[۱۱۶۱] **اولا** اذا حکمنا بطهارة الکل لاجل الجریان انقطع حکم وقت الوقوع فاذا وقف فکانما الان وقع وهو حینئذ کثیر اذا العبرة للوصول وما تحته تبعه فما وقع الا فی الکثیر والفصل الان بین الاعلی والاسفل بالکثرة والقلة خروج عن حکم الوحدة وعلی هذا یلزم تنجس الاسفل المستشهد به ایضا لان الفصل لم یسلم یصل الیه الحین قلته **فهو** [۱۱۶۲] **ثانیا** لئن سلم فهذا مضر سیجی نافع فالماء الداخل حیث کان جاریا حتی الوصول الی المنتهی والصورة واحدة فقد جری الکل فانتفت النجاسة رأسا انکانت غیر مرئیة وکذا المرئیة وقد اخرجت فلا معنی لعودها حین استقراره ولو علی القلة وانتقلت الی الاعلی الکثیر لو باقیة طافیة فلم یتنجس اذا استقر کثیرا وقد طهر مامعه بالجریان فلا یبقی الا ما اذا کانت مرئیة باقیة فی راسبة وکلامهم مطلق حاول الصواقاطبة **ثالثا**[۱۱۶۳]

جواب چہارم میں عبارت فتح القدیر[۲۵] درباره حوض صغیر کہ بھر کر بھی ناپاک رہیگا اسی عدم تسلیم جریان پر دال ورنہ نجاست غیر مرئیہ یا مرئیہ کہ نکال دی ضرور زائل ہو جاتی **رابعا**[۱۱۶۴] تنبیہ جلیل میں منیہ[۲۹] ومحیط[۳۰] وحلیہ[۳۱] وخانیہ[۳۲] وہندیہ[۳۳] وذخیرہ[۳۴] کی عبارات ائمہ اجلہ علی سُغدی[۳۵] ونصیر بن یحیٰی[۳۶] وخلف بن ایوب[۳۷] رحمہم اللہ تعالیٰ کے ارشادات کہ ایک حوض سے دوسرے میں انتقال آب کے جریان ہونے کو اونمیں کچھ مسافت ہونا ضرور ورنہ اسمیں سے نکلکر اوسکے جوف میں جاتے ہوئے اوسمیں وضو کیا جائے تو وضو نہ ہو گا اگر بطن میں حرکت کو جریان مانتے تو جسوقت پانی اول سے دوم میں گویا اوپر جہاں سے منتہے تک رہا ہے اوسمیں وضو ضرور آب جاری میں وضو ہوتا بیچ میں فاصلہ مسافت کی ضرورت نہ ہوتی کما اشرنا الیه ثمه ان ۳ عبارتوں سے روشن کہ جمہور اس سیلان کو خود اوس آب داخل کا جریان نہیں مانتے اور یہ انھیں وجوہ سے کہ بحث اول میں گزریں اشکال سے خالی نہیں **اگر کہیے**[۱۱۶۵] آب راکد کے کثیر یعنی قابل نجاست ہونے کے لیے صرف مساحت سطح آب یا طول و عرض دہ در دہ کافی نہیں بلکہ اتنا عمق بھی درکار ہے کہ اوسمیں سے پانی ہاتھ سے لیں تو

زمین کھل نہ جائے یہی صحیح ہے ہدایہ وغیرہا کتب کثیرہ اسی پر فتوٰی ہے ظہیریہ خلاصہ درایہ جوہرہ وغیرہا ولہٰذا فتاوی امام اجل قاضی خان پھر ہندیہ و غنیہ میں فرمایا واللفظ لھا ان علا الماء من ثقب الجمد انبسط علی وجہ الجمد وکان عشرا فی عشر فانکان بحیث لوغرف منہ لاینحسر ما تحتہ من الجمد لم یفسد بوقوع المفسد و انکان ینحسر اوکان دون عشر فی عشر یفسد۔ تحفۃ الفقہاء و بدائع میں امام فقیہ ابوجعفر ہندوانی اور تبیین الحقائق میں در بارۂ آب جاری امام ابو یوسف سے اور عبدالحلیم علی الدرر و جامع الرموز میں تصریح کی کہ دونوں ہاتھوں سے پانی لینا مراد ہے یعنی لپ بھر کر لینے میں نہ کھلے اور قہستانی سے مفہوم کہ اوسکا اندازہ پانچ اونگل ذل ہے حیث قال (انکان) وجہ الماء عشرا فی عشر (لا ینحسر اسفلہ بالغرفۃ) ای برفع الماء بالکفین وھذا قول بعض المشایخ فی تقدیر العمق وعلیہ الفتوٰی کما فی الخلاصۃ وھو علی ما اختلف من المقدار بین العمق الذی ھو خمس اصابع تقریبا الخ اقول ۱۱۶۳ وھو تقریب قریب مشھود لہ بالتجربۃ

تو آب کثیر ہونے کو یہ چاہیے کہ سو ہاتھ مساحت میں تقریباً پانچ اونگل ذل کا پانی پھیلا ہوا ہو کہیں اس سے کم دل نہ ہو تالاب یا حوض کہ بارش کے بہاؤ یا چرخ وغیرہ سے بھرتے ہیں انکی دھار کبھی اتنی نہیں ہوتی کہ تالاب یا حوض میں گر کر تمام سطح مطلوب پر اوس کنارہ تک معًا پانچ اونگل پانی چڑھا کر پانی بالطبع طالب مرکز ہے اوسکے اجزا نیچے بلا ادسیوقت تک رہ سکتے ہیں کہ اوپر کے اجزا ڈھلکنے کی جگہ نہ پائیں جب محل پا ئینگے فورًا اوتر کر پھیل جائینگے پرنالے سے جتنے دل کی دھار اوترتی ہے زمین پر گر کر ہرگز اوتنے دل پر نہ رہیگی فورًا پھیلے گی یہی سبب ہے کہ مثلًا حوض میں ایک پورے کنارہ سے پانی جس حجم کا اوترتا ہے تا آنکہ برابر جاری اور حوض کے سارے عرض میں معًا ساری ہے تو چاہیے تھا کہ یہی حجم آخر تک محفوظ رہتا اور دوسرے کنارہ پر معًا اتنے دل کا پانی ہو جاتا مگر ایسا نہیں ہوتا بلکہ اس کنارے پر بتدریج چڑھتا ہے اور اوپر گر کر دوسرے کنارہ تک پہنچکر یہاں ٹھہر جاتا ہے تو مساحت کی کثرت کیا نفع دیگی جبکہ معًا پانچ اونگل دل ہو بتدریج ہوا تو ہر وقت آب قلیل ہے اور نجاست سے ملکر ناپاک ہو گیا اور زیادہ بھی یونہی کم تھا یونہی ناپاک ہوتا یہانتک کہ حوض کبیر بھر گیا اور ناپاک ہی رہا ہاں عظیم سیلابوں میں اتنے اور اس سے زیادہ حجم کا پانی اوس کنارے پر معًا چڑھتا ہے مگر وہ دم کے دم میں تالاب کو بھر کر اوبال دینگے تو یہ صورت نزاع میں رہیگا ہی نہیں اور بالفرض اگر کبھی ایسی صورت ہو کہ اوتنے عظیم بہاؤ کا پانی آئے اور کنارہ ہی پر رک رہے تو یہ بغایت نادر ہے اور احکام فقہیہ میں نادر کا لحاظ نہیں ہوتا یہی اوس حکم ظاہر سائر کا منشا اور یہی اوس تعلیل کا مُفاد کہ کل ما دخل صار نجسا یہ ہے وہ غایت عذر کہ تالاب میں باہر سے آنیوالے پانی کو جاری مان کر بھی بحال نجاست مرئیہ باقیہ تمام تالاب کو ناپاک ٹھہرائے کتنا ہی کبیر ہو اگرچہ مسئلہ حوض میں و مسئلہ نجاست غیر مرئیہ یا مرئیہ مخرجہ کا اب بھی جواب نہ ہوا اقول ۱۱۶۴ مگر اس تقریر پر وہ صورت وارد ہوگی کہ پانی تالاب میں داخل ہو کر پہلے دہ در دہ ہو لیا پھر نجاست سے ملا تو ناپاک نہ ہو گا کہ دہ در دہ سہی پانچ اونگل دل بھی تو درکار۔ اگر ۱۱۶۵ کہیے ملنے سے پہلے اوس پوری مساحت میں اوتنا دل پیدا ہونا بعید نہیں کہ پھیلنا تو بہتے میں ہوتا ہے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اور ممکن کہ ملنے سے پہلے کہیں ٹھہر کر دل پیدا کرلے پھر ملے یہی بسر ہے کہ صورت مذکورہ خانیہ میں ان لفظوں سے ارشاد ہوئی فاجتمع الماء فی مکان طاھر وھو عشر فی عشر خلاصہ میں ان کان الماء الذی دخل فی الغدیر یستقر فی مکان طاھر حتی صار عشرا فی عشر فتح القدیر و بحر الرائق میں ان کان دخل فی مکان طاھر واستقر فیہ حتی صار عشرا فی عشر ذخیرہ و حلیہ میں ان کان الماء الذی یدخل الغدیر اولا یستقر فی مکان طاھر حتی یصیر عشرا فی عشر ورنہ صرف دہ در دہ ہونے کے لیے کسی مکان میں ٹھہر کر جمع ہولینا کیوں درکار ہوتا **اقول** [۱۱۶۶] اسوقت کا دل کیا فائدہ دیگا جبکہ اوسے آگے بڑھکر نجاستوں سے ملنا ہی۔ بڑھیگا پھر اوسی بہنے پھیلنے سے جو اوسمیں وہ حجم نہ رہنے دینگے **اگر کہیے** [۱۱۶۷] اتصال نجاست یوں بھی ممکن کہ آب نجس بڑھکر اس سے ملے **اقول** [۱۱۶۸] یہ تصویر مفروض کے خلاف ہے اور خانیہ میں الفاظ مذکورہ کے بعد تصریح ہے ثم تعدی الی موضع النجاسۃ بقیہ کتب مذکورہ میں ہے ثم انتھی الی النجاسۃ [۱] باجملہ کلمات جمہور پر کسی حوض سے آنے والے پانی کا بھی بطن حوض میں جریان درست نہیں آتا **وانا اقول** [۱۱۶۹] وباللہ التوفیق تحقیق [ف۱] یہی ہے کہ وہ جاری نہیں ورنہ اگر مثلاً نصف لوٹے میں ناپاک پانی ہو جسمیں نجاست غیر مرئیہ ہو یا مرئیہ تھی اور نکال دی اوسکے بعد لوٹا بھر دیا اور کناروں سے کچھ نہ نکلا بلکہ بھرا بھی نہیں کچھ پانی ڈالدیا جو اوسکے ایک کنارے سے دوسرے تک بہ گیا تو چاہیے کہ سب پانی اور لوٹا پاک ہوجائے کہ جریان ہوگیا اور وہ نجاست غیر مرئیہ کو فنا کر دیتا ہے اور اوسمیں کوئی مساحت شرط نہیں اور بعد فنائے نجاست قلت پر استقرار کیا مضر حالانکہ اسکا کوئی قائل نہیں یہ مشایخ کہ خروج اصلا شرط نہیں کرتے انکا کلام بھی حوض کبیر میں ہے ولہذا منیہ و ذخیرہ و نظم زندویسی میں فرمایا اذا کان الحوض کبیرا بزازیہ میں بظاہر حوض کو صفت کثرت سے مطلق رکھکر فرمایا ثم دخل ماء کثیر غنیہ میں اونکے حکم کی تعلیل یوں فرمائی (قیل لیس بنجس) لکونہ کبیرا الخ کما تقدم کل ذلک [۲] تو یہ اعتراض [۱۱۷۰] بھی اسی قول دوم پر پڑتا مگر یہ کہ اونکا کلام مرئیہ یا قبہ سے مخصوص کیا جائے اب ہی وجوہ ثلثہ مذکورہ بحث اول **اقول** [۱۱۷۱] وبہ استعین جو ظرف حبس و حفظ آب کے لیے ہو اوسمیں پانی کی حرکت عرفاً جریان نہیں کہلاتی مشک کی تہ میں کٹورا بھر پانی ہو اوسے دہانہ باندھکر زیر و بالا کیجیے کہ پانی ادھر سے ادھر اور ادھر سے اودھر جائے اسی کو کوئی جاری ہونا نہ کہیگا جب دہانے سے نکلکر بہیگا اب کہینگے کہ پانی بہا یہاں سے تینوں وجوہ کا جواب ہوگیا کہ بطن ظرف میں متحرک کو عرفاً جاری نہیں کہتے اور مکان اور اوسکی دیواریں کوئی ظرف آب نہیں اور نہر ظرف ہے مگر نہ ظرف حبس بلکہ محل جریان بخلاف تالاب اور حوض کے اگرچہ کبیر ہو تو بحمد اللہ تعالی قول جمہور ہی پر عرش تحقیق مستقر ہوا اور کیوں نہ ہو کہ العمل علی قول الاکثر و ید اللہ علی الجماعۃ ھذا کلہ ما فاض علی قلب الفقیر من فیض اللطیف الخبیر مع تشتت البال وتراکم البلبال وھجوم الحساد بانواع الافساد واللہ المستعان وعلیہ التکلان ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وحسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولی ونعم النصیر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

سه عدت العادون جاروا، ورجوت اللہ مجیرا، وکفی باللہ ولیا، وکفی باللہ نصیرا، ومما **قلت** فیہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مستجیرا بذیلہ الاکرم، سه رسول اللہ انت المستجار، فلا اخشی الاعادی کیف جاروا، بفضل اللہ ارجو ان عن قریب، تمزق کیدہم والقوم باروا، **وقلت** سه رسول اللہ انت بعثت فینا، کریما رحمۃ حصنا حصینا، تخوفنی العدی کیدا متینا، اجرنی یا امان الخائفینا، ومما **قلت** قریبا من سحر الخمیسۃ الغراء ثلثما ئۃ فرأیت الاجابۃ فوق العادۃ وفوق المطلب والارادۃ سریعا فی الساعۃ وللہ الحمد ابدا، واحمد مثلہ سرمدا

الحمد للمتوحد ... بجلالہ المتفرد ... وصلاتہ دوما علی ... خیر الانام محمد

والآل والاصحاب ہم ... ماوای عند شدائدی ... فالی العظیم توسلی ... بکتابہ وباحمد

وبمن اتی بکلامہ ... وبمن ہدی وبمن ہدی ... وبطیبۃ وبمن حوت ... وبمنبر وبمسجد

وبکل من وجد الرضا ... من عند ربہ الاجد ... اذہم قد ہجم العدی ... من کل شاء وابعد

فی خیلہم ورجالہم ... مع کل عاد معتد ... ہاوین نزلۃ مثبت ... باغین ذلۃ مہتد

لکن عبد کامن ... اذ من دعائک یؤید ... لا اختشی من باسہم ... یدنا صری اقوی ید

ادہم فادفع شرہم ... وقنی مکیدۃ کائد ... وادم صلاتک والسلام ... علی الحبیب الاجود

والآل امطار الندا ... والصحب سحب عوائد ... ما غردت ورقا علی ... بان بخیر مغرد

... واجعل بہا احمد رضا ... عبد النبی السید ...

واللہ تعالی تبارک یصلی وسلم وبارک علی المولی الکریم المبارک، وآلہ وصحبہ، وابنہ وحزبہ، صلاۃ تحل العقد وتجل المدد، وتقینا شر حاسد اذا حسد، ومکر حاقد اذا حقد، وضر عاند اذا عند، بحرمۃ قل ہو اللہ احد ○ اللہ الصمد ○ لم یلد ولم یولد ○ ولم یکن لہ کفوا احد ○ والحمد للہ رب العلمین الی الابد، واللہ سبحنہ وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ... نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ ۵۴ ۴ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آب کثیر کے لیے جو مثل جاری نجاست قبول نہ کرے کتنا عمق درکار ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ ہاتھ سے پانی لینے میں زمین نہ کھلے اس سے چلو مراد ہے یا لپ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اوسکے عمق میں گیارہ قول ہیں ۱ کچھ درکار نہیں صرف اتنا ہو کہ اوتنی مساحت میں زمین کہیں کھلی نہو ۲ بقدر درہم کہ مہ . ماشے ہوتا ہو اوسکے عرض سے کچھ زیادہ گہرا ہو ۳ اوس میں سے پانی ہاتھ سے اوٹھائیں تو زمین کھل نہ جائے ۴ پانی لینے میں ہاتھ زمین کو نہ لگے اقول[1172] یہ اپنے سابق سے زائد ہے کما لایخفی ۵ ٹخنوں تک ہو ۶ چار اونگل کشادہ اقول[1173] یہ تقریباً نو اونگل یعنی تین گرہ ہوا ۷ ایک بالشت ۸ ایک ہاتھ ۹ دو ہاتھ ۱۰ اسقدر کہ اوس میں ڈالکر درم دکھائی دے تو وہ یہ نظر نہ آئے اقول[1174] یعنی پانی کی کثرت سے نہ کہ اوسکی کدورت سے ۱۱ اپنی طرف سے کوئی تعیین نہیں ناظر کی رائے پر موقوف ہے اقول[1175] یعنی جو جتنے گہراؤ پر سمجھے کہ اب کثیر ہو گیا اوسکے حق میں وہ کثیر ہے دوسرا نہ سمجھے تو اوسکے لئے قلیل ہے اقول[1176] وھو غیر الاول فھو سلب التقدیر وھذا تفویضہ الی رأی المبتلی بہ وبالجملۃ فالاول حکم العدم وھذا عدم الحکم فان قلت انما التفویض فی ظاہر الروایۃ فی الطول والعرض اذ بھما الخلوص وعدمہ ثم یفوض الیہ النظر فی العمق اقول[1177] اختلفوا فی معیار عدم الخلوص ھل ھو التحریک وھی الروایۃ المتفقۃ عن اصحابنا ام الصبغ وھو قول الامام ابی حفص الکبیر ام غیرہ ام التکدیر وھو قول الامام ابی نصر محمد بن محمد بن سلام ام المساحۃ وھو قول الامام ابی سلیمٰن الجوزجانی الکل فی البدائع ولا شک ان التکدیر یختلف باختلاف العمق فلعل ھذا القائل قائل بھذا القول ففوضہ الی رای الناظر واللّٰہ تعالٰی اعلم ان میں قول سوم عامہ کتب میں ہے اور اول و دوم و ہفتم و ہشتم بدائع و تبیین و فتح میں نقل فرمائے اور چہارم خانیہ و غنیہ پنجم جامع الرموز ششم غنیہ نیز مثل نہم و یازدہم قہستانی دہم شرح نقایہ برجندی میں ان میں صرف دو قول مصحح ہیں اول و سوم وبس اما ما رأیت فی جواھر الاخلاطی من قولہ تجمع الماء فی خندق طولہ مثلا مائۃ ذراع وعرضہ ذراع او ذراعان فی جنس ھذہ المسألۃ اقوال فی قول یجوز التوضی منہ بغیر فصل وھو المأخوذ وفی قول لو وقعت فیہ نجاسۃ یتنجس من طولہ عشرۃ اذرع وفی قول ان کان الماء مقدارا لو جعل فی حوض عرضہ عشرۃ فی عشرۃ علی الحوض وصار عشرا فی عشر یجوز التوضی بہ والا فلا وھو الصحیح تیسیر الامر علی الناس وقیل لا یجوز التوضی فیہ وان کان من بخارٰی الی سمرقند لہ فاقول[1178] قولہ ھو الصحیح ناظر الی اعتبار المساحۃ وحدھا من دون اشتراط الامتداد ادنٰی بہ یوافق تصحیح الاول بقولہ ھو المأخوذ لا الی اشتراط عمق شبر والدلیل علیہ قول البرجندی قال الامام ابوبکر الطرخانی اذا لم یکن لہ عرض صالح وکان طولہ من بخاری الی سمرقند لا یجوز التوضی منہ وقال محمد بن ابراھیم المیدانی ان کان بحال لو جمع

یصیر عشرا فی عشر وصار عمقه بقدر شبر جاز التوضی به الکل فی الفتاوی الظهیریة وذکر فی الخلاصة ان الفقیه ابا اللیث اخذ به وعلیه اعتماد الصدر الشهید وفی الملتقط ان کان عرض الغدیر ذراعین وبلغ طوله فی عرضه عشرا فی عشر فبال فیه انسان فالماء طاهر اھ فانما الضمیر فی قوله اخذ به وقوله علیه اعتماد الی اعتبار المساحة ولو بالجمع والا لم تکن الحوالة رائجة لان عبارة الخلاصة فی جنس فی النهر هکذا ان کان للماء طول وعمق ولیس له عرض کالانهار یلخ ان کان بحال لو جمع یصیر عشرا فی عشر یجوز التوضی به وهذا قول ابی سلیمٰن الجوزجانی وبه اخذ الفقیه ۞ ابو اللیث وعلیه اعتماد الصدر الشهید وقال الامام ابوبکر الطرخانی لایجوز وان کان من هنا الی سمرقند اھ فلیس فیه ذکر العمق اصلا فضلا عن تقدیره بشبر کیف و[۱۷۹] الامام الجوزجانی اخذ فی العمق بالقول الاول وهو نفی التقدیر رأسا قال فی البدائع اما العمق فهل یشترط مع الطول والعرض عن ابی سلیمٰن الجوزجانی انه قال ان اصحابنا رضی اللہ تعالٰی عنهم اعتبروا البسط دون العمق اھ فالمیدانی اخذ بقوله فی اعتبار المساحة دون الامتدادین وزاد من عند نفسه ۞ قدر العمق فنقله ۞ فی الجواهر شرح النقایة وذکر تصحیحه باعتبار اصله مع قطع النظر عن الزیادة لان محل الخلاف فیه ۞ الاصل لاخلافیة العمق واللہ تعالٰی اعلم **قول اول** کی تصحیح امام زیلعی نے فرمائی قال فی التبیین والصحیح اذا اخذ الماء وجه الارض یکفی ولا تقدیر فیه فی ظاهر الروایة ۞ بحرالرائق میں ہے ھو الاوجه ۞ لما عرف من اصل ابی حنیفة ۞ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس تصحیح کی تضعیف کی فقال قیل والصحیح اذا اخذ الماء الخ **اقول**[۱۸۰] یہاں دو نظریں ہیں ایک بظاہر قوی اس قول کی تزییف میں دوسری کمال ضعیف اسکی تائید میں اور شاید اسی لیے امام ابن الہمام نے اس تصحیح کو ضعیف کیا مگر نظر دقیق اوسکی قوت پر حاکم وباللہ التوفیق **اما** التأیید فلعل زاعما یزعم ان الکثیر قد الحق بالجاری فی کل حکم کما حققه فی الفتح والجاری لا تقدیر فیه للعمق کما دلت علیه فروع کثیرة منها مسألة المطر النازل علی سطح فیه نجاسات فکذا ھٰھنا **اقول**[۱۸۱] ھب ان الکثیر ملحق بالجاری فی جمیع الاحکام لکن الکلام انه متی یکون کثیرا فلا یمکن الالحاق قبل اثبات ان الکثرة لا تحتاج الی العمق الا تری ان الجاری لا تقدیر فیه لا بشیئ من الطول ولا العرض کما دلت علیه فروع جمة ذکرناها فی رحب الساحة منها الماء النازل من الابریق علی ید المستنجی قبل وصوله الیها ولا یلزم منه عدم التقدیر بهما ھٰھنا ایضا فکذا العمق واللہ تعالٰی اعلم واما التزییف [۱۸۲] ففی الراکد الکثیر قولان معتمدان الاول ظاهر الروایة وهو اعتبار عدم الخلوص ظنا وتفویضه الی رأی المبتلی به من دون تقدیر بشیئ ومعرفة ذلک بالتحریک عند ائمتنا الثلثة رضی اللہ تعالٰی عنهم وبالتوضی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

والثانی معتمد عامۃ المتأخرین وعلیہ الفتوی وھو التقدیر بعشر فی عشر اعنی ثمانیۃ اذرع علی الصحیح فعدم التقدیر الموافق لاصل الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ انما ھو علی الروایۃ الاولٰی اما الاٰن فالکلام علی تقدیر التقدیر فکیف یلاحظ فیہ اصل عدم التقدیر کما فعل البحر ام کیف یراعی فیہ ظاہر الروایۃ کما فعل الامام الفخر ونفس العشر فی عشر لیست فی ظاہر الروایۃ **اقول** ۱۸۳ والتحقیق عندی ان التقدیر بعشر فی عشر لیس حکما منحازا برأسہ فیحتاج الی ابداء اصل لہ کما تجشمہ الامام صدر الشریعۃ ویطعن فیہ بانہ لایرجع الی اصل فی الشرع کما قال فی البحر وتبعہ الدر ولایرد بمخالفتہ لقول الامام المصحح من مکثرین اعلام کما یتوھم بل ھو تقدیر منھم رحمنا اللہ تعالٰی بھم لما فی ظاہر الروایۃ من عدم الخلوص وجدوا ھذا القدر لایخلص فحکموا بہ قال فی البدائع ذکر ابوداؤد لایکاد یصح لواحد من الفریقین حدیث عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی تقدیر الماء ولھذا رجع اصحابنا فی التقدیر الی الدلائل الحسیۃ دون السمعیۃ ثم اختلفوا فی تفسیر الخلوص فاتفقت الروایات عن اصحابنا انہ یعتبر بالتحریک وابوحفص الکبیر اعتبر الخلوص بالصبغ وابونصر بالتکدیر والجوزجانی بالمساحۃ فقال ان کان عشرا فی عشر فھو مما لایخلص وان کان دونہ فھو مما یخلص اھ فقد جعل ھذا تفسیرا لما فی المذھب وقال فی الغنیۃ تحت قولہ الحوض اذا کان عشرا فی عشر المقصود من ھذا التقدیر حصول غلبۃ الظن بعدم خلوص النجاسۃ اھ فاذا کان ھذا تفسیر ما فی ظاہر الروایۃ وجبت رعایتہ فیہ ویتقی عمقہ علی اصل الامام لان ھذا انما ھو تقدیر ما لایخلص وما لایخلص لم یعتبر فیہ عمق فی ظاہر الروایۃ فلا داعی الی اعتبارہ ھنا **اللّٰھم** ۱۸۴ الا ان یثبت ان للعمق مدخلا فی خلوص الحرکۃ وعدمہ ایضا فیقال ان ظاہر الروایۃ حیث احالت الامر علیہ ارسلت الامتدادات ارسالا ولا کذلک الواجب حینئذ اما انتم فقدرتم الامتدادین ولیس ان کل عمق بعدھما سواء فیجب علیکم تقدیر عمق لایقبل معہ الامتداد ان الخلوص فافھم وح لایضاد القول الحادی عشر للقول الاول اذ ترک التقدیر فی ظاہر الروایۃ لایکون اذن لنفیہ بل لعدم تعیینہ واختلافہ باختلاف الامتدادات فیصح التفویض الی رأی الناظر لکنہ شیئ یحتاج الی ثبت ودونہ خرط القتاد **بل یدفعہ** ۱۸۵ ان لو کان کذلک لم یصح تعیین عشر فی عشر فانہ یختلف الامتداد ان المانعان للخلوص علی ھذا باختلاف الاعماق فکیف یجوز التحدید علی شیئ منھا وھو عود علی المقصود بالنقض فترجح ان الاوجہ ھو ظاہر الروایۃ بل ھی الوجہ ھذا ما عندی واللہ تعالٰی اعلم اس قول کی تصحیح امام زیلعی کے سوا دوسرے نظر سے نہیں اما ما فی البحر والبدائع اذا اخذ الماء وجہ الارض یکفی ولا تقدیر فیہ فی ظاہر الروایۃ وھو الصحیح اھ اھ **اقول** ۱۸۶ ھذا کما تری

فائدہ جلیلہ ۱ ظاہر الروایۃ سے تقدیر ... ۲

ہستر تحبیر

تطفل ۳ علی الامام صدر الشریعۃ

تطفل ۴ علی البحر والدر

كلام التبيين وليس في البدائع انما ذكر فيه عن الجوزجاني ما تقدم ثم قال وعن الفقيه ابي جعفر الهندواني ان كان بحال لو رفع انسان
الماء بكفيه انحسر اسفله ثم اتصل لا يتوضؤ به ثم ذكر الزيادة على عرض الدرهم والشبر والذراع ولا شيئ منها ثم قال (١١٨٤) وقبله في
الماء الجاري اختلف المشايخ في حد الجريان قال بعضهم هو ان يجري بالتبن والورق وقال بعضهم ان كان بحيث لو وضع
رجل يده في الماء عرضا لم ينقطع جريانه فهو جار والا فلا وروي عن ابي يوسف ان كان بحال لو اغترف انسان الماء بكفيه
لم ينحسر وجه الارض بالاغتراف فهو جار والا فلا وقيل ما يعده الناس جاريا فهو جار وما لا فلا وهو اصح الاقاويل اهـ فقد
افاد تصحيح عدم التقدير بعمق لكنه في الجاري وهو كذلك فيه بلا شك والكلام ههنا في الراكد الكثير اما قول البحر
هو الاوجه **فاقول** (١١٨٨) هو رحمه الله تعالى مع علو كعبه في الفقه ليس من ارباب الترجيح كما يعرفه من رزق
حظا من النظر الصحيح وخدمة هذا الفن بفكر نجيح وقال سيدي محمد بن عابدين رحمه الله تعالى في شرح منظومة
عقود رسم المفتي بعد ما نقل عن البحر فيما نقلوا عن اصحابنا انه لا يحل لاحد ان يفتي بقولنا حتى يعلم من اين قلنا ان
هذا الشرط كان في زمانهم اما في زماننا فيكتفى بالحفظ كما في القنية وغيرها فيحل الافتاء بقول الامام بل يجب وان
لم نعلم من اين قال فينتج من هذا انه يجب علينا الافتاء بقول الامام وان افتى المشايخ بخلافه اهـ ما نصه يؤخذ من
قول صاحب البحر يجب علينا الافتاء بقول الامام الخ انه نفسه ليس من اهل النظر في الدليل فاذا صحح قولا مخالفا لتصحيح غيره
لا يعتبر فضلا عن الاستنباط والتخريج على القواعد خلافا لما ذكره البيري عند قول صاحب البحر في كتابه الاشباه النوع
الاول معرفة القواعد التي ترد اليها وفرعوا الاحكام عليها وهي اصول الفقه في الحقيقة وبها يرتقي الفقيه الى درجة
الاجتهاد ولو في الفتوى اكثر فروعه ظفرت به الخ فقال البيري بعد ان عرف المجتهد في المذهب بما قدمناه عنه وفي هذا
اشارة الى ان المؤلف قد بلغ هذه المرتبة في الفتوى وزيادة وهو في الحقيقة قد من الله تعالى عليه بالاطلاع على خبايا
الزوايا وكان من جملة الحفاظ المطلعين انتهى اذ لا يخفى ان ظفره باكثر فروع هذا النوع لا يلزم منه ان يكون له
اهلية النظر في الادلة التي دل كلامه في البحر على انها لم تحصل له وعلى انها شرط للاجتهاد في المذهب فتامل اهـ **اقول** (١١٨٩)
بالمعنى الذي عرف به البيري زاده شامل للمجتهد في المسائل واهل التخريج والمجتهد في الفتوى حيث قال المجتهد في المذهب
عرف بانه المتمكن من تخريج الوجوه على منصوص امامه والمتبحر في مذهب امامه المتمكن من ترجيح قول له على اخر اهـ لا
المجتهد في المذهب الذي هي الطبقة الثانية الفائقة على الثلثة الباقية اهـ فقول البحر ولو في الفتوى **واقول** (١١٩٠)
لم يدع البحر ان من عرف الفروع ارتقى الى مرتبة الاجتهاد واين هما من اهلية النظر في الدليل والحصيلة من الطب
وانما اراد ان تلك القواعد من ادرك حقائقها وان الفروع كيف تستنبط منها وترد اليها كان ذلك سلما له يرتقي بها

ف١: تطفل على البحر
ف٢: مسئلہ
ف٣: فائدہ
هـ: تحبير
ف٤: صاحب البحر ليس من ارباب الترجيح
ف٥: فائدہ: تعريف اعم للمجتهد في المذهب

الی ادنی درجات الاجتہاد ولم یدع ہذہ النفسہ انما ذکر الظفر باکثر الفروع فاین ہذا من ذاک وہو العجب کیف خفی ہذا علی العلامۃ بیری مع وضوحہ ثم ہو ایضا لم یشہد بحصول درجۃ الاجتہاد فی الفتوی لہ رحمہما اللہ تعالی انما نعم ان فی کلام البحر اشارۃ الیہ وشہد بکونہ من الحفاظ المطلعین فہل لاشک فیہ وقد قال السید ابو السعود الازہری فی فتح اللہ المعین لا یعتمد علی فتاوی ابن نجیم ولا علی فتاوی الطوری ہو واقع شی فی غیر موضع من رد المحتار وفی طعنہ سمعت کثیرا من شیخنا یرید ابا السید لبابا رحمہما اللہ تعالی فتاوی الطوری کفتاوی الشیخ زین لا یوثق بہما الا اذا تأیدت بنقل آخر فکیف یصح بلجتہد فی الفتوی ان یمنع العمل بفتاواہ **قول سوم** کی ترجیح عامہ کتب میں ہے وقایہ ونقایہ واصلاح وغررو ملتقی متون وتجنیس کردری وغیرہا میں اسی پر جزم فرمایا امام اجل قاضی خان نے اسکو مقدم رکھا اور امام اعظم سے امام ابو یوسف کی روایت بتایا ہدایہ ودررو مجمع الانہر ومسکین ومراقی الفلاح وہندیہ میں اسکو صحیح اور ذخیرۃ العقبی میں اصح اور غیاثیہ وغنیہ وخزانۃ المفتین میں مختار کہا معراج الدرایہ وفتاوی ظہیریہ وفتاوی خلاصہ وجوہرہ نیرہ وشلبیہ وغیرہا میں علیہ الفتوی فرمایا اس قول میں عبارات علما تین طور پر آئیں **اول** مطلق اغتراف یا غرف کہ ہاتھ سے پانی لینا ہے ایک سے ہو خواہ دونوں سے دونوں کو شامل ہے عام عبارات اسی طرح ہیں جیسے خانیہ وخزانہ کے سوا اکثر کتب مذکورہ اور بحر وشامی وغیرہا **دوم** لفظ کف یا ید بصیغہ مفرد سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ سے یوں ہی مروی ہوا فتاوی امام قاضی خان میں ہے ان کان بحال لو رفع الماء بکفہ لا ینحسر ما تحتہ من الارض فہو عمیق رواہ ابو یوسف عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہما خزانۃ المفتین میں ہے وعمقہ بحال لو رفع الماء بکفہ لا ینحسر ما تحتہ من الارض وہو المختار چلپی علی صدر الشریعہ میں ہے والغرف اخذ الماء بالید للتوضی وہو الاصح **سوم** کفین بصیغہ تثنیہ یہ امام ابو یوسف سے مروی آیا اور اسکو امام فقیہ ابو جعفر ہندوانی نے اختیار فرمایا زیلعی علی الکنز میں ہے عن ابی یوسف اذا کان لا ینحسر وجہ الارض بالاغتراف بکفیہ فہو جار اھ وقدمناہ عن ملک العلماء واذا کان ہذا فی الجاری حقیقۃ ففی الملحق بہ اولی بدائع میں ہے عن الفقیہ ابی جعفر الہندوانی ان کان بحال لو رفع انسان الماء بکفیہ انحسر اسفلہ ثم اتصل لا یتوضؤ بہ وان کان لا ینحسر اسفلہ لا بأس بالوضوء منہ جامع الرموز میں ہے بالغرف ای برفع الماء بالکفین عبد الحلیم علی الدرر میں ہے ای باخذ الماء بالکفین طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے قولہ بالغرف منہ ای بالکفین کما فی القہستانی وفی الجوہرۃ علیہ الفتوی اھ **اقول** بما یتوہم منہ ان الفتوی علی الکفین ولیس کذلک فانما عبارۃ الجوہرۃ اما مقدار العمق فالاصح ان یکون بحال لا تنحسر الارض بالاغتراف وعلیہ الفتوی اھ فکان ینبغی ان یقدم عبارتہا ویقول قولہ بالغرف علیہ الفتوی جوہرۃ ای بالکفین قہستانی علامہ برجندی نے کف واحد کو مرجح اور کفین کو محتمل رکھا

حیث قال بالکف الواحد علی ما ہو المفہوم من اطلاقات الکتب ویحتمل ان یکون المراد بالغرف الاخذ بالکفین معا علی ما ہو المتعارف اھ اقول[۱۱۹۵] وقد یؤخذ ترجیح لہ من فحوی الدرر فان نصہا الصحیح ان یکون بحیث لا تنکشف ارضہ بالغرف للتوضی وقیل للاغتسال اھ وذلک لان المراد ہہنا الغرف بالایدی دون الاوانی ولا یظہر الفرق بین الغرف للوضوء والاغتسال بالایدی الا ان الاول بکف والاخر بالکفین کما ہو المعتاد فی الغسل ح یعود الیہ التصحیح ذخیرۃ العقبی المذکور فی ینبیع وتوہم انہ المروی عن الامام ہذا کلہ ظاہر النظر و اقول[۱۱۹۶] وباللہ التوفیق ترجیح علامہ برجندی بین نظریں اولا[۱۱۹۷] انہ اعترف انہ المتعارف فلم لا ینصرف المطلق الیہ ثانیا[۱۱۹۸] وہ عند التحقیق منعکس ہے اطلاقات متون و عامہ کتب سے اغتراف کفین ہی مستفاد وذلک لان الغرف کما قلتم مطلق شامل باطلاقہ الغرفۃ بکف وکفین غیر انہ لیس ہہنا فی کلام موجب بل سالب والمطلق وان کان یوجد بوجود فرد لا ینتفی الا بانتفاء الافراد جمیعا فی التحریر ثم فواتح الرحموت من بحث النکرۃ المنفیۃ نفی المطلق یوجب نفی کل فرد ابدا اقول[۱۱۹۹] اللام فی الغرف والاغتراف لیس للعہد ضرورۃ فان کان للاستغراق فذاک فانہ لکل فرد لا لمجموع الافراد والا فللجنس وہو الوجہ للمفہوم ونفی الجنس فی العرف واللغۃ لا یکون الا بنفی جمیع الافراد فوا تہافتہم فی ارشاد ان من اغترف بکفیہ فانحسر الارض یقول انہا ارض تنحسر بالغرف وان کانت لا تنحسر بکف واحدۃ واذا صدق بہ الانحسار لم یصدق عدمہ الا اذا لم تنحسر بشیئ من الغرفات وتوجیہ الدرر بما مر فیہ لان المعتاد فی الوضوء ایضا الاغتراف بالکفین فی غسل الوجہ مطلقا وفی غسل الرجلین اذا لم یکن بالغمس لاجرم ان اطلق البرجندی تعارف الاغتراف بالکفین علی انی لم ار من فرق ہہنا بالوضوء والغسل انما المعروف ذلک فی معرفۃ الخلوص من جانب الاخر بالتحریک ولم یتکلم علیہ محشو الشرنبلالیۃ عبد الحلیم والحسن العجیمی والخادمی رحمہم اللہ تعالٰی ورد الثانی بقولہ ان کلا منہما (ای من الوضوء والغسل) یحتاج الی الاخذ بہما (ای بالیدین) قال فالظاہر انہ لا وجہ لتضعیف الثانی اھ اقول[۱۲۰۲] والوجہ عندی ان یراد بالغرف للوضوء الغرف بالایدی وللغسل بالقصاع والاوانی ویؤیدہ اطلاق الغرفۃ علی ما یکون بالید الواحدۃ والیدین معا کما قال فی عمدۃ القاری والید الواحدۃ والیدین لانہ اذا کان الشیئان لا یفترقان من خلق او غیرہ اجزأ من ذکرہما ذکر احدہما کالعین تقول کحلت عینی وانت ترید عینیک ومثل العین الیدان والرجلان والخفان والنعلان تقول لبست خفی ترید خفیک وکذا فی شرح الحماسۃ اھ وقد بسطت الکلام علی ہذا فی رسالتی صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین تو راجح یہی ہے کہ دونوں ہاتھ سے پانی لینا مراد ہے اولا یہی متون کا مفاد ثانیا یہی عامہ کتب سے مستفاد ثالثا کتب متعددہ میں اس پر تنصیص اور کف واحد پر کوئی نص نہیں رابعا کف سے کفین مراد لے سکتے ہیں نہ بالعکس تو اسمیں توفیق ہے اور وہ نصب خلاف سے اولٰی خامسا[۱۲۰۵] زمین نہ کھلنے سے مقصود یہ ہے کہ مساحت برقرار رہے اور منعِ پانی

جدا ہو جائینگے تبیین میں ہے المعتبر فی العمق ان یکون بحال لاینحسر بالاغتراف لانہ اذا انحسر ینقطع الماء بعضہ عن بعض ویصیر الماء فی مکانین وھو اختیار الھندوانی اھ ثم ذکر التصحیح الملکہ مثلاً حوض پورا دہ دردہ ہے اوسکے وسط میں سے پانی اوٹھایا اور زمین کھل گئی تو اوسوقت وہ کسی طرف دس ہاتھ نہیں بلکہ طول و عرض ہر ایک کے دو ٹکڑے ہو گئے ہر ٹکڑا پانچ ہاتھ سے بھی قاصر ہے کم ہو آب قلیل ہو گیا لہذا لازم ہوا کہ پانی لینے سے زمین نہ کھلنے پائے اور اسکی ضرورت وضو و غسل دونوں کے لیے ہے بلکہ غسل کے لیے زائد ہے بہ میں فرمایا الحاجۃ الی الاغتسال فی الحیاض اشد منھا الی التوضی عنایہ میں فرمایا لان الوضوء یکون فی البیوت عادۃ اور شک نہیں کہ حوض یا تالاب میں نہاتے ہوئے پانی لپوں سے لیتے ہیں نہ چلوؤں سے تو ضرور ہوا کہ دونوں ہاتھ سے لینا مراد ہو واللہ تعالٰی اعلم بالحق والسداد توفیق انیق وتحقیق وثیق بحسن التوفیق والحمد للہ علی تیسیر الطریق

1205 **اقول** وباللہ استعین وھو نعم المعین یہ سب تنقیح و تصحیح و ترجیح اوس ظاہر خلاف پر تھی جو عبارات کتب سے مفہوم اور بعونہٖ عز جلالہ و عم نوالہ قلب فقیر پر القا ہوتا ہے کہ ان اقوال میں اصلا خلاف نہیں قول اول کی نسبت ہم بیان کر آئے کہ وہی ظاہر الروایۃ اور وہی اقوی من حیث الدرایۃ ہے اور بہ ذیل الطراز تصحیح بھی اور ظاہر الروایۃ اور وجہ صحیح سے عدول کی کوئی وجہ نہیں قول دیگر کہ عامہ کتب میں مختار و مرجح و مفتی بہ ہے اوسی ظاہر الروایۃ پر متفرع اور اوسیکے حکم کے تحفظ کو ہے ظاہر ہے کہ مساحت معینہ ہو مثلاً دہ دردہ یا عدم خلوص پر مفوضہ بہرحال اوتنی مقدار میں پانی کا اتصال ضرور ورنہ وہ مساحت نہ رہیگی ولہذا ظاہر الروایۃ نے فرمایا کہ کہیں سے زمین کھل نہ جائے اسقدر کا شرط کثرت ہونا بداہۃً ثابت۔ مگر کثرت وقت استعمال چاہیے پہلے کثیر تھا اور استعمال کرتے وقت قلیل ہو گیا تو کثرت سابقہ کیا مفید ہوگی یا ابتدا میں پانی لیتے ہوئے زمین اگر کھل گئی تو ظاہر الروایۃ نے جو امر کثرت کیلیے شرط کیا تھا اب باقی نہ رہا اتنی دیر کو پانی قلیل ہو گیا پہلے سے اگر نجاست پڑی تھی اور بوجہ کثرت مؤثر نہ ہوئی تھی اب قلیل ہوتے ہی مؤثر ہو گئی اور پھر پانی مل جانا طاہر نہ کر دیگا کہ آب نجس کثیر ہو کر پاک نہیں ہو جاتا اور جنکے نزدیک ماء مستعمل نجس ہے پہلے سے کسی نجاست پڑی ہونے کی حاجت نہیں پہلے لپ کا پانی بدن پر پڑا لاجرم یہ مستعمل نجس ہو کر پانی میں گرا دوبارہ لپ لیا پانی قلیل ہو کر اوسی ماء مستعمل سے نجس ہو گیا۔ یونہی جنکے نزدیک آب مستعمل اگرچہ پاک ہے مگر پانی مطلق ہے اوسکا اختلاط مطلقاً اوسے ناقابل طہارت کر دیتا ہے اگرچہ مغلوب ہو لہذا وقت اغتراف حفظ کثرت کے لیے یہ شرط لگائی کہ اغتراف آب کثیر سے ہو اوسوقت بھی ظاہر الروایۃ کا ارشاد یأخذ الماء وجہ الارض صادق ہو کہ زمین کہیں سے کھلی نہ ہو تو یہ عمق شرط کثرت نہیں بلکہ وقت اغتراف شرط بقائے کثرت۔ اس توفیق رفیق کے مؤیدات

1206 **اقول اولا** تمہید ہی تبیین مبین تعلیل ہے میں کہ اتنا عمق اسلیے رکھا گیا کہ پانی لیتے وقت زمین کھلکر دو پانی نہ ہو جائیں کہ مساحت نہ رہیگی قلیل ہو جائیگا معلوم ہوا کہ تا بقائے مساحت کثیر ہے تفرق مساحت تقلیل کریگی

1207 **ثانیا** اگر کثرت عمق اسپر موقوف ہو تو یہ شرط بھی کام نہ دیگی اور

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وقت اغتراف وہی وقت پیش آئیگی۔ شرط ہو تو ساری مساحت مین نہ کہ بعض مین۔ غیاثیہ مین ہے المختار ان لایتحسر بالاغتراف مطلقا غیر مقید بکونہ من اعمق المواضع اب کہ پانی لیا اور زمین کھلی تو نہین مگر اوتنی جگہ صرف جو بھر عرض کا پانی رہگیا تو اب کیا آب قلیل نہوگیا کہ اتنی دیر ساری مساحت مین اوتنا عمق نہین بظاہر ہوا کہ یہ عمق مطلق تھا بلکہ وہی زمین کا کہین سے کُھلا نہونا کہ وقت اغتراف یہی باقی رہیگا نہ وہ عمق **ثالثاً**[۱۲۰۸] اسی پر شاہد ہے سیدنا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے وہ روایت کہ بدائع و تبیین سے گزری کہ خود جاری پانی مین بھی اتنا عمق شرط فرمایا ہے یہ ہرگز نفس جریان کی شرط نہین ہو سکتا کون عاقل کہیگا کہ مینہ کا پانی جو چھت یا زمین پر بہ رہا ہے جاری نہو جبتک چار پانچ اونگل دَل نہو جائے امام ابو یوسف کی شان اس سے ارفع و اعلٰی ہے وہ قطعاً و لو شبرا ہر طرح جاری ہے اگرچہ حرف جو بھر دَل ہو لاجرم کوئی شبہ نہین کہ یہ وقت اغتراف بقائے جریان کے لیے شرط فرمائی ہے کہ اگر پانی لیتے وقت زمین کُھل گئی دو پانی ہو گئے اور اوسوقت جریان جاتا رہا کہ اوتنی دیر اوپر کا پانی رُک گیا اور نیچے کا مدد بالا سے منقطع ہوگیا اور ہم رسالہ رحب الساحہ مین بیان کر چکے کہ جریان کے لیے مدد کا اشتراط بھی ایک قول صحیح ہے امام ابن الہمام نے اسی کو ترجیح دی اور یہی امام برہان الدین صاحب ہدایہ کی کتاب تجنیس اور امام حسام الدین کے واقعات سے مستفاد یہ روایت امام ابو یوسف اسی قول پر مبنی تو یہ شرط اسلیے فرمائی کہ پانی لیتے وقت بھی جاری رہے نہ کہ ہر جاری مین یہ عمق درکار ہو مین بیان نفس کثرت اس سے مشروط نہین بلکہ وقت اغتراف کثیر رہنا و للہ الحمد **رابعاً**[۱۲۰۹] اسکی مؤید وہ ہے کہ ہمارے رسالہ رحب الساحہ مین کتب کثیرہ جلیلہ معتمدہ سے منقول ہوا کہ بڑے تالاب کے بطن مین نجاستین پڑی ہین بارش کا پانی آیا اگر ان نجاستون تک پہنچنے سے پہلے یہ پانی تالاب کے اندر دہ در دہ ہوگیا اوسکے بعد نجاستون کی طرف بڑھکر اون سے ملا ناپاک نہ ہوا یون سارا تالاب پاک رہیگا۔ ظاہر ہے کہ بڑھتے وقت ساری مساحت مین پانچ اونگل دَل ہونا ضرور نہین بلکہ نادر ہے جسکا بیان اوسی رسالہ مین گزرا مگر اسکا لحاظ نفرمایا اور مطلقاً حکم طہارت دیا اسکا وہی بیان ہے کہ فی نفسہ کثرت کیلیے دَل کی حاجت نہین بالجملہ روشن ہوا کہ کثرت کے لیے صرف اسقدر درکار کہ مساحت مین کوئی جگہ پانی سے کھلی نہو یہی ظاہر الروایہ و تصحیح اول ہے اسی بنا پر پانی لیتے وقت کثرت باقی رہنے کے لیے لازم کہ اوس سے زمین کُھل نجائے ورنہ قلیل ہو جائیگا یہی مطلب عامہ کتب و تصحیح دوم ہے **ثم**

اقول[۱۲۱۰] یہ توفیق انیق بعض فیصلے اور کریگی **اول** اغتراف مطلق رہیگا جسطرح متون و ہدایہ و عامہ کتب مین ہے کہ پانی فی نفسہٖ ہر طرح کثیر ہو مقصود اوسوقت زمین کا بالفعل نہ کُھلنا ہے نہ کوئی صلاحیت عامہ تو چلو ہو یا لپ جسطرح پانی لیا اوس سے نہ کھلنا چاہیے اگرچہ دوسری طرح انکشاف ہو سکے بلکہ ہاتھ کی بھی تخصیص نہین برتن سے لین خواہ کسی سے اوسوقت زمین کھلے نہین **دوم**[۱۲۱۱] ساری مساحت مین اس عمق کی حاجت نہین صرف وہین کافی ہے جہان سے پانی لیا گیا **سوم**[۱۲۱۲] یہ شرط

وہ دردہ میں فرمائی ہے پانی اگر اس وجہ کثیر ہے کہ جہاں سے لیا ہے اگر زمین کھل بھی جائے تو ہر طرف کا ٹکڑا دہ دردہ رہے تو کھلنا مضر نہ ہوگا اگرچہ دو پانی ہو گئے مگر دونوں کثیر ہیں ۱۲۱۳ **چہارم** مذہب معتمد یہ ہے کہ آب مستعمل طاہر ہے اور آب مطلق میں اوسکا اختلاط مانع طہارت نہیں جبتک مقدار میں اوس سے زائد نہ ہوجائے اور آب قلیل کتنا ہی کثیر ہو بدن محدث اوس میں پڑنے سے سب مستعمل ہو جاتا ہے مگر بضرورت اغتراف ہاتھ ڈالنا معاف ہے یہ سب مسائل ہمارے رسائل الطرس المعدل والنمیقۃ الانقی میں مبرہن ہو چکے تو وہ پانی جس میں سے وقت اغتراف میں کھلکر اوسکے ٹکڑے دہ دردہ نہ رہیں اگر اوس میں پہلے سے نجاست موجود تھی اس کھلنے سے ضرور ناپاک ہو جائیگا یونہی اگر ضرورت چلو کی تھی اور اسنے لیا سب پانی مستعمل ہو جائیگا کہ دوسرا بے دُھلا ہاتھ بضرورت پڑا عام ازین کہ جلسے سے بھی زمین کھلتی یا نہیں اگر کہیے استعمال بعد انفصال ہے ہوگا اور اوسوقت اتصال آب ہوکر کثیر ہو جائیگا **اقول** ۱۲۱۴ انفصال سے استعمال کی بعدیت ذاتیہ ہے کہ وہ علت استعمال کا جزء اخیر ہے تو تخلف محال اور اتصال آب کی بعدیت زمانیہ ہے کہ جتنی جگہ کھلی تھی بعد انفصال یہ حرکت آب ہی بھرے گی اور حرکت تدریجیہ ہے تو لفور انفصال قبل اتصال حکم استعمال نازل ہو جائیگا فافہم اور اگر پہلے سے کوئی نجاست نہیں اور چلو یا لپ حسب ضرورت لیا اور زمین کھل گئی مستعمل نہ ہوگا اگرچہ وسط حوض میں جاکر پانی لیا ہو کہ اگرچہ زمین کھلنے سے پانی قلیل ہوگیا مگر ضرورت اغتراف تو مٹکے میں بھی معاف ہے جبکہ کوئی چھوٹا برتن پانی لینے کے لیے نہ ہو اور اسوقت اگرچہ اسکے پاؤں اوس قلیل پانی میں ہیں مگر اندر جاتے ہوئے دُھل چکے ہیں ہاں اس بیچ کھلنے وقت اسے حدث واقع ہو تو ضرور پاؤں کی وجہ سے سارا پانی مستعمل ہو جائیگا ان وجوہ کی نظر سے وہ شرط کیگئی تو ظاہر الروایۃ اور یہ قول مفتے بہ دونوں متوافق اور باہم اصل و فرع ہیں وللہ الحمد ھذا کلہ ماظہر لکثیر السیئات، وبہ تجتمع الکلمات، وتندفع الشبہات، والحمد للہ واہب البرکات، وصلی اللہ تعالٰی وسلم وبارک علی مصحح الحسنات، مقیل العثرات، والہ وصحبہ الکرام السادات، وابنہ وحزبہ الجلۃ الاثبات، وعلینا معہم وبہم ولہم، الی یوم یقوم حبیبنا فیہ بالشفاعات، علیہ وعلیہم الصلوات الزاکیات، والتسلیمات النامیات، والتحیات المبارکات، اٰمین، والحمد للہ رب العٰلمین ومع ذلک لا اقول الحکم ھذا انما اقول ھذا ماظہر لی فان کان صوابا فمن الوھاب الکریم ولہ الحمد وان کان خطأ فمنی ومن الشیطان وانا ابرؤ الی اللہ منہ والحمد للہ رب العٰلمین واللہ تعالٰی اعلم **بشارۃ** ماتقدم من قول البحر ان العمل والفتوی ابدا بقول الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وان افتی المشائخ بخلافہ اقرہ الشامی فی مواضع ونازعہ فی مواضع وکنت اردت ان اذکر ھذا البحث ثمہ ثم رأیت ان الکلام یطول، ویقع بالاجنبی الفصل الطویل، فطویتہ ثمہ، وافرزتہ بحمد اللہ تعالٰی رسالۃ مہمۃ، ورأیت الحاقہا ھھنا اتماما للکلام، واسعافا للمرام، وھا ھی ذہ والحمد للہ ولی الانعام،

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اجلى الاعلام

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الحفی، علی دینه الحنفی، الذی ایدنا بائمة یقیمون الاود، ویدیمون المدد، باذن الجواد الصمد، وجعل من بینهم امامنا الاعظم کالقلب فی الجسد، والصلاة والسلام، علی الامام الاعظم للرسل الکرام، الذی جاءنا حقا من قوله المأمون، استفت قلبك وان افتاك المفتون، وعلیهم وعلی اله وآلهم وصحبه وصحبهم وفئامه وفئامهم الی یوم یدعی کل اناس بامامهم، آمین اعلم رحمنی الله تعالی وایاك، وتولی بفضله هدای وهداك، انه قال العلامة المحقق البحر فی صدر قضاء البحر بعد ما ذکر تصحیح السراجیة ان المفتی یفتی بقول ابی حنیفة علی الاطلاق وتصحیح الحاوی القدسی اذا کان الامام فی جانب وهما فی جانب ان الاعتبار لقوة المدرك ما نصه فان قلت کیف جاز للمشایخ الافتاء بغیر قول الامام الاعظم مع انهم مقلدون قلت قد اشکل علی ذلك مدة طویلة ولم ار فیه جوابا الا ما فهمته الآن من کلامهم وهو انهم نقلوا عن اصحابنا انه لا یحل لاحد ان یفتی بقولنا حتی یعلم من این قلنا حتی نقل فی السراجیة ان هذا سبب مخالفة عصام للامام وکان یفتی بخلاف قوله کثیرا لانه لم یعلم الدلیل وکان یظهر له دلیل غیره فیفتی به فاقول ان هذا الشرط کان فی زمانهم اما فی زماننا فیکتفی بالحفظ کما فی القنیة وغیرها فیحل الافتاء بقول الامام بل یجب وان لم نعلم من این قال وعلی هذا فما صححه فی الحاوی مبنی علی ذلك الشرط وقد صححوا ان الافتاء بقول الامام فینتج من هذا انه یجب علینا الافتاء بقول الامام وان افتی المشایخ بخلافه لانهم انما افتوا بخلافه لفقد شرطه فی حقهم وهو الوقوف علی دلیله واما نحن فلنا الافتاء وان لم نقف علی دلیله وقد وقع للمحقق ابن الهمام فی مواضع الرد علی المشایخ فی الافتاء بقولهما بانه لا یعدل عن قوله الا لضعف دلیله وهو قوی فی وقت العشاء لکونه الاحوط وفی تکبیر التشریق فی آخر وقته الی آخر ما ذکره فی فتح القدیر لکن هو اهل للنظر فی الدلیل ومن لیس باهل للنظر فیه فعلیه الافتاء بقول الامام والمراد بالاهلیة هنا ان یکون عارفا ممیزا بین الاقاویل له قدرة علی ترجیح بعضها علی بعض اھ وتعقبه العلامة ش فی شرح عقوده بقوله لا یخفی علیك ما فی هذا الکلام من عدم الانتظام ولهذا اعترضه محشیه الخیر الرملی بان قوله یجب علینا الافتاء بقول الامام وان لم نعلم من این قال مضاد لقول الامام لا یحل لاحد ان یفتی بقولنا حتی یعلم من این قلنا اذ هو صریح فی عدم جواز الافتاء لغیر اهل الاجتهاد فکیف یستدل به علی وجوبه فنقول ما یصدر من غیر الاهل لیس بافتاء حقیقة وانما هو حکایة عن المجتهد انه قائل بکذا وباعتبار هذا الملحظ تجوز حکایة قول غیر الامام فکیف یجب علینا الافتاء بقول الامام وان افتی المشایخ بخلافه ونحن انما نحکی فتویهم لا غیر فلیتأمل انتهی وتوضیحه ان المشایخ اطلعوا علی دلیل الامام وعرفوا من این قال واطلعوا علی دلیل اصحابه فیرجحون دلیل اصحابه علی دلیله فیفتون به ولا یظن بهم انهم لو

عن قوله لجهلهم بدليله فانا نرى هم قد شحنوا كتبهم بنصب الادلة ثم يقولون الفتوى على قول ابی یوسف مثلا وحيث لم نكن اهلا للنظر في الدليل ولم نصل الى رتبتهم في حصول شرائط التفريع والتاصيل فعلينا حكاية ما يقولونه لانهم هم اتباع المذهب الذين نصبوا انفسهم لتقريره وتحريره باجتهادهم وانظر الى ما قدمناه من قول العلامة قاسم ان المجتهدين لم يفقدوا حتى نظروا في المختلف ورجحوا وصححوا الى ان قال فعلينا اتباع الراجح والعمل به كما لو افتوا في حياتهم (وفي) فتاوى العلامة ابن الشلبي ليس للقاضي ولا للمفتي العدول عن قول الامام الا اذا صرح احد من المشايخ بان الفتوى على قول غيره فليس للقاضي ان يحكم بقول غير ابی حنيفة في مسألة لم يرجح فيها قول غيره ورجحوا فيها دليل ابی حنيفة على دليله فان حكم فيها فحكمه غير ماض ليس له غير الانتقاض انتهى اه كلامه في الرسالة وذكر نحوه في رد المحتار من القضاء وزاد في منحة الخالق انت ترى اصحاب المتون المعتمدة قد يمشون على غير مذهب الامام واذا افتى المشايخ بخلاف قوله لفقد الدليل في حقهم فنحن نتبعهم اذ هم اعلم وكيف يقال يجب علينا الافتاء بقول الامام لفقد الشرط وقد اقررنا بفقد الشرط ايضا في حق المشايخ فهل تراهم ارتكبوا منكرا والحاصل ان الانصاف الذي يقبله الطبع السليم ان المفتي في زماننا ينقل ما افتاه المشايخ وهو الذي مشى عليه العلامة ابن الشلبي في فتاواه حيث قال الاصل ان العمل على قول ابی حنيفة رضی الله تعالى عنه وان ترجح المشايخ دليله في الاغلب على دليل من خالفه من اصحابه ويجيبون عما استدل به مخالفه وهذا امارة العمل بقوله وان لم يصرحوا بالفتوى عليه اذ الترجيح كصريح التصحيح لان المرجوح طائح بمقابلته بالراجح وحينئذ فلا يعدل المفتي ولا القاضي عن قوله الا اذا صرح الى اخر ما مر قال وهو الذي مشى عليه الشيخ علاء الدين الحصكفي ايضا في صدر شرحه على التنوير حيث قال واما نحن فعلينا اتباع ما رجحوه وما صححوه كما لو افتوا في حياتهم فان قلت قد يحكون اقوالا بلا ترجيح وقد يختلفون في التصحيح قلت يعمل بمثل ما عملوا من اعتبار تغير العرف واحوال الناس وما هو الارفق وما ظهر عليه التعامل وما قوى وجهه ولا يخلو الوجود ممن يميز هذا حقيقة لا ظنا وعلى من لم يميز ان يرجع لمن يميز لبراءة ذمته اه والله تعالى اعلم اه **اقول** وتلك شكاة ظاهر عنك عارها ولنقدم لبيان الصواب مقدمات تكشف الحجاب **الاولى** ليس حكاية قول افتاء به فانا نحكي اقوالا خارجة عن المذهب ولا يتوهم احد انا نفتي بها انما الافتاء ان تعتمد على شيئ وتبين لسائلك ان هذا حكم الشرع في ما سألت وهذا لا يحل لاحد من دون ان يعرفه عن دليل شرعي والا كان جزافا وافتراء على الشرع ودخولا تحت قوله عز وجل ام تقولون على الله ما لا تعلمون وقوله تعالى قل الله اذن لكم ام على الله تفترون **الثانية** الدليل على وجهين اما تفصيلي ومعرفة

١ معنى الافتاء وانه ليس حكاية محضة وانه لا يجوز الا بدليل

٢ الدليل دليلان تفصيلي خاص بالمجتهد ومعرفة اجمالية بان المجتهد قال

خاصة باهل النظر والاجتهاد فان غيره وان علم دليل المجتهد فی مسألة لا يعلمه الا تقليدا كما يظهر مما بيناه فی رسالتنا المباركة ان شاء الله تعالى الفضل الموهبی فی معنی اذا صح الحديث فهو مذهبی فان قطع تلك المنازل التی بينا فيها لا يمكن الا للمجتهد واشار الی البعض قليل منه فی عقود رسم المفتی اذ نقل فيها ان معرفة الدليل انما تكون للمجتهد لتوقفها علی معرفة سلامته من المعارض وهی متوقفة علی استقراء الادلة كلها ولا يقدر علی ذلك الا المجتهد اما مجرد معرفة ان المجتهد اخذ الحكم الفلانی من الدليل الفلانی فلا فائدة فيها ام او اجمالی كقوله سبحنه فاسألوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون وقوله تعالى اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولی الامر منكم فانهم العلماء علی الاصح وقوله صلی الله تعالی عليه وسلم الا سألوا اذ لم يعلموا فانما شفاء العی السؤال وعن هذا نقول ان اخذنا باقوال ائمتنا ليس تقليدا شرعيا لكونه عن دليل شرعی انما هو تقليد عرفی لعدم معرفتنا بالدليل التفصيلی اما التقليد الحقيقی فلا مساغ له فی الشرع وهو المراد فی كل ما ورد فی ذم التقليد والجهال الضلال يلبسون علی العوام فيحملونه علی التقليد العرفی الذی هو فرض شرعی علی كل من لم يبلغ رتبة الاجتهاد قال المدقق البهاری فی مسلم الثبوت التقليد العمل بقول الغير من غير حجة كاخذ العامی والمجتهد من مثله فالرجوع الی النبی صلی الله تعالى عليه وسلم او الی الاجماع ليس منه وكذا العامی الی المفتی والقاضی الی العدول لايجاب النص ذلك عليهما لكن العرف علی ان العامی مقلد للمجتهد قال الامام وعليه معظم الاصوليين اه وشرحه المولی بحر العلوم فی فواتح الرحموت هكذا (التقليد العمل بقول الغير من غير حجة) متعلق بالعمل والمراد بالحجة حجة من الحجج الاربع والا فقول المجتهد دليله وحجته (كاخذ العامی) من المجتهد (و) اخذ (المجتهد عن مثله فالرجوع الی النبی عليه) وآله واصحابه (الصلاة والسلام او الی الاجماع ليس منه) فانه رجوع الی الدليل (وكذا) رجوع (العامی الی المفتی والقاضی الی العدول) ليس هذا الرجوع نفسه تقليدا وان كان العمل بما اخذوا بعده تقليدا (لايجاب النص ذلك عليهما) فهو عمل بالحجة لا بقول الغير فقط (لكن العرف) دل (علی ان العامی مقلد للمجتهد) بالرجوع اليه (قال الامام) امام الحرمين (وعليه معظم الاصوليين) وهو المشتهر المعتمد عليه اه **اقول**[١٢١٨] فيه نظر من وجوه **فاولا** لا فرق فی الحكم بين الاخذ والرجوع حيث لا رجوع الا للاخذ اذ لم يوجبه الشرع الا له ولو سأل العامی امامه ولم يعمل به كان عابثا متلاعبا والشرع متعال عن الامر بالعبث فان لم يكن الرجوع تقليدا لوجوبه بالنص لم يكن الاخذ ايضا من التقليد قطعا للوجوب بعين النص **وثانيا**[١٢١٩] الاية الاولی اوجبت الرجوع والثانية الاخذ فطاح الفرق **وثالثا**[١٢٢٠] حيث اتحد الرجوع والاخذ فعلی تقرير الشارح يتناقض قوله التقليد لاخذ العامی من المجتهد

الفرق بين التقليد الشرعی الذی هو مذموم والعرفی الذی هو واجب وبيان ان اخذنا باقوال ائمتنا ليس بتقليد فی الشرع بل فی العرف وهو عمل بالدليل حقيقة ... الصحابية وذلك ٢

علام جلی ١

معروضة علی ... بحر العلوم ... معروضة علی ... ٢ ... معروضة ٣

وقوله ليس منه رجوع العامی الی المفتی فان المفتی هو المجتهد کما فی المتن متصلا بما مر **ورابعا**[1221] ان ارید بحجة من الاربع التفصیلیة اعنی الخاصة بالجزئیة النازلة تبطل قوله فالرجوع الی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم والاجماع لیس منه فانه لایکون عن ادراك الدلیل التفصیلی وان ارید الاجمالیة کالعمومات الشرعیة بطل جعل اخذ العامی من المجتهد تقلیدا فانه ایضا عن دلیل شرعی **وخامسا**[1222] اذ قد حکم اولا ان اخذ العامی عن المجتهد تقلید فما معنی الاستدراك علیه بقوله لکن العرف الخ **وسادسا**[1223] لیس نفس الرجوع تقلیدا قط والا لکان رجوعنا الی کتب الشافعیة لنعلم ما مذهب الامام المطلبی فی المسألة تقلیدا له ولا یتوهمه احد **وسابعا**[1224] مثله او اعجب منه جعل اخذ القاضی بشهادة الشهود تقلیدا منه لهم فانه تقلید لا یعرف فی عرف ولا شرع ومن یتجاسر ان یسمی قاضی الاسلام ولو ابا یوسف مقلد ذمیین اذ اقضی بشهادتهما على ذمی بل الحق فی حل المتن ما رأیتنی کتبت علیه هکذا (التقلید) الحقیقی هو (العمل بقول الغیر من غیر حجة) اصلا (کاخذ العامی) من مثله (و) هذا (بالاجماع) اذ لیس قول العامی حجة اصلا لا لنفسه ولا لغیره (و) کذا (اخذ المجتهد من مثله) علی مذهب الجمهور من عدم جواز تقلید مجتهد مجتهدا المأخوذ للحاجة انه لما کان قادرا علی الاخذ عن الاصل فالحجة فی حقه هو الاصل وعدوله عنه الی ظن مثله عدول الی ما لیس حجة فی حقه فیکون تقلیدا حقیقیا فالضمیر فی مثله الی کل من العامی والمجتهد لا الی المجتهد خاصة واذا عرفت ان التقلید الحقیقی یعتمد انتفاء الحجة رأسا (فالرجوع الی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم او الی الاجماع) وان لم نعرف دلیل ما قاله صلی الله تعالٰی علیه وسلم وقاله اهل الاجماع تفصیلا (لیس منه) ای من التقلید الحقیقی لوجود الحجة الشرعیة ولو اجمالا (وکذا) رجوع (العامی) من لیس مجتهدا (الی المفتی) وهو المجتهد (و) رجوع (القاضی الی الشهود) (العدول) واخذهما بقولهم لیس من التقلید فی شیئ لانفس الرجوع ولا العمل بعده (لایجاب النص) ذلك الرجوع والعمل (علیهما) فیکون عملا بحجة ولو اجمالیة کما عرفت - هذا هو حقیقة التقلید (لکن العرف) مضی (علی ان العامی مقلد للمجتهد) فجعل عمله بقوله من دون معرفة دلیله التفصیلی تقلیدا له وان کان انما یرجع الیه لانه مامور شرعا بالرجوع الیه والاخذ بقوله فکان عن حجة لا بغیرها وهذا اصطلاح خاص بهذه الصورة فالعمل بقول النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم وبقول اهل الاجماع لایسمیه العرف ایضا تقلیدا (قال الامام) هذا عرف العامة (و) مشی (علیه معظم الاصولیین)[1225] ولا اصطلاحات سائغة لا محل فیما للتذییل بان هذا ضعیف وذاك معتمد کما لایخفی هذا هو التقریر الصحیح لهذا الکلام والله تعالٰی ولی الانعام **الثالثة اقول**[1226] حیث علمت ان الجمهور علی منع اهل النظر من تقلید غیرهم وعند

أخذ بقوله من دون معرفة دليله التفصيلي يرجع الى التقليد الحقيقي المحظور اجماعا بخلاف العامي فان عدم معرفته الدليل التفصيلي يوجب عليه تقليد المجتهد والا لزم التكليف بما ليس في الوسع او تركه سدى فظهر ان عدم معرفة الدليل التفصيلي له اثران تحريم التقليد في حق اهل النظر وايجابه في حق غيرهم ولا غرو ان يكون شيئ واحد موجبا ومحرما معا لشيئ اخر باختلاف الوجه فعدم المعرفة لعدم الاهلية موجب للتقليد ومع الاهلية محرم له

الرابعة الفتوى حقيقية وعرفية فالحقيقية هو الافتاء عن معرفة الدليل التفصيلي واولئك الذين يقال لهم اصحاب الفتوى ويقال بهذا افتى الفقيه ابو جعفر والفقيه ابو الليث وامثالهما رحمهم الله تعالى والعرفية اخبار العالم باقوال الامام جاهلا عنها تقليدا له من دون تلك المعرفة كما يقال فتاوى ابن نجيم والغزي والطوري والفتاوى الخيرية وهلم تنزلا الى الفتاوى الرضوية جعلها الله تعالى مرضية امين

الخامسة اقول وبالله التوفيق[١٢٢٨] القول قولان صوري وضروري فالصوري هو المقول المنقول والضروري ما لم يقله القائل نصا بالخصوص لكنه قائل به في ضمن العموم والحاكم ضرورة بانه لو تكلم في هذا الخصوص لتكلم كذا وربما يخالف الحكم الضروري الحكم الصوري حتى ان الاخذ بالصوري يعد مخالفة للقائل والعدول عنه الى الضروري موافقة او اتباعا له كأن كان زيد صالحا فامر عمرو خدامه باكرامه نصا جهارا وكرر ذلك عليهم مرارا وقد كان قال لهم ايا كم ان تكرموا فاسقا ابدا فبعد زمان فسق زيد علانية فان اكرمه بعد خدامه عملا بنصه المكرر المقرر لكانوا عاصين وان تركوا اكرامه كانوا مطيعين ومثل ذلك يقع في اقوال الائمة اما لحدوث ضرورة او حرج او عرف او تعامل او مصلحة مهمة تجلب او مفسدة ملمة تسلب وذلك[١٢٢٩] لان استثناء الضرورات ودفع الحرج ومراعاة المصالح الدينية الخالية عن مفسدة تربو عليها ودرء المفاسد والاخذ بالعرف والعمل بالتعامل كل ذلك قواعد كلية معلومة من الشرع ليس احد من الائمة الا مائلا اليها وقائلا بها ومعولا عليها فاذا كان في مسألة نص الامام ثم حدث احد تلك المغيرات علمنا قطعا ان لو حدث على عهده لكان قوله على مقتضاه لا على خلافه ورده فالعمل ح بقوله الضروري الغير المنقول عنه هو العمل بقوله لا الجمود على المأثور من لفظه وقد عد في العقود مسائل كثيرة من هذا الجنس ثم احال بيان كثير اخر على الاشباه ثم قال فهذه كلها قد تغيرت احكامها لتغير الزمان اما للضرورة واما للعرف واما لقرائن الاحوال قال وكل ذلك غير خارج عن المذهب لان صاحب المذهب لو كان في هذا الزمان لقال بها ولو حدث هذا التغير في زمانه لم ينص على خلافها قال وهذا الذي جرأ المجتهدين في المذهب واهل النظر الصحيح من المتأخرين على مخالفة المنصوص عليه من صاحب

المذهب في كتب ظاهر الرواية بناءً على ما كان في زمنه كما هو تصريحهم به الخ **اقول** (١٢٣٠) بل ربما يقع نظير ذلك في نص الشارع صلى الله تعالى عليه وسلم فقد قال صلى الله تعالى عليه وسلم اذا استأذنت احدكم امرأته الى المسجد فلا يمنعنها رواه احمد والبخاري ومسلم والنسائي وفي لفظ لا تمنعوا اماء الله مساجد الله رواه احمد ومسلم كلهم عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما وبالثاني رواه احمد وابوداؤد عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بزيادة وليخرجن تفلات وقد امر صلى الله تعالى عليه وسلم باخراج الحيض وذوات الخدور يوم العيدين فيشهدن جماعة المسلمين ودعوتهم وتعتزل الحيض المصلى قالت امرأة يارسول الله احدنا ليس لها جلباب قال صلى الله تعالى عليه وسلم لتلبسها صاحبتها من جلبابها رواه البخاري ومسلم وآخرون عن ام عطية رضي الله تعالى عنها ومع ذلك نهى الائمة الشواب مطلقا والعجائز نهارا ثم عمموا النهي عملا بقوله صلى الله تعالى عليه وسلم الضروري المستفاد من قول ام المؤمنين الصديقة رضي الله تعالى عنها لو ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم رأى من النساء ما رأينا لمنعهن من المسجد كما منعت بنو اسرائيل نساءها رواه احمد والبخاري ومسلم قال في التنوير والدر (يكره حضورهن الجماعة) ولو لجمعة وعيد ووعظ (مطلقا) ولو عجوزا ليلا على المذهب المفتى به لفساد الزمان واستثنى الكمال بحثا العجائز المتفانية اهـ والمراد بالمذهب مذهب المتاخرين ولما رد عليه البحر بان هذه الفتوى مخالفة لمذهب الامام وصاحبيه جميعا فانهما ابا حا للعجائز الحضور مطلقا والامام في غير الظهر والعصر والجمعة فالافتاء بمنع الكل في الكل مخالف للكل فالمعتمد مذهب الامام اهـ بمعناه اجاب عنه في النهر قائلا وفيه نظر بل هو ماخوذ من قول الامام وذلك انه انما منعها لقيام الحامل وهو فرط الشهوة بناءً على ان الفسقة لا ينتشرون في المغرب لانهم بالطعام مشغولون وفي الفجر والعشاء نائمون فاذا فرض انتشارهم في هذه الاوقات لغلبة فسقهم كما في زماننا بل تحريهم اياها كان المنع فيها اظهر من الظهر اهـ قال الشيخ اسمعيل وهو كلام حسن الى الغاية اهـ ش **السادسة** حامل اخر على العدول عن قول الامام مختص باصحاب النظر وهو ضعف دليله **اقول** (١٢٣١) اي في نظرهم وذلك لانهم مامورون باتباع ما يظهر لهم قال تعالى فاعتبروا يا اولي الابصار ولا تكليف الا بالوسع فلا يسعهم الا العدول ولا يخرجون بذلك عن اتباع الامام بل متبعون لمثل قوله العام اذا صح الحديث فهو مذهبي ففي شرح الهداية لابن الشحنة ثم شرح الاشباه لبيري ثم رد المحتار اذا صح الحديث وكان على خلاف المذهب عمل بالحديث ويكون ذلك مذهبه ولا يخرج مقلده عن كونه حنفيا بالعمل به فقد صح عنه انه قال اذا صح الحديث فهو مذهبي اهـ **اقول** (١٢٣٢) معرفة الصحة فقها ويستحيل معرفتها

الا المجتہد لا الصحۃ المصطلحۃ عند المحدثین کما بینتہ فی الفضل الموھبی بدلائل قاھرۃ یتعین استفادتہا
قال ش فاذا نظر اھل المذھب فی الدلیل وعملوا بہ صح نسبتہ الی المذھب لکونہ صادرا باذن صاحب المذھب اذ لاشک
انہ لو علم ضعف دلیلہ رجع عنہ واتبع الدلیل الاقوی ولذا رد المحقق ابن الھمام علی بعض المشایخ حیث افتوا
بقول الامامین بانہ لایعدل عن قول الامام الا لضعف دلیلہ اھ اقول (۱۳۳) ھذا غیر معقول ولا مقبول و
کیف یظن ضعف دلیلہ فی الواقع لضعفہ فی نظر بعض مقلدیہ وھؤلاء اجلۃ ائمۃ الاجتہاد المطلق مالک و
الشافعی واحمد ونظراؤھم رضی اللہ تعالی عنہم یطبقون کثیرا علی خلاف الامام وھو اجماع منہم علی ضعف
دلیلہ ثم لایظن بھذا ضعفہ ولا ان مذھب ھؤلاء مذھبہ فکیف بمن دونھم ممن لم یبلغ رتبتہم نعم ھم عاملون
فی نظرھم بقولہ العام فمعذورون بل ماجورون ولایتبدل بذلک المذھب الا تری ان تحدید الرضاع بثلثین
شہرا دلیلہ ضعیف بل ساقط عند اکثر المرجحین ولایجوز لاحد ان یقول الاقتصار علی عامین مذھب الامام وتحریم
حلیلۃ الاب والابن رضاعا نظر فیہ الامام البالغ رتبۃ الاجتہاد المحقق علی الاطلاق وزعم ان لادلیل علیہ
بل الدلیل قاض بحلہما کما مر من اجاب عنہ وقد تبعہ علیہ ش فہل یقال ان تحلیلہما مذھب الامام کلا بل بحث
من ابن الھمام ولیس فیما ذکر عن ابن الھمام الی ما ادعی من صحۃ جعلہ مذھب الامام انما فیہ جواز العدول
لہم اذا استضعفوا دلیلہ واین ھذا من ذلک (۱۳۴) نعم فی الوجوہ السابقۃ تصح النسبۃ الی المذھب لاحاطۃ العلم
بانہ لو وقع فی زمنہ لقال بہ کما قال فی التنویر (۱۳۵) فی مسألۃ نہی النساء مطلقا عن حضور المساجد علی المذھب وھذہ
نکتۃ غفل عنہا البحر فتبعہ المحقق ش ففسر المذھب بمذھب المتاخرین ھذا واما نحن فلم نؤمر باعتبار کاولی الابصار
بالسؤال او العمل بما یقولہ الامام غیر باحثین عن دلیل سوی الاحکام فان کان العدول للوجوہ السابقۃ اشترک فیہ
الخواص والعوام اذ لاعدول حقیقۃ بل عمل بقول الامام وان کان لدعوی ضعف الدلیل اختص بمن یعرفہ ولذا قال فی البحر
قد وقع للمحقق ابن الھمام فی مواضع الرد علی المشایخ فی الافتاء بقولہما بانہ لایعدل عن قولہ الا لضعف دلیلہ لکن
ھو (ای المحقق) اھل للنظر فی الدلیل ومن لیس باھل للنظر فیہ فعلیہ الافتاء بقول الامام اھ **السابعۃ** (۵)
اذا اختلف التصحیح تقدم قول الامام الاقدم فی رد المحتار قبیل مایدخل فی البیع تبعا اذا اختلف التصحیح اخذ
بما ھو قول الامام لانہ صاحب المذھب اھ وقال فی الدر فی وقف البحر وغیرہ متی کان فی المسألۃ قولان مصححان
جاز القضاء والافتاء باحدہما اھ فقال العلامۃ ش لاتخییر لو کان احدہما قول الامام والاخر قول غیرہ
لانہ لما تعارض التصحیحان تساقطا فرجعنا الی الاصل وھو تقدیم قول الامام بل فی شہادات الفتاوی الخیریۃ

المقرر عندنا انه لا يفتى ولا يعمل الا بقول الامام الاعظم ولا يعدل عنه الى قولهما او قول احدهما او غيرهما الا لضرورة كمسألة المزارعة وان صرح المشائخ بان الفتوى على قولهما لانه صاحب المذهب والامام المقدم اھ ومثله فى البحر وفيه يحل الافتاء بقول الامام بل يجب وان لم يعلم من اين قال اھ اھ اذا عرفت هذا اتضح لك كلام المصطلح كل ما ردت به عليه وان شئت التفصيل المزيد فالق السمع وانت شهيد **قول** ش رحمه الله تعالى لا يخفى عليك ما فى هذا الكلام من عدم الانتظام **اقول** [١٢٣٦] بل هو متسق النظام اخذ بعضه بحجز بعض كما سترى **قول** العلامة الخير قوله مضاد لقول الامام **اقول** [١٢٣٧] تعرف بالرابعة ان قول الامام فى الفتوى الحقيقية فيختص باهل النظر ولا يحل له غيره والا كان تحريما للفتوى العرفية مع حلها بالاجماع وفى قضاء منحة الخالق عن الفتاوى الظهيرية روى عن ابى حنيفة رضى الله تعالى عنه انه قال لا يحل لاحد ان يفتى بقولنا ما لم يعلم من اين قلنا اى وان لم يكن من اهل الاجتهاد لا يحل له ان يفتى الا بطريق الحكاية اھ وقول البحر فى الفتوى العرفية ان لا يحل له سواه لقوله اما فى زماننا فيكتفى بالحفظ وقوله وان لم نعلم وقوله يجب علينا الافتاء بقول الامام وقوله اما نحن فلنا الافتاء فاين التضاد ولم يردا موردا واحدا **قول** هو صريح فى عدم جواز الافتاء لغير اهل الاجتهاد فكيف يستدل به على وجوبه **اقول** [١٢٣٨] نعم صريح فى عدم جواز الحقيقى ونشوء الحرمة والجواز معا عن شئ واحد فرغنا عنه فى الثالثة **قول** فنقول ما يصدر من غير الاهل ليس افتاء حقيقة **اقول** [١٢٣٩] فيه كان الجواب عن التضاد لو التفتم اليه **قول** وانما هو حكاية عن المجتهد **اقول** [١٢٤٠] او انظر الاولى **قول** تجوز حكاية قول غير الامام **اقول** [١٢٤١] لا حجر فى الحكاية ولو قولا خارجا عن المذهب انما الكلام فى التقليد والمجتهد المطلق احق به ممن دونه فلم لا تجيزون الافتاء باقوال الائمة الثلثة بل ومن سوى الاربعة رضى الله تعالى عنهم فان اجزتم ففيم التمذهب وتلك المشاجرات بل سقط البحث راسا وانهدم النزاع بنفس النزاع كما سياتى بيانه ان شاء الله تعالى **قول** فكيف يجب علينا الافتاء بقول الامام **اقول** [١٢٤٢] لانا قلدناه لا من سواه وقد اعترف به السيد الناقل فى عدة مواضع منها ما صدر رد المحتار قبيل رسم المفتى انا التزمنا تقليد مذهبه دون مذهب غيره ولذا نقول ان مذهبنا حنفى لا يوسفى ونحوه اھ اى الشيبانى نسبة الى ابى يوسف ومحمد رضى الله تعالى عنهم وقال فى شرح العقود الحنفى انما قلد ابا حنيفة ولذا نسب اليه دون غيره اھ **قول** وانما نحكى فتواهم لا غير **اقول** [١٢٤٣] سبحن الله بل انما نقلد امامنا لا غير ثم ليس افتاؤنا عندكم الا حكاية قول غيرنا فمن ذا الذى حرم علينا حكاية

قول امامنا واوجب حكاية قول غيره من اهل مذهبنا فانكانوا مرجحين بالكسر فليسوا مرجحين على الامام بالفتح **قول ش**
المشايخ اطلعوا على دليل الامام وعرفوا من اين قال **اقول** ١٢٤٣ من اين عرفتم هذا وباى دليل اطلعتم عليه انما المنقول عن الامام المسائل
دون الدلائل واجتهد الاصحاب فاستخرجوا لها دلائل كل حسب مبلغ علمه ومنتهى فهمه ولم يدركوا شاوه ولا معشاره
ولربما لم يلحقوا غباره فان قلتم فقولوا اطلعوا على دليل قول الامام ولا تقولوا على دليل الامام ورحم الله سيدى ط
اذ قال في قضاء حواشى الدر قد يظهر قوة له (اى لاهل النظر في قول خلاف قول الامام) بحسب ادراكه ويكون الوجه
بخلافه او بحسب دليل ويكون لصاحب المذهب دليل اخر لم يطلع عليه اه **قوله** ولا يظن بهم انهم عدلوا عن
قوله لجهلهم بدليله **اقول** ١٢٤٥ **اولا** فيظن به انه لم يدر به ما ادركوا فاعتمد شيأ اسقطوه لضعفه
فيا للانصاف اى الظنين ابعد **وثانيا** ١٢٤٦ ليس فيه ازراء بهم ان لم يبلغوا مبلغ امامهم وقد ثبت ذلك عن اعظم
المجتهدين في المذهب الامام الثاني فضلا عن غيره ففي الخيرات الحسان للامام ابن حجر المكى الشافعى عن الخطيب
عن ابي يوسف ما رأيت احدا اعلم بتفسير الحديث ومواضع النكت التي فيه من الفقه من ابي حنيفة وقال ايضا
ما خالفته في شئ قط فتدبرته الا رأيت مذهبه الذي ذهب اليه انجى في الاخرة وكنت ربما ملت الى الحديث فكان هو
ابصر بالحديث الصحيح منى وقال كان اذا صمم على قول درت على مشائخ الكوفة هل اجد في تقوية قوله حديثا او اثرا
فربما وجدت الحديثين والثلثة فاتيته بها فمنها ما يقول فيه هذا غير صحيح او غير معروف فاقول له وما علمك بذلك
مع انه يوافق قولك فيقول انا عالم بعلم اهل الكوفة وكان عند الاعمش فسئل عن مسائل فقال لابي حنيفة ما تقول
فيها فاجابه قال من اين لك هذا قال من احاديثك التي رويتها عنك وسرد له عدة احاديث بطرقها فقال الاعمش
حسبك ما حدثتك به في مائة يوم تحدثني به في ساعة واحدة ما علمت انك تعمل بهذه الاحاديث يا معشر الفقهاء
انتم الاطباء ونحن الصيادلة وانت ايها الرجل اخذت بكلا الطرفين اه **اقول** ١٢٤٧ انما قال ما علمت الخ
لانه لم ير في تلك الاحاديث موضعا لتلك الاحكام التي استنبطها منها الامام فقال ما علمت انك تاخذ منها هذه
وقد قال الامام الاجل سفين الثورى لامامنا رضى الله تعالى عنهما انه ليكشف لك من العلم عن شئ كلنا عنه غافلون
وقال ايضا ان الذى يخالف ابا حنيفة يحتاج الى ان يكون اعلى منه قدرا واوفر علما وبعيد ما يوجد ذلك وقال
ابن شبرمة عجزت النساء ان يلدن مثلك ما عليك في العلم كلفة وقال ابو سليمن كان ابو حنيفة رضى الله تعالى
عنه عجبا من العجب وانما يرغب عنه من لم يقو عليه وفيه عن على بن عاصم قال لو وزن عقل ابي حنيفة بعقل نصف
اهل الارض لرجح بهم وقال الشافعى رضى الله تعالى عنه ما قامت النساء عن رجل اعقل من ابي حنيفة

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وقال بكر بن حبيش لو جمع عقله وعقل اهل زمنه لرجح عقله على عقولهم الكل من الخيرات الحسان عن محمد بن رافع عن
يحيى بن آدم قال كان شريك وداود الاصغر علماء ابي حنيفة وليتهم كانوا يفقهون ما يقول وعن سهل بن
مزاحم كان من ائمة وانما خالفه من خالفه لانه لطف عليهم قوله اهـ هذان عن مناقب الامام الكردري وفي ميزان الشريعة الكبرى
للسيد العارف الامام الشعراني سمعت سيدي عليا الخواص رضي الله تعالى عنه يقول مدارك الامام ابي حنيفة دقيقة
لا يكاد يطلع عليها الا اهل الكشف من اكابر الاولياء اهـ **قوله** شحنوا كتبهم بنصب الادلة **اقول**
دراية لا رواية واين الدراية من الدراية **قوله** ثم يقولون الفتوى على قول ابي يوسف مثلا **اقول**
لانهم لم يظهر لهم ما ظهر للامام وهم اهل النظر فلم يسعهم الاتباع مع علمهم وفي ذلك قول الامام لا يحل
لاحد ان يفتي الخ ولو ظهر لهم ما ظهر له لرجعوا اليه مذعنين **قوله** فعلينا حكاية ما يقولونه **اقول**
هذا على من ترك تقليده الى تقليدهم اما من قلده فعليه حكاية ما قاله والاخذ به **قوله** لانهم اتباع
المذهب **اقول** فالمتبوع احق بالاتباع من الاتباع **قوله** نصبوا انفسهم لتقريره **اقول**
على الرأس والعين وانما الكلام في تعيينه **قوله** عن العلامة قاسم كما لو افتوا في حياتهم **اقول اولا**
رحمك الله أرأيت ان كان الامام حيا في الدنيا وهؤلاء احياء وافتوا أيا كنت تقلد **و ثانيا** انما كلام
العلامة فيما فيه الرجوع الى فتوى المشايخ حيث لا رواية عن الامام او اختلفت الرواية عنه او وجد شيء من الحوامل
الست المذكورة في الخامسة فانه عين تقليد الامام وانا آتيك عليه ببينة عادلة منكم من نفس العلامة
قاسم فهو اعلم بمراده قلتم في شرح عقودكم قال العلامة المحقق الشيخ قاسم في تصحيحه ان المجتهدين لم يفقدوا حتى
نظروا في المختلف ورجحوا وصححوا فشهدت مصنفاتهم بترجيح قول ابي حنيفة والاخذ بقوله الا في مسائل يسيرة اختاروا الفتوى
فيها على قولهما او قول احدهما وان كان الآخر مع الامام كما اختاروا قول احدهما فيما لا نص فيه للامام للمعاني التي اشار
اليها القاضي بل اختاروا قول زفر في مقابلة قول الكل لنحو ذلك وترجيحاتهم وتصحيحاتهم باقية فعلينا اتباع الراجح
والعمل به كما لو افتوا في حياتهم اهـ كلام الامام القاضي سيأتي عند سرد النقول بتوفيق الله تعالى صرح فيه ان العمل
بقوله رضي الله تعالى عنه وان خالفاه الا لتعامل بخلافه او تغير الحكم بتغير الزمان فتبين ولله الحمد ان قول العلامة
قاسم علينا اتباع ما رجحوه انما هو فيما لا نص فيه للامام ويلحق به ما اختلفت فيه الرواية عنه او في احدى الحوامل
الست فاحفظه حفظا جيدا ففيه ارتفاع الحجب عن آخرها ولله الحمد كثيرا طيبا مباركا فيه ابدا وهذه عبارة
العلامة قاسم التي اوردها السيد هنا ملتقطا من اولها وآخرها لو تأملها تماما لما كان يخفى عليه الامر وكثيرا ما تحدث

امثال الامور احل الاقتصار وبالله العصمة **وثالثاً** ١٢٥٥ على فرض الغلط لولد العلامة قاسم ما تريد لكان محجوجا
بقول شيخه المحقق حيث اطلق الذي نقلتموه وقبلتموه من حده مرارا على المشايخ افتاءهم بقولهما قائلا انه
لا يعدل عن قوله الا لضعف دليله **قوله** عن العلامة ابن الشلبي الا اذا صرح احد من المشايخ بان الفتوى
على قول غيره **اقول اولاً** ١٢٥٦ سائرهم موافقون لهذا المفتي ومخالفون له او ساكتون فلم يرجحوا شيئا
حتى في التعليل والجدل ولا بوضعه متنا او الاقتصار او التقديم او غير ذلك من وجوه الاختيار الثالث لم يقع
والثاني ظاهر المنع وكيف يعدل عن قول الامام المرجح من عامة اصحاب الترجيح بفتوى رجل واحد قال في الدر في تنجس
البئر وكالامر وقت العلم فلا يلزمهم شيء قبله قيل وبه يفتى اه قال ش قائله صاحب الجوهرة وفي فتاوى العتابي قولهما
هو المختار اه قال ط وانما عبر بقيل لرد العلامة قاسم له لمخالفته عامة الكتب فقد رجح دليله في كثير منها وهو احوط
ثم لم بر قال في الدر لا حد بشبهة العقد عند الامام كوطء محرم نكحها وقالا ان علم الحرمة حد وعليه الفتوى خلاصة
لكن المرجح في جميع الشروح قول الامام فكان الفتوى عليه اولى قاله قاسم في تصحيحه لكن في القهستاني عن المضمرات
على قولهما الفتوى اه قال ش استدرك ح على قوله في جميع الشروح فان المقدم مرارا من الشروح وفيه ان ما في عامة الشروح
مقدم لم فههنا جعلت الفتاوى على قولهما الفتوى ووافقها بعض الشروح المعتمدة لم يقبل لان عامة الشروح
رجحت دليله بقول الاول وهو مسلم لا شك ولا يوجد الا في الصور الست وح يكون عدولا الى قوله لا غير
كما علمت **ورابعاً** ١٢٥٧ بوجه آخر رأيت ان قال الامام قولا وخالفه احد صاحبيه او رواية عن الآخر فافتى احد
من المشايخ بقول الصاحب فان وافقه الباقون فقد مر او خالفوه فظاهر وكذا ان خالف بعضهم ووافق بعضهم
لما مر في السابعة اما ان لم يرد عن الباقين شيء وهي الصورة التي انكرنا وقوعها فهل يجب ح اتباع تلك الفتوى
ام لا على الثاني اين قولكم علينا اتباع ما صححوه كما لو افتوا في حياتهم فان فتوى الحياة واجب العمل على المستفتي
وان كان المفتي واحدا ولم يخالفه غيره وليس له التوقف عن قبولها حتى يجتمعوا او يكثروا وعلى الاول لم يجب العدول عن قول الامام الى قول صاحبه
الا لترجح رأي صاحبه بانضمام رأي هذا المفتي اليه اذ ليس هذا الافتاء قضاء يرفع الخلاف فلم يبق الا افتاء مفت لما رآه من مستفت
امكان حاصله ان الرأي الفلاني ارجح عندي فاذن ترجح رأي احد الصاحبين بانضمام رأي الآخر اعلى واعظم لان
كلا منهما اعلم واقدم من جميع من جاء بعدهما من المرجحين فكل ما خالف فيه الامام صاحباه وجب فيه ترك قوله الى
قولهما وهو خلاف الاجماع **وثالثاً** ١٢٥٨ على التسليم معكم ان الشلبي في نظره مع عنا آخر الكلام **قوله** فليس للقاضي
ان يحكم بقول غير ابي حنيفة في مسألة لم يرجح فيها قول غيره ورجحوا فيها دليل ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه على دليله

و ... معروضه ... علیه

علام / اجلی الا

و ۳ معروضه ۲۵ علیه
و ۴ معروضه علیه

اقول ١٢٥٩ هذا ابعد فوق ما مر فان مفاده ان ما لم يرجح فيه دليل الامام فللقاضي ومثله للمفتي العدول عنه الى قول غيره وان لم يذيل ايضا بترجيح فانه بنى الحكم بعدم العدول على وجود وعدم وجود ترجيح دليله وعدم ترجيح قول غيره فما لم يجتمعا حل العدول لم يقل باطلاقه الثقات العدول فانه يشمل ما اذا رجحا او لم يرجح شيء منهما والعمل فيهما بقول الامام لا محالة كما مر اول في السابعة وقال سيدي ط في زكاة الغنم مسألة تصرف الهالك الى العفو من المعلوم انه عند عدم التصحيح لا يعدل عن قول صاحب المذهب اهـ قوله في المنحة اصحاب المتون قد يمشون على غير مذهب الامام اقول ١٢٦٠ نعم في احدى الوجوه الستة وهو عين قول الامام اما في غيرها فان مشى بعضهم لم يقبل كما سياتي في مسألة الشفق ومثلها تفسير المصر كما يعلم من الغنية شرح المنية وقد فصلناه في فتاونا بما لا مزيد عليه اما ان يمشوا قاطبة على خلاف قول الامام من دون الحوامل الست فحاشا وكلا فليبرز مثالا ولو واحدا قوله واذا افتى المشايخ بخلاف قول الامام لفقد الدليل في حقهم فنحن نتبعهم اذ هم اعلم اقول ١٢٦١ اولا هم اعلم منهم ومن اعلم من اعلم منهم فاى الفريقين احق بالاتباع وثانيا ١٢٦٢ انظر الثانية الدليل في حقهم التفصيلي وقد فقدوه وفي حقنا الاجمالي وقد وجدناه فكيف نتبعهم ونعدل من الدليل الى فقده قوله كيف يقال يجب علينا الافتاء بقول الامام لفقد الشرط وقد اقررنا بفقد الشرط ايضا في حق المشايخ اقول ١٢٦٣ شبهة كشفناها في الثالثة قوله فهل تراهم ارتكبوا منكرا اقول ١٢٦٤ مبني على الذهول عن فرق الموجب في حقنا وحقهم وان شئت الجمع مكان الفرق فالجامع ان كل من فارق الدليل فقد اتى منكرا فدليلنا قول امامنا وخلافنا له منكر ودليلهم ما عن لهم في المسألة فمصيرهم اليه لا ينكر قوله وقد مشى عليه الشيخ علاء الدين اقول ١٢٦٥ انما مشى في صدر الكتاب وفي كتاب القضاء معا على ان الفتوى على قول الامام مطلقا كما سياتي وقوله اما نحن فعلينا اتباع ما رجحوه فماخوذ من التصحيح كما افدتموه في رد المحتار وقد كان صك كلام الدر هذا وحاصل ما ذكره الشيخ قاسم في تصحيحه الخ وقد علمت ما هو مراد التصحيح الصحيح والحمد لله على حسن التنقيح اتينا على ما وعدنا من سرد النقول على ما قصدنا اقول وبالله التوفيق ما هو المقرر عندنا قد ظهر من مباحثنا وتفصيله ان المسألة اما ان يحدث فيها شيء من الحوامل الست اولا على الاول الحكم للحامل وهو قول الامام الضروري المعتمد على الاطلاق سواء كان قوله الصوري بل وقول اصحابه ترجيحات المرجحين موافقا له او على اما ان لو حدث هذا في زمانهم لحكموا به فقول الامام الضروري شيء انظر معه الى رواية ولا ترجيح بل هو القول الضروري للمرجحين ايضا ولا يتقيد ذلك بزمان دون زمان قال في شرح العقود فان قلت العرف يتغير مرة بعد مرة فلو حدث عرف اخر لم يقع في الزمان السابق فهل يسوغ للمفتي مخالفة المنصوص واتباع العرف الحادث

قلت نعم فان للمتأخرين الذين خالفوا المنصوص فی المسائل المارة لم يخالفوه الا لحدوث عرف بعد زمن الامام فللمفتی اتباع عرفه الحادث فی الالفاظ العرفية وكذا فی الاحكام التی بناها المجتهد علی ما كان فی عرف زمانه وتغير عرفه الی عرف اخر اقتداء بهم لكن بعد ان يكون المفتی ممن له رأی ونظر صحيح ومعرفة بقواعد الشرع حتی يميز بين العرف الذی يجوز بناء الاحكام عليه وبين غيره قال وكتبت فی رد المحتار فی باب القسامة فيما لو ادعی علی رجل من غير اهل المحلة وشهد اثنان منهم عليه لم تقبل عنده وقالا تقبل الخ نقل السيد الحموی عن العلامة المقدسی انه قال توقفت عن الفتوی بقول الامام ومنعت من اشاعته لما يترتب عليه من الضرر العام فان من عرفه من المتمردين يتجاسر علی قتل النفس فی المحلات الخالية من غير اهلها معتمدا علی عدم قبول شهادتهم عليه حتی قلت ينبغی الفتوی علی قولهما لاسيما والاحكام تختلف باختلاف الايام انتهی وقالوا اذا زرع صاحب الارض ارضه ما هو ادنی مع قدرته علی الاعلی وجب عليه خراج الاعلی قالوا وهذا يعلم ولا يفتی به كيلا يتجرأ الظلمة علی اخذ اموال الناس قال فی العناية ورد بانه كيف يجوز الكتمان ولو اخذوا كان فی موضعه لكونه واجبا واجيب بانا لو افتينا بذلك لادعی كل ظالم فی ارض ليس شأنها ذلك انها قبل هذا كانت تزرع الزعفران مثلا فيأخذ خراج ذلك وهو ظلم وعدوان انتهی وكذا فی فتح القدير قالوا ولا يخفی بعد ما فيه من تسلط الظلمة علی اموال المسلمين اذ يدعی كل ظالم ان الارض تصلح لزراعة الزعفران ونحوه وعلاجه صعب انتهی فقد ظهر لك ان جمود المفتی او القاضی علی ظاهر المنقول مع ترك العرف والقرائن الواضحة والجهل باحوال الناس يلزم منه تضييع حقوق كثيرة وظلم خلق كثيرين اھ

اقول[٢٦٧] ومن ذلك افتاء السيد بنقل انقاض مسجد خرب ما حوله واستغنی عنه الی مسجد اخر قال فی رد المحتار وقد وقعت حادثة سئلت عنها فی امير اراد ان ينقل بعض احجار مسجد خراب فی سفح قاسيون بدمشق ليبلط بها صحن الجامع الاموی فافتيت بعدم الجواز متابعة للشرنبلالی ثم بلغنی ان بعض المتغلبين اخذ تلك الاحجار لنفسه فندمت علی ما افتيت به اھ ومن ذلك[٢٦٨] افتاء جد المقدسی بجواز اخذ الحق من خلاف جنسه حذار تضييع الحقوق قال فی رد المحتار قال القهستانی وفيه ايماء الی ان له ان يأخذ من خلاف جنسه عند المجانسة فی المالية وهذا اوسع فيجوز الاخذ به وان لم يكن مذهبنا فان الانسان يعذر فی العمل به عند الضرورة كما فی الزاهدی اھ قلت وهذا ما قالوا انه لا مستند له لكن رأيت فی شرح نظم الكنز للمقدسی من كتاب الحجر قال ونقل جد والدی لامه الجمال الاشقر فی شرحه للقدوری ان عدم جواز الاخذ من خلاف الجنس كان فی زمانهم لمطاوعتهم فی الحقوق والفتوی اليوم علی جواز الاخذ عند القدرة من ای مال كان لاسيما فی ديارنا لمداومتهم العقوق اھ ومن ذلك[٢٦٩] افتائی مرارا بعدم انفساخ نكاح امرأة مسلمة بارتدادها لما رأيت من تجاسرهن مبادرة لقطع العصمة مع عدم امكان استرقاقهن

فی بلادنا ولا مذھبھم وجبرھم علی الاسلام کما بینتہ فی السیر من فتاوینا وکم لہ من نظیر و **علی الثانی**
ان لم تکن فیہا روایۃ عن الامام فخارج عما نحن فیہ ولا شک ان الرجوع اذذاک الی المجتھدین فی المذھب وان کانت
فاما مختلفۃ عنہ او لا علی الاول الرجوع الیھم وکیف ما کان لا یکون خروجا عن قولہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ولا یغیر
بالاختلاف مجیئ النوادر علی خلاف الظاھر فان ما خرج عن ظاھر الروایۃ مرجوع عنہ کما نص علیہ البحر والخیر والشامی
وغیرھم وما رجع عنہ لم یبق قولا لہ فتثبت علی الثانی اما وافقہ صاحباہ او احدھما او خالفاہ علی الاول العمل بقولہ
قطعا ولا یجوز للمجتھد فی المذھب ان یخالفھم الا فی صور الثنیا لعنی الحوامل الست فانہ لیس خلافہم بل فی خلافہ خلافھم
وکذلک علی الثانی کما نصوا علیہ ایضا وعلی الثالث اما ان یتفقا علی شیئ واحد او خالفا وتخالفا علی الثانی العمل
بقولہ مطلقا وعلی الاول اما ان یتفق المرجحون علی ترجیح قولھما او قولہ او لا و لا یأن یختلفوا فیہ او لا یأتی ترجیح شیئ منھما
الاول لا کان و لا یکون قط ابدا الا فی احد الحوامل الست وحینئذ نتبعھم لانہ قول امامنا بل ائمتنا الثلثۃ رضی
اللہ تعالٰی عنھم صوریا الھما او ضروریا لہ وان جھد احد غایۃ جھدہ ان یستخرج فرعا من غیر الست اجمع فیہ المرجحون عن
اخرھم علی ترک قولہ واختیار قولھما فلن یجدہ ابدا وللہ الحمد والثانی ظاھر ان العمل بقولہ اجماعا ولا ینبغی ان یتنطح فیہ
عنزان فالمسائل الی ھنا لا خلاف فیہا وفیہا جمیعا العمل بقول الامام مھما وجد بقی الثالث وھو ثامن ثمانیۃ من ھذہ
الشقوق فھو الذی اتی فیہ الخلاف فقیل ھنا ایضا لا تخییر حتی للمجتھد بل یتبع قول الامام وان ادی اجتہادہ الی ترجیح
قولھما وقیل بل یتخیر مطلقا ولو غیر مجتھد والذی اتفقت کلماتھم علی تصحیحہ التفصیل بان المقلد یتبع قول الامام و
اھل النظر قوۃ الدلیل فقد التأمت الکلمات الصحیحۃ المعتمدۃ جمیعا علی ان المقلد لیس لہ الا تقلید الامام وان افتی
بخلافہ مفت او مفتون فان افتاءھم جمیعا بخلافہ فی غیر صور الثنیا ما کان وما یکون والحمد للہ رب العٰلمین و
صلاتہ الدائمۃ علی عالم ما کان وما یکون وعلی الہ وصحبہ وابنہ وحزبہ افضل ما سأل السائلون ھذا ما تلخص لنا من کلماتھم
وھو المنھل الصافی الذی ورد بہ البحر فاستمع نصوص العلماء یکشف اللہ تعالٰی بھم العماء وجلاء بھم عنا کل بلاء وعناء
فی محیط الامام السرخسی ثم الفتاوی الھندیۃ لا بد من معرفۃ فصلین احدھما انہ اذا اتفق اصحابنا فی شیئ ابوحنیفۃ
وابو یوسف ومحمد رضی اللہ تعالٰی عنھم لا ینبغی للقاضی ان یخالفھم برأیہ والثانی اذا اختلفوا فیما بینھم قال
عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ تعالٰی یؤخذ بقول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لانہ کان من التابعین وزاحمھم فی
الفتوی اھ زاد العلامۃ قاسم فی تصحیحہ ثم الشامی فی رد المحتار فقولہ اسد واقوی ما لم یکن اختلاف عصر وزمان اھ
اقول وقول السرخسی برأیہ یدل ان النھی للمجتھد وقولہ لا ینبغی ای لا یفعل بدلیل قولہ لا بد فلا یقال المستحب

فائدہ ۱: ما خرج عن ظاھر الروایۃ فھو مرجوع عنہ۔

فائدہ ۲

علامہ جلیل

امام ابن مبارک رضی اللہ تعالٰی عنہ اجلہ تابعین و تبع تابعین سے ہیں قد زاحمھم فی الفتوی

تنبیہ جلیلہ: لا یعدل عن قول الامام الا فی ...

لابد من معرفته اذا لم يحتاج الى فعله لا يحتاج الى معرفته انما العلم للعمل وفي[۱] فتاوى الامام الاجل فقيه النفس قاضيخان المفتي في زماننا من اصحابنا اذا استفتي في مسألة او سئل عن واقعة ان كانت المسألة مروية عن اصحابنا في الروايات الظاهرة بلا خلاف بينهم فانه يميل اليهم ويفتي بقولهم ولا يخالفهم برأيه وان كان مجتهدا متقنا لان الظاهر ان يكون الحق مع اصحابنا ولا يعدوهم واجتهاده لا يبلغ اجتهادهم ولا ينظر الى قول من خالفهم ولا يقبل حجته لانهم عرفوا الادلة وميزوا بين ما صح وثبت وبين ضده فان كانت المسألة مختلفا فيها بين اصحابنا فان كان مع ابي حنيفة رحمه الله تعالى احد صاحبيه يؤخذ بقولهما لوفور الشرائط واستجماع ادلة الصواب فيهما وان خالف ابا حنيفة رحمه الله تعالى صاحباه في ذلك فان كان اختلافهم اختلاف عصر وزمان كالقضاء بظاهر العدالة يأخذ بقول صاحبيه لتغير احوال الناس وفي المزارعة والمعاملة ونحوهما يختار قولهما لاجتماع المتأخرين على ذلك وفيما سوى ذلك قال بعضهم يتخير المجتهد ويعمل بما افضى اليه رأيه وقال عبد الله بن المبارك يأخذ بقول ابي حنيفة رحمه الله تعالى اه **اقول**[۱۲۷۱] ولوجه ربنا الحمد اتى بكل ما قصدناه فاستثنى التعامل وما تغير فيه الحكم لتغير الاحوال فقد جمع الوجوه الستة التي ذكرناها ونص ان اهل النظر ليس لهم خلاف الامام اذا وافقه احد صاحبيه فكيف اذا وافقاه ثم ما ذكر من القولين فيما عداها الخلاف بينهما في المقلد فالاول بتقييد التخيير بالمجتهد افاد ان لا خيار لغيره والثاني حيث منع المجتهد عن التخيير فهو للمقلد امنع فاتفق القولان على ان المقلد لا تخيير بل يتبع الامام وهو المرام وفي الفتاوى السراجية والنهر الفائق ثم الهندية والحموي وكثير من الكتب واللفظ للسراجية الفتوى على الاطلاق على قول ابي حنيفة ثم ابي يوسف ثم محمد ثم زفر والحسن ولفظ النهر ثم الحسن **اقول**[۱۲۷۳] وهو حسن فان مكانة زفر منهما لا ينكر لكن قال ش الواو هي المشهورة في الكتب اه ومعنى الترتيب اي اذا لم يجد قول الامام ثم رأيت الشامي صرح به في شرح عقوده حيث قال اذا لم يوجد للامام نص يقدم قول ابي يوسف ثم محمد الخ قال والظاهر ان هذا في حق غير المجتهد اما المفتي المجتهد فيتخير بما يترجح عنده دليله اه **اقول**[۱۲۷۴] اي اذا لم يجد قول الامام لا يتقيد بالترتيب فيتبع قول الثاني وان ادى رأيه الى قول الثالث كما كان لا يتخير اتفاقا اذا كان مع الامام صاحباه او احدهما والذي استظهره ظاهر ثم قال عن السراجية والنهر وقيل اذا كان ابو حنيفة في جانب وصاحباه في جانب فالمفتي بالخيار والاول اصح اذا لم يكن المفتي مجتهدا اه وفي التنوير والدر (يأخذ) القاضي كالمفتي (بقول ابي حنيفة على الاطلاق) وهو الاصح منية وسراجية وصحح في الحاوي اعتبار قوة المدرك والاول اضبط نهر (ولا يتخير الا اذا كان مجتهدا) اه وفي صدر ما ذكره للمصنف صححه في ادب القضاء اه وفي البحر كما مر قد صححوا ان الافتاء بقول الامام اه وقال ش قوله وهو الاصح مقابله

ك ۱۲۷۳ هكذا نقل عنه في تنقيح العقود وقد ... بالواو وهو ... الله ... في نسخ السراجية ... والشغل العلم منه غفرله

علامه جلی

ما يأتي عن الحاوي وما في جامع الفصولين من انه لو مع احد صاحبيه اخذ بقوله وان خالفاه قيل كذلك وقيل يخير الا فيما كان الاختلاف بحسب تغير الزمان كالحكم بظاهر العدالة وفيما اجمع المتأخرون عليه كالمزارعة والمعاملة فيختار قولهما اھ وفي صدر الدر الاصح كما في السراجية وغيرها انه يفتي بقول الامام على الاطلاق وصحح في الحاوي القدسي قوة المدرك اھ قال ط قوله والاصح مقابله قوله بعد وصحح في الحاوي اھ وقال ش بعد نقل عبارة السراجية مقابل الاصح غير مذكور في كلام الشارح فافهم اھ يريد به التعريض على ط اقول ههنا امور لابد من التنبه لها فاولا اقحم الدر ذكر التصحيح قبل قول المصنف ولا يخير الخ فاوهم الاطلاق في الحكم الاول حتى قال ط قوله صحح في الحاوي مقابل الاطلاق الذي في المصنف اھ مع ان صريح نص المصنف تقييده بما اذا لم يكن مجتهدا وثانيا ما صححه في الحاوي عين ما صححه في السراجية والمنية وادب المقال وغيرها وانما الفرق في التعبير فهم قالوا الاصح ان المقلد لا يتخير بل يتبع قول الامام وهو قال الاصح ان المجتهد يتخير لان قوة الدليل انما يعرفها هو فيستحيل ان يكون مقابل الاصح ما صححه في الحاوي بل مقابله التخيير مطلقا اذا خالفاه معا كما هو مفاد اطلاق القيل المذكور في السراجية والتقييد بقول الامام مطلقا وان خالفاه معا والمفتي مجتهد كما هو مفاد اطلاق ما صحح به فيها فلا وجه لترجيح الاول عليه بانه اضبط وقد قال ح ط ش في التوفيق بين ما في السراجية والحاوي ان من كان له قوة ادراك قوة المدرك يفتي بالقول القوي المدرك والا فالترتيب اھ قال ش يدل عليه قول السراجية والاول اصح اذا لم يكن المفتي مجتهدا اھ اقول فهم في التعبير لا يكون خلافا حتى يوفق وبالجملة فتوهم المقابلة بينهما اعجب واعجب منه ان العلامة ش تنبه له في صدر الكتاب ثم وقع فيه في كتاب القضاء فسبحان من لا ينسى وثالثا كذلك لك ان تقابله ما في جامع الفصولين فانه عينه ما في الخانية وانما نقله عنها برمز خ وفيه تقييد التخيير بالمجتهد فالكل ورد وامورد اواحد وانما ينشؤ التوهم لاقتصار وقع في النقل عنه فان نصه لو مع ح رضى الله تعالى عنه احد صاحبيه يأخذ بقولهما ولو خالفه صاحباه فلو كان اختلافهم بحسب الزمان يأخذ بقول صاحبيه وفي المزارعة والمعاملة يختار قولهما لاجماع المتأخرين وفيما عدا ذلك قيل يخير المجتهد وقيل يأخذ بقول ح رضى الله تعالى عنه اھ فانكشفت الشبهة ورابعا اهم من الكل دفع ما اوهمه عبارة الدر من ان تصحيح الحاوي اعتبار قوة المدرك مطلق لاقتصاره من نصه على فصل واحد وليس كذلك ففي الحاوي القدسي متى كان قول ابي يوسف ومحمد موافق قوله لا يتعدى عنه الا فيما مست اليه الضرورة وعلم انه لو كان ابو حنيفة رأى ما رأوا لافتى به وكذا اذا كان احدهما معه فان خالفاه في الظاهر قال بعض المشايخ يأخذ بظاهر قوله وقال بعضهم المفتي مخير بينهما ان شاء افتى بظاهر قوله وان شاء افتى

تطفل على الدر · معروضة على العلامة ش · معروضة على العلامة ط ش · علاوه · تطفل على الدر · معروضة على العلامة ش

بظاهر قولهما والاصح ان العبرة بقوة الدليل اھ فهذا كما ترى عين ما في الخانية لا يخالفها في شیٔ فقد الزم اتباع قول
الامام اذا وافقه صاحباه وكذا اذا وافقه احدهما وانما جعل الاصح العبرة بقوة الدليل اذا خالفاه معا لا مطلقا كما وهم
الدر ومعلوم ان معرفة قوة الدليل وضعفه خاص باهل النظر فوافق تقديم الخانية تخيير المجتهد لانه انما يقدم الاظهر اثم
وقد علمت ان لا خلف فاحفظ هذا كيلا تزل في فهم مراده حيث ينقلون عنه القطعة الاخيرة فقط ان العبرة بقوة الدليل
فتظن عمومه للصور وانما هو في ما اذا خالفاه معا وبامثال ما وقع ههنا في نقل الدر كلام جامع الفصولين ونقل الدر كلام
الحاوي وما وقع فيهما من الاقتصار المخل يتعين انه ينبغي مراجعة المنقول عنه اذا وجد فربما ظهر شیٔ لا يظهر مما
نقل وان كانت النقلة ثقات معتمدين فاحفظ وقد قال في شرح العقود بعد نقله ما في الحاوي والحاصل انه اذا
اتفق ابو حنيفة وصاحباه على جواب لم يجز العدول عنه الا لضرورة وكذا اذا وافقه احدهما واما اذا انفرد عنهما بجواب
وخالفاه فيه فان انفرد كل منهما بجواب ايضا بان لم يتفقا على شیٔ واحد فالظاهر ترجيح قوله ايضا اقول وهذه نفيسة افادها وكم له من
فوائد اجادها والاكما قال القول الخانية يأخذ بقول صاحبيه وقولها يختار قولهما وقول السراجية وغيرها و
صاحباه في جانب قال واما اذا خالفاه واتفقا على جواب واحد حتى صار هو في جانب وهما في جانب فقيل يترجح قوله ايضا
وهذا قول الامام عبد الله بن المبارك وقيل يتخير المفتي وقول السراجية والاول اصح اذا لم يكن المفتي مجتهدا يفيد
اختيار القول الثاني ان كان المفتي مجتهدا ومعنى تخييره انه ينظر في الدليل فيفتي بما يظهر له ولا يتعين عليه
قول الامام وهذا الذي صححه في الحاوي ايضا بقوله والاصح ان العبرة لقوة الدليل لان اعتبار قوة الدليل شان
المفتي المجتهد فصار فيما اذا خالفه صاحباه ثلاثة اقوال الاول اتباع قول الامام بلا تخيير الثاني التخيير مطلقا الثالث
وهو الاصح التفصيل بين المجتهد وغيره وبه جزم قاضي خان كما ياتي والظاهر ان هذا توفيق بين القولين بحمل القول
باتباع قول الامام على المفتي الذي هو غير مجتهد وحمل القول بالتخيير على المفتي المجتهد اھ ثم قال وقد علم من هذا انه لو اختلف في الاخذ
بقول الامام اذا وافقه احدهما ولذا قال الامام قاضي خان وان كانت المسألة مختلفا فيها بين اصحابنا الى اخر ما قدمنا عنهم
فقد اعترف رحمه الله تعالى بالصواب في جميع تلك الابواب غير انه استدرك على هذا الفصل الاخير بقوله لكن قدمنا ان ما نقل
عن الامام من قوله اذا صح الحديث فهو مذهبي محمول على ما لم يخرج عن المذهب بالكلية كما ظهر لنا من التقرير السابق ومقتضاه
جواز اتباع الدليل وان خالف ما وافقه عليه احد صاحبيه ولهذا قال في البحر عن التتارخانية اذا كان الامام في جانب وهما في جانب خير
المفتي وان كان احدهما مع الامام اخذ بقولهما الا اذا اصطلح المشايخ على القول الاخر فيتبعهم كما اختار الفقيه
ابو الليث قول زفر في مسائل انتهى وقال في رسالته المسماة رفع الغشاء في وقت العصر والعشاء لا يرجح قول

https://www.facebook.com/darahlesunnat

صاحبیہ او احدھما علی قول الامام وجوبا ھو اما ضعف دلیل الامام واما للضرورۃ والتعامل کترجیح قولھما فی المزارعۃ والمعاملۃ واما ان خلافھما لہ بسبب اختلاف العصر والزمان وانہ لو شاھد ما وقع فی عصرھما لوافقھما کعدم القضاء بظاھر العدالۃ لتوافق ذلک ایضا قال العلامۃ المحقق الشیخ قاسم فی تصحیحہ فذکر ما قدمنا من کلامہ فی توضیح مرامہ وفیہ ان الاخذ بقول الامام فی مسائل یسیرۃ اختار والفتوی فیھا علی قولھما او قول احدھما وان کان الاٰخر مع الامام اھ وھو محل استشھادہ **اقول** فقد علمت ان کلام العلامۃ قاسم فیما یخالف فیہ قولھم الصوری جمیعا فضلا عما اذا خالف احدھم وکذا کلام التاترخانیۃ فانہ انما استثنی ما اجمع فیہ المرجحون علی خلاف الامام او من معہ من صاحبیہ والا بوجد قط الا فی احد الوجوہ الستۃ فی بحر لا بتقیید بوفاق احد من الائمۃ الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم الا تری لو ذکر اختیار قول زفر اما حدیثا اذا صح الحدیث وضعف الدلیل فشامل لما یخالف الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم الا تری ان الامام الطحاوی خالفھم جمیعا فی عدۃ مسائل منھا تحریم الضب والمحقق حیث اطلق فی تحریم حلیلۃ الاب والابن رضاعا فکیف یخص الکلام بما اذا وافقہ احدھما دون الاٰخر **فان قلت** اذا وافقاہ فلا خلاف عندنا ان المجتھد فی مذھبھم لا یسعہ مخالفتھم فلاجل ھذا الاجماع یخص الحدیثان بما اذا خالفہ احدھما **قلت** عم کذا الاختلاف فیہ عندنا اذا کان معہ احد صاحبیہ رضی اللہ تعالٰی عنھم کما اعترفتم بہ تصریحا **فلا وجہ** عندی ان معنی نھی المجتھد عنہ نھی المقلد ان یتبعہ فیہ نھیا وفاقیا بخلاف ما اذا خالفاہ فان فیہ قیلا ان التخییر عام کما سبق فلان یتبع مرجحا رجح قولھما اولی وربما یلمح الیہ قول المحقق حیث اطلق فی مسألۃ الجھر بالتامین لو کان الی فی ھذا شیئ لوفقت بان روایۃ الخفض یراد بھا عدم القرع العنیف وروایۃ الجھر بمعنی قولھا فی زیر الصوت وذیلہ الخ فلم یمتنع عن ابداء ما عن لہ وعلم انہ لا یتبع علیہ فقال لو کان الی شیئ واللہ تعالٰی اعلم وفی النھی علی ھذا الاسلوب غیر مستنکر ان یتوجہ الی احد والمقصود بہ غیرہ قال تعالٰی فلا یصدنک عنھا من لا یؤمن بھا وقال عزوجل ولا یستخفنک الذین لا یوقنون ای لا تقبل صدہ ولا تنفعل باستخفافھم واللہ تعالٰی اعلم ھذا **وفی** کتاب التجنیس والمزید للامام الاجل صاحب الھدایۃ شرط اول وقت الصلٰوۃ الواجب عندی ان یفتی بقول ابی حنیفۃ علی کل حال اھ **وفی** ط منھا قد تعقب نوح افندی ما ذکر فی الدرر من ان الفتوی علی قولھما (ای فی الشفق) بانہ لا یجوز الاعتماد علیہ لانہ لا یرجح قولھما علی قولہ الا لموجب من ضعف دلیل او ضرورۃ او تعامل او اختلاف زمان اھ **ومر** رد المحقق حیث اطلق علی المشایخ فتویٰھم بقولھما فی مواضع من کتابہ وانہ قال لا یعدل عن قولہ الا لضعف دلیلہ اھ وقد نقلہ ش واقرہ کالبحر **اقول**

ولم يستثن ما سواه لما علمت ان ذلك عين العمل بقول الامام والعدول عنه فمن استثناها كالخانية و الاسرار والتصحيح و جامع الفصولين والبحر والخير ورفع الغشاء ونوح و غيرهم نظر الى الصورة ومن ترك نظر الى المعنى فان استثنى ضعف الدليل كالمحقق فنظر الى المجتهد وان لم يستثن شيئا كالامام صاحب الهداية والامام الاقدم عبد الله بن المبارك فقوله ماش على رسالة في حق المقلد فظهر ولله الحمد ان الكل انما يرمون عن قوس واحدة ويرومون جميعا ان المقلد ليس له الا اتباع الامام في قوله الصوري مالم يخالف قوله الضروري والا ففي الضروري **وفي** شرح العقود رأيت في بعض كتب المتأخرين نقلا عن ايضاح الاستدلال على ابطال الاستبدال للقاضي القضاة شمس الدين الحريري احد شراح الهداية ان صدر الدين سليمن قال ان هذه الفتاوى هي اختيارات المشايخ فلا تعارض كتب المذهب قال وكذا كان يقول غيره من مشايخنا وبه اقول اھ **وتقدم** قول الخيرية ثم ش المقرر عندنا انه لا يفتى ولا يعمل الا بقول الامام الاعظم الا لضرورة وان صرح المشايخ ان الفتوى على قولهما اھ **وايضا** قول البحر ثم ش يجب الافتاء بقول الامام وان لم يعلم من اين قال اھ **وفي** رد المحتار قال في البحر لا يعدل عن قول الامام الى قولهما او قول احدهما الا لضرورة من ضعف دليل او تعامل بخلافه كالمزارعة وان صرح المشايخ بان الفتوى على قولهما اھ **وهكذا** اقره في منحة الخالق **وفيه** من النكاح قبيل الولي في مسألة دعوى النكاح منه او منها ببينة الزور وقضاء القاضي بها عند قول الذي تحل له خلافا لهما وفي الشرنبلالية عن المواهب وبقولهما يفتى ما نصه قال الكمال قول الامام اوجه قلت وحيث كان الاوجه فلا يعدل عنه لما تقرر انه لا يعدل عن قول الامام الا لضرورة او ضعف دليله كما اوضحناه في رسم المفتي وشرحها اھ **وفيه** من هبة المشاع حيث علمت انه ظاهر الرواية ونص عليه محمد وروى عن ابي حنيفة ظهر انه الذي عليه العمل وان صرح بان المفتى به خلافه اھ وهذه نصوص العلماء رحمهم الله تعالى ورحمنا بهم وهي كما ترى كلها موافقة لما في البحر ولم يتعقبه فيما علمت احد الى ان متأخرا كل منهما عاب وأبى وانكر واقر وفارق ووافق و خالف ووافق وهما العلامة خير الرملي والسيد الشامي رحمهما الله تعالى ولا عبرة بقول مضطرب وقد علمت ان لا نزاع في سبعة صور وانما ورد خلاف ضعيف في الثامنة وهي ما اذا خالفه صاحباه متوافقين على قول واحد ولم يتفق المرجحون على ترجيح شيء منهما فعند ذلك جاء قيل ضعيف مجهول القائل بل مشكوك الثبوت ان المقلد يتبع ما شاء منهما والصحيح المشهور المعتمد المنصوص انه لا يتبع الا قول الامام والقولان كما ترى مطلقان مرسلان لا نظر في شيء منهما الى الترجيح او عدمه لكن المحقق الشامي اختار لنفسه مسلكا جديدا لا اعلم له فيه سندا سديدا وهو ان المقلد لا له التخيير ولا عليه التقييد بتقليد الامام بل عليه ان يتبع المرجحين قال في صدر رد المحتار

ف ١: توفيق لطيف من المصنف بين عبارات الائمة في تقديم قول الامام عند المخالفة ظاهرا

علاوہ جلی ٩

قول السراجية الاول اصح اذا لم يكن مجتهد لاصح فان المجتهد يعنى من كان اهلاً للنظر فى الدليل يتبع من الاقوال ما كان اقوى دليلا والا اتبع الترتيب السابق وعن هذا تراهم قد يرجحون قول بعض اصحابه على قوله كما رجحوا قول زفر وحده فى سبع عشرة مسالة فنتبع ما رجحوه لانهم اهل النظر فى الدليل ثم قال فى قضائه لا يجوز لهم مخالفة الترتيب المذكور الا اذا كان له ملكة يقتدر بها على الاطلاع على قوة المدرك وبهذا رجع القول الاول الى ما فى الحاوى من ان العبرة فى المفتى المجتهد لقوة المدرك نعم فيه زيادة تفصيل سكت عنه الحاوى فقد اتفق القولان على ان الاصح هو ان المجتهد فى المذهب من المشائخ الذين هم اصحاب الترجيح لا يلزمه الاخذ بقول الامام على الاطلاق بل عليه النظر فى الدليل وترجيح ما رجح عنده دليله ونحن نتبع ما رجحوه واعتمدوه كما لو افتوا فى حياتهم كما حققه الشارح فى اول الكتاب نقلا عن العلامة قاسم ويأتى قريبا عن الملتقط انه ان لم يكن مجتهدا فعليه تقليدهم واتباع رأيهم فاذا قضى بخلافه لا ينفذ حكمه وفى فتاوى ابن الشلبى لا يعدل عن قول الامام الا اذا صرح احد من المشائخ بان الفتوى على قول غيره وبهذا سقط ما بحثه فى البحر من ان علينا الافتاء بقول الامام وان افتى المشائخ بخلافه اهـ **اقول اولا**[1293] هذا كما ترى قول مستحدث **وثانيا**[1294] اذا حرم اتباع الترجيح المخالف لاجماع ائمتنا الثلثة رضى الله تعالى عنهم وقد سمعت تصريح ائمة النصوص على خلافه نعم نتبع القول المصحح حيث كان وجد معه ترجيح اولا بل ولو وجد الترجيح بخلافه كما علمت فليس الاتباع فيه للترجيح بل لقول الامام **وثالثا**[1295] فيه خروج عن محل النزاع كما علمت تحريره بل فوق ذلك لان ما خالف فيه صاحباه ينقسم الان الى ستة اقسام اما يتفق المرجحون على ترجيح قوله او قولهما او يكون ارجح الترجيحين لكثرة المرجحين او قوة لفظ الترجيح له او لهما او يتساويان فيه او فى عدمه ولا يستاهل لخلاف السيد الا الرابع ان يكون ارجح الترجيحين لهما فاذن هو عاشر عشرة وقد تعدى الحكم[1296] هو اعم من المقسم ايضا وهو اتباع الترجيح سواء خالف صاحباه او واحدهما او لا احد **ورابعا**[1297] ان كان هذا القول المحدث اثرا فى الذين كانوا اهل التقييد بتقليد الامام رحمة الله عليه وواجب الاتباع بوجوه **الاول** انه قول صاحب الامام الاعظم بحر العلم امام الفقهاء والمحدثين والاولياء سيدنا عبد الله بن المبارك رضى الله تعالى عنه ونفعنا ببركاته العظيمة فى الدين والدنيا والاخرة فقد قال فى الحاوى القدسى ونقلته ثم فى شرح العقود متى لم يوجد فى المسألة عن ابى حنيفة رواية يؤخذ بظاهر قول ابى يوسف ثم بظاهر قول محمد ثم بظاهر قول زفر والحسن وغيرهم الاكبر فالاكبر الى اخرهم كان من كبار الاصحاب اهـ **الثانى** عليه الجمهور وان العمل بما عليه الاكثر كما صرحتم به فى رد المحتار والعقود الدرية واكثرنا النصوص عليه فى فتاونا وفى فصل القضاء فى رسم الافتاء **الثالث** هو الذى تواردت عليه التصحيحات واتفقت عليه الترجيحات فان وجب اتباعها ما اوجب القول بوجوب تقليد الامام وان خالفا مطلقا

وان لم يجب سقط البحث اساسا فانما كان النزاع في وجوب اتباع الترجيحات فظهر ان نفس النزاع يهدم النزاع واي شيء اعجب منه **وخامسا** السيد المحقق من الذين زعموا ان العامي لا مذهب له وان له ان يقلد من شاء فيما شاء فقد قال في قضاء المنحة في نفس هذا البحث نعم ذكره للمؤلف فيظهر بناء على القول بان من التزم مذهب امام لا يحل له تقليد غيره في غير ما عمل به وقد علمت ما قدمنا عن التحرير انه خلاف المختار ام **اقول** ١٢٩٩ وهذا وان كان قيلا باطلا مغسولا قد صرح ببطلانه كبار الائمة الناصحين، وصنف في ابطاله رد في الاولين والاخرين، وقد نجم منه فتنة عظيمة في الدين، من جهة الوهابية غير المقلدين، والله لا يصلح عمل المفسدين، ولعمري هؤلاء المجيبون من العلماء غفر الله تعالى لنا ولهم ان سبرتهم واختبرتهم لوجدت قلوبهم ابية عما يقولون، وصنيعهم شاهد انهم لا يحبونه ولا يريدونه ولا يجتنبونه بل يجتنبون، ويقولون في مسائل منه تعلما وتكلما لئلا يجاسر الجهال على هدم المذهب طول اعمارهم يتمذهبون لامامهم ولا يخرجون عن المذهب في افعالهم واقوالهم ويصرفون العمر في الانتصار له والذب عنه وهذا فتح القدير لصاحب التحرير ما صنف الا لذلك لمذهبنا والمذاهب الثلثة الباقية دفاتر ضخام في هذا المرام فلولا التمذهب لامام بعينه لازما وكان يسوغ ان يتبع من شاء ما شاء لكان هذا كله اضاعة عمر في فضول واشتغالا بما لا يعني وقد اجمع عليه علماء المذاهب الاربعة ولم يزل الائمة بل المناظرة في الفروع والذب كل ذاهب عن مذهبه جارية من لدن الصحابة رضي الله تعالى عنهم بدون نكير فاذن يكون الاجماع العملي على الاهتمام بما لا يعني واستحسان الاشتغال بالفضول واي شناعة اشنع منه لكن سلك السيد انه لم يجب التقيد بالمذهب وجاز الخروج عنه بالكلية فمن ذا الذي اوجب اتباع مرجحين في مذهب معين جوا احد قولين فيه هذا اذا اتفقوا فكيف وقد اختلفوا وفي احد الجانبين الامام الاعظم المجتهد المطلق الذي لم يلحقوا غباره ولم يبلغ مجموعهم عشر فضله ولا معشاره هل هذا الا جمعا بين الضب والنون اذ حاصله ان الامام واصحابه واصحاب الترجيح في مذهبه لما اجمعوا كلهم مجمعون على قول لم يجب على المقلدين الاخذ به بل يأخذون به او بما هو انفسهم من قيلات خارجة عن المذهب لكن اذا قال الامام قولا وخالفه صاحباه ورجح مرجحون كلا من القولين وكان الترجيح في جانب الصاحبين اكثر ذاهبا واكد لفظا فيجب تقليد هؤلاء ويمتنع تقليد الامام ومن معه بل لو اجمع الامام وصاحباه على شيء ورجح ناس من هؤلاء المتأخرين قيلا يخالف اجماعهم وجب ترك تقليد الائمة الى تقليد هؤلاء واتباعهم هذا هو الباطل المبين لا دليل عليه اصلا من الشرع المتين والحمد لله رب العلمين وبه ظهر ان قول البحر وان كان مبنيا على ذلك هو الحق المنصوص المعتمد المختار المأخوذ به قولا عند الائمة الكبار

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وفعلا عندهم وعند هؤلاء المنازعين الاخيار لكن ما زعم السيد لا ينبني عليه ولا على ما زعم انه المختار بل يخالفهما جميعا بالاعلان والجهار والحمد لله العزيز الغفار والصلاة والسلام على سيد الابرار واله الاطهار وصحبه الكبار وعلينا معهم في دار القرار امين **قوله** قول السراجية صريح ان المجتهد يتبع ما كان اقوى ولا يتبع الترتيب فنتبع ما رجحوه **اقول** [١٣٠٥] رحمك الله قولك فنتبع ما رجحوه ان كان خلافا فيما ذكرت من مفاد السراجية فتوجيه للقول بضده ورده فان السراجية توجب على غير المجتهد اتباع الترتيب لا الترجيح الا ان كان زيادة من عندكم فمخالف للنصوص وتفريع للشيء على ما هو نقيض له فانك لو كنت اهل النظر فعليك بالنظر المصيب والا فعليك بالترتيب فمن اين هذا الثالث الغريب **قوله** لا يجوز له مخالفة الترتيب الا اذا كان له ملكة فعليه ترجيح ما رجح عنده ونحن نتبع ما رجحوه **اقول** [١٣٠٦] رحمك الله هذا كذلك في حاصل كلامهم جميعا ما ذكرت الى قولك ونحن اما هذا فرع عليه وخروج عنه فان من لا ملكة له لا يجوز له عندهم مخالفة الترتيب وانتم اوجبتموه عليه دائرة له مع الترجيح **قوله** كما حققه الشارح عن العلامة قاسم **اقول** [١٣٠٧] فيه علمت ان لا موافقة فيه لما لديه ولا فيه ميل اليه **قوله** ويأتي عن الملتقط **اقول** [١٣٠٨] اولا حاصل ما فيه ان القاضي المجتهد يقضي برأي نفسه والمقلد برأي المجتهدين وليس له ان يخالفهم واين فيه ان الذين يفتونه ان كانوا مجتهدين في مذهب امامه فاختلفوا في الافتاء بقوله وجب عليه ان يأخذ بقول الذين خالفوا امامه وامامهم ان كانوا اكثر او لفظهم اكد وانما النزاع في هذا **وثانيا** [١٣٠٩] المنع من ان نخالفهم بآرائنا اذ لا رأي لنا ونحن لا نخالفهم بآرائنا بل برأي امامهم وامامنا وقد قال [١٣١٠] في الملتقط في تلك العبارة في القاضي المجتهد قضى بما رأه صوابا لا بغيره الا ان يكون غيره اقوى في الفقه ووجوه الاجتهاد فيجوز ترك رأيه برأيه فاذا جاز للمجتهد ان يترك رأيه برأي من هو اقوى منه مع انه مأمور باتباع رأيه وليس له تقليد غيره فان تركنا اراء هؤلاء المفتين لرأي امامنا وامامهم الاعظم الذي هو اقوى من مجموعهم في الفقه ووجوه الاجتهاد بل فضله عليهم كفضلهم علينا او هو اعظم الا اولى بالجواز واجدر **قوله** سقط ما بحثه في البحر **اقول** [١٣١١] وفيه سبحن الله هو الحكم المأثور ومعتمد الجمهور والصحيح المنصور فكيف يصح تسميته بحث البحر هذا **واقول** [١٣١٢] يظهر لي في توجيه كلامه رحمه الله تعالى ان مراده انه اذا اتفق المرجحون على ترجيح قول غيره رضي الله تعالى عنه ذكره ردا لما فهم من اطلاق قول البحر وان افتى المشايخ بخلافه فانه بظاهره يشمل ما اذا اجمع المشايخ على ترجيح قول غيره والدليل [١٣١٣] على هذه العناية في كلام ش انه انما تمسك باتباع المرجحين

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وانهم اعلم وانهم سبروا الدلائل فحكموا بترجيحه ولم يلتفتوا في شیٔ من الكلام الى صورة اختلاف الترجيح فضلا عن ارجحية
احد الترجيحين فلو كان مراده ذلك لعلم يقتصر على اتباع المرجحين فانه حاصل في كلا الجانبين بل ذكر اتباع ارجح الترجيحين
ويؤيده ايضا ما قدمنا في السابعة من قوله رحمه الله تعالى لما تعارض التصحيحان تساقطا فرجعنا الى الاصل وهو
تقديم قول الامام اھ وهذا وان كان ذكره فيما استوى الترجيحان لكن ما ذكره ما ترقيا عليه عن الخيرية والبحر
يعين ان الحكم اعم ويؤيده ايضا ما جعل اخر الكلام محصل جميع كلام الدر في المرام اذ قال قوله يحفظ اي جميع ما ذكرناه
وحاصله ان الحكم ان اتفق عليه اصحابنا يفتى به قطعا والا فاما ان يصحح المشايخ احد القولين فيه او كلا منهما
او لا ولا ففي الثالث يعتبر الترتيب بان يفتى بقول ابي حنيفة ثم ابي يوسف الخ او قوة الدليل وهو التوفيق وفي الاول
ان كان التصحيح بافعل التفضيل خير المفتي والا فلا بل يفتى بالمصحح فقط وهذا ما نقله عن الرسالة وفي الثاني اما ان يكون
احدهما بافعل التفضيل او لا ففي الاول قيل يفتى بالاصح وهو المنقول عن الخيرية وقيل بالصحيح وهو المنقول
عن شرح المنية وفي الثاني يخير المفتي وهو المنقول عن وقف البحر والرسالة افاده ح اھ فما ذكره في الثالث عين
مرادنا وكذا ما ذكره في الاول ما استثناء ما اذا كان التصحيح بافعل **فاقول** يخالف نفسه ولا يخالفنا
فان الترجيح اذا لم يوجد الا في جانب واحد كما جعله محل الرسالة ومع ذلك خير المفتي لم يكن عليه اتباع ما رجحوه
والتاويل بان افعل افاد ان الرواية المخالفة صحيحة ايضا كما قاله هو وط **فاقول اولا** هذا مسلم
اذا قوبل الاصح بالصحيح اما اذا ذكروا قولين وقالوا في احدهما وحده انه الاصح ولم يلموا ببيان قوة ما في الاخر اصلا فلا يفهم
منه الا ان الاول هو الراجح المنصور ولا ينقدح في ذهن احد انهم يريدون تصحيح كلا القولين وان للاول مزية ما
على الاخر فافعل هنا من باب اهل الجنة خير مستقرا واحسن مقيلا ولو سبرت كلماتهم لوجدتهم يقولون هذا احوط وهذا
ارفق مع ان الاخر لا رفق فيه او لا احتياط وهذا بين عند من خدم كلامهم ولذا قال في الخيرية من الطلاق انت على علم
بانه بعد التنصيص على اصحيته لا يعدل عنه الى غيره اھ بل قال فصح بان في مسألة قالوا فيها القائل ان يقول تجوز وهو الاصح
والقائل ان يقول لا ما نصه حيث ثبت الاصح لا يعدل عنه اھ وهذا مستفاد من متنه العقود وان قال في شرحه الى هنا فانه
قال سه وحيثما وجدت قولين قد ٭ صحح واحد فذاك المعتمد ٭ بنحو ذا الفتوى عليه الاشبه ٭ والاظهر المختار
ذا والاوجه ٭ فقد حكم بقصر الاعتماد على ما قيل فيه افعل ولم يصحح خلافه وكما قال في الدر فيمن نسي التسليم عن
يساره الى ان يستدبر القبلة في الاصح كان في القنية انه الصحيح قال ش عبر الشارح بالاصح بدل الصحيح و
الخطب فيه سهل اھ كيف يكون سهلا وهما عندكم على طرفي نقيض فان الصحيح كان يفيد ان خلافه فاسد وافاد الاصح

عادم

اجلى الاعلام

عندكم انه صحيح فقد جعل الفاسد صحيحا و ثانيا قد قلتم علينا اتباع ما رجحوه وليس ههنا قوة للشيء فى نفسه ترجحا اذ لابد للترجيح من مرجح ومرجح عليه فالمفتى قطعا افضل على غيره فلا شك انهم اذا قالوا احد قولين انه الاصح وسكتوا عن الاٰخر فقد فضلوه ورجحوه على الاٰخر فوجب اتباعه عندكم وسقط التخيير فالوجه عندى حمل كلام الرسالة على ما اذا ذيلت احدهما بافعل والاٰخر بغيره فيكون ثالثا فى المسألة عن الخيرية والغنية من اختيار الاطلاق الصحيح وهو التخيير وهذا اولى من حمله على ما لا يقبل لا سيما والرسالة مجهولة لا ندرى من هو مؤلفها والنقل عن المجهول لا يعتمد وان كان الناقل من المعتمدين كما افصح به ش فى مواضع من كتبه وبيناها فى فصل القضاء وبالجملة فالثنيا تخالف ما قرره اما اهمالا او تخالفا فلان مفادها اذ ذاك التخيير وهو حاصل فى شق الثانى لا بد لما وقع فى شقه الاول الخلاف فيه من ترجيح الى التخيير والتخيير مقيد بقيود قد ذكرها من قبل و ذكرها ههنا بقوله ولا تنس ما قدمناه من قيود التخيير اھ من اعظمها ان لا يكون احدهما قول الامام فاذا كان فلا تخيير كما اسلفنا انفا و قد قال فى شرح عقوده اذا كان احدهما قول الامام الاعظم والاٰخر قول بعض اصحابه عند عدم الترجيح لاحدهما يقدم قول الامام فكذا بعده اى بعد ترجيح القولين جميعا فرجع حاصل القول الى ان قول الامام هو المتبع الا ان يتفق المرجحون على تصحيح خلافه **فان قلت** اليس قد ذكر عشرة مرجحات اخر ونفى التخيير مع كل منها اكثرية التصحيح كونه فى المتون والاٰخر فى الشروح او فى الشروح والاٰخر فى الفتاوى او معللا دون الاٰخر او كونه استحسانا او ظاهر الرواية او انفع للوقف او قول الاكثر او اوفق باهل الزمان او اوجه زاد هذين فى شرح عقوده **قلت**[١٣٢٦] بلى ولكنها فقال ان الترجيح بما اكد من الترجيح بانه قول الامام انما ذكره رحمه الله تعالى ان التصحيح اذا اختلف وكان احدهما مرجحا من هذه الترجيحات فلا تخيير ولم يذكر ما اذا كان لكل منهما مرجح منها **اقول**[١٣٢٧] وقد بقى من المرجحات كونه احوط او ارفق او عليه العمل وهذا يقتضى الكلام على تفاضل هذه المرجحات فيما بينها وكانه لم يلم به لصعوبة استقصائه فليس فى كلامه مضادة لما ذكرنا وانا **اقول**[١٣٢٨] الترجيح بكونه مذهب الامام ارجح من الكل للنصوص القاهرة الظاهرة الباهرة المتواترة ان الفتوى بقول الامام مطلقا وقد صرح الامام الاجل صاحب الهداية والتجنيس على كل حال وان بغيت التفصيل وجدت الترجيح ارجح من جل ما ذكر مما يوجد معارضا له **فاقول**[١٣٢٩] القول لا يكون الا ظاهر الرواية ومحال ان تمشى المتون قاطبة على خلاف قوله انما وضعت لنقل مذهبه وكذا لن تجد احدا الا المتون سكتت عن قوله والشروح اجمعت على خلافه ولم يلهج به الا الفتاوى والانفعية للوقف من المصالح الجليلة المهمة وهى احدى الحوامل الست وكذا الاوفقية لاهل الزمان وكونه عليه العمل وكذا الارفق لما كان فى محل دفع الحرج

والاحوط اذا كان فی خلافہ مفسدة والاستحسان اذا کان لنحو ضرورة او تعامل اما اذا کان لدلیل فیختص باهل النظر وکذا کونه اوجه واوضح دلیلا کما اعترف به فی شرح عقود رسم المفتی ان المقلد لا یترك قول امامه لقول غیره ان غیره اقوی دلیلا فی نظره فاین النظر من النظر وانما یتبعه فی ذلك تلك تقلیدا لامامه من یسلم ان احد امر مقلدیه ومجتهدی مذهبه ابصر بالدلیل الصحیح منه فربما یکون قیاس یعارضه استحسان یعارضه استحسان اخر ادق منه فکیف یترك القیاس القوی بالاستحسان الضعیف فما هو المرجو فی کل قیاس قال به الامام وقیل بغیره للتأمل ضرورة وتعامل انه استحسان ولنحو هذا بما قدموا القیاس علی الاستحسان وقد نقل فی مسألتی الشك الفاسقة ش عن ط عن الحموی عن المفتاح قول محمد وهو المختار للفتوی وعن غایة البیان قول ابی یوسف استحسان فقال ش وعلیه فهو من المسائل التی ترجح فیها القیاس علی الاستحسان ام فافاد ان ما علیه الفتوی مقدم علی الاستحسان وکذا ضرورة علی ما علل فالتعلیل من امارات الترجیح والفتوی اعظم ترجیحه وکذا الاشارة فی تقدیمهما علی الاوجه والارفق والاحوط کما نصوا علیه فلم یبق من المرجحات المذکورة الا اکدیة التصحیح واکثریة القائلین ولذا اقتصرنا علی ذکرهما فیما مضی واما الاکثریة اکثر ما فی مسألتی وقت العصر والعشاء حتی ادعوا الخلاف فی قوله التعامل بل عمل عامة الصحابة فی العشاء ولم یمنع ذلك لا سیما فی العصر عن التعویل علی قول الامام ونقلتم عن البحر اقررتم انه لا یعدل عن قول الامام الا لضرورة وان صرح المشایخ ان الفتوی علی قولهما کما هنا اهـ وتکمیل فیه التصحیح جوابا عن اکدیة لفظ التصحیح وایضا قد سمعت نصوص ش فی ذلك فی سرد النقول عن کتاب النکاح وکتاب الهبة وایضا الکثر فی رد المحتار من معارضة الفتوی بالمتون وتقدیم ما فیها علی ما علیه الفتوی وما هو الا ان المتون وضعت لنقل مذهب صاحب المذهب رضی الله تعالی عنه **فمنها** الاسناد فی البئر الی یوم او ثلثة فی حق الوضوء والغسل والاقتصار فی حق غیرهما افتی به الصباغی وصححه فی المحیط والتبیین واقره فی البحر والمنح واعتمده فی التنویر والدر فقلتم مخالف لاطلاق المتون قاطبة (الی قولکم) فلا یعول علیه وان اقره فی البحر والمنح **ومنها** وقف صدقة علی رجل بعینه عاد بعد موته لورثة الواقف قال فی الاجناس وفی فتح القدیر به یفتی فقلتم انه خلاف المعتمد المخالفة لما نص علیه محققو المشایخ ولما فی المتون من انه بعد موت الموقوف علیه یعود للفقراء **ومنها** ما اختار الامامان الجلیلان الطحاوی والکرخی من الغاء طلاق السکران وفی التفرید ثم التتارخانیة ان الفتوی علیه فقلتم وشرح قد علمت مخالفته لسائر المتون **ومنها** قال محمد اذا لم یکن عصبة فولایة النکاح للحاکم دون الام قال فی المضمرات علیه الفتوی فقلتم کالبحر والنهر غریب لمخالفته المتون الموضوعة لبیان الفتوی **ومنها** قال محمد لا تعتبر الکفاءة دیانة وفی الفتح عن المحیط علیه الفتوی وصححه فی المبسوط فقلتم کالبحر تصحیح الهدایة معارض له فالافتاء بما فی المتون اولی **ومنها** قال لها اختاری اختاری اختاری فقالت اخترت الاولی

او الوسطى او الخنصر طلقت ثلثا عنده وواحدة بائنة عندهما واختاره الطحاوي وقال في الدر واقره الشيخ على المقدسي وفي الحاوي القدسي وبه نأخذ فقد افاد ان قولهما هو المفتى به لكن ايد الشرف الغزي قول الامام مشى عليه المتون واخر دليله في الهداية فكان هو المعتمد **ومنها** طلب القسمة ممن لا ينتفع بها لقلة حصته قال شيخ الاسلام خواهر زاده يجاب وفي الخانية وعليه الفتوى فقال في الدر لكن المتون على الاول فعليه المعول واقره ش انتهى وطمعه قولكم لم ار منهم في هبة رد المحتار ركن على ذكر ما قالوا لا يعدل عن تصحيح قاضي خان فانه فقيه النفس اھ فقد ظهر ولله الحمد ان الترجيح بكون القول قول الامام لا يوازيه شيء واذا اختلف الترجيح وكان احدهما قول الامام فعليه التعويل وكذا اذا لم يكن ترجيح فكيف اذا اتفقوا على ترجيحه فلم يبق الا ما اتفقوا فيه على ترجيح غيره فاذا حمل كلامه على ما وصفنا فلا شك في صحته اذن بالنظر الى حاصل الحكم فانا نوافقه على انا ناخذ ح بما اتفقوا على ترجيحه انما يبقى الخلاف بيننا في الطريق فهو اختاره بناء على اتباع المرجحين ونحن نقول لا يكون هذا الا في محل الحوامل فيكون هذا هو قول الامام الضروري وان خالف قوله الصوري بل عندنا ايضا مساغ ههنا التقليد المشايخ في بعض الصور على ما ياتي بيانها ثم لا شك انه لا يتقيد بكونه قول احد الصاحبين بل ندور مع الحوامل حيث دارت وان كان قول زفر مثلا على خلاف الائمة الثلثة كما ذكر وما ذكره من سيرهم الدليل وشكر كلامه نشا من الطريق الذي سلكه ح يبقى الخلاف بيننا وبين البحر لفظيا فان البحر ايضا لا يابى عند ئذ العدول عن قول الامام الصوري الى قوله الضروري كيف وقد فعل مثله نفسه والوفاق اولى من الشقاق ولعل مراد ابن الشلبي لن يصرح احد من المشايخ بالفتوى على قول غير الامام مع عدم مخالفة الباقين لهم صراحة او دلالة كاقتصارهم على قول الامام او تقديمه او تاخير دليله او الجواب عنه لا فعل غيره الى غير ذلك مما يعلم انهم يرجحون قول الامام كما اشار ابن الشلبي الى التقييد لا انه لا بد ان يظهر منهم مخايل وفاقهم لذلك المفتي فيدخل في صورة الثنيا هذا في جانب الشلبي واما جانب البحر فرايتني كتبت فيما علقت على رد المحتار في كتاب القضاء ما نصه **اقول** محل كلام البحر حيث وجد الترجيح من ائمته في جانب الامام ايضا كما في مسألتي العصر والعشاء وان وجد اكد الفاظه وهو الفتوى من المشايخ في جانب الصاحبين وليس يريد ان المشايخ وان اجمعوا على ترجيح قولهما لا يعبؤ به ويجب علينا الافتاء بقول الامام فان هذا لا يقول به احد ممن له مساس بالفقه فكيف بهذا العلامة البحر ولن ترى ابدا اجماع الائمة على ترجيح قول غيره الا لتبدل مصلحة باختلاف الزمان وح لا يجوز لنا مخالفة المشايخ لانها اذن مخالفة الامام اعينا كما علمت)

واما اذا اختلف الترجيح فرجحان قول الامام لانه قول الامام ارجح من رجحان قول غيره لارجحية لفظ الافتاء ﴿

۱ تاخير الهداية دليل قول دليل اعتماده

۲ قول الامام مشى عليه المتون مقدم

اجلى الاعلام

۳ عليها مقدمه تصحيح قاضيخان الفتوى

۴ وبعد ان تصحيح قاضيخان فانه فقيه النفس

او اکثریة المائلین الی ترجیحه فهذا ما یریده العلامة صاحب البحر وبه یسقط ایراد العلامتین الرملی والشامی اهـ
ما کتبه مع زیادات حتی الان مما بین الاهلة فبهذا تلتئم الکلمات، وتأتلف الاشتات، والحمد لله رب البریات، و
افضل الصلوات، واکمل التسلیمات، علی الامام الاعظم لجمیع الکائنات، واله وصحبه وابنه وحزبه اولی الخیرات،
والسعود والبرکات، عدد کل ما مضی وما هو ات، امین والحمد لله رب العلمین والله سبحنه وتعالی اعلم. ورأیت الناس
یتحفون کتبهم الی ملوک الدنیا وانا العبد الحقیر، خدمت بهذه السطور، ملکا فی الدین، امام ائمة المجتهدین، رضی
الله تعالی عنه وعنهم اجمعین، فان وقعت موقع القبول، فذلک نهایة المسئول، ومنتهی المأمول، وما ذلک علی الله
بعزیز ان ذلک علی الله یسیر، ان الله علی کل شیء قدیر، ولله الحمد والیه المصیر، وصلی الله تعالی علی المولی الاکرم، واله
وصحبه وبارک وسلم امین۔ **تنبیه اقول** کون المحل محل احد الحوامل ان کان بینا لا یلتبس فالعمل علیه
وما علینا ان ننظر الیه وهذا طریق لی وان کان الامر مشتبها رجعنا الی ائمة الترجیح فان رأیناهم مجمعین علی خلاف قول
الامام علمنا ان المحل محلها وهذا طریق ثان وان وجدناهم مختلفین فی الترجیح او لم یرجحوا شیئا عملنا بقول الامام وترکنا ما سواه
من قول وترجیح لان اختلافهم اما لان المحل لیس محلها فاذن لا عدول عن قول الامام او لانهم اختلفوا فی المحلیة فلا یثبت القول
الضروری بالشک فلا یترک مقوله الصوری الثابت بیقین الا اذا تبینت لنا المحلیة بالنظر فیما ذکروا من الادلة او بنی
العادلون عن قول الامام علیها وکانوا هم الاکثرین فنتبعهم ولا نتهمهم اما اذا لم یبنوا الامر علیها وانما حاموا
حول الدلیل فقول الامام علیه التعویل هذا ما ظهر لی وارجو ان یکون صوابا ان شاء الله تعالی والله تعالی اعلم
تنبیه اقول هذا کله اذا خالفوا الامام اما اذا فصلوا اجمالا او اوضحوا اشکالا او قیدوا ارسالا
کداب الشراح مع المتون، وهم فی ذلک علی قوله ماشون، فهم اعلم منا بمراد الامام فان اتفقوا والا فالترجیح بقواعده
المعلومة وانما قیدنا بانهم فی ذلک علی قوله ماشون لانه تقع هنا صورتان مثلا قال الامام فی مسألة بالاطلاق وصاحباه
بالتقیید فمن اثبتوا الخلاف واختاروا قولهما فهم مخالفون ومن نفوا الخلاف وذکروا ان مراد الامام ایضا التقیید فهذا
شرح والله تعالی اعلم ولکن هذا اخر الکلام، وافضل الصلاة والسلام، علی اکرم الکرام، واله وصحبه وابنه و
حزبه الی یوم القیام، والحمد لله ذی الجلال والاکرام۔

مسئلہ ۵۵ ۲ جمادی الاولی ۱۳۳۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آب مطلق کہ وضو وغسل کے لیے درکار ہے اوس کی کیا تعریف ہے آب مقید کسے کہتے ہیں بینوا توجروا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل من السماء ماء طہورا لیطہرنا بہ تطہیرا ٭ حمدا مطلقا غیر مقید بعد او امد دائما ابدا کثیرا کبیرا ٭ والصلاۃ والسلام علی الطیب الطاہر الطہور المطہر المفضل علی الخلق تفضیلا کبیرا ٭ وعلی اٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ ما امطرت السحب ماء نمیرا ٭ اٰمین اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔ یہ سوال بظاہر چھوٹا اور اسکا جواب بہت طول چاہتا ہے یہ مسئلہ نہایت معرکۃ الآرا ہے فقیر بتوفیق القدیر اول جزئیات منصوصہ ذکر کرے پھر تعریف مطلق ومقید کہ اصالۃً ضابطہ جامعہ کلیہ ہے اور دیگر ضوابط کے لیے معیار پھر ضوابط جزئیہ متون پھر ضوابط کلیہ متاخرین پھر جزئیات جدیدہ کے احکام وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب یوں یہ کلام پانچ فصل پر منقسم ہوا

فصل اول

جزئیات منصوصہ اور وہ تین قسم ہیں

قسم اول

وہ پانی جنسے وضو صحیح ہے (۱) مینہ دریا ندی نہر چشمے چھوٹے بڑے تالاب کوئیں کے پانی تو ظاہر ہیں بالخصوص قابل ذکر آب مبارک زمزم شریف ہے کہ ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک اس سے وضو وغسل بلا کراہت جائز ہیں اور ڈھیلے کے بعد استنجا مکروہ اور نجاست دھونا منع تنویر ودرمختار میں ہے یرفع الحدث مطلقا بماء مطلق کماء سماء واودیۃ وعیون وابار وبحار وماء زمزم بلا کراھۃ وعن احمد یکرہ نہر وجوہرہ میں ہے یکرہ الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال شامی میں ہے وکذا ازالۃ النجاسۃ الحقیقیۃ من ثوبہ او بدنہ حتی ذکر بعض العلماء تحریم ذلک اھ اقول ۱۳۳۵ مطلق الکراھۃ للتحریم واطلاق الحرام علی المکروہ تحریما غیر بعید فلا خلف نعم ۱۳۳۶ اذا استنجی بالمدر فالصحیح انہ مطہر فیبقی الاساءۃ ادب فیکرہ تنزیہا بخلاف الاغتسال ففرق بیّن بین القصدی والضمنی اھ منہ۔ اقول ۱۳۳۷ یہی دلیل واضح ہے کہ ہمارے ائمہ سے روایت صحیحہ طہارت مائے مستعمل ہے ورنہ غسل واستنجا میں فرق نہ ہوتا (۲) سمندر کا پانی بعض صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم سے منقول کہ اس سے وضو ناجائز جانتے اور ہمارے علماء بوجہ کراہت کا اس سے جواز وضو پر اجماع ہے فی البحر وفی قولہ والبحر رد قول من قال ان ماء البحر لیس بماء حتی حکی عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما انہ قال فی ماء البحر التیمم احب الی منہ کما نقلہ عنہ فی السراج الوھاج اھ قال السید ط فی حاشیۃ المراقی قال ابن سیدہ فی المحکم البحر الماء الکثیر ملحا او عذبا وغلب علی الملح فالتنصیص علیہ دفع لتوہم عدم جواز التطہیر بہ لانہ مر منتن کما توہم بعض الصحابۃ اھ اقول ۱۳۳۸ ھذا اللفظ بعید عن الادب فلیجتنب قال وفی الخبر من لم یطہرہ ماء البحر فلا طہرہ اللہ اھ قلت رواہ الدار قطنی والبیہقی کلاھما فی السنن بسند واہ بدون لفظ ماء عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فالاولی الاقتصار علی ما تمسک بہ شارحہ اعنی العلامۃ الشرنبلالی حیث قال لقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

هو الطهور ماؤه الحل ميتته اھ قلت ١٣٣١ رواه احمد والاربعة وابن حبان والحاكم عن ابی هريرة رضی الله تعالٰی عنه بسند صحيح واحمد وابن ماجة والدارقطنی والطبرانی فی الكبير عن جابر وابن ماجة عن ابی الفراسی والدارقطنی والحاكم عن علی وعن ابن عمرو وعبد الرزاق عن انس والدارقطنی عنه وايضا عن ابن عمر وايضا عن جابر عن ابی بكر الصديق وابن مردويه والنجار عن ابی الطفيل عن الصديق رضی الله تعالٰی عنهم كلهم عن النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم وفی اخری لابن مردويه كالدارقطنی عن ابی الطفيل عن الصديق من قوله ولعبد الرزاق ولابی بكر بن ابی شيبة عن عكرمة ان عمر رضی الله تعالٰی عنه سئل عن الوضوء من ماء البحر فقال سبحن الله فای ماء اطهر من ماء البحر وفی لفظ اطيب وطهر وابن عبد الحكم فی فتوح مصر والبيهقی عنه رضی الله تعالٰی عنه قال اغتسلوا من ماء البحر فانه مبارك قال ط ومن الناس من كره الوضوء من البحر الملح لخبر ابن عمرو عن النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم لا يركب البحر الا حاج او معتمر او غاز فی سبيل الله فان تحت البحر نارا وتحت النار بحرا رواه ابو داود اھ اقول لم يتفرد به بل رواه قبله سعيد بن منصور فی سننه وانما تفرد به ابو داود من بين الستة ثم ليس هذا حديث ابن عمر الفاروق رضی الله تعالٰی عنهما انما رواه عن مطرف عن بشير ابی عبد الله الكندی مجهول وقال الذهبی لا يكاد يعرف عن بشير بن مسلم هو ابو عبد الله الكندی الكوفی مجهول عن عبد الله بن عمرو رضی الله تعالٰی عنهما يعنی ابن العاص قال خ لم يصح حديثه واورده ابن حبان علی قاعدته فی ثقات اتباع التابعين وقال يروی عن رجل عن ابن عمرو والله تعالٰی اعلم نعم فی مسند الفردوس عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما تحت البحر نار وتحت النار بحر حتی عد سبعة ابحر وسبعة انيار ويمكن ان تكون فی قوله تعالٰی والبحر المسجور اشارة اليه والله تعالٰی اعلم وقال ط وكان ابن عمر لا يری جواز الوضوء به ولا الغسل عن جنابة اھ اقول ١٣٣٢ ان ذكره عنه رضی الله تعالٰی عنه نقلا ان ماء البحر لا يجزئ من وضوء ولا جنابة ان تحت البحر نارا ثم ماء ثم نارا حتی عد سبعة ابحر وسبعة انيار ولم اقف له علی اصل فالله اعلم به وانما الذی فی الحلية ان كون الطهارة جائزة بهذه المياه سواء كانت عذبة او مالحة مما دل عليه الكتاب والسنة ولم يعرف فيه شیء من خلاف نعم نقل عن بعض الصحابة كراهة الوضوء بماء البحر منهم عبد الله بن عمرو والجمهور علی عدم الكراهة اھ وفی هامش الانقروية عن مختارات النوازل حكی عن ابن عباس وابن عمر رضی الله تعالٰی عنهم انهما قالا الوضوء بماء البحر مكروه اھ قال ط وكذا روی عن ابی هريرة اھ اقول ١٣٣٣ وهذا اعجب مع ما صح عنه عن النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم ما اسمعناك ونعم فی البدائع روی عن ابی العالية الرياحی انه قال كنت فی جماعة من اصحاب رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم فی سفينة فی البحر فحضرت الصلاة ففنی ماؤهم ومعهم نبيذ التمر فتوضأ بعضهم بنبيذ التمر وكره التوضؤ بماء البحر وتوضأ بعضهم بماء البحر وكره التوضؤ بنبيذ التمر وهذا حكاية الاجماع فان من كان يتوضأ بماء البحر كان يعتقد جواز التوضؤ بماء البحر فلم يتوضأ بنبيذ التمر لكونه واجد الماء المطلق ومن كان يتوضأ بالنبيذ كان يری

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ماء البحر طہور الو کان یقول ھو ماء سخطۃ ونقمۃ کانہ لم یبلغہ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی صفۃ البحر ھو الطھور ماؤہ
الحل میتتہ فتوضأ بنبیذ التمر لکونہ عادما للماء الطاھر لہ فھذا ما ابداہ احتمالا وانما لفظ الروایۃ ماسمعت **اقول** ۱۳۴۵
ویجوز ان یکونوا معتقدین جواز الوضوء بھما اذا کان الماء غالبا فی النبیذ کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی فمن توضأ بہ
کرہ التوضؤ بماء البحر کراھۃ تنزیہ ولم یشک ان النبیذ الذی عندہ ماؤہ غالب ومن توضأ بماء البحر شک فی النبیذ
الذی عندہ فکرہ التوضؤ بہ کراھۃ امتناع وتوضأ بماء البحر واللہ تعالٰی اعلم (۳۳ و ۳۴) پالا اولے جب پگھل
جائیں کہ یہ بھی وہی آسمانی پانی ہیں کہ کرۂ زمہریر کی سردی سے یخ بستہ ہوگیا فی الدر یرفع الحدث بماء مطلق کثلج مذاب
وبرد وجمد وندی اھ وفی البحر والنھر عن ابی یوسف یجوز وان لم یکن متقاطرا والصحیح ولفظ النھر الاصح قولھما اھ و
نسبہ فی جامع الرموز للصاحبین حیث قال لا یتوضؤ بالثلج الا اذا تقاطر وعن الصاحبین انہ یتوضؤ بہ والاول ھو
الصحیح کما فی الظھیریۃ اھ وانی کتبت علی ھامشہ **اقول** ۱۳۴۶ لیس ھذا محل الخلاف وتصحیحہ اذ لا وضوء الا
بالغسل ولا غسل الا بالاسالۃ ولا اسالۃ الا بالتقاطر فھو المراد اھ ما کتبت علیہ **اقول** ۱۳۴۷ نعم یروی عن الثانی
ان الغسل بل المحل وان لم یسل کما فی البحر وھذا لا یختص بالثلج والبرد وقدمنا فی تبیان الوضوء ان مرادہ سال من العضو
قطرۃ او قطرتان ولم یتدارک فلا خلاف قال ش الظاھر ان معنی لم یتدارک لم یقطر علی الفور بان قطر بعد مھلۃ
اقول ۱۳۴۸ بل الظاھر ان المعنی لم تتتابع القطر کثرۃ یقال تدارک القوم ای تلاحقوا ومنہ قولہ تعالٰی
حتی اذا ادارکوا فیھا کما فی الصحاح ومعلوم انہ لم یثبت الفور فی دخول طائفۃ منھم بعد اخری واللہ تعالٰی اعلم
(۵) یوہیں کل کا برف جب پگھل جائے کہ وہ بھی پانی ہی تھا کہ گیس کی ہوا سے جم گیا ومر عن الدر وجمد وھو مجمد کالملح الجامد
ط عن ح عن القاموس (۶) شبنم **اقول** ۱۳۴۹ یعنی جبکہ پتوں پھولوں پر یا پھیلے ہوئے کپڑے نچوڑ کر اتنی جمع
کرلی جائے کہ کسی عضو یا بقیہ عضو کو دھوسکے مثلا روپے بھر جگہ پاؤں میں باقی رہی اور پانی ختم ہوگیا اور شبنم جمع کیے سے اتنی مل سکتی ہے
کہ اوس جگہ پر بہ جائے تو تیمم جائز نہ ہوگا یا اوس میں سر برہنہ بیٹھا اور اوس سے سر بھیگ گیا مسح ہوگیا اگرچہ ہاتھ نہ پھیریگا وضو ہوجائیگا اگرچہ سنت ترک ہوئی
یوہیں شبنم سے تر گھاس میں موزے پہنے چلنے سے موزوں کا مسح ادا ہوجائیگا جبکہ شبنم سے ہر موزہ ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کے طول و
عرض کے سر چند بھیگ جائے ومر عن الدر وھندیہ ثم قال ش قال فی الامداد وھو الطل وھو ماء علی الصحیح وقیل نفس دابۃ
اقول ۱۳۵۰ لا اعلم الصلاح ولو کان کذا لم یجز الوضوء بہ لانہ لیس بماء ولو جاز بہ لکان بعرق الانسان وعرق الحمار احق
بالجواز ثم رأیت فی مسح الخفین من الفتح لا فرق بین حصول ذلک بیدہ او باصابۃ مطر او من حشیش مشی فیہ
مبتل ولو بالطل علی الاصح وقیل لا یجزی بالطل لانہ نفس دابۃ لا ماء ولیس بصحیح اھ (۷) زلال **اقول** ۱۳۵۱

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لغۃ وعرفاً مشہور یہی ہے کہ زلال میٹھے ٹھنڈے ہلکے خوشگوار صاف خالص پانی کو کہتے ہیں فی القاموس ماء زلال کغراب وامیر وصبور وعلابط سریع المر فی الحلق بارد عذب صاف سہل سلس اھ ولم یعرج علی معنی غیرہ وفی صحاح الجوہری ماء زلال ای عذب اھ وفی حیاۃ الحیوان الکبری المشہور علی الالسنۃ ان الزلال ھو الماء البارد اس تقدیر پر تو اسکے شمار کی کوئی وجہ نہیں مگر علامہ شامی نے امام ابن حجر مکی سے نقل کیا کہ برف میں ایک چیز جانور کی شکل پر ہوتی ہے اور حقیقۃً جانور نہیں اوسکے پیٹ سے جو پانی نکلتا ہے وہ زلال ہے حیث قال عقیب ذکر الطل اقول وکذا الزلال قال ابن حجر وھو ما یخرج من جوف صورۃ توجد فی الثلج کالحیوان ولیست بحیوان **اقول**[۱۳۵۲] یہ اگر ثابت ہو تو اوسکے جانور ہونے سے انکار محتاج دلیل ہے اوسکی صورت جانور کی ہے اور کتابوں میں خود ائمہ شافعیہ کی کتب میں اوسے حیوان کہا اونگلی برابر قد سفید رنگ زرد چتیاں اور خود اوس جانور ہی کا نام زلال بتایا تاج العروس میں ہے الزلال بالضم حیوان صغیر الجسم ابیض اذا مات جعل فی الماء فیبردہ ومنہ سمی الماء البارد زلالا اھ حیاۃ الحیوان امام دمیری شافعی میں ہے الزلال بالضم دود یتربی فی الثلج وھو منقط بصفرۃ یقرب من الاصبع یاخذہ الناس من اماکنہ لیشربوا ما فی جوفہ لشدۃ بردہ اوسکے حیوان ہونے کی تقدیر پر امام ابن حجر شافعی نے اوس پانی کو قطعہ ٹھہرا کر ناپاک بتایا قال ش عن ابن حجر بعد ما مر فان تحقق (ای کونہ حیوانا) کان نجسا لانہ قیئ **اقول**[۱۳۵۳] قے کی تعریف اوسپر صادق آنے میں کلام ہے اور کتب شافعیہ میں اوس سے جواز وضو مصرح شرح وجیز ابو الفرج عجلی شافعی میں ہے الماء الذی فی دود الثلج طہور حیاۃ الحیوان میں ہے الذی قالہ یوافق قول القاضی حسین فیما تقدم فی الدود علامہ شامی نے جبتک اوس جانور کا دمدار ہونا ثابت نہو پانی پاک مگر ناقابل وضو بتایا حیث قال نعم لا یکون نجسا عندنا ما لم یعلم کونہ دمویا اما رفع الحدث بہ فلا یصح لانہ کان غیر دموی **اقول**[۱۳۵۴] ظاہر ہو اوس پانی کی طہارت محل اشتباہ نہیں جیسے ریشم کا کیڑا کہ خود بھی پاک ہے اور اوسکا پانی بلکہ بیٹ بھی پاک عالمگیریہ میں ہے ما دود القز وعینہ وخرؤہ طاہر کذا فی القنیۃ بلکہ خلاصہ میں ہے الدودۃ اذا تولدت من النجاسۃ قال شمس الائمۃ الحلوانی انہا لیست بنجسۃ وکذا کل حیوان حتی لو غسل ثم وقع فی الماء لا ینجسہ وتجوز الصلاۃ معہ اور جب طاہر ہے تو جبتک ثابت نہو کہ یہ پانی نہیں بلکہ اوس کیڑے ہی کے پیٹ کی رطوبت ہے یا اوسکی رطوبت اسمین نصف یا زائد ملی ہوئی ہے ناقابل وضو ہونے کی کوئی وجہ نہیں ظاہر وہ برف ہی کا پانی ہے کہ اوسکے جوف مین ملتا ہے اور پاک پانی کے غیر طہور ہونے کی دو ہی صورتیں ہیں یا بخلط غیر سے مائے مطلق نہ رہے یا اسقاط فرض خواہ اقامت قربت سے مستعمل ہو جائے ثانی یہاں قطعاً منتفی اور اول کا ثبوت نہیں اور کوئی مطلق بلا ثبوت مقید نہیں ہوسکتا الا تری ان النجاسۃ لا تثبت بالشک وھذہ سلب الطہوریۃ والطہارۃ معا فضلا عن التقیید (۸) گرم پانی وھذا لو فاق الاما یحکی عن مجاھد من کراھتہ **اقول**[۱۳۵۵]

مگر اتنا گرم کہ اچھی طرح ڈالا نہ جائے تکمیل سنت نہ کرنے دے مکروہ ہے یونہیں اتنا سرد اور اگر تکمیل فرض سے مانع ہو تو حرام اور وضو نہ ہوگا وفی صحیح البخاری توضأ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ بالحمیم (۹) اوپلوں سے گرم کیا ہوا اور بچنا بہتر درمختار میں ہے وکرہ احمد المسخن بالنجاسۃ (۱۰) دھوپ کا گرم پانی مطلقاً مگر گرم ملک گرم موسم میں جو پانی سونے چاندی کے سوا کسی اور دھات کے برتن میں دھوپ سے گرم ہو جائے وہ جب تک ٹھنڈا نہ ہولے بدن کو کسی طرح پہنچانا نہ چاہیے وضو سے نہ غسل سے نہ پینے سے یہاں تک کہ جو کپڑا اوس سے بھیگا ہو جب تک سرد نہ ہو جائے پہننا مناسب نہیں کہ اوس پانی کے بدن کو پہنچنے سے معاذ اللہ احتمال برص ہے اختلافات اسمیں بکثرت ہیں اور ہم نے اپنی کتاب منتہی الآمال فی الاوفاق والاعمال میں ہر اختلاف سے قول اصح وارجح چنا اور مجمع الفاظ میں اوسے ذکر کیا اوسکی نقل یہ ہے وہو ہذا قط (ای الدارقطنی) عن عامر والعقیلی عن انس مرفوعا قط والشافعی عن عمر الفاروق موقوفا لاتغتسلوا بالماء المشمس فانہ یورث البرص قط وابونعیم عن ام المؤمنین انہا سخنت للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ماء فی الشمس فقال لاتفعلی یاحمیراء فانہ یورث البرص وقید العلماء بقیود ان یکون فی قطر ووقت حارین وقد تشمس فی منطبع منتبر تحت المطرقۃ کحدید ونحاس علی الاصح الا النقدین علی المعتمد دون الخزف والجلود والاحجار والخشب ولا المشمس فی الحیاض والبرک قطعا وان یستعمل فی البدن ولو شربا لا فی الثوب الا اذا لبسہ رطبا او مع العرق وان یستعمل حارا فلو برد لاباس علی الاصح وقیل لافرق علی الصحیح وجہ ورد فالاول الاوجہ وقیل وان لایکون الاناء منکشفا والراجح ولو فالحاصل منع ایصال الماء المشمس فی اناء منطبع من غیر النقدین الی البدن فی وقت وبلد حارین مالم یبرد واللہ تعالٰی اعلم اور تحقیق یہ ہے کہ ہمارے نزدیک بھی اوس پانی سے وضو وغسل مکروہ ہے کما صرح بہ فی الفتح والبحر والدرایۃ والقنیۃ والنہایۃ اور کراہت شرعی تنزیہی ہے کما اشار الیہ فی الحلیۃ والرملی وھذا ما حققہ ش خلافا للتنویر والدر حیث نفیا الکراھۃ اصلا ویمکن حمل التنویر علی التحریم اما الدر فصرح انہا طبیۃ عند الشافعیۃ وھو خلاف نصہم **اقول** وفی زیادۃ التنویر قید القصد حیث قال وما قصد تشمیسہ لیس لاتفاقیا بل للالماع الی الاولی الاشارۃ الی ما وقع فی المعراج ان الکراھۃ مقیدۃ عند الشافعی بالقصد فافہم (۱۱) عورت کی طہارت سے بچا ہوا پانی اگرچہ جنب یا حائض ہو اگرچہ اوس پانی سے خلوت تامہ میں اوسنے طہارت کی ہو خلافا للحنابلۃ وھو عند المالکیۃ مکروہ تنزیہی بل فی السراجیۃ لایجوز للرجل ان یتوضأ او یغتسل بفضل وضوء المرأۃ اھ وھو نص فی کراھۃ التحریم واستظہرھا ط مع نقل الدر عن ضیاء التوضی بفضل ماء المرأۃ قال ش وفیہ نظر واجاب ش بان یشمل المکروہ تنزیہا فانہ منفی عند علمائنا حقیقۃ کما قدمنا عن التحریر اھ وعلیہ الحشیۃ التلاذ وقلۃ توقیھن الانجاس لتقصیر بعض قال وھذا یدل علی ان الکراھۃ تنزیہیۃ لم **اقول** علی الاول یعم النھی عکسہ اعنی توضؤ المرأۃ من فضل طہورہ

النور والنورق

وفيه كلام يأتي اما الثاني فاقول [١٣٥٩] اولا [ف١] يقتضي تعميمه حال البدو والعبيد والجهلة [١٣٦٠] واشد من الكل العميان [ف٢] فلا تبقى
خصوصية للمرأة وثانيا [١٣٦١] لا يتقيد بطهورها فضلا عن اختلائها به بل لا غرو يكفي مسها وثالثا [١٣٦٢]
[ف٣] في قلة توقيهن النجاسات نظر ونقص دينهن انما هو من تقعد شطر دهرها لا تصوم ولا تصلي كما في الحديث وهذا ليس
من صنعها الا ان يعلل بغلبة الجهل عليهن فيشاركهن العبيد والاعراب ورابعا [١٣٦٣] [ف٤] العلة توجد في حق المرأة الاخرى
والكراهة خاصة بالرجل فجعل ش النهي تعبديا اقول [١٣٦٤] وهو الاولى لما عرفت من عدم اتمام العلل وبه صرحت
الحنابلة ولا بد لهم منه فان لا علة اذ عدم الجواز لا يعقل له وجه اصلا وكونه تعبديا بلا كراهة [ف٥] الخمسة انه صلى الله تعالى
عليه وسلم نهى ان يتوضأ الرجل بفضل طهور المرأة ثم ذكر عن غير الاكثر انه نسخ بحديث مسلم ان ميمونة قالت
اغتسلت من جفنة ففضلت فيها فضلة فجاء النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يغتسل فقلت اني قد اغتسلت منه
فقال الماء ليس عليه جنابة قال ش مقتضى النسخ انه لا يكره عندنا ولا تنزيها وفيه ان دعوى النسخ تتوقف على العلم
بتأخر الناسخ ولعله ماخوذ من قول ميمونة رضي الله تعالى عنها اني قد اغتسلت فانه يشعر بعلمها بالنهي قبله
قال وقد صرح الشافعية بالكراهة فينبغي كراهته وان قلنا بالنسخ مراعاة للخلاف فقد صرحوا بانه يطلب مراعاة
الخلاف وقد علمت انه لا يجوز التطهير به عند احمد اهـ اقول [١٣٦٥] والاقرب الى الصواب ان لا نسخ ولا تحريم
بل النهي للتنزيه والفعل لبيان الجواز وهو الذي مشى عليه القاري في المرقاة نقلا عن السيد جمال الدين الحنفي
وبه اجاب الشيخ عبد الحق الدهلوي في لمعات التنقيح ان النهي تنزيه لا تحريم فلا منافاة اهـ وقال في الباب
قبله لمجيب ان تلك عزيمة وهذه رخصة اهـ وبه جزم في الاشعة من باب مخالطة الجنب وقال الامام العيني
في عمدة القاري اما فضل المرأة فيجوز عند الشافعي الوضوء به للرجل سواء خلت به اولا قال البغوي وغيره
فلا كراهة فيه للاحاديث الصحيحة فيه وبهذا قال مالك وابو حنيفة وجمهور العلماء وقال احمد وداود لا يجوز اذا خلت
وروي هذا عن عبد الله بن سرجس والحسن البصري وروي عن احمد كمذهبنا وعن ابن المسيب والحسن كراهة فضلها مطلقا اهـ
واذا حملنا المنفية على كراهة التحريم لم ينافه ثبوت كراهة التنزيه وكيفما [١٣٦٦] كان [ف٦] فما في السراج غريب جدا ولم يستند
لمعتمد وخالف المعتمدات في نقول الثقات ولا يظهر له وجه وقد قال [ف٧] في كشف الظنون السراج الوهاج عن المولى
المعروف بابن كلمي من جملة الكتب المتداولة الضعيفة غير المعتبرة اهـ قال چلپی ثم اختصر هذا الشرح وسماه
الجوهرة النيرة اهـ اقول [١٣٦٧] بل الجوهرة النيرة وهي من الكتب المعتبرة كما نص عليه في رد المحتار ونظيره [ف٨] ان
مجتبى النسائي المختصر من سننه الكبرى من الصحاح دون الكبرى ثم اقول [١٣٦٨] ههنا اشياء يطول

ف٧: السراج الوهاج من الكتب الضعيفة ومختصره الجوهرة النيرة من الكتب المعتبرة
ف٨: سنن النسائي الكبرى ليس من الصحاح هو مختصرها المجتبى

الکلام علیہما او نشیر الی بعضہا اجمالا ومنہا لاتنتفی کراھتہ مطلقا علی قول الامام احمد بہ بل الجواز لہ مخصوص
عندہ بالاختلاء وفیہما ادمراماتوہم الخلاف انما ھی مندوب الیہا فیما لا یلزم منہا مکروہ فحل ان ھکذا نص علیہ
العلماء منہم العلامۃ ش نفسہ وترک المندوب لایکرہ کما نصوا علیہ ایضا منہم نفسہ فی ھذا الکتاب فکیف
تبتنی الکراھۃ علیہا لاسیما بعد تسلیم ان نسخ التحریم ینفی کراھۃ التنزیہ ایضا ومنہا ان الحکم مثلہ فی عکسہ
ای یکرہ لہا ایضا فضل طہورہ روی احمد وابوداؤد والنسائی عن رجل صحب النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اربع
سنین وابن ماجۃ عن عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالی عنہما نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ان
تغتسل المرأۃ بفضل الرجل او یغتسل الرجل بفضل المرأۃ لکن قال الشیخ ابن حجر المکی فی شرح المشکوۃ لا خلاف
فی ان لہا الوضوء بفضلہ وقال ایضا ان احدا لم یقل بظاہرہ ومحال ان یصح وتعمل الامۃ کلہا بخلافہ اھ وتعقبہ
الشیخ المحقق الدہلوی فی اللمعات بقولہ قد قال الامام احمد بن حنبل مع ما فیہ من التفصیل والخلاف فی مشایخ مذھبہ
الی اخر ماذکر من خلافیاتہم **اقول** رحم اللہ الشیخ ورحمنا بہ کلام ابن حجر فی وضوئہا بفضلہ وعلی
قول الامام احمد خلافیات مشایخ مذھبہ فی عکسہ نعم قال الامام العینی فی العمدۃ حکی ابوعمر خمسۃ مذاھب الثانی یکرہ ان یتوضا بفضلہا وعکسہ
والثالث کراھۃ فضلہا لہ والرخصۃ فی عکسہ والخامس لا باس بفضل کل منہما وعلیہ فقہاء الامصار اھ ملتقطا فھذا یثبت
الخلاف واللہ تعالی اعلم (۱۲) کنوئیں یا حوض کا پانی جس سے بچے عورتیں گنوار جاہل فساق ہر طرح کے لوگ اپنے میلے کچیلے
ہاتھ ڈالکر پانی بھرتے ہیں جب تک نجاست معلوم نہ ہو فتح القدیر میں ہے یتوضؤ من البئر التی یدلی فیہا الدلاء والجرار الدنسۃ یحملہا الصغار والعبید
الذین لایعلمون الاحکام ویمسہا الرستاقیون بالایدی الدنسۃ مالم تعلم النجاسۃ اشباہ والنظائر میں ہے قال الامام محمد حوض
تملؤ منہ الصغار والعبید بالایدی الدنسۃ والجرار الوسخۃ یجوز الوضوء منہ مالم تعلم نجاستہ (۱۳) وہ پانی جس میں ایسا برتن ڈالا گیا ہو جو
زمین پر رکھا جاتا ہے کہ پینے والوں کی طہارت پر یقین نہیں جب تک نجاست پر یقین نہ ہو فتح القدیر میں ہے وان لا باس بالتوضی من
حب یوضع کوزہ فی نواحی الدار ویشرب منہ مالم یعلم بہ قذر حدیقہ ندیہ میں جامع الفتاوی سے ہے وکذا الکوز الموضوع فی
الارض اذا ادخل فی الحب للشرب منہ یعنی یجوز مالم یعلم النجاسۃ یہی حکم ان لوٹوں کے پیندوں کا ہے جو زمین پر رکھے جاتے
بلکہ بیت الخلا میں لیجاتے ہیں جبکہ موضع نجاست سے جدا ہوں (۱۴) ہنود وغیرہم کفار کے کوؤں یا برتنوں کا پانی
اوس سے طہارت ہو سکتی ہے جب تک نجاست معلوم نہ ہو مگر کراہت ہوگی جب تک طہارت نہ معلوم ہو کہ وہ مظنہ ہر گونہ نجاست ہیں
عینی شرح بخاری میں زیر اثر توضأ عمر رضی اللہ تعالی عنہ من بیت نصرانیۃ فرمایا الذی یدل ہذا الاثر جواز
استعمال میاھہم ولکن یکرہ استعمال اوانیہم وثیابہم سواء فیہ اہل الکتاب وغیرہم وقال الشافعیۃ

فان تیقن طہارتہا فلا کراہۃ ولا نعلم فی ھذا خلافا واذا تطہر من اناء کافر ولم یتیقن طہارتہ ولا نجاسۃ

فان کان من قوم لایتدینون باستعمالہا صحت طہارتہ قطعا والا فوجہان اصحہما الصحۃ وممن کان لایری باسا به

الاوزاعی والثوری وابو حنیفۃ والشافعی واصحابہما وقال ابن المنذر لا اعلم احدا کرہہ الا احمد وابن اسحق قلت

وتبعہما اھل الظاہر واختلف قول مالک ففی المدونۃ لایتوضؤ بسؤر النصرانی ولا بماء ادخل یدہ فیہ وفی العتبیۃ

اجازہ مرۃ وکرہہ اخری اھ **اقول**[۱۳۷۲] فذکراھۃ الحنفیۃ لمقابلتہا بالاجازۃ وھی محمل قول احمد واسحق

ونفی الباس مرجعہ الی خلاف الاولی وقد بینا المسألۃ بابسط مما ھھنا فی فتاونا ذخیرہ میں ہے یکرہ الاکل والشرب

فی اوانی المشرکین قبل الغسل لان الغالب الظاہر من حال اوانیہم النجاسۃ (۱۵) جس پانی میں بچہ نے ہاتھ یا

پاؤں ڈالدیا یہاں بھی یہی حکم ہے کہ قابل طہارت ہے جبتک نجاست پر یقین نہو مگر اولی احتراز ہے جبتک طہارت پر یقین نہو

ہندیہ میں ہے اذا ادخل الصبی یدہ فی کوز ماء او رجلہ فان علم ان یدہ طاہرۃ بیقین یجوز التوضؤ بہ وان کان لایعلم انہا

طاہرۃ او نجسۃ فالمستحب ان یتوضأ بغیرہ ومع ھذا لو توضأ اجزأہ کذا فی المحیط (۱۶) یوہیں جس میں

مشکوک کپڑا گر گیا جیسے کہ بچے کے نہالچے کی روئی جبکہ نجاست معلوم نہو مگر کراہت ہے کہ مظنہ زیادہ ہے جواہر الفتاوی باب اول

فتاوی امام رکن الدین ابو الفضل کرمانی میں ہے قطعۃ قطن من فراش صبی وقعت فی بئر ولا یدری انہا نجسۃ او طاہرۃ

قال لا یحکم بکونہا نجسۃ بالشک والاحتمال ولو احتیط فہو کان اولی (۱۷) وہ پانی جسمیں استعمالی جوتا گر گیا جبکہ نجاست

نہ معلوم ہو یہاں بھی وہی حکم ہے تاتارخانیہ پھر طریقہ وحدیقہ میں ہے سئل الامام الخجندی عن رکیۃ وھی البئر وجد فیہا خف

تلبس ویمشی بہا صاحبہا فی الطرقات لایدری متی وقع فیہا ولیس علیہ اثر النجاسۃ ھل یحکم بنجاسۃ الماء قال لا اھ ملخصا

(۱۸ تا ۲۱) شکاری پرندوں اور حشرات الارض اور بلی اور چھوٹی ہوئی مرغی کا جھوٹا جبکہ طہارت یا نجاست پر یقین نہ ہو تو وضو

مکروہ ہے جبکہ دوسرا صاف پانی موجود ہو وقد بیناہ فی فتاونا (۲۲) اوس جانور کا جھوٹا جسمیں خون سائل نہیں جیسے بچھو وغیرہا

اسمیں کراہت بھی نہیں در مختار میں ہے سؤر ما لادم لہ طاہر طہور بلا کراہۃ (۲۳) حوض کا پانی جسمیں بدبو آتی ہو جبکہ

اوسکی بو نجاست کی وجہ سے ہونا معلوم نہو خانیہ میں ہے یجوز التوضؤ فی الحوض الکبیر المنتن اذا لم تعلم نجاستہ لان تغیر الرائحۃ

قد یکون بطول المکث اھ **اقول**[۱۳۷۳] وکذا الصغیر وانما قید بالکبیر لان فی معناہ ان الکبیر اذا تغیر احد اوصافہ بنجس

ینجس فالحوض الکبیر المنتن قد یتوقاہ الموسوس توھما ان نتنہ بالنجس فافاد انہ وھم لا یعتبر (۲۴) مولی کریم

رؤف رحیم عزجلالہ نے حبیب اکرم رحمت عالم صلے اللہ تعالی علیہ وسلم کی وجاہت کریمہ کے صدقہ میں اپنے غضب سے

ہو ونجہاں میں بچائے جن بستی پر عذاب اوترا اوسکے کوئیں تالابوں کا پانی کہ اوسکا استعمال کھانے پینے طہارت

ہر شے میں مکروہ ہے یوہیں اوسکی مٹی سے تیمم یہاں نہیں ثمود کا وہ کنواں جس سے ناقہ صالح علیہ الصلاۃ والسلام پانی پیتا وہ اس کا پانی مستثنٰی ہے صحاح میں ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم ہمراہ رکاب اقدس حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زمین ثمود پر اوترے وہاں کے کنووں سے پانی بھر اوس سے آٹے گوندھے حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ پانی پھینک دیں اور آٹا اونٹوں کو کھلا دیں چاہ ناقہ سے پانی لیں رد المحتار میں ہے ینبغی کراھۃ التطہیر ایضا الخ مما ذکرنا لکن لم ار احدا من ائمتنا بماء وتراب من کل ارض غضب علیھا الا بئر الناقۃ بارض ثمود فقد صرح الشافعیۃ بکراھتہ وانہ یباح عند احمد ثم نقل المحش عن شرح المنتھی الحنبلی انہ قال ظاھرہ منع الطھارۃ بہ قال وبئر الناقۃ ھی البئر الکبیرۃ التی یردھا الحجاج فی ھذہ الاعصار منتہ اھ وقولہ الخ اما ذکرنا یشیر الی ما قدمہ من تعلیل الکراھۃ بانھا علۃ الخوف **اقول** ۱۳۷۵ وفیہ ۱۳۷۶ ف۲ ما قدمنا لکن الکراھۃ ھھنا اوضح فقد کرہ الاجر فی القبر مما یلی المیت لاثر النار کما فی البدائع وغیرھا فمن ھذا اولی بوجوہ کما لا یخفی علی من اعتبر فجزاہ اللہ تعالٰی خیرا کثیرا فی جنات الفردوس کما نبہ علی ھذہ الفائدۃ الفائقۃ

(۲۵) آب مغصوب۔ ف۳ آب مغصوب میں تو کراہت ہی تھی آب مغصوب کا صرف کھانے پینے میں ہو خواہ طہارت میں محض حرام ہے مگر وضو وغسل صحیح ہو جائینگے اور اوس سے نماز ادا ہو جائیگی لان المنع لمجاور رد المحتار میں زیر قول شارح یجوز رفع الحدث بما ذکر فرمایا ای یصح وان لم یحل فی نحو الماء المغصوب

(۲۶) ف۴ وہ پانی کہ کسی کے مملوک کوئیں سے بے اوسکی اجازت بلکہ باوصف ممانعت کے بھرا اوسکا پینا وضو وغیرہ میں خرچ کرنا سب جائز ہے یہ مغصوب کی حد میں نہیں کہ ف۵ کوئیں کا پانی جبتک کوئیں میں ہے کسی کی ملک نہیں آب باران کی طرح مباح وخالص ملک اللہ عزوجل ہے رد المحتار میں ہدایہ سے ہے الماء فی البئر غیر مملوک اوسیمیں والبحر سے ہے لو نزح ماء بئر رجل بغیر اذنہ حتی یبس لا شیئ علیہ لان صاحب البئر غیر مالک للماء اوسیمیں ذخیرہ سے ہے الماء قبل الاحراز بالاوانی لا یملک فقد اتلف ما لیس بمملوک لغیرہ اوسیمیں درمختار سے ہے الماء تحت الارض لا یملک اسیطرح کتب کثیرہ میں ہے **اقول** ۱۳۷۷ والعبرۃ للمنقول وان بحث البحر تبعا للفتح فی کون ماء البئر مملوکا للحافر بناء علی احد قولین فی الکلاء **اقول** ۱۳۷۸ وقد کان یختلج صدری نظرا الی ان من نصب شبکۃ لیتعلق بھا صید ملکہ ف۶ لا لو نصبھا للجفاف فی تنویر وغیرہ وان من وضع اناء لجمع ماء المطر ملکہ اما اذا لم یضع لذلک فلا ھندیۃ فالماء لمن رفع ذخیرۃ وغیرھا **وظھر** الجواب بحمدہ تعالٰی ف۷ ان ملک المباح بالاستیلاء والاستیلاء بالاحراز وقد تم فی الشبکۃ والاناء بخلاف البئر ففی ش عن جامع الرموز ملأ الدلو من البئر ولم یبعدہ من رأسھا لم یملکہ عند الشیخین اذ الاحراز جعل الشیئ فی موضع حصین اھ اما بحث الفتح فقد اجاب عنہ فی النھر فراجعہ من البیع الفاسد مسألۃ بیع المراعی **اقول** ۱۳۸۰ ویؤیدہ ف۸ ما فی الھندیۃ عن المبسوط ما انبتہ صاحب الارض

ف۲: معروضۃ ۸۵۶ علی العلامۃ ش

ف۷: تطفل ۸۵۷ علی الفتح والبحر

ف۸: تطفل ۸۵۸ علیھما

بان سقی ارضہ وکربھا لینبت فیھا الحشیش لدوابہ فھو حق بذٰلک ولیس لاحد ان ینتفع بشیئ منہ الا برضاہ لانہ کسبہ والکسب للمکتسب اھ فلا یقاس علیہ ماء البئر فانہ لیس من کسبہ انما صنعہ فی رفع الحجاب کالفصاد قال تعالٰی الم تر ان اللّٰہ انزل من السماء ماء فسلکہ ینابیع فی الارض وتمام الاٰیۃ فی میاہ الدر واللّٰہ تعالٰی اعلم

(۲۷) یوہیں کسی کا برتن صحن میں تھا مینہ برسا برتن بھر گیا یہ پانی بھی اوسکی ملک نہ ہوا اپنی اصل اباحت پر باقی ہے اگرچہ برتن اور مکان اوسی کی ملک ہیں جو اس پانی کو لے لیگا وہی اوسکا مالک ہو جائیگا اگرچہ برتن کا مالک منع کرتا رہا ہاں اوسکے برتن کا استعمال بے اجازت جائز نہ ہوگا (۲۸) اگر اوس نے برتن اسی نیت سے رکھا تھا کہ آب باران اسمین جمع ہو تو وہ پانی اوسکی ملک ہے دوسرے کو بے اوسکی اجازت صحیحہ کے حرام ہے ہاں طہارت یوں بھی ہو جائیگی گناہ کے ساتھ فتاوٰے کبرٰی پھر ہندیہ میں ہے وضع طستا علی سطح فاجتمع فیہ ماء المطر فجاء رجل ورفع ذٰلک فتنازعا ان وضعہا الطست لذٰلک فھو لہ ان احرزہ وان لم یضعہ لذٰلک فھو للرافع لانہ مباح غیر محرز (۲۹) سبیل جو پینے کے لیے لگائی گئی ہو اوسکا بھی یہی حکم ہے کہ اوس سے وضو غسل اگرچہ صحیح ہو جائینگے جائز نہیں یہانتک کہ اگر اوسکے سوا اور پانی نہ ملے اور اسے وضو یا غسل کی حاجت ہے تو تیمم کرے اوس سے طہارت نہیں کرسکتا **اقول** ۱۳۸۲ مگر جبکہ مالک آب کی اجازت مطلقا یا اس شخص خاص کے لیے صراحۃً خواہ دلالۃً ثابت ہو صراحۃً یہ کہ اوسنے یہی کہکر سبیل لگائی ہو کہ جو چاہے پیے وضو کرے نہائے اور اگر فقط پینے اور وضو کے لیے کہا تو اوس سے غسل روا نہ ہوگا اور خاص اس شخص کے لیے یوں کہ سبیل تو پینے ہی کو لگائی مگر اسے اوس سے وضو یا غسل کی اجازت خود یا اسکے سوال پر دیدی اور دلالۃً یوں کہ لوگ اوس سے وضو کرتے ہیں اور وہ منع نہیں کرتا یا سقایہ قدیم ہے اور ہمیشہ یوہیں ہوتا چلا آیا ہے یا پانی اس درجہ کثیر ہے جس سے ظاہر ہو کہ صرف پینے کو نہیں مگر جبکہ ثابت ہو کہ اگرچہ کثیر ہے صرف پینے ہی کی اجازت دی ہے فکان الصریح یفوق الدلالۃ اور شخص خاص کیلئے یوں کہ اسمین اور مالک آب میں کمال انبساط واتحاد ہے یہ اوسکے ایسے مال میں جیسا چاہے تصرف کرے اوسے ناگوار نہیں ہوتا لان المعروف کالمشروط کما ھو معروف فی مسائل لاتحصی فی الھندیۃ عن السراج الوھاج ان کان بینھما انبساط یباح ہو الاقلاد محیط وتجنیس وولوالجیہ وخانیہ وبحر ودرمختار میں ہے واللفظ للاول السبیل فی الفلاۃ لا یمنع التیمم مالم یکن کثیرا فیعلم انہ للوضوء ایضا قال ویشرب ماللوضوء رد المحتار میں ہے قولہ المسبل ای الموضوع فی الحباب لابناء السبیل قولہ لا یمنع التیمم لانہ لم یوضع للوضوء بل للشرب فلا یجوز الوضوء بہ فان صح قولہ مالم یکن کثیرا قال فی شرح المنیۃ الاولی الاعتبار بالعرف لا بالکثرۃ الا اذا اشتبہ اھ کلامہ ش **اقول** ۱۳۸۳ وانت تعلم ان ماذکر الفقیر اجمع واشمل وانفع واکمل تنبیہ یہ جو شخص خاص کی اجازت صراحۃً خواہ دلالۃً ہمنے ذکر کی اوس حالت میں ہے کہ پانی وقت اجازت بھی اجازت دہندہ کی ملک ہو اور اگر وقف کا پانی ہے تو اوسمین نہ کسیکو تغیر کا اختیار نہ کسیکی

جازت كالاعتبار في البحر ثم الدر من الوضوء مكروه وهو الاسراف فيه بخلاف النهر والمملوك له اما الموقوف على من يتطهر به ومنه ماء المدارس فحرام اھ وفي شرح الحلية لانه انما يوقف ويساق لمن يتوضوء الوضوء الشرعي ولم يقصد اباحتها لغير ذلك اھ ش وفي ط تحت عبارة الدر السابقة قوله المسبل اي الموقوف الذي يوضع على السبيل قوله وهو ما لم يكن كثيرا محل ذلك عند عدم التيقن بانه للشرب اما اذا تيقن انه للشرب فيحرم الوضوء لان شرط الواقف كنص الشارع قوله ويشرب ما للوضوء ظاهره وان لم يكن لضرورة وفيه انه يلزم مخالفة شرط الواقف اھ واشار ش الى الجواب عن هذا بانه كان الفرق ان الشرب اهم لانه لاحياء النفوس بخلاف الوضوء لان له بدلا فيأذن صاحبه بالشرب عادة

١٣٨٥ **اقول** اي يكون ذلك منويا له عند الوقف بحكم العادة فلا يلزم خلاف الشرط وليس المراد حدوث الاذن الان كما يوهمه تعبيره يأذن فان الوقف اذا تم خرج عن ملكه فلا يعمل فيه اذنه كما هو ظاهر لكن ههنا تحقيق شريف للعبد الضعيف في بحث صحة وقف الماء لابد من التنبه له قال في التنوير والدر (و) صح وقف كل (منقول) قصدا (فيه تعامل للناس (كفاس وقدوم) بل (ودراهم ودنانير) ومكيل وموزون فيباع ويدفع ثمنه مضاربة او بضاعة فعلى هذا لو وقف كرا على شرط ان يقرضه لمن لا بذر له ليزرعه لنفسه فاذا ادرك اخذ مقداره ثم اقرضه لغيره وهكذا جاز خلاصة وفيها وقف بقرة على ان ما خرج من لبنها او سمنها للفقراء ان اعتادوا ذلك رجوت ان يجوز (و) (قدر وجنازة) وثيابها ومصحف وكتب لان التعامل يترك به القياس اھ قال ش قال الرملي لكن في الحاقها بمنقول فيه تعامل نظر اذ هي مما لا ينتفع بها مع بقاء عينها وما استدل به في المنح من مسألة البقرة ممنوع بما قلنا اذ ينتفع بلبنها وسمنها مع بقاء عينها اھ قلت ان الدراهم لا تتعين بالتعيين فهي وان كانت لا ينتفع بها مع بقاء عينها لكن بدلها قائم مقامها لعدم تعينها فكأنها باقية اھ ثم قال عن الفتح عن الخلاصة عن الانصاري وكان من اصحاب زفر فيمن وقف الدراهم او ما يكال او يوزن ايجوز قال نعم قيل وكيف قال يدفع الدراهم مضاربة ثم يتصدق بها في الوجه الذي وقف عليه اھ ورأيتني كتبت عليه ما نصه

١٣٨٦ **اقول** هذا التعليل من العلامة الرملي لمنع وقف الدراهم وجواب المحشي بانها لا تتعين فكأنها باقية ببقاء بدلها وما ذكره الامام الانصاري وتبعه في الخلاصة والفتح والدرر كثير من الاسفار الغر من طريق الانتفاع في الدراهم والمكيل والموزون فيما مر (اي في رد المحتار) من ان التأبيد معنى شرط صحة الوقف بالاتفاق على الصحيح فقد نص عليه محققو المشائخ كل ذلك يقضي بان الماء المسبل لا يكون وقفا لعدم امكان الانتفاع به الا باستهلاكه فيكون من باب الاباحة دون الوقف نعم السقاية بناء تعورف وقفه كالقنطرة فيصح ولا يقال ان في السقاية الموقوفة يصير الماء وقفا تبعا للسقاية وهو جائز وفاقا كما تقدم في الشرح

۱۳۸۸ وذلك لان الماء هو المقصود بالسقاية وهى تبع فلا يعكس الامر و لا هى شئ تجعل السقاية وقفا مقصودا فيتبعه الماء
۱۳۸۹ علٰى انه تبع تبع فيما دون الابدال المتعاودة وليس الماء مما لا يتعين حتى يجعل بقاء الابدال بقاءه ۱۳۹۰ مع انى نظرا فى هذا
العذر فقد افاد ش فى فصل فى التصرف فى المبيع والثمن ان عدم تعيين النقد ليس على الاطلاق بل ذلك فى المعاوضات
الخ وذكر تفصيلا وقع فيه خلط وخبط من الناسخين نبهت عليه فيما علقت عليه وقال قبله فى البيع الفاسد الدراهم
والدنانير تتعين فى الامانات والهبة والصدقة والشركة والمضاربة والغصب اھ فالوقف اشبه شئ بالصدقة
۱۳۹۱ بل هو منها عند الامام ويظهر لى والله تعالٰى اعلم ان النقدين والتجارات نامية شرعا وحسا فيقلوها بنماءها لا كالاصل
الاصل المتولد عنه فتشبه ماليتها شجرة تبقى وتؤتى اكلها كل حين باذن ربها وكيف ماكان لا يقاس عليها
۱۳۹۲ الماء وقد علّلوا انا انا ملأ صبى كوزا من حوض ثم صب فيه لا يحل لاحد شربه بان الصبى ملكه اذا اخذه من ماء الحوض المباح
فاذا صبه فيه اختلط ملكه به فامتنع استعماله كما فى الحديقة الندية اخر النوع العشرين من افات
اللسان وغمز العيون من احكام الصبيان والطحطاوى من فصل فى الشرب فى هذا الكتاب اعنى ش من الفصل المذكور
على عن الحموى عن الدراية عن الذخيرة والمنية فقد جعلوا ماء الحوض مباحا ولو كان وقفا لم يملكه الصبى
باخذه فى كوزه فان الوقف لا يملك وقد عرفه شمس الائمة السرخسى بانه حبس المملوك عن التمليك من
۱۳۹۳ الغير اھ كما فى ش بخلاف غلة ضيعة موقوفة على الذرية فانهم يملكونها عند ظهورها فمن مات منهم بعد
يورث عنه قسطه كما يأتى فى الكتاب فان الوقف هى الضيعة وهذه نماؤها **فان قلت** اليس قد تقدم
۱۳۹۴ فى وضوء الكتاب ما نصه مكروهه الاسراف فيه الى اخر ما نقله **اقول** وبالله التوفيق المراد به الماء
المسبل بما ل الوقف كمياه المدارس والمساجد والسقايات التى تملؤ من اوقافها فان هذا الماء لا يملكه
احد ولا يجوز صرفه الا الى جهة عينها الواقف وهذا هو حكم الوقف اما الماء الذى يسبله المرء من ملكه فلا يصير وقفا
سواء كان فى الحباب او الجرار او الحياض او السقايات انما غايته اباحة ينصرف فيها الناس وهو على ملكه فلا يتأتى فيه
مسألة كوز الصبى المذكورة هذا لما ظهر لى وارجو ان يكون هو الصواب باذن الملك الوهاب ولله الحمد وعلٰى حبيبه
۱۳۹۵ الكريم والاٰل والاصحاب صلاته وسلامه يدوم ما ان بلا عد ولا حساب اٰمين (۳۰) **اقول** یونہی مسجد کے
سقائے یا حوض جو اہل جماعت مسجد کی طہارت کو بھرے جاتے ہیں اگر مال وقف سے بھرے گئے ہوں تو مطلقا جبتک ابتدا سے واقف کی اجازت نہ ہو
اور کسی نے اپنی ملک سے بھروائے ہوں تو بے اوسکی اجازت قدیم خواہ جدید کے گھر نہیں اون کا پانی اگرچہ طہارت ہی کے لیے لیجانا
روا نہیں طہارت ہو جائیگی مگر گناہ ہوگا اجازت واقف و مالک کی وہی تفصیل ہے جو آب سبیل میں گزری والدلیل الدلیل

جاڑوں میں کہ سقائے گرم کیے جاتے ہیں بعض لوگ گھروں میں پانی لیجاتے ہیں انہیں بہت احتیاط چاہیے کہ غالباً بےصورت جواز واقع ہوتا ہے اما ما فی الخانیۃ ثم الھندیۃ من کتاب الشرب ۱۳۹۶ یجوز ان یحمل ماء السقایۃ الی بیتہ لیشرب اھلہ لعرفھم فی المعد للشرب بدلیل اٰخر وصدرہ اختلفوا فی التوضی بماء السقایۃ قال لایجوز بعضھم وقال بعضھم ان کان الماء کثیرا یجوز والا فلا وکذا کل ماء اعد للشرب حتی قالوا فی الحیاض التی اعدت للشرب لایجوز فیھا التوضی ویمنع منہ وھو الصحیح ویجوز ان یحمل الخ بناء علی ان الذی یعد للشرب لایمنع منہ مخدرات الحجال وبالجملۃ ۱۳۹۷ لاشک ان المبنی العرف فان علمنا ان المسبل للشرب خصہ بالواردین واو یرضی بحملہ الی البیوت لم یجز ذلک قطعا بل لو علم خصوصہ فی المارۃ ۱۳۹۸ لم یجز لغیرھم من الواردین کما یفعل بعض الجھلۃ فی عشرۃ المحرم بسبیل الماء او الشربۃ لمن مع الضریح المختلق بدعۃ محدثۃ یسمونھا تعزیۃ فلا یجوز شربہا لغیرھم وان جعلوہ لمن مع الضریح الفلانی لم یجز لاھل ضریح غیرہ واللہ تعالٰی اعلم اجرم ان قال فی متفرقات کراھیۃ البزازیۃ حمل ماء السقایۃ الی اھلہ ان ماذونا للحمل یجوز والا لا اھ وھذا عین ما قررت وللہ الحمد (۳۱)

سفر میں طہارت کو پانی پاس ہے مگر اس سے طہارت کرتا ہے تو آپ یا بعد کو پیاسا اور کوئی مسلمان یا اوس کا جانور اگرچہ وہ کتا جس کا پالنا جائز ہے پیاسا رہ جائیگا یا آٹا گوندھنے یا اتنی نجاست پاک کرنے کو جس سے مانع نماز ہے پانی نہ ملیگا تو ان صورتوں میں بھی اوس پانی سے طہارت اگرچہ ہو جائیگی منع ہے بلکہ اپنے یا دوسرے مسلمان کے ہلاک کا خوف غالب ہو تو سخت حرام ہے ان سب صورتوں میں تیمم کرے اور پانی محفوظ رکھے ہاں جانور کی پیاس کے لیے اگر وضو یا غسل کا پانی کسی برتن میں رکھ سکتا ہے تو طہارت فرض ہے اور تیمم باطل۔

اقول ۱۳۹۹ یونہیں اگر طہارت اس طرح ممکن ہو کہ پانی مستعمل نہ ہونے پائے جس کا طریقہ پرنالے سے غیرہ میں وضو کرنیکا ہمنے رحب الساحۃ میں بیان کیا تو اعذار مذکورہ سے کوئی عذر مبیح تیمم نہ ہوگا اور طہارت فرض ہوگی کما لایخفی بحر الرائق و درمختار میں ہے والنظم للدر (من عجز عن استعمال الماء لخوف عدو او عطش) ولو لکلبہ او رفیق القافلۃ حالا او مآلا وکذا العجین او ازالۃ نجس وقید ابن الکمال عطش دابتہ بتعذر حفظ الغسالۃ لعدم الاناء (تیمم) ردالمحتار میں ہے قولہ ولو لکلبہ قیدہ فی البحر والنھر بکلب الماشیۃ والصید ومفادہ انہ لو لم یکن کذلک لایعطی ھذا الحکم والظاھر ان کلب الحراسۃ للمنزل مثلھما ط قولہ او رفیق القافلۃ سواء کان رفیقہ المخالط لہ او اٰخر من اھل القافلۃ بحر وعطش دابۃ رفیقہ کعطش دابتہ نوح قولہ حالا او مآلا ظرف لعطش اولہ ولرفیق علی التنازع کما قال ح ای الرفیق فی الحال او من یحدث لہ قال سیدی عبدالغنی فمن عندہ ماء کثیر فی طریق الحاج او غیرہ وفی الرکب من یحتاج الیہ من الفقراء یجوز لہ التیمم بل ربما یقال اذا تحقق احتیاجھم یجب بذلہ لھم احیاء لمھجھم قولہ وکذا العجین فلو احتاج الیہ لاتخاذ المرقۃ لا یتیمم لان حاجۃ الطبخ دون حاجۃ العطش بحر قولہ او ازالۃ نجس ای اکثر من قدر الدرھم وفی الفیض

لومعہ ما یغسل بعض النجاسۃ ایلزمہ ام قلت وینبغی تقییدہ بما اذا لم یبلغ اقل من قدر الدرھم فاذا کان فی
طرفی ثوبہ نجاسۃ وکان اذا غسل احد الطرفین بقی ما فی الطرف الآخر اقل من قدر الدرھم یلزمہ ام **اقول** ۱۴۰۰
ھٰھنا ابحاث **الاول** علی حراسۃ المنزل مساو لطلب الماشیۃ بل اولی ولطلب الصید ان کان الحاجۃ الیہ للاکل
فان الماء شقیق النفس والاول اولی وعلی کل ھو ثابت منھما بالفحوی فلیس ھذا محل الاستظھار ولذا عبرت بکلب الجبل
اقتناؤہ وفی الحدیث الصحیح الا کلب صید او زرع او ماشیۃ **الثانی** قید رفیق القافلۃ وفاقی فرہما تسایر
قافلتان او اکثر ولا بعد منھما ؛ احدھما رفیق من فی الاخری والحکم لا یختص بمن فی قافلتہ فان احیاء مھجۃ المسلم فریضۃ
علی الاطلاق فلذا غیرتہ وبمسلم عبرتہ **اقول** ۱۴۰۱ ویدخل فی الحکم الذمی فیما یظھر فان لھم ما لنا وعلیھم
ما علینا نعم الحربی لا حرمۃ لہ وحدہ بل امرنا بافنائہ فکیف یلزمنا السعی فی ابقائہ ولذا صرحوا ان لو وجد فی بریۃ کلبا
وحربیا یموتان عطشا ومعہ ماء یکفی لاحدھما یسقی الکلب ویخلی الحربی یموت ومن الجاھلین کل جاھل یدعی الاسلام
وینکر شیئا من ضروریات الدین ان المرتد حربی کما نصوا علیہ وھم مرتدون کما حققناہ فی المقالۃ المسفرۃ عن حکم
البدعۃ المکفرۃ **الثالث** التیمم لعطش رفیق سیحدث یجب تقییدہ بما اذا تیقن لحوقہ وانہ لا ماء معہ والا
فلا یجوز التیمم للتوھم **الرابع** تحقق الاحتیاج بمعنی ثبوتہ عینا لا یتوقف علیہ وجوب البذل الا تری الی قولھم
لخوف عطش وبمعنی ثبوتہ ذھنا ان ارید بہ الیقین فکذا فان الظن الغالب ملتحق بہ فی الفقہ او ما یشملہ فلا
محل للترقی اذ علیہ یدور الحکم والظن المجرد مثل الوھم **الخامس** حاجۃ الطبخ لیست دون حاجۃ العطش اذا لم
یتأت الاکل الا بالطبخ الا تری ان حاجۃ العجن ساوت حاجۃ العطش لان عامۃ الناس لا یمکنھم التعیش باستفاف الدقیق
فما العجن الا للخبز وما ھو الا من الطبخ فالاولی ان یقال ان حاجۃ المرقۃ دون حاجۃ العطش **السادس** قید الزیادۃ علی درھم مساحۃ او مثقال
زنۃ فی النجاسۃ الغلیظۃ اما الخفیفۃ فمقدرۃ بالربع فلذا عبرت بالقدر المانع **السابع** ما بحث السید ش فی تقلیل
النجاسۃ حسن وجیہ فلذا عبرت بما لا یبقی مانعۃ (۲۳۲ تا ۲۴۸) نابالغ کا بھرا ہوا پانی یہ مسئلہ بہت طویل الذیل و
کثیر الشقوق ہے کتابوں میں اسکی تفصیل تام درکنار بہت صورتوں کا ذکر بھی نہیں فقیر بتوفیق القدیر امید کرتا ہے کہ اوس میں
کلام شافی وکافی ذکر کرے **فاقول** ۱۴۰۶ وباللہ التوفیق پانی تین قسم ہیں مباح غیر مملوک و مملوک غیر مباح و مباح
مملوک ۔ اول دریاؤں نہروں کے پانی تالابوں جھیلوں ڈبروں کے برساتی پانی مملوک کوئیں کا پانی کہ وہ بھی جب تک
بھر نہ جائے کسیکی ملک نہیں ہوتا جسکی تحقیق ابھی گزری مساجد وغیرہا کے حوضوں سقایوں کا پانی کہ مال وقف سے بھر گیا
اسکا بیان بھی گزرا یہ سب پانی مباح ہیں اور کسیکی ملک نہیں دوم برتنوں کا پانی کہ آدمی نے اپنے گھر کے خرچ کو بھر ایا

بھروا کر رکھا وہ خاص اوسکی ملک ہے، بے اوسکی اجازت کے کسیکو اوسمین تصرف جائز نہین یسوم سبیل یا سقایہ کا پانی کہ کسی نے خود بھر یا اپنے مال سے بھروایا بہرحال اوسکی ملک ہوا اور اوسنے لوگون کے لیے اسکا استعمال مباح کردیا وہ بعد اباحت بھی اوسیکی ملک رہتا ہے یہ پانی مملوک بھی ہے اور مباح بھی۔ ظاہر ہے کہ قسم اخیر کا پانی بالغ بھرے یا نابالغ کچھ تفاوت احکام نہوگا کہ لینے والا اوسکا مالک ہی نہین ہوتا یونہین قسم دوم مین جبکہ مالک نے اسے بطور اباحت دیا ہان اگر مالک کیا تو فرق احکام آئیگا اور اگر بے اجازت مالک لیا یا دونون قسم اخیر مین مالک بوجہ صغر یا جنون اجازت دینے کے قابل نہ تھا تو وہ آب مغصوب ہے زیادہ تفصیل طلب اور یہان مقصود بالبحث قسم اول ہے اسکے لیے تنقیح اول فــ اون اصول سے نظر لازم جو اموال مباحہ جیسے آب نہر کوریا جنگل کی خودرو گھاس پیڑ پھل پھول وغیرہا پر حصول ملک کے لیے ہین کتب مین اوسکے جزئیات متفرق طور پر مذکور ہوئی جن سے نظر حاضر ایک ضابطہ تک پہنچنے کی امید رکھتی ہے واللہ الہادی **فاقول** ۱۴۰۹ وبہ استعین

فــ یہ تو ظاہر ہے کہ مباح چیز احراز و استیلا سے ملک ہو جاتی ہے اول یہ جس کا ہاتھ اوسپر پہنچا اور اوسنے اپنے قبضہ مین کرلیا اوسیکی ملک ہوجائیگی مگر قبضہ کبھی دوسرے کی طرف منتقل ہوتا اور اوسکا قبضہ ٹھہرتا ہے اسکی تفصیل فــ یہ ہے کہ مال مباح کا لینے والا دو حال سے خالی نہین اوس شے کو اپنے لیے لیگا یا دوسرے کے لیے برتقدیر ثانی بطور خود یا اوسکے کہے سے برتقدیر ثانی بلا معاوضہ یا باجرت برتقدیر ثانی یہ اوس دوسرے کا اجیر مطلق ہے جیسے خدمتگار یا خاص اسی مباح کی تحصیل کے لیے اجیر کیا برتقدیر ثانی اجارہ وقت معین پر ہوا مثلاً آج صبح سے دوپہر تک یا بلا تعین برتقدیر ثانی وہ شی مباح متعین کردی تھی مثلاً یہ خاص درخت یا یہان سے یہان تک کے یہ دس پیڑ یا اس قطعہ مخصوصہ کا سبزہ یا اس حوض کا سارا پانی یا یہ تعیین بھی نہ تھی برتقدیر ثانی اجیر قبول کرتا ہے کہ یہ شی مین نے مستاجر کیلیے لی یا نہین برتقدیر ثانی اگر اوس شے کا احراز مثلاً کسی ظرف مین ہوتا ہو تو وہ ظرف مستاجر کا تھا یا نہین یہ صورتین ہوئین نمین صورت اولی مین تو ظاہر ہے کہ وہ شے اوسی قبضہ کرنے والے کی ملک ہوگی دوسرے کو اوس سے علاقہ ہی نہین یونہین صورت دوم مین بھی کہ شرع مطہر نے سبب ملک استیلا رکھا ہے وہ اسکا ہے دوسرے کے لیے محض نیت اس ملک کو منتقل نکریگی فتح القدیر مین ہے لو قیل علیہ ھذا اذا استولی علیہ بقصدہ لنفسہ فاما اذا قصدہ للغیر فلا یکون للغیر یجاب بان اطلاق نحو قولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الناس شرکاء فی ثلث لا یفرق بین قصد و قصد اھ وکتبت علیہ

اقول ۱۴۱۰ الاحراز سبب الملک وقد تم لہ فملکہ ولا ینتقل الغیر بمجرد القصد کمن شری غیر مضاف الی زید ونیتہ انہ یشتریہ لزید لم یکن لزید اسیطرح صورت سوم مین بھی کہ تحصیل مباح کے لیے دوسرے کو اپنا نائب وکیل و خادم و معین بنانا باطل ہے درمختار کتاب الشرکہ فصل شرکت فاسدہ مین ہے التوکیل فی اخذ المباح لایصح جامع الصغار فصل کراہیت مین ہے الاستخدام فی الاعیان المباحۃ باطل فتح القدیر مین ہے الشرع جعل سبب ملک المباح

سبق اليد اليه فاذا وكل به فاستولى عليه سبق الكدّ له ملك الموكل هندية اجارات باب ١٦ امين قنية ــــ
قال نصير (هو ابن يحيى) قلت (اى للامام ابى سليمٰن الجوزجانى رحمهما الله تعالٰى) فان استعان بانسان يحتطب و
يصطاد له (اى من دون اجر) قال الحطب والصيد للعامل كذا ضربة القانص قال استاذنا (وهو البديع استاذ
الزاهدى) وينبغى ان يحفظ هذا فقد ابتلى به العامة والخاصة يستعينون بالناس فى الاحتطاب و
الاحتشاش وقطع الشوك والحاج واتخاذ المجمرة فيثبت الملك للاعوان فيهما ولا يعلم الكل بها
فينفقونها قبل الاستيهاب بطريقه او الاذن فيجب عليهم مثلها او قيمتها وهم لا يشعرون لجهلهم و
غفلتهم اعاذنا الله عن الجهل ووفقنا للعلم والعمل **اقول** (١٤١) وقوله لا يعلم الكل بها اشارة الى
الجواب عن سؤال وهو انهم اذا اتوا به الى المستعين واعطوه واخذ كان هبة بالتعاطى فاجاب بانه كان
يكون لو علموا ان الملك قد ثبت للاعوان فيكون الاعطاء والاخذ ايجاب الهبة وقبولها لكنهم جميعا عنه
غافلون وانما يحسبون المعونة فى كفاية المؤنة كمن ارسل احدا الى دار ليحمل منها كرسيا مثلا ويأتيه به
اقول (١٤٢) هو كما قال لكن الاذن ثابت لا شك وهم انما ينوون الاخذ له ولا يمنع دفعه اليه الا ليتصرف
فيه ولا غصب منه حتى يجب الضمان فان قلت (١٤٣) لا يحسبون انفسهم مالكيه وهو ياخذه بجعل نفسه كان
هو المستولى عليه بدءً فيتصرف فيه على انه ملكه فلم يتحقق الاذن لانهم لا يدرون انه لهم ويجعلهم يصير له
حتى يأذنوا له فى التصرف وانما يظن ويظنون انه المالك له ولا عبرة بالظن البين خطؤه كمن حسب ان الشئ
الفلانى من ودائع زيد عند ابيه فاداه الى ارشيه فتصرفوا ثم تبين انه لابيه لا لزيد فان له ان يرجع عليهم به
قائما او بضمانه هالكا فى العقود الدرية من كتاب الشركة من دفع شيئا ليس بواجب عليه فله استرداده الا اذا
دفعه على وجه الهبة واستهلكه القابض كما فى شرح النظم الوهبانى وغيره من المعتبرات اهـ وفيها وفى
الخيرية من كتاب الوقف قد صرحوا بان من ظن ان عليه دينا فبان خلافه يرجع بما ادى ولو كان قد استهلكه
رجع ببدله اهـ **اقول** (١٤٤) هذا فيما لو علم انه ليس للمدفوع اليه لم يدفع اليه اما هنا فانما ياتون به له ولو
علموا ان الملك يقع لهم لم يتخلفوا عن اعطائه له فرضاهم بتصرفه فيه ثابت على كل تقدير ولهذا لم يكترث به
الخاصة فضلا عن العامة كما اعترف به فلا وجه لنسبتهم الى الجهل والغفلة واقامة النكير هذا
ما عندى والعلم بالحق عند اللطيف الخبير **تنبيه اقول** (١٤٥) یہ بلامعاوضہ تین صورتوں کو شامل ہے ایک یہ
وہ اسکا اجیر ہی نہ ہو دوسرے یہ کہ اسکا اجیر تو ہے مگر اس کام پر نہیں کسی اور خاص کام پر ہے تو یہ بلامعاوضہ ہی ہوا تیسرے

یہ کہ مطلق کام خدمت پر نوکر ہے جسمیں یہ کام بھی داخل مگر نوکری کے غیر وقت میں اوس سے اس کام کے لئے کہا مثلاً دن کا نوکر ہے اوس سے رات کو پانی بھروایا کہ یہ وقت بھی بلا معاوضہ ہو لہذا ہمنے اِن صورتوں کو تشقیق میں نہ لیا صورت چہارم میں وہ مباح آقا کی مِلک ہوگا یعنی جبکہ اوس کی نوکری کے وقت میں یہ کام لیا ورنہ صورت سوم میں داخل ہے کما مر اس صورت میں مِلک آقا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نوکری کے وقت میں نوکر کے منافع اوسکے ہاتھ بکے ہوئے ہیں اور اسکا اوسکے حکم سے قبضہ بعینہٖ اوسکا قبضہ ہے جیسا یہیں ہے (الاجیر الخاص[ف۱] الذی یستحق الاجرۃ بتسلیم نفسہ فی المدۃ وان لم یعمل کمن استؤجر شہرا للخدمۃ اولرعی الغنم) وانما سمی اجیر وحد لانہ لا یمکنہ ان یعمل لغیرہ لان منافعہ فی المدۃ صارت مستحقۃ لہ والاجر مقابل بالمنافع ولھذا یبقی الاجر مستحقا وان نقض العمل (اھ ضمان علی ما تلف من عملہ) اون المنافع متی صارت مملوکۃ للمستأجر فاذا امرہ بالتصرف فی ملکہ صح ویصیر نائبا منابہ فیصیر فعلہ منقولا الیہ کانہ فعلہ بنفسہ فلھذا لا یضمنہ تو یہیں صورت پنجم میں اور اجیر اجر مقرر کا مستحق ہوگا کہ یہ اجارہ صحیحہ ہے اور صورت ششم میں بھی وہ شے مباح مِلک مستأجر ہوگی مگر اجیر اجر مثل پائیگا جو مسمّے سے زائد نہ ہو کہ یہ اجارہ فاسدہ ہے۔

اقول[۱۴۱۶] ویظھر لی ان الوجہ فیہ واللہ تعالٰی علم ان الاجارۃ اما علی العمل اعنی التصرف فی شیئ من النقل والحمل والقطع والقلع وغیر ذلک وھو فی الاجیر المشترک والمقصود فیہ حصول ذلک التصرف کیفما کان ولذا لم یتقید بعمل الاجیر نفسہ واما علی منافع الاجیر وھو فی الاجیر الخاص والاجارۃ فی المباحات لا تعقل علی الوجہ الاول لانھا لا تختص بالمستأجر ونسبتھا الی الکل سواء فکیف یکون حصول تصرف فیھا موجبا للاجر علی المستأجر بل انما الاجر مقابل فیھا بمنافع الاجیر حیث یرید المستأجر ان یستعملہ فی حاجتہ فاذا یکون الاجیر وحدا ولا تتقدر منافعہ الا بتعیین المدۃ فاذا لم تذکر بقی المعقود علیہ مجہولا ففسد ولذا لو کان الشیئ ملک المستأجر کان یقول اقطع شجری ھذہ بدرھم جاز کما یأتی واللہ تعالٰی اعلم فتاوٰی عالمگیریہ میں قنیہ سے ہے قال[ف۲] نصیر سألت ابا سلیمٰن عمن استأجر رجلا یحتطب لہ الی اللیل قال ان سمی یوما جاز والحطب للمستأجر ولو قال ھذا الحطب فالاجارۃ فاسدۃ والحطب للمستأجر وعلیہ اجر مثلہ[ف۳] ولو کان الحطب الذی عینہ ملک المستأجر جاز۔

اقول[۱۴۱۷] والمراد اجر المثل بالغا ما بلغ ان لم یسم معینا والا فالاقل منہ ومن المسمی کما ھو الاصل المعروف فلذا عولت علیہ وسیأتی التصریح بہ تنویر الابصار و درمختار میں ہے استأجرہ لیصید لہ او لیحتطب فان وقت لذلک وقتا جاز والا فلو لم یوقت وعین الحطب فسد (الا اذا عین الحطب وھو ای الحطب (ملکہ فیجوز) مجتبی وبہ یفتی صیرفیۃ اھ قال العلامۃ ش قولہ والا ای وان لم یوقت للعامل ط قولہ فسد قال فی الھندیۃ ولو قال ھذا الحطب الی اٰخر ما نقلنا قال قولہ وبہ یفتی صیرفیۃ قال فیھا ان ذکر الیوم

فالعلف للآمر والاخذ للمامور وهذه رواية الحاوى برنقيتى قال فى المنح وهذا يوافق ما قدمناه عن المجتبى و
من شرح مولنا عليه فى المختصر اه اقول ١٤١٨ ههنا تنبيهان الاول كون الحطب للعامل اذا لم يوقت
على ما فى الصيرفية وتبع اطلاقها الفاضلان ط و ش محله ما اذا لم يعين الحطب ايضا والا كان للآمر كما قدمنا
عن الهندية عن القنية عن نصير عن ابى سليمٰن وقد نقلاه ايضا واقراه وفى غمز العيون استأجره ليصيد له
او ليحتطب جاز ان وقت بان قال هذا اليوم او هذا الشهر ويجب المسمى اه من هذا الجير وحد وشرط صحته بيان
الوقت وقد وجد وان لم يوقت ولكن عين الصيد والحطب فالاجارة فاسدة لجهالة الوقت فيجب اجر المثل و
ما حصل يكون للمستأجر كذا فى الولوالجية اه وفى خزانة المفتين رجل استأجر اجيرا ليخيط له الى الليل
بدرهم جاز وكذا ليصطاد له الى الليل او ليحتطب جاز ويكون الحطب والصيد للمستأجر ولو قال ليصطاد هذا
الصيد او ليحتطب هذا الحطب فهو اجارة فاسدة والحطب والصيد للمستأجر وعليه للاجير اجر المثل ولو استعان
من انسان فى الاحتطاب والاصطياد فان الصيد والحطب يكون للعامل اه وفى الهندية عن محيط السرخسى عن
محمد رحمه الله تعالٰى فيمن قال لغيره اقتل هذا الذئب وهذا الاسد لك درهم والذئب والاسد صيد فله اجر مثله
لا يجاوز به درهما والصيد للمستأجر اه وبالجملة النقول فيه مستفيضة ف٢ فما كان ينبغى اطلاق كون الحطب
للعامل عند عدم التوقيت لشموله صورة تعيين الحطب و ف٣ قد ذكرها الشارح تفريعا عليه بل اشكل اليها المتن
ايضا كما ترى والثانى وقع فى الهندية عن القنية قبل ما نقلناه متصلا به ما نصه لو استأجر ليقطع له
اليوم حاجا ففعل ثم شىء عليه فى الحاج للمامور قال نصير سألت ابا سليمٰن الخ وكتبت عليه ما نصه
اقول ١٤١٩ انظر ما وجهه فانه اجير وحد و شرطه بيان المدة وقد وجد كما فى الغمز و ش و ف٤ قد قال عن ابى سليمٰن
بعده ان سمى يوما جاز وذكر بعده باسطر عن محيط السرخسى لو استأجر ليصيد له او ليغزل له او للخصومة او
تقاضى الدين او قبض الدين لا يجوز فان فعل يجب اجر المثل ولو ذكر مدة يجوز فى جميع ذلك اه ١٤٢٠ ويظهر لى فى تأويله
ان ليس المراد باليوم الوقت المعلوم الممتد الى غروب الشمس بل هو فيه بمعنى الظرفية اى يقع القطع فى هذا
اليوم فهو للاستعجال مثل خطه لى اليوم بدرهم فى الهداية ف٥ من استأجر رجلا ليخبز له هذه العشرة
المخاتيم من الدقيق اليوم بدرهم فهو فاسد عند ابى حنيفة وقال ابو يوسف ومحمد رضى الله تعالٰى عنهم
جاز لانه يجعل المعقود اليه عملا وذكر الوقت للاستعجال تصحيحا للعقد وله ان المعقود عليه مجهول
لان ذكر الوقت يوجب كون المنفعة معقودا عليها وذكر العمل يوجب كونه معقودا عليه ولا ترجيح

ونفع المستأجر فی الثانی ونفع الاجیر فی الاول فیفضی الی المنازعۃ[ف۱] وعن ابی حنیفۃ انہ یصح الاجارۃ اذا قال فی الیوم وقد سمی عملا لانہ للظرف فکان المعقود علیہ العمل بخلاف قولہ الیوم وقد مر مثلہ فی الطلاق اھ[۱] اواخر اجارات القنیۃ ذکرت ھذا برمز نجم مرت بالاخر وذکرت ما عن نصیر فیکون ھذا اقول البعض علی خلاف[ف] ما علیہ الناس وعلی خلاف ما علیہ الفتوی کما فی الصیرفیۃ ومن عادۃ[ف۲] الھندیۃ نقل عبارۃ القنیۃ بحذف[ف] الرموز فتصیر[ف۳] الاقوال کقول واحد کما نبہت علیہ فی بعض المواضع من ھوامشہا واللّٰہ تعالی اعلم صورت ہفتم خود ظاہر ہے کہ اوسکے اقرار سے ملک مستاجر ہے **اقول**[۱۴۲۲] وذلک لان الاجیر عامل للغیر وقد اعترف انہ عمل علی وجہ الاجارۃ واخذہ لمن استأجرہ یونہین صورت ہشتم مین کہ ظرف مستاجر مین احراز دلیل ہے کہ مستاجر کے لیے ہو جامع الصغار مین ہے الاجیر اذا احرز الماء بکوز المستأجر یکون ملکا للمستأجر یہی صورت نہم ظاہر ہے کہ اسمین ملک اجیر ہے **اقول**[۱۴۲۳] اور اوسپر تقریر دلیل یون کہ یہ اجیر نہ بیان مدت کے ساتھ اپنے منافع بیچ چکا ہے کہ اسوقت مین اوسکا کام خواہی نخواہی آمر کے لیے ہو نہ شے کی تعیین ہوئی کہ بوجہ قبول اوسکا پابند ہو تو وہ اپنی آزادی پر ہے کیا ضرور ہے کہ اسوقت جو اوسنے لیا بربنائے اجارہ بغرض مستاجر لیا ہو نہ وہ مقر ہے نہ ہشتم کی طرح کوئی دلیل ظاہر ہے لہذا ملک اجیر ہی ہے واللّٰہ تعالی اعلم **اقول**[۱۴۲۴] ویتراأی لی ان مثل الاستیلاء عند الفقہاء کمثل الشراء فمہما وجد نفاذا نفذ فاذا وکلہ بشراء عبد والموکل لم یعین العبد ولا الوکیل اضاف الیہ العقد ولا وقع من مالہ النقد ولا اقر انہ شراہ لہ فلن یکون الشراء الا لمن وکلہ والمسألۃ فی الھدایۃ والدر وعامۃ الاسفار الغر فالتوقیت ھھنا کالاضافۃ ثم انتقال فعلہ الی الامر کما مر والاحراز بظرفہ کالنقد من مالہ والاقرار الاقرار والتعیین التعیین واللّٰہ سبحنہ وتعالی اعلم بالجملہ یہ نو صورتین ہین جنمین سے چار مین وہ شے مباح لینے والے کی ملک ہو اور پانچ مین دوسری کی یہ جبکہ لینے والا حر ہو ورنہ مملوک کسی شے کا مالک نہین ہوتا اوسکا جو کچھ ہے اوسکے مولی کا ہے ھذا ما ظھر لی نظرا فی کلماتہم وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللّٰہ تعالی **تنقیح دوم**[ف۵] یہ اصول مطلق استیلائے مباح مین ہوئے یہان کہ گفتگو نابالغ مین ہے یہ بھی دیکھنا ضرور کہ اوسکے والدین اگر اوس سے کوئی شے مباح مثلا کوئین سے پانی یا جنگل سے پتے منگائین تو اوس نسبت بنوت کے سبب احکام مذکورہ استیلا مین کوئی تفاوت آئیگا یا نہین اگر آئیگا تو کیا۔ اسمین علما کے تین قول ہین اول کہ زیادہ مشہور ہے یہ کہ والدین کو بھی مباحات مین استخدام کا اختیار نہین صبی اگرچہ اُنکے حکم سے انہین کے دینے کے لانے مین لے خود ہی مالک ہوگا اور والدین کو اوسمین تصرف حرام مگر بحالت محتاجی۔ **اقول**[۱۴۲۵] یعنی بحالت فقر

بلا قیمت اور بحالت احتیاج حاضر مثلاً سفر میں ہوں اور مال گھر میں ہو بعوض قیمت تصرف کرسکتے ہیں۔ ذخیرہ و منیہ پھر سراج الوہاج
پھر حموی کنز پھر طحطاوی پھر شامی میں ہے لو امر صبیا ابوہ او امہ بان یاتیہما بالماء من الوادی او الحوض فی کوز فجاء به لا یحل لابویه
ان یشربا من ذلک الماء اذا لم یکونا فقیرین لان الماء صار ملکه ولا یحل لہما الاکل الی الشرب من ماله بغیر
حاجة جامع احکام الصغار پھر حموی اشباہ اور تاتارخانیہ پھر رد المحتار میں ہے اذا احتاج الاب الی مال ولدہ فان کانا فی
المصر واحتاج لفقره اکل بغیر شیء وان کانا فی المفازة واحتاج الیه لانعدام الطعام معه فله الاکل بالقیمة
جامع الفصولین میں فوائد امام ظہیر الدین سے ہے لو کان الاب فی فلاة وله مال فاحتاج الی طعام ولده اکله بقیمته
لقوله صلی اللہ تعالی علیه وسلم الاب احق بمال ولده اذا احتاج الیه بالمعروف والمعروف ان یتناوله بغیر شیء لو
فقیرا والا فبقیمته اھ مگر اس اجازت سے احکام مذکورہ استیلا میں کوئی تغیر نہ ہوا کہ ملک نابالغ ہی کی قرار پائی ماں باپ کو
قیمةً یا مفت اوس میں تصرف کی اجازت کچھ اسی مال استیلا سے خاص نہیں صبی کی ہر ملک میں ہے دوم فقیر والدین کی طرح
غنی ماں باپ کو بھی بچے سے ایسی خدمت لینے کا حق ہے اور وہ پانی اونھیں کا ہو کہ عرف و رواج مطلق ہے یا امام محمد سے ایک روایت ہے
ذخیرہ اور اوسکے سوا تمہ کی کتابوں میں بعد عبارت مذکورہ ہے وعن محمد یحل لہما ولو غنیین للعرف والعادة **اقول**[۱۴۲۶]
اس تقدیر پر ظاہر ہوتا کہ جو مباح صبی نے فرمائش والدین سے لیا اوسکے مالک والدین ہی ٹھہریں ورنہ بحال غنا اونکو تصرف
ناروا ہوتا قال تعالی من کان غنیا فلیستعفف تو یہ روایت صور گانہ استیلا سے صورت سوم کے حکم میں والدین کا
استثنا کرتی مگر امام محمد ہی سے ایسی ہی نادرہ روایت آئی ہے کہ اگر بچہ کھانے پینے کی چیز اپنے ماں باپ کو ہدیۃً دے تو وہ والدین کیلئے
مباح ہے تو یہ روایت بھی احکام مذکورہ پر کچھ اثر نہ ڈالیگی کہ مالک صبی ہی ٹھہرا جامع احکام الصغار میں ہے فی ہبة فتاوی القاضی
ظہیر الدین رحمہ اللہ تعالی اذا اهدی الصغیر شیئا من الماکولات روی عن محمد رحمہ اللہ تعالی انه یباح للوالدین
وشبه ذلک بضیافة المأذون واکثر مشایخ بخاری انه لا یباح اسیطرح شامی میں تاتارخانیہ و ذخیرہ سے ہے
اس روایت کی تحقیق بعونہ تعالی عنقریب آتی ہے اور یہ کہ وہ اس مقام سے بعلاقہ ہے مگر اقرب یہی ہے کہ یہ روایت والدین کیلئے
اباحت تصرف کرتی ہے نہ کہ اثبات ملک تو ضابطہ بحال ہے سوم اگر ماں باپ کے برتن میں لیا تو وہ مالک ہونگے ورنہ صبی جیسے اجیر
یعنی جسکا نہ وقت معین کیا نہ کسی معین شے کے لیے اجیر نہ اوسنے مستاجر کے لیا قرار کہ ان حالتوں میں **اقول**[۱۴۲۷]
ظرف پر لحاظ نہیں جامع الصغار میں ہے فی بیوع فوائد صاحب المحیط الاب او الام اذا امر ولده الصغیر لینقل
الماء من الحوض الی منزل ابیه ودفع الیه الکوز فنقل قال بعضهم الماء الذی فی الکوز یصیر ملکا للصبی حتی
لا یحل للاب شربه الا عند الحاجة لان الاستخدام فی الاعیان المباحة باطل وقال بعضهم ان کان الکوز

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ملكا للاب يصير ملكا للاب ويصير الابن محرزا للماء لابيه كالاجير اذا حمل الماء يكون للمستأجر لكون محرزا للمستأجر
كذا هذا اھ **اقول** کو دو سید علامہ طحطاوی وشامی نے نقل کرکے فرمایا اس میں حرج عظیم ہے اور واقعی حرج ہے اور حرج نص قرآنی سے
مدفوع ہے وحاول ش ان یوھنہ بالدلیل فنازع بان للاب ان یستخدم ولدہ قال فی جامع الفصولین للاب ان یعیر
ولدہ الصغیر لیخدم استاذہ لتعلیم الحرفۃ وللاب او الجد او الوصی استعمالہ بلا عوض بطریق التھذیب والریاضۃ اھ
قال فالابن یقال لا یلزم من ذلک عدم ملکہ لذلک الماء المباح ان امرہ بہ ابوہ واللہ تعالٰی اعلم اھ **اقول** ١٤٢٨
الجواب صحیح نظیف ما کان یستاھل التزییف بل کان واضحا من قبل فلم یکن للسؤال محل بل السؤال ساقط من اساسہ
فھم لا ینکرون جواز الاستخدام للاب لکن ذلک حیث یصح ویتحقق فان الشیئ انما یجوز بعد ما یصح والباطل
لا وجود لہ وقد علمت انہ فی الاعیان المباحۃ باطل وبہ انکشف ایھام ما وقع فی کلامھم فی کتاب الشرکۃ حیث کان فی
التنویر والدر لا تصح شرکۃ فی احتطاب واحتشاش واصطیاد واستقاء وسائر مباحات لتضمنھا الوکالۃ والتوکیل
فی اخذ المباح لا یصح وما حصلہ احدھما فلہ وما حصلاہ معا فلھما نصفین ان لم یعلم ما لکل وما حصلہ احدھما باعانۃ
صاحبہ فلہ ولصاحبہ اجر مثلہ اھ فکتب ش رحمہ اللہ تعالٰی علی قولہ وما حصلاہ فلھما یؤخذ من ھذا ما افتی بہ فی الخیریۃ
لو اجتمع اخوۃ یعملون فی ترکۃ ابیھم ونما المال فھو بینھم سویۃ ولو اختلفوا فی العمل والرأی اھ قال
ثم ھذا فی غیر الابن مع ابیہ لما فی القنیۃ الاب وابنہ یکتسبان فی صنعۃ واحدۃ ولم یکن لھما شیئ فالکسب کلہ
للاب ان کان الابن فی عیالہ لکونہ معینا لہ اھ **اقول** ١٤٣٠ فاراہ ھذا الفرع فی ھذا المبحث مما یوھم ان لو اجتمع
رجل وابنہ فی عیالہ فی تحصیل مباح کان کلہ للاب ویجعل الابن معینا لہ ولیس کذلک فان الشرع المطھر جعل
فی المباح سبب الملک الاستیلاء فمن استولی فھو المالک ولا ینتقل الملک الی غیرہ الا بوجہ شرعی کھبۃ وبیع ولا
ینسلخ عنہ لغیرہ الا بوجہ شرعی لکونہ عبدہ او اجیرہ علیہ اما الاعانۃ مجانا فھی الخدمۃ وقد علمت بطلان
الاستخدام فی تملک الاعیان وکتب علی قولہ باعانۃ صاحبہ سواء کانت الاعانۃ بعمل کما اذا اعانہ فی الجمع و
القلع او الربط او الحمل او غیرہ او بآلۃ کما لو دفع لہ بغلا او راویۃ لیستقی علیھا او شبکۃ لیصید بھا حموی
وقھستانی ط اھ **اقول** ١٤٣١ فلا یتوھمن منہ الاعانۃ فی قلع الحطب بان یقلع البعض ھذا والبعض ھذا الا ان
ھو تحصیلھما بل المعنی انہ وضع یدہ مع یدہ فی القلع حتی ضعف تعلقہ فقلعہ المعان او عمل ھذا اولا وترکہ
قبل ان ینقلع ثم عمل ذاک فقلعہ یکون الاول معینا والملک للقالع ومن استقی من بئر فاذا ادنا الدلو
من رأسہ اخرجھا ونحاھا عن رأس البئر غیرہ فان الملک للثانی وکذلک اذا اتی احد بصید وجاء بہ علی اٰخر

فلخفہ کان للاخذ وما احسن وابعد عن الایھام عبارۃ الھندیۃ حیث قال وان عمل احدھما واعانہ الاٰخر فی عملہ بان قلعہ احدھما وجمعہ الاٰخر او قلعہ وجمعہ وحملہ الاٰخر فللمعین اجر المثل دوم کہ نص محرر المذہب مروی نظر ظاہر گمان کریگی کہ بہت کتب معتمدہ مشہورہ نے اوسپر اعتماد کیا فتاوٰی اہل سمرقند پھر فتاوٰی خلاصہ میں اوسکے حوالے سے ہے اذا وھب للصغیر شیئا من المأکول یباح للوالدین ان یاکلا منہ کذا روی عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی وجیز کردری میں ہے وھب للصغیر من المأکول شیئا یباح للوالدین ان یاکلا فتاوٰی بزازیہ میں ہے اذا وھب الصبی شیئا من المأکول قال محمد رحمہ اللہ تعالٰی مباح للوالدین ان یاکلا منہ وقال اکثر مشایخ بخارٰی لایحل لھما **اقول** ۱۴۳ وتفرد بتعبیر قال محمد فان عبارۃ الھدایۃ روی عنہ واللہ تعالٰی اعلم فتاوٰی ظہیریہ پھر غمز العیون میں ہے اذا اھدی للصغیر شیئ من المأکولات روی عن محمد انہ یباح للوالدین وشبہ ذلک بالضیافۃ واکثر مشایخ بخاری علی انہ لایباح بغیر حاجۃ بحر الرائق میں ہے یباح للوالدین ان یاکلا من المأکول الموھوب للصغیر کذا فی الخلاصۃ فافاد ان غیر المأکول لایباح لھما الا عند الاحتیاج کما لایخفی درمختار میں ہے وفیہا ای فی السراجیۃ یباح للوالدین ان یاکلا من مأکول وھب لہ وقیل لا انتھی فافاد ان غیر المأکول لایباح لھما الا لحاجۃ **اقول** ۱۴۴ وکانہ اخذہ من ان العمل بقول اصحاب الامام اذا لم یوجد عنہ قول وان خالفہ قول المشایخ وان کثروا کما ذکرنا نصوصہ فی رسالتنا اجلی الاعلام بان الفتوی مطلقا علی قول الامام رحمہ اللہ تعالٰی وقد عبر بقال محمد والا فلیس فی السراجیۃ الا قیل کما اسمعناک نصھا تاتارخانیہ پھر رد المحتار میں ہے روی عن محمد نصا انہ یباح وفی الذخیرۃ واکثر مشایخ بخارٰی علی انہ لایباح اسی طرح جواہر اخلاطی و ہندیہ میں ہے جامع الصغار کی عبارت اوپر گزری **اقول** ۱۴۵ مگر نظر دقیق حاکم ہے کہ دونوں روایتیں کہ امام محرر المذہب رحمہ اللہ تعالٰی سے ہیں لیکن اس روایت اور ان عبارات کو اوس روایت سے علاقہ نہیں یہاں وہ شے ملک صبی نہیں بلکہ دوسرے نے صبی کے نام ہدیہ بھیجی ہے اور عادت فاشیہ جاریہ ہے کہ کھانے پینے کی تھوڑی چیز بچوں ہی کے نام کرکے بھیجتے ہیں اور مقصود ماں باپ کو دینا ہوتا ہے اور یہ تو قطعاً نہیں ہوتا کہ ماں باپ پر حرام سمجھتے ہوں اس عرف کا انتشار تام و عام دیکھ کر مطلق حکم فرمایا یا کہیں تفصیل و توضیح فرمادی فتاوٰی سمرقند پھر تاتارخانیہ پھر شامیہ نیز کتاب التجنیس والمزید پھر جامع الصغار میں ہے اذا اھدی الفواکہ الی الصبی الصغیر یحل للاب والام الاکل اذا ارید بذلک بر الاب والام لکن اھدی الی الصغیر استصغارا للھدیۃ ملتقط پھر اشباہ کی تعبیر اور احسن ہے جس سے اوس عادت کا فاشیہ ہونا روشن ہو حیث قال اذا اھدی للصبی شیئ وعلم انہ لہ فلیس للوالدین الاکل منہ لغیر حاجۃ **اقول** ۱۴۶ بنی المنع علی علم انہ للصغیر فافاد الاباحۃ اذا لم یعلم شیئ رداً الی العادۃ الفاشیۃ امام ظہیر الدین نے اون عبارات مطلقہ کی دلیل بیان فرماکر اس امر کا تصفیہ فرمادیا ظہیریہ پھر عالمگیریہ میں ہے

اهدى للصغير الفواكه يحل لوالديه اكلها لان الاهداء اليهما وذكر الصبي لاستصغار الهدية اهـ اقول ۱۴۳۷ ومن ههنا ظهر ان ما تقدم عن جامع الصغار عن الظهيرية اذا اهدى الصغير شيئا من المأكولات ان لم يكن عن نقله بالمعنى لان المسألة في سائر الكتب فيما وهب شيئ للصغير وقد نقل عن الظهيرية نفسها في الغمز بلفظ اذا اهدى للصغير شيئ كما سمعت فليس مراده الاهداء ومما اهدى اليه ان يبتدئ الصبي فيهدي من ملكه شيئا او الدليل عليه قوله ۱۴۳۸ شبه ذلك بضيافة المأذون فالمأذون لا يضيف من مال نفسه بل مولاه ومولاه انما اذن في التجارة لكن العوائد قضت ان امثال الضيافات لا بد منها في التجارات فكان اذنه في التجارة اذنا فيها كذلك الصبي لا يهدي من مال نفسه بل مال المهدى والمهدي انما سمى الصبي لكن فشت العوائد ان امثال الهدايا يمنع عنها ابواه فكان اهداؤه اليه اهداء اليهما اقول ۱۴۳۹ والوجه فيه ان المأكولات مما يتسارع اليها الفساد فيكون ابقاؤها من المهدي لهما في التناول دلالة وذلك حين يقع الملك لهما بخلاف ما يدخر فظهر صواب البحر والدر في قولهما افادان غير المأكول لا يباح لهما الا لحاجة واندفع ما وقع للعلامة ش حيث قال بعد نقل ما مر عن التتارخانية عن فتاوى سمرقند قلت وبه يحصل التوفيق ويظهر ذلك بالقرائن وعليه فلا فرق بين المأكول وغيره بل غيره اظهر اهـ اي فان ارادة الولد بهبة المأكول اظهر واكثر فاذا ساغ الاكل ثمه عند عدم دليل يقضي باختصاص الهدية بالولد فههنا اولى وقد عرفت الجواب وبالله التوفيق بالجملہ روایات غیر ملک صبی میں ہیں یہاں کلام ملک صبی میں ہے مباح پانی بلاشبہ بھرنے والے کی ملک ہوگا جبکہ بروجہ اجارہ نہ ہو اور صبی کی ملک الدین کو بے احتیاج حلال نہیں مقتضائے نظر فقہی تو یہ ہے اقول ۱۴۴۰ وباللہ التوفیق مگر شک نہیں کہ عرف وعادت اسکے خلاف ہے اور وہ بھی دلائل شرعیہ سے ہے تو مناسب کہ اسے قلیل عفو قرار دیں جسپر قرآن وحدیث سے دلیل ہے قال اللہ عزوجل ویسألونک عن الیتمٰی قل اصلاح لهم خیر وان تخالطوهم فاخوانکم واللہ یعلم المفسد من المصلح ۱۴۴۱ اس آیت میں احد التفسیرین پر یتیم کے ساتھ جواز مخالطت مال ہے اور ظاہر کہ بحال مخالطت کامل امتیاز قریب محال ہے تفسیرات احمدیہ میں ہے وفی الزاهدی قال ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما المخالطة ان تأکل من تمره ولبنه وقصعته وهو یاکل من تمرتک ولبنک وقصعتک والآیة تدل علی جواز المخالطة فی السفر والحضر یخلطون النفقة علی السواء ثم لا یکره ان یاکل احدهم اکثر لانه لما جاز فی اموال الصغار فجوازه فی اموال الکبار اولٰی هذا لفظه فاحفظه فانه نافع وحجة علی کثیر من المتعصبین فی زماننا اهـ اقول ۱۴۴۲ فاذن ما فی جامع الصغار عن فتاوی رشید الدین من باب دعوی الاب والوصی لو لم تکن الام محتاجة الی ماله ولکن خلطت مالها بمال الولد واشترت الطعام واکلت مع الصغیر ان اکلت جاز وان زاد علی حصتها لا یجوز لانها اکلت مال الیتیم اهـ

معناہا الزیادۃ المتبینۃ (ف۱) وفی جامع الرموز عن الباب المذکور من الفتاوی المزبورۃ قیل ھذا الصبی یحصل المال ویدفع الی امہ والام تنفق علی الصبی وتأکل معہ قلیلا ونحو لقمۃ او لقمتین من غیر زیادۃ لایکرہ۔ صحیح مسلم شریف میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے ہے قال کنت العب مع الصبیان فجاء رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فتواریت خلف باب فجاء فحطانی حطاۃ وقال اذھب ادع لی معٰویۃ (ف۲) امام نووی شرح میں فرماتے ہیں فیہ جواز ارسال صبی غیرہ ممن یدل علیہ فی مثل ھذا ولا یقال ھذا تصرف فی منفعۃ الصبی لان ھذا قدر یسیر ورد الشرع بالمسامحۃ فیہ للحاجۃ واطرد بہ العرف وعمل المسلمین۔ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ نے حدیقہ ندیہ میں اسے مقرر رکھا سوم میں امر ابوین کو اجارہ پر قیاس کیا **اقول** ۱۴۴۲ اولاً یہ صحت توکیل کو چاہتا ہے اور اعیان مباحہ میں توکیل خلاف نصوص ہے (ف۳) وعلاوہ بوجوہ **الاول** ان صحۃ التوکیل تعتمد صحۃ امر الموکل بما وکل بہ وصحۃ الامر تعتمد الولایۃ ولا ولایۃ للموکل علی المباح ونقض بالتوکیل بالشراء فان الموکل لا ولایۃ لہ علی المشری **والثانی** ان التوکیل احداث ولایۃ للوکیل ولا یصح ھنا لانہ یملک الاخذ للمباح بدون تملیکہ ونقض بالتوکیل بشراء شیئ لا بعینہ فان الوکیل یملکہ قبل التوکیل وبعدہ واجاب فی العنایۃ ان معناہ یملکہ بدون امر الموکل بلا عقد وصورۃ النقض لیست کذلک فانہ لا یملکہ الا بالشراء اھ **اقول** ۱۴۴۳ (ف۴) رحمک اللہ تعالی لیس المراد ملک العین بل ولایۃ ذلک الفعل کالاخذ ثمہ والشراء ھھنا وھو لا یملکہ بالعقد بل العقد ناش عن ملکہ ثم رأیت سعدی افندی اومأ الیہ اذ قال فیہ تأمل فان الموکل بہ ھو الشراء فالوکیل یملکہ فلا یندفع النقض اھ والصواب فی الجواب انہ لم یکن لہ من قبل ولایۃ ان یشغل ذمۃ الموکل بالثمن ورد المحقق فی الفتح بان حاصل ھذا ان التوکیل بما یوجب حقا علی الموکل یتوقف علی اثبات الولایۃ علیہ فی ذلک وانما الکلام فی التوکیل بخلافہ لما ای باخذ المباح فانہ لا یثبت فیہ حق علی الموکل **اقول** ۱۴۴۵ (ف۵) ھذا اعتراف بالمقصود فان التوکیل مطلقا اثبات ولایۃ للوکیل لم تکن من قبل ولا توجد ھھنا فلا یصح التوکیل بہ بخلاف الشراء ولیس ان احداث الولایۃ مطلوب خصوصا فی التوکیل بما یوجب حقا علی الموکل حتی یقال لیس التوکیل باخذ المباح من ھذا الباب فلا یحتاج الی احداث الولایۃ **والثالث** ان المقصود بالتوکیل نقل فعل الوکیل الی الموکل ولا یتحقق ھھنا فان الشرع جعل سبب الملک للمباح سبق الید الیہ والسابقۃ ید الوکیل فیثبت الملک لہ ولا ینتقل الی الموکل الا بسبب جدید اشار الیہ المحقق **ثانیاً** ۱۴۴۶ یہ قیاس صحیح ہو تو صرف ظرف پر حکم رہے بلکہ والدین کی نیت سے لینا ہی ان کے لیے مثبت ملک ہو اگرچہ ان کا ظرف میں نہ لے کہ مقیس علیہ یعنی اجارہ مذکورہ میں حکم یہی ہے اصل مدار نیت پر ہے جبکہ اجیر کا وقت بکا ہوا نہ ہو (ف۶) تو جو کچھ اپنے لیے بھی لے سکتا ہے

اپنے مستاجر کے لیے بھی جسکے لیے لیگا اوسیکی ملک ہوگی ہاں اگر لیتے وقت کسیکی نیت تھی یا وہ کہ جن نے اپنے لیے نیت کی تھی اور مستاجر کہ جسکے لیے کی تھی تو اوس وقت ظرف پر فیصلہ رکھینگے اوسکے ظرف میں لی تو اوسکے لیے ہے ورنہ اپنے لیے واہ مل ذلك فی الوکیل بشراء شیئ لابعینہ الحکم فیہ للاضافۃ فان لم توجد فللنیۃ فان لم توجد اوتخالفا فیہا فللنقد اعنی ان اضاف العقد الی مال الموکل فالشراء للموکل وان زعم انہ اشتری لنفسہ اوالی مال نفسہ فلنفسہ اوالی مطلق مال فلایہما نوی کان لہ فان لم تحضرہ النیۃ عند الشراء اوقال نویت لی وقال الموکل لی اوبالعکس حکم النقد فی الثانی بالاجماع وفی الاول عند ابی یوسف خلافا لمحمد فانہ یجعلہ اذن للعاقد ووقع فی ردالمحتار عکس ھذا وھو سہو **اقول** وقدم قاضی خان قول ابی یوسف واخر فی الھدایۃ دلیلہ فافاد ترجیحہ وقال فی البحر تحت قول الکنز ان کان بغیر عینہ فالشراء للوکیل الا ان ینوی للموکل اویشتریہ بمالہ مانصہ ظاہر مافی الکتاب ترجیح قول محمد من انہ عند عدم النیۃ یکون للوکیل لانہ جعلہ للوکیل الا فی مسألتین لم ای النیۃ للموکل واضافۃ العقد الی مالہ انہ ھو المراد بالشراء بمالہ کما فی الھدایۃ فاذا لم یضف ولم ینو کان للعاقد کما ھو مذھب محمد رحمہ اللہ تعالٰی **اقول** لکن الامام ابایوسف رحمہ اللہ تعالٰی انما حکم النقد لانہ دلیل النیۃ قال فی الھدایۃ عند ابی یوسف یحکم النقد لان مع تصادقہما یحتمل النیۃ للاٰمر وفیما قلناہ حمل حالہ علی الصلاح کما فی حالۃ التکاذب قال فی العنایۃ (یحتمل) انہ کان نوی للاٰمر ونسیہ (وفیما قلنا) یعنی تحکیم النقد (حمل حالہ علی الصلاح) لانہ اذا کان النقد من مال الموکل والشراء لہ کان غصبا (کما فی حالۃ التکاذب) اھ فعلم ان تحکیم النقد داخل فی اعتبار النیۃ والاستغراق مثلہ فی ایجاز الکنز بالجملہ قول سوم خلاف اصول ومخالف منقول ہے اور قول اول میں حرج لبشدت اور دوم کہ نص محرر المذہب سے ماثور مؤید بعرف کتاب وسنت لہذا فقیر اوسیکے اختیار میں اپنے رب عزوجل سے استخارہ کرتا ہے وباللہ التوفیق تو ثابت ہوا کہ احکام مذکورہ صور استیلا میں نسبت ابوت وبنوت سے کوئی تغیر نہیں آتا جب یہ اصل بعونہ تعالٰی ممہد ہولی واضح ہوا کہ نابالغ کا بھرا ہوا پانی ایک نہیں بہت سے پانی ہیں جنکا سلسلہ شماریوں ہے (۳۲۲) وہ پانی کہ نابالغ نے آب مملوک مباح سے لیا (۳۲۳) وہ کہ مملوک غیر مباح سے بےاجازت لیا (۳۲۴) وہ کہ اس سے باجازت لیا مگر مالک نے اسے ہبہ نکیا صرف بطور اباحت دیا (۳۲۵) نابالغ خدمتگار نے آقا کے لیے نوکری کے وقت میں بھرا (۳۲۶) خاص پانی ہی بھرنے پر اوسکا اجیر تھا بتعین وقت تھا اوسی وقت میں بھرا (۳۲۷) مستاجر نے پانی خاص معین کردیا تھا مثلاً اس حوض یا تالاب کا کل پانی **اقول** اور یہ تعین نہو گا کہ اس حوض یا کوئیں سے دس مشکیں

دس مشک باقی سے جُدا نہیں جسکی تعیین ہو سکے (۳۸) اس نے بلا اذن ولی یہ مزدوری کی اور کہتا ہے کہ یہ پانی مستاجر کیلیے بھرا (۳۹) اسی صورت میں اگرچہ زبان سے نہ کہا مگر اوسکے برتن میں بھرا (۴۰) نابالغ کسی کا مملوک ہے ان نو صورتوں میں وہ نابالغ اوس پانی کا مالک ہی نہوا پہلی تین صورتوں میں مالکِ آب کا ہے پھر ۳۵ سے ۳۹ تک پانچ صورتوں میں مستاجر کا۔ اخیر میں اگر یہ دن ہوں کہ کسی کیلیے اجارہ پر بھرا اور وہی صورتیں یعنی ملکِ مستاجر کی پائی گئیں تو پانی مستاجر کا ورنہ بہرحال اوسکے مولیٰ کا یہانتک کہ خاص اپنے لیے جو بھرا ہو وہ بھی مولیٰ ہی کی مِلک ہوگا یہ پانی جس جس کی ملک ہوئے ہیں اوسے تو جائز ہی ہیں اوسکی اجازت سے ہر شخص کو جائز ہیں جبکہ وہ عاقل بالغ مختار اجازت ہو بلکہ بحالِ انبساط اجازت لینے کی بھی حاجت نہیں مثلاً کسیکے نابالغ نوکر اجیر یا غلام نے پانی بھرا اوس کے بھائی یا دوست جو اوسکے ایسے مال میں تصرف کرتے اور وہ پسند رکھتا ہے اوس سے بے پوچھے بھی نابالغ نوکر کا بھرا ہوا پانی اوس سے لیکر اپنے صرف میں لا سکتے بلکہ غلام سے مطلقاً اور اوسکے نوکر سے وقت نوکری میں بھرا ہوا سکتے ہیں بہرحال اوس دوست کی ملک میں تصرف ہے نہ نابالغ کی (۴۱) نابالغ حُر کو مالکِ آب نے پانی تملیکاً دیا (۴۲) حُر غیر اجیر نے آبِ مباح غیر مملوک سے اپنے لیے بھرا (۴۳) اوروں کے لیے بطورِ خود (۴۴) اوسکی فرمائش سے بلا معاوضہ (۴۵) اجیر نے آقا کی کہنے سے بھرا مگر اوسکے یہان کسی اور خاص کام کے لیے نوکر تھا جس میں پانی بھرنا داخل نتھا (۴۶) داخل تھا جیسے خدمتگاری مگر نوکری کے وقتِ مقرر سے باہر بھروایا (۴۷) خاص پانی ہی بھرنے پر اوسی اجیر کیلیے نہ وقت مقرر ہوا نہ پانی معین نہ یہ مقرر کہ اوسکے لیے بھرا نہ اوس کا برتن تھا جس میں بھرا (۴۸) وقت مقرر ہوا اور اوس سے باہر یہ کام لیا ان آٹھ صورتوں میں وہ پانی اوس نابالغ کی ملک ہے اور اوس میں غیر والدین کو تصرف مطلقاً حرام حقیقی بھائی اوس پانی سے نہ پی سکتا ہے نہ وضو کر سکتا ہے ہاں طہارت ہو جائیگی اور ناجائز تصرف کا گناہ اور اوتنے پانی کا اوسپر تاوان رہیگا مگر یہ کہ اوسکے ولی نے یا بچہ ماذون ہو جسکے ولی نے اوسے خرید فروخت کا اذن دیا ہے تو خود اوس سے پورے داموں خرید لے نہ مفت یا غبن فاحش کے ساتھ نابالغ کی مِلک دوسرے کو خود وہ دے سکتا نہ اوس کا ولی۔ رہے والدین وہ بحالت حاجت مطلقاً اور بے حاجت حسب روایت امام محمد اونکو جائز ہے کہ اوس سے بھروائیں اور اپنے صرف میں لائیں باقی صورتوں میں اونکو بھی روا نہیں مگر وہی بعد شرا۔ **تنبیہ ۱** یہان سے اوستاد سبق لیں معلموں کی عادت ہے کہ بچے جو اونکے پاس پڑھنے یا کام سیکھنے آتے ہیں اونسے خدمت لیتے ہیں یہ بات باپ دادا یا وصی کی اجازت سے جائز ہے جہانتک معروف ہے اور اوس سے بچے کے ضرر کا اندیشہ نہیں مگر نہ اونسے پانی بھروا کر استعمال کر سکتے ہیں نہ اونکا بھرا ہوا پانی لے سکتے ہیں

اقول وفیہ الحث علی خلاف الشرع المعبوبۃ فان لم یکن فمن مضی من اھل الخیر ومن الامام الکسائی رحمہ اللہ تعالٰی علی سکۃ عطشان فاستسقٰی من بعض بیوتھا ثم تذکر انہ اقرأ بعض اھلہا فلم یشرب

تنبیہ ۲ کوئیں کا پانی جبتک کوئیں سے باہر نکال نہ لیا جائے کسی کی ملک نہیں ہوتا فان سبب الملک الاحراز والاحراز

اسکی تحقیق نمبر ۲۶ میں گزری ۱۲

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الا بعد التنحية عن رأس البئر تو ف۱ استاد جسے بچے سے خدمت لینے کا اختیار ہے یہ کر سکتا ہے کہ پانی بچے ہی سے بھروائے یہانتک کہ ڈول کوئیں کے لب تک آئے اوسکے بعد خود اوس سے نکال لے کہ یہ پانی بچے کی ملک نہ ہوگا بلکہ خود اوسکی فی الهندية عن القنية والساقی من البئر لا یملك بنفس ملأ الدلو حتی ینحیه عن رأس البئر وفی رد المحتار لو اجری فی جرة او حب او حوض مسجد من نحاس او صفر او جص وانقطع جریان الماء فانه یملکه وانما عبر بالاجراء لان الاخذ شاق الی انه لو ملأ الدلو من البئر ولم یبعدها عن رأسها لم یملکه عند الشیخین رضی اللہ تعالٰی عنهما اذ الاحراز جعل الشیئ فی موضع حصین اھ **اقول** ۱۴۵۱ فاذا لم یملکه کان باقیا علی اباحته فالذی نحاه هو الذی احرز المباح فیملکه

تنبیہ ۳ ف۲ بھشتیوں کے بچے اکثر کوئیں پر پانی بھرتے ہیں لوگوں کی عادت ہے کہ اونسے وضو یا پینے کو لیتے ہیں یہ حرام ہے اور عوام کو اس میں ابتلائے عام ہے ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم **اقول** ۱۴۵۲ ف۳ مگر یہاں ایک دقیقہ ہے یہ بچے داموں پر پانی بھرتے ہیں اور کہیں مشکیں مقرر ہوتی ہیں کہیں گھر کے برتن معین شخص جسنے نابالغ بھشتی سے پانی لیا اگر وہ ف۱ اسکے یہاں نہیں بھرتا تو اسے مطلقا جائز نہیں اور اگر بھرتا ہے مگر یہ مشک جس سے وہ بھر رہا تھا اور اوس کے ڈول سے پانی اسنے لیا دوسرے کے یہاں لیجائیگا تو ناجائز ہے اور اگر ۳ اسیکے یہاں لیجانے کو ہے مگر تعداد برتنوں کا بھرنا ہے اور وہ پورے بھر دیے جائینگے تو ناجائز ہے کہ یہ پانی اوس سے زائد ہے یوہیں ۴ اگر مشکوں کا قرارداد ہے اور یہ مشک بھی اوس سے پوری لی تو ناجائز ہے ہاں ۵ اگر یہ مشک اتنی خالی لی تو ایسا ہوا کہ اتنا پانی گھر پر نہ پہنچایا یہیں لیلیا یا ۶ برتنوں کا قرارداد ہے اور اتنا خالی رکھنے کو کہدیا یا ۷ جس دوسرے کے یہاں یہ مشک لیجاتا ہے اوس سے اسقدر پانی کی اجازت لے لی اور اوس نے مشک یا برتن اتنے خالی رکھوائے تو جائز ہونا چاہیے کہ اگرچہ پانی ابھی سقا ہی کی ملک تھا جب برتنوں میں ڈالیگا اوس وقت اوسکی بیع ہوگی اور جسکے یہاں بھر گیا اوسکی ملک ہوگا یا اس لیے کہ بھشتی اجیر مشترک ہیں نہ اونکا وقت معین ہوتا ہے نہ اتنا پانی قابل تعین ہے اور اپنے ڈول سے بھرتے ہیں اور جبتک مشک کہیں ڈال نہ دیں پانی اپنا ہی جانتے ہیں اوس میں جو چاہیں تصرف کرتے ہیں لہذا اوسوقت تک پانی اونھیں کا ہوتا ہے مگر مقصود اوس مول لینے والے کا قبضہ ہے اور اوسکی اجازت سے جو تصرف ہو وہ اوسی کا قبضہ ہے اگر اوس کی مشکیں اوسکے یہاں ٹھہری ہوئی ہیں اور وہ کہدیتا ہے اونمیں سے دو کا چھڑکاو کہیں کر دو ضرور بیع صحیح ہو جائیگی اسی طرح اگر اوسمیں سے ایک لوٹا یا جسقدر چاہا زید کو دلوا دیا ھذا ما ظھر لی واللہ تعالٰی اعلم

تنبیہ ۴ ف۵ معتوہ یعنی بوہرا جسکی عقل ٹھیک نہ ہو تدبیر مختل ہو کبھی عاقلوں کی سی بات کرے کبھی پاگلوں کی مگر مجنون کی طرح لوگوں کو محض بے وجہ مارتا گالیاں دیتا اینٹیں پھینکتا نہ ہو وہ تمام احکام میں صبی عاقل کی مثل ہے تو یہ سب احکام بھی اوسمیں یوہیں جاری ہونگی **اقول** ۱۴۵۳ ف۶ مگر غنی ماں باپ کا اوسکے بھرے ہوئے سے انتفاع لا لامر محمود ولیہ بھی

مردی اور اوس کا اپنے عرف و عادت اور معتوہ میں اسکی عادت ثابت نہیں اور منع میں بوجہ نسبت عتہ لزوم حرج نہیں تو یہاں ظاہر قول اول ہی مختار ہونا چاہیے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم **فائدہ** یہانتک وہ پانی تھے جنمیں اونکا غیر ملا اگرچہ طفل غیر کی صورتین ہیں (۴۹ تا ۶۵) کتب کثیرہ معتمدہ میں تصریح ہے کہ اگر نابالغ نے حوض میں سے ایک کوزہ بھرا اور لوٹا میں پھر پانی پھر اوس حوض میں ڈالدیا اب سکا استعمال کرنا کسی کو حلال نہ رہا فی ش عن ط عن الحموی عن الدرایۃ عن الذخیرۃ والمنیۃ وفی غمز العیون عن شرح المجمع لابن الملک عن الذخیرۃ وفی الاشباہ من احکام الصبیان وفی الحدیقۃ الندیۃ من الاشباہ فی النوع العشرین من آفات اللسان وفی غیرہا من الکتب الحسان عبد او صبی او امۃ ملأ الکوز من ماء الحوض واراق بعضہ فیہ لایحل لاحد ان یشرب من ذلک الحوض لان الماء الذی فی الحوض یصیر ملکا للاٰخذ فاذا اختلط بالماء المباح ولایمکن التمییز لایحل شربہ علامہ طحطاوی علامہ شامی نے اسے نقل کر کے فرمایا اس حکم میں حرج عظیم ہے

اقول ۱۴۵۴ یہاں بہت استثنا و تنبیہات ہیں اوّل مراد آب مباح غیر مملوک ہے تو حکم نہ ہر حوض کو شامل نہ حوض سے خاص بلکہ کووں کو بالعموم حاوی ہے کہ کوآں اگرچہ مملوک ہو اوسکا پانی مملوک نہیں کما تقدم تحقیقہ اور وہ حوض جسکا پانی مملوک ہے اوسکا مالک اگر عاقل بالغ ہے تو بچہ ہزار بار اوسمیں سے پانی بھر کر پھر اوسمیں پلٹ دے کچھ حرج نہ آئیگا کہ مال جس کا شامل اوسکے مالک نے مباح کیا ہو بعد انتقال بھی ملک مالک سے خارج نہیں ہوتا یہانتک کہ دعوت کا کھانا کھاتے وقت بھی میزبان ہی کی ملک پر رکھا جاتا ہے تو بچہ اوس پانی کا مالک ہی نہوگا اصل مالک کی ملک پر رہیگا اور ڈال دینے سے اوسیکی ملک میں مل جائیگا **دوم** ۱۴۵۶ ہماری تحقیقات بالا سے واضح ہوا کہ یہ مباح بھی مطلقاً آخذ کی ملک نہیں ہوجاتا تو پانی کو مباح و مملوک کو شامل لیکر وہی ستر صورتیں یہاں بھی پیدا ہونگی جو نابالغ کے بھرے ہوئے پانی میں گزریں تو صورت موقوفہ وہ پانی اس بھرنے والے کی ملک نہوگا بلکہ اصل مالک آب یا مستاجر یا مرسل کی ملک ہوگا اگر وہ عاقل بالغ نہیں تو البتہ یہی وقت عود کریگی ورنہ اوس عاقل بالغ کی اجازت پر توقف رہیگا **سوم** ۱۴۵۷ صبی کی خصوصیت نہیں معتوہ بھی اوسیکے حکم میں ہے کما تقدم **چہارم** ۱۴۵۸ جس طرح کلام علما میں پینے کا ذکر مثال ہے مراد کسی قسم کا استعمال ہے اسیطرح یہ بھی شرط نہیں کہ حوض یا کوئیں سے پانی لیکر پھر اوسمیں ڈالے یا جس حوض یا چاہ سے لیا اوسمیں واپس دے یا وہ نابالغ ہی اپنے ہاتھ سے ڈالے بلکہ مقصود اوسیقدر ہے کہ مال مباح میں نابالغ کی ملک کا اس طرح ملجانا کہ جدا نہو سکے تو اگر صبی کی ملک کا پانی اوسکے گھر سے لا کر کسی شخص نے خواہ اوسکے ولی نے کسی کوئیں یا مباح حوض میں ڈالدیا اوس کا استعمال تا بقائے آب مذکور ناجائز ہوگیا **پنجم** ۱۴۵۹ ظاہر ہے کہ یہ عدم جواز اونکے حق میں ہے جو بوجہ اختلاط ملک صبی سے خود صبی استعمال کر سکتا ہے کہ وہ نہیں مگر اوسکی ملک یا مباح **ششم** ۱۴۶۰ اوسکے ماں باپ بھی بشرط حاجت بالاتفاق اور بلا حاجت ۱۴۶۱ علی المختار اسے استعمال کر سکتے ہیں تو لایحل لاحد عام مخصوص ہے **ہفتم**

https://www.facebook.com/darahlesunnat

١٤٦٢ اگر وہ کوآن یا حوض ترک کردیں یا وصی بلوغ کو پہنچے اور اوسوقت اوس پانی کو مباح کردے تو اب کچھ مانع نہیں ہشتم
اگر وہ صبی انتقال کرجائے اوسکے سب ورثہ عاقل بالغ ہوں تو اب اونکی اجازت پر توقف نہ رہیگی اور اگر ایک ہی وارث ہے تو اوسکیلئے خود
حلال خالص ہے کسیکی اجازت کی بھی حاجت نہیں نہم اگر وہ پانی کہ صبی کی ملک ہے اوسمیں مخلوط ہوا باقی نہ رہے تو اب سب کو مباح
ہوجائیگا کہ مانع زائل ہوگیا دہم ١٤٦٣ مسئلہ سابقہ یعنی نابالغ کے بھرے ہوئے پانی میں جو ایک صورت جواز اوس سے اگر ماذون ہو ورنہ
اوسکے ولی سے خرید لینیکی تھی یہاں جاری نہیں ہوسکتی کہ ملک صبی کا پانی جب اوس آب مباح میں ملگیا قابل بیع نہ رہا کہ مقدور التسلیم نہیں
یازدہم ١٤٦٤ آب مباح کی ضرورت بھی اوس حالت میں ہے کہ بچہ کا اوسمیں سے بھر کر اوسمیں ڈالدینا لیں کہ مباح پر ملک بچہ میں ہوگی
ورنہ ملک نابالغ کا پانی اگر کسیکے مملوک پانی میں مل جائیگا تو اوسکا استعمال بھی حرام ہوجائیگا حتے کہ اوس مالک آب کو
دوازدہم ١٤٦٥ ایک یا دونوں طرف کچھ پانی کی خصوصیت نہیں بلکہ کسیکے مملوک پانی میں بچے کی ملک کا عرق یا دودھ یا کسیکے
مملوک عرق یا دودھ میں بچے کی ملک کا پانی یا چاول میں چاول گیہوں میں گیہوں ملجائیں جب بھی یہی حکم ہے کہ اوسمیں تصرف خود
مالک کو بھی حرام ہوگیا تو ١٤٦٦ مسئلہ کی تصویر یوں ہونی چاہیے کہ اگر کسی شی مباح یا مملوک میں کسی غیر مکلف کی ملک اسطرح خلط
ہوجائے کہ تمیز ناممکن ہو اگرچہ یوں ہی کہ مثلا مباح غیر مملوک پانی ہے بی یا معتوہ حر غیر اجیر نے بھرا اور اگر وہ کہ آن ہی تو اوس سے بھر کر باہر
نکال لیا ہو اگر اجیر ہے تو نہ وقت معین نہ وہ مباح معین نہ مستاجر کے لیے لینے کا مقرر نہ اوسکے ظرف میں لیا پھر ان صورتوں میں
اوسکا کوئی حصہ اوسمیں کسی نے ڈالدیا یا پڑ گیا تو جبتک اوس غیر مکلف کی ملک اوس مباح یا مملوک میں باقی ہے اور وہ غیر مکلف
غیر مکلف ہے اور ملک اوس سے منتقل نہ ہوگی اوسوقت تک اوس غیر مکلف یا بحال حاجت خواہ ایک روایت پر پانی میں مطلقا
اوسکے ماں باپ کے سوا کسیکو اوسمیں تصرف حلال نہیں سیزدہم حدیث العبد والامۃ ردہ ش باز العبد لا یملک
ولن ملک فیکون لمالکہ لانہ مالک اکسابہ اھ اقول ١٤٦٧ ماکانوا لیذھلوا عن مثل ھذا وانما
القصد بیانہ الفرق بین الحر العاقل البالغ وبین الصبی المعتوہ والرقیق فکلہ اولا اذا املک فاذا اصاب اباح
وھؤلاء لا یملکون الاباحۃ فلا یحل لغیرھم ولیس المراد تابید التحریم بل الی ان تلحق الاجازۃ ممن ھی لہ ففی
الصبی او المعتوہ حتی یبلغ او یعقل فیجیز وفی الرقیق حتی یجیز المالک او المکلف الحاضر حالا او مالا او یبلغ
الغائب او یبلغ الصبی او یفیق المعتوہ فیجیز چہاردہم ١٤٦٨ عدش من اشکال لانہ انما بین متی یحل الشرب منہ اھ اشرت
الی جوابہ بقولی فما بقی فیہ ذلک الماء الذی المنع لاجلہ فاذا ذھب ذھب پانزدہم قال وھل ثم فرق بین الحوض
الجاری وفی حکمہ وبین غیرہ اھ اقول ١٤٦٩ تعبیرھم بالحوض ظاھر فی رکودہ فان الجاری یسمی نہرا
لا حوضا او اطلاقہ یشمل الصغیر والکبیر وھو الاوجہ فان الماء الجاری یذھب بذلک الماء عقیبا فیزول

السبب ولا کذلک الراکد شامی قال وینبغی ان یعتبر غلبۃ الظن بانہ لم یبق مما اریق فیہ شیئ منہ الا بسبب الجریان او النزح والا یلزم ہجر الحوض وعدم الانتفاع بہ اصلا اھ ۱۴۷۱ **اقول** لا ینبغی الشک فی الجواز بعد النزح لما سیأتی انما الشان فی جواز النزح وکیف یحل مع ان فیہ اضاعۃ ملک الصبی ان صب فی الارض او الانتفاع بہ الا ان سقی بہ نحو زرع او بستان کذلک الاجراء وان ابیح ذلک الاذن فلم لا یباح الشرب والاستعمال من رأسہ الیس فیہ فوق ھذا باس نعم ان جری بمطر او سیل فذاک حل من دون اثم ہذا فہم قال ویمکن ان یعتبر بالنجاسۃ فیحل الشرب من نحو البئر بالنزح ومن غیرھا بالجریان بحیث لو کان نجاسۃ الحکم بطہارتھا فلیتأمل اھ ۱۴۷۲ **اقول** عرفت ما فیہ والنزح فی النجاسۃ معدول بہ عن سنن القیاس فکیف یعتبر بہ وکانہ رحمہ اللّٰہ تعالی الی ھذہ الابحاث اشار بقولہ فلیتأمل ہے جد ہم

سبب زیادہ اہم اسکا علاج ہے کہ یہ پانی قابل استعمال کیونکر ہو سید طحطاوی نے تو اتنا فرمایا کہ اسمیں حرج عظیم ہے سید شامی نے جو علاج بتائے دفع اثم کو کافی نہیں وانا اشار سیدی العارف باللّٰہ عبدالغنی النابلسی قدس سرہ فی الحدیقۃ الی ان تفرجہ باذن الولی حیث قال فی النوع العشرین من آفات اللسان بعد ما نقل المسألۃ عن الاشباہ وعلمہا بما قدمنا ما نصہ وظاہرہ الا ان یأذن الولی قال ونظیرہ عدم حل الشرب من کیزان الصبیان الا باذن الولی وکذلک فی اکل ما معہم اذا اتاہم المعلم انتہی اھ ۱۴۷۳ **اقول** رحمہ اللّٰہ سیدی رحمۃ تامۃ انما الولایۃ نظریۃ ولیس للولی اتلاف مالہ ولا ان یأذن بہ غیرہ کیف وقد تقرر ان التصرفات ثلثۃ نفع محض کقبول الھبۃ فیستبد بہ الصبی العاقل ودائر بین النفع والضرر کالبیع والشراء فیحتاج الی اذن الولی وضرر محض کالطلاق والعتاق والھبۃ فلا مجال لصحتہ ولا باذن الولی وھذا من الثالث ۱۴۷۴ ووجہ ھذا السہو منہ رحمہ اللّٰہ تعالی قول الماتن فی الطریقۃ المحمدیۃ حیث ذکر السؤال المنہی عنہ ثم قال (حرمۃ السؤال لا تقتصر علی المال بل تعم الاستخدام خصوصا اذا کان صبیا او مملوکا للغیر اما صبی کنفسہ فیجوز) للاب والام والجد والجدۃ (استخدامہ ان کان) المستخدم (فقیرا) لا قدرۃ لہ علی شراء خادم او استیجارہ لا لارادۃ تہذیبہ وتأدیبہ بخلاف استخدام مملوکہ واجیرہ وزوجتہ فی مصالح البیت وتلمیذہ) فی تعلیم قرآن او علم او صنعۃ (باذنہ) یعنی برضاہ ان کان بالغا او باذن ولیہ ان کان صبیا) فان الصبی محجور علیہ من التصرف فی مالہ فی منافع نفسہ الا باذن الولی اھ ملتقطا مزیدا

ثم شرحہ رحمہ اللّٰہ تعالی فالاذن الذی ذکرہ الماتن فی استخدام تلمیذہ الی حالہ فشتان ما ہما فان فی الاول ۱۴۷۵ نفعہ عن تأدیبہ وتہذیبہ محضا استعمالہ فکان من القسم الثانی فجاز باذن الولی بخلاف الثالث والذی فادہ حل الشرب

من کون الصبی واکل ہمہ باذن الولی **فاقول** محلہ اذا کان الماء والطعام للولی اعطاہما الصغیر علی وجہ الاباحۃ دون الھبۃ فحینئذ یکون للولی ان یاذن لمن شاء لبقائہما علی ملکہ بخلاف ما اذا کان الشیئ مملوکا للصغیر فلا معنی لاذن الولی باستہلاکہ بعوض او بدون عوض وقد تقدمت مسألۃ الذخیرۃ والمنیۃ وعن ایۃ الدرایۃ فی ما جاء بہ الصبی من الوادی لا یجوز لابویہ الا الشرب منہ الا فقیرین غرض مسئلہ مشکل ہے اور اس میں فرق صریح ہے اور صریح مرفوع بالنص ہے **وانا اقول** وباللہ التوفیق پانی کہ ملک صبی ہوا نجس نہیں کہ اوس کے گرنے سے سب پانی ناپاک ہوجائے حرمت ایسی ہے جیسے کہ مباح و محظور مختلط ہوگئے ہیں یہاں تک کہ اگر ممکن ہو کہ مباح استعمال کیا جائے اور اوس میں کوئی حصہ محظور کا نہ آنے پائے تو بلاشبہہ جواز ہوگا اور ہم نے صاحب الساحۃ جواب سوال سوم میں بیان کیا ہے کہ مشائخ عراق کے نزدیک حوض کبیر میں نجاست غیر مرئیہ کے موضع وقوع سے وضو جائز نہیں کہ پانی ٹھہرا ہوا ہے منتقل نہ ہوگی اور مشائخ بلخ و بخارا و ماوراء النہر کے نزدیک سب جگہ سے جائز کہ پانی بالطبع سیال ہے ہوا وغیرہ کی تحریک سے اوسے ایک جگہ نہ رہنے دیگا تو جہاں کہیں وضو کیا جائے وہاں نجاست ہونے کا یقین نہیں اگرچہ خاص موضع وقوع سے ہو تو پانی کہ بالیقین طاہر تھا شک سے نجس نہ ہوگا اب یہاں اگر قول عراقیان لیا جائے جب تو خاص اوسی جگہ کا پانی ممنوع الاستعمال ہوگا جہاں نابالغ کی ملک کا پانی گرا ہے باقی اپنی اباحت پر باقی ہے لما علمت ان الاعدیۃ فیہ فکان کغیر مرئیۃ فی حوض کبیر اور اگر قول جمہور لیا جائے اور وہی صحیح ہے تو بوجہ احتمال انتقال اختلاط ملک صبی کا یقین کسی موضع معین میں نہیں بلکہ موضع مجہول و مبہم میں ہے اور ایسے یقین جیسا اوس شی کی بقا و زوال میں شک طاری ہو یقین زائل اور حکم اصل حاصل ہوتا ہے جیسے دانے جہاں انہیں میں ضرور پیشاب کردے اوس اناج کا ایک حصہ یقینًا ناپاک ہوتا ہے مگر متعین نہ رہا تو بعد تقسیم یا اوس میں سے کچھ ہبہ یا صدقہ کرنے سے سب پاک ہوجائیگا کہ ہر ایک کہیگا ممکن کہ ناپاک دانے دوسرے حصے میں ہی پائے گئے ہوں یونہیں چادر پر ناپاکی کا یقین ہے اور جگہ معلوم نہیں یاد نہ رہی اور تحری کسی طرف نہیں پڑتی کہیں سے پاک کر لیجائے پاک ہوجائیگی کہ اب اوس متیقن مبہم کی بقا میں شک ہوگیا اور سب سے زائد وہ مسئلہ ہے کہ محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالی عنہ نے سیر کبیر میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے ایک قلعہ فتح کیا اتنا معلوم ہے کہ اوس میں ایک ذمی ہے مگر اوسے پہچانتے نہیں اون کفار کا قتل حرام ہے ہاں اگر اون میں سے بعض نکل جائیں یا کوئی قتل کر دے تو اب باقیوں کا قتل جائز ہوگیا کہ وہ یقین مجہول اس شک سے زائل ہوگیا وقد حققہ العلامۃ ابراہیم الحلبی فی الغنیۃ فافاد واجاد علیہ رحمۃ الجواد فراجعہ فلہ من کلام ما یستفاد ویکفینا منہ ہذا قولہ تنجس طرف من الثوب فنسیہ فغسل طرفا منہ بتحر او بلا تحر طہر لان بغسل بعضہ مع ان الاصل طہارۃ الثوب وقع الشک فی قیام النجاسۃ لاحتمال کون المغسول محلہا فلا یقضی بالنجاسۃ بالشک کذا اوردہ الاسبیجابی فی شرح الجامع الکبیر وقال سمعت الشیخ الامام تاج الدین احمد بن عبد العزیز

یقولہ ویقیسہ علٰی مسألۃ فی السیر الکبیر ھی اذا فتحنا حصنا وفیھم ذمی لایعرف لایجوز قتلھم لقیام المانع بیقین فلو قتل البعض او اخرج حل قتل الباقی للشک فی قیام المحرم کذا ھنا جب یہ قاعدہ نفیسہ معلوم ہولیا یہاں بھی اوس کا اجرا کرین جتنا پانی اوس نابالغ نے ڈالا تھا[۱] اوسیقدر یا اوس سے زائد اوس حوض یا کوئین سے نکال کر اوس نابالغ کو دیدین یہ دینا یقیناً جائز ہوگا کہ اگر اسمین ملک صبی ہے تو صبی ہی کے پاس جاتی ہے بخلاف بہا دینے یا ڈول پھینکر پھینک دینے کے کہ وہ ملک صبی کا ضائع کرنا ہے اور یہ جائز نہین اب کہ اوس قدر یا زائد پانی اوس صبی کو پہنچ گیا اوسکے ڈالے ہوئے پانی کا باقی رہنا مشکوک ہوگیا تو وہ یقین کہ موضع مجہول کیلیے تھا زائل ہوگیا اور حوض و چاہ کا باقی پانی جائز الاستعمال ہوگیا

ثم اقول[۱۴۷۹] اس پر واضح دلیل مثلیات[۲] مشترکہ مثلاً گیہون وغیرہ مین وارث کبیر کا اپنا حصہ وارث نابالغ کے حصے سے جدا کر لینے کا جواز ہے اور اوسکی یہ تقسیم جائز و مقبول رہیگی اگر نابالغ کا حصہ اوسکے لیے سلامت رہے تلف نہو جائے جامع الفصولین مین فتاوی اور جامع الصغار مین ذخیرہ سے ہے کیلی او وزنی[۳] بین حاضر وغائب او بین بالغ وصبی اخذ الحاضر او البالغ نصیبہ فلمتنفذ قسمتہ بلاخصم لو سلم نصیب الغائب والصبی حتی لو ھلک ما بقی قبل ان یصل الی الغائب او الصبی ھلک علیھما ظاہر ہو کہ یہاں بھی ملک صبی اسی طرح مختلط تھی کہ جدا کرنا ممکن نہ تھا اور بالغ کو اوسمین تصرف ناروا تھا بقدر حصہ صبی اوسمین سے الگ کر دینا حصہ صبی کا جدا ہو جانا اور بالغ کے لیے جواز تصرف کا سبب ہوا

اقول[۱۴۸۱] ولاشک[۴] ان للماء مثلیا بمعنی ان اجزاءہ لاتتفاوت وبجزم کثیرون کما فی الخیریۃ من احیاء الموات فی الولوالجیۃ وکثیر من الکتب لو صب ماء رجل کان فی الحب یقال لہ املاء للماء فان صاحب الحب مالک للماء وھو من ذوات الامثال فیضمن مثلہ اھ وانکان[۱۴۸۲] قیمیا لانہ لایکال ولایوزن کما فی الخیریۃ من البیوع عن جامع الفصولین عن فوائد صاحب المحیط وفتاوی رشید الدین الماء قیمی عند ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما وغیرہ عن مختلفات القاضی ابی القاسم العامری عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ الماء لایکال ولایوزن قال الطحاوی معناہ لایباع بعضہ ببعض وعن محمد رحمہ اللہ تعالٰی الماء کیلی اھ وبالجملۃ لاشک انہ یقبل الافراز کالحب بل ابلغ فربما تتفاوت قلیلا حبات طعام واحد بخلاف قطرات ماء الحوض

ثم اقول[۱۴۸۳] یہ طریقہ اثم سے بچنے کو ہے اور اگر بغیر اسکے کوئی شخص نادانستہ یا دیدہ ودانستہ براہ جہالت خواہ بے پرواہی احکام شریعت اوسمین سے اوتنا پانی یا اوس سے زائد بھر لیگیا تو اگرچہ گنہگار ہو باقی پانی جائز الاستعمال ہوگیا کہ اوتنا نکل جانے سے حوض و چاہ مین اوسکی بقا پر یقین نہ رہا کما قال محمد لایجوز قتلھم فلو قتل البعض حل قتل الباقی

تنبیہ اقول[۱۴۸۴] یہین سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ جریان نہ ضرور نہ کافی اگر صبی کا[۵] پانی اتنا قلیل تھا کہ چھلکنے مین نکل سکتا ہے تو جریان کی حاجت نہین اور اگر اتنا کثیر تھا کہ جتنے خروج پر جریان صادق آتا ہے اوسمین نہ نکلیگا تو یہ جریان کافی نہین جبتک اوسقدر نکل نہ جائے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اقول ١٤٨٧ وبه فارق النجاسة لان زوال وصفها وحصول ضدها بالجريان لمعنى فيه وهو انه لايقبل النجاسة بحكم النص وما قام به طهر بعضه بعضا ولايلزم منه حل الانتفاع بملك الصبی فلابد من خروج قدر المصبوب، هذا ما ظهر لی وقد انكشفت به الغمة على احسن وجه مطلوب، والحمد لله سبحٰنه كاشف الكروب، والصلاة والسلام على اكرم محبوب، وعلى اٰله وصحبه هداة القلوب، اٰمين الحمد لله۔

نمبر ۶۴ سے یہاں تک نابالغ کے پانی کا بیان جس تفصیل وتحقیق سے ہوا کتابوں میں اوس سے چند سطروں سے زائد نہ ملیگا ممکن کہ اس کے لیے رسالہ مستقلہ کیجئے تو عطاء النبی لافاضة احکام ماء الصبی نام رکھیے وبہ الحمد (۶۶) جس پانی میں ماء مستعمل کے واضح قطرے گرے خصوصاً جبکہ اوس کی دھار پہنچی جبتک مطہر پانی سے کم رہے ہاں بوجہ خلاف بچنا مناسب تر ہے جبکہ وہ چھینٹیں وضو وغسل کرنے میں نہ پڑی ہوں وذلك لانه روى الافساد مطلقا وان قل الا ما ترشش فی الاناء عند التطهر فهو عفو دفعا للحرج ولاعبرة لما طلق وقد نص فی البدائع انه فاسد وروى الافساد بالكثير ثم الكثرة باستبانة مواقع القطر فی الماء الطهور ام ان يسيل فيه سيلانا قولان ففی الجامع الصغير للامام قاضی خان انتضاح الغسالة فی الماء اذا قل لايفسد الماء يروى ذلك عن ابن عباس رضی الله تعالى عنهما ولان فيه ضرورة فيعفى القليل وتكلموا فی القليل عن محمد ما كان مثل رؤس الابر فهو قليل وعن الكرخی ان كان يستبين مواقع القطر فی الماء فكثير وان كان لايستبين كالطل فقليل ام نقله فی زمر الروض وفی الخلاصة جنب اغتسل فانتضح من غسله شیئ فی انائه لم يفسد عليه الماء اما اذا كان يسيل فيه سيلانا افسده وكذا حوض الحمام على هذا وعلى قول محمد لايفسده مالم يغلب عليه يعنی لايخرجه من الطهورية اھ ثم علله بعضهم بان الماء مفروض ان كل قليل منه فلا ينتقل الماء المستعمل الواقع فيه من موقعه اليه اشار فی وجيز الكردری اذ يقول التوضی من حوض صغير لايجوز لانه يتكرر الاستعمال اھ **اقول** ١٤٨٨ ويلزمهم التجويز اذا حرك الماء عند كل غرفة او اغترف كل مرة من غير موقع الغسالة واٰخرون بان الماء المستعمل من جنس المطلق فلا يستهلك فيه فيؤثر فی كله لقلته بخلاف اللبن او بول الشاة على قول محمد بطهارته هكذا اختلفوا والصحيح المعتمد فی المذهب الاعتبار بالغلبة فلا يخرج عن الطهورية ما دام اكثر من المستعمل هو الذی اعتمده الائمة وصححه الائمة (۶۷) پانی وہ جسمیں شئ غیر کا اصلا خلط تھا یا تھا تو آب غیر کا نہ غیر آب کا اسے پانی ہی جنمیں غیر آب کا خلط مگر (۶۷ و ۶۸) وہ پانی جس میں آب دہن یا آب بینی یعنی تھوک یا کھنکار یا ناک کی ریزش پڑی ہو اس سے وضو جائز مگر مکروہ ہے فتاوی امام قاضی میں ہے الماء اذا اختلط بالمخاط او بالبزاق جاز به التوضئ ويكره (۶۹) وہ پانی جس میں مٹی ریتا کیچڑ کچھ بھی مل جائے جبتک اوسکی روانی باقی ہو اعضا پر پانی کی طرح بہے (۷۰) یونہی ایسے کا پانی اگرچہ کتنا ہی گدلا ہو اگرچہ رنگ کسا تم نہ بھی ہو

جنمیں کسی دوسری چیز کا میل ہوگیا

اگر وہ پتی ہوئی مٹی ہو ورنہ اگر مٹی بھگلا لایا ہو جب تک نجاست سے رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے (۷۱) یونہی وہ ندیاں جو برسات میں گدلی
ہو جاتی ہیں امام ملک العلماء بدائع میں فرماتے ہیں لو تغیر الماء المطلق بالطین او بالتراب یجوز التوضؤ بہ محقق علی الاطلاق نے
فتح میں فرمایا لاباس بالوضوء بماء السیل مختلطا بالطین ان کانت رقۃ الماء غالبۃ فان کان الطین غالبا فلا
جوہرہ نیرہ میں ہے خصہ بالذکر لانہ یاتی بغثاء من اشجار واوراق وجیز کردری میں ہے ماء السیل لو رقیقا یسیل
علی العضو یجوز التوضی بہ منیہ میں ہے یجوز الطہارۃ بماء خالطہ شیئ طاہر فغیر احد اوصافہ کماء المد والماء
الذی اختلط بہ الزعفران بشرط ان یکون الغلبۃ للماء من حیث الاجزاء ولم یزل عنہ اسم الماء وان یکون رقیقا
بعد فحکمہ حکم الماء المطلق حلیہ میں ہے ماء السیل وانما خصہ بالذکر لانہ یجیئ بغثاء ونحوہ الا ان قولہ غیر احد اوصافہ
وقد سبقہ الی ہذہ العبارۃ القدوری فی مختصرہ یفید ان الجواز مقید بما اذا غیر وصفا واحدا لا غیر وحینئذ
لا یحتاج الی ان یقول بشرط ان یکون الغلبۃ للماء من حیث الاجزاء ولم یزل عنہ اسم الماء وان یکون رقیقا بعد مع
ان قولہ بشرط ان تکون الغلبۃ للماء من حیث الاجزاء مغن عن الثانی کما ہو ظاہر لان المخالط المذکور اذا غیر
شیئ وصف ولعلہ لا یکون بحیث یغلب الماء من حیث الاجزاء لیقع الاحتراز عنہ وشرطہ اھ (۱۴۹) اقول
اولا سیاتی الکلام ان شاء اللہ تعالی علی مقتضی التعبیر باحد وحسبک ان الزعفران یغیر اوصاف الماء الثلثۃ
وکذا السیل ربما یتغیر لہ وصفان بل الکل وثانیا (۱۵۰) المقید یخالطہ شیئ لا یخالفہ الا فی وصف واحد فلا
یغیر الا ایاہ ولو زاد علی الماء اجزاء والوضوء بہ باطل وفاقا فلیس فی التعبیر باحد غنی عن شرط غلبۃ الماء من حیث
الاجزاء کما ذہب الیہ وہلہ رحمہ اللہ تعالی وثالثا (۱۵۱) قد لا یغلب الشیئ علی الماء اجزاء ویزیل اسمہ عنہ
کما یاتی فی الزعفران والزاج والعفص فی النبیذ فلا یغنی الشرط الاول عن الثانی ورابعا (۱۵۲) لا یغنی الثانی عن
الثالث لان بزوال الرقۃ لا یسمی ماء قال فی الفتح خالط جامد فسلب رقتہ لیس بماء مقید بل لیس بماء اصلا کما
یشیر الیہ قول المصنف فی المختلط بالاشنان الا ان یغلب فیصیر کالسویق لزوال اسم الماء عنہ اھ فالعجب تعرضہ
بحکم الرقۃ حیث لم یکن وترکہ حیث کان ثم راجعت الغنیۃ فرأیتہ عکس فاصاب فی افادۃ ان الثالث تفسیر
قال والشترط المعدم زوال اسم الماء یغنی عن شرط الرقۃ فان الغلیظ قد زال عنہ اسم الماء الا ان یقال انہ یکون تفسیرا لزوال اسم الماء (۷۲) وہ
پانی کہ اس کی کثرت جوش کی بو وغیرہ میں تغیر آگیا جوہرہ نیرہ میں ہے لو تغیر الماء بالطبخ کان حکمہ حکم الماء المطلق (۷۳) یونہی کنویں کا پانی جس میں بھرا
سڑ کر جو بو آجاتی بلکہ رنگ و مزہ سب متغیر ہو جاتا ہے (۷۴) وہ تالاب جس میں سن گلائی گئی ہو اور اس کے سبب اس کے تینوں وصف بدل گئے
فتاوی شیخ الاسلام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی میں ہے سئل عن الوضوء والاغتسال بماء تغیر لونہ وطعمہ وریحہ

وفی کف ۱۴۹ علی المنیۃ
وفی حظ ۱۵۰ تطفل ۲ علیہ
النوری ق النوم
وتطفل ۳ علیہما
وتطفل ۴ علیہما

بجبلہ المعلق علیہ لاخراجہ الماء عن طبعہ فلا یجوز اما الاجاب فیجوز عند جمہور اصحابنا اھ ملتقطا (۷۵) کونڈے میں آٹے کا لگاؤ ہو اوس میں پانی رکھنے سے مزے وغیرہ میں تغیر آجاتا ہے اس پانی سے وضو روا ہے فتح القدیر میں ہے قد اغتسل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم الفتح من قصعۃ فیہا اثر العجین رواہ النسائی والماء بذلک یتغیر ولم یعتبر المغلوبیۃ (۷۶) حوض کے کنارے درخت ہیں موسم خزاں میں پتے کثرت سے گرے کہ حوض کا پانی دیکھنے میں سبز معلوم ہوتا ہے مگر ہاتھ میں لینے سے صاف نظر آتا ہے اوس سے وضو بالاتفاق جائز ہے (۷۷) پتے اتنے گرے کہ واقعی پانی سبز ہوگیا چلو میں بھی سبز معلوم ہوتا ہے صحیح مذہب میں اب بھی قابل وضو ہے جب تک گاڑھا ہو کر اپنی رقت سے نہ اوتر جائے **اقول** ۱۴۹۴ ف ہاں مگر اس حالت میں اوس سے احتراز بہتر ہے کہ ایک جماعت علماء اوس سے وضو صحیح ہونے کے قائل نہیں امام صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں فرمایا اما الماء المتغیر بکثرۃ الاوراق الواقعۃ فیہ حتی اذا رفع فی الکف یظہر فیہ لون الاوراق فلا یجوز بہ الوضوء لانہ کماء الباقلی فتاوٰی غزی میں ہے وبعضہم ذہب الی عدم الجواز بالماء الذی غیرتہ کثرۃ الاوراق بحیث یظہر لونہا فی کف من غرفہ کما جزم بہ فی الکنز وغیرہ اھ **اقول** ۱۴۹۵ ف انما نص الکنز انہ ما تغیر بکثرۃ الاوراق اھ ولیس فیہ ذکر ظہور اللون بالرفع فی الکف وانما ضمیر تغیر للماء والماء عبارۃ عن العین فتغیر عینہ بذھاب رقتہ اجرمان قال فی البحر محمول علی ما اذا زال عنہ اسم الماء بان صار ثخینا اھ ورحم اللہ العلامۃ الحلبی اذ اوضح المراد وازاح الاوھام بقولہ فی متنہ الملتقی لا بما خرج عن طبعہ بکثرۃ الاوراق اھ قال فی مجمع الانہر طبعہ ہو الرقۃ والسیلان اھ

اقول ۱۴۹۶ ف ولم یکن بعد محل لان یعللہ بتغیر اوصافہ جمیعا ویقول من جوزہ الاساتذۃ اما ما نقل عن الفرائد عن اخی چلبی انہ لا یمکن الحمل الا علی اختلاف الروایتین ثم قال لکن یمکن الحمل علی ما بین انفا اھ

فاقول ۱۴۹۷ ف **اولا** ما بین صریح منطوق المتن فتعبیرہ بالحمل تضعیف بمکان لا محل لہ **وثانیا** لا محل لہذا الحمل فی کلام صدر الشریعۃ کما یاتی من کلام الحلیۃ فلا محید عن الاختلاف ومن المسامحۃ تعبیرہ باختلاف الروایتین فان قول المشایخ لا یقال لہ روایۃ منیہ میں ہے اذا تغیر لون الماء او ریحہ او طعمہ بطول المکث او بسقوط الاوراق تجوز بہ الطہارۃ الا اذا غلب لون الاوراق فیصیر مقیدا حلیہ میں ہے اخذہ مما فی الذخیرۃ وتتمۃ الفتاوی الصغری سئل الفقیہ احمد بن ابرہیم المیدانی عن الماء الذی تغیر لونہ لکثرۃ الاوراق الواقعۃ فیہ حتی یظہر لون الاوراق فی الکف اذا رفع الماء منہ ھل یجوز التوضی بہ قال لا ولکن یجوز شربہ وغسل الاشیاء بہ اما شربہ وغسل الاشیاء فلانہ طاہر واما عدم جواز التوضی بہ فلانہ لما غلب علیہ لون الاوراق صار مقیدا کماء الباقلاء وغیرہ لکن نص فی تحفۃ الفقہاء علی انہ عند الضرورۃ یجوز التوضی بماء تغیر بامتزاج

https://www.facebook.com/darahlesunnat

غیرتہ من حیث اللون والطعم بان وقع الاوراق والثمار فی الحیاض حتی تغیر لانہ تتعذر صیانۃ الحیاض عنہا اھ

اقول [۱۴۹۹] فاذن یکون ھذا قولا ثالثا انہ انما یجوز الوضوء بہ عند الضرورۃ والا لا و تبعہ فی مجمع الانہر ولیس ھکذا لو انما نص ابن ملک فی شرح التحفۃ وھو عین نصہ لو تغیر الماء المطلق بالطین او بالتراب او بالجص او بالنورۃ او بوقوع الاوراق او الثمار فیہ او بطول المکث یجوز التوضؤ بہ لانہ لم یزل عنہ اسم الماء وبقی معناہ ایضا مع ما فیہ من الضرورۃ الظاھرۃ لتعذر صون الماء عن ذلک اھ فلم یقید بالضرورۃ ولم یتعرض جھۃ علیہا بل عللہ بانہ ماء مطلق یاتی علی اطلاقہ وایدہ بانہ ساقط الحکم للضرورۃ وفرق [۱۵۰۰] بین بناء الحکم علی الضرورۃ بحیث یتقید بہا وبین اسقاط حکم رأسا للضرورۃ اللازمۃ وھذا من ذلک الا تری انہ نظمہ مع المخلوط بالتراب ونحوہ فی سلک واحد وھل یسوغ لاحد ان یقول انما یجوز الوضوء بماء کدر اذا لم یجد غیرہ والا لم یصح ثم [۱۵۰۱] لا نظیر لھذا فی المذھب ان یجوز الوضوء بماء عند الضرورۃ لا فی السعۃ اما نبیذ التمر فانما الحکم فیہ علی خلاف المعتمد المفتی بہ لاجل ورود النص فعدل بہ عن سنن القیاس عند عدم الماء المطلق کما نصوا علیہ وسیاتی ولا مساغ لھذا ھھنا وباللہ التوفیق ثم لو ورد علیہ فی الحلیۃ نفسھا بما حاصلہ ان لا معنی للتفرقۃ بین السعۃ والضرورۃ فان الشرع لم ینقل المکلف عن الماء المطلق عند عدم القدرۃ علیہ الی الماء المقید فی حالۃ دون حالۃ بل نقلہ عند العجز عنہ الی التیمم فی سائر الحالات اعنی سواء کان یجد مع ذلک الماء المقید او لم یجدہ ایضا فان کان ھذا ماء مطلقا جاز الوضوء مطلقا والا لم یجز مطلقا اھ بمحصلہ **اقول** [۱۵۰۲] ھذا ایراد علی ما فھمہ رحمہ اللہ تعالی من کلام التحفۃ لا علیہ کما علمت وللہ الحمد (۷۸) پھلوں کے گرنے (۷۹) تالاب میں سنگھاڑے کی بیل سڑ جانے سے پانی کے سب اوصاف بدل جائیں جب بھی حرج نہیں جبتک رقیق وسیال رہے تنویر الابصار و درمختار میں ہے (یجوز بماء خالطہ طاھر جامد) مطلقا (کفاکھۃ وورق شجر) وان غیر کل اوصافہ (فی الاصح ان بقیت رقتہ) ای واسمہ اھ **اقول** [۱۵۰۳] احتاج الی زیادۃ واسمہ لکلامہ فی کل طاھر جامد ومنہ ما یزیل الاسم مع بقاء الرقۃ کما یاتی فی الزعفران ونحوہ فلا یجوز الوضوء بہ مع بقاء رقتہ ونحن فی غنی من ھذا القید ھھنا فانہ ھنا لا یتبدل الاسم ما دامت الرقۃ فلذا لم نعرج علیہ نہر و در میں ہے وان غیر اوصافہ فی الاصح غنیہ و حلیہ میں ہے ھو الاصح بل الصحیح کما قال فی المنبع شرح الوہاج علمگیریہ و جوہرہ نیرہ و فتاوٰی غزی میں ہے فان تغیرت اوصافہ الثلثۃ بوقوع اوراق الاشجار فیہ وقت الخریف فانہ یجوز بہ الوضوء عند عامۃ اصحابنا رحمہم اللہ تعالی مجتبی شرح قدوری پھر فتاوٰی غزی میں ہے لو غیر الاوصاف الثلثۃ بالاوراق ولم یسلب اسم الماء عنہ ولا معناہ فانہ یجوز التوضوء بہ نہایہ امام سغناقی پھر عنایہ و حلیہ و غنیہ و بحر و نہر و مسکین و ردالمحتار کتب کثیرہ میں ہے المنقول عن الاساتذۃ انہ یجوز حتی لو ان اوراق الاشجار وقت

ف۱: تطفل علی العلامۃ مجمع الانہر
ف۲: فرق بین تعلیق حکم بضرورۃ واسقاطہ رأسا لضرورۃ
النورق / النور
ف۳: تطفل ثالث علیہما
ف۴: تطفل ثالث علیہما

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الخريف تقع فی الحیاض فیتغیر ماؤها من حیث اللون والطعم والرائحۃ ثم انھم یتوضؤون منھا من غیر نکیر وفی المحاربین ینبغی ان یکون وان غیر کل اوصافہ فی الاصح فی مقابلہ ما قیل انہ ان ظھر لون الاوراق فی الکف لا یتوضؤ بہ لکن یشرب والتقیید بالکف اشارۃ الی کثرۃ التغیر لان الماء قد یری فی محلہ متغیر اللونہ لکن لو رفع منہ شخص فی کفہ لا یراہ متغیرا لتامل اھ **اقول** لا ادری لم امر بالتامل وھو امر صحیح مشاھد ھذا وزعم یوسف چلپی فی ذخیرۃ العقبی الاصح ما ذکرہ الشارح یرید صدر الشریعۃ لانہ بغلبۃ لون الاوراق صار مقیدا اھ **اقول** ھو رحمہ اللہ تعالی لیس من اھل الترجیح ولم یسندہ لمعتمد فلا یعارض ما علیہ الجمھور ونصوا انہ الاصح ونص الامام النسفی فی المستصفی عن شیخہ شمس الائمۃ الکردری انھا الروایۃ الصحیحۃ کما سیأتی وامّا ما استدل بہ فمصادرۃ علی المطلوب وکفی ردا علیہ قول المحقق فی الفتح تقع الاوراق فی الحیاض زمن الخریف فیمر الرفیقان ویقول احدھما للاخر ھنا ماء تعال نشرب ونتوضأ فیطلقہ مع تغیر اوصافہ لانتقاعہا فظھر لنا من اللسان ان المخالط المغلوب لا یسلب الاطلاق اھ وقال المحقق فی الحلیۃ لعل ما نقل من وضوء الاساتذۃ من الماء المذکور کان فیما اذا لم تغیر فی صفاتہ الثلاثۃ بحیث لم یزل عنہ اسم الماء المطلق اذ لیس کل تغییر فی مجموع الصفات الثلاث یوجب جعل ذلک الماء مقیدا بل ھذا ھو الظاھر من حالھم اذ لا یظن بھم الوضوء بالماء المقید اھ **اقول** ان اراد ان کثرۃ تغیر الاوصاف بوقوع الاوراق یجعل الماء مقیدا مع بقاء رقتہ فغیر مسلم واذا وقع فبوقوع الاوراق ومع بقاء الرقۃ لا یزول اسم الماء ابدا وان تغیرت الاوصاف کلھا وان اراد بالتغیر الکثیر زوال الرقۃ فلا حاجۃ الی الترجی بل ھو المراد قطعا قال فی العنایۃ بعد نقل النھایۃ وکذا اشار فی شرح الطحاوی الیہ لکن شرطہ ان یکون باقیا علی رقتہ اما اذا غلب علیہ غیرہ وصار ثخینا فلا یجوز اھ ثم قال فی الحلیۃ کما ان الظاھر ان محل جواب المطلق فی المذکور ما بلغ بہ ما وقع فیہ الاوراق الحد التقیید فان تغیر الماء بکثرۃ الاوراق الواقعۃ فیہ یوجب تغیر الطعم بل والرائحۃ ایضا ان کانت الاوراق ذات رائحۃ اھ **اقول** فکان ماذا فقد ذکرتم ان لیس کل تغیر فی الصفات الثلاث جمیعا یوجب جعل الماء مقیدا ولا تقیید ھھنا الا بزوال الرقۃ والامام المیدانی انما بنی الجواب علی ظھور لون الاوراق فی الکف وبھذا القدر جعلہ مقیدا وبہ صرح صدر الشریعۃ ومعلوم انہ لا یستلزم الثخانۃ فانی ینفع التاویل وعلی اللہ شم علی رسولہ التعویل جل جلالہ وعلیہ الصلاۃ والسلام بالتبجیل (ف۸۰ و ۸۱) شنجرف یا کسم زردی کاٹنے کے لیے پانی میں بھگو دیتے ہیں جب زردی کٹ آئی پانی پھینک دیتے ہیں یہ پانی اگرچہ اسکی رنگت وغیرہ بدل گئی قابل وضو ہے جبکہ گاڑھا نہ ہوگیا ہو خانیہ میں ہے التوضؤ بزردج العصفر یجوز ان کان رقیقا ۔۔۔ الماء غالبا **اقول** والحاصل

ف: معروضۃ علی العلامۃ یوسف چلپی
ف: علی محشی صدر الشریعۃ لیس من اھل الترجیح
ف: معروضۃ علی ۔۔۔
النور ق / النور و
ف: معروضۃ علی ۔۔۔
ف: تطفل علی الحلیۃ
ف: تطفل علی ۔۔۔

واحد فکانہ اضیف الیہ بالعطف علیہ تعلیلا (لہٰذا زرنیخ میں ہے ماء الزردج والصابون والعصفر لو رقیقا یسیل علی العضو یجوز بہ) یعنی یہی وہو الصحیح کذا اختارہ الناطفی والامام السرخسی رحمہما اللہ تعالٰی مغرب میں ہے ماء الزردج ہو ما یخرج من العصفر المنقوع فیطرح ولا یصبغ بہ اسی طرح جوہرہ وغنیہ وحلیہ وغیرہا میں ہے **اقول** ۱۵۱۰ انما الزردج معرب زردہ وہی الصفرۃ التی تخرج من العصفر فی الماء المنقوع فیہ لا فسمی ذلک الماء ماء الزردج لا ان ماء یخرج من العصفر یسمی ماء الزردج ہذا ہو الوجہ عندی فی اللفظ وتبعوا فیہ المطرزی وکانہم لم یتقنہ لخلو کتب اللغۃ عنہ حتی القاموس المدعی الاحاطۃ وتاج العروس المستدرک علیہ کثیرا ولا الکلمۃ من لسان العرب واللہ تعالٰی اعلم (۸۲ و۸۳) جس پانی میں گچ یا چونہ مل جائے کقولہ المزیل عنہ اسم الماء فیبقی معناہ ایضا (۸۴) چونے کا پانی کہ بجھنے کے بعد تہ نشین ہوتی اور اوپر نتھرا پانی رہ جاتا ہے جس میں قدرے سپیدی متفرق طور پر رہتی ہو اسے چونے کا پانی کہتے ہیں قابل وضو ہے اذ لم یزل اسم الماء والطبعہ (۸۵) ریشم پکانے کے لیے کیسوں کو پانی میں جوش دیتے ہیں اور انہیں ریشم کے کیڑے چھپے ہوتے ہیں اوس پانی سے وضو جائز ہے کیڑے مرے ہوں یا خشک جب تک اس قدر کثرت سے نہ ہوں کہ اونکے اجزا پانی پر غالب آجائیں جواہر الفتاوٰی باب ثانی فتاوٰی امام جمال الدین بزدوی میں ہے الفیلق اذا طرح فی الماء الذی اغلی بالنار لسل الابریسم والفیلق دود میتۃ یابسۃ او غیر یابسۃ بقیت فی الماء یکون طاہرا لانہ لیس لہ دم سائل وان غلب اجزاؤہا علی الماء یمنع التوضی بہ کما لو غلب شیئ اٰخر درمختار میں ہے فی الوہبانیۃ دود القز وماؤہ وبزرہ وخرؤہ طاہر کدودۃ متولدۃ من نجاسۃ ردالمحتار میں شرح وہبانیہ للعلامۃ عبدالبر سے ہے یحتمل ان المراد ما یوجد فیما یہلک منہ قبل ادراکہ وہو شبیہ باللبن او الذی یغلی فیہ عند حلہ حریرا (۸۶) پانی میں مینڈک یا کوئی آبی جانور یا وہ غیر آبی جسمیں خون سائل نہ ہو جیسے زنبور کژدم مکھی وغیرہا مر جائے اوس سے وضو جائز ہے اگرچہ ریزہ ریزہ ہوکر اوسکے اجزا پانی میں ایسے ملجائیں کہ جدا نہ ہوسکیں بشرطیکہ پانی اپنی رقت پر رہے ہاں اس حالت میں اوسکا پینا یا شوربا کرنا حرام ہوگا جبکہ وہ جانور حرام ہو اور اگر بحری یا غیر طافی مچھلی ہو تو یہ بھی جائز درمختار میں ہے لو تفتت فیہ نحو ضفدع جاز الوضوء بہ لا شربہ لحرمۃ لحمہ قال ش عن البحر لانہ صارت اجزاؤہ فی الماء فیکرہ الشرب تحریما اھ **اقول** ۱۵۱۱ کل مالا یؤکل فیہ حرام غیر الجراد والسمک الغیر الطافی واذا اختلطت اجزاؤہ بالماء فازدرادہا فی شربہ متیقن فای وجہ للنزول من الحرمۃ الی کراہۃ التحریم و راجعت البحر فوجدت نصہ ہکذا روی عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی اذا تفتت الضفدع فی الماء کرہت شربہ لا للنجاسۃ بل لحرمۃ لحمہ وقد صارت اجزاؤہ فی الماء وہذا تصریح بان کراہۃ شربہ تحریمیۃ وبہ صرح فی التجنیس فقال یحرم شربہ **اقول** ۱۵۱۲ الکراہۃ فی عرف القدماء اعم من الحرمۃ یقولون اکرہ کذا والمعنی احرمہ راجع کتابی فصل القضاء فی رسم الافتاء فمعنی قول البحر ان الکراہۃ فی کلام الامام للتحریم الاترٰی الی قولہ وبہ صرح فی التجنیس وانما صرح بانہ حرام (۸۷) چاول مجھٹی دال موکر ڈالے جاتے ہیں

https://www.facebook.com/darahlesunnat

انکے دھونے سے جو پانی بچا قابلِ وضو ہے جبکہ بے وضو ہاتھ سے نہ دھوئے ہوں اگرچہ اوسکے رنگ میں ضرور تغیر آجاتا ہے بلکہ اگرچہ مزہ و بو بھی بدل جائیں **اقول** ۱۵۱۳ وھذا عندی وفاقا حتی من یجعل ماء الحمص والباقلاء المنقوعین فیہ مقیدا لان مجرد الغسل لایسری الیہ ما یسری بالنقع والتغیر الذی یحدث بہ لیس للحب بل لما علیہ من نحو الغبار واللّٰہ تعالٰی اعلم (۸۸) جس پانی میں چنے بھگوئے کتنی ہی دیر بھیگے رہیں تحقیق یہ ہے کہ اوس سے وضو جائز ہے کہ اناج کے اجزا اوس میں ملکر اوسے گاڑھا کردیں کہ اپنی رقت وسیلان پر باقی نہ رہے (۸۹) یونہی جس میں باقلا بھگوئیں یونہیں ہر اناج مختصر امام ابو الحسن قدوری میں تھا لا (ای لا یجوز الوضوء) بماء غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء کماء الباقلاء والمرق اسپر ہدایہ میں فرمایا المراد بماء الباقلاء وغیرہ ما تغیر بالطبخ فان تغیر بدون الطبخ یجوز التوضی بہ اھ واقرہ علیہ فی الفتح والعنایۃ وتبعہ فی الجوھرۃ فقال قولہ کماء الباقلاء المراد المطبوخ بحیث اذا برد ثخن وان لم یطبخ فھو من قبیل تغیر الطاھر بماء خالطہ شیئ طاھر اھ **اقول** ۱۵۱۴ رحم اللّٰہ الشیخ الامام وحمنا بہ کلام ابی الحسن فیما اذا اخرجہ عن طبع الماء بان اختلطت فیہ اجزاؤہ فثخن ولم یبق رقیقا وحینئذ لایجوز التوضی بہ وان لم یطبخ وقد قال فی الوقایۃ لا بماء زال طبعہ بغلبۃ غیرہ اجزاء او بالطبخ کماء الباقلاء والمرق فقال الامام الشارح المراد بہ ان یخرجہ عن طبع الماء وھو الرقۃ والسیلان فماء الباقلاء نظیر ما غلب علیہ غیرہ اجزاء والمرق نظیر ما غلب علیہ بالطبخ اھ وفی الاصلاح والایضاح لا بماء زال طبعہ وھو الرقۃ والسیلان بغلبۃ غیرہ اجزاء کماء الباقلاء اھ نعم الظاھر مما مر عن الذخیرۃ والتتمۃ عن المیدانی وتبعہ صدر الشریعۃ من قیاسہ تلون بوقوع الاوراق علی ماء الباقلاء ان المراد ما نقع فیہ فغیرہ وصفا لا ذاتا وھو خلاف المعتمد ففی الخانیۃ یجوز التوضؤ بماء القی فیہ حمص او باقلاء لیبتل وتغیر لونہ وطعمہ ولکن لم تذھب رقتہ اھ وفی الفتح فی الینابیع لو نقع الحمص والباقلاء وتغیر لونہ وطعمہ وریحہ یجوز التوضی بہ اھ ومثلہ عنھا فی فتاوی الغزی ومثلہ فی المنیۃ وعزاہ فی الحلیۃ للملتقط وتجنیس الملتقط والظھیریۃ

فائدہ اقول ۱۵۱۵ یہاں سے ظاہر ہوا کہ گھوڑے کے دانے سے جو پانی توبڑے میں بچ رہا قابلِ وضو ہے جبکہ رقیق سائل ہو اور اوسے بے وضو ہاتھ نہ لگا ہو کہ مذہب صحیح میں گھوڑے کا جھوٹا قابلِ وضو ہے درمختار میں ہے وسؤر ماکول اللحم ومنہ الفرس فی الاصح طاھر طھور بلا کراھۃ (۹۰) یہ ہوا اور (۹۱) گائے بھینس بکری وغیرہ حلال جانوروں کا جھوٹا جبکہ اوس وقت اونکے مونھ کی نجاست نہ معلوم ہو اگرچہ نر ہو اور بعض نے کہا نر کا جھوٹا ناپاک ہے کہ اوسکی عادت ہوتی ہے کہ جب مادہ پیشاب کرے اپنا مونھ وہاں لگا کر سونگھتا ہے نیز زمین پر اگر اوسکا پیشاب پڑا پائے تو اوسے مگر صحیح طہارت ہے درمختار میں ہے سؤر حمار اھلی ولو ذکرا فی الاصح مشکوک فی طھوریتہ لا طھارتہ ردالمحتار میں ہے قولہ فی الاصح قال

https://www.facebook.com/darahlesunnat

قاضی خان و مقابلہ القول بنجاستہ انہ یتنجس فمہ بشم البول قال فی البدائع وھو غیر سدید لانہ امر موھوم لاتغلب وجودہ فلا یؤثر فی ازالۃ الثابت بحرالرائق **اقول** ان کان للمناط الندرۃ یظھر تنجیس سؤر التیس فان شمہ بول العنز ان کان نادرا فانہ یتکرر منہ کل یوم مرارا انہ یدنی ذکرہ و للمذی و البول نابعان فیمصہ بل الوجہ عندی واللہ تعالٰی اعلم ان الجفاف سبب الطھارۃ فی ابدان الحیوانات کما فی الارض و قد حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی باب الانجاس من فتاوٰنا واللہ تعالٰی اعلم **اقول** ثم اگر یہیں کہ بیل وغیرہ نے مادہ کا پیشاب سونگھا یا بکرے نے اپنا آلۂ تناسل نکال کر چوسا اور اوس وقت مذی و بول نکل رہی تھے اور قبل اسکے کہ اوسکا مونھ پاک ہو جائے پانی میں ڈال دیا تو اب بیشک پانی ناپاک ہو جائیگا اور اگر چار برتنوں میں مونھ ڈالا تو پہلے تین ناپاک ہیں چوتھا پاک و قابل وضو۔ اسے نمبر ۲۲ کے ساتھ لکھنا تھا مگر ارادہ الٰہیہ یونہیں واقع ہوا و لہ الحمد علی ما صنع، و علی ما اعطی و علی ما منع، و صلی اللہ تعالٰی و بارک و سلم علی الشفیع المشفع، و اٰلہ و صحبہ و ابنہ و حزبہ اجمع (۹۲) پانی میں کولتار پڑ گیا جس سے اوسمیں سخت بدبو آگئی مگر گاڑھا نہ ہو گیا اوس سے وضو جائز ہے فتاوٰی زینیہ میں ہے سئل عن الماء المتغیر ریحہ بالقطران ھل یجوز الوضوء منہ ام لا اجاب نعم یجوز لہ والقطران بالفتح و بالکسر و کظربان عصارۃ الابھل و الارزۃ قاموس و الارز ثمر الصنوبر قالہ ابو حنیفۃ تاج العروس و مثلہ فی بلادنا ما ذکر **اقول** ۱۵۱۸ مگر بوجہ خبث رائحہ مکروہ ہونا چاہئے خصوصًا اگر اوسکی بدبو نماز میں باقی رہی کہ باعث کراہت تحریمی ہوگی (۹۳) پانی میں روٹی بھگوئی اسکے تو اجزا جلد منتشر ہو جاتے ہیں مگر جبتک پانی کو ستو کی طرح گاڑھا نکر دیں رقیق و سیال رہے قابل وضو ہے اگرچہ رنگ مزہ بو سب بدل جائیں خانیہ میں ہے لو بل الخبز بالماء و بقی رقیقا جاز بہ الوضوء (۹۴) یونہیں جس میں آم بھگوئے (۹۵) **اقول** ۱۵۱۹ اسی طرح گوشت کا دھوون اگرچہ پانی میں ایک گونہ سرخی آجائے کہ صحیح مذہب میں گوشت کا خون بھی پاک ہے نہ کہ وہ سرخی کہ بعض جگہ اوسکی سطح پر ہوتی ہے وہ پانی میں دھل جاتی ہے رد المحتار میں بزازیہ سے ہے الدم الخارج من اللحم المھزول عند القطع ان منہ فطاھر و کذا دم مطلق اللحم (۹۶) صابون (۹۷) اُشنان کہ ایک گھاس ہے اوسے حرض بھی کہتے ہیں (۹۸) ریحان جسے اس بھی کہتے ہیں (۹۹) بابونہ (۱۰۰) خطمی (۱۰۱) بیری کے پتے کہ یہ چیزیں میل کاٹنے اور زیادت نظافت کو غسل میں شامل کیجاتی ہیں اوس سے غسل و وضو جائز ہے اگرچہ اوصاف میں تغیر آجائے جبتک رقت باقی رہے مختصر امام ابو الحسن میں ہے یجوز الطہارۃ بماء خالطہ شیئ طاھر فغیر احد اوصافہ کماء المد و الماء الذی اختلط بہ اللبن او الزعفران او الصابون او الاُشنان اسپر جوہرہ نیرہ میں ہے فان غیر وصفین فعلی اشارۃ الشیخ لا یجوز الوضوء و لکن الصحیح انہ یجوز کذا فی المستصفی حلیہ میں ہے التقیید باحد الاوصاف الثلثۃ فیہ نظر فقد نقل الشیخ حافظ الدین فی المستصفی عن شیخہ العلامۃ الکردری ان الروایۃ الصحیحۃ خلافہ مجتبے شرح قدوری میں ہے قول المصنف فغیر احد اوصافہ لا یفید التقیید بہ حتی لو تغیر

الاوصاف الثلثۃ بالاشنان او الصابون او الزعفران لم یسلب اسم الماء عنہ ولا معناہ فانہ یجوز التوضؤ بہ۔ فتاوی امام قاضی خان میں ہے: ماء صابون وحرض ان بقیت رقتہ ولطافتہ جاز التوضؤ بہ (۱۰۲ تا ۱۰۷) یہی چھ چیزیں اگر پانی میں ملا کر جوش دی جائیں جب بھی وضو جائز ہے جبتک رقت باقی ہے۔ ہدایہ میں ہے: ان تغیر بالطبخ بعد ما خلط بہ غیرہ لا یجوز التوضی بہ الا اذا طبخ فیہ ما یقصد بہ المبالغۃ فی النظافۃ کالاشنان ونحوہ لان المیت قد یغسل بالماء الذی اغلی بالسدر بذٰلک وردت السنۃ الا ان یغلب ذٰلک علی الماء فیصیر کالسویق المخلوط لزوال اسم الماء عنہ۔ فتاوی شیخ الاسلام غزی میں ہے: ماء الصابون لو رقیقا یسیل علی العضو یجوز الوضوء بہ وکذا لو اغلی بالاشنان وان ثخن لا کما فی البزازیۃ۔ خانیہ میں بعد عبارت مذکورہ آنفا ہے: وکذا لو طبخ بالماء ما یقصد بہ المبالغۃ فی التنظیف کالسدر والحرض وان تغیر لونہ ولکن لم تذہب رقتہ یجوز وان صار ثخینا مثل السویق لا۔ منیہ وغنیہ میں ہے: ذکر فی المحیط لو توضأ بماء اغلی باشنان او باس جاز الوضوء بہ ما لم یغلب علیہ بان اخرجہ عن رقتہ۔ حلیہ میں ہے: فی الذخیرۃ وتتمۃ الفتاوی الصغری نقلا عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی اذا طبخ الاٰس او البابونج فی الماء فان غلب علی الماء حتی یقال ماء البابونج والاٰس لا یجوز التوضی بہ انتہی۔ وعزی الی الاجناس بما نصہ قال محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی الماء الذی یطبخ فیہ الریحان او الاشنان اذا لم یتغیر لونہ حتی یحمر بالاشنان او یسود بالریحان وکان الغالب علیہ الماء فلا باس بالوضوء بہ فمحمد یراعی لون الماء وابو یوسف غلبۃ الاجزاء ثم فی التتمۃ والذخیرۃ والحاصل من مذہب ابی یوسف ان کل ماء خالطہ شیئ یناسب الماء فیما یقصد من استعمال الماء وھو التطہیر فالتوضی بہ جائز بشرط ان لا یغلب ذٰلک المخلوط علی الماء حتی لا تزول بہ الصفۃ الاصلیۃ وھی الرقۃ وذٰلک مثل الصابون او الاشنان وان کان ذٰلک المخلوط لا یناسب الماء فیما یقصد من استعمال الماء ففی بعض الروایات اشترط لمنع جواز التوضی غلبۃ ذٰلک الشیئ الماء وفی بعض الروایات لم یشترط ومحمد اعتبر فی جنس ہذہ المسألۃ غلبۃ المخلوط الماء لمنع جواز التوضی ولکن فی بعضہا اشار الی الغلبۃ من حیث اللون وفی بعضہا اشار الی الغلبۃ من حیث الاجزاء بحیث تسلب صفۃ الرقۃ من الماء ویبدل لہا بضدہا وھی الثخونۃ اھ انتہی نیز حلیہ میں ایک کلام بدائع نقل کرکے فرمایا: ذکر فیہا وفی التحفۃ ومحیط رضی الدین وفتاوی قاضی خان وغیرہا اذا کان المخالط مما یطبخ بالماء او یخلط لزیادۃ التطہیر لا یمنع التوضی بہ ولو تغیر لون الماء او طعمہ وذٰلک کالصابون والاشنان والسدر الا اذا صار غلیظا بحیث لا یجری علی العضو فانہ حینئذ لا یجوز لانہ زال عنہ اسم الماء اھ **اقول** (۱۵۲) واضفت الخطمی اخذا مما قالوا فی الجنائز یغسل راسہ ولحیتہ بالخطمی ان وجد والا فبالصابون ونحوہ تنویر۔ وفی التبیین اغتسل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وغسل راسہ بالخطمی وھو جنب واکتفی بہ ولم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

(۱۰۸ و ۱۰۹) **اقول**[۱۵۲۱] دوا یا غذا پانی میں پکانے کو ڈالی اور آنچ کی مگر وہ شے ابھی کچی ہے اور پانی گاڑھا نہ ہوگیا تو اوس سے وضو جائز ہے لانہ لم یوجد الطبخ ولا خرج الطبع فلا الاسم قال ش عن القاموس الطبخ ہو الانضاج استواء[۱] اھ وقال فی الغنیۃ القاعدۃ فی المخالطۃ بالطبخ ان ینضج المطبوخ فی الماء

(۱۱۰) **اقول**[۱۵۲۲] یوہیں چاء دم کرنے کو گرم پانی میں ڈالی یا جوش ہی میں شریک کی اور جلد نکال لی کہ اثر نکرنے پائی پانی اس قابل نہوا کہ اوسے چائے کہہ سکیں اگرچہ ہلکی سی ہلکی تو اوس سے بھی وضو میں حرج نہیں لبقاء الاسم والطبع وایضا عدم الانضاج والطبخ یہاں پانی کی رنگت پر نظر ہوگی اور صورت سابقہ میں اوسکی رقت اور شے جوشاندہ کی حالت پر (۱۱۱ تا ۱۱۴) عرق گاؤزبان یا اوتری ہوئی گلاب کیوڑا بید مشک جنمیں خوشبو نہ رہی اور اتنے ہلکے ہیں کہ کوئی مزہ بھی محسوس نہیں ہوتا پانی میں کسیقدر ملجائیں جبتک پانی سے مقدار میں کم ہونگی مثلاً گلاب گھڑے میں ہی گھڑے اگلے تک بھرا تو اوس سے وضو ہو سکتا ہے بحر الرائق میں ہے ان کان مائعا موافقا للماء فی الاوصاف الثلثۃ کالماء الذی یؤخذ بالتقطیر من لسان الثور وماء الورد الذی انقطعت رائحتہ اذا اختلط بالمطلق فالعبرۃ للاجزاء فان کان الماء المطلق اکثر جاز الوضوء بالکل وان کان مغلوبا لا یجوز وان استویا لم یذکر فی ظاہر الروایۃ وفی البدائع قالوا حکمہ حکم الماء المغلوب احتیاطا اھ وعبارۃ الدرر والمستخرج من النبات بالتقطیر تعتبر فیہ الغلبۃ بالاجزاء اھ **اقول**[۱۵۲۳] واطلاقہ یناقض ضابطتہ التی تبع فیہا الامام الزیلعی فان من المستقطر ما یخالف الماء فی وصف او وصفین او الثلاثۃ کما لا یخفی

(۱۱۵) یوہیں ہر عرق کہ پانی سے رنگ مزہ و بو کسی میں ممتاز نہو جیسے عطاروں کے یہاں کے اکثر عرق **ثم اقول**[۱۵۲۴] کمی بیشی میں اعتبار مقدار کا ہے اور انمیں بہت چیزیں پانی سے ہلکی ہوتی ہیں تو اگر وزن میں کمی لیجائے بارہا مقدار میں بیشی ہو جائیگی لہذا ہمنے لبالب گھڑے اور گلے تک بھرے سے تمثیل دی وبہ ظہر[۱۵۲۵] ما فی عبارۃ المنحۃ حیث فسر العبرۃ للاجزاء بقولہ ای القدر والوزن اھ وفی عبارۃ ابی السعود اذ قال الغلبۃ من حیث الوزن اھ وقد نص محمد ان الماء کیلی واجمع ائمتنا انہ لیس بوزنی وقال العینی ثم الشلبی لو کان الماء رطلین والمستعمل رطلا فحکمہ حکم المطلق وبالعکس کالمقید لم ولکن العجب من العلامۃ الشرنبلالی قال فی نور الایضاح وشرحہ الغلبۃ فی مائع لا وصف لہ یخالف الماء تکون بالوزن فان اختلط رطلان من المستعمل او ماء الورد الذی انقطعت رائحتہ برطل من الماء المطلق لا یجوز بہ الوضوء وبعکسہ جاز اھ فذکر الوزن وعاد الی الکیل **نوع آخر** اس نوع میں وہ اشیا مذکور ہونگی جنکی بعض صورتوں میں حکم منقول کتب کچھ ہے اور ضابطۂ امام زیلعی جس کا بیان بعونہ تعالٰی فصل چہارم میں آتا ہے اوسکا مقتضی کچھ۔ ان اشیا کی جس صورت میں حکم منقول و مقتضائے ضابطہ جواز پر متفق ہیں وہ اس قسم اول میں مذکور ہوگی اور جسمیں عدم جواز پر متفق ہیں وہ قسم دوم میں اور جہاں دونوں مختلف ہیں وہ صورتیں قسم سوم کے لیے ہیں۔ یہ اشیا وہ صنف ہیں

صنف اوّل خشک چیزیں (۱۱۶) پانی میں چھوہارے ڈالے اور ابھی تھوڑی دیر گزری کہ نبیذ نہ ہوگیا اگرچہ خفیف سی شیرینی اوس میں آگئی اوس سے بالاتفاق وضو جائز ہے کتاب المفید والمزید پھر عینی شرح صحیح بخاری تبیین حلیہ[۱] وہندیہ وغیرہا میں ہے الماء الذی القی فیه تمیرات فصار حلوا ولم یزل عنه اسم الماء وھو رقیق یجوز به الوضوء بلاخلاف بین اصحٰبنا اھ

اقول [1527] امامافی البدائع لابد من معرفة نبیذ التمر الذی فیه الخلاف وھو ان یلقی شیئ من التمر فی الماء فتخرج حلاوته الی الماء وھکذا ذکر ابن مسعود رضی اللّٰه تعالٰی عنه فی تفسیر نبیذ التمر الذی توضأ به رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم لیلة الجن فقال تمیرات القیتھا فی الماء اھ فیحمل علی ما حلا وخرج من الاطلاق کیف وفی صدر الحدیث عند ابن ابی شیبة ان النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم قال له ھل معك من وضوء قال قلت لا قال فما فی اداوتك قلت نبیذ تمر قال تمرة حلوة وماء طیب فلولا انه خرج من الاطلاق لما قال لا **اقول** [1528] وبھذا[۱] یضعف ما اجاب به ابن حجر فی شرحی البخاری والمشکوٰة انه محمول علی ماء القیت فیه تمرات یابسة لم تغیر له وصفا قال العسقلانی وانما کانوا یصنعون ذلك لان غالب میاھھم لم تکن حلوة اھ استشعر المکی ان ھذا لیس نبیذا فقال وتسمیة ابن مسعود له نبیذا من مجاز الاول نظرا او المراد به الوضع اللغوی وھو ما ینبذ فیه شیئ وان لم یغیره اھ **اقول** [1529] وکل[۲] ھذا کما تری خروج عن الظاھر غیر ان ملك العلماء قال بعد ما قدمنا عنه لان من عادة العرب انھا تطرح التمر فی الماء الملح لیحلو اھ **اقول** [1530] فھذا[۳] میل الی ما قالا ولا اراه یستقیم اذ لو کان کذا لبقی علی مائیته وکان مطلقا فجاز به الوضوء مطلقا وقد قال الشیخ الامام فی اٰخر الکلام الجواز فی نبیذ التمر ثبت معدولا به عن القیاس لان القیاس یابی الجواز الا بالماء المطلق وھذا لیس بماء مطلق بدلیل انه لایجوز التوضؤ به مع القدرة علی الماء المطلق الا انا عرفنا الجواز بالنص اھ ولذا احتجنا الی الجواب عن الحدیث بانه منسوخ باٰیة التیمم ونوزع ولذا مال الاتقانی الی قول محمد انه یجمع بینھما لیقع الطھر بالیقین **اقول** [1531] وھو[۴] حسن جدا واللّٰه تعالٰی اعلم

(۱۱۷) **اقول** [1532] یہاں سے ظاہر ہوا کہ اگر پانی میں شکر اتنے کم پڑے کہ شربت کی حد تک نہ پہنچا اگرچہ ایک ہلکی سی مٹھاس آگئی تو اوس سے وضو روا ہی (۱۱۸) **اقول** [1533] یوہیں دوا پانی میں بھگوئی جبتک پانی میں اوسکا اثر نہ آجائے کہ اب اوسے دوا کہیں پانی نہ کہیں اوس وقت تک اوس سے وضو جائز ہے اگرچہ پانی کے اوصاف بدل جائیں وکفی شاھدا علیه مسألة الاوراق فی الحیاض (۱۱۹) کسم (۱۲۰) کیسر (۱۲۱) کسیس (۱۲۲) مازویہ جنہیں اگر پانی میں اتنی کم حل ہوئیں کہ پانی رنگنے یا لکھنے حرف کا نقش بننے کے قابل نہ ہوگیا تو اوس سے بالاتفاق وضو جائز ہے وذلك ان العبارات جاءت فیھا علی اربعة مسالك **الاول** یجوز مطلقا مالم تغلب علی الماء بالاجزاء

[۱] عزاہ للحلیة فی الھندیة ولم اره فیھا فی التیمم ولا فی المیاه فلعله ساقط من نسختی واللّٰه تعالٰی اعلم ۱۲ منه غفرله

[۱] تطفل علی الامام ابن حجر العسقلانی

[۲] تطفل علی ملك العلماء

[۳] تطفل علی ملك العلماء

[۴] فائدہ

قال فی الهدایة قال الشافعی رحمه الله تعالٰی لایجوز التوضی بماء الزعفران واشباهه مما لیس من جنس الارض لانه ماء مقید
الاتری انه یقال ماء الزعفران بخلاف اجزاء الارض لان الماء لایخلو عنها عادة ولنا ان اسم الماء باق علی الاطلاق الاتری انه لم
یتجدد له اسم علی حدة واضافته الی الزعفران کاضافته الی البئر والعین ولان الخلط القلیل لامعتبر به لعدم امکان الاحتراز عنه کما
فی اجزاء الارض فیعتبر الغالب والغلبة بالاجزاء لابتغیر اللون هو الصحیح اھ وفی الاختیار یجوز التوضی بماء الزعفران عندنا وعند الشافعی
لایجوز اھ وفی الظهیریة ثم البحر وفی الخانیة اذا طرح الزاج فی الماء حتی اسود زاد فی الخانیة لکن لم تذهب رقته جاز به الوضوء اھ وفی مثل
الخانیة فی المنیة عن الملتقط وزاد وکذا العفص اھ قال فی الغنیة جاز مع تغیر لونه وطعمه وریحه اھ وفی الخانیة لابماء ورد
وزعفران اذا ذهبت رقته وصار ثخینا وان بقیت رقته ولطافته جاز اھ وفی جواهر الاخلاطی اذا خالط شیئ من الطاهرات
ولم یطبخ کالزعفران والزردج یجوز التوضی به اھ ای وقید بقاء الرقة معلوم لاحاجة الی ابانته وفی مسکین علی الکنز لایجوز بما
غلب علیه غیر الماء مثل الزعفران اجزاء وهو احتراز عن الغلبة لونا وهو قول محمد رحمه الله تعالٰی اھ وفی وجیز الکردری بماء الزردج
والصابون والعصفر والسیل لو رقیقا یسیل علی العضو یجوز التوضی به اھ بل فی الغرر یجوز وان غیر اوصافه جامد کزعفران وورق
فی الاصح وفی نور الایضاح لایضر تغیر اوصافه کلها بجامد کزعفران اھ فهذه نصوص متظافرة اما ما فی الخانیة التوضی
بماء الزعفران وزردج العصفر یجوز ان کان رقیقا والماء غالب فان غلبته الحمرة وصار متماسکا لایجوز اھ **فاقول** ۱۵۳۵
اوله صریح فی اعتبار الرقة وفی اخره وان ذکر الحمرة فقد تدارکه بقوله وصار متماسکا فلم یکتف
بغلبة اللون مالم یثخن ثم اکده بان قال متصلا به اما عند ابی یوسف رحمه الله تعالٰی تعتبر الغلبة من حیث
الاجزاء لامن حیث اللون هو الصحیح اھ ومثل هذا ما فی الخلاصة رجل توضأ بماء الزردج او العصفر او
الصابون ان کان رقیقا یستبین الماء منه یجوز وان غلبت علیه الحمرة وصار نشاستج لایجوز اھ فصرح بالبناء
علی الثخونة وبقی ذکر الحمرة فی الکتابین کالمستدرك **الثانی** لایجوز مطلقا فی شرح الطحاوی ثم خزانة المفتین المقید
مثل ماء الاشجار والثمار وماء الزعفران اھ وفی المنیة لاتجوز بالماء المقید کماء الزعفران اھ قال فی الحلیة
محمول علی ما اذا کان الزعفران غالبا اھ **اقول** ۱۵۳۶ هذا مبهم یحتمل الغلبة بالاجزاء وباللون وافصح فی
الغنیة فقال المراد اختثر به وخرج عن الرقة او ما یستخرج منه رطبا کما یستخرج من الورد اھ **اقول** ۱۵۳۷ فعلی الثانی یخرج من
البین وعلی الاول یرجع الی الاول وهو الذی نص علیه فی المنیة نفسها من بعد اذ قال تجوز الطهارة بالماء الذی اختلط به الزعفران
بشرط ان تکون الغلبة للماء من حیث الاجزاء ولم یزل عنه اسم الماء اھ **الثالث** یجوز ما لم یصلح للصبغ والنقش فی الفتح و
الحلیة صرح فی التجنیس بان من التفریع علی اعتبار الغلبة بالاجزاء قول الجرجانی اذا طرح الزاج او العفص فی الماء

https://www.facebook.com/darahlesunnat

جاز الوضوء بہ ان کان لا ینقش اذا کتب فان نقش لا یجوز والماء ہو المغلوب اھ ومثلہ فی الہندیۃ عن البحر عن التجنیس من قولہ اذا طرح الزاج او العفص
فی القنیۃ ثم معراج الدرایۃ ثم البحر ثم الدر ثم فتح اللہ المعین الزعفران اذا وقع فی الماء ان امکن الصبغ فیہ فلیس بماء مطلق اھ **الرابع**
یجوز بما لم یغلب لونہا لون الماء فی الشلبیۃ عن یحیی عن الامام القاضی الاسبیجابی الماء الذی اختلطہ طاہر فان غیر لونہ فالعبرۃ للملون فان کان الغالب
لون الماء جاز الوضوء بہ والا فلا وذلک مثل اللبن والخل والزعفران یختلط بالماء اھ ومثلہ فی خزانۃ المفتین والبرجندی (۱۲۲) **اقول**
قد منافی الاجماع اصحابنا رضی اللہ تعالٰی عنہم علی جواز الوضوء بماء القی فیہ تمیرات فحلا ولم یصر نبیذا ومعلوم قطعا ان اللون یسبق
تغیرہ فیہ من الطعم فاستقر الاجماع علی ان تغیر اللون او الطعم بجامد لا یضر ما لم یزل الاسم فیجب حمل ہذا الرابع وکذا الثانی علی الثالث ثم
قد انعقد الاجماع والاطباق ومر جمیع الخلاف رتبۃ رفع خلاف وشقاق ان زوال الاسم یسلب الاطلاق کیف وانما عین الشرع للوضوء الماء
وہذا اذا زال الاسم لیس بماء فہذا الشرط ملحوظ ابدا ابدا ما تراءی وان کان یطوی ذکرہ للعلم بان العلم بہ انشاع امرہ فیجب حمل الاول
ایضا علی الثالث فیزول الشقاق ویحصل الوفاق واللہ تعالٰی اعلم (۱۲۳) **اقول** یوہیں رنگت کی قید یہاں کہ ابھی چلی ہیں ہمارے تحقیق
اونکی طرف راجع ہے جب پانی میں اتنی خفیف ملیں کہ رنگنے کے قابل نہ ہو جائے اگرچہ رنگت بدل جائے (۱۲۴) یوہیں روشنائی جبکہ اوس کے ملنے سے پانی لکھنے کے لائق نہ ہو جائے
اقول یعنی اوس سے حرف کا نقش نہ بنے جو بعد خشکی پڑھنے میں آئے اگرچہ پھیکا مصنف کا مقصود یہی ہے چیزیں (۱۲۵ و ۱۲۶) جس پانی میں زعفران
حل کیا ہوا پانی یا شہاب اتنا کم پڑا کہ ان پانیوں کی رنگت اوس سادہ پانی پر غالب نہ آئے اوس سے وضو بالاتفاق جائز ہے قال الامام ملک العلماء فی البدائع
الماء المطلق اذا خالطہ شیئ من المائعات الطاہرۃ کاللبن والخل ونقیع الزبیب ونحو ذلک ینظر ان کان مخالفا لونہ لون الماء کاللبن وماء العصفر
والزعفران تعتبر الغلبۃ فی اللون اھ وفی الحلیۃ نقل فخر الدین الزیلعی عن الاسبیجابی ونجم الدین الزاہدی عن زاد الفقہاء قالوا ان کان المخالط شیئا
لونہ یخالف لون الماء مثل اللبن والخل وماء الزعفران ان کانت الغلبۃ للون الماء یجوز التوضی بہ وان کان مغلوبا لا یجوز اھ **اقول** ولا شک ان ہذا
الملون یخالف الماء المطلق فی الاوصاف الثلثۃ فعلی ضابطۃ الامام الزیلعی یعتبر تغیر وصفین فکان یحتمل ان تقتضی الضابطۃ خلاف ہذا الحکم
المنقول فیما اذا غلب علی المطلق طعمہ وریحہ دون لونہ لکنہ غیر معقول لان اللون اقوی اوصافہ واسرع اثرا فان تغیر شیئ عن اوصاف الماء تغیر لونہ
قبلہا وان لم یتغیر لم یتغیر شیئ فلم یحصل فی جانب الجواز خلاف (۱۲۷) یوہیں پتا حل کیا ہوا پانی پانی میں ملنے سے وسکی رنگت غالب نہ آئے تو وضو روا ہے
اقول لانہ ان کان فی نیم فکماء الزعفران العصفر او لا فذو وصفین وای تغیر الطعم لم یتغیر اللون فلا یحصل الخلاف (۱۲۸) آب تربوز جسے
تربوز کا شربت کہتے ہیں جس میں میٹھے پانی میں اتنا ملے کہ اوس کا مزہ پانی پر غالب نہ ہو جائے اوس سے بالاتفاق وضو ہو سکتا ہے تبیین الحقائق و فتح القدیر و حلیہ و غنیہ و درر و بحر وغیرہا میں ہے
ماء البطیخ یعتبر الغلبۃ فیہ بالطعم اھ **اقول** وکذلک یتقیدان بالماء العذب کما فعلت فان الماء الملح بما تبلغ ملوحتہ بحیث لو خلطہ ماء
البطیخ اکثر من نصفہ لم یغلب علیہ طعمہ بل کان نحو حلاوۃ ہذا ہی المغلوبۃ فاعتبار الطعم ہنا تضییق یؤدی الی توسیع خارج عن القوانین
بہ فلیتنبہ **اقول** وہو وان کان ذا الاوصاف الثلثۃ کما سیاتی لکن طعمہ اقوی فاذا لم یتغیر لم یتغیر شیئ فلا یحصل الخلاف فی جانب الجواز

https://www.facebook.com/darahlesunnat

واللہ تعالٰی اعلم (۱۲۹) یونہیں سپید انگور کا شیرہ اگرچہ شیریں ہو پانی میں ملے مزہ کا اعتبار رہے اگر اوس کا مزہ غالب نہ ہو تو قابل وضو ہے بدائع میں ہے لکن لا یخالف الماء فی اللون و یخالفہ فی الطعم کعصیر العنب الابیض وخلہ تعتبر الغلبۃ فی الطعم اھ **اقول** وقرینۃ بالعذب لما علمت فی حصول الوفاق لما سمعت (۱۳۰) سپید انگور کا سرکہ اگر اوس کا مزہ اور بو پانی پر کچھ غالب نہ آئے اوس سے وضو بالاتفاق جائز ہے **اقول** لانہ ذو وصفین و ریحہ اقوی فان تغیر ریح الماء دون طعمہ لم یجز نظرا علی قضیۃ الضابطۃ بخلاف الحکم المنقول المار انفا عن البدائع فلم یحصل الوفاق فی جانب الجواز الا اذا لم یتغیر شیئ (۱۳۱) اور سرکہ رنگت بھی رکھتے ہیں اگر پانی میں اتنے ملیں کہ اونکا کوئی وصف پانی پر غالب نہ آئے یا صرف بو غالب آئے اوس سے بالاتفاق وضو جائز ہے **اقول** وذلک لانہا ذوات الثلث ومعلوم ان ریح الخل اقوی شیئ فلا یقع ان یتغیر طعم الماء وحدہ او لونہ فقط او ھما معا لا ریحہ بل اذا تغیر شیئ او یتغیر الکل او الریح وحدہ او مع اللون او مع الطعم والعبرۃ فی الضابطۃ للغلبۃ بوصفین وفی المنقول الغلبۃ باللون وحدہ کما مر عن الحلیۃ عن الزیلعی عن الاسبیجابی وعن النھر عن الزاھدی عن ابی القاسم وتقدم عن الامام ملک العلماء فیتفق المنقول والضابطۃ فی الصورۃ الاولی والثالثۃ علی الجواز وفی الثانیۃ والرابعۃ علی المنع وفی الخامسۃ تنفرد الضابطۃ بالمنع ھو (۱۳۲) **اقول** اگر کوئی ذی لون سرکہ ایسا ہو کہ اوس کا مزہ اوسکے سب اوصاف سے اقوی ہو کہ اوس کا قلیل سب سے پہلے پانی کے مزہ کو بدلے اوس سے زائد ملے تو بو یا رنگ میں تغیر آئے اس صورت میں اگر پانی کا کوئی وصف نہ بدلے یا صرف مزہ متغیر ہو تو اوس سے وضو بالاتفاق جائز ہے لعدم غلبۃ اللون فی المنقول ولا تغیر وصفین فی الضابطۃ (۱۳۳) **اقول** اور اگر بالفرض اوس کی رنگت سب سے قوی ہے اور پہلی اثر کرنے والی ہو تو اوسکے ملنے سے وضو بالاتفاق اوسی وقت جائز ہوگا کہ اوسکے کسی وصف میں تغیر نہ آئے لان ای وصف منہ تغیر تغیر لونہ وبہ العبرۃ فی المنقول (۱۳۴) دودھ سے اگر پانی کا رنگ نہ بدلا دودھ کا رنگ اوس پر غالب نہ ہوگیا اوس سے وضو بالاتفاق روا ہے **اقول** یہ ہے وہ حکم متفق علیہ کہ فقیر نے کلمات کثیرہ مختلفہ سے حاصل کیا وذلک لان الاقوال جاءت ھٰھنا علی خمسۃ وجوہ ا یجوز مطلقا **اقول** ای مالم یغلب علی الماء اجزاء فانہ معلوم الاستثناء اجماعا ب یجوز ان غیر احد اوصافہ وستعرف ان العلماء اختلفوا فی اخذ احد ھذا فی مرتبۃ لا بشرط شیئ فیشمل ما اذا غیر غیر واحد ولو الکل وحینئذ یرجع الی القول الاول او فی مرتبۃ بشرط لا شیئ فیتقید بما اذا اقتصر التغیر علی وصف واحد ولو لونا ج یجوز ان لم یغیر اللون د ان لم یغیر اللون ولا الطعم ھ ان لم یغیرھما معا ففی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری للامام البدر محمود التوضؤ بماء خالطہ لبن یجوز عندنا خلافا للشافعی اھ وفی متن الھدایۃ تجوز الطہارۃ بماء خالطہ شیئ طاھر فغیر احد اوصافہ کالماء الذی اختلط بہ اللبن اھ واقرہ فی العنایۃ وغیرھا وسمعت نصوص الحلیۃ عمن ذکرنا والبدائع ان العبرۃ باللون وقال فی التبیین المخالط ان کان مخالفا للماء فی وصف واحد او وصفین تعتبر الغلبۃ من ذلک الوجہ کاللبن مثلا یخالفہ فی اللون والطعم فان کان لون اللبن او طعمہ ھو الغالب فیہ لم یجز الوضوء بہ والا جاز اھ وھکذا عبر بہ تبعا لہ فی الحلیۃ والبحر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وغیرھما بلفظۃ او للتردید واتی بہ فی الغنیۃ قاطعا الوھم خطأ الکتابۃ فقال فان خالف الماء فی وصفین کاللبن یخالفہ فی اللون والطعم فالمعتبر ظھور غلبۃ احد الوصفین بل انص بہ کذلک الزیلعی فی اٰخر الکلام لکن المحقق فی الفتح مع نقلہ عن التبیین عبر بالواو فقال وفی بعضھا فبغلبۃ ما بہ الخلاف کاللبن یخالف فی الطعم واللون فان غلب لونہ وطعمہ منع والا جاز وکذلک فی الدرر واعترضہ الشرنبلالی فقال یجب ان یقال لونہ اوطعمہ باو لا بالواو کما قال الزیلعی للمقتحم لھذا الضابط لہ واجاب العلامۃ عبد الحلیم بانہ فی اللبن صفتان یغایر بھما الماء المطلق احدھما اقوی من الاخری لما ان تغیر اللون یحصل فیہ بالقلیل فکان الغلبۃ ان توجد الاخری وذا کالبدیھی ومن ثم لم یقل الطعم باو کما فی عبارۃ الزیلعی رد اعلیہ اھ

اقول (۱۵۶۱) **اولا** ف۱ ان اراد القلیل بالنسبۃ الی الماء فنعم ولکن لا نظر ھھنا الی الاجزاء باجماع اھل الضابطۃ التی صاحب الدرر ھھنا بصدد بیانھا وانما العبرۃ بما فیہ یوافق الماء او ف۲ وقد مشی علیہ الدرر ھھنا فجعلہ حکم ما یخالف الماء فی صفۃ وجعل اللبن قسیمہ لا قسیمہ وان اراد القلیل فی نفسہ فمن یوھم ھنا المغلوب المستھلک الذی لا یظھر لہ اثر بین واللبن اذا خالط الماء الی لونہ کیف یعد قلیلا

وثانیا ف۳ ھذا ھو قضیۃ السیاق فی الضابط لان ما خالف الماء فی الاوصاف الثلثۃ اعتبر فیہ الغلبۃ بوصفین لان للاکثر حکم الکل وما خالف فی وصف واحد اعتبر فیہ الغلبۃ بہ بقی ما خالف فی وصفین فان غلبا معا فلا کلام وان غلب باحدھما کان الغلبۃ بالنصف والنصف احق ان یلحق بالکل من ان یطرح بالکلیۃ ھذا ولکن الحق عندی فی اللبن علی الضابط المذکوران تعتبر فیہ الغلبۃ بوصفین اثنین لا بوصف احد لان ف۴ اللبن مما یخالف الماء فی الاوصاف الثلثۃ جمیعا و یخفاء رائحتہ غالبا ولو اغلی لظھرت ذھب الوھم الی انہ لا یخالف الا فی وصفین وقد قال العلامۃ الرملی فی حاشیۃ البحر ثم الشامی فی المنحۃ و رد المحتار المشاھد فی اللبن مخالفتہ الماء فی الرائحۃ ایضا اھ

اقول (۱۵۶۲) غیر ان اقوی اوصاف اللبن لونہ ثم طعمہ ثم ریحہ ولا یتغیر بہ فی الماء وصف لاحق الا وقد سبقہ سابقہ فاذا تغیر شیئ منھا فقد تغیر اللون واذا لم یتغیر اللون لم یتغیر شیئ منھا فاتفقت الاقوال علی جواز الوضوء بماء خالطہ لبن لم یتغیر لونہ وبہ ظھر ان تردید ف۵ الامام الزیلعی (۱۵۶۵) مستغنی عنہ فان تغیر الطعم مستلزم تغیر اللون فکان ینبغی الاقتصار علی اللون کما فعل المتقدمون وقد نقل الزیلعی عن الاسبیجابی کما علمت واللہ تعالٰی اعلم

تذییل اقول (۱۵۶۶) (۱۳۵) ابلے جس پانی میں نیم برشت کیے قابل وضو ہے اگر انڈے پاک تھے

اقول (۱۵۶۷) (۱۳۶) آہن تاب سیم تاب زرتاب یعنی جس پانی میں لوہا یا چاندی یا سونا تپا کر بجھایا البقاء الاسم والطبع و اگرچہ اس سے پانی کی بعض رطوبات کم ہونگی اوسمیں ان فلزات کی قوت آئیگی من وجہ ایک دوا و علاج ہوگا مگر وہ کوئی شیئ غیر

ف۱: تطفل ۱۳۱ علی العلامۃ عبدالحلیم الرومی
ف۲: تطفل ۱۳۲ علی الدرر
ف۳: تطفل ۱۳۳ علی ...
ف۴: تطفل ۱۳۴ علی عبدالحلیم
ف۵: تطفل ۱۳۵ علی الامام الزیلعی واتباعہ
ف۶: تطفل ... علی ...

نہ ہو جائیگا پانی ہی تھا اور پانی ہی رہیگا یہ عمل پانی ہی کی اصلاح کو ہے نہ کہ اوس سے کوئی اور چیز بنانے کو (۱۳۷) باوضو شخص یا نابالغ نے اگرچہ بے وضو ہو اعضا ٹھنڈے یا میل دور کرنے کو جس پانی سے وضو یا غسل بلا نیت قربت کیا (۱۳۸) معلوم تھا کہ عضو تین بار دھو چکا ہے اور پانی ہنوز خشک بھی نہ ہوا تھا چوتھی بار بلا وجہ ڈالا یہ پانی قابل وضو رہیگا یہاں تک کہ یہ پانی کسی برتن میں لے لیا تو اوس سے وضو میں کوئی عضو دھو سکتے ہیں یا اگرچہ چوتھی بار ہاتھ پر اس طرح ڈالا کہ پاؤں پر گر کر بہ گیا او تنا پاؤں پاک ہو گیا (۱۳۹) جسے حاجت غسل نہیں اوس نے اعضائے وضو کے سوا مثلاً پیٹھ یا ران دھوئی اگرچہ اپنے زعم میں قربت کی نیت کی (۱۴۰) باوضو یا نابالغ نے اگرچہ بے وضو ہو کھانا کھانے کو یا کھانے کے بعد ویسے ہی ہاتھ منہ صاف کرنے کو ہاتھ دھوئے کُلّی کی اور ادائے سنت کی نیت نہ کی (۱۴۱) باوضو یا نابالغ نے صرف کسی کو وضو سکھانے کی نیت سے وضو کیا (۱۴۲) مسواک کرنے کے بعد اوسے دھو کر رکھنا سنت ہے کما بیناہ فی بارق النور یہ پانی اگرچہ اس سے ادائے سنت ہو گا قابل وضو رہیگا لما حققنا فی الطرس المعدل ان الشرط استعمالہ فی بدن الانسان مگر مکروہ ہو گا۔ لعاب دہن کو دھوئیگا کما تقدم عن الخانیۃ (۱۴۳) مسواک کرنے سے پہلے بھی اوسے دھونا سنت ہے یہ پانی مکروہ بھی نہ ہو گا اگر مسواک نئی ہے یا پہلے دُھل چکی ہے (۱۴۴) آداب وضو سے ہے کہ آفتابہ اگر دستہ دار ہے غسل اعضا کے وقت دستہ پر ہاتھ رکھے اوس کے سر پر نہیں اور دستہ کو تین پانیوں سے دھولے فتح القدیر پھر رد المحتار وغیرہما میں ہے منھا ای من اداب الوضوء ان یغسل عروۃ الابریق ثلثا ووضع یدہ حالۃ الغسل علی عروتہ لا علی رأسہ اھ ومثلہ فی الحلیۃ بغیر ثلثا یہ پانی بھی قابل وضو ہے (۱۴۵) کوئی پاک کپڑا دھویا اگرچہ ثواب کے لیے جیسے ماں باپ کے میلے کپڑے (۱۴۶) کھانے کے برتن جنہیں کھانا پکایا یا اوتارا تھا دھوئے گئے اگرچہ اون میں سالن وغیرہ کے لگاؤ سے پانی کے اوصاف بدل گئے جبتک رقت باقی ہو اگرچہ اس دھونے سے سنت تنظیف کی نیت کی ہو (۱۴۷) یونہیں جس پانی سے سل یا پتھر دھویا اگرچہ مسالے کے اثر سے اوصاف میں تغیر آیا اور پانی گاڑھا نہ ہوا (۱۴۸) برادہ صاف کرنے کو برف دھویا اور برادہ نے پانی کی رقت پر اثر نہ کیا (۱۴۹) چیک صاف کرنے کو آم یا کسی قسم کے پھل دھوئے (۱۵۰) تختی دھوئی اور سیاہی سے پانی گاڑھا نہ ہوا (۱۵۱) پکا فرش گرد و غبار سے پاک کرنے کو دھویا اگرچہ مسجد کا بہ نیت قربت (۱۵۲) ناسمجھ بچے نے وضو کیا (۱۵۳) نابالغ کو نہلایا (۱۵۴) گھوڑے وغیرہ کسی جانور کو نہلایا اگرچہ ان دونوں سے نیت ثواب کی ہو جبکہ ان تینوں کے بدن پر کوئی نجاست نہ ہو یہ سب پانی قابل وضو ہیں (۱۵۵) دفع نظر کے لیے نظر لگانے والے کے بعض اعضا دھو کر چشم زدہ کے سر پر ڈالنے کا حکم ہے جس کا مفصل بیان ہماری کتاب منتہی الآمال فی الاوفاق والاعمال میں ہے وہ اگر باوضو تھا یہ پانی قابل وضو رہنا چاہیے اگرچہ اوس نے بامتثال امر و اذا استغسلتم فاغسلوا نیت قربت کی ہو تأمل وراجع ما قررنا من شرائط الاستعمال فی رسالتنا الطرس المعدل (۱۵۶) دولھن کو بیاہ کر لائیں تو مستحب ہے کہ اوس کے پاؤں دھو کر پانی مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے یہ پانی بھی قابل وضو رہنا چاہیے اگر دولھن باوضو یا نابالغہ تھی کیسے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

یا اور اسکا سابق از قبیل اعمال ہین نہ از نوع عبادات اگرچہ نیت اتباع اونھین قربت کردی واللہ تعالٰی اعلم (۱۵۷) حائض و نفسا نے قبل انقطاع دم بے نیت قربت غسل کیا یہ پانی بھی قابل وضو ہی (۱۵۸) مرد کے وضو وغسل سے جو پانی بچا قابل طہارت بلاکراہت ہی اگرچہ عورت اس پانی سے طہارت کرے بخلاف عکس کہ مکروہ ہی کما تقدم (۱۵۹) بعض دوائین مغسول استعمال کیجاتی ہین جیسے یاقوت وشادنج وحجر ارمنی وگل ارمنی وللک وتوتیا وشخرف وزنجفر وسرنج وغیرہا کہ خوب باریک پیسکر پانی مین ملاتے ہین جو غبار سا ہوکر پانی مین ملگیا ایک ظرف مین کرلیا دنشین کو پھر پیسکر دوسرے پانی مین ملایا یہانتک کہ سب غبار ہوکر پانی مین ملجائے یا جسمین سنگریزہ رہی پھینک دیا جائے اب یہ آب غبار آمیز ڈھلک کر یکجا چھوڑین یہانتک کہ وہ غبار تہنشین ہوکر پانی سے جدا ہوجائے تو سوقت پانی نتھار کر دوا استعمال مین لائین یہ پانی بھی قابل وضو ہی اگرچہ وضو یا تمہ نہ لگا ہو (۱۶۰) حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا موی مبارک یا جبۂ مقدسہ یا نعل شریف یا کاسۂ مطہرہ تبرک کے لیے جس پانی مین دھویا قابل وضو ہی اگرچہ اسمین قصد قربت بھی ہوا۔ ہان پاؤن پر نہ ڈالا جائے کہ خلاف ادب ہے اگر موتھ پر جاری کیا موتھ کا وضو ہوگیا اور اونکا تو نام پاک لینے سے دل کا وضو ہوجاتا ہی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی آلہ وصحبہ وبارک وسلم وعلی ابنہ الکریم الغوث الاعظم والله سبحنہ وتعالٰی اعلم الحمد للہ ان پاک کرنے والے پانیون کی ابتدا زمزم شریف بلکہ اوس آب اقدس سے ہوئی جو انگشتان مبارک حضور پرنور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بکمال رحمت جوشن ہوا اور انتہا اس پانی پر ہوئی جو حضور کے آثار شریفہ کو دھوکر برکات عالیہ کا منبع ومخزن ہوا والحمد للہ رب العالمین وصلے اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین آمین قسم دوم

جن سے وضو صحیح نہین (۱۶۱) آب نجس (۱۶۲) مستعمل کہ ہمارے رسالہ الطرس المعدل مین جسکا بیان مفصل (۱۶۳ تا ۱۶۵) گلاب کیوڑا بید مشک ہدایہ وخانیہ مین ہی لا بماء الورد ام ومثلہ فی خزانۃ المفتین عن شرح مجمع البحرین وعد فی السعدیۃ مع ماء الورد ماء الھندبا وماء الخلاف واشباھھا نیہ وغنیہ مین ہی (لا یجوز) الطہارۃ الحکمیۃ (بماء الورد) وسائر الازھار (۱۶۶) عرق گاؤزبان وعرق بادیان وعرق عنب الثعلب وغیرہا جتنے عرق کشید کیے جاتے ہین کسی سے وضو جائز نہین وتقدم فی ۱۱۱ عبارۃ البحر فی الماء الذی یؤخذ بالتقطیر من لسان الثور ولفظ الدرر المستخرج من النبات بالتقطیر (۱۶۷ و ۱۶۸) آب کاسنی آب مکوہ اگرچہ مروق ہون کہ اجزائے کثیفہ جدا ہوکر زیادہ رقیق ولطیف ہوجاتے ہین وھو کلام سعدی آفندی (۱۶۹) وہ پانی کہ تر زعفران سے نکالا جائے وتقدم کلام الغنیۃ فی ۱۲۵ (۱۷۰ تا ۱۷۹) خربوزہ تربوز ککڑی کھیرے سیب بہی انار انگور وغیرہا میوون پھلون کا عرق کہ اون سے نکلتا یا نچوڑ کر نکالا جاتا ہی یونہین گنے کا رس اور یا کھجور وہ پانی کہ کچے ناریل کے اندر ہوتا ہی جو پگھل کر پانی نہوا بلکہ ابتدائً پانی ہی تھا (۱۸۰) اوس سے بھی زیادہ قابل تنبیہ وہ پانی ہی کہ سُنا گیا خطا ستوا کے قریب بعض وسیع ریگستانون مین جہان دُور دُور تک پانی نہین ملتا بیتے کے نیچے سے ایک تربوز نکلتا ہی جسمین اتنا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

پانی ہوتا ہے کہ سوار اور اوسکے گھوڑے کو سیراب کردے رحمت نے بے آب جنگل میں حیات انسان کا یہ سامان فرمایا ہو تو کیا دور ہے مگر وہ پانی اگرچہ نتھرے خالص پانی کی طرح ہو اور اوس تربوز میں اسکے سوا کچھ نہ ہو جب بھی قابل وضو نہیں کہ ثمر کا پانی ہے پانی مطلق کے تحت میں نہیں آسکتا رہا وضو اوسکے لیے بحمد اللہ تعالٰی وہ رحمت عامہ موجود ہے جو صدیقہ بنت الصدیق محبوبہ محبوب رب العٰلمین جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہما وسلم کے صدقے میں ہر مسلمان کے لیے ہر جگہ موجود ہے کہ تیمموا صعیدا طیبا جعلت لی الارض مسجدا وطہورا

اقول[۱۵۴۲] وا وھنا لک یظہر اذ الاعتصار لامفہوم له فان احتج به بعض الکبراء علی جواز الوضوء بقاطر الکرم کما سیأتی واللہ تعالٰی اعلم خانیہ وہندیہ میں ہے لایجوز التوضی بماء البطیخ والقثاء والقثد ام وفی خزانۃ المفتین عن شرح مجمع البحرین مکان القثد وماء الخیار خنیہ وغنیہ میں ہے لایجوز بماء الثمار مثل التفاح وشبہہ اھ وذکر فی الجوھرۃ ماء الدباء ویأتی خانیہ میں ہے لایجوز التوضی بماء الفواکہ (۱۸۱) یونہی وہ پانی کہ کسی درخت کی شاخیں یا پتے کوٹ کر نکالا جائے خزانۃ المفتین میں شرح مجمع البحرین سے ہے لایجوز الوضوء بماء القضبان (۱۸۲) شراب سیاس (۱۸۳ تا ۱۸۵) شربت انار شیریں شربت انار ترش شربت انگور غیرہا جتنے شربت قوام میں بنائے جاتے ہیں یہ ایں ہے لایجوز بالاشربۃ عنایہ میں ہے کشراب الریباس والحماض شلبی علی التبیین میں مستصفی سے ہے الاشربۃ المتخذۃ من الشجر کشراب الریباس ومن الثمر کالرمان والعنب اھ ووقع فی الدر بعد ما مثل بما اعتصر من شجر او ثمر او ما ازال طبعه بالطبخ کشراب الریباس نصه ھذہ العبارۃ احسن مما قیل کالاشربۃ فانه علی عمومه مشکل اھ

اقول[۱۵۴۳] ھو[۲] کما تری نص الھدایۃ واقرہ الشراح ومثله فی مختصر القدوری والوافی والوقایۃ والاصلاح والملتقی والبدائع والخانیۃ والخلاصۃ وشرح مجمع البحرین وخزانۃ المفتین والغنیۃ والھندیۃ وغیرھا مما لایکاد یحصی[۳] سبحن اللہ ھلا علی الکتب وھو نص صاحب المذھب ففی الجامع الصغیر محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم لایتوضؤ بشیئ من الاشربۃ غیر نبیذ التمر لم لا ادری ای اشکال فی عمومه لم یتکلم علیه ناظروہ الشرنبلالی والعبد الحلیم والحسن العجیمی ولا الخادمی بما یغنی واللہ تعالٰی اعلم (۱۸۶ و ۱۸۷) ہر قسم کا سرکہ اور مقطر (۱۸۸) آبکامہ جسے عربی میں کامخ بفتح میم و تشدید را دیا پانی نسبت سے کہتے ہیں شوربے کی طرح ایک رقیق نانخورش ہے کہ دہی اور سرکے وغیرہا اجزا سے بنتی ہے اصفہان میں اوسکا زیادہ رواج ہے خانیہ و خزانۃ المفتین و شرح مجمع البحرین میں ہے لایجوز الوضوء بالخل والمری اھ وقد ذکر الخل فی کثیر (۱۸۹) نمک کا پانی کہ نمک پگھل کر ہوتا ہے اسپر اجماع ہے (۱۹۰) نمک کا پانی کہ نمک بن جاتا ہے اسمیں اختلاف ہے اکثر کا رجحان عدم جواز کیطرف ہے کہ وہ طبیعت آب کے خلاف ہے پانی سردی سے جمتا ہے اور وہ گرمی میں جمتا اور جاڑے میں پگھلتا ہے تبیین الحقائق و بحر الرائق و بزازیہ میں ہے لایجوز بماء الملح وھو یجمد فی الصیف ویذوب فی الشتاء عکس الماء غرر و تنویر و درر و در میں ہے والنظم للدرر (یجوزان) ای الوضوء والغسل (بماء ینعقد به الملح) کذا فی عیون المذاھب (لا بماء الملح) الحاصل بذوبان الملح کذا فی الخلاصۃ ولعل الفرق ان الاول باق علی طبیعته الاصلیۃ والثانی انقلب الی طبیعۃ اخری اھ[۵] واعترضه محشیه العلامۃ نوح افندی کما فی ش بان عبارۃ الخلاصۃ ولو توضأ بماء الملح لایجوز

تمایز الطبیعتین وعدم التناسب بینھما کیف وھو حین ھو علی شرف الانعقاد فیه کل ما فی الملح غیر انه لم یجمد وسیجمد کالسمن والعسل فی الصیف والشتاء فکیف

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ثم نقل عن البزازیۃ والزیلعی ما قدمنا قال واقرہ صاحب البحر والعلامۃ المقدسی ومقتضاہ انہ لایجوز بماء الملح مطلقا ای سواء انعقد ملحا ثم ذاب اولا وھو الصواب عندی اھ ملخصا۔ **اقول** [١٥٨٣] نمک اقسام ہے ایک وہ رطوبت کہ پہاڑ یا غار سے جوش کرکے نکلتی اور جم جاتی ہے جیسے نمک لاہوری واندرانی وسانبھر یہ ابتداءً جبتک بستہ نہ ہوئی تھی یقینًا اوسیکی مانند تھی جب بستہ ہو کر پگھل جائے وہ پانی کی نوع ہی سے نہیں دوم دریائی نمک کا منجمد حصہ بعض تیز وتند وحار وحاد چشموں کا پانی ہے کہ جب حرارت آفتاب اسمیں عمل کرتی ہے کناروں کناروں سے جم جاتا ہے بیچ میں بہتا پانی رہتا ہے اسمیں جو چیز پڑے ایک مدت کے بعد نمک ہو جاتی ہے اختلاف اسی پانی میں ہے والذی یظھر لی [١٥٨٤] ان ان کان ماء حقیقۃ کما ھو الظاھر فلا ینبغی الریب فی جواز الوضوء بہ لان الملح ماء سواء کان عذبا فراتا او ملحا اجاجا وقد قال فی الخانیۃ لو توضأ بماء السیل یجوز وان خالطہ التراب اذا کان الماء غالبا رقیقا فراتا کان او اجاجا اھ وکونہ [١٥٨٥] یجمد صیفا ویذوب شتاء لایجعلہ نوعا اٰخر غیر الماء فلیس من ارکان ماھیۃ الماء او من شرائطھا الجمود شتاء والذوبان صیفا وانما ھذہ اوصاف تختلف باختلاف الاصناف [١٥٨٦] فھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج ھذا ینبت ... وھذا لایفعل شیئا منہ وقد یکون عقد الملح بماء البحر بالطبخ ولاینحیہ ھذا عن المائیۃ فکذا لو اجتزأ بعض المیاہ لشدۃ حدتہ عن الطبخ بحرارۃ الشمس لم یکن فیہ اختلاف الماھیۃ فھذا ربما یقتضی ما فی الدرر والدرر بالترجیح لکن لما اختلفوا ولم یتبین الامر قدمت الحاظر علی المبیح ولکن العجب [١٥٨٧] من العلامۃ الشرنبلالی علل فی مراقی الفلاح منع ذاب الملح بما مر انہ ینذوب شتاء ویجمد صیفا ثم قال وقیل انعقاد الملح طمی ھو اھ واللہ تعالٰی اعلم (١٩١) نوشادر کا پانی کہ اوسکے بہنے سے حاصل ہوتا ہے (١٩٢) آب کافور کہ اوسکے پگھلنے سے حاصل ہو یا جو کافور چشمے سے بہا ہمسینی کہتے ہیں دھوپ کی گرمی سے پگھل جاتا ہے (١٩٣) آب کافور کہ درخت کافور کاٹتے وقت اوس سے ٹپکتا ہے (١٩٤) آب نفط بالکسر ایک روغنی رطوبت تیز رائحہ ہے کہ بعض زمینوں سے اوبلتی ہے (١٩٥) مٹی کا تیل مثل آب نفط ہے بزازیہ میں ہے ماء الملح لایجوز الوضوء بہ وکذا ماء النفط (١٩٦) زفت بالکسر درخت صنوبر نر کا مد جو پھل نہیں دیتا (١٩٧) راتیانج درخت صنوبر مادہ کا مد جسمیں پھل آتا ہے (١٩٨) قطران ایک قسم درخت سرو کا مد (١٩٩) قیر ایک سیاہ رطوبت کہ بعض زمینوں یا گرم چشموں سے اوبلتی ہے (٢٠٠) قفر الیہود ایک بودار رطوبت بنفشی رنگ کہ مثل قیر بعض دریاؤں سے نکلتی ہے (٢٠١) عنبر کہ یہ بھی ایک قول میں ایک معدنی رطوبت ہے بعد کو حرارت آفتاب وغیرہ سے منجمد ہو جاتی ہے (٢٠٢) مومیائی (٢٠٣) سلاجیت یہ دونوں پتھر کے مدین اور ابتداءً سیال ہوتے ہیں وکل ذلک فی معنی ماء النفط (٢٠٤) نیم وغیرہ درختوں کا مد (٢٠٥) موسم بہار میں انگور کی بیل سے خود بخود پانی ٹپکتا ہے اسمیں اختلاف ہے اور راجح یہی ہے کہ اوس سے وضو جائز نہیں فی الھدایۃ لایجوز بما اعتصر من الشجر والثمر لانہ لیس بماء مطلق والحکم عند فقدہ منقول الی التیمم اما الماء الذی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

یقطر من الکرم فیجوز التوضی بہ لانہ ماء خرج من غیر علاج ذکرہ فی جوامع ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی وفی الکتاب اشارۃ الیہ حیث شرط الاعتصار اھ واقرہ فی العنایۃ والفتح وغیرھما وتبعہ صاحب الجمع فی شرحہ وفی التبیین لکان یخرج من غیر علاج لم یکمل امتزاجہ فجاز الوضوء بہ کالماء الذی یقطر من الکرم اھ وتبعہ المحقق فی الفتح وقال صدر الشریعۃ وتبعہ ابن کمال باشا فی ایضاحہ اما ما یقطر من شجر فیجوز بہ الوضوء اھ وھو اختیار الامام الاسبیجابی کما یاتی فی سادس ضوابط الفصل الثالث وادخلہ العلامۃ التمرتاشی فی متنہ فقال لا بعصیر نبات بخلاف ما یقطر من الکرم بنفسہ اھ واقرہ المدقق العلائی فی شرحہ فزاد بعد قولہ الکرم او الفواکہ والمراد لغیرہ والمجموع وعلیہ المنح وفیہ انہ الاوجہ الاظہر الاحوط ففی الکافی ثم ابن الشلبی علی الزیلعی الاقرب انہ لا یتوضؤ بما یسیل من الکرم لکمال الامتزاج کذا فی المحیط وقیل یجوز لانہ خرج من غیر علاج اھ وفی الغنیۃ بالماء الذی یسیل من الکرم فی الربیع کذا ذکرہ شمس الائمۃ الحلوانی اھ وفی الحلیۃ والظاھر انہ اوجہ اھ ثم اعاد فقال الظاھر انہ الاوجہ اھ وفی الغنیۃ ھو الاحوط اھ وفی غنیۃ ذوی الاحکام ھو الاظھر کما فی البرھان وفی نور الایضاح لا یجوز بماء شجر وثمر ولو خرج بنفسہ من غیر عصر فی الاظھر وفی مراقی الفلاح لکن تبعہ علی ما قیل انہ یجوز بما یقطر بنفسہ لانہ لیس بخروجہ بلا عصر تاثیر فی نفی القید وصحۃ نفی الاسم عنہ اھ فی الدر ھو الاظھر کما فی الشرنبلالیۃ عن البرھان واعتمدہ القھستانی فقال والاعتصار یعم الحقیقی والحکمی کماء الکرم وکذا ماء الدبوغۃ والبطیخ بلا استخراج اھ واقرہ ط وفی الھندیۃ ولا بماء یسیل من الکرم کذا فی الکافی وفی المحیط وفتاوی قاضی خان وھو الاوجہ ھکذا فی البحر وھو الاحوط کذا فی شرح منیۃ المصلی لابراھیم الحلبی اھ وفی البحر الرائق والنھر الفائق المصرح بہ فی کثیر من الکتب انہ لا یجوز الوضوء بہ واقتصر علیہ قاضی خان فی فتاواہ وصححہ المحیط وصدر بہ فی الکافی وذکر الجواز بصیغۃ قیل وفی شرح منیۃ المصلی الاوجہ عدم الجواز فکان ھو الاولی لما انہ کمل امتزاجہ کما صرح بہ فی الکافی فما وقع فی شرح الزیلعی انہ لم یکمل امتزاجہ ففیہ نظر اھ وفی ش عن الرحمتی علی المنح ومن راجع کتب المذھب وجد اکثرھا علی عدم الجواز فیکون المعول علیہ فما فی ھذا المتن (یرید التنویر) مرجوح بالنسبۃ الیہ اھ (۲۰۶) تاڑی (۲۰۷) سیندھی

اقول حتی علی قول من یجوز بقاطر الکرم فانہ ماء کان تشربہ فاذا ارتوی ردہ کما یدل علیہ قول الزیلعی کمال الامتزاج بتشرب النبات فلا یجیئ شئ لا یخرج منہ الا بعلاج ثم ذکر قاطر الکرم بما یخالف الرطوبات السائلۃ من ھذہ الاشجار فانھا کالقاذورات النابعۃ من الحیوان واللہ تعالٰی اعلم (۲۰۸) ماء الجبن کہ دودھ پھاڑ کر اوس کی مائیت نکالتے ہیں (۲۰۹) دہی کا پانی کہ کپڑے میں باندھ کر ٹپکائیں یا اوسکے کونڈے میں اوس سے چھٹے (۲۱۰) مٹھا جسے چھاچھ بھی کہتے ہیں دہی سے مکھن جدا ہونے کے بعد جو پانی رہجائے (۲۱۱) چاولوں کی پیچ (۲۱۲) گوشت کا پانی کہ سرپوش یا مٹی میں بے پانی رکھ کر اوپر پانی بھر کر آنچ دینے سے خود گوشت سے مثل عرق نکلتا ہے (۲۱۳) ماء اللحم کہ عرقیات کی طرح گوشت و اجزائے مناسبہ سے ٹپکا کر لیتے ہیں **المخالطات** (۲۱۴) یخنی کہ پانی میں گوشت کا آبجوش نکالتے ہیں (۲۱۵) ہر قسم کا شوربا

ہدایہ میں ہے لا یجوز بالمرق فانہ لا یسمّی ماءً مطلقا (۲۱۶ و ۲۱۷) جس پانی میں چنے یا باقلا پکایا گیا اگر پانی میں انکے اتنے اجزا مل گئے کہ ٹھنڈا ہو کر پانی گاڑھا ہو جائیگا تو اوس سے بالاتفاق وضو ناجائز ہے **اقول**[۱۵۹۱] وذلک لان العبارات الواضحۃ جاءت ھھنا علی ثلثۃ وجوہ **الاول** لا یجوز مطلقا لان بالطبخ یحصل کمال الامتزاج فیفید التقیید وھذا ما یأتی فی ضابطۃ الامام الزیلعی واتباعہ رحمہم اللہ تعالٰی **الثانی** لا یجوز اذا وجد منہ ریح المطبوخ **الثالث** یجوز مالم یثخن وعلیہ الاکثر وھو الاشھر والنصوص علیہ فی عامۃ المتون وفی الخانیۃ لو طبخ فیہ الحمص او الباقلاء وریح الباقلاء یوجد منہ لا یجوز بہ التوضؤ وذکر الناطفی اذا لم تذھب رقتہ ولم یسلب عنہ اسم الماء جاز اھ وفی الجامع الکبیر ثم المنیۃ والینابیع ثم الزیلعی والفتح وتجنیس الامام صاحب الھدایۃ ثم البحر وتجنیس الملتقط ثم الحلیۃ والفتاوی الظھیریۃ ثم البرجندی واللفظ للفتح وفی الینابیع لو نقع الحمص والباقلاء وتغیر لونہ وطعمہ وریحہ یجوز التوضی بہ فان طبخ فان کان اذا برد ثخن لا یجوز الوضوء بہ او لم یثخن ورقۃ الماء باقیۃ جاز اھ وھذا کما تری اوسع الاقوال فاذا حصل شرط المنع فیہ حصل المنع بالاجماع ثم **اقول**[۱۵۹۲] وباللہ التوفیق بل لا خلاف فاما القولان الاولان فالتوفیق بینہما واضح فانہ اذا انضج الباقلی فی الماء وادرک وجد ریحہ من الماء لا محالۃ وھذا ھو معنی الطبخ کما تقدم فی ۱۰۸ نعم[۱۵۹۳] علی ھذا یضیع الشرط ولا امکان لحمل الطبخ علی الالقاء بقصدہ لیکون احترازا عما اذا اخرج قبل ان یؤثر فی الماء فاندرج یشمل ما اذا اخرج بعد ما غیر ریح الماء قبل ان ینطبخ فان تغیر الریح ان یتوقف علی النضج فعلی ھذا یکون مجرد تغیر الریح بدون الطبخ موجبا للتقیید وھو خلاف النصوص المذکورۃ فی ۹۰ فان عند عدم الطبخ لا وجہ للفرق بینہ وبین النقیع تامل واما القول الثالث فافاد فی الغنیۃ ما یعطی وفاقہ حیث قال التقیید یحصل للماء بکمال الامتزاج بالطبخ بان یطبخ فی الماء شیئ حتی ینضج فحینئذ یخرج الماء عن طبعہ وھو سرعۃ السیلان ولا شک انہ اذ ذاک اذا برد یثخن غالبا فکانت القاعدۃ فی المخالطۃ بالطبخ ان ینضج المطبوخ فی الماء وفی المخالطۃ بدونہ ان تزول رقتہ اھ وتبعہ فی مراقی الفلاح فقال لا بماء زال طبعہ بالطبخ لانہ اذا برد ثخن **اقول**[۱۵۹۴] الطبخ الا بالنضج کما علمت فکان الطبخ نفسہ القاعدۃ من دون شریطۃ زائدۃ وھذا یوافق اصل الضابطۃ ثم اذا کان الطبخ یورث الثخونۃ مطلقا حصل توافق الاقوال ومجال المقال فیہ من وجوہ **الاول اقول**[۱۵۹۵] انہ علی ھذا لم یبق الفرق بین النیئ والمطبوخ اذ صار المدار فیہما جمیعا الثخونۃ وکلام الشیخ یؤذن بالتفرقۃ **والثانی اقول**[۱۵۹۶] ایضا تقسیم الطبخ فی الینابیع الی صورۃ الثخونۃ وبقاء الرقۃ یؤذن بان الطبخ لا یوجب الثخانۃ ولا ینفع قولہ غالبا لانہ اذا برد فلم یثخن وجب جواز الوضوء بہ لاحاطۃ العلم بعدم المانع **والثالث** قال المحقق البحر فی البحر لا یتوضؤ بما تغیر بالطبخ بما لا یقصد بہ التنظیف کماء المرق والباقلاء لانہ لیس بمطلق

لعدم تبادره عند اطلاق اسم الماء اما لو كانت النظافة تقصد به كالسدر والصابون والاشنان يطبخ به فانه يتوضؤ به الا اذا خرج الماء عن طبعه من الرقة والسيلان وبما تقرر علم ان ما ذكره في التجنيس في الينابيع (فانه امر اتفاقا) ليس هو المختار هو قول الناطفي من مشايخنا رحمهم الله تعالى يدل عليه ما ذكره قاضي خان (فتمثل ما تقدم الان) قال وبما قررناه علم ان الماء المطبوخ بشئ لا يقصد به المبالغة في التنظيف يصير مقيدا سواء تغير شئ من اوصافه او لم يتغير فحينئذ من اين صح عطفه في المختصر على بكثرة الاوراق الا ان يقال انه لما صار مقيدا افتقر تغير بالطبخ ومع بعضهم فقال في الحرق والباقلاء انه يصير مقيدا سواء تغير شئ من اوصافه او لا وسواء بقيت فيه رقة الماء او لا في المختار كما في الحلية والرابع قال العلامة البرجندي تحت قول النقاية وان تغير بالمكث او اختلط به طاهر الا اذا اخرج عن طبع الماء او غير بطبخ ما لا ينظف به اطلاق التغيير وجعله قسيما للاخراج عن طبع الماء يتبادر منه ان مطلق التغيير بالطبخ مانع سواء اخرجه عن طبع الماء اولا وهذا هو المفهوم من الهداية ويؤيده ما في الخزانة وفتاوى قاضي خان انه اذا طبخ فيه الباقلاء وريح الباقلاء يوجد منه لا يجوز به التوضي وقد ذكر في الفتاوى الظهيرية انه اذا طبخ الحمص او الباقلاء الى اخر ما تقدم عن الفتح وانا اقول وبالله التوفيق وبه الوصول الى ذرى التحقيق فعل النار والعياذ بالله تعالى منها تفريق الاتصالات فاذا طبخ شئ تزيل النار صلابته وتفتح منافذه فيدخل الماء وتخرج اجزاؤه اللطاف في الماء فتورثه ثخونة اذا كان الماء على ما هو المعتاد في طبخ الاشياء وان لم تظهر لاكثر المتاحل فان الكلام في الطبخ المعهود ولا يجعل فيه من الماء الا قدر معلوم موافق لحصول الامتزاج وهذا ما افاد الزيلعي وتبعه ان بالطبخ يحصل كمال الامتزاج مع ان الحرارة توجب اللطافة فمدار الحكم على ظهور ذلك التغير على ما هو الغرض به طهورية سواء الا اذا استعملت اذ لو لم يغير فلا فرق بين النئ والمطبوخ فمن الناس من يطبخ ما يمنع طلوع الحناء فاحيل فيه على نفس ما ثبت الرقة بخلاف المطبوخ ما لم يبرد فيحال فيه على النظر فاذا ظهر انه يثخن اذا برد لم يجز الوضوء به والاحالة والمرجع في هذا هو حصول النضج الذي يتفتت عنده فيحصل كمال الامتزاج وهو يوجب في المعتاد ثخونة الماء وبه يعلم التفهيم ولله الحمد انحلت الاشكالات عن اخرها فالاول تحقق الفرق بين النئ والمطبوخ والثاني الطبخ في كلام الينابيع الاغلاء في الماء على النار وان لم ينضج حتى يتسير اعم والمحاذرة الا بل بيان لحكم المعتاد وغيره كمن وضع كفا من حمص في قدر قربة من الماء فانه لا يثخن حين يبرد وان نضج الحمص وادرك ومن هذا هو منشؤ التقييد بغالبا في كلام الغنية ونظر الشرنبلالي الى المعتاد المعهود فاطلق القول انه اذا برد ثخن وبالله التوفيق والثالث فيه الاشياء فاقول اولا تبين ان فرض عدم التغير اصلا مع حصول الطبخ فرض ما لا وقوع له وثانيا قد علمت

تطفل على البحر

التوفيق

التوفيق

تطفل على الغنية

ان ما فی الخانیۃ عن الناطفی لا یخالفہ ما قدمنا تحریرہ ان عزا العلامۃ قوام الکاکی شارح الہدایۃ ثم ابن الشلبی محشی الزیلعی
ما عن الناطفی الی قاضی خان ایضا فقال لا اذا طبخ ولم یثخن بعد ورقۃ الماء فیہ باقیۃ جاز الوضوء بہ ذکرہ الناطفی و
فی فتاوی قاضی خان الٰہیۃ یشیر کلام الحلیۃ اذ جعل کلام الناطفی مفاد ما فی قاضی خان حیث قال تحت قول
الماتن فتجوز بماء الباقلاء ما نصہ سیذکر عن الجامع الکبیر تقیید عدم الجواز بماء الباقلاء بما اذا کان مطبوخا
وھو محمول اذا برد ثخن وزالت عنہ رقۃ الماء فیحمل ھذا الاطلاق وان وقع مثلہ لغیر المصنف علی ذلک فعاد التناقض
ومن ثمہ لم یذکر القدوری فی عدادہ ما لا یجوز الطہارۃ بہ ماء الباقلاء قال فی الہدایۃ المراد ما تغیر بالطبخ وحسن
منہ حملہ علی ما اذا کان وسلو یامنہ اسم الماء مطبوخا اولا کما یفیدہ ما فی الخانیۃ فذکر کلامہ المار فی النیئ والمطبوخ تماما
وفیہ حدیث الریح فلو حسبہ یخالف قول الناطفی لکان قولہ مرجوحا لانہ انما یقدم الاظہر الاشہر فلم یکن یحسن نسبۃ
ما زیفہ الیہ ومن الدلیل علیہ ان الامام قاضی خان نفسہ صرح بہذا الذی قالہ الامام الناطفی وجزم بہ فی عامۃ المعتمدات فی
شرحہ للجامع الصغیر کما عزاہ لہ فی الغنیۃ **وثالثا** العجب انہ رحمہ اللہ تعالٰی یحتج بعبارۃ الخانیۃ وقد شرط
وجود الرائحۃ ثم یقول سواء تغیر شیئ من اوصافہ اولا **ورابعا** انکر العطف علی بکثرۃ الاوراق ولیس ثمہ ما یصلح
للعطف الا ھو فان عبارۃ المختصر یتوضؤ بماء السماء والعین والبحر وان غیر طاہر احد اوصافہ وان نتن بالمکث لا
بما تغیر بکثرۃ الاوراق اما الطبخ فان لم یعطف علی بکثرۃ یعطف علی بما تغیر ای لا یتوضؤ بالطبخ وھو کلام وغسل
وخامسا تاویلہ بانہ لیس المراد تغیر طبعہ او وصف بل الطلاقۃ لا یتمشی فی عبارۃ النقایۃ والاصلاح تغیر بالطبخ معہ ھو لا یقصد
بہ النظافۃ لا یفید ما ھذا لجواز الوضوء بما تغیر من الاطلاق بالطبخ مع المنظف ولیس مرادا قطعا فانما الامر انہ لما تغیر بالطبخ
صار مقیدا لا انہ لما صار مقیدا تغیر بالطبخ **اقول** ووقع فی تعبیرہ تغییر لمفاد البحر فان قولہ
فی المختار کما فی البحر یوقع من لا خبر لہ بالبحر فی توھم انہ تصحیح منقول فی البحر عن اہلہ فانہ رحمہ اللہ تعالٰی لم یکن من اصحابہ
کما اعترف بہ ش فی عقود رسم المفتی وبیناہ فی رسالتنا اصفی الحمید فی عمق ماء کثیر ولیس کذلک وانما قال الخانیۃ
من قبل نفسہ لیس ھو المختار **والرابع** لما کان زوال الطبع بالطبخ مما لا یظھر الا اذا امر وصح التقسیم فیحال فی
النیئ علی بین الشخونۃ وفی المطبوخ علی دلیلھا وکانہ الی ھذا یشیر البرجندی بتعقیبہ بکلام الظہیریۃ فاستقر ان
شاء اللہ تعالٰی ولہ الحمد عرش التحقیق بحسن التوفیق علی التطبیق والتوفیق وباللہ سبحٰنہ وتعالٰی التوفیق۔

(۲۱۸) پانی میں میوے جوش دیکر اُن کا عرق نچوڑا یہ عرق اگرچہ پانی سے مخلوط ہوگا کہ حرارت نار کے سبب میوے پانی کا تشرب کرینگے
خصوصًا جبکہ کوٹ کر ڈالے اس سے وضو جائز نہیں فتاوی امام قاضی خان میں ہے لا یجوز التوضؤ بما الفواکہ وتفسیرہ ان یدق التفاح

تطفل ۳ علی الزیلعی
تطفل ۴ علی الحلیۃ
تطفل ۵ علی البحر
عہ ۸ معروضۃ علی العلامۃ ش
معروضۃ علی العلامۃ البرجندی

او السفرجل دقانا عما ثم یعصر فیستخرج منہ الماء وقال بعضھم تفسیرہ ان یدق التفاح او السفرجل

ویطبخ بالماء ثم یعصر فیستخرج منہ الماء ففی الوجھین لایجوزبہ التوضؤ اھ لانہ لیس بماء مطلق (۲۱۹) یہ پانی جس میں

میوہ جوش دیے اس کا حکم ذکر نہ فرمایا **واقول** ۱۶۱۱ وبہ استعین اگر میوے خفیف جوش دیے جس میں قدرے نرم ہوکر نچوڑنے میں

اچھی طرح آئیں اور نکال لیے کہ پانی میں اونکے اجزائے لطیفہ قدر تغیر نہ ملنے پائے تو اس پانی سے وضو جائز ہونا چاہیے اور اب یہ پانی

نمبر ۱۰۸ و ۱۰۹ میں داخل ہوگا اور اگر میوے اوس میں پک گئے کہ اوس سے متغیر کرلیا تو اونکے نکال لینے کے بعد بھی اس پانی سے وضو

ناجائز ہوگا (۲۱۹) نمبر ہوگا (۲۲۰) سر پر مہندی یا کوئی خضاب لگا ہوا ہے اور مسح کرتے میں ہاتھ اوس پر گزرتا ہوا پہنچا یوں کہ یا تو

وہ ضماد و خضاب دقیق بے جرم مثل روغن ہے تو اوسکی جگہ مسح کیا یا وہ جرم دار ہے تو اوسکے باہر چہارم سر کی قدر مسح کیا مگر ہاتھ اوس پر ہوتا گزرا

اگر اس گزرنے میں ہاتھ کی تری میں اوس خضاب و ضماد کے اجزا ایسے مل گئے کہ اب وہ تری پانی نہ کہلائیگی تو مسح جائز نہ ہوگا ورنہ جائز

یہ نمبر (۲۲۱) ہے جسکا جائزات میں اضافہ ہونا چاہیے وجیز امام کردری فصل مسح میں ہے مسحت علی الخضاب ان اختلطت

البلۃ بالخضاب تخرج عن کونھا ماء مطلقا لم یجز اھ **اقول** ۱۶۱۳ ولابد من تقیید بما ذکرت

فاعرف (۲۲۲) پانی میں ستو گھلے ہوں کہ وہ رقیق نہ رہے اوس سے وضو ناجائز ہے اوکافی میں ہے الا اذا غلب علی الماء فیصیر

کالسویق لزوال اسم الماء عنہ خانیہ میں ہے وان صار ثخینا مثل السویق لا المقابلۃ وفات (۲۲۳) ایسے ہی

اگر اسقدر مٹی گھل گئے وغیرہ کا خلط ہو کہ پانی کیچڑ کی طرح گاڑھا ہوگیا تو اوس سے وضو جائز نہیں خانیہ میں ہے توضأ بماء السیل یجوز وان

انکان ثخینا کالطین لا اجناس امام ناطفی پھر ہندیہ میں ہے التوضی بماء السیل ان لم تکن حمرۃ الماء غالبۃ لا یجوز **اقول** ۱۶۱۴

علمائے کرام رحمہم اللہ عزوجل کی رحمتیں احتیاط کے لیے ایسی نادر صورتیں بھی ذکر فرماتے ہیں ورنہ سیلاب کا ایسا ہونا بہت بعید ہے

وہ اس سے تنبیہ فرماتے ہیں کہ جب اسقدر آب کثیر وغیرہ اپنے اختلاط تراب سے ناقابل وضو ہوگیا تو برساتی ندیوں یا گھڑے لوٹے کے

پانی کا کیا ذکر (۲۲۴ تا ۲۵۱) کاہی آلو کے پھل ہلیلہ شنجرف یا کسی قسم کی ندیاں گچ چونا ریشم کے کیڑے سیٹ کہ وغیرہ غیر موسی جالاتے

اجزا اپنے با قلا وغیرہ ناج کے رنگنے کو لتا رنگنے کے تحت صابون اشنان ریحان بابونہ خطمی برگ کنار کے خواہ کسی چیز نظافت کے لیے

پانی میں پکائے ہوئے غرض کوئی چیز حتی کہ برف جو اصل میں پانی ہی ہے اگر پانی میں ملکر اوسکی رقت زائل کردی تو اوس سے وضو ناجائز ہوگا **اقول** ۱۶۱۵

وھذا ھو محمل مافی خزانۃ المفتین عن شرح مجمع البحرین لایجوز الوضوء بماء الباقلاء وماء الصابون وماء الاشنان اھ کما ان الاول

محمل اطلاق القدوری وغیرہ الجواز فی الصابون والاشنان غیر انہ حمل قریب الی المعھود ھو خلطہ قلیلا بحیث لایذھب

الرقۃ وانما البعد فی مافی شرح المجمع ان اکثر نصوص انکے مقابلات میں اپنے اپنے محل پر مذکور رہے اور خانیہ میں فرمایا لو وقع الثلج

فی الماء وصار ثخینا غلیظا لا یجوز بہ التوضؤ لانہ بمنزلۃ الجمد وان لم یصر ثخینا جاز یہ برف کا نص ہے کہ اگر پانی کو گاڑھا کردے

اوس سے وضو ناجائز ہوگا جبتک پگھل کر پانی کی رقت عود نکرے اور گاڑھا نکرے تو جائز یہ نمبر (۲۵۲) ہوا کہ جائزات مین اضافہ ہوگا (۲۵۳ و ۲۵۴ و ۲۵۵ و ۲۵۶) جس پانی مین کوئی دوا یا غذا پکا کر طیار کی متون مین جسے تغیر بالطبخ کہا یہان جائی یا کافی جنکے پکانے سے پانی کی رقت مین فرق آئے اگرچہ انسے سیلان نہین جاتا رقت و سیلان کا فرق ضوابط مین مذکور ہوگا ان شاء اللہ تعالٰی قہوہ مین گاڑھا پن خوب مشہور ہوا ہی اہ اگر اوسے بھی پانی مین اثر کرنے سے پہلے نکال لیا تو جواز رہیگا لعدم الطبخ و بقاء الطبع کما فی الدر (۲۵۷) بھی جائزات مین زائد کیا جائیگا (۲۵۸ تا ۲۶۲) عرق گاؤزبان گلاب کیوڑا بید مشک خوشبو ہون یا اترے ہوئے ہون ہر عرق اوصاف مین پانی کے خلاف ہو یا موافق غرض جو ہتی چیز پانی کی نوع سے نہین جب پانی کی مقدار سے زیادہ اوسمین ملجائے بالاجماع اوس سے وضو نہوسکیگا اور اگر پانی کے برابر ملے جب بھی احتیاطًا عدم جواز ہی کا حکم ہے بدائع مین فرمایا فان استویا فی الرجل و لم یذکر هذا فی ظاہر الروایۃ و قالوا حکمہ حکم الماء المغلوب احتیاطا اہ وقال فی الغنیۃ وکذا ان کانت مساویۃ احتیاطا حتی یضم الیہ التیمم عند المساواۃ اہ **اقول** لم یستند الاحد و لم ارہ لغیرہ و فیہ نبوۃ عن القواعد فان حکم حکم الماء المغلوب لایضم الیہ التیمم فاذا حکم بعدم الجواز لم یضم الیہ التیمم و اذا ضم لم یحکم بحکم الماء المغلوب و ایضا اذا استویا فقد تعارضا و لاترجیح فتساقطا و ایضا الیس تسمیتہ ماء بالوصف من تسمیۃ غیرہ فکیف یطلق علیہ اسم الماء المطلق و مالیس بماء مطلق لایصح الوضوء بہ اصلا و الاشتغال بما لایصح لا یجوز کما فی الدر عن القنیۃ بل ہو اضاعۃ المال فیحرم فتأمل و راجع و کانہ فہم من قولہم احتیاطا ان لو شک فی کونہ ماء فاحتیط عنہ للاحتیاط فان لم یکن ماء لم یجز الوضوء بہ و ان کان ماء لم یجز التیمم و جمع بینہما خروجا عن العہدۃ بیقین فلئن کان ماء فقد توضأ و ان لم یکن فقد تیمم کما فی سؤر الحمار المشکوک فی طہوریتہ و لیس کذلک بل الاحتیاط ہہنا بہذا المعنی اقوی الدلیلین لایستقیم لاحد ان یسمیہ ماء مطلقا فہو خارج عنہ بالیقین من دون شک و اتخمین واللہ تعالٰی اعلم (۲۶۳ تا ۲۶۶) **اقول** ایسی بے لون چیزین اگر نہ پانی کے خلاف رکھتی ہون کہ نصف کم ملکر بھی لیوین تو باتفاق منقول و ضابطہ اوس سے وضو کا عدم جواز چاہیے اما المنقول فلان العبرۃ بالطعم حیث لا لون و اما الضابطۃ فلانہا ذات وصف او وصفین و علی کل یکفی تغیر وصف احد فما مر عن البحر من العبرۃ بالاجزاء فی ماء لسان الثور و ماء الورد المنقطع الرائحۃ و مثلہ فی الغنیۃ تغیر مسلم فلیتنبہ

نوع اخر

مقابلات نوع آخر قسم اول صنف اول جامدات (۲۶۷ تا ۲۷۵) نبیذ مین چھوہارے یا کشمش خواہ کوئی میوہ شربت مین شکر بتاشے مصری خواہ کوئی خشک شیرینی خیسانده مین دوا رنگ مین کسم کیسر پڑیا روشنائی مین کسیس مازو خواہ اور اجزاء اتنے دالے کہ پانی رقت پر نہ رہے اوس سے بالاجماع وضو ناجائز ہے قدوری و ہدایہ و نقایہ وغیرہا عامہ کتب مین ہے او جماء غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء

صنف دوم مائعات (۲۷۶ تا ۲۷۸) زعفران حل کیا ہوا پانی یا شہاب اگر پانی مین ملکر لوسکی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

رنگت کے ساتھ مزہ یا بو بھی بدل دے تو اوس سے بالاتفاق وضو ناجائز ہے لتغیر اللون علی الحکم المنقول والاکثر فی صنف علی الضابطۃ
یعنی مزہ یا بو حل کیا ہے الا ان جب رنگ اور ایک وصف اور بدل دے لانہ ان کان ذا الثلاثۃ کفی تغیر وصفین للوفاق فکیف اذا کان
ذا وصفین (۲۷۹) تربوز کا شیریں پانی جبکہ پانی میں مل کر رنگ کے ساتھ اوس کا ایک وصف اور بدل دے ہاں رنگ نہ رکھتا ہو تو
مزے کا اعتبار ہو محمل قول الزیلعی والمحقق الثلاثۃ کما ہو معلوم مشاہد وقال فی المنحۃ قال الرملی المشاہد فی البطیخ مخالفتہ
للماء فی الرائحۃ وایضا فی البطیخ ما لونہ احمر وفیہ ما لونہ اصفر لم اقول [1622] ای لون ماءہ اذ فیہ الکلام لا لون عینہ
(۲۸۰) سپید انگور کا شیرہ جب پانی کے عرق سے ہو اوس کا مزہ غالب آجائے لتغیر الطعم علی المنقول وھو ذو وصفین فیکفی
تغیر واحد علی الضابطۃ فھذا مما لا یتأتی فیہ الخلاف فی شیئ من جانبی الجواز وعدمہ فان قلت [1623] بل فی الحکم
لا یقتصر عند اہل الضابطۃ علی الطعم بل کذلک لو غلب الریح اقول [1624] طعمہ اسرع ظہورا فلا یتغیر الریح ما لم یتغیر
(۲۸۱) سپید انگور کا سرکہ ملنے سے اگر پانی کا مزہ بدل گیا سرکہ کا مزہ اوس پر غالب ہو گیا لما مر ویأتی فیہ الخلاف کما یأتی
[1625] (۲۸۲) رنگت دار سرکہ جب پانی میں ملکر رنگ اور مزہ دونوں بدل دے لحصول اللون علی المنقول ووصفین علی الضابطۃ (۲۸۳) [1626]
ایسے سرکہ کا مزہ قوی ہے تو جب اوس کے مزہ کے ساتھ رنگت بھی بدل جائے (۲۸۴) [1627] جس سرکہ کا رنگ قوی ہے تو جب رنگ کے ساتھ
ایک وصف اور بدل دی والوجہ قد علم (۲۸۵) وہ دو جب اوس کا رنگ اور مزہ دونوں پانی پر غالب آجائیں [1628] لان العبرۃ فی المنقول
باللون وعند الزیلعی وکثیر من اتباعہ بکل صنفین اللون والطعم وعند المحقق علی الاطلاق وصحبۃ الدرر بہما معا فاذا
تغیرا حصل الوفاق علی سلب الاطلاق یہ ایک سو بائیس [122] شکلیں وہ ہیں جن سے وضو بالاتفاق ناجائز ہے یعنی نہ ہو سکتا ہے نہ اوس سے
نماز جائز ہو واللہ تعالی اعلم وصلی اللہ تعالی علی سیدنا ومولینا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم قسم سوم جن سے صحت وضو میں حکم منقول و
مقتضائے ضابطہ امام زیلعی کا خلاف ہے صنف اول خشک اشیا (۲۸۶ و ۲۸۷) چھوہارے کے سوا کشمش انجیر وغیرہا کوئی میوہ
بالاجماع الا ما عن الامام الاوزاعی ان ثبت عنہ اور مذہب صحیح معتمد مفتی بہ مرجوع الیہ میں چھوہارے بھی جبکہ اوسے تر کرنے سے
پانی میں اوس میوہ کی کیفیت اسقدر آجائے کہ اب اوسے پانی نہ کہیں نبیذ کہیں اوس سے وضو نہیں ہو سکتا اگرچہ رقیق ہو بدائع امام ملک العلماء
میں ہے قیاس ما ذکرنا انہ لا یجوز الوضوء بنبیذ التمر لتغیر طعم الماء وصیرورتہ مغلوبا بطعم التمر فبالقیاس اخذ ابو یوسف
وقال لا یجوز التوضی بہ الا ان ابا حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ ترک القیاس بالنص فجوز التوضؤ بہ وروی نوح فی
الجامع المروزی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ انہ رجع عن ذلک وقال لا یتوضؤ بہ وھو الذی استقر علیہ
قولہ کذا قال نوح وبہ اخذ ابو یوسف فتح القدیر میں ہے وجب تصحیح الروایۃ الموافقۃ لقول ابی یوسف لان روایۃ التیمم
ناسخۃ لمتاخرہا اذ ھی مدنیۃ وعلی ھذا مشی جماعۃ من المتاخرین حلیہ میں ہے ذکر نوح الجامع والحسن بن زیاد ان

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ابا حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ رجع الی انہ یتیمم ولا یتوضؤ کما ھو مختار ابی یوسف وھو قول اکثر العلماء منھم مالک
والشافعی واحمد قال فی فتاوی قاضی خان وھو الصحیح اھ غنیہ میں شرح جامع صغیر امام قاضی خان سے ہے روی اسد بن عمرو ونوح بن
ابی مریم والحسن عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ رجع الی قول ابی یوسف والصحیح قول ابی حنیفۃ الاٰخر اھ **اقول** ۱۶۲۹
فھٰذان متابعان قویان لنوح الجامع فزال ما کان یخشی من تبری ملک العلماء اذ قال کذا قال نوح غنیہ میں ہے
لا یتوضؤ بہ ھی الروایۃ المرجوع الیھا عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وعلیھا الفتوی لان الحدیث وان صح لکن
اٰیۃ التیمم ناسخۃ لانہ متاخر فھو مما نقل الحکم عند عدم الماء المطلق الی التیمم فی نبیذ التمر لیس ماء مطلقا بحر میں ہے لا یتوضؤ
بہ وھو قولہ الاٰخر قد رجع الیہ وھو الصحیح وھو اختیار الطحاوی وبالجملۃ فالمذہب المصحح المختار المعتمد عندنا عدم الجواز
خانیہ میں ہے ھو قول ابی حنیفۃ الاٰخر غنیہ میں عینی شرح کنز سے ہے الفتوی علی قول ابی یوسف درمختار میں ہے تقدم التیمم
علی نبیذ التمر علی المذھب المصحح المفتی بہ لان المجتھد اذا رجع عن قول لا یجوز الاخذ بہ اھ وقولہ یقدم ای یرجح
مختار ہے مؤثر فیفعلہ لا الوضوء بہ بدائع میں ہے اما نبیذ الزبیب وسائر الانبذۃ فلا یجوز التوضؤ بھا لان القیاس
یابی الجواز الا بالماء المطلق وھذا لیس بماء مطلق بدلیل انہ لا یجوز التوضؤ بہ مع القدرۃ علی الماء المطلق الا انا
عرفنا الجواز بالنص والنص ورد فی نبیذ التمر خاصۃ فیبقی ما عداہ علی اصل القیاس ہدایہ میں ہے لا یجوز التوضی بما سواہ
من الانبذۃ جریا علی قضیۃ القیاس غایہ میں ہے لا یجوز بنبیذ الزبیب والتین وغیر ذلک غنیہ میں ہے سائر الاشربۃ
سوی نبیذ التمر لیس فی عدم جواز التوضی بہ خلاف اسی طرح عامہ کتب میں ہے **فان قلت** من این تقول انکار قیقا **قلت** ۱۶۳۰
لاطلاقھم ویقطع الوھم انھم صرحوا ان نبیذ التمر المختلف فی جواز الوضوء بہ ما کان رقیقا اما الغلیظ فلا ثم
قالوا ولا یجوز بما سواہ من الانبذۃ لان نبیذ التمر خص بالاثر فوضح قطعا ان المراد نفی التوضی بالرقیق
منھا اما الغلیظ فمعلوم الانتفاء ولا اختلاف فیہ بین نبیذ التمر وسائر الانبذۃ بالجملہ نبیذ تمر سے مطلقاً وضو
صحیح نہ ہونا مذہب صحیح معتمد مفتی بہ ہے اور باقی نبیذوں سے نہ ہونے پر تو اجماع ہے مگر ضابطہ زیلعیہ کا اقتضا یہ ہے کہ جب تک رقت
باقی ہے صحیح ہو لیکن یہ ہرگز صحیح نہیں کہ اسے نبیذ کہیں گے نہ کہ پانی تو نام آب باقی نہ رہنے کے سبب آب مطلق نہ رہا اور وضو آب مطلق
ہی سے جائز ہے وقد مرّ بیان ذلک ثم ما من الجامدات فضابطۃ التقیید عندہ فی الجامد زوال الرقۃ فحسب قال رحمہ اللہ
تعالٰی الخالط ان کان جامدا فما دام یجری علی الاعضاء فالماء ھو الغالب وتبعہ فی الحلیۃ والدرر فاقتصرا
علی ذکر الجریان **اقول** ۱۶۳۱ وکان ما یعنیہ بعدم الجریان علی الاعضاء ھو السیلان والرقۃ اخص منہ کما یأتی
فکان یقتضی جواز الوضوء وان زالت الرقۃ مع بقاء السیلان لکن الامام الزیلعی والناقل عنہ الحلبی تدارکاہ بقولھما

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بعد فيحمل قول من قال لكان رقيقا يجوز الوضوء به والا فلا على ما اذا كان المخالط له جامدا اھ ويقرب [1632] منه قول المحقق في الفتح والبحر في البحر وغيرهما فان كان بجامد فبانتفاء رقة الماء وجريانه على الاعضاء اھ فجمعوا بينهما فابتنى الحكم على انتفائهما معا وعاد المحذور [1633] الا ان يقال ان الواو بمعنى او وحينئذ يكون ذكر الجريان والسيلان بعد الرقة مستدركا غير انه قد شاع وذاع والخطب سهل فالاحسن عبارة الغنية المعتبر في صيرورة الماء مقيدا بمخالطة الجامد زوال رقته اھ والبحر من بعد اذ قال فان كان المخالط جامدا فغلبة الاجزاء فيه بثخونته اھ

[1634] وانت تعلم ان مدار الباب على زوال الاسم كما اعترف به الامام الضابط بقوله زوال اسم الماء عنه هو المعتبر في الباب اھ وبخلط الجامد بما يزول الاسم قبل زوال الرقة كما مر عن ابن الصالح للصبغ والنبيذ وقد صرحوا ان الاختلاف انما كان في نبيذ التمر الرقيق قال في الهداية النبيذ المختلف فيه ان يكون حلوا رقيقا يسيل على الاعضاء كالماء اھ وزاد في الكافي فان كان غليظا كالدبس لم يجز الوضوء به اھ وفي البدائع وان كان غليظا كالرب لا يجوز التوضؤ به بلا خلاف وكذا ان كان رقيقا لكنه غلا واشتد وقذف بالزبد لانه صار مسكرا والمسكر حرام فلا يجوز التوضؤ به ولان النبيذ الذي توضأ به رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان رقيقا حلوا فلا يلحق به الغليظ المر اھ وهكذا في الحلية والغنية والبحر والدر وعامة الكتب بل في العناية النبيذ المختلف فيه ذكر محمد في النوادر هو ان تلقى تميرات في ماء حتى صار الماء حلوا رقيقا اھ وزوال اسم الماء عنه مقطوع به مجمع عليه ولاجله صار المذهب المختار المعتمد عدم جواز الوضوء به الا ترى ان في قول الامام الاول المرجوع عنه انما يجوز الوضوء به اذا لم يجد الماء ولا يجوز الا مع التيمم واذا وجد ماء مطلقا ينتقض فهو في كل ذلك كالتيمم ذكره في العناية والفتح والحلية عن شرح الامام القدوري لمختصر الامام الكرخي عن اصحابنا رضي الله تعالى عنهم وقال في الحلية وجه قول ابي يوسف ان الله تعالى اوجب التيمم عند عدم الماء المطلق ونبيذ التمر ليس بماء مطلق والا لجاز الوضوء به مع وجود غيره من المياه المطلقة اھ وتقدم مثله عن البدائع [1635] **اقول** وبه ظهر الجواب عما تجشمه الامام الزيلعي اذ قال اما قولهم ليس بماء مطلق قلنا هو ماء شرعا الا ترى الى قوله صلى الله تعالى عليه وسلم ماء طهور اي شرعا فيكون معنى قوله تعالى فلم تجدوا ماء اي حقيقة وشرعا اھ فيا سبحن الله لو كان هذا معنى الاية فلم لم يجز الوضوء به مع وجود ماء اخر ومن اوجب الترتيب بين المائين بتقديم اللغوي على الشرعي مع انه احتج بقوله صلى الله تعالى عليه وسلم ماء طهور [1636] **فاقول** الحديث صح اوله ثمرة طيبة وماء طهور فانما هو لبيان ان اجزائه التي تركب منها لا الاخبار عنه بانه ماء والا لكان اخبارا ايضا بانها ثمرة وهو باطل لغة وعرفا وشرعا وفي بعض الحديث قوله صلى الله تعالى عليه وسلم لعبد الله رضي الله تعالى عنه هل معك ماء اتوضؤ به قال لا الا نبيذ تمر لا يقال ان [1637] رضي الله تعالى عنه انما نفى الماء اللغوي لان السؤال

۱۴۲

كان عن الماء الشرعي لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم توضؤا به الا ان يقال لم يكن عبد الله اذ ذاك يعد النبيذ ماء شرعا وقد اعترف الامام الزيلعي نفسه انه نفى عنه ابن مسعود اسم الماء اھ اذ اثبت هذا علمت ان قصر الحكم في الجامد على زوال الرقة غير صحيح وقد تنبه لهذا البحر في البحر فقال بعد ايراد الضابطة وههنا تنبيهات مهمة الاول مقتضاه انه لا يجوز التوضؤ بنبيذ التمر والزبيب وان لم يغير الاوصاف الثلثة وقد صرحوا في باب التيمم ان الصحيح خلافه وان تلك رواية مرجوع عنها وقد يقال ان ذلك مشروط بما اذا لم يزل عنه اسم الماء وفي مسألة نبيذ التمر زال عنه اسم الماء فلا مخالفة كما لا يخفى الثاني انه يقتضي ان الزعفران اذا اختلط بالماء يجوز الوضوء به مادام رقيقا سيالا ولو غير الاوصاف كلها لانه من الجامدات والمصرح به في معراج الدراية معزيا الى القنية ان الزعفران اذا وقع في الماء ان امكن الصبغ فيه فليس بماء مطلق من غير نظر الى الثخونة ويجاب عنه بما تقدم من انه زال عنه اسم الماء اھ وردّه اخوه وتلميذه المحقق في النهر كما في ط بان الزيلعي لم يذكر ذلك وان هذا التقييد لا يجدي نفعا اھ واجاب عنه السيد العلامة ابو السعود الازهري في فتح الله المعين تبعا لـ ط بان الكلام فيما اذا لم يزل عنه اسم الماء كما ذكره الزيلعي فتنظير النهر ساقط وما ذكر في البحر من الجواب ماخوذ من صريح كلام الزيلعي اھ فهؤلاء ثلثة اجلاء اختلف انظارهم في كلام الامام الزيلعي اما الاخوان العلامتان فاتفقا على ان الزيلعي لم يذكر في الجامد قيد بقاء الاسم غير ان البحر يقول انه مطوي منوي فالمعنى ان كان جامدا فما دام باقيا على رقته فالماء هو الغالب بشرط ان لا يزول عنه اسم الماء والنهر يقول انه لم يذكره كما ترى ولم يرده لانه لا يجدي نفعا واما السيد فزعم انه مذكور في صريح كلام الزيلعي وان كلامه فاهو فيه وان البحر انما اخذه منه هكذا اختلفوا ولنتل لك كلام الزيلعي ليتجلى لك جلية الحال قال رحمه الله تعالى بعدما نقل اقوالا مختلفة هكذا جاء الاختلاف فلا بد من ضابط وتوفيق فنقول ان الماء اذا بقي على اصل خلقته ولم يزل عنه اسم الماء جاز الوضوء به وان زال وصار مقيدا لم يجز والتقييد اما بكمال الامتزاج او بغلبة الممتزج فكمال الامتزاج بالطبخ بطاهر لا يقصد به التنظيف او بتشرب النبات وغلبة الممتزج بالاختلاط من غير طبخ ولا تشرب نبات ثم المخالط ان كان جامدا فما دام يجري على الاعضاء فالماء الغالب وان كان مائعا فان لم يكن مخالفا في شيئ كالماء المستعمل تعتبر بالاجزاء وان مخالفا فيها فان غير اكثرها لا يجوز الوضوء به والا جاز وان خالف في وصف او وصفين تعتبر الغلبة من ذلك الوجه كاللبن يخالفه في اللون والطعم فان كان لون اللبن او طعمه هو الغالب لم يجز والا جاز وماء البطيخ يخالفه في الطعم فتعتبر الغلبة فيه بالطعم فعلى هذا يحمل ما جاء منهم على ما يليق به فقول من قال ان كان رقيقا يجوز والا فلا محمول على ما اذا كان المخالط جامدا ومن قال ان غير احد اوصافه جاز على ما خالفه في الثلثة ومن قال اذا غير احد اوصافه لا يجوز على ما خالفه في وصف او وصفين ومن اعتبر بالاجزاء على ما لا يخالفه في شيئ فاذا نظرت وتأملت

تطفل ۱

النورق | النور

علی الرومی

وجدت ما قال الاصحاب لا يخرج عن هذا ووجدت بعضها مصرحا به وبعضها مشارا اليه اما هذا كلامه قد
لخصته ولم اخرم منه حرفا غير ما ذكر في التنوير من الفرق بين الخروج والاستخراج فانه غير صحيح ولا يتعلق بالغرض
الغرض ههنا **اقول** ١٦٤٢ فقد بان لك من كلامه ثلثة امور **الاول** لا ذكر في كلامه لتقييد حكم
الجامد ببقاء الاسم حتى بالاشارة فضلا عن التصريح انما قال ما دام يجري على الاعضاء فالرقيق الباقي مطلق
غير مقيد فهذا الماء ترى مطلق غير مقيد ثم اذا اتى على تطبيق الضابطة على الروايات المختلفة حمل على الجامد
قول من قال ان كان رقيقا يجوز والا لا والقول في الاصل مرسل وفي المحل مرسل ارسالا فاحتاج الى التقييد وكذلك الملونات
عليك كلام الآخذين عنه اصحاب الفتح والحلية والغنية والدرر ونور الايضاح حتى البحر الذي ابى هذا التقييد لم يلم
احد منهم في تلخيص الضابطة اليه آخرهم ان صرح الشامي بانه من زيادات البحر **الثاني** ١٦٤٣ ذكر رحمه الله تعالى اولا اصلا
مجمعا عليه ان الوضوء انما يجوز بالماء المطلق وهو الذي لم يزل عنه طبعه واسمه دون المقيد الزائل عنه اسمه **اقول** ١٦٤٤
ولم يذكر الطبع لان زوال الطبع يوجب زوال الاسم فذكره اولا ايضاحا وحذفه آخرا اجتزاء فهذا القدر مما لا خلاف
فيه لاحد انما الشان في معرفة المطلق والمقيد اي معرفة انه متى يزول الاسم فيحصل التقييد فتشمر لاعطاء ضابطة
في ذلك تتميز بها مواضع زوال الاسم عن محال بقائه فقال التقييد باحد امرين كمال الامتزاج او غلبة الممتزج
الخ فلا شك ان كلامه فيما لم يزل عنه اسم الماء كما ذكره السيد لانه مسوق لبيان ما يحصل به التقييد والتقييد انما يكون
للمطلق فان تقييد المقيد تحصيل الحاصل وما المطلق الا ما لم يزل عنه اسم الماء فخفي الا ان الكلام وما كان ان نكره احد لكنه
لا يدفع الايراد بل انما منه منشؤه فانه افاد ان الماء المطلق لا يتقيد في خلط الجامد الا بالثخونة والحكم خلافه فانه
ربما يتقيد قبل ان يثخن كما في الزعفران والنبيذ وثبوت الحصر **اولا** بالقصر كما علمت **واقول ثانيا** ١٦٤٥
محال ان يزول اسم الماء عنه مع بقاء رقته الا بتغير وصف له اذا بقي طبعه واوصافه فزوال اسمه عنه يكون بغير
موجب وهو باطل ١٦٤٦ اما ما امتزج بغيره مما لا يخالفه في صفاته مساويا له في الاجزاء او اكثر فانما يزول فيه اسم الماء عن
الكل المركب من الماء وغيره المساوي له او الغالب عليه لا عن الماء الذي فيه حتى لو امكن افراز الماء عن ذلك المخالط لكان جائزا
به الوضوء وهو رحمه الله تعالى لم يذكر في الجامد غير الثخونة ولم يعتبر فيه الاوصاف انما اعتبرها في مقابلة المائع والمقابلة
تنافي الخلط فقد افاد قطعا ان لا غلبة في الجامد بالاوصاف وقد افصح به الشرنبلالي في تلخيص ضابطته
اذ قال ولا يضر تغير اوصافه كلها ام وما كان زوال الاسم الا باحد امرين زوال الرقة او تغير الوصف فقد نفى هذا في خلط
الجامد فلم يبق الا الاول وظهر انه يقول لا يزول الاسم فيه بوجه من الوجوه ما دامت الرقة باقية وهذا هو محل

قوله ١٦٤٢ م اي ان وجد اما ما مثلوا به من كاو لسان الثور وماء الورد المنقطع والرغوة فليس منه للاختلاف في الطعم والرائحة مثلوا به من الماء المستعمل وهو على نفسه تفقها مسألة المطلق فكيف

النورق والنور

جعل امتزاجه بالمطلق المطلق تقييد ١٢ منه غفر له

قوله معروضة على العلامة ابن السعود

قوله معروضة

الایراد فاین المحیط نعم ذکر فی صدر الکلام لفظ زوال الاسم وھو انما ھو تمہید ضابطۃ خارجا عنہا بیانا للمحوج
الیہا کما علمت فضلا عن ان یکون قیدا فی حکم الجامد **فان قلت** الیس قد قال قبل ھذا تحت
قول المختصر او بالطبخ ان زوال الاسم ھو المعتبر فی الباب کما تقدم فکان صریح منطوقہ الادارۃ علیہ
حیث کان **اقول** [648] بلٰی وھو محمل القول فی الباب و ما الضابطۃ الا التفصیلہ وبیان انہ متی یحصل وقد صرح
فیہا انہ لا یحصل فی خلط الجامد الا بالثخونۃ فلا تنفع الادارۃ **الثالث** [649] ھو بصدد اعطاء ضابط
یمیز بین المقید والمطلق وما الضابط الا ما یحیط بالصور فیجب ان یستوعب کلامہ بیان کل ما یحصل بہ التقیید ای
کل ما یزول بہ الاسم اذ لا تقیید الا بہ فتقیید شیئ من احکامہ بان لا یزول الاسم افساد لمقصودہ واخراج للضابط
عن ان یکون ضابطا وارجاع للتمییز الی التجہیل، والتفصیل الی التعطیل، فانہ یؤول الی ان فی خلط الجامد بدون
الثخونۃ لا یزول الاسم بشرط ان لا یزول الاسم وھو کلام مغسول، لا یرجع الی طائل ومحصول، ھذا معنی
قول النھر انہ لا یجدی نفعا فتبین انہ لا مذکور ولا منطوق ولا منوی وان الحق فیہ بید النھر، وان ھذا شیئ سقط عن الفخر،
فلقطہ البحر، وذکرہ فی تنبیہ یلحق بہ فجاء الدر فنظمہ فی سلک الضابطۃ اذ قال فلو جامدا فبثخانۃ ما لم یزل
الاسم کنبیذ تمر اھ فنعما فعل اذ بہ صح الحکم وان انحلت عری الضابطۃ، واحتاج مطلع الی ضابط اٰخر یلقطہ اساقطہ
ھکذا ینبغی التحقیق، واللہ تعالٰی ولی التوفیق وکان الحری بنا ان نؤخر ھذا البحث الی الفصل الرابع حیث نتکلم ان شاء
اللہ تعالٰی علی الضابطۃ ولکن الحاجۃ مست الیہ ھھنا کیلا یعتری احدا شک فیما نبدی من المخالفات بین الاحکام
المنقولۃ وقضیۃ الضابطۃ وباللہ تعالٰی التوفیق (۲۸۸) [650] یوہیں شربت سے وضو ناجائز ہے شکر کا ہو یا مصری شہد
کسی چیز کا ہو نمبر ۱۸۵ میں ایہ وغیرہا کتابوں سے گزرا کہ لا بالاشربۃ پر جو بنایہ و کفایہ و غایہ میں فرمایا ان ارادہ بالاشربۃ الحلو المخلوط بالماء
کالدبس والشھد المخلوط بہ کان نظیر الماء الذی غلب علیہ غیرہ مجمع الانہر میں ہے قال کما فی الفرائد المراد من الاشربۃ
الحلو المخلوط بالماء کالدبس والشھد مگر اصحاب ضابطہ غیر بحر و دُر پر لازم کہ اس سے وضو جائز مانیں جب تک پانی کی رقت نہ زائل ہو
اور یہ شربت میں عادۃً نہیں ہوتا شکر یا مصری تو ظاہر ہیں اور یوہیں شہد جبکہ جما ہوا ہو مگر یہ اس وجہ سے صحیح نہیں کہ شربت کو پانی
نہیں کہتے نام بدل گیا تو آبِ مطلق نہ رہا (۲۸۹) [651] یوہیں دوا کا خیساندہ قابلِ وضو نہیں اگرچہ گاڑھا نہ ہو گیا ہو کہ وہ دوا کہلائیگی نہ پانی مگر اہل
ضابطہ پر جواز لازم (۲۹۰ تا ۲۹۵) [652] یوہیں کسم کیسر رنگت کی پڑیاں جب پانی میں اسقدر ملیں کہ رنگنے کے قابل ہو جائے
کسنبیس مازو روشنائی مل کر حرف کا نقش بننے کے لائق ہو جائے بحکم تجنیس و فتح القدیر و حلیہ و معراج الدرایہ و بحر الرائق و درمختار و قنیہ و
ہندیہ و فتح اللہ المعین و امام جرجانی جسکی عبارات نمبر ۱۴۲ میں گزریں اوس سے وضو جائز نہیں کہ وہ رنگ یا سیاہی یا روشنائی کہلائیگا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اقول ۱۶۵۳ نہ پانی مگر بحکم ضابطہ جواز ہے خصوصاً پڑیا کا پانی کہ بہت کم مقدار میں ملائی جاتی ہے جس کا پانی کی رقت پر اثر نہیں ہوسکتا وھو وان کان ظاہر عامۃ الکتب کما مر ثمہ لکن ہذا ھو قضیۃ الامر المجمع علیہ الغیر المنخرم ان زوال الاسم یسلب الاطلاق واللہ تعالٰی اعلم بان روشنائی وغیرہ کا گاڑھا پانی بروئے ضابطہ کسی قابل وضو نہیں صنف دوم سیال اشیاء (۲۹۶ تا ۲۹۸)

اقول ۱۶۵۴ گلاب کیوڑا بید مشک بلاشبہہ مزہ آب کے خلاف مزہ رکھتے ہیں اور ان کی بو قوی تر ہے گھڑے بھر پانی میں اگر تولہ بھر اوسے خوشبو کر دیتا ہے اور مزہ نہیں بدلتا تو بحسب حکم منقول اوس سے وضو جائز رہیگا جبتک اسقدر کثرت سے نہ ملے کہ پانی پر مزہ غالب آجائے مگر اہل ضابطہ کے نزدیک اوس سے وضو ناجائز ہونا لازم لانہ ذو وصفین وقد تغیر واحد مگر یہ سخت بعید بلکہ بداہۃً باطل ہے عرفاً لغۃً شرعاً اوس گھڑے بھر پانی کو جس میں چند قطرے گلاب کے پڑے ہیں پانی ہی کہا جائیگا تو وہ یقیناً آب مطلق ہے اور اوس سے بلاشبہہ وضو جائز (۲۹۹ و ۳۰۰) ۱۶۵۵ زعفران حل کیا ہوا پانی یا شہاب اگر اتنا ملے کہ پانی کا صرف رنگ بدلے تو حکم مذکور نمبر ۱۲۶ سے وہ پانی قابل وضو رہیگا اور اہل ضابطہ جائز نہ کہینگے لانہما من ذوات الثلثۃ فلا یکفی تغیر وصف واحد ولو نعم اقوی اوصافہا فیعمل قبل ان یحیل الباقیان (۳۰۱) ۱۶۵۶ یونہیں پڑیا حل کیا ہوا پانی پانی میں پڑکر صرف رنگت بدل دے تو کتب مذکورہ کے حکم سے قابل وضو نہیں اور اہل ضابطہ کے نزدیک بھی ناجائز ہے اگر پڑیا کسی قسم کی بو رکھتی ہو ورنہ جائز کہینگے (۳۰۲) ۱۶۵۷ آب تربوز سے جب پانی کا صرف مزہ بدلے خود اہل ضابطہ نے عدم جواز وضو کی تصریح کی کما مر فی ۱۲۸ مگر از انجا کہ ضابطہ جواز چاہتا ہے لانہ ذو الثلثۃ فلا یکفی بوصف طعم لغلبۃ اوصافہ فلا یستلزم غلبتہ غلبۃ احد الباقیین (۳۰۳) ۱۶۵۸ سپید انگور کے سرکہ کی جبکہ صرف بو پانی میں آجائے مزہ غالب نہ ہو بحکم بدائع منقول نمبر ۱۳ قابل وضو ہے مگر بر بنائے ضابطہ جواز نہ چاہیے لانہ ذو وصفین وقد تغیر احدھما (۳۰۴) سرکہ کہ رنگت بھی رکھتا ہے اور اوسکی بو سب اوصاف سے اقوی ہے اگر پانی میں اوسکا مزہ اور بو آجائے اور رنگ نہ بدلے بحکم منقول شرح امام ملک العلماء و امام اسبیجابی و امام فخر الدین زیلعی و نجم الدین زاہدی و زاد الفقہا و امام ابن امیر الحاج حلبی مذکور نمبر ۱۲۶ قابل وضو ہے مگر اتباع ضابطہ عدم جواز کی تصریح کی غنیہ میں ہے ان کان یخالفہ فی الاوصاف کلہا کالخل فالمعتبر غلبۃ اکثرہا نور الایضاح و مراقی الفلاح میں ہے الغلبۃ توجد بظہور وصفین من خل لہ لون و طعم و ریح ای وصفین منہا ظہرا منعا صحۃ الوضوء ولو واحد لا یضر لقلتہ رد المحتار میں ہے فالغلبۃ بتغیر اکثرہا وھو الوصفان فلا یضر ظہور وصف واحد فی الخل من اوصاف الخل ام

اقول ۱۶۵۹ وقد کان ملک العلماء قدس سرہ احال الامر اولا علی زوال الاسم وھی الجادۃ الواضحۃ حیث قال الماء المطلق اذا خالطہ شیئ من المائعات الطاہرۃ کاللبن والخل ونقیع الزبیب ونحو ذلک علی وجہ زال عنہ اسم الماء بان صار مغلوبا بہ فھو بمعنی الماء المقید ام لکن ثم عاد الی اعتبار اللون فی مثلہ فقال متصلا بہ ثم ینظر ان کان یخالف لونہ لون الماء یعتبر الغلبۃ فی اللون (۳۰۵) ۱۶۶۰ جس سرکہ کا مزہ

۱ مسائل جن ... اللہ تعالٰی اعلم السر فی ذلک ۱۲

النور و النورق

۲ فی سادس ضوابط الفصل الثالث ۱۲ منہ غفرلہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

رنگ و بو سے اقوی ہو جب اوسکی مزہ و بو پانی پر غالب آئین اور رنگ نہ بدلے بحکم مذکور ائمہ قابل وضو ہے اور ضابطہ مخالف
١٦٦١
(۶ س) جس سرکہ کا رنگ غالب ہو جب اوس سے صرف رنگ بدلے تو اسکا عکس ہے یعنی بحکم ائمہ اوس سے وضو ناجائز اور ضابطہ
١٦٦٢
مقتضی جواز (۷ س) وہ عطر سے جب پانی کا صرف رنگ بدلے بحکم ائمہ مذکورین قابل وضو نہین اور عجب کہ امام
زیلعی نے بھی اونکی موافقت کی حالانکہ اونکا ضابطہ مقتضی جواز ہے لانہ ذو الثلثۃ و لونہ اقوی فلا یکفی وصف
واحد ہاں امام ابن الہمام و درر و قدوری و ہدایہ و عنایہ و عمدۃ القاری جانب جواز ہین کما تقدم کل ذلک فی ۱۳۴
١٦٦٣
واللہ تعالٰی اعلم تکمیل جزئیات نامحصور ہین بہتی ہوئی چیز کہ پانی سے کسی وصف مین مخالف ہو اوسکے بارہ مین
اس اختلاف و اتفاق کا ضابطہ ملاحظہ کیجئے چند امور سے واضح (۱) اگر کوئی وصف نہ بدلے پانی بالاجماع قابل وضو ہے (۲)
مخالف اگر صرف رنگ یا مزہ مین ہو اور وہ بدل جائے بالاتفاق قابل وضو نہین تنبیہ بدلنے سے کیا مراد ہے اسکی تحقیق
انشاء اللہ العزیز فصل سوم مین آئیگی (۳) اگر دو وصف مین مخالف ہو اور دونون بدل جائین بالاتفاق عدم جواز ہے (۴) اگر صرف رنگ و مزہ
یا رنگ و بو مین مخالف ہو اور رنگ بدلے تو بالاتفاق ناقابل ہے اور دوسرا بدلے تو بحکم منقول جواز اور بروئے ضابطہ ناجائز (۵) اگر صرف مزہ و
بو مین اختلاف ہو اور مزہ بدلے تو بالاتفاق ناروا اور بو بدلے تو صرف بروئے ضابطہ عدم جواز ہے منقول جواز (۶) اگر تینون وصف مختلف ہین اور
سب بدل جائین بالاتفاق ناجائز (۷) اگر اس صورت مین صرف مزہ یا بو بدلے بالاتفاق جواز ہے اور فقط رنگ بدلے تو بحکم منقول ناجائز
اور حکم ضابطہ جواز (۸) اسی صورت مین اگر رنگ و مزہ یا رنگ و بو بدلین بالاتفاق ناجائز اور مزہ و بو بدلین تو ضابطہ پر ناجائز اور
١٦٦٤
منقول جواز (۹) تخالف و تبدل دونون کی جمیع صور کا احاطہ توان آٹھ مین ہو گیا۔ رہا یہ کہ تبدل کی کونسی صورت کہان ممکن ہے اوسکا
بیان یہ کہ جو ایک ہی وصف مین مخالف ہے ظاہر ہے کہ وہ تو اوسی کو بدل سکتا ہے اور اگر دو مین تخالف ہے تو تین صورتین ہین اول اقوی ہو گا
یا دوم یا دونون مساوی یعنی بدلین تو دونون ایک ہی ساتھ بدلین اونمین آگا پیچھا نہین اگر ایک اقوی ہے تو ایک کے تغیر مین اوسی کا تغیر
ہو گا صرف دوسرے کو متغیر فرض نہین کر سکتے ہان دونون کا بدلنا تینون صور مین ہو سکتا ہے (۱۰) اگر تینون وصف مختلف
ہین تو اوس مین سات احتمال ہین اول اقوے ہو یا دوم یا سوم یا اول و دوم یا اول و سوم یا دوم و سوم یا سب
مساوی جس مین ایک اقوے ہو تنہا ایک کے تبدل مین وہی مفروض ہو سکتا ہے اور دو کے تبدل مین ایک
وہ ہونا ضرور۔ اوس کے بغیر باقی دونون کا تنہا یا معًا تغیر فرض نہین کر سکتے اور دو اقوے ہین تو اوس مین نہ ایک کا
تبدل ہو سکتا ہے نہ ایسے دو کا جن مین ایک وہ تیسرا ہو ہان تینون بدل سکتے ہین اور جہان تینون مساوی
ہین وہان یہی صورت فرض ہو سکتی ہے کہ سب بدل جائین یا کوئی نہ بدلے واللہ تعالی اعلم وصلی اللہ تعالی علی سیدنا و
مولنا محمد الکریم الاکرم وعلی آلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ وبارک وسلم آمین والحمد للہ رب العلمین

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فصل ثانی

مطلق ومقید کی تعریف میں۔ یہاں عبارات علماء مختلف آئیں اما لفظا او ومعنی ایضا فمنہا صحیح وخلافہ والصحیح منہا حسن واحسن فنذکرہا ومالہا وعلیہا لیتبین للمتعجب من المجتنب ۴ ونرجو معیار الفرق کل مطلب وباللہ التوفیق تعریف اول مطلق وہ کہ شی کی نفس ذات پر دلالت کرے کسی صفت سے غرض نہ رکھے نہ نفیا نہ اثباتا قال فی الکفایۃ اور مقید وہ کہ ذات کے ساتھ کسی صفت پر بھی دلالت کرے عـــہ۱ یہاں ان اللہ تعالٰی ذکر الماء فی الاٰیۃ مطلقا والمطلق ما یتعرض للذات دون الصفات ومطلق الاسم ینطلق علی ہذہ المیاہ اھ ای ماء السماء والاودیۃ والعیون والاٰبار ذکرہ مستدلا علی جواز التوضی بہا بقولہ تعالٰی وانزلنا من السماء ماء طہورا اقول ۱۶۶۳ ہذا ہو المطلق الاصولی ولیس مرادا ھہنا قطعا فانہ مقسم للمقید اٰت وہذا قسیمہ وہو ینطلق علی جمیع المقیدات فیلزم جواز التوضی بہا بل المطلق ہھنا مقید بقید الاطلاق فی مرتبۃ بشرط شیئ ای ما لم یعرض لہ ما یسلب عنہ اسم الماء المرسل ولا شک ان ہذا متعرض لوصف زائد علی نفس الذات فالمطلق ہھنا قسم من المقید وقسیم لسائر المقیدات وقد تنبہ لہذا السید العلامۃ الشامی فنبہ علیہ بقولہ فاعلم ان الماء المطلق اخص من مطلق ماء لاخذ الاطلاق فیہ قیدا ولذا صح اخراج المقید بہ واما مطلق ماء فمعناہ ای ماء کان فیدخل فیہ المقید المذکور ولا یصح ارادتہ ھہنا اھ ووقع فی البحر بعد ما عرف المطلق بما یاتی والمطلق فی الاصول ہو المتعرض للذات دون الصفات لا بالنفی ولا بالاثبات کماء السماء والعین والبحر اھ فقد کان یفہم بالمقابلۃ انہ لیس مرادا ھہنا لکن جعل المیاہ المطلقۃ عـــہ۲ مثالا لہ صرف الکلام الی الایہام فاحسن ما فی الکافی والبنایۃ ومجمع الانہر اذ ذکروا المطلق الاصولی ثم قالوا والمراد ھہنا ما یسبق الی الافہام الخ دوم مطلق وہ کہ اپنی تعریف ذات میں دوسری شیئ کا محتاج نہ ہو اور مقید وہ کہ جس کی ذات بے ذکر قید نہ پہچانی جائے ذکرہ فی مجمع الانہر علی جہۃ التمریض فقال وقیل المطلق ما لا یحتاج فی تعریف ذاتہ الی شیئ اٰخر والمقید ما لا یعرف ذاتہ الا بالقید اھ اقول ۱۶۶۴ وہو بظاہرہ افسد من الاول فان شیئا ما قط لا یحتاج فی تعریف ذاتہ الی شیئ اٰخر ولکن المقصود انہ الباقی علی طبیعۃ الماء وصرافۃ المائیۃ لم یداخلہ ما یخرجہ عن طبعہ او یجعلہ فی العرف مرکبا مع غیرہ فیصیر ذاتا اخری غیر ذات الماء لا یطلق علیہ محض اسم الماء ولا یعرف ذاتہ باطلاقہ واوضح منہ قول الغنیۃ ہو ما یسمی فی العرف ماء من غیر احتیاج الی تقیید فی تعریف ذاتہ اھ وہو ماخوذ عن الامام حافظ الدین فی المستصفی کما سیاتی ان شاء اللہ تعالٰی سوم مطلق وہ کہ اپنی پیدائشی اوصاف پر باقی ہو خزانۃ المفتین میں شرح طحاوی سے ہو الباقی علی اوصاف خلقتہ اھ اقول ۱۶۶۵ ان ارید بالاوصاف الاوصاف الثلثۃ خاصۃ اومع الرقۃ والسیلان انتقض منعا بالمحض اذا خلط بصابون او اشنان ولو طبخ بہما او بسدر ما دام باقیا علی رقتہ وکذا ما القی فیہ زعفران او لم یصح نبیذ التغیر اوصافہ کلا او بعضا مع جواز الوضوء بہا اتفاقا وکذا بما خلطہ مائع موافق فی الاوصاف اکثر منہ او مساویا لہ مع امتناع الوضوء بہ وفاقا فانتقض

عـــہ۱ تطفل ۹۲۳ علی الکفایۃ والبنایۃ

عـــہ تطفل ۹۲۴ علیہما وعلی الغنیۃ

عـــہ۲ تطفل ۹۲۵ علی البحر

عـــہ۳ تطفل ۹۲۶ علی الامام الاسبیجابی والامام النسفی

طرداً وعکساً وان ارید بالاعم اتسع الخرق فانتقض بنحو الحمیم ایضا **چہارم** مطلق وہ کہ اپنی رقت وسیلان پر باقی ہو۔ شلبیہ علی الزیلعی
بیّن ان الماء المطلق ما بقی علی اصل خلقتہ من الرقۃ والسیلان فلو اختلط بہ طاہر اوجب غلظہ صار مقیدا اھ ملخصا
اقول ١٦٧٠ ھذا افسد وقد تضمن سابقہ الزیلعیۃ وفیہ یرید ھذا انتقاضا بما خلط بکل مائع لایسلبہ رقتہ وان غیر اوصافہ کاللبن
والخل والعصیر ونحو ذلک۔ **پنجم** مطلق وہ جس کے لیے کوئی نیا نام نہ پیدا ہوا ہو۔ بدائع میں فرمایا قال الشافعی رحمہ اللہ تعالٰی لایجوز التوضی
بماء الزعفران واشباھہ مما لیس من جنس الارض لانہ ماء مقید الاتری انہ یقال ماء الزعفران بخلاف اجزاء الارض لان الماء لا
یخلو عنھا ولنا ان اسم الماء باق وقع الاطلاق الاتری انہ لم یتجدد لہ اسم علی حدۃ واضافتہ الی الزعفران کاضافتہ الی البئر والعین اھ
اقول ١٦٧١ ظاہرہ منتقض بالحمیم فقد حدث لہ اسم لم یکن **فان قلت** ١٦٧٢ اسم الماء باق
علیہ فالمراد ما تجدد لہ اسم صح انتفاء اسم الماء الاتری الی قولہ ان اسم الماء باق علی الاطلاق **اقول** ١٦٧٣ **اولا**
قولہ قدس سرہ لم یتجدد لہ مفصول عما قبلہ الاتری الی قولہ الاتری فقد جعلہ دلیلا علی بقاء الاسم لا ان بقاء الاسم
ماخوذ فیہ **وثانیا** ١٦٧٤ بقاء الاسم علی الاطلاق کاف فی الاطلاق لایحتاج بعدہ الی عدم حدوث ولا یضر معہ الف
حدوث فضمہ الیہ یجعلہ لغوا۔ ھذا وقد ردہ الفاضل عصام فی حاشیتہ بانہ منقوض بماء الباقلاء حیث لم یتجدد لہ
اسم ولم یبق ماء مطلقا ثم قال والجواب ان المراد ھو الاستلزام الاکثری فان الغالب فی المقید تجدد الاسم کالخبز والمرق وماء
الصبغ ونحو ذلک بخلاف المطلق وھذا القدر کاف فی غرضنا اذ الاولی فی الفرد الذی یشتبہ حالہ ان یلحق بالاکثر
الاغلب اھ وتعقبہ العلامۃ سعدی افندی بقولہ الظاہر تمنع الاکثریۃ الاتری الی ماء الورد وماء الھندباء وماء الخلاف
واشباھھا اھ **اقول** ١٦٧٥ السؤال والجواب والتعقب کل ذلک بعید عن مراد المجیب **اما التعقب** فلان کثیرا ما
یقال لہ ماء کذا لاتنفی لکثرتہ ما تجددت لہ الاسماء وھی معلومۃ قطعا بلا امتراء **واما الجواب فاولا** ١٦٧٦ حاصل
الجدل ان الامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ استدل علی کونہ ماء مقیدا بانہ یقال لہ ماء الزعفران فاحتاج الی التقیید و
کل ما احتاج الی التقیید مقید فاجاب عنہ الشیخ قدس سرہ بمنع ومعارضۃ اما المنع فقولہ واضافتہ الی الزعفران الخ ای
لانسلم ان کل اضافۃ للاحتیاج بل ربما یکون لتعریف شیئ وراء الذات کماء البئر والعین واما المعارضۃ فقولہ
ان اسم الماء باق الخ فاستدل علی الاطلاق ببقاء اسم الماء المطلق وعلی بقائہ بانہ لم یتجدد لہ اسم فلابد من ضم
الکلیۃ القائلۃ ان کل ما لم یتجدد لہ اسم فاسم المطلق باق علیہ فنقض المعترض الکلیۃ بماء الباقلاء ونحوہ ولا
یمس الجواب بالاکثریۃ لانتفاء التعدیۃ **وثانیا** ١٦٧٧ اللھم قولہ الغالب فی المقید تجدد الاسم اکثریۃ الاستلزام
للتجدد من جھۃ التقیید ای اکثر المقیدات متجددات والنافع لہ اکثریۃ الاستلزام للاطلاق من جھۃ عدم التجدد

ف١: معروضۃ ٩٧٧ علی العلامۃ زین بن الشلبی
ف٢: تطفل ٩٧٨ علی ملک العلماء صاحب البدائع
ف٣: معروضۃ ٩٧٩ علی العلامۃ سعدی افندی
ف٤: معروضۃ ٩٨٠ علی الفاضل عصام
ف٥: معروضۃ ٩٨١ علیہ
ف٦: معروضۃ ٩٨٢ علیہ

مسئلہ ١٦٦٨: ... ماء الزعفران ... بالماء المطلق ... الباقلاء للتنبیہ ... المقید ...
مسئلہ: ... توجیہ کلام الامام المصنف قدس سرہ ... ماء الزعفران ... المطلقۃ ١٢ منہ غفرلہ

اى اكثر ما لم يتجدد له اسم فهو مطلق ليلتحق هذا الذى لم يتجدد له اسم بالاكثر الاغلب لكن لا يلزم هذا من ذلك بل يمكن ان يكون اكثر ما تقيد تجدد له اسم ويكون اكثر ما لم يتجدد له لم يتقيد فان القضية الاكثرية لا يجب ان تنعكس بعكس النقيض كنفسها لجواز ان يكون افراد ما لم يتجدد له اسم اقل بكثير من افراد المقيد ويكون اكثر ما عداه خلافا فالمقيد فيكون اكثر افراد المقيد متجددا واكثر افراد اللا متجدد مقيدا مثلا يكون المقيد من المياه الفا وقد تجدد الاسم لثمانمائة منها دون مائتين وما لم يتجدد له الاسم من المياه سواء كان مطلقا او مقيدا ثلثمائة مائة منها من الماء المطلق والباقى من المقيد فيصدق ان اكثر المقيد متجدد ولا يصدق ان اكثر اللا متجدد له مقيد بل اكثره مقيد كما علمت **فان قلت** بل نقرر هكذا لو كان هذا مقيدا لتجدد له اسم بالنظر الى الغالب لكن لم يتجدد له اسم فليس بمقيد ظنا والظن يكفى لانه مشتبه الحال فيحمل على الغالب والغالب فى المقيد التجدد فانتفاء اللازم الاكثرى يدل على انتفاء الملزوم ظنا كما ان انتفاء اللازم الكلى يدل على انتفاء الملزوم قطعا وحاصل التمسك بغلبة التجدد فى المقيد من دون حاجة الى غلبة الاطلاق فى اللا متجدد **اقول** ٦٨٠ انما يظن ما هو اكثر والاكثرية فى استلزام الوجود الوجود لا تستلزم اكثرية استلزام الانتفاء الانتفاء ففى مثالنا انما يظن بوجود اللازم عند تحقق الملزوم لا بانتفاء الملزوم عند انتفاء اللازم **وثالثا** ٦٨١ ما الفارق بين ماء الباقلاء وماء الزعفران حتى كان هذا مشتبها فالحق بالغالب فى المتعين فلم يلحق ٦٨٢ **واما السؤال** فلان ماء الباقلاء اسم جديد غير اسم الماء وكون اسم الماء جزءا منه لا ينافى الجدة الا ترى انه لا يصلح ان يقال له ماء لكونه ثخينا والماء رقيق بخلاف ماء الزعفران فان المراد به الرقيق وهذا بالوفاق بل ما لم يصلح للصبغ وهذا عند التحقيق كما تقدم فى ١٢٠ هذا ما ظهر لى ثم رأيت المحقق ابن امير الحاج اشار اليه فى الحلية اذ قال ان ماء الورد مثلا لا تعرف من مجرد قول القائل ماء حتى يضيفه الى الورد ولهذا كانت الاضافة لازمة لكونها اضافة الى ما لا بد منه وبواسطة هذا اللزوم حدث له اسم اخر على حدة فلا تسوغ تسميته ماء على الاطلاق الا على سبيل المجاز اهـ والله الموفق لا رب سواه **ثم اقول** ٦٨٣ ان تحقق ان من المياه المقيدة ما لا يتجدد له اسم فى العرف لعدم تعلق الغرض به مثلا انما يزول عنه اسم الماء المطلق كان ذلك نقضا على المنع كما كان الحميم نقضا على الجمع فيكون هذا اظهر ورودا على الفتح اذ قال فهم فى بيان التقييد هو ان يحدث له اسم على حدة ولزوم التقييد يندرج فيه وانما يكون كذلك اذا كان الماء مغلوبا اذ فى اطلاقه على المجموع حينئذ اعتبار الغالب ما هو عكس الثابت لغة وعرفا وشرعا اهـ **اقول** ٦٨٤ انما الثابت به انه كلما تجدد الاسم كان الماء مغلوبا اما عكسه فانما ثبت انه كلما كان الماء مغلوبا لم يصح اطلاق الماء المطلق عليه لا انه يحدث له اسم برأسه ولا بد فحصر التقييد فى حدوث الاسم محل نظر والله تعالى اعلم.

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مطلق وہ ہے جسے دیکھنے والا دیکھ کر پانی کہے[1] خزانۃ المفتین میں شرح طحاوی سے ہے المطلق ما اذا نظر الناظر الیہ سماہ ماء
علی الاطلاق اھ **اقول**[1689] ف۱ رب ماء لایدرک البصر تقییدہ ولا اطلاقہ کالمخلوط بمائع موافق فی اللون
یتوقف الامر فیہ علی غلبۃ الطعم والاجزاء ف۲ وما القی فیہ تمر او زبیب یتوقف علی صیرورتہ نبیذا ولا یکفی مجرد اللون
وما خلط بعصفر او زعفران یتوقف علی صلوحہ للصبغ وشیئ من ذلک لایدرک بالبصر فلا یصح جمعا ولا منعا
ہفتم مطلق وہ ہے جسے بے کسی قید کے بڑھائے پانی کہہ سکیں فتح القدیر میں ہے الخلاف فی ماء خالطہ زعفران ونحوہ مبنی
علی انہ تقیید لہ اولا فقال الشافعی غیر تقیید کانہ یقال ماء الزعفران فنحن لا ننکر انہ یقال ذلک ولکن لایمتنع مع ذلک اسم الماء مادام المخالط مغلوبا یعنی
القائل فیہ ہذا ماء من غیر زیادۃ اھ **اقول**[1690] لا شک ان الماء المقید قسیم من الماء فحمل المقسم علی القسم لایمتنع بل ولا یغنی عن التقیید من التعمیم
التقیید والکلام فی ہذا الاطلاق **والجواب**[1691] انہ ماء لغۃ اذ الفصحاء تقول البیر ماء احمر اصبغ والکلام فی العرف **ہشتم**
مطلق وہ ہے جس سے پانی کی نفی نہ ہو سکے یعنی نہ کہہ سکیں کہ یہ پانی نہیں **اقول**[1692] ہذا معنی سابق غیر انہ صحح
الاطلاق وامتناع النفی قد یتفارقان فیما کان ذا جہتین یصح فیہ الحمل من وجہ والسلب من وجہ آخر تبیین الحقائق میں ہے
اضافتہ الی الزعفران للتعریف بخلاف ماء البطیخ ولہذا ینفی اسم الماء عنہ ولا یجوز نفیہ عن الاول اھ **اقول**[1693]
ان ارید نفی الماء المطلق دار او مطلق الماء فلا یجوز نفی المقسم عن القسم قط والماء الذی یخرج من البطیخ لیس من جنس
الماء فالحق انہ لیس ماء مقیدا بل خارج من مطلقہ کالادہان والجواب الجواب **نہم** مطلق وہ جس سے پانی کا نام زائل نہ ہوا وہو معنی
سابقہ واشیر الیہ فی کثیر من الکتب ففی التبیین زوال اسم الماء عنہ ہو المعتبر فی الباب اھ وفی الہدایۃ والکافی الا ان یغلب ذلک
علی الماء فیصیر کالسویق لزوال اسم الماء عنہ اھ وفی المنیۃ عن شرح القدوری للاقطع اذا اختلط الطاہر بالماء
ولم یزل اسم الماء عنہ فہو طاہر وطہور اھ **اقول**[1694] ہذا حق فی نفسہ لکن لایصلح تعریفا اذ لو ارید بالماء
الماء المطلق دار والا فلا خروج عن المقید ایضا اصلا کما علمت مع جوابہ وفسرہ فی الغنیۃ مرۃ بالسادس اذ قال تحت قول
الماتن اذا لم یزل عنہ اسم الماء ما نصہ بحیث لو راٰہ الرائی یطلق علیہ اسم الماء اھ **اقول**[1695] وقد علمت ف۳ فسادہ
ومرۃ زاد فیہ الخامس اذ قال تحت قول الاقطع ولم یتجدد لہ اسم آخر بان یسمی شرابا او نبیذا او نحو ذلک اھ **اقول**[1696]
ف۴ ان عطفہ تفسیرا فموقوف علی ثبوت ان کل ما زال عنہ اسم الماء فیجب ان یوضع بازائہ اسم آخر وان اراد الزیادۃ کان المعنی
ان الاطلاق یتوقف علی اجتماع العدمین فاذا وجد احدہما کان زال عنہ اسم الماء ولم یتجدد اسم آخر او تجدد اسم آخر ولم
یزل اسم الماء کان مقیدا وہذا الثانی باطل کما فی الحمید **دہم** مطلق وہ ہے کہ پانی کا نام لینے سے جس کی طرف ذہن
سبقت کرے بشرطیکہ اوس کا کوئی اور نام نہ پیدا ہوا ہو اور جس کی طرف لفظ آب سے ذہن سبقت نہ کرے یا اوس کا کوئی نیا نام ہو وہ مقید ہے

[1] ویشیر الیہ قول البنایۃ فی ماء تغیر بالطبخ ان الناظر لو نظر الیہ لایسمیہ ماء مطلقا اھ ۱۲ منہ غفرلہ

ق النور | و النور

ف۱: تطفل ۹۹ علی شرح الطحاوی والعینی وخزانۃ المفتین
ف۲: مسئلہ
ف۳: تطفل علی الغنیۃ
ف۴: تطفل آخر علیہا

حلیہ میں ہے الماء المطلق فیہ عبارات احسنہا مایتسارع افہام الناس الیہ عند اطلاق الماء مالم یحدث لہ اسم علی حدۃ
والماء المقید مالا تتسارع الیہ افہام الناس من اطلاق لفظ الماء او ما حدث لہ اسم علی حدۃ اھ **اقول اولا** ۱۶۹
ھذا اصلح من سابقہ فی العکس فانہ لاینتقض منعا وان وجد مقید لم یحدث لہ اسم وقبل ایراد امثلہ فی الطرد فانہ صرح
بان تسارع الافہام الیہ لایجد محمد حدث اسم اٰخر **وثانیا** ۱۶۹ مع قطع النظر عنہ لاشک ان ھذا الشرط ضائع
لامحل لہ اصلا فان حدوث الاسم الذی یکون فی المقید لا امکان لاجتماعہ مع تسارع الافہام الیہ عند الاطلاق **بحر میں ہے**
مطلق وہ ہے جس کی طرف نام آتے ہی ذہن سبقت کرے اور اس میں کوئی نجاست نہ ہو اور کوئی بات مانع جواز نماز نہ ہو قیدین بحر میں اضافہ
کیں تاکہ آب نجس و مستعمل کو خارج کریں **اقول** ۱۷۰ ولو اکتفی بالاخر لکفی ونصہ المطلق مایسبق الی الافہام بمطلق
قولنا ماء ولم یقم بہ خبث ولا معنی یمنع جواز الصلاۃ قال فخرج الماء المقید والمتنجس والمستعمل اھ **اقول** ۱۷۱
ھل المستعمل واخوہ داخلان فیما یسبق الیہ الذہن باطلاق الماء ام لا علی الثانی ضاع القید ان وسقط
تفریع خروجہما علی زیادۃ القیدین و علی الاول لاشک انہما من الماء المطلق اذ لانعنی بالمطلق الا ھذا وعلیہ
اقتصر الائمۃ قبلہ بل ھو نفسہ فیما بعد ذلک بورقۃ اذ قال لانعنی بالمطلق الا مایتبادر عند اطلاق اسم
الماء اھ وھذہ مناقضۃ بل فی نفس الکلام ایضا شوب منہا اذ یقول فخرج المقید والمتنجس والمستعمل ولذا قال ش ظاہرہ
ان المتنجس والمستعمل غیر مقید مع انہ منہ لکن عند العالم بالنجاسۃ او الاستعمال ولذا قید بعض العلماء
التبادر بقولہ بالنسبۃ للعالم بحالہ اھ **اقول** ۱۷۲ رحمک اللہ اذا کان ھذا عارضا خفیا لایظہر لمن لم
یعلم بحالہ الا باخبار من خارج ظہر ان الماء فیہما باق علی صرافتہ ما اثیر لم یعرضہ مایخرجہ عنہما والاظہر
لمن نظر وسبر فان الانسان فی معرفۃ الماء من غیرہ لایحتاج الی تعلیم من خارج فکیف یکون مقیدا وبالجملۃ ھذا شیئ
تفرد بہ البحر لم ارہ لغیرہ وتبعہ علیہ ش وکذا المحشی الدر عبد الحلیم والخادمی فی ذلک حین قول الدر زوال الطاقۃ اما
بکمال الامتزاج او بغلبۃ الممتزج قال علیہ اورد علی الحصر الماء المستعمل واجاب الاول بان کلام المصنف فی زوال
باختلاط المحسوس اھ **اقول** ۱۷۳ کیف وقد ذکر المستقطر من النبات والثانی بان المقسم الماء الطاہر والمستعمل کالنجس فلا یعتبر اھ **اقول**
قد علمت ان کلام الائمۃ یؤذن بدخول المتنجس فی المطلق فضلا عن المستعمل وکذلک کلام اھل الضابطۃ قبل البحر حیث لم یزیدوا علی
الابالامر ثم رأیت فی کلام ملک العلماء مایدل علیہ صریحا اذ قال قدس سرہ اما شرائط ارکان الوضوء فمنہا ان یکون
الوضوء بالماء ومنہا ان یکون بالماء المطلق ومنہا ان یکون الماء طاہرا فلا یجوز بالماء النجس ومنہا ان یکون طہورا
فلا یجوز بالماء المستعمل اھ ملتقطا فہو صریح فی ان اشتراط اطلاق الماء لم یخرجہما حتی احتیج الی شرطین اٰخرین

وکذلک کلام المنیۃ اذ یقول تجوز الطہارۃ بماءٍ مطلق طاہر اھ فافاد عموم المطلق للطاہر وغیرہ کما استدرک علیہ فی الحلیۃ بقولہ کان الاولی ان یقول طہور مکان طاہر لان الطہارۃ لاتجوز بماءٍ طاہر فقط اھ فافاد عمومہ للمستعمل وقد صرح بہ فی الغنیۃ فقال یسمی المتنجس ماءً مطلقا فاحتاج الی الاحتراز عنہ بقولہ طاہر ولوکانت المجاورۃ تکسبہ تقییدالما احتیج بعد ذکر الاطلاق الی ذکر الطاہر اھ الیہ اشار فی البنایۃ اذ قال التوضیح بہ جائز مادامت صفۃ الاطلاق باقیۃ ولم تخالطہ نجاسۃ اھ **اقول** ولعل الحامل للبحر علیہ قول بعضھم تجوز الطہارۃ بالماء المطلق وسلہ ارسالا فلو شملھما اوھم جواز الطہارۃ بھما ولیس بشیئ فان امثال القیود تطوی علما للعلم بھا کو محالہ الاخری لکثیرین لم یقیدوا باطلاق ایضا انما قالوا تجوز بماء السماء والاودیۃ الخ دوازدہم حلیہ وبحر کی تینوں سے آزاد مطلق صرف وہی کہ پانی کا نام لیتے جس کی طرف ذہن جاتا ہی ملک العلماء بدائع میں فرماتے ہیں الماء المطلق ھو الذی تتسارع افہام الناس الیہ عند اطلاق اسم الماء کماء الانھار والعیون والاٰبار والسماء والغدران والحیاض والبحار

پھر فرمایا واما المقید فھو مالا تتسارع الیہ الافہام عند اطلاق اسم الماء فھو الماء الذی یستخرج من الاشیاء بالعلاج کماء الاشجار والثمار وماء الورد ونحو ذلک اھ **اقول** والحصر المستفاد من قولہ ھو الماء الذی یستخرج غیر مقصود وانما المعنی کالماء الذی فلیتنبہ درمختار میں ہے یرفع الحدث بماءٍ مطلق ھو ما یتبادر عند الاطلاق بحر سے گزرا لانعنی بالمطلق الاما یتبادر عند اطلاق اسم الماء کافی وبنایہ ومجمع الانہر میں ہے المراد بہ ھھنا مایسبق الی الافہام بمطلق قولنا الماء عنایہ وبنایہ میں ہے لایجوز بماء اعتصر لانہ لیس بماءٍ مطلق لانہ عند اطلاق الماء لاینطلق علیہ وتحقیق ذلک انا لوفرضنا فی بیت انسان ماء بئر اوبحر اوعین وماء اعتصر من شجر اوثمر فقیل لہ ھات ماء لا یسبق الی ذھن المخاطب الا الاول ولا نعنی بالمطلق والمقید الاھذا **اقول** یہی اصح واحسن تعریفات ہے جیسا کہ حلیہ میں فرمایا مگر محتاج توضیح وتنقیح ہے

اقول وباللّٰہ التوفیق العوارض لاتمنع الفھم عند الاطلاق ولا ھی مطلقا تسلب اسم الاطلاق فان الذات ھی المفھومۃ من الاطلاق کما اذا قلت انسان لا یتسارع المفھوم منہ الی الرومی والزنجی اوالعالم والجاھل او الطویل والقصیر اوالحسین والدمیم وامثال ذلک من العوارض ولا یلزم منہ خروج ھؤلاء عن الانسان المطلق فان ذاتھم لیست الا ما فھم من لفظ الانسان فلم یعرض لھم ما یقعدھم عن الدخول فیما تتسارع الیہ الافہام بسماع لفظ الانسان ولو ان العوارض مطلقا تمنع الدخول لعدم انفھامھا من المطلق لم یدخل تحتہ شیئ من افرادہ لان لکل فرد تشخصا لایسبق الیہ الذھن عند ذکر اسم المطلق فکان ھذا یقتضی التسویۃ بین مطلق الماء والماء المطلق لکن ثمہ عوارض تمنع ذویھا عن الدخول تحت الشیئ المطلق ویقال فیہا ان اسم المطلق لم یتناولھا لکونھا مما لاتتسارع الیہ الافہام کمقطوع الیدین والرجلین فی الرقبۃ فان المفھوم الذات الکاملۃ ونبیذ التمر وماء العصفر الصالح للصبغ

ف۱: تحقیق شریف من المصنف علٰی خلاف ما فی البحر من ان التحول الخ

ف: تقیید من المصنف

ف: النور ف النور

ف: المفھوم من المطلق
والرای عاف عن العوارض

ف: تحقیق ان العوارض
قد تمنع الدخول تحت المطلق

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فان اسم الماء المطلق لا يطلق عليهما ولا يسبق الافهام عند اطلاقه اليهما مع ان اصحاب تلك العوارض ايضا ليست ذاتها الا ماء فيهم من الاطلاق وعدم انفهام العوارض مشترك في كل عارض فلابد من الفرق ولم ار من حام حول هذا **فاقول** علے ما بي من قلة البضاعة، وقصور الصناعة، مستعينا بربي ثم بصاحب الشفاعة، صلى الله تعالى عليه وسلم، وضع الاسماء بازاء الحقائق وتمايز الحقائق بتفاوت المقاصد ولذا كان بعض الاوصاف تجري مجرى الاجزاء كالاطراف في الحيوان والاغصان في الاشجار لان بفواتها فوات منافع الذات والشئ اذا خلا عن مقصوده بطل فيتطرق به التغير الى الذوات المدلول عليها عرفا بالاسماء ومعلوم ان المركب من الشئ وغيره غيران العرف والشرع واللغة جميعا تلاحظ الغلبة فاذا كان الممازج اكثر قدرا من الشئ كان المركب احق باسم الممازج من اسم الشئ وان تساويا تساقطا فلم يكن المركب مفهوما من اطلاق اسم شئ منهما لان وضع الاسمين بازاء كل منهما لا بازاء الكل مجموعا نعم ان كان اقل لم يعتبر الا ان تحدث بامتزاجه حقيقة عرفية مركبة ممتازة مقصودة لمقاصد علٰحدة فيصير المركب ذاتا اخرى عرفا لاختلاف المقاصد فلا يبقى داخلا تحت المفهوم عرفا من الاطلاق فثبت ان المتفاهم من اطلاق اللفظ هي الذات الموضوع لها من دون نقص ولا زيادة يغيرانها فكل عارض لا يعتري بها المعروض تغيرا في ذاته وان كان هناك نقص او زيادة في امر خارج فهو لا يمنع للعروض من الدخول تحت الشئ المطلق والا منع وبه علم ان بطلان الحقيقة في المركب مع المساوي والغالب لغة وعرفا وشرعا ومع القليل المذكور عرفا مع بقاء الحقيقة اللغوية ولذا كان المقيد قسما من مطلق الماء في جهة النقص قد تبطل مطلقا اذا كان ذلك الوصف جاريا مجرى الركن في الوضع اللغوي ايضا كالسيلان للماء وقد تبقى لغة وتبطل عرفا اعني عن المتفاهم العرفي عند اطلاق الاسم وذلك اذا تبدلت المقاصد العرفية كالرقة على الاقطع فانها حقيقة فيه لغة ولا يفهمونه عرفا اذا علمت هذا فالنقص في الماء بزوال سيلانه او رقته فالثخين لا يسمى ماء فضلا عن الجمد و الزيادة باختلاطه باكثر منه قدرا او مساو او بما يصير به مركبا ممتازا منحازا بالغرض كالمنقوع فيه التمر اذا صار نبيذا والمطبوخ فيه اللحم اذا صار مرقا والمحلول فيه الزعفران اذا صار صبغا والمخلوط فيه اللبن اذا صار ضياحا فعن هذا تتشعب الفروع جميعا على مذهب قاضي الشرق والغرب الصحيح المصحح كما تقدم عن الهداية والخانية ولا شك ان في هذه الوجوه الاربعة تبدل الذات حقيقة او عرفا ومحل انحطاط هو ما اشبه المائع الممازج له بحيث يكاد يحسبه الذي لا يعلم حاله ذلك المائع ويظن انه ليس بماء فمثل هذا لا يدخل عنده في المتفاهم من مطلق الماء فمناط المنع عند ابي يوسف صيرورته غير الماء لونا وعند محمد صيرورته بحيث يحسبه المستعمل انه ماء آخر غير الماء فلو ظنا وبالجملة يرتاب في كونه ماء وعليه بناء

ضابطة الامامين الاسبيجابي وملك العلماء رحمهما الله تعالٰى وھی التی قابلناھا بالضابطة الزيلعية وبينا فی القسمين الاولين ما اتفقتا فيه على الجواز او المنع وفی الثالث ما اختلفتا فيه وسياتی بيان كل ذلك ان شاء الله الكريم الوھاب **فان قلت** على ما قررت يلزم خروج الماء المتنجس والمستعمل من الماء المطلق فان من اعظم مقاصد الماء حصول التطهير قال الله تعالٰى وينزل عليكم من السماء ماء ليطهركم به وقد سقط هذا منهما فيزاد فی جانب النقص على زوال السيلان والرقة زوال صفة الطهورية **اقول** الحقائق الشرعية للمقاصد الشرعية فبفواتها تفوت كالصوم والصلاة اما الماء فحقيقة عينية والمعتبر فی بقائها المقاصد العرفية الا ترى ان اعظم المقصود من الانسان العبادة قال تعالٰى وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون وقد فاتت الكافر اذ ليس اهلا لها ومع ذلك لم يخرجه من المتفاهم باطلاق الانسان قال تعالٰى ان الانسان لفی خسر الا الذين اٰمنوا وقال تعالٰى قتل الانسان ما اكفره

بالجملہ تحقيق فقير غفرلہ ميں ماءِ مطلق کی **تعريف** يہ ہے کہ وہ پانی اپنی رقت طبعی پر باقی ہو اور اوسکے ساتھ کوئی ايسی شئ مخلوط وممتزج نہيں جو اوس سے مقدار ميں زائد يا مساوی ہو نہ ايسی جو اُسکے ساتھ ملکر مجموع ايک دوسری شئ کسی جُدا مقصد کے ليے کہلائے ان تمام مباحث بلکہ فہيم کے ليے جملہ فروع مذکورہ وغير مذکورہ کو ان دو بيت ميں منضبط کريں ؎

مطلق آب ست کہ بر رقت طبعی خود ست
نہ درو مزج دگر چيز مساوی يا بيش
نہ بخلطے کہ بترکيب کند چيز دگر
کہ بود زاب جُدا در لقب ومقصد خويش

وبالله التوفيق، ولہ الحمد على ارءة الطريق، وافضل الصلاة واكمل السلام على الحبيب الرفيق، واٰلہ وصحبہ اولی التحقيق وسائر من دانہ بالايمان والتصديق، اٰمين، والحمد لله رب العٰلمين۔

اضافات بہت چيزيں ہيں پانی کا نام کسی شئ کی طرف مضاف کرکے بولا جاتا ہے ان ميں بعض تو جنس آب سے خارج ہيں اور اطلاق آب محض بطور تشبيہ جيسے آبِ زر آبِ کافور اور جو حقيقۃً پانی ہيں ان ميں کچھ ماءِ مطلق ہيں جيسے آبِ باران آبِ دريا اور کچھ ماءِ مقيد جيسے ماء العسل ماء الشعير اول کو اضافتِ تعريف کہتے ہيں اور دوم کو اضافتِ تقييد علما نے ان ميں چند طرح فرق فرمايا **اول** جو پانی کسی شئ سے بذريعہ تدبير نکالا جائے اوسکی طرف پانی کی اضافت اضافتِ تقييد ہوگی ورنہ اضافتِ تعريف عنايہ و بنايہ ميں ہے اضافتہ الی الزعفران للتعريف لا للتقييد والفرق بينهما ان المضاف ان لم يكن خارجا عن المضاف اليه بالعلاج فالاضافة للتعريف وان كان خارجا منه فللتقييد كماء الورد اھ

اقول ان كان المراد حدوثه بالتدبير كما هو فی ماء الورد وسائر المستقطرات ورد ماء النارجيل وماء البحيح وماء النخل الهندی المسمی تار فانها موجودة وانما التدبير لاخراجها كالفصد لاخراج الدم وان اريد ظهوره به فان لم يرد ماء البئر او ظهوره من الارض بالتدبير بحفر البئر امن المضاف اليه ورد ماء العسل فان الماء ظاهر بنفسه انما التدبير فی امتزاجه طبخا بالعسل فان اريد ماء العسل من حيث هو ماء العسل

فمحدودۃ بالتدبیر کالحجر نظیر ہوا۔ دوم جہاں ماہیت مضاف کامل ہو اضافت تعریف کے لیے ہے جیسے نماز فجر اور قاصر ہو
تو تقیید کے لیے جیسے نماز جنازہ کہ رکوع وسجود وقراءت وقعود نہیں رکھتی کفایہ ومجمع الانہر میں ہے: علامۃ اضافۃ التقیید
قصور الماھیۃ فی المضاف کأن قصورھا قیدھا کیلا یدخل تحت المطلق مثالہ حلف لایصلی فصلی الظھر یحنث
لانھا صلاۃ مطلقۃ واضافتھا الی الظھر للتعریف ولایحنث بصلاۃ الجنازۃ لانھا لیست بصلاۃ
مطلقۃ واضافتھا الیھا للتقیید۔ اسی طرح شلبیہ علی الزیلعی میں معراج الدرایہ شرح ہدایہ سے ہے نیز اسی میں مشکلات
امام خواہر زادہ سے ہے: کل ما کانت للماھیۃ فیہ کاملۃ فالاضافۃ فیہ للتعریف وما کانت ناقصۃ فالاضافۃ للتقیید
نظیر الاول ماء السماء وماء البحر وصلاۃ الکسوف ونظیر الثانی ماء الباقلاء وصلاۃ الجنازۃ اھ **اقول** (۱۲۲۳)
قصور الماھیۃ انما ھو فی ماء الباقلاء ونحوھما مما ثخن وزالت رقتہ اما فی المتغیر بالزیادۃ کالانبذۃ والمرق فتبدلت
لا نقصت الا ان یراد بالقصور والنقص ما یعم الانتفاء مجازا تقول العرب قل ای عدم کما فی نسیم الریاض۔ سوم
جسے بے حاجت ذکر قید پانی کہہ سکیں وہاں اضافت تعریف کی ہے اور جہاں پانی کہنے میں ذکر قید ضروری ہو تقیید کی۔
مراقی الفلاح میں ہے: الفرق بین الاضافتین صحۃ اطلاق الماء علی الاول دون الثانی اذ لایصح ان یقال لماء الورد
ھذا ماء من غیر قید بالورد بخلاف ماء البئر لصحۃ اطلاقہ فیہ۔ بحر میں ہے: ماء البحر الاضافۃ فیہ للتعریف بخلاف
الماء المقید فان القید لازم لہ لایجوز اطلاق الماء علیہ بدون القید کماء الورد اھ **اقول** (۱۲۲۵) ھذا ھو السابع
فی تعریفات المطلق والکلام الکلام فیقال ماء الورد لیس بماء حقیقۃ فعلی التحقیق لیس من المقید اما المقید کماء
الزعفران الصالح للصبغ فماء قطعا ویصح ان یقال ھذا ماء لان صحۃ حمل المقسم علی القسم من الضروریات
نعم لایفھم من اطلاق قولنا الماء وھذا شیء غیر الحمل ولا یصح ارادۃ حمل الماء المطلق فیرجع الی ان المقید یحمل
علیہ الماء المطلق مع ذکر القید وھذا جمع بین النقیضین فی الجواب۔ چہارم جس سے پانی کی نفی کرسکیں یعنی کہہ
سکیں کہ یہ پانی نہیں وہاں اضافت تقیید کی ہے ورنہ تعریف کی۔ تبیین میں ہے: اضافتہ الی الزعفران ونحوہ للتعریف
کاضافتہ الی البئر بخلاف ماء البطیخ ونحوہ حیث تکون اضافتہ للتقیید ولھذا ینفی اسم الماء عنہ ولایجوز نفیہ
عن الاول اھ **اقول** (۱۲۲۶) ھذا ھو ثامن تعریفات المطلق والبحث البحث فیقال ان القسم لایصح نفی المقسم عنہ
حقیقۃ ابدا وان ارید نفی الماء المطلق مع بعدہ عن ظاھر العبارۃ یرجع الی ان اضافۃ التقیید فی الماء المقید
وھذا لایجدی شبہ الحمل الاولی فی الجواب۔ پنجم جہاں امور خارجہ عن الذات مثل محل یا صفت یا مجاور کی طرف اضافت ہو
تعریف ذات اوسکی محتاج نہ ہو وہ اضافت تعریف ہے غنیہ میں ہے: ما یسمی فی العرف ماء من غیر احتیاج الی التقیید فی تعریف ذاتہ

ف۱: مسئلہ ... نماز جنازہ ... [illegible]

ف۲: تطفل علی الامام الاجل ابی بکر خواہر زادہ والکفایۃ والدرایۃ وغیرھم۔

ف۳: ربما تستعمل العرب القلۃ بمعنی العدم۔

فاضافتہ الی محلہ کماء البئر او صفتہ کماء الورد او مجاورہ کماء الزعفران لیست بقید **ششم** جہاں ماہیت بے قید نہ پہچانی جائے اضافت تقییدیہ ہے ولہذا اوس پر بلا قید لفظ آب کا اطلاق جائز نہ ہوگا اور جہاں بے ذکر قید اطلاق لفظ صحیح ہو اضافت تعریفیہ ہے حلیہ میں ہے المقید لاتعرف انیتہ الا بالقید ولھذا کانت الاضافۃ لازمۃ فلا یسوغ تسمیتہ ماء علی الاطلاق بخلاف اضافۃ الماء المطلق الی نحو البئر والعین فانھا اضافۃ الی امر بہ فھی عارضۃ لافادۃ عارض من عوارضہ ھو بیان محلہ الکائن فیہ او الخارج منہ الذی یمکن الاستغناء عن ذکرہ فی صحۃ اطلاق لفظ الماء علیہ ولھذا ساغ ان یطلق القائل علیہ ماء اطلاقا حقیقیا من غیر تقیید بالبئر ونحوھا وقد ظھر من ھذا التقیید انہ لم یمنع اندراج المقید بہ تحت الماء المطلق بخلاف الاول اھ **اقول**[1427] اقتصر الغنیۃ علی الثانی من تعریفات المطلق وجمع الحلیۃ بین الاول وبین السابع فمشی علی الثانی فی تعریف اضافۃ التقیید وعلی السابع فی تعریف اضافۃ التعریف ولا غرو فالاھم قریب **ہفتم** جسکی ماہیت بے اضافت پہچانی جائے اور مطلق نام آب لینے سے مفہوم ہو وہاں اضافت تعریف کی ہے ورنہ تقییدیہ کی۔ شلبیہ علی الزیلعی میں امام حافظ الدین کی مستصفی سے ہے فان قیل مثل ھذہ الاضافۃ یعنی ماء الباقلاء واشباھہ موجود فیما ذکرتم من المیاہ المطلقۃ لانہ یقال ماء الوادی وماء العین قلنا اضافتہ الی الوادی والعین اضافۃ تعریف لاتقیید لانہ تعرف ماھیتہ بدون ھذہ الاضافۃ فیتم بمطلق قولنا الماء بخلاف ماء الباقلاء واشباھہ فانہ لاتعرف ماھیتہ بدون ذلک القید ولاینصرف الوھم الیہ عند الاطلاق ولھذا صح نفی اسم الماء عنہ فیقال فلان لم یشرب الماء وان کان شرب الباقلاء او المرق ولو کان ماء حقیقۃ لما صح نفیہ لان الحقیقۃ لاتسقط عن المسمی ابدا او یکذب نافیھا وھذا کما یقال صلاۃ الجمعۃ ولحم الابل وصلاۃ الجنازۃ ولحم السمک اھ وقد ذکر نحوہ فی کافیہ وجلال الدین فی کفایتہ والبدر محمود فی بنایتہ **اقول**[1428] جمع بین الثانی والثالث عشر والثامن اشارۃ الی تقاربھا ولو اکتفی بالوسط لکفی وصفا عن مجال الکل جدال بالجملہ اصح واحسن یہی تعریف اخیر مائے مطلق پر یہاں بھی حوالہ ہے کہ جسکی طرف مطلق آب کہنے سے افہام سبقت کرے اوسکی اضافت اضافت تعریف ہے ورنہ اضافت تقییدیہ **اقول**[1429] یعنی جبکہ جنس آب حقیقی لغوی سے خارج نہ ہو ورنہ اضافت تقییدیہ بھی نہیں محض مجاز ہے جیسے آب زر واللہ تعالی اعلم

فصل ثالث

ضوابط جزئیہ متون وغیرہا۔ **اقول**[1430] وباللہ التوفیق اول چند مسائل اجماعیہ ذکر کریں کہ کوئی ضابطہ اونکے خلاف نہیں ہوسکتا

اجماع[1] امت ہے کہ پانی کے سوا کسی مائع سے وضو وغسل یعنی ازالہ نجاست حکمیہ نہیں ہوسکتا **اجماع**[2] ہے کہ وہ پانی مائے مطلق ہونا چاہیے مائے مقید سے وضو نہیں ہوسکتا سوا نبیذ تمر کے کہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ ابتداءً نظر بحدیث اوس سے جواز کے قائل تھے پھر رجوع فرمائی اور اوس سے بھی عدم جواز پر اجماع منعقد ہوگیا الا ما یذکر

عن امام الشام الاوزاعی رحمہ اللہ تعالٰی من التجویز بکل نبیذ ان ثبت عنہ واللہ تعالٰی اعلم اجماع ۳ ہے کہ غسل بالفتح میں عضو کے دھونے میں پانی کا بہنا ضرور ہے صرف تر ہو جانا کافی نہیں کہ وہ مسح ہے اور حضرت عزت عز جلالہ نے غسل و مسح دو وظیفے جدا رکھے ہیں الا ما حکی عن الامام الثانی رحمہ اللہ تعالٰی وھو مؤول کما تقدم تو پانی کا اپنی سیلان پر باقی رہنا قطعًا لازم اجماع لغت و عرف و شرع ہے کہ دو چیزوں سے مرکب میں حکم غالب کے لیے ہے وقد قدمناہ عن المحقق علی الاطلاق فی التعریف الخامس للماء المطلق تو پانی میں جب اوسکا غیر اوس سے زائد مقدار میں ملجائے بحکم اجماع اول قابل وضو نہ رہیگا اجماع عقل و نقل ہے کہ تعارض موجب تساقط ہے اور اجتماع حاظر و مبیح میں حاظر غالب تو اگر دوسری چیز مساوی القدر بھی ملیگی قابل وضو نہ رہیگی وقد تقدم فی ۲۶۲- اجماع ائمہ حنفیہ ہے کہ قلیل مستہلک کا خلط مزیل اطلاق نہیں اگرچہ وہ قلیل جنس ارض سے نہ ہو ہدایہ میں ہے الخلط القلیل لامعتبر بہ لعدم امکان الاحتراز عنہ کما فی اجزاء الارض، فتح القدیر میں ہے قد رأینا یقال فی ماء المد والنیل حال غلبۃ لون الطین علیہ وتقع الاوراق فی الحیاض زمن الخریف فیمر الرفیقان یقول احدھما للاخر ھنا ماء تعال نشرب نتوضأ فیطلقہ مع تغیر اوصافہ بانتقاعھا فظھر لنا من اللسان ان المخلوط المغلوب لایسلب الاطلاق فوجب ترتیب حکم المطلق علی الماء الذی ھو کذلک وقد اغتسل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم الفتح من قصعۃ فیھا اثر العجین رواہ النسائی والماء بذلک یتغیر ولم یعتبر المغلوبیۃ اجماع عرف و شرع ہے کہ زوال اسم موجب زوال اطلاق ہے وقد تقدم فی تعاریف المطلق لاسیما التاسع ولہذا نبیذ تمر سے وضو ناجائز ہونے پر اجماع ہوا اگرچہ پانی اپنی رقت پر ہے وقد تقدم فی ۲۸۶- اجماع ائمہ حنفیہ ہے کہ پانی کے اوصاف میں قلیل تغیر مانع اطلاق نہیں وقد تقدم فی ۱۱۶- یہ آٹھ اجماع واجب الاتباع ناقابل نزاع غیر صالح الاندفاع ہیں اور یہی بحمد اللہ تعالٰی وہ معیار کامل ہے جو ماء مطلق کی تعریف **رضوی** میں گزری وللہ الحمد یہ احکام منقحہ ہاتھ میں رکھکر ضوابط کی طرف چلیے (**ضابطہ ۱**) کسی پھل یا پیڑ یا بیل یا پتوں یا گھاس کے عرق یا عصارے سے وضو جائز نہیں قدوری ہدایہ وقایہ نقایہ کنز اصلاح غرر نور الایضاح متون وغیرہا عامہ کتب میں ہے لایجوز بما اعتصر من شجر او ثمر اور صحیح یہ کہ یہ حکم قاطر و مستقطر و معتصر سب کو عام ہے کما تقدم فی ۲۰۵- **واقول** ۱۲۳ ھو عندی من فروع الاجماع الاول حتی فی قاطر الکرم وقد تقدم فی حاشیۃ ۲۰۷ (**ضابطہ ۲ تا ۳۴**) پانی کے ناقابل وضو ہو جانے کے لیے متون معتمدہ میں تین سبب ارشاد ہوئے ۱ زوال طبع آب ۲ غلبۂ غیر ۳ طبخ با غیر اگرچہ بعض نے ایک سبب بیان کیا بعض نے دو بعض نے تینوں اسباب اور انسے تعبیر میں بھی عبارات مختلف آئیں مگر عند التحقیق بتوفیق اللہ تعالٰی سب اسی معیار کے دائرے میں ہیں عبارات یہ ہیں **قدوری** لایجوز بما غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء کماء الباقلی والمرق وماء الزردج **ہدایہ**

مثلہ وانما اخذ عنہ وان زاد بعض الامثلۃ **وقایہ** لاباس بماء زال طبعہ بغلبۃ غیرہ اجزاء او بالطبخ کماء الباقلاء والمرق **نقایہ** یتوضؤ بماء السماء والارض وان اختلط بہ طاھر الا اذا اخرجہ عن طبع الماء او غیرہ طبخا وھو مما لا یقصد بہ النظافۃ **کنز وافی** لا بما تغیر بکثرۃ الاوراق او بالطبخ او غلب علیہ غیرہ اجزاء **اصلاح** لا بماء زال طبعہ بغلبۃ غیرہ اجزاء او تغیر بالطبخ معہ وھو مما لا یقصد بہ النظافۃ **ملتقی** لا بما خرج عن طبعہ بکثرۃ الاوراق او بغلبۃ غیرہ او بالطبخ کماء الباقلاء والمرق **غرر** لا بماء زال طبعہ بالطبخ کالمرق او بغلبۃ غیرہ علیہ **تنویر** لا بماء مغلوب بطاھر ولا بماء زال طبعہ بطبخ کمرق **نور الایضاح** لا بماء زال طبعہ بالطبخ او بغلبۃ غیرہ علیہ اھ

اقول [۱۳۴۱] وترکنا ما ذکر بعدہ من تلخیص الضابطۃ الزیلعیۃ فان وضع المتون لنقل المذھب لا لابحاث الحادثۃ اب فقیر توفیق الملک القدیر عزجلالہ اسباب ثلثہ پر کلام اور ہر ایک کے متعلق ابحاث مہمہ ذکر کرے (**زوال طبع**) اسمیں چند ابحاث ہیں بحث اول معنی طبیعت

اقول [۱۳۴۲] طبع آب سے مراد اس کا وہ وصف ہے کہ لازم ذات و مقتضائے ماہیت ہو جس کا ذات سے تخلف ممتنع ہو تو قال السید ط وش طبعہ ای وصفہ الذی خلقہ اللہ تعالی علیہ **اقول** [۱۳۴۳] ھذا یشمل اللون والطعم والریح ولم یعدھا احد من الطبع ویلزمہ ان لا یجوز الوضوء بما انتن او تغیر لونہ او طعمہ بطول المکث مثلا لخروجہ اذن عن طبع الماء وھو خلاف اجماع من یعتد بہ وکذا یردہ اجماع اصحابنا المذکور فی ۱۱۶ الی غیر ذلک من الاستحالات بحث دوم طبع آب کی تعیین عامہ علمانے اوسے رقت و سیلان سے تفسیر کیا اور یہی صحیح ہے ایضاح و بحر و صدر الشریعۃ و شلبیہ و مجمع الانہر و امداد الفتاح وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے ھو الرقۃ والسیلان اسی طرح فتح وغیرہ سے مستفاد ہے فروع میں بہت کلمات کا مفاد کما یظھر بمراجعۃ ما تقدم واقتصر القہستانی وعبد الحلیم علی الرقۃ علیہ مشی فی الغنیۃ عند ذکر الضابطۃ کما مر فی ۲۰۰ وتراہ مفاد کلام الاکثرین فی الفروع اذا تذکرت ما سلف **اقول** [۱۳۴۴] وھو حسن وجیہ لما قدمنا ان الرقۃ تستلزم السیلان ومنھم من اقتصر علی السیلان کالزیلعی والحلیۃ والدرر فی ذکر الضابطۃ

اقول [۱۳۴۵] یحمل علی السیلان المعھود من الماء فیستلزم الرقۃ یدل علیہ قول الغنیۃ طبعہ سرعۃ السیلان اھ فھذہ مسالک ثلثۃ والمآل واحد لکن ثم ما یخالفہا ففی الدرر والدرر طبعہ السیلان والارواء والانبات اھ ومثلہ فی حلبی علی صدر الشریعۃ واقتصر الوانی فی حاشیۃ الدرر من الاخیرین علی الانبات قال نوح افندی ثم السید الازھری ثم ط ثم ش اقتصر علیہ لاستلزامہ الارواء دون العکس فان الاشربۃ تروی ولا تنبت اھ وفی الجوھرۃ طبعہ الرقۃ والسیلان وتسکین العطش اھ وفی خزانۃ المفتین عن الاختیار شرح المختار طبع الماء کونہ سیالا مرطبا مسکنا للعطش اھ وفی مراقی الفلاح طبعہ ھو الرقۃ والسیلان والارواء والانبات اھ قال السید ط فی حاشیۃ الرقۃ والسیلان اقتصر

عليهما في الشرح وهو الظاهر لان الاخيرين لا يكونان في ماء البحر الملح اھ به تعقب على الدرر فاجاب الوانی ثم السادة ابو السعود وط وش ان في طبعه انباتا الا ان عدم انباته لعارض كالماء الحار اھ ورده الخادمی بان ماء البحر لم يزل عن طبعه بعارض كالماء الحار بل عند تخليته على طبعه شأنه عدم الانبات له اقول[١٧٤٨] وهذا وجيه فان الاصل عدم العارض وان كان لا يتم الاستدلال عليه بقوله عزّوجل وهو الذی مرج البحرين هذا عذب فرات وهذا ملح اجاج وجعل بينهما برزخا وحجرا محجورا فان المرج هو الخلط والارسال ولا يلزم ان يكون في بدء خلقهما بل بعد تغير احدهما بعارض والله تعالٰی اعلم فلو اكتفى الخادمی بهذا كان ردا على دعوی ان الثلثة من طبع الماء لكنه اراد قبله النقض على قاعدة المتن في منع الوضوء فانعكس عليه الامر اذ رده فبدء فقال ان اريد المجموع من حيث هو مجموع فيرد بماء البحر اذ ليس فيه ارواء وانبات وان اريد واحد منها فبنحو ماء البطيخ اذ فيه ارواء ولم يجز به الوضوء اھ اقول[١٧٤٩] انما قاعدة المتن ما تقدم نقله من قوله لا بماء زال طبعه الخ فان اريد المجموع لم يرد ماء البحر اذ لم يزل منه الكل لبقاء السيلان وان اريد واحد منها لم يرد ماء البطيخ لانه قد زال منه الانبات هذا ان اريد به ما خالطه ولو اراد ما يستخرج منه خرج رأسا بقوله ماء فكان عليه ان يعكس فيقول ان اريد الكل يرد ماء البطيخ لبقاء اثنين السيلان والارواء وان اريد واحد منها يرد ماء البحر لزوال اثنين الانبات والارواء نعم لو كانت عبارة المتن يجوز بماء بقي على طبعه كان النقض كما ذكر فان قلت لم لا يقال انصرف الكلام من المنطوق الى المفهوم ولا شك ان المفهوم منه هو هذا اى الجواز بما بقى على طبعه اقول[١٧٥٠] ليس هذا مفهومه بل مفهومه الجواز بما لم يزل طبعه فيبقى التعكيس كما كان لانه اذا اريد بالطبع المجموع كان المعنى يجوز بما لم يزل عنه الكل فلا يرد ماء البحر لبقاء السيلان فيه واذا اريد الواحد كان المعنى يجوز بما لم يزل عنه شیٔ اصلا فلا يرد ماء البطيخ لزوال الانبات بخلاف قولك يجوز بما بقی على طبعه فانه لو اريد الكل كان الجواز منوطا ببقاء الكل فيرد ماء البحر او البعض فماء البطيخ هذا وقال العلامة البرجندی المراد طبع جنس الماء وهو الرقة والسيلان كذا قيل وفی الخزانة طبع الماء كونه سيالا مرطبا مسكنا للعطش ولا يخفى ان ماء بعض من الفواكه كذلك فلو اختلط بالماء وغلبه ينبغی ان يجوز التوضی منه وليس كذلك اھ اقول[١٧٥١] ان خص الايراد بعبارة الخزانة كما هو ظاهر سياقه فلا وجه له لوروده على الاول ايضا سواء بسواء فان ماء بعض الفواكه لا يسلبه الرقة ايضا كما لا يسلبه الارواء وان عممها فلا وجه له فان اعتبار الرقة مجمع عليه وقد مشى هو ايضا عليه في ضابطته التی وضعها كما سيأتی في الفصل الاتی ان شاء الله تعالٰی فاذن كان ينبغی الاخذ على المتن فانه لم يستثن في خلط الطاهر الا ما اخرج الماء عن طبعه

او غیرہ طبخ او لیس فی خلطه هذا الماء شئ من ذلك فان اراد الرد علی المتن فلا وجه له فافہم وان اختلط بہ طاهر و العرف قاض انه لا یقال الا اذا کان الماء اکثر او الخلط لا یصار الا الی المغلوب ففی مزج الماء و الحلیب ان کان اللبن اکثر یقال لبن فیه ماء او الماء فماء خالطه لبن وقد نبه علیه فی مجمع الانہر اذ قال الخل مثلا اذا اختلط بالماء و الماء مغلوب یقال خل مخلوط بالماء لا ماء مخلوط بالخل اھ فلا یشمل ما اذا غلب علی الماء ماء الفاکھة بالجملة لا مرمی لهذا الایراد محلا و محملا و الله تعالی اعلم ثم اقول[۱۲۵۶] الذی یظہر لی ان الزائدین علی الرقة و السیلان انما ارادوا بیان طبع الماء فی نفسه لا ان الطبع لولاه لم یجز الوضوء کیف وهم قاطبة اذا تواعلی الفروع لا یبنون الحکم الا علی الرقة و السیلان و لن تری احدا منهم یقول ان لم ینبت او لم یرو لم یجز به الوضوء فانجلی الامر و انقشع الستر و لله الحمد۔ **بحث سوم** رقت و سیلان کی تحقیق اور ان کا فرق قال العلامة الشرنبلالی رحمه الله تعالی فی نور الایضاح و شرحه مراقی الفلاح (الغلبة فی الجامد باخراج الماء عن رقته) فلا ینعصر عن الثوب (و سیلانه) فلا یسیل علی الاعضاء سیلان الماء اھ اقول[۱۲۵۷] اولا[۱] لا یخفی علیك ان الانعصار من الثوب اخص تحققا من السیلان فلا ینعصر الا ما یسیل و لا یجب انعصار کل سائل کالدهن و الزیت و السمن و اللبن و العسل کل ذلك یسیل لانها من المائعات و ما المیع الا السیلان او اخص قال فی القاموس ماع الشئ یمیع جری علی وجه الارض منبسطا فی هینة قال فی تاج العروس کالماء و الدم و فی القاموس سال یسیل سیلا و سیلانا جری اھ و لیس شئ منها ینعصر و لذا لم یجز تطهیر النجاسة الحقیقیة بها قال فی الهدایة یجوز تطهیرها بالماء و بکل مائع طاهر یمکن ازالتها به کالخل و ماء الورد و نحوهما مما اذا عصر انعصر قال المحقق فی الفتح قوله اذا عصر انعصر یخرج الدهن و الزیت و اللبن و السمن بخلاف الخل و ماء الباقلاء الذی لم یثخن اھ و فی المنیة لو غسلها بالعسل او السمن او الدهن لا یجوز لانها لا تنعصر بالعصر قال فی الحلیة لان لهذه الاشیاء لصوقا بالمحل و ایضا فی العسل من غلظ القوام ما یمنع من المداخلة فی الثوب اھ و فی مراقی الفلاح لا تطهر بدهن لعدم خروجه بنفسه قال ط فی حاشیته ای فکیف یخرج النجاسة و قد تقدم فی ۲۸۰ ھذا یعم بقاء الاطلاق مع انتفاء الرقة اذ الدهن یسیل بالسیلان و لیس کذلك فانقلت[۱۲۵۸] انه رحمه الله تعالی تدارکه فی الشرح بتقیید السیلان بسیلان کالماء فظاهر ان المراد به الماء الصافی الذی لم یخالطه شئ و لم یتغیر عن صفته الاصلیة و لا تسیل تلك المائعات مثله لکونه ارق اما الذی یسیل کسیلانه فلا بد ان ینعصر کانعصاره فان کان کل منعصر یسیل کالماء تساوی الرقة و هذا السیلان و الا کانت الرقة اعم و علی کل لا یلزم المحذور فانه کلما انتفت انتفی غایته ان یبقی ذکر السیلان مستدرکا علی تقدیر خصوصه اما علی التساوی فلا غرو فی جمع المتساویین تاکیدا اقول[۱۲۵۹] فیه نظر بالنسبة الی البعض الا ان یبل لبن المعز

ربما يكون ارق من بعض المياه وفي ١٢٦٢ على التسليم لانسلم ان كل ما سال كالماء ينعصر لجواز ان يكون فيه ما يمنعه من الانعصار دون السيلان كالدسم فان كان كل منعصر سائلا مثله عادت الرقة اخص مطلقا والا فمن وجه وعلى كل عاد المحذور وثانيا افاد رحمه الله تعالى ان كل ما لا ينعصر ليس برقيق فعكسه كل رقيق ينعصر وفيه نظر لا يستتر فان الدهن رقيق ولا ينعصر والامر في اللبن اظهر اما رقة الدهن فلما صرحوا ان المعتبر في القدر المانع من النجاسة الغليظة وزن الدرهم في الشئ الغليظ ومساحته في الرقيق كتب المذهب طافحة بذلك وفي البحر وفق الهندواني بان رواية المساحة في الرقيق والوزن في الثخين واختار هذا التوفيق كثير من المشايخ وفي البدائع هو المختار عند مشايخ ما وراء النهر وصححه الزيلعي وصاحب المجتبى واقره في فتح القدير اھ وفي الغنية قال الفقيه ابو جعفر يعتبر بالوزن في المستجسد ذات الجرم وبالبسط في الرقيقة كالدم المائع ووافقه على ذلك معظم المشايخ وقالوا هو الصحيح اھ ثم اختلفوا في دهن متنجس اصاب الثوب اقل من درهم ثم انبسط فزاد فقال الاكثرون يمنع الصلاة لانه الان اكثر قال في المنية به يؤخذ وقال جمع انما العبرة بوقت الاصابة المسألة دوارة في الكتب كالفتح والبحر والدر وغيرها وهو صريح دليل على ان الدهن من الرقيق والا لم يتصور الاختلاف فلان البسط لا يزيد وزنا وقال في الغنية اصابه دهن نجس اقل من قدر الدرهم ثم انبسط يمنع الصلاة لان مساحة النجاسة وقت الصلاة اكثر من قدر الدرهم وتحقيقه ان المعتبر في المقدار من النجاسة الرقيقة ليس جوهرها بل جوهر المتنجس عكس الكثيفة اھ فثبت ان من الرقيق ما لا ينعصر۔ وانا **اقول** ١٢٦٤ وبالله التوفيق وبه الوصول الى ذرى التحقيق اہل سنت حفظہم اللہ تعالٰی کے نزدیک ترکیب اجسام اگرچہ جواہر فردہ متجاورہ غیر متلاصقہ سے ہے اور یہی حق ہے فقیر نے ١٢٦٥ بحمد اللہ تعالٰی اپنے فتاوٰی کلامیہ میں اسے قرآن عظیم سے ثابت کیا ہے جس کی طرف علمائے متکلمین کی نظر اب تک گئی تھی فیما اعلم واللہ اعلم اذ لم اقف علیه فی کلامہم مگر اتصال حسی ضرور ہے کما بیناه فی رسالتنا النمیقۃ الانقٰی تمام احکام دین ودنیا اسی اتصال مرئی پر مبنی ہیں یہ اتصال دو قسم ہے قوی وضعیف۔ قوی یہ کہ جب تک خارج سے کوئی سبب نہ پیدا ہو انفکاک نہیں ہوتا ایسی ہی شے کا نام جامد ہے پھر یہ خود قوت وضعف میں بریاں پاپڑ سے لیکر سنگ خارا کی چٹان اور فولاد تک مختلف ہے مگر یہ نہ ہوگا کہ خود بخود اوسکے اجزا بکھر جائیں یا بکلاوتر جائیں۔ ضعیف یہ کہ محض مجاورت کے سوا اجزا میں عام بستگی وگرفتگی نہ ہو دل پیدا کر نہ ہو لا تراکم کہ اجزا یکے بالائے دیگرے ہیں جگہ نہ پانے کے باعث ہو گنجایش ملتے ہی اجزا اوتر کر پھیلنے لگیں ایسی ہی شے کا نام مائع وسائل ہے اور انا انجاکہ اجزا میں تماسک یعنی جامدات کی مانند بستگی وگرفتگی نہیں اور میل طبعی ہر ثقیل کا جانب تحت ہے تو نشیب پاتے ہی جو حرکت ثقیل اشیا میں پیدا ہوتی ہے جبکہ کوئی مانع نہ ہو جامد میں سارا جسم کو مع متحرک

کرتی تھی کہ اجزاء اول سے آخر تک ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے ہیں یہاں ایسا نہ ہوگا بلکہ جانب نشیب کے پہلے اجزاء گرتیں پچھلوں کا انتظار نہ کرینگے اگلے آگے بڑھتے ہی انکے متصل جو اجزاء تھے جگہ پائینگے اور وہ اپنے پچھلوں کے منتظر نہ رہکر جنبش کرینگے یونہیں یہ سلسلہ اخیر اجزاء تک پہنچیگا تو اس جسم کی حرکت حرکت واحدہ نہ ہوگی بلکہ حرکات عدیدہ متوالیہ اور بلحاظ انجا کہ اگلوں کا بڑھنا اور پچھلوں کا اونسے آملنا مسلسل ہے کہیں انفکاک محسوس نہ ہوگا جسم واحد کے اجزاء میں اسی سلسلہ وار حرکت متوالی کا نام **سیلان** ہے پھر جسطرح[1766] جامدات قوت وضعف میں اسی وجہ مختلف تھے یونہیں ان مائعات میں یہ اختلاف ہے کہ جہاں بوجہ مانع انفکاک حسی کے محتاج ہوں بعض بہت باریک ذروں پر منقسم ہوسکینگے اور بعض زیادہ حجم کے اجزاء پر کہ ایک نوع تماسک سے خالی نہیں اگرچہ جامدات کی طرح عام تماسک نہیں چھاننے میں اختلاف مائعات کی یہی وجہ ہے ظاہر ہے کہ کپڑا یا چھلنی جس چیز میں چھانیے اوسمیں کچھ تو منافذ و مسام ہونگے کہ اجزائے مائع کو نکلنے کی جگہ دینگے اور کچھ کپڑے یا لوہے وغیرہ کے تار ہونگے کہ اپنے محاذی اجزاء کو روکینگے ناچار مائع اپنے اجزاء کی تفرق کا محتاج ہوگا پھر جو جسقدر باریک اجزاء پر منقسم ہوسکیگا اوتنے ہی تنگ منفذ سے نفوذ کر جائیگا اور دوسرا اوسپر قادر نہ ہوگا یہی سبب ہے کہ بعض مائعات چھاننے میں سنگین کپڑے سے نفوذ کر جاتے ہیں کہ اوس کپڑے کے باریک مسام سے بھی زیادہ باریک اجزاء پر متفرق ہوسکتے ہیں اور بعض باریک کپڑے سے نکل سکینگے جو زیادہ گھنا نہ بنا ہو بعض چھلنی کے وسیع منفذ چاہینگے وعلی ہذا القیاس اسی اختلاف کا نام مائع کی **رقت و غلظت** ہے[ف۱] ورنہ جامدات میں بھی رقیق و غلیظ ہوتے ہیں تنیل کپڑے کو ثوب رقیق کہتے ہیں پتلی چپاتی کو خبز رقاق اونچی ناہان ہیری کو عظم رقیق حدیث امیر المؤمنین عثمن غنی رضی اللہ تعالی عنہ میں ہے اللھم کبرسنی ورق عظمی فاقبضنی الیک غیر عاجز ولا ملوم شیشہ کہ باریک دل کا ہو زجاج رقیق۔ قال قائلھم رق الزجاج ورقت الخمر فتشابھا[ف۲] بالجملہ رقت و دقت متقارب ہیں رقیق پتلا دقیق باریک **اقول**[1767] دقت میں کمی عرض کی طرف لحاظ ہے ولہذا خط کو دقیق کہینگے اور رقت میں کمی عمق کیجانب تو سطح رقیق ہے یہ وہ ہے جو نظر بمحاورت خیال فقیر میں آیا پھر تاج العروس میں اسکی تصریح پائی حیث قال قال المناوی فی التوقیف الرقۃ کالدقۃ لکن الدقۃ یقال اعتبار المراعاۃ جوانب الشیئ والرقۃ اعتبار العمقہ اسیلیے تالاب یا نالے میں جب پانی تھوڑی دل کا رہجائے اوسے رَق و رُقارق کہتے ہیں قاموس میں ہے الرقارق بالضم الماء الرقیق فی البحر او الوادی او غدیرلہ اھ وقدم مثلہ فی الرق الرقاق قولہ او غدیر لہ فزاد الشارح نیز اوسمیں ہے استرق الماء نضب الا یسیرا **اقول**[1768] یہ **رقت بالفعل** ہے[ف۳] اور مائع کا اس قابل ہونا کہ چھاننے میں باریک اجزاء پر منقسم ہوسکے **رقت بالقوہ** یہی ان مسائل میں ملحوظ و مبحوث عنہ ہے **ثم اقول**[1769] جانب زیادت انتہائے رقت تو جواہر فردہ پر ہے کہ اونسے زیادہ باریکی محال ہے باقی ایک مائع دوسرے کے اعتبار سے رقیق اضافی ہوگا گائے کا دودھ ہر حال میں بھینس کے دودھ سے رقیق ہے مگر برسات کی گھاس چری اور کھلی اور دانہ

ف۱: رقت کے اطلاقات
ف۲: رقیق و دقیق و [illegible] فرق
ف۳: رقت بالفعل و رقت بالقوہ اور [illegible] رقت بالقوہ [illegible]

کھائے تو خود اوسکی پہلی صورت کا دُودھ دوسری سے رقیق تر ہے یونہیں یا خلاف بکری کے دُودھ سے نہ جمی ہوئی راب تک متفاوت ہیں اور جانب کمی اوسکی انتہا اختتام سیلان پر ہے جب شی سائل نہ رہیگی رقت بالقوہ کے قابل نہ رہیگی یہاں سے ظاہر ہوا کہ رقیق بالقوہ سائل بجائے خود متساوی ہیں ہر رقیق بالقوہ سائل ہے اور ہر سائل نہ رقیق بالقوہ عام ازین کہ کپڑے سے نچڑ سکے جیسے پانی یا نہیں جیسے تیل گھی شیر شہد وغیرہا۔ اب رہا یہ کہ جب رقت مبحوث عنہا اجزائی لا تتجزی سے اخیر حد رائع تک بتفاوت شدید پھیلی ہوئی ہے تو یہاں جس مقدار کے انتفا پر زوال طبع آب کہتے ہیں اوسکی تحدید کیا ہے۔ پانی کس حد کی رقت تک نامتغیر کہا جائیگا اور کیسا ہو کر زائل الطبع کہلائیگا یہی اصل مقصد بحث ہے اسکا انکشاف بعونہ تعالٰی بحث آئندہ کرتی ہے وباللہ التوفیق، ولہ الحمد علی ھدایۃ الطریق، وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد والہ وصحبہ اولی التحقیق۔

بحث چہارم رقت معتبرۂ مقام کی حد بست۔ **اقول** رأیت العبارات فیہ علی ثلثۃ مناھج **الاول** قال فی الغنیۃ لا تجوز بالمقید کماء الزردج اذا کان ثخینا اما اذا کان رقیقا علٰی اصل سیلانہ فیجوز کماء المدو نحوہ ثم قال مادام رقیقا یسیل سریعا کسیلانہ عند عدم المخالطۃ فحکمہ حکم الماء المطلق ثم قال وضابطہ بقاء سرعۃ السیلان کما ھو طبع الماء قبل المخالطۃ ثم قال ولو بل الخبز فی الماء ان بقیت رقتہ کما کانت جاز وان صار ثخینا لا اھ وفی العنایۃ والبنایۃ فی جواز الوضوء بما یقع فیہ الاوراق شرطان یکون باقیا علی رقتہ اما اذا صار ثخینا فلا ولم یفصلا فی رقتہ بما یشیر الی ما مال الیہ فی الغنیۃ وقد یعارضہ المقابلۃ بصیرورتہ ثخینا الکن لا ینعقد فی ماء الزعفران فی غیرہ یعتبر فیہ الغلبۃ بالاجزاء فان کانت اجزاء الماء غالبۃ ویعلم ذلک ببقائہ علی رقتہ جاز الوضوء وان کانت اجزاء المخالط غالبۃ بان صار ثخینا زالت عنہ رقتہ الاصلیۃ لم یجز اھ **الثانی** قال فی العنایۃ ایضا فی المطبوخ مع الاشنان ونحوہ یجوز التوضی بہ الا اذا صار غلیظا بحیث لا یمکن تسییلہ علی العضو اھ ولفظ الحلیۃ عن البدائع والتحفۃ والمحیط الرضوی والخانیۃ وغیرھا اذا صار غلیظا بحیث لا یجری علی العضو اھ وفی التبیین والحلیۃ والدرر ان جری علی الاعضاء فالغالب الماء اھ **الثالث** قال المحقق فی الفتح لا باس بالوضوء بماء السیل مختلطا بالطین ان کانت رقۃ الماء غالبۃ فان کان الطین غالبا فلا اھ وفی تجنیس الناطفی والمنیۃ ان لم تکن رقۃ الماء غالبۃ لا یجوز اھ وفی الذخیرۃ والتتمۃ والحلیۃ الغلبۃ من حیث الاجزاء بحیث تسلب صفۃ الرقۃ من الماء فیجعلہا بضدھا وھی الثخونۃ اھ وفی الخانیۃ فی ماء الزعفران والزردج ان صار ثخینا مستکما لا یجوز اھ وفی الخلاصۃ ان کان رقیقا یستبین الماء منہ یجوز وان صار نشاستج لا یجوز اھ وفی فتاوی الامام فقیہ النفس توضأ بماء السیل یجوز وان کان ثخینا کالطین لا اھ وفی الھدایۃ والکافی فی مطبوخ الاشنان الا ان یغلب ذلک علی الماء فیصیر کالسویق المخلوط لزوال اسم الماء عنہ اھ

وفی الخانیۃ ولن صار ثخینا مثل السویق لا اھ وفی البدائع الا اذا صار غلیظا کالسویق المخلوط لانہ حینئذ یزول عنہ اسم الماء ومعناہ ایضا اھ فی الکافی ثم الھندیۃ اذا کان النبیذ غلیظا کالدبس لم یجز الوضوء بہ اھ وفی الخلاصۃ ھذا یرید الاختلاف فی جواز الوضوء اذا کان حلوا رقیقا یسیل علی الاعضاء فان کان ثخینا کالرب لا یجوز بالاجماع اھ فی البدائع الا کان غلیظا کالرب لا یجوز بلا خلاف ولفظ الآخر والدال اشیر التغیر اصلا الی رقۃ الماء وسرعۃ سیلانہ **اقول** ولیس مرادا قطعا فان ماء المد الحامل للطین والتراب والرمل والغثاء یستحیل ان یبقی علی رقۃ الصافی وقد اعترف انہ باق علی رقتہ واصل سیلانہ وظاہر الثانی الاکتفاء بنفس السیلان وقد اکدہ فی العنایۃ بزیادۃ الامکان فلم یخرج الا ما بلغ مبلغ الجامد حتی خرج عن صلاحیۃ الاسالۃ اصلا فھو مع الاول علی طرفی نقیض **اقول** ولیس مرادا قطعا فان الطین والنشا والسویق المخلوط والدبس والرب من المائعات الممکن تسییلھا واذا بلغ الماء الی ھذہ الحال لا ینبغی احد فی ما حدث لطبعہ من التغیر والزوال وھل تری احد اسمہ الطین والسویق ماء فالصواب ھو الثالث المنصوص علیہ فی کلام کبار الائمۃ والثانی یرجع الیہ باقرب تاویل کما تقدمت الاشارۃ الیہ فی صدر الکلام بقی الاول **فاقول** کلام العنایۃ فیہ قریب غیر بعید فانہ لم یفسر تفسیر الغنیۃ بزیادۃ ما قبل المخالطۃ والا ناقض کلامہ فی الثانی وکلام الغنیۃ یفسرہ ھکذا وقد تفرد بہ فیما اعلم ثم یجعل ماء المد کاللا مخالط فلذا فی الحوالۃ الاضطراب فالماخوذ ما نص علیہ الاصحاب والله تعالی اعلم بالصواب۔

ثم اقول وباللہ التوفیق ہماری تقریر سابق سے واضح ہوا کہ مائعات دو قسم ہیں ایک وہ جنکے اجزا میں اصلا تماسک نہیں جیسے نمر اپانی دوسری جنمیں نوع تماسک ہی جیسے شہد۔ یہاں سے جسطرح اونکی رقت وغلظت کا فرق پیدا ہوتا ہے کہ اول اپنی اتصال حسی کو بہت باریک اجزا پر تقسیم کرسکتا ہے بخلاف ثانی یونہی اونکے سیلان میں بھی تفاوت آئیگا اول جب جگہ پائیگا بالکل منبسط ہو جائیگا دَل اصلا نہ رہیگا کہ اجزا جو عدم وسعت کے سبب نیچے بالا متراکم تھے وسعت پاکر سب پھیل جائینگے کہ ہر جز طالب مرکز ہے اگر اجزائے بالا یا لاہی رہیں بہ نسبت اجزائے زیرین مرکز سے دُور رہینگے جگہ پاکر بلا مانع دُور رہنا مقتضائے طبیعت سے خروج ہے کہ عادۃً ممکن نہیں خلافا للجھلۃ الفلاسفۃ الذین یحیلونہ عقلا لان الفاعل عندھم موجب وعندنا مختار تعالی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا وسبحٰن اللہ رب العرش عما یصفون بخلاف ثانی کہ اجزا میں ایک نوع تماسک کے سبب نہ پھیل سکینگے ختم سیلان پر بھی مبدء سے منتہے تک ایک ابھرا ہوا جرم نظر آئیگا جیسا کہ مرئی ومشاہد ہے کہ اگر پختہ زمین یا تختہ یا سینی یا لوہے کی چادر پر شہد بہائیے بہاؤ رکنے پر بھی یہاں سے وہاں تک اوس سطح سے اونچا شہد کا ایک دَل قائم رہیگا جسے خشک ہونیکے بعد

چھپ سکتے ہیں بے اسکے کہ زمین کا کچھ حصہ چھپے لیکن اگر پانی بہائیے اور پورا بہ جانے سے کوئی روک نہو تو ختم سیلان کے وقت اوس سطح پر اول تا آخر ایک تری کے سوا پانی کا کوئی دَل نرہیگا ہمارے ائمہ اسی قسم اول کا نام رقیق اور ثانی کا کثیف رکھتے ہیں فقیر اسے روشن دلیل سے واضح کرے **فاقول** وباللہ التوفیق یہ دلیل ایک قیاس مرکب ہے تین مقدمات پر مشتمل

مقدمہ اولٰی ہمارے ائمہ نے باب نجاسات میں دو قسمیں فرمائی ہیں جرم دار و بے جرم اول کی مثال لید وغیرہ سے دیتے ہیں اور دوم کی بول و خمر وغیرہما سے امام برہان الدین فرغانی ہدایہ میں فرماتے ہیں نجاسۃ لہا جرم کالروث وما لا جرم لہ کالخمر عنایہ میں ہے النجاسۃ اما ان یکون لہا جرم کالروث اولا کالبول امام ملک العلماء بدائع میں فرماتے ہیں الواقع فی البئر اما ان یکون مستجسدا او غیر مستجسد فان کان غیر مستجسد کالبول والدم والخمر ینزح ماء البئر الخ مسئلہ کفش وموزہ میں متون و شروح وفتاوٰی عامہ کتب مذہب نے یہی ذی جرم وبیجرم کی تقسیم فرمائی اور ایسی ہی مثالیں دی ہیں انہیں میں امام فقیہ النفس خانیہ میں فرماتے ہیں الخف اذا اصابتہ نجاسۃ ان کانت مستجسدۃ کالروث والمنی یطہر بالحت وان لم تکن مستجسدۃ کالخمر والبول لا یطہر الا بالغسل وعن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی اذا القی علیہا ترابا فمسحہا یطہر لانہا تصیر فی معنی المستجسدۃ

دیکھو اب ہم یہ دکھاتے ہیں کہ اونکے نزدیک ادھر تو ذی جرم اور کثیف وثخین وغلیظ کہ مقابل رقیق ہیں اور ادھر خود بیجرم و رقیق ایک معنی رکھتے ہیں **اولا** کتابوں میں معنی واحد میں اختلاف تعبیر (۱) امام طاہر بخاری نے خلاصہ میں اسی حکم اخیر خانیہ کو ان لفظوں سے ادا فرمایا غیر المنی من النجاسات ان کانت رقیقۃ کالخمر والبول لا یطہر الا بالماء وعن ابی یوسف اذا القی التراب علی الخف فمسحہا یطہر لانہ یصیر فی معنی المستجسدۃ (۲) نجاست غلیظہ میں اعتبار مساحت ووزن درہم کہ رقیق وکثیف پر منقسم جسکی بعض عبارات بحث سوم میں گزریں اور ہدایہ میں ہے قیل فی التوفیق بینہما ان الاولٰی فی الرقیق والثانیۃ فی الکثیف کافی میں ہے قال الفقیہ ابو جعفر الاولٰی فی الرقیق والثانیۃ فی الکثیف وھو الصحیح اسی طرح وقایہ نقایہ اصلاح ملتقی غرر زیلعی جوہرہ نیرہ جواہر اخلاطی وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے وعبر فی الجوہرۃ الکثیف بالثخین وفی الجواہر بالغلیظ وزاد ھو الصحیح من المذہب امام ملک العلماء نے اسے یوں تعبیر فرمایا قال الفقیہ ابو جعفر الھندوانی اذا اختلفت عبارات محمد فی ھذا فنوفق ونقول اراد بذکر العرض تقدیر المائع کالبول والخمر وبذکر الوزن تقدیر المستجسد (۳) بعینہ اسی طرح امام زیلعی نے اول کو مائع دوم کو مستجسد سے تعبیر کرکے فرمایا ھذا ھو الصحیح (۴) اسیطرح مراقی الفلاح میں ہے عفی قدر الدرھم وزنا فی المستجسدۃ ومساحۃ فی المائع (۵) یہی فتاوٰی امام قاضی خان میں یوں ہے فی المستجسدۃ کالروث یعتبر وزنا وفی غیر المستجسدۃ کالبول والخمر والدم بسطا **ثانیا** کتابوں سے نقل میں تغییر تعبیر (۶) ہندیہ میں ہے الصحیح ان یعتبر بالوزن فی المستجسدۃ وبالمساحۃ فی غیرہا ھکذا فی التبیین والکافی واکثر الفتاوٰی حالانکہ کافی میں رقیق اور تبیین میں مائع کا لفظ تھا کما علمت **ثالثا**

https://www.facebook.com/darahlesunnat

علما کا انتہائی کلام میں تفنن تعبیر (۷) بحر میں ہے اشتراط الجرم قول الکل لانہ لو اصابہ بول فیبس لم یجزہ حتی یغسلہ
لان الاجزاء تتشرب فیہ فاتفق الکل علی ان المطلق ای الاذی الذی یصیب الخف مقید فقیدہ ابو یوسف بغیر الرقیق و
قیدہ بالجرم والجفاف اس پر منحۃ الخالق میں فرمایا الحاصل انہم اتفقوا علی التقیید بالجرم وانفرد ابو حنیفۃ ومحمد بزیادۃ الجفاف
(۸) اوسمیں ہے لم یعف عن التشرب فی الرقیق لعدم الضرورۃ لانفقد حتی وکون الجرم من غیرھا بان مشی بہ علی رمل او تراب فصیر لھا
جرم (۹) فتح القدیر میں ہے الحاصل بعد ازالۃ الجرم کالحاصل قبل الدلک فی الرقیق (۱۰) غنیہ میں ہے عمل ابو یوسف باطلاقہ الا ان
استثنی الرقیق کما قال المصنف وان لم یکن لہا جرم کالبول والخمر فلا بد من الغسل بالاتفاق (۱۱) اوسمیں حیث مطلق نقل کرکے
قید بالجرم کی تعلیل میں فرمایا قال فی الکفایۃ وغیرھا خرجت النجاسۃ الرقیقۃ من اطلاق الحدیث بالتعلیل الخ (۱۲) اوسمیں ہے من اصاب
نعلہ النجاسۃ الرقیقۃ اذا استجسدت بالتراب او الرمل او مسحہ یطھر (۱۳) اوسمیں ہے المختار للفتوی الطہارۃ بالدلک فی الخف ونحوہ
سواء کانت ذات جرم من نفسہا او بغیرھا کالرقیقۃ المستجسدۃ بالتراب رطبۃ کانت او یابسۃ (۱۴) حلیہ میں اسی مسئلہ اصابۃ نجاسۃ لھا جرم
پر حدیث سے استدلال کرکے فرمایا ھذا الاطلاق حجۃ لابی یوسف فی مساواتہ بین الرطب والیابس نعم علی ابی یوسف
ان یقول بالطہارۃ فی الرقیق ایضا لان الاطلاق یتناولہ کما یتناول الکثیف مطلقا (۱۵) اوسمیں اس سے جواب
اوسی بحث نقل کرکے فرمایا علی ان فی البدائع ان ابا یوسف فی روایۃ عنہ سوی فی الطہارۃ بین ان تکون مستجسدۃ او مائعۃ
رابعا صریح تفسیر (۱۶) تنویر میں تھا عفی عن قدر درھم فی کثیف درمختار میں اوسکی تفسیر کی لہ جرم رد المحتار میں ہے
قولہ لہ جرم تفسیر للکثیف (۱۷) جامع الرموز میں ہے الکثیف ما لہ جرم والرقیق ما لا جرم لہ شامی میں حلیہ سے ہے عدمنہ (ای مما لہ جرم)
فی الھدایۃ الدم وعدمنہا فی غیرھا مما لیس لہ جرم ووفق فی الحلیۃ بحمل الاول علی ما اذا کان غلیظا والثانی علی ما اذا کان رقیقا
اھ وھذا یؤدی مؤدی التفسیر وان لم یکن سوق لہ بالجملہ اصطلاح فقہائے کرام میں رقیق وہ ہے جو بے جرم ایک چیز ہیں۔
مقدمہ ثانیہ جسم کثیف ہو خواہ رقیق اوسکا بے جرم ہونا کیونکر متصور کہ جرم وجسم ایک شی ہیں اور اگر جرم بمعنی ثخن لیجے یعنی عمق
جسے دل کہتے ہیں تو جسم کو اوس سے بھی چارہ نہیں کہ اوسمیں ابعاد ثلثہ ضرور ہیں لہذا خود علمانے اوسکی تفسیر یہ فرمائی کہ بے جرم سے
یہ مراد کہ خشک ہونے کے بعد مثلا بدن یا کپڑے کی سطح سے اوبھرا ہوا اوسکا کوئی دَل محسوس نہو اگرچہ رنگ نظر آئے ان ہی حیثیات میں
اسکو غیر مرئی بھی کہتے ہیں یعنی بنظر جرم نہ بنظر لون۔ تبیین الحقائق وبحر الرائق ومجمع الانہر وفتح اللہ المعین وطحطاوی علی المراقی
ورد المحتار وغیرہا میں ہے الفاصل بینھما ان کل ما یبقی بعد الجفاف علی ظاہر الخف فھو جرم وما لا یری بعد الجفاف
فلیس بجرم اھ **اقول** لم یرد بظاھرہ ظاہرہ لعدم اختصاص الحکم بہ بل بطنہ ھو الاکثر
اصابۃ انما اراد السطح الظاہر من ظاہرہ وبطنہ وقید بہ تحرزا عما یتشرب داخل الخف فانہ لا یختص بالجرم

بل التشرب من الرقیق اکثر وانما احتاج الیہ لقولہ یبقی ولو قال یری لاستغنی عنہ کما فی مقابلہ فان البصر لا یدرک
الا ما علی الظاہر ولذا اسقطہ السید الازہری وطالبۃ الہا الباقی بالمرئی ومن اغفل ہذا ابدل او ابقی کما قال فی مجمع الانہر
کل ما یری بعد الجفاف علی ظاہر الخف فہو ذو جرم الخ واعجب منہ صنیع العلامۃ ش اذ قال فی الدر ہو کل ما یری بعد الجفاف
فقال ای علی ظاہر الخف کانہ قید سقط عن الدر فزادہ فتاوی ذخیرہ پھر حلیہ پھر بحر و عبد الحلیم میں ہے المرئیۃ ہی التی لہا جرم وغیر المرئیۃ
ہی التی لا جرم لہا شرح طحاوی و فتاوی صغری و تتمہ و منبع پھر بترتیب اونکے حوالہ سے عبد العلی برجندی و شمس قہستانی و ابن امیر الحاج
حلبی و عبد الحلیم رومی نے غیر مرئیہ میں زائد فرمایا سواء کان لہا لون اولم یکن ذخیرہ عقیبہ میں ہے ذی جرم ہو کل ما یبقی بعد الجفاف
علی ظاہر الخف سواء کان جرمہ من نفسہ کالنجس المتعارف والدم والمنی والروث او من غیرہ کالبول والخمر المتجسد
بالرمل والتراب او الطرب او مشی علیہا فالتصق بالخف او جعل علیہ شیئ منہا اس تمام مضمون کو مع زیادت افادت فتوی
درمختار نے ان معدود لفظوں میں افادہ کیا ذی جرم ہو کل ما یری بعد الجفاف ولو من غیرہا کخمر و بول اصابہ تراب بہ یفتی اھ

اقول ولو اسقط ہو کل ما لکان احصر واظہر اسے طحطاوی نے زائد کیا وما لا یری بعد الجفاف فلیس بذی جرم اھ

اقول واکتفی الدر عنہ بالمفہوم شامی نے کہا مفادہ ان الخمر والبول لیس بذی جرم مع انہ قد یری اثرہ
بعد الجفاف فالمراد بذی الجرم ما تکون ذاتہ مشاہدۃ بحس البصر وبغیرہ ما لا یکون کذلک کما سنذکرہ مع
ما فیہ من البحث درمختار کی عبارت مذکورہ نمبر ۱ پر شامی میں ہے المراد بذی الجرم ما تشاہد بالبصر ذاتہ لا اثرہ اھ کما مر ویأتی
اسی طرح حلیہ میں ہے کما سیأتی **تحقیق شریف** فتنبہ للطیف علی عبدہ الضعیف بفضلہ
المنیف اعلم ان ہذا المقام زلت فیہ اقدام اقلام **فالاول** قال الامام اکمل الدین البابرتی رحمہ
اللہ تعالی فی العنایۃ عند قول الہدایۃ فی مسألۃ تطہیر النجاسۃ بازالۃ العین والغسل الی غلبۃ الظن بالطہارۃ
النجاسۃ ضربان مرئیۃ وغیر مرئیۃ الخ انما نصہ لحصر ضروری لدورانہ بین النفی والاثبات وذلک لان النجاسۃ بعد
الجفاف اما ان تکون مستجسدۃ کالغائط والدم او غیرہا کالبول ونحوہ اھ وتبعہ چلپی علی صدر الشریعۃ **الثانی**
فی تلک المسألۃ نقل القہستانی عبارۃ الصغری للدلالۃ ان غیر ذات جرم غیر مرئیۃ وان کان لہا لون **الثالث**
فیما نقل البرجندی عبارۃ شرح الطحاوی مثلہ ثم قال وہذا یخالف ما فی بعض الشروح من ان غیر المرئی ما لا یری
اثرہ بعد الجفاف والمرئی فی مقابلہ **الرابع** فیما نقل فی البحر عبارۃ الذخیرۃ وجعلہا معنی ما قال ہہنا
فی غایۃ البیان ان المراد بالمرئی ما یکون مرئیا بعد الجفاف وما لیس بمرئی ہو ما لا یکون مرئیا بعد الجفاف کالبول ثم تبعہ
الخامس فیما نقل عبد الحلیم الرومی عن شرح الطحاوی والمنبع والذخیرۃ ما مر ثم نقل کلام البرجندی انہ یخالف

بعض الشروح ثم كلام البحر جعله ايّاه بعض الاقوال ثم قال ردّا عليه انت خبير بان بينهما مخالفة اذ رب شیئ ليس له جرم وله اثر كاللون يبقى اثره بعد الجفاف فعلى الاول غير مرئی وعلى الثانی مرئی والمنصور هو الاول كما لايخفى اھ السادس فيما نقل فی الحلية كلام الذخيرة والتتمة واليه رد عبارة غاية البيان المذكورة فقال مراد به ما تكون ذاته مشاهدة بالبصر بعد الجفاف ومالا فليس بينها وبين ما فی عامة الكتب مخالفة فی تفسيرهما ومما يرشد الى ما ذكرنا التمثيل المذكور فان بعض الابوال قد يرى له لون بعد الجفاف اھ السابع فيما قال فی الشامی قوله بعد جفاف ظرف لمرئية وقيد به لان جميع النجاسات ترى رطبة فيتقدم ان ماله جرم وهو ما يرى بعد الجفاف فهو مساو للمرئية وقد عد منه فی الهداية الدم وعد قاضی خان مما لاجرم له وقدمنا عن الحلية التوفيق بحمل الاول على ما اذا كان غليظا والثانی على ما اذا كان رقيقا اھ ثم نقل عبارة غاية البيان وعقبها بعبارة التتمة ثم ذكر تاويل الحلية المار انفا قال ويوافقه التوفيق المار لكن فيه نظر لانه يلزم منه ان الدم الرقيق والبول الذی يرى لونه من النجاسة الغير المرئية ولنه يكتفى بالغسل ثلثا بلا اشتراط زوال الاثر مع ان المفهوم من كلامهم ان غير المرئية ما لا يرى له اثر اصلا لاكتفائهم فيها بمجرد الغسل بخلاف المرئية المشروط فيها زوال الاثر فالمناسب ما فی غاية البيان من ارادة بالبول ما لالون له والاكان من المرئية اھ الثامن عبارة الكنز الصحيحة النجس المرئی يطهر بزوال عينه وغيره بالغسل زاد فيهما مسكين ما يفسرهما اذ قال (النجس المرئی) عينه ثم قال (وغيره) ای غير المرئی عينه لكنه تداركه بوصل قوله وهو الذی لايری اثره بعد الجفاف اھ فلم يبق عليه الا ضياع زيادة عينه فی الموضعين بل ايهامهما خلاف المراد ثم التدارك رجوع الكلام الى عدم التفرقة بين العين والاثر وكانه اخذ من عبارة الامام القدوری النجاسة ان كان لها عين مرئية فطهارتها زوال عينها الا ان يبقى من اثرها ما يشق ازالته وما ليس لها عين مرئية فطهارتها ان تغسل الخ فالمراد العين المرئية ولو برؤية لونها الا ترى الى استثناء الاثر من العين بل المقران بصر البشر فی الدنيا لا يدرك الا اللون والضوء وبالجملة استقام الكلام بالتدارك لكن السيد ابا السعود نقلا عن السيد الحموی اراد رده الى الخلاف فقال على قوله وهو الذی لايری اثره حكاه فی الصغری بقيل بعد ان صدر بقوله المرئی ما له جرم سواء كان له لون ام لا اھ التاسع ضمنهما العلامة ش فی مسألة الخف على الوجه الصحيح ثم حاد عنه فقال سنذكر ما فيه من البحث كما تقدم والبحث ما علمت فی السابع العاشر قال فی الجوهرة (اذا اصاب الخف نجاسة لها جرم) ای لون واثر بعد الجفاف كالروث والدم والمنی اھ فرجع الصحيح الى الغلط الصريح **اقول** وتعرفنا فی كل هذا بحرف واحد فاعلم ان المسائل ههنا اربع مسألة التطهير بازالة العين وغلبة الظن ومسألة وقوع نجس فی حوض كبير ومسألة الخف ومسألة التقدير

قوله ۲۸۶: فسر فی الصغری المرئی ههنا فسر غير المرئی بغير ما له جرم ولم يقل بما لا لون له سواء كان له لون او لا فعكس جامع الرموز فكان الاول اولى ١٢ منه

قوله لون الكلام صدق فی غير الكلام ١٢ منه غفر له

ف ۵۸۱: معروضة على العلامة مسكين

ف ۵۸۲: معروضة على السيد ابی السعود

يوزن بالدرهم او مساحته ونحو ذلك في البدائع اخرى مسألة الوقوع في البئر فمسألة التطهير والحوض الكبير فريق وسائرها فريق والمراد بالمرئي في الفريق الاول هو المتجسد اي ما يرى بعد الجفاف جرم شاخص فوق سطح المصاب ولا يكفي مجرد اللون وبغير المرئي غير المتجسد اي ما لا يرى له بعد الجفاف جرم شاخص وان بقي اللون وهذا ما في الصغرى والتتمة وشرح الطحاوي والذخيرة والمنية والمراد بالمرئي في مسألة التطهير والحوض الكبير ما يدرك بالبصر وان خف ولو مجرد لونه وان عرى عن جرم مرتفع فوق المصاب وبغير المرئي ما لا يدرك بالبصر بعد الجفاف اصلا وفي الكبير او اثر وهذا ما في غاية البيان وغيرها والدليل على هذا التوزيع **اولا** ما استدل به على احكام للفريقين كما لا يخفى على من طالع الكتب المعللة كالبدائع والهداية والتبيين والكافي والفتح والغنية والحلية والبحر وغيرها من ذلك قول الهداية اذا اصاب الخف نجاسة لها جرم فجفت فدلكه جاز لان الجلد لصلابته لا تتداخله اجزاء النجاسة الا قليلا ثم يجتذبه الجرم اذا جف فاذا زال زال ما قام به وان اصابه بول لم يجز وكذا كل ما لا جرم له كالخمر لان الاجزاء تتشرب فيه ولا جاذب يجذبها اهـ وفي الحلية لانها مجرد بلة فتدخل في اجزاء الخف ولا جاذب لها اهـ وانت تعلم انه لا اثر في هذا للا ثرية ولا دخل في مسألة التطهير فان المقصود فيها ازالة المصيب وذلك باليقين في المرئي وبغلبة الظن في غيره لانه لما لم يحس لم يبق سبيل الى اليقين بزواله فاكتفى باكبر الرأي الملتحق في الفقهيات باليقين اما ما يرى له عين او اثر فنعلم بزواله زواله وبقاءه ببقائه لان الاثر لا يقوم الا بالعين والعرض لا ينتقل من عين الى عين قال في البدائع ان كانت النجاسة مرئية كالدم ونحوه فطهارتها ان تزول عينها ولا عبرة فيه بالعدد لان النجاسة في العين فان زالت زالت وان بقيت بقيت وان زالت العين وبقي الاثر فان كان مما يزول اثره لا يحكم بطهارته ما لم يزل الاثر لان الاثر لون عينه لا لون الثوب فبقاؤه يدل على بقاء عينه وان كانت مما لا يزول اثره لا يضر بقاؤه لان الحرج مدفوع اهـ ملتقطا فبهذا يفترقان في الحوض فغير المرئية تنعدم والمرئية تبقى ولو تفرقت. ان قلت مساحة الماء اثرت **وثانيا** عد ملك العلماء الدرهم من المرئي كما رأيت انفا وقد عده قبل هذا بورقتين من غير ذوات الجرم فقال ان كان غير مستجسد كالبول والدم والخمر ينزح ماء البئر كله اهـ وكذا لحقوق الهداية ما لا جرم له كالخمر ومعلوم ان الدم والخمر من ذوات اللون فعلم ان لا عبرة به في مسألة الخف والبئر وكذا مسألة التقدير لان اللون لا اثر له في الكثافة والرقة ولذا قال في الخانية في غير المستجسدة كالبول والخمر والدم يعتبر القدر بسطا اهـ بخلاف مسألة التطهير المشروط فيها زوال الاثر ما لم يشق فلذا جعله ملك العلماء فيها من المرئي **وثالثا** ملك العلماء عبر في مسائل الفريق الاخير بالمستجسد وغير المستجسد وبالمتجسد والمائع ثم قال في الفريق الاول النجاسة المرئية قط لا تزول بالمرة الواحدة فكذا غير المرئية ولا فرق سوى ان الشيء يرى بالحس وهذا يعلم بالعقل اهـ هذا امر جلي نص على ان المرئي بلونه من المرئي في مسألة التطهير **ورابعا** كذلك الامام تاج الشريعة غير

عـه اقول استدل ... على هذا ... هذا المسلم فاقتصر عليه تبعا للهداية ولو كرت سائر الوجوه كما هو ... فما قال الكلام ١٢ منه غفر له ... في العدد السادس والعشرين ... السلحة ١٢ منه

فی مسألة التقدیر بالکثیف والرقیق وفی مسألة الخف بذی جرم ومالا جرم لہ وقال فی مسألة التطہیر یطہر عمالم یر اثرہ بغسلہ ثلثا فابان ان مایری اثرہ من المرئی و۱ اقول کما قال فی الغنیة تحت قولہ ان لم تکن النجاسة مرئیة ای ان لم یکن لہا لون مخالف للون الثوب لم فانہ یحصر المرئی فی الرؤیة باللون ویخرج مایری لہ جرم شاخص فوق سطح المصاب مع موافقتہ فی اللون علی انہ رفع الامتیاز بین المرئی وغیرہ فکل شیئ اصاب ما یخالفہ فی اللون کان مرئیا واذا اصاب ما یوافقہ فیہ کان غیر مرئی وخامسا اتفقت المتون والاقدمون علی التعبیر فی مسألة الخف والتقدیر بذی جرم وغیر ذی جرم والکثیف والرقیق وفی مسألة التطہیر الحوض الکبیر بالمرئی وغیر المرئی ولا شک ان المرئی لونہ مرئی بلا امرئی منہ الا اللون سواء کان کثیفا او رقیقا والذی لا جرم لہ شاخصا بعد الجفاف رقیق ولیس اللون جرما فتبین ان اللون معتبر فی ہذا الفریق دون الاخر ولو مشت الشروح علی التفسیر فی الموضعین بما ہو مؤدی نفس الالفاظ لم یقع الاشتباہ لکنہم کما فسروا فی مسألة التطہیر بمایری بعد الجفاف ومالا یری بعدہ کما مر عن غایة البیان وعنہا فی البحر والشرنبلالیة والطحطاوی علی المراقی ومثلہ فی الدر وغیرہ کذلک فسروا بہما ذا الجرم وغیر ذی الجرم فی مسألة الخف کما تقدم فذہب الوہل الی ان المراد واحد فی الموضعین ولیس کذلک بل ہو علی ظاہرہ فی مسألة التطہیر ومؤول برؤیة الجرم وعدمہا فی الفریق الاخر فہذا ہو التحقیق الانیق الذی لوحانت منہم التفاتة الیہ لما فسرہما العنایة والحلیة فی الفریق الاول بالمستجسدة وغیرہا ولا نقل فیہا القہستانی عبارة الصغری ولا البرجندی عبارة شرح الطحاوی ولا نصب الخلاف بینہا وبین ما فی بعض الشروح ولا جعل المحوط معنی العبارتین واحدا ولا نقل فیہا عبد الحلیم ما نقل ولا اثبت الخلاف بین قولین غیر موردا واحد ولا جعل المنصوص ہہنا القول ولا صرف الحلیة کلام الغایة الی غیر المحمل اما کون بعض الابوال قد یری لہ لون فلا یقدح فی المثال ولا یحصر فیہ مراد المقال ولا اضطرب کلام الشامی فیہ فجزم فی مسألة التقدیر بحمل المرئی علی مرئی الجرم ثم انکرہ ولا احتاج الی ترجیح ما فی الغایة علی ما لا یخالفہ اصلا ولا تمسک بالتوفیق فان کلام الہدایة فی مسألة الخف حیث قال اذا اصاب الخف نجاسة لہا جرم کالروث والدم والمنی الخ وکذا کلام الخانیة فی مسألة التقدیر کما تقدم انفا وہما من الفریق الاخر فکون الدم الرقیق من غیر المرئی فیہ لا ینافی کونہ مرئیا فی مسألة التطہیر ولا اورد السیدان علی کلام مسکین عبارة الصغری ولا فسر الجوہرة فی مسألة الخف الجرم باللون واین الجرم واین اللون واین العین واین الاثر فانما نشأ کل ذلک من عدم الفرق بین المقامین وہذہ زلة فاشیة لم ار من تنبہ لہا او نبہ علیہا واللہ الموفق لادراک صوابہ وصلی اللہ تعالٰی علی مصطفاہ وآلہ وصحبہ ومن والاہ۔

مقدمہ ثالثہ

ثابت ہوا کہ رقیق وہ ہے کہ زمین وغیرہ جس شے پر پڑے خشک ہونے کے بعد اوس کی سطح پر اس کا دل محسوس نہ ہو اور بالبداہۃ ظاہر کہ یہ اوسی

شی مین ہوگا جو بہنے مین تمام وکمال پھیل جائے ورنہ اجزا زیر وبالا رہے تو ضرور دَل محسوس ہوگا تو دلیل قطعی سے روشن ہوا کہ یہان رقیق اسی مائع قسم اول کا نام ہے یہ ہے وہ تحقیق معنی رقیق کہ ان سطور کے سوا نملیگی وباللہ التوفیق ؛ ولہ الحمد علی ہدایۃ الطریق

ثم اقول[1797] ظاہر ہے کہ پانی فی نفسہٖ ایسا ہی ہو جسے بے جرم سے تعبیر کیا گیا اب اوسمین دوسری شی جرمدار ملنے کی تین صورتین ہین استہلاک اختلاط امتزاج **استہلاک** یہ کہ وہ شی اسمین ملکر گم ہوجائے پانی سے اوس کا جرم ظاہر نہو جیسے چھنا ہوا شربت کہ اوسمین شکر کے اجزا ضرور ہین مگر اون کا جرم اصلاً محسوس نرہا اوسے بہائیے تو خالص پانی کی طرح اوسکے سب اجزا پھیل جائینگے کہین دَل نرہیگا تو رقت بحال خود باقی ہی اگرچہ رقت اضافیہ مین ضرور فرق آئیگا کہ مخلوط وناملخلوط یکسان نہین ہوسکتے **اختلاط** یہ کہ اوسکا جرم کلاً یا بعضاً باقی رہے مگر پانی کو جرمدار نکرے بہانے مین اسکے اجزا الگ رہجائین اور پانی اونھین چھوڑکر خود پھیل جائے جیسے بے چھنا شربت جسمین شکر یا بتاسون کے کچھ ریزے رہگئے ہون ان ریزون کو اختلاط تھا اور جسقدر گھل گئے اونکا استہلاک مگر انمین کوئی پانی کے اجزا پھیلنے کو مانع نہوا **امتزاج** یہ کہ پانی اور وہ شی ملکر ایک ذات ہوگئی ہون پانی اوسے چھوڑکر نہ بہ سکے بلکہ ہر جگہ وہ اوسکے ساتھ گھال میل رہے ظاہر ہے کہ یہ مجموع مرکب تمام وکمال نہ پھیل سکیگا اور ضرور جرمدار شی کی طرح ختم سیلان پر بھی دَل رکھیگا پہلی دو صورتون مین پانی اپنی رقت پر ہے اول پر تو ظاہر کہ وہان کوئی جرم محسوس ہی نہوا اور دوم پر جرم جُدا ہے اور پانی جُدا تو پانی بدستور رقیق ہی رہا جیسے کنکریلی یا سنگلاخ زمین مین تالاب کا پانی یا جس لوٹے مین پتھر لوہے کے ٹکڑے ڈالدیے جائین کوئی عاقل نہ کہیگا کہ اس سے پانی میں رقیق نرہا بخلاف صورت سوم کہ بلاشبہہ رقت زائل اور طبیعت متبدل ہوئی زوال طبع سے یہی مراد ہو وللہ الحمد **اقول**[1798] اب بتوفیقہ تعالٰی سب اقوال متوافق ہوگئے اور اشارات علما کے معنے واضح

اولاً رقت اضافیہ ضعف وقوت قلت وکثرت مین بشدت متفاوت ہوتی ہے جس کا بیان اوپر گزرا اوسکی انتہا تو شی کے جامد ہوجانے پر ہے جبتک سیلان کچھ بھی باقی ہو رقت باقی ہی اگرچہ کیسی ہی خفیف اور شک نہین کہ تینون صورتون مین سیلان موجود تو رقت بھی ہو جو اگرچہ متفاوت لہذا دو صورت اولے مین محقق علی الاطلاق نے رقت آب کو غالب بتایا اور صورت ثالثہ مین امام ناطفی نے مغلوب **ثانیاً**[1799] رقت جس معنی پر محقق ہوئی یعنی بے جرم ہونا ختم سیلان کے بعد دَل نرہنا اسمین تفاوت افراد نہین دل اگر کچھ بھی ہوگا یہ رقت یکسر معدوم ہوجائیگی اصلاً نہوگا بحال خود باقی رہیگی لہذا دو صورت اولے کو غنیہ مین یون بتایا کہ پانی ویسا ہی اپنی رقت پر رہی جیسا قبل اختلاط تھا اور صورت ثالثہ کو ذخیرہ وتتمہ وحلیہ نے یون کہ رقت یکسر مسلوب **ثالثاً**[1800] دو صورت اولے ہی کی طرف خلاصہ کا ارشاد کہ پانی اوسمین آشکارا ہے مشیر کہ جبتک امتزاج نہو پانی کا ظہور ظاہر ہو ستیز **رابعاً**[1801] خانیہ کا ارشاد کہ اگر متماسک ہوجائے وضو جائز نہین صورت ثالثہ ہی کا بیان ہو کہ دَل باقی رہنا تماسک اجزا ہی سے ہوتا ہی اور بحال تماسک دَل ضرور رہتا ہی **خامساً**[1802] اسیکو علمائے کرام نے رُب ودِبس ونشاستج وطین وسویق کی مثالین دیکر بتایا کہ

یہ سب اشیا اگرچہ سائل و رقیق اضافی ہیں مگر انکے اجزا تماسک سے خالی نہیں و لہذا ختم سیلان پر انمیں ضرور دَل رہتا ہے رُبّ بالضم میووں کا عرق کہ جوش دیکر قوام پر لایا گیا اور غلیظ وبستہ ہو گیا جیسے دوشاب اور اوسکے مطلق سے دوشاب خرما مراد کہ عرق خرما ہے ستو ر نکالکر اتنا جوش دیتے ہیں کہ اونگلی سے اوٹھائیں تو اونگلی میں لپٹ آئے نشاستج بالفتح جسے عربی میں نشا اور فارسی میں نشاستہ کہتے ہیں نشاستج اوسکا معرب ہے یہ کہ گیہوں پانی میں اتنی مدت تک بھگوئے جائیں کہ عفونت لے آئیں اور پوست چھوڑ دیں مغز باریک کوٹ کر صافی میں چھان کر رکھیں یہانتک کہ گیہوں کے اجزاء تہ نشین ہو جائیں پانی اوپر رہجائے اوسے پھینک کر تہ نشین کو سُکھا لیں ظاہر ہے کہ جبتک اجزاء تہ نشین نہ ہونگے پانی سے ممتزج رہینگے طین کیچڑ سویق ستو یہ مثالیں یاد رکھنے کی ہیں کہ غلظت کی صورت ذہن میں رہے انکو ہم ایک مصرع میں جمع کریں ؎ رُبّ و دبس و نشا و طین و سویق ؛ ہر چہ زینگونہ شدہ مانند رقیق ؛ **تنبیہ** ۱۸۰۳ ہدایہ و بدائع وغیرہما میں سویق کو مخلوط سے مقید فرمانا صورت ثانیہ و ثالثہ کے فرق کی طرف اشارہ فرماتا ہے پانی میں اگر ستو ڈالدیے کہ تہ نشین ہو گئے نتھرا پانی یا خفیف آمیزش کا اوپر رہگیا جو اوسے جرم دار نکر دے تو وضو ناجائز نہ ہوگا و لہذا کالسویق المخلوط فرمایا یعنی گھلے ہوئے ستو کہ پانی سے ممتزج ہوجائیں الحمد للہ کہ رقت مطلوبہ کی حد بندی اوس وجہ نفیس پر پہونچی کہ اس رسالہ کے غیر میں نملیگی۔ اوسکے بیان کا بھی ایک شعر اشعار تعریف مائے مطلق میں اضافہ کریں ؎ رقت آن دان کہ سیلان ہمہ یک سطح شود ؛ خالی از جرم اگر مانع او نباید پیش ؛ یا یوں کہیے ؎ آن رقیق ست کہ اجزاش بختم سیلان ؛ زیر بالا نبود ہیچ سوائے پس و پیش ؛ الحمد للہ اس تقریر منیر سے فوائد کثیر حاصل ہوئے **فائدہ ۱** طبیعت اور اوسکے بقا و زوال کا بیان **فائدہ ۲** حقیقت سیلان اور اوسکا فلسفہ اور جامد و سائل کا فرق ۱۸۰۴ اور یہ کہ ڈھلواں نشیب میں مثلاً گیہوں کے دانے اور کوئی تختہ اور پانی گرائیں سب اپنی حرکت بالطبع سے متحرک ہوکر نیچے اوتر جائینگے مگر انمیں پانی ہی کی حرکت کو سیلان کہینگے نہ اون دو کی اسکی وجہ۔ کہ اول اجسام منفصلہ کی حرکات متعدد ہیں اور دوم جسم واحد کی حرکت واحدہ اور سوم جسم واحد متصل حسی کہ اجزا متجاوزہ کی متوالی حرکات طبعیہ پے در پے کہ انفکاک حسی نہونے دیں اسیکا نام سیلان ہے **فائدہ ۳** رقت مطلق کے معنی اور اوسکے مواضع اطلاق **فائدہ ۴** اوسکا اضافی و مقول بالتشکیک ہے **فائدہ ۵** وہ اپنے نفس معنی کے لحاظ سے سیلان کے ساتھ مساوی بلکہ معنی شامل جامدات ہے اور اس سے عام مطلقاً ہے اور بہنگام اضافت عام من وجہ کہ شہد بہ اضافت شیر رقیق نہیں اور سائل ہے اور گلاب کا شیشہ حلبی آئینہ کے اعتبار سے رقیق ہے اور سائل نہیں **فائدہ ۶** مسائل خف وغیرہ میں معنی جرم و عدم جرم **فائدہ ۷** اونمیں معنی مرئی وغیر مرئی **فائدہ ۸** مرئی وغیر مرئی معتبر مسائلہ تطہیر و مسائلہ حوض کبیر میں انکا فرق **فائدہ ۹** الفاظ ماہرین کی انمیں انواع انواع لغزش **فائدہ ۱۰** رقت مطلوبہ مصطلحہ ائمہ کے معنی یہ سب بھی روشن طور پر

واضح ہوگئے فائدہ ۱۱ جرم میں بے جرمی کیونکر ہوتی ہے فائدہ ۱۲ یہاں کلام ائمہ میں بمعنی تماسک فائدہ ۱۳
کہ رقت مطلوبہ بہ جرمی ایک شی ہیں اور غلظت یہ کہ بعد ختم سیلان خلل باقی رہے فائدہ ۱۴ رقت آب غالب
مغلوب یا موجود و مسلوب ہونے سے مراد یہ ہے کہ اونکا ایک ہی مفاد فائدہ ۱۵ اگرچہ رقت سیلان سے خاص ہے اور
اوسکے بعد محل اثبات میں ذکر سیلان کی حاجت نہیں مثلاً یون کہنا کہ فلان صورت میں رقت و سیلان باقی رہین تو وضو جائز ہے
ہان یون کہنے میں حرج نہیں کہ سیلان و رقت باقی رہے کہ ذکر سیلان ذکر رقت سے مغنی نہیں اگر تنہا ذکر رقت بس ہے تو المناسب
ہوا نہ اہمال فائدہ ۱۶ محل نفی میں ذکر سیلان بحرف واو مضر و موہم خلاف مقصود ہے اور بحرف یا کہ تردید کے لیے ہے بیکار
فائدہ ۱۷ اکثر سے نہ چل سکنا اس رقت سے خاص ہی نہ دہ رقیق ہے اور نہ چل نہیں سکتا فائدہ ۱۸ یہ رقت بمعنی
اضافی نہیں اسمین تشکیک فائدہ ۱۹ پانی میں جرم دار اشیا ملنے کی صورتین اور اونکے احکام فائدہ ۲۰ جلیلہ
پانی کی رقت زائل ہونا کچھ جامدات ہی کے خلط پر موقوف نہیں خلاف فللملتقط فرت علیہ کلمات الشراح اهل الضابطة
بلکہ بے جرم دار مائعات مثل شہد و شیرہ و رُب و دبس جب اوس سے ایسے ممتزج ہوجائیں کہ بمعنی مذکور جرم دار کردین ضرور رقت
زائل اور طبیعت متبدل ہوجائیگی یہ فائدہ بہت ضروری یاد رکھنے کا ہے کہ فصل آئندہ میں کام دیگا ان شاء اللہ تعالی یہ ہے وہ
تحقیق بازغ کہ محل عزوجل کے فضل بالغ سے قلب فقیر پر فائض ہوئی وللہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا ویرضی، وصلی اللہ تعالی
وبارک وسلم علی الحبیب الکریم الرؤف الرحیم الارضی، وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ ما علت سما وارضا، والحمد للہ رب العلمین
(غلبہ غیر) اسمین تنقیح بحث یہ ہے بحث اول کس امر میں غلبہ مراد ہے ۱۸۱۱ اقول یہاں چار چیزین ہیں طبیعت ومقاصد اجزا ومقادیر
اور ان سب کے اعتبار سے غلبہ لیا گیا ہے غلبہ بحسب اوصاف تو قول امام محمد رحمہ اللہ تعالی ہے جسکا بیان بعونہ تعالی آگے آتا ہے باقی تین میں اعتبار غلبہ صحیح
غلبہ بحسب طبع وہی زوال رقت ہے اوسکے اعتبار پر اجماع ظاہر اور غلبہ بحسب اجزا کہ خاص مذہب امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کہا گیا اور امام برہان الدین صاحب
ہدایہ امام قاضی خان وامام شمس الائمہ کردری امام حافظ الدین نسفی وغیرہم اکابر نے اوسکی تصحیح کی اوسیکو ذخیرہ و بدائع وتبیین اور شرح میں صحیح اور
سراج وہاج وجوہرہ نیرہ وفتاوی غزی وفتاوی علمگیریہ میں قول مختار اور نہایہ عنایہ وحلیہ وغنیہ وبحر و نہر وغیرہا میں اسکو ظاہر الروایہ منقول ماثور
بتایا کما تقدم کل ذلک فی نمرۃ ۲۲ و ۱۰۱ و ۱۰۹، جامع الرموز میں ہے یعتبر الغلبة من حیث الاجزاء وهو الصحیح لتعذر الجمع علی الوصف فی الاعتبار
کما فی حاشیۃ الہدایۃ جوہرہ نیرہ میں ہے کلام ابی یوسف المعتبر بالاجزاء نیز خلاصہ سے آتا ہے کہ صحیح قول ابو یوسف ہے غایۃ البیان میں اسکو ہمارے ائمہ سے
ظاہر الروایۃ بتایا غایۃ وعنایہ وبنایہ نے شرح طحاوی امام اسبیجابی سے اوسکی تائید کی اوسکے خلاف یعنی اعتبار اوصاف کو امام کرخی وغیرہ اکابر نے
غلط و صحیح تبلایا بنایہ میں جوامع الروایۃ المعتبر عندنا وفی محیط الروایۃ بخلافہ کذا عن الکرخی ۱۸۱۲ اقول اس نسبت و تصحیحات
وترجیحات کے یہ معنی نہیں کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالی اسکے قائل نہیں بلکہ یہ کہ امام ابو یوسف صرف اسی کو اعتبار فرماتے ہیں اور امام محمد اسکی ساتھ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

غلبہ اوصاف کو بھی ورنہ غلبہ بحسب اجزا جس معنے پر لیا گیا جنکی تفصیل بحولہ تعالٰی آتی ہے وہ سب بلاشبہہ سب کو تسلیم ہیں

۱۸۱۳ فلا تغرنك المقابلة الواقعة فی قول الفتح ان محمدا یعتبرہ باللون وابا یوسف بالاجزاء وقول الاجناس فی نمرۃ ۱۰۷ محمد یراعی لون الماء وابو یوسف غلبة الاجزاء الا تری الی قول العنایة محمد یعتبر الغلبة باللون ثم الطعم ثم الاجزاء والصحیح قول ابی یوسف لان الغلبة بالاجزاء غلبة حقیقیة لتوجد المرکب باجزائه فکان اعتبارہ اولٰی اھ وھی الضابطة التی مشی علیها ملك العلماء والامام الاسبیجابی رحمهما اللّٰه تعالٰی کما مرویاتی تفصیله ان شاء اللّٰه تبارك وتعالٰی فافهم وتثبت رہا غلبہ بحسب مقاصد جسے اوسکے لازم اعظم زوال اسم سے تعبیر کرتے ہیں اوس پر اجماع بھی ظاہر کما مر مرارا منھا فی نمرۃ ۲۸۷ ولئن الامام الزیلعی قد نص علیه وان غفله فی ضابطته وان الخلاف انما کان فی نبیذ التمر لاجل النص علی خلاف القیاس ثم انقطع برجوع الامام ویاتی قول الحلیة بالجملة ان تمیں پر اجماع میں شک نہیں اور یہاں تینوں طور پر اوسکی تفسیر کی گئی غلبہ طبع قدوری وہدایہ سے گزرا غلب علیه غیرہ فاخرجه عن طبع الماء ملتقی الابحر سے لا بماء خرج عن طبعه بغلبة غیرہ غرر و نور الایضاح سے لا بماء زال طبعه بغلبة غیرہ ہدایہ سے نمبر ۱ میں الا ان یغلب علی الماء فیصیر کالسویق المخلوط نیز غنیہ سے مالم یغلب علیه بان اخرجه عن رقته نیز ذخیرہ وتتمہ وحلیہ سے یغلب علی الماء حتی تزول به الرقة نمبر ۱۱۹ میں خانیہ سے ان غلبته الحمرۃ وصار متماسکا لا یجوز نیز خلاصہ سے ان غلب علیه الحمرۃ وصار نشاستج لا یجوز غلبہ مقاصد نمبر ۱ میں حلیہ وتتمہ وذخیرہ سے قول امام ابی یوسف گزرا ان غلب علی الماء حتی یقال له ماء الباقلاء والحمص والعدس لا یجوز نمبر ۳۰ میں قول ملك العلماء اذا خالطه علی وجه زال عنه اسم الماء بان صار مغلوبا به عنایہ وبنایہ وغایۃ البیان میں بعنوان ارجاع الاشربة الحلو المخلوط بالماء کالدبس والشهد المخلوط به والخل المخلوط بالماء کانت نظیر ماء غلب علیه غیرہ یوہیں مجمع الانہر میں فرائد سے ہی جعل المصنف الاشربة والخل مثالین لماء غلب علیه غیرہ فیکون المراد من الاشربة الحلو المخلوط بالماء کالدبس والشهد ومن الخل الخل المخلوط بالماء علی ما اشیر الیه فی النهایة والعنایة غلبہ اجزا کنز سے گزرا لا بماء غلب علیه غیرہ اجزاء ہدایہ سے ۱۲۲ میں الغلبة بالاجزاء هو الصحیح نیز خانیہ سے تعتبر من حیث الاجزاء هو الصحیح ۱۷ میں منیہ سے الغلبة من حیث الاجزاء ۸۵ میں جواہر الفتاوی سے ان غلب اجزاؤها علی الماء یمنع التوضؤ بحث سوم غلبہ اجزا سے کیا مراد ہے۱۸۱۵ **اقول** یہ صحیح معتمد قول بھی اون تینوں اجماعی باتوں سے تفسیر کیا گیا اوس سے ظاہر تو کثرت اجزا ہے یعنی پانی میں جو چیز ملے پانی سے مقدار میں زائد ہو اور نمبر ۲۶۱ میں گزرا کہ مساوی کا حکم بھی مثل زائد ہے۱۸۱۶ **اقول** ومن العجب قول العلامة ش التقیید بالمغلوب بناء علی الغالب والا فقد یمنع التساوی فی بعض الصور کما یاتی اھ وای صورۃ لا یمنع فیه التساوی غنیہ میں ہے الغلبة للماء من حیث الاجزاء

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بان تکون اجزاء الماء اکثر من اجزاء المخالط۔ خزانۃ المفتین میں ہے العبرۃ فیہ بکثرۃ الاجزاء ان کان اجزاء الماء اکثر یجوز
التوضی بہ والا فلا اھ وھو قطعۃ من الضابطۃ الشیبانیۃ وستأتی ان شاء اللہ تعالٰی۔ مجمع الانہر میں ہے غلبۃ غیرہ
بان تکون اجزاء المخالط ازید من اجزاء الماء وھو قول ابی یوسف لانہ غلبۃ حقیقۃ لرجوعھا الی الذات بخلاف الغلبۃ
باللون فانھا راجعۃ الی الوصف ومحمد اعتبر الغلبۃ باللون فی الصحیح عنہ لان اللون مشاھد۔ یہی مضمون ابھی عنایہ سے
گزرا۔ حلیہ میں بحوالہ زاہدی زاد الفقہاء سے نہایہ میں ہے تعتبر الغلبۃ فی الاجزاء فان کان اجزاء الماء اکثر یجوز والا لا۔ جوہرہ میں ہے
الاصح ان المعتبر بالاجزاء وھو ان المخالط اذا کان مائعا فما دون النصف جائز فان کان النصف او اکثر لا یجوز اھ

اقول[۱۸۲۱] المراد بالمخالط الممازج وستعرف ان المائع غیر مقصور علی الحکم وان کان الحکم مقصورا علی المائع۔ نمبر ۲۶۲ میں بدائع سے گزرا تعتبر الغلبۃ فی
الاجزاء فان استویا فی الاجزاء قالوا حکمہ حکم الماء المغلوب۔ اور اسی ضابطہ زیلعیہ عمومیہ میں بھی کثرت اجزاء مراد لیتے ہیں۔ نمبر ۲۱۱ میں مراقی الفلاح، ابو السعود، منحۃ الخالق
سے گزرا الغلبۃ بالوزن۔ غنیہ میں ہے المعتبر کون اجزائہ اکثر من اجزاء الماء۔ بحر وطحطاوی میں ہے العبرۃ للاجزاء فان کان الماء اکثر جاز وان
مغلوبا لا۔ درمختار میں بالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز والا لا۔ زوال رقت سے اس کی تفسیر۔ اقول[۱۸۲۲] الرقۃ
طبع الماء والطبع لازم الاجزاء وغلبۃ الملزوم تلزمھا غلبۃ اللازم فمغلوبیۃ الطبع تدل علی مغلوبیۃ الاجزاء
ھذا ما ظھر لی فی توجیہ ھذا التفسیر فافھم ولا یخلو عن مقال[۱۸۲۳] فالاولی ان یقال تقیید لا تفسیر ای المراد غلبۃ
الاجزاء لا من حیث ذواتھا بل من حیث طبعھا ومقتضی ذاتھا فان قلت لم نسبت للاجزاء دون الکل

اقول[۱۸۲۴] لما علمنا ان الثخن لتماسک فی الاجزاء والرقۃ لعدمہ۔ وقایہ واصلاح سے گزرا لا بما زال طبعہ بغلبۃ
غیرہ اجزاء۔ دونوں شرحوں سے گزرا ھو الرقۃ والسیلان۔ ۱۰۷ میں حلیہ وتتمہ وذخیرہ سے گزرا الغلبۃ من حیث الاجزاء بحیث تسلب رقۃ الماء۔
شلبیہ میں منبع سے ہے المراد بغلبۃ الاجزاء ان تخرجہ عن صفتہ الاصلیۃ بان یثخن۔ ۱۶ الغلبۃ باعتبار الوزن۔ ارکان اربعہ میں ہے
الغلبۃ بالاجزاء بان تذھب رقۃ الماء۔ غنیہ میں ہے الخلط یعتبر فیہ الغلبۃ بالاجزاء فان کانت اجزاء الماء غالبۃ ویعلم
ذلک ببقائہ علی رقتہ جاز الوضوء بہ وان کانت اجزاء المخلوط غالبۃ بان صار ثخینا زال عنہ رقتہ الاصلیۃ لم یجز اھ

اقول[۱۸۲۵] الکلام الاکمل ما ذکر بعدہ فی تصحیح قول الثانی ما تقدم فی البحث الاول ان وجود المرکب باجزائہ فاعتبارھا اولی فھذا
یمیل الی ان المراد کثرۃ الاجزاء کما افصح بہ فی مجمع الانہر لان الترکیب منھا لا من طباعھما وانما الطبع وصف لازم
فان اعتبرت من حیث اوصافھا لم یتم نفی قول الامام الثالث[۱۸۲۶] فان فرقا باللازم والعارض فعلی تمامیتہ ھو بحث آخر
غیر الترجیح بان ھذہ حقیقیۃ ذاتیۃ وتلک مجازیۃ عرضیۃ ھذا وقال فی البحر ذکر الحدادی ان غلبۃ الاجزاء
فی الجامد تکون بالثلث وفی المائع بالنصف اھ قال عبد الحلیم لعلہ امتحنہ فوجدہ یصیر مغلوبا بالقدر المذکور

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فعینہ کما فی شرح المقدسی اھ **اقول** ۱۸۲۴ ملحظہ الی ما وفق بہ فی البحر بین ہذین القولین بانہ ان کان المخالط جامدا فغلبۃ الاجزاء فیہ بثخونتہ وان کان مائعا موافقا للماء فغلبۃ الاجزاء فیہ بالقدر اھ وکانہ رأی ان الثخونۃ لا یحصل الا ویکون الجامد نصف الماء فقدرہ بالثلث واللہ تعالٰی اعلم **اقول** ۱۸۲۵ تقییدہ بالموافقۃ اتباع الضابطۃ ولا تنس ما قدمنا ان الرقۃ ربما تزول بامتزاج مائع ایضا اذا کان ثخینا فالتوزیع غیر مسلم وبہ ظہر ما قدمنا تحت قول الجوہرۃ زوال اسم سے تفسیر ۱۲۲ میں فتح و حلیہ سے گزرا صرح فی التجنیس اھ من التفریع علی غلبۃ الاجزاء قول الجرجانی اذا طرح الزاج فی الماء جاز الوضوء ان کان لا ینقش لذا کتب والا فالماء ہو المغلوب اھ **فان قلت** ای نظر ہہنا الی الاجزاء حتی یسمی غلبۃ من حیث الاجزاء **اقول** ۱۸۲۹ بلی لا بد لصلاحیۃ النقش او الصبغ بازاء قدر معلوم من الزاج والعفص او الزعفران والعصفر قدر مخصوص من الماء حتی لو طرح فیہ اقل من ذا القدر او ہذا القدر فی اکثر منہ لم ینقش ولم یصبغ فکانت اجزاؤہ مغلوبۃ بالماء اذ لم تعمل فیہ بخلاف ما اذا اصلح فقد غلبتہ اذ غیرتہ **بحث سوم** انمیں کس معنے کو ترجیح ہے **اقول** ۱۸۳۰ انمیں تنافی نہیں وو شاب خرما کہ پانی میں برابر سے زیادہ ممتزج ہو وہاں کثرت اجزا اور زوال طبع و زوال اسم سب کچھ ہے پھر زوال اسم اون دونوں اور اونکے غیر کو بھی شامل ظاہر ہے کہ رقت نہ رہے تو پانی نہ کہلائیگا کچھ کو کوئی پانی نہیں کہتا اور اگر جنس دیگر برابر یا زائد ملجائے تو ارتفاع نام ظاہر ہے کما تقدم قبیل الاضافات وفی نمرۃ ۲۶۲ تو اسکا اعتبار دونوں ہی معنی اور سب صورتوں کو جامع تو قول امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ میں اسیکا ارادہ الیق وانسب کہ محیط صور ضابطہ کلیہ ہو تعریف مطلق میں کہ چار سبب منع بیان ہوئے تھے سب اسمیں آگئے ولہذا امام زیلعی نے فرمایا زوال الاسم ہو المعتبر فی الباب حلیہ سے آتا ہے کہ یہی تمام اقوال کا مرجع ہے وللہ الحمد وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم (**طبخ باغیر**) یہاں دو بحثیں ہیں **بحث اول** طبخ کی حقیقت اور یہ کہ اوسکے صدق کو کیا درکار **اقول** ۱۸۳۱ وباللہ التوفیق اوسمیں چند امور کا لحاظ ضرور (۱) تنہا پانی کا جوش دینا پکانا نہیں کہا جاتا جبتک اوسمیں کوئی اور چیز نہ ڈالی جائے سادات ثلثہ ابو السعود ازہری علی مسکین پھر طحطاوی پھر شامی میں ہے الطبخ یشعر بالخلط والا فمجرد تسخین الماء عبد ونحاطا لا یسمی طبخا اھ زاد الشامی ای لان الطبخ ہو الانضاج استواء قاموس اھ ای ومعلوم ان الماء لا ینضج **اقول** ۱۸۳۳ وعلیہ قول الوقایۃ والنقایۃ والوافی والکنز والملتقی والغرر والتنویر ونور الایضاح وکثیرین لا یحصون لذا اقتصروا علی ذکر الطبخ ولم یقیدوہ بکونہ مع غیرہ لانہ قد انفہم من نفس اللفظ فمن التجرید ۱۸۳۴ وحل التوضیح قول الاصلاح او تغیر بالطبخ معہ و الہدایۃ فان تغیر بالطبخ بعد ما خلط بہ غیرہ وبہ یضعف ما فی العنایۃ والبنایۃ انما قید بہ ای بالخلط لان الماء اذا طبخ وحدہ وتغیر جاز الوضوء بہ اھ وما فی الحموی علی قول مسکین ای تغیر

بسبب الطبخ بخلط طاھر الخ انہ اشار بھذا الزیادۃ الی اصلاح کلام المصنف لان مجرد الطبخ دون الخلط لایکون مانعا اھ وقد تعقبہ السید الازھری بما مر فاصبنا واللہ تعالٰی اعلم بالصواب (۳) [1838] جو چیز آگ پر رکھی جائے بالطبع گرم ہوکر آگ کا اثر جلد قبول کرسکے جس سے اوسکے اجزاء متخلخل ہوجائیں پہلے جو صلابت تھی باقی نہ رہے خامی جاکر استعمال مطلوب کے لیے مہیا ہوسکے لوہے یا پتھر کنکر کو تنہا یا پانی میں ڈالکر آگ پر رکھنے کو پکانا نہ کہینگے وھذا لحاصل بنفس مدلول الانضاج کما لایخفی (۴) [1839] صرف اوس شَے کا یہ قابلیت رکھنا کافی نہیں یہاں تک آگ پر رکھی جائے کہ یہ امور بالفعل حاصل ہوجائیں اگر پہلے ہی جدا کرلی گئی پکانا نہ کہیں گے بلکہ کچا رکھنا (۵) [1840] بعد حصول اتنی نہ ہو کہ زائل ہوجائیں اگر شرارہ اور بڑھایا کہ استعمال مطلوب کی صلاحیت سے نکل گئی تو پکانا نہ کہینگے بلکہ جلانا وھذا التوسط ھو الانضاج (۶) [1841] پکانے کو ضرور ہے کہ وہ شے مقصود ہو اگر پانی میں جوش دینے سے مقصود صرف پانی ہے مثلاً اوسکی اصلاح و رفع غائلہ وغیرہ کے لیے دوسری شَے کا صرف اثر لیکر پھینک دینا تو اسے اوس چیز کا پکانا نہ کہینگے زخم دھونے کے لیے پانی میں نیم ڈالکر جوش دینے کو نہ کہا جائیگا کہ نیم کے پتے پکائے ہیں تنبیہ [1842] پانی میں پکانے سے کبھی پانی بھی مقصود ہوتا ہے جیسے شوربادار گوشت مگر یہ طبخ کے لیے لازم نہیں جیسے پانی میں شنجرف پکاتے نشاستہ کے لیے گیہوں آش کے لیے جو اور وہ پانی پھینکے اور یہ چیز بدلے جاتے ہیں اما مافی المغرب قال الکرخی الطبیخ ما لہ مرق وفیہ لحم اوشحم فاما القلیۃ الیابسۃ ونحوھا فلا اھ **فاقول** [1843] فی خصوص اللفظ لاعموم الطبخ کالشریب لما یسر فیہ عذوبتہ وقد یشرب علی ما فیہ الشرب ادون منہ ولایشرب الاضرورۃ کما فی التاج عن التھذیب عن ابی زید قال ومثلہ حکاہ صاحب کتاب العالم وابن سیدہ فی المخصص والمحکم اھ فہو فی خصوص اللفظین لا فی الشرب والشرب مشتقاتہ **بحث دوم** طبخ میں منع کس وجہ سے ہے ۱۷ و ۲۱ میں طبخ کی بحث گزری اور یہ کہ اوس میں عبارات مختلف آئیں اور یہ کہ طبخ موجب کمال امتزاج ہے جس شَے معتدبہ کا پانی سے کامل امتزاج ضرور اوسکی رقت میں فرق لائیگا اور یہ کہ یہی مآل جملہ عبارات مذکورہ ہے اور یہ کہ امام ناطفی و عامہ کتب جامع کبیر و تتمہ و ینابیع و تبیین و فتح القدیر و تجنیس امام صاحب ہدایہ و تجنیس ملتقط و حلیہ و ظہیریہ و غنیہ و مراقی الفلاح نے پکانے سے اسی زوال رقت آب پر مدار حکم رکھا اسیکو غنیہ نے جامع صغیر امام قاضی خان سے نقل کیا اسی پر متون سے وقایہ و ملتقی و غرر و تنویر نے جزم فرمایا کہ لانہما عزالطبع بالطبخ امام صدر الشریعہ نے شرح میں فرمایا المراد بہ ان یخرجہ عن الرقۃ **اقول** [1844] یہی مختصر امام ابو الحسن و ہدایہ امام برہان الدین سے مستفاد لانہما احال الامر علی اخراج الماء عن طبعہ وذکرا فی الامثلۃ المرق نیز انہی دونے زوال الطبع کی مثال میں آب باقلا گنا ہے یہی مفاد ہی مطبوخ پر حکم کیا اسیطرح کافی نے اسکو فرمایا بنایہ و کفایہ و عنایہ و غایۃ البیان و فتح نے اسی مقرر رکھا نمبر ۹ میں جوہرہ نیرہ کی عبارت گزری لان الطبخ بحیث اذا برد ثخن یہی مفسر کفایہ و بنایہ و غایہ نیز معراج الدرایہ پھر شلبیہ علی الزیلعی سے آتی ہے نیز ان دو نمبر ۲۱ میں گزرا اور یہ کہ انہوں نے بھی مفاد خانیہ ٹھہرایا اور یہی مطلب خانیہ حلیہ نے بتایا کفایہ بھی اسمیں شریک ہے یہ کہ اسیأتی بالجملہ عبارات اسپر متظافر و متواتر ہیں

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اقول [۱۸۴۵] اور اسی وجہ تو اتر کے بعد ہدایہ و نقایہ و وافی و کنز و اصلاح کی تعبیر تغیر سے تغیر طبع مراد لینا بہت واضح و آسان ہے بلکہ وہ نفس لفظ کا مفاد ہے کہ اونھوں نے پانی کا تغیر لیا اور پانی ذات ہے نہ کہ وصف وصف عارض کا تغیر ذات کا تغیر نہیں عوارض بدلتے رہتے ہیں اور ذات بدستور رہتی ہے ذات نہ رہے تو عوارض بدلیں کس پر بخلاف وصف لازم کہ انتفائے لازم انتفائے ملزوم ہے اور اصل کلام میں حقیقت ہے جبتک وہ ممکن ہو مجاز ممکن نہیں جس طرح عنایہ میں فرمایا کہ الغلبۃ بالاجزاء غلبۃ حقیقیۃ مجمع الانہر میں ہے بخلاف الغلبۃ باللون فانہا راجعۃ الی الوصف اھ وقد قدمنا ھذا البحث فی قول الکنز فی ،،

اقول [۱۸۴۶] وبہ یضعف ما فی جامع الرموز تحت قولہ او غیرہ طبخا فیہ اشارۃ الی ان الغلبۃ مانعۃ فی ما طبخ من ھذا الجنس سواء کانت بالجزء او باللون اھ ویأتی دفع آخر لاجرم امام قوام الدین کاکی پھر علامہ احمد ابن الشلبی نے فرمایا عنی بالتغیر بالطبخ الثخانۃ والغلظ اھ وقد تقدم تمامہ فی ۲۱۷ کفایہ میں ہے عنی بالتغیر الثخونۃ حتی اذا طبخ ولم یثخن بعد بل رقۃ الماء باقیۃ جاز الوضوء بہ ذکرہ الناطفی کذا فی فتاوی قاضیخان بنایہ میں ہے ھو تغیر بالطبخ شیء یعنی ثخینا حتی صار کالمرق حتی اذا طبخ ولم یثخن ورقۃ الماء فیہ باقیۃ یجوز الوضوء بہ اسی طرح امام اکمل نے عنایہ میں نقل کرکے مقرر رکھا ولو بلفظۃ قیل اذ قال قولہ تغیر بالطبخ قیل المراد بالتغیر الثخونۃ فلا یصیر مرقا اسی طرح غایۃ البیان میں ہے تو عامہ بحث تھی ہی نہیں ہر کتاب پر جامہ منظر (۱) ہدایہ

اقول [۱۸۴۷] متن میں زوال طبع تھا شرح نے اوسی مقرر رکھکر آب باقلا وغیرہ سے مطبوخ مراد لیا پھر ان تغیر بالطبخ لا یجوز التوضی بہ فرمایا لاجرم وہی تغیر معہود و مقصود ھذا اما یقتضیہ موافقۃ الشرح للشرح لکن فیہ اشکال اقوی سنعود الی بیانہ آخر ھذا البحث بعونہ تعالی (۲) نقایہ

اقول [۱۸۴۸] اوسی اصل نقایہ میں زوال طبع ہے اور خود امام صاحب نقایہ نے شرح میں اعتبار رقت کی تصریح فرمائی اگرچہ یہ ممکن کہ نقایہ میں اگر تغیر ہوا کہ جانب تغیر گئی

اقول [۱۸۴۹] بالیقین شرح تصنیف نقایہ سے متاخر ہے کما لا یخفی علی من طالع اگر یہ ہے پھر تغیر سے تغیر کیوں فرمائی

اقول [۱۸۵۰] وہی اشارۃ غامضۃ کہ ہمنے ۲۱ میں بیان کیا کہ طبخ میں زوال رقت کا بالفعل ظہور ضرور نہیں بلکہ اس قابل ہو جانا کہ ٹھنڈا ہو کر رقیق نہ رہے کما تقدم التنصیص علیہ من الائمۃ الجلۃ وبہ اندفع ما فی شرح نقایۃ البرجندی من الاستشہاد علی التغایر بجعل التغیر قسیم زوال الطبع کما قدمناہ ثمہ (۳) وہم کنز و وافی

اقول [۱۸۵۱] انھیں بالطبخ کا عطف بکثرۃ الاوراق پر ہے اور وہاں تغیر طبع ہی مراد تو بالطبخ اوسکے نیچے داخل وتاویل البحر قد علمت ما فیہ وقد اعترف بھذا ابو النمو واستشکلہ علی تقدیر الاخذ بما فی الخانیۃ من البناء علی وجود ریح الباقلاء فقال کما نقل عنہ ابو السعود وعلی ھذا یشکل عطف الطبخ علی ما تغیر بکثرۃ الاوراق لما علمت ان التغیر بکثرۃ الاوراق بالثخن وھذا بنفس الطبخ سواء ثخن اولا اھ

اقول [۱۸۵۲] والاشکال مدفوع **اولا** [۱۸۵۳] بما علمت من تواتر النصوص علی اعتبار الثخن فی الطبخ ایضا **وثانیا** [۱۸۵۴] بما سمعت ان الثخن لازم الطبخ عادۃ **وثالثا** [۱۸۵۵] اعلمناک فی ۲۱۷ ما لکلام الخانیۃ ھذا واجاب الحموی ثم

ابو السعود عن اشکال النھر انہ انما یشکل ان لو کان مختار المصنف ان التغیر بکثرۃ الاوراق بالثخن ولیس کذلک لما مر من ان ظاہر قولہ ان غیر طاہر احد اوصافہ انہ لو غیر اوصافہ الجمیع لا یجوز وان لم یصر ثخینا اھ

اقول ۱۸۵۷ **اولا** لیس الاولی بنا ان نحمل کلام الائمۃ علی الضعیف المھجور مع صحۃ المعنی الصحیح الموافق للجمھور وحمل یشا احد الاوصاف یاتی ما فیہ بعون اللہ تعالی **وثانیا** ۱۸۵۸ الامام النسفی حافظ الدین صاحب الکنز ھو القائل فی مستصفاہ ان اعتبار احد الاوصاف خلاف الروایۃ الصحیحۃ کما تقدم فی ۱۰۱ (۴) اصلاح

اقول ۱۸۵۹ کان الاولی بہ الحمل علی ما یوافق النصوص المتواترۃ لکن العلامۃ الوزیر رحمہ اللہ تعالی قال فی منھواتہ من ھھنا علم ان المعتبر فی صورۃ الطبخ تغیر الماء بہ لا خروجہ عن طبعہ کما یفھم من قول تاج الشریعۃ او بطبخ کیف ولم لا یجوز بہ الوضوء مع انہ لا یوجد فیہ تغیر الماء بالطبخ لا خروجہ عن حد الرقۃ والسیلان اھ **اقول** ۱۸۶۰ **اولا** ما یفھم من تاج الشریعۃ ھو الذی ھو نصہ ھو الموافق للمتواترات النصوص **وثانیا** ۱۸۶۱ ما استند الیہ من المرق قد جعلہ القدوری والھدایۃ والوقایۃ والملتقی والغرر والتنویر وغیرھا مما غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء وتقدم انفا قول البنایۃ قیل العنایۃ بالثخونۃ یصیر مرقا **وثالثا** ۱۸۶۲ قد علمت ان الثخن لازم الطبخ عادۃ **ورابعا** ۱۸۶۳ قد عرفت معنی الرقۃ ولا شک ان المرق اذا سال لا ینبسط کالماء فقد تجسد

اکمال فی بیان الاشکال وحلہ بفضل اللہ المفضال اذ کان فی متن الھدایۃ لا تجوز بماء غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء کماء الباقلاء والمرق وماء الزردج فقال فی الھدایۃ المراد بماء الباقلاء وغیرہ ما تغیر بالطبخ فان تغیر بدون الطبخ یجوز التوضی بہ ثم قال مستثنیا عما تغیر بالطبخ الا اذا طبخ فیہ ما یقصد بہ المبالغۃ فی النظافۃ کالاشنان الا اذا غلب علی الماء فیصیر کالسویق المخلوط لزوال اسم الماء عنہ اھ **اقول** ۱۸۶۴ وفیہ عندی اشکال قوی وذلک لان المراد بالتغیر بالطبخ اما تغیر الطبع او تغیر الاوصاف لا سبیل الی الثانی **اولا** لان کلام المتن فی زوال الطبع وھو مانع مطلقا بالاجماع ففیم التقیید بالمطبوخ وھذا ما قدمنا فی ۸۹ **وثانیا** ۱۸۶۵ کیف یراد بمخرجہ عن طبعہ تغیر وصفہ بالطبخ **وثالثا** ۱۸۶۶ فرق بین بین طبخ المتغیر والتغیر بالطبخ والمتحقق فی ماء الباقلاء والحمص والزردج وامثالھا ھو الاول لان مجرد خلط بعضھا بالماء ومکث بعضھا فیہ مغیر لوصفہ والخلط والمکث متقدمان علی حصول الطبخ وھو الانضاج کما ھو معلوم مشھود فلم یحصل التغیر بالطبخ بل ورد الطبخ علی المتغیر وشتان ما ھما وکذا لا سبیل الی الاول **اولا** ۱۸۶۷ یکون المعنی فان زال طبعہ بدون الطبخ یجوز التوضی بہ وھو بدیھی البطلان **وثانیا** ۱۸۶۸ یبطل استثناء المنظف من المطبوخ فان زوال الطبع لا ثنیا فیہ **وثالثا** ۱۸۶۹ یتناقض الحکم والثنیا فان قولہ الا اذا طبخ فیہ ما یقصد بہ دل علی جواز التوضی بما زال طبعہ بطبخہ مع المنظف وھذا ھو الذی ابطلہ بالثنیا الاخیرۃ الا ان یغلب الخ فعلی کل من الوجھین

فا ۱ معروضۃ ۱۰۶۰ علی السید ... الحموی وابی السعود
فا ۲ معروضۃ ۱۰۶۱ علیھم
فا ۳ تطفل ۱۰۶۲ علی العلامۃ ... ابن کمال باشا
فا ۴ تطفل ۱۰۶۳ علیہ
النور والنورق
فا ۵ تطفل ۱۰۶۴ علیہ
فا ۶ تطفل ۱۰۶۵ علیہ
فا ۷ تطفل ۱۰۶۶ علیہ
فا ۸ اشکال قوی علی المصنف عبارۃ الھدایۃ لم یحم حولہ الشراح

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ثلثۃ وجوہ من الاشکال ولم ار من تعرض لشیئ من ھذہ الاوھام حولہ فضلا عن ازاحتہ وقد تبعہ[ف۱] علی الوجہ الاول فی الدرایۃ والشلبیۃ والکفایۃ والبنایۃ والدر فقال الاول لا عنی بالتغیر الثخانۃ (الی قولھما) ھذا اذا لم یکن المقصود بالطبخ المبالغۃ فی التنظیف فان کان کالاشنان والصابون یجوز الا ان یصیر کالسویق المخلوط لزوال اسم الماء عنہ اھ ونحوہ فی التبیین وقال الدر لا یجوز بماء زال طبعہ وھو السیلان بطبخ الا بما قصد بہ التنظیف فیجوز ان بقی رقتہ اھ و[ف۲]العجب ان لم یتنبہ لہ الشراح السادۃ حتی ط[ف۳] الاخذ علی المراقی بما یأتی وقد[ف۴] اغتر بہ الفاضل عبد الحلیم اذ قال لا اختلاف فی عدم جواز التوضی بماء زال طبعہ بالطبخ بخلاف ما زال طبعہ بالخلط من غیر طبخ اھ ویا[۱۸۷۰] سبحٰن اللہ من ذا الذی اجاز الوضوء بماء زال طبعہ ھذا لا یساعدہ عقل ولا نقل وقد مر فی رابع ابحاث تذوال الطبع انہ لا یجوز بالاجماع بلا خلاف فلہ وانا **اقول**[۱۸۷۱] وباللہ[ف۵] التوفیق وجھد المقل دموعہ یبتنی کشف الغمۃ بعونہ تعالی علی تقدیم مقدمات فاعلم **اولا** ان قول المتن ماء غلب علیہ غیرہ فاخرجہ عن طبع الماء لا بد فیہ من التجوز لانہ جعلہ خارجا عن طبع الماء ثم سماہ ماء وماء خرج عن طبعہ حقیقۃ لا یبقی ماء لما تقدم ان الطبع لازم الذات فتنتفی بانتفائہ وقد افاد المحقق علی الاطلاق فی الفتح ان ما سلب رقتہ لیس ماء اصلا کما یشیر الیہ قول المصنف فی المختلط بالاشنان فیصیر کالسویق لزوال اسم الماء عنہ اھ فلا بد من التجوز اما فی الماء سماہ ماء باعتبار ما کان او[۱۸۷۲][ف۶] اما فی الخروج سمی قرب الخروج خروجا والثانی اکثر واقرب لان الاول قریب الحق بالاعتبار من الفائت الساقط وایضا موضوع الباب الماء الذی یجوز بہ الوضوء وما لا وایضا ھو اکثر فائدۃ لان الاعلام بماء لا یجوز الوضوء بہ اھم من منع الوضوء بما لیس بماء و**ثانیا**[۱۸۷۳] السبب ھھنا کمال الامتزاج کما نص علیہ فی الکافی والکفایۃ والنھایۃ وغیرھا وسیأتی ان شاء اللہ تعالی وکمال الامتزاج اثرہ فی الشیئ المخالط بغیر طبخ اخراج الماء عن الرقۃ بالفعل وفی المخالط طبخا جعلہ متھیأ للخروج بالقوۃ القریبۃ وذلک لان المخالط یرید ثخانتہ والنار تلطفہ وترققہ فلا یظھر اثرہ کما ھو الا اذا زال المعارض وبرد کما تقدم التنصیص علیہ عن الکتب الکثیرۃ فی ۲۱۷ و**ثالثا**[ف۷] مجرد کمال الامتزاج مع عدم الثخن بالفعل غیر مانع فی المنظف لسر یأتیک بیانہ بعونہ جل شانہ وقد قال فی الکافی ومن معہ فی الامتزاج بالطبخ انما یمنع الوضوء ان لم یکن مقصودا للغرض المطلوب من الوضوء وھو التنظیف کالاشنان والصابون الا اذا غلب فیصیر کالسویق المخلوط لزوال اسم الماء عنہ اھ اذا علمت[۱۸۷۴] ھذا فالشیخ الامام رحمہ اللہ تعالی ورحمنا بہ حمل المتن علی المجاز الثانی لما تقدم من ترجیحاتہ وایاہ اراد بالتغیر وقد انحلت الاشکالات جمیعا فان حکم المتن علی ما یتھیؤ

ف۱: تطفل ۱۰۷۲ علی الدرایۃ والکفایۃ والبنایۃ والشلبیۃ والدر
ف۲: معروضۃ ۱۰۷۳ علی السادات
ف۳: ط
ف۴: معروضۃ ۱۰۷۴
ق النور / النور ۱
علی السید ط ۲
ف۵: معروضۃ ۱۰۷۵ علی الفاضل عبد الحلیم
ف۶: تحقیق الاشکال بفضل المتعال
ف۷: ازالۃ الاول من التجوز بما کان

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لزوال الطبع مع بقائه بعد حلیه بعدم جواز التوضی به لابد من تقییده بالمطبوخ لانه فی غیرہ لا یدل علی سبب المنع وھو کمال الامتزاج بل یدل علی عدمه اذ لو کمل لثخن بخلاف المطبوخ فانه فیه دلیل علیه کما علمت غیر انه لا یمنع فی المنظف الا اذا حصل الثخن بالفعل فلیستقام الاستثناء ولله الحمد وبه[1876] اندفع ما ورد به السید ابو السعود ثم السید ط علی العلامة الشرنبلالی اذ قال فی مراقی الفلاح لا یجوز بماء زال طبعه بالطبخ بنحو حمص وعدس لانه اذا برد ثخن کما اذا طبخ بما یقصد به النظافة کالسدر وصار ثخینا اھ فقالا ھذا من المصنف لیس علی ما ینبغی فانه متی طبخ بما لا یقصد به النظافة کان لا یرفع الحدث وان بقی رقیقا سائلا لکمال الامتزاج بخلاف ما یقصد به النظافة فانه لا یمتنع به رفعه الا اذا خرج عن رقته وسیلانه فالفرق بینهما ثابت وتسویة المصنف بینهما ممنوعة اھ اقول[1877] اولا[ف۱] متی سوی وقد قال فی المنظف و صار ثخینا فاعتبر الثخونة بالفعل وقال فی غیرہ اذا برد ثخن فاعتبر التھیؤ للثخن وثانیا[1878][ف۲] قولھما وان بقی رقیقا ان ارادا به ما علیه المطبوخ قبل ان یبرد فلم ینکرہ المصنف بل قد نص علیه اذ اعتبرہ رقیقا بعد ومنع الوضوء به وان ارادا به ما یبقی رقیقا بعد ما یبرد ایضا فمنع الوضوء به ممنوع وکمال الامتزاج مدفوع اذ لو کمل لثخن ولو بعد حین وثالثا[1879][ف۳] لئن سلم فالمنقول عن امامی المذھب ابی یوسف ومحمد رحمھما الله تعالٰی ھو التسویة بین المنظف وغیرہ علی الروایة المشھورة عن ابی یوسف وعلی کلتا الروایتین عن محمد تذکر ما اسلفنا فی ۱۰۷ عن الحلیة عن التتمة والذخیرة ان ابا یوسف یعتبر فی المنظف سلب الرقة روایة واحدة واختلف الروایة عنه فی غیرہ ففی بعضھا اعتبر سلب الرقة ای فھی المشھورة عنه وفی بعضھا لم یشترطه ای واکتفی بتغیر الاوصاف فھی الروایة الضعیفة المرجوحة وان محمدا اعتبر الغلبة باللون ای فھی الروایة المشھورة عنه وفی بعضھا سلب الرقة وکلتاھما مطلقة عن التفصیل بین المنظف وغیرہ فای عتب علی من سوی بینھما تبعا لامامی مذھبه وھما المراد ان یقتدی بھما بعد الامام الاعظم رضی الله تعالٰی عنھم اجمعین والله تعالٰی اعلم بالجملہ قول مشہور ومسلک جمہور یہی ہے کہ طبخ میں وجہ منع زوال رقت ہی ہے وہ کہ ہمنے ۲۱۷ میں تحقیق کیا والاٰن اقول[1880] وبالله التوفیق اوپر معلوم ہوا کہ یہاں چار چیزیں ہیں اجزاء اوصاف طبیعت اسم اور اعتبار اجزاء تین وجہ پر ہے مقدار طبیعت اسم طبخ میں علت منع کثرت اجزاء الینا تو محتمل نہیں کہ یہ کثرت ہوگی تو ابتداء سے نہ کہ بوجہ طبخ یوہیں تغیر لون وطعم وریح اولا غالبا قبل حصول طبخ ونضج ہو جائیگا تو اوسے بھی تغیر بالطبخ میں نہیں لے سکتے اور بعض جگہ کہ بعد تمامی طبخ ہوا سے علت قرار دینے پر عام مطبوخات تغیر بالطبخ سے نکل جائینگے کہ اونمیں تغیر وصف طبخ سے نہوا ثانیا اس سب سے قطع نظر ہو تو اشبہ الاحسانہ مذہب صحیح معتمد کے خلاف ہی خود خانیہ میں اوسکے خلاف کی تصحیح فرمائی کما تقدم مشروحا فی ۱۰۱ و ۱۲۲[ف۵] فعند لم نجد بدا علی ما فی البحر[ف۶] والنھر مستندین الی عبارة الخانیة البانیة الحکم علی وجود البقاء[ف۷] وجامع الرموز للمعتبر تغیر اللون ثم[1881] اعتبار الریح فیه نظر[ف۸] فان محمدا الناظر الی الاوصاف لم یعتبر علی المشھور عنه

https://www.facebook.com/darahlesunnat

انما اعتبر اللون ثم الطعم ثم الاجزاء کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی ولو سلم فلم القصر علیھما باقی رہی طبیعت و اسم۔ اعتبار طبیعت تو وہی قول مذکور جمہور ہے اور امام زیلعی و اتقانی نے اعتبار اسم ذکر فرمایا فی التبیین ما تغیر بالطبخ لا یجوز الوضوء بہ لزوال اسم الماء عنہ وھو المعتبر فی الباب اھ ولما قال فی الھدایۃ ان تغیر بالطبخ لا یجوز لانہ لم یبق فی معنی المنزل من السماء اذ النار غیرتہ اھ علّلہ فی غایۃ البیان بزوال الاسم اھ **اقول** ۱۸۸۲ اعتبار طبیعت کے منافی نہیں کہ تغیر طبع قطعاً موجب زوال اسم ہے مگر یہاں ایک دقیقہ اور ہے **فاقول** ۱۸۸۳ وبہ نستعین اوپر گزرا کہ طبخ میں کبھی پانی مقصود نہیں ہوتا تو یہاں زوال اسم بے زوال طبع نہ ہوگا لعدم صیرورتہ شیئاً اٰخر لمقصود اٰخر اور کبھی خود بھی مقصود ہوتا ہے اسمیں تین صورتیں ہیں ایک معہود کہ پانی قدر مناسب یا اوس سے کم ہو یہ بعد طبخ طبع و اسم دونوں میں متغیر ہو جائیگا دوم اسدرجہ کثیر و وافر ہو کہ شی مخلوط اوسمیں عمل نہ کر سکے اس سے نہ طبع بدلیگی نہ اسم کہ بوجہ افراط صالح مقصود آخر نہ ہوگا سوم زائد ہو مگر نہ اوس درجہ مفرط اسمیں محتمل کہ زوال طبع نہ ہو اور نام بدل جائے مثلاً کہا جائے شوربا کسقدر زائد کر دیا یہی بخلاف اوس صورت کے کہ مثلاً ایک دیگچہ پانی میں چھٹانک بھر گوشت پکائیں اوسے کوئی شوربا نہ کہیگا جمہور نے بلحاظ معہود زوال طبع پر اقتصار فرمایا اور ان بعض نے شمول غیر معہود کے لیے بلفظ تغیر تعبیر فرمایا جس سے تغیر اسم مقصود ہے نہ تغیر وصف کہ طبخ پر موقوف نہیں وقد اشرنا الی ھذا فی ۲۱۴ عند التوفیق بین قولھم لاذا برد ثخن و قول الغنیۃ غالباً واللہ تعالٰی اعلم **اقول** ۱۸۸۴ وبہ ظہر الفرق بین المنظف و غیرہ فانہ اذا زال الاسم حصل المنع ولا یزول الاسم فی المنظف الا بزوال الطبع بالفعل لانہ لا یقصد بہ الا ما یقصد من الماء ھو التنظیف فھذا غایۃ التحقیق واللہ سبحٰنہ ولی التوفیق بالجملہ حاصل ۱۸۸۵ تنقید و تنقیح یہ ہے کہ اگر کلام طبخ معہود سے خاص ہو تو مدار زوال طبع پر ہے اور یہی ہے وہ جسے عامہ کتب معتمدہ نے اختیار کیا اور اسوقت منظف و غیر منظف میں فرق یہ ہوگا کہ غیر منظف میں زوال بالقوہ کافی ہے یعنی ٹھنڈے ہونے پر جرم دار ہو جائے اور منظف مثل صابون و اُشنان میں زوال بالفعل درکار اور اگر معہود و غیر معہود سب کو شامل کریں تو مدار زوال اسم پر ہے خواہ صرف زوال طبع کے ضمن میں پایا جائے جبکہ پانی مقصود نہ ہو یا صرف چیز دیگر بمقصد دیگر کے لیے ہو جانے کے ضمن میں جیسے طبخ غیر معہود میں جبکہ زیادت مفرطہ نہ ہو خواہ دونوں کے ضمن میں جہاں طبخ معہود اور پانی مقصود اسوقت بجائے زوال طبع تغیر کہینگے امام دقیق النظر حافظ الدین نسفی نے وافی و کنز میں یہی مسلک لیا اور نقایہ و اصلاح و تبیین و غایۃ البیان نے اونکا اتباع کیا اب منظف و غیر منظف میں فرق یہ ہوگا کہ غیر منظف میں کبھی باوصف بقائے رقت زوال اسم ہو جاتا ہی بخلاف منظف۔ اسکی نظیریں غیر مطبوخ میں کثیر ہیں جیسے نبیذ و صبغ و مداد و غیرہا مسائل کثیرہ۔ یہ ہے وہ جس سے بتوفیقہ تعالٰی تمام کلمات ائمہ ملتئم ہو گئے وللہ الحمد علی الدوام، وعلی نبیہ ﷺ وذویہ الصلاۃ والسلام۔ یہانتک نو بحثیں ہوئیں ایک اور اضافہ کریں کہ تلک عشرۃ کاملۃ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بحث وہم ارشادات متون پر نظر **اقول** ۱۸۸۶ ہم فصل دوم میں ثابت کر آئے کہ پانی طاہر غیر مستعمل کے فی نفسہ ناقابل وضو ہو جانے کے چار بلکہ تین ہی سبب ہیں کثرت اجزائے مخالط جس میں حکماً دوسری صورت مساوات بھی داخل زوال رقت کہ جرم دار ہو جائے زوال اسم جس سے یہاں اوسکی وہ خاص صورت مراد کہ مقصد دیگر کے لیے چیز دیگر ہو جائے نیز فصل حاضر کی بحث دوم ابحاث غلبہ میں گزرا کہ غلبۂ اجزا کہ مذہب امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی ہے ان تینوں صورتوں پر بولا جاتا ہے یا بحمد اللہ پانی مطلق کی تعریف جو ہمنے محقق و منقح کی اور امام ابو یوسف کا مذہب کہ وہی صحیح و معتمد ہے حرف بحرف مطابق ہیں وللہ الحمد۔ اب متون کو دیکھیے تو وہ بھی ان تین سبب سے باہر نہیں انھیں کو وجہ منع ٹھہراتے ہیں اگرچہ سب کا استیعاب نہیں فرماتے اور یہ کچھ نئی بات نہیں متون نہ متون جنکی وضع اختصار پر ہے بلکہ شروح میں بھی جنکا کام ہی تفصیل و تکمیل ہے صدہا جگہ احاطہ صور نہیں ہوتا بعض کی تصریح بعض کی تلویح کہ اشارت دلالت اقتضا فحوی سے مفہوم ہوں اور کبھی بعض یکسر مطوی کما لا یخفی علی من خدم کلماتہم وھذا من اعظم وجوہ العسر فی ادراک الفقہ واللہ المیسر لکل عسیر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یہاں اکثر متون نے صرف سبب دوم یعنی زوال طبع کا ذکر فرمایا **قدوری** و **ہدایہ** نے عبارت میں اوسکی کچھ تفصیل نہ فرمائی ہاں مثالوں سے صورت طبخ وغیرہ کی طرف اشارہ کیا **وقایہ** و **غرر** و **نور الایضاح** نے اوسے دو سببوں کی طرف مفصل کیا طبخ و غلبۂ غیر اور **ملتقی** نے تیسرا سبب جزئی اور اضافہ کیا کثرت اوراق۔ پھر غلبۂ غیر کو ان سب نے مطلق رکھا مگر اول نے کہ اجزا سے مقید کیا **اقول** ۱۸۸۷ اور اسی کا ارادہ ملتقی میں چاہیے ورنہ کثرت اوراق بھی غلبۂ غیر ہی ہے بہر حال کثرت اجزا و زوال اسم جنمیں زوال طبع نہ ہوں اجمع میں مذکور نہ ہوئے ہدایہ نے شرح میں انکا اشعار فرمایا اول کا ان لفظوں سے الخلط القلیل لا معتبر بہ فیعتبر الغالب والغلبۃ بالاجزاء دوم کا اشارۂ خفیہ اس عبارت سے ان تغیر بالطبخ لا یجوز اذ النار غیرتہ الا اذا طبخ فیہ ما یقصد بہ النظافۃ یہ اعتبار مقصد کی طرف ایما ہے کما تقدم الاٰن تقریرہ تو کلام ہدایہ جامع اسباب ثلثہ ہوا **وافی** و **کنز** نے دو سبب ذکر فرمائے کثرت اجزا و زوال طبع **اقول** ۱۸۸۸ اور اسے کثرت اوراق و طبخ سے مفصل فرما کر اشارہ کیا کہ زوال طبع طبخ سے ہو خواہ بلا طبخ اور اگر تغیر کو تغیر طبع و مقاصد دونوں کو عام لیکر کثرت اوراق میں صرف اول اور طبخ میں دونوں رکھیں تو بعض صور سبب سوم یعنی زوال اسم کی طرف بھی اشارہ ہو گا **اصلاح** نے دو سبب اخیر لیے زوال طبع و اسم **اقول** ۱۸۸۹ مگر دونوں کی صرف بعض صور پر اقتصار کیا کہ اول کو غلبۂ اجزا اور دوم کو طبخ سے مقید کر دیا **نقایہ** میں اگر تغیر بمعنی زوال طبع ہو تو اپنی اصل وقایہ کی طرح ہے اور بمعنی زوال اسم لیں اور یہی انسب ہے تو مثل اصلاح دو سببوں کا ذکر ہوا **اقول** ۱۸۹۰ اور بہر حال سبب اول میں وقایہ و اصلاح سے اصلح کہ غلبۂ اجزا سے مقید نہ فرمایا **اقول** ۱۸۹۱ لکن فیہ اشکال قوی فان بالحکم الکلی والاستثناء انحصر سبب المنع فیما ذکر والعجب انہ لم یتنبہ لہ الشارحان الفاضلان **اقول** ۱۸۹۲ ویمکن الجواب عن السبب الاول بان کلامہ مشعر بکون المخالط اقل اجزاء لما قدم من ان جواز الطبع ان الاختلاط ینسب الی اقل الخلیطین فکانہ قال یتوضؤ بہ وان خالطہ ما ھو اقل اجزاء منہ الا اذا اخرجہ عن رقتہ

بحث وہم ارشادات متون کا محصل

ف۱: تطفل ۱۰۷۹ علی الملتقی ...
مفید اجمع فی الشروح و
ھذا من اعظم وجوہ العسر فی ادراک الفقہ

ف۲: تطفل ۱۰۸۰ علی الاصلاح ... الشریعۃ

ف۳: معروضۃ ۱۰۸۱ علی القہستانی والبرجندی

او غیر اسمہ طبخا **لکن** یبقی وارد اقتصر الثالث علی صورۃ الطبخ (۱۸۹۳) **الا** ان یقال اشار الی غیرہ دلالۃ فان الذی یغیر اسمہ
بدون الاستعانۃ بالنار اقوی مما لایزیلہ الا معالجۃ النار فکانہ قال او غیر اسمہ ولو طبخا ای فضلا عما یغیر بنفسہ و
بھذا التقریر تصیر تشیر الی الاسباب الثلثۃ فتکون من احسن العبارات ھذا غایۃ ماظھر لی فی توجیھہ واللّٰہ تعالٰی اعلم تنویر نے
اگرچہ زوال طبع کو طبخ سے مقید کیا مگر غلبہ غیر کو مطلق رکھا جس سے ظاہر غلبہ بکثرت اجزا ہی تو سبب اول لوا بعض صور سبب دوم کا ذکر
ہوا اور اگر غلبہ کو بوجہ اطلاق غلبہ طبعًا و اسمًا و اجزاءً کو عام لیا جائے تو سیقد اسباب ثلٰثہ کو عام ہوجائیگا اور ذکر زوال طبع بالطبخ
از قبیل تخصیص بعد تعمیم ہوگا بل **اقول** (۱۸۹۴) کانہ رحمہ اللّٰہ تعالٰی لاحظ ان زائل الطبع بالطبخ لم یغلبہ المخالط بنفسہ
بل النار غیرتہ فیکون العطف علٰی ظاہرہ واذن تکون ھذہ احسن العبارات وترتقی من الضوابط الجزئیۃ الی الکلیات
متون کے ضوابط منع پر یہ نہایت کلام ہے وللّٰہ الحمد کما یرضاہ، والصلاۃ والسلام علٰی مصطفاہ، والہ وصحبہ ومن والاہ،

(ضابطہ ۵) اب متون ایک کلیہ بسارۂ جواز افادہ فرماتے ہیں کہ اختلاط طاہر سے پانی کے صرف وصف میں تغیر مانع وضو نہیں۔
وصف سے مراد رنگ مزہ بو۔ عبارات اسمیں تین طرح آئیں (۱) احد اوصافہ یعنی کسی ایک وصف میں تغیر۔ قدوری میں ہے تجوز بماء
خالطہ طاہر فغیر احد اوصافہ کماء المد والماء الذی اختلط بہ الزعفران والصابون والاشنان بعینہ اسیطرح بدایہ ووافی و
نقایہ میں ہے غیر ان ھذہ زادت بشرط ان یکون الغلبۃ للماء من حیث الاجزاء الخ وزاد فی الامثلۃ الماء الذی اختلط
بہ اللبن وقایہ۔ کنز۔ اصلاح مختار وغیرہا وان غیر احد اوصافہ طاہر اھ ومثلت الوقایۃ بامثلۃ القدوری والاصلاح بالتراب والزعفران
(۲) بعض اوصافہ کہ دو کو بھی شامل بحر میں مجمع البحرین سے ہے نجیزہ بغالب علٰی طاہر کزعفران تغیر بہ بعض اوصافہ
ملتقی میں ہے وان غیر طاہر بعض اوصافہ کالتراب والزعفران والصابون (۳) کل اوصاف۔ غرر میں ہے وان غیر اوصافہ
طاہر جامد کاشنان وزعفران وفاکھۃ وورق فی الاصح ان بقی رقتہ یہی مفاد تنویر ہے (۱۸۹۵) فانہ ذکر مثلہ تبعا لہ کعادتہ
رحمہما اللّٰہ تعالٰی وان تراءی قولہ غیر اوصافہ فقد دل علیہ بادارۃ الحکم علٰی بقاء الرقۃ مطلقا ولہذا در مختار میں فرمایا وان
غیر کل اوصافہ سادات ثلثہ حلبی طحطاوی شامی نے اسے مقرر رکھا نور الایضاح میں ہے ولا یضر تغیر اوصافہ کلھا بجامد
شرح میں بڑھایا بدون طبخ ثم قال مستدلا علیہ لما فی صحیح البخاری ومسلم ان النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم
امر بغسل الذی وقصتہ ناقتہ وھو محرم بماء وسدر وامر قیس بن عاصم حین اسلم ان یغتسل بماء وسدر و
اغتسل النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم بماء فیہ اثر العجین وکان صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم یغتسل ویغسل رأسہ بالخطمی وھو
جنب ویجتزئ بذلک اھ وتعقبہ السید ط فقال قد یقال غیر نحو السدر لایقاس علیہ لان المقصود بہ التنظیف
فاغتفر فیہ تغیر الاوصاف ولاکذلک غیرہ اھ **اقول** (۱۸۹۶) تعقب علی الاستدلال بالحدیثین الاولین

ضابطہ ۵

والربط لا على الحكم فقد سلمه من قبل وسلم منه الحديث الثالث ثم[۱۸۹۷] قد علمت مما حققنا ان المختفى فى المنظفة هيئ للثخن اما الاوصاف فلا عبرة بها اصلا لكن يكفى منعا على الدليل اور تحقیق یہی ہے کہ تینوں وصفوں کا تغیر بھی کچھ مضر نہیں جب تک مانع ثلاثہ مذکورہ سے کوئی مانع نہ پایا جائے یا بدان ان النظار افترقوا فی العبارة الاولی ومثلها الثانية فرقتين فريق يعتبر فيها المفهوم فتدل على المنع بتغير وصفين والثانية على الجواز فيه والمنع بتغير الكل ثم رد عليه محققوهم بانه خلاف الصحيح والصحيح الجواز وان تغير الكل قال الامام الزيلعى فى التبيين اشار القدورى الى انه اذا غير وصفين لا يجوز الوضوء به وهو مثله فى الفتح والبحر كذا على عبارة البداية فى النهاية والعناية والبناية والدراية والكفاية والغاية الاتقانية قال الاولان قوله احد اوصافه يشير الى انه اذا غير الاثنين لا يجوز لكن المنقول عن الاساتذة خلافه فذكرا ما تقدم فى ۹۰ زاد فى العناية وكذا اشار فى شرح الطحاوى اليه اه واقره سعدى افندى وقال التاليان فى قوله احد اوصافه اشارة الى انه اذا تغير اثنان لا يجوز التوضى به لكن صحت الرواية بخلافه كذا عن الكرخى اه وفى الكفاية ذكر الاشارة ثم اثر عن النهاية ما عن الاساتذة وذكر الاتقانى اشارة القدورى ثم قال لكن الظاهر عن اصحابنا انه يجوز الا ترى الى ما فى شرح الطحاوى الخ وفى الجوهرة ان غير وصفين فعلى اشارة الشيخ لا يجوز والصحيح يجوز كذا فى المستصفى اه وقدم فى ۱۰۱ وكذا مر عن الحلية اعتبار المفهوم فى ۱۷ ورده بتصحيح المستصفى فى ۱۰۱ ثم ذكر كلام النهاية وفى فتح الله المعين يفهم من التقييد عدم جواز الاستعمال اذا تغير وصفان وليس كذلك اه وغرب فى الكفاية اذ ذكر ما مر ثم استدرك عليه بما فى التتمة عن الفقيه الميدانى من مسألة وقوع الاوراق فى الحوض المارة فى ۶۷ قال قال صاحب النهاية لما تغير لون الماء بالاوراق لا بد ان يتغير طعمه ايضا فكان وصفان زائلين فصار موافقا لما اشار اليه الكتاب اه اقول[۱۸۹۸] وانت تعلم انه لا يدفع ما عن الاساتذة ولذا لم تعتمده النهاية والبناية مع ذكرهم جميعا ان الماء اذا تغير لونه تغير طعمه ايضا اه هذه عبارة الاخيرين اقول[۱۸۹۹] والمراد فى صورة الاوراق كما افصح عنه النهاية فلا يقال قد يتغير لونه بقليل من اللبن والزعفران لا طعمه وبالجملة كان الحق ان يستدرك بما عن الاساتذة على ما عن الفقيه كما فعله الا العكس كالكفاية وتبعه مسكين فتعقب المفهوم بما نقل فى النهاية عن الاساتذة ثم عاد فقال الا ان يتوضئوا بان اجازة الاساتذة لم ۲ مثله تعقب فى مجمع الانهر ثم قال الكن يمكن التوجيه بان نقل صاحب النهاية محمول على الضرورة فلا ينافى القول بعدم الجواز عند عدم الضرورة كما فى التحفة اه اقول[۱۹۰۰] تبع فيه الحلية وقد علمت رده فى ۳، وفريق ثان اقول[۱۹۰۱] اخذ الاولون لفظة احد وبعض شرطا ولا وهؤلاء الشرط فشمل الكل شمول الجزئية للكلية وتقدم فى ۱۰۱ عن الزاهدى فى شرح القدورى قول المصنف احد اوصافه لا يفيد التقييد الخ وقد نقله فى الحلية ثم قال لكن الظاهر انه يريد من حيث الواقع والا فلا شك ان مفهوم المخالفة يفيد تقييد الجواز بذلك كما ذكرنا وعلى هذا الفرع الذى سياتى فى المحيط والباقلاء اذا نقع فى الماء وتغيرت الاوصاف الثلثة اه والفرع المشار اليه قول المنية وكذا الحمصة والباقلاء اذا انقع وان تغير لونه وطعمه وريحه اه وفى جامع الرموز ما فى الهداية من ذكر احد الاوصاف ليس للتقييد كما فى الزاهدى واليه يشير فى المضمرات اه قال العلامة احمد بن يونس الشلبى على قول الكنز احد اوصافه او جميع اوصافه اذا بقى على اصل خلقته اه وكتب بعده لفظه اه فلم يبين المنقول عنه والظاهر من السياق انه الشيخ يحيى وقال العلامة منلا خسرو فى الدرر وقعت عبارة كثير من المشايخ هكذا غير احد اوصافه ظاهره فتوهم بعض

ط: لعله یحییٰ هو الشیخ یحییٰ الفوقی صاحب ... علی الکنز والله تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ غفرلہ

ف۱: بحث احد الاوصاف

ف۲: تطفل ۱۰۸ علی الکفایۃ

ف۳: معروضۃ ۱۰۸ علی مجمع الانہر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

شراح الهداية ان لفظ الاحد احتراز عما فوقه وليس كذلك لما فى الينابيع لو نقع الحمص او الباقلاء فتغير لونه وطعمه وريحه يجوز به الوضوء وقال فى النهاية المنقول عن الاساتذة فنقل ما مر ثم قال واشار فى شرح الطحاوى اليه واقره الشرنبلالى وعبد الحليم وابو المحسن العجيمى وايد الخادمى بقوله والقول ان ما فى الهداية غير رواية النهاية كما توهم بعيد اھ وقال على قوله وليس كذلك فقد يجاب بان المراد بالتقييد باحد الاوصاف فيما يخالف الماء فى الاوصاف الثلثة فان المخالط للماء اذا لم يوافقه فيما فوق غير اثنين او الثلاث لا يجوز الوضوء به الاجماع قلت هذا هو جواب الامام الزيلعى كما ياتى ثم رده الخادمى بقوله لكن لا يخفى ان هذا ليس من هذا القبيل بل من قبيل الغلبة كما ياتى ثم الا ان تحمل عليه قولهم ان غير احد اوصافه وهو اختلاط ما يخالف الماء فى الاوصاف الثلثة ليس من قبيل ما فيه الكلام ههنا وهو خلط الجامد لان العبرة بالاوصاف عند اهل الضابطة انما هى فى المائعات كما سياتى فهو من قبيل ما غلب عليه غيره وهو المذكور فى الغرر اخر الكلام اما ههنا فالعبرة بالرقة فكيف يحمل هذا على ذلك اھ **اقول** [١٩٠٢] لكن تخصيص الكلام بالجامد انما حدث بعد الضابطة وكلام كل من قبل الزيلعى مطلق فالحاصل حمله على مائع مخالف فى الاوصاف الثلثة فالاعتراض ساقط عن الزيلعى بالجملة فهما مسلكان لاهل الضابطة الاول الحمل على التقييد وحمل الحكم على مائع يخالف فى الثلثة وهو مسلك الزيلعى والثانى جعل التقييد اتفاقيا وحمل الحكم على الجامد وهو مسلك الدرر ومن تبعه كالتنوير ونور الايضاح وكلاهما صحيح موافق للضابطة فلا ايراد وانما نشأ من خلط المسلكين **اقول** [١٩٠٣] نعم اذا طوينا الكشح عن الضابطة الحادثة وقصرنا النظر على نصوص المذهب والمذاهب المنقولة عن ائمة المذهب فهما مسلكان متخالفان لان جعل احد قيدا احترازيا يقضى باعتبار الغلبة بالاوصاف وهو مذهب محمد وجعله اتفاقيا يطرحه وهو مذهب ابى يوسف رضى الله تعالى عنهما وهذا هو الاولى والاحرى لوجوه تتلى **فاقول** [١٩٠٤] **اولا** قد علمت ان مذهب ابى يوسف هو الصحيح المعتمد ومهما قدرنا ان نحمل النصوص على الصحيح لا نعدوه **وثانيا** [١٩٠٥] النصوص مطلقة تشمل الجامد والمائع واعلى الله درجات الامامين برهان الدين الفرغانى وحافظ الدين النسفى اذ زادا فى الامثلة الماء الذى خالطه اللبن فاتيا بالتنصيص على التعميم وبطلان التخصيص ومحمد انما يقول باعتبار الاوصاف فى المائعات كما ياتى تحقيقه ان شاء الله تعالى فجعله للاحتراز يجعل النصوص خارجة عن المذهبين والمتون ماشية على ما لا وجود له فى المذهب وانما كان وضعها لنقل المذهب **وثالثا** [١٩٠٦] معلوم ان دلالة المفهوم غير قطعية ورب قيود تجئ فى الكتب لا محترز لها فحمل النصوص على هذا اولى ام جعل القيد للاحتراز ثم القيام بالاعتراض **ورابعا** [١٩٠٧] اشتهر ان الكل معه بعضه وما غير الاوصاف فقد غير احدها واعتبار الواحد على صفة الانفراد غير لازم وما له من اطراد الا ترى الى ما فى الخيرية لا يستفاد من لفظ واحدة وصف التوحيد فقد نصوا على انه لو كان تحته اربع نسوة وله عبيد فقال ان طلقت واحدة منهن فعبد من عبيدى حر او ثنتين فعبدان او ثلثا فثلثة او اربعا فاربعة فطلقهن معا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الصفر قالی مرتبا فی الکل او البعض عتق عشرة من عبیدہ واحد بطلاق الاولٰی واثنان بطلاق الثانیة وثلثة بطلاق الثالثة واربعة بطلاق الرابعة مجموع ذلك عشرة فلو اشترط وصف التوحید فی لفظ الواحدة لم یقع العتق علی الواحد فی صورة طلاقهن معا لانه حینئذ لم یطلق واحدة حال کونها منفردة بل طلقها فی جملة نسائه الاربع اہ

اقول ۱۹۰۸ ولا (ف۱) یضا عندی ان الحکم بالمفهوم فی امثال المحال یختلف باختلاف الاحوال فان علم ان الانفراد لا مدخل فی الحکم لا یسبق الذھن الی المفهوم کقول رجل لبنیه اکرموا من یکرم احدکم لا یفهم منه احد ان لا تکرموا من اکرم کلکم وکذلك قول حنفی من قرأ احدی اٰیات القراٰن صحت صلاته وقول شافعی من مسح احدی شعرات رأسه صح وضوؤہ ومن ھذا الباب الصورة المذکورة فی الخیریة فانا نری الحکم یزداد بالازدیاد فلا توقف له علی الانفراد ومن ذلك قوله عزوجل وان احد من المشرکین استجارك وانتم احدھن قنطارا او جاء احد منکم من الغائط فانه لا یفهم منه عدم الحکم عند التعدد حتی عند اصحاب المفاهیم بل لو کان مثله فی کلام الناس لم یدل علی المفهوم قطعا للعلم بان الانفراد لا دخل له فی الحکم وان علم ان له مدخلا فیه ثبت المفهوم کقوله لا تکرموا من یکرم احدکم فمن المعلوم ان الحکم للاقتصار علی اکرام واحد فمن اکرمهم جمیعا لا یدخل تحت النهی واذا قیل من طلق ثنتین فله ان یراجع فهم منه ان من طلق ثلثا لا رجعة له ولم یفهم منه ان من طلق واحدة لا رجعة له فاجتمع فیه الانفهام وعدمه فاذا کان الامر یختلف ھکذا او یبتنی علی العلم بالعلة من خارج لم یصح الحکم باحد الطرفین من مجرد الکلام فھھنا ان علم ان للتوحد او البعضیة مدخلا فی جواز الوضوء ثبت المفهوم وان علم عدمه انعدم فالحکم بکونه قید احترازیا متوقف علی اثبات اعتبار التغیر بالاوصاف (ف۲) ولم یثبت بل ثبت خلافه فلا مفهوم وبالجملة ھو احتمال قام البرھان علی بطلانه فلا یعتبر

وخامسا ۱۹۰۹ (ف۳) تمثیلهم بماء المد والماء الذی خالطه الصابون من اجلی قرینة علی عدم ارادتهم المفهوم فان ماء السیل یکون متغیر اللون والطعم معا بل ربما یکون متغیر الثلثة وکذلك الماء اذا خالطه الصابون لا یقتصر علی تغیر وصف واحد فقط والزعفران ربما یتغیر به وصفان او الثلثة واقتصارہ علی واحد نادر فی المعتاد وقد ارسلوہ ارسالا وجعلوه لما یغیر احد الاوصاف مثالا وھذا ان کان فیه مجال مقال فماء المد والصابون کاف فی الاستدلال فظهر الامر وزال اللبس وقیل الحمد للہ رب العٰلمین یہ ہیں ضوابط متون کا بیان ضوابط پیشین نے مذہب امام ابو یوسف کا اثبات کیا اور اس ضابطہ نے مذہب امام ثالث کی نفی اور اطلاق نے واضح کیا کہ پانی میں کوئی شَے جامد ملے خواہ مائع مطلقا تغیر اوصاف غیر مانع اور دوامام اجل صاحب ہدایہ وصاحب کافی نے پانی میں دودھ ملنے کی مثال زائد فرما کر اس اطلاق کو پورا مسجل فرمادیا اور مذہب امام ابو یوسف کہ اس قدر تصحیحات کثیرہ سے مشید تھا انطباق متون سے اور مؤکد ہوگیا اور بحمد اللہ یہی ہے وہ کہ مائے مطلق کی تعریف رضوی نے افادہ کیا وللہ الحمد علی الدوام وعلی نبیہ واٰلہ

ف۱: تحقیق المصنف فی اعتبار وصف الوحدة فی لفظ الواحدة وجودا وعدما

ف۲: تطفل ۳۲ علی ... ۵

ف۳: تطفل ۳۳ علیهم ۶

الصلاۃ والسلام علی مر اللیالی والایام (ضابطہ ۶) قول امام محمد رضی اللہ عنہ جسے امام اسبیجابی و امام ملک العلماء نے اختیار کیا وفی خصوص مسألۃ الاوراق فی الحوض مشی علیہ فی شرح الوقایۃ والمنیۃ ایضا مخالفۃ لنفسها فی ما مر عنهما فی الضابطۃ الخامسۃ ونقلها الذخیرۃ والتتمۃ عن الامام احمد المیدانی وللحلیۃ میل الیہ فی المسألۃ علی تصریحاتها بخلافہ فی غیرها فیها ثم جلبی فی ذخیرۃ العقبی انہ الاصح کما تقدم کل ذلک فی ۷۷ و ۹۹ و ۱۰۱ وغیرها وذکر الامام ملک العلماء فی النبیذ المطبوخ ان الاقرب الی الصواب عدم جواز الوضوء لغلبۃ التمر طعما ولونا کما یأتی فهذا ما وجدت من ترجیحاتہ فی خصوص خاصۃ [190] واما التصحیح الصریح لمطلق هذا القول الامام فوقع فی الجوهرۃ ان الشیخ یرید الامام القدوری اختار قول محمد حیث قال فغیر احد اوصافہ اھ وقال قبلہ اشار الشیخ الی ان المعتبر بالاوصاف والاصح ان المعتبر بالاجزاء اھ **اقول** [191] بنیتہ علی جعل احد للتقیید وقد علمت ما فیہ۔ اب یہاں بعض ابحاث ہیں

بحث اول تنقیح مذہب۔ **اقول** [192] اس قول کی نقل میں عبارات مختلف آئیں اور اشہر یہ ہے کہ پانی میں اگر کوئی بہتی ہوئی چیز ملے تو امام محمد اوس کا رنگ کا اعتبار فرماتے ہیں اگر اوسکا رنگ پانی پر غالب آجائے قابل وضو نہیں ورنہ ہے اور جسکا رنگ پانی کے خلاف نہو اوسمیں مزے کا لحاظ فرماتے ہیں اوسکا مزہ غالب ہو تو وضو ناجائز ورنہ جائز اور جس کا مزہ بھی مخالف نہو اوسمیں اجزا پر نظر فرماتے ہیں اگر برابر یا زیادہ مقدار پانی میں ملجائے وضو صحیح نہیں ورنہ صحیح **فاولا** تقدم فی ۱۰۷ عن الحلیۃ عن الذخیرۃ والتتمۃ محمد اعتبر غلبۃ المخالط لکن فی بعضها اشار الی الغلبۃ من حیث اللون وفی بعضها الی سلب الرقۃ اھ ونقل فی الفتح عن بعضهم ان محمدا یعتبرہ باللون وابا یوسف بالاجزاء قال وفی المحیط عکسہ والاول اثبت فان مصنف الاجناس نقل قول محمد نصا بمعناہ ثم نقل کالحلیۃ عن الاجناس قال محمد فی الماء الذی یطرح فیہ الریحان والاشنان اذا لم یتغیر لونہ حتی یحمر بالاشنان او یسود بالریحان وکان الغالب علیہ الماء فلا باس بالوضوء بہ فمحمد یراعی لون الماء وابو یوسف غلبۃ الاجزاء اھ ومر فی بحث غلبۃ الاجزاء عن مجمع الانهر انہ قول ابی یوسف ومحمد اعتبر اللون فی الصحیح عنہ اھ وفی الجوهرۃ النیرۃ عن الفتاوی الظهیریۃ محمد اعتبر اللون وابو یوسف الاجزاء اھ وفی جامع الرموز اعتبر الغلبۃ من حیث الاجزاء کما قال ابو یوسف وفی روایۃ عن محمد والاشهر قول محمد ان المعتبر اللون کما فی حاشیۃ الهدایۃ اھ فهؤلاء والاخرون اقتصروا علی اللون **وثانیا** فی الحلیۃ عن المحیط الرضوی العبرۃ عند محمد لغلبۃ الاجزاء دون اللون او الطعم وعند ابی یوسف للون او الطعم فان لم یوجد کل منهما فغلبۃ الاجزاء اھ قال وعزاہ فی المحیط الی النوادر اھ وهذا لو ان کان فیہ عکس النسبۃ وقد ثبت ان الاول اثبت فالنظر ههنا الی تردیدہ بین اللون والطعم ثم تقدیمهما علی الاجزاء **وثالثا** فی البحث المذکور عن العنایۃ محمد یعتبر الغلبۃ باللون ثم

الطعم ثم الاجزاء اھ وفي التبيين ذكر الاسبيجابي ان الغلبة تعتبر اولا من حيث اللون ثم الطعم ثم الاجزاء اھ ونقل في الشلبية عن يحيى عن الامام الاسبيجابي
بلفظ ان الماء اذا اختلط به طاهر فان غير لونه فالعبرة للون مثل اللبن والخل والزعفران تختلط بالماء وان لم يغير لونه بل طعمه فالعبرة للطعم مثل ماء البطيخ و
الاشجار والثمار والانبذة وان لم يغير لونه ولا طعمه فالعبرة للاجزاء فان غلبت الاجزاء على اجزاء الماء لا يجوز الوضوء به كالماء المعتصر من الثمر والاشجار
كالماء المتقاطر من الكرم بقطعه اھ ومثله في خزانة المفتيين وبه قوله اذا خالط شيء بالماء تعتبر الغلبة من حيث اللون ثم الطعم ثم الاجزاء ثم ذكر معناه
سواء بسواء غير انه قال في الشوائب ان العبرة فيه لكثرة الاجزاء وان كان اجزاء الماء اكثر يجوز والا لا اھ ومثله في جامع الرموز عن الزاهدي وغيره وبداية
الطاهر ان خالف الماء لونه كاللبن والعصير والخل وماء الزعفران فالعبرة للون الخ فذكر ماء الزعفران مكان الزعفران ثم مثله في البناية عن شرح القدوري لزاهد الفقهاء
بلفظ ماء الزعفران وكذا في الحلية وقد عزاه ايضا الزيلعي للاسبيجابي **اقول** ١٩١٤ لكن عبارة الزيلعي عنه ما قد سمعت وفي قال القهستاني الخ نقلا عن الكرماني
فالاعتبار اولا للون ثم الطعم ثم الاجزاء اھ وفي البرجندي ذكر في الهداية انه يعتبر في الغلبة اولا اللون
ثم الطعم ثم الاجزاء فان خالف لونه لون الماء كاللبن والزعفران الخ **اقول** ١٩١٥ وليس في الهداية ذلك
فلعله من تصحيفات الناسخ فهؤلاء عشرة ابناء الكل واطلقوا الطاهر غير مقيد به بالمائع وقد مثل الاسبيجابي
والسمعاني والبرجندي بالزعفران لكن ابدله الحلبي والعيني والزاهدي عن زاد الفقهاء وغيرهم بماء
الزعفران **ورابعا** قال الامام ملك العلماء في البدائع الماء المطلق اذا خالطه شيء من المائعات
الطاهرة كاللبن والخل ونقيع الزبيب ونحو ذلك على وجه زال عنه اسم الماء بان
صار مغلوبا به فهو بمعنى الماء المقيد ثم ينظر ان كان الذي خالطه مما يخالف لونه لون الماء كاللبن وماء العصفر والزعفران
ونحو ذلك تعتبر الغلبة في اللون وان كان لا يخالف الماء في اللون ويخالفه في الطعم كعصير العنب الابيض وخله تعتبر الغلبة
في الطعم وان كان لا يخالفه فيهما تعتبر الغلبة في الاجزاء فان استويا في الاجزاء لم يذكر هذا في ظاهر الرواية وقالوا حكمه
حكم الماء المغلوب احتياطا هذا اذا لم يكن الذي خالطه مما يقصد منه زيادة نظافة فان كان مما يقصد منه ذلك و
يطبخ به او يخالط به كماء الصابون والاشنان يجوز التوضي به وان تغير لون الماء او طعمه او ريحه لان اسم الماء باق وازداد
معناه وهو التطهير وكذلك جرت السنة في غسل الميت بالماء المغلي بالسدر والحرض فيجوز الوضوء به الا اذا صار
غليظا كالسويق المخلوط لانه حينئذ يزول عنه اسم الماء ومعناه ايضا ولو تغير الماء المطلق بالطين او بالتراب او
بالجص او بالنورة او بوقوع الاوراق او الثمار فيه او بطول المكث يجوز التوضؤ به لانه لم يزل عنه اسم الماء وبقي معناه
ايضا مع ما فيه من الضرورة الظاهرة لتعذر صون الماء عن ذلك وقياس ما ذكرنا انه لا يجوز الوضوء بنبيذ التمر
لتغير اسم الماء وصيرورته مغلوبا بطعم التمر فكان في معنى الماء المقيد وبالقياس اخذ ابو يوسف الا ان ابا حنيفة

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ترك القياس بالنص (ثم افاض فی بحث النص الی ان قال) ثم لابد من معرفة نبیذ التمر الذی فیہ الخلاف وھو ان یلقی
شیئ من التمر فی الماء فتخرج حلاوتہ الی الماء فما دام حلوا رقیقا او قارصا یتوضؤ بہ عند ابی حنیفۃ وان کان غلیظا
کالرب لایجوز بلا خلاف وکذا اذا کان نیأ فان کان مطبوخا ادنی طبخۃ فما دام حلوا او قارصا فھو علی الاختلاف
وان غلا واشتد وقذف بالزبد ذکر القدوری فی شرحہ لمختصر الکرخی الاختلاف فیہ بین الکرخی وابی طاھر الدباس علی
قول الکرخی یجوز وعلی قول ابی طاھر لایجوز وجہ قول الکرخی ان اسم النبیذ کما یقع علی النیئ منہ یقع علی المطبوخ فیدخل
تحت النص ولان الماء المطلق اذا اختلط بہ المائعات الطاھرۃ یجوز التوضؤ بہ بلا خلاف بین اصحابنا اذا کان الماء
غالبا وھھنا اجزاء الماء غالبۃ علی اجزاء التمر فیجوز التوضؤ بہ وجہ قول ابی طاھر ان الجواز عرف بالحدیث والحدیث
ورد فی النیئ واما قولہ ان المائع الطاھر اذا اختلط بالماء لایمنع التوضؤ بہ فنعم اذا لم یغلب علی الماء اصلا فاما اذا
غلب علیہ بوجہ من الوجوہ فلا وھھنا غلب علیہ من حیث الطعم واللون وان لم یغلب من حیث الاجزاء فلا یجوز
التوضؤ بہ وھذا اقرب القولین الی الصواب اھ کلامہ رحمہ اللّٰہ تعالٰی وانما سقناہ وان تقدم اکثرہ مفرقا للتنبیہ علی
فوائد ستعرفھا ان شاء اللّٰہ تعالٰی وقال فی رسائل الارکان الماء المطلق اذا خالطہ مائع وغلب علیہ لایجوز التوضی بہ
والا یجوز وتعرف الغلبۃ بان ینظر ان کان المائع مخالفا فی اللون کاللبن وماء الزعفران وماء العصفر یعتبر الغلبۃ فی اللون
وان کان موافقا فی اللون ومخالفا فی الطعم کماء الورد وعصیر العنب الابیض تعتبر الغلبۃ فی الطعم وان کان
لایخالف اصلا کالماء تعتبر الغلبۃ بالکثرۃ کذا فی فتح القدیر نقلا عن بعض شروح الکنز اھ **اقول** ١٩١٦ وھو
سبق قلم فلا اثر منہ فی الفتح ففی ھذا التنصیص علی التخصیص بالمائع **وخامسا** ١٩١٧ تراھم جمیعا لم یذکروا
الرائحۃ بل نصوص النوادر والامام الاسبیجابی والامام ملک العلماء والمحیط الرضوی وزاد الفقہاء والامام الزیلعی
وخزانۃ المفتین والعنایۃ والبنایۃ والزاھدی والبرجندی والقھستانی وبحیی وابن الشلبی وغیرھم ناطقۃ بنفی اعتبارھا
احالوا الامر بعد اللون والطعم علی الاجزاء لاجرم ان قال بحر العلوم فی رسائل الارکان لم ار اعتبار الغلبۃ بالریح
فی کتاب اھ **اقول** ١٩١٨ بل قال الامام فقیہ النفس فی الخانیۃ عند ابی یوسف تعتبر الغلبۃ من حیث الاجزاء
لا من حیث اللون ھو الصحیح وعلی قول محمد اعتبر الغلبۃ بتغیر الطعم واللون والریح اھ وقد نقلہ عنھا فی النھر
والبنایۃ والحلیۃ والشلبیۃ وقال فی الحلیۃ بعد نقلہ زاد فی قول محمد الطعم والریح اھ وتقدم فی ٢١٠ قول الخانیۃ ایضا
لو طبخ وریح الباقلاء یوجد منہ لایجوز **وسادسا** ١٩١٩ اغرب جدا فی الجوھرۃ فزعم بعد تصحیح قول ابی یوسف
ومحمد اعتبار الاوصاف ان غیر الثلثۃ لایجوز وان غیر واحدا جاز وان غیر اثنین لایجوز والشیخ ای القدوری

له الاضافة للعهد ای المقتنعة ١٢ منہ غفرلہ
معروضۃ بحر العلوم ... کالماء المستعمل ... ١٢ منہ غفرلہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اختار قول محمد حيث قال فغير احد اوصافه ام هكذا جاء الاختلاف والمسؤل من الله تعالى التنقيح والتطبيق
او الترجيح فاقول [1920] وبالله التوفيق ما ذكر في الجوهرة مخالف لاجماع الرواة عن اخرهم الثلثة
عشر المذكورين في الخامس والتسعة السابقين الاجناس والذخيرة والتتمة والظهيرية والمحيط والفتح والحلية
ومجمع الانهر حتى الجوهرة نفسها فانهم اجمعوا ان مجرد الغلبة باللون يقيد الماء عند محمد فهذا يقول ان تغير
واحد اجاز واظن والله تعالى اعلم انه كان يخيل له ان محمدا يعتبر الاوصاف ثم رأى الامام ابا الحسن قيده باحد فاخذ
مفهومه فدل على تغير الاوصاف فظن انه اختار قول محمد وقد نص ان تغير واحد لا يضر فحسب ان هذا المفهوم
من منطوقه والمفهوم هو مذهب محمد وليس كذلك ولا هو مقصود الفقيه كما علمت ثم [1922] قد علمت ان الجمهور
قد نفوا الاعتبار بالرائحة فذكرها في الخانية لا يكون من زيادة ثقة بل مخالفة ثقة لسائر الثقات فيكون شذوذا
ينافي الصحة وستعلم بعون الله تعالى ان محمدا لم يعتبر الريح ثم [1923] اقتصار الاولين على اللون لا ينافي اعتبار
غيره فان التنصيص على شيئ لا ينفي ما عداه لا سيما واللون هو الملحوظ اولا فان لم يكن فغيره وكذلك الترديد في اللون
والطعم عند من نص على الترتيب بينهما تنصيص على عدم الترتيب فرواية الجم الغفير بالترتيب زيادة ثقات
واجبة القبول بقي النظر في ان الحكم هل يشمل الجامد كما هو مقتضى اطلاق الامام الاسبيجابي وتمثيله
بالزعفران ام يختص بالمائع كما هو نص الامام ملك العلماء وارى لكل منهما مؤيدات اما الشمول فاقول [1924]
اولا تقدم في صدر هذا البحث عن الفتح والحلية عن الاجناس عن نص محمد اعتبار الالوان في طبيخ الريحان
والاشنان وما هما الا من الجامد وثانيا [1925] مر في ۱۲۲ عن الحلية والفتح عن التجنيس ان اعتبار الجرجاني في الزاج
والعفص صلوح النقش تفريع على اعتبار الغلبة بالاجزاء فافهم ان على اعتبارها بالاوصاف يتقيد بمجرد التلون وان
لم يصلح للنقش وثالثا [1926] خص البدائع بالمائع ثم ذكر ان قياس عدم الجواز بنبيذ التمر لغلبة طعمه فاعتبره
في الجامد ورابعا [1927] كذلك اجاب من قبل ابي طاهر في مطبوخه واحتج بغلبة اللون والطعم وقد عبر ههنا ايضا
في كلام الكرخي والدباسي بالمائع مع ان الكلام في الجامد اقول [1928] ويظهر لي والله تعالى اعلم ان تغير الطعم
او اللون انما يكون بالامتزاج ولا يمتزج الجامد بالمائع الا ان يماع شيئ منه فتسرى الاجزاء في الاجزاء الاخر
ان السكر اذا خلط بالماء لا يبقى منه ممتاز عند الا شيئ قليل وكذلك الاصباغ ولو وضعت حجرا اسود احمر
اخضر اصفر في الماء لا يتلون الماء بلونه فظهر ان الامتزاج لا يحصل في مائع الا بالمائع وان كان اصله جامدا
فلعل هذا هو سر التعبير بالمائع مع الكلام في الجامد اتقنه فانه ان شاء الله تعالى بحث نفيس واما الخصوص

فائدہ

تطفل ۱۰ علی الجوہرۃ

النور

تطفل ۲ علیہا

ف۱۹۲۹ فاقول اولا اجمعت الامة المرحومة واجماعها حجة معصومة علی جواز الوضوء بماء السیل مع العلم القطعی بتغیر لونه بل ربما یتغیر الطعم والریح ایضا فثبت ان مجرد تغیر الاوصاف بالجامد لا یفید التقیید بالاجماع وثانیا ۱۹۳۰ هذا اجماع ائمتنا رضی اللہ تعالی عنهم ومنهم محمد ان التمر او الزبیب او التین مثلا اذا انقع فی الماء فانتقلت حلاوة منها الیه فحلا ولم یبلغ الی ان یصیر نبیذا افاده التقیید ویجوز الوضوء به اجماعا فمحمد لم یعتبر فیه الطعم وقال بالجواز مع الاعتراف بتغیره به وتغیر اللون والریح ایضا فمن المعلوم المشهود ان اللون اسبق تغیرا منهما من الطعم واذ التغیر یوجد لهما ایضا قطعا فقد تغیرت الاوصاف الثلثة بالجامدات ولم یضر بالاجماع ما لم یغلب اجزاء او بالمعنی الثالث اعنی صیرورته شیئا اخر لمقصد اخر وهذا هو الفارق بین النبیذ والسیل فانه لم یصر شیئا اخر ولا زال عنه اسم الماء وهذا هو مذهب ابی یوسف فعلم ان مذهبه مجمع علیه فی الجامد وانما الخلاف فی المائع اقول ۱۹۳۱ وبه خرج الجواب عن الشاهدین الاخیرین فان الکلام فیهما فی الانبذة فالمراد تغیر الطعم الی حد یزیل عنه اسم الماء ویجعله نبیذا ولا نزاع فیه وثالثا ۱۹۳۲ تقدم فی ۱۲۲ عن الخانیة التوضؤ بماء الزعفران او الزردج یجوز ان کان رقیقا والماء غالب فان غلبته الحمرة وصار متماسکا لا یجوز وعن الخلاصة توضأ بماء الزردج او العصفر او الصابون ان کان رقیقا یستبین الماء منه یجوز وان غلبت الحمرة وصار نشاستج لا اھ فافاد ان المدار الثخن لا مجرد اللون فان کان غلبة اللون تحصل فی هذه الاشیاء قبل الثخن فقد صرح بعدم الاجتزاء بهما ما لم یثخن وان کانت لا تحصل الا اذا ثخن فقد بینا ان ذکر غلبة اللون لکونها ههنا دلیلا علی المناط وهو الثخن فکان وصار متماسکا او نشاستج عطف تفسیر له اقول ۱۹۳۳ وبه تبین الجواب عن نص الاجناس فلم یکتف رحمه اللہ تعالی بقوله لم یتغیر لونه حتی یحمر او یسود بل اضاف الیه وکان الغالب علیه الماء وهذا ما عبر به الخانیة والخلاصة اذ قالا بعد ذکر الحمرة وصار متماسکا بید ان المقام ۱۹۳۴ یحتاج الی تلطیف القریحة، واعمال رویة قویة صحیحة، وکلا بل الی التوفیق، من رب رفیق، فالنظر الظاهر یتسارع الی الفرق بین العبارة وعبارة الخانیة والخلاصة لانهما ذکرا شیئین غلبة الحمرة والتماسک فی عدم الجواز فافهما ان تغیر اللون لا یکفی للمنع ما لم یتماسک لابتناء الامر علی اجتماع الامرین ونقل الاجناس ذکر شیئین سلامة اللون وغلبة الماء فی جانب الجواز فافاد ان ایهما انتفی انتفی الجواز لعین ما وجه اعنی بناء الجواز علی الاجتماع اقول ۱۹۳۵ ودقیق النظر یوضح الامر فان هذا المعنی یوجب ان تغیر اللون ینفی الجواز وان کان الغالب هو الماء وهو خلاف الاجماع فان الغلبة هو القطب الذی تدور علیه رحی هذه الاحکام عند جمیع ائمتنا الاعلام لما سمعت قول الفتح ان اعتبار الغالب عدما عکس الثابت لغة وعرفا وشرعا اھ اذ من المعلوم ضرورة ان غلبة الماء هی العلة الکافیة للجواز وعدمها للمنع اذ لیس احد من الائمة یجیز الوضوء بالماء المغلوب سلبت اوصافه او لا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الا ما تقدم من حكاية شاذة عن الامام الاوزاعي على كلام في ثبوتها عنه رحمه الله تعالى فممتنع ان تكون غلبة الحمرة علة برأسها منحازة عن الغلبة المتممة للعلة وحينئذ يدور الامر بين وجهين اما ان تكون هي العلة وبها الغلبة فيكون قوله وكان الغالب عليه الماء عطف تفسير لعدم تغير اللون واما ان تكون بمعزل عن العلية وانما ذكرت لانها ههنا اٰية مغلوبية الماء ببلوغ سبيل الامتزاج ربّاه ذلك لان الاحمر انما بالاشنان والاسود لو بالاهليلج لا يحصلان بنفس الطبخ ايضا بل بالطبخ الكامل الا ترى انه فرض المسألة في ماء يطبخان فيه ثم قال اذا لم يتغير لونه وكان الغالب الماء فلا بأس فافاد انهما يطرحان في الماء ويمكثان فيه ويعمل فيهما النار الى ان يطبخا ولا يحصل مع ذلك التغير المخرج حتى امكن التقييد بعدمه للجواز بل لا بد له من مكث وعمل النار بعد ذلك حتى يحصل الطبخ الكامل الموجب لكمال الامتزاج وحينئذ يصير الماء مغلوبا بلا ريب فذكرت هذه الامارة الظاهرة لكونها مرئية والمغلوبية في المطبوخ غير مرئية ما لم يبرد كما تقدم ثم ذكر الحقيقة تنبيها على انها هو المناط الحقيقي فهذا المحمل نفيس واضح وهذا هو عين مفاد الخانية و الخلاصة ولله الحمد واذا جاء الاحتمال سقط الاستدلال بل ترجح هذا بعبارة الخانية والخلاصة اذ الروايات يفسر بعضها بعضا ثم كفى بالجماعين شاهدي عدل **فان قلت**[1936] لعلهما في غير المطبوخ فلا يمنعان اعتبار الاوصاف فيه ونص التجنيس انما هو فيه **اقول**[1937] اولا نصه مخصوص بما يحدث فيه تغير الاوصاف بعد كمال الطبخ كما علمت ولا يقاس عليه ما يتغير قبل الطبخ وهو الكثير الغالب اذ قبله لا فرق بينه وبين النيء وقد انعقد الاجماع على عدم اعتبارها فيه فيؤول الكلام الى ان الاوصاف اعتبرت بها الا فيما تتغير فيه بعد كمال الطبخ وهذا لا يضرنا لما علمت ان الماء يصير مغلوبا اذ ذاك فتتحقق العلة سواء عبرتموها او بلاحتموها من تغير الاوصاف **وثانيا**[1938] اي فرق بين النيء والمطبوخ سوى ان الطبخ يوجب كمال الامتزاج كما نص عليه اهل الضابطة قاطبة قال الامام الزيلعي التقييد اما بكمال الامتزاج او غلبة الممتزج فكمال الامتزاج اما بالطبخ الخ وقال قبيل التيمم انه بالطبخ كمل امتزاجه وكمال الامتزاج يمنع اطلاق اسم الماء عليه اھ وقد قال قبل حدث والضابطة ايضا الامام الجليل النسفي في الكافي ان بطلان الاطلاق بكمال الامتزاج وهو بطبخ الماء بمخلط الطاهر الخ ويأتي تمامه ان شاء الله تعالى اذن نقول بموجبه ولا يكون دليلا على اعتبار مجرد تغير الاوصاف كما لا يخفى فانكشف الامر ولله الحمد بقي الشاهد الثاني من شواهد العموم **اقول**[1939] ليس مفهومه ما ذكر بل له مذهب اخر غير مستتر وذلك ان الامام ابا عبد الله الجرجاني لما اعتبر في تقييده صلوحه للصبغ والنقش وما هو الا بتلون الماء وربما يحصل قبل الثخن كان لمتوهم ان يتوهم انما اعتبر الغلبة باللون فنبه الامام البرهان على بطلانه وقال بل هو تفريع على اعتبار غلبة الاجزاء لان غلبتها كما علمت على ثلثة انحاء هذا هو النحو الثالث منها فذهبت الشواهد جميعا اما تمثيله بالزعفران فقد اشبعنا الكلام عليه في ۱۲۳ والان لم يبق الا اطلاق الامام الاسبيجابي **اقول**[1940] اولا لنا مندوحة عنه فيما تقرر

مقرر ان المطلق فی کلامہم یحمل علی المقید وان من عادتہم الاطلاق تعویلا علی معرفۃ الحذاق وقالوا ویغفلون کیلا یدعی
علمہم من لم یزاحمہم بالرکب کل ذٰلک مذکور فی رد المحتار وغیرہ وثانیا [1921] ھذا ان لم یجب التقیید فکیف
قد وجب بشہادۃ الاجماع وثالثا [1922] ان قول الجامد ایضا تعتبر فیہ غلبۃ الاوصاف اذا ادت الی غلبۃ الاجزاء
باحد المعانی الثلثۃ کما عرفت فی النبیذ والزاج والعفص والعصفر والزعفران وکثیر من نظائرھا فمن ھذا الوجہ
الاطلاق وان کان نحو التغیر المعتبر فی الجامد مغایرا للمعتبر عندہ فی المائع بل [1923] قد یظن اتفاق القولین من کلام البدائع
المار فہم بحیث ناط الامر فی المائع ثانیا بزوال الاسم وذکر فی تفصیلہ غلبۃ اللون والطعم وزوال الاسم ھو المعتبر فی الجامد
ایضا بل علیہ مدار الباب کلہ مرارا فکان ینتج ھذا ان لا خلف بین الامامین الصاحبین الا فی التعبیر اقول [1924] قد
کان یعجبنی ھذا لان المنقول عن نص محمد انما ھی مسألۃ مطبوخ الاشنان والریحان وفیہا کمال الامتزاج الموجب للغلبۃ
بالاجزاء لکن تعاور عبارات تم علی نصب الخلاف بینہما منعنی عن ذٰلک وان عبرہ المحقق فی الفتح بقولہ نقل بعضہم فیہ
خلافا بین الصاحبین ان محمدا یعتبرہ باللون وابا یوسف بالاجزاء اھ لکن [1925] التحقیق عندی ان زوال الاسم المذکور
ھھنا فی البدائع لیس بالمعنی المعتبر فی غیر المائع کما سیأتیک بیانہ ان شاء اللہ تعالی وبالجملۃ قد استقر عرش التحقیق
وللہ الحمد علی کل ما نص علیہ الامام ملک العلماء فی البدائع ان خلاف محمد انما ھو فی المائع وانہ لا یقتصر علی اللون
بل یعتبر الطعم ایضا وانہ یرتب بینہما فیقدم اللون ثم الطعم وانہ ینقل الحکم بعدھما الی الاجزاء ولا یعتبر الریح
ھکذا ینبغی التنقیح والحمد للہ علی تواتر الائہ وافضل صلاتہ وسلامہ علی سید انبیائہ والہ وصحبہ وابنہ وحزبہ
احبائہ امین ھذا وزعم العلامۃ الحدادی فی الجوھرۃ بعد ما صحح قول ابی یوسف ان نص محمد اعتبار الاوصاف ان غیر
الثلثۃ لا یجز وان غیر واحدا جاز وان غیر اثنین لا یجوز قال والتوفیق بینہما ان کان ما یخالطہ جنسہ جنس الماء کماء الدباء
فالعبرۃ للاجزاء کما قال ابو یوسف وان کان جنسہ غیر جنس الماء کاللبن فالعبرۃ للاوصاف کما قال محمد قال والشیخ یعنی
الامام القدوری اختار قول محمد حیث قال فغیر احد اوصافہ اھ اقول [1926] ھذا لیس بتوفیق بل تلفیق ثم [1927] النصوص متظافرۃ
عن محمد انہ یعتبر اللون ثم الطعم وانہ لا یعتبر الوصف الواحد [1928] وکون [1929] ماء الدباء من جنس الماء غیر معقول ولا مقبول [1930]
ومن نظر الفروع المارۃ علم انہ لا یوافق القولین [1931] ما اتت بہ النصوص علی المذھبین ثم ھو خلاف الاجماع فی ماء المد فقد اطبقوا
انہ ما دام علی رقتہ یجوز الوضوء بہ مع انہ ربما یغیر صفتین بل الثلث وما ھو الا لاختلاط ما لیس من جنس الماء من تراب ورمل وغثاء ولذا
اجماعہم علی جواز الوضوء بما نقع فیہ تمر وان حلا ولا شک ان تغیر اللون یسبقہ مالم یصر نبیذا فلم یعتبر فیہ الاوصاف بل الاجزاء بالمعنی الثانی
واللہ تعالی اعلم بحث مہم اس قول کی توجیہ احکام اقول [1932] باللہ التوفیق کتب علماء کو عالب برخلاف فیہ من خصوصا وہ خلاف کہ امام صاحبین

یا باہم صاحبین میں ہو دلائل فریقین بیان کرنے کا التزام ہوتا ہی اگرچہ خلافیات مشایخ میں ویسا اعتنا نہ کریں مگر اس خلافیہ میں دلیل قول امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی کسی کتاب میں نظر فقیر غفراللہ المولی القدیر سے اصلاً نہ گزری ہاں بدائع میں جسے اوس پر مشی فرمائی سوا اوس لفظ کے کہ مجمع الانہر میں اعتبار رنگ پر لکھا لان اللون مشاھد حالانکہ اوس قول کے چار جز ہیں ہر جز طالب تصحیح یہ دو حرف جملہ ایک جز کے لیے بھی وافی نہیں فاولاً ١٩٥٣ ما کل مشاھد معتبر فالدلیل اعم من المدعی وثانیاً ١٩٥٤ ما کل معتبر مشاھد ١٩٥٥ فالدلیل اخص من المدعی وبالجملۃ لایلزم من کونہ مشاھدا اعتبارہ ولا من عدم مشاھدۃ اخر عدم اعتبارہ وثالثاً ان خصت المشاھدۃ بالرؤیۃ خرج الطعم وقد اعتبرہ محمد وان ارید بھا الحس دخلت الریح ولم یعتبرھا وانا

اقول ١٩٥٦ وبربی ثم بنبیہ استعین جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین کان محمدا یقول رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رفع الحدث منوط شرعا باستعمال الماء المطلق ومطلقہ ھو الذی یتبادر الی الافھام باطلاق لفظ الماء ولا شک انھا حقیقۃ معروفۃ مشھورۃ معلومۃ لکل احد لا تلتبس ولا یحتاج احد فی ادراکھا الی استجلاب العلم من خارج باخبار غیرہ ان ھذا ماء فلا یراد بمطلقہ الا ما یشاھد انہ ھذا او لا یشکل الماء اذا امتزج بلون مائع اخر مرتاب الناظر فیہ ولا یقطع انہ ماء الا اخبر من یخبرہ من بین اجزاءہ واللون اول مدرک ١٩٥٧ فان لم یغلب اخذ فی فمہ المضمضۃ فوجد علی طعم مائع اخر یأخذہ من الارتیاب بکان یأخذ فی متغیر اللون بالنظر فخرج عن الماء المطلق اما الریح ١٩٥٨ فربما تکتسب بالمجاورۃ من دون خلط شیئ فما صح لونہ وطعمہ ارتاب المستعمل فی کونہ ماء ١٩٥٩ یجد تغیرا فی ریحہ فان کان فیہ امتزاج غیرہ مساویا او غالبا لایقف علیہ المستعمل الا باخبار من خارج وحینئذ یعرف انہ لیس بماء فالمائیۃ لم یتوقف ادراکھا علی الخارج بل عدمھا ١٩٦٠ ومعلوم ان ھذا الارتیاب والالتباس انما یکون بالمائع فالماء مع الخلط جامد او طعم لایلتبس بہ وانما یتوقف فیہ انسلاب اسم الماء علی تھیؤہ لمقصد اخر فمن ھھنا حصل الفرق بین الجامد والمائع وظھر منہ تحدید محمد بالاجزاء الاربعۃ ١٩٦١ وبعبارۃ اخری اجمعنا ان ما صار شیئا اخر لمقصد اخر لا تجوز بہ الطھارۃ وان لم تزل رقتہ او لا بلغ المرء بہ الماء فقد افاد لیس الا التغیر فی اوصافہ ولو سلمت تقع الطبع غلبۃ القدر استحال ان یسلب عنہ اسم الماء من دون موجب فعلم ان التغیر فی الاوصاف ھھنا مقدم علی زوال الطبع ومغلوبیۃ القدر ١٩٦٢ ثم تم شیئان زوال اسم الماء وتجدد اسم اخر وھذا یتوقف علی تھیؤہ لمقصد اخر والمنع منوط بالاول وان لم یوجد الاخر لان الشرع المطھر انما امر بالماء فاذا انسلب عنہ اسم الماء خرج عن المامور بہ وان لم یدخل فی مقصد اخر غیر ان الجامد ١٩٦٣ یتبع فیہ الاول الاخر فلا ینسلب اسم الماء عنہ ما لم یتھیأ لمقصد اخر کما تری فی السیل وماء القی فیہ قلیل سکر او نقع فیہ حمص او تمر بخلاف المائع فانہ اذا غلب علی اوصاف الماء اشتبہ المائیۃ فلم یتوھم ما یتبادر الیہ الفھم باطلاق لفظ الماء فقد زال الاسم وان لم یتجدد لہ اسم اخر لان بالارتیاب والالتباس لا ھذا الاسم یبقی ولا غیرہ یثبت وھذا ھو المعنی عندی بزوال الاسم المذکور ھنا فی کلام الامام ملک العلماء الماشی علی قول محمد رحمہ اللہ ھو المعتبر فی الجامد فانہ الذی یعقبہ حدوث اسم اخر

كما تقدم تحقيقه وبالله التوفيق وله الحمد **وبه انكشف** ١٩٦٤ ما يتراءى وروده من ان هذا يوجب اعتبار الاوصاف في الجامدات ايضا وان لم يحصل التهيؤ لمقصد اٰخر ولا نعنی القليل حتی تقولوا ان القليل مغلوب والمغلوب هدر اجماعا بل الحد الذی يعتبر فيما يجعله شيئا اٰخر اذا صار لمقصود اٰخر فاذا بلغ التغير ذلك الحد لم لا يسلب اسم الماء وان لم يتجدد اسم اٰخر لعدم التهيؤ المذكور وذلك كماء الزردج فانه يطرح ولا يصبغ به فلا يصير لمقصود اٰخر بخلاف ماء الزعفران لكن اذا كان ماء الزردج بحيث يصلح للصبغ لو كان يصبغ به فقد تغير وای فرق بين المائين اذا بلغا هذا الحد فی تغير الماء وكون هذا يقصد للصبغ لا ذاك شیئ اٰخر وراء التغير فالماء مغلوب فيهما على السواء وعليه تدور رحی المنع وعليك بتلطيف القريحة فان الانسلاب بالتجدد او الارتياب لا غير هذا **وبه ظهر** ١٩٦٥ الجواب عن قولهم المار فی البحث الاول من ابحاث غلبة الغير عن العناية ومجمع الانهر ان الغلبة بالاجزاء غلبة حقيقية اذ وجود المركب باجزائه فكان اعتباره اولی بخلاف الغلبة باللون فانها راجعة الی الوصف كيف وقد اجمعنا ونص الحديث علی اعتبار الغلبة بالاوصاف فی كثير يخالطه نجس **وفی** الدر ان خرج من الفم تعتبر الغلبة بينه وبين الريق من حيث اللون فان كان احمر نقض الوضوء وان اصفر لا كما فی التبيين والبحر وغيرهما **وفی** الدم خرج من اسنانه فابتلعه ان غلب علی الريق افطر ويعرف بوجدان طعمه وعليه الاكثر وبه جزم فی البزازية واستحسنه الكمال وشيخ الاسلام الغزی كما فی الدر ١٩٦٦ وهذا التوزيع علی وفق مسلكی فاعتبر فی الوضوء اللون تمثيلا له وفی الصوم الطعم لتعذر ادراك اللون وقلت خاصة انت ايها الامام الثانی **فی** لبن امرأة خلط بدواء لنا ان غير طعمه ولونه معا لم يتعلق به تحريم الرضاع والا حرم قال فی التبيين فی المنتقی فسر الغلبة فی رواية ابن سماعة عن ابی يوسف فقال اذا جعل فی لبن المرأة دواء فغير لونه ولم يغير طعمه او علی العكس فاوجر به صبی حرم وان غير اللون والطعم ولم يوجد فيه طعم اللبن وذهب لونه لم يحرم وفسر الغلبة فی رواية الوليد عن محمد فقال اذا لم يغيره الدواء ولم يكن لبنا تثبت به الحرمة اھ **فان قلت** لم عدل محمد ههنا عن الاوصاف الی الاجزاء **قلت** ١٩٦٧ لان الحكم فی الطهارة علی الماء فلزم المطلق وههنا علی الرضاع والمص من الثدی غير لازم بالاجماع فبقی وصول اللبن الی الجوف فما دام اللبن لبنا صدق الوصول هذا ما ظهر لی فی تقرير مذهب محمد رحمه الله تعالٰی **اقول** ١٩٦٨ وكان ابا يوسف يقول رضی الله تعالٰی عنه الارتياب والالتباس لعارض لا يغير الذات لا يخرج الشیئ عن حقيقته المتبادرة اليها الافهام عنه سماع اسمه كزيد جاء متنكرا فلم يعرفه الناس ولا معنی لزوال الاسم مع بقاء الحقيقة اجزاء ومقصودا كما قدمنا تحقيقه ١٩٦٩ وربما يحصل الالتباس بخلط جامد فانه لا يغير الا اذا ثخن فاذا اتحد عمله وعمل مائع كان اللبس علی حد سواء فانك لن القيت فی الماء عصفرا فاصفر صار كماء الزردج لا تفرق بينه وبين ماء

القی فیه ماء الزرج وقد اجمعنا علی اهداره مالم یسلبه المقصد اخر و**النجس**[191] لایؤثر فی تغییر ذات الماء کما مرمنا تحقیقه ان الماء النجس المستعمل من الماء المطلق وانما یسلبه وصف الطهارة فجاز البناء فیه علی الاوصاف التی لا تتغیر بتغیرها الذات بخلاف ماهنا فانه مما تبقی الذات سالمة یبقی داخلا تحت المطلق المامور به و**المعتبر**[192] **فی الوضوء** سیلان نجس بقوته ولا نظر بعد ذلك الی امتزاجه بطاهر اقل منه قدرا اوالکثر فاحمرار البزاق یدل علی ان الدم الکثیر خارج بقوته واصفراره علی انه قلیل مستتبع البصاق قال الامام الزیلعی الدم ان خرج من نفس الفم تعتبر الغلبة بینه وبین الریق وان تساویا انتقض الوضوء لان البصاق سائل بقوة نفسه فکذا مساویه بخلاف المغلوب لانه سائل بقوة الغالب فیعتبر ذلك من حیث اللون الخ ثم قال لو قاء دما ان نزل من الرأس نقض قل او کثر باجماع اصحابنا وان صعد من الجوف فالمختار ان کان علقا یعتبر ملء الفم لانه لیس بدم وانما هو سوداء احترقت وان کان مائعا نقض وان قل لانه من قرحة فی الجوف وقد وصل الی ما یلحقه حکم التطهیر اھ ثم قال تحت قول الکنز لا بلغما او دما غلب علیه البصاق ومانصه هذا اذا خرج من نفس الفم وان خرج من الجوف فقد ذکرنا تفاصیله اھ ای ان کان علقا اعتبر ملء الفم والا نقض وان قل قال العلامة الشامی فی منحة الخالق الخارج من الجوف لایخالطه البزاق الا بعد وصوله الی الفم لان البزاق محله الفم لا الجوف وبهذا یظهر الفرق بین الخارج من الفم والخارج من الجوف فان الخارج من الفم انما کان سیلانه بسبب البزاق وجعل غلبته علی البزاق دلیل سیلانه بنفسه بخلاف الخارج من الجوف فانه لایصل الی الفم الا اذا کان سائلا بنفسه فالفرق بینهما واضح اھ والمناط[193] **فی الصوم** دخول شیئ من الخارج فی الجوف الا ما تعذر التحرز عنه ولذا عفی عن بلة تبقی بعد المضمضة وعن قلیل اثر یبقی فی الفم من المأکول وثم ما وجد طعمه غیر قلیل کما حققه فی الفتح قال لنا ان القلیل تابع للاسنان بمنزلة ریقه فلا یفسد کالریق وانما اعتبر تابعا لانه لایمکن الامتناع عن بقاء اثر ما من المأکل حوالی الاسنان وان قل ثم یجری مع الریق التابع من محله الی الحلق فامتنع تعلیق الافطار بعینه فیعلق بالکثیر ومن المشایخ من جعل الفاصل کون ذلك مما یحتاج فی ابتلاعه الی الاستعانة بالریق اولا الاول قلیل والثانی کثیر وهو حسن لان المانع من الافطار بعد تحقق الوصول کونه لایسهل الاحتراز عنه وذلك فیما یجری بنفسه مع الریق الی الجوف لا فیما یتعمد فی ادخاله لانه غیر مضطر فیه وفی الکافی فی السمسمة ان مضغها لایفسد الا ان یجد طعمها فی حلقه وهذا حسن جدا فلیکن الاصل فی کل قلیل مضغه اھ فتبین ان اعتبار اللون والطعم فی الوضوء والصوم لیس من جهة اعتبار الغلبة بالاوصاف بل لان بهما هنا تحقق المناط وقد[194] نصوا فی خمر قلت ان کان الماء قلیلا او مساویا یحد اذا وصل الی الجوف وان غلب الماء الا ان یسکر کما فی البزازیة فاعتبروا الغلبة بالاجزاء والا فالخمیة تغلب

ضعفہا بل اضعافہا من الماء فی الاوضاء اما مسألۃ الوضاع فالمعتمد فیہا ایضا اعتبار الاجزاء باحد المعانی الثلثۃ کما ھو قول محمد دون الاوصاف کما بینتہ فیما علقتہ علی رد المحتار علی ان المناط ھھنا شرب ما یغذی وینبت اللحم وینشز العظم فظن الامام الثانی ان اللبن اذا ذھب لونہ وطعمہ کسرتہ کالمخلوط بالطعام واللہ تعالٰی اعلم فانکشف الحجاب وزھر الصواب والحمد للہ الکریم الوھاب وصلی اللہ تعالٰی علی السید الاواب والہ وصحبہ خیر ال واصحاب الی یوم الحساب امین

فصل رابع

ضوابط کلیہ۔ الحمد للہ ہمارے بیانات سابقہ نے واضح کردیا کہ دونوں مذہب امامین مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہما دو ضابطہ کلیہ ہیں **اول ضابطہ یوسفیہ** کہ جب پانی کا سیلان زائل ہوجائے یا رقت نہ رہے اگرچہ بے کسی چیز کے ملے یا اُس میں اُسکا غیر کہ مقدار میں برابر یا پانی سے زائد ہو مل جائے یا دوسری شَے سے ملکر ایک مرکب جداگانہ مقصد آخر کیلئے ہوجائے اگرچہ وہ دوسری شَے پانی سے مقدار میں کتنی ہی کم ہو ان صورتوں میں پانی مقید ہوگیا اور قابل وضو نہ رہا ورنہ مطلقا مائے مطلق ہے اگرچہ رنگ مزہ بُو سب بدل جائیں اور یہی صحیح و معتمد اور یہی مفاد متون مستند ہے **دوم ضابطہ شیبانیہ** کہ اگر سیلان یا رقت نہ رہے تو مقید ہے اگرچہ بے خلط چیزے ہو اور کسی چیز کے خلط سے غصد دیگر کے لیے چیز دیگر ہوجائے تو مقید ہے اگرچہ مخلوط جامد ہو اور اگر یہ صورتیں نہیں اور مخلوط شَے جامد ہے تو مطلقا مائے مطلق ہے اگرچہ اوصاف بدل جائیں اور اگر مخلوط شَے مائع ہے تو اولًا رنگ دیکھیں گے اگر پانی پر اُسکا رنگ اسدرجہ غالب آیا کہ ناظر کو اُسکے پانی ہونے میں اشتباہ پڑے مائع دیگر کا شبہہ گزرے تو مقید ہوگیا اور اگر رنگ اتنا نہ بدلا تو مزے پر نظر ہوگی اگر مزہ اُسی حدِ التباس تک بدل گیا تو مقید ہے اور اگر رنگ و مزہ اس حد تک نہ بدلے تو بُو کا لحاظ نہیں صرف یہ دیکھیں گے کہ وہ دوسرا مائع اگر مقدار میں پانی سے زائد یا برابر ہے مقید ہوگیا ورنہ مطلق ہے **سوم ضابطہ برجندیہ** کہ پاک چیز جو پانی میں ملے اگر جنس ارض سے ہو جیسے مٹی ہرتال چونہ یا اُس سے زیادت نظافت مقصود ہوتی ہے جیسے صابون وغیرہ اگرچہ پکنے میں ملے ان دونوں صورتوں میں جبتک پانی اپنی رقت پر باقی ہے وضو جائز ہے ورنہ نہیں اور اگر نہ جنس زمین سے ہو نہ اُس سے زیادت نظافت مقصود تو اسکا خلط اگر پکنے میں ہوا اور اُس سے پانی میں کچھ بھی تغیر آیا وضو جائز نہیں اگرچہ رقت باقی رہے مگر ظہیریہ نے اس میں بھی اعتبار رقت کیا اور اگر خلط بلا طبخ ہوا تو اس صورت میں امام محمد مطلقًا اعتبار رنگ فرماتے ہیں اور امام ابویوسف کے نزدیک اگر وہ بہتی ہوئی چیز ہے تو کثرت اجزا کا اعتبار ہے اگر پانی زیادہ ہے وضو جائز ورنہ نہیں اور غیر مائع میں وہی اعتبار رقت ہونا چاہیے کہ پانی اپنی رقت پر نہ رہے تو وضو ناجائز ورنہ جائز قال رحمہ اللہ تعالٰی تفصیلہ ان الطاھر المخالط اما من جنس الارض کالتراب والزرنیخ والنورۃ او من غیر جنس الارض وھو اما ان لم یختلط بالطبخ او اختلط بہ بالطبخ وحینئذ اما ان یقصد بہ النظافۃ کالاشنان اولا فھذہ اربعۃ اقسام وحکم الاقسام الثلثۃ الاول انہ ان غلب الماء جاز التوضی وان غلب المخالط لا ومعنی غلبۃ المخالط فی الاول والثالث

ان تزول الرقۃ وفی الثانی ان تغلب لون المخالط عند محمد والاجزاء عند ابی یوسف رحمہما اللہ تعالٰی واذا اعتبر
غلبۃ الاجزاء ففی غیر المائعات ینبغی ان یکون بحیث یخرج الماء عن الرقۃ وفی روایۃ عن ابی یوسف فی ھذا القسم
انہ ان کان مما لایقصد بہ النظافۃ کالصابون فھو غیر طھور مطلقا سواء غلبۃ الاجزاء اولا ھذا ھو المفھوم
من الفتاوی الظھیریۃ وشروح الھدایۃ وذکر فی الھدایۃ انہ یعتبر فی الغلبۃ اولا اللون ثم الطعم ثم
الاجزاء واما حکم القسم الرابع فاشار الیہ بقولہ او غیرہ طبخ وھو مما لایقصد بہ النظافۃ واطلاق التغیر
وجعلہ قسیما للاخراج عن طبع الماء یتبادر منہ ان مطلق التغیر بالطبخ مانع سواء اخرجہ عن طبع الماء اولا
وھذا ھو المفھوم من الھدایۃ ویؤیدہ ما فی الخزانۃ وفتاوی قاضی خان انہ اذا طبخ فیہ الباقلی وریح الباقلی یوجد
منہ لایجوز بہ التوضی ھذا وقد ذکر فی الفتاوی الظھیریۃ انہ اذا طبخ الحمص او الباقلی فی الماء وصار بحیث اذا
برد ثخن لایجوز بہ التوضی وان لم یثخن ورقۃ الماء باقیۃ جاز اھ وسقناہ تماما وان تقدم اٰخرہ لجمع کلامہ
فی محل واحد۔ **اقول** (۱۹۷۷) اس کا خلاصہ یہ کہ امام ابو یوسف کے نزدیک مطلقا رقت آب پر مدار ہے مگر دو صورتوں میں ایک
یہ کہ کوئی بہتی چیز بغیر طبخ پانی میں ملے کہ اسمیں کثرت اجزاء پر لحاظ ہوگا دوسرے یہ کہ جس چیز سے زیادت نظافت نہ مطلوب ہو طبخ میں اسمیں
مطلق تغیر مانع ہے اور امام محمد کے نزدیک مطلقا اوصاف کا اعتبار ہے مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ ملنے والی چیز جنس زمین سے ہو دوسرے یہ کہ اوس سے
زیادت نظافت مطلوب ہو ان دونوں میں رقت پر نظر ہے ہماری تحقیقات و تنقیحات مذکورہ اور ائمہ کے نصوص و تصریحات مسطورہ پر نظر کرنیوالا
جانیگا جن جن وجوہ سے اسمیں کلام ہے مثلا اول (ف۱) مذہب امام ابو یوسف میں مقصد آخر کے لیے شیئ دیگر ہو جانیکا ذکر باقی رہ گیا اسمیں رقت
کثرت اجزا کسی کا لحاظ نہیں۔ **فان قلت** (۱۹۷۸) الیس قال باعتبار الاجزاء علی قولہ وقد تقدم لک ان معناہ بقاء
التھیؤ لمقصد اٰخر **اقول** (۱۹۷۹) لکن کلامہ بمعزل عنہ الا تری انہ خصہا فی الجامدات بانسلاب الرقۃ۔ **ثانی**
(ف۲) یونہیں مذہب امام محمد میں اس کا ذکر نہ آیا حالانکہ وہ مجمع علیہ ہے جیسا کہ مسائل نبیذ و زعفران وغیرہا میں گزرا **ثالث** (ف۳) نمبر ۲۱۷ و بحث دوم
ابحاث طبخ میں ان کتابوں سے تصریح و تحقیق گزری کہ طبخ میں بھی رقت ہی مدار ہے مجرد تغیر وصف کافی نہیں **رابع** (ف۴) وہیں گزرا کہ منظف
وغیر منظف میں کیا فرق ہے **خامس** (ف۵) نیز یہ کہ صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی سے مذہب منقول ہیں دونوں کا ایک حکم ہے **السادس** (۱۹۸۱)
(ف۶) انما الغلبۃ قطب الرحی فلا تخص بہا الاقسام الاولی **السابع** (ف۷) محمد لایقتصر علی اللون **الثامن** (۱۹۸۲) (ف۸) محمد و الخلط
بلا تغیر مما لایمنع اجماعا فلا بد من تقیید اطلاق ما ذکر روایۃ عن الثانی فی القسم الثانی **التاسع** قدمنا
ما فی استشھادہ باطلاق التغیر وجعلہ قسیما لزوال الطبع قبیل ۲۱۸ **العاشر** (ف۹) حققنا مفھوم الھدایۃ
فی ثانی ابحاث الطبخ وان ما فھم منہ من الاجتزاء بمجرد تغیر الوصف الذی استشھد علیہ بعبارۃ الخزانۃ

ف۱: معروضۃ علی العلامۃ البرجندی
ف۲: معروضۃ علیہ
ف۳: معروضۃ علیہ
ف۴: معروضۃ علیہ
ف۵: معروضۃ علیہ
ف۶: معروضۃ علیہ
ف۷: معروضۃ علیہ
ف۸: معروضۃ علیہ
ف۹: معروضۃ علیہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

والخانیۃ غیر مراد **الحادی عشر** ذکرنا معنے کلام الخانیۃ فی ۲۱ وانہ لایؤیدہ ما یرید **الثانی عشر** ذکرنا فی ثانی ابحاث الطبخ فی الاستناد بما بثلثۃ وجوہ **چہارم ضابطۂ زیلعیہ** عبارت امام زیلعی ۲۸ میں گزری اور اوسکا خلاصہ ارشاد یہ کہ جو پانی درختوں سبزیوں نے پی لیا یا انعطفت مثل صابون وغیرہ کے سوا اور کوئی چیز اوسمیں پکانے سے نہایت کمال میل ہوگیا یا اوطرح دوسری چیز مل کر اوسپر غالب آگئی ہو اس سے وضو جائز نہ ہوسکا جائزنہ تین اسباب تقیید الماء الذی ہیں سبب سوم یعنی بلا طبخ وتشرب غلبۂ غیر کی یہ تفصیل کہ جامد شے ملی تو پانی رقیق نہ رہے اور بہتی چیز اگر رنگ مزہ بو تینوں وصف میں پانی کے مخالف ہی تو دو وصف بدلدے اور دو یا ایک میں مخالف ہی تو ایک ہی بدلنا کافی ہے اور کسی میں مخالف نہیں تو کثرت مقدار کا اعتبار ہے اگر پانی مقدار میں زائد ہی وضو جائز ہے ورنہ نہیں

اقول [۱۹۸۳] وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق یہ فقیر حقیر غفرلہ الغفور القدیر اکابر کے حضور زبان کھولنے کی کیا لیاقت رکھتا ہی مگر بحمد المولی سبحنہ وتعالی جب دامن ائمۂ مذہب رضی اللہ تعالی عنہم ہاتھ میں ہو تو دل قوی ہوتا ہی بیان امام فخر زیلعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے دو حصے ہیں پہلا ضابطۂ تقیید یعنی پانی کس کس سبب سے مقید ہو کر آب مطلق نہیں ہوتا اور وضو نہیں ہوتا ایون لفظوں میں تھا کہ تشرب نبات یا کمال امتزاج بطبخ غیر منظف یا غلبۂ غیر بس اسمیں صرف تین وجہ سے کلام ہی **اول** یہ کلام نفیس وصحیح ورجیح ونجیح تھا اگر کلام آتی میں غلبۂ غیر کو زوال رقت غلبۂ اوصاف وکثرت مقدار سے خاص نہ کرتے کہ زوال اسم تبدل مقصود کو بھی شامل رہتا کما قدمنا فی مبحث غلبۃ الغیر **اقول** [۱۹۸۴] بلکہ اب صرف غلبۂ غیر پر قناعت بس تھی کہ تشرب نبات وامتزاج بالطبخ کو بھی شامل مگر اوس تخصیص سے تقیید کا اجماعی سبب اعنی تبدل مقصود باقی رہگیا اور وہ بس کہنا صحیح نہ ہوا اسکی تحقیق وتنقیح مستطاب ہو کلام محرر والو سعود سے جواب، ۲۸ میں گزری اوباللہ التوفیق بغیر عرض من نیک ہی دوم تشرب نبات سے قاطر کرم کو کہ آپ ٹپکتا ہی خارج فرمانا اگرچہ ایک جماعت اکابر نے مانا تحقیق اوسکے خلاف ہی اسکا بیان ۲۰ میں گزرا یہ اعتراض امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں کیا فقال فی اثناء نقل الضابطۃ حین بلغ ہذا المحل ما نصہ لکن عرفت ما فی ہذا الحکم من الخلاف وما فی ہذا التعلیل من المعارضۃ فی المعنی کما قدمنا انہ امر الکافی عن المحیط وذکرنا ان الظاہر انہ الاوجہ لم **اقول** بلکہ اوسکے پانی پہنچنے میں کلام ہے اسکا بیان حاشیہ ۲۰ میں گزرا **سوم** **اقول** [۱۹۸۶] مطبوخ منظف کا حکم باقی رہگیا فانما اخرجہ من الطبخ بالقید ومن الغلبۃ بقولہ غلبۃ الممتزج بالاختلاط من غیر طبخ ولا تشرب نبات دوسرا ضابطۂ غلبۂ بے تشرب وطبخ وہ یہاں سے آغاز ہوا کہ اگر جامد شے ملی الی آخرہ **اقول** [۱۹۸۷] اصل میں جو کچھ فرمایا منقول تھا یہ وہی امام ممدوح کا ایجاد واجتہاد ہے جسے امام محقق علی الاطلاق پھر علامہ شرنبلالی پھر علامہ شامی بلفظ التحکم تعبیر فرمایا قصہ شارح الکنز رحمہ اللہ تعالی التوفیق بین کلام الاصحاب باعطاء ضابط فی ذلک اور یہی متعدد ایرادات ومجمع ہرگونہ مخالفات ہی **اولہما** چہارم ذکر اون چیزوں کا ہی جو پانی کو مقید کر دیں کہ پانی ہی نہ رکھیں اور سلب رقت ہو کر

له ہذا تعبیر الفقیر... المحقق حیث اطلق ... ومثلہ للشامی ... ونقل الشرنبلالی ... فی الغنیۃ ... کما قال ... الزیلعی التحکم ... لہذا الضابطہ ... منہ غفرلہ

معروضہ [۱۹۸۳] علی العلامۃ الزیلعی

معروضہ [۱۹۸۴] علیہ

تطفل [۱۹۸۵] علی البحر والنہر ... الزیلعی

تطفل [۱۹۸۶] علیہ

تطفل [۱۹۸۷] علیہ

پانی ہی رہیگا تو سبب سوم کی حاجت نہیں تو سب سے پہلی حذف ہونی چاہیے یہ اعتراض امام ابن الہمام کا ہے حیث قال بعد نقل الضابطۃ والوجہ ان یخرج من الاقسام ماخالط جامدا فسلب رقتہ لان ہذا لیس بماء مقید والکلام فیہ بل لیس بماء اصلا کما یشیر الیہ قول المصنف الا ان یغلب فیصیر کالسویق لزوال اسم الماء عنہ الا انہ تعلق بمخلوط الخالق واقرہ اقول ۱۹۸۸ وماھو الاشبہ الاخذ علی اللفظ اذلا اثر لہ علی الاحکام وامثلہ فی الفقہ بنادر پنجم خرما جامد ہے تو بحکم ضابطہ نبیذ سے وضو جائز ہونا چاہیے جبتک پانی رقیق ہو حالانکہ یہ خلاف صحیح ہے اور روایت جواز سے امام نے رجوع فرمائی اقول ۱۹۸۹ خرما کی کیا تخصیص ہے کہ صحیح ومرجوع مختار ومرجوع سے فرق کیا جائے کشمش منقّٰی انجیر وغیرہا سب جامد ہیں اور انکی نبیذ سے وضو بالاجماع باطل اور بحکم ضابطہ جواز چاہیے ششم یونہی زعفران جامد ہے تو اگرچہ تینوں وصف بدل دے بروئے ضابطہ جواز رہی جبتک رقت باقی ہو حالانکہ حکم منصوص عدم جواز ہے جبکہ رنگنے کے قابل ہوجائے یہ اعتراض علامہ صاحب بحرالرائق کے ہیں انکا ذکر ۲۸ و ۲۹ میں گزرا مع ماحاول البحر من توجیہہ ورد النہر علیہ وتحقیق الرد بما لامزید علیہ وقدمنا ایضا فی ۱۲ ماورد فی مسألۃ الزعفران من عبارات ظواہرہا متنافیۃ وردہا بتوفیق اللہ تعالٰی الی جادۃ واحدۃ صافیۃ اقول ۱۹۹۰ وبہ ظہر وللہ الحمد محمل مافی البحر اذقال بعد ماذکر تبعا للہدایۃ ان ماء الزعفران ماء مطلق عندنا ومقید عند الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ مانصہ فان قیل لو حلف لایشرب ماء فشرب ہذا الماء المتغیر لم یحنث ولو استعمل المحرم الماء المختلط بالزعفران لزمتہ الفدیۃ ولو وکل وکیلا بان یشتری لہ ماء فاشتری ہذا الماء لایجوز فعلم بہذا ان الماء المتغیر لیس بماء مطلق قلنا لانسلم ذلک ھکذا ذکرہ السراج الہندی اقول ولئن سلمنا فالجواب اما فی مسألۃ الیمین والوکالۃ فالعبرۃ فیہما للعرف وفی العرف ان ہذا الماء لایشرب واما فی مسألۃ المحرم فانما لزمتہ الفدیۃ لکونہ استعمل عین الطیب وان کان مغلوبا اھ فالکلام فی ماء خالطہ زعفران قلیل فغیر لونہ ولم یجعلہ صالحا للصبغ فہذا ہو الباقی علی اطلاقہ الصالح للطہارۃ بہ وفیہ یستقیم قول العلامۃ السراج الہندی ان شاربہ لایحنث وان المحرم یفدی باستعمالہ وان الوکیل ان شراہ لایلزم الموکل کیف وھو ماء مطلق وقلیل التغیر ھدر شرعا وعرفا اقول ۱۹۹۱ والا لم یحنث بشرب ماء المد ولم یجز شراء الوکیل ممن احرزہ وھو کما تری وقد ۱۹۹۲ صرحوا ان الطیب ان طبخ فی طعام سقط حکمہ والا فالحکم للغالب فان غلب الطیب وجب الدم وان لم تظہر رائحتہ کما فی الفتح والا فلا شیئ علیہ غیر انہ اذا وجدت معہ الرائحۃ کرہ وان خلط بما یستعمل فی البدن کاشنان ونحوہ ففی رد المحتار عن المسلک المتقسط عن المنتقی ان کان اذا نظر الیہ قالوا ھذا اشنان فعلیہ

صدقۃ وان قالوا ھذا طیب علیہ دم اھ وما قالوا فیما خلط بمشروب ان الحکم فیہ للطیب مطلقا فان غلب وجب الدم
والا فالصدقۃ الا ان یشرب مرارا فالدم فقد بحث فیہ فی البحر انہ ینبغی التسویۃ بین الماکول والمشروب
المخلوط کل منھما بطیب مغلوب اما عدم وجوب شیئ اصلا ای کما قالوا فی الطعام او وجوب الصدقۃ ای کما قالوا
فی الشراب ویؤید بحث البحر ما فی التبیین لو اکل زعفرانا مخلوطا بطعام ولم تمسہ النار یلزمہ دم ان مستہ فلا شیئ علیہ
وعلی ھذا التفصیل فی المشروب اھ وفی البحر عن مناسک الامام ابن امیر الحاج بحثا ان کان الطیب غالبا او اکل منہ
او شرب کثیرا فعلیہ الکفارۃ والا فصدقۃ وان کان مغلوبا او اکل منہ او شرب کثیرا فصدقۃ والا فلا شیئ
علیہ اھ فقد سویا بین الماکول والمشروب ۱۹۹۳ اقول علی ان ایجاب الصدقۃ فی المشروب بالطیب المغلوب
لا یوجب ان الاطلاق بہ مسلوب الا تری ان قطرات من ماء الورد تطیب ارطالا من الماء ولا یصح لعاقل ان
یقول انہ خرج من کونہ ماء کلبن خلط بنزر من عنبر او مسک لا یسوغ لاحد ان یقول لم یبق لبنا وبالجملۃ فالامر
انما تستقیم فیما لم یصلح للصبغ وعلیہ یدل قول الھدایۃ لنا ان اسم الماء باق علی الاطلاق الا تری انہ لم یتجدد لہ
اسم علی حدۃ اھ فان ما صلح للصبغ قد تجدد لہ اسم یحیا لہ یقال لہ صبغ لا ماء فکیف یحنث شاربہ ولم لا
یخالف شاربہ فقد بان ان الذی سلکہ البحر مھیع واضح وھو محمل کلام العلامۃ السید الازھری اذ قال اعلم ۱۹۹۴
ان اعتبار بقاء الرقۃ والسیلان دون تغیر الاوصاف فیما اذا کان المخالط جامدا کزعفران یقتضی جواز الاستعمال
ولو غیر الزعفران لون الماء لاطلاق اسم الماء علیہ ومنع بان المحرم لو استعملہ لزمتہ الفدیۃ فذکر الاسئلۃ الثلاثۃ
واجوبۃ الھندی والبحر فانما اراد التغیر القلیل المغتفر وحینئذ جواز الاستعمال صحیح مقرر ولم یرد بہ تقریر
ایراد البحر علی الضابطۃ فانہ فیما صلح للصبغ وعندئذ جواز الاستعمال باطل منکر دل علیہ قولہ لاطلاق اسم
الماء علیہ وقد افصح بالمراد اذ قال عقیب ما مر وھذا اذا کان بحال لا یصبغ بہ فان امکن الصبغ بہ لم یجز کنبیذ
تمر ونحوہ عن البحر اھ فاعرفہ تثبت ہفتم دودھ کو اقسام غلبہ کی قسم دوم میں شمار فرمانا محل کلام ہے بلکہ وہ قسم اول میں ہے کہ بلاشبہ
ایک جدا خوشبو رکھتا ہے جو پانی میں نہیں یہ اعتراض علامہ غیر رملی کا ہے وقد تقدم فی ۱۳۴ وانہ تبعہ فیہ ش ووقع
فی حاشیۃ مراقی الفلاح للعلامۃ ط تحت قول المتن وما لہ وصفان فقط کاللبن لہ اللون والطعم
ولا رائحۃ لہ فیہ انہ یشم من بعضہ رائحۃ الدسومۃ اھ ۱۹۹۵ اقول بل من کلہ وان خفی فی بعضہ للاذ تغلی
کما قدمت ہشتم آب بطیخ کو قسم سوم میں شمار فرمانا بھی محل نظر ہے کہ یقینا اوسکی بو پانی کے خلاف ہے اور بعض کا
رنگ بھی سرخ یا زرد یہ اعتراض بھی علامہ رملی کا ہے وقدمر فی ۲۷۹ واشرنا ثمہ ان مرادہ ما لا لون لہ وان کان

تام سیاقه حیث جعل اللبن مخالفا للماء فی وصفین اللون والطعم وقال فی ماء البطیخ یخالفه فی الطعم فتعتبر الغلبة فیه بالطعم اھ انظر الدھن لایخالف منه الماء الا فی الطعم کما قال العلامة الشرنبلالی فی مراقیه ان بعض البطیخ لیس له الا وصف واحد اھ وتبعه ابو السعود ثم ط وکذلک ش لو قال ماء البطیخ ای بعض انواعه موافق للماء فی عدم اللون و الرائحة مباین له فی الطعم اھ **اقول** ۱۹۹۶ وذلک لان مالا یخالفه الماء فی الرائحة نادر بخلاف مایوافقه فی اللون کما دل علیه کلام العلامة الخبیر ومالا یخالف فی لون ولا رائحة اندر والحاجة مندفعة بالحمل علی کثیر الوجود لانه اذا لم یخالفه الا فی وصفین کفی فی الضابطة تغیر احدھما وطعمه اقوی من ریحه فاجتزأ به وبه یخرج الجواب عن المخالفة المذکورة فی ۲۰۲ فتنبه ۱۹۹۷۔ یہ ہیں وہ ایرادات کہ کلام علما میں تقریر ضابطہ پر نظر سے گزرے۔ **وانا اقول** ۱۹۹۸ وباللہ التوفیق انکے سوا وہ محل ایرادات کثیرہ ہے اجمالاً بھی اور تفصیلاً بھی تفریعاً بھی اور تاصیلاً بھی مثلاً **نہم** ف غیر تمر کی نبیذ سے بھی وضو جائز ہو جبتک رقیق رہے حالانکہ خلاف اجماع ہے وقد ذکرناہ انفا **دہم** ۱۹۹۹ ف۲ ہر شربت سے جائز ہو حالانکہ خلاف نصوص متواترہ ہے دیکھو ۲۰۵ و ۲۸۸ **یازدہم** ۲۰۰۰ ف۳ دوا خیساندہ سے جائز ہو حالانکہ خلاف اصل مجمع علیہ ہے **دوازدہم** ۲۰۰۱ ف۴ کسیس یا زور وشنائی ملکر لکھنے کے قابل کردے جب بھی جائز ہو اگر رقت نہ جائے یہ بھی اصل اجماعی کے خلاف ہے **سیزدہم تا پانزدہم** ۲۰۰۲ ف۵ پینے کا پانی خوشبو کرنے کو گھڑے بھر میں قلیل کیوڑا گلاب بید مشک ڈالتے ہیں وہ یقیناً وہی رہتا ہے جو مطلق آب کے نام سے مفہوم ہوتا ہے مگر بروئے ضابطہ پانی نہ رہا **شانزدہم و ہفدہم** ۲۰۰۳ ف۶ زعفران یا شہاب حل کیا ہوا پانی اگر پانی ہی میں ملکر صرف رنگ بدلے اگر رنگنے کے قابل کر دیا تو بالاجماع ورنہ امام محمد کے نزدیک اس سے وضو ناجائز ہے اور حکم ضابطہ سب کے خلاف مسئلہ **ہجدہم** ۲۰۰۴ ف۷ تو بین بودار پڑیا کا حل کیا ہوا پانی جبکہ بو غالب نہو کہ ہلکے بدلے رنگ بدل جائے **نوزدہم** ۲۰۰۵ ف۸ سفید انگور کا سرکہ جب صرف بو بدلے باتفاق ارشادات ائمہ جواز ہے اور حکم ضابطہ ممانعت **بستم و بست و یکم** ۲۰۰۶ ف۹ رنگین سرکے جبکہ مزہ یا بو کوئی الاوصاف ہو جب صرف مزہ و بو تبدیل کریں حکم منصوص ائمہ جواز ہے اور ضابطہ مخالف انکا ذکر ۲۰۱ سے ۲۰۵ تک گزرا اور وہ ترک کردیے جن میں صرف امام محمد سے خلاف ہے۔ یہ بر تطبیق بحر الرائق بعض جزئیات سے کلام تھا اب اصول کو لیجئے

فاقول ۲۰۰۷ وباللہ التوفیق **بست و دوم** ف۱۰ جامدین میں زوال رقت پر قصر صحیح نہیں اس کا بیان ۲۸۷ میں گزرا۔ **بست و سوم** ۲۰۰۸ ف۱۱ زوال رقت کا جامد پر قصر صحیح نہیں اس کا بیان رسالۃ الدقۃ والتبیان میں گزرا **بست و چہارم** ۲۰۰۹ ف۱۲ اول الجامات غلبہ غیر میں گزرا کہ قول صحیح معتمد و مذہب و ظاہر الروایۃ قول امام ابو یوسف ہے اور ضابطہ صراحۃً اس کے خلاف کہ اوسمیں اوصاف ساقط النظر اور اسمیں اعتبار اوصاف **بست و پنجم** ۲۰۱۰ ف۱۳ ضابطہ ہشتم میں تحقیق و تنقیح قول امام محمد گزری کہ اولاً صرف رنگ معتبر ہے اسمیں خلاف نہو تو صرف مزہ۔ اوسمیں بھی خلاف نہ ہو تو اجزا۔ ضابطہ کا حرف حرف اس ترتیب کے خلاف ہے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

تو ان سے دونوں امام مذہب سے صریح اختلاف ہے **اقول** [۲۰۱] والعجب ان الامام الفخر رحمه الله تعالٰی ورحمنا به
في الدنيا والأخرة حاول ههنا التوفيق بين ما جاء في الباب عن الاصحاب مما ظاهره الاضطراب وقد عد فيما هذا القول
قول محمد ايضا لكن حيث اتى على التوفيق لم يلم به اصلا وما كان له ان يلتئم مع صريح نقيضه وهذا كلامه
رحمه الله تعالى اعلم ان عبارات اصحابنا مختلفة في هذا الباب مع اتفاقهم ان الماء المطلق يجوز الوضوء به وما
ليس بمطلق لا يجوز فعن [۱] ابي يوسف ماء الصابون اذا كان ثخينا قد غلب على الماء لا يتوضأ به وان كان رقيقا يجوز وكذا
ماء الاشنان ذكره في الغاية وفيه [۲] اذا كان الطين غالبا عليه لا يجوز الوضوء به وفي [۳] الفتاوى الظهيرية اذا طرح
الزاج في الماء حتى اسود جاز الوضوء به وكذا العفص اذا كان الماء غالبا وفيه [۴] ان محمدا اعتبر بلون الماء وابا يوسف
بالاجزاء وفي المحيط عكسه وفي [۵] الهداية الغلبة بالاجزاء لا بتغير اللون وذكر [۶] الاسبيجابي ان الغلبة تعتبر اولا
من حيث اللون ثم من حيث الطعم ثم من حيث الاجزاء وفي [۷] الينابيع لو نقع الحمص والباقلاء وتغير لونه وطعمه
وريحه يجوز الوضوء به واشار [۸] القدوري الى انه اذا غير وصفين لا يجوز الوضوء به وهكذا جاء الاختلاف في هذا الباب
كما ترى فلابد من ضابط وتوفيق بين الروايات اھ ثم ذكر الضابطة ورد الاقوال اليها ملخصا كما نقلنا في ۲۸۷ و
تلك ثمانية نصوص اربعة تحامل الاول المخالط الجامد عليه الثلثة الاول والسابع والثامن ثم ما يخالف في الثلثة
وعليه الثامن الثالث يخالف في البعض وعليه الرابع فيما حكي عن محمد الرابع الموافق وعليه الخامس بقي هذا السادس الذي هو قول محمد تماما
ولا محمل له فان الضابطة وزعت والنص رتب واين الترتيب من التوزيع غير ان البحر في البحر اراد ايراده هذا المورد فاورد ما لا يحصل له هذا
العبد حيث قال وانما قول من قال العبرة للون ثم الطعم ثم الاجزاء فمراده ان المخالط المائع ان كان لونه مخالفا للون الماء فالغلبة تعتبر من حيث اللون
وان كان لونه لون الماء فالعبرة للطعم ان غلب طعمه على الماء لا يجوز وان كان لا يخالفه في اللون والطعم والريح فالعبرة
للاجزاء اھ **اقول** [۲۰۲] اولا اذا كان العبرة باللون فيما يخالفه فيه وحده او مع وصف اخر او في الاوصاف جميعا
وكذا الطعم فكلام الامام الاسبيجابي اما فيما لا يخالف الا في ذلك الوصف وحده او فيما يخالف في وصفين او
اعم لا سبيل الى الاخيرين لانه اذا خالف في وصفين فايهما تغير غير ففيم القصر على احدهما **وايضا** [۲۰۳] ليكن اوصافه
اللون والطعم فمن الذي قدم اللون واخر الطعم وعلى الاول كان المعنى ما لا يخالف الا في اللون كان المعتبر فيه اللون
وما لا يخالف الا في الطعم كان المعتبر فيه الطعم وما لا يخالف في شيء فالعبرة فيه بالاجزاء فمن اين جاء الترتيب
ولو لم يقل العبرة اولا بالطعم ثم اللون ثم الاجزاء او بالاجزاء ثم الطعم ثم اللون الى غير ذلك من التقليبات
اذ كلها حينئذ متساوية الاقدام في البطلان والاهمال **وايضا** [۲۰۴] تبقى عليه خمسة من سبعة فان المخالفة

تطفل ۱ علیها
النور
النور
تطفل ۲ علی البحر

فی لون او طعم او ریح او لون وطعم او لون وریح او طعم وریح او فی الکل فکیف قصر الحکم علی اثنین **وثانیا**[٢١٥] هل هو یعتبر الریح ام لا الثانی یرد الضابطة وعلی الاول لم حذفها وکیف استقام له نقل الحکم بعد الطعم الی الاجزاء **وثالثا**[٢١٦] عبارة الامام الاسبیجابی قدمناها مع کثیر من موافقاتها صدر البحث الاول من الضابطة السادسة وهی بکل جملة جملة منها تخالف الضابطة وتأبی محملها المبنی علی النوع المبدل احکامها اذ یقول ان غیر لونه فالعبرة للون مثل اللبن وقدمنا ان اللبن یخالف فی الثلاث فکیف اجتزء بواحد **ورابعا**[٢١٧] یعین اللون انتم القائلون کالامام الضابط ان کان لون اللبن او طعمه هو الغالب لم یجز الوضوء **وخامسا**[٢١٨] قال والخل وهذا الی کونه ذا الثلاث اقرب من اللبن فمعلوم قطعا انه یخالف الماء طعما وریحا وقد اعتبر اللون فخالف فی الثلاث ولم یعتبر وصف بالخل **وسادسا**[٢١٩] قال والزعفران وهذا اظهر من اللبن فی جمع الثلاث والزم من الخل فی الاجتزاء بواحد لکون لونه اسبق عملا والخل مما کان منه کذلک والا فنظره هو اللون نفسه لا لکونه دلیلا علی تغیر غیره قبله لکونه اضعف منه **وسابعا**[٢٢٠] قال وان لم یغیر لونه بل طعمه فالعبرة للطعم نفی توزیع الحکم الی ترتیبه وارشد انه ان غیر لونه فلا عبرة للطعم **وثامنا**[٢٢١] قال مثل ماء البطیخ والاشجار والثمار والانبذة هذا فیما لا یلون ولا شک ان فیها ذوات الرائحة ولربما کان ریحها اغلب فلم یعتبرها وقصر الحکم علی الطعم **وتاسعا**[٢٢٢] قال وان لم یغیر لونه وطعمه فالعبرة للاجزاء اسقط الریح رأسا وهو الحق الناصع کما قدمنا فی ٢٩٨ **وعاشرا**[٢٢٣] قال فان غلب اجزاؤه علی اجزاء الماء لا یجوز الوضوء به کالماء المعتصر من الثمر والاشجار کالماء المتقاطر من الکرم بقطعه جعل الذی یخرج من ثمر بعصر او کرم بقطع ماء وجعل الاول مغلوب الاجزاء باجزاء الثمر والثمر جامد فاعتبر فی هذا الجامد الاجزاء دون الرقة فانه ربما یکون رقیقا کماء النارجیل والتمر الهندی . هذه بکلام الامام القاضی الاسبیجابی وانتم قلتم قول من قال فهم کل من قال بهذا الترتیب فاذن **الحادی عشر**[٢٢٤] اعتبر فی خزانة المفتین والنهایة عن زاد الفقهاء وفی جامع الرموز عن الزاهدی فی العصیر اللون مع ان طعمه ربما کان اسبق **الثانی عشر**[٢٢٥] هو ذو الثلثة واجتزء بواحد **الثالث عشر**[٢٢٦] اعتبر البدائع فی ماء العصفر اللون ولم یلاحظ الریح وربما تکون اغلب **الرابع عشر**[٢٢٧] اعتبر البدائع ثم الحلیة فی خل العنب الابیض الطعم ولا شک ان ریحه اسبق **الخامس عشر**[٢٢٨] فی العینی عن زاد الفقهاء والقهستانی عن الزاهدی ان توافقا لونا وطعما کماء الکرم فالعبرة للاجزاء اھ وانت تعلم ان الماء القراح لیس بازرق منه فاعتبروا فی الجامد الاجزاء **السادس عشر**[٢٢٩]

https://www.facebook.com/darahlesunnat

كلامهم جميعاً نص مفسر فی اعتبار الترتيب فرده الى التوزيع غير مصيب هذا كله بكلام الذين تسندون اليهم وهاتا وبلكم **فالسابع عشر** قولكم مراده ان المخالط المائع للماء ان كان لونه مخالفا فالغلبة من حيث اللون **اقول** نعم ويعم باطلاقه ما يخالف فی اللون مع الباقيين فلم اجتزء بواحد **الثامن عشر** يشمل ما يخالف فی اللون ووصف اخر اسبق من اللون ففيم انتظر اللون **التاسع عشر** مثله الامام الاسبيجابی والامام السمعانی فی الخزانة والبرجندی فی شرح النقاية بالزعفران و خصصتم بالمائع حوطا على الضابطة **العشرون** قولكم وان كان لونه لون الماء فالعبرة للطعم **اقول** نعم ويعم ما خالف بريح اسبق فانى يوافق الضابطة **الحادی والعشرون** اثر طعمه وفاق اللون فان العبرة فی الضابطة بالطعم مطلقا وان خالف فی اللون ايضا اذا لم يكن ذا ريح وكان طعمه اسبق **الثانی والعشرون** مثله الامام الاسبيجابی وزاد الفقهاء ثم البدر محمود والشمس القهستانی بالانبذة زاد الزاهدی والعينی للمشمش فمن اين التخصيص بالمائع **الثالث والعشرون** قولكم وان كان لا يخالفه فی اللون والطعم والريح فالعبرة للاجزاء **اقول** قال الامام البرهان فی الهداية فی الماء الذی اختلط به الزعفران او الصابون او الاشنان الخلط القليل لا يعتبر به لعدم امكان الاحتراز عنه كما فی اجزاء الارض فيعتبر الغالب والغلبة بالاجزاء لا بتغير اللون هو الصحيح اه فاين ذهب تخصيص المائع **الرابع والعشرون** ذكر الريح لا اثر له فی كلامهم وانما زيد رعاية للضابطة كما علمت فاذن انما هی نصوصهم انه ان لم يخالفه فی اللون والطعم فالعبرة للاجزاء وهذا خلاف الضابطة **الخامس والعشرون** مما يسلك فی السلك ان البحر نقل عبارة عن المجمع واستصعبها الى الضابطة ثم لم يرشياً رده عليه الشامی فی حاشيته وعندی فی الكل نظر قال فی المجمع وتجيزه بغالب على طاهر كزعفران تغير به بعض اوصافه اه قال البحر تقييد ان للتغير لو كان وصفين يجوز او كلها لا فان قال لا يمكن حمله على شیء كما لا يخفى اه ای على شیء من المحامل الاربعة وذلك الخ لانه ليس فی الضابطة قسم يمنع بتغير الثلثة دون الاثنين قال والذی يظهر ان مراده من البعض البعض الاقل وهو الواحد كما هی عبارة القدوری تصحيحا للكلام ويدل عليه قوله فی شرحه فغير بعض اوصافه من طعم او ريح او لون كرها والتی هی احد الاشياء بعينها التی اوقعها بيانا للبعض ولا يظهر لتغيير عبارة القدوری فائدة اه **اقول** قدمنا فی الضابطة الخامسة تحقيق ان بعضا ههنا يشمل الكل فما غير الكل فقد غير البعض فان اخترنا الضابطة قلنا قوله تغير به بعض اوصافه صفة للزعفران لا لطاهر حتى يكون قيدا فی الحكم فالحكم بالغلبة وهی فی كل قسم بحسبه لما بسلامة الاوصاف جميعا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

او اکثرها او الرقة وحدها وان تغيرت وهذا فی الجامد ومنه الزعفران فالماء الغالب وان تغیر به بعض اوصافه ولو فی ضمن الکل ما دامت الرقة باقیة ولا حاجة الی التقیید لان الکلام فی الماء وما نحن لیس بماء فهذا توفیق عبارة المجمع بالضابطة ولا صعوبة فیه اما علی المذهب فنقول تغیر به صفة لطاهر والمعنی نجیزه بماء خالطه طاهر فغیر بعض اوصافه حتی الکل ما دام الماء غالبا قدرا او طبعا واسما فالکلام وجیه صحیح لا یحتاج الی تمحل للتصحیح فلیکن **السادس والعشرین** وقال العلامة الشامی فی المنحة اقول قول المجمع و نجیزه بغالب علی طاهر لا یخلو اما ان یحمل علی الاعم من الجامد والمائع او علی الجامد فقط ولا سبیل الی حمله علی المائع فقط لقوله کزعفران فان حمل علی الاعم لا یصح حمل البعض علی الواحد لان غلبة المخالط الجامد تعتبر بانتفاء الرقة لا بالاوصاف فضلا عن وصف واحد وایضا بالنظر الی المخالط المائع لا تثبت الغلبة فیه بوصف واحد مطلقا فانه اذا کان مخالفا للماء فی کل الاوصاف یعتبر ظهورها کلها او اکثرها وان حمل علی الجامد فقط فقد علمت مما قررناه ما یرد علیه من انه یعتبر فیه انتفاء الرقة والسیلان وان تغیرت الاوصاف کلها ما لم یزل عنه اسم الماء کما یاتی التقیید به فلا فرق بین الزعفران وبین ماء الباقلاء والحاذ الذی فی الینابیع والظهیریة فکما اعتبر فیه انتفاء الرقة فلیعتبر فی الزعفران نعم فی عبارة المجمع تأمل من حیث ایهامها انه لو تغیر الاوصاف کلها لا یجوز الوضوء به فانه لیس علی اطلاقه فیقید بانتفاء الرقة او یقال اذا تغیرت الاوصاف کلها بنحو الزعفران یزول اسم الماء عنه غالبا فقد ظهر لک امکان حملها علی ما قررته وان حملها علی ان المراد بالبعض الواحد کما هو ظاهر عبارة شرحه یقوی الاشکال فیجب تأویل ما فی شرحه علی انه لیس المراد تغیر واحد فقط وعلی ان او بمعنی الواو فینتظم الکلام والله تعالی ولی الالهام اھ

اقول اولاً حیث الابهام افهمناک حاله **وثانیاً** اشتبه علیه رحمہ اللّٰہ تعالٰی غلبة الماء الذی فی کلام المجمع فان الباء فی کلامه صفة للماء بغلبة المخالط فقال بالنظر الی المخالط المائع لا تثبت الغلبة فیه بوصف واحد مطلقا الخ وانما حقه ان یقول بالنظر الی المخالط المائع لا تبقی غلبة الماء بعد تغیر وصف واحد مطلقا فانه اذا لم یخالف الماء الا فی وصفین فغیر واحدا فقد غلب علی الماء **وثالثاً** حاصل ما اطال به رحمہ اللّٰہ تعالٰی بعد تصحیحه بما ذکرنا ان مفاد العبارة علی هذا الحمل غلبة المخالط اذا غیر اکثر من وصف والماء اذا غیر وصفا واحدا هذا بالمنطوق وذاک بالمفهوم والاول باطل فی الجامد مطلقا ولا بد من ارادته ولو فی ضمن العموم لقوله کزعفران فان المناط فیه الرقة وان غیر الاوصاف طرا والثانی باطل فی مائع لا یخالف الا فی وصفین فانه یغلب اذا غیر وصفا **اقول** الاعتراض بالمائع ذهول عن سنن سلکه ههنا الامام الضابط واقتفی اثره البحر فانهما حملا کل مطلق فی النص علی صورة

ف۱: تطفل علی البحر

ف۲: معروضة علی العلامة ش

ف۳: معروضة ثالثة علیه

ف۴: معروضة رابعة علیه

خاصة فكما احال النووي الرقة على الجامد ولم يرد عليه ان المائعات تمنع مع بقاء الرقة وحال الغلبة بالاجزاء على المائع الموافق ولم يرد عليه انه منقوض بغيره وحال المنع بتغير وصف واحد على مائع يخالف في وصف او وصفين ولم يرد عليه النقض بما يخالف في الثلاث فكذا اذا احال المنع باكثر من وصف على ما يخالف في الثلاث كيف يرد عليه النقض بالمخالف في وصفين وقد قبلتموه في عبارة القدوري والكنز والمختار فلم تمنعون عبارة البحر بتوهم الخصوص من العموم **فاقول** وللبحر ان يختار العموم ولا يرد الايراد ان فان التقييد ربما يكون حفظا للعموم المنفي ما عداه كقوله صلى الله تعالى عليه وسلم الحسن والحسين سيدا شباب اهل الجنة اذ كان في الكهول من هو افضل منهما كالخلفاء الاربعة رضي الله تعالى عنهم اجمعين والتقييد ليس قيدا في الغالب فيكون المعنى تجويزه بالغالب على ما غير بعض اوصافه لا بالغالب على ما غير كلها ولا في المغلوب فيكون المعنى تجويزه بماء خالطه مغلوب غير بعض اوصافه لا بما خالطه مغلوب غير الكل فان فسادهما ظاهر لان الماء مهما كان غالبا والمخالط مغلوبا جاز الوضوء به قطعا من دون تخصيص ولا تقييد بل هو تصوير المغلوب في الغلبة لا انتقال الذهن حيث للمرجوح ايضا شيء من العمل اذ لو لم يعمل اصلا كان مضمحلا كالمعدوم لا مغلوبا والعمل في الرقة ينفي غلبة الماء فلم يبق الا الاوصاف غير ان الجامد مغلوب وان عمل في جميع اوصاف الماء ما دام رقيقا فلو اراد خاصة كفى ان يقول غير اوصافه لم يحتج الى زيادة بعض فعلم انه اراد التصوير فيهما معا والعمل في الماء الذي تتأتى معه المغلوبية في الجامد والمائع معا ليس الا عملا في وصف واحد فان الجامد وان كان مغلوبا مع العمل في الكل لكن المائع اذا عمل في وصفين غلب فوجب ان يراد بالبعض الواحد ليصح تصوير المغلوبية العامة للصنفين وذلك في الجامد مطلقا وفي المائع اذا خالف في الاوصاف جميعا ولا يرد النقض بمائع غيره كما علمت انه المعيار الذي سلكتموه وقبلتموه انتم والناس في كل مقام على انه تصوير والتصوير انما يستدعي وجود صورة يصدق فيها المصور لا استغراق جميع الافراد هذا ما عندي في توجيه كلام البحر **ورابعا** به علم ان ارادة الواحد لا يقوى الاشكال بل على هذا التقدير يهلك الاعضال ولو اريد الاعم لقوى الاعضال فانه يكون منطوق الكلام غلبة الماء اذا تغير بالمائع وصفان وهذا الاصح على الضابطة اصلا **وخامسا** ان بينا الكلام على ما سبق لاذهنه رحمه الله تعالى منقلبا ان الكلام في غلبة المخالط لم يظهر لقوة الاشكال وجه فانك اذا قلت كل مائع غير الماء وصفا او وصفين فقد غلبه ورد عليه ما يخالف الماء في الاوصاف الثلثة كما ورد على ارادة الواحد لو قلت كل ما غير وصفا واحدا غالب لم يرد ايضا الاعم فهما متساويان في الاشكال **وسادسا** ويلكم الآخران عند تغير الاوصاف جميعا بنحو الزعفران يزول اسم الماء غالبا خلافا للشاهد **وسابعا** خلاف النصوص كما تقدم في حكم الانبذة وغيرها

وثامنا ف١ مبنى تأويلكم الاول الحمل على الجامد خاصة اذ هو الذى تديرون فيه الامر على الرقة وعدمها ومعلوم ان حديث الرقة يعم فيه المنطوق والمفهوم فكما ان جامدا غير جميع الاوصاف لايمنع مالم تنتف الرقة كذلك ماغير بعضها لايصلح مالم تبق الرقة فانتفى الفرق بين البعض والكل فبقى القيد ضائعا والمفهوم باطلا وبالجملة لو اراده بالخصوص لما كان وجه لزيادة البعض الموهمة خلاف الحكم المراد والمنصوص وتاسعا ف٢ بون بين بين ماء نقع فيه الحمص والباقلاء وماء خلط بزعفران فادارة الامر فى الاول على الرقة صحيحة وفى الثانى لا كما علمت تحقيقه مرارا ولله الحمد ۵۰

وليس يخفى خيرها وبرها	وقد تقدمت كثير غيرها	حمدا لربى اولا وآخرا	فهذه ستون بحثا فاخرا
صلى عليه القادة الاكارم	الله يعطى والحبيب القاسم	صلى عليه الله من مصطفى	وكل خير من عطاء المصطفى
فى الدين والدنيا والاخرى للابد	منه الرجا منه العطا منه المدد	كلا ولا يرجى لغير نائل	ما نال خيرا من سواه نائل

بالجملہ ضابطہ کلیہ دوسرا احد مذہب امام ابو یوسف و مذہب امام محمد و نصوص متواترہ مذہب سب کے خلاف ہے مذہب حنفی میں یہ تفصیلیں کہیں نہیں ہاں کتب شافعیہ میں انکے قریب تھیں شاید وہیں سے خیال اہلِ ضابطہ میں رہیں۔ امام بدر محمود عینی بنایہ میں فرماتے ہیں مذہب الشافعی على التحرير ان الماء اذا تغير احد اوصافه بما لايمكن حفظ الماء عنه كالطحلب وما يجرى على الماء من الملح والنورة ونحوهما جاز الوضوء به لعدم امكان صون الماء عنه وان كان مما يمكن حفظه عنه فان كان ترابا طرح فيه فكذلك لانه يوافق الماء فى كونه طهورا وهو كالطرح فيه ماء آخر فتغير به وان كان شيئا سوى ذلك كالزعفران والطحلب اذا دق وطرح فيه وغير ذلك ومما يتغير الماء منه لم يجز الوضوء به لانه زال اطلاق اسم الماء بمخالطة ماليس بطهور والماء مستغن عنه فصار كالخل وكالمائع المخالط بالماء ان قل جازت الطهارة به والا فلا وبماذا تعرف القلة والكثرة ينظر فان خالفه فى بعض الصفات فالعبرة بالتغير فان غيره فكثير والا فقليل وان وافقه فى صفاته كماء ورد انقطعت رائحته ففيما يعتبر به القلة والكثرة فيه وجهان احدهما ان كانت الغلبة للماء جازت الطهارة به وان كانت للمخالط لم يجز ومنهم من قال اذا كان ذلك قدرا لو كان يخالف الماء فى صفاته لم يغيره لم يمنع ولو خالط الماء المطلق ماء مستعمل فطريقان اصحهما كالمائع وفيه وجهان وبهذا قطع جمهورهم وصححه الرافعى الخ وحاصله ان العبرة بالاجزاء انما هى فى المائع الموافق للماء فى جميع الصفات والاخبار اوصاف وهذا ما فرع به فى الضابطة ولن تزاد التفصيل بالخلاف فى جميع الاوصاف فيعتبر وصفان او بعضها فواحد والله سبحنه وتعالى اعلم وصلى الله تعالى وبارك وسلم على سيدنا ومولنا الارأف الارحم شفيع الامم واله وصحبه وابنه الكريم الغوث الاعظم امين سنحم ضابطہ تشفیہ جس پانی میں اوسکا غیر ایسا مل جائے کہ تمیز نہ رہے اور وہ پانی پر غالب ہو تو پانی قابل وضو نہ رہا آب مقید ہوگیا ورنہ نہیں اور اوسکا غلبہ دو طور پر ہے یا تو اجزا اوسکے اجزا پانی سے زائد (یعنی یا برابر ہوں فان المساوی کالزائد احتیاطا کما عن البدائع) یا کمال

ف١ معروضہ ۱۱۸۱ علیہ ٢

ف٢ معروضہ ۱۱۸۲ علیہ ٣

ف فائدہ جلیلہ

ف٣ تطفل ٢ علی الضابطۃ التی بلغیۃ

امتزاج ہو اور یہ بھی دو طور پر ہے یا درختون کے پی لینے سے یا پانی میں کوئی پاک چیز پکانے سے جیسے شوربا اور آب باقلا مگر یہ کہ اوس سے زیادت نظافت مقصود ہو جیسے اُشنان وصابون کہ انکا پکانا مضر نہیں جبتک گاڑھا نہ کر دے امام اجل ابوالبرکات نسفی نے کافی شرح وافی میں فرمایا بطلان صفۃ الاطلاق بغلبۃ الممتزج وھی بکثرۃ الاجزاء او بکمال الامتزاج وھو بطبخ الماء بخلط الطاھر کماء الباقلاء والمرق او بتشرب النبات الماء حتی یبلغ الامتزاج مبلغا یمتنع خروج الماء عنہ الا بعلاج والامتزاج بالطبخ انما یمنع الوضوء بہ ان لم یکن مقصودا للغرض المطلوب من الوضوء وھو التنظیف کالاشنان والصابون اذ اطبخا بالماء الا اذا غلب ذلک علی الماء فیصیر کالسویق المخلوط لزوال اسم الماء عنہ والامتزاج الاختلاط بین الشیئین حتی یمتنع التمییز اھ بعینہ اسیطرح کفایہ امام جلال الدین شرح ہدایہ میں ہے ۲۰۵۱ **اقول** غلبہ ممتزج وکمال امتزاج اور اوسکے اسباب طبخ وتشرب نبات یہ سب مضمون امام زیلعی نے یہین سے اخذ فرمائے امام اجل نسفی نے غلبہ ممتزج صرف کثرت اجزا سے لیا تھا انھون نے اسمین سخن اوصاف اپنی طرف سے اضافہ فرمایا یہان سے یہ بھی واضح ہوا کہ کافی وکفایہ تک جو ضابطہ مذہب حنفی میں تھا اوسمین اس تفصیل کا پتا نہیں ۲۰۵۲ **ثم اقول** ضابطہ نسفیہ وہی مذہب امام ابویوسف ہے فضابطہ چارم بحث دوم میں گزرا کہ اس مذہب معتمد میں پانچ چار بلکہ تین ہی ہین کثرت اجزائے مخالط جس میں حکما تساوی بھی داخل اور زوال رقت کہ زوال سیلان کو بالاولی شامل اور زوال اسم یہان کثرت اجزا تو وہی ہے اور کمال امتزاج بطبخ وتشرب باقی دو کی صورے ہین تو یہ ضابطہ بظاہر مثل عبارات متون ضابطہ جزئیہ ہے کہ ضابطہ یوسفیہ سے باہر نہیں اگرچہ سب صور کو محیط بھی نہیں ۔

۲۰۵۳ **اقول** مگر حقیقۃً وہ کلیہ ہے بلاشبہہ غلبۂ ممتزج وکمال امتزاج بلکہ صرف غلبہ ممتزج سے باہر کوئی سبب نہیں وانما جعلھا جزئیۃ تفسیرھما ببعض صورھما فلو جعل التفسیر تصویر الاستقام وتم الکلام وھھنا مباحث کثیرۃ لا تخفی من احاط بما قدمنا من النقض والابراء واللہ سبحنہ ولی الالہام **ششم ضابطہ رضویہ** سبحن اللہ فقیر بھی کوئی شی ہے کہ احکام میں زبان کھول سکے حاشا ضابطہ وہی ضابطہ امام ابویوسف رضی اللہ تعالی عنہ ہے باتباع علما اوسکے اجمال کو مفصل کر دیا ہے تفاصیل میں خدمتگاری کلام اکابر کے صدقہ سے جن تحقیقات کا افاضہ ہوا اونپر ابتنائے شقوق کیا ہے جملہ ضوابط صحیحہ مذکورہ کو ایک دائرے کے احاطہ میں لیا ہے اسنے بیان کو اظہر واجمع وانور وانفع کر کے ضابطہ کو لیے خلعت جدت سیاہی **فاقول** وباللہ التوفیق (۱) دریا نہر چشمے چاہ باران کا پانی حتی کہ شبنم اپنی حد ذات میں آب مطلق ہے جو کچھ انکی جنس سے نہیں اگرچہ انکی شکل انکے اوصاف انکی نام پر ہو پانی نہیں اوس سے وضو وغسل نہیں ہو سکتا جیسے ماء الجبن دہی کا پانی درختون پتھرون کا مدھٹی کا تیل سیندھی تاڑی ناریل کدو تربوز کا پانی اگرچہ اومین صرف پانی ہی ہو یونہی جو کچھ متون شاخون پھلون پھولون سے نکالا جائے یا کافور کے درخت انگور کی بیل کی طرح کاٹے سے یا آپ ہی ٹپکے

ف ۱: تطفل ۱۸۲ علی الضابطۃ الزیلعیۃ

ف ۲: تطفل ۱۸۳ علی الکافی والکفایۃ

ضابطہ رضویہ ضابطہ جامعہ مصنف

یا نمک نوشادر کافور وغیرہا کے گھلنے یا سونے چاندی ہڑتال وغیرہا کے گلنے سے حاصل ہو (۲) جو کچھ حقیقۃً پانی ہے اگرچہ بیچ میں پانی نہ رہا تھا جیسے اولے یا آسمانی برف یا کل کا جب پگھل جائے) یا تو اوس میں کوئی اور چیز (اگرچہ اوسی کی جنس سے ہو) داخل ہوگی یا نہیں اگر نہیں تو وہ مطلقاً آب مطلق ہے لیکن اگر مائے مستعمل ہے جس کا بیان الطرس المعدل میں مفصل گزرا تو اوس سے وضو و غسل جائز نہیں ورنہ مطلقاً صحیح ہے اگرچہ بوجہ ملک غیر یا وقف یا کسی حاجت ضروریہ کی طرف مصروف ہونے یا دوسرے عوارض کے سبب جنکا بیان فصل اول میں گزرا اوس سے وضو حرام یا مکروہ ہو اگرچہ بچوں کا ہاتھ پڑنے یا کافر کے چھونے یا کسی مشکوک شے کے گرنے سے اوسکی طہارت میں وہم پیدا ہوں جبتک نجاست ثابت نہو جائے اگرچہ دیر تک بند رہنے سے اوسکا رنگ بو مزہ بدل جائے یا تبا ہی سے بدلا ہوا ہو اگرچہ کسی تیز خوشبو یا بدبو شے کے قرب سے اوسمیں کتنی ہی بو خوش یا ناخوش پیدا ہو جائے ہاں اگر سردی سے جم جائے یا رقیق نرہے جیسے اولے برف اوس سے وضو ناجائز ہوگا جبتک پگھل کر پھر اصلی رقت پر نہ آجائے (۳) اگر داخل ہوگی تو دو صورتیں ہیں یا تو پانی سے جدا رہیگی یعنی اوسمیں سرایت نکریگی یا خلط ہو جائیگی اگر جدا رہی (اور یہ نہوگا مگر شے جامد میں جیسے کنکر وغیرہ پانی میں ڈالدیے جائیں) تو اگر وہ شے نجس نہیں یا پانی دہ در دہ ہے تو مطلقاً مطلق و قابل وضو ہے اور اگر نجس ہے اور پانی کم تو مطلق ہے مگر لائق استعمال نرہیگا (۴) اگر پانی میں خلط ہوگی تو دو صورتیں ہیں وہ ملنے والی شے بھی اصل میں صرف پانی ہے یا اوسکا غیر اگر صرف پانی ہے تو پھر دو صورتیں ہیں اب بھی پانی ہی ہے یا نہیں اگر اب بھی پانی ہے تو اوسکے ملنے سے پانی مطلق تو مطلقاً رہیگا ہی اوس سے وضو بھی روا ہوگا مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ آب مستعمل اسمیں ملجائے اور یہ مقدار میں اوس سے زائد نہو دوسرے یہ کہ نجس پانی پڑ جائے اور یہ دہ در دہ نہو اور یہ بھی ہوگا کہ وہ پانی بے کسی دوسری شے کے مختلط ہوجانے کے ناپاک ہوگیا جیسے آب قلیل میں خنزیر کا پاؤں یا بال پڑ گیا اور نکل گیا کہ پانی خالص ہی رہا خلط نہوا اور ناپاک ہوگیا ورنہ جو خلط نجس سے نجس ہوا اوسکا ملنا اس قسم سے خارج ہوگا کہ یہ صرف پانی کا ملنا نہوا (۵) اگر وہ ملنے والی شے اب پانی نہیں (اور یہ نہوگا مگر اولے یا برف میں کل کا ہو خواہ آسمانی کہ یہی وہ صورت ہے کہ پانی نے خلط غیر پانی نہیں) تو اگر پانی کی رقت زائل کردے قابل وضو نرہیگا جبتک وہ شے پگھل کر پھر پانی نہ ہو جائے اور اگر رقت باقی ہے نہ یوں کہ اولے برف ابھی گھل کر پانی میں مخلوط نہوئے پتھر کنکر کی طرح تہ میں پڑے ہیں کہ یہ تو تیسرا نمبر تھا بلکہ یوں کہ مقدار میں اتنے کم تھے جنکی خلط سے رقت آب میں فرق نہ آیا تو اوس سے وضو جائز ہے (۶) اگر وہ شے غیر آب ہے اور پانی میں اتنی خلط ہوگئی کہ پانی اوس سے مقدار میں زائد نہیں تو مطلقاً قابل وضو نہیں (۷) اگر پانی مقدار میں زیادہ ہے تو وہ شے نجس ہے یا طاہر اگر نجس ہے اور پانی دہ در دہ نہیں یا ہے تو نجاست سے اوسکے رنگ یا مزہ یا بو میں فرق آگیا تو پانی اگرچہ مطلق رہے قابل وضو درکنار بدن میں جائز الاستعمال نرہا (۸) اگر وہ دہ در دہ ہے اور کسی وصف میں تغیر نہ آیا تو نجاست کا حکم ساقط اور احکام بعض احکام آئندہ ہونگے (۹) اگر طاہر ہے تو پھر دو صورتیں ہیں پانی میں اوسکا خلط آگ پر ہوا یا الگ۔ اگر آگ سے الگ ہوا اور وہ شے جامد ہے تو ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

کی اجماع سے اور مائع ہے تو مذہب صحیح معتمد میں یہ پانی مطلقاً آبِ مطلق ولائق وضو رہیگا اگرچہ رنگ مزہ بو سب بدل جائیں
مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ پانی رقیق نہ رہے اور ہم تحقیق کر آئے کہ یہ کچھ جامد ہی سے خاص نہیں بہت مائعات بھی مانعات
رقت آب ہوتے ہیں دوسرے یہ کہ شربت شہد یا شربت شکر یا نبیذ و رنگ کی طرح مقصود دیگر کے لیے شئ دیگر ہو جائے (۱۰)
اگر خلط آگ پر ہو تو دو صورتیں ہیں اگر ہنوز وہ چیز پکنے نہ پائی کہ مقصود دیگر کے لیے شئ دیگر کردے پانی سے امتزاج کامل ہونے
پایا کہ سرد ہونے پر گاڑھا کردے اس حالت کے قبل اوتار لی تو پانی مطلقاً آبِ مطلق و قابل وضو ہے (۱۱) اگر وہ شئ پک گئی
تو تین صورتیں ہیں پکانے میں صرف پانی مقصود ہے یا فقط وہ شئ یا دونوں پہلی دو صورتوں میں آبِ مطلق رہیگا جبتک اس قابل
نہ ہوجائے کہ سرد ہوکر زوالِ رقت ہو صورتِ دوم کی مثالیں بحثِ اول طبخ شیخ نحیف میں نشاستہ و آش جو سے گزریں اور صورت
اول کا بیان فصل خامس میں آتا ہے ان شاء اللہ تعالٰی (۱۲) صورتِ سوم میں اگر پانی اسقدر کثرت سے ڈالا کہ مقصود
دیگر کے لیے ہوسکیگا نہ اوس سے ذائل ہوگا تو مطلقاً مطلق و لائق طہارت ہے (۱۳) اگر اتنا کثیر نہ تھا مگر زائد ہوسکیگا تو جب
مقصود دیگر کے لیے ہوجائیگا قابل وضو نہ رہیگا (۱۴) اگر پانی قلیل ہے جو ہو سکتا ہے تو اگر بالفعل گاڑھا ہوگیا کہ بہانے میں
پورا نہ پھیلیگا مطلقاً لائق وضو نہ رہا اگرچہ اوسمیں صابون ہی پکایا ہو جس سے زیادتِ نظافت مقصود ہوتی ہے (۱۵)
اگر بالفعل گاڑھا نہ ہوا مگر ٹھنڈا ہوکر ہو جائیگا تو دو صورتیں ہیں اگر وہ شئ مثل صابون وغیرہ زیادتِ نظافت کے لیے ہے فی الحال
اوس سے وضو جائز ٹھنڈا ہونے کے بعد صحیح نہیں (۱۶) اگر زیادتِ نظافت کے لیے نہیں تو اوس سے فی الحال بھی
وضو جائز نہیں۔ یہ ہے تحقیق انیق کہ جمیع نصوص صحاح کو متناول اور جملہ ارشادات متون کو حاوی و شامل اور تمام تحقیقات
سابقہ پر مشتمل اور سب فروع ممکنہ کے حکم صحیح کو بعونہ تعالٰی کافی و کافل والحمد للہ رب العٰلمین ۃ وافضل الصلاۃ و
اکمل السلام علی خاتم النبیین سید المرسلین و علیھم جمیعا و علی اٰلہ و صحبہ و ابنہ و حزبنا اجمعین ۃ اٰمین والحمد
للہ رب العٰلمین ۃ

فصل خامس

بعض جزئیات جدیدہ میں بحمدہ تعالٰی کتاب میں تین سو سات جزئیات
مذکور ہوئے (۲۰۸) آب مقطر یعنی قرع انبیق میں ٹپکایا ہوا پانی کہ عرق اشیاء وغیرہ یا کثافتوں سے صاف کرنے کے لیے
سادہ پانی رکھکر آنچ کریں کہ بخارات اوٹھکر اوپر کے پیالے کی سردی پاکر پھر پانی ہوکر ٹپک جاتے ہیں یہ پانی کہ محض پانی کی بھاپ
حاصل ہوا اسکا صریح جزئیہ اپنی کتب میں نظر فقیر سے نگزرا الا ما قدمنا فی ۹۰ عن ھذا الفاضل المتاخر محشی الدرر
الخادمی فی بحث وجدل اذ قال فی الدرر جعلا لعدم جواز الطہارۃ بما حصل بذوبان الثلج انہ انقلب الی طبیعۃ
اخری فقال اورد بالجمد والبخار واجیب بالمراد طبیعۃ غیر ملائمۃ للمائیۃ اھ فافاد السؤال والجواب الجواز بماء یتکون
من البخار ولا یبعد ان المراد ماء للطہر والبئر فاما الا عزۃ تستحیل ماء **اقول** مگر بعونہ تعالٰی کلام علما

فصل خامس بعض جزئیات جدیدہ میں

کہ وہ ماءِ مطلق اور اُس سے طہارت جائز ہے کہ سمندر کے سوا آسمان وزمین کے عام پانی بخارات ہی سے بنتے ہیں اور گلاب عرق گاؤزبان وغیرہ وہ نہ ہونگے کہ وہ بھی اگرچہ پانی ہی کے بخارات ہیں مگر وہ سادہ پانی سے نہ اٹھے بلکہ جس میں دوسری شَے ملی ہوئی تھی جس نے ان بخارات کو مستحیل کر کے مقصود دیگر کے لیے چیز دیگر کردیا ولہٰذا وہ اس نام سے ہوگیا اور انہیں پانی نہیں کہا جاتا بلکہ گلاب عرق بخلاف آبِ تقطیر کہ پانی ہی ہے اور پانی ہی کہا جائیگا نہ مقصود بدلا نہ نام **اقول** [٢٥٨] البتہ ضابطہ امام زیلعی پر گلاب اور سب عرق ماءِ مطلق ہونگے کہ وہ بھی چیزیں بتلیں تو وہ ابقائے رقت پر ہے اور وہ باقی ہے تو یہ بخارات اُڑے وہ بضابطہ آبِ مطلق ہی سے اٹھے تھے اور پانی ہی ہو کر ٹپکے اُسکے بعد کوئی بات ایسی انہیں وہ عارض نہ ہوئی جو بربنائے ضابطہ انہیں آب مقید کردے کہ مقصود دیگر کے لیے چیز دیگر ہو جانا ضابطہ میں نہیں تو بحکم ضابطہ گلاب وہر عرق سے وضو ہو سکنا چاہیے حالانکہ بالاجماع جائز نہیں ثم رأیت التصریح بجواز الفرع فی کتب السادۃ الشافعیۃ قال العلامۃ زین الملیباری تلمیذ الامام ابن حجر المکی فی فتح المعین الماء المطلق مایقع علیہ اسم الماء بلا قید وان رشح من بخار الماء الطھور المغلی اھ وفی الفتاوی الکبرٰی الفقھیۃ لشیخہ الامام رحمھما اللہ تعالٰی سئل عن شجر بارض الحبشۃ یخرج منہ عند انتشار الریاح بخار کالدخان ثم یصیر ماءً مائعا کالماء سواء بسواء فھل لہ حکم الماء فی الطھوریۃ فاجاب لیس حکمہ حکم الماء بل ھو کالمائع جزما وفارق بخار الطھور المغلی بان ذلک من الماء بخلاف ھذا فانہ من الذی کان کالشجر وھو لیس بطھور قطعا اھ

(٣٠٩) کبھی حمام کی چھت اور دیواروں سے پانی ٹپکتا ہے **اقول** [٢٥٩] یہ اگر آبِ مطلق طاہر کے بخارات سے ہے تو قابلِ طہارت ہے

(٣١٠) آبِ غطا۔ پانی گرم کیا بھاپ اٹھکر سرپوش پتیلی کی جانب پانی کے کچھ قطرے بنی ہوئی ملتی ہے **اقول** [٢٦٠] بدستور آبِ طہور ہے اور اس سے سر یا موزوں کا مسح جائز ہے لما علمت انہ لیس الا من اجزاء الماء المطلق ولم یتخلل الا استحالۃ الی البخار لا یمنع کمیاہ الامطار والانداء والامطار

(٣١١) کوئی اور چیز پکانے میں جو قطرات بخار سرپوش پر ملیں **اقول** [٢٦١] اسکا حکم مسائل طبخ کی طرف رجوع سے واضح ہوگا اگر وہ شے زیادت نظافت کے لیے پکائی جو پانی بالفعل گاڑھا نہ ہو گیا یا اور کوئی چیز جو اس پانی بھی اس قابل نہ ہوا کہ ستو یا کفرتیق نہ بنے نہ مقصود دیگر کے لیے چیز دیگر ہو گیا اس حالت میں جو بخار اٹھے آبِ مطلق ہیں کہ آبِ مطلق کے اجزا سے ہیں ورنہ مقید کہ مقید سے ہیں۔

(٣١٢) اصطبل وغیرہ محل نجاسات سے بخارات اٹھکر ٹپکے پاک تو مطلقا ہیں جبتک ان میں اثر نجاست ظاہر نہ ہو فی رد المحتار فی الخانیۃ ماء الطابق نجس قیاسا لا استحسانا وصورتہ اذا احرقت العذرۃ فی بیت فاصاب ماء الطابق ثوب انسان لا یفسدہ استحسانا مالم یظھر اثر النجاسۃ فیہ وکذا الاصطبل اذا کان حارا وعلی کوتہ طابق اوکان فیہ کوز معلق فیہ ماء فترشح وکذا الحمام لو فیھا نجاسات فعرق حیطانھا وکواتھا وتقاطر قال فی الحلیۃ والظاھر العمل بالاستحسان

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ولذا اقتصر علیہ فی الخلاصۃ والطلبۃ والعطاوالعظیمۃ الزجاج اوالبین لہ اقول[۲۰۶۲] مگر طہور و قابل طہارت نہیں اگر آب مطلق کے سوا اور رطوبتوں سے ہوں کما لایخفی (۲۱۳)[۲۰۶۳] سونٹھ کا پانی جنجربیٹ (۲۱۴)[۲۰۶۴] میٹھا پانی لیمینیڈ انکا آب مطلق تو نہ ہونا صاف ظاہر (۲۱۵)[۲۰۶۵] کھاری پانی سوڈا واٹر بھی قابل طہارت نہیں اگرچہ اس میں کوئی جزء ذالاصرف گیس کی ہوا سے بنایا ہو فانہ لاشک فی سرایۃ الھواء المذکور فی الماء عند فورانہ وتغییرہ طعمہ وجعلہ شیأ اٰخر لمقصود اٰخر اقول[۲۰۶۶] ف۱ یہ تینوں پانی بھی ضابطہ پر وارد ہیں جبکہ انکا اصطناع جامدات سے ہو کر رقت ضرور باقی ہے الا[۲۰۶۷] ان یدعی فی الثالث ان الھواء ھو المائع الخالط لھا انہ منبسط علی ھیئۃ بل ھو ابلغ فیہ من الماء لکونہ الطف منہ فھذا مائع یخالف الماء فی الطعم وقد غیرہ فتقیید فلا یخرج الفرع عن الضابطۃ (۲۱۶ و ۲۱۷)[۲۰۶۸][۲۰۶۹] یوہیں آب افیون و بنگ اگرچہ رقیق رہیں ناقابل وضو ہیں لغلبۃ الاجزاء بالمعنی الثالث[۲۰۷۰] ف۲ ضابطہ پر وارد کہ جامدات ہیں اور رقت باقی (۲۱۸)[۲۰۷۱] اقول[۲۰۷۲] ف۳ بلکہ رقیق چائے بھی خصوصاً اوس صورت میں کہ پانی کے جوش میں نہ ڈالیں بلکہ آگ سے اوتار کر اوس میں دیں یہاں تک کہ اپنا عمل کرلے اب وہ پانی چائے کہلائے کہ یہ صورت طبخ سے جدا اور باب نبیذ میں ضابطہ محض رقت پر مدار بلکہ اگر یہی[۲۰۷۳] معنے طبخ میں داخل کریں کہ حرارت آب نے اوس میں عمل کیا جب بھی ضابطہ پر وارد رہیگی کہ بتصریح امام ضابطہ وغیرہ ائمہ طبخ میں وجہ منع کمال امتزاج ہے اور ہم تحقیق کر آئے کہ مانع وہی ہے کہ موجب زوال رقت ہو اگرچہ بسبب طبخ ہو کر تو جب رقت باقی رہے تو ضابطہ ہر طرح جواز چاہیے حالانکہ بلاشبہہ بالاتفاق ناجائز ہے لزوال الاسم وھو المعتبر فی الباب بتصریح الامام الضابط وسائر الائمۃ کیف وقد صار شیأ اٰخر لمقصود اٰخر (۲۱۹ و ۲۲۰)[۲۰۷۴][۲۰۷۵] شلجم کا جوکے اچار کا تہ نشین پانی کہ گاڑھا ہوتا ہے وہ تو ظاہر اوپر کا رقیق پانی بھی اوسی وجہ سے ہرگز قابل طہارت نہیں اور ف۴ ضابطہ پر وارد (۲۲۱) گلاسوں میں زیادہ مقدار تک پانی بھر کر اوپر سے تیل ڈال کر روشن کرتے ہیں اقول[۲۰۷۶] ظاہر ہے کہ یہاں اسباب ثلثہ سے کوئی سبب مانع نہ پایا گیا جب تیل جل جائے یا نکل جائے آب خالص کے سوا کچھ نہ رہیگا تو اوس سے طہارت جائز ہے (۲۲۲) کبھی خوبصورتی کے لیے وہ پانی رنگین کرکے بھرتے ہیں اگر تغیر لون اتنا ہوا کہ رنگ ہوگیا تو اوس سے وضو ناجائز ہونا ظاہر اقول[۲۰۷۷] وھو عند محل ما یأتی عن العلامۃ السید طٰ اوراب ف۵ ضابطہ پر وارد جبکہ یہ رنگ جامدات سے ہوا ہو تاں اگر یہ حالت نہیں تو مقتضیٰ اصول معتمدہ یوسفیہ جواز ہے واللہ تعالٰی اعلم (۲۲۳) قدس شریف ملک شام میں بعض لکڑیوں کے ریشے زمین سے نکال کر پانی میں بھگوتے ہیں جس سے پانی سرخ ہوجاتا اور رباغت یعنی چمڑا پکانے کے کام میں آتا ہے اوس سے وضو جائز نہ ہونا چاہیے اگرچہ رقیق رہے لصیرورتہ شیأ اٰخر لمقصود اٰخر اقول[۲۰۷۸] ف۶ مگر اس صورت میں ضابطہ پر وارد و در مختار میں تھا وکذا ماء الدباغۃ علامہ سید

ف۱: تطفل ۱۸۱ علیہما
ف۲: تطفل ۱۸۲ و ۱۸۳ علیہم
ف۳: تطفل ۱۸۴ علیہما
ف۴: تطفل ۱۸۵ علیہم
ف۵: تطفل ۱۸۶ علیہم
ف۶: تطفل ۱۸۷ علیہم

طحطاوی نے فرمایا ای مثل ماء الکرم فان الاظھر عدم جواز رفع الحدث بہ واخبر بعض من یسکن بلد الخلیل علیہ الصلوۃ والسلام انھم یخرجون عروق حطب من الارض یضعونھا فی الماء فیحمر فیدبغون بہ الجلد ویسمونہ ھذا الاسم ونحوہ ماء الدبغۃ الاحمر الذی یضعونہ فی القنادیل بمصر للزینۃ (۳۲۴) تھرے میں دو چار پان خصوصاً بنے ہوئے اگر پڑ جاتے ہیں سارا پانی رنگین کر دیتے ہیں **اقول** [۲۰۸۰] اوس سے وضو میں حرج نہیں کہ طبخ میں وہ امتزاج مانع جو اسے گاڑھا ہونے کے قابل کردے۔ ہاں [۲۰۸۱] ف۱ ضابطہ برجندیہ پر یہ ضرور وارد کہ تغیر تو ہو گیا (۳۲۵) [۲۰۸۲] پان کھایا اور منہ میں اوسکا معتد بہ اثر باقی ہے کلیاں کر کے منہ صاف کیا مشاہدہ ہے کہ ان کلیوں کا پانی اتنا رنگین ہو جاتا ہے کہ اسکے بعد اوسی لگن میں پورا وضو کیا جائے تو سارا پانی رنگ جاتا ہے اگر یہ وضو طاہر [۱] بہ نیت قربت بلکہ مثلاً محض تبرید کے لیے کیا پانی قابل وضو رہیگا کہ اسباب ثلثہ منع سے کوئی سبب نہیں **اقول** [۲۰۸۳] اور ف۲ ضابطہ پر وارد جبکہ پان خوشبودار نہو کہ ان کلیوں کا پانی وہ مائع ہے کہ آب مطلق سے رنگ و مزہ دو وصفوں میں مخالف ہے اور ایک بدل دیا (۳۲۶) [۲۰۸۴] جس گھڑے میں گنے کا رس تھا رس نکال کر پانی بھر اجائے بلاشبہہ اوسکا مزہ و بو بدل جاتے ہیں اور اوس سے جواز وضو میں شک نہیں کہ وہ یقیناً پانی ہی ہے **اقول** [۲۰۸۵] مگر ف۳ ضابطہ پر وارد کہ رس کے جو اجزا گھڑے کی سطح اندرونی میں لگے رہ گئے تھے ضرور اجزائے مائع ہیں اور انسے دو وصف بدل گئے (۳۲۷) [۲۰۸۶] اسی گھڑے میں اگر پانی گرم کیا تو تغیر اور زیادہ ہو جائیگا اور ف۴ ضابطہ برجندیہ پر نقض آئیگا (۳۲۸) زخم دھونے کے لیے پانی میں نیم کے پتے ڈالکر جوش دیتے ہیں انسے اوسکا رنگ مزہ بو سب بدل جاتا ہے مگر رقت میں فرق نہیں آتا **اقول** [۲۰۸۷] مقتضای اصول معتمدہ یوسفیہ اوس سے وضو کا جواز ہے یہانتک کہ اگر زخم اعضائے وضو پر تھا اس پانی سے دھونے کے بعد اوسے دوسرے پانی سے دھونے یا مسح کی حاجت نہیں کہ یہاں غلبۂ اجزا و غلبۂ طبخ نہونا تو بدیہی اور زوال اسم بھی نہیں کہ وہ پانی ہی ہے اور پانی ہی کہا جائیگا کوئی دوسری چیز دوسرے مقصد کے لیے نہو گیا مقصود زخم دھونا ہے اور یہ کام خود پانی کا ہے نیم کے پتے اوسکی دفع عفونت و دفع ضرر کے لیے شامل کیے گئے تھے کہ سادہ پانی کو زخم جذب کرلے تو نقصان پہنچے ولہذا ابھی ان کے پکنے نہ پکنے پر یہاں نظر نہیں ہوتی کہ مقصود پانی ہے نہ پتے مگر ف۵ ضابطہ برجندیہ پر صراحۃً وارد کہ پانی طبخ میں متغیر ہو گیا (۳۲۹ و ۳۳۰) [۲۰۸۸]

اقول [۲۰۸۹] [۲۰۹۰] بعینہٖ اسی دلیل سے نطول و پاشویہ کا پانی بھی بحکم اصول معتمدہ قابل طہارت ہے یہانتک کہ پاشویہ کے بعد پاؤں یا نطول کے بعد غسل میں سر یا اوس موضع کا جہاں وہ پانی دھارنے میں پہنچا دوسرے پانی سے دھونا ضرور نہ ہوگا واللہ تعالٰی اعلم یہ صورتیں بھی وہی ہیں کہ مقصود صرف پانی ہے دھارنے اور ملنے میں تنہا گرم پانی بھی کام دیتا ہے دوائیں زیادت قوت کے لیے ہیں **اقول** [۲۰۹۱] ف۶ یہ دونوں بھی ضابطہ برجندیہ پر ظاہر الورود (۳۳۱) [۲۰۹۲] حقے کا پانی بکثرت حقہ پینے کے سبب اوسکا رنگ مزہ بو سب بدل جائیں قابل طہارت ہے جب تک رقت میں فرق نہ آئے تیمم کی اجازت نہیں ہو سکتی کما بیناہ فی فتاونا اگر کہیے اوسمیں اور سوختہ تمباکو کے اجزا ملے ہوتے ہیں کہ

صرف گیس کی ہوا سے بنالیا گیا کیا فرق ہے وہاں ہوا یہاں دھوئیں نے اوصاف بدل دیے اور پانی میں باقی دونوں درست ہے
اقول ۲۰۹۳ فرق یہی ہے کہ بارہا گرنا وہاں زوال اسم ہوگیا کہ اب اوسے نرا پانی نہیں کہہ سکتے کہ مقصود دیگر کے لیے شیئ دیگر
ہوگیا بخلاف اسکے کہ پانی ہی ہے کوئی دوسری چیز نہ ہوگیا اعتبار مقاصد کا بیان ۲۰۹۴ بقدر کافی گزرا اور اسکی نظیر آب زردج و
آب زعفران ہے کہ تغیر دونوں میں یکساں اور اول سے وضو روا جبتک رقت باقی ہے یہی صحیح ہے ہدایہ وغیرہا کما تقدم فی ۸۱
اور دوم سے ناروا جبکہ رنگنے کے قابل ہو جائے اگرچہ رقت باقی رہے کما تقدم تحقیقہ فی ۱۳۲ **اقول** ۲۰۹۵ وباللہ التوفیق
اسے روشن تر کریگا کہ شوربا دار گوشت پکایا اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ کھائیگا اس گوشت کے کھانے سے حانث ہوگا کہ اس امتزاج
آب سے گوشت اپنی ذات میں نہ بدلا کہ اوسکا مقصود بحال باقی لیکن اگر قسم کھائی پانی نہ پیئیگا تو شوربا پینے سے حانث نہ ہوگا
کہ اس امتزاج گوشت سے پانی بدل گیا کہ مقصود جدید کے لیے ہوگیا ۲۰۹۶ یونہی دودھ میں شکر شہد بقدر شیرینی ملائیے وہ دودھ ہی رہیگا
سب اوسے دودھ ہی کہینگے لیکن پانی میں اوسقدر ملائیے اب اوسے پانی کوئی نہ کہیگا شربت کہینگے الی غیر ذلک مما یعلمہ
للمتفطن بالمقایسۃ (۳۳۲) زمین حبش میں ایک درخت ہے کہ جب ہوائیں چلتی ہیں اوس سے دھواں سا نکلتا ہے
اور مینھ کی طرح برس جاتا ہے بعینہٖ مثل پانی کے ہوتا ہے امام ابن حجر مکی نے فرمایا کہ اوس سے وضو جائز نہیں کہ وہ پانی نہیں بلکہ
دخانوں کی اور رطوبتوں کے مثل ہے کما تقدم **اقول** ۲۰۹۷ وقواعدنا لاتأباہ حتی عند من یجوز بقاطر الکرم فانہ
عندہ ماء تشربہ حتی اذا ارتوی رد الفضل بخلاف ھذا واللہ تعالٰی اعلم (۳۳۳) نیز صحرائے حبش میں جہاں
پانی نہیں ملتا اہل قافلہ زمین میں گڑھا کھودتے اور بعض درختوں کی شاخوں سے اوسے چھپا دیتے ہیں کچھ دیر بعد اوس غار کے اندر سے
بخارات اوٹھکر اون شاخوں سے لپٹتے اور پانی ہو کر ٹپک جاتے ہیں جس سے گڑھے میں اتنا پانی جمع ہو جاتا ہے کہ قافلے کو کفایت کرتا ہے
فسبحٰن الرحمٰن الرحیم الرزاق ذی القوۃ المتین امام موصوف فرماتے ہیں اس سے بھی وضو جائز نہیں کہ درخت کا عرق ہے پانی
قال بعد مامر وبلغنی ان القوافل بارض الحبشۃ اذا عدموا الماء حفروا حفرۃ ثم ستروھا بشیئ من الشجر وترکوھا
مدۃ ثم یصعد بخار من الحفرۃ یعلق بالشجرۃ ثم یرشح مائعا علی ھیأۃ الماء ویجتمع منہ فی الحفرۃ ما یکفیھم وھو
غیر طھور کما ھو ظاھر اذ ھو ماء شجر ایضا اھ **اقول** ۲۰۹۸ ظاہر یہ محل نظر ہے وہ بخارات درخت کے نہیں زمین ہی سے
اوٹھے اگر یوں شاخوں کا اثر اونکو سردی پہنچا کر ٹپکا دینے میں ہے تو بظاہر وہ پانی ہی ہوئے شاخوں نے صرف وہ کام دیا جو آب
باران میں کرہ زمہریر کی ہوا دیتی ہے یا آب چاہ میں زمین کی سردی ہاں اگر انکے لپٹنے سے اون شاخوں سے کوئی رطوبت نکلکر
ٹپکتی ہو تو بیشک اوس سے وضو جائز نہیں کہ وہ درخت کی تری ہے اور جبتک امر مشکوک ہے حکم عدم جواز ہی ہونا چاہیے ۲۰۹۹
کہ مامور بہ پانی سے طہارت ہے اور شک سے مامور بہ ادا نہیں ہوتا واللہ تعالٰی اعلم (۳۳۴) ماء القطر ۲۱۰۰ یانی کہ مٹی کے

تطفل ۱ ۱۳۰۲ھ النور والنورق علیٰ ابن حجر المکی

برتن سے رستے ہو وہ صفے پانیوں میں ہی (۳۳۵) یونہی پانی کہ بہیوں کو لمون رنگتے ہر گز اگر ٹپکا یا صاف کیا جاتا ہے [210]

(۳۳۶) نشاستہ کا پانی جس کا بیان اواخر رسالہ الدقۃ والتبیان میں گزرا جب اجزائے گندم تہ نشین ہو کر نتھرا پانی رہ جائے [211]

یا خلط رہے تو اتنا کہ پانی کو دلدار دکر سے وہ آب مطلق ہے اوس سے وضو جائز ہے جبکہ بو مضو پا تھ نہ لگا ہو (۳۳۷) آتش جو کا [212]

پانی کہ بار بار بیلا جاتا ہے اگر ٹھنڈا ہو کر دلدار ہونے کے قابل نہ ہوا آب مطلق ہے ورنہ نہیں (۳۳۸) ماء العسل کہ شہد میں دو چند [213]

پانی ملا کر جوش دیں یہانتک کہ دو ثلث جل جائے پانی نہ رہا (۳۳۹) یونہی ماء الشعیر کہ جوش دیں یہانتک کہ کھل کر اور ستر آ ہو جائیں [215]

صاف کر کے مستعمل ہوتا ہے بوجہ کمال امتزاج پانی نہ رہا (۳۴۰ و ۳۴۱) یونہی ماء الاصول و ماء البزور جڑوں اور تخموں کے [216]

جوشاندے (۳۴۲) یونہی ماء الرماد کہ پانی میں بار بار راکھ ڈال کر ہر بار جوش دیتے پھر صاف کر لیتے ہیں مثل جوشاندہ دوا ہے [217]

(۳۴۳) ماء النون کہ ماہی نمکسود سے پانی سا ٹپکتا ہے (۳۴۴) ماء الجمۃ بضم جیم و تشدید میم مفتوح کہ فارسی میں [218]

آبکامہ بسکون یا بضم کاف و فتح میم مخفف کہتے ہیں دریائے چین و ہرموز میں ایک قسم کی مچھلی کے پیٹ سے خاکستری رنگ پانی نکلتا ہے

دونوں سے پانی نہیں (۳۴۵ تا ۳۵۰) سونے چاندی تانبے رانگ لوہے سیسے کے پانی کہ ماء الذہب ماء الفضہ ماء النحاس ماء الرصاص

ماء الحدید ماء الاسرب ہوں اور سب کو ماء المعدن کہتے ہیں اسکے تین معنی ہیں ایک یہ کہ انھیں آگ میں سرخ کر کے پانی میں بجھائیں

جیسے زر تاب آہن تاب وغیرہ کہتے ہیں یہ ۱۲۶ میں گزرا دوم انکا گداختہ جیسے محلول زر وغیرہ کہتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ جنس آب ہی سے نہیں

اس کا اشارہ فصل ثانی صد بیان اضافات میں اور جزئیہ حاشیہ ۱۹ میں ازہری ہروانی سے گزرا سوم وہ پانی کہ انکی معادن میں

ملتا ہے **اقول** [219] انکا تکوّن پارے اور گندھک سے ہوتا ہے اور اونکا دخان و بخارسے اور اسکا اجزائے ہوائیہ ہوائیہ اگر یہ وہ پانی ہے

جسکے بعض سے بخار بنا کہ دھوئیں سے ملکر زیبق ہوا اور وہ کبریت سے ملکر معدن یا اوس بخار کا حصہ ہے کہ سردی پا کر پانی ہو گیا تو

آب مطلق ہے اور اگر یہ وہ مادۂ زیبق ہے جسکی مائیت میں کبریتی دخان ملا اور پارا بننے کے لیے مہیا کیا اور ہنوز قلت یبوست نے

شکل آب پر رکھا تو آب مقید ہے یا پانی ہی نہ رہا واللہ تعالٰی اعلم

فوائد منثورۃ

(۱) لما اصلح المدقق العلائی فی الدر مختصرا من البحر ضابطۃ الامام الفخر الا بل حکمہا کما اعلمناک فی ۲۸۰ بزیادۃ قید ما لم یزل الاسم کنبیذ تمر اعترضہ العلامۃ ش بانہ علیہ ما قدمناہ عن الفتح تأمل اھ ای ما ذکرہ المحقق فی الفتح علی ذکر زوال الرقۃ فی الغسل ان الکلام فی الماء وھذا قد زال عنہ اسم الماء **اقول** [220] مع قطع النظر عما قدمنا علی الفتح بیننا فھما بون بعید فزائل الرقۃ لم یبق ماء عرفا ولا لغۃ بخلاف فصل ما ذکرنا فی الفصل الثانی قبیل الاضافات ولو سلم ھذا اسقطت الاقسام کلہا علی التحقیق فان الاسباب ثلثۃ کثرۃ اجزاء المخالط وزوال الطبع والاسم وقد انکر المحقق الثانی نوانکر الثالث والاول لو کان منہ

ف ۲۰۱: معروضہ علی العلامۃ ش

ف ۲۰۲: معروضہ علیہ

ف ۳: معروضہ علیہ

فما فيه ماء هو مثله او اكثر منه لبن ليس ماء قطعاوان كان فيه ماء (۲) وقع فی شرح النقاية للعلامة البرجندی بعد ما نقل عن الهداية ماقدمنا فی سادس ضوابط الفصل الثالث مانصه وفيها ايضا ان الثمار اليابسة اذا وقعت فی الماء فان كان الغالب طعم ذلك الشیئ لايجوز التوضؤ منه اه اقـــول [۲۱۴] وليس ايضا فی الهداية ثمه [۲۱۵] وخلاف لمامر فی المذهب لما اعلمناك [۲۱۶] هناك ولن اعتبار الاجزاء دون الاوصاف مجمع عليه فی الجامد وانما الخلاف فی المائع ثم قيد اليابسة لايظهر له فائدة الا ان يقال ان اليابس ابطأ تحللا من الرطب فيدل على طول مكثه فی الماء فيكثر عمله وفيه ان العمل بالتحلل فالرطب اسرع عملا ولا نظر الی مدة المكث والله تعالٰی اعلم (۳) اثبتنا ولله الحمد عرش التحقيق على ان العبرة فی الطبخ بزوال الطبع لو ماء او الاسم والمعنى الثالث لابتغير وصف او اوصاف وان محمدا ايضا لايعتبرها فی الجامد ولذا اعتبرها فی المائع لايرسل ارسالا بل يرتب فيقدم اللون ثم الطعم ولا يعتبر الريح اصلا كما بينا بكلام الامام ملك العلماء فاياك [۲۱۷] ان تتوهم مما قدمنا من كلامه ثمه اذ قال مجيبا للامام الكرخی عن الامام ابی طاهر الدباس فی النبيذ المطبوخ ان المائع الطاهر اذا اختلط بالماء لايمنع التوضؤ اذا لم يغلب على الماء اصلا اما اذا غلب بوجه من الوجوه فلا وههنا غلب من حيث الطعم واللون وان لم يغلب من حيث الاجزاء اهان العبرة ههنا للوصف وان الريح ايضا معتبرة وان لاترتيب فی اعتبارها القوله اذا غلب بوجه من الوجوه فيصدق بغلبة الريح دون الباقيين وبغلبة الطعم دون اللون فی ذی اللون بل المراد الغلبة بحيث يزول الاسم الا ترى الی قوله فی صدر المبحث اذا خالطه على وجه زال عنه اسم الماء وقال فيما يقصد به التنظيف يجوز وان تغير لون الماء او طعمه او ريحه لان اسم الماء باق وقال الا اذا صار كالسويق لانه حينئذ يزول اسم الماء وقال لو تغير بالطين او الاوراق او الثمار يجوز لانه لم يزل اسم الماء وقال قياس ماذكرنا ان لايجوز بنبيذ التمر لتغير اسم الماء وصيرورته مغلوبا بطعم التمر ثم ذكر مسألة المطبوخ ولن الكرخی جوزه لان اجزاء الماء غالبة واجاب عن ابی طاهر بما مر فانما اراد رحمه الله تعالٰی اذا غلب على الماء بوجه من الوجوه بحيث ازال اسمه وقد اعلمناك [۲۱۸] انه لايكون ذلك بالريح المجردة وانه لايكون فی الجامد الا اذا صار شيأ اخر لمقصد اخر ولايكون هذا ههنا الا اذا غلب الطعم بحيث يجعله نبيذا كما قال نبيذ التمر الذی فيه الخلاف هو ان يلقی شیئ من التمر فی الماء فتخرج حلاوته الی الماء وقال فيحمل على ماحلا وخرج عن الاطلاق كما قدمنا فی ۱۲۶ فعلى الطعم المدار ههنا وليس مما فيه الترتيب [۲۱۹] لان اعتباره ليس من حيث انه وصف تغير بل لانه تغير فغير الماء وصيره نبيذا الا ترى الی ادارته الامر على خروج حلاوته الی الماء والی قوله لتغير اسم الماء وصيرورته مغلوبا بطعم التمر فلم يذكر اللون ولو كان يكفی الغلبة بوجه من الوجوه على معنی توهم لكان الوجه ذكر اللون لانه اسبق تغيرا فيه من الطعم فكان هو العلة للغلبة دون الطعم الحادث بعد ما صار مغلوبا

ف۱: معروضة ۲۰۸ على العلامة البرجندی
ف۲: معروضة ۲۰۹ ...
ق: النور و النور
ف۳: علم عليه ... وقع ثالثة لوهم ... من ... الامام ملك العلماء

فانما ترك لان المراد الغلبة المخرجة عن اسم الماء الجاعلة له نبيذا وانما يكون ذلك بالطعم دون حاجة الى تغير اللون حتى لو فرض ان من التمر لو شيء من التمر ما يغير طعم الماء فيجعله نبيذا ولا يغير لونه لكان الحكم المنع فذكره في الجواب عن الدباس بيان للواقع فان الطعم لا يتغير به الا وقد تغير قبله اللون فافهم وتثبت هكذا ينبغي ان تفهم نفائس كلام العلماء رحمهم الله تعالى الموفق (۳۳) الكلام في توجيه قول محمد بالترتيب **اقول** وبالله التوفيق الاحسبوا ان اضعف وصف في الماء ريحه بل لا ريح له حقيقة كما اشار اليه ابن كمال الوزير اذ قال في الايضاح اوصافه الطعم واللون والرائحة والتغير على الحقيقة في الاولين دون الاخير فلابد من المصير الى عموم المجاز له ثم لونه حتى قيل لا لون له كما سياتي واقواها طعمه ثم هو شيء لطيف رطب سريع الانفعال فما خالفه في شيء من اوصافه اثر فيه قبل ان يبلغ الماء قدرا فلا يتوقف تغير الوصف على تساوي القدر قط والتغير في الاضعف اسبق فما خالفه في اللون والطعم يكون تغييره اللون قبل ان يغير الطعم كما هو مشاهد في النبيذ وغيره فمن قبل هذا جاء الترتيب ان ما يخالفه لونا لا يعتبر فيه الا اللون لانه ان غلب سلب لونه او لا فاذا لم يسلبه لم يسلب الطعم بالاولى واذا لم يغيرهما فكيف يساوي الماء قدرا فان تغير الاوصاف اسبق بكثير من تساوي المقدار فبعدم التغير في اللون يعلم انتفاء الاسباب جميعا اعني الغلبة من حيث اللون ومن حيث الطعم ومن حيث الاجزاء ويعلم ان المخالط مغلوب فلذا نيط الامر فيه على تغير اللون وحده فان تغير الطعم بعده فذاك والا فلا حاجة لحصول الغلبة باللون نعم ما لا يخالفه في اللون لا يغيره وان غلب عليه قدرا فيعتبر فيه تغير الطعم لكونه اسبق من تساوي القدر فان لم يتغير علم انتفاء التساوي بالاولى فثبت ان المخالط مغلوب وان تغير فقد غلب وان لم يساو قدرا اما ما لا يغير لونا ولا طعما وانما يكون اذا لم يخالف في شيء منهما اذ لو خالف لسبق التغيير تساوي القدر فهذا الذي تعتبر فيه الغلبة بالاجزاء فالحاصل ان ما خالفه لونا او طعما لا عبرة فيه بغلبة الاجزاء بمعنى انها توجد ولا تعتبر ما لم يتغير لون او طعم فانه باطل بداهة وفيم ينتظر الوصف مع ثبوت الخروج عن المائية للمركب قطعا بل بمعنى انها لا يحتاج اليها لتعرف الغلبة لانها لا تحصل ههنا الا وقد غلب المخالط قبلها وكذلك ما خالفه لونا لا عبرة فيه للطعم بالمعنى المذكور فهذا معنى ما نص عليه الرواة الثقات فقصروا اعتبار الطعم على ما يوافقه لونا واعتبار الاجزاء على ما لم يوافقه فيهما ومثلوا الكل تقسيم باشياء على حدة وهذه عبارة زاد الفقير ثم البناية وغيرهما تعتبر الغلبة اولا من حيث اللون ثم الطعم ثم الاجزاء فان كان لونه مخالفا للون الماء كاللبن والعصير والخل وماء الزعفران فالعبرة باللون فان وافقه لونا لكن تخالفه طعما كماء البطيخ والمشمش والانبذة فالعبرة للطعم وان توافقا لونا وطعما كماء الكرم

فالعبرۃ للاجزاء اھ وعبارۃ ملک العلماء ان کان یخالف لونہ لون الماء کاللبن وماء العصفر والزعفران تعتبر الغلبۃ فی اللون وان کان لایخالف الماء فی اللون ویخالفہ فی الطعم کعصیر العنب الابیض وخلہ تعتبر فی الطعم وان کان لایخالفہ فیھما تعتبر فی الاجزاء اھ وعبارۃ خزانۃ المفتین ینظر ان کان یخالف لونہ لون الماء کاللبن والعصیر والخل والزعفران فالعبرۃ باللون وان کان یوافق لونہ لون الماء نحو ماء الثمار والاشجار والبطیخ فالعبرۃ للطعم ان کان شیأ یظھر لہ طعم فی الماء وذلک نحو نقیع الزبیب وسائر الانبذۃ وان کان شیأ لایظھر طعمہ فی الماء فالعبرۃ لکثرۃ الاجزاء اھ وعبارۃ الحلیۃ ان کان المخالط شیأ لونہ یخالف لون الماء مثل اللبن والخل وماء الزعفران ثم قال وان کان لایخالف فی اللون ویخالف فی الطعم نحو ماء البطیخ وعصیر العنب الابیض وخلہ ثم قال وان کان لایخالفہ فیھما تعتبر الغلبۃ فی الاجزاء اھ وعبارۃ البرجندی ان خالف لونہ لون الماء کاللبن والزعفران فالعبرۃ لغلبۃ اللون وان توافقا فیہ فللطعم وان لم یکن لہ طعم ایضا فللاجزاء اھ وھکذا الخصہ الحکام وان زاد الریح من عند نفسہ اذ قال مرادہ ان المخالط المائع ان کان لونہ مخالفا تعتبر اللون وان کان لونہ لون الماء فالطعم وان کان لایخالفہ فی اللون والطعم فالاجزاء اھ فما قدمنا[١٢٢١] من عبارۃ الامام الاسبیجابی ان غیر لونہ فالعبرۃ للون وان لم یغیر لونہ بل طعمہ فللطعم وان لم یغیر لونہ وطعمہ فللاجزاء اھ علی الصلوح دون الفعلیۃ ای ما صلح لتغییر اللون وھو الذی یخالفہ لونا فالعبرۃ فیہ للون وان لم یصلح لہ بل لتغییر طعمہ بان وافقہ لونا وخالفہ طعما فللطعم وھکذا لا ان المخالط ان غیر اللون فذاک والا ینظر الی تغییرہ طعمہ فان حصل والا عدل الی الاجزاء وذلک لما علمت ان ما صلح لتغییر اللون والطعم جمیعا ان لم یغیر اللون لم یغیر الطعم ایضا وما صلح لتغییر احدھما لایمکن ان یکون مغلوبا فیھما غالبا او مساویا فی القدر وان امکن ھذا بطل الحکم بالترتیب ووجب القول باعتبار الثلثۃ بجملتھا ایما حصل حصلت الغلبۃ اذا عرفت ھذا فاعلم ان اھل الضابطۃ لم یراعوا ھذا الترتیب بل قالوا ما خالف فی وصفین فایھما تغیر غیر وما خالف فی الثلثۃ فای اثنین تبدلا بدلا وبھذا[١٢٢٢] الوجہ اوردنا علیھم ما فیہ سبق الطعم اللون وان کان غیر وارد علی مسلک الضابطۃ الشیبانیۃ کما اوردنا علیھما ما فیہ تغیر الریح وان کان ساقط النظر عندھا وحکمہا کجاری الضابطۃ الزیلعیۃ ظاھر فی ذوات الریح واما فی ما سبقہ الطعم فلقصرھا الحکم علی اللون فی ذی اللون فان وقع سبق الطعم ثبت الحکم وان لم یکن واقعا فی نظرھا **واقول[١٢٢٣]** من قبل الامام ابی یوسف ان اردتم تغیر وصف یزیل الاسم فممنوع کما علمتم وما یزیلہ فنعم ولم قلتم یقدم اللون فان الاسم بای شیئ زال زال اما قولکم ھو اضعف فیسبق فی التغیر الطعم ولا عکس قلنا

النوراق
النور و

https://www.facebook.com/darahlesunnat

سبقۃ الفعل کما یکون بضعف المنفعل فلا یقاوم بالکسر کذلک یکون بقوۃ الفاعل فلا یقاوم بالفتح والمانع ان یکون شیئ طعمہ لقوی شدید امن لونہ فیعمل فی طعم الماء القوی قبل ان یعمل لونہ فی لونہ الضعیف وعن ھذا **اقول** ۲۱۲۴ ان الضابطۃ الزیلعیۃ اصابت فی تجویزھا غلبۃ غیر اللون قبل اللون والضابطۃ الشیبانیۃ اصابت فی صورھا فی الحکم فانھا لاتسلم تقید الماء فیھا وان کان بناء علی انھا لاتقع وعلی ھذا التحقیق والتنقیر یبتنی کلام الفقیر فی التطفلات علی الضابطۃ الزیلعیۃ وعلی البحر فی ابداء المخالفات بینھا وبین الحکم المنقول اعنی ضابطۃ محمد سید الاکابر الفحول؛ فاعلم ذلک؛ والحمد للّٰہ خیر مالک؛ (۵) ۲۱۲۵ بما بینا ان تغیر اللون یسبق مساواۃ القدر یتبین فیہ ما یتوھم علی ضابطۃ البرجندی اذ قال فی المخالط بلاطبخ معنی غلبتہ ان یغلب لونہ لون الماء عند محمد والاجزاء الاجزاء عند ابی یوسف اھ ان محمد لایعتبر الاجزاء وھو باطل قطعا کما نبھنا علیہ فی الفصل الثالث اول المباحث غلبۃ الغیر وذلک لان من اعتبر اللون فقد ضیق لان تغیرہ اسبق ۲۱۲۶ ومثل ھذا لم اذکر کثرۃ الاجزاء فی الضابطۃ الشیبانیۃ الا فی جھۃ المائع واطلقت القول بالجواز فی الجامد مادامت الرقۃ باقیۃ ولم یصر شیئا اخر لمقصد اخر وذلک لان الرقۃ تزول بالجامد قطعا قبل تساوی القدر بکثیر وھذا املحنا الیہ فی البحث المذکور عن البحر عن الحدادی ان غلبۃ الاجزاء فی الجامد بالثلث کما قدمت ثمہ (۶) بعض علما کا خیال ہے کہ پانی بے لون ہے خود کوئی رنگ نہیں رکھتا حتی عرفہ الفاضل احمد بن ترکی المالکی فی الجواھر الزکیۃ شرح المقدمۃ العشماویۃ بقولہ للماء جوھر لطیف سیال لالون لہ یتلون بلون انائہ اھ **اقول** ۲۱۲۷ کان علیہ ان یقول یتلون بلون ما یخالطہ فان فی الجملۃ الاخیرۃ غنی عن البیان ولذا قال محشیہ السفطی المالکی انہ لکونہ شفافا یظھر فیہ لون انائہ فاذا وضع فی انائہ اخضر فالخضرۃ لم تقم بالماء وانما ھو لرقتہ لایحجب لون الاناء اھ **اقول** ۲۱۲۸ ووقع فی صدر شرح المواقف بحث العلم بالحس الثلج مرکب من اجزاء شفافۃ لالون لھا وھی الاجزاء المائیۃ الرشیۃ اھ وھو ظاھر فی نفی اللون عن الماء فان قلت منشا النفی کونھا صغیرۃ جدا فلا یظھر لھا لون **اقول** ۲۱۲۹ کلا الا تری ان الثلج یری لہ لون وما ھو الا لون الاجزاء المائیۃ وھی فیہ الطف منھا فی الثلج ولذا ینزل ذلک وھذا لعلو الصغیر جدا لانفرادہ لایری فلا یری لونہ واذا اجتمعت الصغار رئیت ورئی لونھا کما فی البخار والدخان بل والھباء کما ذکرناہ فی بعض حواشی اواخر الفصل الاول من رسالتنا النمیقۃ الانقی اور صحیح یہ کہ وہ ذی لون ہے یہی امام فخر رازی وغیرہ کا مختار ہے کلام فقہا مسائل آب کثیر وآب مطلق وغیرہما میں ذکر لون متواتر ہے اور ابن ماجہ نے ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان الماء طھور لاینجسہ الا ما غلب علی ریحہ وطعمہ ولونہ سنن دارقطنی میں ثوبان

معروضۃ ۲۱۲۱ علی الفاضل ابن ترکی المالکی

تطفل ۲۱۲۱ علی العلامۃ السید الشریف

رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الماء طہور الا ما غلب علٰی طعمہ او ریحہ او لونہ امام طحاوی مرسل راشد بن سعد سے راوی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا الماء لاینجسہ شیئ الا ما غلب علٰی ریحہ او طعمہ او لونہ ۲۱۳۳ اقول اور اصل حقیقت ہی فلا تردد الریح معہذا مقرر ہوچکا کہ ابصار عادی دنیاوی کے لیے مرئی کا ذی لون ہونا شرط ہے بلکہ مرئی نہیں مگر لون وضیا تو پانی بے لون کیونکر ہوسکتا ہے ولہذا علامہ ابن کمال پاشا نے اوسکے حقیقۃً ذی لون ہونے پر جزم کیا کما مر آنفا

ف۱ پھر اوسکے رنگ میں اختلاف ہوا بعض نے کہا سپید ہے فاضل یوسف بن سعید سمعیل مالکی نے حاشیہ عشاویین میں یہی اختیار کیا اور اوسپر تین دلیلیں لائے اول مشاہدہ دوم حدیث کہ پانی کو دودھ سے زیادہ سپید فرمایا سوم برف جمکر کیسا سپید نظر آتا ہے حیث قال فان قلت ما لون الماء الذی ھو قائم بذاتہ قلت المشاھد فیہ البیاض ویشھد لہ ما ورد فی بعض الاحادیث فی وصف الماء من کونہ اشد بیاضا من اللبن ومما یدل علی ان الماء لونہ ابیض مشاھدۃ البیاض فی الثلج حین جمودہ وانعقادہ علٰی وجہ الارض اھ ۲۱۳۱ ف۲ اقول اولا بلکہ مشاہدہ شاہد کہ وہ سپید نہیں ولہذا آبی اوس رنگ کو کہتے ہیں کہ نیلگونی کی طرف مائل ہو ۲۱۳۲ ف۳ ثانیا سپید کپڑے کا کوئی حصہ دھویا جائے جبتک خشک نہو اوسکا رنگ سیاہی مائل رہیگا یہ پانی کا رنگ نہیں تو کیا ہے ۲۱۳۳ ف۴ ثالثا دودھ جسمیں پانی زیادہ ملا ہو سپید نہیں رہتا نیلاہٹ لے آتا ہے ۲۱۳۴ ف۵ رابعا بحر اسود اخضر واحمر مشہور اور اسی طرح اونکے رنگ مشہور ہیں اسود تو سیلا ہی ہے اور سبزی بھی ہلکی سیاہی ہے ولہذا آسمان کو خضرا اور چرخ اخضر کہتے ہیں اور خط کو سبزہ۔ سانولی رنگت کو حسن سبز اور سرخی بھی قریب سواد ہے اگر حرارت زیادہ عمل کرے سیاہ ہوجائے جیسے خون بعد خشکی خون۔ گہری سرخی میں بالفعل سیاہی کی جھلک ہوتی ہے انگور سبز پھر سرخ پھر سیاہ ہوجاتا ہے ۲۱۳۵ ف۶ خامسا حدیث مبارک دریائے کوثر اطہر ہے سقانا اللہ تعالٰی منہ بمنہ ورأفتہ وکرم حبیبہ وقاسم نعمتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی الہ وصحبہ وامتہ اٰمین اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مطلق پانی کا رنگ سپید ہو ۲۱۳۶ ف۷ وہی حدیث میں اوسکی خوشبو مشک سے بہتر فرمائی صحیحین میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں حوضی مسیرۃ شھر ماؤہ ابیض من اللبن وریحہ اطیب من المسک میرا حوض ایک مہینے کی راہ تک ہے اوسکا پانی دودھ سے زیادہ سپید ہے اور دوسری روایت میں فرمایا ابیض من الورق چاندی سے بڑھکر اوجلا اور اوسکی خوشبو مشک سے بہتر حالانکہ پانی اصلا بو نہیں رکھتا خود حاشیہ فاضل سفطی میں دو ورق بعد ہے قولہ او ریحہ قال ابن کمال باشا الاولٰی من التجرد فی قولھم تغیر ریح الماء لان الماء لیس لہ رائحۃ ذاتیۃ فالمراد طرأ فیہ ریح لم یکن افادہ شیخنا الامیر اھ وقد اسمعناک نص العلامۃ الوزیر ۲۱۳۷ ف۸ اوسکی ضد جہنم ہے والعیاذ باللہ تعالٰی منہا جسکی آگ اندھیری رات کی طرح کالی ہے امام مالک وبیہقی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اترونھا حمراء کنارکم ھذہ

ف۱: پانی کا رنگ سفید ہے یا سیاہ
ف۲: معروضہ ۲۱۳۱ علی الفاضل السفطی المالکی
ف۳: معروضہ ۲ علیہ
ف۴: معروضہ ۳ علیہ
ف۵: معروضہ ۴ علیہ
ف۶: معروضہ ۵ علیہ
ف۷: معروضہ ۶ علیہ
ف۸: معروضہ ۷ علیہ

النوع / النوری

اشد سوادا من القار کیم دے اپنی اس آگ کی طرح سرخ سمجھتے ہو بیشک وہ تو تیرے بڑھکر سیاہ ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آگ کا اصل رنگ سیاہ ہے یا ہر آگ ایسی ہی ہے خود حدیث کا ارشاد ہے کہ اوسے اس آگ سا سرخ بتاؤ سادساً[۲۱۳۸] بعد انجماد کوئی نیا رنگ پیدا ہونا ضرور نہیں کیا وسکا اصل رنگ ہو خشک ہونے پر خون سیاہ ہوجاتا ہے اور مچھلی کی سرخ رطوبت سپید ہوسی سے اوس پر استدلال کیا گیا کہ وہ خون نہیں سابعاً[ف۲] ہوا کہ ہمیشہ سے مستنیر ہو رہی ہے جب جسم شفاف کے اندر داخل ہوتی ہے اوسکے شفاف اجزا کے چمکدار ہونے سے وہان ایک ہلکی روشنی پیدا ہوتی ہے جس سے سپیدی نظر آتی ہے جیسے موتی یا شیشے یا بلور کو خوب ایک پیس ڈالو تو اجزا باریک ہو جاتے ہیں یہ جگہ مابین داخل ہوگی اور تبت فاصل کے باعث اون باریک باریک اجزا اور اونمین ہوا کے بیچ مین اجزائے شفیفہ کا امتیاز نہوگا اور ایک رنگ کہ موتی سے میلا اور انکے اصلی رنگ سے اوجلا ہے محسوس ہوگا یہ سپیدی جو برف میں نظر آتی ہے یہی ہے اور یہی دریا کے جھاگ بلکہ بتاشے کی بھی حالانکہ وہ یقیناً سپید نہیں اوسکی سپیدی تو مرض ہے بلکہ آئینہ مین اگر دراز پڑ جائے وہان سپیدی معلوم ہوگی کہ بات تابندہ ہوا عمق میں داخل ہوئی یہی وجہ بھی ہوئی اوس کے سپید نظر آنے کی ہے کہ شفاف ہے اور اجزا باریک اور چمکدار ہے ہوا داخل ثامناً[ف] شفیف اجسام کا قاعدہ ہے کہ شعاعیں اونپر پڑ کر واپس ہوتی ہیں ولہذا آئینہ میں اپنی اور اپنے پس پشت چیزون کی صورت نظر آتی ہے کہ اوسنے اشعۂ بصر کو واپس پلٹایا وایسی ہیں نگاہ جس جس چیز پر پڑی نظر آئی گمان ہوتا ہے کہ وہ صورتیں آئینے میں ہیں حالانکہ وہ اپنی جگہ ہیں نگاہ نے پلٹنے میں اونھیں دیکھا ہے ولہذا آئینے میں دہنی جانب بائیں معلوم ہوتی ہے اور بائیں دہنی ولہذا شے آئینے سے جتنی دور ہو اوسیقدر دور دکھائی دیتی ہے اگرچہ سو گز فاصلہ ہو حالانکہ آئینہ کا دل جو نمبر ہے سبب یہی ہے کہ پلٹتی نگاہ اوتنا ہی فاصلہ طے کر کے اوس تک پہنچتی ہے اب[ف۱۱] برف کے یہ باریک باریک متصل اجزا کہ شفاف ہیں نظر کی شعاعون کو انھون نے واپس دیا پلٹتی شعاعون کی کرنیں اونپر چمکیں اور دھوپ کی سی حالت پیدا کی جیسے پانی یا آئینے پر آفتاب چمکے اوسکا عکس دیوار پر کیسا سفید براق نظر آتا ہے زمین شور مین دھوپ کی شدت میں دور سے سراب نظر آنے کا بھی یہی باعث ہے خوب چمکتا جنبش کرتا پانی دکھائی دیتا ہے کہ اوس زمین میں اجزائے صقیلہ شفافہ دور تک پھیلے ہوتے ہیں نگاہ کی شعاعیں اونپر پڑ کر واپس ہوئیں اور[ف۱۲] شعاع کا قاعدہ ہے کہ وہ ایسی میں لرزتی ہے جیسے آئینے پر آفتاب چمکے دیوار پر اوسکا عکس جھل جھل کرتا نظر آتا ہے اور شعاعون کے زاویے یہان چھوٹے تھے کہ اونکی ساقیں طویل ہیں کہ سراب دور ہی سے متخیل ہوتا ہے اور وتر اوسیقدر ہے جو نظر کے قدم سے آنکھ تک ہے اور چھوٹے وتر پر ساقیں جتنی زیادہ دور جاکر ملینگی زاویہ خورد تر بنیگا اور زوایائے انعکاس ہمیشہ زوایائے شعاع کی برابر ہوتے ہیں شعاع بصر پر اوتنے ہی زاویون پر پلٹتی ہیں جتنون پر گئی تھیں ان دونون امر کے اجتماع سے نگاہیں کہ اجزائے بعیدہ صقیلہ پر پڑی تھیں لرزتی جھل جھل کرتی چھوٹے چھوٹے زاویون پر زمین سے ملی ملی پلٹیں لہذا وہان چمکدار پانی جنبش کرتا متخیل ہوا واللہ تعالی اعلم اقول[۲۱۳۹] ھذا

طریق وان اخترنا طریق العضد الذی قال انہ الحق واقرہ السید وھو منع ان لا بیاض فی الثلج وما ذکر معہ والقول بان اختلاط الھواء المضیئ بالاجزاء الشفافۃ الصغار اسباب حدوث البیاض وان لم یکن ھناک مزاج یتبعہ حدوث اللون قال ولیس ذلک ابعد مما یقولہ الحکماء (**اقول ٢١٤** ای السفہاء من بعض القدماء کما قدم وتبعھم ابن سینا والھیثم کما فی طوالع الانوار وشرح التجرید) فی کون الضوء شرطا لحدوث الالوان کلھا فاذا اخرج المصباح مثلا عن البیت المظلم انتفی الوان الاشیاء التی فیھا واذا اعید صارت ملونۃ بامثالہا لاستحالۃ اعادۃ المعدوم عندھم ولا شک ان ھذا ابعد من حدوث البیاض فی الاجزاء الشفافۃ بمخالطۃ الھواء من غیر مزاج اھ **اقول ٢١٥** وقولھم مردود بحدیث البزار والحاکم وصححہ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال نار جھنم سوداء مظلمۃ وروی البیھقی فی البعث وابو القاسم الاصبہانی عنہ قال تلا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھذہ الاٰیۃ وقودھا الناس والحجارۃ فقال اوقد علیھا الف عام حتی احمرت والف عام حتی ابیضت والف عام حتی اسودت فھی سوداء مظلمۃ لا یضیئ لھبہا وروی الترمذی وابن ماجۃ والبیھقی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مثلہ وفی اٰخرہ فھی سوداء مظلمۃ کاللیل المظلم جعل الترمذی وقفہ اصح **اقول ٢١٦** والوقف فیہ کالرفع اذا لم یکن اخذا عن الاسرائیلیات فقد اثبت لہا اللون مع الظلمۃ وعدم الضوء فاذن جوابنا اظھر لثبوت ان بیاض الثلج حادث لم یکن فی الماء واللہ تعالٰی اعلم اور بعض نے پانی کا رنگ سیاہ بتایا اور وہ اس حدیث سے سند لائے کہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے فرمایا واللہ یا ابن اختی ان کنا لننظر الی الھلال ثم الھلال ثم الھلال ثلثۃ اھلۃ فی شھرین وما اوقد فی ابیات النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نار قلت یا خالۃ فما کان یعیشکم قالت الاسودان التمر والماء اے میرے بھانجے خدا کی قسم ہم ایک ہلال دیکھتے پھر دوسرا پھر تیسرا دو مہینوں میں تین چاند اور کاشانہائے نبوت میں آگ روشن نہ ہوتی عروہ نے عرض کی اے خالہ پھر اہل بیت کرام مہینوں کیا کھاتے تھے فرمایا بس دو سیاہ چیزیں چھوہارے اور پانی رواہ الشیخان فی صحیحیہما عن عروۃ عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہما **اقول ٢١٧** وقد کثر ذلک فی الاحادیث وکلام العرب ومنہ الحدیث المسلسل بالاضافۃ قال السفطی بعد ما ذکر حدیث ام المؤمنین بلفظ کنا نمکث لیالی ذوات العدد لا نوقد نارا فی حجر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وما ھو الا الاسودان الماء والتمر اجیب بانہا رضی اللہ تعالٰی عنہا جعلت الماء اسود تغلیبا للتمر علی الماء لان التمر مطعوم والماء مشروب والمطعوم اشرف من المشروب او ان اٰنیۃ مائہم اذ ذاک کان یغلب علیہا السواد لکثرۃ دباغہا افاد جمیع ذلک شیخنا العید روس وقررہ شیخنا ایضا ومثلہ فی حاشیۃ شیخنا الامیر وقال بعض شیوخنا ان لونہ اسود مستدلا بظاھر ھذا الحدیث لکن الاول ھو المتجہ فتامل اھ **اقول ٢١٨**

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اولاً التغليب تجوّز فلا يصار اليه مالم يثبت ان الماء اسود لا ابيض وثانیاً التغليب في الاسماء كالعمرين والقمرين دون الوصفين متضادين فيقال الجيد والردي جيدان والطويل والقصير طويلان والعالم والجاهل عالمان وهل يستحسن احد من اكل اللحم وشرب الماء ان يقول اكلت الاحمرين اللحم والماء ومن تناول تمرا ولبنا يقول اكلت الاسودين التمر واللبن وثالثاً قد علمت ان الماء اذا وضع في اناء اخضر فالخضرة لم تقم بالماء فكذلك سواد السن ففيه التجوز بلا دليل **اقول** حقیقت امر یہ ہے کہ پانی خالص سیاہ نہیں مگر اس کا رنگ سپید بھی نہیں میلا مائل بیک گونہ سواد خفیف ہے اور وہ صاف سپید چیزوں کے مقابل آکر کھل جاتا ہے جیسا کہ ہمنے سفید کپڑے کا ایک حصہ دھونے اور دھوپ میں پانی ملانے کی حالت بیان کی و آئندہ تحقیقہ واللہ تعالی اعلم

(۷) علما کو اس اجماع آنی قبول تحقیق ناصالح نزاع کے بعد کہ سب پانیوں میں افضل وہ پانی ہے جو اوس بحر بے پایان کرم و نعم صلے اللہ تعالی علیہ وسلم کی انگشتان مبارک سے بابر کت ہزاروں کو سیراب ظاہر کیا زمزم افضل ہے یا کوثر شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی شافعی نے فرمایا کہ زمزم افضل ہے کہ شب معراج ملئکہ نے حضور اقدس صلے اللہ تعالی علیہ وسلم کا دل مبارک اوس سے دھویا حالانکہ وہ آب کوثر لاسکتے تھے اور اللہ عزوجل نے ایسے مقام پر اپنے نبی صلے اللہ تعالی علیہ وسلم کے لیے اختیار نفرمایا مگر افضل شمس نے اسی میں سراج کا اتباع کیا فتاوے علامہ شمس الدین محمد رملی شافعی میں ہے افضل المیاه ما نبع من بين اصابعه صلى الله تعالى عليه وسلم وقد قال البلقيني ان ماء زمزم افضل من الكوثر لان به غسل صدر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ولم يكن يغسل الا با فضل المياه اھ اس پر اعتراض ہوا کہ زمزم تو سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلاۃ والسلام کو عطا ہوا اور کوثر ہمارے حضور انور صلے اللہ تعالی علیہ وسلم کو تو لازم کہ کوثر ہی افضل ہو امام ابن حجر مکی نے جواب دیا کہ کلام دنیا میں ہے آخرت میں بیشک کوثر افضل ہے **اقول** تو یہ قول ثالث یا دونوں قولوں کی توفیق ہوا فتاوی فقہیہ کی عبارت یہ ہے (سئل) ايما افضل ماء زمزم او الكوثر (فاجاب) قال شيخ الاسلام البلقيني ماء زمزم افضل لان الملئكة غسلوا به قلبه صلى الله تعالى عليه وسلم حين شقوه ليلة الاسراء مع قدرتهم على ماء الكوثر فاختياره في هذا المقام دليل على افضليته ولا يعارضه انه عطية الله تعالى لاسمعيل عليه الصلاة والسلام والكوثر عطية الله تعالى لنبينا صلى الله تعالى عليه وسلم لان الكلام في عالم الدنيا لا الاخرة ولا مرية ان الكوثر في الاخرة من اعظم مزايا نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم ومن ثم قال تعالى انا اعطيناك الكوثر بنون العظمة الدالة على ذلك وبما قررته علم الجواب عما اعترض به على البلقيني اھ اسوقت اس مسئلہ پر کلام اپنے علما سے نظر فقیر میں نہیں اور وہ کہ فقیر کو ظاہر ہوا تفضیل کوثر ہے **فاقول** وبالله التوفيق للافضل معنيان الاكثر ثوابا وهو في المكلفين من يثاب اكثر وفي الاعمال ما الثواب عليه اكبر ولا مدخل لهذين في زمزم والكوثر وان أول بالتعاطي اي ما تعاطيه اكثر ثوابا فالكوثر غير مقدور لنا فلا معنى للتفاضل من هذا الوجه ايضا ولا معنى لان يقال ان ثوابه صلى الله تعالى عليه وسلم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

كان الكوثر في غسل الملئكة قلبه الكريم بل جمعهما فاذن لاعلاوة فيه لجمعه الاعظم شانا والارفع مكانا عند الله تعالى
وحينئذ لا يتم استدلال الامام البلقيني رحمه الله تعالى الا اذا احطنا بالحكم الالهية في غسل قلبه الكريم عليه
افضل الصلاة والتسليم وعلمنا انهما كانا سواء في تحصيلها ثم الله سبحنه اختار هذا فكان افضل اما ان يكون شيء
اوفق واصلح للعمل من غيره فلا يستلزم كونه اجل قدرا واعظم فخرا مطلقا بالفضل الكلي على انه صلى الله تعالى عليه وسلم لا يتشرف
بغيره بل الكل انما يتشرف به والله تعالى يصيب برحمته صلى الله تعالى عليه وسلم ما يشاء من خلقه ليزيد فضله كما اختار للولادة صلى الله
تعالى عليه وسلم شهر ربيع الاول دون شهر رمضان ويوم الاثنين دون يوم الجمعة ومكان مولده صلى الله تعالى عليه وسلم دون الكعبة
والفضل بيد الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم هذا جواب الامام ابن حجر فغاية ما يظهر في توجيهه ان زمزم افضل
في الدنيا لانه مقدر لنا فنثاب عليه فيترتب عليه الفضل لنا بخلاف الكوثر ان رزق الله تعالى منه احدنا في الدنيا فلفضل فيه
او لتفضل من المولى سبحنه وتعالى فهو يترتب على الفضل وما يورث الفضل اما الاخرة فليست دار عمل فيذهب
هنالك هذا الوجه ويظهر فضل الكوثر لانه من اعظم ما من الله تعالى به على نبيه صلى الله تعالى عليه وسلم **اقول**
لو تم هذا لكان كل ماء في الدنيا افضل من الكوثر بعين الدليل وهو كما ترى بل الكلام في ماء علمت فيه الارفع قدرا والاعظم فخرا وهذا
لا يختلف باختلاف الدار حتى يكون شيء اجل قدرا عند الله تعالى وافخر في الدنيا فاذا جاءت الاخرة انعكس الامر كلا بل لا يظهر في
الاخرة الا ما هو عنده تعالى ههنا فما كان افضل في الاخرة كان افضل في نفسه وما كان افضل في نفسه
كان افضل حيث كان وقد اعترفتم ان الكوثر افضل في الاخرة فوجب ان يكون له الفضل دنيا واخرى كيف
وزمزم من مياه الدنيا وهو من مياه الاخرة وللاخرة اكبر درجت واكبر تفضيلا **و ايضا** ماؤه من الجنة
قال صلى الله تعالى عليه وسلم يغت فيه ميزابان يمدانه من الجنة احدهما من ذهب والاخر من ورق
رواه مسلم عن ثوبان رضي الله تعالى عنه وقال صلى الله تعالى عليه وسلم الا ان سلعة الله
غالية الا ان سلعة الله الجنة **ثم** هو انعم لامته صلى الله تعالى عليه وسلم من شرب منه لم يظمأ
ابدا ولم يسود وجهه ابدا **وقد** امتن الله سبحنه به على افضل انبيائه صلى الله تعالى عليه وسلم
فكان افضل رزقنا المولى سبحنه وتعالى الورود عليه والشرب منه بيد احب حبيب اليه صلى الله
تعالى عليه وسلم ومجد وشرف وعظم وكرم وعلى اله الكرام وصحبه العظام وابنه الكريم وامته
الكريمة خير الامم وعلينا بهم ولهم وفيهم ومعهم يا من علينا بارسال الانعم والحمد لله رب العلمين حمدا
يدوم بدوامه الابد والله سبحنه وتعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم عز شانه احكم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مسئلہ ۲ شوال ۱۳۲۰ھ مسئولہ مولوی عبدالشکور صاحب رضا الرکانی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وضو کرتے وقت جس لوٹے سے وضو کرے اُس میں اگر ہاتھ منہ کے مستعملہ قطرے گرے تو اس لوٹے کا پانی طاہر ہے یا نہیں اور اُس سے بقیہ عضو کا دھونا درست ہے یا نہیں۔

الجواب

طاہر تو مطلقاً ہے علی مذہب محمد المصحح المعتمد اور بقیہ اعضا کا اُس سے دھونا بھی درست ہے جبکہ مستعمل پانی اسقدر کثرت سے نہ گرا ہو کہ غیر مستعمل پانی سے زائد ہو جائے فان المعتبر ھھنا الغلبۃ بالاجزاء کما فی التبیین والدرالمختار وغیرہما واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر بریلی بروز سہ شنبہ ۲۵ شعبان ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حوض کا پانی بسبب گرمی یا پُرانا ہونے سے جسمیں بُو اور رنگ تغیر ہو جائے اُس میں وضو کرنا چاہیے یا نہیں اور اسی مسئلہ میں گاؤں کے چاہ وغیرہ انکا پانی اور رنگ اور بُو آجاتی ہے اُس سے وضو کرنا چاہیے یا نہیں اور زید کہتا ہے اگر اُس میں کوئی چیز کتا بلی وغیرہ گر جائے جس سے بُو آجائے اور مزہ تبدیل ہو جائے تو ناپاک ہوتا ہے اور آپ ہی خود مزہ اور رنگ تبدیل ہو جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا ہے۔

الجواب

رنگ یا بُو یا مزہ اگر کسی پاک چیز کے گرنے یا زیادہ دیر ٹھہرنے سے بدلے تو پانی خراب نہیں ہوتا ہاں نجاست کی وجہ سے تغیر آجائے تو نجس ہوگا اگرچہ کتنا ہی کثیر کیوں نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ مقام کنبٹ پیسہ گجرات محلہ محمد پورہ معرفت پیش امام مولوی نظام الدین صاحب مسئولہ نثار احمد صاحب ۲ رمضان شریف ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فقہا حوض کی چار اقسام لکھتے ہیں مدور مربع مثلث طول بلا عرض آیا یہ چاروں قسمیں بلا اختلاف درست اور جائز ہیں یا ان میں سے کسی قسم میں اختلاف ہے اور جو قسم ان اقسام میں سے افضلیت رکھتی ہو استثنا کی جاوے جواب بہت جلد تشفی فرماویں۔

الجواب

مدور مثلث مربع تو صرف اختلاف ہیأت ہے جدا اقسام جداگانہ نہیں جنکے احکام مختلف ہوں طول بلا عرض میں البتہ اختلاف ہے بعض کے نزدیک وہ مطلقاً آب کثیر نہیں اگرچہ سیمرقند سے بخارا تک ہو اور صحیح و ارجح تر یہ ہے کہ سو ہاتھ مساحت درکار ہے جس طرح بھی حاصل ہو کما حققناہ فی فتاونا بما لا مزید علیہ اسی اختلاف کی بنا پر مدور ومثلث کی مساحتوں میں بھی اختلاف

پڑیگا جنکے نزدیک دس ہاتھ طول دس ہاتھ عرض دونوں کا ہونا ضرور ہے مدوّر کا رقبہ ۸۴ ہاتھ سے بھی زیادہ ہونا چاہیے اور مثلث کی ہر ضلع ساڑھے اکیس ہاتھ ۳/۴ گرہ اور قول مختار پر مدوّر کا قطر پانچ گز دس گرہ ایک انگل یا گیارہ ہاتھ نوگرہ ایک انگل کا ہے اور مثلث کی ہر ضلع پندرہ ہاتھ اور ۱/۵ ہاتھ کما بیناہ فی رسالتنا الھنی النمیر فی الماء المستدیر وھو من رسائل فتاوٰنا اقول بیشک یہی ہے کہ مربع مثلث مدوّر کیسا بھی ہو اُسکے اندر ایک مربع واقع ہوسکے جسکی ہر ضلع پانچ ہاتھ یا پندرہ فٹ ہو لان الخروج عن الخلاف احوط واحسن بالاتفاق واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۶ مسئولہ مولوی چودھری عبدالحمید خانصاحب رئیس سہاور مصنف کنز الآخرۃ ، محرم الحرام ۱۳۳۵ ہجری

آب مستعمل طاہر ہے غیر مطہر اور فقہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو پانی دہ در دہ سے کم ہو خواہ وہ دیگ میں ہو خواہ مٹکے یا لوٹے میں اگر اُس میں محدث یا جنب کا ایک پورا بھی چھو جائیگا تو وہ مستعمل ہو جائیگا اور پھر وہ قابل طہارت نہ رہیگا کہ آب مستعمل مطہر نہیں۔ ایسی صورت میں بڑی مشکل یہ پڑتی ہے کہ ایک گروہ کثیر در کثیر مسلمانوں کا خاصکر گروہ اناث کا بالکل دارمدار سقّوں کے پانی پر وضو وغسل کرنیکا ہے کہ سقّے پانی لیکر گھروں میں بھرتے ہیں اور اُسی پانی سے تمام گھر والے وضو و طہارت کرتے ہیں اور سقّوں کی یہ حالت ہے کہ اول تو وہ بالعموم بے نمازی ہوتے ہیں جنکو طہارت و نجاست کا کچھ امتیاز نہیں اسکے سوا یہ کہ وہ سقّے نمازی ہی کیوں نہ ہوں لیکن ہمہ وقت باوضو نہیں ہوتے اور پانی کوئیں سے جب کھینچتے ہیں تو ڈول کی رسّی کو دانتوں سے پکڑکر ایک ہاتھ کی اُنگلیوں کو ڈول میں ڈالکر دوسرے ہاتھ کی انگلیوں کو مشک کے مونھ پر رکھکر پانی مشک میں بھرتے ہیں اور پھر جب وہ گھروں میں آکر پانی بھرتے ہیں تو مشک کا مونھ کھولکر اور مشک کے مونھ کے قریب اپنا ہاتھ رکھکر گھڑے مٹکوں میں پانی بھرتے ہیں کہ وہ سب پانی اُنکے ہاتھ کی کف دست پر ہوکر ظرف میں پہنچتا ہے اور ایسی حالت میں یقینی دو دو تین تین بار پانی مستعمل ہوکر گھڑے مٹکوں میں پہنچتا ہے اور اُسی سے طہارت و وضو ہوتا ہے اسکے سوا عام نمازی مسلمان جس طریق سے مسجدوں میں کوئیں سے پانی کھینچکر لوٹوں اور مٹکوں میں بھرتے ہیں وہ بھی قریب قریب اُنھیں سقّوں کی ترکیب کے عمل کرتے ہیں اور اُسی سے وضو و طہارت کرتے ہیں تو ایسی صورت میں اس طہارت کا کیا حکم ہے مسجد کے نمازیوں کی بداحتیاطی سے قطع نظر کرکے سقّوں کی بداحتیاطی کا کیا مفر ہے کہ جنکے پانی پر تمام مسلمانوں کا دارمدار ہے اور سقّوں کی بداحتیاطی جیسے بلائے عام ہے کسی ترکیب سے کسی تدبیر سے رفع نہیں ہوسکتی تو پھر اب کیا کیا جائے۔ والسلام۔

الجواب

فی الواقع مذہب صحیح یہی ہے کہ بے وضو آدمی کا ناخن بھی اگر بغیر دُھلا ہوا اُس پانی میں کہ دہ در دہ نہیں پڑجائے تو وہ

سب پانی مستعمل ہوجائیگا تصانیف امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے فتح القدیر امام ابن الہمام تک تمام کتابوں مین بالاتفاق یہی حکم ہے مگر شریعت مطہرہ کا قاعدہ کلیہ ہے کہ استعمال درکنار دربارۂ نجاست بھی اوہام وشکوک وظنون مجردہ پر نظر نہین فرماتی ملاحظہ ہو پرانا استعمالی جوتا کسقدر مظنہ نجاست ہی مگر حکم یہ ہے کہ جبتک نجاست معلوم نہ ہو کوئین مین گرنے سے کوآن ناپاک نہ ہوگا صرف تطییب قلب کے لیے بیس ڈول نکالے جائین گے ناسمجھ بچے کا ہاتھ یا پاؤن پانی مین پڑجائے بے علم نجاست ناپاک نہ ہوگا گائے بکری کوئین مین گرجائے اور زندہ نکل آئے تو آن پاک رہیگا اگرچہ اُنکے کُھر اور رانون کا پیشاب وغیرہ مین ملوث نہ ہونا بعید از قیاس ہی یہانتک کہ فاسقون بے نمازیون بلکہ کافرون کے پاجامے پر بھی حکم نجاست نہین دیتے صرف کراہت ملتے ہین سقاؤن کے بھرے ہوئے پانی مین تو ایسے ظنون کی بھی نہین جسوقت وہ پانی لاکر برتنون مین ڈالتے ہین اُسوقت تو اُنکا ہاتھ پانی کی گزرگاہ پر ہوتا ہی نہین ورنہ پانی کو برتن مین جانے سے رُوکے اور اِدھر اُدھر بہائے دہانے سے پانی نکلتا ہی اور اُنکا ہاتھ مشک کے گلے پر ہوتا ہی مشک بھرتے وقت جو بائین ہاتھ سے اُسکا مونھ کھولتے اور ڈول سے پانی ڈالتے ہیں اُسوقت وہ پانی جریان کی حالت مین ہوتا ہے جبتک مشک مین داخل ہو اُس حالت مین تو اگر کسی نجاست پر گزرے تو اُسے بھی پاک کرتا ہوا جائیگا رہا دہنا ہاتھ اکثر تو ڈول کے نیچے دیکھا گیا اور ڈول نکالتے ہین تو اُسکی لکڑی پر ہاتھ رکھکر اور بالفرض یہی ہو کہ اُسکے اندر ہاتھ ڈالا کرتے ہون تو پہلے ڈول مین کہ ہاتھ ڈالا وہ ضرور مستعمل ہوگیا اگر اُس وقت بے وضو ہو نہ ہاتھ اس سے پہلے دُھلا ہو مگر ساتھ ہی ہاتھ دُھل گیا اب جو دوسرے ڈول مین ڈالا وہ مستعمل نہ ہوا مشک تین ڈول سے کم کی نہین ہوتی ایک ڈول مستعمل اُس مین پہنچا اور دو ڈول یا زائد غیر مستعمل تو ساری مشک کا پانی طاہر و مطہر ہوگیا اور یہ احتمال کہ ممکن ہی کہ پہلے ڈول کے بعد دوسرے ڈول مین ہاتھ ڈالنے سے پہلے اُسے حدث واقع ہوا ہونا قابل قبول ہی ایسے شاید و محتمل پر عمل کیا جائے تو دین و دنیا دونون کی عافیت تنگ ہو جائے غرض بہشتیون کے ہاتھ کا بھرا ہوا پانی ضرور طاہر و مطہر ہی ہان عوام کی حرکات شریعت انپر اور سب پر حاکم ہی اُنکی بے پروائیان یا جہالتین شرع پر حاکم نہین ہو سکتین یہ تو ایک سہل مسئلہ ہے جسمین بعض متاخرین علما کا خلاف بھی ملیگا اجماعی فرائض وہ کہانتک پورا کرتے ہین وضو مین کہنیان ایڑیان کلائیون کے بعض بالون کی نوکین اکثر خشک رہ جاتی ہین اور یہ تو عام بلا ہی کہ مونھ دُھونے مین پانی ماتھے کے حصہ زیرین پر ڈالتے ہین اور اوپر بھیگا ہاتھ چڑھا کر لیجاتے ہین کہ ماتھے کے بالائی حصہ کا مسح ہوا نہ غسل اور فرض غسل ہی نہ وضو ہوا نہ نماز غسل مین فرض ہی کہ پانی سونگھ کر ناک کے نرم بانسے تک چڑھایا جائے دریافت کر دیکھیے کتنے ایسا کرتے ہین چلو مین پانی لیا اور ناک کی نوک کو لگایا استنشاق ہوگیا تو ہر وقت جنب رہتے ہین اُنھین مسجد مین جانا تک حرام ہے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

نماز درکنار سجدے مین فرض ہے کہ کم از کم پاؤن کی ایک انگلی کا پیٹ زمین پر لگا ہو اور ہر پاؤن کی اکثر انگلیون کا پیٹ زمین پر جما ہونا واجب ہے یونہی ناک کی ہڈی زمین پر لگنا واجب ہے بہتیرون کی ناک زمین سے لگتی ہی نہین اور اگر لگی تو وہی ناک کی نوک یہان تو ترک واجب و گناہ اور عادت کے سبب فسق ہی ہوا پاؤن کو دیکھیے انگلیون کے سرے زمین پر ہوتے ہین کسی انگلی کا پیٹ بچھا نہین ہوتا سجدہ باطل نماز باطل اور مصلی صاحب پڑھکر گھر کو چلدیے قرأت دیکھیے اتنی تجوید کہ ہر حرف دوسرے سے صحیح ممتاز ہو فرض عین ہے بغیر اسکے نماز قطعًا باطل ہے عوام بیچارون کو جانے دیجیے خواص کہلانے والون کو دیکھیے کتنے اس فرض پر عامل ہین مین نے اپنی آنکھون سے دیکھا اور اپنے کانون سے سُنا کن کو علما کو مفتیون کو مدرسون کو مصنفون کو قل ھو اللہ احد کی جگہ اھد پڑھتے ہوئے جمعہ مین یحسبون کل صیحۃ علیھم کی جگہ یعسبون ھم العدو فاحذرھم کی جگہ فاعذرھم وھو العزیز الحکیم کی جگہ ھو العزیز بلکہ ایک صاحب کو الحمد شریف مین صراط الذین کی جگہ صراط اللظین۔ کس کسکی شکایت کیجیے یہ حال اکابر کا ہے پھر عوام بیچارون کی کیا گنتی اب کیا شریعت انکی بے پروائیون کے سبب اپنے احکام منسوخ فرمادیگی نہین نہین ان الحکم الا للہ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۰ مرسلہ مولوی عبداللہ صاحب از دوحد ضلع پنچ محال ملک گجرات مسجد غزنوی، صفر ۱۳۲۵ھ ہجری

تالاب کبیر مین اگر بوٹی یا زراعت کثرت سے ہو جیسا کہ ایک جگہ کے پانی کی حرکت سے دوسری جگہ کا پانی حرکت نہ کرے تو اُس تالاب مین مقدار شرعی سے تھوڑی سی جگہ خالی کرکے کپڑے دھوئے جائین تو پاک ہوسکتے ہین یا نہین بینوا توجروا

الجواب

تالاب جبکہ کبیر ہے تو اُس مین زراعت کا اتصال پانی کو قلیل نہ کریگا تھوڑی جگہ اگر زراعت سے صاف کرلی گئی تو وہ بھی اُسی کبیر کا ٹکڑا ہے اور اُسی کے حکم مین ہے جبتک نجاست سے رنگ یا مزہ یا بُو نہ بدلے ناپاک نہ ہوگا نص علیہ فی الھندیۃ وغیرھا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۱ از سرونج مسئولہ عبدالرشید خانصاحب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

جنب مرد یا حیض والی عورت کا ہاتھ سیر بھر پانی یا سیر سے کم مین سہوًا یا عمدًا ڈوبے تو وہ پانی غسل و وضو کے قابل ہے یا نہین

الجواب

کسی حدث اکبر یا اصغر والے کا ہاتھ بغیر دھوئے جب کسی دہ در دہ پانی سے کم مین پڑجائیگا اُس سب کو قابل وضو و غسل نہ رکھیگا ہاں اگر ہاتھ دھو لینے کے بعد پڑا تو کچھ حرج نہین۔ عورت حیض کی وجہ سے اُسوقت حدث والی ہوگی

قرأت قرآن مجید مین عوام درکنار یہان اکثر خواص

آخر مسائل

مسائل اتصال ماء کبیر … جنب یا حیض والی کا ہاتھ ڈالنا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

جب حیض منقطع ہو جائے اس سے پہلے نہ اُسے حدث ہی نہ حکم غسل اُسکا ہاتھ پڑنے سے قابل وضو وغسل رہیگا واللہ تعالیٰ اعلم

٦٢ سوال دوم اکثر بلاد ہند مین چاہ دہ در دہ سے کم ہین اور جاہل مسلمان اُن چاہ پر کھڑے ہو کر غسل کرتے ہین اور اُنکا آب غسل چاہ مین گرتا جاتا ہے اور اُسی چاہ کے پانی سے اور مسلمان غسل کرتے ہین غسل اُنکا درست ہوا یا نہین

الجواب

درست ہی کہ مستعمل پانی اگر غیر مستعمل مین پڑے تو اُسیوقت اُسے مستعمل کریگا کہ مقدار مین اُسکی برابر یا اُس سے زائد ہو جائے چھینٹین کوئین کے پانی سے کیا نسبت رکھتی ہین ہان اگر بدن پر کوئی نجاست حقیقیہ تھی اور اُسکے پانی کی کوئی چھینٹ کوئین کے اندر پانی مین گری تو آپ ہی سارا کوآن ناپاک ہو جائے گا۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

٦٣ سوال سوم کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید و عمرو واسطے غسل کے چاہ پر گئے اور دونون حالت جنابت مین ہین زید نے چاہ سے آب نکالکر عمرو کو دیا عمرو نے غسل کیا لیکن زید کا ناپاک ہاتھ کئی بار آب اور ڈول سے لگا اس حالت مین پانی ناپاک ہوا یا نہین اور غسل عمرو کا درست ہوا یا نہین۔

الجواب

نجاست حکمیہ کہ جنابت سے ہوتی ہی اس حالت مین ڈول کو ہاتھ لگنے سے تو کوئی حرج نہین البتہ اگر ہاتھ بغیر دھوئے اُنگلی یا ناخن یا کوئی حصہ ہاتھ کا پانی سے مس کریگا تو وہ پانی اگرچہ ناپاک نہ ہوگا مگر غسل و وضو کے قابل نہ رہیگا پھر ہر بار اگر وہی حصہ ہاتھون کا پانی مین ڈوبا جو اول بار ڈوبا تھا تو صرف پہلا پانی خراب ہوا تھا بعد کے پانی طاہر و مطہر قابل غسل و وضو ہین اگر عمرو کے سارے بدن پر بعد کا پانی بہ گیا تو غسل اُتر جائیگا اور اگر کچھ حصہ بدن پر صرف پہلی دفعہ کا پانی بہا۔ یا ہر بار زید کے بے دُھلے ہاتھ کا نیا حصہ پانی مین ڈوبا تو سب پانی خراب ہوئے تو عمرو کا غسل نہ اُترے گا واللہ تعالیٰ اعلم

٦٤ سوال چہارم بلاد ہند مین مسلمانون کے گھرون مین ہندو کہارنین پانی بھرتی ہین ہندو کہارون کے ہاتھون کے پانی بھرے ہوئے سے غسل وضو درست ہی یا نہین۔

الجواب

درست ہی جبکہ اُنکے ہاتھ ناپاک نہ ہون بے دھوئے پانی مین نہ ڈوبین ورنہ جائز نہین واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم

٦٥ مسئلہ ازمہندر گنج سکول ہیڈ مولوی ضلع گارو ہلیس تورا ملک آسام مرسلہ نجم الدین احمد صاحب ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

حضرت قبلہ مولانا فاضل صاحب لطف بیکران برغریب باد چہ ارشاد فرمایند درین مسئلہ کہ در علاقہ فقیر درگاہے بنام

https://www.facebook.com/darahlesunnat

شامکمال از مدت دراز دست مردمان از دور دور برائے تکمیل نذر ونیاز بز وبقرہ آوردہ بسم اللہ گفتہ ذبح مینمایند وخادم درگاہ بتعجیل تمام پوست آن ذبیحہ راکشیدہ بعد یا قبل دباغت می فروشند واقاتش ازین شغل بسر میشود علمائے چند درین دیار گویند کہ انتفاع از چرم غیر اللہ جائز نیست اگرچہ بروقت ذبح بسم اللہ خواندہ شود وبعضے گویند کہ بلاشبہہ جائز ست زیراکہ غیر اللہ مثل مردار ست چون پوست مردار از دباغت پاک شود چرم غیر اللہ نیز از دباغت شود این چنین بحث وتکرار ہنوز پایان نرسید لہذا بخدمت اقدس حضرت عرض اینست کہ خرید وفروخت قبل یا بعد دباغت پوست ذبیحہ غیر اللہ درست ست یانہ مع دلیل بحوالہ کتاب قم درزیدہ ودستخط بالمہر عنایت سازند وعند اللہ اجر جزیل وصول نمایند۔

الجواب

آن چرمہا بنفس ذبح پاک میشود ہیچ حاجت بدباغت ندارد خرید وفروخت واستعمال آنہا مطلقاً رواست مسلمانان جانورے کہ برائے اولیائے کرام قدست اسرارہم ذبح میکنند زنہار عبادت غیر نمی خواہند این بدگمانی شدیدست بدگمانی از طریق اسلامی بعید قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ودر درمختار فرمود انا لانسیئ الظن بالمسلم انہ یتقرب الی الاٰدمی بھذا النحر در ردالمحتار ست ای علی وجہ العبادۃ لانہ المکفر وھذا بعید من حال المسلم باز اگر ہم گیریم کہ بعض آن بندگان جہال ہمچنان خواستہ باشد اگر ذابح برائے خدا ذبح کرد ونام او عزوجل گرفت حلال شد کہ اعتبار نیت قول ذابح راست کما حققناہ فی رسالتنا الصغیرۃ حجما الکبیرۃ نفعا ان شاء اللہ تعالٰی سبل الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیاء ومولٰی سبحنہ وتعالٰی در قرآن عظیم فرماید مالکم ان لا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ شمارا چیست کہ نخورید از انچہ بران نام خدا گرفتہ شدہ ست واگر ازین ہم گذریم وفرض کنیم کہ ذابح معاذ اللہ بہ نیت عبادت غیر کشت ومرتد گشت تا ازینہم انچہ لازم آید حرمت ذبیحہ ست نہ نجاست پوست نزد امام قاضیخان مذہب ارجح آنست کہ ذبح مطلقا تطہیر جلد میکند اگرچہ ذابح مرتد یا مجوسی باشد۔ در بحر الرائق ست قد قدمنا عن معراج الدرایۃ معزیا الی المجتبٰی ان ذبیحۃ المجوسی وتارک التسمیۃ عمدا توجب الطہارۃ علی الاصح وان لم یکن ماکولا ولکن النقل صاحب المعراج فی ھذہ المسئلۃ الطہارۃ عن القنیۃ ایضا ھنا ویدل علی ان ھذا ھو الاصح ان صاحب النہایۃ ذکر ھذا الشرط بقیل معزیا الی فتاوی قاضیخان درفتاوٰی امام اجل قاضی فخر الدین وزجندی ست ما یطہر جلدہ بالدباغ یطہر لحمہ بالذکاۃ ذکرہ شمس الائمۃ الحلوانی رحمہ اللہ تعالٰی وقیل یجوز بشرط ان تکون الذکاۃ من اھلھا فی محلھا وقدسمی اھ اقول فافاد بحکم المقابلۃ ان الذکاۃ فی القول

مسئلہ: مسلمان جو جانور اولیائے کرام کے لئے ذبح کرتے ہیں ان کی نسبت یہ گمان کہ وہ غیر خدا کی عبادت کرتے ہیں معاذ اللہ سخت حرام ہے۔

مسئلہ: جس جانور پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جائے وہ حلال ہے اگرچہ اس سے مقصود اولیاء کی نیاز ہو۔

فصل: قول بصورت ...

فائدہ: ...

الاولی مطلقۃ ولو غیر شرعیۃ والمسألۃ فی اللحم تدل علی حکم الجلد بالاولی ففیہ ترجیحان لعدم
اشتراط الشرعیۃ الاول ماذکر من ذکرہ القول الثانی بقیل والثانی انہ قدم الاول وھو انما یقدم
الاظھر الاشھر کما نص علیہ فی خطبتہ فیکون ھو المعتمد کما فی الطحطاوی والشامی اما قول الدرھل
یشترط لطھارۃ جلدہ کون ذکاتہ شرعیۃ قیل نعم وقیل لا والاول اظھر لان ذبح المجوسی وتارک
التسمیۃ عمدا کلا ذبح ام فاقول[1] نعم ذلک فی حق الحل اما طھارۃ الجلد فلا تتوقف علیہ
وانما ھی لان الذبح یعمل عمل الدباغ فی ازالۃ الرطوبات النجسۃ کما فی الھدایۃ بل لانہ یمنع من اتصالھا
بہ والدباغ مزیل بعد الاتصال ولما کان الدباغ بعد الاتصال مزیلا ومطھرا کانت الذکاۃ المانعۃ
من الاتصال اولی ان تکون مطھرۃ کما فی العنایۃ ولا شک ان ھذا یعم کل ذبح فکان کما اذا دبغ
مجوسی فالاظھر ما اختارہ الامام قاضیخان ھذا ولعل الاوفق بالقیاس والالصق بالقواعد ما ذکر
تصحیحہ فی التنویر والدر والقنیۃ ایضا وبہ جزم الاکمل والکمال وابن الکمال فی العنایۃ والفتح والایضاح
وبالجملۃ ھما قولان مصححان وھذا اوفق وذاک ارفق فاختر لنفسک والاحتیاط اولٰی واگر ایں ہم گزیریم وگیریم
کہ ذابح معاذ اللہ مرتد شدہ وذبیحہ بجمیع اجزائہا نجس گشت بریں تقدیر نیز دباغت راموجب طہارت ندانستن جہل عظیم وباطل
باجماع ائمہ ماست فقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایما اھاب دبغ فقد طھر واللہ تعالٰی اعلم

فصل فی البئر

مسئلہ[2] از خیرآباد مرسلہ مولوی سید حسین بخش صاحب نحوی یکم ربیع الاول ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر گرگٹ چاہ افتادہ ہو اُسکا پانی کسقدر نکالا جائے اور گرگٹ کس جانور کے
برابر ہوسکتا ہو اگرچہ جثہ میں چھپکلی سے زیادہ اور خون رکھتا ہے بحوالہ کتاب ارشاد ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

گرگٹ چوہے کے حکم میں ہے اگر کوئیں سے مُردہ نکلے اور پھولا پھٹا نہ ہو بیس ڈول نکالے جائیں گے فتاوی خانیہ وفتاوی
ہندیہ وغیرہما میں ہے اذا وقع فی البئر سام ابرص ومات ینزح منہا عشرون دلوا فی ظاھر الروایۃ علامہ حسن
شرنبلالی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں فرماتے ہیں مابین الفارۃ والھرۃ فحکمہ حکم الفارۃ الخ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ[3] کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دلو وسط کی مقدار کیا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

کوئیں میں جب کوئی چیز گر جائے اور شرع مطہر کچھ ڈول نکالنے کا حکم دے جہاں متون متاخرین میں لفظ دلو وسط واقع ہوا یعنی مثلاً چوہا گر کر مر جائے تو بیس ڈول متوسط نکالے جائیں اُس ڈول کی تعیین میں بھی اقوال مختلفہ ہیں کہ سات تک پہنچتے ہیں مگر ظاہر الروایۃ ومختار امام قاضی خان وصاحبِ محیط ومصنف اختیار ومؤلف ہدایہ وغیرہم اکابر علما یہی ہے کہ ہر کوئیں کے لیے اُسی کا ڈول معتبر ہوگا جس سے اُس کا پانی بھرا جاتا ہے ہاں اگر اُس کوئیں کا کوئی ڈول معین نہ ہو تو اُس ڈول کا اعتبار کریں گے جس میں ایک صاع مدس یا ماش آ جائیں غنیہ میں ہے الدلو الوسط مایسع صاعا من الحب المعتدل اور صاع ہمارے امام کے نزدیک آٹھ رطل کا ہوتا ہے ہر رطل بیس استار ہر استار ساڑھے چار مثقال ہر مثقال ساڑھے چار ماشے تو ہر رطل تینتیس تولے نو ماشے اور صاع دو سو ستر تولے کا ہوا فی رد المحتار عن شرح درر البحار اعلم ان الصاع اربعۃ امداد والمد رطلان والرطل نصف من والمن بالدراھم مائتان وستون درھما وبالاستار اربعون والاستار بکسر الھمزۃ بالدراھم ستۃ ونصف وبالمثاقیل اربعۃ ونصف اھ **اقول** والدرھم المذکور ھھنا غیر الدرھم الشرعی المعتبر بوزن سبع لما یشھد بذلک جعلہ الاستار بالدراھم ستۃ ونصفا وبالمثاقیل اربعۃ ونصفا اذ لو کان بوزن سبع لکانت اربعۃ مثاقیل ونصف بالدراھم ستۃ وثلثۃ اسباع لا نصفا وایضا لو کان للمن ۲۶۰ درھما بوزن سبعۃ لکان من المثاقیل ۱۸۲ مع انہ بحساب الاستار المذکور مائۃ وثمانون کما لا یخفی علی المحاسب وبہ علم بحمد اللہ تعالٰی ان ما وقع من العلامۃ الشامی حیث قال بعد ما مر ثم اعلم ان الدرھم الشرعی اربعۃ عشر قیراطا والمتعارف الاٰن ستۃ عشر فاذا کان الصاع الفا واربعین درھما شرعیا یکون بالدرھم المتعارف تسعمائۃ وعشرۃ الخ خلط بین اصطلاحین فان الصاع انما یکون الفا واربعین بالدرھم المذکور ھھنا لان الصاع ثمانیۃ ارطال والرطل عشرون استارا والاستار بھذہ الدراھم ستۃ ونصف فاذا ضربت عشرین فی ستۃ ونصف کان الرطل مائۃ وثلثین درھما وبضربھا فی ثمانیۃ یحصل الف واربعون والدرھم الذی ھو اربعۃ عشر قیراطا انما ھو الدرھم الشرعی المعتبر بوزن سبعۃ کما فی الدر المختار وغیرہ فتنبہ لھذا واترک الدراھم وحاسب بما لا یختلف وھو المثقال فانہ اربع ونصف ماسۃ فالاستار طولجۃ وثمان ماسات وربع ای حبتان فالرطل ثلث وثلثون طولجۃ وتسع ماسات کما ذکرنا وباللہ التوفیق اور یہ تفصیل کہ ہر کوئیں کے لیے اُسی کا ڈول معتبر کہیں

ف ۱: مسئلہ صاع و رطل و استار و مثقال کا بیان

ف ۲

فصل بیس

ف ۳: معروضۃ علی العلامۃ الشامی

استار اکتیس ماشے دو رتی ہے اور رطل تینتیس تولے نو ماشے

اور نہ ہو تو ایک صاع والا ڈول یہ گویا ان دونوں معتبر قولوں کی جمع و توفیق اور قول فیصل ہے اور یہی فتاوٰی[1] خلاصہ و شرح[2] طحاوی و سراج[3] سے ظاہر اور صاحب بحر الرائق[4] نے اسی پر اعتماد اور صاحب[5] درمختار نے اسی پر جزم کیا اور بہ تبعیت صاحب بحر ڈول وسط کے یہی معنی قرار دیے فی الخانیۃ[1] اذا وجب نزح بعض الماء بعد موت الدلاء فالمعتبر فی ذلک دلو ھذہ البئر وفی الھدایۃ[2] ثم المعتبر فی کل بئر دلوھا الذی یستقی بہ منہا وقیل دلو یسع فیہ صاع وفی الخلاصۃ[3] المعتبر فی کل بئر دلوھا فان لم یکن لتلک البئر دلو یجب ینزح بدلو یسع فیہ الصاع وھو ثمانیۃ ارطال وعن ابی حنیفۃ خمسۃ امناء وفی البحر الرائق[4] واختلف فی تفسیر الدلو الوسط فقیل ھی الدلو المستعملۃ فی کل بلد وقیل المعتبر فی کل بئر دلوھا لان السلف لما اطلقوا انصرف الی المعتاد واختارہ فی المحیط والاختیار والھدایۃ وغیرھا وھو ظاہر الروایۃ لانہ مذکور فی الکافی للحاکم وقیل ما یسع صاعا وھو ثمانیۃ ارطال وقیل عشرۃ ارطال وقیل غیر ذلک والذی یظہر ان البئر ما ان یکون لھا دلو اولا فان کان لھا دلو اعتبر بہ والا اتخذ لھا دلو یسع صاعا وھو ظاہر ما فی الخلاصۃ وشرح الطحاوی والسراج الوھاج وح فینبغی ان یحمل قول من قدر الدلو علی ما اذا لم یکن للبئر دلو کما لایخفی وفی[5] الدر المختار بدلو وسط ھو دلو تلک البئر فان لم یکن فما یسع صاعا وفی الشامیۃ[6] قولہ فان لم یکن الخ ای ھذا اذا کان لھا دلو فان لم یکن فالمعتبر دلو یسع صاعا ھذا التفصیل استظہرہ فی البحر وقال ھو ظاہر ما فی الخلاصۃ وشرح الطحاوی والسراج۔ وفی المقام بحث وکلام اورد بعضا منہ السید ابن عابدین[2165] فی ھذہ الحاشیۃ رأینا طی الکشح عنہ احری مخافۃ التطویل مع حصول المقصود اذ لیس مرجعہ الا الی اللفظ والله اعلم بالصواب۔

مسئلہ[15] ۲۸ رمضان ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئیں میں سے گائے یا بھینس کا پٹھا نکلا جو بندش کے کام میں آتا ہے نہیں معلوم کسی آدمی سے گرایا جانور نے ڈالدیا ثابت ہی گلا سڑا نہیں اس میں کوئیں کے لیے کیا حکم ہے طاہر یا نجس بینوا توجروا۔

الجواب

طاہر ہے مطلقاً اگرچہ گل گیا ہو فی التنویر شعر المیتۃ وعظمہا وعصبہا طاہر اھ ملتقطا اقول[2166] وھذا فی العصب علی المشہور کما فی الدر وکذا علی خلافہ اعنی روایۃ نجاسۃ عصب المیتۃ اذ لا علم بان الواقع فی البئر ھو عصب المیتۃ دون المذبوح والیقین لایزول بالشک واللہ تعالٰی اعلم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مسئلہ ۱۴ چہ میفرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین ایک ہندو نے ایک چیز ناپاک سے کوئین کو ناپاک کردیا یعنی نال بچہ آدمی کا کوئین مین ڈالدیا اور بدعلم علوم ناپاکی کے دو تین روز مسلمانون اور ہندؤون نے پانی اُس کوئین کا پیا اور کھانے پکانیکے صرف مین لائے تو اس صورت مین اُن لوگون کے ایمان مین کچھ خلل ہوا یا نہین اور ڈالنے والے کے واسطے کیا سزا ہے اور پینے والے لوگ کسطرح طاہر ہون اور کوآن کسطرح پر پاک کیا جائے۔ بینوا توجروا

الجواب

صورت مسئولہ مین بعد نکالنے نجاست کے سب پانی اُس کوئین کا نکال ڈالین اور اگر نال کے کوئین مین گرنے کا وقت معلوم ہو کہ اُس نے فلان روز فلان وقت ڈالا تو اُسوقت سے کوآن ناپاک قرار پائیگا اور اس مدت مین جن شخصون نے اُس سے وضو کیا وہ اپنے اعضائے وضو اور جو نہائے ہون وہ تمام بدن پاک کرین اور اتنے دنون کی نمازین پھیرین اور جن کپڑون کو وضو کرتے مین یا کسی طرح وہ پانی درم برابر جگہ مین لگ گیا ہو وہ پاک کیے جائین اور اُس پانی سے جو کھانا پکایا گیا اُسکا بقیہ کتّون کو ڈال دین اور برتن پاک کرین اور جن لوگون نے اتنے دنون نادانستہ وہ پانی پیا اور اُس سے کھانا پکا کر کھایا اُنپر کوئی گناہ نہین نہ اُنکے ایمان مین خلل آیا یہ سب باتین اُس صورت مین ہین کہ اُسکے گرنے کا دن اور وقت معلوم ہوا اور جو یہ امر متحقق نہ ہوسکے تو کوآن اُسیوقت سے ناپاک ٹھہریگا جب سے وہ نال اُس مین دیکھا گیا اُس سے پہلے کے وضو اور غسل اور نمازین سب درست اور بدن اور برتن اور کپڑے سب پاک ہان بعد نکلنے کے اگر کسی نے بیخبری مین وضو یا غسل کیا اور اُس سے نماز پڑھی یا اُسکے کپڑون یا برتنون کو وہ پانی لگا تو وہ اپنے بدن برتن کپڑے پاک کرے اور اُس نماز کو پھیرے اور ڈالنے والا شرعاً قابل سزا و تعزیر ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ یکم رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک کوئین مین پھکنا گر گیا اُسوقت اُس مین پیشاب نہ تھا بلکہ بچے اُس مین پھونک رہے تھے اُنکے ہاتھ سے گر گیا یہ معلوم نہین کہ گائے کا ہے یا بھینس کا پھکنا نکال لیا گیا اب کوئین کی نسبت کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

کوآن پاک ہے کہ مذبوح جانور ماکول اللحم کا پھکنا بالاتفاق اپنی ذات مین توکوئی نجاست نہین رکھتا فی الدر المختار کل اھاب ومثلہ المثانۃ والکرش دبغ طھر فی التنویر وماطھر بہ طھر بذکاۃ یہان اگر ذبح ہونا معلوم نہین تو مردار ہونا بھی معلوم نہین والیقین لایزول بالشک **اقول** والمحل محل الطھارۃ والنجاسۃ دون الحل والحرمۃ فافھم رہا یہ کہ اُس مین پیشاب ہوتا ہے اور عادۃً اُسے پاک کرنیکے طور پر دھویا نہین جاتا تو اُسکے باطن مین وہ رطوبت بدستور

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لگی رہی یہ یہاں کچھ مضر نہیں کہ چکنا معدنِ بول ہے اور نجاست جبتک اپنے معدن میں ہو اُسے حکم نجاست نہیں دیا جاتا تو اُسکے جوف میں کوئی ناپاک شَے نہ تھی غنیہ میں ہے السخلة اذا وقعت من امها رطبة فی الماء لا تفسده کذا فی کتب الفتاوی وهذا لان الرطوبة التی علیها لیست بنجسة لکونها فی محلها اھ **اقول**[٢١٦٨] مقصود الاستشهاد بما فی التعلیل افاد اما المسألة فمبنیة علی قولهما بنجاسة رطوبة الفرج اما عندہ رضی اللہ تعالٰی عنه وعنهما فطاهرة ثم **اقول**[٢١٦٩] ولینظر فان جلد السخلة لیس محل تلك الرطوبة بل رحم امها ومنها اصلبة ثم یعکر علی حاصل هذه المسألة ومسألة المثانة وامثالهما انها لیست نجسة ما دامت فیها فاذا انتقلت صارت نجسة والماء اذا اصابها او دخلها فلا شك ان الرطوبة تنتقل منها الیه فکیف لا یحکم بنجاسته لاختلاطه بما هو نجس الآن وان لم یکن محکوما بالنجاسة قبل الا تری ان دم الشهید طاهر ما دام علیه فتجوز صلاة حامله لکن ان اصابه او ثوبه قدر مانع من دمه لم تجز لحصول الانفصال والانتقال کذا هذا فهذا ما یقتضیه النظر ولکن الحکم دوار فی الفتاوی ولم ار من تعرض له فتأمل وحرر لعل اللہ یحدث بعد ذلك امرا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ جناب مولوی صاحب۔ السلام علیکم۔ غوطہ خور ہندو تھا اور سب کپڑے اُتار کر اُس نے ایک چھوٹا سا کپڑا جو اُسی کے استعمال میں رہتا ہے باندھکر ایک ڈول اُس کوئیں کے پانی کا جسمیں وہ جوتی نکالنے کو گیا تھا بلا ادائے ارکان غسل اُڈال لیا تھا پس وہ کوئیں میں گھسکر جوتی نکال لایا اور ایک جُوتی پہلے کی بھی جو خدا جانے کب گری تھی وہ بھی نکلی جو گل سڑ گئی تھی پس ایسی حالت میں کتنے ڈول پانی کوئیں میں سے نکلوانا چاہیے۔ بعد گرنے جوتی کے اگر اُس کوئیں کا پانی ظروف گلی مثل سبو وغیرہ میں غلطی سے بھر گیا تو وہ ظروف قابل استعمال رہے یا نجس ہوگئے۔ فقط والسلام

الجواب

عنایت فرمائے من وعلیکم السلام اگر یقیناً معلوم تھا کہ اس ہندو کے بدن یا کپڑے یا اُس جوتے پر نجاست تھی تو کوئیں کا سب پانی نکلوائیں اور مٹی کے جو برتن چکنے استعمالی ہوں تین بار یوہیں دُھوئیں ورنہ ہر بار سکھا سکھا کر اور خشک ہونیکے یہ معنے ہیں کہ اتنی تری نہ رہے کہ ہاتھ کو تر کرے اور اگر ان چیزوں میں کسی کا نجس ہونا یقیناً معلوم نہیں جب بھی احتیاطی حکم یہی ہے کہ سب پانی نکالیں اسلیے کہ کافر غالباً نجاست سے خالی نہیں ہوتا ہاں اگر بدن پاک کرکے خوب نہا کر پاک کپڑا باندھکر جائے تو سب پانی کی حاجت نہیں جُوتے کی نامعلوم حالت کے لحاظ سے تطییب قلب کو بیس ڈول نکال لیں ردالمحتار میں ہے نقل فی الذخیرة عن کتاب الصلاة للحسن ان الکافر اذا وقع فی البئر وهو حی نزح الماء وفی البدائع

انہ روایۃ عن الامام لانہ لایخلو عن نجاسۃ حقیقیۃ او حکمیۃ حتی لو اغتسل فوقع فیہا من ساعتہ لاینزح منہا شیئ اقول ولعل نزحہا للاحتیاط تأمل اھ طریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ میں تاتارخانیہ سے ہے (سئل) الامام (الخجندی عن رکیۃ) وھی البئر (وجد فیہا خف) ای نعل تلبس ویمشی بہا صاحبہا فی الطرقات (لایدری متی وقع فیہا ولیس علیہ اثر النجاسۃ ھل یحکم بنجاسۃ الماء قال لا) اھ ملخصا خانیہ میں ہے لو وقعت شاۃ واخرجت حیۃ ینزح عشرون دلوا لتسکین القلب لا للتطہیر حتی لو لم ینزح وتوضأ منہ جاز وذکر فی الکتاب الاحسن ان ینزح منہا دلاء ولم یقدر وعن محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی کل موضع ینزح لاینزح اقل من عشرین دلوا لان الشرع لم یرد بنزح مادون العشرین اھ والسلام۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۲ موضع بکہ جیبی والہ علاقہ چاگل تھانہ ہریپور ڈاکخانہ کوٹ نجیب اللہ خان مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۳ رمضان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اگر مسجد کے کوئیں سے عورتیں بے پردہ پانی بھر کر لیجایا کریں اُس سے وضو کرکے نماز ادا کرنی چاہیے یا نہیں۔

الجواب

چاہیے۔ فی ردالمحتار فی التاترخانیۃ من شک فی انائہ وثوبہ او بدنہ اصابتہ نجاسۃ اولا فہو طاھر مالم یستیقن وکذا فی الاٰبار والحیاض والجباب الموضوعۃ فی الطرقات ویستقی منہا الصغار والکبار والمسلمون والکفار لہنگے والی عورتوں میں بعض کو یہ خیال ہوتا ہے کہ لہنگے میں میانی نہیں جو موضع بول پر حاجب ہو اور پانی بھرنے میں زور پڑتا ہے احتمال ہے کہ زور کے باعث کوئی قطرہ پیشاب وغیرہ کا ٹپکے اور حاجب ہونیکے سبب کوئیں میں جائے مگر یہ احتمالات ہیں شرع میں انپر بنائے کار نہیں الا تری ان نساء العرب لم یکن لاکثرھن سراویل انما کن یأتزرن والمئزر ایضا لاحاجب فیہ ثم قد کن یستقین من الاٰبار من دون نکیر ولا انکار

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۳ از شہر کہنہ مسئولہ علی حسن خان ۵ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک چوبچہ کوئیں کے کنارے پر ہے قریب غسلخانہ کے اور اُس میں پانی بہنے کے لیے سوراخ بھی ہے غسلخانہ میں لوگ غسل جنابت وپاکی ہرطرح کا کرتے ہیں وضو کا پانی بھی اُسی چوبچہ میں جاتا ہے اور سقاوہ کا بھی اور بہشتیوں کے بھرنے کا بھی اور وہ ہروقت سوراخ سے جاری رہتا ہے خلاصہ یہ کہ جنابت کا پانی کسی وقت اُس میں جاتا ہے اور وضو وغیرہ کا ہروقت جاتا رہتا ہے اُس میں ایک چھپکلی گر کر کوئیں میں گری کوآں پاک رہا

مسئلہ لہنگے والی عورت اگر کوئیں سے پانی بھرے پانی کی طہارت میں فرق نہیں

فصل کبیر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

یا ناپاک اور ایسے چوبچہ کے پانی کا کیا حکم ہے اور ایک ہندو ظاہری پلیدی سے پاک ہے مٹی نکالنے کو کوئیں میں گھسا کوئیں کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ اس چہ بچے میں پاک پانی زیادہ گرتا اور وہ ہر وقت جاری رہتا ہے تو اُسکا پانی پاک ہے پیچک کہ اُس میں گر کر کوئیں میں گری کوآن ناپاک نہ ہوا بلکہ غسل کا پانی خود بھی پاک ہے جبتک کوئی نجاست نہ دُھوئی گئی ہو۔ ہندو کے بدن پر اگر کوئی نجاست حقیقی نہ تھی کوآن ناپاک نہ ہوا مگر احتیاطاً کُل پانی نکالیں کما یظھر بالمراجعۃ الی ردالمحتار والوھبانیۃ وغیرھما واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از شہر کہنہ مرسلہ امجد علی خان وتلن خان ۳ محرم الحرام سنہ ۱۴ھ

جناب مولوی صاحب دام ظلہ۔ بعد سلام نیاز کے عرض ہے کہ اسی مضمون کا ایک سوال کل آپکے پاس آیا تھا لیکن اُس کے لکھنے میں کچھ فروگزاشت ہوگیا تھا اور مفتی سے جو سوال کیا جاتا ہے اُسکا جواب دیتا ہے لہذا ہو بہو جو حال تھا اسمیں لکھدیا اسکو ملاحظہ کر کے لکھدیجیے ایک چہ بچہ زیر غسلخانہ سوا گز طول بارہ گرہ چوڑا بارہ گرہ عمیق ہے اور آٹھ گرہ اونچائی پر اُس میں سوراخ لوٹے کی ٹونٹی کے برابر ہے اور چوبچہ میں پانی جنابت اور غیر جنابت غسل کا اور وضو کا اور کوئیں پر جو بھشتی بھرتے ہیں اُنکا گرا ہوا اور سقاوے میں برلئے وضو جو لوٹوں میں بھرتے وقت تھوڑا سا گرتا ہے اور استنجا چھوٹا اور بڑا اور ایسے جنب جنکے نجاست لگی ہو اُنکے غسل کا یہ سب پانی چوبچہ میں آتا ہے اور جب آٹھ گرہ سے زیادہ اونچا پانی اُس میں ہوجاتا ہے تو نکلنا شروع ہوتا ہے ورنہ اُس میں ٹھہرا رہتا ہے اور رنگ بو پانی کا تبدیل نہیں ہوا ہے لیکن اُس چوبچہ کے پانی میں بُو بھی آتی ہے اور مزہ کسی نے چکھا نہیں ہے تو ان صورتوں میں اُس چوبچہ کا پانی پاک ہے یا ناپاک اور پاک ہے تو کس قسم کا اور ایک پیچک اسی چوبچہ میں ڈالکر کوئیں میں ڈالی تھی تو کوآن پاک رہا یا ناپاک اور اگر ناپاک ہوا تو کسقدر ڈول نکلیں گے۔

الجواب

شرع مطہر میں مدار نجاست علم پر ہے اور مدار طہارت نامعلومی نجاست پر جس چیز کی نجاست معلوم نہیں وہ پاک ہے سقاو سقایہ و وضو و غسل بے جنابت و غسل جنابت سب کے پانی پاک ہیں اور استنجا جب ڈھیلے سے کرلیا جائے تو اصح مذہب پر طہارت ہوجاتی ہے اور اب جو پانی سے استنجا کریں تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوتا جبکہ نجاست نے مخرج سے تجاوز نہ کیا ہو فان الشرع قد اعتبر الاحجار مطھرۃ لما علی المخرج دفعا للحرج علی خلاف القیاس

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فی سائر البدن کما قررہ فی الحلیۃ من اداب الوضوء فما جاوزہ اعنی المخرج لا یطھر بالحجر وانما یجف فاذا لاقی ماء قلیلا افسدہ [۲۱۷] ھذا ھو التحقیق الذی حصل للعبد الضعیف بمطالعۃ کلمات کثیرۃ شدیدۃ الاضطراب کما ذکرتہ فیما علقتہ علی رد المحتار ثم کون الاستجمار مطھرا فقد استدل لہ فی الفتح بما رواہ الدارقطنی وصححہ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی ان یستنجی بروث او عظم وقال انھما لا یطھران وتبعہ فی البحر وارایۃ فی النھر وقال فی جامع الرموز ھو الاصح اقول [۲۱۸] واخرج الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن خزیمۃ بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من استطاب بثلثۃ احجار لیس فیھا رجیع کن لہ طھورا فھذا نص بحمد اللہ صریح فی المقصود وقد قال العلماء کما فی الغنیۃ وغیرھا انہ لا یعدل عن درایۃ ما وافقتھا روایۃ فکیف اذا کان ثم اختلاف تصحیح فعلی ھذا القول فلیکن التعویل وباللہ التوفیق اور غسلخانے میں جو نجاست پیش از غسل ھوئی گئی اگر ابھی اُسکا پانی چہ بچہ میں نہ پہنچا تھا کہ اُسکے بعد غسل کیا اور یہ پاک پانی اُسے بہا کر لیگیا تو زمین بھی پاک ہوگئی اور پانی بھی پاک رہا فی رد المحتار فی الذخیرۃ لو اصابت الارض نجاسۃ فصب علیھا الماء فجری قدر ذراع طھرت الارض والماء طاھر بمنزلۃ الجاری اھ اور اگر آب نجس چہ بچہ میں پہنچ گیا تھا اُسکے بعد پاک پانی غسل ووضو وغیرہا کا بہتا آیا اور اُس نے چہ بچہ کو جاری کردیا تو سارا پانی کہ چہ بچہ میں تھا پاک ہوگیا فی رد المحتار والعرف الاٰن انہ متی کان الماء داخلا من جانب وخارجا من جانب اخر یسمی جاریا وان قل الداخل وبہ یظھر الحکم فی برك المساجد ومغطس الحمام مع انہ لا یذھب بتبنۃ اور پانی میں ٹھہرنے سے بھی بو آجاتی ہے یہ خواہی نخواہی مستلزم نجاست نہیں جبتک نجس چیز کے سبب بُو میں تغیر نہ آیا ہو غرض اس چہ بچہ میں اکثر اوقات زیادہ احتمالات طہارت کے ہیں اور بعض وقت ایک احتمال نجاست کا پس اگر ثابت ومتحقق ہو کہ جسوقت پیک اُسمیں گری اُس سے پہلے کسی شخص نے کوئی نجاست حقیقیہ دھوئی تھی اور تنہا اُسیکا پانی چہ بچہ میں آیا ہوا تھا اور اُسکے بعد پاک پانی نے آکر اُسے بہا نہ دیا تھا جب تو اس صورت خاص میں کوئیں کی نجاست اور کُل پانی نکالنے کا حکم دیا جائیگا اور اگر اُسکا ثبوت تحقیقی طور پر نہیں تو چہ بچہ پیچک کو آن سب پاک ہیں احتمال سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ پاکی کے لیے ایک احتمال طہارت کافی ہے نہ کہ جہاں غالب وہی ہو فی رد المحتار قال فی البحر وقیدنا بالعلم لانھم قالوا فی البقر ونحوہ یخرج حیا لا یجب نزح شیئ وان کان الظاھر اشتمال بولھا علی افخاذھا لکن یحتمل طھارتھا بان سقطت عقب دخولھا ماء کثیرا مع ان الاصل الطھارۃ اھ ومثلہ فی الفتح اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مسئلہ [۷۵] ۲۶ صفر سنہ ۱۴ھ

کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک مرغا اور مرغی کوئین مین گرے اور زندہ نکل آئے اُنکے نکالنے کو خشک کھانچا جسمین نجاست کا ہونا معلوم نہین مرغی اُس مین بند ہوا کرتی تھی ڈالا گیا اس صورت مین کوئین مین سے کتنے ڈول نکالے جائین اور اُنکا نکالنا یا اُسکے دام دینا اُس شخص پر لازم ہوگا یا نہین جسکی وہ مرغی ہے حالانکہ مرغی آپ مرغ سے بھاگ کر اُس مین گری۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بیس[۲] ڈول نکالے جائین اور کھانچے مین مرغی کا بند ہوا کرنا اُسکی نجاست پر یقین کا موجب نہین جیسے استعمالی جوتا اور خود جانورون کے پنجے پاؤن اسکا تاوان اُسپر اصلا نہین جسکی وہ مرغی تھی اگر اُس سے جبرًا لیا جائیگا ظلم و حرام ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ [۷۶] از درو تحصیل کچھا ضلع نینی تال مرسلہ عبدالعزیز خانصاحب ۲۴ رجب سنہ ۱۳۱۵ھ

چھپکلی اگر کوئین مین گر کر مرجائے اور پھول یا پھٹ جائے تو کسقدر پانی کوئین سے نکالا جائے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سب کہ اس مین دم سائل ہوتا ہی فقیر نے خود اپنی آنکھ سے مشاہدہ کیا ہی ردالمحتار[۱] بحث اسآر مین زیر قول ماتن سوٴر سواکن بیوت مکروہ فرمایا قولہ سواکن بیوت ای مما لہ دم سائل کالفارۃ والحیۃ والوزغۃ وتمامہ فی الامداد[۲] فتاوی امام اجل قاضیخان فصل النجاسۃ التی تصیب الثوب[۳] مین ہی دم الحلمۃ والوزغۃ یفسد الثوب والماء فتاوی عالمگیریہ[۴] مین ہی دم الحلمۃ والوزغۃ نجس اذا کان سائلا کذا فی الظھیریۃ[۵] فاذا اصاب الثوب اکثر من قدر الدرھم یمنع جواز الصلاۃ کذا فی المحیط[۶] **اقول**[۲۱۷۴] والتقیید بالسیلان علی المعھود من اصلنا ان دم کل دموی لا ینجس منہ الا سائلہ ولذا لا ینقض دم الانسان وضوءہ الا اذا کان سائلا لاجرم خزانۃ المفتین مین برمز ظ اسی فتاوی ظہیریہ سے ہی دم الوزغۃ یفسد الثوب والماء[۷] فتح القدیر مین ہے دم الحلمۃ والاوزاغ نجس[۸] اھ **اقول**[۲۱۷۵] فقد اطلقوا والمراد المراد ولو شک فی دمویتھا لما ساغ لھم الاطلاق کالامام فقیہ النفس فتاوی[۹] صاحب بحرالرائق مین ہی سئل عن دم الوزغ ھل ھو طاھر ام نجس اجاب ھو نجس واللہ تعالٰی اعلم[۱۰] مراقی الفلاح مین ہی سؤر سواکن البیوت مما لہ دم سائل کالحیۃ والوزغۃ مکروہ للزوم طوافھا وحرمۃ لحمھا النجس[۱۱] اھ در[۱۲] مین ہے سؤر الوزغۃ مکروہ لان حرمۃ لحمھا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اوجبت نجاسۃ سؤرھا لکنھا سقطت لعلۃ الطواف فبقیت الکراھۃ ف‍ غنیۃ ذوی الاحکام میں ہے ولھذا اذا ماتت فی الماء نجستہ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ازمسجد جامع مرسلہ مولوی احسان حسین صاحب ۳ صفر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک مسلمان غسل اور پارچہ صاف کرکے واسطے نکالنے لوٹے کے کوئیں میں داخل ہوا تو آیا اب شرعاً بیس ۲۰ ڈول نکالنے کا اُس کوئیں میں سے حکم دیا جائیگا یا نہیں اور فتوٰی کس پر ہے مع حوالہ کتاب بیان فرمائیں بینوا توجروا

الجواب

جبکہ بدن بھی پاک تھا اور جامہ بھی پاک اور حدث بھی نہ تھا کہ نہالیا تھا اور کوئیں میں بھی حدث واقع نہ ہوا نہ اُس میں بہ نیت قربت وضو یا غسل تازہ کیا تو اب بالاجماع ایک ڈول نکالنے کی بھی حاجت نہیں کوئیں کا پانی بدستور طاہر مطہر ہے۔ فی ردالمحتار الطاھر اذا انغمس لایصیر الماء مستعملا بحر عن الخانیۃ والخلاصۃ اھ مختصرا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ربیع الآخر ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر جگہ اہل ہنود کوئیں میں اپنے لوٹے ڈالتے ہیں اور پانی بھرتے ہیں اور اُنپر کھڑے ہوکر نہاتے ہیں اور اپنی دھوتیں دھوتے ہیں اسطرح پر تمام چھینٹیں کوئیں میں اندر جاتی ہیں ان سب حالات مذکورہ میں پانی کوئیں کا پاک ہے یا ناپاک۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حکم پاکی کا ہے جبتک نجاست یقیناً نہ معلوم ہو صرف اسقدر کہ غالباً اُنکے برتن کپڑے ناپاک ہوتے ہیں حکم نجاست کے لیے کافی نہیں ورنہ بازار کی مٹھائی اور دودھ گھی وغیرہ سب حرام ونجس ٹھہرینگے اور یہ حرج ہے اور حرج مدفوع بالنص وقد ذکر المسألۃ فی ردالمحتار فی العبید والکفار وفی نصاب الاحتساب فی خصوص کفرۃ الھند وفصلناھا بمالامزید علیہ فی رسالتنا الاحلی من السکر لطلبۃ سکر روسر واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ از بزریا غفار گنج شہرکہنہ ۲۶ صفر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اُس گھر کی سیڑھی جس میں کہ چھوٹے بچے اور مرغیاں ہیں اور ہر چند کہ اُس سیڑھی میں کسی طرح کی نجاست ظاہری نہیں لگی ہے مگر ظن غالب ہے کہ اُسپر ضرور بچے نے کبھی پیشاب کیا ہو یا مرغیوں کی نجاست اُسکے پایوں میں لگی ہو اگر یہ سیڑھی کوئیں میں گر جائے تو پانی کوئیں کا پاک رہا یا ناپاک ہوگیا اگر ناپاک ہوگیا تو کسقدر ڈول نکالے جائیں۔ بینوا توجروا۔

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فصل البئر

الجواب

پانی پاک ہے جبتک بیر ھی کی نجاست پر یقین نہ ہو۔ صرف بیس ڈول نکال دیے جائیں تطییبا للقلب علی ما فی الخانیۃ وغیرھا وذلک لان الیقین لایزول بالشک وقد حققنا المسألۃ فی رسالتنا الاحلی من السکر علیہ الاکدار۔

مسئلہ ربیع الآخر ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایام وبا میں گورنمنٹ کی طرف سے جو دوا کوؤں میں واسطے اصلاح پانی کے ڈالی جاتی ہے اور رنگ پانی کا سرخ ہوجاتا ہے اور ذائقہ میں بھی فرق آجاتا ہے وہ پانی طاہر مطہر اور قابل پینے اور وضو کے ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جبتک نجاست پر علم نہیں پانی طاہر مطہر ہے نص علیہ فی ردالمحتار وغیرھا والاصل فی الاشیاء الطہارۃ یونہیں جبتک حرمت پر علم نہیں پانی حلال و مشروب ہے فان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ احکم

مسئلہ از بریلی محلہ کوہاڑا پیر ۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کل تیسرے پہر مسجد کے کوئیں پر آیا اور وہ ایک لڑکے غیر نمازی سے صرف یہ کہکر چلا گیا کہ یہ کوآں ناپاک ہے چھپکلی نکلی ہے شام کے وقت نمازیوں کو خبر ہوئی اور تحقیق کے لیے اُس شخص کو تلاش کیا لیکن پتا نہیں چلا اور نہ چھپکلی کوئیں کے پاس پڑی ہوئی نظر آئی جس سے اُسکی حالت معلوم ہوتی۔ اب ایسی صورت میں وہ کوآں پاک ہے یا ناپاک اور ناپاک ہے تو کسقدر ڈول نکالنا چاہیے اور مسجد کے سقاوے میں جو ایک روز قبل کا پانی بھرا ہوا ہے اُس سے نمازیوں نے مطلع ہوجانے پر وضو کیا اور نماز پڑھی اُسکا کیا حکم ہے اور کسی وقت کی نماز لوٹائی جائے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جبکہ اُس شخص کا نہ حال معلوم نہ پتا چلا اور اُس سے ناقل صرف ایک لڑکا نابالغ یا بالغ بے نماز ہے نہ کوئیں میں کوئی آثار نجاست معلوم ہوئے تو ایسی صورت میں حکم نجاست نہیں ہوسکتا کوآں بھی پاک سقایہ بھی پاک نمازیں بھی ٹھیک۔ اگر دل کا شبہہ مٹا دینا چاہیں تو صرف بیس ڈول نکال دین کافی ہے۔ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ از پیلی بھیت مسجد جامع مرسلہ حافظ شوکت علی صاحب ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے کوئیں سے پانی ہنود اپنے برتن سے بھریں مرد وعورت دونوں اُنکا بھرنا پانی کا نمازی کی طہارت کو نقصان لائیگا یا نہیں جو شخص اسکو جائز رکھے اور اسلام کے مقابلہ میں ہنود کو قوت دیوے اُسکو کیا کہنا چاہیے مسلمان کوشش کریں کہ مسجد کے کوئیں سے پانی ہنود نہ بھریں اور ایک شخص

کوشش سے باز رکھے وہ کون ہے اور کسی عالم صاحب کے فرمانے کو کہے کہ وہ کیا جانے عالم کی اہانت کرنا کیا ہے اور اس شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا بالدلیل فتوجروا عند الجلیل۔

الجواب

اگرچہ نجاست جبتک یقیناً نہ معلوم ہو طہارت ہی مانتے ہیں مگر شک نہیں کہ ہنود کے برتن بدن سب نجاستوں پر مشتمل ہوتے ہیں جس قوم کے یہاں خود نجاست مطہر اور پاک کرنے والی مانی گئی ہو اور بچھیا کی موت گوبر کو بہتر کہیں یعنی پاک کرنے والا انکی طہارت کی کیا ٹھیک ہے تو احتیاط اس میں ہے کہ مسجد کا کنواں انکے تصرف سے دور رہے جو شخص بلا ضرورت شرعیہ مسلمانوں کا خلاف کرتا اور انکے مقابل ہنود کو قوت دیتا ہے سخت خطرناک حالت میں ہے اور عالم دین کی توہین کو ائمہ نے کفر لکھا ہے مجمع الانہر میں ہے الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ایسے شخص پر توبہ فرض ہے اگر نہ مانے اور اصرار کرے تو اسکے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھی جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم۔

مسئلہ ۸۴ از ٹونس منصفی اعظم گڈھ مرسلہ نبی حسن خانصاحب ۸ شوال ۱۳۱۲ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں ایک کوئیں میں سے ایک کتا نکلا اور وہ مرا ہوا تھا یہ نہیں معلوم کہ کب گر گیا تھا اُس کا پانی عدم وقفیت کی وجہ سے استعمال میں آتا رہا جس صبح کو وہ کتا برآمد ہوا اُس سے قبل اُس پانی سے سر دھویا فوراً چادر سے اُسکو پونچھکر تر کی ٹوپی اوڑھی اُسوقت سر میں نمی موجود تھی پانی کا کچھ نہ کچھ اثر ٹوپی میں ضرور پہنچا ہوگا۔ اس حالت میں ٹوپی پاک رہی یا ناپاک اور اُس کوئیں سے کتنا پانی نکالا جائے۔

الجواب

کُل پانی نکالا جائے۔ جبکہ سر پونچھ ڈالا تھا تو ٹوپی ناپاک نہ ہوئی صرف نم باقی رہنا ناپاک کرنے کو کافی نہیں جبتک اتنی تری نہ ہو کہ نچوڑ سے بوند ٹپکے کما صرح بہ فی الکتب المعتمدۃ منہا الدر وغیرہ اور صاحبین کے قول پر تو کوئیں کی ناپاکی اُسیوقت سے حکم دیا جاتا ہے جب سے کوئی نجاست اُس میں گرنا معلوم ہو اُس سے پہلے کا پانی پاک فرماتے ہیں تو کتے کے نکلنے سے پہلے جو پانی استعمال ہوا اُسپر حکم ناپاکی نہیں دیتے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۵ از چھبر گڈھ ضلع اودیپور میواڑ مرسلہ مولوی قاضی سمٰعیل محمد صاحب امام مسجد چھیپان ۱۱ ذی القعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے کوئیں میں (جو کہ دہ در دہ نہیں ہے) ایک شخص کا مستعملہ جوتا پڑ گیا گر گیا جوتے پر نجاست کے ہونے نہ ہونے کا حال معلوم نہیں مگر اُس شخص کا باقیماندہ دوسرا جوتا اُسیوقت دیکھا گیا تو اُسپر نجاست کا اثر نہیں تھا کتب موجودہ در مختار عالمگیریہ کبیری شرح منیۃ المصلی وغیرہا کتب فقہ میں دیکھا گیا تو بظاہر کوئی حکم صورت مسئولہ میں

https://www.facebook.com/darahlesunnat

نہین پایاگیا البتہ ایک عالم رکن الدین صاحب ساکن الور نے اپنے رسالہ رکن دین مین بلاحوالہ کتاب یہ عبارت کہ کوئین مین اگر جوتی گر جائے تو سارا پانی نکالاجائے کیونکہ جوتی مستعملہ مین نجاست کا لگا رہنا یقینی ہے اور یہان عام بلوی بھی نہین کہ جس سے بچاؤ مشکل ہو چونکہ اقوال مصرحہ علماسے یہ بات بھی ثابت ہی کہ جبتک کسی چیز کا یقین نہ ہو شک سے کچھ ثابت نہین ہوتا چنانچہ غایۃ الاوطار شرح درمختار مین ہی پس ان اقوال سے سخت حیرانی ہی کہ کونسا مسئلہ صحیح سمجھا جاوے آیا کوئین کا سارا پانی نکالا جائے یا پانی پاک سمجھا جائے امید کہ جواب اسکا مفصل بحوالہ کتب فقہ جلد تحریر فرمائین کہ شرع شریف کے حکم پر عمل کیا جائے نمازیون کو سخت تکلیف ہے۔ فقط

الجواب

جبکہ اُسکی نجاست معلوم نہین پانی ناپاک نہ ہوا فان الیقین لایزول بالشک تاتارخانیہ وطریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ وغیرہا کتب معتمدہ مین ہے سئل الامام الخجندی رحمہ اللہ تعالٰی عن رکیۃ وھی البئر وجد فیہا خف اونعل تلبس ویمشی بھا صاحبہا فی الطرقات لایدری متی وقع فیہا ولیس علیہ اثر النجاسۃ ھل یحکم بنجاسۃ الماء قال لا ہان تسکین قلب کے لیے بیس ڈول نکال لینا مستحب ہے جیسے بھینس یا بکری کہ کوئین مین گر کر زندہ نکل آئے اُسکی رانون پر پیشاب کی چھینٹین ہونا اس سے کم مظنون نہین پھر بندھا ہوا جانور وہین نجاست کرتا وہین بیٹھتا ہی مگر جب نجاست معلوم نہ ہو یہ ظنون معتبر نہ ہونگے اور صرف بیس ڈول نکالتے ہونگے وہ بھی تطییب قلب کے لیے ورنہ پانی پاک ہی فتاوی قاضیخان وفتاوی عالمگیری مین ہے لووقعت الشاۃ حیۃ ینزح عشرون دلوا لتسکین القلب لا للتطھیر حتی لولم ینزح وتوضا جاز باقی ظنون کا جواب اور ایسے تمام مسائل کی تحقیق فقیر کے رسالہ الاحلی من السکر مین ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۵ از موضع منصور پور متصل ڈاکخانہ قصبہ شیش گڈھ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ محمد شاہ خان ۲۰ محرم ۳۲ھ

کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ اکثر اشخاص کو دیکھا جاتا ہی کہ کوئین سے پانی کا ڈول نکالکر پانی صرف کے لائق لیتے ہین باقیماندہ پانی کوئین مین لوٹ دیا کرتے ہین اسکے لیے کیا حکم ہی۔

الجواب

عاقل بالغ شخص اگر ایسا کرے کوئی حرج نہین کہ پانی جب اُس نے بھر کر باہر نکال لیا اُسکی مِلک ہو گیا جب اُسنے باقی کوئین مین ڈالدیا تو اُسے مسلمانون کے لیے مباح کر دیا اور عاقل بالغ اپنے مال کو مباح کر سکتا ہی ہان مجنون اور نابالغ مین دقت ہے اُسکی تحقیق ہماری تعلیقات علی ردالمحتار مین ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۶ از سیتاپور کوٹھی حضرت سید محمد صادق صاحب وکیل مرحوم مرسلہ صاحبزادہ صاحب مولنا مولوی حضرت سید

محمد میانصاحب بیت مکارم ۱۴ رمضان ۱۳۳۲ھ

مولنا صاحب معظم ومکرم دام مجدہم۔ بس از اہدائے سلام مسنون۔ صورت یہ ہے کہ گھر کے چاہ مین ایک شخص نے بے احتیاطی سے ایسا گھڑا ڈالا جو گوبر سے مخلوط تھا مگر اسکا راوی کہ وہ ایسا گھڑا تھا ایک مسلمان غیر عادل وثقہ ہے بہرحال مین نے اسکا پانی ایک ایسے ڈول سے جو علی العموم اس چاہ مین نہین پڑتا بلکہ معمولی اس چاہ کے ڈول سے دوگنا بلکہ ڈھائی گنا تھا جسمین ایک گھڑا بھر پانی کم از کم آجاتا ہے نکلوایا اور جب ڈول نصف بلکہ نصف سے بھی کسیقدر کم آنے لگا تو پانی نکلوانا موقوف کرادیا ایک ہندو شخص نے پانی نکالا تھا اور نصف تک پانی ڈول مین آتے مین نے خود دیکھا تھا اور ڈول کو چاہ مین نہ ڈوبتے بھی مین نے دیکھا تھا مگر اس ڈول کا نصف سے کم بھرنا یہ اس ہندو کی روایت ہے ندی کے قریب ہی چاہ ہے اسوجہ سے پانی برابر آتا رہتا ہے یہ ڈول اگرچہ اس خاص چاہ مین تو نہین ڈالے جاتے مگر اسکے برابر دوسرا چاہ جو باغ مین ہے اس مین ڈالے جاتے ہین پھر اس اوديو تھوڑی دیر پہلے اور بھی سو پچاس ڈول نکالے جاچکے تھے مگر چونکہ درمیان مین وقفہ ہوگیا پانی پھر بھر گیا لہذا نئے سر سے یہ بارہ دیگر ادیو کرایا جسکا مال یہ ہوا آپ آیا وہ کوآن پاک ہوگیا یا نہین اگر نہین ہوا تو کسقدر پانی نکلنے سے پاک ہوگا اور اب پانی نکلوانا چھوڑا جائے اور کس ڈول کا اعتبار کیا جائے چونکہ رمضان مبارک کے دن ہین دور سے پانی لانے مین تکلیف ہے لہذا جناب سے بہت قوی امید ہے کہ جواب سے مفصل جلد سے جلد مطلع فرمائینگے امید کہ فوراً جواب روانہ ہوگا مختصر جواب کہ یہ چاہ پاک ہے یا نہین تو اسطرح پاک ہوگا درکار ہے مکرر یہ کہ اسقدر کم پانی اس چاہ مین ہوجاتے مین نے خود دیکھا تھا کہ ڈول کا پیندا تلی پر رکھا ہوتا تھا پلٹو مین ڈوبتا نہین تھا ٹیڑھا کرنے سے پانی ڈول مین آتا تھا والسلام خیر ختام۔

الجواب

حضرت صاحبزادہ والا دامت برکاتہم۔ تسلیم مع التکریم۔ مخبر غیر ثقہ جسنے وہ گھڑا ڈالنے کی خبر دی اگر قلب پر اسکی بات نجمتی ہو اس بیان مین اسکی کوئی مصلحت ہو یا اتنا لاابالی ہو کہ محض بے سبب ایسے امور مین غلط باتین کہتا ہو جب تو کوئین کی نجاست ہی کا حکم نہین اور اگر تحری سے اسکی بات قلب پر جمے تو حکم تطہیر ہے مگر تطہیر بیر مین موالات شرط نہین اعتبار اس کوئین کے ڈول کا ہے مگر یہان کہ نزح کل منظور ہے عدداً لحاظ دلو کیا ضرور ہے ہان نصف ڈول نہ بھرنے مین اتنے بڑے ڈول کا کہ اس ڈول سے ڈھائی گنا ہے نہ بھرنا کافی نہ ہوگا جبکہ اس کوئین کے ڈول کا نصف یا ایسے ڈول کا جسمین ایک صاع ماش آئے بھر سکتا ہو مگر اس سے پہلے جو سو پچاس ڈول نکالے گئے تھے وہ غالباً اس کمی کے پورا کرنے کو کافی بلکہ زائد ہوں پھر یہی قابل لحاظ ہے کہ جمیع مافیہ وقت وقوع النجاسۃ کا اعتبار ہے جبکہ بوجہ قرب نہر پانی اس کوئین مین ہر وقت آتا رہتا ہے تو ختم پر جو زیادت ہے وہ اگر تازہ آئی ہوئی ہے ملحوظ نہین مثلاً مافیہ وقت الوقوع ہزار ڈول تھے ہزار نکال دیے گئے طہارت ہوگئی اگرچہ بعد اخراج

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بوجہ جریان امداد پھر ہزار کے ہزار موجود ہوں غرض صورت مستفسرہ میں غالباً کوآں طاہر ہوگیا اور ان باتوں کا صحیح اندازہ جناب فرما سکیں گے اگر چند ڈول کا اشتباہ معلوم ہو وہ چنداب نکلوا دیے جائیں۔ والسلام واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از بریلی محلہ خواجہ قطب مرسلہ محمد ابراہیم ۲۱ عید الفطر ۱۳۳۲ھ

ایک چاہ پختہ جسکا قطر تین ہاتھ ہے اور جسمیں اسوقت ۱۳ فٹ پانی موجود ہے اُس میں ایک چوہا جو ریزہ ریزہ ہوگیا تھا پانی بھرتے ہوئے ڈول میں برآمد ہوا ہے اس چاہ کے پاک کرنیکے لیے کسقدر ڈول یا پانی اس میں سے نکالا جائے برآمد کوآں جسکے لیے پانی بالکل نکالے جانیکی صورت میں دو سو سے تین سو تک ڈول معین کیے گئے ہیں آیا اس کوئیں کے لیے یہ حکم جاری ہوسکتا ہے اگر یہ حکم اس کوئیں کے لیے نہیں صادر ہوسکتا تو اس چاہ میں سے کسقدر ڈول نکالے جائیں لفظ پانی توڑنا یا بالکل پانی نکالا جانا صاف نہیں ہیں چاہ کی اور پانی کی پیمایش متذکرہ بالا معلوم ہونے پر ڈولوں کی تعداد تعیین فرمائی جائے۔

الجواب

کُل پانی کا حکم ہے جتنا نجاست نکلنے کے وقت اُس میں تھا دو سو تین سو ڈول کا تخمینہ بغداد مقدس کے کوؤں کے لیے تھا اس میں ہزار ڈول پانی یا زائد ہوگا تین سو سے کل کا حکم کیسے پورا ہوسکتا ہے سو یا پچاس ڈول پانی کھینچکر پھر ناپا جائے کہ کتنا گھٹا اُسی نسبت سے ڈول نکال لیے جائیں مثلاً پچاس ڈول میں ایک فٹ گھٹا اور ۱۳ فٹ تھا تو ساڑھے چھ سو ڈول اور نکال لیے جائیں اور اگر کوئیں میں پانی کی آمد جلد نہیں تو اتنے ڈولوں کے بعد کہ اُس میں نصف ڈول نہ بھر سکے گا اسے کہیں گے کہ پانی ٹوٹ گیا اور اگر آمد جلد ہو تو جتنے ڈول حساب سے اُسوقت تھے اُتنے نکالنے پر کوآں پاک ہوجائیگا اگرچہ پھر اُتنا ہی پانی اُس میں موجود ہو اسے کہیں گے کہ پانی کل نکل گیا یعنی جتنا اُسوقت موجود تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔ زید نے ایک چاہ پختہ میں ایک نل پانی سے چار ہاتھ گہرا بائیس ۲۲ ہاتھ کھڑا لگایا جس سے پانی بلندی پر لگیا پانی جو نل کے ذریعہ سے پہنچا وہ اُس پانی کے نجس ہونے سے جو پہلے سے چاہ مذکور میں تھا نجس ہوگا یا نہیں اور اس میں کمی و زیادتی گہرائی کا لحاظ ہوگا یا نہیں اور اگر ہوگا تو کیا مقدار ہوگی اور اسیطرح نل میں نجاست کے پڑنے سے سوائے نل کے جو پانی چاہ میں ہے نجس ہوگا یا نہیں۔

الجواب

پانی نہایت نفاذ ہے ولہذا شرع میں حکم ہے کہ جو شخص زمین افتادہ میں اذن سلطان کوآں کھودے اُسکے چاروں طرف چالیس چالیس ہاتھ تک دوسرے کو کوآں کھودنے کی اجازت نہ دیجائیگی کہ اول کا پانی اسطرف کھنچکر کم نہ ہوجائے درمختار میں ہے حریم بئر العطن ذرعا من کل جانب اذا حفرها فی موات باذن الامام، والمعتمد انہ المقصود من الحریم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

دفع الضرر کلا یضرہ بئر احد بئرا اخری فیتحول الیہا ماء بئرہ کوئین کے قریب نجس چہ بچہ کا ہونا اُسے نجس کر دیتا ہے بعض نے کہا پانچ ہاتھ سے کم تک بعض نے سات ہاتھ سے کم تک اور صحیح یہ ہے کہ جتنی دُور سے نجاست کا اثر ظاہر ہو نجس کر دیگا اگرچہ پچاس ہاتھ کے فاصلہ سے درمختار مین ہے البعد بین البئر والبالوعۃ بقدر مالا یظہر للنجس اثر ردالمحتار مین ہے فی الخلاصۃ والخانیۃ والتعویل علیہ وصححہ فی المحیط بحر اُسی مین ہے فی روایۃ خمسۃ اذرع وفی روایۃ سبعۃ والحاصل انہ یختلف برخاوۃ الارض وصلابتہا ومن قدرہ اعتبر حال ارضہ جب پانی بلا منفذ صرف مسام کے ذریعہ سے ایسی سرایت کرتا ہے تو جہان نل لگے گا ضرور منفذ پیدا کریگا پھر پانی کیونکر رُک سکے گا اُنکا دو پانی جدا جدا ہونا معقول نہین اوپر کا پانی ناپاک ہونا ضرور نل کے پانی کو ناپاک کریگا اور وہ صورت نادرہ کہ نل مین نجاست پڑے بحال اتصالِ آب اُسی مین ہے سریان نجاست مین شبہہ نہ ہونا چاہیے اگرچہ نل کتنے ہی دُور تک ہو کہ مذہب صحیح مین عمق محض معتبر نہین کما نصوا علیہ ہذا ماظہر لی والعلم بالحق عند ربی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ٨٩ مسئولہ مولوی عبدالشکور ارکانی ٦ شوال ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ اگر کوئین مین سے کوئی جانور مُردہ سڑا ہوا نکل آئے تو اس کوئین کے پانیکا کیا حکم ہے

الجواب

اگر جانور مین دَم سائل نہ تھا جیسے مینڈک بچھو مکھی۔ بھڑ وغیرہ تو پانی پاک ہے اور اگر دم سائل تھا تو ناپاک ہے کُل پانی نکالین واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ٩٠ از شہسرام محلہ دائرہ ضلع آرہ مرسلہ حافظ عبدالجلیل ١٢ شوال شنبہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ اگر رافضی نمازی کوئین مین گھسے تو پانی کوئین کا نکالا جاوے یا نہین اور رافضی کے یہان حقہ پینا چاہیے یا نہین اگر پی لیا تو کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

رافضی کے یہان کچھ کھانا پینا نہ چاہیے وہ اہل سنت کو قصداً نجاست کھلانے کی کوشش کرتے ہین سنیون کے کوئین مین بھی اگر جائیگا تو پاخانہ نہ ہو تو پیشاب کر ہی دیگا لہٰذا احتراز ضرور ہے اور احتیاط اس مین ہے کہ ایسا ہو تو کُل پانی نکال دیا جائے کما ہو حکم کل کافر صرح بہ فی ردالمحتار عن الذخیرۃ عن کتاب الصلاۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ٩١ از ضلع آرہ ڈاکخانہ قصبہ رانی ساگر مسئولہ محمد یوسف بروز شنبہ ٢٠ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

ایک کوئین مین خنزیر گر گیا زندہ نکالا گیا اور وہ کوان بہت بڑا ہے جسمین اندازاً بارہ گز پانی ہے کسقدر پانی نکالنے سے پاک ہوگا

الجواب

اُسکے نکالنے کے وقت جتنا پانی کوئیں میں تھا اُس سب کا نکل جانا ضرور ہے اور خنزیر کے مُردہ زندہ میں کچھ فرق نہیں کہ وہ عین نجاست ہے پانی اگر زیادہ ہو ایک ساتھ نہیں نکل سکتا بتدریج نکالیں مثلاً تین ہزار ڈول پانی ہو روز ہزار ڈول نکالیں تو تین دن میں پاک ہو جائیگا اور تین تین سو تو دس دن میں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۴: ۵ جمادی الاولٰی ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گائے یا بکری کوئیں میں گر کر زندہ نکل آئے تو کوآں پاک بتاتے ہیں تسکینِ قلب کیلئے دس بیس ڈول کا حکم اور بات ہے حالانکہ یقیناً اُسکے کھر یا اور پاؤں کا زیریں حصہ پیشاب وغیرہ میں روز آلودہ ہوا کرتا ہے تو حکم طہارت کس بنا پر ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اسی بنا پر سیدنا امام اعظم و امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ایک روایت نادرہ یہ آئی کہ گائے بکری کے گرنے سے کوآں مطلقاً ناپاک ہو جائیگا اگرچہ زندہ نکل آئیں اور اسی کو حاوی قدسی میں اختیار کیا بدائع میں ہے روی عن ابی حنیفۃ و ابی یوسف فی البقر والابل انہ ینجس الماء لانھا تبول بین افخاذھا فلا تخلو عن البول حلیہ میں ہے وعلی ھذا عن ابی حنیفۃ من ھذا الحکم المذکور مشی الحاوی القدسی مگر مذہب صحیح و مشہور و معتمد و منصور یہی ہے کہ جبتک اُنکے بدن پر کسی نجاست کا ہونا یقیناً معلوم ہو کوآں پاک رہیگا خانیہ و ہندیہ میں ہے وقعت شاۃ وخرجت حیۃ ینزح عشرون دلوا لتسکین القلب لا للتطھیر حتی لو لم ینزح وتوضأ جاز نیز عالمگیریہ میں تبیین امام زیلعی سے ہے ان وقع نحو شاۃ واخرج حیا فالصحیح انہ اذا لم یکن فی بدنہ نجاسۃ فالماء طاھر اھ مختصرا امام محقق علی الاطلاق نے اسکی توجیہ یہ فرمائی کہ اگرچہ امر مذکور ظاہر ہے مگر احتمال ہے کہ کوئیں میں گرنے سے پہلے آب کثیر میں گزری ہوں کہ بدن پاک ہو گیا ہو فتح القدیر میں ہے الحاصل ان المخرج حیا ان کان نجس العین او فی بدنہ نجاسۃ معلومۃ نزحت کلھا وانما قلنا معلومۃ لانھم قالوا فی البقر ونحوہ یخرج حیا لایجب نزح شیئ وان کان الظاھر اشتمال بولھا علی افخاذھا لکن یحتمل طھارتھا بان سقطت عقیب دخولھا ماء کثیرا ھذا مع الاصل وھو الطھارۃ تظافرا علی عدم النزح واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وقیل ینزح من الشاۃ کلہ والقواعد تنبو عنہ مالم یعلم یقینا تنجسھا کما قلنا حلیہ و بحر وغیرہما میں اسی پر انکی تبعیت کی **اقول** ۲۱۷۸ مگر لاکھوں جانور کہ گھروں میں بندھے کھاتے ہیں اُن میں اس احتمال کی کیا گنجائش اور حکم بلاشبہہ عام ہے تو دوسری توجیہ ضرور درکار واللہ الھادی وولی الایادی ۲۱۷۹ خاطر فقیر غفرلہ المولی القدیر میں مدت سے یہ خطور کرتا تھا کہ یہاں جفاف وانتشار سبب طہارت ہوں یعنی جسطرح زمین پر پیشاب پڑا اور خشک ہو گیا اثر باقی نہ رہا

زمین نماز کے لیے پاک ہوگئی اگرچہ اُس سے تیمم نہیں ہوسکتا یونہی انکے بدن پر انکا پیشاب لگ کر خشک ہونیکے بعد بدن پاک ہوجاتا ہے نیز جسطرح جوتے میں کوئی جرم دار نجاست لگی اور چلنے میں ریت مٹی سے خشک ہوکر جھڑ گئی جوتا پاک ہوگیا یونہی جب انکی مینگنی گوبر بدن پر لگ کر خشک ہوکر لیٹنے لوٹنے بدن کھجانے سے جھڑ گئی بدن پاک ہوگیا اگر اسپر جرأت نہ کرتا تھا یہانتک کہ بفضلہ تعالٰی فتاوٰی غیاثیہ میں اسکی تصریح دیکھی حیث قال سئل ابو نصر رحمہ اللہ تعالٰی عمن یغسل الدابۃ فیصیبہ من مائہا او عرقہا قال لا یضرہ قیل لہ فان کانت تمرغت فی روثہا وبولہا قال اذا جف وتناثر وذھب عینہ فلا یضرہ فعلی ھذا اذا اجری الفرس فی الماء وابتل ذنبہ وضرب بہ علی راکبہ ینبغی ان لا یضرہ بحمد اللہ تعالٰی اسکی تائید بدائع امام ملک العلماء میں دیکھی کہ بکری کا بچہ اُسیوقت پیدا ہوا جبتک اُسکا بدن رطوبت رحم سے گیلا ہے ناپاک ہے خشک ہوکر پاک ہو جائیگا یعنی صاحبین کے طور پر جنکے نزدیک رطوبت فرج نجس ہے ورنہ امام کے نزدیک وہ بحالِ تری بھی پاک ہے وھذا نصہ لو سقطت السخلۃ من امہا وھی مبتلۃ فہی نجسۃ حتی لو حملہا الراعی فاصاب بللہا الثوب اکثر من قدر الدرھم منع جواز الصلاۃ ولو وقعت فی الماء فی ذلک الوقت افسدت الماء واذا یبست فقد طہرت یہ بحمد اللہ تعالٰی جواب شافی ولا حاجۃ بعد الی ماکنت جمعت بہ فی الاحلی من السکر واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۳ از شہر بریلی مسئولہ نظیر احمد محلہ لودی ٹولہ شہر کہنہ بروز شنبہ ۲۲ شعبان ۱۳۳۴ھ

اگر ناپاک کوئیں سے کپڑا دھو لیا جائے یا نہایا جائے اور معلوم نہیں کہ وہ ناپاک ہے تو اب جب معلوم ہوا کپڑے کو کیا کرے اور جو نہایا وہ بھی کیا کرے اور اگر اُس پانی سے کھانا پکایا جائے تو اُس کھانے کو کیا کرنا چاہیے اور وہ کھانا پاک ہے یا ناپاک۔

الجواب

کپڑے پاک کیے جائیں نہایا یا وضو کیا یا ہاتھ دھوئے غرض جتنے بدن کو پانی لگا اُسے پاک کیا جائے کھانا کتوں کو ڈالدیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۴ از امرتسر تحصیل امرتسر ڈاکخانہ خاص وڈالہ ومرم مسئولہ شمس الدین صاحب ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۳۴ھ

حامی حمایت دین مفتی شرع مجتبٰی مولٰنا مولوی احمد رضا خانصاحب مد ظلہ فیوضاتہ آپ اس مسئلہ کو کامل وجہ سے تحریر فرمائیں کہ ایک چاہ جسکا پانی تمام نکالنا دشوار ہے جب وہ ایسا ناپاک ہوجائے جس سے اُسکا تمام پانی نکالنے کا حکم ہے یعنی وہ چشمہ دار ہے تو مثلاً زید کہتا ہے کہ اُسکا تمام پانی تین روز میں نکالا جائے اور ایک کہتا ہے کہ جب بقول مفتی بہ تین سو ڈول سے چاہ چشمہ دار پاک ہوسکتا ہے تو تین روز میں پانی نکالنے میں ایک تو وقفہ درمیان واقع ہوتا ہے اور دوم تکلیف مالا یطاق ہے غرضکہ جسقدر ڈول نکالنے کا حکم ہے اگر اُس میں وقفہ واقع ہو یعنی پانی حرکت سے ٹھہر جائے تو وہ ڈول کشیدہ محسوب ہونگے یا نہیں یعنی وہ

شخص باوجود جہالت کے قول مفتی بہ کا خلاف کرتا ہو وہ مستحق فتوے دینے کا ہے یا نہین۔

الجواب

جبکہ کوآن چشمہ دار ہو اُسمین پانی پیمائش سے دریافت کریں کہ اتنے ڈول ہو اور اُسکا یہ آسان طریقہ ہو کہ رسّی مین کوئی پتھر باندھکر کوئین مین اسطرح چھوڑین کہ رسّی مین خم نہ آئے جسوقت پتھر تہ کو پہنچ جائے معًا ہاتھ روک لین پھر جسقدر رسّی پانی مین بھیگی اُسے ناپ لین اور مثلاً چار شخص پچیس پچیس ڈول جلد جلد کھینچین پھر اسیطرح ناپین فرض کرو کہ ان سو ڈولون کے سبب ایک ہاتھ پانی کم ہوگیا اور پیمائش مین مثلاً دس ہاتھ آیا تو سو ڈول اور نکال لین تو وہ ملکر دس ہاتھ ہوجائینگے پانی نکالنے مین صحیح مذہب یہی ہو کہ پے در پے ہونا ضرور نہین اگر ایک ایک ڈول روزانہ کرکے نکالین جب تعداد مطلوب پوری ہوجائیگی کوآن پاک ہوجائیگا نص علیہ فی الدر المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار تین سو ڈول پر فتوے بغداد شریف کے کوئون کے اعتبار سے ہو وہان کوئین مین اسیقدر پانی ہوتا اور جہان کُل پانی نکالنے کے حکم مین ہزار ڈول پانی ہو تین سو ڈول سے ہزار ڈول کیسے ادا ہوسکتے ہین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۵ مرسلہ ملا محمد اسمعیل قصبہ کپاس محلہ مومنان علاقہ اودیپور ۱۲ صفر ۱۳۳۵ھ

چاہ چشمہ دار ہو اُس مین چڑیا یا چوہا پڑکر مرجائے اور پھول پھٹ جائے اور ریزہ ریزہ ہوجائے اُس مین سے کتنے ڈول نکالے جائین اور ڈول کسقدر وزن پانی کا ہو۔ چڑیا یا چوہا یا آدمی بے وضو یا بے غسل یا بے نمازی کوئین مین گرجائے اور زندہ نکل آئے تو کوئین کا پانی تمام نکالنا یا کسقدر ڈول نکالنا درست ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

کُل پانی نکالا جائے جتنے ڈول اُسمین ہین یا تو دو ثقہ مبصر جو پانی مین نگاہ رکھتے ہین اندازہ کرکے بتائین کہ اس مین اتنے ڈول پانی ہے اُسقدر نکالدین پاک ہوجائیگا اگرچہ نیا پانی برابر آتا رہے یا رسّی مین پتھر باندھکر کوئین مین اسطرح ڈالین کہ رسّی مین خم نہ آئے جب تہ کو پہنچ جائے نکالکر جتنی بھیگی ہو ناپ لین اور مثلاً سو ڈول بتعجیل نکالین اسکے بعد پھر رسّی ڈالکر ناپین سو ڈول مین جتنا گھٹا اُسی کے حساب سے نکال لین مثلاً پہلی پیمائش مین پانی دس ہاتھ تھا دوسری مین نو ہاتھ رہا تو معلوم ہوا کہ سو ڈول مین ایک ہاتھ گھٹتا ہے دس ہاتھ پر ہزار ڈول چاہیے تھے سو نکل گئے نو سو اور نکالدین جہان کُل پانی نکالنا ہو ڈول کی مقدار معین کرنیکی کوئی معنے نہین ہان جہان یہ حکم ہوتا ہے کہ بیس سے تیس یا چالیس سے ساٹھ ڈول تک نکالین وہان اُسکی تعیین یہ ہے کہ ہر کوئین کے لیے اُسیکا ڈول معتبر ہے اور جس کوئین کا کوئی خاص ڈول نہ ہو وہان وہ ڈول جسمین ایک صاع ماش آسکے صاع دو سو ستر تولے کا پیمانہ ہے۔ اگر اُسکے بدن پر کوئی نجاست ہونا تحقیق معلوم ہو تو کُل پانی نکلے گا ورنہ بے وضو یا بے غسل آدمی کے گرنے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بسنی ڈول اور ٹیرپا مین کچھ نہین اور چوہے مین بسنی اگر اُسکا مونھ پانی کو پہنچا ہو ورنہ کچھ نہین - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۶ مرسلہ حکمت یار خان محلہ شاہ آباد ۲۲ جمادی الآخرہ ۳۲ھ

کیا فرماتے ہین علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین - ایک کوآن ہے جسکا پانی کبھی نہین ٹوٹتا اُس مین سے ایک چوہا پھولا ہوا بودار نکلا اب اُسکے پاک کرنیکی کیا صورت ہے اور ایسی صورت مین نماز لوٹائی جائیگی یا نہین - اگر لوٹائی جائیگی تو کے دن کی مفتے بہ قول تحریر فرمائین -

الجواب

پانی توڑنے کی کوئی حاجت نہین جتنا پانی اُسمین اسوقت موجود ہے اُتنے ڈول نکالدین پاک ہو جائیگا تین دن رات کی نماز کا اعادہ بہتر ہے - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ ۹۷ مرسلہ حکمت یار خان محلہ شاد آباد ۲۵ جمادی الآخرہ ۳۲ھ

کیا فرماتے ہین علمائے اہل سنت وماحی بدعت قاطع ظلمت حضرت مولانا قبلہ وکعبہ مدظلہ العالی کہ ایک مسئلہ بیر جو کہ کل حضور کی خدمت اقدس مین پیش کیا گیا تھا اُسکے وقوع کو آج چار دن ہوئے اور اُسی دن ایک مولوی اہلسنت جماعت سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا اُنھون نے یہ کہا کہ جب اس کوئین کا پانی نہین ٹوٹتا ہے تو تین سو ساٹھ ڈول پانی نکال لینے سے پاک ہو جائیگا کل حضور کے فتوے سے معلوم ہوا کہ کوآن پاک نہین ہوا اب دریافت طلب ہے کہ صورت مذکورہ سے کوآن پاک ہوا یا نہین ایضاً صورت مذکور پر عمل کرکے اُس روز سے برابر اُسی سے وضو اور غسل کرکے نماز پڑھی جاتی ہے اب اس صورت مین حضور کا کیا حکم ہے -

الجواب

مولےٰ تعالےٰ معاف فرمائے وہ مسئلہ غلط بیان مین آیا وضو وغسل کرنیوالون کے بدن اور کپڑے ناپاک ہوئے وہ سب نمازین بیکار گئین اگر حرج عظیم بوجہ کثرت مبتلایان نہ ہو تو مذہب کا یہی حکم ہے کہ وہ سب لوگ اپنے بدن اور کپڑے پاک کرین اور یہ نمازین پھیرین اور اسمین حرج شدید ہو تو شریعت حرج مین نہین ڈالتی پھر ۳۶۰ ڈول وہ اور اتنے دنون مین جتنے ڈول وضو اور غسل وغیرہ کے لیے نکلے وہ سب ملاکر اگر اُسوقت کے موجود پانی کے اندازتک پہنچ گئے کوآن اب پاک ہو گیا ورنہ جتنے باقی رہے ہون اب نکال لیے جائین - واللہ تعالیٰ اعلم -

باب التیمم

مسئلہ ۹۸ از سرنیا ضلع بریلی مسئولہ شیخ امیر علی رضوی ۱۶ شوال ۳۰ھ

کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ نماز عیدین یا نماز جنازہ یا پنجگانہ کی جماعت تیار ہے زید بے وضو ہے اور اگر وضو کریگا تو نماز ختم ہو جائیگی ایسی حالت مین کونسی نماز مین بے وضو شامل ہو سکتا ہے -

الجواب

بے وضو کوئی نماز نہیں ہوسکتی عیدین یا جنازہ کی نماز جاتی رہنے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرے جمعہ و پنجگانہ کیلئے وضو کرنا لازم ہے اگرچہ جمعہ و جماعت فوت ہوتے جاتے ہوں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۹: مسئولہ مولوی سید خورشید علی صاحب ۱۵ ربیع الآخر شریف از بھیری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مدت مسح موزہ میں غسل کی ضرورت ہوئی اور بسبب کسی عذر کے غسل نہیں کرسکتا تو تیمم بلا اُتارنے موزے کے کرسکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بیشک کرسکتا ہے تیمم میں موزہ اُتارنے کی کچھ حاجت نہیں کہ وہ صرف چہرہ و دست پر دو ضربیں ہیں جن میں پاؤں کا اصلاً حصہ نہیں فی فصل المسح علی الخفین من الخانیۃ لاحظ للرجلین من التیمم اھ وفی ردالمحتار لا فائدۃ فی النزع لانہ للغسل اھ علماء نے جو فرمایا ہے کہ جنب کو موزہ اُتارنا ضرور ہے وہ بحالتِ غسل ہے یعنی جس طرح وضو میں مسح خفین جائز ہے غسل میں روا نہیں بخلاف تیمم کہ اُس میں سرے سے پاؤں کا غسل یا مسح کچھ بھی نہیں تو اُس میں نزع خف کی کیا حاجت یہ مسئلہ واضح ہے اور حکم ظاہر اور ردالمحتار کے باب التیمم میں ایک تصویر طویل سے اُسکا جزئیہ بھی مستفاد فلیراجع عند ذکر النواقض۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰: مرسلہ مولوی الہ یار خانصاحب از مکان منشی حبیب اللہ صاحب تحصیلدار کھنڈوہ ضلع نمار ملک متوسط ۱۵ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ

جناب فیضمآب جاوی معقول و منقول کاشف دقائق فروع و اصول جناب مولوی محمد احمد رضا خانصاحب دام اللہ فیضہم وظلہم وبرکاتہم بعرض مستفیدان حضور ایک عبارت دریافت معنے کے لیے حاضر کی جاتی ہے ان باعہ بمثل القیمۃ او بغبن یسیر لایجوز لہ التیمم وان باع بغبن فاحش تیمم والغبن الفاحش مالا یدخل تحت تقویم المقومین وقال بعضہم تضعیف الثمن ایک لائق صاحب مقابل ہیں جو معنی مجھے از راہ درس معلوم ہیں بیان کرتا ہوں قبول نہیں کرتے لہذا استفادہ کرتا ہے کہ مثل قیمت و غبن یسیر و غبن فاحش و تقویم مقومین کے معنی اُردو میں ارشاد فرمائیں کہ بسلیم ہی مستفیض ہوں والتسلیم۔

الجواب

مثل قیمت بازار کا بھاؤ اور غبن یسیر نرخ بازار سے تھوڑا بل آور فاحش بہت آور تقویم قیمت لگانا جو چیز اُسکے مبصروں کے سامنے قیمت لگانے کیلئے پیش کی جائے وہ عادۃً تھوڑی سی کمی بیشی کے ساتھ تقویم میں اختلاف کرسکتے ہیں مثلاً دس روپے کی چیز کے کوئی پورے دس کہیگا کوئی ساڑھے نو کوئی ساڑھے دس یہ نہ ہوگا کہ دس کی چیز کے پانچ یا پندرہ لگادیں اس تھوڑے تفاوت کو داخل فی تقویم المقومین کہتے ہیں اب مسئلہ یہ ہے کہ جسکے پاس پانی نہ ہو اور بے قیمت نہ

اور قیمت حاجاتِ ضروریہ سے فارغ اُسکی ملک میں ہو اگر پاس موجود ہو فبہا ورنہ پانی وعدہ پر مل سکے کہ مثلاً گھر پہنچکر قیمت بھیجدونگا تو ایسی حالت میں تیمم جائز نہیں پانی مول لیکر وضو یا غسل واجب بشرطیکہ بیچنے والا یا تو مثل قیمت کو دے یا کچھ کمی کرے تو تھوڑا اساب جسے غبن یسیر کہتے ہیں ورنہ اگر غبن فاحش یعنی زیادہ کچھ سے دیتا ہو تو خریدنا ضرور نہیں شرع تیمم جائز فرمائیگی یہاں روایات مختلف ہوئیں کہ اس غبن یسیر و فاحش کی حد کیا ہے بعض کے نزدیک تہائی کہ تقویم مقومین میں پڑ سکتا ہے غبن یسیر ہے اور اُس سے زیادہ غبن فاحش وھذا ھو الذی قدمہ فی مراقی الفلاح وعبر عن الاٰتی بقیل ومثل ذلک عبارۃ للمنیۃ المذکورۃ فی السؤال وقد قال فی الغنیۃ انہ الاوفق للفقہ اس روایت پر جسجگہ اُسقدر پانی کی قیمت دس پیسے ہو اور بیچنے والا ساڑھے دس کو دے تو خریدنا واجب اور تیمم ناجائز اور زیادہ مثلاً بارہ یا گیارہ کو دے تو تیمم جائز مگر اظہر واشہر والیق بالعمل وہ قول ہے جو امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نوادر میں منقول ہوا کہ یہاں دُونی قیمت کا نام غبن فاحش ہے اور اُس سے کم غبن یسیر مثلاً اُتنا پانی اُس مقام کے بازاری نرخ سے ایک پیسہ کا ہے اور بیچنے والا دو کو دے تو تیمم کرے اور دو سے کم کو تو خریدنا لازم اور تیمم ممنوع۔ اور قیمت دیکھنے میں اعتبار خاص اُسجگہ کا ہے جہاں اسے اسوقت ضرورت آپڑی ہے اگر وہاں کی قیمت کا پتا نہ چلے تو جو جگہ وہاں سے قریب تر ہے اُسکا اعتبار کرے غنیہ میں ہے مالا یدخل تحت تقویم المقومین قدرہ فی العروض بالزیادۃ علی نصف درھم فی العشرۃ والنصف یسیر والماء من جملۃ العروض خانیہ میں ہے اختلفوا فی حد الغالی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان کان لایبیع الا بضعف القیمۃ فھو غال وقال بعضھم مالا یدخل تحت تقویم المقومین فھو غال درمختار میں ہے ان لم یعطہ الا بثمن مثلہ او بغبن یسیر ولہ ذلک فاضلا عن حاجتہ لایتیمم ولو اعطاہ باکثر یعنی بغبن فاحش وھو ضعف قیمتہ فی ذلک المکان اولیس لہ ثمن ذلک تیمم ردالمحتار میں ہے قولہ بثمن مثلہ ای فی ذلک الموضع بدائع وفی الخانیۃ فی اقرب المواضع من الموضع الذی یعز فیہ الماء قال فی الحلیۃ والظاھر الاول الا ان لایکون للماء فی ذلک الموضع قیمۃ معلومۃ کما قالوا فی تقویم الصید قولہ ولہ ذلک ای وفی ملکہ ذلک الثمن وقدمنا انہ لولہ مال غائب وامکنہ الشراء نسیئۃ وجب بخلاف ما لو وجد من یقرضہ بحر قولہ وھو ضعف قیمتہ ھذا ما فی النوادر وعلیہ اقتصر فی البدائع والنھایۃ فکان ھو الاولی بحر اھ ملخصا اقول[2183] وکذا اقتصر علیہ فی الکافی وغیرہ من المعتبرات فاعتمدت علی ھذا لکونہ روایۃ عن الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ[2184] ولجلالۃ معتمدیہ[2185] ولکثرتھم ولتقدیم[2186] الخانیۃ ایاہ مع تصریحہ فی فاتحۃ کتابہ انہ انما یقدم الاظھر الاشھر ولان[2187] قیمۃ الماء المحتاج الیہ للطھر لاتزید غالبا علی نحو فلس لاسیما فی بلادنا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فاعتبار زیادة جزءٍ من تسعة عشر جزءً من اجزاء فلس مثلا مسقطة لوجوب الوضوء والغسل مع تیسر الثمن وتملکہ لہ بالفعل وفراغہ عن حاجاتہ مما یستبعد ولا یسلم ان فیہ کثیر حرج یجب دفعہ فافہم۔ واللّٰہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۱: از جونپور مرسلہ مولوی محمد محسن صاحب ۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۲۹۵ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی دریں باب کہ برائے جواز تیمم بضرب دست برچیزے کہ از جنس زمین نباشد مثل وسادہ وبساط وجوخہ وحبوب ومعادن غیر انہا بدان برداشتن دست از الصاق بغبار مرتفع فقط وجود غبار دران بقدر یکہ بوقت ضرب صرف چیزے در ہوا دیدہ میشود کافی ست یا لزوق غبار وظاہر شدن اثر آن بر دست یا بران بمد الید علیہ ضرور ست بینوا توجروا

الجواب

امام اسبیجابی کہ از ائمہ ترجیح وتصحیح ست در شرح مختصر طحاوی فرمودہ کہ بودنِ غبار برچیزے چنان وفقط اثرش بکف پیدا شدن بر دست بران ضرورست جواز تیمم را فی الدر المختار تبعا لما فی البحر الرائق وقیدہ الاسبیجابی بان یستبین اثر التراب علیہ بمد الید علیہ فان لم یستبن لم یجز وکذا کل مالا یجوز التیمم علیہ کحنطۃ وجوخۃ فلیحفظ اھ در عامہ متون واکثر شروح این مسئلہ را بارسال واطلاق آوردہ اند اما قیدے زائد کہ امام معتمد افادہ نماید از قبولش ناگزیر ست مادامیکہ خلافش در کلمات دیگر ائمہ مصرح وبران مرجح نباشد خصوصا در صورتیکہ مقام مقام احتیاط ست وقد عرف العلماء مسألۃ انتضاح البول مثل رؤس الابر ومن لم یطمئن قلبہ فعلیہ بحاشیۃ الشامی ہمچنین منافی تقدیم متون نیست کہ آن فرع تضاد ست واین بیان مراد ومن ثم قالوا ان التخصیص دفع لا رفع وقد نصوا کما فی شرح اللباب ورد المحتار وغیرھما ان شان المشائخ ابانۃ القیود فلا یعد مخالفۃ للمتون آخر نہ دیدی کہ علامہ محقق زین بن نجیم مصری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ در بحر رائق بروے مشی کردہ حکم جوخہ وغیرہ بربنائے قلت وجود این شرط دران ازوے استخراج مینماید وعلامہ خیر الدین رملی استاذ صاحب مختار نیز بنائے حکم برین تفصیل می نہد ومحققین کرام اصحاب بحر ونہر ومدقق علائی در درمختار استحسانش نمودہ ہر سہ امر بحفظش میفرمایند ومحشیان اعلام تقریرش مینمایند فقد تم علیہ القبول کما یظہر کل ذلک بمراجعۃ کلماتھم والعلم بالحق عند واھب العلوم وعالم کل سر مکتوم۔

مسئلہ ۱۰۲: از جائس ضلع رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی ابرہیم مرسلہ ولی اللہ صاحب ربیع الاول شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو نمازوں کو بلا عذر جمع کرنا اور بلا کوئی بیماری مہلک اور مضر کے تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں۔

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الجواب

دو نمازوں کو بلا عذر جمع حقیقی کرنا کہ پہلی کا وقت کھو کر دوسری کے وقت میں پڑھیں یا دوسری کا وقت آنے سے پہلے اُسے پہلی کے وقت میں پڑھ لیں حرام ہے پہلی صورت میں نماز قضا ہوگی اور دوسری میں ہوگی ہی نہیں اسکی تحقیق اعلیٰ درجہ بیان فقیر کے رسالہ حاجز البحرین میں ہے پانی موجود ہو اور ضرر نہ کرے تو ایسی چیز کے لیے جو بلا طہارت ناجائز ہے جیسے نماز یا قرآن مجید کا چھونا یا سجدۂ تلاوت غیرہا تیمم حرام ہے۔ ہاں جو چیزیں بلا طہارت بھی جائز ہیں جیسے درود شریف کلمہ شریف یا بے وضو قرآن مجید پڑھنا مسجد میں جانا سلام کرنا سلام کا جواب دینا اُنکے لیے اگر تیمم کر لیا مضایقہ نہیں بلکہ بہتر ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مرسلہ سید محمد نور عالم صاحب مقام ڈھولنہ تحصیل ریلوے اسٹیشن کاسگنج ضلع ایٹہ ۲۰ جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ

خدمت مولنا الاعظم الافخم متع المسلمین بطول بقاءکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مدت سے دولتِ دیدار سے محروم اور بے نصیب اور اقتباس انوار فوائد علیہ سے بے بہرہ۔ تاآنکہ رسوم ظاہری مکاتبات اور دریافت خیریات سے بھی غافل۔ وائے برمن مگر آپکی یاد اور محبت دل میں موجود ہے دائم وخدایم خدا یہاں وہاں اپنا خاص کرم مبذول رکھے آمین ضروری تصدیع اوقات منتظمہ یہ ہے کہ مشہور کیا گیا ہے کہ مذہب حنفی میں جس وضو سے کہ جنازے کی نماز پڑھے یا پڑھائے اُس سے دیگر نماز صلوات مکتوبہ خمسہ دیگر نوافل وغیرہ نہیں پڑھتے ہیں آیا پڑھتے ہیں یا حکم مذہب حنفی اور نمازوں کے پڑھنے کا اُس وضو سے نہیں ہے جو امر محقق ہو وہ لکھکر ممنون فرمائیے اور یہ بھی فرمائیے کہ کسی نے احناف میں سے لکھا ہے یا نہیں اور اُسکی اصل کیا ہے باقی خیریت اور آپکی عافیت مطلوب۔

الجواب

بشرف ملاحظہ عالیہ حضرت اعظم افخم اجل اکرم عالم نور از نور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سیدنا ومولانا سید شاہ محمد نور عالم صاحب ادام اللہ تعالیٰ نورہم وسرورہم۔ پس از آداب معروض۔ الحمد للہ کہ گوشۂ خاطر عاطر میں اس خادم کی یاد جگہ رکھتی ہے ذٰلک من فضل اللہ علینا یہ مسئلہ کہ جہال میں مشہور ہے کہ وضوئے جنازہ سے اور نماز نہیں پڑھ سکتے محض غلط و باطل و بے اصل ہے مسئلہ صرف اسقدر ہے کہ اگر نمازِ جنازہ قائم ہوئی اور بعض اشخاص آئے تندرست ہیں پانی موجود ہے مگر وضو کریں تو نماز ہو چکے گی اور نماز جنازہ کی قضا نہیں نہ ایک میّت پر دو نمازیں اس مجبوری میں انھیں اجازت ہے کہ تیمم کر کے نماز میں شریک ہو جائیں اس تیمم سے اور نمازیں نہیں پڑھ سکتے نہ مس مصحف وغیرہ امور موقوفہ علی الطہارۃ بجا لاسکتے ہیں کہ یہ تیمم بحالت صحت ووجود ماء ایک خاص عذر کے لیے کیا گیا تھا جو اُس نماز جنازہ تک محدود تھا تو دیگر صلوات و افعال کیلیے وہ تیمم محض بے عذر و بے اثر رہیگا حکم یہ تھا عوام نے اسے کشاں کشاں کہانتک پہنچایا۔ اگر مریض نے یا جہاں

مسائل اخر

پانی نہ ہو تیمم سے نماز جنازہ پڑھی تو وہ تیمم بھی تا بقائے عذر سب نمازوں کے لیے کافی ہے نہ کہ وضو علیہ السلام مع الوف الکرام

مسئلہ ۱۰۱ از شہر کہنہ بریلی مسئولہ اکبر علیخان ملازم مدرسہ اہلسنت یکم ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بعد نماز عصر لنگوٹی باندھکر ورزش کرتا ہے اُسکا ستر کھلا ہوا ہے اور لوگ بھی وہاں پر موجود ہیں جب وہ ورزش سے فارغ ہوا تو نماز مغرب کا وقت اخیر ہوتا ہے از روئے حکمت بعد ورزش جبکہ وہ پسینہ میں تر ہے وضو کرنا مضر ہے بدن میں درد ہو جانے کا اندیشہ ہے اس صورت میں اسکا وضو ساقط ہوا یا نہیں بلا تازہ وضو نماز پڑھ سکتا ہے یا تیمم کرے کیا چاہیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

لوگوں کے سامنے ستر کھولنا حرام ہے ورزش کے سبب جماعت کھونا حرام ہے نماز کا وقت تنگ و مکروہ کر دینا منع ہے ایسی ورزش ناجائز ہے ورزش سے وضو نہیں جاتا جبتک کوئی شیئ ناقض وضو صادر نہ ہو اگر وضو ہے تو اُسی وضو سے نماز پڑھ لے اور جو وضو باقی نہ رہا ہو تو ایسے وقت ورزش کرنا قصداً نہ چاہیے ورزش عشا یا صبح کے بعد بھی ہو سکتی ہے اور اگر واقع ہولی اور نماز یا جماعت کے فوت کا اندیشہ ہے اور اسوقت وضو کرے تو وجع مفاصل وغیرہ امراض پیدا ہونے کا صحیح خوف ہے تو تیمم کرکے نماز پڑھے اس انتظار کی حاجت نہیں کہ مثلاً گھنٹے بھر بعد جب گرمی ساکن ہو جائیگی وضو کرکے پڑھیگا فان العبرۃ للحال دون الاستقبال لکن بعد میلا من الماء فی السفر لیس علیہ التاخیر وان ندب ہاں یہ بہتر و افضل ہے مگر جبکہ اس انتظار سے وقت جاتا یا مکروہ ہوتا یا جماعت فوت ہوتی ہو تو انتظار کی حاجت نہیں ابھی تیمم کر لے اور نماز پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۲ از گونڈل علاقہ کاٹھیاواڑ مسئولہ شیخ عبدالستار بن اسمٰعیل صاحب قادری رضوی ۱۷ رجب ۱۳۳۴ھ

حقہ کا پانی پاک ہے یا ناپاک۔ مسافری میں اگر پانی نہ ملے تو بجائے تیمم کے حقے کے پانی سے وضو جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

اُسکا پانی نجس ہونیکی کوئی وجہ نہیں اور دھوئیں کے سبب جو اُسکے رنگ بو و مزہ میں تغیر آجاتا ہے اس سے اُسکے طاہر مطہر ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا و یجوز الوضوء بماء تغیر احد اوصافہ بخلط طاہر غیر مائع کما فی التبیین والفتح والبحر والدر وغیرہا سفر میں اگر پانی نہ ملے اور یہ پانی بقدر کفایت موجود ہو تیمم جائز نہ ہوگا اس سے وضو لازم ہوگا لقولہ تعالیٰ ولم تجدوا ماء وھذا یجد ماء البتہ اگر اُس میں بو ہے تو یہ لازم ہوگا کہ ایسے وسیع وقت میں اُس سے وضو کیا جائے کہ بو زائل ہونے تک وقت کراہت نہ آئے جب بو جاتی رہے اسوقت نماز پڑھے اور اگر دیکھے کہ وقت جاتا ہے تو انتظار نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فائدہ ورزش کرنے سے وضو نہیں جاتا جبتک کوئی ناقض وضو نہ صادر ہو

اختر مسلم

مسئلہ ۱۰۹ مسئولہ عابد خان معرفت منشی خدابخش صاحب ٹھیکیدار صدر بازار بریلی دوشنبہ ۱۱ شعبان ۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس بارے میں کہ ایک شخص اپنی بی بی سے صحبت کرکے سُو گیا اب اُسکی آنکھ ایسے وقت کھلی جبکہ وقت نماز فجر بہت تنگ ہو گیا کہ اگر غسل کرتا ہے تو نماز قضا ہوئی جاتی ہے ایسے وقت میں ستر دھوکر نماز پڑھ لینا جائز ہے یا نہیں اگر بلاغسل نماز جائز نہیں تو کس وجہ سے جبکہ بی بی سے صحبت کرنا حلال ہے۔

الجواب

جبکہ نماز کا وقت تنگ ہو نجاست دھو کر تیمم کرکے نماز پڑھ لے پھر نہا کر بعد بلندی آفتاب اُسکا اعادہ کرے اور عورت سے صحبت حلال ہونیکے سبب طہارت کا حکم ساقط نہیں ہو سکتا یہاں تین صورتیں ہیں اگر وقت ایسا تھا کہ بعد جماع غسل کرکے نماز کا وقت نہ ملے گا تو ایسی صورت میں جماع ہی حرام ہے کہ قصداً تفویت نماز ہے اور عورت کا زوجہ ہونا اسے مستلزم نہیں کہ ہر حال میں اس سے صحبت جائز ہو نماز ہے روزہ ہے احرام ہے اعتکاف ہے حیض ہے نفاس ہے اور بہت صورتیں ہیں کہ اُن میں منکوحہ سے بھی صحبت حرام ہے اور اگر وقت ایسا تھا کہ غسل و نماز کو کافی تھا مگر صبح ہو چکی تھی یا ہونیکے قریب تھی اور یہ ظن غالب تھا کہ اب سو گیا تو آنکھ نہ کھلیگی تو صحبت جائز تھی اور سونا حرام اور اگر سونیکے لیے بھی وقت وسیع تھا اور اتفاقاً آنکھ ایسے تنگ وقت کھلی تو صحبت و سونا دونوں حلال اور گناہ مرفوع بہرحال حکم وہی ہے کہ جب وقت تنگ ہے تیمم کرکے نماز پڑھ لے اور پھر غسل کرکے اعادہ کرے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۰ ۵ صفر المظفر ۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین صاحب اس مسئلہ میں کہ بسبب ضعیفی کے تمام جوڑوں میں بدن کے درد رہتا ہے جاڑوں میں پیر مونڈھے سے کولے اور کمر میں درد زیادہ ہوتا ہے ایک ہاتھ میں دو برس سے کہنی میں چوٹ لگ گئی ہے ہمیشہ درد رہتا ہے وضو کرنے میں کہنی سے نیچے ہاتھ دھوتا ہوں تو کہنی پر مسح کر لیتا ہوں اور کبھی پیروں پر بھی مسح کر لیتا ہوں اسی اندیشہ کی وجہ سے جمعہ کے روز نہانا بھی اتفاقاً ہوتا ہے اس حالت میں پیر کا مسح اور ہاتھ کی کہنی کا مسح کرنا چاہیے یا نہیں اور کسی وقت میں تیمم بھی کر لیتا ہوں اور کبھی پورا وضو بھی۔

الجواب

جتنی بات پر قدرت ہے اُتنی فرض ہے اگر پورے عضو پر قدرت ہے تو نہ مسح جائز نہ تیمم اور اگر کہنی یا پاؤں پر پانی ڈالنے سے ضرر ہوتا ہے تو اگر ہمیشہ نقصان ہوتا ہے ہمیشہ ہاں پوری جگہ مسح کرے باقی اعضا دھوئے اور اگر ایسا ہے کہ جاڑے میں دھونا نقصان کرتا ہے گرمیوں میں نہیں یا ٹھنڈے وقت میں نقصان کرتا ہے گرم وقت میں نہیں تو جس وقت نقصان کرتا ہے اُس وقت مسح کرے باقی اوقات دھوئے تیمم جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۱ مرسلہ سید محمد قسیم ڈی ٹی اس آفس دانا پور کھگول ضلع پٹنہ ۱۲ جمادی الاولٰی ۳۵ ہجری

کیا فرماتے ہین علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص کا ایک پاؤن عارضہ فیل پایہ مین مبتلا ہے بدین وجہ اُس پاؤن کا دھونا اُسکے حق مین مضر ہے ایسی صورت مین وہ شخص اُسپر بجائے غسل کے مسح کر سکتا ہے یا نہین یا بجائے وضو کے صورت ہذا مین تیمم کرے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اس صورت مین تیمم کی اجازت نہین ہو سکتی بلکہ ضرر نہ ہو تو پاؤن دھونا فرض ہوگا ضرر کرے تو مسح کا حکم لازم ہوگا مثلاً ٹھنڈے وقت پاؤن دھونا ضرر کرتا ہے تو گرم وقت مین پاؤن دھوئے اور سرد وقت مین پاؤن پر مسح کرے یا سرد پانی سے دھونا نقصان دیتا ہے تو گرم سے پاؤن دھوئے مسح نہ کرے یا پاؤن کے ایک حصے پر پانی ضرر پہنچاتا ہے دوسرے پر نہین اور وہ دوسرا حصہ یون دھو سکتا ہے کہ نقصان والے حصے کو پانی نہ پہنچے تو اس حصے کا دھونا فرض اور اُس حصے پر مسح کرے غرض مقدار قدرت دیکھی جائیگی پھر جتنے عضو پر مسح کا حکم ہوگا اُس پورے ٹکڑے پر بھیگا ہاتھ ایک ایک ذرے پر پہنچنا لازم ہوگا اگر کوئی حصہ خشک رہا وضو نہ ہوگا والمسائل منصوص علیہا فی عامۃ الکتب واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۹: سوال دوم شخص مذکور الصدر کو بعد حاجت غسل کے تیمم پر اکتفا کرنا جائز ہے یا نہین کیونکہ استعمال پانی اُسکے حق مین نقصان دہ ثابت ہوچکا ہے

الجواب

مرض تو صرف پاؤن مین ہے اسطرح نہائے کہ پاؤن کے اُس حصے کو جسے پانی نقصان دیتا ہے پانی نہ پہنچے اُتنے حصے پر مسح کامل کرلے تیمم جائز نہین ہو سکتا اور نقصان کی وہی صورتین ہین جو اوپر مذکور ہوئین کہ فقط سرد وقت مین پانی نقصان دیتا ہے تو اُسوقت نہا کر اُتنی جگہ مسح کرکے نماز پڑھ لے جب گرم وقت آئے اُتنی جگہ پر بھی پانی ڈال لے یا صرف ٹھنڈا پانی ضرر دیتا ہے تو اُتنی جگہ گرم پانی سے دھوئے باقی بدن جیسے پانی سے چاہے دھوئے اور پاؤن کا اُتنا ہی حصہ دھونے سے بچائے جتنے پر پانی بہنا ضرر دیتا ہو خواہ یون کہ خود وہان مرض ہے یا یون کہ اُسپر پانی ڈالنا مرض کی جگہ تک پانی پہنچا دیگا بچا نہ ہو سکیگا یا یون کہ پانی تو نہ پہنچے گا مگر یہان کی سردی سے وہان ضرر ہوگا۔ جتنی جگہ کسیطرح ضرر ہو اُسکے ایک ایک ذرہ پر بالاستیعاب بھیگا ہاتھ پہنچے ورنہ غسل نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۰: از سرنیا ضلع بریلی مسئولہ شیخ امیر علی قادری رضوی ۱۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہین علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ زید ۱۲ بجے رات کے ہل چلانے جاتا ہے اور ہل چلاتے ہوئے وقت فجر کھیت پر ہو گیا اب پانی موجود ہے اور نہ اب مسجد جا سکتا ہے کیونکہ مسجد بھی دور ہے اور پانی بھی دستیاب نہین ہو سکتا ہے اب یہ تیمم سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہین۔

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الجواب

اگر پانی اسکے کھیت سے جہاں اسوقت یہ ہو ایک میل یا زیادہ دُور ہے تو تیمم کرسکتا ہو ورنہ ہرگز نہیں فی الدر المختار لبعدہ ولو مقیما فی المصر میلا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۱ از پیلی بھیت مرسلہ مولوی عرفان علی صاحب بیسلپوری چہارشنبہ ۵ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

زید صبح کو ایسے تنگ وقت میں سوکر اُٹھا کہ صرف وضو کرکے نماز فجر ادا کرسکتا ہے مگر اُسکو غسل کی حاجت ہے پس اُسکو غسل کرکے قضا نماز فجر ادا کرنا چاہیے یا وقت ختم ہوجانیکے خیال سے غسل کا تیمم کرکے اور وضو کرکے نماز فجر ادا کرے اور بعدہ غسل کرکے نماز فجر کا اعادہ کرے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

تیمم کرکے نماز وقت میں پڑھ لے بعد کو نہا کر اعادہ کرے بہ یفتی واللہ تعالٰی اعلم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۱۲ ۱۱ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں سوال اول تیمم کی تعریف و ماہیت شرعیہ کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تیممنا صعیدا طیبا من ساحۃ کرم الیہ یصعد **الکلم الطیب**[۱] لیطہر قلوبنا والسنتنا فنستاھل ان نقول بنیۃ زکیۃ ومقول طیب ان الحمد للہ الذی انزل قراٰنا عربیا غیر ذی عوج ٭ وماجعل علینا فی الدین من حرج ٭ والصلاۃ والسلام علی الرمل والتراب علی رحمۃ اللہ ومنۃ الوھاب الذی اتی بالدین یسرا میسورا ٭ وجعلت لہ الارض مسجدا وطھورا ٭ فایما رجل من امتہ ادرکتہ الصلاۃ فلیصل متمتعا ببرکۃ اٰل ابی بکر الاجل ٭ وعلٰی اٰلہ وصحبہ ٭ وابنہ وحزبہ ٭ اجمعین ٭ ابد الاٰبدین ٭ امام محقق ابن الہمام پھر اُنکے اتباع سے بہت اعلام نے قرار دیا کہ حق یہ کہ وہ چہرہ و ہر دو دست کا صعید یعنی جنس ارض طاہر سے مسح کرنا ہے یہ اجمال بہت تفصیل کا طالب فاعلم انہ جاء تحدیدہ فی کلماتہم علی ستۃ وجوہ **الوجہ الاول** والمختار عند عامۃ شراح الہدایۃ انہ القصد الی الصعید الطاہر للتطہیر ورَدّہ المحقق فی الفتح واتباعہ بان القصد شرط والنیۃ شرط لارکن واجاب عنہ العلامۃ ش بجوابین **اولھما** ان الشرط ھو قصد عبادۃ

مقصودة الى اٰخر ما يأتى لا قصد نفس الصعيد اھ اقول [٢١٩٢] ولا قصد الصعيد ما لم يكن به فى القراٰن العظيم فتيمموا صعيدا طيبا غير ان القصد لا بد له من غاية وهى استباحة عبادة مقصودة الخ ولا يقصد ذلك الا من استعمال الصعيد قصدا فقصد الصعيد لا بد منه ولا يتحقق التيمم الا به واذ ليس ركنا فهو شرط لا شك كنفس الصعيد فانه ايضا من شرائط التيمم كما قال العلامة نفسه ان الشارح نبه على انه اى قصد الصعيد شرط وكذا الصعيد وكونه مطهرا كما افاده ح فافهم اھ وثانيا تريدون به رد الايراد وان سلم ما ذكرتم لما افاد الايراد الا ازديادا لا نجعل حقيقة التيمم ما لا توقف له عليه اصلا فضلا عن الركنية والاٰخران المعانى الشرعية لا توجد بدون شروطها فمن صلى بلا طهارة مثلا لم توجد منه صلاة شرعا فلا بد من ذكر الشروط حتى يتحقق المعنى الشرعى فلذا قالوا بشرائط مخصوصة كما مر اھ يريد ما يأتى فى التعريف الثانى ان شاء الله تعالى اقول [٢١٩٣] لا كلام فى ذكر الشروط بل فى جعل الشرط حقيقة المشروط كما يفيده قولهم هو قصد الصعيد بخلاف [٢١٩٤] قولهم بشرائط مخصوصة فانه ذكر الشرط على جهته ومرتبته فالاستناد به فى غير محله وشيء ما فقط لا يوجد بدون شرطه عينا كان او معنى شرعيا او غيره لكن لا يصير به الشرط ركن المشروط حتى يحد به و كيف يسوغ ان يقال ان الصلاة هى الطهارة وان كانت لا توجد الا بها نعم يصلح عذرا له ما قال قبل الجواب بين انه لا بد فى الالفاظ الاصطلاحية المنقولة عن اللغوية ان يوجد فيها المعنى اللغوى غالبا ويكون المعنى الاصطلاحى اخص من اللغوى ولذا عرف المشايخ الخ بانه قصد خاص بزيادة اوصاف مخصوصة اھ وحاصله انه تسامح يحمل عليه بيان المناسبة بين المنقول عنه واليه وقد اشار اليه بعض المعرفين به كالعناية اذ قال التيمم فى اللغة القصد وفى الشريعة القصد الى الصعيد الطاهر للتطهر فالاسم الشرعى فيه المعنى اللغوى اھ هذا وثم التعبير بطاهر اطبق عليه عامة الكتب متونا وشروحا وفتاوى وابدله فى التنوير بالمطهر قال فى الدر خرج الارض المتنجسة اذا جفت فانها كالماء المستعمل اھ اى طاهرة غير طهور فتجوز الصلاة عليها ولا يجوز التيمم بها وبه اخذ البحر على الكنز قائلا كان ينبغى للمصنف ان يقول بمطهر ليخرج ما ذكرنا كما عبر به فى منظومة ابن وهبان اھ واغرب القهستانى فاخذ على النقاية واشار ان عبارة قد كان فيها الجواب لو تأمل اذ قال (على كل طاهر) تعميم لا يخلو عن تسامح والعبارة على طاهر كامل فانه لا يجوز بارض صارت نجسة ثم ذهب اثرها اھ اقول [٢١٩٥] الطهارة

لاتقبل التشكيك وانما التفاوت بما لانجس فيه اصلا وما فيه نجس قليل معفو عنه فيكون هذا هو الجواب ان المراد بالطاهر كامل الطهارة الذی لاعفو فیه وهذا ما افادہ الامام ملك العلماء فی البدائع اذ قال ان احراق الشمس ونسف الریاح اثرها فی تقلیل النجاسة دون استئصالها والنجاسة وان قلت تنافی وصف الطهارة فلم یکن تیمما بالماء سکبه فلم یجز فاما النجاسة القلیلة فلا تمنع جواز الصلاة عند اصحابنا ولا یمتنع ان یعتبر القلیل من النجاسة فی بعض الاشیاء دون البعض الا تری ان النجاسة القلیلة لو وقعت فی الاناء تمنع جواز الوضوء به لو اصابت الثوب لا تمنع جواز الصلاة اھ وھذا ھو ملحظ من قالوا انما طاهرة فی حق الصلاة نجسة فی حق التیمم جاء فی البحر ظاهر کلامهم [٢١٩٦] اقول لیست الطهارة ولا النجاسة امرا اضافیا بل وصف یثبت للشیئ نفسه اما الاصل او لعارض وانما معنی الطهارة فی حق شیئ سوغ الاستعمال فیه والنجاسة فیه عدمه ولا یکون الا ببقاء نجس عفی عنه فی حق شیئ دون اخر کما اشار الیه ملك العلماء ومنه مایؤمر فیه بالعصر البالغ فعصر زید جهده ولو عصرہ عمرو لقطر طهر فی حق زید لا عمرو کما فی الدر وغیرہ وبه ظهر ما فی قول البحر اذ قال بعد نقله الحق انما طاهرة فی حق الکل قال وانما منع التیمم منها لفقد الطهوریة کالماء المستعمل والحدیث الوارد من قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم جعلت لی الارض مسجدا وطهورا بناء علی ان الطهور بمعنی المطهر وقد تقدم الکلام فیه اھ [٢١٩٧] اقول مطمح نظرهم فی هذا التعلیل ان الکتاب الکریم انما شرط صعیدا طیبا والطیب هو الطاهر فاشتراط وصف اخر فوق الطهارة زیادة علی الکتاب فیجب ان تخرج ارض تنجست جفت من الطهارة کیلا یشملها المامور به اما الحدیث [٢١٩٨] فاقول یفید کالایة وصف الارض بانها طهور فیثبت لکل ارض طاهرة لاتقیید التطهیر بما هو من طهو فوق الطهارة اما ما قررہ المحقق حیث اطلق ان الصعید علم قبل التنجس طاهرا وطهورا وبالتنجس علم زوال الوصفین ثم ثبت بالجفاف شرعا احدهما اعنی الطهارة فیبقی الاخر علی ما علم من زواله الی ان یکون طهورا لایتیمم به اھ [٢١٩٩] فاقول لم یعلم کونها طهورا الا بالکریمة والکریمة لم تشرط الطهوریة الا طیبها وطهارتها وما زالت الطهوریة الا لزوال الطهارة فان عادت عادت فلا بد من القول بما قالوا والمیل الی ما مالوا [٢٢٠٠] اقول لکن قد یلزم علیها انها اذا اصابها الماء تنجس عادت نجسة لان القلیل والکثیر من النجاسة سواء فی الماء القلیل فیتنجس ثم ینجس الارض وهو احد تصحیحین فی کل ما حکم بطهارته

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بغیر مائع کما فصلہ البحر فی البحر قبیل قولہ عفی قدر الدرہم ونقل عن المحیط فی خصوص مسألۃ الارض ایضا ان الاصح عود النجاسۃ لکن الروایۃ المشھورۃ انھا لاتعود نجسۃ وھو المختار خلاصہ وھو الصحیح خانیہ ومجتبی وھو الاولی لتصریح المتون بالطھارۃ وملاقاۃ الماء الطاھر للطاھر لاتوجب التنجس وقد اختارہ فی فتح القدیر فان من قال بالعود بناہ علی ان النجاسۃ لم تزل وانما قلت اھ بحر اقول[223] وبالتحقیق والنظر الدقیق ان ھذا ایضا لایلزمھم ولا بعدم لزومہ یستضر مقصودھم اعنی الامام ملک العلماء والشارح حین فلو عمّ العفو مثل القلیل فی الماء ایضا کما نصوا فی رشاش البول کرؤس الابر ووقوع بعرۃ او بعرتین الی مایستقلہ الناظر فی البئر وکذا الخثی والروث القلیلان فلیکن ھذا ایضا من ذلک کیف وما بقی بعد الجفاف وذھاب الاثر حتی لم یبق ریح ولا لون لایکون الا کرؤس الابر او اقل ومعنی الطاھر ھنا فی المتون وغیرھا ھو سائغ الاستعمال والا فقد صرحوا بطھارۃ المنی بالفرک ومعلوم قطعا انہ لایزول بالکلیۃ بل تبقی لہ اجزاء ولا امکان للحکم بطھارۃ اجزاء النجس مادامت العین باقیۃ فلا معنی الا المعفو عنہ السائغ الاستعمال وقد عفی ایضا فی الماء فان المختار کما فی الخلاصۃ عدم عودہ نجسا باصابۃ الماء فظھر وللہ الحمد صحۃ ما قالوہ من انھا طاھرۃ فی حق الصلاۃ نجسۃ فی حق التیمم وان لاخلاف بینہ وبین ما فی المتون من حکم الطھارۃ وان ما فعل الجم الغفیر من الاقتصار علی تقیید الصعید بالطاھر فمناط ظاھر لاغبار علیہ واللہ تعالی الموفق ثم قد یسبق الی بعض الاذھان انھم جعلوا حقیقۃ التیمم مجرد القصد وھو ظاھر الفساد ولذا اعترضہ عبد الحلیم فی حاشیۃ الدرر بانہ لایفھم منہ الاستعمال وھو رکن کما لایخفی اھ وا اقول[224] لیس کذلک بل قالوا للتطھیر یعنی فی المعھود من مسح الوجہ والیدین فکان المعنی للتیمم ھو ان یقصد صعیدا طاھرا فیمسح وجہہ ویدیہ منہ وھذا المجموع عین ما افادہ النظم الکریم غیر انہ لیس فیہ ما فی کلام ھؤلاء ان للمجموع رکن واللہ تعالی اعلم

الوجہ الثانی ما افادہ ملک العلماء فی البدائع وتبعہ کثیرون من الخرم اللہ انہ استعمال الصعید فی عضوین مخصوصین علی قصد التطھیر بشرائط مخصوصۃ اھ ولفظ الامام الزیلعی فیما حکی عنھم استعمال جزء من الارض علی اعضاء مخصوصۃ علی قصد التطھیر اھ اقول[225] وقید الطاھر یستفاد من قصد التطھیر قال وفیہ نظر لانہ لایشترط ان یستعمل الجزء علی الاعضاء حتی یجوز بالحجر الاملس اھ وتبعہ علی ھذا الایراد غیر واحد ولاجل ھذا جعل فی الجوھرۃ التعریف الاول

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اھ حیث قال التیمم استعمال جزء من الارض طاھر فی محل التیمم وقیل القصد الی الصعید للتطہیر وھذا اصح لان التیمم بالحجر یجوز اھ **اقول** لادور فی لفظ الجوھرۃ فان محل التیمم معروف عند الناس والمقصود بیان حقیقتہ الشرعیۃ وردّہ الشرنبلالی فی غنیتہ بانہ وان کان اصح من الاول الذی ذکرہ لایخفی ما فیہ من وجہ اٰخر وھو انہ جعل بدل لولہ القصد المنصوص وقد علمت ما ذکرہ الکمال اھ فقد سلم تزییف الثانی وان نازع فی تصحیح الاول واجاب العلامۃ ابن کمال باشا فی الایضاح وتبعہ فی الدر وغیرہ بان المراد من الاستعمال ما یعم الحکمی فیجب فی التیمم بالحجر الاملس اھ **اقول** واغرب الرومی فی حواشی الدرر فقال بعد ذکرہ ھذا اذا کان المراد بالصعید التراب اما اذا کان بمعنی وجہ الارض فیشمل الحجر الاملس کما لایخفی اھ فکانہ فھم ان الاخذ علی لفظ الصعید انہ التراب فلا یشترط بل یجوز بالحجر فاجیب بانہ تراب حکما ولا یخفی علیک ما فیہ من البعد البعید عن فہم المرام واجاب النھر بوجہ اٰخر فقال یمکن ان یقال ان التیمم بالاملس فیہ استعمال جزء من الارض اھ ونقلہ السید ابو السعود الازھری وھو مآل ما فی مجمع الانھر اذ قال یمکن ان یجاب بان یراد من الجزء الجزء الحاصل من الارض والحجر ایضا من الارض والمراد باستعمالہ استعمالہ المعتبر شرعا تدبر اھ وتبعا عنی النھر ط فقال علی قول الدر استعمالہ حقیقۃ او حکما لیعم التیمم بالحجر الاملس ما نصہ جواب عن سؤال حاصلہ انہ یجوز التیمم علی الحجر الاملس ولا استعمال فیہ وحاصل الجواب انہ وجد الاستعمال الحکمی بوضع الیدین علیہ وظاھر ما فی النھر ان الاستعمال فیہ حقیقی بذلک الوضع لا حکمی وعلیہ فلا حاجۃ الی زیادۃ او حکما اھ واوضحہ ش فقال لایخفی ان الحجر الاملس جزء من الارض استعمل فی العضوین للتطہیر اذ لیس المراد بالاستعمال اخذ جزء منہا بل جعلہ اٰلۃ للتطہیر وعلیہ فھو استعمال حقیقۃ وھو ظاھر کلام النھر فلا حاجۃ الی قولہ او حکما کما افادہ ط اھ **اقول** لا یرتاب احد انک اذا عمدت الی حجر املس فوضعت کفیک علیہ ثم مسحت بھما وجھک وذراعیک فقد استعملت الحجر فی التطہیر لکن اذا قیل استعمال جزء من الارض فی العضوین او علی العضوین کما ھو الفاظھم لم یتبادر منہ الا امساس العضوین بجزء من الارض الا تری ان السید فسر استعمالہ بقولہ ھو المسح علی الوجہ والیدین اھ وذکر مثلہ فی غیر ما قال العلامۃ ش نفسہ بعید ھذا الاستعمال ھو المسح المخصوص للوجہ والیدین اھ ولا شک ان مسح العضوین بجزء من الارض

فصل ۱ معروضۃ علی الفاضل عبد الحلیم الرومی
فصل ۲ علی النھر والدر وط وش

حسن التعمم

فصل ۳

لا يقع فی نحو الحجر الاملس وكل ما لا يلتزق شیئ منه بالكفين انما الواقع فيه امساسهما بكفين امستا
بالحجر فلم يستعمل الجزء فيهما وعليهما الا بالواسطة وهذا معنی استعماله الحكمی اما جعله آلة للتطهير
فكلام مجمل خفی لا يحصل به التعريف فانه باطلاقه يشمل ما اذا ذر التراب علی وجهه وذراعيه بنية التطهير
فقد جعله آلة له ولا يصير متيمما ما لم يمسح بيده علی وجهه وذراعيه بنية التطهير بعد وقوع التراب
عليها والمسألة منصوص عليها فی المعتمدات كالخانية والخلاصة وخزانة المفتين والايضاح والجوهرة
وغيرها وستأتی ان شاء الله تعالی ثم اقول بل التحقيق عندی ان الاستعمال هو المسح كما فسره
السيد ان طوش هو حقيقة التيمم كما حققه المحقق حيث اطلق فلا بد من وجوده حقيقة بالمعنی
الذی سنحققه ان شاء الله تعالی فلا يكفی الاستعمال الحكمی والا لم يكن تيمما حقيقة لان الحقيقة
الركن حقيقة بل الصعيد هو المنقسم الی الحقيقی وهو جزء من جنس الارض والحكمی وهو الكف
الذی امس به علی نية التطهير فان الشرع المطهر امرنا ان نمسح وجوهنا وايدينا منه وارشدنا
الی صفته بان نضع الاكف عليه فنمسح بها من دون حاجة الی ان يلتزق بها شیئ منه بل سن لنا
ان ننفضها ان لزق حتی يتناثر فعلم ان الجزء الملتزق ساقط الاعتبار بل مطلوب التجنب فما هو
الا ان الكفين بوضعهما المنوی يورثهما الصعيد صفة التطهير فيقومان مقامه ويفيدان
حكمه فهما الصعيد الحكمی حكما من ربنا تبارك وتعالی غير معقول المعنی قال الامام ملك العلماء
فی البدائع قال ابو حنيفة رضی الله تعالی عنه يجوز التيمم بكل ما هو من جنس الارض التزق
بيده شیئ اولا وقال محمد رحمه الله تعالی لا يجوز الا اذا التزق بيده شیئ من اجزائه فالاصل عنده
انه لا بد من استعمال جزء من الصعيد ولا يكون ذلك الا بان يلتزق بيده شیئ وعند ابی حنيفة
هذا ليس بشرط وانما الشرط مس وجه الارض باليدين وامرارهما علی العضوين وجه قول محمد ان المامور
به استعمال الصعيد وذلك بان يلتزق بيده شیئ منه ولابی حنيفة ان المامور به هو التيمم بالصعيد
مطلقا من غير شرط الالتزاق ولا يجوز تقييد المطلق الا بدليل وقوله الاستعمال شرط ممنوع لان
ذلك يؤدی الی التغيير الذی هو شبيه المثلة وعلامة اهل النار ولهذا امر بنفض اليدين بل الشرط
امساس اليد المضروبة علی وجه الارض علی الوجه واليدين تعبدا غير معقول المعنی لحكمة استأثر
الله تعالی بعلمها وفی كافی الامام النسفی الواجب المسح بكف موضوع علی الارض لا استعمال التراب

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لان استعمال التراب مثلة اھ فانظر الی قول البدائع فی بیان قول محمد ان استعمال جزء من الصعید لایکون الا بان یلتزق بیدہ شیئ والی قولہ فی بیان قول الامام ان الاستعمال یؤدی الی شبہ المثلة ومثلہ قول الکافی ان استعمال التراب مثلة کل ذلك یفید قطعا ان المراد من الاستعمال لامجرد جعلہ اٰلة للتطہیر واذا کان الاستعمال ھو المسح المامور بہ والامور بہ مسح العضوین من الصعید ولایمسح بہ الا الکفان ثم بھما یمسح الوجہ والذراعان تبین لك انقسام الصعید الی الحقیقی والحکمی وقصر الاستعمال مطلقا علی الحقیقی فھذا غایة التحقیق وباللّٰہ التوفیق ٭ ولہ الحمد کما ینبغی لہ ویلیق ٭ **الوجہ الثالث** قال شیخ الاسلام ابو عبداللّٰہ محمد بن عبداللّٰہ الغزی التمرتاشی رحمہ اللّٰہ تعالٰی فی التنویر ھو قصد صعید مطہر واستعمالہ بصفة مخصوصة لاقامة القربة قال ش المصنف ذکر التعریفین المنقولین عن المشائخ والظاھر انہ قصد جعلھما تعریفا واحدا ثم ذکر ما قدمناہ من اخذ المعنی اللغوی فی الشرعی وانہ لابد من ذکر الشروط حتی یتحقق المعنی الشرعی قال ولما کان الاستعمال وھو المسح المخصوص للوجہ والیدین من تمام الحقیقة الشرعیة ذکرہ مع القصد تتمیما للتعریف فاغتنم ھذا التحریر المنیف اھ **اقول** لاشك ان المصنف رحمہ اللّٰہ تعالٰی یرید حدا واحدا للتیمم ولیس ھذا محل الاستظہار غیر انك قد علمت ما فی جعل القصد من الحقیقة فلا یصح ان المسح من تمام الحقیقة وانہ ضم الی القصد تتمیما للتعریف وباللّٰہ التوفیق والتوقیف **ثم** قد اعلمناك ان کلا التعریفین یشمل کلا الامرین وانما الفرق ان الاول یقول ھو قصد الصعید للاستعمال والثانی انہ استعمال الصعید مع القصد والثالث انہ القصد والاستعمال وخیر الامور اوساطھا **الوجہ الرابع** قال المحقق وتبعہ البحر والشرنبلالی وابن الشلبی والاخرون الحق انہ اسم لمسح الوجہ والیدین عن الصعید الطاھر والقصد شرط لانہ النیة اھ **اقول** ھو علی ما حققنا من معنی الاستعمال عین الثانی وان فارقہ علی ما زعم العلامة ش ان الاستعمال جعلہ اٰلة التطہیر والعجب من العلامة البحر تبع المحقق علی تصویب ھذا وفیہ التعبیر بطاھر دون مطہر فاذا کان ھذا ھو الحق فلم الاخذ علی الکنز ولھذا قال فی منحة الخالق کان علیہ ان یقول المطہر کما سینبہ علیہ نفسہ عند قول المصنف بطاھر من جنس الارض اھ **اقول** اخذ علی البحر اتباعہ فی الفرق بین الطاھر من الارض والمطہر والحق ان الصواب

معروضة ۱ علی العلامة الغزی
معروضة ۲ علی العلامة الغزی
تعریف سوم
حسن لتعمم
معروضة ۳
تطفل ۱۲ علی البحر
تعریف چہارم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مع الكنز والمتون والجم الغفير فانما كان عليه ان لا يؤاخذ على الكنز فى قوله بطاهر وعليكم ان تؤاخذ واعطى فتوى لذلك لا هذا **الوجه الخامس** قال العلامة ابن كمال الوزير فى ايضاح الاصلاح هو طهارة حاصلة باستعمال الصعيد الطاهر فى عضوين مخصوصين على قصد مخصوص اه وتبعه فى مجمع الانهر واليه يشير قول البرجندی فى شرح النقاية التيمم فى اللغة القصد ثم نقل الى هذه الطهارة المخصوصة اه **اقول** الطهارة حكم التيمم والاثر المترتب عليهما على الوضوء وليس الوضوء نفس الطهارة الا ترى ان التيمم مأمور به ولا يؤمر المكلف الا بفعله وفعله هو الاستعمال وليست الطهارة الحاصلة به فى شیء من افعاله وهذا ظاهر جدا وخفاؤه على مثل العلامة بعيد **الوجه السادس** هو ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين الى المرفقين هذا نص صاحب الشرع صلى الله تعالى عليه وسلم ثم صاحب المذهب رضی الله تعالى عنه فقد اخرج الدارقطنی وقال رجاله كلهم ثقات والحاكم وقال صحيح الاسناد عن جابر بن عبد الله رضی الله تعالى عنهما عن النبی صلى الله تعالى عليه وسلم قال التيمم ضربة للوجه وضربة للذراعين الى المرفقين ورواه هما والبيهقی فى الشعب من حديث عبد الله بن عمر رضی الله تعالى عنهما عن النبی صلى الله تعالى عليه وسلم التيمم ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين الى المرفقين وروی من قول ابن عمر وصوبه الدارقطنی وقال الامام ملك العلماء فى البدائع ذكر ابو يوسف فی الامالی قال سألت ابا حنيفة عن التيمم فقال التيمم ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين الى المرفقين قلت له كيف هو فضرب بيديه على الارض فاقبل بهما وادبر ثم نفضهما ثم مسح بهما وجهه ثم اعاد كفيه على الصعيد ثانيا فاقبل بهما وادبر ثم نفضهما ثم مسح بذلك ظاهر الذراعين وباطنهما الى المرفقين اه وهی عبارة مختصر القدوری والهداية والكافی والوقاية والنقاية والاصلاح من المتون وغيرها من كتاب معتمد ولا يخفى ان ظاهر مدلوله ركنية الضربتين وبه قال السيد الامام ابو شجاع واختاره الامام شمس الائمة الحلوانی وصححه فى الخلاصة وقال فى النصاب هذا استحسان وبه نأخذ وهو الاحوط وفى الدر المختار هو الاصح الاحوط اه وبه جزم الامام ناصر الدين فى الظهيرية هو حسن وبه نأخذ اه جواهر الفتاوی وبه جزم فى المنية وغيرها واقره فى الغنية وصرح انه احوط وقال فى الحلية هو ظاهر قول مالك فى المدونة وقال الشافعی فى الجديد وبه الآثار والعلماء الاحاديث صريحة به اه بل قال الامام ملك العلماء فى البدائع اما ركنه فقال اصحابنا هو ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين الى

https://www.facebook.com/darahlesunnat

المرفقين اھ ثم ذکر من ذھب الامام مالک والشافعی والزھری وابن ابی لیلٰی وابن سیرین وغیرھم وفی جمیعھا ان التیمم ضربتان او ضربات اوثلاث فافاد اجماع ائمتنا الثلثة وھؤلاء جمیعا علی ان الضربة ھی رکن التیمم انما اختلفوا فی عددہ ومبلغھا فی الیدین الی الرسغین اوالمرفقین اوالابطین ونفاہ الامام علی الاسبیجابی والامام فقیہ النفس قاضی خان واختارہ فی البزازیة وبہ جزم فی نور الایضاح والامداد ورجحہ فی شرح الوھبانیة ونص علیہ ابن کمال وحققہ المحقق فی الفتح وتبعہ فی الحلیة والبحر اذ قال والذی یقتضیہ النظر عدم اعتبار ضربة الارض من مسمی التیمم شرعا فان المامور بہ المسح لیس غیر فی الکتاب قال تعالٰی فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوھکم ویحمل قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم التیمم ضربتان اما علی ارادة الاعم من المسحتین او انہ خرج مخرج الغالب واللہ تعالٰی اعلم اھ وذکروا ثمرة الاختلاف فیما اذا نوی بعد ضرب یدیہ علی الارض فقبل ان یمسح احدث لایجوز المسح بتلک الضربة علی القول الاول لانھا رکن فصار کما لو احدث فی الوضوء بعد غسل بعض الاعضاء وقال فی الخلاصة الاصح انہ لایستعمل ذلک التراب کذا اختارہ الشیخ الامام شمس الائمة کما لو اعترض الحدث فی خلال الوضوء اھ وقال القاضی الاسبیجابی یجوز کمن ملأکفیہ ماء فاحدث ثم استعملہ وبہ جزم فی الخانیة وخزانة المفتین قال اذا اراد ان یتیمم فضرب ضربة واحدة ثم احدث فمسح بذلک التراب وجھہ ثم ضرب ضربة اخری للیدین الی المرفقین جاز اھ وعزاہ فی الخلاصة الی بعض نسخ الواقعات ونقل تصحیحہ جامع الرموز عن جامع المضمرات قائلا لو احدث قبل المسح لم یعد الضرب علی الاصح کما فی المضمرات اھ وقال فی البحر قد منا انہ لو امر غیرہ بان یممہ جاز بشرط ان ینوی الامر فلو ضرب المامور یدہ علی الارض بعد نیة الامر ثم احدث الامر قال فی التوشیح ینبغی ان یبطل بحدث الامر علی قول ابی شجاع اھ قال البحر وظاھرہ انہ لایبطل بحدث المامور لان المامور الة وضربہ ضرب الامر فالعبرة للامر ولھذا اشترطنا نیتہ لانیة المامور کما مر والاخر اذا نوی بعد الضرب فمن جعلہ رکنا لم یعتبر النیة بعدہ ومن لم یجعلہ رکنا اعتبرھا بعدہ کذا فی السراج الوھاج بحر وھھنا فروع جمة تشھد للقول الثانی ذکرت فی المعتمدات من دون اشارة الی خلاف فیھا منھا فی الفتح والبحر وغیرھما صرحوا انہ لو القت الریح الغبار علی وجھہ ویدیہ فمسح بنیة التیمم اجزأ وان لم یمسح لایجوز اھ وفی الظھیریة ثم الھندیة لو اصاب الغبار وجھہ ویدیہ فمسح بہ ناویا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

للتیمم یجوز وان لم یمسح لا اھ ومثله فی التبیین و منها فی الخانیة والخلاصة لو قام فی مهب الریح
او هدم الحائط فاصاب الغبار وجهه وذراعیه لم یجز حتی یمسح وینوی به التیمم اھ وفی الدرر
لو کنس دارا او هدم حائطا او کال حنطة فاصاب وجهه وذراعیه غبار فمسح جاز حتی اذا لم یمسح لم یجز وقال
العلامة الوزیر فی ایضاح الاصلاح قد ذکر فی کتاب الصلاة لو کنس دارا او هدم حائطا او کال حنطة
فاصاب وجهه وذراعیه لم یجزه ذلك من التیمم حتی یمر یده علیه و منها فی الخانیة والخلاصة والتاتارخانیة والحلیة
اذا اراد التیمم فتمعك فی التراب ذلك بجسده کله ان کان التراب اصاب وجهه وذراعیه کفیه جاز و
ان لم یصب وجهه وذراعیه لم یجز و منها فی الخلاصة لو ادخل راسه فی موضع الغبار بنیة التیمم
یجوز و منها فیها لو انهدم الحائط فظهر الغبار فحرك راسه ینوی التیمم جاز والشرط وجود الفعل
منه و منها فیها وفی الخانیة وخزانة المفتین لو ذر الریح علی وجهه ترابا لم یجز وان مسح ینوی به التیمم
والغبار علیه جاز عند ابی حنیفة رضی الله تعالی عنه اھ ای ومحمد خلافا لابی یوسف رحمهما
الله تعالی فانه لا یجیز التیمم بالغبار مع القدرة علی الصعید وفی الجوهرة النیرة قوله یمسح اشارة
الی انه لو ذر التراب علی وجهه ولم یمسح لم یجز وقد نص علیه فی الایضاح انه لا یجوز اھ و منها و
منها فرعان فی وجیز الامام الکردری ذر علی المحل التراب فاصابه غباره او ادخل المحل فی مکان
الغبار فوصل بتحریك المحل جاز لا ان وقف فی المهب فثار الغبار علی المحل بنفسه الا ان یمسح
بهذا الغبار المحل اھ **اقول** قوله فوصل بتحریك المحل متعلق بکلتا مسألتی الذر والادخال
فلمعنی ذر فاصابه غباره فحرك المحل ینوی التیمم جاز لوجود الصنع منه کما نص علیه فی
الخلاصة ان الشرط وجود الفعل منه واشار هو الیه بقوله لا ان ثار الغبار علی المحل بنفسه وقد
قدم قبله ان الشرط فی تحقق صنع منه خاص هو وصول التراب الی محله بالنیة وان عدما او احدهما
لا اھ ومجرد الذر لیس ذلك الصنع المطلوب کما لیس به الذهاب الی قرب المثار والوقوف عنده
بنیة التیمم فان هذا الفعل سبب بعید لوصول التراب الی المحل والمأمور به هو المسح وهو
فعل بنفسه یقع الایصال والاتصال بین العضو والصعید اما الوقوف فی المثار لم یعتبر والمحل
عضو بنیة التیمم فان الغبار انما یصل الی العضو بنفسه بمیله الطبعی الی السفل فلا یعتبر الذر
بالاولی کما قدمنا التنصیص به عن المعتمدات فافهم وتثبت بقی ان فرع ادخال المحل موضع

الغبار مطلق فی المنیۃ وقید فی البزازیۃ بالوصول بتحریک المحل وفرع الدر مذکور فی الکتب باشتراط المسح وابدلہ البزازی بالتحریک فسیکشف لک آنفا ان شاء اللّٰہ تعالٰی منشؤ الکلام وموضع جناہ المعلل علٰی طرف الثمام وبہ یظہر جعلنا فرعی البزازیۃ غیر السادس والرابع وباللّٰہ التوفیق

اقول وقد بان بطلان ما وقع للفاضل عبد الحلیم الرومی فی حاشیۃ الدرر اذ قال بعد نقل ما فی الخلاصۃ ان الشرط وجود الفعل منہ ما نصہ اقول یظہر منہ انہ لو کال حنطۃ یحصل التیمم بغبارہ کفی ان اصاب مواضع التیمم غبار کما لا یخفی اھ وبہ حوّل قول الدر حتی اذا لم یمسح لم یجز الی ان المراد اذا لم یمسح عند عدم وجود فعل منہ بنیۃ التیمم اللّٰہم علی الاعضاء اذا لم یعط للاعتبار مالم یمسح او یحرک اعضاءہ فما ابعد الکیل والہدم والکنس من الاعتبار واللّٰہ تعالٰی الموفق وللّٰہ در امام المذہب فی کتاب الصلاۃ اذ اتی بما فیہ فعل من الکنس والہدم والکیل ثم اطلق عدم الجواز مالم یمسح علیہا ارشادا الی ان ہذہ الافعال لا تکفی وان کانت بنیۃ التیمم مالم یوجد المسح اما ما قال الفاضل الخادمی علی قول الدر انہ یوہم ہذہ الافعال انہ لابد من کون الغبار اثر الفعل للمتیمم ولیس کذلک اھ ای للفرع المار القائل المریح الغبار والفرع الخامس انہدام الجدار **فاقول** ہو فیہ مصیب لان الدر ذکر ہذہ الافعال فی جانب الجواز فکان مثارا للتوہم ان الجواز مشروط بکون ما یمسح بہ ناشئا بفعلہ بخلاف عبارۃ کتاب الصلاۃ فیہا ذکرہا فی جانب المنع فافادت تلک الفائدۃ العائدۃ واللّٰہ تعالٰی اعلم

ومنہا فی المحیط ثم الہندیۃ صورۃ التیمم بالغبار ان یضرب بیدیہ ثوبا او لبدا او وسادۃ او ما اشبہہا من الاعیان الطاہرۃ التی علیہا غبار فاذا وقع الغبار علی یدیہ تیمم **ومنہا** فیہما قالا بعد ما مرا او ینفض ثوبہ حتی یرتفع غبارہ فیرفع یدیہ فی الغبار فی الہواء فاذا وقع الغبار علی یدیہ تیمم اھ

اقول وما ذکرا اولا من الضرب بیدیہ علی الثوب لیست الضربۃ المطلوبۃ وانما ہی لاثارۃ الغبار والا لما احتاج الی وقوع الغبار علی یدیہ فان الید اذا ضربت علی الصعید کاسبا صفۃ التطہیر فمسحہا وان لم یلتزق بہا شیئ منہ وقد اوضح ذلک بالصورۃ الاخیرۃ المقتصرۃ علی نفض الثوب **ومنہا** فی الذخیرۃ ثم الہندیۃ لو شلت یداہ یمسح یدیہ علی الارض ووجہہ علی الحائط ویجزیہ اھ

اقول وہذا مما یعقل فیہ بالضرورۃ فتکون الضربۃ رکنا محتمل السقوط کالقراءۃ عن الاخرس فتلک عشرۃ کاملۃ لا ضرب فیہا مع صحۃ التیمم فالمحقق حیث اطلق سلک فیہا

مسلکین اذ قال بعد ذکر الفرع الاول یلزم فیہ اما کونہ قول من اخرج الضربۃ (ای عن مسمی التیمم) لا قول الکل واما اعتبار الضربۃ اعم من کونہا علی الارض او علی العضو مسحا اھ اٰقر فی الحلیۃ وخالفہ فی البحر فقال بعد نقل کلامہ اعلم ان الشرط وجود الفعل منہ اعم من ان یکون مسحا او ضربا او غیرہ فقد قال فی الخلاصۃ (فاثر کلامہ فی الفرع الرابع والخامس) قال وھذا یعین ان ھذہ الفروع مبنیۃ علی قول من اخرج الضربۃ من مسمی التیمم اما من ادخلہا فلا یمکنہ القول بہا فیما نقلنا عن الخلاصۃ اذ لیس فیہا ضرب اصلا لا علی الارض ولا علی العضو الا ان یقال مرادہ بالضرب الفعل منہ اعم من کونہ ضربا او غیرہ وھو بعید کما لا یخفی اھ وتبعہ اخوہ المحقق فی النہر والمدقق فی الدر فقالا المراد الشرط وما یقوم مقامہ ونظم الدر بضربتین ولو من غیرہ او ما یقوم مقامہما لما فی الخلاصۃ وغیرہا لو حرک راسہ او ادخل فی موضع الغبار بنیۃ التیمّم جاز والشرط وجود الفعل منہ اھ **اقول**[۲۲۲۱] والعجب ان السیّد ط قال فاشار الشارح بقولہ وما یقوم مقامہما الی اختیار ما قالہ الکمال اھ ثم قال علی قولہ وجود الفعل منہ اعم من ان یکون مسحا او ضربا او غیرہ کما فی البحر اھ فاین ھذا مما اختار الکمال الا ان یقال ان المراد اختیار خروج الضرب عن مسمی التیمّم وان لم یتابع المحقق علی رکنیۃ المسح بخصوصہ بل فعل ما منہ کتحریک الراس او ادخالہ فی موضع الغبار ثم اعترض علی ھذا ایضا بقولہ وفیہ انہم اکتفوا بتیمّمہ لغیرہ ولا فعل منہ اھ واجاب العلامۃ ش بان فعل غیرہ بامرہ قائم مقام فعلہ فھو منہ فی المعنی اھ وقال قبلہ ای الشرط فی ھذہ الصورۃ وجود الفعل منہ وھو المسح او التحریک وقد وجد فھو دلیل علی ان الضرب غیر لازم کما رام **اقول**[۲۲۲۲] ای خصوصیۃ لہذہ الصورۃ فان الفعل منہ موجود فی الضرب والمسح والتحریک والادخال جمیعا الا ان یرید بہذہ الصورۃ ما اذا تیمّم بنفسہ اما لو یمّمہ غیرہ فلا یشترط وجود الفعل منہ فیکون ھذا مسلکا اٰخر فی الجواب وکان اذ حقہ ان یقول او نقول فعل غیرہ بامرہ الخ **اقول**[۲۲۲۵] وبقی ان یقول امرہ من فعلہ ھکذا جری القیل والقال وللعبد الضعیف لطف بہ مولاہ اللطیف عدۃ ابحاث فی ھذا المقال ثم تحقیق وتوفیق یزول بہ الاشکال بتوفیق الملک المہیمن المتعال **فاقول**[۲۲۲۶] وبہ استعین **الاول** احادیث کثیرۃ قولیۃ وفعلیۃ وردت بذکر الضرب فی التیمّم بل ھو المعہود فی جل ما جاء فی صفتہ ولا اخشیٰ الا ان الطالع تسعرتہا ولا اقول کما قال فی غایۃ البیان ان الضرب لم یذکر فی الآیۃ ولا فی سائر الآثار وانما جاء فی بعضہا اھ ارادبہ الاخذ علی قول الامام النسفی فی المستصفی انہم انما اختاروا لفظ الضرب لان کان الوضع جائزا لما

حسن التعمم

على العلامة الاتقانى والبحر

ان الآثار جاءت بلفظ الضرب اھ ومن تتبع الاحادیث تبین له صدق کلام المستصفی فلا اخذ لا وجه له وان اقره علیه البحر فھذا فی نفس ذکر الضرب اما رکنیته فلا اعلم فیه حدیثین صحیحین ولا حدیثا واحدا صریحا فضلا عن احادیث فقول الحلیة به قال اکثر العلماء لاحادیث صریحة به منھا ما عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما (فذکرہ اقدمنا قال) رواہ الحاکم واثنی علیه ومنھا ما عن عمار بن یاسر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما قال کنت فی القوم حین نزلت الرخصة فامرنا بضربتین واحدة للوجه ثم ضربة اخری للیدین الی المرفقین اخرجه البزار باسناد حسن اھ فیه **اولا** ان الحاکم لم یثن علیه بل سکت عن تصحیحه بل وعن تصحیح اسنادہ قال المحقق فی الفتح تبعا للامام الزیلعی المخرج سکت عنه الحاکم وقال لا اعلم احدا اسندہ عن عبید اللّٰہ غیر علی بن ظبیان وھو صدوق اھ **اقول** الثناء علی الراوی لیس ثناء علی الروایة وکونه صادقا فی نفسه لاینافی کونه ضعیفا فی حدیثه کیف وقد تظافرت کلمات ائمة الشان علی تضعیفه بل قال ابوحاتم ثم النسائی متروك بل بالغ ابن معین فیما روی عنه فقال کذاب واغتر به المناوی فی التیسیر فقال فیه کذاب **اقول** ولیس کذلك بل الرجل خیّر دیّن فقیه ضعیف عند المحدثین فی الحدیث لاجرم ان قال فی التقریب ضعیف **وثانیا** العجب استنادہ الی ھذا وترك حدیث جابر الصحیح الاسناد وتوارد علیه الامام السیوطی فی الجامع الصغیر **وثالثا** حدیث عمار رضی اللّٰہ تعالٰی عنه انما فیه الامر بضربتین ولیس کل ما یؤمر به رکنا وابعد منه حدیث البزار عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم فلفظه علی ضعف اسنادہ فی التیمم ضربتان اھ **ورابعا** بل لیست العبارة التیمم ضربتان صریحة فی الرکنیة وقد تقدم من المحقق انه خرج مخرج الغالب وسیأتی تحقیقه ان شاء اللّٰہ تعالٰی **اقول** بل روی مسلم عن معویة بن الحکم رضی اللّٰہ تعالٰی عنه عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم ان ھذہ الصلاة لایصلح فیھا شیئ من کلام الناس انما ھی التسبیح والتکبیر وقراءة القراٰن ولیس التسبیح ولا التکبیر من ارکانها وقال ملك العلماء فی البدائع صلاة الجنازة دعاء للمیت اھ ومعلوم ان لیس ارکانها الا التکبیرات الاربع **الثانی** الوظائف البدنیة المحضة لاتجری فیھا النیابة فلا یصلی احد عن احد ولا یتوضأ احد عن احد کذا لاینتیمم احد عن احد قد جوزنا ان ییمم زید عمرو فاذن الضربتان لاتقومان الا بعمرو فلو کانتا جمیع ارکان التیمم فقد تیمم عمرو وطھر به زید ولو کانتا بعض

اركانه فقد قام بعض التيمم بزيد وبعضه بعمرو وهل له نظير في الشرع ثم قد حصل كله لزيد وهذا
كله غير معقول ولا مقبول **الثالث** تحقيق ما افاد المحقق بقوله ان المأمور به المسح لا غير ان الكتاب
العزيز انما امر بقصد الصعيد الطيب فالمسح منه وهذا لا توقف له على الضرب فضلا عن دخوله
في حقيقته فان من القت الريح الغبار على عضويه مثلا يتأتى له قصد للمسح منه بامرار يده عليه
من دون حاجة الى الضرب على الارض نعم من لا يجد على اعضائه يحتاج الى القصد من ارض او جدار
وذلك لا يقتضي الركنية بل ولا الشرطية فانما مثل الضرب على الصعيد في التيمم كمثل الاغتراف من
الاناء في الوضوء فمن وقف في المطر اغناه عن الاغتراف نعم اذا لم يجد الا باخذ وصب احتاج اليه
ليس لاحد ان يقول ان الاغتراف من اركان الوضوء او من شرائطه هذا شيء واضح جدا لا ينبغي
الارتياب فيه فلا يحمل كلام الشارع صلى الله تعالى عليه وسلم ولا كلام صاحب المذهب رضي الله تعالى
عنه على خلافه **الرابع** اتينا على التاويل فاول ان الكلام انما جاء على الغالب المعهود فان من النادر
جدا وجدان الغبار على العضوين وكذا لم يعهد في صفة التيمم ادخال الراس في موضع الغبار او الوقوف
في مثاره وتحريك العضوين وانما المعروف المعهود هو طريقة الضرب وبها وردت الاحاديث القولية
والفعلية ولما تمعك عمار رضي الله تعالى عنه قال له النبي صلى الله تعالى عليه وسلم انما كان يكفيك
ان تضرب بيديك الارض ثم تنفخ ثم تمسح بهما وجهك وكفيك رواه الستة **اقول** لكن يرد عليه
ما قدمنا عن ملك العلماء من اجماع ائمتنا الثلثة رضي الله تعالى عنهم على ركنية الضربتين فيصعب
الامر على القول الثاني فاذن يفزع الى تاويل المحقق الثاني وسيأتي الكلام عليه **الخامس** كما سلك
المحقق بالحديث مسلكين ذهب ايضا بتلك الفروع الاتية على خلاف القول الاول مذهبين ولم يأت
فيها المسلك الاول ان الكلام على الغالب فان الركنية توجب اللزوم فجعل المسلك الاول فيها قصرها على
القول الثاني اي فتكون تلك الفروع ايضا من ثمرات الخلاف وبه جزم في البحر وتبعه ش **اقول** فيما
ما اشرت اليه ان الفروع سيقت في الكتب جميعا مساق المتفق عليه لم يؤم احد الى خلاف فيها وثانيا لو كانت
مبنية على القول الثاني لكانت مخالفة لاجماع ائمتنا فكيف يسوغ الميل اليها فضلا عن الجزم بها من دون
اشارة اصلا الى خلاف فيها وثالثا ذكر تلك الفروع في الخلاصة ومصنف الامام طاهر وقد صحح
القول الاول فكيف يمشي فيها على خلاف ما هو الصحيح عنده بل قد افاد انها متفق عليها كما هو قضية

حسن التسميم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

صنيعهم جميعا ولذا اجزم به الدر مع تصريحه باحوطية القول الاول وتصحيحه **ورابعا** تقدم عن البدائع اجماع ائمتنا على ركنية الضربتين وهم المصرحون في كتاب الصلاة بالفرع الثاني وهذا يقطع النزاع **السادس** اما مسلكه الثاني المشترك فيه الحديث وتلك الفروع ان المراد بالضربتين اعم من الضرب على الارض او على العضو ففيه **اولا** كما **اقول** قد حقق المحقق ان حقيقة التيمم هو المسح وان الضرب على الارض ليس منها في شيئ فلا وجه للتعميم في الضرب الركن بل انما يقال ان المراد بالضربتين هما المسحتان وحينئذ لا يلائمه قوله صلى الله تعالى عليه وسلم ثم قول صاحب المذهب ضربة للوجه وضربة لليدين اذ لو اريد هذا القيل ضربة على الوجه واخرى على اليدين **وثانيا** كما **اقول** ايضا على هذا يرتفع الخلاف وتذهب ثمراته المذكورة عن اخرها والقوم ومنهم المحقق نفسه على اثباتها **وثالثا** كما قال البحر انه لا يمشي في فرعي الخلاصة اذ لا ضرب فيهما على الارض ولا على العضو **اقول** لكن مرجعه الى مؤاخذة على اللفظ فلو قال المحقق ان المراد بالضربتين المسحتان لم يرد انه لا ضرب ههنا اصلا **ورابعا** كما ابدى البحر ايضا ان ليس ثم مسح ايضا وبه اخذ الخادمي على الدرر بل وعلى جملة العمائم الغر كالظهيرية والخانية والخلاصة وخزانة المفتين والجوهرة والايضاح والفتح والبحر وابن كمال حتى كتاب الصلاة لصاحب المذهب اذ صرحوا جميعا كما تقدم بانه ان اصاب الغبار وجهه وذراعيه لا يجوز ما لم يمسح بنية التيمم فقال فيه ما فيه لما عرفت انفا من الخلاصة والبحر الی من كفاية نجد تحريك الاعضاء قال الا ان يقال المراد من المسح اعم مما هو حقيقة او حكما فيشمل نحو تحريك الرأس **واقول اولا** ذهب عنه ان الخلاصة والبحر ايضا من المصرحين بانه ان لم يمسح لم يجزء كما قدمنا عنهما في الفرعين الاولين والسادس **وثانيا** لو نظر الى ما صرحوا فيه بعدم الاجزاء الا بالمسح والخلاصة والبحر بالاجزاء بالتحريك لعرف الفرق وعلم ان لا اخذ على الدرر والجلة الغر كما سينكشف لك سر ذلك ان شاء الله تعالى **وثالثا** نعود الى البحر **فاقول** على هذا يندفع ما اعترف به البحر ايضا انه الحق وهو ركنية المسح لكني **اقول** وبربي استعين انما مسح شيئ بشيئ امرارها عليه وامساسه به روى الطبراني في الصغير عن سلمان الفارسي رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم تمسحوا بالارض فانها بكم برة قال في التيسير بان تباشروها بالصلاة بلا حائل وقيل اراد التيمم اهـ وقال في النهاية والدر النثير ومجمع البحار اراد به التيمم وقيل اراد مباشرة ترابها بالجباه في السجود من غير

حائل والامر ندب لا ایجاب اھ اقول[2261] وھو ظاھر السوق والتعلیل فکان ھو الاولٰی کما فعل فی التیسیر و فی ابن اثیر و تلخیصہ للسیوطی والمجمع مسحھم مر بھم مراخفیفا لم یقم فیہ عندھم اھ و فی الاخیر حدیث یمسح مناکبنا ای یضع یدہ علیھا لیسویھا اھ ای عند اقامۃ الصفوف و فی القاموس تماسحا تبایعا فتصافقا اھ و فی التاج ماسحہ صافحہ والتقوا فتماسحوا تصافحوا اھ وقال المجد ھو یتمسح بہ ای یتبرک بہ لفضلہ فقال التاج کأنہ یتقرب الی اللّٰہ تعالٰی بالدنو منہ و یتمسح بثوبہ ای یمر ثوبہ علی الابدان فیتقرب بہ الی اللّٰہ تعالٰی قیل وبہ سمی المسیح عیسٰی علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام قالہ الازھری اھ اقول[2262] فقول المجد المسح امرار الید علی الشیئ السائل لیس السیلان لازما لہ ولذا لم یزدہ الراغب فی مفرداتہ وھذا ربنا تبارک وتعالٰی یقول فی الصعید فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منہ ولا الید[2263] قیدا فیہ لحدیث تمسحوا بالارض فی وضع الجباہ علیھا بلا حائل ولا الامرار[2264] بمعنی التحریک علیہ لحدیث یمسح مناکبنا وقد نص ائمتنا ان ضرب الکفین بل ووضعھما علی الارض ناویا یطھرھما فلا یمسحھما بعد سیأتیک بعض نصوصہ ان شاء اللّٰہ تعالٰی وانما امر المولٰی سبحٰنہ وتعالٰی بالمسح فلولا ان امساسھما بالارض مسحھما بھا لما لغی اذا علمت ھذا فاعلم[2265] ان ھھنا صورتین تعودان اربعا وذلک لانک حین تزید التیمم اما ان تجد الصعید متصلا باعضائک او منفصلا عنھا علی الثانی لک وجھان احدھما ان تمسہ کفیک فتمسح بھما عضویک وذلک المعھود المعروف الوارد فی الاحادیث القولیۃ والفعلیۃ والاخر امرارک عضویک علی الصعید اما مسحا من فوق کما فی الفرع الحادی عشر للاشل و فی التالی للصحیح وھی واقعۃ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما ولم ینکر علیہ النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم بمعنی انہ لم ینف طھورہ بہ وان ارشد الی ما کان یکفی الغاء الزائد علی الحاجۃ واما ادخالا فی خلالہ کمن یولج وجھہ وکفیہ فی الرمل بنیۃ التیمم وعلیہ الفرع الرابع او امرار الصعید علی عضویک کان تاخذ قطعۃ حجر فتمرھا علی وجھک وذراعیک ناویا مستوعبا وبالجملۃ تفعل انت بنفسہ یقع المماس بین الصعید والمحل اقول[2266] وھذا الوجہ الاخیر الذی زدتہ وان لم یذکروہ معلوم اجزاؤہ قطعا لوجود امتثال قولہ عزوجل فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منہ ھذا کلہ فی الثانی اما الاول اعنی وجدانہ متصلا ففیہ صورتان الاولٰی ان تجدہ علی عضویک فقط لا وراءھما کغبار ساکن وقع علیھما بالقاء ریح کما فی الفرع الاول او بفعل منک کھدم او کنس او کیل او ذر او ضرب بہ او نفض ثوب کما فی الفرع الثانی والسادس

https://www.facebook.com/darahlesunnat

والتاسع والعاشر كل ذلك اذا اردت التيمم بما بقى منه على عضويك بعد سكونه اولم يثر غبار فى الذر بل نزل على العضو فسكن فى الثانية ان تجد له تحتا كثيرا حول اعضائك كأن تكون مختبيا فى رمل او محجر غبار بهبوب ريح او اثارتهما انت بهدم وغيره ولو بذر مشير بعد غبار اثاره مرتفعا غير منقطع لحاط بعضويك فتريد التيمم به قبل سكونه كما فى الفرع الخامس ومنه السابع والثامن ففى هاتين وان حصل الاتصال بين الصعيد والعضوين لكن ليس بفعلك للتيمم بل اما لا فعل لك فيه كما فى القاء الريح وارتفاع الغبار بانهدام الجدار اوكان فعلك فى تحريكه ثم وصوله الى عضويك بطبعه كما فى الهدم والكنس والكيل والذر وضرب اليد ونفض الثوب اووص بفعلك لا للتيمم كما فى صورة الاختباء والشرط وجود فعل منك يقع بنفسه امساس العضوين بالصعيد ففى الصورة الثانية حيث ان للصعيد تحتا حول اعضائك يكفيك تحريك عضويك بنية التيمم لانه يقع به الاتصال والامساس بغير اتصل اولا فيحصل الفعل المقصود وهذا ما فى الخلاصة والبحر فى الفرع الخامس لكن فى الصورة الاولى لا تجد صعيدا وراء عضويك فمهما حركتهما لم يحصل امساس بشئ جديد فلا يكفى ولابد من ان تمر يديك عليه ناويا فيقع امساس لم يكن وهذا ما فى الفتح والبحر والظهيرية والهندية فى الفرع الاول والخلاصة والدرر والبزازية وابن كمال وكتاب الصلاة فى الفرع الثانى والخانية والخلاصة والخزانة والايضاح والجوهرة فى الفرع السادس والمحيط والهندية فى الفرعين التاسع والعاشر فذهب القلق واسفر الفلق ولله الحمد وظهر بهذا التقرير المنير فوائد مهمة نفعها غزير منها انه لاخلف بين انتقاء الخلاصة والبحر بالتحريك واستراط الدرر والحلية الغرر المسح كما توهم الفاضل الخادمى الاول فى الغبار المرتفع والثانى فى المنقطع ومنها ان ليس المسح فى مسألة الدرر فى الفرع الثانى بمعنى يشمل التحريك كما زعم ايضا فان التحريك لايكفى فيه بل لابد من امرار اليد ومنها ان لا تهافت بين كلام الخلاصة فى الفرع الخامس وكلامه فى الثانى والسادس لعين ما مر فى الدرر ومنها مثله للبحر فى الخامس والاول ومنها ان الدرر فى الفرع السادس مثلا لايثير نقعا وتريد التيمم بعد ما وقع وسكن فلذا شرطوا المسح وفى الفرع السابع ما يثير وتريد التيمم وهو مرتفع فاكتفى البزازى بتحريك المحل لما علمت ان التحريك لا ينفع بعد السكون ومنها ان القيام فى مهب الريح ان كان بحيث هبت فاثارت نقعا احاطبك فاردت التيمم حين هو مرتفع كفاك التحريك وهو مراد البزازية فى الفرع الثامن وان اردت بعد ما سكن

ف١: مصنف کی اس تقریرِ منیر کے فوائد
ف٢: معروضۃ
حسن التقسیم
ف٣: معروضۃ علیہ

لزمك امرار الید وهو مراد الخلاصة فی الفرع الثانی **ومنها**[٢٢٧٣] ان ادخال المحل فی موضع الصعید ترابا
کان او رملا او غبارا اذا کان بنیة التیمم کفی لحصول الامساس بفعلك ناویا وهو فرع الخلاصة
الرابع وان کان لا بالنیة واردت التیمم لزمك التحریك وهو فرع البزازیة الثامن فالادخال فی الخلاصة
مع النیة ولذا لم یزد شیئا وفی البزازیة بدونها ولذا زاد التحریك وبالجملة اذا هبت ریح فاثارت غبارا فذهبت
الیه ودخلته ناویا کان من الفرع الرابع او غیر ناو والغبار مرتفع کان من الثامن او اردت بعد ما سکن
کان من الثانی واذا قمت فی جهة المهب حتی اتاك الغبار واحاط بك لم یکفك مطلقا وان کان وقوفك
هذا بنیة التیمم لان الوصول من جهة الغبار لا من قبلك فان کان بعد مرتفعا فحرکت اعضاءك ناویا
کان من الفرع الثامن وان وقع وسکن فاردت کان من الفرع الثانی **ولوجه اخصر** اما ان
تذهب الی الغبار فتدخل فیه اعضاءك ناویا او غیر ناو او یأتیك علی الاولین تم التیمم وعلی الاخیر
کفی التحریك ان کان مرتفعا ولزم امرار الید ان وقع وسکن **ومنها**[٢٢٧٤] ان التحریك والادخال کل ذلك
مسح کما علمت فلا اخذ علی المحقق کما زعم البحر **ومنها**[٢٢٧٥] ان مراد الخلاصة فی قولها ان الشرط وجود
الفعل منه هو المسح عینا لا ما یعمه وغیره کما زعم ایضا **ومنها** ان المسح هو رکن التیمم لا غیر
به یتقوم ولا تصوّر له بدونه کما قال المحقق انه الحق هکذا ینبغی ان تفهم کلمات العلماء الکرام و
الحمد لله ولی الانعام ذی الجلال والاکرام وافضل الصلاة واکمل السلام علی سید الانام
واٰله وصحبه علی مر اللیالی والایام امین **السابع**[٢٢٧٦] لا وجه یظهر لکفایة النیة بعد الضرب کیف
وان التراب فی اصله ملوث وانما جعل مطهرا بالنیة تفضلا من المولی سبحٰنه وتعالٰی قال الامام الجلیل
ابو البرکات فی الکافی قال زفر النیة لیست بشرط فیه کالوضوء لانه خلفه فلا یخالفه ولنا ان التراب
ملوث بذاته وانما صار مطهرا اذا نوی قربة مخصوصة والماء خلق مطهرا فاذا استعمله فی المحل النجس طهره
وان کان نجسا حکما والخلف قد یفارق الاصل لاختلاف حالهما الا تری ان الوضوء یحصل باربعة
اعضاء بخلاف التیمم وسن التکرار فی الاصل دون الخلف اھ **وقد** [٢٢٧٧] نصوا ان الضرب المعتبر فی
التیمم یطهر الکفین فلا تمسحان بعد ومعلوم ان لا تطهیر الا بالنیة ولو کان الضرب بدون النیة
کافیا فی التیمم وجب تقیید المسألة به وهم انما یرسلونه ارسالا ففی شرح الجامع الصغیر للامام
قاضیخان ثم الحلیة وجامع الرموز وفی جامع المضمرات ثم الهندیة ثم ط ثم ش هل یمسح الکف الصحیح

https://www.facebook.com/darahlesunnat

انه لايمسح وضرب الكف يكفى اه وفى الحلية عن الذخيرة لم يذكر محمد انه يضرب على الارض ظاهر كفيه او باطنهما واشار الى انه يضرب باطنهما فانه قال فى الكتاب ان ترك المسح على ظاهر كفيه لايجزئه وانما يكون تاركا للمسح على ظاهر كفيه اذا ضرب باطن كفيه على الارض اه فقد افاد ان لوكان الضرب بظاهرهما كان مسحا لظاهرهما اقول والظاهر ان قولهم لايمسح على ظاهره للنهى لا بمعنى انه لاحاجة اليه كما قد يتوهم من قول التبيين لايجب فى الصحيح مسح باطن الكف لان ضربهما على الارض يكفى اه وتبعه البحر فى هذا التعبير وذلك لانه اذا حصل مسحهما مرة بالضرب كما افاد فى الخانية بقوله لانه مسح مرة حين ضرب يديه على الارض اه والتكرار لايسن فى التيمم كما قدمنا انفا عن الكافى فتكون اعادته عبثا فيكره كما قال فى البحر ان التيمم على التيمم ليس بقربة كذا فى القنية وظاهره انه ليس بمكروه وينبغى كراهته لكونه عبثا اه بل قال القهستانى لايكرر المسح وفيه فانه مكروه بالاجماع كما فى الكشف اه ولاجل هذا ذكر عامتهم فى كيفية التيمم مسح ظاهر الذراعين من رؤس الاصابع الى المرافق وباطنهما من المرافق الى الرسغ كما فى البدائع والجوهرة والعناية وفى محيط السرخسى فالهندية وفى التحفة والمحيط الرضوى وزاد الفقهاء فالحلية فرد المحتار وايده فى الحلية بما فى رواية للبخارى واخرى لمسلم فى حديث عمار رضى الله تعالى عنه من مسحه صلى الله تعالى عليه وسلم بعد الضرب ظهر كفيه فيترجح على ما فى الكافى ينبغى ان يضع بطن كف اليسرى على ظهر كف اليمنى ويمسح بثلاثة اصابع اصغرها ظاهر يده اليمنى الى المرفق ثم يمسح باطنه بالابهام والمسبحة الى رأس الاصابع ثم يفعل باليد اليسرى كذلك اه ونقل مثله القهستانى عن المحيط ثم استدرك عليه بما فى جامع الامام القاضى ان الكف لايمسح على الصحيح كما قدمنا والذى فى البحر عن المحيط الرضوى هكذا كيفية التيمم ان يضرب يديه على الارض ثم ينفضهما فيمسح بهما وجهه بحيث لايبقى منه شيئ وان قل ثم يضرب يديه ثانيا على الارض ثم ينفضهما فيمسح بهما كفيه وذراعيه كليهما الى المرفقين وقال مشايخنا يضرب يديه ثانيا ويمسح باربع اصابع يده اليسرى ظاهر يده اليمنى من رؤس الاصابع الى المرفق ثم يمسح بكفه اليسرى باطن يده اليمنى الى الرسغ ويمر باطن ابهامه اليسرى على ظاهر ابهامه اليمنى ثم يفعل باليد اليسرى كذلك وهو الاحوط اه ومثل الصفة فى الهندية عن محيط السرخسى وبالجملة فالصحيح الرجيح المشهور المذكور للجمهور هو ترك مسح بطن الكفين اقول ثالثا ما فى الذخيرة نقلا عن محمد فى الاصل ثم يضرب اخرى ينفضهما ويمسح بهما كفيه وذراعيه الى المرفقين اه المراد فيه بكفيه ظاهرهما كما قال فى الحلية فى عبارة

لانہ صرف پشت دست سے ۔ مسئلہ ۲ : جتنے منہ اور ہاتھوں کا دھونا فرض ہے تیمم میں ان سب کا مسح فرض ہے اگر ان میں سے کوئی ذرہ مسح سے رہ جائے گا تیمم

شرح الجامع الصغير هل يمسح الكف الصحيح لا ان المراد بالكف باطنها لا ظاهرها اھ **فان قلت** فيها ايضا عن الذخيرة قال مشايخنا الاحسن في مسح الذراعين ان يمسح بثلثة اصابع يده اليسرى ظاهر يده اليمنى الى المرفقين ويمسح المرفق ثم يمسح باطنها بالابهام والمسبحة الى رؤس الاصابع وهكذا يفعل باليد اليسرى ولو تيمم بجميع الاصابع والكف من غير ان يراعى الكف والاصابع يجوز اھ **اقول** ۲۲۸۷ لا ننكر الخلاف فقد افيد بالتصحيح لكن اذا ثبت الصحيح لا يعدل عنه وقد ذكر قاضيخان في بيان صفة التيمم انه يضع بطن كف اليسرى على ظهر كف اليمنى ويمد من رؤس الاصابع الى المرفق ثم يدير الى بطن الساعد ويمد الى الكف وهل يمسح الكف قال بعضهم لا لانه مسح مرة حين ضرب يديه على الارض ثم يضع بطن كف اليمنى على ظهر كف اليسرى ويفعل ما فعل باليمنى اھ خانية فهذه الصفة ليست الا بيان ما هو الاولى في التيمم وقد اخرج منه مسح بطن الكفين فلم يكن اولى فكان عبثا فكان مكروها والله تعالى اعلم **ثم** ۲۲۸۸ مذهبنا المذهب الصحيح رضی اللہ تعالی عنه انه لا يحتاج الى شیئ يلتزق باليد بل السنة ازالته بالنفض والنفض وقد قدمناه تحت الوجه الثانی عن البدائع وفيها ايضا التعبد ورد بمسح كف مسه التراب على العضوين لا تلويثهما به اھ وفي الكافی ينفض يديه مرة وعن ابی یوسف مرتين والاختلاف في الحقيقة لانه ان تناثر ما التصق بكفه من التراب بنفضة يكتفی بها والا نفض نفضتين لان الواجب المسح بكف موضوع على الارض لا استعمال التراب فانه مثلة اھ ومثله عنه في البرجندی ومعناه في الحلية وغيرها ولا يتقيد بنفضتين ايضا بل ينفض الى ان يتناثر فقد قال في الهداية ينفض يديه بقدر ما يتناثر التراب كيلا يصير مثلة اھ فمن كان جالسا على فرش من رخام فقام معتمدا بكفيه عليه ثم بعد زمان اراد ان يتيمم فاجتزأ بذلك المس الذی وقع بين الرخام وكفيه عند القيام فتيمم صعيدا طيبا الطهور حين كان الصعيد بكفيه لم يقصد وحين قصد لا صعيد وانما ورد القصد على كفين صفرين فالظاهر ان الصواب فيه مع السيد الامام ابی شجاع وقد علمت قوة ما له من التصحيحات وكثرتها سواء قلنا بركنية الضربتين اولا لان المساس الواقع بين الكفين والتراب لا يصير مطهرا الا اذا كان منويا **نعم** ۲۲۸۹ ان التصق بكفيه تراب كاف للتيمم ونوى الان جاز لصدق قصد الى صعيد طيب للتطهير وكم له في الفروع المارة من نظير فان حملنا عليه قول التجويز كان توفيقا وبالله التوفيق والله سبحنه وتعالى اعلم **الثامن** ۲۲۹۰ المهم منه الامر في ثمرة الخلاف الاخرى فان التراب بامساس الكفين به

https://www.facebook.com/darahlesunnat

للطهر یکسبهما باذن الله تعالٰی وصف التطهیر حتی انه بنفسه یخرج من البین وان کان له بقیة تزال بنفض الیدین ومستحیل ان یکون نجس مطهرا فاذا ضرب ثم احدث قبل المسح فقد صار کفاه غیر طاهرتین فکیف تبقیان مطهرتین وما استدلوا به للسید الامام انه علی الرکنیة یقع الحدث فی خلال التیمم **فاقول** حاصل علی کل حال لما قدمنا ان من ان الکفین قد طهرتا بالضرب حتی لا یمسحهما علی الصحیح فالحدث الواقع بعد الضرب لا یقع الا وقد اتی ببعض التیمم ان لم تکن الضربة رکنا اما احدث من ملأ کفیه ماء فاحدث کان له ان یستعمله **فاقول** یجب ان یکون فی اول ما اغترف قبل ان یغسل شیأ من الاعضاء والا لکان حدثا فی خلال الوضوء وحینئذ لا مانع من ان یصرف فی غسل یدیه لانهما کانتا محدثتین عند الغرف وقد لاقاهما الماء وبقی سائغ الاستعمال لعدم الانفصال فالحدث بعد الغرف لا یزیده شیأ فوق ذلک والمطهر هو الماء لا ایداه بخلاف ماهنا فان کفیه هما اعتبرتا مطهرتین بعد الضرب لا التراب الذی لا حاجة الیه بل لو کان ازیل **ثم اقول** لم یظهر للعبد الضعیف ما فرقوا به ههنا بین الحدث بعد الاغتراف قبل التطهر والحدث فی خلاله غیر ان هذا یبطل ما سبق وذلک لا سابق له فیبطله ولا کلام فیه انما الکلام فی جواز استعماله ولا مدخل فیه لسبق بعض التطهر وعدمه فیما اعلم فان من غسل وجهه ثم ملأ کفیه لغسل یدیه فاحدث بطلت طهارة وجهه اما یداه فقد کان الحدث فیهما الی الاٰن ولم یزد بانضیاف هذا الجدید ولم یصر الماء مستعملا بعد لعدم الانفصال فلم لا یجوز ان یغسل به ذراعیه وما هو الا ان کمن اغترف اولا ثم احدث لانه قد عاد کما کان فالماء یلاقی کفا محدثة فی الوجهین فینبغی ان یجوز حیث یجوز ثمه ولا حیث لا فلیحرر ولیتأمل فانی متعجب کیف تواردہ ھؤلاء الجلة کالاسبیجابی والعنایة والفتح والجوھرة وجواھر الفتاوی والحلیة والغنیة والبحر والشرنبلالی وغیرھم وسکتوا جمیعا لیعلل فیه سرا لم اصل الیه وقد بینت فی بعض فتاوای فی باب الوضوء انه یبتنی علی احد قیلین ضعیفین فی المذھب فتذکر وتبصر والله تعالٰی اعلم اما ھھنا فلا سبیل الی الجواز لان الضربة اذا اتت علی الحدث رفعته وکست الکفین صفة التطهیر فاذا طرأ الحدث علیها ابطل الطهارة فابطل التطهیر والله تعالٰی اعلم **ثم اقول** لو کان الامر علی ھذا لزم ان من کان مست یداه جدارا او ارضا او اخذ بیدیه حجرا او شیأ من خزف ومضت علیه سنون واحتاج الاٰن الی التیمم لا یحتاج لاحد عضویه الی قصد صعید ولا مسه

اصلا بل ینوی ویمسح وجہہ مثلا بکفیہ یکفیہ لانہ قد کان کفاہ مست الصعید فی وقت من عمرہ ولا یشترط
قران النیۃ ولا ینافیہ الحدث بعدہ قبل المسح وان کان الف مرۃ ولا اعلم احدا یقبل ھذا ویحعلہ تیمما صحیحا
شرعیا وبالجملۃ فالصواب فی کلا الفرعین مع السید الامام ان شاء اللّٰہ تعالٰی ولا بناء لھما علی رکنیۃ الضرب
فلیسا من ثمرۃ الخلاف فی شیئ فیما اعلم وربی اعلم نعم ٢٢٩٥ اذا ضرب فالتزق بیدہ من التراب ما یکفی للتیمم
ثم احدث ثم مسح بذلک التراب وجہہ ناویا اجزأہ لان الکف وان بطلت طہارتھا وتطہیرھا وذھب
الصعید الحکمی فالصعید الحقیقی موجود بیدہ فیکون ھذا تیمما بالتراب لا بالکف المکتسی بالضرب
صفۃ التطہیر وھذا ھو عندی ٢٢٩٦ محمل ما تقدم عن الخانیۃ وخزانۃ المفتین لقولھما فمسح بذلک التراب
وجہہ ولم یقولا مسح بتلک الکف المحدثۃ ولیراجع عبارۃ المضمرات فلعلھا کعبارۃ الخانیۃ والخزانۃ
٢٢٩٧ ولک ان تقرأ قولہ لم یعد الضرب بفتح العین وشد الدال من العد دون الاعادۃ فیکون تصحیحا ٢٢٩٩
لما علیہ السید الامام والا ٢٢٩٨ فاذا قیدناہ بکون التراب علی کفیہ کان توفیقا وباللّٰہ التوفیق التاسع
ما بحث العلامۃ الحدادی فیما اذا امر غیرہ لییممہ فضرب المامور یدیہ فاحدث الامر انہ ینبغی بطلانہ
علی قول ابی شجاع فعندی فیہ وقفۃ فان الامر اذا امر ونوی فضرب المامور کفیہ علی الصعید اکسبھما
صفۃ التطہیر وصار صعیدا حکمیا حتی صلحتا لتطہیر الامر بمسحھما وحدث الامر لا یخل بشیئ من ذلک
لا تزول بہ طہارۃ کفی المامور لینتفی تطہیرھما وقد کان ٢٣٠٠ الامر محدثا قبل الضرب وبعدہ ما لم یمسح
فاجتمع حدث الامر اعنی کونہ محدثا وثبوت صفۃ التطہیر لکفی المامور فی وقت واحد ودام الی حصول
المسح ولو اشترط لثبوتہ لھما طہارۃ الامر لدار واستحالت المسألۃ رأسا فاذا لم ینافہ کونہ محدثا کیف ینافیہ
حدثہ الجدید ولا یزیدہ شیأ فوق ما ھو علیہ الان العاشر ٢٣٠١ ما استظھر منہ البحر انہ لا یبطل بحدث
المامور فعندی البعد منہ اذ لو سلمنا انہ یبطل بحدث الامر مع انہ لا یوجب تنجیس کفی المامور وجب
بطلانہ بحدث المامور بالاولی لانہ ینجسھما فیسلبھما الطہارۃ فیسلبھما التطہیر ولو نفینا الۃ لا ینفیہ فانہ
الۃ التطہیر فلا بد من طہارتہ اذ ما لیس بطاھر کیف یفید غیرہ التطہیر فالظاھر عندی عکس
ما قالاہ یبطل بحدث المامور دون الامر واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم الحادی عشر الابحاث الی ھنا لم تزد
اصل الامر الاعم لانہ ثبت ان الفروع العشرۃ متفق علیھا بین ائمتنا ولا ضرب فیھا بالمعنی المعروف
وھم مجمعون علی رکنیتہ فاقول ٢٣٠٢ وباللّٰہ التوفیق قد وجدنا ان الصعید ضربان حقیقی

وحكمی وان التیمم المعهود المعروف فی الاحادیث القولیة والفعلیة هو امساس الکفین بالصعید الحقیقی وسائر العضوین بهذا الصعید الحکمی غیر المعهود هو امساس جمیع اجزاء العضوین بالصعید الحقیقی فانقسم التیمم ایضا الی قسمین المعهود بالحقیقی فی الکفین والحکمی فی غیرهما وغیره بالحقیقی فی الکل ثم رکن الشیئ وان کان شرعیا لاوجود له فی الاعیان ایضا لکنه اذ به تقومه کالرکوع والسجود للصلاة والایجاب والقبول للنکاح اللهم الا ان یکون رکنا زائدا کالقراءة اما شرط الشرعی فلا یجب ان ینتفی بانتفائه وجوده العینی بل الشرعی الا تری ان ارکان الصلاة من القیام والقعود والرکوع والسجود والقراءة لا توقف لشیئ منها فی وجوده العینی علی شروطها الشرعیة من الطهارة والاستقبال والتحریمة وغیرها وان لم تعتبر شرعا لفقدها غیر ان من الشروط الشرعیة ما یحکی حکایة الرکن یفتاق الیه الشیئ فی وجوده العینی ایضا کما افتیا قه الی الارکان ومثل الشرط اشبه شیئ بالرکن وکانه برزخ بین الارکان والشروط السالفة الذکر فلا غرو فی اجراء اسم الرکن علیه وذلک کالمکان للصلاة والمرأة للنکاح والصعید للتیمم **اقول**[٢٣٥] وعلی هذا یبتنی قول شیخ الاسلام العلامة الغزی رحمه الله تعالی فی متن التنویر والمدقق العلائی فی شرحه الدر (الاستنجاء ارکانه اربعة) شخص (مستنج) وشیئ (مستنجی به) کماء وحجر (و) نجس (خارج) من احد السبیلین (ومخرج) دبر او قبل اھ واقره السید العلامة ط معللا ایاه بقوله وذلک لانه الازالة ولا تتحقق الا بمزیل وهو الشخص ومزال وهو الخارج ومزال عنه وهو المخرج والة ازالة وهو الحجر ونحوه اھ ولم یلتفت الی ما اعترض به العلامة السید ح ان حقیقة الاستنجاء الذی هو ازالة نجس عن سبیل لا تتقوم ولا یؤاخذ من هذه الاربعة وتبعه السید العلامة ش واطال بما حاشا العلامتین المصنف والشارح ان یکونا غافلین عنه وانما اخذا بیان حقیقته هذا من فیه فی صدر هذا الکلام ثم لا یخفی علیک ان المراد بالضرب هو الامساس لا خصوص ما فی مدلوله من الشدة وان کان اولی فی بعض الصور ففی الخانیة والخلاصة اما صورة التیمم ما ذکر فی الاصل قال یضع یدیه علی الصعید وفی بعض الروایات یضرب یدیه علی الصعید فاللفظ الاول ان یکون علی وجه اللین والثانی ان یکون الوضع مع وجه الشدة وهذا اولی لیدخل التراب فی اثناء الاصابع هذا لفظ الخانیة واختصره فی الخلاصة بقوله قال فی الاصل یضع یدیه علی الصعید وفی بعض الروایات یضرب یعنی الوضع علی وجه الشدة وهذا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اولی ام **اقول**[٢٣٠] وهذا اولی کیلا یتوهم من لفظ الخانیة فی اللفظ الاول ان الوضع یختص باللین وانما المعنی انه یشمله وما علل به اولویة الضرب فی الخانیة به عللوها فی غیر ما کتاب کغایة البیان والعنایة والحلیة والبحر وغیرها **اقول**[٢٣١] فیقتصر علی ماینفصل منه ترب اونقع دون نحو حجر املس ولذا قلت فی بعض الصور نعم[٢٣٢] ان نظر الی وروده فی الاثار کما علل به فی المستصفی وثنی به فی الحلیة فلا یبعد اولویته مطلقا لاتباع اللفظ الوارد وبالجملة فلیس اللازم الا الامساس ومن البین ان التیمم المعهود لاتحقق له فی الخارج الا به لانه مسح الکفین بالصعید الحقیقی وبقیة العضوین بالکف الموضوع علی الصعید کما تقدم عن الکافی والبرجندی ان الواجب المسح بکف موضوع علی الارض وعن البدائع ان الشرط امساس الید المضروبة علی وجه الارض علی الوجه والیدین اھ فاذا لم یضرب لم یتحقق شیئ منهما فلا وجود لارکانه الا بهذا الشرط وهذا مع شدة وضوحه ربما یزیده ایضاحا ان من قام عن نومه فجعل یمسح النوم عن وجهه وامرّ کفیه علی ذراعیه رفعا للکسل اوتوضأ فنفض الماء عن وجهه وذراعیه لیس لاحد ان یتوهم ان قد تحقق ارکان التیمم فی الخارج فثبت ان الضربتین من الشرائط التی لاتحقق للتیمم المعهود فی الاعیان ایضا الابها فناسب ان تسمیا رکنین اما التیمم الغیر المعهود فلا یتوقف علیهما بل یتحقق بادخال المحل فی موضع الغبار وتحریکه فیه وبامرار الید علی النقع الواقع علی المحل وبامرار الصعید علیه کما مر تقریر کل ذلک فظهر ولله الحمد ان مراد ائمتنا بالضرب امساس الکف بالصعید وبالرکن الشرط الذی لاتصور للمشروط بدونه وبالتیمم التیمم المعهود وهو کلام حق لاغبار علیه اما الفروع العشرة فکلها فی التیمم الغیر المعهود فعدم الضرب فیها لاینافی رکنیته للتیمم المعهود وبهذا التحقیق الانیق الحقیق بالقبول تلتئم کلمات الائمة الفحول وتندفع الشبهات عن الفروع والاصول ویرتفع النزاع المستمر من الف سنة بین الجیل العدول هکذا ینبغی التحقیق والحمد لله علی حسن التوفیق وصلی الله تعالی علی سیدنا ومولنا واله وصحبه وابنه وحزبه اجمعین ابد الابدین والحمد لله رب العلمین.

الثانی عشر ظهر لک من هذه المباحث ان احسن هذه الحدود الستة ازواجها دون اوتارها وان السادس مختص بالتیمم المعهود والثانی والرابع یعمان کل تیمم بید ان الرابع مقتصر علی حقیقته فقد ادی حق الحد والثانی زاده ایضاحا بزیادة قصد التطهیر **اقول** وفیه ثلثة مباحث **الاول** الظاهر ان المراد بالتطهیر ازالة النجاسة الحکمیة لکن ربما یییمم المیت اذا لم یوجد ماء اوکان

رجلا بين نساء او امرأة بين رجال او خنثى مراهقة مطلقا فانه ييمم المحرم فان لم يكن فالاجنبي بخرقة الكل في الدر وياتي مفصلا وقد قال عامة المشايخ ان الميت ينجس بالموت نجاسة حقيقية وهو الاظهر بدائع وهو الصحيح كافي وهو الاشبه فتح اقول اي غير الانبياء فانهم صلوات الله تعالى وسلامه عليهم طيبون طاهرون احياء وامواتا بل لاموت لهم الا آنيا تصديقا للوعد ثم هم احياء ابدا بحياة حقيقية دنياوية روحانية وجسمانية كما هو معتقد اهل السنة والجماعة ولذا لا يورثون ويمتنع تزوج نسائهم صلوات الله تعالى وسلامه عليهم بخلاف الشهداء الذين نص الكتاب العزيز انهم احياء ونهى ان يقال لهم اموات فعلى قول العامة يكون هذا التيمم مطهرا عن خبث اقول وربما يترجح به قول من قال ان الموحدث وافاد في طهارة البحر الرائق انه الاصح فان التيمم لم يعهد مطهرا عن نجاسة حكمية قال تعالى وجاء احد منكم من الغائط او لمستم النساء ولم تجدوا ماء فتيمموا الاية الا ان يقال ان المولى سبحنه وتعالى جعل هذا المسح بالصعيد مزيلا للخبث عن جميع بدن الميت عند امتناع الغسل تفضلا منه وتكرما تعبدا غير معقول المعنى كما جعل المسح بالحجر مزيلا له في الاستنجاء والله تعالى اعلم الثاني يؤمر الصبي العاقل بالوضوء والصلاة فان كان مريضا او على سفر ولم يجد ماء تيمم ولا يخرج تيممه من التيمم الشرعي كوضوئه وصلاته مع انه لا حدث عنده كما بيناه في الطرس المعدل فيراد فيه صورة التطهير وان لم يكن تطهيرا حقيقة لعدم النجاسة الحكمية فكان كقول الخانية الصبي العاقل اذا توضأ يريد به التطهير ينبغي ان يصير الماء مستعملا لانه نوى قربة معتبرة اھ تأمل وقد يقال على ما بينا في الطرس المعدل ان النجاسة الحكمية تعم المعاصي والمكروهات ولذا كان الوضوء على الوضوء منويا موجبا لاستعمال الماء مع عدم حدث يسلب الماء طهوريته ونص علماء الباطن منهم سيدي عبد الوهاب الشعراني قدس سره في الميزان ان للاطفال ايضا معاصي بحسبهم وان لم تعد معاصي في ظاهر الشريعة وبها يصيبهم ما يصيبهم كما لا تعضد شجرة ولا تسقط ورقة ولا يذبح حيوان الا لغفلته عن التسبيح فعلى هذا تحقق النجاسة الحكمية فيهم ايضا حقيقة والله تعالى اعلم الثالث قدمنا ان الاستعمال هو المسح وقولك مسح العضوين على قصد التطهير يتبادر منه ان الماسح هو القاصد وليس هذا على اطلاقه فان من يمم غيره بامره يعتبر فيه نية الامر دون المامور كما تقدم عن البحر نعم من تيمم بنفسه او يمم ميتا اعتبر فيه نية الماسح والله سبحنه وتعالى اعلم۔ تعريف مفتم رضوی۔ اقول وبالله التوفيق ان مباحث

جلیلہ میں جو کچھ ہم نے منقح کیا اُس پر تیمم کی تعریف اصح واوضح واجمع وامرح بعونہ تعالٰی یہ ہوئی کہ فرض طہارت کے لیے کافی پانی سے عجز کی حالت میں مسلمان عاقل کا اپنے بدن سے نجاست حکمیہ حقیقۃً یا صورۃً یا میت مسلم کے بدن سے نجاست موت حقیقیہ یا دوسرے قول پر حکمیہ دُور کرنے کے لیے اپنے یا اُس میت کے مونھ اور ہاتھوں سے اُتنے حصہ پر جسکا دھونا وضو میں ہے جنس زمین سے کسی کامل الطہارۃ چیز کو خود یا اپنی نیت مذکورہ سے دوسرے کو حکم دیکر اُسکے واسطے یوں استعمال کرنا کہ یا تو خود اس فعل سے اُن دونوں عضووں کے ہر جزء کو اُس جنس ارض سے مس واقع ہو یا اپنے خواہ اپنے مامور کے وہ کف کہ اسکی نیت مذکورہ کے ساتھ جنس ارض سے اتصال دیے گئے ہوں اُنکے اکثر کا جدا جدا اتصالوں سے مونھ اور کہنیوں کے اوپر سمیت ہاتھ سے اسطرح مس ہونا کہ کوئی حصہ ایسا نہ رہے جسے خود جنس ارض یا اُس کف سے اتصال نہ ہو **توضیحات** ہمارے ان بیانات وقیود کے بہت فوائد مباحث سابقہ سے روشن ہیں مگر ہمارے عوام بھائی کہ عربی نہ سمجھیں اُنکے لیے اجمالاً اعادہ اور کثیر وعزیز جدید فوائد کا کہ پہلے مذکور نہ ہوئے افادہ کریں **فاقول** وباللہ التوفیق اول پانی سے عجز کی ۱۷۵ صورتیں ہیں (۱) پانی وہاں سے میل بھر دُور ہو اگرچہ خود اپنے شہر ہی میں ہو یا سفر میں اُسیطرف جدھر جارہا ہے درمختار میں ہے لبعدہ ولو مقیما فی المصر میلا فتح القدیر میں ہے قولہ المیل ھو المختار احتراز عما قیل میلان او میلان انکان الماء امامہ والا فمیل۔

تنبیہ رحمۃ للعلمین بالمؤمنین رؤف رحیم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ کی رحمت دیکھیے ہمارے صرف میل بھر چلنے کی مشقت پر ایسا لحاظ فرمایا کہ اُسکے لیے وضو بلکہ بحال جنابت غسل کی ضرورت نہ رکھی تیمم جائز فرمادیا اگرچہ آدمی خود اپنے شہر میں ہو بلکہ سفر میں جسطرف جاتا ہو اُسیطرف میل بھر ہو جب بھی یہاں تیمم کرکے نماز پڑھ سکتا ہے اگرچہ یہ میل خود ہی طے کریگا ہاں جسطرف جاتا ہے اُدھر ہی پانی ہے اور جانے میں وقت نکل نہ جائیگا تو مستحب ہے کہ وہاں پہنچکر پانی ہی سے طہارت کرکے نماز پڑھے متون میں ہے ندب لراجیہ اٰخر الوقت تنویر المستحب درمختار ہو الاصح ش (۲) جنگل میں کوآں ہے رسّی یا ڈول بھرنے کا آلہ نہیں نہ عمامے وغیرہ سے نکال سکے نہ کوئی ایسا ہو کہ پانی اُتر کر لادے (۳) یا لانے والا اجرت مثل سے زائد مانگتا ہے کما فی البحر عن التوشیح (۴)

اقول یا یہ مفلس ہے کہ اجرت دے ہی نہیں سکتا (۵) یا یہاں دینے کو نہیں اسکا مال دوسری جگہ ہے اور اجیر اُدھار پر راضی نہیں اور اگر راضی ہوجائے تو تیمم جائز نہ ہوگا ردالمحتار اخذا مما یأتی فی ثمن الماء (۶) کپڑا تو ایسا ہے جسے رسّی کی جگہ کرکے پانی نکال سکتا ہے یا بار بار ڈبو کر نچوڑنے سے پانی قابل طہارت مل سکتا ہے مگر ایسا کرنے سے کپڑا خراب ہوجائیگا یا پانی تک پہنچنے کے لیے اُسے بیچ میں چیر کر باندھنا درکار ہوگا اور ایسا کرنے سے

اس میں ایک درم کا نقصان ہوتا ہو جب بھی تیمم کی اجازت ہو ورنہ نہیں ش عن التاتارخانیۃ عن الامام فقیہ النفس خلافا لما فی التوشیح فالبحر فالنہر قال ط ہو معتمد مذہب الشافعیۃ ان لو نقص قدر قیمۃ الماء والۃ الاستقاء لا یتیمم وان زاد تیمم **فائدہ** درم شرعی یہاں کے روپے سے $\frac{6}{25}$ ہو یعنی ساڑھے چار آنے سے $\frac{6}{25}$ پائی کم (۷) تالاب کا پانی اوپر سے بوجہ برف جم گیا ہو اور اسکے پاس کوئی آلہ نہیں کہ اُسے توڑ کر نیچے سے پانی نکال سکے یا برف کو پگھلا سکے بحر عن المبتغی **اقول**[۲۳۰] اگر بلا آلہ ہوا سے پگھلا سکے جب بھی تیمم روا نہ ہوگا مگر یہ کہ اتنی دیر میں پگھلے کہ وقت جاتا رہیگا تو تیمم کرکے پڑھ لے وھل ھو علی قول زفر المفتی بہ من جواز التیمم لخوف فوت وقتیۃ فیعمل بہ ثم یعید متطہرا بالماء عملا باصل المذہب ام علی قول الکل **اقول**[۲۳۱] الظاہر الثانی لانعدام الماء حقیقۃ بخلاف مسألۃ زفر فیسوغ التیمم وان کان یجب بعد الوقت بالاعادۃ وبان الا تری ان راجیہ اٰخر الوقت لا یجب علیہ التاخیر فکیف من لا یرجوہ فی الوقت اصلا واللہ تعالٰی اعلم (۸) پانی کے پاس شیر بھیڑیا وغیرہ درندہ یا سانپ یا آگ ہو کہ پانی لے نہیں سکتا (۹) رہزن ہے کہ لوٹ لیگا (۱۰) دشمن ہو جس سے حملہ کا صحیح اندیشہ ہو (۱۱) فاسق ہے کہ عورت یا امرد کو اُس سے اندیشہ بدکاری ہو (۱۲) قرضخواہ ہو اور یہ مفلس وہ مطالبہ میں حبس کرلیگا الکل فی البحر والد المختار **اقول**[۲۳۲] یہ ایک شرعی مسئلہ ہو کر ان بلاد میں جاری نہیں یہاں قرضخواہ نالش کے سوا خود حبس کا اختیار نہیں رکھتا تو یہ یہاں یوں عذر نہیں بلکہ اسطرح کہ اُس نے گرفتاری جاری کرائی ہے اگر وہاں جاتا یا باہر نکلتا ہو گرفتار ہو جائیگا (۱۳)[۲۳۳] جو وارنٹ کے سبب پانی کے پاس نہیں جا سکتا (۱۴)[۲۳۴] جو پولیس سے روپوش ہو وقد ذکر وافی الجمعۃ ان الاختفاء من السلطان الظالم مسقط فکذا ھنا (۱۵) **اقول**[۲۳۵] یہ دونوں صورتیں کہ فقیر نے زائد کیں ظاہر ہیں اور مسئلہ مدیون سے بدلالۃ النص ثابت تیسری صورت اور ہو کہ عزت دینی والا عالم دین جسے اعزاز دین و علم دین کے لیے کچہریوں سے احتراز ہو مخالف نے ایذارسانی کے لیے اُسے شہادت میں لکھا دیا یا اور کسی طرح طلب کرایا سمن جاری ہو اُسکے خوف سے باہر نہیں جا سکتا ظاہرا یہ بھی ان شاء اللہ العزیز عذر صحیح ہو کہ آخر یہ مضرت ایک پیسے کے نقصان سے جسکے لیے شرع نے تیمم جائز فرمایا جسکا ذکر عنقریب آتا ہو کہیں زیادہ ہو فلیحرر ولیتأمل واللہ تعالٰی اعلم (۱۶ تا ۳۲) **اقول**[۲۳۶] ۱۰سے ۱۵ تک ہر صورت میں یہ بھی شرط ہو کہ کوئی پانی لا دینے والا غلام خادم بیٹا وغیرہ نہ ملے اور ہر ایک میں بدستور یہ تین تین صورتیں بڑھینگی کہ اُجرت پر لا دینے والا اجرت مثل سے زائد مانگتا ہو یا یہ اجرت دینے پر قادر نہیں یا اسوقت پاس نہیں اور وہ اُدھار پر راضی نہیں (۳۴) مال پاس ہے اپنا خواہ امانت اور پانی پر ساتھ لیجانے کا نہیں نہ یہاں کوئی محافظ

اگر پانی لینے جائے تو اُسکے ضائع ہونیکا اندیشہ ہو بحر و در جبکہ وہ مال ایک درم سے کم نہ ہو علی ما استفادش من فرع التاتارخانیۃ المذکور والمسألۃ تحتاج بعد الی زیادۃ تحریر (۳۵) پانی ملتا ہے مگر دوچند قیمت کو یعنی اُسجگہ بازار کے بھاؤ سے اتنے پانی کی جو قیمت ہو بیچنے والا اُس سے دوچند مانگتا ہو بحر عن البدائع والنہایۃ والنوادر قدمہ فی الخانیۃ فکان ہو الاظہر لا الاشہر (۳۶) قیمت مثل ہی کو ملتا ہو مگر یہ مفلس ہو یعنی حاجت سے زائد اتنا مال نہیں رکھتا کما فی الدر (۳۷) مال تو رکھتا ہے مگر یہاں نہیں اور بیچنے والا اُدھار دینے پر راضی نہیں ہاں راضی ہو تو خریدنا واجب اور اگر کوئی اُتنے دام اسے قرض دینا چاہے تو لینا لازم نہیں تیمم کرسکتا ہے لان الاجل لازم ولا مطالبۃ قبل حلولہ بخلاف القرض ش عن البحر **تنبیہ** شریعت مصطفےٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رحمت دیکھیے ہمارے ایک ایک پیسے پر لحاظ فرمایا گیا نہانے کی حاجت ہو اور وہاں قابلِ غسل پانی کی قیمت ایک پیسہ ہو اور جسکے پاس ہو دُو پیسے مانگتا ہو پیسہ زیادہ نہ دو اور تیمم کرکے نماز پڑھ لو ایسی رحمت والی شریعت کے کسی حکم کو گراں سمجھنا یا شامتِ نفس سے بجا نہ لانا کیسی ناشکری و بیحیائی ہو مولےٰ عزوجل صدقہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رحمت کا اس فقیر عاجز اور سب اہلسنت کو کامل اتباع شریعت کی توفیق بخشے اور اپنی رحمت محضہ سے قبول فرمائے آمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین (۳۸) مریض ہو پانی سے طہارت کرے تو مرض بڑھ جائیگا یا دیر میں اچھا ہوگا اور یہ بات ظاہر علامت یا تجربہ سے ثابت ہو ش عن الغنیۃ یا طبیب حاذق مسلم مستور ایسا کہے در ش وقیل عدالتہ شرط غنیہ **اقول** فیہ ما فیہ من الحرج وما شرع التیمم الا لدفعہ (۳۹) یونہی اگر فی الحال مرض نہیں مگر تجربہ وغیرہ دلائل معتبرہ شرعیہ مذکورہ سے ثابت ہو کہ اسوقت پانی سے طہارت کی تو بیمار ہو جائیگا ش عن القہستانی (۴۰) سردی شدید ہو اور حمام نہیں یا اُجرت دینے کو نہیں نہ پانی گرم کرسکتا ہو نہ ایسے کپڑے ہیں کہ نہا کر اُن سے گرمی حاصل کرسکے نہ تاپنے کو الاؤ مل سکتا ہو اور اس سردی میں نہانے سے مرض کا صحیح خوف ہو تو تیمم کرسکتا ہو اگرچہ شہر میں ہو در مختار شرح سردی کے باعث وضو نہیں چھوڑ سکتا د ہو الصحیح خانیہ خلاصہ بل ہو اجماع مصفّٰی ہاں اگر اُس سردی میں وضو سے بھی صحیح خوف حدوث مرض ہو جب بھی تیمم کرے ش عن الامداد خالی وہم کا اعتبار نہانے میں بھی نہیں وضو تو وضو (۴۱) مریض کو پانی سے طہارت تو مضر نہیں مگر جنبش مضر ہے (۴۲) ضرر تو کچھ نہیں مگر خود وضو نہیں کرسکتا اور دوسرا کرانے والا نہیں اور اگر ہے مثلاً غلام یا نوکر یا اولاد جس پر اسکی طاعت و خدمت لازم ہو تو بالاتفاق تیمم نہیں کرسکتا اور اگر اُس پر خدمت لازم تو نہیں مگر اسکے کہنے سے وضو کرا دیگا جیسے دوست یا زوجہ یا زوجہ تو معتمد یہ کہ اب بھی تیمم جائز نہیں (۴۳) دوسرا ہو مگر وہ اُجرت مانگتا ہو

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اور یہ قادر نہیں (۴۴) قادر بھی ہے مگر وہ اُجرت مثل سے زیادہ مانگتا ہے الکل فی البحر والدر (۴۵) **اقول**[۲۳۳۷] یہاں بھی وہ صورت آئیگی کہ وہ اُجرت مثل ہی مانگتا ہے اور یہ دے بھی سکتا ہے مگر یہاں نہیں اور وہ اُدھار پر راضی نہیں (۴۶ تا ۴۸) سفر میں پانی پاس موجود ہے اور اُسکے استعمال پر قدرت بھی اور مرض کا بھی اندیشہ نہیں مگر اس سے طہارت کرتا ہے تو اب یا بعد کو یہ یا اور کوئی مسلمان یا اسکا جانور اگرچہ وہ کتا جسکا پالنا جائز ہے پیاسا رہ جائیگا (۴۹) یا آٹا گوندھنے کو پھر پانی نہ ملیگا (۵۰) یا بدن یا بقدر ستر عورت کے کپڑے پر نجاست ہے جس سے نماز نہ ہوگی اور اگر وضو یا غسل کرلیا تو اتنی نجاست پاک کرنے کو جس سے وہ مانع نماز نہ رہے پانی نہ ملیگا یہ پانچوں صورتیں ہمارے رسالہ النور والنورق فصل اول نمبر ۳۱ میں مشرح ہیں (۵۱) راہ میں سبیل کا پانی موجود ہے مگر وہ پینے کیلئے وقف ہے غسل و وضو کیلئے نہیں اسکا نہایت مفصل مکمل بیان ہمارے اسی رسالے نمبر ۲۹ میں ہے (۵۲) طہارت ہی کے لیے وقف ہے مگر ایک قوم خاص یا وصف خاص پر اور یہ اُن میں نہیں اسکا بیان نمبر ۳۰ میں ہے (۵۳) پانی دوسرے کی ملک ہے اور اسکے لیے اجازت نہیں اسکا بیان نمبر ۳۲ وغیرہ میں ہے (۵۴) نہانے کی حاجت ہے اور وہاں کچھ لوگ ہیں کہ نہ وہ ہٹتے ہیں نہ اسے آڑ ملتی ہے نہ کچھ باندھکر نہانے کو ہے تیمم کرے اگرچہ مرد صرف مردوں ہی میں ہو یا عورت صرف عورتوں میں علی ما استظھر فی الحلیۃ والغنیۃ خلافا لما فی القنیۃ والدر۔ **اقول**[۲۳۳۸] وما زدت من القیود ظاھر پھر بعد کو نہا کر نماز کا اعادہ کرے یا نہ کرے اسکا ذکر نمبر ۶ میں آتا ہے وباللہ التوفیق (۵۵) **اقول**[۲۳۳۹] یونہی اگر عورت کو وضو کرنا ہے اور وہاں کوئی نامحرم مرد موجود ہے جس سے چھپا کر ہاتھوں کا دھونا اور سر کا مسح نہیں کرسکتی تیمم کرے (۵۶) محبوس کو پانی نہیں ملتا (۵۷) کفار معاذ اللہ پکڑ کر لیگئے اور غسل یا وضو نہیں کرنے دیتے (۵۸) ظالم ڈراتا ہے کہ پانی سے طہارت کی تو مار ڈالونگا یا کوئی عضو کاٹ دونگا یا اور ایسا ہی خوف ہو جس سے اکراہ ثابت ہو الکل فی الذخیرۃ وشرح الوقایۃ والفتح والدر وغیرھا **اقول**[۲۳۴۰] وما زدت من القطع وسائر ما یصح بہ الاکراہ ظاھر (۵۹) پانی میل بھر سے کم دُور ہے مگر نوکر یا مزدور کو آقا یا مستاجر جانیکی اجازت نہیں دیتا بحر عن المبتغی (۶۰) **اقول**[۲۳۴۱] ریل میں ہے اور اس درجے میں پانی نہیں اور دروازہ بند ہے تیمم کرے لانہ کالمحبوس فی معنی العجز مگر ۵۶ سے یہانتک ان پانچوں صورتوں میں جب پانی پائے طہارت کرکے نماز پھیرے لان المانع من جھۃ العباد اور اگر اُترکر پانی لانے میں مال جاتے رہنے کا خوف ہو تو اعادہ بھی نہیں اور یہ نمبر ۴۳ ہے اور اگر ریل چلے جانے کا اندیشہ ہو جب بھی تیمم کرے اور اعادہ نہیں یہ نمبر آئندہ کے حکم میں ہے (۶۱) پانی میل سے کم مگر اتنی دُور ہے کہ اگر یہ وہاں جائے تو قافلہ چلا جائیگا اور اسکی نگاہ سے غائب ہوجائیگا (۶۲) **اقول**[۲۳۴۲] یا اگرچہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ابھی نگاہ سے غائب ہوگا مگر یہ ایسا کمزور ہو کہ چل نہ سکے گا قال فی البحر عن ابی یوسف اذا کان بحیث لوذھب الیہ وتوضأ تذھب القافلۃ وتغیب عن بصرہ فھو بعید ویجوز لہ التیمم واستحسن المشائخ ھذہ الروایۃ کذا فی التجنیس وغیرہ ام اقول[۲۳۴۳] والمختار فی تقدیر البعد وان کان المیل لکن ھذا عذر صحیح معتبر لاشک ولذا استحسنہ المشائخ فیجب اعتبارہ مستقلا لا من حیث تقدیر البعد بہ (۶۳ تا ۶۶) اقول[۲۳۴۴]

عورت کے پاس پانی نہیں نہ باہر نکلنے کو چادر نہ بیٹا وغیرہ لادینے والا یا اجیر اجرت مثل سے زیادہ مانگتا ہے یا یہ مفلس ہے یا مال غائب اور وہ اُدھار پر راضی نہیں تیمم کرے اور اعادہ نہیں لان المنع من جھۃ الشرع (۶۷) اقول[۲۳۴۵] شریف زادی پردہ نشین کہ باہر نکلنے کی قطعًا عادی نہیں اگر گھر مین پانی نہ رہے نہ باہر سے کوئی لادینے والا ہو تو رؤف رحیم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رحمت سے امید ہے کہ اُسے اجازت تیمم ہو اور پانی پانے پر اعادہ کی بھی حاجت نہ ہو اوّل تفصیل اسکی یہ کہ عورات چند قسم ہین ایک [illegible] منہ کھولے بے تکلف بازارون مین پھرتی ہین یہ مطلقًا مردون کی مثل ہین مگر جبکہ چادر نہ پائین اقول اگرچہ خود بد لحاظی سے پھرنے کی عادی ہون کہ وہ حرام ہے اور شرع حرام کا حکم نہیں دیتی دوسری وہ کہ برقع اوڑھ کر دن کو آتی جاتی ہین یہ بھی معذور نہیں ہوسکتین مگر اُسی حالت مین کہ برقع یا چادر بھی نہ پائین تیسری وہ کہ رات کو چادر اوڑھکر دوسرے محلّون تک جاتی ہین جسطرح رامپور و بدایون کے بہت گھرون کی رسم سنی گئی انکے لیے دن مین شاید عذر ہوسکے شب مین ہرگز نہین مگر یہ کہ کوئین پر مردون کا مجمع ہو اور یہ مجمع مین چادر اوڑھکر شب کو بھی نہ جاسکتی ہو چوتھی وہ کہ شب کو چادر کے ساتھ بھی دُور نہ جاسکے صرف اسکی عادی ہو کہ گھر سے نکل کر سامنے کے دروازے مین دو قدم رکھکر چلی جائے اسکے لیے اگر کوآن ایسا ہی قریب ہے اور اُسپر مرد نہین تو عذر نہین اور اگر کوآن دُور ہے یا وہان مردون کا اجتماع ہے تو کہہ سکتے ہین کہ معذور ہے پانچوین وہ کہ گھر سے باہر قدم رکھنے کی مطلقًا عادی نہین جسطرح بحمد اللہ تعالٰی بریلی مین شریف زادیون کا دستور ہے یہ ہرطرح معذور ہے اور کیونکر اُسے مجبور کیا جائیگا حالانکہ اُس نے کوآن دیکھا تک نہین نہ اُس تک راہ جانتی ہے نہ کسی سے پوچھ سکے گی نہ اُسکے قدم اُٹھین گے ولا یکلف اللہ نفسًا الا وسعھا عادت چھڑانے مین حرج ہے خصوصًا وہ نیک عادت کہ کمال حیا پر مبنی ہو اور حیا جتنی زائد ہو اُسیقدر بہتر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہین الحیاء خیر کلہ حیا سراسر بہتر ہے رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن الصحابۃ جمیعا اوپر گزرا کہ شریعت مطہرہ نے ہمارے ایک پیسے کا لحاظ فرمایا کہ پانی بیچنے والا پیسے کی جگہ دو مانگتا ہو نہ دو اور تیمم کرلو ان شریف زادیون کو اگر کوئی دس روپے بلکہ باعتبار حیثیت ہزار روپے دے اور

عورات پردہ نشین کے اقسام اور دربارۂ تیمم اُن کے احکام

https://www.facebook.com/darahlesunnat

سکے کوئیں سے پانی بھرلاؤں سے ہرگز نہ ہوسکیگا وللہ الحمد تو یہ اسپر کیونکر مجبور کی جائیں۔ یہ ہی وہ جو براہ تفقہ ذہن فقیر میں آیا ولا اقول انہ حکم اللہ عزوجل بل ارجو ان یکون حکمہ تعالٰی فلینظر فیہ العلماء الذین لھم اعین یبصرون بھا ولھم قلوب یفقھون بھا واللہ یھدی السبیل وھو حسبی ونعم الوکیل اما قولی انہا اذا وجدت الماء لاتعید فلان المانع الحیاء والحیاء من المولٰی سبحٰنہ وتعالٰی فالمانع من جھۃ صاحب الحق عزجلالہ کما استظھر الفاضلان الرحمتی ثم الشامی فی مسألۃ نمرۃ ۵۴ ومثلھا ۵۵ قائلین ان العذر اذا أتی من قبل المخلوق فان المانع لھا الشرع والحیاء وھما من اللہ تعالٰی کما قالوا لو تیمم لخوف العدو فان توعدہ علی الوضوء والغسل یعید لان العذر اتی من غیر صاحب الحق ولو خاف بدون توعد من العدو فلا لان الخوف اوقعہ اللہ تعالٰی فی قلبہ فقد جاء العذر من قبل صاحب الحق فلا تلزمہ الاعادۃ ۱ھ وانت تعلم ان الامر فی مسألتنا ھذہ اظھر من تلک فلیس ھھنا شیئ من قبل العباد اما تلک فقال المحقق الحلبی فی الحلیۃ الاشبہ الاعادۃ تفریعا علی ظاھر المذھب فی الممنوع من ازالۃ الحدث بصنع العباد ۱ھ ورأیتنی کتبت علی قول الرحمتی المذکور مانصہ اقول وباللہ التوفیق محل المسألۃ انما ھو حیث کان ممنوعا عن التحول الی موضع ستر والا لم یجز لہ الکشف ولا التیمم قطعا فھذا المنع انما یکون من قبل القوم کأن حبسوہ اوقالوا لہ لو تحولت قتلناک او سلبناک فان المال شقیق النفس او کمریض ومن فی سفینۃ فی لجۃ بحر علی الاول لاشک ان المنع جاء من قبل العباد فیتیمم ویعید وعلی الثانی لقائل ان یقول لابد لہ ان یسألھم تحویل الدبر او غض البصر فان فعلوا فبھا والا فقد تسببوا فی المانع وان لم یکن نفس المانع من قبلھم کالخوف فانہ من قبل اللہ تعالٰی ومع ذلک اذا نشأ بتسبب العبد ھا لا یعاد یعد من العبد ویؤمر بالاعادۃ فادن الاشبہ ما ذکر المحقق الحلبی مع ان فیہ الخروج عن العھدۃ بیقین فعلیہ فلیکن التعویل واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (۶۸ تا ۷۰) اقول [۲۳۸] یونہیں اگر پانی لادینے والا اجرت مانگتا ہے اور یہ مفلس یا وہ اُدھار پر راضی نہیں یا اجرت مثل سے زیادہ کا طالب علی ما مر فی ۳۵ و ۳۶ و ۳۷ عن البحر والدر (۷۱) اقول [۲۳۹] کوآں رسّی ڈول سب کچھ موجود ہے مگر یہ ایسا مریض یا اتنا ضعیف ہے کہ بھرنے پر قادر نہیں اور نوکر غلام بیٹا کوئی پاس نہیں کوئی ایسا کہ اسکے کہے سے بھردے اور تدبیروں سے کہ نمبر ۲ میں گزریں پانی لے سکتا ہے فقد تحقق عجزہ وھو ملاک الاباحۃ وکانہ داخل فیما ذکروا من فقد الاٰلۃ فان الفقد فیہ حکما وان لم یکن حسا کما قال تعالٰی ولم تجدوا ماء فعم الفقد الحسی والحکمی (۷۲ تا ۷۴) اقول [۲۴۰] یونہیں اگر دوسرا پانی بھردینے والا اجرت مانگتا ہے اور یہ

مفلس یا وہ اُدھار پر راضی نہیں یا اُجرت مثل سے زائد مانگتا ہے (۷۵ تا ۷۸) **اقول** انہیں صورتوں کی مثل ہے کہ یہ مریض وضعیف بھی نہ ہو مگر کوئیں کا چرسہ اکیلے سے نہ کھنچ سکے گا اور دوسرا چھوٹا ڈول یا پانی لینے کا اور طریقہ نہیں نہ اسکے پاس اتنے آدمی کہ ملکر کھینچ دیں یا کھنچوانے کی اُجرت نہیں رکھتا یا کھینچنے والے اجرت مثل سے زیادہ مانگتے ہیں یا اُدھار پر راضی نہیں اور یہ صورت اکیلے شخص پر محصور نہیں دو یا زائد بھی ہوں مگر اُس چرسہ کے کھینچنے کو زیادہ آدمی درکار ہیں جب بھی یہی احکام ہونگے خصوصاً جبکہ یہ عورتیں ہوں کواقعۃ بنتی شعیب علیہ وعلیہما الصلاۃ والسلام (۷۹) **اقول** پانی پر گزر ا سامان سب حاضر ہے مگر یہ گھوڑے پر سوار ہے اور گھوڑا بدرکاب کہ اُترکر چڑھنے میں بہت دقت کا سامنا ہوگا تیمم کرکے گھوڑے پر پڑھ لے جبکہ جنس ارض سے کوئی شَے پاس ہو اگرچہ جِلم یا زین وغیرہ پر اتنا غبار ہو کہ ہاتھ پھیرنے سے اُنگلیوں کا نشان بن جائے (۸۰ تا ۸۳) **اقول** یونہی اگرچہ سواری شائستہ ہو مگر یہ مریض یا ایسا ضعیف ہے کہ بے مددگار چڑھ نہ سکے گا اور مددگار انہیں تفصیلوں پر نہیں یا اُجرت مانگتا ہے اور یہ مفلس یا وہ اُدھار پر راضی نہیں یا اُجرت مثل سے زیادہ چاہتا ہے (۸۴) **اقول** یونہیں اگر سوار عورت ہے اور چڑھانے کو محرم یا شوہر درکار اور وہ ساتھ نہیں منیہ میں ہے الشیخ اذا رکب دابۃ ولم یقدر علی النزول او امرأۃ لیس معہا محرم یصلیان علیہا اھ قال فی الحلیۃ بل ظاہر الخانیۃ انہ یجوز لہا وان کان معہا محرم فان فیہا الرجل اذا حمل امرأتہ من القریۃ الی المصر کان لہا ان تصلی علی الدابۃ فی الطریق اذا کانت لاتقدر علی الرکوب والنزول انتہی لکن ہذا ظاہر علی اصل ابی حنیفۃ انہ لایجعل قدرۃ الانسان بغیرہ کقدرتہ اما علی قولہما فینبغی ان لایجوز اذا کان الزوج یقدر علی مساعدتہا فی الرکوب والنزول ویبذل ذلک لہا ثم لایخفی ان جواب الخانیۃ مع تعقبنا أت بطریق اولی اذا کان مکان الزوج محرم او اجنبی اھ **اقول** اما الاولویۃ فی تأتی جواب الخانیۃ ان حمل علی الجواز مطلقا وان ساعدہا من معہا علی الرکوب والنزول فظاہرۃ ولکن **اولا** ای اولویۃ فی اتیان التعقب فی المحرم بل الزوج ہو الاولی **وثانیا** لاتأتی للتعقب فی الاجنبی فضلا عن الاولویۃ فان ارکابہ وانزالہ ایاہا فیہ مافیہ وقد نصت مسألۃ المتن علی جواز صلاتہا علی الدابۃ اذا کان معہا اجنبی ہذا منطوقہا وعدم الجواز اذا کان معہا محرم مفہومہا فافہم وتثبت (۸۵) **اقول** یونہیں اگر اُترنے چڑھنے سے بیماری بڑھے۔ یہ مسائل علمائے کرام نے دربارہ نماز ذکر فرمائے کہ یوں اُترنے سے عجز ہو تو سواری پر پڑھے تو دربارہ طہارت بدرجہ اولیٰ درمختار میں زیر قول متن الصلاۃ علی الدابۃ تجوز فی حالۃ العذر لا فی غیرہا فرمایا ومن العذر دابۃ لاترکب الا بعناء او بمعین ردالمحتار میں ہے لو کانت

الدابۃ جموحا لونزل لایمکنہ الرکوب الابمعین او کان شیخا کبیرا لونزل لایمکنہ ان یرکب ولایجد من یعینہ تجوز الصلاۃ علی الدابۃ اھ وقد مناعن المجتبی ان الاصح عندی لزوم النزول لووجد جنبیا یطیعہ فعلی ھذا الاختلاف فی لزوم النزول لم وجد معینا یطیعہ ولم یکن مریضا یلحقہ بنزولہ زیادۃ مرض وفی المنیۃ المرأۃ اذا لم یکن لھا محرم تجوز صلاتھا علی الدابۃ اذا لم تقدر علی النزول اھ(۸۶) **اقول** اگر زخم ہو کہ اُترنے سے جاری ہو جائیگا اور نماز طہارت سے نہ مل سکے گی نہ اُترے اور تیمم سے پڑھے یہ مسئلہ بھی علمانے نماز میں افادہ فرمایا ہے کہ اگر کھڑے ہونے سے زخم جاری ہوتا ہو بیٹھکر پڑھے درمختار میں ہے قد یتحتم القعود کمن یسیل جرحہ اذا قام او یسلس بولہ!(۸۷) ہر عبادت فرض یا واجب یا سنت کہ پانی سے طہارت کرے تو فوت ہو جائیگی اور اُسکا عوض کچھ نہ ہوگا اُسکے لیے تیمم کر سکتا ہے مگر یہ تیمم صرف اُسی عبادت کے لیے طہارت ہوگا نہ اور کے لیے کہ اُسی کی ضرورت سے اجازت ہوئی تھی تو اس تیمم سے کوئی اور عبادت کہ بے طہارت جائز نہ ہو جائز نہ ہوگی اُس فوت بلا عوض کی بہت صورتیں ہیں مثلاً نماز جنازہ قائم ہے یا قائم ہونے کو ہے اسکے وضو کا انتظار نہ ہوگا جب تک وضو کرے چاروں تکبیریں ہو چکیں گی اگرچہ سلام پھیرنا باقی رہے کہ نماز جنازہ تکبیروں پر ختم ہو جاتی ہے اُنکے بعد ملنے کا محل نہیں اگرچہ ابھی سلام نہ ہوا ہو کما فی الدر وغیرہ یا عیدین کا وقت نکل جائیگا یا اُنکا امام معین سلام پھیردیگا **اقول** جبکہ دوسرے امام معین کے پیچھے نہ ملیں کما قالوا فی الفاسق لایقتدی بہ فی الجمعۃ ایضا اذا تعددت فی المصر لانہ بسبیل من التحول کما فی الفتح وغیرہ یہ اسلیے کہ عیدین کی نماز مثل جمعہ ہر امام کے پیچھے نہیں ہوسکتی سوا سلطان اسلام یا اُسکے نائب یا ماذون کے اور وہ نہ ہوں تو بضرورت جسے مسلمان امام جمعہ مقرر کرلیں یا سورج گہن ہو چکے کا صلاۃ الجنازۃ والعید من مسائل المتون وزاد الکسوف کالدر واتبعا الاٰتیۃ فی الحلیۃ بحثا واقرہ فی البحر والنھر والدر وحواشیہ **اقول** اور اگر کسوف باقی رہے اور جماعت ہو چکے گی تو تیمم کی اجازت نہیں کہ گرہن کسوف میں بھی ہر شخص امامت نہیں کرسکتا خاص امام جمعہ ہی اُسکا امام ہوسکتا ہے کما فی الدر وغیرہ مگر اسمیں جماعت ضروری نہیں تنہا بھی ہوسکتی ہے نہ مثل جنازہ تکرار ممنوع ہے لتصریحھم بجواز ان یصلیھا کل بحیالہ فی بیتہ کما فی شرح الطحاوی ومشی علیہ فی الدر او فی مساجدھم علی ما فی الظھیریۃ وعزاہ فی المحیط الی شمس الائمۃ ش عن مفتی دمشق اسمعیل نعم الجماعۃ مستحبۃ اذا حضر امام الجمعۃ کما فی الدر تو اُسکا فوت یوہیں ہوگا کہ گہن چھوٹ جائے رد المحتار میں ہے لو انجلت لم تصل بعدہ یا ظہر و جمعہ و مغرب وعشا کے فرضوں کے بعد وضو جاتا رہا اور اب وضو کرتا ہے تو بعد کی سنتیں نہ ملیں گی وقت نکل جائیگا **اقول** یوہیں ظہر یا جمعہ کی پہلی سنتیں اگر قیام جماعت کے سبب

https://www.facebook.com/darahlesunnat

نہ پڑھ سکا اور بعد فرض یا بعد سنت بعدیہ وضو جاتا رہا اور اب وضو کرے تو وقت عصر آجائیگا لانھا وان فاتت عن وقتھا فلھا تقضی فی الوقت ثم لاقضاء فقضاؤھا یفوت لاالی بدل یا[١١] صبح کے وقت پانی وضو کے لیے منگایا یا کسی نے دینے کا وعدہ کیا ہے اُسکا انتظار کرے تو وضو کرکے صرف فرض پائیگا یون کہ یا تو سنتون کے قابل وقت ہی نہ رہیگا یا سنتین پڑھے تو جماعت فوت ہونا چار سنتین چھوڑنی ہونگی تو جبتک پانی آئے تیمم کرکے سنتین پڑھ لے پھر وضو کرکے فرض کمافی ش وغیرہ یا[١٢] صبح کی نماز نہ ہوئی تھی اور اب زوال تک اتنا وقت نہیں کہ وضو کرکے دو رکعتین پڑھ سکے تو تیمم کرکے سنتین پڑھ لے کہ بعد زوال نہ ہوسکین گی پھر وضو کرکے وقت ظہر آنے پر صبح کے فرض پڑھے ذکرہ ش عن شیخہ قال وذکر لھا صورتین اخریین اھ اقول[٢٣٢] بل اولھما ھی ھذہ التی اثرھا عن شیخہ وذکر اخری وردھا وھی حقیقۃ بالرد یا[١٣] بے وضو خصوصًا جنب ہو اور کسی نے سلام کیا یا[١٤] کوئی سامنے آیا اور خود اُسے سلام کرنا ہے اور سلام نام الٰہی عزوجل ہے بے طہارت لینا نہ چاہا اور وضو کرے تو سلام فوت ہوتا ہے کہ جواب مین اتنی دیر کی اجازت نہیں اور[١٥] سلام بھی ابتدائے لقا پر ہے نہ بعد دیر لہذا اجازت ہے کہ تیمم کرکے جواب دے یا سلام کرے مسئلہ جواب خود فعل اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت کہ ایک صاحب گزرے حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سلام کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جواب نہ دیا یہانتک کہ قریب ہوا کہ وہ گلی سے گزر جائین حضور نے تیمم فرماکر جواب دیا اور ارشاد فرمایا انہ لم یمنعنی ان ارد علیک السلام الا انی لم اکن علی طھر ہمکو جواب دینے سے مانع نہ ہوا مگر یہ کہ اُسوقت وضو نہ تھا رواہ ابوداود عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال المحقق الحلبی فی الحلیۃ سکت علیہ ابوداود فھو حجۃ اھ اور ابتدائے سلام اُسپر قیاس کرکے زیادت ائمہ کرام ہے بحر مین ہے المذھب ان التیمم للسلام صحیح تنبیہ علامہ سید طحطاوی پھر اُنکے اتباع سے علامہ سید شامی نے دو چیزین اور زائد کین وضو کرتا ہے تو چاندگہن ہوچکے گا یا[١٦] ضحوہ کبرٰی ہوجائیگی نماز چاشت جاتی رہیگی تو ان دونون کو تیمم سے ادا کرلے قال فی الدر جاز لکسوف فقال ط مرادہ بہ مایعم الخسوف اھ ونقلہ ش واقرہ وقال فی حاشیۃ علی المراقی لاخذ منہ الحلبی جواز التیمم للکسوف ای والخسوف اھ وقال ھو ثم ش الظاھر ان المستحب کذالک لفوتہ بفوت وقتہ کما اذا ضاق وقت الضحی عنہ وعن الوضوء فیتیمم لہ اھ اقول[٢٣٤] اس تقدیر پر نماز تہجد کیلیے بھی تیمم جائز ہوگا جبکہ وضو کرنے مین دو رکعت کا وقت ملے اور فجر طلوع کرآئے کہ ہماری تحقیق مین وہ مستحب ہے کمابیناہ فی فتاونا اور اگر بعض علما کہ بطور پر سنت مؤکدہ مانیے جب تو مثل رواتب جواز ہوگا ہی مگر وہ ضعیف ہے یونہی فجر کی سنتین جبکہ تنہا قضا ہون زوال تک اُنکی قضا مستحب ہے اور ایک تخریج پر امام محمد کے نزدیک سنت۔ خیر یہان کلام اسمین ہے کہ مستحب نمازین بھی حسب گمان فاضلین طحطاوی وشامی اس جواز

https://www.facebook.com/darahlesunnat

تیمم میں مثل رواتب ہیں اقول مگر یہ سخت محل تامل ہے کتب مذہب میں صرف دو نمازوں کا ذکر ہے جنازہ وعیدین اور اسی قدر ائمہ مذہب سے منقول حتی کہ علامہ ابن امیر حاج حلبی نے حلیہ میں تصریح فرمائی کہ ہمارے نزدیک تندرست کو بے خوفِ مرض پانی ہوتے ہوئے انھیں دو نمازوں کے لیے تیمم جائز ہے وھذا نصہ اعلم انہ یجوز التیمم للصحیح فی المصر عندنا فی ثلاث مسائل احدھا اذا کان جنبا وخاف المرض بسبب الاغتسال بالماء البارد الثانیۃ حضر جنازۃ وخاف ان اشتغل بالوضوء تفوتہ الصلاۃ علیھا الثالثۃ اذا خاف فوات صلاۃ العید اھ اور یہ عدد وافی زیادت ہے کما فی الھدایۃ وغیرھا بلکہ امام ملک العلماء نے بدائع میں صراحۃً انھیں دو نمازوں میں حصر اور اسکے ماسوا کے لیے عدم جواز تیمم کی تصریح فرمائی حیث قال وھذا الشرط الذی ذکرنا لجواز التیمم وھو عدم الماء فیما وراء صلاۃ الجنازۃ وصلاۃ العیدین فامافی ھاتین الصلاتین فلیس بشرط بل الشرط فیھما خوف الفوت لواشتغل بالوضوء بعینہ اسی طرح امام تمرتاشی وامام علی اسبیجابی نے صراحۃً انھیں دو میں حصر فرمایا بحر میں زیر قول ماتن و لبعدہ میلا ہے قال فی شرح الطحاوی لایجوز التیمم فی المصر الا لخوف فوت جنازۃ او صلاۃ عید او للجنب الخائف من البرد وکذا ذکر التمرتاشی اسی طرح خزانۃ المفتین میں نوازل سے ہے لایجوز التیمم فی المصر الا فی ثلثۃ مواضع الخ تو اصل حکم منصوص تو یہ ہے ہاں حلیہ نے اپنی بحث میں نظر بہ علت کہ خوف فوت لاالی بدل ہے نماز کسوف وسنن رواتب کا الحاق کیا انکی تبعیت بحر ونہر ودر نے بھی کی اور یہیں سنن کو رواتب سے مقید کیا یہ قید نافلہ محضہ کو خارج کرتی ہے پھر حلیہ میں رواتب کے الحاق پر بھی اس سے استظہار کیا کہ نماز عید کے لیے تیمم ائمہ مذہب سے منقول ہے اور وہ مختار امام شمس الائمہ سرخسی وغیرہ میں سنت ہی ہے جس سے ظاہر کہ سنن رواتب کے الحاق میں بھی اشتباہ تھا کہ جنازہ فرض عیدین واجب ہیں اُس اشتباہ کا یوں ازالہ کیا حیث قال فتحصل کما فی شرح الزاھدی للقدوری ان الصلاۃ ثلاثۃ انواع نوع لایخشی فوتھا اصلا لعدم توقیتھا کالنوافل فلایجوز لہ التیمم عند وجود الماء لعدم العذر ونوع یخشی فواتھا للتوقیت ولکن تقضی بعد الفوات کالجمعۃ والمکتوبات فلایجوز لھا التیمم لامکان جبرھا بالبدل باکمل الطھارتین ونوع یخشی فواتھا لاالی بدل کصلاۃ الجنازۃ والعیدین خلافا للشافعی قال العبد الضعیف غفر اللہ تعالی لہ وعلی ھذا القائل ان یقول یجوز لصلاۃ الکسوف والسنن والرواتب لانھا تفوت لاالی بدل فانھا لاتقضی کما فی العید ولاسیما علی القول بان صلاۃ العید سنۃ کما اختارہ شمس الائمۃ السرخسی وغیرہ اھ اور یہ ظاہر کہ نفل مطلق سنت راتبہ کے حکم میں نہیں شرع اُنکا مطالبہ فرماتی ہے اور اسکا نہیں تو یہ اُنسے کیونکر ملحق کیا جائے مطالبہ شرع ہی وہ چیز ہے جو

اس صورت مین جواز تیمم کی راہ دیتا ہے ظاہر ہے کہ پانی موجود اور استعمال پر قدرت ہو تو تیمم باطل اگر کرے تو نماز بے طہارت ہوا اور نماز بے طہارت حرام قطعی ہے ہان جب صاحب حق عز جلالہ خاص اس عبادت کا اس وقت خاص مین اس سے مطالبہ فرما رہا ہے اور ساتھ ہی حکم ہے کہ یہ وقت نکل گیا تو اس مطالبہ سے برارت کی کوئی صورت نہین اسکا بدل بھی نہ ہو سکے گا اور وقت مین تنگی ہے کہ وضو نہین کر سکتا لاجرم اس ادائے مطالبہ کے لیے پانی پر قادر نہ ہونا ثابت ہوا اور تیمم کی راہ ملی جس نماز کا شرع مطالبہ ہی نہین فرماتی اس مین کونسی عہدہ برائی کے لیے پانی ہوتے ہوئے تیمم جائز ہو جائیگا مطالبہ شرعیہ پر بیان بنائے کار کی یہ حالت ہے کہ نماز جنازہ کے لیے جواز تیمم مین بھی شبہہ ہوا کہ وہ تو فرض کفایہ ہے ہر شخص سے مطالبہ کب ہے اور علما کو اس جواب کی حاجت ہوئی کہ فرض کفایہ مین بھی مطالبہ سب سے ہے ولہذا سب ترک کرین تو سب گنہگار رہین اگرچہ بعض کا فعل سب پر سے مطالبہ ساقط کر دیتا ہے فتح القدیر وغیرہ مین ہے منعہ (ای التیمم لصلاۃ الجنازۃ) الشافعی لانہ تیمم مع عدم شرطہ قلنا المخاطب بالصلاۃ عاجز عن الوضوء لہا فیجوز اما الاولی فلان تعلق فرض الکفایۃ علی العموم غیر انہ یسقط بفعل البعض واما الثانیۃ فبفرض المسألۃ نماز چاشت و نماز تہجد کا مطالبہ کب ہے یوہین چاند گہن کی نماز صرف مستحب ہے بخلاف نماز کسوف کہ اس مرتبہ کی سنت ہے جسے امام [illegible] نے واجب کہا اور اسی کو امام ملک العلما نے بدائع مین ترجیح دی اور دلائل سنیت کے جواب دیے ہان مختار جمہور سنیت ہے اقول بلکہ وہ کتاب مبسوط مین محرر مذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالی کا نص ہے کما سیأتی منا تحقیقہ فانقطع النزاع بدائع مین فرمایا صلاۃ الکسوف واجبۃ ام سنۃ ذکر محمد رحمہ اللہ تعالی فی الاصل ما یدل علی عدم الوجوب فانہ قال ولا تصلی نافلۃ فی جماعۃ الا قیام رمضان وصلاۃ الکسوف وروی الحسن بن زیاد عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ انہ قال فی کسوف الشمس ان شاؤا صلوا رکعتین وان شاؤا اربعا وان شاؤا اکثر والتخییر یکون فی النوافل وقال بعض مشایخنا انہا واجبۃ لما روی ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ (فذکر حدیث الکسوف وفیہ قولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) صلوا حتی تنجلی وفی روایۃ ابی مسعود الانصاری رضی اللہ تعالی عنہ فاذا رأیتموہا فقوموا وصلوا ومطلق الامر للوجوب وتسمیۃ محمد رحمہ اللہ تعالی ایاہا نافلۃ لا ینفی الوجوب لان النافلۃ عبارۃ عن الزیادۃ وکل واجب زیادۃ علی الفرائض الموظفۃ الا تری انہ قرنہا بقیام رمضان وھو التراویح وانہا سنۃ مؤکدۃ وھی فی معنی الواجب وروایۃ الحسن لا تنفی الوجوب لان التخییر قد یجری بین الواجبات کما فی قولہ تعالی فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ما تطعمون اہلیکم او کسوتہم او تحریر رقبۃ ام

چاند گہن کی نماز صرف مستحب ہے اور سورج گہن کی سنت موکدہ قریب بواجب

https://www.facebook.com/darahlesunnat

کلامہ قدس سرہ وما ارادبہ دفعہ فی العنایۃ بقولہ بعد ایراد الحدیث فان قیل ھذا امر والامر للوجوب فکان ینبغی ان تکون واجبۃ قلنا قد ذھب الی ذلک بعض اصحابنا واختارہ صاحب الاسرار والعامۃ ذھبت الی کونھا سنۃ لانھا لیست من شعائر الاسلام فانھا توجد بعارض لکن صلاھا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فکانت سنۃ والامر للندب اھ فاقول[2345] حاصلہ ان ھذا لیس بشعار وکل واجب شعار فھذا لیس بواجب وفی الکبری ممنوعۃ فرب واجب لیس من الشعائر ککفارات الیمین والظہار والصیام وفیھما وکذا الصغری ممنوعۃ ودلیلھا ان ھذا لعارض وما کان لعارض لم یکن شعارا فیہ ایضا الکبری ممنوعۃ وای دلیل علیھا وقد قال فی الاسرار کما فی الفتح انھا صلاۃ تقام علی سبیل الشھرۃ فکان شعارا للدین حال الفزع اھ وقال فی البدائع اما فی کسوف الشمس فقد ذکر القاضی فی شرحہ مختصر الطحاوی انہ یصلی فی الموضع الذی یصلی فیہ العید او المسجد الجامع لانھا من شعائر الاسلام فتؤدی فی المکان المعد لاظہار الشعائر اھ وقد اجاب فی الفتح عن استدلال الاسرار علی وجوبھا بشعاریتھا بان المعنی المذکور لایستلزم الوجوب اذ لامانع من استنان شعار مقصود ابتداء فضلا عن شعار یتعلق بعارض اھ وھذا کما ینفی الاستدلال علی الوجوب بالشعاریۃ کذلک یرد الاستدلال علی نفی الشعاریۃ بکونہ لعارض وبالجملۃ ذھب الاسرار الی ان کل شعار واجب والعنایۃ الی ان کل واجب شعار والصحیح[2346] ان بینھما عموما من وجہ یجتمعان فی العیدین ویفترقان فی الاذان والکفارات ثم رأیت سعدی افندی اعترض العنایۃ باعتراضی الثانی اخذا عن الفتح اذ قال اقول ما المانع فی تعلق ما ھو من الشعائر بعارض تأمل اھ لکنی اقول[2347] وباللہ التوفیق لم یتم الجواب عن کلام محرر المذھب فی الاصل اذ لوکان مرادہ ھذا لم یصح الحصر فیھما المکان العیدین اما الاستدلال بصیغۃ الامر فاقول[2348] منقوض بصلاۃ الخسوف بل وصلوات الریح الشدیدۃ والصواعق والزلزلۃ والمطر والثلج الدائمین والظلمۃ بالنہار والضوء الھائل باللیل وامثال ذلک الاھوال اعاذنا المولی سبحنہ وتعالٰی واھل السنۃ جمیعا منھا دنیا واخری اٰمین فانھا مستحبۃ اجماعا والامر یشملھا جمیعا وقد قال ملک العلماء نفسہ اما صلاۃ خسوف القمر فحسنۃ لما روینا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا رأیتم من ھذہ الافزاع شیئا فافزعوا الی الصلاۃ اھ ثم قال وکذا تستحب الصلاۃ فی کل فزع کالریح الشدیدۃ والزلزلۃ والظلمۃ والمطر الدائم لکونھا من الافزاع والاھوال اھ تو ظاہر ہوا کہ نوافل کا سنن اور خسوف کا کسوف پر قیاس مع الفارق

تطفل ۲۳۳ علی العنایۃ

تطفل ۲۳۴ علیھا

مسئلہ: سورج گہن کی نماز میں مناسب ہے کہ وہیں پڑھیں جہاں عید کی نماز ہوتی ہے یا مسجد جامع میں

تنبیہ: بین الواجب وشعائر الاسلام عموم من وجہ

وباللّٰه التوفيق الاٰن[٢٣٧٩] يقال ان الحاجة هنا تكثير ابواب الخيرات ارادة لافاضة كرمه عزوجل الاترى انه اباح التنفل على الدابة بالايماء لغير القبلة مع فوات الشروط والاركان فيها ولاضرورة الا الحاجة القائمة بالعبد لزيادة الاستكثار من فضله تعالٰى كما افاده فی الفتح فی مسألة انه يصلی بتيممه ماشاء من الفرائض والنوافل وعند الشافعی رحمه اللّٰه تعالٰى يتيمم لكل فرض لانه طهارة ضرورية **اقول**[٢٣٨٠] ويكدره ان هذا حيث صح التيمم بوجود شرطه من فقد الماء فانها طهارة مطلقة عندنا ولو جوز لحجة الاستكثار لجاز لمطلق النوافل ولو غير موقتة للعلم القطعی بان ما تصليه بالتيمم اكثر مما تصليه بعد التوضئ اوالاغتسال الاترى ان الذی رخص له الصلاة علی الدابة بالايماء الی غير القبلة لم يرخص له فی التيمم اذا قدر علی الماء والركوب والنزول مع ان مكثه فی طلب الطهارة بالماء وقلة نوافله اكثر من المقيم فی بيته وعنده الماء بالجملہ فقیر کے نزدیک مستحبات محضہ مثل نمازِ خسوف وتہجد وچاشت میں یہ حکم خلافِ دلیل ہے اسکے لیے ائمہ سے نقل درکار تھی اور وہ منتفی بلکہ نقل جانبِ نفی نفل ہے کما تقدم وباللّٰه التوفیق واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم (۸۸) ہر نماز موقت کہ بعد فوت جسکی قضا ہے جیسے نماز پنجگانہ وجمعہ ووتر جب طہارت آب سے وقت جاتا ہو تیمم سے وقت کے اندر پڑھ لے کہ قضا نہ ہوجائے پھر پانی سے طہارت کرکے اعادہ کرے **اقول**[٢٣٨١] اسمیں یہ تفصیل ہونی چاہیے کہ مثلاً صبح اتنے تنگ وقت اُٹھا کہ وضو کرے یا نہانے کی حاجت ہے اور غسل کرے تو سلام نماز سے پہلے سورج چمک آئے یا امام جمعہ پانی سے طہارت کرے تو سلام جمعہ سے پہلے وقت عصر آجائے یا مقتدی جماعت جمعہ میں قبل سلام شریک نہ ہوپائے اور دوسری جگہ بھی امام مقرر جمعہ کے پیچھے نماز نہ مل سکے یا محدث وضو خواہ جنب غسل کرے تو ظہر یا عصر یا مغرب یا عشا کا اتنا وقت نہ پائے کہ نیت باندھ لے یا فرض عشا پڑھکر سویا اُٹھا تو نہانے کی حاجت ہے یا وضو ہی کرنا ہے اور صبح میں اتنی مہلت نہیں کہ پانی سے طہارت کے بعد وتر کی نیت باندھ لے تو ان سب صورتوں میں یہ نمازیں تیمم سے پڑھ لے پھر غسل یا وضو کرکے دوبارہ بعد وقت پڑھے بالجملہ فجر وجمعہ میں سلام سے پہلے وقت نکل جانا یا مقتدی کا امام مقرر للجمعہ کے پیچھے جماعت جمعہ نہ پانا معتبر رہنا چاہیے باقی نمازوں میں تکبیر تحریمہ وقت کے اندر نہ ملنے کا اعتبار چاہیے کہ فجر وجمعہ وعیدین سلام سے پہلے خروج وقت سے باطل ہوجاتی ہیں بخلاف باقی صلوات کہ ان میں وقت کے اندر تحریمہ بندھ جانا کافی ہے ثم **اقول**[٢٣٨٢] اگر صورت یہ ہے کہ صبح میں پانی سے طہارت کرے تو صرف دو رکعتیں وقت میں پائے اور تیمم سے چاروں تو تیمم کی اجازت نہ ہوگی بلکہ پانی سے طہارت کرکے صرف فرض پڑھ لے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

سنتین چاہے تو بعد بلندی آفتاب پڑھے یونہی باقی نمازوں مین اگر وقت اتنا ملتا ہو کہ پانی کی طہارت سے فرض وقت ہو جائینگے ظہر کی سنت قبلیہ یا بعدیہ یا دونون یا مغرب مین سنتین یا عشا مین سنت و وتر نہ ملین گے اور تیمم سے سب مل سکتے ہین تو فرضون ہی کا پلہ راجح رہے گا طہارت آب سے فرض ادا کرے اور اُسکے ساتھ اور جو مل سکے ادا کرلے سنتین رہ گئیں تو گئیں اور وتر رہ گئے تو اُنکی قضا پڑھے غرض غیر فرض کی رعایت سے فرضون کا تیمم سے ادا کرنا روا نہ ہوگا اگرچہ اُس غیر فرض کے لیے خوف فوت مین تیمم روا تھا ولعل کل ما ذکرت فی المقامین ظاہر جدا واللہ تعالٰی اعلم **ثم اعلم** ان جواز التیمم لخوف فوت الوقت قول الامام زفر رحمہ اللہ تعالٰی علی خلاف مذہب ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم وقد وافقوہ فی روایۃ تو شیدتہ فروع واختارہ کبراء وقواہ دلیلہ محققون وبیان ذلک فی جمل **الجملۃ الاولٰی موافقۃ** ائمتنا الثلثۃ لہ فی روایۃ قال الشامی ھو قول زفر وفی القنیۃ انہ روایۃ عن مشایخنا بحر اھ ثم قال قد علمت من کلام القنیۃ انہ روایۃ عن مشایخنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم اھ **اقول** رحمہ اللہ تعالٰی قد اجعلہ النجعۃ واتی بغیر صریح فان لفظ البحر عند قولہ لا لفوت جمعۃ قد قدمنا عن القنیۃ ان التیمم لخوف فوت الوقت روایۃ عن مشایخنا اھ والذی قدم عند قولہ لبعدہ میلا بعد ذکر فرع الکلۃ الاٰتی لا یخفی ان ھذا مناسب لقول زفر لا لقول ائمتنا فانہم لا یعتبرون خوف الفوت وانما العبرۃ للبعد کما قدمناہ کذا فی شرح منیۃ المصلی لکن ظہرت بان التیمم لخوف فوت الوقت روایۃ عن مشایخنا ذکرھا فی القنیۃ فی مسائل من ابتلی ببلیتین اھ فالمعروف اطلاق مشایخنا علی من بعد الائمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم نعم قد یستفاد من ھذا الاستدراک ان مرادہ بمشایخنا الائمۃ الثلثۃ والاوضح سند والاجل معتمدا ما فی الحلیۃ والغنیۃ عن المجتبٰی عن الامام شمس الائمۃ الحلوانی المسافر اذا لم یجد مکانا طاہرا بان کان علی الارض نجاسات وابتلت بالمطر واختلطت فان قدر علی ان یسرع المشی حتی یجد مکانا طاہرا للصلاۃ قبل خروج الوقت فعل والا یصلی بالایماء ولا یعید ثم قال الحلوانی اعتبر ھنا خروج الوقت لجواز الایماء ولم یعتبرہ لجواز التیمم ثمہ وزفر سوی بینہما وقد قال مشایخنا فی التیمم انہ یعتبر الوقت ایضا والروایۃ فی ھذا روایۃ لہ اذ لا فرق بینہما والروایۃ فی فصل التیمم روایۃ فی ھذا ایضا قال الحلوانی فاذا فی المسألتین جمیعا روایتان اھ **اقول** الضمیر فی قولہ اعتبر ھنا ولم یعتبر ثم لمحمد ومسألۃ المسافر قول ائمتنا فالروایۃ عنہم فیہا روایۃ عنہم فی التیمم انہ یجوز

لخوف فوت الوقت مسألة التيمم انه لايجوز لحفظ الوقت ايضا قولهم فالرواية فيها رواية فى مسألة المسافر انه يمشى حتى يخرج من ذلك المكان لا يصلى ثمه وان خرج الوقت فاذن لهم فى كلتا المسألتين قولان غير ان مسألة المسافر اشتهر بحكم الاجازة ومسألة التيمم بحكم المنع فهذا اقوى ما يوجد من تقوية قول زفر بموافقة ائمتنا الثلثة رضى الله تعالى عنهم

الجملة الثانية فروع التشييد اختيار الكبراء قال فى الحلية فى بيان قول زفر قد نقل الزاهدى فى شرحه هذا الحكم عن الليث بن سعد قد ذكر ابن خلكان انه رأى فى بعض المجاميع ان الليث كان حنفى المذهب واعتمد هذا صاحب الجواهر المضية فى طبقات الحنفية فذكره فيها منهم اھ قال الشامى ثم رأيته منقولا عن ابى نصر بن سلام وهو من كبار الائمة الحنفية قطعا اھ **اقول** وفى جامع الرموز التقييد بالميل يدل على ان فى الاقل لم يتيمم وان خاف خروج الوقت كما فى الارشاد لكن فى النوازل انه يتيمم حينئذ اھ بل فى الخلاصة لو لم يعلم ان بينه وبين الماء ميلا او اقل او اكثر ولكن خرج يحتطب ولم يجد الماء ان كان بحال لو ذهب الى الماء خرج الوقت تيمم فى اخر الوقت هكذا فى النوازل اھ وفى الحلية اطلق الفقيه ابو الليث فى خزانة الفقه جواز التيمم اذا كان بينه وبين الماء مسافة لا يقطعها فى وقت الصلاة اھ وفيها عن المجتبى والقنية وفى الهندية عن الزاهدى والكفاية كلها عن جمع العلوم له التيمم فى كلة لخوف البق او مطر او حر شديد يهلكه اھ وفيها وفى البحر عن المبتغى بالغين من كان فى كلة جاز تيممه لخوف البق او مطر او حر شديد ان خاف فوت الوقت اھ وفيهما عن القنية عن نجم الائمة البخارى لو كان فى سطح ليلا وفى بيته ماء لكنه يخاف الظلمة ان دخل البيت لا يتيمم اذا لم يخف فوت الوقت قال وفيه اشارة الى انه اذا خاف الوقت تيمم اھ وفى البحر عنها اعنى القنية بلفظ تيمم ان خاف فوت الوقت اھ ولم يعزه لنجم الائمة بل جعله تفريعا على الرواية عن مشايخنا رضى الله تعالى عنهم قال فى الحلية بعد ايراده هذا كله فيما يظهر تفريع على مذهب زفر فانه لا عبرة عنده للبعد بل للوقت بقاء وخروجا قال ولعل هذا من قول هؤلاء المشايخ اختيار لقول زفر فان الحجة له على ذلك قوية اھ بل قد ذكر الشامى ان الفتوى فى هذا على قول زفر وانه احد المواضع العشرين التى يفتى فيها بقوله ذكرها فى باب النفقة كتاب الطلاق ونظمها نظما حسنا قال فيه ؎

وبعد فلا يفتى بما قاله زفر ٭ سوى صور عشرين تقسيمها انجلى ٭ لمن خاف فوت الوقت ساغ تيمم ٭ ولكن ليحتط بالاعادة غاسلا

الجملة الثالثة تقوية دليله ويستدل له بوجوه **اولها** ما قال المحقق على الاطلاق فى فتح القدير له ان التيمم لم يشرع الا لتحصيل الصلاة فى وقتها فلم يلزمه قولهما ان الفوات الى خلف

ف: الليث بن سعد كان حنفيا

(قوله ٢٤ فروع تشهد لها اختيار الكبراء) وقوله …

(جد الممتار …)

https://www.facebook.com/darahlesunnat

كلا فوات اھ **واجيب** عنه **اولا** كما ابدى البحر ان جوازه للمسافر بالنص لا لخوف الفوت بل لاجل ان لا تتضاعف عليه الفوائت ويحرج فى القضاء اھ **اقول** لا فائدة لقوله جوازه بالنص فان النص ليس تعبديا كما يفيده اخر كلامه ولوكان كذا لم يجيزوه لصلاة الجنازة والعيد فان النص انما ورد فى المريض والمسافر اما التعليل **فاقول** اما تجيزونه لبعد الماء ميلا ولو فى جهة مسيرة فانى فيه تضاعف الفوائت **وايضا** خوف التضاعف ان كان ففى الاسفار البعيدة وليس السفر فى الكريمة سفر القصر بل يشمل من خرج من المصر ولو لاحتطاب او احتشاش او طلب دابة كما افاده فى الخانية والمنية وقال فى الهداية والعناية جواز التيمم لمن كان خارج المصر وان لم يكن مسافرا اذا كان بينه وبين الماء ميل اھ وقد نقلتم عن الخانية ان قليل السفر وكثيره سواء فى التيمم والصلاة على الدابة خارج المصر انما الفرق بين القليل والكثير فى ثلثة فى قصر الصلاة والافطار ومسح الخفين اھ واذا ثبت ذلك ثبت ان ليس تشريعه الا لاحراز الوقت **وثانيا** التقصير جاء من قبله فلا يوجب الترخيص عليه اھ فتح **اقول** تقريره سلمنا ان التيمم لحفظ الوقت لكن انما يستحق من ليس ضيق الوقت من قبله لكن خاف عدوا او مرضا فانه ان ينتظر يذهب الوقت من دون تفريط منه فرخص له الشرع فى التيمم كيلا يفوته الوقت اما هذا فقد قصر واخر بنفسه حتى ضاق الوقت عن الطهارة والصلاة فلا يستحق الترفيه بالترخيص **ورده** فى الفتح بانه انما يتم اذا اخر لا لعذر اھ **اقول** اى مع ان الحكم عام عند الفريقين وكيف يقال جاء التقصير من قبله فيمن نام فما استيقظ الا وقد ضاق الوقت عن الطهارة بالماء واداء الفرض وهذا نبينا صلى الله تعالٰى عليه وسلم قائلا ليس فى النوم تفريط انما التفريط فى اليقظة رواه مسلم عن ابى قتادة رضى الله تعالٰى عنه وكذا من نسى صلاة ولم يتذكر الا عند ضيق الوقت وقد رفع عن امته صلى الله تعالٰى عليه وسلم الخطأ والنسيان فلا تقصير من ناس بل **اقول** **ثالثا** الرخص الالهية مباحة عندنا للمطيع والعاصى فمن سافر لمعصية حل له الفطر بل وجب عليه القصر ومن اجنب بالزنا والعياذ بالله تعالٰى ولم يجد ماء جاز له التيمم بل افترض عليه ثم رأيت تلميذه المحقق الحلبى فى الحلية نقل كلامه وايده وبحث فى التاخير بلا عذر بعين ما بحثت ولله الحمد قال لكن المذهب ان المطيع والعاصى فى الرخص سواء اھ وافاد فائدة اخرى فقال لو قيل تاخيره الى هذا الحد عن رجاء

من قبل غير صاحب الحق لقيل فينبغي ان يقال يتيمّم ويصلي ثم يعيد بالوضوء كمن لم يقدر على الوضوء من قبل العباد اھ اقول [٢٣٩٢] هذا لا مدخل له في البحث من قبل احد من الفريقين فليس لاحد هما ان يبدئ به اويعيد اما ائمتنا فلانهم لا يقولون بالتيمّم واما زفر فلانه لا يقول بالاعادة بل [٢٣٩٣] كان حقه ان يقر هكذا ليكون مثلثا لما في الفتح از غاية ما قلتم ان التقصير من قبله ان تأمروه بالتيمّم ثم الاعادة كما هو حكم كل عذر جاء من قبل العباد لا ان تجوروا عليه التيمّم رأسا وثانيها هذه صلاة الخوف ما شرعت الا لحفظ الوقت واجاب عنه في البحر بان صلاة الخوف للخوف دون خوف الفوت اھ اقول [٢٣٩٤] سبحن الله ما كان الخوف ليوجب الاتيان بها في الوقت مع ارتكاب المنافي بل كانوا بسبيل من تأخيرها الى ان يطمئنوا كما قلتم في بحركم في عدة فروع منها ازدحم جمع على بئر لا يمكن الاستقاء منه الا بالمناوبة لضيق الموقف او لاتحاد آلة الاستقاء ونحو ذلك وعلم انها لا تصير اليه الا بعد خروج الوقت يصبر عندنا ليتوضأ بعد الوقت وعند زفر يتيمّم ومنها جمع من العراة ليس معهم الا ثوب يتناوبونه وعلم ان النوبة لا تصل اليه الا بعد الوقت فانه يصبر ولا يصلي عاريا ومنها اجتمعوا في سفينة او بيت ضيق وليس هناك موضع يسع ان يصلي قائما لا يصلي قاعدا بل يصبر ويصلي قائما بعد الوقت ومنها معه ثوب نجس وماء لغسله ولكن لو غسله خرج الوقت لزم غسله وان خرج ومنها كذا لو كان مريضا عاجزا عن القيام واستعمال الماء في الوقت ويغلب على ظنه القدرة بعده اھ اي يؤخر ولا يصلي في الوقت ومنها وعد صاحبه ان يعطيه الاناء فرع عليه محمد انه ينتظر وان خرج الوقت لان الظاهر الوفاء بالعهد افكان قادرا على الاستعمال ظاهرا ومنها كذا اذا وعد الكاسي العاري ان يعطيه الثوب اذا فرغ من صلاته لم تجزه الصلاة عريانا لما قلنا نقلتم هذين عن البدائع والبواقي عن التوشيح ولكن المولى سبحنه وتعالى لم يرض لهم بتفويتها عن وقتها وشرع لهم صلاة الخوف فما كان الا لحفظ الوقت ثم اقول [٢٣٩٥] الفرعان الاخيران عن محمد واليه عزاهما في البدائع والحكم فيهما عند امامنا رضي الله تعالى عنه انه يصلي في الوقت متيمّما اوعاريا لان القدرة على ما سوى الماء لا يثبت عنده بالاباحة كما سيأتي اقول [٢٣٩٦] وهذا ايضا من مؤيدات زفر اذ لولا حفظ الوقت لا مر بالتاخير لا سيما مع الوعد فهذا ثالث دلائله ورابعها اما الفرع الخامس السادس فاقول [٢٣٩٧] لا ارى ان يكون المذهب فيه الامر بتفويت الصلاة كيف وان الطاعة بحسب الاستطاعة قال ربنا تبارك وتعالى فاتقوا الله

ما استطعتم ولا ينظر فيها الا الى الحالة الراهنة الا ترى ان راجی الماء اٰخر الوقت ليس عليه التاخير بل له ان يصلی الاٰن متيمما وقد قال فی الدر امره الطبيب بالاستلقاء لبزغ الماء من عينه صلی بالايماء لان حرمة الاعضاء كحرمة النفس اھ ومعلوم ان الطبيب لا يأمره بالسكون الا مدة قليلة وربما لا تزيد علی يوم وليلة فامروا ان يؤمی لا ان يؤخر فهذه الفروع الاربعة الجواب الصواب فيها علی مذهب المنار رضی الله تعالٰی عنه انه يصلی كما قدر فی الوقت ولا يعيد اما الفروع الاربعة الاول **فاقول** كذا الحكم فيها بيد انه يعيد اما الحكم فلما قدمت عن الحلية والغنية عن شمس الائمة انه لا فرق فی تلك الفروع وان الرواية فی احدها رواية فی سائرها وقد كان هناك اعنی فرع شمس الائمة التلبس بالنجاسة ولو فی الفذ او الخفين مع ترك الركوع والسجود وليس فی هذا الفرع الرابع الا التلبس بنجس واما الاعادة فلما علمت من مراعاة اصل المذهب مع ما فی الفروع الثلثة الاول من صورة المنع من جهة العباد والله تعالٰی اعلم بسبيل الرشاد **وخامسها** تجيزونه خوف فوت صلاة الجنازة وصلاة العيد فكذا خوف فوت الوقت **واجاب** البحر بان فضيلة الوقت والاداء وصف للمؤدی تابع له غير مقصود لذاته بخلاف صلاة الجنازة والعيد فانها اصل فيكون فواتها فوات اصل مقصود اھ هذا تمام سعيه رحمه الله تعالٰی ورحمنا به وقد اقره علی كله فی المنحة **اقول اولا** كون شیئ وصفا فی شیئ لا يوجب كونه غير مقصود بالذات كوصف الايمان فی رقبة كفارة القتل بل قد يكون الوصف هو المقصود كالاسلام فی مصرف الزكوة **وثانيا** نحن نعلم قطعا ان المولی سبحنه وتعالٰی كما امرنا بالصلاة امرنا بايقاعها فی وقتها وحرم اخراجها عنه لا لعذر فالكل مقصود عينا قال سبحنه ان الصّلوة كانت علی المؤمنين كتٰبا موقوتا وقال عزوجل حافظوا علی الصّلوٰت والصّلوة الوسطٰی وقال تعالٰی فويل للمصلّين الذين هم عن صلاتهم ساهون وهم الذين يؤخرونها حتی يخرج وقتها سماهم مصلين وجعل لهم الويل لاخراجهم اياها عن وقتها فكان الوقت مقصودا عينا **وثالثا** لم يسلم لحافظة الوقت فرض عين والجنازة فرض كفاية وصلاة العيد ليست فريضة اصلا والفرض ولو مقصودا لغيره اهم واعظم مما دونه ولو مقصودا لذاته الا ترٰی ان لو ضاق الوقت عن الواجبات وجب اسقاطها والاقتصار علی الفرض لايقاعه فی الوقت واذ الامر هكذا فاذ اجاز التيمم لخوف فوت الادنٰی كيف لا يجوز للاعلی لاسيما وقد سقط فرض الجنازة بصلاة غيره **ورابعا** قد قلتم بالتيمم لخوف فوت السنن وما هن اصول انما شرعت

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مكملات للاصول وعلى التسليم فاين التحفظ على فريضة الوقت من التحفظ على سنة **وخامسا** قد سلمتم ان الفائت لا الى خلف يجوز له التيمم ولا شك ان الطلب الالٰهى منتهض على ايقاع الفريضة فى وقتها كانتهاضه على نفس ايقاعها وهذا لا خلف له وان كانت الصلاة لها خلف فهذا مقصود الدليل ولا يمسه الجواب **وسادسها** كما **اقول** اجمع ائمتنا رضى اللّٰه تعالٰى عنهم ان الجنب الخائف من البرد خارج المصر يتيمم كما فى الهداية وعامة الكتب وقد تقدم عن الحلية والبدائع والبحر والاسبيجابى والتمرتاشى ومعلوم ان الخوف ربما كان فى الصبح اذا اصبح جنبا فى ليلة باردة ويزول بعد ارتفاع الشمس ولم يأمروه بالتاخير بل اباحوا له التيمم فما هو الا لحفظ الوقت **وسابعها** كما **اقول** اباحوه لخوف عدو ولص وسبع وحية ونار ومعلوم ان كثيرا من هذه لا يلبث الا قليلا فالنار تنطفى او تمر فى ساعة او ساعتين ولم يقولوا يصبر ولن خرج الوقت **فان** اجبت كما خطر بالى ان التيمم ليس لحفظ الوقت وانما هو لدفع الضرر والحرج حيث كان وفى البرد والنار وامثالها ضرر وفى بعده ميلا حرج فتحقق المناط لانه اذا ادرك الوقت فاراد الصلاة لا ينهى عنها ولا ينظر الا الى حالته الواهنة وهو فيها متضرر او متحرج بالوضوء او الغسل فابيح له التيمم **اقول** هل يختص الحرج والضرر بما يصيب بدنه وماله ام يعم ما يستضر به فى دينه على الاول لم احتم لخوف فوت جنازة وعيد وعلى الثانى ان كان عليه ضرر فى دينه لفوت فرض كفاية مع انها قد اقيمت وواجب بل وسنة لا الى بدل اذ لا براءة لعهدته عن هذه المطالبة الشرعية الا بالتيمم فضرر اعظم واشد منه فى فوت الفريضة عن وقتها ولا براءة لعهدته عن هذه المطالبة الشرعية العظمى اعنى الاتيان بها فى وقتها الا بالتيمم فيجب ان يباح هذا ما عندى فاستنار بحمد اللّٰه تعالٰى ما جنح اليه المحقق واتباعه من قوة دليل زفر بل دليل ائمتنا جميعا فى الرواية الاخرى وكيفما كان لا ينزل من ان يؤخذ به تحفظا على فريضة الوقت ثم يؤمر بالاعادة عملا بالرواية المشهورة فى المذهب لاجرم ان قال فى الغنية بعد ايراد ما قدمنا عن شمس الائمة وحينئذ فالاحتياط ان يصلى بالتيمم فى الوقت ثم يتوضؤ ويعيد ليخرج عن العهدتين بيقين اھ وقد نقل كلامه هذا فى الدر واقره هو والسادة الاربعة محشوه ط ش وابو السعود وقال الشامى هذا قول متوسط بين القولين وفيه الخروج عن العهدة بيقين فلذا اقره الشارح فينبغى العمل به احتياطا ولا سيما وكلام ابن الهمام يميل الى ترجيح قول زفر بل قد علمت انه رواية عن مشايخنا الثلثة

رضی اللہ تعالٰی عنہم ونظیر ھذا مسألۃ الضیف الذی خاف ریبۃ فانہم قالوا یصلی ثم یعید اھ وانما اطنبنا الکلام ھھنا لما رأینا بعض العلماء تعجب حین افتیت بہ فی مجلس جمعنا وباللہ التوفیق والوصول الی ذری التحقیق والحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالٰی وسلم علٰی سیدنا ومولٰنا محمد والہ وصحبہ اجمعین اٰمین (۸۹) کوئیں پر ہجوم ہے جگہ تنگ ہے یا ڈول ایک ہی ہے لوگ نوبت بنوبت پانی بھرتے وضو کرتے ہیں اور یہ دُور ہے کہ اس تک باری اُس وقت پہنچے گی جب نماز کا وقت جاتا رہیگا آخر وقت کے قریب تک انتظار کرے جب دیکھے کہ وقت نکل جائیگا تیمم کرکے پڑھ لے پھر اعادہ کرے۔ (۹۰) کسی نے پانی بھرنے کیلئے ڈول یا رسّی دینے کا وعدہ کیا ہے انتظار کرکے تیمم سے پڑھ لے یہ دونوں مسئلے ابھی گزرے **اقول**[۲۴۱] اور اب اعادہ کی بھی حاجت نہیں کہ یہاں حکم تیمم خود مذہب صاحب مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ ہاں بہ لحاظ مذہب صاحبین اعادہ اولٰی ہے درمختار میں تھا یجب طلب الدلو والرشاء وکذا الانتظار لو قال لہ حتی استقی وان خرج الوقت اسے ردالمحتار میں ہے ای یجب انتظارہ للدلو اذا قال الخ لکن ھذا قولہما وعندہ لایجب بل یستحب ان ینتظر الی اٰخر الوقت فان خاف فوت الوقت تیمم وصلی وعلی ھذا لو کان مع رفیقہ ثوب ھو عریان فقال انتظر حتی اصلی وادفعہ الیک واجمعوا انہ اذا قال ابحت لک مالی لتحج بہ انہ لایجب علیہ الحج واجمعوا انہ فی الماء ینتظر وان خرج الوقت ومنشؤ الخلاف ان القدرۃ علی ماسوی الماء ھل تثبت بالاباحۃ فعندہ لا وعندھما نعم کذا فی الفیض والفتح والتاترخانیۃ وغیرھا (**قلت** اے کالخانیۃ والخلاصۃ وغیرھما) وجزم فی المنیۃ بقول الامام وظاہر کلامہم ترجیحہ (**اقول**[۲۴۲] لو سکتنا لکان لہ الترجیح لان کلام الامام امام الکلام کما حققناہ فی اجلی الاعلام) وفی الحلیۃ والفرق للامام ان الاصل فی الماء الاباحۃ والحظر فیہ عارض فیتعلق الوجوب بالقدرۃ الثابتۃ بالاباحۃ ولا کذلک ملسواہ فلا یثبت الا بملک کما فی الحج اھ فتنبہ اھ مافی الشامی **اقول**[۲۴۳] بل فی الماء فوق ذلک فانہ اوجب فیہ الانتظار وان خرج الوقت بمجرد الوعد والوعد غیر الاباحۃ واللہ تعالٰی اعلم (۹۱) کسی نے پانی دینے کا وعدہ کیا ہے یہاں بھی جب وقت جاتا دیکھے تیمم سے پڑھ لے پھر پانی مل جائے تو وضو سے دوبارہ پڑھے لانہ فیہ المشی علی قول زفر علی خلاف قول الائمۃ الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم کما علمت **اقول**[۲۴۴] ظاہر اس صورت میں اگر وہ اسکے نماز پڑھتے میں پانی لے آیا تیمم نہ جائیگا نماز پوری کرے جبکہ جانے کہ وضو کرنے میں نماز وقت پر نہ ملیگی لانہ کان واجد الماء قبل ھذا ظاہر الحکم عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی وانما ساغ لہ التیمم لضیق الوقت

عن استعماله ولم يتبدل هذا السبب فلا ينتقض التيمم بخلاف صورة افادها فى الدر اذ قال لو تيمم لعدم الماء ثم مرض مرضا يبيح التيمم (اى وقد وجد الماء بعد كما بينه ش) لم يصل بذلك التيمم لان اختلاف اسباب الرخصة يمنع الاحتساب بالرخصة الاولى وتصير الاولى كأن لم تكن جامع الفصولين فليحفظ اھ وفيه كلام اوردہ ش وقد اجبنا عنه فيما علقنا عليه لا بأس بايراده تتميما للفائدة قال رحمه الله تعالى اقول لكن يشكل عليه ما فى البدائع لو مر المتيمم على ماء لا يستطيع النزول اليه لخوف عدو او سبع لا ينتقض تيممه كذا ذكره محمد بن مقاتل الرازى وقال هذا قياس قول اصحابنا لانه غير واجد للماء معنى فكان ملحقا بالعدم اھ ومثله فى المنية اذ لا يخفى ان خوف العدو سبب اٰخر غير الذى ابيح له التيمم اولا فان الظاهر فى فرض المسألة انه تيمم اولا لفقد الماء اللهم الا ان يجاب بان السبب الاول هنا باق وفيه بحث فليتأمل اھ وكتبت فى جد البحث فى منهيته انه اذا تيمم اولا لبعده عن الماء فهو فاقد له حقيقة وخوف العدو فقد معنى فالحقيقى قد زال واعقبه المعنوى فلا فرق بينه وبين المرض اذا وجد بعد الفقد الحقيقى اھ وكتبت عليه ما نصه **اقول** رحمك الله تعالى ورحمنا بك الاعدام ثلثة عدم الشئ فى نفسه وعدم فى مكان وعدم فى حق المكلف والماء لا يفقد بالمعنى الاول الا اذا انعدم من الدنيا ولا يكون ذلك قبل يوم القيمة وانما يعدم عن مكان و فى حق المكلف وذلك بان لا يكون حيث هو مع لحوق الحرج فى الوصول اليه وهذا هو معنى عدمه الشرعى المذكور فى باب التيمم اما اذا كان بعيدا ولا حرج عليه فى الوصول اليه فهو غير معدوم فى حقه قال فى الهداية الميل هو المختار فى المقدار لانه يلحقه الحرج بدخول المصر والماء معدوم حقيقة اھ قال فى العناية تقريره ان المنصوص عليه كون الماء معدوما وههنا (اى فى مكان المكلف الاٰن) معدوم حقيقة لكن نعلم بيقين ان عدمه مع القدرة عليه ليس بمجوز للتيمم والا لجاز لمن سكن بشاطئ البحر عدم الماء من بيته فجعلنا الحد الفاصل بين البعد والقرب لحوق الحرج لان الطاعة بحسب الطاقة قال الله تعالى وما جعل عليكم فى الدين من حرج اھ ولا شك ان الماء اذا كان عليه عدو او لص او سبع فالمعنى باق بعينه اذ ليس الماء فى مكان المكلف فهو معدوم حيث هو حقيقة وفى وصوله اليه حرج فتحقق الامران اللذان عليهما يدور العدم الشرعى المذكور هنا ولا نظر فيه الى كونه بعيدا عن النظر او بمرأى منه او بعيدا بعدا معينا او اقرب منه وانما المناط لحوق الحرج فى الوصول اليه بل هو الفاصل ههنا

بین القرب والبعد کما سمعت انفا فثبت العدم الشرعی ولم یتبدل السبب وان تبدل سبب السبب اعنی سبب الحرج فی الوصول الیه کما اذا کان عنده عدوه یخاف منه علی نفسه ولم یبرح حتی ورده لص یخاف منه علی ماله وذهب العدو فلا یتوهم احد انه تبدل السبب بخلاف حدوث المرض مع وجود الماء عنده فان الماء لیس معدوما فیه شرعا بالمعنی المذکور بل اما موجود فی نفس مکانه کما اذا کان بیده اولا حرج علیه فی الوصول الیه کما اذا کان فی بیته انما الحرج فی استعماله فقد تبدل السبب اما قول ابن مقاتل انه غیر واجد للماء معنی فکان ملحقا بالعدم **فاقول** اراد به العدم الحسی دون الشرعی بالمعنی المذکور ولا شك ان الماء موجود ههنا بحضرته وان لم یکن فی قبضته فهو واجد له حسا غیر واجد له بمعنی القدرة علیه وعدم الحرج فی وصوله الیه فکان ملحقا بالعدم الحسی ومعدوما بالعدم الشرعی بالمعنی المذکور هکذا ینبغی ان تفهم کلمات العلماء الکرام، والحمد ﷲ ولی الانعام، وعلی نبینا واٰله الصلاة والسلام۔

(۹۲) پانی کوٹھری میں رکھا ہے اندھیرا سخت ہو جاتے ہوئے خوف ہو اور دیا سلائی وغیرہ پاس نہیں اور اوجالے کا انتظار کرتا ہو تو وقت جاتا ہے (**اقول** یوں کہ نماز عشا ہو یا مثلاً وقت صبح اور اندھیرا ابر کثیف کا ہو) تو تیمم کرکے پڑھ لے پھر اعادہ کرے وقد تقدم نقلہ عن الحلیۃ والبحر **اقول** ولما ذکرنا قالوہ من کونہ علی سطح لان المراد بہ ان لایکون حیث الماء وکذا قولهم لیلا بل عممت مثل وقت الصبح لان المناط الخوف فی الظلمۃ وزدت الاعادۃ لما علمت مرارا۔

(۹۳) **اقول** یوہیں اگر اندھیری رات یا صبح کو بدلی ایسی کالی شدید محیط یا سیاہ آندھی چل چکی اور اُسکی تاریکی پھیلی ہے اگرچہ کوئی وقت ہو اور ان سب صورتوں میں ظلمت اتنی ہو کہ کوئیں تک راہ نظر نہیں آتی اور یہ روشنی پر قادر نہیں اور انتظار میں وقت جاتا ہو تیمم کرکے پڑھ لے اور اعادہ کرے۔ ایسی سیاہی کو علما نے جماعت میں عذر گنا ہے کما فی التبیین والہندیۃ ویأتی عن الدر رحمہم انما قالوا ظلمۃ شدیدۃ فقال ش الظاهر ان المراد کونه لا یبصر طریقه الی المسجد فیکون کالاعمی اھ **اقول** وهو ظاهر فان مجرد لحوق مشقۃ ما لو کان عذرا مسقطا لسقطت تکالیف الشریعۃ عن اٰخرها وقال فی الفتح لو قدر علی القیام لکن یخاف بسببه ابطاء برء او کان یجد الماشی بین اجاز له ترکه فان لحقه نوع مشقۃ لم یجز اھ ومثله فی الکافی وغیرہ وفی الخانیۃ من لا یقدر علی الوضوء الا بمشقۃ لا یباح له التیمم اھ قال ش والظاهر انه لا یکلف الی ایقاد نحو سراج وان امکنه ذلك اھ **اقول** کانه اخذہ من قولهم فی تطهیر الانجاس لا یضر بقاء اثر کلون۔

وريح لازم فلا يكلف فى ازالته الى ماء حار اوصابون ونحوه ام در- حار اى مسخن - ونحوه كحرض واشنان ام ش وههنا مسألتان مسألة الجماعة ومسألة التيمم الذى نحن فيها **اما الاولى** **فاقول** [2228] الظاهر فيها عندى البناء على التيسر فمن عنده فانوس متقد ويقدر على الخروج به الى المسجد اوكان متقدا والان اطفأه وفيه دهن وعنده كبريت فلا مشقة تلحق فى ايقاده والخروج به نعم من ليس عنده اوله واحد وفى البيت العيال ان خرج به تعسر عليهم الاعمال اوهالتظلمة الليل الاطفال اوامرأة وحدها مالها مونس فى الحال فهذا لا يؤمر بان يحصل الان فانوسا بشراء اوسؤال وقد [2229] قال صلى الله تعالى عليه وسلم بشر المشائين فى الظلم الى المساجد بالنور التام يوم القيمة اخرجه ابوداود والترمذى بسند صحيح عن بريدة وابن ماجة والحاكم عن انس وسهل بن سعد رضى الله تعالى عنهم واتى النبى صلى الله تعالى عليه وسلم رجل اعمى فقال يا رسول الله ليس لى قائد يقودنى الى المسجد فسأل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان يرخص له فيصلى فى بيته فرخص له فلما ولى دعاه فقال هل تسمع النداء بالصلاة قال نعم قال فاجب رواه مسلم عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه **اقول** [2230] حكم اولا بالرخصة وهى الحكم العام ثم ارشد الى العزيمة ولابى داود والنسائى عن عبدالله بن ام مكتوم رضى الله تعالى عنه انه قال يا رسول الله ان المدينة كثيرة الهوام والسباع فهل تجد لى من رخصة قال هل تسمع حى على الصلاة حى على الفلاح قال نعم قال فحيهلا **اقول** [2231] لم يجبه صلى الله تعالى عليه وسلم بالنفى بل بدأ بسؤال ليرشده الى العزيمة فاذا كانت نفس الشارع صلى الله تعالى عليه وسلم متشوقة الى حضور الجماعة الى هذه الغاية فكيف يقال تسقط عنه الجماعة بظلمة الليل وان كان ايقاده نحو فانوس وخروجه به متيسرا بلا كلفة اصلا ومسألة النجاسة [2232] انما امرنا فيها بالتطهير بالماء وقد حصل ومايشق زواله عفو والعفو لا يتكلف فى ازالته **واما الثانية فاقول** [2233] يبنى الامر فيها على الامكان لما علمنا ان قليل المشقة لايكون عذرا فيه مالم تشتد وتبلغ حد الحرج والضرر ولذا لم يبيحوا للمحدث التيمم لاجل البرد كما فى الخانية والخلاصة والمصفى والبحر والنهر وغيرها وقد اوجبوا فيه على الجنب دخول الحمام باجرة اوتسخين الماء ان قدر فى الهندية يجوز التيمم اذا خاف الجنب اذا اغتسل ان يقتله البرد اويمرضه والخلاف فيما اذا لم يجد مايدخل به الحمام فان وجد لم يجز اجماعا وفيما اذا لم يقدر على

https://www.facebook.com/darahlesunnat

تسخین الماء فان قدر لم یجز ھکذا فی السراج الوھاج اھ فاتضح ماذکرتہ فی تصویر المسألۃ (۹۴ تا ۹۶)
اقول[2434] بدستور اگر روشنی کا سامان بقیمت ملتا ہے اور اسکے پاس حاجت سے زائد قدر قیمت موجود ہے یا بیچنے والا اُدھار پر راضی اور قیمت مثل کے زیادت فاحشہ نہیں خریدنا واجب ورنہ تیمم کرے (۹۷) **اقول**[2435] مسئلہ نمبر ۹ سے دو فائدے اور حاصل ہوئے ایک یہ کہ اگر مسافر جنگل میں اُترا اور اندھیری رات ہے اور کوئیں تک جانے میں خوف ہے تیمم کرے کہ جب گھر میں تیمم کی اجازت دی تو جنگل میں بدرجہ اولٰی (۹۸ تا ۱۰۲) **اقول**[2436] دوم یہ کہ نمبرہ تا ۱۲ میں کہ پانی پر درندے سانپ آگ یا رہزن یا دشمن یا فاسق یا قرضخواہ کا ہونا مذکور ہوا اگر ان اشیا کا فی الحال وہاں ہونا معلوم نہیں مگر صحیح اندیشہ ہے جب بھی اجازت تیمم ہے کہ ظلمت شب میں کوٹھری میں جاتے ہوئے اُسی مظنہ سے خوف ہے نہ شے معلوم التحقق سے (۱۰۳ تا ۱۱۱) دشمن و فاسق و قرضخواہ کی ہر صورت میں بدستور وہ تین تین صورتیں ہونگی کہ اجرت پر لادینے والا زیادہ مانگتا ہے یا اُدھار پر راضی نہیں یا یہ دے ہی نہیں سکتا تو تیمم کرے (۱۱۲ تا ۱۱۵) **اقول**[2437] یونہی اگر رات کو جنگل میں ہے اور گود میں بچہ اور اُسے پانی تک لیجانے میں بھیڑیے کا اندیشہ اور کوئی ایسا نہیں کہ پانی لادے یا جسکے پاس بچہ کو چھوڑ جائے یا ہے اور زیادہ اجرت کا طالب یا یہ دے نہیں سکتا یا مال او رجگہ ہے اور وہ اُدھار پر راضی نہیں ان صورتوں میں بھی تیمم کرے مرد ہو خواہ عورت (۱۱۶ و ۱۱۷) سخت تپتے کی دُھوپ پڑ رہی ہے یا شدت کی ٹھٹھر ہے پالا گر رہا ہے ان عذروں کے سبب پانی لینے کو جانا واقعی سخت دشوار اور ناقابل برداشت تکلیف کا باعث ہے اور انتظار میں وقت جاتا ہے تیمم سے پڑھکر وضو سے اعادہ کرے کما سیأتی (۱۱۸ تا ۱۲۲) **اقول**[2438] یونہی اگر ہولناک آندھی چل رہی ہے خصوصًا راتمیں یامعاذ اللہ زلزلہ ہے یا عیاذًا باللہ بجلی تڑپ تڑپ کر گر رہی ہے یا کثرت سے اولے پڑ رہے ہیں یا کیچڑ اندھیں بشدت ہے کہ یہ سب جماعت تو جماعت خود فرض جمعہ میں عذر ہیں تو اسی طرح تیمم کے لیے بھی اور حکم اعادہ بدستور۔ درمختار باب الامامۃ میں ہے لاتجب علی من حال بینہ وبینہا مطر وطین وبرد شدید وظلمۃ کذٰلک وریح لیلا لانہارًا ردالمحتار میں ہے وانما کان عذرًا لیلا فقط لعظم مشقتہ فیہ دون النہار اھ **اقول**[2439] وانت تعلم ان علی شق الاذیۃ المدار فان تثبت نہارًا ثبت الرخصۃ ولم تثبت لیلا لم تثبت اُسیکے باب الجمعہ میں ہے شرطہا لافتراضہا عدم مطر شدید ووحل وثلج ونحوہما ردالمحتار میں ہے ای کبرد شدید کما قدمناہ فی باب الامامۃ اھ **اقول**[2440] بل قدمہ کما رأیت الاٰن وشمل قولہ نحوہما ما زدت من زلزلۃ وصاعقۃ والعیاذ باللہ تعالٰی بل بالاولٰی کما لایخفٰی (۱۲۳) جسطرح شدت کا مینہ جمعہ و جماعت میں

عذر ہے کما تقدم عن الدرر یونہیں جمع العلوم و ملتقی ومجتبی وکفایہ وقنیہ وحلیہ وبحر وہندیہ وغیرہا میں اُسے تیمم کیلیے بھی عذر گنا کما قدمنا ففی الحلیۃ والبحر عن المبتغی بالغین المعجمۃ من کان فی کلۃ جاز تیممہ لخوف البق او مطر او حر شدید الخ **قلت**[۲۴۳] ورأیتہ فی بعض الکتب بزیادۃ او برد وکان ترکھم من باب الاکتفاء کما قال فی جامع الرموز عند قولہ لبعدہ میلا او مرض او برد تخصیص البرد من قبیل الاکتفاء فان الحر الشدید مبیح للتیمم اھ وعزاہ للزاہدی **اقول**[۲۴۴] مگر یہ بظاہر بہت عجیب ہے کہ پانی کا وجود تیمم کا موجب ہو شدت کے مینھ میں وضو وغسل سب کچھ ہوسکتا ہے خود مینھ سے یا پرنالے سے یا کسی برتن میں پانی لیکر وانا **اقول**[۲۴۵] وباللہ التوفیق اسکی ایک ظاہر صورت یہ ہے کہ وضو کرنا ہے اور سر پر دیر تک پانی گرنا مثلاً بوجہ ضعف دماغ مضر ہے اور چھتری یا چادر وغیرہ نہیں جس سے سر کو پانی سے بچا سکے نہ چھجے کا کوئی پرنالہ چل رہا ہے کہ چھجے کے نیچے کھڑا ہوکر اُس سے وضو کرے یا ہوا سے پانی کی دھاریں اسی طرف آرہی ہیں کہ چھجا حاجب نہ ہوگا نہ خادم غلام لڑکا کوئی ایسا ہے کہ پانی لیکر اسے دیدے نہ کوئی برتن کہ اُسے کسی پرنالے کے نیچے رکھدے یا پرنالہ ہی نہیں اور مینھ میں رکھے تو پانی قابل وضو اتنی دیر میں جمع ہوکر وقت نکل جائے غرض وضو کی کوئی صورت نہیں سوا اسکے کہ مینھ میں کھڑا ہوکر اعضائے وضو دھوئے اور اتنی دیر تک پانی سر پر لے اور یہ اُسے مضر ہے تو یہاں مینھ کا وجود ہی وضو سے مانع ہوا ورنہ وضو مضر تھا (۱۲۴) **اقول**[۲۴۶] دوسری دقیق صورت یہ ہے کہ وضو کرنا یا نہانا ہے اور پانی اصلاً مضر نہیں مگر اور طریقے مسدود ہیں سوا اسکے کہ مینھ میں کھڑا ہوکر وضو یا غسل کرے اور کوئی خلوت کا مکان نہیں کہ کپڑے اُتار کر طہارت کرے مثلاً سفر میں ہمراہ ہے اور کپڑے باریک ہیں کہ پانی میں بھیگ کر بے ستری ہوگی اور باندھنے کو کوئی دبیز رنگین تہ بند نہیں تو مستصفٰی حلیہ وغنیہ مذکور نمبر ۵۴ پر مطلقاً تیمم کا حکم ہوگا اور اگر وقت اتنا نہیں کہ ان بھیگے کپڑوں کو نچوڑ کر خشک کرکے پہننے تک باقی رہے تو دوسرے قول پر بھی صحیح عذر موجود ہے کہ اب خود نماز میں بے ستری ہوگی لہذا تیمم کرے پھر پانی سے طہارت کرکے اعادہ (۱۲۵ تا ۱۳۰) **اقول**[۲۴۷] ان دونوں صورتوں میں حسب دستور تین تین صورتیں اور نکلیں گی کہ پانی دینے والا اُجرت چاہتا ہے یا برتن یا تہ بند کرایہ پر ملتا ہے اور یہ مفلس ہے یا وہ اُدھار پر راضی نہیں یا اجرت مثل سے بہت زائد مانگتا ہے (۱۳۱ تا ۱۳۵) **اقول**[۲۴۸] پہاڑ سے لگاتار پانی جھر رہا ہے مگر خفیف نہ دھار بندھکر اور ریت میں جذب ہوتا جاتا ہے اُسکے پاس کوئی کپڑا ایسا نہیں نہ مول ملتا ہے جسے گزرگاہ آب پر پھیلا کر اُسے اعضا پر نچوڑ کر یا کسی برتن میں جمع کرکے وضو کرے یا خریدنے کو دام نہیں یا دوسری جگہ ہے اور وہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اُدھار نہیں دیتا یا قیمت سے بہت زیادہ مانگتا ہے یا کپڑا موجود ہے مگر اُسے یوں بھگونے نچوڑنے میں ایک درم یا زیادہ کا نقصان ہے پانچوں صورتوں میں تیمم کرے (۱۳۶) انہیں عبارات میں گزرا کہ اگر مچھروں کے خوف سے مسہری کے زیر پردے چھوٹے ہوئے ہے اور وقت جاتا ہے تیمم سے پڑھ لے یعنی پھر اعادہ کرے اقول پھر پسّو سے ایسی اذیت جسکے خوف کے باعث ترکِ وضو وغسل کی اجازت ہو بعید ہے ہاں ڈانس کی ایذا شدید ہے (۱۳۷) اقول یونہی اگر پانی کے پاس مہال چھتّری ہوئی ہے اور انتظار میں خوفِ فوتِ وقت ہے وھو داخل فی معنی ما نصوا علیہ من خوف سبع وحیۃ وان لم یدخل فی لفظ۔ وکذا صاحبہ السابق (۱۳۸ تا ۱۴۱) اقول جو پانی تک نہ جاسکتا ہو مثلاً لنجھا یا اپاہج یا پاؤں کٹا ہوا یا مفلوج یا مریض یا نقیہ یا نہایت بوڑھا کہ چل نہیں سکتے یا اندھا جسے اٹکل نہیں یا پاؤں کو شکور یا کمر وغیرہ کے درد کے باعث چلنے سے معذور اُنکے پاس اگر نوکر یا غلام یا بیٹا یا پوتا کوئی ایسا نہیں جسپر اُنکی خدمت لازم ہو نہ ایسا کہ اسکے کہنے سے لادے نہ اُجرت پر لانے والا یا اجیر ہے مگر یہ اجرت قادر نہیں یا قادر ہے مگر مال دوسری جگہ اور وہ اُدھار پر راضی نہیں یا اجرتِ مثل سے بہت زیادہ مانگتا ہے تیمم کرے اور اعادہ نہیں علما نے ان معذوروں کا ذکر جمیع جماعت میں فرمایا ہے وقیدت الاعمی بمن لا یھتدی تبعا للمحقق العلامۃ الشامی رحمہ اللہ تعالٰی اقول وزدت النقیہ وھو غیر المریض والاعشی ومن بہ وجع خاصرۃ او غیرہا لا یستطیع معہ المشی بل ھو داخل فی عدم المقعد علی احد تفسیریہ انہ الذی لا حراک بہ من داء فی جسدہ کان الداء اقعدہ وقیل المقعد المتشنج الاعضاء کما فی المغرب اور اگر پانی تک جا تو سکتا ہے مگر ضعف یا مرض یا ہاتھوں میں درد وغیرہ کے باعث بھر نہیں سکتا تو یہ نمبر ۱۰۹ ہے (۱۴۲) جنب کو جنب ہونا یاد نہ رہا مسجد میں چلا گیا اب یاد آیا یا معتکف مسجد میں سوتا تھا کہ اُسے جائز ہے یا غیر معتکف اگرچہ اُسے منع ہے اور نہانے کی حاجت ہوئی یہ لوگ نہ مسجد میں چل سکتے ہیں نہ ٹھہر سکتے ہیں نہ مسجد میں غسل ہو سکتا ہے ناچار یہ صورت عجز ہوئی فوراً تیمم کریں اگرچہ مسجد کی زمین یا دیوار سے اور معاً باہر چلے جائیں اگر جاسکتے ہوں اور اگر باہر جانے میں بدن یا مال پر صحیح اندیشہ ہے تو تیمم کے ساتھ بیٹھے رہیں بیٹھنے کی صورت میں تیمم ضرور واجب ہے دخلافہ غیر بین ولا مبین اور نکلنے کی صورت میں بہت اکابر اس تیمم کو صرف مستحب بلکہ بعض بلا تیمم نکل جانا بھی جائز جانتے ہیں اور احوط تیمم ہے اقول ذہن فقیر میں یہاں بعض مہم تفصیلیں ہیں اولاً اس تیمم کے کرنے میں جہانتک حدامکان پر تعجیل تام کا حکم ہے تو جو صورت جلد سے جلد تیمم ہو جانے کی ہو اُسکا بجالانا واجب اور ادنیٰ تاخیر ناجائز کہ بضرورت اُتنی ہی دیر لے سے توقف کی اجازت ہوئی ہے جسمیں تیمم کرسکے ایک لحظہ بھی تیمم کرنے میں تاخیر روا نہیں کہ اتنی دیر بلاضرورت بحالِ جنابت مسجد میں ٹھہرتا ہوگا اور یہ حرام ہے لہذا اگر اسکے ہاتھ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

پاس مثلاً کوئی مٹی کا برتن رکھا ہو اور دیوار قدم بھر دُور ہو تو واجب کہ اُسی برتن سے فوراً تیمم کرلے اور اگر دیوار قریب اور برتن دُور ہو یا ہو ہی نہیں تو اگر مسجد میں جہاں یہ بیٹھا ہے فرش نہیں تو زمین مسجد و دیوار میں نسبت دیکھی جائیگی اگر دیوار سے متصل ہو کہ صرف ہاتھ بڑھانا ہوگا تو اختیار ہے دیوار سے تیمم کرے یا زمین سے اور اگر دیوار تک کچھ بھی سرکنا ہوگا تو خاص زمین مسجد سے تیمم کرے دیوار تک نہ جائے اور اگر مسجد میں فرش ہو تو دیوار تک پہنچنا یا اُس فرش کا ہٹانا جو جلد ہوسکے وہ کرے **ثانیاً** یہ تیمم مسجد سے نکل جانے کیلئے تھا کہ بحالِ جنابت جس طرح مسجد میں ٹھہرنا حرام ہے یونہی ہمارے نزدیک اُس میں چلنا بھی حرام ہو اب کہ تیمم کرچکا فوراً نکل جائے اور اگر مسجد میں چند دروازے ہیں تو وہ دروازہ اختیار کرے جو قریب تر ہو اُس سے نکلنے میں خواہ مسجد سے باہر جاکر اس تیمم سے کسی آیت کی تلاوت نہیں کرسکتا کہ یہ تیمم باوصف قدرتِ آب محض خروج عن المسجد کے لیے تھا ہاں اگر باہر جانے میں جان یا مال یا آبرو کا صحیح اندیشہ ہو تو اُسی تیمم سے مسجد میں ٹھہرا رہے مگر نماز و تلاوت نہیں کرسکتا اُنکے لیے دوبارہ اُنکی نیت سے تیمم کرنا ہوگا **ثالثاً** نکلنے کیلئے تیمم کا حکم وجوباً خواہ استحباباً اُس صورت میں ہونا چاہیے جبکہ عین کنارۂ مسجد نہ ہو کہ پہلے ہی قدم میں خارج ہوجائیگا جیسے دروازے یا حجرے یا زمین پیشِ حجرہ سے متصل سوتا تھا اور احتلام ہوا یا جنابت یاد نہ رہی اور مسجد میں ایک ہی قدم رکھا تھا ان صورتوں میں فوراً ایک قدم رکھکر باہر ہوجائے کہ اس خروج میں مرور فی المسجد نہ ہوگا اور جبتک تیمم پورا نہ ہو بحالِ جنابت مسجد میں ٹھہرنا رہیگا ھذا ماعندی واللہ تعالٰی اعلم فتاوٰی امام قاضیخان میں ہے کان الرجل فی المسجد فغلبہ النوم واحتلم تکلموا فیہ قال بعضھم لایباح لہ الخروج قبل التیمم وقال بعضھم یباح اھ وفی الاختیار شرح المختار ثم الشلبیۃ نام فی المسجد فاجنب قیل لایباح لہ الخروج حتی یتیمم وقیل یباح اھ وفی تتمۃ البحر عن المحیط اصابتہ الجنابۃ فی المسجد قیل لایباح لہ الخروج من غیر تیمم اعتبارا بالدخول وقیل یباح لان فی الخروج تنزیہ المسجد عن النجاسۃ وفی الدخول تلویثہ بھا اھ واحال تمامہ علی الحیض وقال ثمہ وفی منیۃ المصلی ان احتلم فی المسجد تیمم للخروج اذا لم یخف وان خاف یجلس مع التیمم ولا یصلی ولا یقرؤ اھ وصحح فی الذخیرۃ ان ھذا التیمم مستحب وظاھر ماقدمناہ فی التیمم عن المحیط انہ واجب ثم الظاھر ان المراد بالخوف الخوف من لحوق ضرر بہ بدنا او مالا کان یکون لیلا اھ کلامہ وھو برمتہ ماخوذ عن الحلیۃ الا لفظ الظاھر فانہ اورد کلام المحیط وعن امثلہ الخانیۃ ثم قال وھذا صریح فی ان الخلاف فی الاباحۃ اھ

اقول وھو کما تری لاشبھۃ فیہ فلا ادری لم بدل الصریح بالظاھر وان تبعہ فیہ اخوہ المدقق

https://www.facebook.com/darahlesunnat

في النهر ثم ابو السعود على مسكين ثم ط على الدر هذا وقال في الحلية تحت قول المتن المذكور هذا قول بعض المشايخ والتيمم عند هذا القائل مستحب في الفصلين كما صرح به في الذخيرة اهـ ثم ذكر ما في المحيط والخانية وانه صريح في ان الخلاف في الاباحة قال ثم الظاهر انها (اى الاباحة) الاشبه كما هو غير خاف عن المتأمل ان شاء الله تعالى فان قلت بل يتعين لما في الصحيحين عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه قال اقيمت الصلاة وعدلت الصفوف فخرج الينا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فلما قام في مصلاه ذكر انه جنب فقال لنا مكانكم ثم رجع فاغتسل ثم خرج الينا ورأسه يقطر فكبر فصلينا معه فان الظاهر انه صلى الله تعالى عليه وسلم لم يتيمم لخروجه من المسجد والاحكاه ابو هريرة رضي الله تعالى عنه واذ لم يتيمم له كان الخروج منه بلا تيمم مباحا وهو المطلوب قلت انه صلى الله تعالى عليه وسلم كان مباحا له دخول المسجد والمكث فيه جنبا اهـ هذا تمام كلامه رحمه الله تعالى ايضا

اقول ٣٥٧ وبالله التوفيق سبحن الله كيف يباح للجنب المكث في المسجد بلا تيمم وهو حرام اجماعا والخائف ان عجز عن الخروج والاغتسال فهو بسبيل من التيمم والتيمم طهارة صحيحة عند العجز عن الماء فاباحة اللبث في المسجد جنبا مع القدرة على الطهارة مما تنبو عنه القواعد الشرعية وان جزم به في التاترخانية ايضا فعنها في الهندية اذا خاف الجنب او الحائض سبعا او لصا او بردا فلا باس بالمقام فيه والاولى ان يتيمم تعظيما للمسجد اهـ بل في الخانية من موجبات الغسل ثم في خزانة المفتين حيث قالا من احتلم في المسجد ينبغي ان يخرج من ساعته فان كان في الليل وخاف الخروج يستحب له ان يتيمم اهـ نعم الخروج مسرعا بلا تيمم له وجه كما اشار اليه في المحيط الرضوي ولهذا مشى غير واحد على وجوب التيمم في المكث وندبه في الخروج وانما ظاهر ما مر عن خزانة المفتين ندب تركه في الخروج ففي الدر من احكام الجنب لو احتلم فيه ان خرج مسرعا تيمم ندبا وان مكث لخوف فوجوبا اهـ قال ش افاد ذلك في النهر توفيقا بين اطلاق ما يفيد الوجوب وما يفيد الندب اهـ

اقول ٣٥٨ وفيه صريح نص الخانية والمحيط والاختيار لا يباح له الخروج فهذا ليس بتوفيق بل تلفيق وقال في باب الحيض تحت قوله يمنع حل دخول مسجد افاد منع الدخول ولو للمرور وقدمنا في الغسل تقييده بعدم الضرورة بان كان بابه الى المسجد ولا يمكنه تحويله ولا السكنى في غيره وذكرنا هناك ان الظاهر حينئذ انه يجب التيمم للمرور اخذا مما في العناية عن المبسوط (اى كما ياتي) وكذا لو مكث في المسجد خوفا من الخروج بخلاف ما لو احتلم فيه وامكنه الخروج مسرعا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فانه يندب له التيمم لظهور الفرق بين الدخول والخروج اھ وقال السيد ط على مراقی الفلاح لو احتلم جنب فيه تيمم وخرج من ساعته ان لم يقدر على استعمال الماء وكذا لو دخله وهو جنب ناسيا ثم ذكر وان خرج مسرعا من غير تيمم جاز وان لم يقدر على الخروج تيمم ولبث فيه ولا يجوز لبثه بدونه الا انه لا يصلى ولا يقرؤ كما فی السراج اھ **اقول** [٣٣٥] ومعنى القدرة على استعمال الماء ان يكون ثمه ماء وموضع اعد للاغتسال او عنده اناء يمكن ان يغتسل فيه بحيث لا يقع شیئ من الغسالة فی المسجد او تكون له ثياب صفيقة تمسك الماء فيغتسل عليها ثم يرمی به خارج المسجد وهو واقعتی ولله الحمد كنت معتكفا فی مسجدی فی الشتاء واردت الوضوء وكان المطر شديدا فتوضأت على لحافی ولم تصب المسجد قطرة ولله الحمد وكان هذا بحمد الله تعالى الهاما من ربی ثم بعد سنين رأيت الارشاد اليه فی البحر عن تجنيس الامام الاجل صاحب الهداية قال رحمه الله تعالى لو سبقه الحدث وقت الخطبة يوم الجمعة فان وجد الطريق انصرف وتوضأ وان لم يمكنه الخروج يجلس ولا يتخطى رقاب الناس فان وجد ماء فی المسجد وضع ثوبه بين يديه حتى يقع الماء عليه ويتوضؤ بحيث لا ينجس المسجد ويستعمل الماء على التقدير ثم بعد خروجه من المسجد يغسل ثوبه قال البحر وهذا حسن جدا اھ **اقول** [٣٣٦] قوله لا ينجس والامر بغسل الثوب بناء على نجاسة الماء المستعمل وقوله على التقدير ای التقليل كيلا ينفذ الماء من الثوب فان كان الثوب كثير القطن كو اقعتی يسبغ الوضوء كما فعلت ولله الحمد قال فی الدر ومن منهياته التوضی فی المسجد الا فی اناء او فی موضع اعد لذلك اھ قال ط فعله فيه مكروه تحريما لوجوب صيانته عما يقذره وان كان طاهرا اھ بل نقل فی البحر من الاعتكاف عن البدائع ان غسل المعتكف راسه فی المسجد لا باس به اذا لم يلوثه بالماء المستعمل فان كان بحيث يتلوث المسجد يمنع منه لان تنظيف المسجد واجب ولو توضأ فی المسجد فی اناء فهو على هذا التفصيل اھ ثم قال اعنی البحر بخلاف غير المعتكف فانه يكره له التوضؤ فی المسجد ولو فی اناء الا ان يكون موضعا اتخذ لذلك لا يصلی فيه اھ **اقول** [٣٣٧] واليه يشير قوله فی مكروهات الصلاة يكره الوضوء والمضمضة فی المسجد الا ان يكون موضع فيه اتخذ للوضوء ولا يصلی فيه اھ فلم يستثن الا هذا ومثله فی غمز العيون عن شرح الجامع الصغير للتمرتاشی لكن البحر قدم فی بحث الماء المستعمل عن الخانية ان توضأ فی اناء فی المسجد جاز عندهم اھ وعليه مشى فی الاشباه

فقال تكره المضمضة والوضوء فيه الا ان يكون ثمه موضع اعد لذلك لا يصلى فيه او فى اناء اه واعتمد السيد الحموى مقالته فى الاعتكاف فقال هذا الحكم وان كان فى الخانية لكن ليس على العموم كما يفهم من كلامه بل فى المعتكف فقط بشرط عدم تلويث المسجد قال فى البدائع الى اخر ما قدمنا عن اعتكاف البحر وقال العلامة الرملى فى حاشيته الظاهر ترجيح ما فى فتاوى قاضيخان اه نقله فى المنحة

اقول ۳۲۶۲ فى الاولى التوفيق فان كان الاناء بحيث يخشى ان لا تقع الغسالة كلها فيه بل يترشش بعضها خارجه كره ولعله الغالب فلذا اطلق المنع فى باب الاعتكاف وان امن ذلك لم يكره وهو مراد الخانية والله تعالى اعلم هذا وقال ط فى المسألة الدائرة هو والسيد ابو السعود الازهرى ظاهر ما فى المحيط وجوب هذا التيمم وفصل فى السراج بين ان يخرج سريعا فيجوز تركه او يمكث فيه للخوف فلا يجوز تركه وعليه يحمل ما فى المحيط اه اه ودل قولهما اه على ان الجملة الاخيرة عليه يحمل ما فى المحيط من كلام السراج الوهاج اقول ۳۲۶۳ وفيه نظر ظاهر فان صريح كلام المحيط فى الخروج دون اللبث هذا وانا اقول ۳۲۶۴ وبالله التوفيق يؤيد الفارقين بين الدخول والخروج مسألة فى الصوم فقد نصوا ان من جامع ناسيا او ليلا فطلع الفجر فان نزع مع الذكر والفجر لا شئ عليه وان امنى بعد النزع لانه كالاحتلام ولو مكث قضى كما فى الدر عامة الاسفار الغر فلا ايلاج جماع والمكث جماع والنزع اقلاع لا جماع والا لوجب فساد الصوم الا ۳۲۶۵ ان يقال هو مستثنى بدلالة الكريمة احل لكم ليلة الصيام الرفث الى نسائكم والليل الى طلوع الفجر فالحل ممتد اليه ومن لازمه وقوع النزع بعد الفجر فلم يعد جماعا وان كان فيه الكون فى الفرج بعد الفجر ما لم يستتم خروجا لانه لا سبيل له الى الاقلاع الا هذا بخلاف من فى المسجد فله سبيل الى التيمم تأمل فانه موضعه اقول ۳۲۶۶ ولا يبعد على هذا ان قيل ان الجنب ممنوع عن المسجد لبثا واجتيازا وهو فى الخروج بلا تيمم مجتاز و فى اللبث للتيمم ماكث لانه لا يطهر ما لم يتم التيمم فان كان مكثه هذا التطهير الجسد فان اجتيازه هذا التنزيه المسجد فهو بين بليتين فليختر اهونهما وبين نجاتين فليرتد اعجلهما بان ينظر ايهما اسرع تيممه او خروجه فيختاره وان استويا خير لكن ليس لمثلى ان يكون له قيل فى حكم وانما على اتباع ما رجح و صحح فاذن اقول ۳۲۶۷ قدم فى الخانية والمحيط والاختيار القول بالوجوب فقيه النفس لا يقدم الا الاظهر الاشهر كما صرح بنفسه فى صدر فتاواه فيكون هو المعتمد كما قاله ط و ش وكذلك قدم

ف۱: تطفل على الهندية

ف۲: تطفل على السراج والازهرى و ط

ف۳: مسئلہ ...

الباقوز والتقدیم دلیل الترجیح ثم[۲۴۶۰] نحن بین حاظر ومبیح فالاخذ بالحاظر احوط ثم[۲۴۶۱] المبیح لاینہی عن التیمم بل یستحبہ والحاظر یوجبہ ففعلہ متفق علیہ وترکہ مختلف فیہ فالاخذ بالمتفق علیہ اولی واللہ سبحنہ وتعالی اعلم (۱۴۳) نہانے کی حاجت ہو پانی مسجد کے اندر ہو جیسے وسط مسجد میں حوض یا وہ کوآں جس تک مسجد ہی میں ہوکر راہ ہے اور اُسکے سوا پانی اور کہیں نہیں پاتا نہ کوئی مسجد میں سے لا دینے والا ہے تیمم کرکے جائے اور پانی لے آئے محیط رضوی پھر بحر الرائق میں۔ ہے جنب مر علی مسجد فیہ ماء یتیمم للدخول ولایباح لہ الا بالتیمم مبسوط پھر عنایہ پھر شامی میں ہے مسافر مر بمسجد فیہ عین ماء وھو جنب ولایجد غیرہ فانہ یتیمم لدخول المسجد عند نا منیہ میں ہے جنب جد الماء فی المسجد ولیس معہ احد تیمم ودخل قال فی الحلیۃ اذا کان لایجد ماء غیرہ یقدر علی استعمالہ شرعا الخ اقول[۲۴۶۲] فقد جمع بین الشرطین وھما مرادان قطعا وان اھملھما فی المحیط واقتصر فی المبسوط والمنیۃ علی واحد واحد (۱۴۴ تا ۱۴۶) اقول[۲۴۶۳] بدستور یہاں بھی وہی صورتیں ہونگی کہ اگر پانی لادینے والا اجرت مثل مانگتا ہے اور یہ ابھی دے سکتا ہو یا وہ اُدھار پر راضی ہو تیمم جائز نہیں ورنہ جائز ثم رأیت بحمد اللہ تعالی اشار الی بعضہا فی الحلیۃ مع افادات زائدۃ فراجعہا تحت قول المنیۃ المذکور تنبیہ یہاں بحر میں محیط رضوی سے ایک اور صورت لکھی کہ وہ دہ در دہ سے کم حوض ہو اور کوئی برتن پاس نہیں اگر اس میں نہاتا ہو پانی بھی خراب ہوتا ہو اور یہ بھی طاہر نہ ہوگا ناچار تیمم کرے ھذا نصہ وان کان فیہ (ای فی المسجد اقول[۲۴۶۴] ولیس قیدا کما لایخفی) عین صغیرۃ ولا یستطیع الاغتراف منہ لایغتسل فیہا ویتیمم لان الاغتسال فیہ یفسدہ ولا یخرج طاھرا فلا یکون مفیدا اھ اقول[۲۴۶۵] مگر یہ غیر صحیح پر مبنی ہے صحیح ومعتمد یہ ہے کہ اسکا غسل اُتر جائیگا اور پانی مستعمل ہوجائیگا لعدم الاستعمال قبل الانفصال وھی مسألۃ البئر جحط وقد قال فی البحر المذھب المختار فی ھذہ المسألۃ ان الرجل طاھر والماء طاھر غیر طھور تو اگر وہ پانی وقف ہو یا مالک کی اجازت نہیں اُسمیں نہانا ممنوع ہوگا کہ پانی کو خراب کردیگا یہ نمبر ۵۰ و ۵۳ میں داخل ہے اور اگر مالک کی اجازت یا پانی خود اسکی ملک یا قدرتی مباح ہو تو نہانا لازم اور تیمم روا نہیں (۱۴۷) پانی ہو مگر مقید جسکا روشن بیان ہمارے رسالہ النور والنورق میں ہے تیمم کرے اسکی فروع[۲۴۶۶] سے ہے وہ مسئلہ کہ علما نے آب زمزم شریف بچانے کیلیے افادہ فرمایا اپنے تبرک یا کسی کو ہدیہ دینے کے لیے زمزم لیے جاتا ہے اقول[۲۴۶۷] اتنا کہ طہارت کو خود یا دوسرے پانی سے ملکر کافی ہو وضو یا غسل کی ضرورت ہوئی بغیر اُسکے اور کافی پانی ہو

وفاقا لان النص فی مثلہ نادر والنادر لایلاحظ فی الاحکام ھذا ما علمنی الملک العلام والحمد للہ ولی الانعام ۱۲ منہ غفرلہ

نہیں فرض ہوگا کہ زمزم شریف ہی طہارت میں خرچ کرے اب اگر اُسے بچانا چاہے اُسمیں گلاب کیوڑا بید مشک برابر کا ملادے خلاصہ بزازیہ غنیہ توشیح بحر یا زعفران اتنا کہ اُسے رنگنے کے قابل کردے خلاصہ حلیہ یا شکر کہ شربت ہوجائے رد المحتار اقول مگر شربت زیادہ دن نہ ٹھہریگا اور صورت زعفران میں بھی پینا دشوار ہوگا لہذا گلاب ہی اولٰی ہے اگر حاضر ہو غرض وہ صورت کردے کہ قابل غسل ووضو نہ رہے اب تیمم کرے (۱۴۸) اسکا دوسرا حیلہ یہ فرمایا ہے کہ زمزم کسی رفیق کو ہبہ کرکے اُسکے قبضہ میں دیدے پھر اُس سے اپنے پاس بطور امانت لیلے یا اُسی کے پاس رہنے دے اور تیمم کرے کہ پانی اپنی ملک میں نہ رہا جب وطن پہنچے یا اُسکی راہ جدا ہو اُس سے اپنے نام مثلاً ہبہ کرالے یا کچھ دیکر خرید لے خلاصہ میں ہے رجل فی البادیۃ معہ ماء زمزم وقد رصص راس القمقمۃ لایجوز لہ التیمم والحیلۃ ان یھبہ لغیرہ ثم یودعھا منہ اویجعل فیہ ماء الورد اوماء الزعفران حتی یصیر مقیدا فتح القدیر میں ہے یبتلی الحاج بحمل ماء زمزم للھدیۃ (زاد فی المنیۃ او للاستشفاء) ویرصص راس القمقمۃ فما لم یخف العطش ونحوہ لایجوز لہ التیمم قال المصنف فی الحیل فیہ ان یھبہ من غیرہ ثم یستودعہ منہ اھ زاد فی الحلیۃ اوترکہ مع الموھوب لہ اھ وقال فیھا انہ مما توارد کثیر من المتاخرین من غیر قدح فی ھذہ الحیلۃ کصاحب الھدایۃ فی التجنیس وصاحب المبتغی بالغین المعجمۃ اھ واعترضہ فی الخانیۃ وعن المحیط فی الحلیۃ وتبعھم البزازی فی الوجیز وقال الحلبی فی الغنیۃ ھو الفقہ بعینہ وھذا لفظ الامام فقیہ النفس قال رحمہ اللہ تعالٰی ھذا لیس بصحیح عندی فانہ لورأی مع غیرہ ماء یبیعہ بمثل الثمن اوبغبن یسیر یلزمہ الشراء ولایجوز لہ ان یتیمم فاذا تمکن من الرجوع فی الھبۃ کیف یجوز لہ التیمم اھ وعن ھذا جعل الحیلۃ الاخری فی الغنیۃ وتبعہ فی الدر ان یھبہ علی وجہ ینقطع بہ الرجوع اھ ای بان تکون الھبۃ بشرط العوض اھ ش واعترضہ العلامۃ ط قائلا عدم التقیید اولی (ای ترک تقیید الھبۃ بشرط الرجوع) لانہ اذا کان ھبۃ علی ھذا الوجہ لاتعود علیہ فائدتہ فالاولی ان ینتفع بہ لنفسہ اھ ای اذا وھب بحیث سقط تمکن الرجوع خرج من یدہ واختیارہ ففیم الحیلۃ لانھا انما کانت لینتفع بہ اھداء اواستشفاء واجاب ش بان المراد یھبہ ممن یثق بہ بانہ یردہ علیہ بعد ذلک اھ اقول ربما لایجد فی السفر من یثق بہ ولذا قالوا یھبہ من غیرہ ولم یقیدوہ بموثوق بہ ولو کان المراد ھذا لکان یکفی ان یبیعہ ثم اذا وصلا اوتفرق طریقھما یشتری منہ وقد کان البیع اشھر منھا یعرفہ کل احد بخلاف الھبۃ بشرط العوض التی ھی برزخ بینھما ھبۃ

ابتداءً وبيع انتهاءً ولم يذكر البيع احد اما اشكال الخانية فقد اجاب عنه المحقق على الاطلاق فى
الفتح بان الرجوع تملك بسبب مكروه وهو مطلوب العدم شرعا فيجوز ان يعتبر الماء معدوما فى
حقه لذلك وان قدر عليه حقيقة كماء الحب بخلاف البيع اھ اقول اى اذا وجد فى
الفلاة ماء موضوعا للشرب لا يجوز له التوضى منه بل يتيمم مع قدرته على الماء حسا ولغا حقيقة
لعجزه عنه شرعا كذا هذا بخلاف الشراء فانه قادر عليه شرعا ايضا وبالجملة فالمنع الشرعى ايضا من
اسباب العجز عن استعمال الماء كسائر وجوه العجز وهو حاصل ههنا فساغ التيمم هذا تقريره وقد
اقره فى البحر واستحسنه فى الحلية وتعقبه المقدسى قائلا يمكن ان يقال انما يكون الرجوع محذورا
اذا كان عقد الهبة حقيقيا اما اذا كان على وجه الحيلة فلا اذ الموهوب له لا يتأذى من الرجوع
هنا اصلا تأمل اھ وكذلك نظر العلامة ش فايد فى المنحة تعقب المقدسى بقوله علا انه
سيأتى عن الوافى انه اذا كان مع رفيقه ماء فظن انه ان سأله اعطاه لم يجز التيمم وان كان
عنده انه لا يعطيه يتيمم وان شك فى الاعطاء وتيمم وصلى فسأله فاعطاه يعيد وهنا ان لم يرجع
بهبته يجب عليه ان يسأله لوجود الظن باعطائه اللهم الا ان يتعاهدا على انه ان سأله بعد الهبة
لا يعطيه تتميما للحيلة تأمل اھ وايد فى رد المحتار استحسان الحلية بقوله علا ان الرجوع فى
الهبة يتوقف على الرضا او القضاء لكن قد يقال انه ما وهبه الا ليسترده والموهوب منه لا يمنعه
اذا طلبه الواهب وذلك يمنع التيمم والجواب انه يسترده بهبة او شراء لا بالرجوع فلا يلزم المكروه
والموهوب منه اذا علم بالحيلة يمتنع من دفعه للوضوء تأمل اھ اقول لا وجه للتعقب فان
الهبة حقيقية قطعا صدرت من اهلها فى محلها والحيلة لا تنفى الحقيقة بل توجبها اذ لولاها لبطلت و
كونه يتوصل به الى مقصد اخر لا ينافى قصد العقد بل يؤكده اذ به يتوصل فكيف لا يقصد وانما
العقد بالايجاب والقبول لا بالغايات المضمرة فى النفوس والا لانسد باب الحيل الشرعية عن اخرها
مع انه مفتوح بالكتاب العزيز والاحاديث الصحاح كما بينته فى كفل الفقيه واذا ثبت العقد ثبت
باحكامه ومن احكامه كراهة الرجوع تحريما فكيف لا يكون محذورا وليس المنع منه لتأذى الموهوب له
حتى لو لم يتأذ جاز بل لا يجوز وان لم يتأذ الا ترى ان له طريقين الرضا والقضاء ولا تأذى فى
الرضا بل منعه لانه ليس لنا بحمد الله تعالى مثل السوء كما افصح به الحديث الشريف اما

علاوۃ الشامی فقد تکفل بالجواب عنہا وقد جزم فی رد المحتار بما استضعف فی المنحۃ فان قلت ما فائدتہ الا التمکن من الرجوع وھو عنہ ممنوع اقول لا یرجع بل یشتری او یستوھب کما قال ش وفائدتہ ان الموھوب لہ لا یمتنع من بیعہ او ھبتہ علما منہ بانہ ان لم یفعل فلہ الرجوع فلا یفید الامتناع بخلاف ما اذا انقطع حق رجوعہ یمتنع لعلمہ ان الواھب لا یقدر علی استردادہ فالصواب مع عامۃ الائمۃ ان شاء اللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم (١٤٩) پانی ایسی حالت پر ہو کہ اُسکے مطلق ومقید ہونے میں اشتباہ ہو جیسے نبیذ تمر وغیرہ جسمیں تحقیق نہ ہو کہ پانی اُس میوے سے مغلوب ہو کر نبیذ ہو گیا یا ابھی نہیں اُس سے وضو بھی کرے کہ شاید پانی ہو اور تیمم بھی کہ شاید نہ ہو ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نبیذ تمر میں جو تین حکم مروی ہیں اُس سے وضو کرے۔ وضو نہ کرے تیمم ہی کرے۔ وضو و تیمم دونوں کرے وہ انھیں تین حالتوں پر مبنی ہیں جہاں پانی ہنوز مغلوب نہ ہوا وہاں اُس سے وضو کا حکم فرمایا جہاں مغلوب ہو گیا تیمم کا حکم دیا جہاں مغلوب ہونا نہ ہونا مشتبہ ہے دونوں کا جمع کرنا ارشاد فرمایا کما ذکرناہ علی ھامش رسالتنا النور والنورق (١٥٠) گدھے کا جھوٹا پانی موجود ہو اور نہیں اُس سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی۔ ان دونوں نمبروں میں اختیار ہے چاہے وضو پہلے کرے خواہ تیمم اور بہتر یہ ہے کہ وضو پہلے کرلے اور ان دونوں میں وضو بلا نیت جائز نہ ہوگا تیمم کی طرح اس وضو میں بھی نیت شرط ہے تنبیہ یہی حکم خچر کے جھوٹے کا ہے اگر گدھی پر گھوڑا اپٹنے سے پیدا ہوا ہو ہمارے ملک میں عام خچر وہ ہیں کہ گھوڑی پر گدھا الگ کئے جاتے ہیں ان خچروں کا جھوٹا مشکوک نہیں طاہر ہے انکا حکم گھوڑے کی مثل ہے کہ جانوروں میں اعتبار ماں کا ہے در مختار میں ہے (سؤر حمار) اھلی (وبغل) امہ حمارۃ فلو فرسا او بقرۃ فطاھر (مشکوک فی طھوریتہ) حتی لو وقع فی ماء قلیل اعتبر بالاجزاء (فیتوضؤ بہ) او یغتسل (ویتیمم ان فقد ماء وصح تقدیم ایھما شاء) فی الاصح اھ اما قال بعدہ (ویقدم التیمم علی نبیذ التمر علی المذھب) المصحح المفتی بہ لان المجتھد اذا رجع عن قول لا یجوز الاخذ بہ اھ فیما صار نبیذا ومعنی التقدیم الاختیار ای یختار التیمم حتما ولا یتوضؤ بہ کما افادہ ش وبیناہ فی الرسالۃ المذکورۃ رد المحتار میں ہے فی النھر عن الفتح اختلف فی النیۃ بسؤر الحمار والاحوط ان ینوی اھ ای الاحوط القول بوجوبھا فقد قدمنا فی بحث النیۃ عن البحر عن شرح المجمع والنقایۃ معزیا الی الکفایۃ انما شرط فیہ وفی نبیذ التمر (١٥١) وضو میں اکثر اعضائے وضو یا غسل میں اکثر حصہ بدن میں زخم یا تر خارش ہو تیمم کرے اور کم میں تو صحیح کو دھوئے باقی کو مسح کرے مگر جبکہ صحیح دھونے سے

زخمی تک پانی پہنچنے سے بچانہ سکے تو اب بھی تیمم ہو کما فی الخانیۃ والحلیۃ والبحر اور اگر صحیح و مجروح دونوں حصے برابر ہوں تو اختلاف تصحیح ہے خانیہ و محیط میں فرمایا صحیح یہ ہے کہ صحیح کو دھوئے جریح کو مسح کرے بحر و تنویر میں ہے یہی احوط ہے درمختار میں ہے یہی ارجح ہے اور خلاصہ و تبیین و فتح و تمیض و اختیار و مواہب الرحمن میں ہے صحیح یہ کہ تیمم کرے کما فی رد المحتار قال ورأیت فی السراج مانصہ وفی العیون عن محمد اذا کان علی الیدین قروح لایقدر علی غسلھا وبوجھہ مثل ذلک تیمم وان کان فی یدیہ خاصۃ غسل ولا یتیمم و ھذا یدل علی انہ یتیمم مع جراحۃ النصف اھ **اقول** [٢٣٨٦] وبہ تترجح کفۃ القول الثانی وبہ رد الشامی علی الدر ان حکمہ فی المساواۃ بالغسل والمسح خلاف المروی عن محمد **فان قلت** لعل الشارح المدقق رحمہ اللہ تعالی نظر الی ان الکلام ھھنا فی الغسل فان کان ما یضرہ الغسل اکثر عددا مما لایضرہ تیمم اعتبارا بالاکثر ولا شک ان الوجہ والیدین اکثر المغسول من اعضاء الوضوء فلا مافی السراج من الاستدلال بہ یتم ولا ما فی رد المحتار علی الشارح یرد **اقول** [٢٣٨٧] فاذن یصح قولہ وان استویا اذ لا نصف ثلثۃ ومع ضم الرأس الی ھذہ الاعضاء قد صرح بہ فی الفتح والحلیۃ والبحر حیث قال ھذا واختلف فی حد الکثرۃ منھم من اعتبر من حیث عدد الاعضاء ومنھم من اعتبر الکثرۃ فی نفس کل عضو فلو کان برأسہ ووجھہ ویدیہ جراحۃ والرجل لاجراحۃ بھا یتیمم سواء کان الاکثر من اعضاء الجراحۃ جریحا وصحیحا والاخرون قالوا ان کان الاکثر من کل عضو من اعضاء الوضوء المذکورۃ جریحا فھو الکثیر الذی یجوز معہ التیمم والا فلا کذا فی فتح القدیر من غیر ترجیح وفی الحقائق المختار اعتبار الکثرۃ من حیث عدد الاعضاء اھ ومثل ما فی الفتح فی الحلیۃ غیر انہ مال بحثا الی اعتبار الکثرۃ فی اعضاء الوضوء ایضا مساحۃ ای بخلاف کلا القولین **اقول** [٢٣٨٨] وقد کنت اولا امیل الیہ قبل ان اراہ غیر انی لم یکن لی الخیار لا سیما مع تصریح الحقائق بالمختار واللہ تعالی اعلم

(۱۵۲) یہاں ایک مسئلہ اس مسئلہ اعتبار اکثر اعضاء سے مستثنی ہے وہ یہ کہ دونوں ہتھیلیاں ایسی زخمی ہیں کہ انہیں پانی پہنچنا مضر ہوگا یا بوجہ زخم لوٹا وغیرہ اُٹھا نہیں سکتا نہ پانی کسی ایسے برتن یا حوض وغیرہ میں ہے کہ اُس میں اپنا منہ اور پاؤں ڈال کر وضو کرسکے تیمم کریگا درمختار میں ہے یتیمم لو الجرح بیدیہ رد المحتار میں ہے ای ولم یمکنہ ادخال وجھہ ورجلیہ فی الماء فلو امکنہ فعل بلا تیمم کما لایخفی فلا ینافی ما قدمناہ عن العیون بحر الرائق میں ہے فھذا یفید ان قولھم اذا کان الاکثر صحیحا یغسل الصحیح محمول علی ما اذا لم یکن

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بالید من جراحۃ کما لایخفی (۱۵۵۳ تا ۱۵۵۵) اس مسئلہ جراحت ہر دو کف کو درمختار میں عام رکھا کہ اگرچہ کوئی وضو کرانے والا ملے جب بھی تیمم کی اجازت ہے حیث قال بعد ما مر وان وجد من یوضیہ خلافا لھما۔ مگر معتمد یہ ہے کہ اس حالت میں تیمم نہیں بحرالرائق میں ہے فی القنیۃ والمبتغی بیدہ قروح یضرہ الماء دون سائر جسدہ یتیمم اذا لم یجد من یغسل وجھہ وقیل یتیمم مطلقا اھ اقول [۴۹۱] وقولہ وجھہ من باب الاکتفاء ای ورجلیہ ویمسح رأسہ ردالمحتار میں ہے وھو الموافق لما مر فی المریض العاجز من انہ لو وجد من یعینہ لایتیمم فی ظاھر الروایۃ فتنبہ لذلک اقول [۴۹۲] تو اب یہاں بدستور وہ تینوں صورتیں نکلیں گی کہ وضو کرا دینے والا اجرت زیادہ مانگتا ہے یا یہ مفلس ہے یا مال غائب اور وہ ادھار پر راضی نہیں **تنبیہ** امام اجل فقیہ ابو جعفر ہندوانی رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب غریب الروایۃ میں ایک صورت تیمم کی یہ ارشاد فرمائی ہے کہ اگر وضو میں سب اعضا بے تکلف دھو سکتا ہے مگر کسی مرض کے باعث سر کا مسح ضرر کرتا ہے تو تیمم کرے یونہی اگر غسل میں سارے بدن پر پانی بہا سکتا ہو مگر سر دھونا درکنار مسح بھی نہ کرسکے تو غسل کی جگہ بھی تیمم کرے مگر صحیح ومعتمد ومشہور ومنصوص یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں تیمم کی اجازت نہیں بلکہ وضو میں تینوں اعضا اور غسل میں سر کے سوا سارا بدن دھوئے اور سر پر کوئی پٹی باندھ کر اُس پر مسح کرے اور اس سے بھی نقصان ہو تو بالکل چھوڑ دے اسقدر معاف رہیگا تنویر الابصار آخر تیمم میں ہے من بہ وجع رأس لایستطیع معہ مسحہ یسقط فرض مسحہ درمختار میں ہے لایستطیع مسحہ محدثا ولا غسلہ جنبا ففی الفیض عن غریب الروایۃ یتیمم وافتی قارئ الھدایۃ انہ یسقط عنہ فرض مسحہ ولو علی جبیرۃ ففی مسحھا قولان وکذا یسقط غسلہ فیمسحہ ولو علی جبیرۃ ان لم یضرہ والا سقط اصلا وجعل عادما لذلک العضو حکما کما فی المعدوم حقیقۃ ردالمحتار میں ہے قولہ قولان ذکر فی النھر عن البدائع ما یفیدہ ترجیح الوجوب قال وھو الذی ینبغی التعویل علیہ اھ بل قال فی البحر والصواب الوجوب بحرالرائق میں ہے ذکر الجلابی فی کتاب الصلاۃ لہ ان من بہ وجع فی رأسہ لایستطیع معہ مسحہ یسقط فرض المسح فی حقہ اھ وھذہ مسألۃ مھمۃ احببت ذکرھا لغرابتھا وعدم وجودھا فی غالب الکتب وقد افتی بھا الشیخ سراج الدین قارئ الھدایۃ استاذ المحقق کمال الدین بن الھمام وبہ اندفع ما کان قد توھم قبل الوقوف علی ھذا النقل انہ یتیمم للعجز عن استعمال الماء ولیس بعد النقل الا الرجوع الیہ ولعل الوجہ فیہ ان یجعل عادما لذلک العضو حکما فتسقط وظیفتہ کما فی المعدوم حقیقۃ بخلاف ما اذا کان ببعض الاعضاء

المغسول لجراحة فانه يغسل الصحيح ويمسح على الجريح لان المسح عليه كالغسل لما تحته ولان التيمم
مسح فلا يكون بدلا عن مسح وانما هو بدل عن غسل والرأس ممسوح ولهذا لم يكن التيمم في الرأس اهـ
منحة الخالق میں ہے قولہ ما کان قد توهم) الذى توهم ذلك العلامة عبد البر بن الشحنة فانه ذكر
عبارة الجلابى فى شرحه على الوهبانية ونظمها بقوله ؎ ويسقط مسح الرأس عمن برأسه من
الداء ما ان بله يتضرر ثم قال وكان يقع فى نفسى قبل وقوفى على هذا النقل انه يتيمم لعجزه
عن استعمال الماء وليس بعد النقل الا الرجوع ولعل الوجه فيه انه يجعل عادما لذلك
العضو حكما فتسقط وظيفته كما فى المعدوم حقيقة والله تعالى اعلم قوله وليس بعد النقل الخ
يوهم ان التيمم غير منقول مع انه منقول ايضا ففى الفيض للكركى عن غريب الرواية من
برأسه صداع من النزلة ويضره المسح فى الوضوء او الغسل فى الجنابة يتيمم والمرأة لو ضرها غسل رأسها فى الجنابة او
الحيض تمسح على شعرها ثلاث مسحات بمياه مختلفة وتغسل باقى جسدها اهـ قال فى الفيض وهو عجيب اهـ ما فى المنحة
اقول ٢٩٣ ظهر لى بحمد الله تعالى من معناه ما يرفع العجب وذلك ان العجب انما هو فى مسألة الغسل ان يجوز لها التيمم اذا
ضرها غسل رأسه وهذا باطل قطعا بل يجب الرجوع الى المسح لان مسح ما يغسل عند تعذر غسله كغسله كما تقدم
انفا عن البحر ومثله فى البدائع ولذا جاز جمعه مع الغسل بخلاف مسح الخفين فانه لا يجوز ان يغسل احدى رجليه ويمسح خف
الاخرى وان كانت على احدهما جبيرة او عصابة مسحها وغسل الاخرى كما نصوا عليه فى التبيين وغيره ومسألة من التزيد
صحيح انه يغسل الصحيح ويمسح الجريح مشهور صريح غير محتاج الى التصريح فكيف حكم ههنا بالتيمم ولكن هذا التوهم انما كانت
الكدرة عبارة الدر فى النقل بالمعنى فلما رأيت عبارة غريب الرواية المنقولة فى الفيض وفيها يضره
المسح فى الوضوء والغسل فى الجنابة لا مسح رأسه محدثا وغسله جنبا كما فى الدر قد رس فى
خاطرى ولله الحمد ان الغسل ههنا بضم الغين لا فتحها فليس المراد غسل الرأس بل المنفرضة
الغسل واسالة الماء على بدنه ولو مع ترك الرأس لما تصعد به الابخرة الى الدماغ كما علم فى الطب
وكيف تكون عبارة غريب الرواية بفتح الغين مع انه المصرح متصلا بها ان المرأة ان ضرها غسل
رأسها مسحته فليس المعنى الا ما قررت وهذا صاف لا غبار عليه ولله الحمد اما مسألة الوضوء
فغير عجيب بل له وجه وجيه قريب **فاقول** ٢٩٤ معلوم ان الحدث لا يتجزى فكذا رفعه فلو
اغتسل وبقيت شعرة لم يسل الماء عليها فلا غسل له وهو جنب كما كان وقد نصوا ان النجاسة

الحکمیة اشد من الحقیقیة اذ قد عفی من هذه قدر درہم او اقل من الربع ولا عفو فی الحکمیة قدر ذرة اصلا فمن لا یستطیع غسل رأسه فی الغسل یمسحه فان لم یستطع فعصابة علیه وقد تم التطہیر لما علمت ان ھذا المسح یقوم مقام غسله وھی مسألة الصحیح الجریح اما اذا لم یقدر علیه اصلا فی الغسل او الوضوء تبقی وظیفة الرأس متروکة رأسا فیکون ھذا بعض طہارة الطہارة وھو لا یتجزی فینتفی اصلا فقد ظہر عجزہ عن طہارة الماء فوجب المصیر الی التیمم اما قول البحر ان التیمم مسح فلا یکون بدلا عن مسح والرأس ممسوح فاقول اولا انه لیس فی الغسل فان الرأس فیه مغسول وثانیا ھو عجیب من مثله فانه لم تأمر الروایة بالتیمم بدلا عن مسح الرأس بل بدلا عن الوضوء والغسل عند العجز عن اکمالہما ولا شك ان التیمم بدل عنہما مع تحقق المسح فی الوضوء فلو لم تصح البدلیة بھذا الوجه وجب ان لا یجوز التیمم للحدث فظہر ان ما فی غریب الروایة غیر غریب نعم الاشہر ما ذکرہ الحلبی وبه جزم الدر فی غیر موضع ففی اخر التیمم ما تقدم وقال فی اخر الوضوء قبیل سننه ما نصه فی اعضائه شقاق غسله ان قدر والا مسحه والا ترکه ولو بیدہ ولا یقدر علی الماء تیمم اھ ومسألة شقاق الید تقدمت انفا مع قیودھا وقال فی اخر مسح الخفین الحاصل لزوم غسل المحل ولو بماء حار فان ضر مسحه فان ضر مسحہا فان ضر سقط اصلا اھ اقول بل ان ضر مسحه فان ضر غسلہا فان ضر مسحہا ثم قال (انکسر ظفرہ فجعل علیه دواء او وضعه علی شقوق رجله اجری الماء علیه) ان قدر والا مسحه والا ترکه وفی التبیین والفتح والبحر والہندیة وغیرھا من الاسفار الغر لو انکسر ظفرہ فجعل علیه دواء او علکا او ادخل جلد مرارة او مرھما فان کان یضرہ نزعه مسح علیه وان ضرہ المسح ترکه اھ اقول بل غسل فان ضر مسحه فان ضر ترکه قالوا وان کان فی اعضائه شقوق امر علیہا الماء ان قدر والا مسح علیہا ان قدر والا ترکہا وغسل ما حولہا اھ اقول ان کان المراد بمسألة الشقوق ما اذا وضع الدواء علیہا ومعنی امر علیہا امر علی دواء علیہا کما کان فی عبارة الدر فذاك والا فتقدیرہ مسح علیہا ان قدر والا اجری علی دواء او عصابة علیہا ان استطاع والا مسحه ان امکن والا ترك ثم بحمد الله تعالی رأیت النص عن ائمتنا الثلثة رضی الله تعالی عنہم فی ظاہر الروایة انه یجوز ترك المسح اذا ضر فانقطع الخلاف قال الامام ملك العلماء فی البدائع قد ذکر محمد فی کتاب الصلاة عن ابی حنیفة رضی الله تعالی عنه انه اذا ترك المسح علی الجبائر وذلك یضرہ

اجزأہ وقال ابویوسف ومحمد رحمہما اللہ تعالٰی اذا کان ذلک لایضرہ لم یجز فخرج جواب ابی حنیفۃ فی صورۃ وخرج جوابہما فی صورۃ اخری فلم یتبین الخلاف ولاخلاف فی انہ اذا کان المسح علی الجبائر یضرہ انہ یسقط عنہ المسح لان الغسل یسقط بالعذر فالمسح اولٰی اھ وفی الحلیۃ فی باب الوضوء والغسل من الاصل اذا اغتسل من الجنابۃ ومسح بالماء علی الجبائر التی علی یدہ اولم یمسح لانہ یخاف علی نفسہ ان مسح یجزئہ قال فی الحلیۃ ذکرہ مطلقا من غیران یضیفہ الی احد اھ ای فافاد انہ قول الکل فثبت ان سقوط بعض الوظیفۃ لاجل الضرورۃ غیر غریب واللہ تعالٰی اعلم غرض ثابت ہوا کہ مذہب یہی ہے کہ اس صورت میں غسل و وضو کرے اور مسح معاف ہے اُس روایت تیمم پر عمل جائز نہیں ولہٰذا ہم نے اسے شمار میں نہ لیا وباللہ التوفیق وللہ الحمد (۱۵۶) نمبر ۹۸ میں درمختار سے گزرا کہ اگر آنکھ قدح کرائی اور طبیب نے چت لیٹے رہنے کو کہا ہے نماز اشاروں سے پڑھے **اقول**[۲۵۰] تو اگر غسل کی حاجت ہو تیمم خود ظاہر ہے اور یہ نمبر ۱۴۲ ہے یونہی وضو میں بھی جبکہ کوئی کرادینے والا نہ ہو یا وہ اجرت زیادہ مانگے یا یہ قادر نہ ہو اور یہ نمبر ۴۲ تا ۴۵ ہے مگر ایک صورت قیق یہاں اور نکلے گی کہ وضو کرانے والا موجود ہے لیکن پلنگ ناپاک اور بچھونا پاک ہے وضو کرنے سے بچھونا کہ اسکے اعضا کے نیچے ہے ناپاک ہوجائیگا تو اب بھی تیمم کرے واللہ تعالٰی اعلم (۱۵۷) پانی ہے مگر طہارت مطلوبہ کے لیے کافی نہیں تیمم کرے مثلاً نہانا ہے اور صرف وضو کے قابل پانی ہے تو فقط تیمم کرے کہ وضو کرنے یعنی اعضائے وضو دھولینے سے غسل نہ اُتریگا اور تیمم سارے بدن کو پاک کردیگا تو وضو کرنا اُس پانی کا ضائع کرنا ہے یہاں کفایت سے مراد قدرِ فرض کو کافی ہے مثلاً اتنا پانی ہے کہ غسل میں ایکبار کلی ایکبار ناک میں پانی ڈالنے ایکبار سارے بدن پر بہانے یا وضو میں ایک ایکبار کے لیے کافی ہے تیمم نہیں ہوسکتا اسیواسطے ہمنے فرض طہارت کے لیے کافی پانی کہا امام ملک العلما فرماتے ہیں الجنب اذا وجد من الماء قدر ما یتوضؤ بہ لاغیر اجزأہ التیمم عندنا لان المأمور بہ الغسل المبیح للصلاۃ والذی لایبیح وجودہ عدمہ کما لوکان الماء نجسا ولان الغسل اذا لم یفد الجواز کان الاشتغال بہ سفھا مع ان فیہ تضییع الماء وانہ حرام درمختار میں ہے ناقضہ قدرۃ ماء کاف لطھرہ ولو مرۃ مرۃ ولہٰذا اگر پانی نہ پانے پر تیمم کیا تھا اور اب پانی اتنا ملا کہ ایک ایک بار مونھ ہاتھ اور ایک پاؤں دھویا اور پانی ختم ہوگیا تیمم نہ ٹوٹا کہ یہ پانی وضو کو کافی نہ تھا اور اگر اس نے دو دو بار اعضا دھوئے اور وضو پورا ہونے سے پہلے پانی ختم ہوگیا لیکن اگر ایک ایکبار دھوتا تو کافی ہوتا تو تیمم ٹوٹ گیا خلاصہ بحر وشامی میں ہے لو غسل بہ کل عضو مرتین اوثلاثا

پانی بلا ضرورت گرانا یا پھینکنا حرام ہے

فنقص عن احدے رجلیہ انتقض تیممہ ھو المختار[۱] لانہ لواقتصر علی المرۃ کفاہ (۱۵۸) جو آبادی سے دُور ہو مسافر خواہ غیر مسافر مثل شکاری وغیرہ اُس نے پانی سے میل دو میل فاصلہ پر خیمہ لگایا اور پانی اُسکے خیمہ کے دوسرے حصے میں جسمیں یہ خود نہیں کسی نے رکھا یا اس نے رکھوایا یا خود اسی نے رکھا تھا یا یہ مثلاً اونٹ پر سوار ہو اگرچہ کسی کام ہی کے لیے شہر سے میل دو میل دُور گیا ہو اور پانی کی پکھال اپنی ہی لٹکائی ہوئی دُم کی طرف ہو یا یہ اونٹ کو پیچھے سے ہانک رہا ہو اور پکھال آگے کی جانب ہو یا نکیل پکڑے آگے چل رہا ہو اب چاہے پانی اونٹ کی گردن کی طرف ہو خواہ دُم کی جانب۔ یونہی اگر یہ گاڑی میں سوار ہو اور پانی پاچی میں ہو یا گاڑی ہانک رہا ہے اور پانی گاڑی کے کھٹولے میں ہو غرض پانی ایسی جگہ نہیں کہ اسکے پیش نظر ہو یا جسکا بھولنا عادت سے بعید ہو ان سب صورتوں میں جب نماز کا وقت آیا اسے پانی یاد نہ رہا یہ خیال کیا کہ میں پانی سے میل بھر یا زیادہ دُور ہوں تیمم کیا اور نماز پڑھ لی نماز ہو گئی یہ صورت بھی شریعت مطہرہ کی مہر نے پانی سے عجز کی رکھی ہے یہانتک کہ اگر سلام پھیرتے ہی یاد آیا کہ پانی تو یہاں رکھا ہوا ہے یا میں نے خود ہی رکھا تھا جب بھی نماز پھیرنے کی حاجت نہیں ہاں اگر نماز میں یاد آئے تو لازم ہے کہ نیت توڑے اور وضو کر کے نماز پڑھے یونہی اگر پانی اسکے پیش نظر یا ایسی جگہ ہو جہاں کا رکھا ہوا آدمی عادۃً نہیں بھولتا مثلاً اپنی پیٹھ پر مشک یا سواری کی حالت میں آگے رکھا ہوا پانی یا پیچھے سے ہانکنے کی صورت میں اونٹ کے پیچھے لٹکا ہوا تو بیشک ایسی بھول معتبر نہیں نماز وضو کر کے پھر پڑھنی لازم در مختار میں ہے (صلی) من لیس فی العمران بالتیمم (ونسی الماء فی رحلہ) وھو مما ینسی عادۃ (لااعادۃ علیہ) ولو ظن فناء الماء اعاد اتفاقا کما لو نسیہ فی عنقہ او ظھرہ او فی مقدمہ راکبا او مؤخرہ سائقا[۲] رد المحتار میں ہے قولہ من لیس فی العمران ای سواء کان مسافرا او مقیما منح ونوح افندی عن شرح الجامع لفخر الاسلام اما من فی العمران فتجب علیہ الاعادۃ لان العمران یغلب فیہ وجود الماء فکان علیہ طلبہ فیہ وکذا فیما قرب منہ کما قدمناہ والظاھر ان الاخبیۃ بمنزلۃ العمران لان اقامۃ الاعراب فیھا لا تتأتی بدون الماء فوجودہ غالب فیھا ایضا وعلیہ فیشکل قولھم سواء کان مسافرا او مقیما فلیتأمل ام[۱] اقول[۱۵۰] لیس من شرط المقیم القرب من العمران اولیس من خرج للاحتطاب او الاحتشاش او الاصطیاد وبعد عن المصر میلا فھو مقیم مباح لہ التیمم کما نص علیہ فی الخانیۃ وغیرھا وقد تقدم ولم یرد وابہ حضریا فی مصرہ او قرویا فی قریتہ او کردیا فی خبائہ حتی یشکل علیہ ثم قال رحمہ اللہ تعالی الرحل للبعیر کالسرج

https://www.facebook.com/darahlesunnat

للدابة ويقال لمنزل الانسان وما وٰاه رحل ايضا ومنه نسی الماء فی رحله مغرب لكن قولهم لو كان الماء فی مؤخرة الرحل يفيد ان المراد الاول بحر وقول الظاهر ان المراد ما يوضع فيه الماء عادة لانه مفرد مضاف فيعم كل رحل سواء كان منزلا او رحل بعير وتخصيصه باحدهما محتاج الٰى برهان عليه نهر اھ **اقول** اولا ليس الرحل مشتركا معنويا بينهما ليعم بل مشترك لفظی ولذا فسروه بالتفسيرين لا بتفسير يشملهما كما سمعت من المغرب قال فی المصباح المنير الرحل مركب للبعير ورحل الشخص مأواه فی الحضر اھ وفی القاموس الرحل مركب للبعير كالراحول ومسكنك الخ وفصله بقوله كالراحول يؤكد فان مسكن الانسان لا يقال له راحول وكذلك فی قول المغرب لفظة ايضا ومثله فی مختار الصحاح الرحل مسكن الرجل وما يستصحبه من الاثاث والرحل ايضا رحل البعير اھ وفی النهاية حديث حولت رحلی البارحة حيث ركبها من جهة ظهرها كنی عنه بتحويل رحله اما ان يريد به المنزل واما ان يريد الرحل الذی تركب عليه الابل وهو الكور اھ وفی مجمع البحار اما نقلا من الرحل بمعنی المنزل او من الرحل بمعنی الكور وهو للبعير كالسرج للفرس اھ ومثله فی الدر النثير للامام جلال السيوطی واقتصر الامام الراغب فی مفرداته علی التفسير الاول فقال الرحل ما يوضع علی البعير للركوب ثم يعبر به تارة عن البعير وتارة عما يجلس عليه فی المنزل اھ لانه ليس فی الكتاب العزيز الا بهذا المعنی فافاد ايضا انه موضوع له مستقلا فكذا الثانی وعلی هذا كلام عامة ائمة اللغة **وثانيا** لو سلم ليس هذا محل التعميم واستغراق الافراد بل الوجه الاستناد الی الاطلاق فافهم قال رحمه الله تعالٰی قوله وهو مما ينسی عادة الجملة حالية ومحترزة قوله كما لو نسيه فی عنقه الخ قوله لا اعادة عليه ای اذا تذكر بعد ما فرغ من صلاته فلو تذكر فيها يقطع ويعيد اجماعا سراج واطلق ليشمل ما لو تذكر فی الوقت او بعده كما فی الهداية وغيرها خلافا لما توهم فی المنية وما لو كان الواضع للماء فی الرحل هو او غيره بعلمه بامره او بغير امره خلافا لابی يوسف اما لو كان غيره بلا علمه فلا اعادة اتفاقا حلية اھ **اقول** يوهم ان فی المنية حكم الاعادة فی احد الفصلين وليس كذلك انما توهمها تخصيص خلاف ابی يوسف بصورة التذكر فی الوقت حيث قال لو كان معه ماء فی رحله فنسيه وتيمم وصلی ثم تذكر فی الوقت لم يعد عند ابی حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالٰی وان تذكر بعد الوقت لم يعد فی قولهم جميعا قال رحمه الله تعالٰی قوله (فی عنقه) ای عنق نفسه

فائدة
تطفل علی النهر وش
فائدة ۲
تحقيق معانی الرحل
حسن التعميم
تطفل ۳ علی النهر وش
فائدة
معروضة علی العلامة ش

https://www.facebook.com/darahlesunnat

(ومقدمہ) ای مقدم رحل واحترز بہ عما لونسیہ فی مؤخرہ راکبا او مقدمہ سائقا فانہ علی الاختلاف وکذا اذا کان قائدا مطلقا بحر (۱۵۹) مسافر رات کو کوئیں یا جھیل کے پاس اُترا چاہ و نہر جھاڑی کے اندر ہیں یا کوآں ڈھکا ہوا ہے اگرچہ خاص اُسی پر اس نے خیمہ تانا ہو غرض نہ اسے اُس جنگل میں پانی ہونیکا علم ہے نہ پانی ظاہر نہ وہاں کوئی واقفکار جس سے پوچھ سکے اس حالت میں اُس نے تیمم سے نماز پڑھ لی تو یہ بھی صورت عجز ہے **اقول** [۲۵۰۷] یہاں بھی اعادہ نہ کریگا اگرچہ سلام کے بعد ہی پانی وہاں ہونا معلوم ہو جائے کہ یہاں صورت سابقہ سے بھی عذر واضح تر ہے وہاں علم تھا نسیان سے جاتا رہا اور یہاں سرے سے علم نہیں منیہ میں ہے اذا تیمم وصلی والماء قریب منہ وھو لایعلم اجزأہ حلیہ میں ہے ظاھر ھذا وما قدمناہ عن شرح الجامع الصغیر لقاضیخان ومحیط الامام رضی الدین ان ھذا الحکم علی الوفاق وقد افصح بہ فی التجنیس حیث قال صلی بالتیمم وفی جنبہ بئر ماء لم یعلم بھا جاز علی قولھم وما فی جامع الفتاوی ضرب الخیمۃ علی بئر مندرس وتیمم وصلی ثم علم فالاحسن اعادتھا انتہی لایخالفہ وھو ظاھر ثم فی المحیط قید بما اذا لم یکن بحضرتہ من یسألہ عن الماء معللا بان الجھل یعجزہ عن استعمال الماء کالبعد ولم یکن مقصرا فی جھلہ قال وان کان بحضرتہ من یسألہ فلم یسألہ حتی تیمم وصلی ثم سألہ فاخبرہ بماء قریب لم تجز صلاتہ لانہ قادر علی استعمالہ بواسطۃ السؤال فاذا لم یسألہ جاء التقصیر من قبلہ کالذی نزل بالعمران ولم یطلب الماء لم یجز تیممہ انتہی وسنذکر عن البدائع ما یوافق فی ھذا الشرط اھ **اقول** [۲۵۰۸] وقول المحیط ثم سألہ غیر قید بل کذلک الحکم لو اخبرہ بدء کما لایخفی وکذلک [۲۵۰۹] قولہ اخبرہ خرج وفاقا فکذلک الحکم ان علم بعد بنفسہ فان المناط تفریط فی السؤال وقد حصل ثم ذکر فی الحلیۃ عن المجتبی ما ظاھرہ ان ابایوسف رحمہ اللہ تعالی یخالف فی ھذہ ایضا کمسألۃ النسیان وعن الخانیۃ ما ظاھرہ مثلہ مع افادۃ ان عن ابی یوسف فی کلتا مسألتی النسیان والجھل روایتین وعن المبتغی ما ظاھرہ ان خلافہ علی روایۃ ھھنا اذا کان علی شاطئ النھر لا البئر حیث قال ولو صلی بہ وبجنبہ بئر ماء لم یعلم بھا جازت صلاتہ وان کان ذلک علی شاطئ النھر عن ابی یوسف فیہ روایتان اھ ثم وجہ ھذا الخلف بان من حکی الوفاق اختار الروایۃ الموافقۃ ولم یطلع علی الروایۃ المخالفۃ وبالعکس ثم قال وفی الخلاصۃ لو ضرب الفسطاط علی رأس بئر قد غطی رأسھا ولم یعلم بذلک فتیمم وصلی ثم علم بالماء امرتہ بالاعادۃ انتہی فافاد ظاھرہ ضد ما فی الکتاب من غیر حکایۃ خلاف اھ **اقول** [۲۵۱۰] یمکن ان یرید امرتہ ندبا فیکون

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مثل مافی جامع الفتاوی ولا یخالف الجم الغفیر ثم[٢٥١١] راجعت الخلاصۃ[ف۱] فوجدت تمامہ فیہا وھو مروی عن
ابی یوسف رحمہ اللہ تعالی اھ فبترک ھذا نشأ ظن المخالفۃ بینہا وبین مافی الکتاب ولعلہ ساقط من
نسختہ وقد[ف۲] زلت بہ قدم قلم العلامۃ المحقق البحر فمشی علیہ فی البحر موھما انہ قول الکل او المختار
فی المذھب ولیس کذلک کما علمت وقد قال ایضا فی الھندیۃ عن المحیط اذا ضرب خابیۃ علی رأس
بئر غطی رأسہا وفیہا ماء وھو لایعلم اوکان علی شط النہر وھو لایعلم فتیمم وصلی بہ جاز عندھما خلافا
لابی یوسف رحمہم اللہ تعالی اھ فقد انکشف اللبس وللہ الحمد وبہ تعالی العصمۃ (۱۶۰)
سفر میں باپ بیٹے ہمراہ ہیں پانی دونوں کی ملک مشترک یا تنہا بیٹے کی ملک اور ایک ہی کیلئے کافی ہے اور باپ
اُس سے طہارت کرنا چاہتا ہے بیٹے کو جائز نہیں کہ اُس سے مزاحمت کرے کہ باپ وقت حاجت ملک اولاد کا مالک
بن سکتا ہے لہذا بیٹے پر لازم کہ تیمم کرے فتاوی امام قاضیخان میں ہے لوکان الماء بین الاب[ف] والابن فالاب اولی
بہ لان لہ حق تملک مال الابن اسیطرح اُس سے خزانۃ المفتین وہندیہ و اشباہ فن ثالث قول فی الدین میں ہے
اقول[٢٥١٢] ولا یختص بالشرکۃ بل لوکان کلہ ملک ولدہ فالحکم کذلک اذا ارادہ الاب بدلیل
الدلیل وردت[٢٥١٣] ازیرید الاب التطہر بہ لان لہ ان یترکہ لابنہ ویتیمم ثم لاعجز بالولد بل لوکان
ملک الابن فالم یظہر للاب ارادتہ لایثبت عجز الابن حتی[ف] لوکان متیمما قبلہ انتقض فان اخذہ
الاب اعاد تیممہ (۱۶۱) اقول[٢٥١٤] باپ بیٹے کو جنگل میں مباح پانی ملا کہ ایک ہی کو کافی ہے اگر باپ نے ہاں پہلے پہنچ گیا
اُسکا قبضہ ہوگیا جب تو ظاہر ہے کہ بیٹا تیمم کرے کہ اب وہ ملک غیر ہے کہ مباح استیلاء سے ملک ہوجاتا ہے نمبر ۵۳
اور اگر بیٹا پہلے پہنچا قابض ہوا تو یہی نمبر ۱۵۵ ہے اور اگر دونوں ایک ساتھ پہنچے اگر باپ نے پہلے سے کہہ دیا تھا کہ پانی
میں لونگا تو بیٹے کو مزاحمت جائز نہیں پانی پر صرف باپ کی قدرت ثابت ہوگی یہانتک کہ اگر پہلے سے بیٹے کا
تیمم تھا نہ ٹوٹے گا اور نہ تھا تو اب تیمم کریگا اور اگر پہلے سے ایسا نہ کہا تھا تو دونوں قادر ہوگئے اگر پہلے سے تیمم
کیے تھے جاتے رہے اب اگر باپ اُس پانی کو لینا چاہے بیٹا دوبارہ تیمم کرے ھذا کلہ ما ظہر لی تفقہا
وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالی تنبیہ خانیہ وخلاصہ و اشباہ و درمختار وغیرہا میں ہے کہ جنگل میں
جنب[ف] حائض و محدث و میت ہیں مباح پانی قابل غسل ملا کہ ایک ہی کو کافی ہے تو جنب اولی ہے وہ نہائے اور حائض
و محدث تیمم کریں اور میت کو تیمم کرایا جائے وھذا نظم الدر الجنب اولی بمباح من حائض او محدث
ومیت ولو[ف] لاحدھم فھو اولی ولو مشترکا ینبغی صرفہ للمیت اقول[٢٥١٥] یہ شکل پانی سے عجز کی نہیں

یہاں تک کہ اگر تینوں متیمم تھے اب یہ آب مباح ملا سب کا تیمم ٹوٹ گیا جب جنب اُس سے نہائے حائض ومحدث دوبارہ
تیمم کریں فان وجدوا ماء مباحا یکفی لاحدهم علی سبیل البدلیة ینتقض تیممهم جمیعا لان کل واحد منهم
صار قادرا کما فی خزانة المفتین عن الکبری وفی الخلاصة خمسة من المتیممین وجدوا من الماء المباح قدر
ما یتوضؤ به احدهم انتقض تیمم الکل ولو جاء رجل بکوز من ماء وقال لیتوضأ به ایکم شاء انتقض
تیمم الکل وان کان الماء یکفی لاحدهم ولو قال هذا الماء لمن یرید فکذلك اھ اب جنب سے لینا چاہتے
ہیں تو شرعاً ممنوع ہوگیا اور منع شرعی بھی موجب عجز ہے کما تقدم عن الفتح فی ماء الحب والماء الموهوب وکذا الماء
المملوك ملکا فاسدا اذا اذن له الشرکاء لاحدهم لا ینتقض تیممه قال فی البحر لا یخفی انه وان کان
مملوکا لا یحل التصرف فیه فکان وجوده کعدمه اھ ونازع فیه النهر بما هو من مثله عجیب بخلاف جنب کہ جب
یہاں اُسکا تنہا استحقاق جبری نہیں صرف اولویت ہے محدث سے اسلیے کہ جنابت اغلظ ہے اور حائض سے محض
اس مصلحت افضلیت کیلیے کہ وہ تو امامت کر نہیں سکتی جنب امام ہوگا اب اگر حائض نہائے اور جنب تیمم کرے تو یہ
غاسل کی اقتدا متیمم سے ہوگی اور یہ اگرچہ صحیح وجائز ہے مگر عکس افضل ہے لہذا مناسب کہ جنب نہائے اور حائض
تیمم کرے اور میت سے یوں کہ غسل جنابت کا ثبوت قرآن عظیم سے ہے اور غسل میّت کا سنت واجماع سے اسی
لیے مصالح کیلیے جنب کو ترجیح دی ہے نہ یہ کہ اُسکا استحقاق اوروں کو پانی سے عاجز کردے فی رد المحتار
الجنب اولی بمباح هذا بالاجماع تاترخانیة اھ **اقول** (۲۵۱) هذا عجب بل جمهور المشایخ علی اولویة
المیت وان کان الاصح الاول ففی البحر عن الظهیریة قال عامة المشایخ المیت اولی وقیل الجنب اولی
وهو الاصح اھ ونازعه ط بانه حیث کان المشترك ینبغی صرفه للمیت (ای کما تقدم عن الدرر) فالمباح
اولی اھ ای اذا امروا ان یصرفوا ملکهم للمیت فما لا ملك لهم فیه اولی واجاب ش بانه ینبغی لکل منهم
صرف نصیبه للمیت حیث کان لکل واحد لا یکفیه نصیبه ولا یمکن الجنب ولا غیره ان یستقل بالکل
لانه مشغول بحصة للمیت وکون الجنابة اغلظ لا یبیح استعمال حصة المیت فلم یکن الجنب اولی بخلاف
ما اذا کان الماء مباحا فانه حیث امکن به رفع الجنابة کان اولی اھ ای ان المشترك لا یمکن لاحدهم
الاستقلال به لمکان حصة المیت فان صرفوه امکن غسله والا یمموه وتیمموا فکان الصرف اولی
بخلاف المباح فان للکل ان یستقل به وقد امکن به رفع الجنابة فکان الجنب اولی **اقول** (۲۵۲) یتجه
الی تسلیم فان مجرد جواز استقلال الکل به انما نفی ما ذکر من دلیل اولویة الصرف للمیت وهو لا ینفی

لہ داع اٰخر فضلا عن ثبوت اولویۃ الجنب انا **اقول** المباح انما یملک بالاستیلاء والمیت لیس من اھلہ فلا حق لہ فیہ بخلاف الباقین والجنب ارجحھم لما یأتی فکان اولی وسنذکر تمامہ ان شاء اللہ تعالٰی اٰما وجہ القول الاصح فقال ش لان الجنابۃ اغلظ من الحدث والمرأۃ لاتصلح اماما ولو فی طاولی من حائض لامکان تیممھا بالتراب اقتداء ابھما بہ واقتداء المتیمم بالمتطھر افضل من عکسہ مع عدم تأتیہ ھنا اھ **اقول** بل یتأتی بان یتیمم الجنب وتغتسل ھی ولا یتوھم العکس بمعنی امامۃ المرأۃ ھذا وسکت ش عن وجہ تقدیم الجنب علی المیت فی قال فقیہ النفس فی الخانیۃ لان غسلہ فرض وغسل المیت سنۃ اھ قال فی الاشباہ مرادہ ان وجوبہ بھا بخلاف غسل الجنب فانہ فی القراٰن اھ وتعقبہ السید الحموی بانہ انما یتم ھذا التاویل لو لم یکن ھناک قول بالسنیۃ امامع وجودہ فلا اھ وقال قبلہ قال المصنف فی البحر فیما نقلہ مسکین من قولہ وقیل غسل المیت سنۃ مؤکدۃ ففیہ نظر بعد نقل الاجماع یعنی فی فتح القدیر اللھم الا ان یکون قولا غیر معتمد فلا یقدح فی انعقاد الاجماع اھ **اقول** مثلہ لایعد قولا ولا یحمل علیہ مثل کلام الخانیۃ وقال ط لعل اولویتہ علی المیت بسبب انہ یؤدی ماکلف بہ من صلاۃ وقراءۃ فاحتیاجہ الیہ اٰکد من المیت وتعبیرہ باولی یفید جواز التیمم للجنب اھ **اقول** ویجوز بناؤہ **اولا** علی القول بان فرض العین اقوی من فرض الکفایۃ **وثانیا** علی ان لا ایثار فی القرب وھو ذلک لانھم استولوا دون المیت وترجح الجنب من بین الاحیاء لما مر فصرفہ لنفسہ اولی من صرفہ للمیت فافھم (۱۶۲) **اقول** اس صورت میں بے نماز کا اعادہ بھی نہیں لان المنع من جھۃ الشرع لیکن اگر اور شخص نے پانی زبردستی لیلیا تو دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ پانی اسکی ملک تھا اور ظالم نے غصبًا دبالیا اور یہ اُس سے چھین نہیں سکتا تو تیمم سے پڑھے پھر وضو سے پھیرے لان المنع من جھۃ العباد دوسرے یہ کہ پانی مباح تھا اُسپر اگر اسکے قبضہ کرلینے کے بعد اُس نے اس سے چھین لیا تو یہ وہی صورت اولٰی ہوئی کہ پانی بعد قبضہ اسکی ملک ہوگیا تھا اور اگر یہ قبضہ کرنا چاہتا تھا وہ زبردست ہی اُسنے پہلے قبضہ کرلیا تو اسمیں اُسکا ظلم نہ ہوا کہ آب مباح پر قبضہ کیا ہے وہی مالک ہوا اور اب شخص نمبر ۵۳ میں ہے کہ پانی دوسرے کی ملک اور اُسکی اجازت نہیں تیمم کرے اور اعادہ کی حاجت نہیں (۱۶۳)

اقول مسافر کے پانی کا پیپا صندوق میں بند ہے کہ جن راستوں میں پانی کی قلت ہو وہاں وہ عزیز ترین اشیا سے ہے قفل کی کنجی گم گئی اُس حکم کی بنا پر کہ نمبر ۶ میں گزرا اگر قفل توڑنے میں ایک درہم کا نقصان ہوتا ہو

https://www.facebook.com/darahlesunnat

تیمم کرے اور اعادہ نہین ورنہ قفل توڑے اور وضو کرے فلیحرر ولیراجع واللہ تعالی اعلم (۱۶۴) جنگل مین خنثٰی مشکل کا انتقال ہوا جا اتنا صغیر السن بچّا نہ تھا جسکے لیے ستر کا حکم ہی نہ ہو اُسے نہ مرد نہلا سکتا ہے نہ عورت ناچار تیمم کرایا جائے **اقول** بلکہ اگر وہان کوئی سات آٹھ برس کی لڑکی یا دس گیارہ برس کا لڑکا ہو کہ نہلا سکے تو اُسے بتا کر نہلوانا لازم ہان یہ بھی نہ ہو تو اُسے کوئی محرم تیمم کرائے مرد ہو خواہ عورت اور محرم نہ ملے تو اجنبی عورت اپنے ہاتھون پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کرائے اور اُسے آنکھین بند کرنیکی ضرورت نہین اور کوئی عورت بھی نہ ہو تو اجنبی مرد کپڑے کے ساتھ تیمم کرائے اور اپنی آنکھین بھی بند کرے کہ خنثٰی کے سر کے بال یا کلائی کے کسی حصہ پر نگاہ نہ پڑے۔ بدائع وفتاوٰی امام قاضیخان وفتح القدیر وبحر الرائق وسراج وہاج ودرمختار وہندیہ وغیرہا مین یہ عمر جسمین ستر میت ضروری نہین وہ عمر ہے جسمین بچہ حدِ شہوت تک نہ پہنچا ہو اس سے ظاہر یہ ہے کہ لڑکا بارہ سال سے کم اور لڑکی نو برس سے کم **اقول** اس تقدیر پر خنثٰی کے لیے نو برس لیے جائینگے لاحتمال انوثتہا مگر محرر المذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے کتاب مبسوط مین کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے یہ حد مقرر فرمائی کہ جب تک بچہ باتین نہ کرے فتح مین ہے الصغیر والصغیرۃ اذا لم یبلغا حد الشہوۃ یغسلہما الرجال والنساء وقدرہ فی الاصل بان یکون قبل ان یتکلم **اقول** مولٰی عزوجل کی بیشمار رحمتین امام محمد پر بیشک وہ عمر جسمین ستر کی حاجت نہین یہی ہے اھ بلا شبہہ دربارۂ نظر ومس زندہ ومردہ کا حکم ایک ہی ہے الا تری الی قول البدائع لو مات الصبی لا یشتہی لا باس ان تغسلہ النساء وکذلک الصبیۃ التی لا تشتہی اذا ماتت لا باس ان یغسلہا الرجال لان حکم العورۃ غیر ثابت فی حق الصغیر والصغیرۃ اھ وکیف ترضی الشریعۃ المطہرۃ ان یمشی غلام دون اثنتی عشرۃ سنۃ وبنت دون تسع بشہر فی الاسواق عریانین وقد قال فی الدر عن السراج الوہاج لا عورۃ للصغیر جدا ثم ما دام لم یشتہ فقبل ودبر ثم تغلظ الی عشر سنین ثم کبالغ اھ فالحق عندی ان ما فی عامۃ الکتب ہنا مفسر بما فی الاصل ومعنی بلوغ حد الشہوۃ حد یوجب فیہ النظر الی عورتہ تذکر تلک الامور لا ان یشتہی ہو بنفسہ او تقع علی نفسہا الشہوۃ وقال ش تحت قولہ للصغیر جدا وکذا الصغیرۃ قال ح وفسرہ شیخنا بابن اربع فما دونہا ولم ادر لمن عزاہ اھ **اقول** قد یؤخذ مما فی جنائز الشرنبلالیۃ الخ فذکر ما قدمنا عن الفتح عن الاصل **اقول** وفی الاخذ نظر ظاہر فان التکلم یحصل غالبا قبل اربع بکثیر ہان نہلانے والے بچے مین اُس عمر کا اعتبار موجہ ہے کہ نہایت کم عمر نہلا نہین سکتا (۱۶۵) اگر میت عورت یا مشتہاۃ لڑکی ہو جو اُتنی صغیر السن نہین

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اور وہاں کوئی عورت نہیں تو دس گیارہ برس کا لڑکا اگر نہلا سکے اگرچہ دوسرے کے بتانے سے یا کوئی کافرہ عورت ملے اور بتانیکے موافق نہلا سکے تو اُس سے نہلوائیں ورنہ کوئی محرم تیمم کرائے **اقول**[۲۵۳۶] یا اگر میت کنیز تھی شوہر یا کوئی اجنبی ویسے ہی تیمم کرادے اور کنیز نہ تھی اور کوئی محرم نہیں تو شوہر اُسیطرح ہاتھوں پر کپڑا چڑھا کر بے آنکھیں بند کیے تیمم کرائے اور شوہر بھی نہ ہو تو اجنبی مگر آنکھیں بند کرے (۱۶۶) اگر میت مرد یا ہوشیار لڑکا ہے کہ اُتنا صغیر السن نہیں ہے اور وہاں کوئی مرد نہیں تو اگر میت کی زوجہ ہے کہ ہنوز حکم زوجیت میں باقی اور اسنے اُسکا سن ہو کر سکتی ہو وہ نہلائے وہ نہ ہو تو سات آٹھ برس کی لڑکی اگر نہلا سکے اگرچہ سکھانے سے یا کوئی کافر ملے اور بتانیکے مطابق غسل دے سکے تو اُسے نہلوایا جائے ورنہ جو عورت میت کی محرم یا کسیکی شرعی کنیز ہو وہ اپنے ہاتھوں سے یونہیں تیمم کرائے اور آزاد و نامحرم ہو تو کپڑا لپیٹکر مگر روے دستِ میت پر نگاہ سے یہاں ممانعت نہیں زوجہ کو اگر طلاق بائن یا تین طلاقیں دیدی تھیں یا زوجہ نے پسر زوج کا بوسہ بشہوت لیا خواہ کوئی فعل اُس سے یا اُسکے ساتھ ایسا واقع ہوا جس سے شوہر کے ساتھ حرمت مصاہرت پیدا ہو یا اپنی صغیرہ سوت کو کہ عمر رضاعت میں تھی دودھ پلادیا یا معاذ اللہ مرتدہ ہوگئی پھر بعد موت اسلام لے آئی یہ تینوں باتیں خواہ حیاتِ شوہر میں واقع ہوئی ہوں یا اُسکے بعد یا حیاتِ زوج میں کسی نے اُس سے وطی شبہہ کی یا کسی نے اُس سے نکاح فاسد کیا تھا اب وہ رد ہوا اور عورت شوہر کو ملی پھر شوہر مرگیا اور عورت ابھی اُس وطی شبہہ یا نکاح فاسد کی عدت میں ہے یا زوج نے سالی سے وطی شبہہ کی تھی پھر مرگیا اور ہنوز وہ اُسکی عدت میں ہے یا مجوسی خواہ ہندو مسلمان ہو کر مرا اور عورت ہنوز مجوسیہ یا مشرکہ ہے اگرچہ ان سب صورتوں میں زوجہ ہنوز عدت میں ہو **اقول**[۲۵۳۷] یونہیں اگر عدت سے نکل گئی مطلقاً نہیں نہلا سکتی اور اسکی صورت یہ ہے کہ حاملہ تھی موت شوہر ہوتے ہی وضع حمل ہوگیا اب عدت میں نہ رہی ان سب حالتوں میں زوجہ مثل اجنبیہ ہے غسل نہیں دے سکتی ہاں اگر شوہر نے طلاق رجعی دی اور عورت ابھی عدت میں تھی کہ مرگیا یا بعد شوہر اُس نکاح فاسد یا دونوں صورت وطی بالشبہہ کی عدت گزر گئی یا نومسلم کی زوجہ مشرکہ مجوسیہ اب مسلمان ہوگئی تو ان صورتوں میں غسل دے سکتی ہے والمسائل مفصلۃ فی البدائع والفتح والبحر والدر وغیرہا وقد انتقیت من الخلافیات احسنہا **اقول**[۲۵۳۸] خنثٰی میں تفصیل اور اُسکے اور عورت کے طہارت کرانے والوں میں ترتیب اور عورت کنیز و حرہ میں فرق یہ سب زیاداتِ فقیر سے ہے اور اُسکی وجہ بحمدہ تعالٰی ظاہر و منیر کہ (۱) سب میں پہلے غسل ہے کہ وہی اصل ہے مگر[۲۵۴۰] عورت میں کسی کافرہ سے نہلوانا کہا نہ خنثٰی میں کہ عورت بھی اُسے نہیں دیکھ سکتی کہ احتمال ذکورت ہے بخلاف غسل زن (۲)[۲۵۴۱] عورت میں

ع واقتصر فی الدر علی اشتراط بقاء النکاح وعلیہ والنھر وعلیہ اقول لعلہ ولا یکفی فان المنکوحۃ نکاحا فاسدا والموطوءۃ بشبہۃ والاخت الاشد منھا فی بقاء نکاح الزوجیۃ فی الزوجیۃ ولا یغسلنہ ان انقضت عدتھن بعد الموت ولا یجوز لھن ذلک فی العدۃ

فان ارتدت بعد الموت اسلمت غفرلہا

۱ مسئلہ ۲ نظر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

خاص لڑکا کہا کہ اُسکے لیے اُنثے کی نابالغی کیا ضرور بالغہ عورت ہوتی تو غسل ہی دیتی اور خنثے مین لڑکا لڑکی دونون کے کہ کوئی بالغ حد شہوت اُسے غسل نہین دیسکتا اور اس حد نہ پہنچنے کے بعد پسر و دختر یکسان ٢٥٤٣ (٣) خنثے کے تیمم مین محرم کو مقدم رکھا مرد ہو یا عورت کہ بہر حال اُسے خنثے کے اعضائے تیمم دیکھنے چھونے دونون کا اختیار ہی اُسکے بعد اجنبی عورت کہ باحتمال ذکورت چھو نہ سکے دیکھ توسکیگی پھر اجنبی مرد کہ احتمال انوثت کے سبب نہ چھونا ممکن نہ دیکھنا ٢٥٤٤ (٤) تیمم کنیز کو جدا کیا اور یہان محرم شوہر اجنبی مین ترتیب رکھی کہ اُسکے اعضائے تیمم کا دیکھنا چھونا سب کو روا در مختار مین ہی حکم امۃ غیرہ کمحرمہ وما حل نظرہ حل لمسہ الامن اجنبیۃ قال ش ای غیر الامۃ وفی التاتارخانیۃ عن جامع الجوامع لاباس ان تمس الامۃ الرجل وان تدھنہ وتغمزہ مالم تشتہ الامابین السرۃ والرکبۃ ٢٥٤٥ (٥) تیمم حرہ مین یہ ترتیب لی کہ پہلے محرم مرد پھر شوہر پھر اجنبی اور اسکی وہی وجہ کہ محرم کو دیکھنا چھونا دونون روا اور شوہر کو صرف دیکھنا اور اجنبی کو کچھ نہین درمختار مین ہی یمنع زوجہا من غسلہا ومسہا لامن النظر الیہا علی الاصح ہان تیمم مردمین کنیز وحرہ کی تفصیل بدائع مین ہی المیمۃ اذا کانت ذات رحم محرم منہ تیممہ بغیر خرقۃ والاجنبیۃ تلفہا علی کفہا لانہ لم یکن لہا ان تمسہ فی حیاتہ فکذا بعد وفاتہ والامۃ وامۃ الغیر تیممہ بغیر خرقۃ لانہ یباح للجاریۃ مس موضع التیمم بخلاف ام ولد المیت لانہا تعتق وتلتحق بالحرائر الاجنبیات اھ واللہ تعالٰی اعلم (١٦٧ تا ١٧٥) ٢٥٤٦ اقول مولٰی سبحنہ وتعالٰی نے مسلم میت کے غسل کفن دفن اُسکے حق بنائے اور زندہ مسلمانون پر فرض فرمائے ان مین جہان مال کی حاجت ہو اُسکے مال سے لیا جائے کہ یہ اُسکی حاجاتِ ضروریہ سے ہی ولہذا تقسیم ترکہ درکنار ادائے دیون پر بھی مقدم ہی جسطرح زندگی مین پہننے کا ضروری کپڑا دین مین نہ لیا جائیگا اگر اُس نے مال نہ چھوڑا تو زندگی مین جسپر اُسکا نفقہ واجب تھا وہ دے (مگر عورت کا کفن مطلقا شوہر پر ہی اگرچہ اُس نے ترکہ چھوڑا ہو) اگر وہان کوئی ایسا نہ ہو تو مسلمانون کے بیت المال سے لیا جائے اگر بیت المال نہ ہو جیسے ان بلاد مین تو مسلمانون پر واجب ہی جن جن کو اطلاع ہو۔ یہ مسائل کفن مین بالترتیب مصرح ہین اور غسل ودفن اُسکے مثل بلکہ اہم۔ اب ان تین نمبرون مین لڑکا یا لڑکی یا کافرہ جن جن سے نہلوانے کا حکم ہی اگر اُجرت مثل مانگین دینی لازم میت کا مال نہ ہو تو موجودین اپنے پاس سے دین تو یہان بھی بدستور ہر نمبر مین تین تین صورتین اور پیدا ہونگی کہ اگر وہ اجرت مثل سے بہت زیادہ مانگے یا کوئی دینے کے قابل نہین یا اُنکا مال دوسری جگہ ہی اور وہ اُدھار پر راضی نہین تیمم کرائین واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم الحمد للہ یہ پانی سے عجز کی نوسونے دو سو صورتین اس رسالہ کے خواص سے ہین کہ اسکے غیر مین نہ ملینگی اگرچہ جو کچھ ہی علمائے کرام ہی کا فیض ہی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ع ای بادِ صبا اینہمہ آوردۂ تست + رحمۃ اللہ علیہم اجمعین + وعلینا بہم ابد الآبدین + یا ارحم الراحمین + آمین والحمد للہ رب العٰلمین + وافضل الصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین + **دوم** طہارت کے لیے کافی **سوم** فرض طہارت ان قیدوں کے فائدے نمبر ۱۵۰ میں معلوم ہولیے **چہارم**[۱۵۴۸] ہمنے پانی کو مطلق سے مقید نہ کیا کہ طہارت کیلیے کافی کہنا ہی اُسکے افادے کو کافی تھا بخلاف عبارۃ الدر من عجز عن استعمال الماء المطلق الکافی لطہارتہ لصلاۃ تفوت الی خلف (تیمم) اھ فانہ قد ذکر المطلق فلم یلغ نعم لو ترکہ کما فعلت لکفی اما قولہ لصلاۃ تفوت الی خلف فاحترز بہ عن التیمم لنوم ورد سلام ونحوہ ولفائت الی خلف کصلاۃ جنازۃ وعید فانہ لایشترط لہ العجز اھ ش **اقول**[۱۵۴۹] **اولا** ھل تدل عبارۃ المصنف علی اشتراط العجز ام لا علی الثانی ماھذہ الاحترازات وعلی الاول یعود علی المقصود بالنقض فانہ یفید ان شرط التیمم العجز فی صلاۃ لہا خلف فلا یجوز بلا عجز ولا العجز فی غیر صلاۃ ولا فی صلاۃ لاخلف لہا وبالجملۃ مفاد ھذہ الزیادات تخصیص التیمم بھذا العجز المخصوص لاتخصیص شرط العجز بھذا الخصوص نعم لو قال وھذا فی صلاۃ تفوت الی خلف لافاد ما اراد **وثانیا**[۱۵۵۰] لاتیمم مع وجدان الماء الالفائت لا الی خلف کرد سلام والصلاتین کما تقدم اما النوم ونحوہ فلا کما حققہ الشامی مخالفا لما فی البحر والدر والعجز معنی متحقق فیہ کما قدمنا فلا حاجۃ الی الاحتراز **پنجم اقول**[۱۵۵۱] صورتیں تین ہیں علم بعدم آب علم بوجود عدم علم ۔ علم عدم کہ پانی میل بھر یا زائد دُور ہونا معلوم ہوا ہمیں تو عجز ظاہر ہے اور علم وجود میں عجز یوں ہوگا کہ حسًّا یا طبعًا یا شرعًا اُس تک وصول یا اُسکے استعمال پر قادر نہیں جیسے محبوس یا مریض یا وہ پانی پلانے والا جب پینے کیلیے وقف ہے ۔ رہا عدم علم نمبر ۱۵۸ و ۱۵۹ سے واضح ہوا کہ شرع مطہر نے اسے بھی عجز میں رکھا اگرچہ بعد نماز پانی وہیں موجود ہونا بھی معلوم ہوجائے اور جب شریعت نے یہاں وجود و عدم آب پر مدار نہ رکھا بلکہ اُسکے عدم علم پر تو واجب ہے کہ وہ جگہ مظنۂ آب نہ ہو جیسے آبادی یا اُسکا قرب اسے ہاں وجود آب مظنون ہو مثلاً سبزہ لہلہا رہا ہے یا پرندے یا چرندے موجود ہیں یا ثقہ شخص کہہ رہا ہے کہ یہاں قرب میں پانی ہے کہ غلبۂ ظن بھی انحائے علم سے ہے خصوصًا فقہیات میں کہ ملتحق بیقین ہے تو بحالِ ظن عدم علم نہ ہوا اور یہاں اسی پر مدار عجز تھا تو نہ عجز متحقق ہوا نہ تیمم روا نہ اُس سے نماز صحیح اگرچہ بعد کو عدم آب ہی ظاہر ہو کہ وجود و عدم واقعی یہاں ساقط النظر تھا درمختار میں ہے یجب ای یفترض طلبہ ولو برسولہ قدر غلوۃ مائتی ذراع ان ظن ظنا قویا قربہ دون میل بامارۃ او اخبار عدل والا یغلب علی ظنہ قربہ لایجب

حسن نسیم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بل يندب ان رجاوالالا ام لمخصا ر والمختار مین ہ با مارة ای علامة كرؤية خضرة اوطيراو وزاد في الحلية الوحش حليہ مين محيط سے ہ الذى نزل بالعمران ولم يطلب الماء لم يجز تيممه خلاصه مین ہ ان تيمم قبل طلب الماء وصلى في العمرانات لا يجوز وفي الفلوات يجوز حليہ مين ہ لان العلم بقرب الماء قطعا او ظاهرا ينزله منزلة كون الماء موجودا بحضرته فلا يجوز تيممه في شئ من هذه الاحوال كما لا يجوز مع وجوده بحضرته بحرالرائق مين ہ ولو تيمم من غير طلب وكان الطلب واجبا وصلى ثم طلبه فلم يجده وجبت عليه الاعادة عندهما خلافا لابي يوسف كذا في السراج الوهاج وفي المستصفى وفي ايراده المسألة (اى مسألة وجوب الطلب ان ظن قربه) عقيب المسألة المتقدمة (اى مسألة من نسى الماء في رحله وتيمم وصلى لا يعيد عندهما خلافا لابي يوسف) لطيفة فان الاختلاف في تلك المسألة بناء على اشتراط الطلب عندہ اھ اقـول ٢٥٥٢ ليس معناه انهما لا يقولان باشتراط الطلب بل هو مجمع عليه في مظنة الماء وانما المعنى ان الرحل مظنة الماء عند ابى يوسف فيجب الطلب فيمتنع بدونه التيمم وعندهما لا فلا كما افاده المحقق في الفتح نیز بحر مین ہ الله تعالى جعل شرط الجواز عدم الوجود من غير طلب فمن زاد شرط الطلب فقد زاد على النص بخلاف العمرانات لان العدم وان ثبت حقيقة لم يثبت ظاهرا لان العمرانات دليل ظاهر على وجود الماء لان قيام العمارة بالماء فكان العدم ثابتا من وجه دون وجه وشرط الجواز العدم المطلق ولا يثبت ذلك في العمرانات الا بعد الطلب بخلاف ما اذا غلب على ظنه قربه لان غلبة الظن تعمل عمل اليقين في حق وجوب العمل منیہ مین ہ شرطها النية وكذا طلب الماء ان غلب على ظنه ان هناك ماء او كان في العمرانات اھ اقـول ٢٥٥٣ وبهذه النصوص ظهر ان الحكم سواء فيما اذا ظن في فلاة بامارة او كان في مظنة كالعمرانات او قربها انه لا يصح تيممه بدون الطلب ان ظهر بعده عدم الماء افاده اطلاق المحيط والخلاصة وقد صرح به في السراج فان وجوب الطلب شامل للفصلين وذلك لان الطلب في المظنة شرط جوازه كما نص عليه في المنية والمستصفى وقد اوضحه في البحر غاية الايضاح فاذا فقد الشرط فقد المشروط فبطلت الصلاة وظهور عدم الماء لا يجعل المفقود موجودا ولا الباطل صحيحا انما وقع في الحلية بعد ما نقلنا عنها من قوله وهذا يفيد انه لو كان في العمران او بقرب من العمران فتيمم وصلى قبل الطلب لم يستكشف عن الحال انه لا يجوز وهو ظاهر الخلاصة حيث قال فيها (فنقل ما قدمناه قال) لكن في البدائع وكذلك اذا كان بقرب من العمران يجب عليه

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الطلب حتى لو تيمم وصلى ثم ظهر الماء لم تجز صلاته لان العمران لا يخلو عن الماء ظاهرا وغالبا و الظاهر يلحق بالمتيقن فی الاحكام انتهى ولعله قيد اتفاقی بدليل التعليل المذكور او احتراز عما لو استكشف الحال فلم يجد بالعمران فان الظاهر جواز صلاته لظهور انتفاء ذلك الظاهر ويحمل ما فی الخلاصة على ما اذا لم يستكشف الحال كما هو ظاهرها **فاقول**[١٥٥٤] تجويزه الاول اعنی جعله قيد ثم ظهر الماء فی عبارة البدائع اتفاقيا هو الصواب وكفى دليلا عليه التعليل المذكور كما قال وتجويز الأخر اعنی استظهاره جواز صلاته اذا طلب بعد فلم يجد بحث صادم المنقول والمعقول اما المعقول فلما قرر الفقير ان الشرع ادار الامر ههنا على عدم علمه بالماء ولم ينظر الى وجوده فی نفس الامر او عدمه فاذا ظن الماء او كان فی مظنته فقد انتفى عدم العلم فلم يصح التيمم سواء ظهر بعد وجود الماء او عدمه الا ترى ان من نسی الماء فی رحله او ضرب الخباء على بئر وهو لا يعلم فتيمم وصلى ثم ذكر وظهر لا اعادة عليه فكما ان ظهور الماء لم يجعل تيممه الصحيح غير صحيح كذلك ظهور عدمه لا يجعل تيممه الفاسد غير فاسد واما المنقول فما تقدم من تصريح السراج ومثله فی الجوهرة النيرة وبه ظهر ان تقييده[١٥٥٥] فی الاستفادة بقوله ولم يستكشف غير صحيح بل الحكم مطلق وجعله اياه ظاهر الخلاصة ممنوع[١٥٥٦] بل صريحها الاطلاق **فان قلت**[١٥٥٧] حاصل ما قررت ههنا ان لو ظن القدرة على الماء لا يصح تيممه وان ظهر بعد انه عاجز ولو ظن العجز صح وان ظهر بعد انه قادر فالمبنى ظنه لا ما يظهر بعده وهو خلاف ما نصوا عليه فی مسألة من وجد مع غيره ماء فانه ان لم يسأله وتيمم وصلى ثم سأل فان اعطى بطلت صلاته وان كان يظن قبله المنع وان ابى صحت وان كان يظن قبله الاعطاء فكان المبنى ما يظهر بعد لا ما ظن وقد ذكرنا نصوصه وبلغنا الغاية تحقيقه فی رسالتنا قوانين العلماء بعون الله تعالى **اقول**[١٥٥٨] لا خلاف فان المبنى ثم حقيقة العجز اما هنا فعدم علمه كما علمت قال الامام صدر الشريعة ثم المحقق الحلبی فی الحلية لو اتم الصلاة فيما اذا ظن العطاء ثم سأل فان اعطى بطلت صلاته وان ابى تمت لانه ظهر ان ظنه كان خطأ بخلاف مسألة التحری لان القبلة حينئذ جهة التحری اصالة وههنا الحكم دائر على حقيقة القدرة والعجز اقيم غلبة الظن مقامهما تيسيرا فاذا ظهر خلافه لم يبق قائما مقامهما اه **اقول**[١٥٥٩] ويمكن ان يوجه بان الماء ثم معلوم الوجود وهو قادر على تحصيل العلم بحقيقة العجز والقدرة بان يسأله فيعطی او يابی فلا يسوغ له العمل بالظن

عند القدرۃ علی العمل بالعلم ان الظن لایغنی من الحق شیئا اما ھھنا فالماء مجھول الوجود لیس بیدہ تحصیل العلم بہ الا بحرج والحرج مدفوع وما شرع التیمم الا لدفعہ والظن الغالب فی العملیات یقوم مقام العلم عند فقدانہ ھذا وقد ذکرنا تتمۃ الکلام فی الرسالۃ المذکورۃ بتوفیق اللہ تعالٰی **اقول** وقد ظھر بحمد اللہ تعالٰی بتقریرنا ھذا ان شرط طلب الماء اذا ظن قربہ حتی لایصح تیمم قبل الطلب مندمج فی شرط العجز لانہ مادام یظن قربہ لم یعدم علمہ فلا یثبت عجزہ الا اذا طلب الی حد لایضربہ ولا برفقتہ ویقع الیاس من وجدان الماء لانہ حینئذ یخیب ظنہ الذی کان قائما مقام العلم فیعدم العلم فیثبت العجز فما وقع فی ردالمحتار من ان ھذا الشرط زادہ فی المنیۃ وسیذکرہ المصنف بقولہ ویطلبہ غلوۃ ان ظن قربہ اھ غیر سدید بل قد ذکرہ المصنف فی قولہ من عجز عن استعمال الماء الخ الا تری الی قول البحر لاقدرۃ بدون العلم لان القادر علی الفعل ھو الذی لو اراد تحصیلہ یتأتی لہ ذلک اھ وما ذکرہ المصنف لیس لبیان شرط التیمم بل قدر الطلب وما یتعلق بہ من التفریع کما اعاد متصلابہ ذکر شرط النیۃ لاجل ھذا مع ذکرہ لھا فی نفس حد التیمم **ششم** مسلمان کی تخصیص اسلیے کہ کافر تیمم کا اہل نہیں اُسکا تیمم باطل ہے اگر کافر نے وضو کیا پھر اسلام لایا اُسی وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے جبکہ اُسکے بعد کوئی حدث نہ ہوا ہو لیکن اگر وہاں پانی نہ تھا تیمم کرکے مسلمان ہوا تو اس تیمم سے نماز نہیں پڑھ سکتا نماز کے لیے دوبارہ تیمم کرنا ہوگا وجہ یہ کہ وضو کے لیے پانی کا اعضائے وضو پر گزر جانا کافی ہے اگرچہ بلاقصد ہو کافر کے وضو میں یہ بات حاصل ہوگئی لیکن تیمم میں نیت شرط ہے اور نیت اللہ عزوجل کے لیے اور کافر اُسے جانتا ہی نہیں اُسکے لیے نیت کیا کریگا کفر کہتے ہی اسے ہیں کہ اللہ سبحٰنہ کو نہ جانے **تنبیہ جلیل** یہ بات ناواقف کی نگاہ میں بعید ہے اور اسکا بیان نہایت مفید ہے لہذا فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اسے چند مختصر جملوں میں بیان کیا ہے جن سے روشن ہو کہ تمام کفار اگرچہ کلمہ گو نماز گزار ہوں اللہ عزوجل کو ہرگز نہیں جانتے اور ان میں کوئی ایسا نہیں جو اسے بُرے بُرے عیب بُرے بُرے دھبّے نہ لگاتا ہو اس بیان کی اطلاع لازم ہے تاکہ مسلمان اُنسے پرہیز کریں اور اپنے رب کی محبت وحمایت میں اُن سے نفرت وگریز کریں **باب العقائد والکلام** اُس کا تاریخی نام **باکمراہی کے جھوٹے خدا** تاریخی لقب ایک نہایت مختصر مگر انشاء اللہ تعالٰی کمال مفید رسالہ ہے اگر کوئی سُنّی عالم رسائل فقیر سے اسکے دعاوی کا بیان لیکر تفصیل سے اور موقع بموقع مناسب فوائد کے اضافہ سے اسکی شرح لکھے تو ان تمام فرقوں کی دندان شکنی کا بعونہ تعالٰی کافی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مسالا ہی بیچ مین طولِ فصل کے خیال سے اُسے یہان سے جدا کر کے اس رسالہ کے آخر مین ملحق کرین باللہ التوفیق ہفتم ہمنے بالغ کی قید نہ لگائی کہ تیمم نابالغ کا بھی صحیح ہی ہشتم عاقل کی قید ذکر کی کہ مجنون یا نا سمجھ بچہ اگر تیمم کی نقل کرے وہ معتبر نہین کہ تیمم کی شرط نیت ہی نہم نیت مین صرف اسلام شرط کیا کہ وہ بالغ ہو یا نہین عاقل ہو یا نہین ہر طرح تیمم کرایا جائیگا جبکہ پانی سے عجز ہو دہم نجاست کو حکمیہ سے مقید کیا کہ زندہ کا تیمم نجاست حکمیہ ہی کو دُور کرتا ہی حقیقیہ کا مٹی سے ازالہ صرف استنجا مین ہے یازدہم حکمیہ کو حقیقیہ و صوریہ سے عام کیا کہ نابالغ مین نجاست حکمیہ کا حقیقۃً وجود محلِ نظر ہی دوازدہم دربارۂ میت حقیقیہ و حکمیہ کی تشقیق بربنائے اختلاف ائمہ ہی کہ موت سے بدن کو نجاست حقیقیہ عارض ہوتی ہی یا حکمیہ بر تقدیر اول قبل غسل اُسکے پاس قرآن عظیم کی تلاوت منع ہوگی جبکہ اُسکا بدن سر سے پاؤن تک کپڑے سے چھپا نہ ہو جیسے جہان کوئی نجاست پڑی ہو تلاوت مکروہ ہے اور تقدیر ثانی پر تلاوت مین حرج نہ ہوگا جیسے کوئی قرآن مجید پڑھے اور اُسکے پاس کوئی جنب یا حیض نفاس سے نکلی ہوئی بے نہائی عورت بیٹھی ہو۔ اور اوپر گزرا کہ فقیر کی تحقیق مین قول دوم ہی زیادہ راجح ہے ان شاء اللہ تعالیٰ سیزدہم دور کرنیکے لیے یہ لفظ جانب نیت مشیر ہوا کہ بے نیت تیمم صحیح نہین اور اس نے یہ بھی بتایا کہ نیت اپنے بدن سے نجاست حکمیہ یا بدن میت سے نجاست موت دُور کرنیکی ہو اور اسی کے معنی مین ہی نیت تطہیر اگرچہ استحباباً اور اسی کو مُودی ہی اس فعل سے کوئی عبادت مباح کرنیکی نیت مقصودہ ہو جیسے نماز اور جنب کیلیے قراءتِ قرآن یا غیر مقصودہ جیسے مصحف شریف کا چھونا یا جنب کیلیے مسجد مین جانا۔ ہان عبادت غیر مقصودہ مباح کرنیکے لیے جو تیمم ہوگا اُس سے نماز نہین پڑھ سکتا جو تیمم رفع حدث و حصولِ طہارت کی نیت سے کیا جائے اُس سے تو نماز وغیرہ سب کچھ جائز ہی مگر تیمم کے وقت یہ نیت نہ کی ہو بلکہ صرف اتنا قصد کیا ہو کہ فلان عبادت ادا کرنیکو تیمم کرتا ہون تو اُس تیمم سے نماز جائز ہونیکے لیے یہ شرط ہی کہ وہ عبادت مقصودہ بھی ہو اور بغیر طہارت کے جائز بھی نہ ہوتی ہو ورنہ اگر پانی نہ پانیکی صورت مین محدث بحدث اکبر خواہ اصغر نے قرآن عظیم چھونے یا جنب نے مسجد مین جانیکے لیے تیمم کیا تیمم صحیح ہوجائیگا لیکن اُس سے نماز روا نہ ہوگی کہ مس مصحف یا دخولِ مسجد فی نفسہ کوئی عبادت مقصودہ نہین بلکہ عبادت مقصودہ تلاوت و نماز ہین اور یہ اُنکے وسیلے یونہین اگر پانی نہ ملنے کی حالت مین بیوضو نے یاد پر تلاوت یا جنب نے اور اذکار الٰہی مثل کلمہ طیبہ و درود شریف پڑھنے کیلیے تیمم کیا تیمم صحیح ہی اور اُس سے نماز ناجائز کہ یہ عبادتین اگرچہ مقصودہ ہین مگر انکو بے طہارت روا تھین۔ تو ظاہر ہوا کہ یہ شرطین نفسِ تیمم کی نہین بلکہ اُس سے جواز نماز کی ہین ولہذا ہمنے تعریف مین انکو نہ لیا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اقول ۲۵۶ وبہ ظہران قول العلامۃ ش عند قول التنویر لاقامۃ قربۃ ای لاجل عبادۃ مقصودۃ لاتصح بدون الطہارۃ اھ غیر سدید فانہ فی مقام الاطلاق تقیید۔ بالجملہ بہ نیتِ عبادت تیمم کرنے سے نماز جائز ہونیکی تو یہ دو شرطیں ہیں اور خود اس نیت سے تیمم صحیح ہونیکے لیے ان دونوں میں سے کچھ شرط نہیں مسائل بالا میں گزرا کہ مسجد کے اندر ہی پانی ہے جنب اُسے لینے کو جائے تیمم کرے سلام وجواب سلام فوت ہونیکے خیال سے پانی ہوتے ہوئے تیمم کرے حالانکہ وہ عبادت مقصودہ نہیں اور یہ بے طہارت جائز۔ ہاں فی نفسہ تیمم جائز ہونیکو یہ مشروط ہے کہ پانی نہ ہونیکی صورت میں یا تو وہی نیت عامہ تطہیر یا رفع حدث ہو یا مطلقاً کسی عبادت کی نیت خواہ مقصودہ ہو یا نہیں اُسکے لیے طہارت شرط ہو یا نہیں جیسے نماز سجدۂ تلاوت سجدۂ شکر جنب کو تلاوت یا اسلام سلام جواب سلام بے وضو کو یاد پر تلاوت یا مصحف شریف کا چھونا جنب کا مسجد میں جانا یا اذان اقامت بے وضو کا مسجد میں جانا ان چاروں قسم کیلئے تیمم صحیح ہے اگرچہ نماز ان میں سے اُسی تیمم سے روا ہوگی جو قسم اول کی نیت سے کیا اور پانی ہونیکی حالت میں خاص اُس عبادت فرض یا واجب یا سنت مؤکدہ کیلئے ہو کہ پانی سے طہارت کیے تو فوت ہوجائے اور اُسکا کوئی بدل نہ ہو جیسے سلام جواب سلام علی قول محقق واحوط پر نماز پنجگانہ وجمعہ میں محافظت وقت کما تقدم تحقیقہ بما لامزید علیہ ان دو صورتوں کے سوا اگر کسی دوسری نیت سے تیمم کیا مثلاً پانی نہ ہونیکی حالت میں بے وضو نے مسجد میں ذکر کیلئے بیٹھنے بلکہ مسجد میں سونیکے لیے کہ سرے سے عبادت ہی نہیں یا پانی ہوتے ہوئے سجدۂ تلاوت یا سجدۂ شکر یا مسِ مصحف یا باوجود وسعتِ وقت نماز پنجگانہ یا جمعہ یا جنب نے تلاوتِ قرآن کے لیے تیمم کیا لغو و باطل وناجائز ہوگا کہ ان میں سے کوئی بے بدل فوت نہ ہوتا تھا یونہی ہماری تحقیق پر تہجد یا چاشت یا چاند گہن کی نماز کے لیے اگرچہ اُنکا وقت جاتا ہو کہ یہ نفل محض ہیں سنت مؤکدہ نہیں تو باوجود آب زیارت قبور یا عیادتِ مریض یا سونیکے لیے تیمم بدرجہ اولی لغو ہے کما حققہ ش خلافا للواقع فی البحر وتبعہ فی الدر واستدلا لہ بما لادلیل لہما فیہ کما بینہ ھو وان تبعہما فیہ ط رحمۃ اللہ تعالی علیہم اجمعین وعلینا بہم آمین

اقول ۲۵۶ یہاں سے ظاہر ہوا کہ یہ چیزیں ہماری تعریف پر نقض نہیں ہوسکتیں کہ کوئی کہے دیکھو انکے لیے تیمم صحیح ہے اور پانی سے عجز نہیں نہیں نہیں تیمم وہیں صحیح ہوگا جہاں پانی سے عجز ہے اگرچہ اسیطرح کہ پانی سے طہارت کرنے میں مطالبۂ شرعیہ بلا بدل فوت ہوا جاتا ہے یہ بھی صورتِ عجز ہے کما تقدم بدائع ملک العلماء قدس سرہ میں ہے لو تیمم ونوی مطلق الطہارۃ اونوی استباحۃ الصلاۃ فلہ ان یفعل کل مالا یجوز بدون الطہارۃ وکذا لو تیمم لسجدۃ التلاوۃ اولقراءۃ القرآن بان کان جنبا جاز لہ ان یصلی بہ سائر الصلوات لان کل واحد من ذلک عبادۃ مقصودۃ فامااذا تیمم لدخول المسجد او مس المصحف لایجوز لہ ان

بیٹھنا چاہتا ہو اور پانی نہیں بہتر ہے کہ تیمم کرے مگر اس تیمم سے نماز نہ ہوگی مسئلہ مسجد میں سونا کوئی عبادت نہیں اسکے لیے تیمم محض لغو و باطل ہے اگرچہ پانی پر قدرت نہ ہو

عبادت کی چار قسمیں مقصودہ مشروطہ بالطہارۃ مقصودہ غیر مشروطہ مشروطہ غیر مقصودہ۔ غیر مقصودہ وغیر مشروطہ اور انکی مثالیں۔

يصلّی به ويقع طهور المأ او قصه له لاغير رد المحتار ميں ہے فی البحر شرطها ان ينوی عبادة مقصودة الخ او الطهارة

او استباحة الصلاة او رفع الحدث او الجنابة فلا تكفی نية التيمم علی المذهب وفي لا تشترط نية التمييز بين الحدث

والجنابة خلافا للجصاص اھ وتكفی نية الوضوء الخ درمختار ميں ہے شرط للتيمم فی حق جواز الصلاة به نية عبادة

مقصودة لا تحل بدون طهارة خرج السلام ورده وصح تيمم جنب بنية الوضوء به يفتی رد المحتار ميں ہے

قوله فی حق جواز الصلاة اما فی حق صحته لنفسه فتكفی نية ما قصد لاجله ای عبادة كانت عند فقد الماء

وعند وجوده يصح بعبادة تفوت لا الی خلف درمختار ميں ہے قالوا لو تيمم لدخول مسجد او قراءة ولو من

مصحف او مسه كتابته تعليمه زيارة قبور عيادة مريض دفن ميت اذان اقامة اسلام سلام رده لم تجز الصلاة

به فتاوی الرملی وظاهره انه يجوز فعل ذلك رد المحتار ميں ہے التيمم لهذه المذكورات التی لا تشترط لها

الطهارة صحيح فی نفسه يجوز فعله عند فقد الماء والا فلا نعم ما يخاف فوته بلا بدل من هذه المذكورات

يجوز مع وجود الماء درمختار ميں منيه وشرح منيه سے ہے تيممه لدخول مسجد ومس مصحف مع وجود الماء

ليس بشیء بل هو عدم لانه ليس بعبادة يخاف فوتها رد المحتار ميں ہے علله فی شرح المنية بما ذكره الشارح و

بان التيمم انما يجوز ويعتبر فی الشرع عند عدم الماء حقيقة او حكما ولم يوجد واحد منهما فلا يجوز لم فيفيد ان التيمم

لما لا تشترط له الطهارة غير معتبر اصلا مع وجود الماء الا اذا كان مما يخاف فوته لا الی بدل فلو تيمم المحدث للنوم او لدخول المسجد

فی قدرته على الماء فهو لغو بخلاف تيممه لرد السلام مثلا لانه يخاف فوته لانه على الفور ولذا فعله صلی الله تعالی عليه وسلم ومن ثمه

ينبغی التعويل عليه اھ **اقول** والاستدلال بالمنية منع التيمم وجود الماء لغير المشروطة بالطهارة نظر عندی وكذا فی استدلال

البحر بالمجتبی والدرر بالبزازية علی جواز ہو كما بينه ثم قضية الدليل المنع اسی ہی قول مذكور در وان لم تجز الصلاة

به پر ہے ای فيقع طهارة لما نواه فقط كما فی الحلية لان التيمم له جهتان صحته فی ذاته وصحة الصلاة

به فالثانية متوقفة علی العجز عن الماء وعلی نية عبادة مقصودة لا تصح بدون طهارة

واما الاولی فتحصل بنية ای عبادة كانت سواء كانت مقصودة لا تصح الا بالطهارة او غير مقصودة

كذلك او تحل بدونها او مقصودة وتحل بدون طهارة فالتيمم فی كل هذه

الصور صحيح فی ذاته كما اوضحه اھ **اقول** ای عند فقد الماء كما قدمنا تنصيصه بهو

مستفاد هنا من نفس الكلام لمن تدبر ومن سابقه لاحقه لمن نظر ثم **اقول** ظاہر ہے كہ كسی شی كا دوبارہ

اُسكے انقطاع كے بعد ہی ہوگا ازالہ واستمرار يالدام وبقا جمع نہيں ہوسكتے تو يہ شرط كہ تيمم اسوقت ہو جب حيض ونفاس ختم

منقطع ہوچکے ہوں کما زادہ العلامۃ الشرنبلالی فی نور الایضاح با آنکہ اپنی غایت وضوح سے چنداں قابل تعرض نہ تھی خود ہمارے اسی ذکر کرنیکے لیے کہنے میں آگئی وباللہ التوفیق۔ بالجملہ اس لفظ سے فوائد جلیلہ پیدا ہوئے (۱) اشتراط نیت (۲) اشتراط انقطاع منافی (۳) بیان نیت اقول تیمم دس نیتوں سے صحیح ہے نیت رفع حدث اصغر یا اکبر یا مطلق حدث نیت وضو یا غسل یا مطلق طہارت نیت استباحت نماز نیت عبادت مقصودہ مشروطہ بطہارت نیت عبادت دیگر غیر مقصودہ یا غیر مشروطہ یا غیر مقصودہ وغیر مشروطہ نیت اُس تاکیدی مطلوب شرع کی کہ اگر پانی سے طہار کریں تو بلا بدل فوت ہوجائے۔ دسویں صورت پانی ہوتے ہوئے بھی ممکن ہے اور پہلی نو اسیوقت روا ہیں کہ پانی پر قدرت نہ ہو۔ پہلی آٹھ کی نیت سے ہے نماز بھی بے تکلف ادا ہو سکتی ہے اگرچہ کسی اور عبادت کی غرض سے کیا ہو اور نویں سے کوئی نماز ادا نہ ہوگی اور دسویں سے خاص وہی نماز ادا ہوگی جسکی ضرورت سے کیا ہے نہ دوسری اگرچہ وہ بھی اسی قسم فائت بے بدل بلکہ اسکی نوع سے ہو مثلاً نماز جنازہ قائم ہوئی وضو کرے تو چاروں تکبیریں ہوچکیں گی تیمم سے پڑھا اتنے میں اور جنازہ آگیا اگر وضو کرسکتا ہے اس دوسرے کیلیے وضو لازم ہے اگر وضو کا وقفہ تھا اور نہ کیا اب وضو کا وقفہ نہ رہا تو اسکے لیے دوسرا تیمم کرے پہلا جاتا رہا۔ ہاں اگر دوسرے جنازے کی نماز ایسی بلا فصل برپا ہوئی کہ بیچ میں وضو نہ کرسکتا تو اُسی پہلے تیمم سے پڑھ سکتا ہے درمختار میں ہے لو جیٔ باخری ان امکنہ التوضی بینہما ثم زال تمکنہ اعاد التیمم والا لا بہ یفتی ہمارا لفظ مذکور بحمدہ تعالٰی ان دسوں نیتوں کو شامل ہے پہلی تین تو میں منطوق ہیں یونہیں اُنکے بعد کی تین کہ انکی ملزوم ہیں اور یہاں نیت استباحت نماز کے یہی معنے ہونگے کہ وہ مانعیت جو میرے اعضاء سے قائم ہے دُور ہوجائے کہ بے اُسکے اباحت نماز نہیں ہو سکتی وہی اُسکا طریقہ معینہ ہے۔ رہا کسی اور عبادت کی غرض سے تیمم مشروط ہیں قطعاً یہی قصد قلبی ہوگا کہ اس عبادت کے ادا کرنیکے قابل ہوجاؤں اور نیت اسی قصد دلی کا نام ہے تو اسے نیت استباحت اور اُسے نیت رفع حدث لازم اور غیر میں قصد طہارت خود ظاہر کہ یہ تیمم نہ کیا مگر اس لئے کہ عبادت بے طہارت نہ کروں وقد سلک فی البحر ابو اتی نحوا من ذلک فقال شرطہا ان یکون للمنوی عبادۃ مقصودۃ لا تصح الا بالطہارۃ او استباحۃ الصلٰوۃ او رفع الحدث او الجنابۃ وما وقع فی التجنیس من ان النیۃ المشروطۃ فی التیمم ھی نیۃ التطہیر وھو الصحیح فلا ینافیہ لتضمنہا نیۃ التطہیر وانما اکتفی بنیۃ التطہیر لان الطہارۃ شرعت للصلٰوۃ وشرطت لاباحتہا فکانت نیتہا نیۃ اباحۃ الصلٰوۃ اھ اقول وصدر کلامہ یقتضی ان الاصل نیۃ التطہیر وجازت نیۃ استباحۃ الصلٰوۃ لتضمنہا ما ھو المقصود وعجزہ یقضی بالعکس ان نیۃ التطہیر تنبئ عن الاصل فاکتفی بہا ولفظ المحقق فی الفتح بعد نقل کلام التجنیس وما ذاد غیرہ من نیۃ استباحۃ الصلٰوۃ لا ینافیہ اذ یتضمن نیۃ التطہیر اھ وجعل فی الحلیۃ

مسئلہ تیمم کرے وضو غسل ہر طہارت غیر مذکور کیلیے اسوقت ہونیکا محل ہے جب وہ چیزیں کہ طہارت کی منافی ہیں جیسے حیض نفاس خون وغیرہ منقطع ہولیں تب باقی ہونگی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الاصل ارادة الصلاة فقال لفظ التيمم ينبئ عن القصد والاصل ان يعتبر فى الاسماء الشرعية ما تنبئ عنه من المعانى ثم مطلق القصد غير مراد بالاجماع وسوق الاية يفيد الامر بالقصد الى الصعيد لاقامة الصلاة عند عدم الماء المطلق فيتقيد الامر به فلا يوجد المأمور الشرعى وهو التيمم بدون نية فعله للصلاة او لما هو منزل منزلتها وهو عبادة مقصودة بنفسها لا تصح الا بالطهارة فلاجرم ان ذكر القدورى ان الصحيح من المذهب انه اذا نوى الطهارة او استباحة الصلاة اجزأه لان كلا من النيتين تقوم مقام نية ارادة الصلاة لان الطهارة شرعت لها وشرطت لاباحتها ومثلهما رفع الحدث ورفع الجنابة اهـ اقول فى قوله فيتقيد الامر به فلا يوجد الخ نظر ظاهر لما قدمنا عن البدائع ان حكم التيمم وارد على خلاف القياس وقد قال فى الحلية نفسها صدر الفصل انه تعبد ورد بمسحها على الاعضاء المخصوصة الخ فلو تقيد الامر الوارد بارادة الصلاة لم يجز التيمم لغيرها كدخول المسجد وتلاوة القراٰن للجنب ومس المصحف للمحدث وهو خلاف الاجماع وليست فى معنى الصلاة من كل وجه حتى تلحق بها دلالة لاسيما وقد حصر المنزل منزلتها فى عبادة مقصودة الخ بل الصواب عندى ان الله سبحنه وتعالى انزل من السماء ماء طهورا ليطهرنا به وامرنا به فى الوضوء والغسل لا لخصوص اقامة الصلاة بل لكل ما يطلب فيه الطهارة مقصودا بنفسه كان اولا ثم قال ولم تجدوا ماء اى كافيا لطهركم فتيمموا للتطهير كم صعيدا طيبا فالاصل هو نية التطهير كما افاده ما فى الفتح والكل اثمايدور عليه ولذا اقتصر عليه الامام البرهان فى التجنيس وما التطهير المراد هنا الا ازالة النجاسة الحكمية وهو الذى اخذته فى التعريف فالحمد لله الذى القى فى قلبى واجرى على قلمى ما هو الامر المحقق عند محققى الائمة الكرام والحمد لله ولى الانعام بقى ان يقال اين التطهير وازالة النجاسة فى الصورتين الاخيرتين اذ لو طهر وزالت لجاز له كل شیئ اقول بلى ولكن فى حق ما نوى ولولا ذلك كيف حلت له تلك الصلاة ودخول المسجد جنبا بذلك التيمم ولا غرو فى اعتبارها زائلة فى حق بعض الاشياء دون بعض فما هى الا حكمية تثبت باعتبار الشرع وتنتفى بعدمه ونرى الحقيقية تزول فى حق انسان دون اخر ولاجل شیئ دون غيره كما تقدم فى صدر الرسالة وقد مر هنا عن البدائع انه يقع طهورا لما اوقعه لا لغيره اھ ومثله فى الحلية وفيها يقع طهارة لما نواه له فقط اھ اقول وقد تقدم قوله صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حين تيمم لرد السلام لم يمنعنى ان ارد عليك السلام الا انى لم اكن على طهر فارشد ان التيمم لرد السلام يجعل التيمم طاهرا فی حقہ مع

ان السلام لا يحتاج الى الطهارة فاذا اعتبر مطهرا فيما ليست الطهارة ضرورية له لعدم الماء حكما ففى محل حقيقة اولى فما لا حل له الا بالطهارة اجدر واحرى وما ابدى المحقق فى الفتح من احتمال كونه صلى الله تعالى عليه وسلم نوى ما يصح معه التيمم ثم يرد السلام اذا صار طاهرا اھ ردہ فى البحر بان المذهب ان التيمم للسلام صحيح وان التجويز المذكور خلاف الظاهر كما لا يخفى اھ **اقول** ويلزم على هذا انه صلى الله تعالى عليه وسلم كان عادما للماء حال التيمم كما حمله عليه الامام النووى فى شرح مسلم وهو فى غاية البعد اشد البعد لان الواقعة كانت بالمدينة الكريمة فصدر الحديث مر رجل فى سكة من السكك فسلم على النبى صلى الله تعالى عليه وسلم فلم يرد عليه حتى اذا كاد الرجل ان يتوارى فى السكة ضرب بيديه على الحائط الحديث بل فى الصحيحين اقبل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من نحو بئر جمل فلقيه رجل فسلم عليه فلم يرد عليه حتى اقبل على جدار فمسح وجهه ويديه ثم رد عليه السلام اھ وبئر جمل موضع بالمدينة الكريمة على صاحبها واٰله افضل صلاة وسلام چہارم وہم خامس غرض اسکی معرفت کہ جنس ارض کسے کہتے ہیں اور کیا کیا چیز جنس ارض سے ہے کیا کیا نہیں امر مہم ہے کہ اسی پر مدار مسائل تیمم ہے فاستمع وباللہ التوفیق وبه الوصول الى ذرى التحقيق۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سیدنا امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک ہر اُس چیز سے کہ جنس ارض سے ہو تیمم روا ہے جبکہ غیر جنس سے مغلوب نہ ہو اور اُسکے غیر سے ہمارے جمیع ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک روا نہیں لہذا جنس ارض کی تحدید وتمیز درکار۔ اسمیں چار مقام ہیں مقام اول تحدید **اقول** وباللہ التوفیق وبه الوصول الى اعماق التنقيح والتحقيق علمائے کرام نے بیان جنس ارض میں اُن آثار سے کہ اجسام میں نار سے پیدا ہوتے ہیں پانچ لفظ ذکر فرمائے ہیں احتراق ترمد تلین ذوبان انطباع۔ اولا انکے معانی اور انکی باہم نسبتوں کا بیان پھر کلمات علما میں جن مختلف صورتوں پر انکا ورود ہوا اُسکا ذکر پھر بیانات پر جو اشکال ہیں اُنکا ایراد پھر بتوفیقہ تعالٰی بقدر قدرت تنقیح بالغ وتحقیق بازغ وتبیین مقاصد ودفع ایرادات وتکمیل تحدید وابانت افادات کریں وباللہ التوفیق (بیانِ معانی) الفاظ خمسہ **احتراق** جتنا اشتمال محاورات میں اسکا اطلاق اُس صورت پر آتا ہے کہ شَے اثرِ نار سے کُلّاً یا بعضاً فاسد وخارج عن المقاصد ہوجائے کھانا پکنے کو احتراق نہ کہیں گے بلکہ طبخ ونضج وامثال ذلک۔ اسکے غیر میں کبھی آگ سے مجرد تاثر قوی کو احتراق کہتے ہیں اگرچہ اُس سے اجزا ومقاصد شَے برقرار رہیں جیسے زمین سوختہ

رسالہ المطر السعید علی نبت جنس الصعید

https://www.facebook.com/darahlesunnat

کہ اثرِ نار سے بشدت گرم ہوکر سیاہ ہوگئی در مختار میں ارضِ محترقہ کا مسئلہ ذکر فرمایا کہ اُس سے تیمم جائز ہے طحطاوی و شامی نے کہا اذا احترق
ترابھا من طبخ الطعام حتی صارت سوداء جاز لان المتغیر لون التراب لا ذاته بلکہ ایسی اشیا میں کبھی مقصود کے لیے سیاہ ہوجانے
کو جیسے مطعومات میں پک جانا کہتے ہیں احتراق بولتے ہیں اسی باب سے ہے احتراق اجر و تکلیس یعنی اُنکا پکا بنانا تو مرد کا لکھا جانا **اقول**
احتراق کی چار صورتیں ہیں اَتتغاء۔ انطفاء۔ انتقاص کہ دو قسم ہو جائیگا۔ اتتغاء یہ کہ شیٔ بالکل فنا ہوجائے جیسے رال گندھک نوشادر انطفا
یہ کہ بعد عملِ نار اُسکے سب اجزا برقرار رہیں یہ احتراق ارض ہے اگر وہاں خارج سے پانی کی کوئی نم تھی کہ خشک ہوگئی تو وہ کوئی جزءِ زمین نہ تھی
انتقاص یہ کہ نار اُسکے اجزاء رطبہ و یابسہ میں تفریق کردے اور جسم کا حصہ باقی رہے اس صورت میں اگر رطوبات بہت قلیل تھیں عملِ نار سے
حجمِ جسم میں فرق نہ آیا نہ پہلے سے بہت ضعیف ہوگیا تو یہ تکلیس احجار ہے منہ ترمد اس میں اگر رطوبات کثیرہ سب فنا ہونے سے پہلے
آگ بجھ گئی کہ آئندہ بوجہ بقائے رطوبت دوبارہ جلنے کی صلاحیت رہی تو فحم۔ انگشت۔ کوئلہ ہے منہ رماد۔ خاکستر۔ راکھ۔ اس میں بالآخر
اجزا بکھر جاتے ہیں یا چھونے سے بکھر جائیں گے کہ آگ بالکل تفریق اتصال کر چکی والعیاذ باللّٰہ تعالٰی منہا و معاہ میں اکثر اسی
ساد کہتے ہیں **لین** نرم پڑنا نضج و طبخ کو بھی شامل کہ ہر شیٔ پک کر اپنی حالت خامی سے نرم ہوجاتی ہے بلکہ تکلیس کو بھی کہ چونا بھی اپنے
پتھر سے نرم ہوگا **اقول** اس میں کلا یا بعضا بقائے جسم شرط ہے ورنہ جل کر فنا ہوجانا نرم ہونا نہیں نیز یہ بھی لازم کہ اگرچہ گرہ قدرے سست
ضرور ہوئی کہ پہلی سی باہم گرفت و صلابت نہ رہی مگر جسم کہ منجمد تھا اپنے انجماد پر رہے نہ یہ کہ پانی ہوکر بہ جائے کہ نرم پڑنا نہیں
ذوبان گھل جانا **اقول** یہ وہ صورت ہے کہ اجزائے موجودہ کی گرہ قریب انحلال ہو تو پوری کُھل گئی کہ اثرِ نار سے ان میں کے
رطبہ یابسہ کو چھوڑ کر بکھر جائیں نہ وہ گرفت رہی کہ جسم کی شکل اگرچہ نرم پڑ گئی ہو بند رہے یہ صورت تکلیس احجار میں تھی لہذا اجزائے
رطبہ فراق چاہ کر اُڑنا چاہتے ہیں کہ آگ کی گرمی اسی کی مقتضی اور گرہ بہت سست ہوگئی لیکن اجزائے یابسہ اُنھیں نہیں چھوڑتے کہ
ہنوز تماسک باقی ہے اس کشمکش میں روانی تو ہوئی مگر بوجہ بقائے اتصال زمین ہی پر رہی اس سے صورتِ سیلان پیدا کی **انطباع**
یہ لفظ اگرچہ عربی ہے مگر زبانِ عرب پر نہیں نہ اُنسے کبھی منقول ہوا لہذا قاموس محیط حتی کہ تاج العروس کے مستدرکات تک اُس کا
پتا نہیں ہاں فقہائے کرام نے اُسکا استعمال فرمایا جس کا پہلا سُراغ امام شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ تک چلتا ہے شیخ
الاسلام غزی نے اُسکے معنے فرمائے پارہ پارہ و نرم ہونا طحطاوی علی الدر المختار و ردالمحتار میں ہے قولہ ولا ینطبع ھو ما یقطع
ویلین کالحدید معنے **اقول** اس سے تو یہ ظاہر کہ لین معنی انطباع میں داخل اور اُسکا جزء ہے لیکن اُن سے پہلے علامہ مولٰی خسرو
نے انطباع کو خود لین سے تفسیر فرمایا جس سے روشن کہ دونوں ایک چیز ہیں غرر و دُرر میں ہے (وھو لا ینطبع) ای
لا یلین علامہ ابن امیر الحاج حلبی نے جنس ارض میں نفی انطباع و لین دو جگہ لکھکر غیر جنس میں فقط لین کا
نام لیا حلیہ میں ہے قال مشایخنا جنس الارض ما لا یحترق بالنار فیصیر رمادا وما

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لا یلین ولا ینطبع ویدخل فیھا الا یلین ولا ینطبع ولا یحترق الیاقوت وما احترق بالنار اولان بھا فلیس من
جنس الارض یہ اُس عینیت جزئیت اور اُنکے علاوہ لزوم کو بھی محتمل یعنی لین لازم انطباع ہو کہ جب کہدیا کہ جو آگ پر نرم
پڑے جنس ارض نہیں اسی سے خود ہی معلوم ہوا کہ جو منطبع ہو جنس ارض نہیں کہ تینوں تقدیروں پر ہر منطبع میں لین ضرور ہوگا[٢٥٩]
اور اُس سے نفی جنسیت کر چکے مگر صدر کلام میں لین پر انطباع کا عطف ہے اور اسیطرح شرح نقایہ برجندی میں زاد الفقہا[٢٥٩]
ہے بلین وینطبع یہ عینیت کی تضعیف کرتا ہے کہ عطف تفسیری میں معطوف زیادہ مشہور و معروف چاہیے نہ کہ بالعکس لین
میں کیا خفا تھی کہ اُسے تفسیر کیا اور کاہے سے انطباع سے جسکے معنی میں یہ کچھ خفا ہے۔ باقی کتب کثیرہ مثل تحفۃ الفقہا و
بدائع ملک العلماء و کافی و مستصفٰی و جوہرہ و قنیہ و بحر و مسکین و ایضاح و ہندیہ میں اسکا عکس ہے ینطبع ویلین یہاں بر تقدیر
عینیت عطف تفسیری بے تکلف بنتا ہے اور بر تقدیر جزئیت و لزوم بعد انطباع ذکر لین لغو رہتا ہے غایہ میں سب سے جدا او ینطبع
او یلین بحرف تردید ہے کہ یا منطبع ہو یا نرم پڑے یہ عطف تفسیری کی رگ کاٹتا ہے۔ غرض ان مفادات میں اَمر مشوش ہے
واقول[٢٦٠] تحقیق یہ ہے کہ انطباع طبع سے ماخوذ ہے طبع بمعنی عمل و صنعت ہے قاموس و تاج العروس میں ہے (و) الطبع
ابتداء صنعۃ الشیئ یقال طبع الطباع (السیف) او السنان صاغہ (و) السکاک (الدرھم) سکہ (و) طبع (الجرۃ من الطین عملھا) تو
انطباع بمعنی قبول صنعت ہے یعنی شیئ کا قابل صنعت ہو جانا کہ وہ جسطرح گڑھنا چاہے گڑھ سکے جس سانچے میں ڈھالنا چاہے ڈھل سکے اور یہ نہ ہوگا
مگر بعد لین یعنی نرمی تو لین نہ اُسکا عین ہے نہ جز بلکہ اُسکی علت اور گڑھنے کی صورت میں اُسے لازم ہے جیسے سونے چاندی لوہے کا آگ سے نرم ہو کر ہر قسم گڑھائی
کے قابل ہو جانا اور ڈھالنے کی صورت میں فقط اُسکی علت اور اُسے لازم ہے جیسے سونے چاندی کو حروف دیکر روپیہ اشرفی اینٹ بنانا مغرب میں ہے قول شمس الائمہ
السرخسی ما یذوب وینطبع ای یقبل الطبع وھذا جائز قیاسا وان لم نسمعہ اقول[٢٦١] عند التحقیق کلام شیخ الاسلام
تمرتاشی کا بھی یہی مفاد ہے ظاہر کہ بالفعل پارہ پارہ ہو جانا مراد نہیں بلکہ اسکی قابلیت اور وہ دو طور پر ہوتی ہے ایک یہ کہ چیز
سخت ہو کہ ضرب سے بکھر جائے جیسے کھنگر یہ انطباع نہیں بلکہ جیسے پاروں پر تقسیم چاہیں اُنپر منقسم ہو نا و لہذا یتقطع نہ فرمایا
بلکہ یقطع اور یہ نہ ہوگا مگر بصورت لین ولہذا و یلین اضافہ فرمایا کہ قابلیت صنعت بوجہ لین پر دلالت کرے واللہ الموفق
یہی نکتہ ہے کہ مصنف نے اپنے متبوع درر کے قول سے عدول فرمایا واللہ تعالٰی اعلم تنبیہ[٢٦٢] ہماری تقریر سے واضح ہوا کہ مٹی
بھی منطبع ہوتی ہے ابھی قاموس سے گزرا طبع الجرۃ من الطین مگر یہاں مراد وہ انطباع ہے جسکی صلاحیت آگ سے نرم
ہو کر پیدا ہوئی ہو ولہذا فتح القدیر میں فرمایا اذا حرق لا ینطبع مراقی الفلاح میں ہے ینطبع بالاحراق عامہ علمانے کہ یہاں
منطبع مطلق چھوڑا ہے اُس سے یہی منطبع بالنار مراد ہے جسطرح لین و ذوبان کو بھی اکثر نے مطلق رکھا اور مراد وہی ہے کہ نار سے
ہو ورنہ پانی میں مٹی بھی گلتی پگھلتی ہے (بیان نسب) احتراق و ترمد میں نسبت اوپر گزری کہ ترمد اُس سے خاص

اور اُسکی چار صورتوں سے ایک صورت ہوتی ہے باقی تین **اقول** [۲۶۰۲] ان میں لین وذوبان اُن معانی پر کہ ہمنے تقریر کیے خود متبائن ہیں مگر بیان کلام اُنکی صلاحیت میں ہے کہ جو اسکے صالح ہو جنس ارض سے نہیں بحسب صلاحیت لین دونوں سے عام ہے جو ذائب ہوگا پہلے نرم ہی ہو کر ذائب ہوگا یوں سخت چیزیں گڑھنے کی صلاحیت نرمی ہی سے آئیگی اور جو آگ سے نرم ہو سکے یہ ضرور نہیں کہ یہ بھی سکے یا گڑھنے ڈھلنے کے بھی قابل ہو سکے جیسے چونے کا پتھر وغیرہ احجار مکلسہ اور ذوبان انطباع میں عموم وخصوص من وجہ ہے سونا چاندی ذائب بھی ہیں اور منطبع بھی اور جما ہوا گھی ذائب ہے منطبع نہیں اور شکر کا قوام منطبع ہے ذائب نہیں چھوٹے بتاسے اور مختلف پیمانوں کے ٹھپے اور رنگ برنگ صورتوں تصویروں کے کھلونے بنتے ہیں آنچ سے ہی قوام ان انطباعوں کے قابل ہوتا ہے مگر آگ سے بہیگا نہیں جل جائیگا ہاں [۲۶۰۳] جو چیز آگ پر صابر ہو نہ فنا ہو نہ راکھ جیسے فلزات بظاہر وہاں انطباع وذوبان متلازم ہوں کہ جب نار سے نرم ہوئی تو اُسکے اشتداد وامتداد سے شیا فشیا نرمی کا ازدیاد ہوتا ہوا انتہا ذوبان پر ہو گی حتی کہ فولاد میں اگرچہ بتدابیر کما فی شرحی المواقف[۱] والمقاصد اور ممکن کہ خالق عزوجل نے بعض ایسی محکم الترکیب بنائی ہوں کہ آگ سے صرف نرم ہو سکیں اُنکے پانی کر دینے پر آگ کبھی قادر نہ ہو واللہ تعالی اعلم۔

(بیان تنوع کلمات علما واشکالات) [۲۶۰۴] اوصاف خمسہ مذکورہ کے عدم سے جنس ارض یا وجود سے اُسکے غیر کی پہچان بتانے میں کلمات علما[۲] چودہ وجہ پر آئے (۱) بعض نے صرف انطباع لیا کہ جسمیں یہ نہیں وہ جنس ارض ہے شرح نقایہ علامہ برجندی میں ہے ذکر الجلابی ان جنس الارض کل جزء منہ لا ینطبع **اقول** [۲۶۰۵] ف یہ ظاہر البطلان ہے کہ لکڑی کپڑے لاکھ ہزاروں چیزوں پر صادق **فان قلت** قد اخرجھا بقولہ کل جزء منہ ای من الارض ذکر الکنایۃ تسامحا او باعتبار المذکور **اقول** [۲۶۰۶] **اولا** ضاع قولہ لا ینطبع فلیس جزء منہا لینطبع بالنار **وثانیا** [۲۶۰۷] یعود حاصلہ ان جنس الارض کل جزء منہا وھذا کتعریف شیئ بنفسہ فانما الشان فی معرفۃ ان ای شیئ من اجزائہا (۲) صرف ترمد کہ جو چیز جلکر راکھ نہ ہو جنس ارض ہے نافع شرح قدوری میں ہے جنس الارض ما اذا احترق لا یصیر رمادا **اقول** [۲۶۰۸] ف یہ بھی فلزات مثلاً سونے چاندی فولاد نیز تیل گھی دودھ وغیرہا لاکھوں اشیا پر صادق۔ اگر کہیے سونے چاندی کا کشتہ اُنکی راکھ ہے **اقول** [۲۶۰۹] **اولا** یہ راکھ کے معنی سے ذہول ہے جو ہمنے بیان کیے **ثانیا** [۲۶۱۰] عقیق ویاقوت کا بھی کشتہ ہوتا ہے تو وہ بھی جنس ارض نہ ہوں حالانکہ بیشک ہیں کما سیاتی (۳) انطباع وترمد کہ جو منطبع یا خاکستر ہو جنس ارض سے نہیں فتح القدیر میں ہے قیل ما کان بحیث اذا احرق بالنار لا ینطبع ولا یترمد فھو من اجزاء الارض ام **اقول** [۲۶۱۱] ولا یرید التزییف فقد اقرہا وفرع علیہ جامع المضمرات پھر جامع الرموز میں ہے جنس الارض ما لا یحترق فیصیر رمادا او ینطبع مراقی الفلاح میں ہے الضابطۃ ان کل شیئ یصیر رمادا

ف: تطفل علی العلامۃ البرجندی

ف: معروضۃ علی النافع شرح القدوری

[۱] فان قیل الحدید لا یذوب وان کان یلین قلنا بل یذوب بالحیلۃ ام شرح المواقف۔ ۱۲ منہ

[۲] علما کے کلمات میں اختلاف ... ۱۲ منہ غفرلہ

اوینطبع بالاحراق لایجوز بہ التیمم والاجاز تنویر الابصار میں ہے ماطہر من جنس الارض فلایجوز بمنطبع و مترمد ومعادن **اقول** پہلی تین عبارتوں میں احراق سے مجرد عمل نار مراد ہے اور اخیر میں معادن سے فلزات ورنہ کبریت وزرنیخ ومرداسنگ وتوتیا کی بھی معادن ہیں اور اُن سے جواز تیمم مصرح کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی (۴) یہیں ترمّد کہ جو آگ سے نرم پڑے یا راکھ ہو جنس ارض نہیں غنیہ میں ہے ہومایلین بالنار اویترمّد (۵) امام اکمل الدین نے ان پر انطباع کا اضافہ فرمایا کہ یا منطبع ہو عنایہ میں ہے قیل کل مایحترق بالنار فیصیر رمادا اوینطبع اویلین فلیس من جنس الارض **اقول** جب مجرد لین کافی تو اضافہ انطباع بیکار کہ انطباع بے لین نامتصور۔ لاجرم اسکا مفاد عبارت چہارم سے زائد نہیں (۶) علامہ ابن امیر الحاج حلبی نے جانب جنس میں مثل عنایہ ترمّد ولین وانطباع لیے کہ جس میں یہ نہ ہوں وہ جنس ارض سے ہے اور جانب غیر میں احتراق ولین کہ جس میں ان سے کوئی ہو غیر جنس ہے وقد تقدمت عبارۃ حلیتہ **اقول** جملہ ثانیہ بلکہ ایک جگہ اولٰی کے بیان میں بھی ذکر احتراق پر اقتصار کا یہ عذر واضح ہے کہ مطلق اُسی مقید ترمّد پر محمول مگر ثانیہ میں ترک ذکر انطباع معین کر رہا ہے کہ مجرد لین بھی جنس ارض سے اخراج کو بس ہے تو یہاں بھی مثل عنایہ ذکر انطباع ضائع اور عبارت عبارت چہارم کی طرف راجع (۷و۸) بہت اکابر نے لیے تو یہی اوصاف ثلثہ مگر ترمّد کو ایک شق کیا اور لین وانطباع کو واو عاطفہ سے ملاکر دوسری شق۔ پھر بعض نے تو لین وانطباع کہا۔ برجندی میں زاد الفقہاء سے ہے کل مایحترق بالنار ویصیر رمادا ویلین وینطبع فلیس من جنس الارض وماعداھما من جنسہا اور اکثر نے انطباع ولین۔ بدائع امام ملک العلماء میں ہے کل مایحترق فیصیر رمادا وینطبع ویلین فلیس من جنس الارض وماکان بخلاف ذلک فھو من جنسہا یونہی ہندیہ میں بالفاظ لیکر مقرر رکھا۔ بعینہ یہی الفاظ بحر الرائق میں امام ابو البرکات نسفی کی مستصفٰی سے ہیں غیر ان فی اٰخرہا وماعدا ذلک فھو من جنس الارض ایضاح علامہ وزیر میں تحفۃ الفقہاء امام اجل علاء الدین سمرقندی سے ہے القانون الفارق بین جنس الارض وغیرہا ان کل مایحترق فیصیر رمادا وینطبع ویلین فلیس من جنس الارض جوہرنیرہ میں ہے ھیما اذا طبخ لاینطبع ولایلین واذا احرق لایصیر رمادا **اقول** انطباع ولین میں حرف واو اور اُن میں اور ترمّد میں حرف او خصوصا اس انطباق کے ساتھ بتاتا اور یقین دلاتا ہے کہ یا تو لین وانطباع شیئ واحد ہیں یا اس شق میں دونوں کا اجتماع مقصود یعنی جو راکھ ہو یا جس میں انطباع ولین دونوں جمع ہوں وہ جنس ارض نہیں اور ایک ضعیف وبعید احتمال یہ بھی ہے کہ واو بمعنی او ہو مگر ان میں کوئی خالی از اشکال نہیں **فاقول** اول صراحۃً باطل ہم روشن کر آئے کہ لین وانطباع متحد نہیں مع ہذا بحال تقدیم لین یہ عطف تفسیری معکوس ہوگا بہرحال اب یہ عبارات بھی جانب چہارم ہو کر رہینگی دوم پر لین لغو رہا کہ انطباع بے لین

۵ وقال بعدہ کالذہب والفضۃ والحدید ونحوہا مما ینطبع ویلین بالنار اھ وذلک ما قلنا منہا عند بیان معنی الانطباع ۱۲ منہ غفرلہ

تطفل ۱۲۱ علی الغنایۃ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مقصود نہیں بلکہ بحال تقدیم انطباع اس باطل کا ایہام ہوا کہ کبھی انطباع بے لین بھی ہوسکتا ہے لہذا اجتماع لین سے شرط کیا اور بعد تنقیح حاصل صرف اتنا ہوا کہ ترمّد ہو یا انطباع اور عبارات کے لیے عبارت سوم کی طرف ارجاع سوم پر ذکر انطباع فضول رہا کہ مجرد لین کافی اور وہ انطباع کو لازم یہ پھر عبارت چہارم کی طرف عود کر گیا (۹) علامہ شیخی زادہ رومی نے ان تین میں لین کی جگہ ذوبان لیا اور وہی ایک شق ترمّد اور دوسری شق ذوبان وانطباع قدم منہما الانطباع وفی کلام شمس الائمۃ السرخسی یذوب وینطبع کما مرعن المغرب **اقول** ولا یختلفان ھھنا لان بینہما عموما من وجہ مجمع الانہر میں ہے کل شیئ یحترق ویصیر رمادا لیس من جنس الارض وکذا کل شیئ ینطبع ویلین **اقول** یہاں بھی بدستور تین احتمال اور تینوں پر اشکال اور اگر ذوبان وانطباع ایک ہوں تو حاصل ترمّد وذوبان ہوگا **اقول** مگر اتحاد باطل کما علمت تو دوم دونوں کا اجتماع شرط ہو تو حاصل یہ کہ غیر جنس ارض وہ ہے جو راکھ ہوسکے یا انطباع وذوبان دونوں کی صلاح ہو سوم ضعیف وبعید اعنی جیم یا ذوبان یا انطباع ہو جنس ارض نہیں **اقول** ان دونوں پر نصیں تو آگے آتے ہیں ان شاء اللہ تعالی اور ثالث کا ضعف وبعد یوں روشن کہ غیر جنس ارض کے لیے دو قانون بنائے ایک میں ترمّد رکھا دوسرے میں انطباع وذوبان کو بحرف واو جمع کیا تو متبادر یہی کہ یہ دونوں قانون واحد ہیں (۱۰) امام فخر الملۃ والدین زیلعی نے بالکل مثل نہم فرمایا صرف غیر جنس کا ایک اور قانون بڑھایا کہ جسے زمین کھالے یعنی ایک مدت پر کہ ہر شے کے مناسب مختلف ہوتی ہے اُسمیں اثر کرتے کرتے خاک کردے تبیین الحقائق میں ہے الفاصل بینہما ان کل شیئ یحترق بالنار ویصیر رمادا لیس من جنس الارض وکذا کل شیئ ینطبع ویذوب بالنار وکل شیئ تاکلہ الارض لیس من جنسہا اھ واثرہ الفاضل ابن چلپی بلفظہ قیل مقرا وقال فی اخرہ ھذا زبدۃ کلام الزیلعی اھ فقد یوھم من لم یراجع التبیین انہ فیہ بلفظۃ قیل ولیس کذلک **اقول** یہ قانون تازہ بجائے خود صحیح ہے مگر معرفت جنس وغیر جنس کو کافی نہیں کہ اسکا عکس کلی نہیں کہ جو غیر جنس ارض ہو اسے زمین کھالے زمین سونے چاندی کو بھی نہیں کھاتی بہرحال اس ہمارے مبحث پر اثر نہیں اسکے حاصلات اور اُنپر اشکالات بعینہا مانند نہم ہیں (۱۱) فاضل چلپی نے بالکل دہم کا اتباع کیا مگر لین بجائے انطباع لیا کہ وکل شیئ یلین ویذوب بہا الخ اور اسی کو حاصل کلام تبیین ٹھہرایا کما مر **اقول** یہ ہرگز اسکا حاصل نہیں لین وانطباع میں فرق عظیم ہے کما تقدم انکو یہ شبہہ اتباع درر سے لگا اگرچہ وہ دونوں فاضل ہمعصر میان قرن تاسع سے ہیں مگر انکی کتاب درر سے اٹھارہ برس بعد ہے تصنیف درر ۸۸۳ھ میں ختم ہوئی اور ذخیرۃ العقبی ۹۰۱ھ میں اور اسکے خاتمہ میں سطرین کی سطرین خاتمہ درر سے ماخوذ ہیں۔ ہاں لین وانطباع کی تبدیل نے اسے کلام تبیین سے یوں بھی جدا کردیا کہ اُس میں تین احتمال تھے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اس میں احتمال اتحاد کی گنجائش نہیں کہ لین وذوبان میں فرق بدیہی ہے۔ رہے دو اول جمع **اقول**[۲۶۲۳] تو ذکر لین لغو کہ لازم ذوبان ہے اور حاصل حاصل اول عبارت نہم ہوگا دوم تردید **اقول**[۲۶۲۴] تو ذکر ذوبان لغو کہ مجرد لین کافی ہے اور اب حاصل عبارت چہارم کی طرف عود کریگا (۱۲) امام جلیل ابوالبرکات نسفی نے ایک شق احتراق لی اور دوسری انطباع ولین کافی میں ہے بطاہر من جنس الارض لا بما ینطبع ویلین او یحترق **اقول**[۲۶۲۵] بدستور تین احتمال ہیں اور تینوں پر اشکال۔ اتحاد خود باطل ہے اور اُسپر حاصل لین واحتراق آور جمع یعنی احتراق ہو یا انطباع ولین کا اجتماع اس میں لین لغو اور حاصل احتراق یا انطباع آور تردید پر انطباع بیکار اور حاصل مثل احتمال اول (۱۳) فاضل معین ہروی نے جانب جنس احتراق وانطباع لیا اور جانب غیر میں لین بواو عاطفہ اضافہ کیا شرح کنز میں کہا جنس الارض مالا یحترق ولا ینطبع ومالیس من جنس الارض مایحترق اوینطبع ویلین **اقول**[۲۶۲۶] یہ حقیقت امر پر صریح متناقض ہے جملہ اولی کا مفاد کہ مجرد لین منافی ارضیت نہیں اور ثانیہ کی تصریح کہ منافی ہے لاجرم یہاں عطف تفسیری متعین جو خود باطل اور احتمال اول عبارت ۱۲ کی طرف آئی (۱۴) **اقول**[۲۶۲۷] یہ سب باوصف اسقدر اختلافات کے ایک امر پر متفق تھے کہ یہ اوصاف جنس وغیر جنس ارض میں فارق ہیں علامہ مولیٰ خسرو نے غرر ودرر متن وشرح دونوں میں وہ روش اختیار فرمائی کہ انھیں فارق ہی نہ مانا بلکہ جواز تیمم کے لیے انکو جنس ارض کی قید جانا یعنی جنس ارض میں خاص اُس شے سے تیمم جائز ہے جو آگ سے جلکر نہ نرم پڑے نہ راکھ ہو یہ حاصل متن ہے شرح میں فرمایا جو چیز جنس ارض سے نہیں یا انطباع خواہ ترمد رکھتی ہے اُس سے تیمم روا نہیں تو متن وشرح نے صاف بتایا کہ خود جنس ارض دونوں قسم کی ہوتی ہے ایک وہ کہ آگ سے نرم یا راکھ ہوتی ہے دوسری نہیں۔ متن کی عبارت یہ ہے علی طاہر من جنس الارض وھو لا ینطبع ولا یترمد بالاحتراق شرح میں فرمایا وذلک لان الصعید اسم لوجہ الارض باجماع اھل اللغۃ فلا یتناول مالیس من جنسہا اوینطبع اویترمد پر ظاہر کہ یہ طریقہ تمام سلف وخلف مشائخ وعلماء سے جدا ہے وحاول العلامۃ الشرنبلالی ردہ الی الوفاق فقال علی قول الشرح فی العطف بأو تسامح کان ینبغی بالواو لانہ عطف خاص او **اقول**[۲۶۲۸] وماذا یفعل بالمتن فانہ لم یقل وھو مالا بل قید جنس الارض بجملۃ حالیۃ والاحوال شروط ثم[۲۶۲۹] قولہ لانہ عطف خاص ان کان حقا علی ما حققہ ان شاء اللہ تعالٰی لکنہ مخالف لمسلکہم ومسلک نفسہ المار عنہ فی العبارۃ الثالثۃ یہ عبارت اگرچہ جنس غیر میں فاصل بتانے سے جدا رہی پھر بھی اتنا حاصل دیا کہ لین وترمد مانع تیمم ہیں تو اس جملہ میں وہ عبارت چہارم کی شریک ہوئی بالجملہ[۲۶۳۰] ہمارے بیان سے واضح ہوا کہ یہ چودہ[۱۴] عبارتیں اسوجہ سے کہ ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۲ میں تین تین احتمال تھے اور ۱۱ میں دو[۲] چھبیس[۲۵] عبارات ہوکر انکا حاصل نو قولوں کی طرف رجوع کرگیا ۱ غیر جنس ارض ہونے کا مدار صرف انطباع

تطفل ۱ علی العلامۃ الشرنبلالی

تطفل ۲ علی البحر والعلامۃ ...

تطفل ۳ علی ...

(۲) فقط ترمد (۳) ترمد یا انطباع (۴) ترمد یا لین (۵) ترمد یا ذوبان (۶) ترمد یا اجتماع ذوبان وانطباع (۷) ترمد یا ذوبان یا انطباع (۸) احتراق یا لین (۹) احتراق یا انطباع۔ خاص خاص عبارات پر جو اُنکے متعلق اشکالات تھے مذکور ہوئے اب اصل بحث کے اشکال ذکر کریں وباللہ التوفیق غیر جنس ارض ہونے کا مناط سات قول اخیر میں کہ دو دو یا تین تین وصف پر مشتمل ہیں ان اوصاف میں سے کسی وصف کا وجود ہے اور جنس ارض ہونے کا مناط ہر قول کے اُن سب اوصاف کا انتفا ہے یعنی ان میں سے ایک بھی ہو تو جنس ارض نہیں۔ اور اُس سے تیمم ناجائز اور اصلا کوئی نہ ہو تو جنس ارض ہے اور تیمم جائز۔ اب اگر جنس ارض سے کوئی شے ایسی پائی جائے جسمیں کسی قول کے اوصاف ملحوظہ سے کوئی وصف پایا جاتا ہو وہ اُس قول کے مناط ارضیت کی جامعیت پر نقض ہوگا یعنی بعض اشیا جنکو اس مناط کا شامل ہونا چاہیے تھا اس سے خارج ہوگئیں اور اگر غیر جنس سے کوئی چیز ایسی ثابت ہو جسمیں ایک قول کے اوصاف معتبرہ سے اصلا کوئی نہیں وہ اُس قول کی مانعیت پر نقض ہوگا یعنی بعض اشیا جنکا اس مناط سے خارج ہونا درکار تھا اُس میں داخل رہیں دو قول اول کی مانعیت پر نقوض وہیں گزرے اور وہ دونوں قابل لحاظ بھی نہیں باقی یہاں ذکر کریں واللہ الموفق

نقوض جمع میں کسی جنس ارض میں ایک وصف کا تحقق کافی ہے لہذا ہر قول پر جدا کلام کرنے سے اوصاف کی تلخیص کرکے ہر وصف پر کلام کافی ہوگا کہ وہ وصف جتنے اقوال وعبارات میں ہو اُسکے نقض سب پر وارد ہوں۔

انطباع پر نقوض اقول اولا کبریت کہ جب آگ پر ذائب کرکے کسی سانچے میں ڈالدیں یقیناً سرد ہوکر اُسی صورت پر رہتی ہے خالص گندھگ کے پیالے کٹوریاں گلاس بنتے ہیں ہمارے شہر میں ایک صاحب بکثرت بناتے تھے جسے شبہہ ہو وہ اب آزما دیکھے تو اُس میں یقیناً جس صورت پر چاہیں ڈھالے جانیکی صلاحیت ہے تو بلاشبہہ منطبع ہوئی اور انطباع آگ سے ہی ہوا کہ قبول صورت پر اُسی نے مہیا کیا اگرچہ بقائے صورت بعد برودت ہے جیسے چھوٹے بڑے بتاسوں شکر کے کھلونوں سونے چاندی کی اینٹوں وغیرہا میں تو لازم کہ گندھک جنس ارض سے نہ ہو اور اُس سے تیمم ناروا ہو حالانکہ کتب معتمدہ میں اُسکا جنس ارض سے ہونا اور اُس سے تیمم کا جواز مصرح ہے کما سیاتی **ثانیا** زرنیخ یہ بھی بلاشبہہ آگ سے بہتی اور سرد ہوکر پھر متحجر ہو جاتی ہے تو یقیناً قابل انطباع ہے جسکا خود ہم نے تجربہ کیا غایت یہ کہ بنسبت کبریت کے زیادہ قوی آنچ چاہتی ہے وھذا معنی قول ابن زکریا الرازی فی کتاب علل المعادن ثم ابن البیطار فی الجامع تکوین الزرنیخ کتکوین الکبریت غیر ان البخار البارد الثقیل الرطب فیہ اکثر والبخار الدخانی فی الکبریت اکثر ولذلک صار لایحترق کاحتراق الکبریت وصار اثقل واصبر علی النار منہ حالانکہ اسکا جنس ارض وصالح تیمم ہونا تو اُس اعلی تواتر سے روشن جسمیں اصلا محل ارتیاب نہیں کما سیاتی تردید پر نقوض

[۲۲۵] **اقول اولاً** خزانۃ الفتاوی وحلیہ وجامع الرموز ودرمختار میں تصریح ہے کہ پتھر کی راکھ سے تیمم جائز ہے ومنظومۃ الدرر لایجوز بمحترق الا رماد الحجر فیجوز معلوم ہوا کہ پتھر بھی راکھ ہوسکتا ہے تو جنس ارض کب رہا اور اُس سے تیمم کیونکر روا ہوا [۲۲۶] **ثانیاً** ترکستان میں ایک پتھر ہوتا ہے کہ لکڑی کی جگہ جلتا ہے اُسکی راکھ سے تیمم روا ہے حلیہ میں ہے فی خزانۃ الفتاوی قال العبد الضعیف ان کان الرماد من الحطب لایجوز وان کان من الحجر یجوز لانہ من الارض وقد رأیت فی بعض بلاد ترکستان کان حطبھم الحجر اسیطرح خزانہ سے قہستانی اور قہستانی سے طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے **ثالثاً ورابعاً** علامہ برجندی نے نورہ ومردارسنگ سے دو نقض اور وارد کیے کہ یہ جلکر راکھ ہوجاتے ہیں حالانکہ جنس ارض سے ہیں شرح نقایہ میں بعد نقل عبارت مامۂ زاد انتہاء ہے ھذا یدل علی ان التیمم بالنورۃ والمرداسنج لایجوز فانھما یحترقان بالنار ویصیران رمادا وقد صرح قاضیخان انہ یجوز التیمم بھما الا ان یقال ان محترقھما لایسمی رمادا فی العرف لیں پرنقوض [۲۲۷] **اقول اولاً** چونے کا پتھر اور جتنے احجار تکلیس کیے جاتے ہیں یقیناً اپنی حالت اصلی سے صلابت میں کم ہوجاتے ہیں تکلیس کرتے ہی اسلیے ہیں کہ جو سخت جرم پس نہیں سکتا پسنے کے قابل ہوجائے **ثانیاً** کبریت **ثالثاً** زرنیخ ضرور آگ پر نرم ہوتی ہیں حالانکہ کتب میں بلاخلاف ان سے تیمم جائز لکھا جو کما سیاتی ذوبان پرنقوض [۲۲۸] **اقول** یہی کبریت وزرنیخ دونوں اسپر بھی نقض ہیں انکی نرمی بہ جلنے پر منتہی ہوتی ہے جیسا کہ مشہور شاہد ہے۔ علامہ تفتازانی نے مقاصد وشرح مقاصد میں معدنیات کی پانچ قسمیں کیں دوم ذائب مشتعل اور فرمایا ذلک کالکبریت والزرنیخ **احتراق** پرنقوض [۲۲۹] **اقول اولاً وثانیاً** یہی گندھک ہرتال ایسی جلتی ہیں کہ شعلہ دیتی ہیں **ثالثاً** گچ کہ اُسکا پتھر جلانے ہی سے بنتا ہے **رابعاً** کرمان وبدخشان میں ایک پتھر حجر الفتیلہ ہے کوٹنے سے روئی کیطرح نرم ہوجاتا ہے اُسکی بتی بناکر چراغ میں روشن کرتے ہیں تیل ڈالتے رہیں تو ایک بتی دو تین مہینے تک کفایت کرتی ہے ذکرہ فی المخزن وذکر فی تاج العروس فرستدرکہ بعد باذش ان معدنہ بدخشان **خامساً** شام میں ایک پتھر حجر البحیرہ ہے آگ میں ڈالے سے لپٹ دیتا ہے ذکرہ فی المخزن والتحفۃ **سادساً** سنگ خزامی جزیرۂ صقلیہ میں ایک پتھر ہے کہ آگ سے بھڑکتا اور پانی کا چھینٹا دیے سے اور زیادہ مشتعل ہوتا اور تیل سے بجھتا ہے قالا فیھما **سابعاً** ریگ کو لاکہ پتھر ہے اور لکڑی سا جلتا ہے **ثامناً** جلی ہوئی زمین کا مسئلہ خود کتب معتمدہ مثل مختارات النوازل وقاضی خان وفتح وحلیہ وبحر وغیاثیہ وجواہر الاخلاطی ومراقی الفلاح ودرمختار وہندیہ وغیرہا میں مذکور کہ اُس سے تیمم روا ہے کما سیاتی ان شاء اللہ تعالٰی **تنبیہ** کبریت سے نقض پر علامہ سید ابو السعود ازہری کو تنبہ ہوا اور عبارت مامۂ لامسکین کی شرح میں فرمایا الظاھر ان ھذا اغلبی لاکلی فلا یشکل بان البعض یحترق کالکبریت اھ [۲۳۰] **اقول** بل الایراد لامرد له

عن ظاهر العبارة والعذر لایجدی لانہم بصدد اعطاء معرف لما یجوز بہ التیمم و مالا فاذا کان شیئاً یختلف و یتخلف لزم التخلیط والتغلیط **نقوض منع۔ اقول**[٢٦٤] اگلے نقوض میں عبارت غرر و درر بھی شریک تھی کہ اُسکا بھی اتنا حاصل تھا کہ جس میں ترمد یا لین ہو اُس سے تیمم جائز نہیں بلکہ اگرچہ جنس ارض سے ہو حالانکہ زرنیخ و کبریت وجص ورماد حجر و نورہ و مرداسنگ معدنی وارض محترقہ و مطلق حجر سے جواز تیمم عامہ معتمدات میں مصرح ہے کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی درر میں خود فرمایا من جنس الارض کالحجر والزرنیخ مگر نقوض منع اُس پر وارد نہیں کہ دوسری جانب سے کلیہ نہ اُسکا منطوق ہے نہ مفہوم۔ اب نقوض سنیے **فاقول**[٢٦٥] منع پر نقض کثیر وافر ہیں یہاں بعض ذکر کریں (١) سانبھر (٢) پارا یہ سب اقوال پر وارد ہیں کہ نہ آگ سے جلیں نہ گلیں نہ پگھلیں نہ نرم پڑیں نہ راکھ ہوں (٣) اولا (٤) پالا (٥) گل کا برف (٦) رال (٧) کافور (٨) زاج تین قول اول پر کہ نہ راکھ ہوں نہ آگ سے منطبع (٩) کیچڑ جس میں پانی نالب ہو (١٠) پانی (١١) عرق (١٢) عطر (١٣) ماء الجبن (١٤) دودھ (١٥) بہتا گھی (١٦) تیل (١٧) گازو غیرہا اشیا کہ نہ آگ سے نرم ہوں نہ راکھ ہو جائیں سات قول پیشین پر (١٨) جما ہوا گھی (١٩) شکر کا قوام۔ قول ششم پر کہ نہ راکھ ہوں نہ اُن میں ذوبان و انطباع کا اجتماع کما تقدم فی بیان النسب (٢٠) علامہ برجندی نے عبارت ہفتم پر خود راکھ سے نقض کیا شرح نقایہ میں عبارت زاد الفقہا نقل کرکے لکھا ھذا یدل علی ان التیمم بنفس الرماد یجوز وقد ذکر فی الخلاصۃ اجمعوا انہ لایجوز لکن ذکر فی النصاب قال ابوالقاسم یجوز وابو نصر لا وبہ نأخذ **اقول**[٢٦٦] بلکہ وہ سب اقوال پر نقض ہے کہ راکھ نہ آگ سے نرم پڑے نہ جلے نہ دوبارہ راکھ ہو بالجملہ کوئی قول کوئی عبارت متعدد نقوض سے خالی نہیں واللہ المستعان لکشف الران ٭ والصلاۃ والسلام الاتمان ٭ علی سید الانس والجان ٭ والہ وصحبہ وابنہ وحزبہ ٭ فی کل حین واٰن ٭ اٰمین ٭ (**استعانت توفیق بطلب تحقیق**) **اقول**[٢٦٧] بعونہ عزوجل عبارات علما کے اسالیب مختلفہ پر اشکالات اور تعریفات کی جامعیت پر نقوض سب کا حل ان تین حرفوں میں ہے (١) احتراق سے ترمد مقصود اور ایسے اطلاقوں کے اطلاق فقہا سے اکثر معہود و لہذا حلیہ نے ترمد لیکر دو جگہ صرف احتراق کہا (٢)[٢٦٧] رماد کے تین اطلاق ہیں ایک عام تر کہ صور احتراق میں انتفا و انطفا کے سوا سب کو شامل یعنی بقیہ جسم بعد زوال البعض باحتراق۔ بایں معنے احجار مکلسہ بھی اُس میں داخل تذکرہ داود انطاکی میں ہے (رماد) ھو ما یبقی من الجسم بعد حرقۃ ومنہ ما خص باسم فیذکر فیہ کالنورۃ والاسفیداج وما خص باسم الرماد وھو المذکور ھنا جامع عبداللہ بن احمد مالقی اندلسی ابن البیطار میں جالینوس سے ہے الناس یعنون بہ الشیئ الذی یبقی من

https://www.facebook.com/darahlesunnat

احتراق الخشب (الی ان قال) والنورۃ ایضا نوع من الرماد دوسرا متوسط کہ اجزائے رطبہ کثیرہ فی الجسم فنا ہونیکے بعد جو اجزائے یابسہ بچین رماد ہین عام ازین کہ جسم بستہ رہے جیسے کوئلا یا نہین جیسے لکڑی کی راکھ۔ اسی قبیل سے ہے رماد عقرب کہ عقرب نر کو لوہے یا تانبے یا مٹی کے برتن مین رکھکر سر خمیر سے بند کرکے اُس تنور مین شب بھر رکھتے ہین جسے گرم کرکے آگ اُس مین سے بالکل نکال لی ہو اور سر تنور بند کر دیتے ہین کہ گرمی باقی رہے اور تاکید ہے کہ تنور بہت گرم نہ ہو کہ عقرب خاک نہ ہو جائے کما فی القرابادین الکبیر والمخزن وغیرھما صبح نکالکر پیسکر سنگ گردہ ومثانہ وعسر البول وغیرہا کے لیے استعمال کرتے ہین اور شرعاً ناجائز ہے تیسرا خاص تر خاکستر کہ جسم کثیر الرطوبات اتنا جلایا جائے کہ رطوبات سب فنا ہو جائین اور جسم ریزہ ریزہ ہو یا ہاتھ لگائے ہو جائے کہ رطوبت باعث اتصال و تماسک ہے یعنی اجزا مین باہم گرفت ہونا اور یبوست باعث تفتت و تشتت یعنی ریزہ ریزہ و منتشر ہونا ہے جیسے گندھا ہوا آٹا اور خشک تاج العروس مین ہے الرماد دقاق الفحم من حراقۃ النار وما ھبا من الجمر فطار دقاقا اھ وفی القاموس الفحم الجمر الطافی اھ **اقول** اصاب فی جعل الرماد دقاقا وفی اضافتھا الی الفحم نظر فالفحم الملد قوی لایسمی رمادا وانما ھو ما ذکرنا من اجزاء الجسم الیابسۃ المتفتتۃ بعد الاحراق التام عرف عامہ مین رماد کا زیادہ اطلاق اسی صورت اخیرہ پر اسوجہ سے ہے کہ وہ غالباً اُس سے لکڑی کی راکھ مراد لیتے ہین کما تقدم عن ابن البیطار عن جالینوس اور وہ ایسی ہی ہوتی ہے بیان اُس سے مراد معنی اوسط ہے کہ اس شکل ثالث کو بھی شامل (۳) لین و ذوبان انطباع سے مراد وہ حالت ہے کہ آگ سے جسم منطرق مین پیدا ہوتی ہے منطرق وہ جسم کہ مطرقہ یعنی ہتوڑے کی ضرب سے متفرق نہ ہو بلکہ بتدریج عمق مین دبتا اور عرض وطول مین پھیلتا جائے جیسے سونا چاندی تانبا وغیرہا اجساد سبعہ۔ ظاہر ہے کہ یہ آگ سے نرم ہوتے ہین یہ لین ہوا اور ضرب مطرقہ سے متفتت نہین ہوتے بلکہ جیسی گڑھت منظور ہو قبول کرتے ہین یہ انطباع ہوا اور زیادہ آنچ دی جائے تو پگھل جاتے ہین یہ ذوبان ہوا۔ رہا یہ کہ لین و ذوبان وانطباع تو اور اجسام مین بھی ہوتے ہین پھر خاص اجساد منطرقہ کی کیا خصوصیت اور اس تخصیص پر کیا حجت **اقول** اسکا فوری جواب تو یہ ہے کہ تینون محض اوصاف ہین صلابت وجمود و امتناع کے مقابل۔ ان سے ذات اجزائے جسم پر کوئی اثر نہین بخلاف احتراق کہ فساد بعض کہ اکثر وہی متبادر کہ اُس مین نفس اجزا پر اثر ہے اور ترمّد مین تو اور اظہر۔ علمائے کرام نے دو شقین فرمائی ہین ایک مین احتراق و ترمد رکھا یہ وہ ہے جسمین خود بعض اجزا کا جل جانا فنا ہو جانا ہے دوسری مین لین ذوبان انطباع تو یہ وہ ہین جنکا ذات اجزا پر اثر نہین یعنی تمام اجزا برقرار ہین اور جسم نرم ہو جائے گڑھنا قبول کرے یا بہہ جائے یہ نہین ہوتا مگر انھین اجساد منطرقہ مین۔ غیر منطرق مین جب آگ اتنا اثر کرے کہ اُسے نرم کردے قابل عمل کردے گلا پگھلا دے تو ضرور

حسن تفہیم

ف

اعتراض

اُسکی بعض رطوبتین جلائیگی سب اجزا برقرار نہ رہین گے بخلاف منطرقات کہ انکی رطوبتین نہ جانے چرخ کھانے سے بھی کم نہین ہوتین۔ سہل سا بالائی جواب تو یہ ہے اور بتوفیقہ تعالٰی تحقیق انیق وتدقیق دقیق منظور ہو جو نہ صرف ان اوصاف ثلثہ بلکہ خمسہ مین ان معانی کا مراد ہونا واضح کردے تو وہ بعونہ تعالٰی استماع چند نکات سے ہے جو بفضلہ عزوجل قلب فقیر پر فائض ہوئے (نکتہ اولٰی) اقول وبہ استعین منطبع ہونے کو شی کا صرف صالح قبول صورت ہونا کافی نہین ورنہ حتی کہ پانی بھی منطبع ہو کہ سہولت تشکل لازمۂ رطوبت ہے بلکہ اُسکے ساتھ حفظ صورت بھی درکار۔ قبول کو رطوبت چاہیے اور حفظ کو اجزا کا تماسک۔ کہ جس صورت پر کردیا جائے قائم رہے یہ دونون منشا اگر شی مین خود موجود ہین جب تو وہ آپ ہی صالح انطباع ہے اور اگر ایک ہے دوسرا نہین تو وہ دوسرا جس سے پیدا ہوا اسکا انطباع اُسکی طرف منسوب ہوگا اُس نے اسے منطبع کیا مثلاً شی متماسک الاجزا ہے مین صلابت مانع قبول صورت ہے پانی نے اس قابل کیا جیسے چاک کی مٹی تو وہ منطبع بالماء ہے یا آگ سے جیسے تپایا ہوا لوہا تو منطبع بالنار یا نرم شی مین فرط رطوبت مانع حفظ صورت ہے مٹی کے ملانے یا آگ کے سکھانے سے قابل حفظ ہوئی تو منطبع بالطین یا بالنار ہے اور اگر دونون نہین اور دو چیزون کے عمل سے دونو قوتین پیدا ہوگئین تو اسکا انطباع اُس مجموعہ کی طرف منسوب ہوگا اور اگر تعاقب ہو پہلے ایک سے قبول خواہ حفظ کی صلاحیت آگئی پھر دوسری کے عمل سے دوسری تو اُسکا انطباع متاخر کی طرف نسبت کیا جائیگا کہ پہلی کے عمل تک وہ شی صالح انطباع نہ ہوئی تھی دوسری کے عمل سے ہوئی شرح مظہر مین اسکی نظیر کپڑا ہو کر تانے کا اعتبار نہین اگرچہ ریشم ہو کہ اُسوقت تک کپڑا نہ ہوا تھا بانے نے اُسے کپڑا کیا تو اسیکا اعتبار ہے یا بجملہ انطباع اُسکی طرف منسوب ہوگا جس نے صلاحیت انطباع کی تکمیل کی یہانتک کہ اگر مثلاً قبول کی قوت شی مین آپ تھی اور قوت حفظ پر آگ سے سردی نے اُس نے صالح حفظ نہ کردیا بلکہ یہ صلاحیت اُسکے بعد دوسری شے سے پیدا ہوئی تو وہ اسی دوسری شے سے منطبع ٹھہریگی نہ آگ سے۔ یہان سے ظاہر ہوا کہ جتنی چیزون کو آگ پگھلا کر پانی کردے جس سے وہ سانچے مین قبول صورت کرین اُنکا یہ انطباع جانب نار منسوب ہوگا کہ جسم سیال حفظ صورت کے قابل نہین ہوتا یہ قابلیت سرد ہوکر آتی ہے تو کبریت وزرنیخ اور اُنکے امثال منطبع بالنار نہین بلکہ شکر کا قوام بھی کہ اگرچہ رقت اُس مین آپ تھی جس سے صالح قبول صورت تھا اور نار نے صلاحیت حفظ صورت پر مدد دی کہ لزوجت پیدا کی جو وجہ تماسک اجزا ہو مگر حفظ کیلیے جو مبس درکار تھا اُسکی مانع رہی کہ نار موجب ذوبان ہے تو نار سے جدا ہوکر جب ہوا لگی سرد ہونے نے صلاحیت حفظ دی تو یہ بھی انطباع بالنار نہ ہوا شکر کے کھلونے اور زیادہ بڑے بتاسے تو سانچے مین بنتے ہین چھوٹے اور متوسط کی بوندین چادر پر گراکر مگر جبتک آگ سے جدا ہوکر ہوا نہین لگتی حفظ صورت کی صلاحیت نہین آتی۔ ہان تنہی کے منطبع

بالنار گلنے کو یہ ضرور نہیں کہ ہمیشہ اُسی سے منطبع ہو بلکہ صرف اتنا کافی کہ فی نفسہ اُن میں ہو جو منطبع بالنار ہوسکتے ہیں اگرچہ کبھی منطبع بالغیر بھی ہو تو جیسے کھار سونے چاندی کا سانچے میں منطبع بالبرد ہونا انھیں اجساد منطبعہ بالنار سے خارج نہیں کرتا **تنبیہ** اب صلاحیت ذوبان وانطباع بالنار میں نسبت عموم من وجہ لیسے جرم کے ثبوت پر کہ آگ سے نرم ہوکر قابل تشکل ہو اور ساتھ ہی فی نفسہ ہر دی ہوئی صورت کا حفظ کرسکے اور آگ کتنا ہی عمل کرے اُسے بہانہ سکے یہ حیز خفا میں ہے واللہ تعالٰی اعلم جبتک یہ نہ ہو ظاہر اذوبان انطباع سے عام مطلقًا ہے والعلم عند ذی الجلال بحقیقۃ کل حال (**نکتہ ثانیہ**) **اقول** جسم کہ اجزائے رطبہ و یابسہ سے مرکب ہو اُسکا امتزاج دو قسم ہے ضعیف جسکی گرہ کھل جائے اجزائے رطبہ یابسہ سے جدا ہوجائیں اور شدید الاستحکام کہ آگ جسکا فعل تفریق ہے اُسکی گرہ کھولنے پر قادر نہ ہو **قسم اول** میں تین صورتیں ہیں (۱) جسم کے اجزائے یابسہ لطیف ہیں کہ آگ اُنھیں بھی رطبہ کے ساتھ اڑا دیگی اس صورت میں تو جسم فنا ہوجائیگا جیسے رال گندھک نوشادر ملے **انتفا یا نفاد** کہیے یہ بھک سے اُڑجانے والے مادوں میں اکثر ہوتا ہے (۲) اُس میں اجزائے رطبہ بہ نسبت اجزائے ارض بہت کم ہیں جیسے پتھر کہ اجزائے ارضیہ رقیقہ ہی سے بنتا ہے اور اُنھیں کا حصہ کثیر و غالب ہے لزج یعنی چپک دار رطوبتوں سے انھیں اتصال ہوا اور عمل حرارت سے یبوست آئی بار بار یوں ہوکر لزوجت کے باعث اجزا میں اکتناز اکر ایک سخت جسم پیدا ہوا جسکا نام حجر ہے از انجا کہ ترکیب شدید الاستحکام نہیں آگ تا حد تاثیر اجزائے رطبہ کو جدا کریگی اور وہ اکتناز کہ بوجہ لزوجت تھا کم ہوکر جسم میں قدرے تخلخل آئیگا باقی تجربہ بدستور رہیگا یہ صورت **تکلیس احجار** کی ہے (۳) اجزائے رطبہ بھی بکثرت تھے آگ انھیں فنا کرکے ایک بڑا حصہ جسم کا معدوم کریگی جو رہ گیا وہ رماد اور اسطرح جلنے کا نام ترمید ہے ظاہر ہے کہ ان تینوں صورتوں میں انطباع بالنار نہ ہوسکیگا اول میں تو بدیہی کہ جسم فنا ہی ہوگیا اور سوم میں بوجہ تفتت و تشتت حفظ صورت کی قوت باقی نہیں دوم میں وہ لین نہیں کہ قبول صورت کرے بوجہ صلابت عمل قلیل قبول نہ کریگا اور ضرب شدید سے متفتت ہوجائیگا۔ ہاں لین ان سب صورتوں میں ہوگا کہ گرہ نرم ہی ہوکر کھلتی ہے اور بعض صورتوں میں ذوبان بھی ہوگا جیسے گندھک پہلے نرم پڑتی پھر بہتی پھر فنا ہوجاتی ہے **قسم دوم** میں صورتیں ہیں جن میں پہلی دو ہوکر تین ہوجائینگی (۱) گرہ اسقدر شدید محکم ہو کہ آگ اُسے سست بھی نہ کرسکے یہاں اگر جسم میں رطوبت غالب ہو آگ پر قائم ہی نہ رہیگا کہ متنافیین جمع نہیں ہوتے یہ سیماب ہے **اقول** اُسکے قائم علی النار نہ ہونیکا سبب یہ ہے کہ آگ کا فعل تصعید ہے یعنی رطوبات کو جانب آسمان پھینکنا ان رطوبتوں پر بھی اُس نے اپنا کام کیا اور یبوستیں جدا ہونہ سکیں لہذا سارا جسم بقدر عمل حرارت یونہی گرہ بستہ اُڑا اور اپنی حالت پر برقرار رہا بخلاف صورت

اول قسم اول کہ وہاں بھی اگرچہ اجزائے یابسہ بوجہ لطافت ہمراہ رطبہ خود بھی اُڑ سے مگر گرہ کشادہ منتشر لہذا جسم ہبا منثور ہوگیا آور اگر رطوبت غالب نہیں تو جسم آگ سے صرف گرم ہوگا ترکیب اجزا پر کچھ اثر نہ پڑیگا جیسے لعل یاقوت ہیرا طلق بھی جسے ابرک کہتے ہیں آگ اسکی بھی گرہ نہیں کھول سکتی گرچیل وتنا ہیر خارجیہ سے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں لین ذوبان تو بہت کچھ نہ ہوسکے گا کہ گرہ بدستور رہیگی تو انطباع نہ ہوسکنا بھی ظاہر کہ وہ بے لین نا متصور اور صورت غلبۂ رطوبت یعنی سیماب میں اگرچہ لین خود موجود مگر وہی غلبۂ رطوبت مانع حفظ صورت۔ تو اس میں قابلیت انطباع یوں ہوتی کہ آگ اسکی رطوبتیں اتنی خشک کردے کہ اُسمیں یبس قابل حفظ صورت پیدا ہوجائے یہ اُسی گرہ کھلنے پر موقوف اور وہ یہاں منتفی اس حالت کا نام **امتناع** رکھیے نہ باینمعنے کہ اثر نار اصلا قبول نہ کیا کہ تصعید یا سخونت تو ہوئی بلکہ باینمعنے کہ ترکیب اجزا پر اُسکا کوئی اثر نہ لیا (ف۱/۲) آگ گرہ سُست کرسکے مگر جسم میں دھنیت اسدرجہ قوی ہو کہ کھلنے نہ دے جیسے سونا چاندی کہ آگ سے پانی ہوسکتے ہیں مگر انکی رطوبت دیبوست جدا نہیں ہوسکتی۔ ان میں نار کا اثر اول **لین** ہوگا کہ نرم پڑکر مطرقہ یعنی ہتوڑے کی ضرب سے متأثر بھی ہونگے اور اپنی شدت دھنیت کے باعث مجتمع بھی رہینگے متفتت ومتفرق نہ ہوسکیں گے لاجرم عمق میں دبتے ہوئے عرض وطول میں بتدریج پھیلیں گے اسی کا نام **انطراق** ہے یعنی زیر مطرقہ صابر ہونا اور صرف[ف۲] یہی ایک صورت **انطباع بالنار** کی ہے حفظ صورت کا مادہ خود انکی ذات میں تھا صلابت مانع قبول صورت تھی آگ نے نرم کرکے اُسکے قابل کردیا اور کار انطباع تمام ہوگیا۔ [ف۳] اخیر نار کا اثر انتہائی **ذوبان** ہوگا کہ گرہ زیادہ سُست ہو کر اجزائے رطبہ اُڑنا چاہیں اور بوجہ امتناع تفرقہ اجزائے یابسہ انھیں اُڑنے نہ دینگے لہذا صورت سیلان پیدا ہوگی جیسا کہ بیان ذوبان میں گزرا بلکہ اگر اجزائے لطیفہ وکثیفہ قریب تعادل ہیں تو اُنکی تکافی قوت اس حرکت سیلان کو مستقیمہ بھی نہ ہونے دیگی بشکل مستدیرہ ظاہر ہوگی اسیکا نام **دوران** یا چرخ کھانا ہے جسطرح ذہب وفضہ میں مشہود ہے (**تکملۂ ثالثہ**)[ف۴] **اقول** تعیین یہ ذوبان کہ قسم دوم میں ہیں نار کے آثار اصلیہ ہیں اور انطباع ودوران اُنکے توابع اور لین وذوبان کہ قسم اول میں ہیں آثار اصلیہ نہیں بلکہ تابع ہیں تحقیق اسکی یہ ہے کہ نار کا اثر اصلی تصعید ہے یعنی جسم کو اوپر پھینکنا۔ قسم اول میں آگ اسپر قادر ہوئی خواہ سارے جرم کو لیگئی کہ نفاد ہے یا رطوبات قلیلہ کو کہ تکلیس یا کثیرہ کو کہ ترمد تو یہ آثار اصلیہ ہوئے اگرچہ اسکے ضمن میں لین وذوبان پیدا ہوجائیں قسم دوم میں بحال غلبۂ رطوبت آگ تصعید کلی پر قادر ہوئی یہ خود اثر اصلی ہے ورنہ صرف تسخین یعنی گرم کرسکی تو یہاں اسیقدر اثر اصلی ہوگا کہ آگ اس سے زیادہ نہیں کرسکتی ان دونوں صورتوں کو لین وذوبان سے علاقہ نہیں رہیں قسم دوم کی اخیر دو صورتیں ان میں آگ کا اثر یہی لین وذوبان ہیں کہ آگ یہاں اسیقدر پر قادر تو یہ خود ہی

ف۱: انطراق کی تعریف اور [illegible] کا سبب

ف۲: انطباع بالنار کی تعریف

ف۳: [illegible] سونا چاندی وغیرہ

حسن التقسیم

ف۴: تحقیقات ... ان آثار میں کیا کیا نار کا اثر اصلی ہے اور کیا کیا تابع

تقسیم دیگر

آثار اصلیہ ہیں اور انطباع وانطراق تابع لین کہ اُسپر موقوف ہے اور دوران تابع ذوبان کہ اُسپر متوقف ہے تو یہی لین و ذوبان آثار اصلیہ کے ساتھ شمار ہونیکے قابل اور وہ جو پہلی قسم میں ہیں ضمنی و تابع اور اپنی اپنی صورتوں کے لازم ملازم ہونیکے باعث صلاحیت میں اُنسے جدا کوئی حکم نہ پیدا کرینگے اُسکے لین و ذوبان لین و ذوبان انحلال گرہ ہیں جو شے نفاذ یا تکلس یا ترمد کی صالح ہوگی ضرور اُس لین یا ذوبان کی بھی صالح ہوگی جو اُنکے ضمن میں آتا ہے اور جو شے لین و ذوبان انحلال کی صالح ہوگی ضرور اُن تینوں میں سے کسی کی صلاحیت رکھیگی اُنھیں مستقل لحاظ کرنیکی کوئی وجہ نہیں حاجت فقیر نے اپنے اس دعوی کی کہ لین و ذوبان آثار میں گنیں گے تو اُنسے یہی لین و ذوبان قسم دوم مراد ہونگے جنکو لین و ذوبان تعقد کہیے کہ گرہ نہ کھلنے میں پیدا ہوئے نہ قسم اول والے جو لین و ذوبان انحلال تھے کہ گرہ کھلنے میں حادث ہوئے کلام علما میں تصدیق پائی وللہ الحمد یہ اقسام و احکام جسطرح قلب فقیر پر بفیض قدیر عزجلالہ سے فائض ہوئے لکھکر مقاصد و مواقف اور اُنکی شروح کا مطالعہ کیا اور اپنے بیان میں ذکر دوران اُنھیں سے لیکر بڑھایا والفضل للمتقدم اُنکی مراجعت نے ظاہر کیا کہ قاضی عضد و علامہ تفتازانی و علامہ سید شریف رحمہم اللہ تعالی اگرچہ احکام اقسام میں مسلک فقیر سے جدا چلے مگر لین و ذوبان قسم دوم ہی میں رکھے اور یہی ہمیں مقصود تھا اُن اکابر اور اس فقیر کے بیان میں فرق یہ ہے کہ فقیر نے قسم اول میں تین حکم رکھے نفاذ تکلس ترمد اور قسم دوم میں چار صعود کل یعنی عدم قرار اور سخونت و لین و ذوبان اُنھوں نے بالاتفاق قسم اول میں صرف تفریق رکھی اور قسم دوم میں مواقف و شرح نے لیے یہی چار کہ فقیر نے ذکر کیے مگر صعود کل میں نفاد رکھا جسے فقیر نے قسم اول میں ذکر کیا اور دوران کو سیلان ہی میں لائے جسطرح فقیر نے اُنکے اتباع سے کیا اور شرح مقاصد نے اس قسم میں پانچ حکم لیے چار اس طور پر کہ مواقف میں تھے مگر اُنھوں نے لین و سیلان کو دو مختلف قسموں کے احکام رکھا اور انھوں نے دونوں کو ایک قسم کے دو حکم لیا اور دوران کو سیلان یعنی ذوبان سے جدا پانچواں حکم قرار دیا مواقف و شرح میں ہے (الحرارۃ فیہا قوۃ مصعدۃ) ای محرکۃ الی فوق لانہا تحدث فی محلہا الخفۃ المقتضیۃ لذلک (فاذا اثرت فی جسم مرکب من اجزاء مختلفۃ باللطافۃ والکثافۃ ینفعل اللطیف منہ اسرع فیتبادر الی الصعود الالطف فالالطف دون الکثیف فیلزم منہ تفریق المختلفات ثم الاجزاء) بعد تفرقہا (تجتمع بالطبع) الی مایجانسہا لان طبائعہا تقتضی الحرکۃ الی امکنتہا الطبعیۃ والانضمام الی اصولہا الکلیۃ (فان الجنسیۃ علۃ الضم) کما اشتہر فی الالسنۃ (ھذا اذا لم یکن الالتئام بین بسائط) ذلک (المرکب شدیدا اما اذا اشتد الالتحام وقوی الترکیب فالنار لاتفرقہا فان کانت الاجزاء اللطیفۃ والکثیفۃ متقاربۃ) فی الکمیۃ (کما فی الذہب افادتہ الحرارۃ سیلانا) وذوبانا (وکلما حاول الخفیف صعودا منعہ الثقیل فحدث تجاذب فیحدث

https://www.facebook.com/darahlesunnat

دوران وان غلب اللطيف جدا فيصعد ويستصحب الكثيف لقلته كالنوشادر) فانه اذا اثرت فيه الحرارة صعد بالكلية (اولا) يغلب اللطيف بل الكثيف لكن لايكون غالبا جدا (فتفيده) الحرارة تلييناكما فى الحديد وان غلب الكثيف جدا لم يتأثر بالحرارة فلا يذوب ولا يلين (كالطلق) فانه يحتاج فى تليينه الى حيل يتولاها اصحاب الاكسير من الاستعانة بما يزيده اشتعالا كالكبريت والزرنيخ ولذلك قيل من حل الطلق استغنى عن الخلق شرح مقاصد میں ہے الخاصة الاولية للحرارة احداث الخفة والميل المصعد ثم يترتب على ذلك باختلاف القوابل اثار مختلفة من الجمع والتفريق والتبخير وغير ذلك وتحقيقه ان ماتأثر عن الحرارة ان كان بسيطا استحال اولا فى الكيف ثم افضى به ذلك الى انقلاب الجوهر وان كان مركبا فان لم يشتد التحام بسائطه ولاخفاء فى ان الالطف اقبل للصعود لزم تفريق الاجزاء المختلفة وتبعه انضمام كل الى مايشاكله بمقتضى الطبيعة وهو معنى جمع المتشاكلات وان اشتد فان كان اللطيف والكثيف قريبين من الاعتدال حدث من الحرارة القوية حركة دورية لانه كلما مال اللطيف الى التصعد جذبه الكثيف الى الانحدار والا فان كان الغالب هو اللطيف يصعد بالكلية كالنوشادر وان كان هو الكثيف فان لم يكن غالبا جدا حدث تسييل كما فى الرصاص او تليين كما فى الحديد وان كان غالبا جدا كما فى الطلق حدث مجرد سخونة واحتيج فى تليينه الى الاستعانة باعمال اخر

یہاں دو اختلاف باہم دونوں کتابوں میں ہوئے انھوں نے قسم دوم یعنی شدید الاستحکام کی چار نوعیں کیں (۱) معتدل جسمیں اجزائے لطیفہ وکثیفہ تقریباً برابر ہوں (۲) لطیف بالغلبہ جسمیں اجزائے لطیفہ بہت غالب ہوں (۳) کثیف متقارب جسمیں اجزائے کثیفہ غالب ہوں مگر نہ بشدت (۴) کثیف متفاحش جسمیں کثیفہ بشدت غالب ہوں یہاں تک متفق ہیں مگر مواقف نے معتدل کا حکم سیلان رکھا اور دوران کو اُسکا تابع کیا اور کثیف متقارب کا حکم صرف لین رکھا اور شرح مقاصد نے معتدل کا حکم فقط دوران لیا اور کثیف متقارب میں کہیں سیلان کہیں لین لیا

اقول صحیح یہ ہے کہ دوران نہیں مگر ایک حالت سیلان جیسا کہ مواقف نے کیا اور سیلان نوع اول سے ہرگز خاص نہیں سوم میں بھی یقیناً ہی جیسا شرح مقاصد نے کہا۔ اور لین اگر بمعنے صلاحیت نرمی لیا جائے تو دونوں کو عام اور اگر بایں معنے ہو کہ صرف نار بلا حیلہ اس سے زیادہ عمل نہ کرے تو بیشک صرف نوع سوم سے خاص جیسا دونوں نے کیا بلکہ اُسکے بھی بعض افراد سے جیسا شرح مقاصد نے کہا اور پانچ اختلاف بیان فقیر کو ان بیانات اکابر سے ہوئے (۱) فقیر نے قسم اول یعنی ضعیف الترکیب میں تین حکم رکھے نفاذ تکلس ترمّد انھوں نے صرف ایک حکم لیا تفریق یہ کوئی

طرفہ على شرح المقاصد

طرفہ على المواقف

طرفہ عليهم

معروضہ على شرح التجريد للعلامة القوشجي

اختلاف نہیں کہ تینوں حکم اُسی تفریق کی شکلیں ہیں (۲) فقیر نے نغاد قسم اول میں رکھا اور وہ بیشک اُس میں ہے جسپر کبریت شاہد اور کبریت کا ضعیف الترکیب ہونا خود انھیں کتب سے ظاہر شرح مواقف میں مباحث مشرقیہ امام رازی سے ہے الاجسام المعدنیۃ اما قویۃ الترکیب ح اما ان یکون منطرقا وھو الاجساد السبعۃ او غیر منطرق اما لغایۃ رطوبتہ کالزیبق او لغایۃ یبوستہ کالیاقوت ونظائرہ واما ضعیفۃ الترکیب فاما ان تنحل بالرطوبۃ وھو الذی یکون ملحی الجوھر کالزاج والنوشادر والشب اولا تنحل وھو الذی یکون دھنی الترکیب کالکبریت والزرنیخ شرح مقاصد میں ہے الذائب المشتعل ھو الجسم الذی فیہ رطوبۃ دھنیۃ مع یبوسۃ غیر مستحکم المزاج ولذلک تقوی النار علی تفریق رطبہ عن یابسہ وھو الاشتعال وذلک کالکبریت والزرنیخ انھوں نے قسم دوم میں صعود بالکلیہ رکھا اور وہ فی نفسہ حق تھا وہ وہی ہے کہ بیان فقیر میں عدم قرار علی النار سے تعبیر اور سیماب سے ممثل ہوا مگر ان اکابر نے نوشادر سے ممثل کیا جس سے ظاہر کہ صورت نغاد بھی اسی میں لیتے ہیں کہ نوشادر میں یہی واقع ہے اقول اولاً استحکام ترکیب کے منافی کہ جب گرہ نہ کھلے گی جسم نغاد نہ پائیگا ثانیاً نوشادر ہرگز قوی الترکیب نہیں پھر اُسے اس قسم میں شمار فرمانا صریح سہو ہے اُسکا ضعیف الترکیب ہونا ابھی شرح مواقف سے بحوالہ امام رازی گزرا۔ اہل فن تصریح کرتے ہیں کہ وہ چار معدنیات غیر کامل الصورۃ سے ہے کہ زاجات واملاح ونوشادرات وشبوب ہیں تذکرہ داود میں زیر شب ہے قال اھل التحقیق المولدات التی لم تکمل صورھا من المعدنیات اربعۃ اشیاء شبوب املاح ونوشادرات وزاجات (۳) فقیر نے اس قسم دوم کی تین قسمیں کیں (۱) شدید الاستحکام متفاحش رطب یہ سیماب ہے اور اُنکی انواع اربعہ سے نوع دوم لطیف بالغلبہ (۲) متفاحش یابس جیسے یاقوت وغیرہ یہ اُنکی انواع سے نوع چہارم ہے (۳) شدید الاستحکام متقارب یہ اُنکی نوع اول وسوم ہیں اور یوہیں چاہیے تھا کہ اقسام بحسب احکام ہیں مواقف نے سیلان معتدل سے خاص جانا اور لین کثیف متقارب ہے اور شرح مقاصد نے دوران معتدل سے خاص جانا اور سیلان ولین کثیف متقارب ہے لہذا انھیں دو جدا قسمیں کرنی ہوئیں اور حق یہ کہ یہ تخصیصات نہیں لہذا فقیر نے انکو ایک ہی نوع کیا ہاں اگر ثابت ہو کہ بعض چیزیں صرف نرم ہوتی ہیں بہتیں نہیں تو البتہ لین وذوبان کے لیے دو نوعیں کرنی ہونگی مگر وہ ثابت نہیں (۴) فقیر نے اول کا حکم عدم قرار علی النار رکھا انھوں نے صعود کل کہا دوم کا اُنکی طرح سخونت سوم میں لین وذوبان ودوران جمع کیے یہ مقاصد کے یوں موافق ہوا کہ اُسکی وہ دونوں نوعیں اسی میں آگئیں اور یوں مخالف کہ دوران کو سیلان ہی کی فرع ٹھہرایا نہ کہ حکم مستقل اور مواقف کے یوں موافق ہوا کہ دوران وسیلان جدا حکم نہ ٹھہرائے

اور یون مخالف کہ انھون نے اس مین صرف لین رکھا (۵) دونون کتابون نے اجزائے خفیفہ وثقیلہ کے تجاذب کو علت دوران رکھا اور فقیر غفرلہ نے اسی کو نفس سیلان کی علت رکھا تھا اور آنکے مطالعہ کے بعد دوران بڑھایا اُسکی علت مین تاثیر کافی تو تین کو اضافہ کیا متامل پر روشن کہ یہی اطہر واز ہر ہے اور باقی احکام مین صحت بحمد اللہ تعالی احکام فقیر کیطرف اوپر بیان ہوچکی وللہ الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ ٭ والصلٰوۃ والسلام علی المولی الکریم والہ وصحبہ وذوبہ ٭ بحمدہ تعالی ہمارے اس بیان سے ظاہر ہوا کہ انطباع بالنار اور وہ لین وذوبان کہ آثار نار مین شمار ہوتے ہین خود ہی صرف منطرقات مین ہوتے ہین نہ یہ کہ ہوتے اور مین بھی ہین اور ہمنے منطرقات کی تخصیص کرلی

(نکتہ رابعہ) بحمدہ عزوجل ہمارے بیان سے روشن ہوا کہ ان اجسام مین باعتبار آثار نار جسم کی کچھ حالتین ہین تین ضعیف الترکیب مین نفاد بکلس ترمدتین قوی الترکیب مین امتناع لین وذوبان **اقول** آن مین امتناع تو ظاہر ہے کہ طبیعت ارضیہ کے کچھ منافی نہین بلکہ اُسکا مشہور خاصہ ہے یونہین تکلس بھی کہ اُس جسم مین ہوتا ہے جس مین اجزائے ارضیہ بکثرت اور رطوبات بہت کم ہین اور اعتبار غالب ہی کا ہے تو وہ جنس ارض ہی سے ہے خانیہ وظہیریہ وخزانۃ المفتین وحلیہ وجامع الرموز ومراقی الفلاح ودرمختار وہندیہ مین ہے التراب اذا خالطہ مالیس من اجزاء الارض یعتبر فیہ الغلبۃ اھ ونظم الدرر لو الغلبۃ للتراب جاز والالا خانیۃ ومنہ علم حکم التساوی اسی طرح نفاد بھی منافی نہین کہ یہان نفاد یا انتفا بایمعنے نہین کہ شی صفحۂ ہستی سے معدوم ہوجائے بلکہ استحالہ جیسے پانی بھاپ ہوکر اُڑ جاتا ہے فنا ہوگیا یعنی برتن خالی ہوگیا اب اسمین کچھ نہ رہا یا پانی پانی نہ رہا بخارات ہوگیا اور معلوم ہے کہ استحالہ چارون عنصرون پر دوار رہتا ہے خواہ بلاواسطہ جیسے مجاور کیطرف کہ اجزائے ارضیہ پانی ہوجائین پانی ہوا ہوا آگ یا بالعکس یا ایک واسطے سے جیسے ارضیہ ہوا یا آگ در بالعکس پہلے مین پانی کی وساطت دوسرے مین ہوا کی یا دو واسطے سے جیسے ارضیہ آگ یا بالعکس بوساطت آب وہوا تو صورتین بارہ ہین کما فی شروح المقاصد والمواقف والتجرید للتفتازانی والسید والقوشجی ہر عنصر کے لیے تین جن مین ارض بھی داخل بلکہ اجزائے ارضیہ بلاواسطہ بھی آگ ہوجاتے ہین وھو قضیۃ ما فی المواقف وغیرھا ینقلب کل الی الاخر بعضھا بلا واسطۃ وھو کل عنصر یشارک الاخر فی کیفیۃ ویخالفہ فی کیفیۃ اھ فان الارض مع النار کذلک ابن سینا نے اشارات مین یبوست نار پر دلیل قائم کی کہ انہا اذا احمت وفارقتہا سخونتہا تکون منہا اجسام صلبۃ ارضیۃ یقذف بہا السحاب الصاعق اور یہ مشاہدہ ہے چند سال ہوئے ضلع علیگڈھ مین ایک صاعقہ گرنا مسموع ہوا والعیاذ باللہ تعالی جس مین سخت کڑک تھی سرد ہونے پر دیکھا تو لوہا تھا جب آگ بلاواسطہ خاک ہوجاتی ہے خاک بلاواسطہ آگ کیون نہ ہوگی لاجرم حسین میبذی نے کہا صرحوا ان النار القویۃ تحیل

قطف: علی شرح المقاصد … علی المواقف … وشرحھا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الاجزاء الارضیۃ نار ایون بلاواسطہ آٹھ استحالے ہوئے زمین برودت جاکر آگ یبوست جاکر پانی پانی رطوبت جاکر زمین برودت جاکر ہوا ہوا حرارت جاکر پانی رطوبت جاکر آگ آگ یبوست جاکر ہوا حرارت جاکر زمین۔ فلاسفہ بیچ کے چھ مانتے ہین اول وآخر کے دو نہ ماننا تحکم ہی تو یہ ارض کے لیے چوتھی صورت ہوئی کہ ابتداءً آگ ہوجائے ہان رطوبات کثیرہ جزو ارض ہوتی ہین جنپر تردد موقوف نہ دہنیت ماسکہ جسپر لین وذوبان توجہ مین یہی تین منافی ارضیت ہوئے **وبعبارۃ اخری**[۲۲۹۴] ان مین آثار نار پانچ ہین کہ یا کل جسم صاعد ہوجائیگا جو ہر دو قسم کی پہلی صورت کو شامل یا بعض قلیل یا بعض کثیر یا اصلا نہین اور متحجر رہیگا کہ ضرب مطرقہ سے بکھر جائے یا منطبع کہ اسکی ضرب سے متفرق نہ ہو اور بڑھے پھیلے اول منافی ارضیت نہین کہ اجزاء ارضیہ آگ ہوکر سب صاعد ہوجائین گے نہ دوم کہ بعض قلیل کا اشتمال ارضیت سے خارج نہین کرتا نہ چہارم کہ یہ خود شان ارض ہی ہان سوم وپنجم کہ تردد وانطباع ہین منافی ارض ہین ولہذا علمائے کرام نے یہی اوصاف لیے جنکے ثبوت سے جنس ارض کا انتفا ہوا اور انتفا سے ثبوت ہو فللہ درہم ما ادق نظرہم اورنہین[۲۲۹۵] سے ظاہر ہوا کہ تردد جو منافی ارضیت ہی یہی بمعنے اوسط ہی نہ بمعنے اول شامل تکلیس کہ جنس ارض مین بھی حاصل یونہین[۲۲۹۶] احتراق کہ منافی ارضیت ہی یہی بمعنے تردد ہو ورنہ بمعنی سخونت وتکلس نفاد خود ارض مین موجود کذالک ینبغی التحقیق + وللہ الحمد علی حسن التوفیق + وافضل صلاۃ واکمل سلام علی النبی الرفیق + والہ وصحبہ اساطین الدین وارکان التصدیق + **(حل اشکالات وتطبیق عبارات)** بحمدہ تعالٰی ہمارے ان بیانات سے الفاظ خمسہ کے معانی مقصودہ اور انکی نسبتین ظاہر ہوگئین کہ احتراق عین تردد ہوا اور تردد بمعنے اوسط اور لین وانطباع وذوبان سب کا حاصل انطراق ہے کا حیث لین وانطباع متلازم فی الوجود ہین اور ان کے مشتق متساوی فی الصدق اور صلوح ذوبان بھی ظاہرا ان دونون کا لازم وملزوم اور انکا اُس سے مطلقا عموم بھی ایک احتمال غیر معلوم۔ اب بارہ عبارات اعنی باستثنائے دو جنمین اول مورد ایراد اور دوم باطل ہی سب کا حاصل دو وصفون کا اعتبار ہوا تردد وانطراق پانچون وصف انھین دو کی طرف راجع ہوگئے اور بفضلہ تعالٰی اتنے فائدے ظاہر ہوئے (۱) انطباع کی لین سے تفسیر کہ در رنے کی صحیح اور تفسیر بالمساوی ہی (۲)[۲۲۹۸] تقطیع ولین سے اُسکی تفسیر کرنے کی اُسکے خلاف نہین صرف اصل مفہوم انطباع یعنی قابلیت عمل کا اُس مین اظہار فرمادیا ہی ونعما فعل (۳)[۲۲۹۹] یلین وینطبع خواہ ینطبع و یلین ہر ایک مین ایضاح کے لیے جمع متساوین ہی اُن مین نہ اتحاد مصداق باطل نہ جمع مین ایہام غلط نہ کوئی لغویت نہ تفسیر بالاخفی (۴)[۲۳۰۰] اظہر تساوی انطباع وذوبان ہی تو بدستور یذوب ینطبع خواہ ینطبع ویذوب ایک ہی بات ہے اور اجتماع مثل جمع ولین وانطباع ہی البتہ[۲۳۰۱] اگر عموم انطباع ثابت ہو تو عبارات نہم ودہم ویازدہم نیز عبارات شمس الائمہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وظہیریہ وخانیہ وخزانۃ المفتین میں جمع ذوبان وانطباع یا ذوبان ولین ضرور موہم غلط ہوگا کہ اب جنسیت ارض وجود ذوبان پر موقوف رہیگی حالانکہ مجرد انطباع سے حاصل لاجرم واو بمعنی أو لینا ہوگا اور ذکر ذوبان ضائع۔ آن اکابر سے اسکا صدور ہمارے اُس استظہار کی صحت پر دلیل ہے کہ ذوبان بھی ملازم انطباع ہے [۲۷۰۲](۵) عبارت ششم میں ایک طرف اضافۂ انطباع دوسری طرف ترک کا حاصل ایک ہی ایضاحاً بڑھایا اور ایجازاً کم کیا [۲۷۰۳](۶) یوہیں عبارت سیزدہم میں ترک ذکر لین (۷) ینطبع ویلین میں نفع ایضاح مراد ہے کہ لفظ انطباع قلیل السماع اور یلین وینطبع میں ازاحت وہم ہے کہ توہم لین بمعنے عام کا اندفاع [۲۷۰۵](۸) یوہیں ذوبان وانطباع کی تقدیم وتاخیر میں [۲۷۰۶](۹) عبارت یازدہم میں خوبی یہ رہیگی کہ قسم دوم میں نار کے دونوں اثر اصلی لے لیے اگرچہ ذکر لین کافی تھا [۲۷۰۷](۱۰) سوم وچہارم وچاردہم میں نفع ایجاز ہے کہ لزومات ثلثۂ انطراق سے صرف ایک لیا کہ دلالت علی المقصود میں بس تھا باقیوں کا مسلک ایضاح کے لیے المناب [۲۷۰۸](۱۱) عبارت عنایہ میں برخلاف کل او مسامحت ہے یا الف زیادت ناسخ یا او تخییر فی التعبیر کے لیے یعنی ینطبع کہو یا یلین حاصل ایک ہے [۲۷۰۹](۱۲) غرر میں بعد وھو لفظ ما بڑھنا چاہیے اور درر میں پہلا او گھٹنا کہ وہ جنس کی تفسیر ہوجائے اور یہ غیر جنس کا بیان واللہ تعالٰی اعلم (**نقوض جمع کا دفع**) [۲۷۱۰](۱۳) کبریت وزرنیخ منطرق نہیں تو منطبع کہاں [۲۷۱۱](۱۴) یہاں ترمد بمعنی او سط ہے اور رماد حجر بمعنی اول لاجرم قول درمختار الا رماد حجر پر ملا طحطاوی نے فرمایا کالجص علامہ شامی نے فرمایا کالجص والکلس یوہیں حجر ترکستان ونورہ ومردار سنگ معدنی [۲۷۱۲](۱۵) یہاں مراد لین انطراق ہے اور وہ نہ جص وکلس میں نہ کبریت وزرنیخ میں [۲۷۱۳](۱۶) یوہیں کبریت وزرنیخ میں ذوبان انحلال ہے نہ ذوبان تعقد وانطراق کہ یہاں مراد [۲۷۱۴](۱۷) ان میں اور جص وحجر فتیلہ وسنگ بحیرہ وحجر خزامی اور ریل کے کوئلے اور ارض محترقہ میں احتراق ہے ترمد نہیں جو یہاں مراد (**نقوض منع کا دفع**) **اقول** بحمد اللہ تعالٰی وہ بہت سہل ہے ہر تعریف میں جنس ملحوظ ہوتی ہے علمائے کرام نے بوجہ وضوح ونیز تصریحات باب یہاں اُسکا ذکر مطوی فرمایا جیساکہ اکثر انکی عادات کریمہ سے معہود لہٰذا انظر ظاہر میں نقوض نظر آتے ہیں اور حقیقۃً کچھ نہیں وہ جنس جسم ثقیل یابس الاصل بے مائیت یا قلیل المائیۃ ہے اس سے (۱) پانی عرق عطر مار الجبن شیر بہتا گھی تیل گاز اور انکے امثال کا خروج ظاہر (۲) یوہیں شکر کا قوام جما ہوا گھی وہ کیچڑ جسمیں پانی غالب ہے اولا پا لاکل کا برف (۳) یوہیں پارے کا مغلوب المائیۃ ہونا ظاہر گویا وہ پانی ہے کہ پورا جما بھی نہیں (۴) سانبھر پانی سے بنتی ہے (۵) یوہیں ہر قسم زاج انولد الاسرار میں ابن سینا سے ہے الزاجات جواھر تقبل الحل وقد کانت سیالۃ فانعقدت (۶) اگر زاج بمعنی شب یعنی پھٹکری لو تو وہ بھی مائیت منعقدہ سے ہے (۷) رال اندر کا نور دونوں گوند ہیں اور گوند درخت کی رطوبت کہ جم جاتی ہے (۸) رماد بمعنی دوم دسوم ہر اُس جسم کے

جلے ہوئے اجسام میں جو اجزائے کثیرہ رطبہ پر مشتمل تھا تو بحمدہ تعالٰی سب جنس سے خارج لہذا جنسِ ارض سے خارج تو جنس ارض کی تعریف میں اصح و انفع و جامع و مانع **عبارت[217] پانزدہم عبارت رضویہ** ہی وہ ثقیل یابس الاصل کہ بکثیر المائیۃ ہو نہ آگ سے منطرق۔ عدم ترمد خود جنس میں آگیا کما علمت تو اصح تعریفات تعریف جلابی تھی اگر کل جزء منہ کی جگہ یہ جنس ہوتی ھکذا ینبغی التحقیق واللّٰہ سبحنہ ولی التوفیق، وصلی اللّٰہ تعالٰی علی السید الکریم الرحیم الرفیق، واٰلہ وصحبہ ھداۃ الطریق، اٰمین **تنبیہ نبیہ** یہ ہے وہ کہ بتوفیق لطیف عبدِ ضعیف پر ظاہر ہوا جس نے کلمات ملتئم کر دیے اور احکام منتظم اور نقوض منعدم مگر بیان[218] ایک **شبہہ قویہ** ہے متعدد اکابر نے منطبع کی مثال میں زجاج لکھا بدائع پھر ہندیہ اور تحفہ پھر ایضاح میں ہے مایحترق کالحطب او ینطبع ویلین کالحدید والزجاج اسی کے مانند شرح مسکین میں ہے کافی میں ہے لا بما ینطبع ویلین او یحترق کالنقدین والرصاص و الزجاج ونحو الحنطۃ والملح والرماد حلیہ میں ہے ما لایحترق کالحطب ولا یلین ولا ینطبع کالزجاج درمختار میں ہے لا منطبع کفضۃ وزجاج اور ظاہر ہے کہ زجاج منطرق نہیں اُس کا انطباع یوں ہی ہے کہ آگ سے پگھلتا اور سانچے میں ڈھلتا اور ٹھنڈا ہو کر صورت پر قائم رہتا ہے تو ثابت ہوا کہ اُن کے نزدیک یہی لین و ذوبان بالنار کہ قبول صورت کے لیے مہیا کریں انطباع بالنار میں خواہ قیام صورت خود اُس شے کے اپنے ذاتی وصف سے ہو جیسے سونے چاندی میں بصورتِ لین مجرد یا بردو زوال اثر نار سے جیسے اُن میں بصورت ذوبان۔ اور عبارتیں[219] اب بھی ملتئم ہو جائیں گی اگرچہ بتکلف لین سے خاص وہ مراد ہو کہ انطباع کے قابل کرے خواہ بذاتِ خود یا ذوبان تک بڑھ کر یوں ہی ذوبان سے اور ظاہر جو آگ سے ایسا نرم ہو سکے گا ایسا ذائب بھی ہو سکے گا تو صلاحیتِ لین مزید و ذوبان مذکور متلازم ہوئیں اور یہی صلاحیت انطباع بالنار سے مقصود تو لین یا ذوبان یا انطباع جو کچھ کہا جائے محل ایک ہے اور تخالفِ عبارات صرف تخالف تعبیر۔ ہاں فقط عبارت حلیہ اب بھی محلِ نظر رہے گی اور کہہ[220] سکتے ہیں کہ اُس میں لین سے لین مجرد موجب انطباع مراد اور عطف عطف خاص علی العام اور فقہائے کرام اُس میں حرف او جائز رکھتے ہیں رد المحتار صدر نکاح میں زیر قول شارح فاسقین او محدودین سے ہے ذکر الاخص بعد الاعم واقع فی افصح الکلام علی انھم صرحوا انہ اذا قوبل الخاص بالعام یراد بہ ماعدا الخاص لکن فی المغنی ان عطف الخاص علی العام مما تفردت بہ الواو وحتی لکن الفقہاء یتسامحون فی عطفہ باو وقلت وصرح بعضھم بجوازہ بثم وباو وکما فی حدیث فمن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا اوامرأۃ ینکحھا **اقول[221]** اولاً ان تکلفات سے عبارات تو ملتئم ہو گئیں ورنہ صریح رد موجود تھا کہ ساتوں عبارات پیشین میں لین کہہ کر زجاج سے مثال دی ہے اور انطباع زجاج لین سے نہیں بلکہ ذوبان سے ہے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مگر احکام غلط ہو گئے کبریت و زرنیخ یقیناً ذائب بالنار اور یاقوت بمعنے منطبع بالنار ہیں تو اس طور پر لازم کہ جنسِ ارض سے نہ ہوں اور اُن سے تیمم ناجائز حالانکہ کبریت کے جنس ارض و صالح تیمم ہونے کی تصریح کتب معتمدہ مثل تبیین الحقائق و فتح القدیر و بحر الرائق و نہر الفائق و مراقی الفلاح و فتاوے علمگیریہ و فتح اللہ المعین و طحطاوی علی الدر المختار وغیرہا میں ہے اور اصلاً کسی نے اُس میں اشارۂ خلاف بھی نہ کیا اور زرنیخ کا تواتر تو اُس عظمت شان سے ہے کہ اُسکے لئے مثال کسی میں نہیں خود محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کتاب الاصل میں کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے خود امام مذہب امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اُس پر نص فرمایا پھر قدوری و ہدایہ و ملتقی و کافی و صدر الشریعۃ و تبیین و فتح القدیر و حلیہ و غنیہ و درر و مسکین و برجندی و بحر و نہر و مراقی الفلاح و طحطاوی علی الدرر و جلابی و نوازل امام فقیہ ابو اللیث و محیط و خانیہ و خلاصہ و خزانۃ المفتین و منیہ و سراجیہ و ہندیہ وغیرہا متون و شروح و فتاوی نے بلا اشعار نام خلاف اُسکا جواز بتایا کیا ایسے صریح نصوص جلیہ علیہ متظافرہ متواترہ اس قابل ہو سکتے ہیں کہ کسی مثال کے مفہوم سے اُنکو رد کر دیا جائے حاشا یہ سب نصوص اس وقت میرے پیش نظر ہیں یہاں تبرکاً صرف نص امام محرر المذہب اور کبریت میں فتح تبیین و تبیین فتح پر قناعت کروں خلاصہ میں ہے فی الاصل قال ابو حنیفۃ و محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما یجوز التیمم بجمیع ما کان من جنس الارض و من اجزائہا نحو التراب و الرمل و النورۃ و الزرنیخ و الجص و الحجر و المدر و الاثمد و الکحل و الطین الاحمر و الاصفر و المغرۃ و الحائط و المرداسنج و نحوہ امام فخر زیلعی نے فرمایا یتیمم بطاہر من جنس الارض کالتراب و الحجر و الکحل و الزرنیخ و النورۃ و الجص و الرمل و المغرۃ و الکبریت و الیاقوت و الزبرجد و الزمرد و البلخش و الفیروزج و المرجان امام محقق علی الاطلاق نے فرمایا دخل الحجر و الجص و النورۃ و الکحل و الزرنیخ و المغرۃ و الکبریت الخ ثانیاً سب سے طرفہ یہ کہ مفاد مثال زجاج خود مثال زجاج سے منقوض یہ نقض ہمنے نقوض الطباع میں ذکر نہ کیا کہ اسی مقام کے لیے اُسکا ذخیرہ رکھنا مناسب تھا تحفہ و بدائع سے درمختار و ہندیہ تک آٹھوں کتابوں نے زجاج مطلق رکھا ہے کہ معدنی و مصنوع دونوں کو شامل اور اُسکا معدنی ضرور حجر ہے جامع عبد اللہ بن احمد اندلسی مالقی ابن بیطار میں ہے (زجاج) قال ارسطاطالیس منہ متحجر و منہ رمل و الزجاج الوان کثیرۃ فمنہ الابیض الشدید البیاض الذی لاینکر من البلور و ھو خیر اجناس الزجاج و منہ الاحمر و الاصفر و الاخضر و الاسمانجونی و غیر ذلک و ھو حجر من الاحجار کالماءِ الاحمق من الناس لانہ یمیل الی کل صبغ یصبغ بہ و الی کل لون یلون بہ انوار اسرار الآیات البینات کتاب المعدن میں ہے اما حجر الزجاج فانواع کثیرۃ فی معادن کثیرۃ فمنہ متحجر و منہ متزمل اسی میں ہے حجر الزجاج اذا لاصابتہ النار

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ثم خرج الی الهواء من غیر ان یتدخن تکسر ولم ینتفع بہ تحفۂ تنکابنی میں ہے ارسطو بلور را از جنس معدنی ام

والستہ و آئینۂ سنگ از جملہ معدنی وغیر بلور ست مخزن میں ہے (زجاج) دو نوع ست معدنی و مصنوع و معدن

آن اکثر جاست انچہ در تبریز از نواح شیراز وغیر آنست سنگے ست تیرہ رنگ ریزہ الخ اور جمہور بتصریح متواتر عامہ کتب میں

علی الاطلاق بلا تخصیص جنس ارض سے ہیں جیسیں کتابیں کہ زریخ میں مذکور ہوئیں وہ سب اور اُنکے علاوہ فتح

واصلاح و نور الایضاح متون و در مختار و شلبیہ و مجتبے شروح و بزازیہ فتاوے وغیرہا زائد ہیں تو زجاج سے تیمم

جائز ہوا اور وہ جنس ارض سے ہے حالانکہ اس معنے پر قید انطباع اُسے خارج کر رہی ہے کہ وہ خود انکے اقرار سے

منطبع ہے تو جمع منقوض ہے اگر کہیے زجاج میں ان علما کا اطلاق مقید یعنی زجاج مصنوع پر محمول ہے جو ریتے

اور کسی اور چیز غیر جنس ارض سے ملاکر بنایا جاتا ہے محققین شراح کا بیان اسپر شاہد تبیین میں محیط سے ہے او خالطہ

شیئ اٰخر لیس من جنس الارض لایجوز کالزجاج المتخذ من الرمل وشیئ اٰخر لیس من جنس الارض

فتح القدیر میں ہے خرجت الاشجار والزجاج المتخذ من الرمل وغیرہ بحر الرائق میں ہے لایجوز بالاشجار

والزجاج المتخذ من الرمل وغیرہ مجمع الانہر میں ہے لایجوز بالزجاج المتخذ من الرمل وشیئ اٰخر اسیطرح

ابو السعود از ہری میں ہے۔ عبارت در مختار کعضۃ و زجاج پر رد المحتار میں لکھا ای المتخذ من رمل وغیرہ

بحر تو جسے منطبع کہا وہ جنس ارض سے نہیں اور جو جنس ارض سے ہے اُسے منطبع نہ کہا **اقول** یہ اُسوقت بنے کہ

خود سنگ شیشۂ معدنی اس معنی پر منطبع نہ ہو حالانکہ وہ بھی یقیناً مثل مصنوع آگ سے گلتا پگھلتا ہوا سے ٹھنڈا ہوتا

سانچے میں ڈھلتا ہے پھر مفرکہ مصر جامع میں ارسطو سے متصل عبارت مذکورہ ہے وھو سریع التحلل مع حر النار سریع

الرجوع مع الھواء البارد الی تحجرہ انوار الاسرار میں بعد عبارت سابقہ ہے وھو من الین الاحجار علی النار و

سریع الجفاف بعد التذ ویب اُسی میں ہے یستحیل مع حر النار و یجمد سریعا مع برودۃ الھواء اب یہ

مثال غایت اشکال میں ہوگئی کہ خود اپنے نفس کی مبطل ہے تو اُس سے تقریر فقیر پر شبہہ کیا معنے خود اُسی پر شبہہ

شدیدہ کیا جائے وہ اگر خود متناقض نہ ہوتی تو اُن احکام مصرحۂ عامۂ متون و شروح و فتاوی منصوصۂ خود محرر المذ

و امام اعظم مذہب کے مقابل مضمحل ہونی واجب تھی نہ کہ جب آپ ہی اپنا نقض ہے ہاں مسلک اُسکی تاویل ہے اگر

ممکن ہو اگرچہ بعید کہ تاویل بعید بھی تخطیۂ محض سے خیر و بہتر ہے **فاقول** وباللہ التوفیق جملہ معدنیات کا تکون گندھک

اور پارے کے ازدواج سے ہے کبریت نر ہے کہ گرم ہے اور پارہ مادہ۔ انہیں کے اختلاف مقادیر و اصناف و اوصاف

و احوال سے مختلف معدنی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جن میں سے بعض کو ہمارے ائمہ کرام جنس ارض سے رکھتے ہیں

https://www.facebook.com/darahlesunnat

جیسے یاقوت زمرد زبرجد وغیرہا جواہر اور بعض کو نہیں جیسے ذہب فضہ وحدید وغیرہا معادن حالانکہ مادۂ تکوّن سب کا ایک ہے تذکرۃ انطاکی میں ہے (معدن) مادتہ الزئبق والکبریت جید ین متساویین کالاکسیر اوزاد الکبریت مع القوۃ الصابغۃ کما فی الذہب اوضدہ مع عدمہا کما فی الفضۃ (الی ان قال) فان حفظت المادۃ بحیث یذوب فالمنطرقات والا فالغلزات علی وزان الاول کالیاقوت اوالثانی کبعض الزمرد الٰی اٰخرہ اولم تحفظ صورا ولم تثبت معاصیۃ للتحلیل فالشبوب الاملاح اُسی میں ہے (یاقوت) ھواشرف انواع الجملدات وکلھا تطلبہ فی التکوین کالذھب فی المنطرقات فیمنع لعارض واصل الزئبق ویسمی الماء والکبریت ویسمی الشعاع مذہب مشہور ومنصور ومعتمد جمہور یہ ہے کہ انکی معیار وہی ضابطہ ترمد وانطباع ہے وبس۔ اور بعض اکابر نے اُسے یوں لیا کہ جو کچھ اجزائے ارض سے ہے جبتک زمین میں ہے اُس سے مطلقاً تیمم روا ہے حتی کہ سونا چاندی جبتک اپنی کان میں ہو کہ اُس وقت تک یہ جنس ارض سے ہے جب زمین سے نکالکر گلایا پگھلایا اجزائے ارضیہ سے صاف کیا اب غیر شے ہوئی اور اُس سے تیمم نا روا تبیین الحقائق میں ہے وفی شرح الجامع الصغیر لقاضیخان یجوز بالکیزان والحباب ویجوز بالذھب والفضۃ والحدید والنحاس وما اشبھھا مادامت علی الارض ولم یصنع منہا شیئ وبعد السبک لایجوز شرح وقایہ میں ہے اما الذھب والفضۃ فلا یجوز بھما اذا کانا مسبوکین وان کانا غیر مسبوکین مختلطین بالتراب یجوز شرح الکنز علامہ عینی پھر شرح سید ازہری پھر طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے قبل السبک یصح التیمم مادامافی المعدن وکذا الحدید والنحاس لانھما من جنس الارض علامہ ط نے فرمایا ذکرہ السید واطلاق المصنف کغیرہ یفید المنع مطلقا لوجود الضابط فتاوٰی ظہیریہ پھر خزانۃ المفتین میں ہے مالیس من جوھر الارض اوکان من جوھر الارض الا انہ خلص عن جوھرہ بالاذابۃ والاحراق فانہ لایجوز بہ التیمم فالذھب والفضۃ والنحاس والحدید وما اشبہ ذلک یجوز بہ التیمم مادام فی الارض ولم یصنع منہ شیئ فاذا صنع منہ شیئ لم یجز بہ التیمم اذا لم یکن علیہ غبار تو حاصل یہ ہوا کہ آگ سے لین واحتراق دو ہیں ایک متقدم کہ معدنی معدن سے نکلتے وقت اجزائے ارضیہ سے اپنی جدائی میں اُنکا محتاج ہو انکے نزدیک یہ مطلقاً اُسے جنس ارض سے خارج کردیتے ہیں اگرچہ پگھلیں ہو رث انطباع وانطراق ہو نہ احتراق تا حد ترمّد دوسرا متأخر کہ اجزائے ارضیہ سے جدا وصاف ہونیکے بعد اُس شے کی حالت دیکھی جائے یہاں اگر احتراق بحد ترمّد یا لین موجب انطراق کا صالح ہے تو جنس ارض سے نہیں ورنہ ہے۔ جو چیز بشکل قطعے کان سے نکلے کہ صاف کرنے میں جلانے گلانے کی محتاج نہ ہو اُس میں یہ قاعدہ معیار جاری ہوگا یاقوت وبلور سے تیمم جائز ہوگا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اور لوہے سے نہیں اور جو ریزہ ریزہ نکلے کہ گلا جلا کر صاف کی جائے اُس سے بعد صفا وہ مطلقاً نا جائز نہیں گے زجاج اسی قبیل سے ہے کہ وہ ریزہ ریزہ ہی معدن میں ملتا اور آگ پر گلا کر صاف کیا جاتا ہے ارسطو نے جو اسکی ایک قسم کو منجمد کہا اس بنا پر تھا کہ وہ بلور کو بھی نوع زجاج مانتا ہے اُسکے کلام میں عبارت مذکورہ کے بعد ہے والبلور جنس من الزجاج غیر انه یصاب فے معدنه مجتمع الجسم ویصاب الزجاج مفترق الجسم فیجمع کما ذکرنا مجر المغنیسا اھ یشیر الی قوله منه ماهو رمل فاذا اوقد علیه النار والقی معه حجر المغنیسا جمع جمعہ اسیطرح انوار الاسرار میں ہے مخزن سے گزرا سنگ ست ریزہ ولہذا ان علمانے لین وانطباع دو لفظ کہے لین متقدم کے لیے اور اُسکی مثال میں زجاج ہے اور انطباع متاخر کے لیے اُسکے مثال میں حدید وغیرہ ہیں آخرنہ[۲۲۲] دیکھا کہ امام جلیل نسفی نے احتراق کی مثالوں میں رماد بھی ذکر فرمائی اور وہ ہرگز قابل احتراق نہیں لاجرم اُسکے لیے احتراق متقدم مراد ہے کہ جلنے سے حاصل ہوئی یونہی زجاج کے لیے لین اور اسپر[۲۲۸] شاہد عدل امام طاہر کا خلاصہ میں کلام ہے کہ زجاج کو اسی لین متقدم میں گنا فرماتے ہیں لو تیمم علی الذهب والفضة او الشبه او النحاس او الرصاص او الدقیق او الزجاج او الحنطة او الشعیر مما لیس من جوهر الارض او من جوهرها الا انه خلص من جوهرها بالاذابة والاحراق لایجوز التیمم بالاتفاق اھ فقوله لیس من جوهر الارض للدقیق والحنطة والشعیر وقوله او من جوهرها الخ للبواقی یوں اُن عبارات کی توجیہ ہو جائیگی اور معنے انطباع پر کہ ہمنے تحقیق کیے غبار نہ آئیگا نہ زنخ وکبریت کے احکام منصوصہ پر نقض وارد ہوگا اور اب عبارت[۲۲۹] عنایہ بھی بن جائیگی کہ تردید باعتبار تقدم و تاخر ہے تو یہ سب عبارات متحد ہوگئیں باقی کثیر و وافر عبارات جن میں مثال زجاج نہیں اُس نفیس وجیہ توجیہ سے موجّہ ہیں جو سابق گزری جس سے وہ مذہب جمہور مشہور و منصور پر ماشی ہیں مگر عبارت عنایہ کہ اُسکا آفر اسی توجیہ لاحق پر بنے گا ان دو توجیہوں سے تمام عبارات موجّہ ہو گئیں الا قول الدر منطبع کزجاج فلم اجد له طبا ونسبته وحکی الی السهو اسهل من نسبة سائر الکبراء الیه هذا ما عندی فان کان عند غیری احسن منه فلیبده بامعان ❊ فان المقصود اتباع الحق حیث کان ❊ والله المستعان ❊ وعلیه التکلان ❊ والصلاة والسلام الاتمان الاکملان ❊ علی سید الانس والجان ❊ واله وصحبه کل حین واٰن ❊ والحمد لله رب العٰلمین ❊

مقام دوم

اُن بعض اشیا کا شمار جنسے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے مذہب میں تیمم جائز ہے انھیں دو قسم کریں منصوصات جنکی تصریح کتابوں میں اسوقت پیش نظر ہے مزیدات کہ فقیر نے اضافہ کیں وکان حقا علی افرازها کیلا یساق المعقول مساق المنقول منصوصات نقل عبارات میں طول و تکرار ہے لہذا صرف شمار اسمائے بعض کتب پر قناعت کریں

ف۱: خصہ بالذکر لان الجمل خزانا فی ظل ما لا یلتزق بالید ولا یحترق فی الجمیع عند التراب ۱۲ منہ غفرلہ

تطفل[۲۲۵] علی العلامۃ

مقام دوم ۔ اُن [۱۸۱] اشیا کا بیان جن سے تیمم جائز ہے

مگر خلافیات یا خفیات کہ اُن میں تکثیر اسما مناسب **خاک**[1] کہ اصل الاصول ہی اصل بحر المذہب متون عامہ پھر اگر منبت یعنی قابل نبات ہو تو اُس سے جواز تیمم پر اجماع اُمت **اقول** تو مستحب یہ ہے کہ اُسکے ملتے اور کسی چیز سے تیمم نہ کرے فان الخروج عن الخلاف مستحب بالاجماع ہمارے نزدیک خاک شور بھی جس میں کوئی چیز اُگنے کی صلاحیت نہ ہو خلاصہ خزانہ بزازیہ مراقی الفلاح ریتا اصل متون عامہ خلافا لابی یوسف فی قولہ الاخیر تمہ مر عن ۳ کتابا اگرچہ صاف دُھلا بے غبار ہو خانیہ خلاصہ مراقی در کثیرا ریگ پسا ہو یا سالم نوازل خانیہ خلاصہ بزازیہ خزانۃ المفتین ہندیہ وغیرہا وقیدہ فی الشلبیۃ عن المجتبی بالمد فوق **اقول** مشی علی قول محمد من لزوم ان یلتزق بالید شیئ ومذہب الامام الاطلاق غبار متون وعامہ **اقول** جبکہ ناپاک خاک سے اُٹھا ہو اگرچہ نجاست کا اثر زائل ہوجانے سے زمین کے لیے پاک ہوگئی ہو نہ کسی تر چیز ناپاک پر گرا ہو نہ ناپاک خشک چیز پر گر کر اُسے تری پہنچی ہو اگرچہ پھر وہ تری خشک بھی ہوجائے وقد تقدم بعضہ ناپاک خشک چیز پر گرا ہوا غبار جبکہ اُسے تری نہ پہنچے تقدم فی الدرس السالفۃ عن الحلیۃ والنہایۃ والہندیۃ ومثلہ فی الفتح تر زمین پر جس پر چھڑکاؤ ہوا کما یأتی مقبرے کی زمین جبکہ اُسکی نجاست مظنون نہ ہو لو تیمم بتراب المقبرۃ ان غلب علی ظنہ نجاسۃ لایجوز والا یجوز کما فی السراج ط علی المراقی گرد باد بگولا اُس سے تیمم کے دو طریقے اوپر گزرے خلاصہ بزازیہ جلی ہوئی زمین قدمر و یاتی نمک زار زمین جس سے نمک نکلتا ہو اگرچہ خفیف تر بھی ہو جبکہ وہ نمک مٹی سے بنا ہو و یاتی پیلی مٹی اصل نوازل خلاصہ خزانہ ہندیہ سرخ مٹی ہی والبدائع والخانیۃ گیرو ھی الا البدائع تبیین فتح نہر **اقول** وہ سرخ مٹی کا غیر ہے فقد عدھما مفرزین قال فی الخانیۃ یجوز التیمم بالمغرۃ والکحل والطین الاحمر اھ وفی الخلاصۃ یجوز بالطین الاحمر والاصفر والمغرۃ اھ ومثلہ فی غیرھما اما قول القاموس المغرۃ طین احمر **فاقول** لم یقل الطین الاحمر وھم اذا عرفوا انکروا واذا انکروا عرفوا کالی مٹی سپید مٹی بدائع ہندیہ سبز مٹی لوا ول خزانہ تتار خانیہ ہندیہ طفل مصری طحطاویہ جس سے مصر میں کپڑے رنگتے ہیں تاج العروس ڈھیلا اصل نوازل خلاصہ خزانہ منیہ گل ارمنی گل مختوم غنیہ گونڈے کی دیوار اصل خلاصہ جوہرہ نوازل خزانہ ڈھیکوں کی دیوار محیط خانیہ منیہ کچی اینٹ کی دیوار غنیہ مٹی سے لسی ہوئی در مختار کچی اینٹ فتح حلیہ بحر شلبیہ زاہدی گارا کیچڑ جس میں مٹی غالب ہو اور پانی مغلوب اسکی تفصیل مقام چہارم میں آئیگی ان شاء اللہ تعالٰی جلی ہوئی خاک مختارات النوازل نصاب حلیہ مٹی کے آبخورے مٹکے محیط خانیہ منیہ خزانہ کونڈے رکابیاں وغیرہا ہر ظرف گلی جس پر روغن نہ ہو فتح شلبیہ ازہری در مختار نہ غیر جنس کی رنگت

ذکرہ ابن البیطار **اقول** والعجب ان الانطاکی فی التذکرۃ نسب عم خلط الدم الی جالینوس والتنکابنی فی التحفۃ الیہ

خزانة المفتاوی حلیہ بحر ط وہ ظروف گلی رنگین جنہیں جنس ارض ہی مثلاً گیرو یا ملتانی وغیرہ کی رنگت ہو یجوز باوان من طین غیر مدھونۃ در او مدھونۃ بصبغ من جنس الارض کالطفل والمغرۃ ط سبز چکتی چکنی صاف مٹی کے پیالے تشتریاں یجوز بالغضارۃ منیہ ... بین اللازب الحر الاخضر حلیہ غنیہ عن القاموس والمراد ما یعمل منہ کالسکارج غنیہ وفی المغرب الغضارۃ القصعۃ الکبیرۃ حلیہ جبکہ اپنے رنگ کی قلعی نہ ہو غنیہ نکسی اور غیر جنس ارض کی قلعی یا رنگ حلیہ وقد ذکرہ قبل ھذا استظھارا اقول وھو محل الجزم قلعی دار ظرف گلی کا وہ رخ جس طرف قلعی نہیں خانیہ خلاصہ غنیہ اقول وکانت عبارۃ المنیۃ لایجوز بغضارۃ مطلی بالآنک بطن الغضارۃ وظھرھا سواء اھ قد توھم المنع مطلقا اذا طلی بہ وجھہا فاولہا فی الغنیۃ بما فی الخانیۃ ای سواء فی المنع بالمطلی والجواز بغیرہ اما عبارۃ البزازیۃ اذا طلی وجہہا بالصبغ لایجوز بہ التیمم وان لم یطل جاز اھ فالکنایۃ لوجہہا ط سنگری ھو الصحیح مختارات النوازل حلیہ اقول سالم ہو یا پسی ہوئی وقیدہ فی الخزانۃ عن النوازل وفی الجوھرۃ عن الجخندی بالمدقوق اقول ومثلہ مثل ما مر من الحجر المدقوق ولفظ النوازل ثم الخزانۃ یجوز بالاجر المدقوق والخزف المدقوق والسبخۃ والحجر الذی علیہ غبار او لم یکن بان کان مغسولا او املس مدقوقا او غیر مدقوق اھ اقول ھذا مشی فی سطر واحد علی قولین مختلفین وای فرق بین الخزف والاجر فیقید الجواز بہما بالدق وبین الحجر فلا فان قلت بل المعنی ولو مدقوقا اقول انما یترقی الی ما فیہ خفاء او خلاف فان حق الوصلیۃ ان یکون الحکم فیما قبلہا اظھر منہ فیما بعد ھا ولا اقول ان یکون ما قبلہا احق بالحکم مما بعد ھا کما قالوا وانہ غیر مطرد فلو اریدھذا لقیل ولو غیر مدقوق لان خلاف محمد فیہ پکی اینٹ ویاتی اقول وتقییدہ بالمدقوق کما مر عن الخزانۃ عن النوازل ومثلہ فی الجوھرۃ عن الجخندی مر ما فیہ وقد قال فی الکافی ولو غیر مدقوق روڑا کتل۔ کنکریٹ۔ بجری یجوز بدقاق الاجر مختارات النوازل حلیہ سرخی باریک کٹی ہوئی پکی اینٹ وھو ما مر انفا عن النوازل وغیرھا کنکری۔ پتھر کے ریزے کہ زمین پر ہوتے ہیں عربی حصا نوازل محیط خانیہ خزانہ جخندی جوھرہ اگرچہ باریک ریزے ریگ میں ملے ہوئے لم یخرج ای من الصعید ما یصعد علی وجہہا من دقاق الحصی حلیہ درزی کی بٹیا جس سے وہ کپڑے کو کوٹ کر سلائی دباتا ہے لو تیمم بفھر الخیاط عندھما یجوز وعن ابی یوسف روایتان خلاصہ اقول یوم ان لا خلف

https://www.facebook.com/darahlesunnat

عن محمد مع ان الجواز هی الروایة النادرة عنه والمشهورة کما فی الحلیة وغیرها شرط التصاق جزء منه بالید وقال فی وجیز الکردری نهر الخیاط وهو حجر یداس به الثیاب ان لم یصبغ یجوز عندهما بناء علی عدم اشتراط الالتصاق اھ **اقول** والضمیر فی عندهما للشیخین رضی اللہ تعالٰی عنهما کما یفهم من سباقه ویشهد له البناء المذکور فقد مشی علی روایة الجواز عن ابی یوسف ونسب المشهورة عن محمد الیه خلافا لما فی الخلاصة گچ۔ چونے کا پتھر جسے پھونک کر چونا بناتے ہیں۔ کما سیأتی اصل قدوری ھدایہ ملتقی وکثیر گچ کی ہوئی دیوار درمختار کلس چونا رد المحتار جائز وعلیه الفتوی نصاب حلیہ **اقول** یعنی وہ کہ سنگ گچ یا سنگ مرمر کوئی پتھر پھونک کر بنا پتھر کی راکھ **اقول** یعنی چونا کہ گزر گیا یا کھنگر کہ اسکا غیر اور اس سے سخت تر ہے یا کوئی پتھر پھونک کر پیس لیا جائے یا نرم پتھر پیس کر پھونکا جائے یہ سب صورتیں پتھر کی راکھ ہیں اور سب سے تیمم جائز والمسألة مرت عن الحلیة وخزانة الفتاوی و جامع الرموز والدر روش وط علی الدر والمراقی نورہ [52] بال اڑانے کا نسخہ ہرتال چونا ملا ہوا اصل قدوری ھدایہ ملتقی کافی تبیین فتح بحر نهر مسکین مراقی نوازل خانیہ خلاصہ خزانہ سراجیہ منیہ ھندیہ ط والنورة طلاء مرکب من اخلاط یزال به الشعر نتائج شلبیہ **اقول** [1248] وربما تطلق علی نفس الکلس کما فی التذکرة وغیرها وھذا اولی بجدة الافادة ومر عن البرجندی فهمه عن زاد الفقهاء ان التیمم بالنورة لا یجوز لانه مما یترمد **اقول** [1249] هی من رماد حجر لا انها تترمد وقد علمت الجواب یاقوت [53] زمرد [54] زبرجد [55] فیروزہ [56] تبیین فتح حلیہ بحر نهر ھندیہ ازهری ط وزعم بعض الناس ان الزمرد والزبرجد واحد **اقول** [1250] ویردہ عدهم کلا علی حدة وقد قال فی التذکرة عند ذکر انواع الزمرد قیل ان منه نوعا یسمی الصابونی یضرب الی البیاض وفولس یقول انه من الزبرجد اھ نعم فی الجامع عن ارسطو الزمرد والزبرجد حجران یقع علیهما اسمان وهما فی الجنس واحد اھ واتحاد الجنس لا یمنع اختلاف النوع او الصنف کاللعل والیاقوت الرمانی والنیلم والبسراق بخش یتیمم بالبلخش قاله الثمانیة المذکورة ان **اقول** [1251] کتب لغت حتی کہ قاموس محیط میں اس لفظ کا پتا نہیں نہ تاج العروس نے اس سے استدراک کیا نہ جامع ابن بیطار و تذکرہ انطاکی و تحفہ و مخزن میں اسکا ذکر عجب یہ کہ کتاب مغرب میں بھی اس سے غفلت کی حالانکہ وہ فقہ حنفی کا لغت ہے اور یہ لفظ کتب فقہ حنفیہ میں موجود پھر میں نے تاج العروس میں زیر لفظ بدخشان دیکھا کہ اسکی کان بدخشان میں بتائی اذ قال فی المستدرک بعد باذشر بدخشان ویقال بذخشان

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بلدۃ فی اعلی طخارستان والعامۃ یسمونھا بلخشان فی جبالھا معادن البلخش واللازورد وحجر الفتیلۃ اس سے مظنون ہوتا ہے کہ لعل کو کہتے ہوں کہ نسبت بدخشان سے لعل ہی مشہور ہے مگر انوار الاسرار میں اُسکا تذکرہ نظر آیا اُس میں لکھا البلخش حجر بناحیۃ المشرق فی معادن الذھب لونہ لون الیاقوت الاحمر وھو اشف من الیاقوت اس میں اتنی بات کہ سرخ رنگ ہے اور یاقوت سے زیادہ شفاف لعل پر صادق ہے مگر سونے کی کان میں پیدا ہونا ظاہرا اسکے خلاف ہے واللہ تعالی اعلم۔ عقیق[58] الثمانیۃ الا التبیین خانیۃ خلاصہ خزانہ غنیہ مراقی مرجان[59] یعنی مونگا علی ما فی عامۃ الکتب ویأتی شرح[60] اصل قدوری ھدایہ ملتقی والعامۃ **اقول**[2753] مگر پسے ہوئے سے بے ضرورت منع ہے اگر چہرے پر دھبا دے لانہ من المثلۃ کما یأتی فی الطین اثمد[61] یعنی اصفہانی سرمہ سیاہ و سرخ ہوتا ہے حدیث میں اسکی تعریف فرمائی اصل نوازل خانیہ خلاصہ خزانہ کبریت[62] گندھک مرعن ثمانیۃ کتب زرنیخ[63] ہرتال مرعن ستۃ وعشرین کتابا زرد تو کثیر الوجود ہے نیز سرخ[64] حلیہ غنیہ سپید[65] حلیہ سیاہ[66] غنیہ مرداسنگ[67] معدنی ویاتی توتیا[68] نوازل خزانہ **اقول**[2754] یعنی معدنی پتھر اگر ملے نہ جست کہ سونے چاندی تانبے کیطرح اجساد سبعہ میں کا ایک ہے کما یأتی اگرچہ تحفہ ومخزن میں ناواقفانہ اُسے معدنی توتیا کہا معدنی[69] شیشہ لاہوری نمک جسے سیندھا اور ملح اندرانی کہتے ہیں ویاتیان انشاء اللہ تعالی وہ نمک[70] کہ مٹی سے بنا ہو **اقول**[2755] دلت علیہ مسألتا السبخۃ وجواز التیمم بھا اذا کان سبخھا من تراب کما سیأتی اذ لولم یجز بہ وھو علی وجھہ لم یجز بھا لمطلی بالآنک ومصبوغ بغیر الجنس خاک[71] جس میں اس سے کم راکھ ملی ہو جوھرہ فتح بحر وتقدم عن ثمانیۃ اخر فی النکات یوہیں[72] اگر آٹا مل گیا اور خاک زائد ہے جوھرہ سونا[73] کپڑا آدمی جانور جس چیز پر مٹی یا ایسا غبار ہو کہ ہاتھ پھیرے سے انگلیوں کا نشان بن جائے فتح بحر در کثیر وفی التبیین یجوز بالنقع سواء کان الغبار علی ثوبہ او علی ظھر حیوان مرید[74] خاک شفا مسجد[75] کی دیوار مسجد کا کچا خواہ پکا فرش زمین[76] جسپر شبنم پڑی ہے سخت زمین جسپر مینہ برس کر پانی نکل گیا وھما فی معنی ما یأتی من ارض رش علیھا الماء وبقی نداہ گھڑا جسکے اندر پانی بھرا اوپر سے بھیگا ہوا گھڑیا مٹی ملتانی مٹی اور وہ پیلی مٹی کی غیر ہے جسکے بوسے پیسے پیسے بکتے ہیں اُن میں وہی فرق ہے جو گیرو اور سرخ مٹی میں گل سرشو سر دھونے کی مٹی سفید مائل بزردی خوشبو ہوتی ہے گل شیرازی وطین فارسی کہلاتی ہے گل خوردنی خالص سوندھی مٹی خوشبو خوش ذائقہ جسے طین خراسانی کہتے ہیں بعض حاملہ عورتیں اور پست طبیعت لوگ اُسے کھاتے ہیں طبا مضر اور شرعا حرام ہے مگر تیمم جائز جبکہ اور دوائیں ملا کر اُسے مغلوب نہ کر دیا ہو خالص سے ہماری یہی مراد ہے ہندول پھوڑی مٹی کہ چکنی کے مقابل ہے لس نہیں رکھتی جلد بکھر جاتی ہے کاٹھیاواڑ میں سنگ کی مٹی کہ سونے کی

شق ہوتی ہے پتھر کی بھٹ تنور کا پیٹ دیلار کی لونی ندی کنارے کا گیلا ریتا بالو۔ بھاٹا گاریتا سراب کہ دور سے پانی نظر آتا ہے سیلٹ رواں کہ پانی کی طرح بہتا ہو ویگن زمین کا ملا جس پر پاک لیوا پھرا ہو اگرچہ آنچ کھا چکا درختوں کا تنا جس پر اُپلے نے مٹی پھر سادی خشک ہونے پر تیمم کیا جائے سانپ کی بانبی کنکر مٹی ہے کہ متحجر ہو جاتی ہے معدنی چیزوں کی طرح زمین کے اندر سے نکلتا ہو کھر نجا کی سرک جکے سے بنے ہوں اُن پر لید گوبر پیشاب وغیرہ نجاست نہ پڑی یا پڑی اور دھو دیا کہ مینہ برسا کہ پاک کر گیا یا دھو کر پاک کر لیے گئے ہیرا ایک قسم کی نمکین خاک ہے چینی چینی کے برتن جبکہ اُن پر غیر جنس کا روغن نہ ہو۔ سنگ حک کے برتن پیالے وغیرہ مٹی کے کھلونے جن پر غیر جنس کی رنگت نہ ہو گِل کے غلے اگرچہ اُن میں روئی وغیرہ کا خلط ہو جبکہ مٹی غالب ہو پتھر کی بجری کہ قدرتی پتھر دال کے برابر ہو سمنٹ ایک پتھر ہی پھنکا ہوا ہوتا ہے گیرو بھی جو دیواروں پر سرخ رنگت میں کام آتی ہے کھڑیا مٹی کھری اس سے دیوار پر سفید چمکدار چکنی قلعی ہوتی ہے اگرچہ تھوڑا دودھ بھی ملاتے ہیں مگر وہ قلیل ہے اور اعتبار غالب کا ہے کما تقدم گٹی کہ عمارت کے کام کا چونا ہے کالا چونا یہ بھی کارِ عمارت میں آتا ہے اور کولا مغلوب کنکر پکی اینٹ توڑ کر کالا چونا اور گٹی ملاتے ہیں صندلہ گٹی اور سرخی ملا کر قلعی کا سفیدہ جس سے دیوار پر سفیدی ہوتی ہے معدنی پتھر ہے عربی اسفیداج الجصاصین گل کی دیوار لان التبن قلیل مستھلک گوبر میں جس درود دیوار یا چھت پر صندلہ یا سمنٹ پھرا ہو جس قدر دیوار پر بالو تر ہو جس پر بادامی لاکھی سرخ سبز زرد دھانی آسمانی کشمشی زنگاری خاکی ماشی پیازی فیروزی رنگتیں ہوں کہ اگرچہ سرخ میں شنگرف سبز میں مصنوع توتیا آم کی چھال بکائن کے پتے زرد میں کبھی ملتانی کے ساتھ ٹیسو کے پھول دھانی میں کبھی سبز گِل کے سوا ہی توتیا چھال آسمانی میں کولا مصنوع لاجورد کشمشی میں ببول کی چھال زنگاری میں سبز توتیا خاکی میں کولا ماشی میں لاجورد پیازی میں پیوڑی فیروزی میں توتیا و خیرہ وغیرہ اشیائے غیر کی آمیزش ہے مگر بہر صورت اصل گِل ہے اُسکا حصہ کثیر و غالب اور انکا خلط اُس میں رنگت لانے کے لیے ہوتا ہے گِل قبر کہ وہاں ظن نجاست نہیں سنگ مرمر سنگ موسیٰ سنگ سپید سنگ سرخ جو کا گھرا سبز سنگ ستارہ سرخی مائل بہت چمکدار ذرے خفیے نمایاں گئودنتی سپید نیلگوں جھلکدار اسکے نگینے بھی بنتے ہیں حجر الیہود مقناطیس سنگِ سماق جسکے کھرل مشہور ہیں سلی کرند کسوٹی چقماق رتیل کا کولا کہ پتھر ہے سلیمے ترکستان کا وہ پتھر کہ لکڑی سا جلتا ہے شام شریف کا وہ پتھر کہ آگ میں ڈالے سے لپٹ دیتا ہے صقلیہ کا وہ پتھر کہ گرم پانی سے مشتعل ہوتا اور تیل سے بجھتا ہے حجر الفتیلہ جسکی بتی بنا کر جلاتے ہیں ان چاروں پتھروں کا بیان اوپر گزرا بلور معدنی پتھر ہے ولا ینافیہ ما مر من ظن انہ سطوانہ من انواع الزجاج المعدنی سنگ

اور وہ لاجورد زہر مہرہ و مہرہ مار کہ معدنی ہوں دریائی توتیا کہ پتھر ہے امین الدولہ نوشتہ کہ توتیا بحری نیز باشد و آن سنگہا سفید مستدیر شبیہ سنگریزہ است مخزن الماس یعنی ہیرا لعل نیلم پکھراج یشب گئو میدک چمکدار جواہر سے ہے زرد و سرخی مائل

نورتن میں داخل ۱۶۹ سنگ شجری درخت کی سی جھلک نظرآتی ہے زیور میں جڑا جاتا ہے ۱۷۰ سنگ سنہرا مشابہ پکھراج مگر اس سے ہلکا یہ بھی جڑائی میں کام آتا ہے ۱۷۱ بُسّد کہ مستقل پتھر ہے یا بیخ مرجان بہرحال قابل تیمم ہے ۱۷۲ دہنج یعنی دہنہ فرنگی جسے لوگ دہن فرنگ بولتے ہیں ۱۷۳ یمنی ۱۷۴ الہر یعنی اسفنیا جزع ۱۷۵ یعنی مہرہ یمانی ۱۷۶ دانہ سلیمانی ۱۷۷ سہر خاکی ۱۷۸ سنہری ہرتال۔ زرنیخ سات قسم ہوتی ہے چار قسمیں علیحدہ سے گزریں تکمیل کے لیے ہم نے انھیں اضافہ کیا ورنہ اس طرح اقسام گنی جائیں تو شمار بہت بڑھ جائے مثلاً کبریت بھی زرد سرخ سیاہ سفید زرد مائل بسبزی مائل بکبودی یہ رنگی متعدد اقسام کی ہوتی ہے اور جب علمانے درزی کی شیا شمار فرمائی تو سیل بتا مٹی سے پاٹ نہ ہونے کے باٹ کہ پتھر کے ہوں ٹھرل کیوں نہ معدود ہوں **اقول** مگر یہاں ایک دقیقہ ہے جسکا ذکر کتب میں نظر سے نہ گزرا بعض پتھر پیدائشی یا ان میں علامت پیدا کرنے سے ایک سمت میں ایسے کھدرے ناہموار ہوتے ہیں کہ اُن پر کفِ دست کی ضرب سے ہتھیلی کی پوری سطح پتھر سے مس نہ کرے گی اس صورت میں اگر اکثر کف کو مس نہ ہوا تیمم صحیح نہ ہوگا لہذا اقبال وادبار جسکا ذکر حواشی میں گزرا یعنی ہاتھ جنس ارض پر ملنا آگے لیجانا پیچھے لانا کہ سنت تھا یہاں فرض ہوگا کہ تمام کف یا کم از کم اکثر کو پتھر سے مس ہوجائے یہی حکم کنکریلی ناہموار زمین وغیرہ میں ملحوظ رہنا لازم ۲۴۵ ثم **اقول** وہ حکم کہ انشاء اللہ الکریم آگے آتا ہے کہ چہرہ و ہر دو دست کو اکثر کف سے مسح کرنا ضرور ہے یہاں اگر جنس ارض پر خود اکثر کف ہی کا مسح ہوا تو لازم ہوگا کہ یہ اکثر تمام و کمال یا اسکا اتنا حصہ جس پر اکثر کف صادق آئے چہرہ و ہر دو دست سے مس کیے ورنہ اگر اکثر کف سے مسح کیا اور وہ اُس حصے سے ملکر اکثر کف ہے جسنے جنس ارض سے مس کیا تھا تو تیمم نہ ہوگا ثم **اقول** ۲۴۶ وہ جو گزرا کہ کف دست کیلیے جنس ارض پر ضرب ہی بس ہے انھیں دوبارہ مسح نہ کرے اُس حالت میں ہے کہ پورے کف دست کا جنس ارض سے مس ہو گیا ہو ورنہ اگر اکثر کا مس ہوا اور اسی اکثر سے چہرہ و ہر دو دست کو مسح کیا تو یہ مسح اُنکے لیے کافی سہی خود کفِ دست کے جو بعض حصے باقی رہ گئے استیعاب ہوا تیمم نہ ہوا لہذا اس صورت میں لازم ہے کہ ہتھیلیوں پر بھی ہاتھ پھیرے وھذا کلہ واضح انشاء اللہ تعالٰی فاحفظ تحفظ واللہ تعالٰی اعلم ابرک بھی حسب تصریح اہل فن پتھر ہے تو ضرور کہ اس سے بھی تیمم جائز ہے انوار الاسرار میں ہے حجر الطلق حجر براق مؤلف من ورق الخ جامع ابن بیطار میں محمد بن عبدون سے ہے (طلق) حجر براق یتحلل اذا دق الی طاقات صغار وقاق اُسمیں دیسقوریدس سے ہے الطلق حجر یکون بقبرس شبیہ بالشب الیمانی یتشظی وتتغشی شظایاہ فیما ویلقی ذلک الغشی فی النار یلتہب ویخرج وھو متقد الا انہ لایحترق تذکرہ انطاکی میں ہے ھو زبد خالطہ اجزاء ارضیۃ تغلب علیہا الیبس فتلبد طبقا انعقد بالبرد مخزن میں ہے ماہیت آن جسمے معدنی ست متکون از زیبق خالص کبریت قلیلے غالب آن ارضیت وبس گفتہ اند دو صنف میباشد یکی صفائحی ورق ورق میگردد دوم مانند سنگ جص بلکہ سنگ گچ اسکی ایک قسم ہے جامع میں زکریا رازی کی کتاب علل المعادن سے ہے الطلق جنسان جنس یکون متصفحا یتکون من حجارۃ الجص ویکون فی جزیرۃ قبرس اُسمیں غافقی سے ہے ھذا الجنس ھو الجبسین و الطلق الاندلسی اسمیں اسحٰق بن عمران سے ہے الجبسین ھو الجص الجص ھو

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الجبسین ھو حجر خوار ابیض و احمر ممتزج بینھما وھو من الاوبار ان الحجریۃ الارضیۃ کلنطاکی نے کہا گچ حقیقۃً گچی ابرک ہے تذکرہ

میں ہے (جبسین) ھو الجص و ھو فی الحقیقۃ طلق لم ینضج و قیل انہ زیبق غلبت الاجزاء الترابیۃ فتحجر اور گچ سے جواز تیمم عامۂ کتب متون

و شروح و فتاوے میں منصوص اور خود محرر مذہب نے اس پر نص فرمایا تو ابرک سے بھی جواز لازم واللہ تعالٰی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم

و احکم **مقامِ سوم** وہ بعض اشیاء جنہیں ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک تیمم صحیح نہیں۔ ظاہر ہے کہ اشیائے معدودہ

کہ جنس ارض نہیں اُنکے سوا دنیا کی تمام چیزیں ہمارے ائمہ کے اجماع سے ناقابل تیمم ہیں تو اُنکا شمار نامقدور مگر ہم بیان بدستور

اُنکا ذکر کریں جنپر کتب میں نص اسوقت پیش نظر، عام ازیں کہ اُن میں کوئی محل خفا ہو یا نہ ہو جیسے علما نے نص فرمایا ہے کہ

گھاس لکڑی مہندی برف سے تیمم باطل ہے اسپر بعض عوام کہیں گے علماء نے ایسی چیزیں کیوں گنائیں ان سے تیمم نہ ہوسکنا

ہر شخص جانتا ہے یہ اُنکی غلط فہمی ہے ہر شخص اگر جانتا بھی ہے تو یوں ہیں کہ علمائے کرام افادہ فرماگئے ورنہ کیا اپنے گھر سے جان لیتا **اقول**

بلکہ یہ باب ہمارے لیے ظاہر ہیں ورنہ ان میں وہ خفا ہے کہ بعض ائمہ مجتہدین پر اُنکا ناقابل ہونا ظاہر نہ ہوا مقدمہ عشماویہ اور اُسکی

شرح لاحمد بن ترکی المالکی میں ہے (فرائضہ اربعۃ) رابعھا (الصعید الطاھر وھو کل ما صعد علی وجہ الارض

ای من جنسھا من ثلج او خضخاض او معدن غیر نقد و جوھر الا ان لا یجد غیرھما حاشیہ یوسف سفطی مالکی

میں ہے قولہ من ثلج و مثلہ الماء الجامد والجلید وکذا یتیمم علی الملح ولو کان مصنوعا من حلفاء او من

اراک و المعتمد انہ یجوز التیمم علی الخشب و علی الزرع و علی الحشیش بشروط ثلثۃ اذا لم یجد غیر ذلک و ضاق

الوقت ولم یمکن قلعہ فمن کان علی شجرۃ او مرکب لم یجد ماء ولا ترابا فیتیمم علی الخشب ھذا ھو المعتمد پھر

مزیدات لکھیں اور ان میں غالبًا محل خفا و شبہ و افادہ تازہ کا لحاظ رکھیں وباللہ التوفیق **منصوصات** جماہر اپانی جیسے

کل کا برف اگرچہ سل کی سل ہو تبیین فتح بحر مجمع الانہر ھندیہ کپڑا تمتا خانیہ درخت تحفہ بدائع ایضاح ھندیہ

فتح حلیہ بحر گھاس اربعتا اول والحلیۃ لکڑی بدائع حلیہ ھندیہ کھور ا سراجیہ نباتات میوے غنیہ مہندی

ظہیریہ خزانہ خزانۃ الفتاوی حلیہ وسمہ الاولان گیہوں محیط جواہر اخلاطی منیہ کافی خلاصہ ظہیریہ

خزانہ جَو الاولان والخلاصہ ہر قسم کا غلہ الثلثۃ الاول آٹا الثلثۃ الاخیرۃ خزانۃ الفتاوی حلیہ جوہرہ

بحر ستو خزانۃ الفتاوی حلیہ ظہیریہ خزانہ جملہ اقسام طعام منیہ سونا چاندی ویاقوتیان لوہا خانیہ ظہیریہ

خزانہ کافی منیہ تحفہ بدائع زاد الفقہاء جلابی برجندی خزانۃ الفتاوی جامع الرموز حلیہ ایضاح ھندیہ

رانگ سیسا الخمسۃ الاول خلاصہ سراجیہ اخلاطی مسکین تانبا بدائع خانیہ ظہیریہ خلاصہ خزانہ غنیہ

ھندیہ حلیہ صُفر کہ معدنی زرد تانبا پیتل کے مشابہ ہے آنچ سے سیاہ نہیں پڑتا السبعۃ الاول تحفہ ایضاح معادن

فتح بحر تنویر اس سے یہی سات جسم منطبع بالنار مراد ہیں جنکو اجساد سبعہ یا منطرقات۔ ہفت فلزات۔ سات دھات کہتے ہیں ان میں چھ یہی کہ گزرے صُفر تانبے ہی میں داخل ہوا اور ساتواں شبہہ معدنی جسے خارصینی اور رُوحِ توتیا یا روئے توتیا کہتے ہیں یعنی جست۔ عرقی خانیہ خلاصہ ظہیریہ خزانہ فتح خزانۃ الفتاوی جامع الرموز اگرچہ غبار سے پسے ہوئے ہوں محیط سرخسی بدائع مجمع الانہر دُر خادمی ہندیہ **اقول** وما فی الشلبیۃ عن الدرایۃ لایجوز باللؤلؤ المدقوق فلیس بتقیید بل تنصیص بالاخفی لان ماکان من اجزاء الارض یجیزہ محمد ان کان مدقوقا والا فلا فادان ھذا لایفیدہ الدق لما قال بعدہ لانہ یتولد من الحیوان ولیس من اجزاء الارض مرجان فتح منح دُر خادمی یعنی چھوٹے موتی کہ انکو بھی مرجان کہتے ہیں مقدسی ش سانجر نمک کہ پانی سے بنا ہو ویا آگی شکّ عنبر کافور ظہیریہ خزانہ ہندیہ خزانۃ الفتاوی حلیہ زعفران مشک کہ ایک قسم خوشبو ہے الاولان زاج کسیس پھٹکری کے سوا اور جنس ہے کسیس کہ زرد ہی اور ہیرا کسیس سبز اور سیاہ کسیس اسی کے اقسام ہیں مرداسنگ مصنوع الاخیران وجامع الرموز پارا درایہ شلبیہ مصنوع شیشہ کہ ریتے میں دوسری چیز ملاکر بناتے ہیں جیسے یہی محیط تبیین فتح بحر مجمع الانہر ش تقدم کلھا راکھ یعنی لکڑی وغیرہ غیر جنس ارض کی جسکی تحقیق گزری نمک زار زمین جسکا نمک پانی سے بنا ہو۔ وستأتی الثلثۃ ان شاء عزوجل نمک زار جسکا نمک مٹی سے ہو مگر اُسکے پانی میں ڈوبی ہوئی ہو ذکر الاسبیجابی فی شرحہ یجوز التیمم بالسبخۃ منیۃ بناء علی الغالب وھو عدم الغرق بالنز غنیہ ظروف گلی کا وہ رُخ جسپر رانگ وغیرہ غیر جنس کی قلعی ہو جسپر غیر جنس کی رنگت ہو روغنی ظروف وقد تقدمت وہ ٹھیکری جسمیں دوائیں ڈالکر پکائی ہوں۔ وسیأتی ان شاء اللہ تعالی مفصلا مٹی جسمیں راکھ اور جسمیں آٹا برابر یا زائد ملے ہوں جو ھڑ نیرہ کیچڑ جسپر پانی غالب ہو ناپاک زمین اگرچہ خشک ہونے سے اثر نجاست زائل ہوکر نماز کے لیے پاک مانی گئی ہو غبار کہ ناپاک زمین سے اٹھا غبار کہ تر چیز ناپاک پر گرا اگرچہ پھر خشک ہوگیا غبار کہ خشک چیز ناپاک پر گرا اور اُسکو تری پہنچی درزی کی ٹیا نگین قبرستان کی مٹی جہاں نجاست کا ظن ہو وقد تقدم کلھا فی المقابلات **مزیدات** زمین یا پہاڑ جسپر دوب اُگی ہے جسپر برف جما ہوا ہے جسکا برف پگھل کر بہ رہا ہی جسپر مینہ برس رہا ہی جسپر مینہ برس کر کھل گیا مگر پانی جاری ہے پکا فرش یا دیوار جسپر کاہی جمی ہی یا ور چہلانے کی دیوار جسپر دُھرتا چڑھا ہے وہ زمین جسپر کسم کی لمبی پھری ہے مٹی کا چراغ جسپر کانسہ چڑھی ہے گِل حکمت کہ مرکب نسخہ ہی اور غیر جنس ارض کا حصہ زیادہ ہے رامپوری چینی کہ مٹی پر مسالا ہی ہاں جس سمت چینی نہ چڑھی ہو اُسطرف روا ہے تام چینی کہ ٹین یا ور مسالا ہی وہ تیمی چینی یا مٹی کا کھلونا جسپر غیر جنس کا روغن ہی وہ توہ اور گِلِ خوردنی اور نیل کے غلّے جن میں غیر جنس مقدار میں کم نہیں پارے کا کشتہ یا پارے کا کشتہ سونے چاندی رانگ کسی دھات کا کشتہ مصنوع یعنی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بیتل۔ یہ معدنی نہیں تانبا اور جست ملا کر بناتے ہیں اسے صفر سمجھنا غلط ہے۔ کانسا۔ ہفت جوش ساتوں دھات کا مجموعہ بھرت۔ مَحَل جرمن سلور لکھی وغیرہ کسی غیر جنس ارض کا کولا شورہ نوشادر سہاگا پھٹکری زاج اخضر ہندی یعنی نیلا تھوتھا بو سعارینی کہربا جسکی تسبیح ہوتی ہے یہ پتھر نہیں گوند ہے تذکرہ ابن سینا صمغ کالسندروس۔ الغافقی رطوبۃ تقطر من ورق الدوم نقلھما ابن البیطار۔ الظاہر انہ صمغ الجوز او صمغ شجرۃ غیرہ انوار الاسرار سفیدہ کاشغری کر قلعی کا سپیدہ ہے یعنی رانگ اور جست سے بنتا اور دکھتی آنکھ میں بھرا جاتا ہے کاجل کہ پارا جاتا ہے طباشیر بانس کی رطوبت ہے کہ جم جاتی ہے سیندور رانگ اور سفیدہ سے بنتا ہے شنجرف مصری شنجرف شامی شنجرف یہ سب مصنوع چیزیں ہیں پارے اور گندھک سے مختلف ترکیبوں پر بناتے ہیں ہر ترکیب میں پارا غالب ہے شنجرف ہندی اس میں دونوں مساوی بتائے جاتے ہیں بہرحال جنس ارض سے نہیں شنجرف رمانی یہ سیماب و مس سوختہ سے بنتی ہے اسکے دونوں جز غیر جنس ہیں اسکے نسخے انوار الاسرار و جامع ابن بیطار و تذکرہ و تحفہ و مخزن وغیرہا میں ہیں اور معدنی کبریت احمر کی طرح عنقا قالہ فی التذکرۃ رہی شنجرف رومی جسمیں پارا بارہ جز گندھک آٹھ ہرتال پانچ ہے اس میں اگرچہ جنس ارض غالب ہے مگر باہم طبخ سے امتزاج شدید ہو کر سخت محل نظر ہے جسکا بیان مقام چہارم ذکر خلط میں آتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ لہذا اسکا بھی ممنوعات ہی میں شمار رکھا واللہ تعالیٰ اعلم باحکامہ لوبان۔ اگر۔ مولی کا نمک۔ سجی کہ ایک گھاس کا کھار ہے لیموں کا ست نباتات کے اڑائے ہوئے جوہر جلا کر نکالے ہوئے نمک کانچ سیپ گھونگھا سنکھ۔ خرمہرہ سیپ کا چونا اور اسکا کھانا بھی حرام وہ لاجورد و توتیا و مہرہ مار کہ مصنوع ہوں اور اکثر مصنوع ہی ملتے ہیں سنکھیا مشہور زہر یہ بھی پتھر نہیں عدہ فی التذکرۃ من المولدات التی لم تکمل صورھا بعض نے کہا چاندی کا دھواں ہے قالہ فی المخزن وغیرہ وہ پتھر کہ پہاڑی بکری۔ بند ساہی کے سر و جوف میں بنتے ہیں سنگ ماہی پتھر چٹے کے سر میں کہ ایک مچھلی ہے گئور وچن گائے کے بدن میں مار مہرہ سانپ کے سر میں جیسے من کہتے ہیں سنگ قمر جبال مغرب میں چٹانوں پر اوس گر کر جم جاتی ہے تیرہ رنگ جب چودھویں کا چاند چمکتا ہے خوب سفید براق ہو جاتی ہے اسپر بھی تیمم جائز نہیں اور جس چٹان پر وہ جمی ہوئی ہو اسپر بھی نہیں سنگ گردہ سنگ مثانہ یہ دونوں آدمی کے بدن میں بنتے ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ سنگ بصری پتھر نہیں بلکہ سیسے کا دھواں ہے سنگ راسخ جلا ہوا تانبا سنگ سبوحی یہ ایک قسم کے بیج ہیں سختی کے سبب سنگ کہلاتے ہیں۔ یہ تین سو گیارہ چیزوں کا بیان ہے ۱۸۱ سے تیمم جائز جنمیں ۷۴ منصوص اور ۱۰۷ زیادات فقیر اور ۱۳۰ سے ناجائز جن میں ۵۸ منصوص اور ۷۲ زیادات فقیر ایسا جامع بیان اس تحریر کے غیر میں نہ ملیگا بلکہ زیادات درکنار اتنے منصوصات کا استخراج بھی سہل نہ ہو سکے گا وللہ الحمد اولا و اخرا • وبہ التوفیق باطنا و ظاہرا • وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی حبیبہ وآلہ وصحبہ متوافرا متکاثرا • امین

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مقام چہارم ذکر بعض خلافیات مع ترجیحات وتوفیقات تتمیماً للافادات۔ ارض ندیہ یعنی تر زمین۔ بدائع۱ و خانیہ۲ و خلاصہ۳ و بزازیہ۴ و خزانۃ المفتین۵ و تواجیہ۶ و درایہ۷ و شلبیہ۸ و جوہرہ۹ و منیہ۱۰ و ہندیہ۱۱ میں اس سے جواز کی تصریح ہے وذکرہ ابن الشلبی عن الکاکی عن الولوالجی عن الامام رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ **اقول** ۲۹۴۵ وانما خصہ بالذکر لتصویرہ بما اذالم یتعلق بیدہ شیئ فیأتی فیہ خلاف الامام الثالث ایضا کالثانی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم جمیعا ووقع فی شرح النقایۃ للبرجندی یجوز بالارض الندیۃ من غیر طین وھذا عند ابی حنیفۃ وعندھما لایجوز اھ **اقول** ۲۹۴۶ **اولا** انی علی الضعیف من عدم الجواز بالطین ویأتی **وثانیا** ۲۹۴۷ لاوجہ لخلاف محمد مطلقا فقد قال ملک العلماء فی البدائع لوتیمم بہ اجزأہ عند ابی حنیفۃ ومحمد لان الطین من اجزاء الارض ومافیہ من الماء مستھلک وھو یلتزق بالید فان خاف ذھاب الوقت تیمم وصلی عندھما وعلی قیاس قول ابی یوسف یصلی بغیر تیمم بالایماء ثم یعید اذا قدر علی الماء اوالتراب کالمحبوس فی المخرج اذا لم یجد ماء ولا ترابا نظیفا اھ نعم عنہ روایۃ اخری قال فی الحلیۃ بعد نقل مافی البدائع ماذکرہ عن محمد من جواز التیمم بالطین احدی الروایتین عنہ کما ھو ظاھر الخلاصۃ وقد صرح فی النھایۃ بان فی احدی الروایتین عن محمد لایجوز التیمم بالطین اھ **اقول** ۲۹۴۸ عبارۃ الخلاصۃ عن نص الامام محمد نفسہ فی المبسوط ھکذا وفی الاصل قال ابو حنیفۃ ومحمد یجوز التیمم بجمیع ماکان من جنس الارض ومن اجزائھا نحو التراب والرمل والنورۃ (وعد اشیاء الی ان قال) وقال ابو یوسف لایجوز الا بالتراب ثم عندنا لافرق فی الحجر علیہ غبار اولم یکن مغسولا اوغیر مغسول مدقوقا اوغیر مدقوق وقال محمد ان کان الحجر مدقوقا اوعلیہ غبار جاز التیمم والا فلا۔ وان تیمم بارض قد رش علیھا الماء وبقی علیھا ندوۃ جاز ولو کان فی طین طاھر لایتیمم بل یلطخ بعض ثیابہ اوجسدہ ویترکہ حتی یجف ثم یتیمم بہ ومع ھذا لوتیمم بالطین فھو علی الخلاف وقال الکرخی یجوز التیمم بالطین ولو تیمم بالحجر الاملس اوالمغسول یجوز عند ابی حنیفۃ وعند ابی یوسف لایجوز وعن محمد روایتان فی روایۃ یجوز ان کان علیہ غبار وفی روایۃ یجوز مطلقا والاٰجر یجوز عند ابی حنیفۃ وعن محمد روایتان وقول ابی یوسف متردد والخزف الجدید علی الاختلاف الا اذا استعمل فیہ شیئ من الادویۃ فحینئذ لایجوز ولو تیمم بارض نزت علی الاختلاف الذی ذکرنا فی الخزف وعلی ھذا الخلاف التیمم بالطین اھ فقد ذکر نص محمد فی ظاھر الروایۃ جواز التیمم بکل ماکان من جنس الارض واجزائھا وانہ مع الامام فیہ وان الخلاف لابی یوسف ثم اشار بمسألۃ الحجر المدقوق

ارض ندیہ کی بحث

ف۱: ... الطين اصابہ ... علی قول محمد ...

ف۲: معروضۃ علی العلامۃ البرجندی

ف۳: معروضۃ علیہ

ف: مسئلہ جو ایسی جگہ ... جہاں نہ پانی ... نہ پاک مٹی ملے وہ وقت نماز میں نماز کی صورت ادا کرے حقیقۃ نماز نہ ہوگی ...

ان محمدا یشترط الالتزاق بالید ثم احال التیمم بالطین علی الخلاف المذکور فنص علی الجواز عند الطرفین لانه من جنس الارض واجزائها قطعا ولاشك انه یلتزق بالید فکان کلامه ککلام ملك العلماء سواء بسواء ثم افاد بمسألتی الحجر المغسول والاجر ان محمدا فی روایة عنه یوافق الامام فی عدم اشتراط التزاق شیئ بالید ثم احال مسألة الخزف علی الاختلاف والظاهر ان المراد به الاختلاف المذکور فی الاجر لذکره عقیبه و لاشتراك العلة فیهما انه لاینفصل منهما شیئ یلتزق بالید فافاد ان عن محمد فی الخزف روایتین فی روایة یجوز مطلقا وفاقا للامام الاعظم وفی اخری لا الا اذا کان مدقوقا وعلیه غبار کما ذکر فی المجرد وهی الروایة المشهورة عنه ثم انه احال مسألتی الارض الندیة والطین علی الاختلاف المذکور فی الخزف فقد یؤخذ منه ان عنه فیهما ایضا روایتین هذا معنی قول الحلیة کما هو ظاهر الخلاصة **اقول**[۲۹۴۹] لکن الروایتین انما هما الجواز مطلقا والجواز بشرط الالتزاق واما عدم الجواز بالطین مطلقا فی روایة عن محمد کما ذکر عن النهایة فلیس ظاهر الخلاصة ولا متوهما منها ثم لاشك ان الطین یلتزق منه شیئ بالید کما افاده ملك العلماء فتتفق الروایتان علی الجواز ولا یبقی محل لاستدراکه علی البدائع بالخلاصة لعدم دلالتها علی روایة اخری ولا بالنهایة اذلا ملتفت الی النوادر مع الظواهر وانما کان قصاراه ان یقول ما ذکره عن محمد هو مذهبه ویروی عنه خلافه علی ما فی النهایة اذا عرفت هذا وقد استقر عرش التحقیق علی ان الروایات الظاهرة عن محمد متفقة علی جواز التیمم بالطین فقول البرجندی عندهما لایجوز لیس کما ینبغی. هذا ثم قال فی الحلیة تیمم بارض قد رش علیها الماء وبقی لها ندوة جاز کذا فی الفتاوی الخانیة وغیرها وفی خزانة الفتاوی لو تیمم بالثری ان کان الی الجفاف اقرب جاز وان کان الی البلل اقرب لایجوز اھ **اقول**[۲۹۵۱] نفس البلل لایمنع التیمم کما علمت من تظافر المعتمدات علیه فکیف ما یقرب منه فیجب حمل الجواز فیه علی معنی الحل ای ان کان اقرب الی البلل بحیث یلطخ الوجه لایحل لما فیه من المثلة کما سیأتی (طین یعنی کیچڑ بدائع و خلاصہ و بزازیہ و ایضاح کرمانی و معراج الدرایہ و شلبیہ و سراجیہ و ولوالجیہ و منتقی و بحر و نہر و ہندیہ میں اس سے جواز تیمم کی تصریح ہے و قد تقدم عبارات البدائع والخلاصة ومثل الخلاصة فی البزازیة وعن البدائع نقل فی الهندیة ولفظ ابن الشلبی عن الکاکی عن الکرمانی ماذکر فی الاصل انه یلطخ الثوب بالطین ویتیمم بعد الجفاف اذا کان فی طین ردغة هو قوله اما عند ابی حنیفة یجوز التیمم بالطین الرطب لذا لم یعلق منه شیئ اھ **اقول**[۲۹۵۲] ای وان لم یعلق منه شیئ کما سیأتی فی عبارة الامام الاجل الکرخی فیکون تصریحا بالخلاف لاجل خلاف محمد لیدل علی الظاهر بالاولی او الجواز بمعنی الحل

و تطفل ۱ علی الحلیة

و تطفل ۲ علیها

و تطفل ۳ علیهما

و معروضة ۴ علی البرجندی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فیتعلق بما اذا لم یعلق حذرا عن المثلۃ وفی السراجیۃ لو تیمم بالطین یجوز اھ وزعم البرجندی ان فی الخلاصۃ لایجوز التیمم بالطین بل یلطخ بعض ثیابہ الخ **اقول** ۱۵۸۶ قدمنا نص الخلاصۃ ولیس فیہ لایجوز بل لایتیمم وقد قال متصلا بہ ومع ھذا لو تیمم بالطین فھو علی الخلاف ای یجوز عند الطرفین خلافا لابی یوسف وقال فی اواخر الکلام وعلی ھذا الخلاف التیمم بالطین فمن العجب نسبۃ عدم الجواز الیہ یوہیں خانیہ وخلاصہ میں امام کرخی اور خانیہ میں امام شمس الائمہ حلوانی سے اُسکا جواز نقل کیا مگر امام خجندی عدم جواز کے قائل ہیں جوہرہ نیرہ میں ہے لو لم یجد الا الطین یلطخ بہ ظرف ثوبہ او غیرہ حتی یجف ثم یتیمم بہ وان لم یمکنہ قال فی الخجندی لایصلی مالم یجد الماء او التراب الیابس وفی الکرخی یجوز بالطین الرطب وان لم یعلق بیدیہ والصحیح جواز التیمم بالطین عند ابی حنیفۃ وزفر بلکہ محیط سے منقول ہوا کہ بالاتفاق ناجائز ہے رحمانیہ میں ہے فی المحیط لایجوز التیمم بالطین عند الکل لان التراب لایصیر طینا مالم یصر مغلوبا بالماء اور تحقیق وتوفیق وہ ہے جو محیط سرخسی ومحیط رضوی وحلیہ وبحر الرائق ودرمختار وعالمگیریہ وفتح اللہ المعین وغیرہا میں افادہ فرمائی کہ جس کیچڑ میں پانی غالب ہو اُس سے تیمم جائز نہیں اور مٹی غالب ہو تو جائز حلیہ میں ہے قال رضی الدین فی محیطہ الصحیح ان الطین جنس الارض الا اذا صار مغلوبا بالماء فلایجوز ہندیہ میں ہے وان صار الطین مغلوبا بالماء فلایجوز بہ التیمم کذا فی محیط السرخسی ملائی وازہری میں ہے وطین غیر مغلوب بماء بحر میں ہے عند ابی حنیفۃ یتیمم بالطین وھو الصحیح الا اذا صار مغلوبا بالماء فلایجوز التیمم بہ کذا فی المحیط البتہ بلاضرورت اُس سے تیمم ناجائز یعنی مکروہ وممنوع وگناہ ہے کہ مونھ کیچڑ سے سانا صورت بگاڑنا ہے اور صورت بگاڑنا مُثلہ اور مثلہ حرام ہے یہانتک کہ جہاد میں حربی کافروں کو بھی مثلہ کرنا صحیح حدیث میں منع فرمایا جنکے قتل کا حکم فرمایا اُنکے بھی مثلہ کی اجازت نہ دی افسوس اُن مسلمانوں پر کہ باہم کھیل میں ایک دوسرے کے مونھ پر کیچڑ تھوپتے ہیں یا ہنسی سے کسی کے سوتے میں اُسکے مونھ پر سیاہی لگاتے ہیں یہ سب حرام ہے اور اس سے پرہیز فرض خلاصہ وخانیہ وبدائع وغیرہا میں کیچڑ سے تیمم کی ممانعت فرمائی اور اُسکی یہ ترکیب بتائی کہ اپنے بدن یا کپڑے کے حصے خواہ کسی اور چیز پر کیچڑ کا لیس کرلے جب وہ خشک ہوجائے اُس سے تیمم کرے اور یہ نفیس ترکیب خود محرر المذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب الاصل میں ارشاد فرمائی اُسکا منشا یہی تقبیح صورت سے بچانا ہے نہ یہ کہ کیچڑ سے تیمم درست ہی نہیں **اقول** ۲۹۵۴ وبہ ظھر مافی ظاھر کلام الایضاح حیث جعل الارشاد الی ھذا الصنیع قول محمد خاصۃ وقابلہ بقولہ اما عند ابی حنیفۃ فیجوز الخ والحق انہ صنیع سنیہ مطلوب عند الامام ایضا قطعا

ولیس ارشاد محمد الیہ لابطالہ التیمم بالطین واقرب تاویل لہ ما اقول [2955] یرید ان ایجاب ھذا الصنیع مطلقا سواء علق بیدہ شیئ اولا قول محمد خاصۃ لانہ ان علق تلطخ وان لم یعلق لم یصح التیمم عندہ اما الامام فلا یوجبہ اذا لم یعلق بیدہ شیئ ولہذا تصریح فرماتے ہیں کہ یہ ترکیب اُسوقت ہے کہ ابھی نماز کے وقت میں وسعت ہو اور اگر دیکھے کہ ایسا کریگا تو اُسکے خشک ہونے تک نماز کا وقت جاتا رہیگا تو لازم ہے کہ یونہی کیچڑ سے تیمم کرکے نماز پڑھ لے وقت نہ جانے دے اقول [2956] مگر اب لازم ہوگا کہ دونوں ہتھیلیاں باہم خوب ملے رگڑے کہ جہانتک ممکن ہو کیچڑ چھوٹ جائے اور جو حصہ رہے خشکی پر آجائے کہ جب غبار و زمین خشک پر ہاتھ مار کر جھاڑنا اور اثر خاک سے صاف کردینا سنت ہوا تو یہاں وجوب چاہیے نیز تصریح فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے ایسا نہ کیا اور کیچڑ ہی سے تیمم کرلیا برا کیا مگر تیمم ہوگیا خلاصہ سے گزرا مع ھذا لو تیمم بالطین فھو علی الخلاف ام ای صح عند الامام والثالث خلافا فالثانی رضی اللہ تعالٰی عنہم وجیز کردری میں ہے لا بالطین بل یلطخ جسدہ بہ فاذا جف تیمم ومع ھذا لو تیمم بہ فعلی ھذا الخلاف ولوالجیہ پھر رملی علی البحر پھر منحۃ الخالق میں ہے عند ابی حنیفۃ ان خاف ذھاب الوقت تیمم بالطین لان التیمم بالطین عندہ جائز لانہ من اجزاء الارض الا انہ لا یتیمم قبل خوف ذھاب الوقت کیلا یتلطخ بوجھہ فیصیر بمعنی المثلۃ بدائع وہندیہ میں ہے لو کان فی طین وردغۃ لایجد ماء ولا صعیدا ولیس فی ثوبہ وسرجہ غبار یلطخ ثوبہ او بعض جسدہ بالطین فاذا جف تیمم بہ ولا ینبغی ان یتیمم بہ مالم یخف ذھاب الوقت لان فیہ تلطخ الوجہ من غیر ضرورۃ فیصیر بمعنی المثلۃ وان تیمم بہ اجزأہ عند ابی حنیفۃ ومحمد رضی اللہ تعالٰی عنہما الی اٰخر ما قدمنا فتاوٰی امام قاضیخان میں ہے ذکر شمس الائمۃ الحلوانی رحمہ اللہ تعالٰی انہ لا ینبغی ان یتیمم بالطین لان فیہ تلطخ الوجہ ولو فعل جاز اقول [2957] انھیں عبارات سے ظاہر ہوا کہ بحال گنجائش وقت اس ترکیب پر عمل صرف مستحب نہیں بلکہ واجب ہے کہ جب وہ معنی مثلہ میں ہے اور مثلہ حرام قطعی تو جو اُسکے معنی میں ہے لااقل مکروہ تحریمی وبہ ظھر ضعف ما وقع فی الحلیۃ حیث قال وعلی ھذا لایلزم المسافر ماذکر بل یستحب لہ ذلک ولفظ البدائع (فذکر ما نقلنا عنھا) وکانہ یستشھد بقولھا لا ینبغی ان یتیمم ومثلہ قول شمس الائمۃ اقول [2958] ان کان لھذا میل الی عدم الوجوب فقول الخانیۃ والخلاصۃ والبزازیۃ والولوالجیۃ والمبتغی بل وشمس الائمۃ ایضا علی روایۃ المنیۃ لا یتیمم بالطین ظاھر فی الوجوب فان استویا وجب الرجوع الی الدلیل وھو قاض بالوجوب کما علمت لاجرم ان صرح فی المنیۃ وغیرھا بلفظۃ لا یجوز کما ستسمع وقال العلامۃ الخیر الرملی کما فی المنحۃ لما کان فی معنی المثلۃ وجب تاخیر فعلہ الی ذلک الوقت لئلا یباشر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ماھو فی معنی المثلۃ لغیر ضرورۃ اھ (۲۹۵۹) **اقول** لکن یعکر علیہ ان لووجب لاوجب عدم التیمم بہ الا بعد الجفاف وان خرج الوقت کما ھو قول الامام ابی یوسف فان المنع الشرعی ایضا مثبت للعجز عن استعمال الماء کما قدمنا فی مسألۃ الحباب و مسألۃ الھبۃ و مسألۃ المشترک بین ناس علٰی ما فاسد فکذا ینبغی ان یثبت العجز عن استعمال ھذا التراب و (۲۹۶۰) **اقول** فی الجواب بتوفیق الوھاب حفظ الوقت فریضۃ واتیان الفریضۃ اھم من ترک المکروہ تحریما فلا یجعل عجزا عن التراب اذ لابدل لہ بخلاف الماء فان لہ خلفا وھو التراب و اللّٰہ تعالٰی اعلم بالصواب بالجملہ مسئلہ بحمداللہ تعالٰی واضح ہوا اور کیچڑ سے منع کا یہی منشا کہ ہمنے تقریر کیا اور اسی سے عبارات میں توفیق و باللہ التوفیق (۲۹۶۱) **اقول** لکنھا مزلۃ زلت فیھا اقلام اعلام من قبل حمل الجواز علی معنی الصحۃ دون الحل **فاعظمھا** ما قدمت عن البرجندی حیث عزا الی الخلاصۃ ما عزا ولم یبال بما صرح بہ فی نفس السطر وبعدہ بعدۃ اسطر **ومنھا** ما قدمنا عن الایضاح ان لم یؤول بما فتح علی الفتاح **و منھا** قال فی المنیۃ لایجوز التیمم بالطین قال شمس الائمۃ الحلوانی رحمہ اللّٰہ تعالٰی لایتیمم بالطین وان فعل یجوز اھ ھذا ما فی نسختنا المتن وعلیہا شرح فی الغنیۃ ووقع فی نسخۃ شرحھا فی الحلیۃ قال شمس الائمۃ لایجوز التیمم بالطین وان فعل یجوز اھ قال فی الحلیۃ الجواز بہ قال الکرخی وعلیہ مشی شمس الائمۃ الحلوانی الاانہ قال لاینبغی ان یتیمم بہ لان فیہ تلطیخ الوجہ ولو فعل جاز ذکر عنہ بھذا اللفظ قاضیخان فی فتاواہ لا باللفظ الذی حکاہ المصنف عنہ فان ظاھرہ التناقض اھ (۲۹۶۲) **اقول** ولٰی من سمع ھذا لایتبادر ذھنہ الا الی ان لایجوز بمعنی لایحل ویجوز بمعنی یصح والظاھر ھو المتبادر غیر ان الشارح العلامۃ لایسلم عدم الحل ایضا کما تقدم فلم یستقم لہ ھذا المعنی الواضح **ومنھا** قال فی البحر وقید الجواز بالطین الولوالجی فی فتاواہ وصاحب المبتغی بان یخاف خروج الوقت اما قبلہ فلا کیلا یتلطخ وجہہ فیصیر بمعنی المثلۃ من غیر ضرورۃ وھو قید حسن ینبغی حفظہ اھ (۲۹۶۳) **اقول** فانظر الی التعلیل ھل یرشد الا الی عدم الجواز بمعنی الحل ام بمعنی الصحۃ فافھم وللّٰہ الحمد ما رد بہ علیہ اخوہ المدقق فی النھر والعلامۃ الرملی فی حاشیۃ البحر وتبعھما ش فی المنحۃ فاھمین انہ یقول قید بہ الولوالجی صحۃ التیمم بالطین فلو تیمم بہ قبل ذھاب الوقت لم یصح ولعل ھذا شیئ لم یخطر ببال المحقق البحر ولا ارادۃ دلالۃ فی عبارتہ ما عینہ او افادہ (۲۹۶۴) **نعم** فی عبارتہ ما یوھم ظاھرہ انہ حمل حکم تلطیخ الثوب علی عدم الجواز بہ قبل الجفاف حیث قابلہ بقول الامام بالجواز اذ قال اذا لم یجد الا الطین یلطخ بہ ثوبہ فاذا جف تیمم بہ وقیل عند ابی حنیفۃ

قطعہ ۱۹۶۱ علی الحلیۃ
قطعہ ۱۹۶۲
حسن نعم
علی النھر والرملی و ش
قطعہ ۱۹۶۳ علی البحر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

يتيمم بالطين وھو الصحیح لان الواجب عندہ وضع الید علی الارض لا استعمال جزء منه والطین من
جنس الارض الا اذا صار مغلوبا بالماء فلا یجوز التیمم به کذا فی المحیط اھ وھو لیس اول من ذھب
الی ھذا [٢٩٦٥] ثم ماذکر فی تعلیل قول الامام یوھم ان الطین لا یعلق منه شیئ بالید اوان ھذا ھو الغالب
فیه وھو عکس ما سلکه فی البدائع والصواب مع ملك العلماء واللّٰه تعالٰی اعلم (زمین و خاک سوختہ)
ان میں عبارات دو طور پر آئیں اول بلا قید جائز ہے مختارات النوازل حلیہ ط یہی اصح ہے فتح ظہیریہ ہندیہ
مستغنی حلیہ اسی پر فتوی ہے جواہر الاخلاطی غیاثیہ نصاب حلیہ دوم اگر راکھ پر خاک غالب ہو جائز ہے
ورنہ نہیں خانیہ بحر در خادمی مراقی بل جمع بینھما فقال یجوز بالارض المحترقة والطین المحرق الذی لیس
به سرقین قبله والارض المحترقة ان لم یغلب علیھا الرماد ا [٢٩٦٦] **اقول** تحقیق یہ ہے کہ مسئلہ فی نفسہا مطلق
بلا قید ہے کہ زمین و خاک جلکر راکھ نہیں ہو سکتیں ہاں زمین پر کھیتی یا گھاس وغیرہ اور اشیا تھیں اور وہ جلائی گئیں اور
انکی راکھ خاک سے ملی تو یہاں وہ قید غلبہ ملحوظ ہو گی طحطاوی و شامی میں ہے ای احترق ما علیھا من النبات واختلط
الرماد بترابھا فحینئذ یعتبر الغالب طحطاوی علی المراقی میں قول مکرر مراقی پر ہے الاولی الاکتفاء بھذہ عن
قوله سابقا وبالارض المحترقة الا ان یحمل ما سبق علی ان الارض احترق ترابھا من غیر مخالط بحر الرائق
میں ہے فی قاضیخان اذا احترقت الارض بالنار ان اختلطت بالرماد یعتبر فیه الغالب ان کانت الغلبة
للتراب جاز به التیمم والا فلا وفی فتح القدیر یجوز فی الاصح لم یفصل والظاھر التفصیل اھ [٢٩٦٧] **اقول**
وانما صحح الجواز بارض محترقة ولا تفصیل فیھا کما علمت انما یجیئ التفصیل من قبل المخالط ولا ذکر له ھنا
فاذا جاء علی ذکرہ صرح باعتبار الغلبة نقلا عن الخانیة ھذا وما ذکر الشرنبلالی فی الطین المحرق [٢٩٦٨] **واقول**
یتراءی لی ان یستثنی منه ما اذا کان السرجین قلیلا واحرق طویلا حتی ذھب السرقین + وطھر الطین فان
الاحراق ایضا من المطھرات بالیقین + ولیست النار کالشمس والریح فیما مر + بل لا تبقی ولا تذر +
نسأل اللّٰه تعالٰی ان یعافینا منھا ومن کل شر + (رماد یعنی خاکستر) عامہ کتب مثل خانیہ ظہیریہ وسراجیہ خزانۃ
المفتین ومحیط وکافی وصدر الشریعۃ ونقایہ ودرایہ وشلبیہ جوہرہ وبحر وہندیہ وغیرہا میں اُس سے عدم جواز کی تصریح ہے حلیہ
میں شرح جامع صغیر امام قاضیخان سے ہے یہی صحیح ہے بدائع وخلاصہ میں ہے اسی پر اجماع ہے لکن فی البرجندی عن النصاب
قال ابو القاسم یجوز وابو نصر لا وبه ناخذ اھ [٢٩٦٩] **اقول** النصاب والخلاصة لامام واحد ولفظه
فیھا بالاجر یجوز عند ابی حنیفة وعن محمد روایتان وقول ابی یوسف متردد واجمعوا انه لو تیمم بالرماد

لایجوز اھ فالکتابۃ للائمۃ الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم فلا ینفی خلاف بعض المشائخ وما استنبط البرجندی عن زاد الفقہاء قد منا ما فیہ اور اس سے مراد لکڑی یا اُسکے مثل اور اشیاء غیر جنس ارض کی راکھ ہے پتھر کی راکھ سے جواز اور یہ کہ اُس سے جو نامراد اوپر گزرا بدائع میں ہے بالاجماع لانہ من اجزاء الخشبیۃ فتاوے امام قاضیخان میں ہے لانہ من اجزاء الشجر لامن اجزاء الارض اھ **اقول**[٢٩٧١] واحسن منھما ما فی شرحہ للجامع الصغیر لایجوز بالرماد فی الصحیح من الجواب لانہ لیس من اجزاء الارض اھ لشمولہ رماد کل مالیس من جنس الارض **فان قلت**[٢٩٧٢] ما الترمد الا ذھاب الاجزاء الرطبۃ وبقاء الیابسۃ ومعلوم ان الناریۃ لاتبقی فما ھی الا الاجزاء ارضیۃ فلم لایجوز التیمم بھا **اقول**[٢٩٧٣] کانہ الی ھذا نظر الامام الصفار والصواب ان البسائط لاتبقی علی حقائقھا فی امثال المرکبات فکما ان مائیۃ تقطر من الشجر لیست من اجزاء الماء حتی لم یجز التوضی بھا فکذلک الرماد لیست من اجزاء الارض بل اجزاء ذلک الشیئ بعد انقلاب الاعیان فلم یجز التیمم بہ والیہ یشیر ما مر انفا عن الامامین ملک العلماء وفقیہ النفس رحمھما اللہ تعالٰی (**آجر یعنی پکی اینٹ**) عامہ کتب مثل خانیہ وخلاصہ وخزانۃ المفتین وغنیہ وسراجیہ وکافی ونہر وغیرہا میں اُس سے مطلقا جواز کی تصریح ہے تبیین الحقائق میں ہے یہی ظاہر الروایۃ ہے مختارات النوازل وحلیہ وفتح وبحر وہندیہ میں ہے یہی صحیح ہے فتح اللہ المعین میں ہے یہی اصح ہے **تنبیہ** یہاں تک تو کوئی اختلاف قابل لحاظ نہیں کہ جب یہی ظاہر الروایۃ اور یہی صحیح ہے تو خلاف کی گنجائش نہ رہی مگر ایک صورت خلط کی ہو کہ اُس میں غیر جنس ارض سے کوئی شَے ملی ہو عامہ مشائخ نے اسے خزف یعنی ٹھیکری میں ذکر فرمایا اور فتح القدیر نے خشت پختہ میں **اقول**[٢٩٧٤] ہے یہ کہ اینٹ میں کوئی اور چیز ملا کر پکانے کا دستور نہیں اگر خلط ہوگا تو خس وخاشاک کا اور اب مسئلہ غلبہ مخالط اُس سے متعلق نہ ہوگا کہ اینٹ کی مٹی میں کوڑا اتنا نہیں ہوتا بخلاف خزف جیسے گل خوردنی کے طباق کہ اور خوردنی چیزیں ملا کر پکائے جاتے ہیں بہرحال مسئلہ میں خصوصیت نہ خزف کی ہے نہ آجر کی بلکہ جس شَے میں غیر کا خلط ہوگا وہی احکام پیدا ہونگے لہٰذا ہم مسئلہ خلط کو مستقل لکھیں گے انشاء اللہ تعالٰی (**سبخہ یعنی زمین نمک زار**) اس میں عبارات چار طور پر ہیں (١) اطلاق جواز خانیہ نوازل خزانہ فتح شرح مختصر الطحاوی منیہ شرح (٢) اگر آب نمک میں غرق ہو جائز نہیں غنیہ وقد تقدم وقال ایضا تحت قول المنیۃ السبخۃ بمنزلۃ الملح ما نصہ فان غلب علیھا الملح لایجوز التیمم بھا کالملح المائی وان غلب التراب جاز کالملح الجبلی اھ **اقول**[٢٩٧٥] اراد التشبیہ فی نفس الجواز وعدمہ والا فالملح الجبلی نفسہ من جنس الارض لان التراب غالب فیہ والملح المائی من اجزاء الماء لامن ماء غالب وتراب **ثم**

افول ۲۹۴۶ یہ ضرور مطلقاً ملحوظ ہے اور اطلاق کتب بنائے غالب احوال کما اشار الیہ فی الغنیۃ (۳) وہ نمک اگر مٹی سے ہو جائز اور اگر
پانی سے بنا ہو ناجائز خلاصہ ۱ بحر ۲ ہندیہ ۳ محیط ۴ رضوی ۵ خزانۃ الفتاوی ۶ حلیہ (۴) تصریح تمیم اگرچہ نمک پانی سے ہو جب بھی جائز ہو جبکہ
پانی غالب ہو یہ حلیہ کی بحث ہے حیث قال علی قول الاسبیجابی یجوز التیمم بالسبخۃ ھذا باطلاقہ یفید الجواز بھا سواء کانت
مائیۃ او منعقدۃ من الارض وھو بقول ابی حنیفۃ ومحمد اشبہ لان غایۃ المائیۃ انھا ارض ذات نز وانھا طین وقد صرح فی الخلاصۃ
انہ من الخانیۃ وکذا صرح غیرہ فی الطین اللھم اذا کان الماء غالبا کما سنذکرہ ویحمل عدم الجواب بالمائیۃ علی ھذا اھ افول ۲۹۴۷
بلکہ نمک آبی و ترابی میں فرق ظاہر ہے اور قول فیصل ۲۹۴۸ یہ ہے کہ روئے زمین پر اگر خشک یا خفیف نم کا نمک پھیلا ہو تو اگر نمک ترابی ہو جائز اور آبی
ہو تو ناجائز فان علی وجہ الارض غیر جنسہا کانہ معدنہ ھو او مصبوغۃ بغیر جنس الارض یہی قول سوم کا منشا اور اسکی صورت اولیٰ پر قول
اول محمول افول ۲۹۴۹ اور اسکا اطلاق اسلیے کہ غالباً زمین شور میں نمک ترابی ہی ہوتا ہے اور اگر نمک کا پانی پھیلا ہے مطلقاً ناجائز لغلبۃ
المائیۃ اور یہی قول دوم ہے واللہ تعالیٰ اعلم (نمک) اگر آبی ہو ناجائز فتح ۱ منیہ ۲ خلاصہ ۳ جوہرہ ۴ محیط ۵ درر ۶ بزازیہ ۷ سراجیہ ۸ ظہیریہ ۹
خزانہ ۱۰ اسپر اتفاق ہے تبیین ۱۱ بحر ۱۲ عبدالحلیم ۱۳ شرنبلالی ۱۴ خادمی ۱۵ اور اگر جبلی ہو افول ۲۹۵۰ یعنی اجزائے ارض ہی سے بنا ہو خواہ پہاڑ سے نکلے یا زمین
شور سے تو دو روایتیں ہیں تبیین اور دونوں طرف تصحیحیں ہیں امام شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا اصح یہ کہ ناجائز ہے ذکرہ فی المستغنی
خلاصہ اسی طرح امام فقیہ النفس نے شرح جامع صغیر میں فرمایا من الناس من قال یجوز بالملح الجبلی
والاصح انہ لایجوز اھ حلیہ امام شمس الائمہ سرخسی کی طرف بھی منسوب ہوا کہ میرے نزدیک صحیح عدم جواز ہے
ففی المنیۃ طبع الہند ان کان جبلیا یجوز وقال شمس الائمۃ السرخسی الصحیح عندی انہ لایجوز کذا ذکر
فی المحیط اھ وفی الغنیۃ طبع قسطنطینیۃ جعل لفظ السرخسی من الشرح وفی الحلیۃ (م) قال شمس
الائمۃ (ش) وفی بعض النسخ بزیادۃ السرخسی ونقل ھذا فی الخلاصۃ عن الحلوانی فلعلہ عنھما اھ
افول ۲۹۵۱ قال فی السراجیۃ قال الشیخ الامام السرخسی وحسام الدین اذا کان جبلیا یجوز وان مائیا
لا اھ فالظاہر ان السرخسی وقع فی تلک النسخۃ سھوا مکان الحلوانی او عن السرخسی روایتان واللہ تعالیٰ
اعلم اس قول کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ وہ پگھلتا ہے تبیین ونقلہ فی الشلبیۃ عن الدرایۃ عن قاضیخان ای
فی شرحہ للجامع الصغیر او کتاب اخر لا فی فتاواہ کما قد یتوھم من قولہ وفی قاضیخان الخ وفصلہ
فی الغنیۃ بقولہ کان وجہہ انہ لما استحال التحق بالمائی لتبدل طبعہ الی طبعہ حتی انہ یذوب فی الماء
ویمیل بالبرد ویشتد بالحر کالمائی فخرج من کونہ من اجزاء الارض اھ افول ۲۹۵۲ لکن ھذا خلاف ما اجمع
علیہ کلماتھم فی تحدید جنس الارض ظاہر کافی اسی قول کا اختیار ہے اذ اطلق فقال لا بنحو الحنطۃ والملح

قول ۱۹

تطفل علی الحلیۃ

تطفل ۲ علی الغنیۃ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک جائز ہے خلاصہ خجندی وفتاوٰی میں اسی پر مشی کی جوہرہ یونہی محیط میں رحمانیہ اسیطرح منیہ کما مر عامہ مشایخ اسی پر ہیں بزازیہ یہی اصح ہے خلاصہ وجیز کردری اسی کو امام صدر الدین شہید نے واقعات میں اختیار فرمایا غیاثیہ یہی امام شمس الائمہ سرخسی کا قول ہے کما مر عن السراجیۃ یہی مختار ہے شلبیہ عن زاد الفقہاء المحقق علی الاطلاق یہی صحیح ہے خانیہ خزانہ مراقی تو امام قاضیخان کی تصحیح مختلف ہوئی یونہی امام سرخسی سے نقل مختلف اور قاطع نزاع یہ ہے کہ فتوٰی جواز پر ہے تجنیس الامام صاحب الہدایہ بحر نہر ہندیہ ازہری ط تو جب یہی قول امام ہے اور یہی قول جمہور اور اسی پر فتوٰی تو خلاف کی اصلا گنجائش نہ رہی (زجاج یعنی شیشہ) عامہ کتب مثل تحفۂ امام سمرقندی وبدائع امام کاشانی وظہیریہ وخلاصہ وخزانہ وسراجیہ وکافی وحلیہ وایضاح ودرمختار ومسکین وہندیہ میں اُس سے مطلقا عدم جواز لکھا مگر محیط وتبیین الحقائق وفتح القدیر والبحر الرائق ومجمع الانہر وازہری وشامی میں عدم جواز کو مصنوع سے مقید فرمایا جو ریتے میں دوسری کوئی چیز غیر جنس ارض مثلا سجی وغیرہ ملا کر بنایا جاتا ہے **اقول** یہی تحقیق ہے کہ زجاج ضرور معدنی بھی ہوتا ہے اور معدنی ضرور قسم حجر وجنس ارض سے ہے کما قدمنا بیانہ اکثروں کا اطلاق بربنائے غالب ہے کہ عام طور پر یہی مصنوع شیشہ ملتا ہے اور معدنی کمیاب واغرب العلامۃ ط فقال فی حواشیہ علی الدر والزجاج المتخذ من الرمل وقال تحت قول الدر وزجاج ولو اتخذ من رمل واوضحہ فی حواشیہ علی مراقی الفلاح فقال یعتبر کونھا من جنسھا وقت التیمم فلایجوز علی الزجاج وان کان اصلہ من رمل اھ وکانہ ظن الواو فی قول الفتح والبحر الزجاج المتخذ من الرمل وغیرہ بمعنی او ولیس کذلک بل ھی للجمع ولفظ التبیین عن المحیط ان خالطہ شیئ اخر لیس من جنس الارض کالزجاج المتخذ من الرمل وشیئ اخر لیس من جنس الارض اھ ونحوہ فی المجمع والازہری (مرداسنگ) نوازل ومحیط وخانیہ وخلاصہ وخزانہ ومنیہ وسراجیہ بلکہ خود محرر المذہب نے کتاب الاصل میں اس سے جواز تیمم کی تصریح فرمائی اور خزانۃ الفتاوٰی سے حلیہ وجامع الرموز میں ممانعت منقول اور تحقیق یہ ہے کہ معدنی سے جائز اور مصنوع سے ناجائز محیط سرخسی پھر ہندیہ میں ہے وبالمرداسنج المعدنی دون المتخذ من شیئ اخر حلیہ میں ہے مراد المجوز المعدنی والمانع ما لیس بمعدنی وقد افصح البدائع والتحفۃ بالجواز موصوفا بکونہ معدنیا زاد التحفۃ دون المتخذ من شیئ اخر (مرجان) تبیین الحقائق ومعراج الدرایہ وغایۃ البیان وتوشیح وعنایہ ومحیط وخزانۃ الفتاوی وبحر ونہر وہندیہ وغیرہا عامہ کتب میں اس سے جواز کی تصریح ہے مگر فتح میں ممانعت واقع ہوئی در مختار وخادمی نے اُن کا اتباع کیا شیخ الاسلام غزی نے بھی اسیطرف میل فرمایا اور اُنکے شیخ محقق نے بحر میں فرمایا وہ سہو ہے نہر نے فرمایا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

سبق قلم ہے اور حق جواز ہی کما فی الازہری وش واغرب عبد الحلیم فقال اخذا من المنح او لعلہما توارد
علیہ فانہ یقول اقول انہ لیس بسہو بل الظاہر انہ قام عندہ انہ ینعقد من الماء کاللؤلؤ فحینئذ یکون
النزاع لفظیا کما لایخفی ام اقول [۲۹۵۵] بل حقیقیا کما لایخفی وکون المبنی مما لوا تفقوا علیہ
لاتفقوا علی الحکم لایرفع الاختلاف فی المعنی بل یوجبہ عند الاختلاف فی المبنی وعبارۃ المنح علی ما فی
ش اقول الظاہر انہ لیس بسہو لانہ انما منع جواز التیمم بہ لما قام عندہ من انہ ینعقد من
الماء کاللؤلؤ فان کان الامر کذلک فلا خلاف فی منع الجواز والقائل بالجواز انما قال بہ لما قام عندہ
من انہ من جملۃ اجزاء الارض فان کان کذلک فلا کلام فی الجواز والذی دل علیہ کلام اہل الخبرۃ
بالجواہر ان لہ شبہین شبہا بالنبات وشبہا بالمعادن وبہ افصح ابن الجوزی فقال انہ متوسط بین
عالمی النبات والجماد فیشبہ الجماد بتحجرہ ویشبہ النبات بکونہ اشجارا نابتۃ فی قعر البحر ذوات عروق
واغصان خضر متشعبۃ قائمۃ اھ قال ش اقول وحاصلہ المیل الی ما قالہ فی الفتح لعدم تحقق کونہ
من اجزاء الارض ومال محشیہ الرملی الی ما فی عامۃ الکتب من الجواز وکان وجہہ ان کونہ اشجارا فی
قعر البحر لا ینافی کونہ من اجزاء الارض لان الاشجار التی لایجوز التیمم علیہا ہی التی تترمد بالنار
وہذا حجر کما فی الاحجار یخرج فی البحر علی صورۃ الاشجار فلہذا جزموا فی عامۃ الکتب بالجواز فیتعین
المصیر الیہ **اقول** [۲۹۵۶] اصحاب احجار نے اسکے حجر ہونیکی تصریح کی اور اُسے حجر شجری کہا کہ شجر حجری جامع ابن بیطار
میں ارسطو سے ہے البسذ والمرجان حجر واحد غیر ان المرجان اصل والبسذ فرع ینبت والمرجان
متخلخل مثقب والبسذ ینبسط کما تنبسط اغصان الشجرۃ ویتفرع مثل الغصون مخزن میں ہے مرجان

جسمے حجری شبیہ بساق وشاخ درخت ست تحفہ میں ہے بسد اسم مرجان ست وآن سنگی ست با قوت نباتیہ کہ از قعر دریا
می روید انوار الاسرار میں ہے حجر المرجان ینبت فی البحر اور [۲۹۵۷] نبات سے اُسکی مشابہت اور اُسکے سبب علامہ ابن الجوزی
کا اُسے عالم جماد و عالم نبات میں متوسط فرمانا اور اسی کو مؤدی ہے وہ قول کہ انوار الاسرار میں نقل کیا قیل ہو اول
المتولدات النباتیۃ واخر المتولدات الحجریۃ اُسے حجر سے خارج اور شجر میں داخل نہیں کرتا جسطرح کھجور کو
کہنا کہ وہ عالم نبات و عالم حیوانات میں متوسط ہے نر و مادہ ہوتی ہے اور مادہ جانب نر میل کرتی ہوئی دیکھی جاتی ہے
تلقیح سے بارور ہوتی ہے اُسے نبات سے خارج اور حیوانات میں داخل نہیں کرتا و لہذا تذکرہ انطاکی میں یہ لکھکر بسذ
بالمعجمۃ ہو المرجان او اصلہ والمرجان فرع او العکس ہو جامع بین النباتیۃ والحجریۃ لانہ یتکون

معروضۃ علی العلامۃ عبد العلیم

تطفل علی البحر

تطفل ... علی ...

بحر الروم مما یلی افریقیۃ وافرنجۃ حیث یجزر ویمد فیجذب الشمس فی الاول الزیبق والکبریت فیزوجا ن بالحرارۃ ویستحجر فی الثانی للبرد فاذا عاد الاول ارتفع متفرعا کالتحجر بالرطوبۃ آخر میں یہی لکھا کہ وھواصلب الاحجار علی الاستعمال لاجرم اُس سے جوازِ تیمم میں شک نہیں اور قولِ فتح کی نفیس توجیہ وہ کہ علامہ علی مقدسی نے ارشاد فرمائی کہ اُنکی مراد مرجان سے چھوٹے موتی ہیں کہ اُنھیں بھی مرجان کہتے ہیں کما فی القاموس واللہ تعالٰی اعلم (ذہب و فضہ) یعنی معادن سبعہ کہ سات ہیں انکے بارے میں عبارتیں بھی سات طور پر آئیں (۱) مطلقا ممانعت یہی عامہ کتب میں ہے تحفہ[۱] وبدائع[۲] وظہیریہ[۳] وخانیہ[۴] وخزانۃ الفتاوی[۵] وسراجیہ[۶] وخزانہ[۷] وکافی[۸] وایضاح[۹] وزاد الفقہا[۱۰] وجلابی[۱۱] وبرجندی[۱۲] ومنیہ[۱۳] ومسکین[۱۴] وہندیہ[۱۵] ومحیط[۱۶] وجواہر اخلاطی[۱۷] وغیرہا میں ذہب اور زاد الفقہا وتحفہ وایضاح کے سوا باقی ۱۴ میں فضہ اور سراجیہ ومسکین ومحیط وجواہر کے سوا باقی ۱۳ نیز حلیہ میں حدید اور خانیہ[۱] وخلاصہ[۲] وظہیریہ[۳] وسراجیہ[۴] وخزانہ[۵] وکافی[۶] ومنیہ[۷] ومسکین[۸] وجواہر اخلاطی[۹] میں رصاص اور تحفہ[۱] وبدائع[۲] وظہیریہ[۳] وخانیہ[۴] وخلاصہ[۵] وخزانہ[۶] وایضاح[۷] وغنیہ[۸] وہندیہ[۹] میں صفر اور ماورائے تحفہ وایضاح باقی سات اور حلیہ میں نحاس کی نسبت اسکی تصریح ہے (۲) بلا ذکر قید مطلقا جواز جامع الرموز میں ہے لا بالمجرز والحدید کما فی الخزانۃ وغیرہ لکن فی الزاھدی وغیرہ تیمم بالثلثۃ والرصاص والنحاس عند ابی حنیفۃ ومحمد[۲۹۶] اقول یہ نقل بہت غریب اور بشدت بعید اور بر تقدیر ثبوت ثالث پر محمول (۳) جبتک اپنی معدن میں ہیں اُن سے تیمم جائز ہے کہ اُسوقت وہ جنس ارض سے ہیں کما مرعن الطحطاوی عن الازہری عن العینی جب گلائے جلائے پگھلائے جائیں اب جائز نہیں کما تقدم عن الظہیریۃ والخلاصۃ والخزانۃ وشرح قاضیخان والتبیین وصدر الشریعۃ طحطاوی علی الدر المختار میں تبیین کی عبارت مارہ نقل کرکے فرمایا ھذا یفید جواز التیمم علیھا فی محالھا ولو من غیر غبار علیھا ثم ذکر الفاصل بین جنس الارض وغیرہ وذکران ما ینطبع ویذوب لیس من جنسھا وھو یفید عدم الجواز اھ[۲۹۷] اقول یعنی فی محالھا مختلطۃ بالتراب غیر متمیزۃ عنھا الغرض خلاف الواقع (۴) مٹی سے مخلوط ہوں تو جائز ورنہ نہیں درر میں ہے علی طاھر من جنس الارض کذھب وفضۃ مختلطین بالتراب اوحنطۃ وشعیر علیھا غبار (۵) گلانے کے بعد جائز نہیں اور اس سے پہلے اگر مٹی سے مخلوط ہوں اور مٹی غالب ہو تو جائز ورنہ نہیں محیط سرخسی و بحر وہندیہ میں ہے لو تیمم بالذھب والفضۃ ان مسبوکا لایجوز وان لم یکن مسبوکا وکان مختلطا بالتراب والغلبۃ للتراب جاز اھ قال البحر فعلم بھذا ان ما اطلقہ فی فتح القدیر محمول علی ھذا التفصیل اھ ومثلہ عبد الحلیم[۲۹۸] اقول لم یتواردا موضعا واحدا ولا حاجۃ الی الحمل کما ستعرف ان شاء اللہ تعالٰی

(۶) گلائے ہوں یا بے گلائے اگر مٹی سے مخلوط ہوں اور مٹی غالب تو جائز ورنہ نہیں درمختار میں ہے لو اختلط تراب بغیرہ کذھب وفضۃ ولو مسبوکین فلو الغلبۃ لتراب جاز والا لاخانیہ ومنہ علم حکم التساوی اھ و مثلہ الخادمی واعترضہ ط وش بتصریحھم ان المسبوک لایجوز بہ التیمم قال ط سبکھما مع التراب غیر متأت اھ وقال ش ھذا انما یظھر اذا کان یمکن سبکھما بتراب الغالب علیھما والظاھر انہ غیر ممکن اھ اقول [۹۹۱] رحمکما اللّٰہ ورحمنا بکما ارأیتما اذا سبکا وبردا واختلطت برادتھما بالتراب فھل لاتعتبر الغلبۃ (۷) مجمع الانہر میں سوم وششم کو جمع کیا کہ جبتک اپنے معدن میں ہوں یا مٹی سے مخلوط ومغلوب تو جائز ہے ورنہ نہیں حیث قال لایجوز بالمعادن الا ان یکون فی محلھا او مختلطا بالتراب والتراب غالب محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں قول سوم کی یہ توجیہ فرمائی کہ وہ جبتک معدن میں ہیں انپر مٹی ہوتی ہے اس مٹی سے تیمم جائز ہے نہ کہ اُنسے حیث قال خرجت المعادن الا ان تکون فی محالھا فیجوز للتراب الذی علیھا لابنفسھا اھ اقول [۹۹۲] وبہ اندفع ما ظن العلامۃ ط من التنافی بین قولی التبیین درمختار نے اس میں ایک اور قید بڑھائی کہ مٹی اتنی ہو کہ ہاتھ پھیرے سے نشان بنے حیث قال لابمعادن فی محالھا فیجوز للتراب علیھا[له] وقیدہ الاسبیجابی بان یستبین اثر التراب بمدیدہ علیہ وان لم یستبن لم یجز وکذا کل مالایجوز التیمم علیہ کحنطۃ وجوخۃ فلیحفظ علیہ میں سوم وچہارم کو غلبہ تراب سے مقید فرمایا حیث قال ثم ما وقع لبعضھم من ان ھذہ المعادن ان کانت مسبوکۃ لایجوز وان کانت غیر مسبوکۃ مختلطۃ بالتراب یجوز ولبعضھم من انھا مادامت فی معادنھا فی الارض لم یصنع منھا شیئ جاز فاذا صنع منھا شیئ لایجوز اذا لم یکن علیھا غبار فالظاھر ان مرادھم کما فی المحیط للامام رضی الدین وان لم یکن مسبوکا وکان مختلطا بالتراب والغلبۃ للتراب جاز انتھی فان ھذا القید لابد منہ فیما یظھر کما صرحوا بہ فی غیرہ وسیذکرہ المصنف فی مسألۃ اختلاط الرماد بالتراب ثم لایخفی ان ھذا فی الحقیقۃ بالتراب لا باعیان ھذہ المعادن فیتفرع علی ھذا انہ یجوز عند الکل لکن فی فتاوی الولوالجی فلو کان مخلوطا بالتراب ان کانت الغلبۃ للتراب یجوز عند ابی حنیفۃ ومحمد وعند ابی یوسف لایجوز اھ ما فی الحلیۃ اقول [۹۹۳] ابو یوسف لایجیز الا بالتراب الخالص حتی لم یجز بالغبار لما زج الھواء ولا بالارض الندیۃ لممازجۃ قلیل من الماء فکیف یجیز بما خالطہ ذھب وفضۃ فالصواب مع الولوالجی رد المحتار میں قول درمختار فیجوز للتراب علیھا کو اسی غلبہ تراب سے مقید کیا اور قول سوم کے اطلاق کو غالب پر محمول کہ جبتک وہ معادن میں ہیں غالبًا مٹی ہی غالب ہوتی ہے اور اب اُس قید ظہور اثر پر کہ درمختار نے

له قال ط قوله فیجوز لا وجه للتفریع اھ اقول [۹۹۴] لیس تفریعا بل تعلیل للنفی

[۹۹۱] معروضۃ علی العلامۃ ط وش

[۹۹۲] معروضۃ علی العلامۃ ط

المستفاد من قوله فی محالها ان ... فیما لها ... التیمم بمعادن ... ولو کانت ... فان التیمم بها لا یجوز کما لو ... التراب علیها لا ... سمنه غفرله

زائد کی تھی اعتراض فرمایا کہ بحال غلبۂ تراب اُسکی کیا حاجت حیث قال قولہ فیجوز ای اذا کانت الغلبۃ للتراب کما فی الحلیۃ عن المحیط ولعل من اطلق بناہ علی انہا ما دامت فی محالہا تکون مغلوبۃ بالتراب بخلاف ما اذا اخذت للسبک لان العادۃ اخراج التراب منہا فقولہ وقیدہ الاسبیجابی کذا فی النہر وظاہرہ ان الضمیر راجع الی التیمم بالمعادن لکن اذا کانت مغلوبۃ بالتراب لا یحتاج الی ھذا القید **اقول** ظاہر اذہن علامہ شارح میں بتبعیت نہر یہ تھا کہ سونا چاندی اپنے معادن میں بڑے بڑے قطعے مٹی چڑھے ہوئے ملتے ہیں اور اسی طرف کلام فتح مشیر کہ فیجوز للتراب علیہا اور مسموع یہ ہے کہ وہ اپنے معدن میں ریزہ ریزہ ہی ہوتے ہیں وہاں سے نکالکر مٹی سے صاف کرکے اُنکے پترا اینٹ وغیرہ بناتے ہیں کما ذکرہ ابن سینا وغیرہ قال ابن البیطار فی الزئبق ابن سینا منہ منقی من معدنہ ومنہ ما ھو مستخرج من حجارۃ معدنہ بالنار کاستخراج الذھب والفضۃ وحجارۃ معدنہ کالزنجفر وبطن دیسقوریدس وجالینوس انہ مصنوع کالمرتک لانہ مستخرج بالنار فیجب ان یکون الذھب ایضا مصنوعا اس تقدیر پر بلاشبہہ غلبۂ تراب ضرور اور ظہور اثر کی قید مہجور اور قول علامہ شامی منصور ولکن الحلیۃ فی محل الجزم ذکر الظہور **اقول** بلکہ اگر بڑے بڑے قطعے بھی ہوں اور اُنپر مٹی چڑھی ہو جب بھی اس قید کی حاجت نہیں نہ غلبہ کی ضرورت صرف اتنا چاہیے کہ ہاتھ تراب سے مس کرے نہ ان چیزوں سے ظہور اثر کی قید کہ امام اسبیجابی نے ذکر فرمائی صورت غبار میں ہے سخت مٹی کی تہ اگر کسی چیز پر چڑھی ہو کہ ہاتھ پھیرے سے نشان نہ بنے تو بلاشبہہ اُس پر تیمم جائز ہے جیسے پتھر پر بالجملہ یہ اختلافات ہیں جو اس مسئلہ میں آئے وانا **اقول** وباللّٰہ التوفیق قول فیصل یہ ہے کہ ذہب فضہ وغیرہما معادن سبعہ یقیناً جنس ارض سے نہیں اور ان پر تیمم نہیں ہو سکتا کما فی الفتح والحلیۃ والبحر والدر وغیرہا اور یہی وہ کہ عامہ کتب میں ہے ولا حاجۃ الی التفصیل کما زعم البحر خلط تراب کا مسئلہ کچھ انکی خصوصیت نہیں رکھتا ہر اُس چیز کو عام ہے جس سے تیمم ناجائز ہوا اور اُسکی تفصیل یہ ہے کہ اگر انکے ریزے مٹی میں مخلوط ہوں خواہ گلانے سے پہلے جیسے معدن میں یا گلانے کے بعد بُرادہ کرکے بہرحال غلبۂ تراب ضرور ہے اور اگر بڑے بڑے قطعے یا پتر یا اُنکے بنے ہوئے برتن یا زیور ہوں تو اگر اُنپر مٹی کالیس چڑھا ہے تیمم جائز اور اگر غبار پڑا ہے تو اتنا ضرور ہے کہ ہاتھ پھیرے سے انگلیوں کا نشان بنے یہی تحقیق حقیق بالقبول اور اسی پر عامہ اقوال محمول وباللّٰہ التوفیق (**مسئلہ ۱۲**) خلط جنس ارض میں جب اُسکا غیر مل جائے تو اُس سے تیمم جائز ہے یا نہیں اس میں عبارات چار طور پر آئیں (۱) کہ جادۂ واضحہ مالوفہ اور شرع مطہر کا قاعدۂ معروفہ ہے کہ غلبۂ ارض پر مدار ہے اگر جنس ارض غالب ہے جائز ورنہ نہیں فائدہ عجم میں خانیہ

وظہیریہ وخزانہ وحلیہ وجامع الرموز ومراقی الفلاح ودرمختار وہندیہ سے اسکی عبارات گزریں اسیطرح منیہ وغیرہا میں ہے یعنی اگر جنس ارض مغلوب یا دونوں مساوی ہوں دونوں حال میں ناجائز کما تقدم عن الدر ونقل العلامۃ الازہری عن نوح افندی ان الغلبۃ للتراب یجوز وان للرماد لا قال ومنہ علم حکم المساوی اھ اقول [1999] اقتفی اثر الدر ولم یفرق فان نظم الدر لو الغلبۃ للتراب جاز والا لا ومنہ علم حکم التساوی اھ وقع فی الدر ایضا تبعا للبحر عن المحیط یجوز بطین غیر مغلوب بماء اھ فزعم العلامۃ ط ان الظاہر من کلامہ ان المساوی فی حکم غیر المغلوب بالماء والذی یأتی فی قولہ والحکم للغالب انہ لا یجوز بالمساوی اھ اقول [1999] نصوا ان قولک لا افضل منہ ینفی المساواۃ ایضا لانہا فی غایۃ الندرۃ وانما المعہود التفاضل فاذا انتفی الافضل منہ ثبت انہ الافضل مما عداہ کذا ہہنا ثم کان علیہ رحمہ اللّٰہ تعالٰی ان یقول الظاہر من کلامہ ان المساوی کالغالب فان کونہ غیر مغلوب معلوم نعم رأیت فی الجوہرۃ اذا خالطہ ما لیس من جنس الارض وکان المخالط اکثر منہ لا یجوز بہ التیمم اھ اقول وہو ان اول بما ذکرت والا فمحجوج بالخانیۃ بالقاعدۃ المطردۃ اذا اجتمع الحاظر والمبیح فللحاظر الترجیح لوظاہر اپنا لحاظ غلبہ باعتبار اجزاء ہے بخلاف آب کہ اس میں اعتبار غلبہ باعتبار طبع باعتبار اسم بھی تھا جسکی تفصیل وتحقیق ہمارے رسالہ النور والنورق میں ہے۔ حلیہ میں ہے ثم لاشک ان الغلبۃ ہنا معتبرۃ بالاجزاء بلا خلاف بخلاف المخالطۃ للماء فان فیہ خلافا (۲) مطلقا ناجائز اگرچہ جنس ارض غالب ہو فتح اللّٰہ المعین میں ہے ظاہر کلام الزیلعی یقتضی عدم جواز التیمم بما ہو من جنس الارض اذا خالطہ شیئ اٰخر لیس ہو من جنس الارض مطلقا سواء کانت الغلبۃ لما ہو من جنس الارض ام لا ونصہ قال فی المحیط اذا کان الخزف من طین خالص یجوز وان کان من طین خالطہ شیئ اٰخر لیس من جنس الارض لا یجوز کالزجاج المتخذ من الرمل وشیئ اٰخر لیس من جنس الارض انتہی اقول اللہ عزوجل سید ازہری پر رحمت فرمائے اور انکی برکت سے ہمپر تعمیم نہ امام زیلعی کی مراد نہ اُن کے کلام سے مستفاد نہ اسکے لیے وجہ سداد ورنہ غبار سے بھی ناجائز ہو کہ ہوا مخلوط ہے تر زمین سے بھی ناجائز ہو کہ تری کا خلط ہے طین غالب سے بھی ناجائز ہو کہ پانی کا میل ہے اسیطرح بہت نقوض حم د کلام امام زیلعی وجماہیر ائمہ حنفیہ سے اسپر وارد ہونگے بلکہ بیان کلام خزف وزجاج مصنوع میں ہے کہ دونوں میں طبخ کے ساتھ خلط ہوتا ہے تو اگر ظاہر زیلعی سے مستفاد ہوگا تو قول چہارم کہ آتا ہے نہ یہ دوم کہ مذہب صاحب مذہب رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ پر محض بے اصل ہے فانقلت لم لا یحمل کلام السیّد ایضا علی ہذا اقول کلا فانہ یستدرک

به على مسألة الطين وهذا نصه يجوز بطين غير مغلوب بماء لكن ظاهر كلام الزيلعي الخ (۳) بحالت خامی جو خلط ہو اُس میں اُسی غلبہ کا اعتبار ہے جو قول اول میں گزرا اور ملا کر پکائیں جلائیں تو مطلقاً تیمم جائز ہے کہ غیر جنس کے اجزا جلکر خالی جنس ارض رہ جائیگی یہ بحث محقق على الاطلاق کی ہے واستحسنه في الحلية واقره في البحر فتح القدیر میں ہے من اجزاء الارض الاٰجر المشوی على الصحيح الا ان خلط به ماليس من الارض كذا الطلق فيما رأيت مع ان المسطور في فتاوى قاضيخان التراب اذا خالطه ماليس من اجزاء الارض تعتبر فيه الغلبة وهذا يقتضى ان يفصل في المخالط للبن بخلاف المشوى لاحتراق ما فيه مما ليس من اجزاء الارض حلیہ میں ہے ه لو تيمم بخزف ان كان متخذا من التراب الخالص ولم يجعل فيه شئ من الادوية جاز ش سواء كان عليه غبار اولم يكن فان جعل فيه شئ من الادوية فان كان عليه غبار جاز ه و ان لم يكن عليه غبار ش لا يجوز كذا في الخانية وفي الخلاصة والخزف الجديد على الاختلاف يعني عند ابي حنيفة يجوز وعن محمد روايتان وقول ابي يوسف متردد ثم قال الا اذا استعمل فيه شئ من الادوية فحينئذ لا يجوز اھ ويشكل اطلاق هذا بالحكم الاٰتي عن قريب في اختلاط الرماد بالتراب اذا كان التراب غالبا وبما هو المسطور في الفتاوى الخانية والظهيرية وغيرهما ان التراب اذا خالطه ماليس من اجزاء الارض غير الرماد انه ايضا تعتبر فيه الغلبة فان هذا يقتضى جريان هذا التفصيل في المخالط للبن النئ بخلاف المشوى لاحتراق ما فيه من النار مما ليس من اجزاء الارض كما نبه عليه شيخنا المحقق رحمه الله تعالى فضلا عن اطلاق عدم الجواز اذا خالطه شئ من ذلك من غير تفصيل **اقول** و حق یہ ہے کہ مدار فنا و بقائے اجزائے غیر جنس پر ہے پکانے جلانے میں جس طرح یہ ضرور نہیں کہ اجزائے دیگر باقی رہیں یہ بھی ضرور نہیں کہ فنا ہو جائیں بلکہ نظر اُن خصوص اجزا اور مقدار احراق پر ہوگی اگر اجزائے غیر سب جل گئے تو بلا شبہہ جواز ہے جس میں مذہب امام پر خلاف کی گنجائش نہیں اور اگر اجزائے ارض پر غالب تھے اور بعد احراق بھی غالب رہے تو بالاجماع عدم جواز ہے اور اگر مغلوب تھے یا اب احراق سے ایک حصہ فنا ہو کر مغلوب ہو گئے تو قول اول گزشتہ اور قول چہارم آئندہ کا اختلاف ہے محقق على الاطلاق کو خشت پختہ میں نفی تفصیل کی گنجائش اُسی وجہ سے ہوئی جسکی طرف سابقاً ہم نے اشارہ کیا کہ اینٹ کی مٹی میں عادۃً خلط ہوتا ہے تو خس وخاشاک کا کہ وہ احراق سے فنا ہو جاتے ہیں تو خزف میں مطلقاً اُسکا اجرا جیسا کہ حلیہ میں واقع ہوا صحیح نہیں واللہ تعالٰی اعلم (۴) خام میں خلط اُسی تفصیل غلبہ پر ہے اور ملا کر پکانے میں مطلقاً ممانعت اجزائے ارضیہ غالب ہوں خواہ مغلوب یہی ظاہر کلام

مسئلہ ۱
جنس ارض میں اُسکا غیر ملا ہو تو پکانے جلانے کے بعد کیا حکم ہے

تطفل ۲ بر الحلیہ

مذکور محیط وزیلعی ومنیہ ہے اور یہی اُس عبارت خلاصہ سے مستفاد جو ابھی طلبہ سے گزری اور یہی مفاد تجنیس وخانیہ وبزازیہ ہے وجیز کردری میں ہے الخزف علی الخلاف الا اذا جعل فیہ شیئ من الادویۃ بحر میں ہے وکذا بالخزف الخالص الا اذا کان مخلوطا بما لیس من جنس الارض او کان علیہ صبغ لیس من جنس الارض کذا اطلق فی التجنیس والمحیط وغیرھما مع ان المسطور فی قاضیخان الی اخرما مر عن الفتح خود فتح میں فرمایا کہ ہمنے جتنی کتابیں ملاحظہ فرمائیں سب میں بحال خلط حکم منع یونہیں مطلق ہے کما تقدم البتہ ایک جوہرہ نے اِس مسئلہ خزف میں شرط غلبہ ذکر کی کما سبق فی صدر ھذہ المسألۃ **اقول** مگر انھوں نے کوئی سند ذکر نہ کی اور وہ بشہادت امام محقق علی الاطلاق اسمیں متفرد ہیں بلکہ غیاثیہ میں اسی پر اجماع نقل کیا حیث قال الخزف اذا استعمل فیہ شیئ من الادویۃ حینئذ لایجوز التیمم بہ بالاجماع **اقول** فتح وحلیہ وبحر یہاں فتاوٰی امام قاضیخان سے استناد فرماتے ہیں کہ اعتبار غالب کا ہے مگر خود امام فقیہ النفس نے اسی مسئلہ خزف میں بحال خلط منع مطلق رکھا کما قدمنا لو تیمم بالخزف ان کان علیہ غبار جاز وان لم یکن علیہ غبار فان کان متخذا من التراب الخالص ولم یجعل فیہ شیئ من الادویۃ جاز وان جعل فیہ شیئ من الادویۃ ولم یکن علیہ غبار لایجوز وہاں اگر وہ اطلاق تھا کہ التراب اذا خالطہ مالیس من اجزاء الارض یعتبر فیہ الغلبۃ تو یہاں یہ اطلاق ہے کہ وان جعل فیہ شیئ من الادویۃ لایجوز یہ اگر حالت غلبہ پر محمول ہو سکتا ہو وہ حالت غیر طبخ پر وا ستشہد لہ فی الحلیۃ بما فی مختارات النوازل یجوز التیمم بالخزف ھو الصحیح وبما فی خزانۃ الفتاوی یجوز بالخزف الا اذا کان علیہ صبغ لیس من جنس الارض ام **اقول** اما الاول فابعد شیئ عن الشہادۃ لانہ انما ذکر حکم الخزف فی نفسہ وھو کذلک ولم یتعرض لشیئ من العوارض فکیف یدل علی الجواز بالخلط واما الثانی فقریب منہ فان الخزف کثیرا ما یصبغ والخلط نادر وذکر الغالب وترک النادر غیر بعید وقد رأیتنی کتبت علی ھامش الحلیۃ ھھنا ما نصہ اطلاق الجواز بالخزف وتقییدہ بما اذا لم یکن صبغ مخالف لاینافی اطلاق المنع اذا کان طبخہ مع شیئ مخالف فانہ نادر خارج لایلاحظ الیہ فی افادۃ حکم نفس الخزف بخلاف الصبغ فانہ کثیرا ما کتبت علیہ ھذا **وقال** فی الغنیۃ موجھا اطلاق المنع بخلط الطبخ (ولو تیمم بالخزف ان کان متخذا من التراب الخالص ولم یجعل فیہ شیئ من الادویۃ) کالقصر والشعر وغیرھما مما یجعل فی الطین الذی تتخذ منہ البنادق (جاز) التیمم بہ (وان لم یکن علیہ غبار) وان کان فیہ شیئ من الادویۃ فظاھر الا یجوز الا ان یکون علیہ غبار لما تقدم فی الطلہ الا انہ لو کان

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ينبغي ان تعتبر الغلبة لكن لم يعتبروها لانه بخلط الدواء مع الطبخ خرج عن كونه من جنس الارض من كل وجه اهـ **اقول** ولا رأيتني كتبت عليه الذي تقدم في المطلب هو قوله لا يجوز التيمم بالغضارة المطلي بالآنك) لوقوعه على غير جنس الارض اهـ فهذا يقتضي ان معنى قولها انكان في شيئ من الادوية ظاهرا اي مستعليا فوقه وليس كذلك فان ههنا مزجا والتاويل بان المراد ظهور الاثر والاحالة على ما تقدم من جهة انه لم يبق من جنس الارض على الاطلاق + شديد البعد عن المذاق كما لا يخفى على الحذاق + **و ثانيا** الظهور سواء اريد به عينا او اثرا ليس شرط المنع الا ترى ان الزجاج المتخذ من الرمل والقلي وهو الموجود الان غالبا في ايدي الناس لا يظهر فيه للقلي عين ولا اثر وعدم جواز التيمم به معلوم مقرر **و ثالثا** اشتراط الظهور باي وجه كان تقييد للاطلاق فان ارتكب هذا فلم لا يقيد بشرط الغلبة المعلوم من قواعد الشرع والعقل **فان قلت** هو احتراز عن نزر يسير يختلط من غير قصد قلما يخلو شيئ عنه عادة ففي اعتباره حرج بخلاف دواء يخلط قصدا فانه يكون على مقدار صالح ولا بد له من اثر ظاهر **اقول** فهذا يرجع الى اعتبار الغلبة اذ هو الفصل بين القليل والكثير والاوساط ما لها من انضباط الا ترى الى قول الهداية في المياه لنا ان الخلط القليل لا معتبر به لعدم امكان الاحتراز عنه كما في اجزاء الارض فيعتبر الغالب والغلبة بالاجزاء اهـ **و رابعا** خروجه بالطبخ مع الدواء مطلقا عن جنس الارض اي دليل عليه فانما كان الطبخ اكثر اثرا في الماء لحصول شدة الامتزاج به كما في الكافي والتبيين وغيرهما لان بالنار تتخلخل الشيئ فينفذ فيه الماء وتنحل منه اجزاء لطيفة تسري في الماء ولا كذلك الطين واذ ليس ههنا للطبخ زيادة اثر فلم يبق الا المزج وهو معتبر فيه الغلبة قطعا كما تقدم وبالله التوفيق **و خامسا** ما الفرق بين ما اذا فرض شعر ودق فحم ومزجا بطين غالب مزجا بالغا وصنعت منه بناذق وجففت بالشمس وبين ما اذا صنعت واحرقت فاي شيئ زادتها النار حتى جاز بها التيمم في الاولى دون الاخرى بل لم تزدها النار الا نقصا لاحتراق حصة من المخالط فهذا ما عندي والعلم بالحق عند ربي بالجملة مسئلہ خلط بالطبخ مثل مسئلہ جمع بين الاختين بملک اليمين ہوا احلتهما اية وحرمتهما اخرى ادھر اطلاقات ائمہ کہ خلط میں غلبہ کا اعتبار رہے مخالط مغلوب میں حکم جواز بتاتے ہیں ادھر ویسے ہی اطلاقات ائمہ کہ جسمیں کچھ دوا پکائی جائے صلاح تیمم نہیں جانب منع جارہے ہیں دونوں اطلاقوں میں سے ایک ضرور مقید ہے

ف۱: تطفل على الغنية
ف۲: تطفل عليها
ف۳: تطفل عليها
ف۴: تطفل عليها
ف۵: تطفل عليها

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وہم کو صرف علامہ ابرہیم حلبی نے اطلاق پر رکھنا چاہا اور اُسکی جو وجہ فرمائی بوجوہ مخدوش ہے اگر کیسے اُسکی تائید مسئلہ زجاج متخذ من الرمل وغیرہ سے ہوتی ہے کہ محیط و تبیین اور خود محقق علی الاطلاق اور اُنکے اتباع نے اُس مین مطلقاً حکم منع دیا اور ریتے کے غالب ہونیکی کوئی قید ذکر فرمائی **اقول** علمانے واقع پر حکم فرمایا اور واقع یہی ہے کہ جنس ارض اُس مین غالب نہین تحفہ مین ہے مصنوع او از سنگریزہ سفید وقلی ست کہ بالمناصفہ گداز نندکرہ انطاکی مین ہے والمصنوع منه من القلی جزء والرمل الابیض الخالص نصف جزء ویسبکان حتی الامتزاج اور اول کو امام محقق علی الاطلاق وصاحب جوہرہ ومحقق حلبی صاحب حلیہ ومحقق زین صاحب بحر نے اطلاق پر رکھا اور وہی جادۂ واضحہ وقاعدۂ عقلیہ ونقلیہ ہے لہذا وہی مرجح ہونا چاہیے اور احتیاط احسن غرض خلط مین خلاصۂ حکم یہ نکلا کہ اگر بلا طبخ ہے تو جبتک جنس ارض غالب ہے تیمم جائز ہے اور اگر طبخ کے ساتھ خلط ہو تو اگر اجزائے مخالف غالب یا مساوی تھے اور بعد طبخ بھی ایسے ہی رہے تو تیمم مطلقاً ناجائز اور اگر جلنے سے کل فنا ہو گئے مطلقاً جائز اور اگر بعض مغلوب باقی رہے تو اگر خلط قصدی نہ تھا بعض اجزائے قلیلہ خود ملے رہ گئے تھے تیمم جائز اور اگر قصداً ملائے گئے تھے تو اظہر وارجح جواز اور اولی احتراز یہ ہے بحمد اللہ تعالی جنس ارض کی وہ تحقیق بالغ وتنقیح بازغ کہ اُسکا دسوان حصہ کہین نہ ملیگا بفضلہ تعالی اُن مباحث جلیلہ پر مشتمل جنکی نعمت کو رحمت بے سبب نے اسی تحریر کے لیے ودیعت رکھا تھا ولله الحمد اولا واخرا ○ وباطنا وظاهرا ○ وصلى الله تعالى وسلم وبارك كثيرا متواترا ○ وافرا متظافرا ○ على عالم حكمه ○ وقاسم نعمه ○ وافضل خلقه ○ وسراج افقه ○ واله وصحبه ○ وابنه وحزبه ابد الابدين ○ عدد خلق الله فى كل ازوحين ○ والحمد لله رب العلمين **پانزدہم** کامل الطہارۃ کے یہ معنے کہ اُس جنس ارض کو کبھی نجاست نہ پہنچی ہو یا پہنچی تو پاک ہو گئی ہو یعنی اصلاً اُسکا کوئی حصہ نہ رہا ہو جیسے پانی سے دھلکر یا آگ سے جلکر اجزائے نجاست سب نکل یا جل جائین دھوپ یا ہوا سے خشک ہو کر جبکہ نجاست کا کوئی اثر رنگ و بو نہ رہے تو وہ شی نماز کے لیے پاک ہو جاتی ہے مگر اُس سے تیمم جائز نہین ہوتا کہ دھوپ یا ہوا استیصال نجاست نہین کرتی کچھ اجزائے خفیفہ باقی رہ جاتے ہین جو نماز مین معاف ہین اور تیمم مین معاف نہین کما مر تحقیقہ فی صدر الکلام بتوفیق الملک العلام **اقول** اُس زمین یا جنس زمین کو کبھی نجاست نہ پہنچنے کے یہ معنی کہ اسکے علم مین نہ ہو نہ بعد کو علم آئے لانا انما کلفنا بما لا نعلم نجاسته لا بما نعلم عدم نجاسته اذ لا سبیل لنا الیه فانما التکلیف بحسب الوسع ہان اگر اسے اُس شی کی نجاست کا علم نہ تھا نہ وہ کسی مظنہ نجاست مین تھی کہ یہان ظن بھی ملتحق بہ یقین ہے بیت الخلا کی زمین سے تیمم جائز نہ ہوگا اگرچہ اسے اُس حصۂ خاص کا جسپر تیمم کرنا چاہتا ہے نجس ہونا معلوم نہ ہو یون جس چیز کی نجاست

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اسکے علم و ظن مین نہ تھی بعد کو کسی مسلمان ثقہ عادل کی خبر سے معلوم ہوا کہ یہ شے یا جگہ نجس تھی یا کسی مستور یا فاسق نے خبر دی اور اسکا دل اُسکے صدق پر جا تو وہ تیمم باطل تھا اگر اُس سے نماز پڑھی تھی اعادہ کرے ہان کافر کی خبر کا اعتبار نہین اور غیر عادل کی بات دل پر نہ جمے تو اُسکا لحاظ بھی ضرور نہین اور اگر اُسے نجاست معلوم نہین نہ بعد کو معلوم ہوئی تو تیمم صحیح ہوا اور نماز جائز اگرچہ علم الٰہی مین وہان کوئی نجاست ہو **شانزدہم** خود یا اپنی نیت مذکورہ سے دوسرے کو اس مین تین مسئلے ہین۔

(۱) یہ کہ جسطرح اپنے ہاتھون آپ تیمم جائز ہے یونہین یہ بھی روا ہے کہ بشرائط آئندہ دوسرے سے اپنے اعضا پر تیمم کرالے **اقول** مگر یہ بلا ضرورت مکروہ ہوگا جسطرح وضو مین دوسرے سے استعانت بلکہ اُس سے زائد کہ اسکے نفس جواز و صحت ہی مین بعض کو خلاف ہے کما ستسمع (۲) دوسرا اسکے حکم سے اسے تیمم کرائے حکم سے مراد اُسے دربارہ تیمم اپنا وکیل و نائب کرنا ہے عام ازین کہ صراحۃً ہو یا دلالۃً اگر کسی طرح اسکی جانب سے نائب بنانے پر دلالت نہ پائی گئی اور اُسنے بطور خود ہاتھ زمین پر مار کر اسکے موفہ اور ہاتھون پر پھیر دیے تو تیمم نہ ہوگا (۳) ضرور ہے کہ یہ حکم دینے والا اُسکی ضرب کے وقت خود نیت کرے اُسکی نیت کافی نہین مراقی الفلاح مین ہے فان نوی التیمم وامر بہ غیرہ فیممہ بحر الرائق سے گزرا لو امر غیرہ بان یممہ جاز بشرط ان ینوی الاٰمر (الی ان قال) لما ان المامور اٰلۃ وضربہ ضرب للاٰمر فالعبرۃ للاٰمر اُسی مین معراج الدرایہ سے ہے لو امر غیرہ ان یممہ ونوی ھو جاز وقال ابن القاضی لایجزئہ ام والناوی ھو الاٰمر کما لایخفی **اقول** یہان ذہن فقیر مین ایک تفصیل گزرتی ہے اتنا تو پہلے معلوم ہولیا کہ تیمم معہود مین نیت وقت ضرب شرط ہے بعد ضرب کافی نہین مگر اُس حالت مین کہ ہاتھون پر کافی مٹی قابل تیمم لگی ہوئی ہو کما تقدم تحقیقہ فی ذکر مذھب السید الامام ابی شجاع اب بیان چار صورتین ہین کہ اخیر کی صورت وہ ہوکر پانچ ہو جائینگی ایک یہ کہ زید نے عمرو سے کہا مجھے تیمم کرا دے اُسنے قبول کیا دوسرے یہ کہ عمرو نے زید سے کہا مین تجھے تیمم کرا دون یا کہا مین تجھے تیمم کرائے دیتا ہون زید نے کہا اچھا ان دونون صورتون مین تو ظاہر کہ تیمم بامر زید ہوا تیسرے یہ کہ عمرو نے کہا اور زید نے سکوت کیا اور اُسکی ضرب کے وقت نیت کر لی ظاہر اس صورت مین بھی جواز چاہیے کہ اُس نے اپنی تصریح قولی سے فعل ضرب زید کی طرف مضاف کیا اور زید نے اپنے سکوت سے اُسے قبول کہ ایسی جگہ سکوت دلیل رضا ہے تو اُن پہلی دو صورتون مین زید کی طرف سے حکم صراحۃً تھا اور اس مین دلالۃً غمز العیون مین ہے الوکالۃ کما تثبت بالقول تثبت بالسکوت ولذا قال فی الظھیریۃ لو قال ابن العم للکبیرۃ انی ارید ان ازوجک من نفسی فسکتت فتزوجھا جاز ذکرہ المصنف رحمہ اللہ تعالٰی فی باب الاولیاء والاکفاء فی شرح الکنز چوتھے یہ کہ نہ زید نے کچھ کہا نہ عمرو نے۔ عمرو نے بطور خود جنس ارض پر ہاتھ مارے اگرچہ اُسکے دل مین یہی ارادہ ہو

https://www.facebook.com/darahlesunnat

کہ زید کو تیمم کراؤنگا بظاہر اس مین دو صورتین نکلین گی ایک یہ کہ ضرب سے عمرو کے ہاتھون پر کافی مٹی قابلِ تیمم لگ گئی تھی اور جبوقت اُس نے ہاتھ اسکے عضو پر پھیرنے چاہے اس نے نیتِ تطہیر کرلی عام ازین کہ ضرب عمرو کے وقت اس نے نیت نہ کی ہو یا رجماً بالغیب کرلی ہو اس صورت مین جواز ظاہر ہے کہ اب یہ تیمم تیمم معہود نہین بلکہ تراب حقیقی سے ہے اور اُس مین تراب و اعضا کو اتصال دیتے وقت ہی نیت چاہیے پھر بھی توکیل کی ضرورت باقی ہے کہ اسکی طرف فعل پایا جائے ورنہ ہوا اگر چہرہ و ذراعین پر غبار لاکر ڈالدے بے ہاتھ پھیرے تیمم نہ ہوگا اور خود بہ نیت تیمم اُڑتے غبار مین داخل ہوا کہ غبار تمام محل مطلوب کو پہنچ گیا تیمم ہوگیا کہ اسکا فعل سبب اتصال ہوا اسکی تحقیق کے لیے یہان اُس توکیل و انابت کا ایجاب و قبول بطور بیع بالتعاطی من الجانبین ہوگا کہ مذہب صحیح مین جائز ہے مثلاً روٹی کا نرخ معروف ایک پیسہ ہے بکر خالد کی دکان پر آیا چار پیسے اُسکے سامنے رکھکر چار روٹیان لے گیا نہ بکر نے کچھ کہا نہ خالد نے بیع صحیح و تام ہوگئی اذا نجاکہ یہ تیمم تیمم معہود نہ تھا وقتِ ضرب نیت شرط نہ ہوئی بلکہ اگر وقت ضربِ عمرو زید اپنے لیے نیتِ تطہیر کرتا بیکار تھی کہ وہ فعلِ ضرب صراحۃً و دلالۃً کسیطرح اُسکی طرف مضاف نہ تھا پرائے فعل پر نیت کیا معنے اور یہین سے ظاہر ہوا کہ اس صورت مین بھی زید کا حکم دلالۃً پایا گیا کہ جب اُس نے تراب آلودہ ہاتھون سے اسے تیمم کرانا چاہا اور اس نے قبول کیا اور نیت تطہیر کی یہ دلالۃً انابت ہوئی دوسرے یہ کہ عمرو کے ہاتھون پر مٹی نہ لگی یا لگی تھی اور اُس نے جھاڑ دی جیسا کہ مسنون ہے ظاہراً اس صورت مین جواز نہ چاہیے کہ اسوقت عمرو کے خالی ہاتھ ہین تو یہ تیمم تیمم معہود ہی ہوا اور تیمم معہود مین وقتِ ضرب نیت لازم اور یہ نیت یہان نامتصور کہ اُسکی وہ ضرب زید کی طرف مضاف تھی نہ صرف دل کے ارادے سے ایک کا فعل دوسرے کی طرف مضاف ہوسکے جیسے عمرو زید کے ارادہ سے کوئی چیز خریدے عمرو ہی اُسکا مالک ہوگا صرف ارادہ سے زید کی نہین ٹھہر سکتی کما فی الدر وغیرہ ان الشراء متی وجد نفاذا علی المشتری نفذ بخلاف اسکے کہ نہ زید نے عمرو سے کہا نہ عمرو نے زید سے کچھ تذکرہ کیا اور بطور خود زید کا نکاح ہندہ سے کردیا اور زید کو خبر پہنچی اُسنے صراحۃً یا دلالۃً جائز رکھا نکاح نافذ ہوگیا کہ یہ امر عمرو کی طرف کسی طرح مضاف ہو سکتا ہی نہ تھا کہ عقد تصریحاً جانبِ زید مضاف تھا اور ضرب کف مین کوئی اضافت نہین ھذا ما ظھر فلیراجع ولیحرر والعلم بالحق عند العلی الاکبر + اس صورتِ اخیرہ یعنی پنجم مین اگرچہ زید کی نیت تھی بھی حکم صراحۃً دلالۃً کسیطرح نہ ہونے سے جواز نہ ہوا اور اگر زید نے صراحۃً کہا مجھے تیمم کرادے اور نیت نہ کی یا کوئی بیکار نیت مثل نیت نفس تیمم کی جب بھی جواز نہ ہوگا تو ظاہر ہوا کہ حکم و نیت دونون کا اجتماع چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم ہفدہم یا تو خود اس فعل سے یا اپنے خواہ اپنے مامور کے وہ کف الخ یہ تعمیم تیمم کی اُس تقسیم کی طرف اشارہ ہے جسکی تحقیق اوپر گزری کہ ایک تیمم معہود ہے

یعنی کفِ دست جنس ارض پر مار کر مونھ اور ہاتھوں پر پھیرنا دوسرا غیر معہود کہ اور کوئی فعل ایسا کرنا جسکے سبب بلاواسطہ ان اعضا کو جنس ارض سے اتصال ہو اسکی صورتین اور تفصیلین بسط کامل کے ساتھ اوپر گزرین میں یدہم اُنکے اکثر کا مونھ اور ہاتھوں سے مس ہونا یہ تیمم معہود کی ایک شرط کی طرف اشارہ ہے کہ کفِ دست جو جنس ارض سے مس کیے گئے اُن کے کل یا اکثر سے مونھ اور دونوں ہاتھوں کا مسح ہو اگر صرف ایک یا دو انگلیوں سے مسح کریگا تیمم نہ ہوگا جیسے سر اور موزوں کا مسح کہ اُن میں بھی اکثر کف شرط ہے بلکہ اُنسے بھی زیادہ کہ اگر وہان ایک انگلی بار بار تر کر کے سر یا موزون کے مختلف مواضع پر لگائی کہ اکثر کی مقدار کو پہنچ گئی مسح ہو گیا اور یہان اگر ایک یا دو انگلیون کو بار بار ضرب کر کے چہرہ یا ہاتھ کے مختلف مواضع پر پھیر کر استیعاب کر لیا تیمم نہ ہوگا کہ خود اکثر دست شرعاً معین ہے ظاہر ہے کہ یہ شرط تیمم معہود ہی میں ہے غیر معہود میں سرے سے مسح بالکف ہی کی ضرورت نہیں، وقد اھتدی لہ العلامۃ الشامی لکن ذکرہ متوقفا متأملا مستدرکا به علی الدر والبحر ولو سمح لہ ما اظہر الفیض اللطیف علی العبد الضعیف من تقسیم التیمم لم یکن شیئ من ھذہ قال فی الدر وشرطہ المسح وکونه بثلاث اصابع فاکثر فقال رحمہ اللہ تعالٰی ھو معنی قولہ فی البحر بالید او باکثرھا فلو مسح باصبعین لایجوز ولو کرر حتی استوعب بخلاف مسح الرأس فانه اذا مسحھا باصبع او باصبعین بماء جدید لکل حتی صار قدر ربع الرأس صح اھ امداد وبحر قلت لکن فی التاترخانیۃ لو تمعک بالتراب بنیۃ التیمم فاصاب التراب وجھه ویدیه اجزأہ لان المقصود قد حصل اھ فعلم ان اشتراط اکثر الاصابع محله حیث مسح بیدہ تامل اھ ثم اقول اشتراطھم الید او اکثرھا فی التیمم المعھود وعدم اجزاء الاستیعاب باصبع او اصبعین نص فی تعیین الید وانما مقصودہ لایکفی الاستیعاب بغیرھا فلو امس خشبۃً او ثوبا او قرطاسا مثلا بجنس الارض وامرھا علی الوجه والذراعین لا اراہ یجوز الا ان یلتزق بھا من التراب ما یستوعب المحل فیکون تیمما غیر معھود وذلک لان الشرع المطھر انما جعل التراب طھورا عند عدم الماء فان لم یکن التراب الحقیقی فلا بد من الحکمی ولم یعرف التراب الحکمی شرعا الا ید امسیت بالصعید الحقیقی ومن ادعی غیر ذلک فعلیه البیان کیف والامر تعبدی مافیه للقیاس یدان فما وقع فی الحلیۃ من قوله الشرط بجر المس علی الارض او علی جنس الارض بالیدین او بغیرھما وامرار ذلک علی العضوین سواء التزق بالماس شیئ من ذلک اولم یلتزق اھ مما لست احصله ولا یحضرنی الان من غیرہ نعم یجوز امساس الکفین بحائل تابع لھما کخرقۃ ملفوفۃ علیھما کما مر فی تیمیم المیت الانثی والخنثی وکذا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الرجل اذا يمسته حرة اجنبية وذلك لان مس التابع مس المتبوع كمس جلد المصحف الشريف وغلافه الغير المتجافى عنه وكذلك اذا كان على كفيه ضماد متجسد وقد يلبس فجاز له الضرب بهما فان ضره ازالته كان الضرب هكذا مسحا لكفيه فيما اعلم والله تعالى اعلم فان اراد هذا فذاك مع شدة مافيه من الايهام والا فهو مشكل والله تعالى اعلم نوزدہم جداجدا اتصالوں سے یہ اسلیے کہا گیا کہ تیمم معہود مین کف کو ایکبار جو اتصال جنس ارض سے دیا گیا وہ ایک ہی عضو کے مسح کو کافی ہوتا ہے ایک اتصال سے دو عضوون کا مسح جائز نہین مثلاً ایکبار دونون ہتھیلیون سے ضرب کرکے چہرہ کا مسح کرلیا تو اب ان مین کسی ہتھیلی سے کسی ہاتھ کا مسح جائز نہین ہاتھون کے لیے ضرب جدید چاہیے اور اگر دونون ہتھیلیان ضرب کرکے ایک ہتھیلی سارے مونھ پر پھیرے اور دوسری ایک ہاتھ پر تو یہ جائز ہے مگر دوسرے ہاتھ کے لیے پھر ضرب جدید کی حاجت ہے سراج وہاج وجوہرہ نیرہ وہندیہ مین ہے ولو مسح باحدی یدیہ وجہہ وبالاخری احدی یدیہ اجزأہ فی الوجہ والید الاولی ویعید الضرب للید الاخری ولہذا اگر میت کو تیمم کرایا یا دوسرے شخص نے کسی زندہ کو اور ایکبار دونون ہتھیلیان جنس ارض پر مارکر چہرہ پر پھیرین دوبارہ ضرب کرکے دونون ہتھیلیون سے اُسکے ایک ہاتھ کو مسح کیا تو دوسرے ہاتھ کے لیے تیسری ضرب کی حاجت ہے یہ وہ تیمم ہے کہ دو ضربون سے جائز نہ ہوگا ولہذا ہم نے عدد سے مقید نہ کیا بلکہ جداجدا اتصال کہا وھذا ھو محمل مافی جامع الرموز عن العمان لو یمسہ غیرہ یضرب ثلثا للوجہ والیمنی والیسری واقرہ فی الدر اھ قال ش العمان کتاب غریب وھو المشہور فی الکتب المتداولۃ الاطلاق وھو الموافق للحدیث الشریف التیمم ضربتان الا ان یکون المراد اذا مسح ید المریض بکلتا یدیہ فحینئذ لاشبہۃ فی انہ یحتاج الی ضربۃ ثالثۃ یمسح بھا یدہ الاخری اھ بستم مونھ اور کہنیون کے اوپر ہر ہاتھ ہم نے اور کہا پھر نہ کہا اسلیے کہ وضو کیطرح تیمم میں بھی ترتیب شرط نہین کما فی البحر چاہے پہلے مونھ کا مسح کرے یا پہلے دہنے ہاتھ یا بائین کا یا سب اعضا کا ایک ساتھ جیسے بگولے وغیرہ سے تیمم مین گزرا ہان تیمم معہود مین ترتیب سنت ہے جسطرح وضو مین کہ پہلے دونون ہتھیلیون سے چہرہ کا مسح ہو پھر بائین ہتھیلی سے سیدھے ہاتھ کا پھر سیدھی سے بائین کا اقول تیمم معہود مین بارہ صورتین ہوئین (۱) طریق مسنون کہ ابھی مذکور ہوا (۲) پہلی ضرب مین دونون ہتھیلیون سے چہرہ کا اور دوسری ضرب مین پہلے بائین ہاتھ پھر دہنے کا (۳) پہلی ضرب مین دہنی ہتھیلی سے مونھ کا مسح کرے پھر بائین سے داہنے ہاتھ کا پھر دہنی ہتھیلی سے دوسری ضرب کرکے بائین ہاتھ کا (۴) اسکا عکس کہ پہلے بائین ہتھیلی سے مونھ کا پھر دہنی سے بائین ہاتھ کا پھر بائین سے دوسری ضرب کرکے دہنے کا (۵) پہلی ضرب مین بائین ہتھیلی سے دہنے ہاتھ کا پھر دہنی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

موںھ کا پھر دہنی کی دوسری ضرب سے بائیں ہاتھ کا (۶ تا ۸) اولاً بائیں ہتھیلی سے دہنے ہاتھ کا پھر دہنی سے بائیں کا پھر دہنی خواہ بائیں خواہ دونوں کی ضرب سے موںھ کا (۹) ضرب اول میں دہنی ہتھیلی سے بائیں ہاتھ کا پھر بائیں سے موںھ کا پھر بائیں کی دوسری ضرب سے دہنے ہاتھ کا (۱۰ تا ۱۲) پہلے دہنی ہتھیلی سے بائیں ہاتھ کا پھر بائیں سے دہنے ہاتھ کا پھر دہنی خواہ بائیں خواہ دونوں کی ضرب سے موںھ کا۔ تیمم ان سب طریقوں پر صحیح ہوگا اور سنت سے منقول صرف اول **بست ویکم** کوئی حصہ ایسا نہ رہے یہ شرط استیعاب کا بیان ہے کہ جتنے موںھ اور جتنے ہاتھوں کا دھونا وضو میں فرض ہے اُس تمام حصہ پر تیمم غیر ممسوح میں مس ارض اور ممسوح میں ہاتھ کا پہنچنا فرض ہے یہی صحیح ہے اور یہی ظاہر الروایۃ اور اسی پر اعتماد تو اگر ایک بال کی نوک بھی ہاتھ یا مس ارض پہنچنے سے باقی رہ گئی تیمم نہ ہوگا تو لازم ہے کہ انگوٹھی چھلے کنگن پہنچیاں چوڑیاں کف دست اور کلائی کا ہر گہنا اُتار لیا جائے یا اُسے ہٹا ہٹا کر مسح یا ایصال جنس کیا جائے کما فی البحر والہندیۃ وغیرہما عامۃ الاسفار **اقول** تو یہاں وضو سے زیادہ اہتمام لازم خصوصاً تیمم ممسوح میں کہ ڈھلکتا ہوا پانی یا اڑتا ہوا غبار خود بھی رسائی کی چیز ہے اور ہاتھ تو جہاں پہنچایا جائے وہیں پہنچے گا **ثم اقول** مواضع حرج کہ ہم نے الجود الحلو میں ذکر کیے یہاں بھی واجب الاستثنا ہیں ما جعل علیکم فی الدین من حرج تیمم کی مشروعیت ہی دفع حرج کے لیے ہوئی تو جسمیں خود حرج نہیں بلکہ اُسکی نگاہداشت میں حرج ہے جیسے کوئے میں سرمہ وغیرہ وہ بیخبری میں معاف ہے بعد اطلاع معاف نہیں اور جسمیں خود حرج ہے جیسے آنکھ کے ڈھیلے وغیرہ وہ مطلقاً معاف ہے عفا اللہ تعالٰی عنا مطلقا بالاطلاق فینا وفی ذنوبنا ✦ وصلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم علی ہادی قلوبنا ✦ وماحی عیوبنا ✦ وکاشف کروبنا ✦ والہ وصحبہ ✦ وابنہ وحزبہ ✦ اجمعین ابد الابدین عدد خلق اللہ فی کل اٰن وحین ✦ والحمد للہ رب العٰلمین ✦ بحمد اللہ تعالٰی یہانتک تعریف رضوی کی شرح مبسوط تھی کہ نہ ایسی تعریف کہیں ملے نہ کوئی ایسی شرح پائے اور اُسی کے ختم سے سوال اول کا جواب ختم ہوا جو بفضلہ تعالٰی ایسی تحقیقات جلیلہ جزیلہ بدیعہ رفیعہ پر مشتمل ہے جنکی نظیر نظر نہ آئے ذٰلِکَ مِنْ فَضْلِ اللہِ عَلَیْنَا وَعَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

سوال دوم

جسطرح طہارت سے پانی مستعمل ہوجاتا ہے کہ دوبارہ وضو کے قابل نہیں رہتا تیمم سے مٹی بھی یونہی مستعمل ہوجاتی ہے

یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

اقول وباللہ التوفیق ہم اوپر بیان کر آئے کہ تراب یعنی جنس ارض دو قسم ہے حقیقی جسکا بیان رسالہ المطر السعید میں گزرا اور حکمی کہ وہ ہاتھ ہیں کہ بہ نیت تطہیر جنس ارض سے مس کیے گئے یہ تراب حکمی ضرور بالاجماع مستعمل ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہر عضو پر جدا اتصال سے مسح شرط ہے جسکا بیان ابھی افادہ نوزدہم میں گزرا اور اسی کے ثمرات سے ہیں تیمم کی وہ ترکیبیں جو مشائخ نے مستحسن رکھیں جن میں ہتھیلی کے حصوں کو ذراع کے مختلف حصوں پر تقسیم فرمایا کہ ہر حصہ کا نئے حصہ سے مس ہو تاکہ حتی الامکان تراب مستعمل کے استعمال سے احتراز ہو کما تقدم ذکرہ فی سابع ابحاثنا علی الوجہ السادس من وجوہ حد التیمم یہاں یقیناً تراب مستعمل سے یہی تراب حکمی مراد ہے کہ یہ صورتیں تیمم معہود کی ہیں اور تیمم معہود میں تراب حکمی ہی درکار ہے تراب حقیقی کی اصلاً حاجت نہیں بلکہ لگی ہو تو اُسکے جھاڑ دینے جھاڑ دینے کا حکم ہے ایک دفعہ میں نہ چھوٹے تو جتنی بار میں صاف ہو جائے پھر انھوں نے یہ ترکیبیں عام افادہ فرمائی ہیں اگرچہ تیمم دھلے ہوئے پتھر پر ہو جس پر تراب حقیقی وہ اصلاً مستعمل نہیں ہوتی جوہرہ نیرہ میں ہے التیمم لایکسب التراب الاستعمال[۲۰۳۳] طحطاوی علی الدر المختار میں ہے التراب لایوصف بالاستعمال **اقول** فقیر کے نزدیک یہی تحقیق ہے اور اس پر متعدد روشن دلائل قائم وباللہ التوفیق **دلیل اوّل** نصوص صریحہ یہاں مٹیاں دو ہیں ایک تو وہ جس پر ہاتھ مارے وہ تو بلاشبہہ مستعمل نہیں ہوتی جس پر اجماع کہنا کچھ مستبعد نہیں لولا ان عبر عنہ فی غنیۃ ذوی الاحکام عن البرھان بالاصح المشیر الی قوۃ فی الخلاف[۲۰۳۴] مع انہ فی غایۃ الغرابۃ روایۃ والسقوط درایۃ فیما اعلم واللہ تعالٰی اعلم فتاوٰی امام قاضیخان اذا تیمم الرجل عن موضع تیمم عنہ غیرہ جاز شلبیہ علی الزیلعی قال الزاھدی لو تیمم جماعۃ بحجر واحد اولبنۃ او ارض جاز کبقیۃ الوضوء محیط سرخسی وہندیہ لو تیمم اثنان من مکان واحد جاز تاتارخانیہ وعالمگیری اذا تیمم مرارا من موضع واحد جاز درمختار جاز تیمم جماعۃ من محل واحد جوہرہ نیرہ لو تیمم رجل من موضع وتیمم اخر بعدہ منہ جاز منیہ وحلیہ اذا تیمم الرجل من موضع فتیمم اخر من ذلک الموضع ایضا جاز کما فی غیر ما کتاب من الکتب المعتبرۃ فی المذھب **بالجملہ** مسئلہ ظاہر ہے اور عبارات وافر مگر غنیہ ابدت فیہ تشکیکا ان ھذا علی قول من لم یجعل الضربۃ من التیمم ظاہر واما علی قول من جعلھا منہ ففیہ اشکال ام **اقول**[۲۰۳۵] لافرق علی القولین ولا اشکال فی البین اما **اولا** فلما اعلمناک فی البحث السابع المذکور ان الضرب المنوی یطہر الکفین ھو الصحیح فلا تمسحا زبعد فثبت اسقاط

فائدہ ۱: تطفل ۱۸۳ علی البرہان و الشرنبلالی

فائدہ ۲: آدمی جہاں سے تیمم کرے ...

کسی جگہ سے ایک شخص نے تیمم کیا اگر ہزار دن آدمی خاص اُسی جگہ سے تیمم کریں کچھ حرج نہیں کہ جنس ارض تیمم سے مستعمل نہیں ہوتی

تطفل ۱۸۴ علی الغنیۃ

الفرض بنفس الضرب وان لم یرتفع الحدث بعد لعدم تجزیہ کما ء غسل بہ المحدث بعض اعضائہ و هذا لایتخالف فیہ القولان فاذا ثبت بہ الاستعمال حصل علی کل منهما الاشکال و اما ثانیاً فلان المحدث اذا ادخل رأسہ الاناء لایصیر الماء مستعملا کما فی الخانیۃ وکذا الخف والجبیرۃ کما فی البحر و الصحیح ان المسألۃ وفاقیۃ کما بینا فی الطرس المعدل والنمیقۃ الانقی من اخرهما والتیمم الا مسحا فلا یفید الاستعمال * وبہ زال الاشکال * واللہ تعالٰی اعلم بحقیقۃ الحال * دوسری وہ مٹی کہ بعض صورتوں میں ہاتھوں کو لگتی ہے یہ اگر جھاڑ دی گئی جیسا کہ مسنون ہے جب تو اُسکے مستعمل ہونے کی کوئی وجہ نہیں کہ ہتھیلیاں نفس ضرب سے پاک ہوگئیں یہ مٹی پاک ہتھیلیوں کو لگی تو نہ اُن سے ملکر مستعمل ہوسکتی ہے نہ اُن سے چھوٹکر اور اگر نہ جھاڑی گئی اور چہرہ وہر دو دست کو لگی تو اسوقت بھی مستعمل نہ ہوگی کہ مذہب صحیح میں استعمال کے لیے انفصال شرط ہے کما مر فی الطرس المعدل تو اگر مستعمل ہوتی تو چہرہ و ذراعین سے چھوٹ کر اور کتب مذہب میں نص صحیح ہے کہ وہ اُسوقت بھی مستعمل نہ ہوگی یہانتک کہ اگر تیمم کرنے والوں کے چہرہ ودست سے جھڑی ہوئی مٹیاں جمع کر لیجائیں کہ قابل ضرب ہوجائیں اور کوئی اُنسے تیمم کرے جب بھی جائز ہے درایہ شرح ہدایہ امام قوام الدین کاکی پھر شلبیہ علی شرح الکنز للزیلعی نیز بنایہ امام عینی میں ہے یجوز التیمم بالتراب المستعمل عندنا وفی قول للشافعی وفی ظاہر مذهبہ لایجوز والمستعمل ماتناثر من العضو اھ حاشیہ علامہ سید احمد مصری علی الدر المختار میں ہے التراب لایوصف بالاستعمال ولو الذی علق بید یہ حتی لو تجمع ماعلق بایدی المتیممین یجوز علیہ التیمم تو ثابت ہوا کہ جنس ارض کسیطرح مستعمل نہیں ہوتی **نص اجل** امام اجل شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ تعالٰی نے تصریح فرمائی کہ تیمم میں جو مونھ اور ہاتھوں پر مسح کیا جاتا ہے یہاں کوئی چیز ایسی نہیں کہ مستعمل ہوجائے فتح القدیر میں ہے واختیار شمس الائمۃ ان المنع فی مد الاصبع والاثنتین غیر معلل باستعمال البلۃ بدلیل انہ لو مسح باصبع او اصبعین فی التیمم لایجوز مع عدم شیئ یصیر مستعملا خصوصا اذا تیمم علی الحجر الصلد اھ وقد ذکرنا وجہ هذا الخصوص اخر رسالتنا الطرس المعدل **دلیل دوم** نصوص صریحہ بوجہ آخر فتح القدیر میں ہے هل یأخذ التراب حکم الاستعمال فی الخلاصۃ وغیرها لو تیمم جنب او حائض من مکان فوضع اخرید ہ علی ذلک المکان فتیمم اجزاہ والمستعمل هو التراب الذی استعمل فی الوجہ والذراعین اھ وهو یفید تصور استعمالہ وکونہ بان یمسح الذراعین بالضربۃ التی مسح بها الوجہ لیس غیر اھ بحر الرائق میں ہے فی المحیط والبدائع لو تیمم

اثنان من مکان واحد جاز لانه لم یصر مستعملا لان التیمم انما یتادی بما التزق بیدہ لا بما فضل کالماء الفاضل فی الاناء بعد وضوء الاول اھ وھو یفید تصور استعماله وقصرہ علی صورۃ واحدۃ وھی ان یمسح الذراعین بالضربۃ التی مسح بھا وجھه لیس غیر طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے قال فی الفتح ھذا یفید تصور استعماله وھو مقصور علی صورۃ واحدۃ وھو ان یمسح الذراعین بالضربۃ التی مسح بھا وجھه لاغیر کیسی صریح تصریح ہے کہ مستعمل ہونا صرف تراب حکمی کے لیے ہے کہ ایک ضرب سے دو عضو کا مسح نہیں ہوسکتا اور یہ کہ اس کے سوا کوئی صورت تراب کے مستعمل ہونے کی نہیں دلیل سوم نصوص عامۂ ائمہ و علمائے قدیم و حدیث و متون و شروح و فتاوٰی **اقول** بحمد اللہ پہلے تمام ائمہ و علما نے جملہ کتب مذہب میں تیمم کے لیے صعید طاہر کی قید لگائی جس سے ثابت و روشن کہ تیمم کیلیے جنس ارض کی صرف طہارت درکار تو لازم کہ ہر صعید طاہر مطلقاً مطہر ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا اور جنس ارض بھی پانی کی طرح کبھی طاہر غیر مطہر بھی ہوتی تو واجب تھا کہ مطہر کی شرط لگاتے صرف طاہر پر اکتفا صحیح نہ ہوتا مگر وہ اسی پر اطباق فرمائے ہوئے ہیں تو صراحۃً بتا رہے ہیں کہ مٹی مستعمل نہیں ہوتی قدوری[1] تحفۃ الفقہا[2] ہدایہ[3] وقایہ[4] نقایہ[5] مختار[6] وافی[7] کنز[8] غرر[9] اصلاح[10] ملتقی[11] نور الایضاح[12] میں کہ سب متون معتمدۂ مذہب ہیں یہی لفظ طاہر یا طہارت کہا اور شراح نے اسے مقرر رکھا مختصر میں ہے یتیمم بصعید طاہر وقایہ ونقایہ ووافی وغرر واصلاح میں ہے علی کل طاہر من جنس الارض کنز وغیرہ میں ہے بطاہر من جنس الارض ملتقی الابحر میں ہے شرطه طہارۃ الصعید بدائع[13] میں ہے ومنہا ان یکون التراب طاہرا ہدایہ[14] میں ہے لان الطیب ارید به الطاہر فی النص تبیین[15] میں ہے صعیدا طیبا ای طاہرا اسی میں نیز عنایہ[16] و فتح[17] و غنیہ[18] میں ہے الطاہر مراد بالاجماع بدائع میں ہے معنی الطہارۃ صار مرادا بالاجماع حتی لا یجوز التیمم بالصعید النجس مجمع الانہر[19] میں ہے الطیب ھناك بمعنی الطاہر بدلالۃ قوله تعالٰی ولکن یرید لیطہرکم نہایہ[20] و عنایہ وعامہ شروح ہدایہ میں ہے التیمم القصد الی الصعید الطاہر للتطہیر جواہر اخلاطی[21] میں ہے قصد مخصوص الی طاہر من جنس الارض محقق علی الاطلاق و بحر الرائق[22] و غنیۂ ذوی الاحکام[23] کی عبارتیں تعریف چہارم میں گزریں کہ الحق انه اسم لمسح الوجه والیدین عن الصعید الطاہر علامہ ابن کمال پاشا و مجمع الانہر کی عبارت تعریف پنجم میں گزری ھو طہارۃ حاصلۃ باستعمال الصعید الطاہر بالجملہ یہ عبارت قدیماً و حدیثاً مجمع علیہا چلی آئی سب میں پہلے فاضل ابن وہبان نے اپنے منظومہ میں لفظ مطہر کہا حیث قال ؎

وعذرك شرطه هاز ونية • والاسلام والمسح الصعید المطهر

اقول[24] جنس ارض میں طاہر و مطہر متلازم ہیں اور قافیہ[1] طاہر ہو جو

https://www.facebook.com/darahlesunnat

دخل تاسیس قوافی غیر موسسہ میں نا سکتا لہذا مطہر کہا مگر علامہ صاحب بحر نے یہ تدقیق نکالی کہ طاہر سے مطہر اولی ہے اور عبارت کنز پر کہ وہی عبارت جملہ ائمہ ہے اعتراض فرمایا جسکا بیان صدر کتابعہ میں گزرا طرفہ یہ کہ انھیں بحر محقق نے باتباع محقق علی الاطلاق تصریح فرمائی کہ تیمم صعید طاہر سے مسح عضوین کا نام ہے کما تقدم فی الوجہ الرابع جس سے ظاہر کہ کنز وجملہ ائمہ پر وہ اعتراض محض ایک جوشش قلم تھا پھر بھی اُنکے تلمیذ شیخ الاسلام غزی نے تنویر اور مدقق علائی نے درمختار اور ازہری وخادمی وطحطاوی وشامی ان قریب العہد متاخرین علما نے اس میں اُنکا اتباع کیا بل وقع المیل الی نحوہ للعلامۃ الشرنبلالی فی شرح الوھبانیۃ اذ قال تحت البیت المذکور اشتمل البیت علی شرائط التیمم وھی ستۃ السادسۃ الصعید الطھور وھو الذی لم تصبہ نجاسۃ والارض اذا اصابتھا نجاسۃ وذھب اثرھا لم یجز التیمم منھا فی ارجح الاقوال وتصح الصلاۃ علیہا پھر ان حضرات نے بھی اُسکی وجہ یہ نہ بتائی کہ تراب مستعمل سے احتراز ہے بلکہ اُس زمین سے احتراز جسے نجاست پہنچی اور خشک ہوکر بے اثر ہوگئی وقد تقدمت عبارۃ البحر والدر والباقون انما تبعوھا محققین نے یہ احتراز خود نفس لفظ طاہر سے ثابت فرمایا امام ملک العلما کا کلام اور اُسکی تحقیق تام اور یہ کہ یہی عامہ شراح ہدایہ کا مسلک عام اور یہی باقرار صاحب بحر جمہور اکابر کا مفاد کلام اور بحر کی اسمین بحث ناتمام اور اُسکے جوابات موضح مرام یہ سب کچھ اوپر گزرے ایضاح الاصلاح میں ہے لایجوز علی مکان فیہ نجاسۃ وقد زال اثرھا مع انہ تجوز الصلاۃ فیہ لانہ لایخلو من اجزاء النجاسۃ وھی وان قلت تنافی وصف الطیب شرح نقایہ برجندی میں ہے المراد بالطاھر الطاھر الکامل لتخرج ارض اصابتھا نجاسۃ نور الایضاح ومراقی الفلاح میں ہے (بطاھر) طیب وھو الذی لم تمسہ نجاسۃ ولو زالت بذھاب اثرھا **تنبیہ جلیل اقول** وباللہ التوفیق یہ دلائل ظاہرہ باہرہ کہ ہمنے تقریر کیے انھیں کے ضمن میں وہ شبہات حل ہوگئے کہ دو مسئلوں کی تقریر دلیل میں کلمات معللین سے گزرتے **پہلا مسئلہ** تیمم کی ترکیب احسن کہ یوں یوں کرے تاکہ حتی الامکان استعمال مستعمل سے بچے جسکا بیان دلیل اول میں گزرا کہ یہ تراب حکمی کا ذکر ہے وہ بیشک مستعمل ہوتی ہے علامہ شامی نے منحۃ الخالق میں اُسکی دوسری طرح تاویل چاہی کہ استعمال سے مراد استعمال صوری ہے ولم یستقم لہ لانھم ذکروا بعدہ مایعین الاستعمال الحقیقی قال فی البحر بعد ذکر صفۃ التیمم ھو الاحوط لان فیہ احترازا عن استعمال المستعمل بالقدر الممکن فان التراب الذی علی یدیہ یصیر مستعملا بالمسح حتی لو ضرب یدیہ مرۃ ومسح بھما وجھہ وذراعیہ لایجوز ام ومثلہ فی الحلیۃ ومجمع الانھر وغیرھما وھو برمتہ ماخوذ من البدائع **قال** فی المنحۃ قولہ یصیر مستعملا بالمسح فیہ نظر لانہ ان استعمل باول الوضع یلزم

فصل (۱۰) علی البحر

حسن التعمم

عہ یعنی کتاب حسن التعمم
عہ یعنی مسئلہ ... حسن التعمم میں ۱۲

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ان لا يجزئ فی باقی العضو والا یستعمل باول الوضع کالماء لا یلزم ماذکرہ وھو کذلک یؤیدہ ماقال العاری فی شرح ھدیۃ ابن العماد عن جامع الفتاوی وقیل یمسح بجمیع الکف والاصابع لان التراب لایصیر مستعملا فی محلہ کالماء اھ ولذا عبر بعضھم فی ھذہ الکیفیۃ بقولہ والاحسن اشارۃ الی تجویز خلافہ اھ **اقول** ھذا بحمد اللہ تعالٰی ماقد جنحنا الیہ + وقد منا تحقیقہ بما لامزید علیہ + وان الاحتراز الذی ارادہ الصدر غیر میسور لامقدور بل احسنیتہ ایضا لامحل لھا لانہ ان صار مستعملا لم یجز والا فالتکلف لایحسن لکونہ اشتغالا بما لایجدی **قال** الا ان یقال المراد انہ یصیر مستعملا صورۃ لاحقیقۃ اھ **اقول** بل ھو مستعمل صورۃ وحقیقۃ الاتری الی تعریف التیمم فی البدائع وکثیر من الکتب انہ استعمال الصعید فی عضوین مخصوصین وفی التبیین والجوھرۃ استعمال جزء من الارض وفی التنویر استعمالہ بصفۃ مخصوصۃ وفی الایضاح طھارۃ حاصلۃ باستعمال الصعید وقد قال العلامۃ ش الاستعمال ھو المسح المخصوص کما تقدم کل ذلک فی التعریفات فلا شک ان التراب یستعمل فی العضوین کالماء فی الاعضاء انما الکلام فی انہ ھل یسلب بذلک وصف الطھوریۃ ام لا والمنسھم الی قول الدرایۃ والبنایۃ یجوز التیمم بالتراب المستعمل عندنا فقد سمیاہ مستعملا وابقیاہ طھورا نعم یراد فی الماء بالمستعمل المسلوب الطھوریۃ کنایۃ لانہ حکمہ فان ارید ھذا کان الحاصل ان ھذا التراب یصیر مسلوب الطھوریۃ صورۃ لاحقیقۃ وھذا لایکاد یرجع الی طائل **قال** ولکن الفرق ظاھر بین ھذا وبین قولہ حتی لوضرب یدیہ مرۃ الخ تأمل اھ **اقول** رحمکم اللہ ورحمنا بکم انما عرض لکم ھذا لعدم الفرق بین التراب الحقیقی والحکمی یصیر مسلوب الطھوریۃ حقیقۃ وھو المراد ھھنا قطعا فلا تاویل ولا خلف غیر انہ لایجدیھم لانہ مادام فی عضو واحد لایصیر مستعملا بالاجماع + والا وجب لکل عضو ضربات وھو منتف بلانزاع + بل علی کراھتہ اجماع + وبالجملۃ لم اعلم لھذا الاحتیاط + وجھا یحصل بہ للقلب نشاط + **فان قلت** یلزمھم مثل ذلک فی ما استحسنوا فی صفۃ مسح الراس والاذنین والرقبۃ کماذکرہ فی الخلاصۃ والعنایۃ والمنیۃ وفی الحلیۃ عن الزاھدی عن البحر المحیط وفی النھر وغیرھا من الاسفار الغر وقال فی الحلیۃ توارد ھا غیر واحد من المتاخرین من غیر تعقب اھ وھذا لفظ الخلاصۃ استیعاب الراس سنۃ وکیفیتہ ان یبل کفیہ واصابع یدیہ ویضع بطون ثلثۃ اصابع من کل کف علی مقدم الراس ویعزل السبابتین

https://www.facebook.com/darahlesunnat

والابهامين ويجافى الكفين ويجرهما الى مؤخر الرأس ثم يمسح الفودين بالكفين ويمسح ظاهر الاذنين بباطن الابهامين وباطن الاذنين بباطن السبابتين حتى يصير ماسحًا ببلل لم يصر مستعملا اهـ زاد التاليان والنهر ويمسح رقبته بظاهر اليدين زاد غير الخلاصة والمنية هكذا روت عائشة رضى الله تعالى عنها مسح رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اهـ قال فى الحلية الله تعالى اعلم به نعم مااشتملت عليه الكيفية المذكورة من انه يمسح ظاهر اذنيه بباطن ابهاميه وباطن اذنيه بباطن مسبحتيه هو السنة فى مسحهما كما تقدم فى حديث عمرو بن شعيب واخرجه ابن ماجة ايضا بسند صحيح عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم بمعناه اهـ **اقول**[٣٠٢٤] كلا فان ثم بلة تنفد بالمد فارادوا استحفاظها كيلا يحتاج الى ماء جديد قال فى الفتح اما ما روى انه صلى الله تعالى عليه وسلم اخذ لاذنيه ماء جديدا فيجب حمله على انه لفناء البلة قبل الاستيعاب واذا انعدمت البلة لم يكن بد من الاخذ كما لو انعدمت فى بعض عضو واحد اهـ اما ههنا فليس الا وصف حكمى اكسبته الضربة اليد لتطهير عضو واحد فلا يزول مادامت اليد على احد الاعضاء الثلاثة اعنى الوجه والذراعين ثم رأيت العلامة سعدى افندى قال على قول العناية حتى يصير ماسحا ببلل لم يصر مستعملا مانصه اقول حقيقة وان لم يصر مستعملا حكما فى عضو واحد فلا يخالف ماسيأتى بعد اسطر اهـ اى مما يفيد عدم استعمال الماء فى عضو واحد **اقول**[٣٠٢٥] هذا عين ما فهمته ولله الحمد وقد انقطع به نزاع طال فرده الامام العلامة الزيلعى ووافقه المحقق على الاطلاق وتبعهما ابن امير الحاج بانه لايفيد لانه لابد من الواضع والمد فان كان مستعملا بالوضع الاول فكذا بالثانى فلا يفيد تاخيره اهـ بل قال الامام فقيه النفس الاستيعاب فى مسح الرأس سنة وصورة ذلك ان يضع اصابع يديه على مقدم رأسه وكفيه على فوديه ويمدهما الى قفاه فيجوز واشار بعضهم الى طريق اخر احترازا عن استعمال الماء المستعمل الا ان ذلك لايمكن الا بكلفة ومشقة فيجوز الاول ولا يصير الماء مستعملا ضرورة اقامة السنة اهـ فان كل ذلك مبناه على اخذ الاستعمال بمعنى الحكمى وانما المراد الحقيقى اى ليصير ماسحا ببلل طرى لم يذهب بالمسح ولم يستقله الاستعمال والعلم بالحق عند ذى الجلال ۔ **دوسرا مسئلہ** کہ ایک ہی جگہ پر دونوں ضربیں ہونا یا ایک جگہ سے ایک شخص کا چند بار خواہ یکے بعد دیگرے ایک جماعت کا تیمم کرنا سب روا ہی اسکی تعلیل مین فرمایا کہ یہ مٹی تو ایسی ہی جیسے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ایک شخص کے وضو کے بعد لوٹے میں بچا ہوا پانی کہ دوبارہ خواہ دوسرے کو اُس سے وضو جائز ہے استعمال تو اُسکا ہوا جو ہاتھ میں آئی یہ تقریر علامہ برجندی و فاضل عبدالحلیم رومی نے بطور تنزل ذکر فرمائی کہ مٹی مستعمل نہیں ہوتی اور بالفرض ہو بھی تو وہ ہوگی جو اعضا کو لگ کر جھڑی نہ یہ جسپر ضرب کی شرح نقایہ میں ہے (علی کل طاہر) متعلق بضربتین لا یقال فی یدل الکلام علی ان الضربتین تکونان علی موضع واحد مع ان التراب یصیر مستعملا بالضربۃ الاولی لانا نقول لو سلم ذلک فالتراب المستعمل ھو الذی ینتثر من الوجہ والیدین لا الذی وضع الید علیہ صرح بہ صاحب الخلاصۃ بعینہ اسی طرح حاشیہ درر میں ہے ولفظہ فی الجواب قلت کون التراب مستعملا غیر مسلم ولئن سلم فالتراب المستعمل الخ ظاہر ہے کہ یہ کچھ محل اشتباہ نہیں ہاں خلاصہ و محیط و بدائع کی عبارتیں کہ فتح و بحر سے دلیل دوم میں گزریں بلا اظہار تنزل ہیں خلاصہ ہی کی عبارت جامع الرموز میں لی اور بجائے ضرب شخص دیگر ضرب دیگر سے تصویر کی کہ لو ضرب علی طاہر للوجہ ثم علیہ للید اجزأہ لان المستعمل ھو التراب المستعمل فی الوجہ والید کما فی الخلاصۃ اسی کے مثل بزازیہ و مراقی الفلاح میں ہے اول نے فرمایا التیمم بموضع تیمم بہ اٰخر یجوز لانہ لم یرفع مستعمل الاول اور ثانی نے لعدم صیرورتہ مستعملا لان التیمم بما فی الید اور محیط و بحر کے مثل شامی میں نہر سے ہے کہ لم یصر مستعملا اذ التیمم انما یتأدی بما التزق بیدہ لا بما فضل اور بدائع کے مثل حلیہ اور اسیطرح شلبیہ میں ولوالجیہ سے ہے کہ التراب المستعمل ما التزق بید المتیمم الاول لا ما بقی علی الارض اخیر کے لفظ ہیں جاز لان التراب لا یصیر مستعملا لان المستعمل ما التزق بیدہ وھو کفضل ما فی الاناء علامہ ابرہیم حلبی نے دیکھا کہ مٹی کا ہاتھوں میں لگنا یا چہرہ و دست پر مسح کیا جانا موجب استعمال نہیں ہو سکتا جیسے پانی کہ جبتک بعد استعمال عضو سے انفصال نہ ہو مستعمل نہ ہوگا لہذا قید انفصال زائد کی کہ جاز لانہ لم یصر مستعملا انما المستعمل ما ینفصل عن العضو بعد المسح قیاسا علی الماء شامی میں اسے نقل کرکے مقرر رکھا **اقول** یہی ہے وہ جسے فاضلین برجندی و رومی نے تنزل میں لیا اور یہی ہے وہ جسے امام قوام الدین کاکی و امام بدرالدین عینی نے صراحۃً فرمایا کہ مذہب حنفی میں اُس سے تیمم جائز ہے امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہ کو خلاف ہے بالجملہ ان عبارات کا تنوع یوں آیا و المتأمل لا یخفی علیہ الفرق اذا امعن النظر ان شاء اللہ تعالی رفع شبہہ وہ بحمد اللہ تعالی امام محقق علی الاطلاق و خاتمۃ المحققین علامہ زین بن نجیم رحمہما اللہ تعالی نے بروجہ احسن فرما دیا انھیں عبارات کو نقل کرکے اولاً فرمایا ان سے سمجھا جاتا ہے کہ مٹی کا مستعمل ہونا بھی ایک صورت رکھتا ہے جس سے روشن کہ اُسکا مستعمل ہونا غایت خفا میں ہے پھر اُس صورت کی تعیین فرمائی کہ جس ضرب سے ایک عضو پر مسح کیا اُس سے

دوسرے پر نہیں کرسکتا اور صاف فرمادیا لا غیر۔ لیس غیر بس صرف یہی ایک صورت ہے اور اصلاً کوئی شکل نہیں
جسمین مٹی پر حکم استعمال طاری ہو یہ بداہۃً اُسی تراب حکمی کا حکم ہے کہ حقیقی یہاں قطعاً ساقط النظر بلکہ مسنون الانالہ ہے
تو ثابت ہوا کہ مستعمل فی الوجہ والید یا مستعمل الاول یا ملاقی الید در کنار کہ تراب حکمی کے صاف محتمل ہیں
ماالتزق بیدہٖ سے بھی یہی مراد ہے یعنی وہ وصف تطہیر کہ کفین نے مساس ارض بالنیۃ سے حاصل کیا **اقول** [۳۰۴۹]
اولاً یہ خود عبارت محیط و بحر و نہر وغیرہم سے روشن کہ اُنھوں نے حصر فرمایا کہ تیمم اُسی سے ادا ہوتا ہے جو ہاتھ میں لگے
یہ حصر صحیح نہیں ہوسکتا مگر تراب حکمی میں کہ حقیقی کا ہاتھ میں لگا ہونا قطعاً ضرور نہیں خصوصاً نہر کا اُسکے بعد فرمانا کہ چکنے پتھر پر
ہو تو بالا و لے جائز صراحۃً تناقض ہوجائیگا کہ وہاں حقیقی کا کونسا ذرہ ہاتھ میں لگے گا **ثانیاً** [۳۰۵۰] ایک صاف بات ہے مستعمل ہوگا
مگر مطہر کہ جب دوسرے سے رفع نجاست حکمیہ کرتا ہے وہ اُس سے منتقل ہوکر اس میں آجاتی ہے لہذا دوبارہ تطہیر کے قابل
نہیں رہتا اور جو مطہر ہے وقتِ تطہیر اُسکا وجود لازم کہ مطہر مفید طہارت ہے نہ کہ مُعِد اور تیمم معہود میں وقت مسح وجہ و ذراعین
تراب حقیقی کا وجود لازم نہیں تو ثابت ہوا کہ تیمم معہود میں تراب حقیقی مطہر نہیں اور جب مطہر نہیں تو مستعمل بھی نہیں ہوسکتی
وھو المطلوب اگر کہیے تیمم غیر معہود میں تو تراب حقیقی ہی مطہر ہے چاہیے وہاں مستعمل ہوجائے **اقول** [۳۰۵۱] ہم نے
یہ کہا تھا کہ ہر مستعمل ہوجانے والے کا مطہر ہونا ضرور نہ یہ کہ ہر مطہر کا مستعمل ہونا لازم یہ کلماتِ علما جن سے شبہہ گزرتا تیمم
معہود ہی میں تھے اُس میں ہم نے مبرہن کردیا کہ تراب حقیقی ہرگز مراد نہیں بالجملہ ان کلمات کا **اولاً** نفیس و صحیح و صریح
و رجیح محمل تو یہی ہے کہ مراد تراب حکمی ہے **ثانیاً** ممکن کہ کلام تنزل پر مبنی ہو جسطرح فاضلین برجندی و رومی نے جواب
کیا **ثالثاً** ممکن کہ استعمال سے مراد استعمال حقیقی ہو جیسا علامہ سعدی افندی نے عبارات اولیٰ میں افادہ فرمایا یعنی
ضرب سے جنس ارض مستعمل نہ ہونے پر استدلال مقصود ہے وہ نفی لازم سے ادا فرمایا گیا کہ استعمال حکمی کو استعمال حقیقی لازم
تو فرماتے ہیں کہ یہ کیونکر مستعمل ہو حالانکہ حقیقۃً مستعمل نہیں حقیقۃً استعمال تو اُسی مٹی کا ہے جو ہاتھوں میں لگی رہ **رابعاً** [۳۰۵۲]
کم از کم یہ عبارات موردِ احتمالات ہیں اور وہ نصوص کہ ہم نے ذکر کیے صریح تو اُنھیں پر تعویل لازم **خامساً** [۳۰۵۳] یہ دلیل
کی تقریریں ہیں جو مذہب منقول نہیں اور وہ نصوص خاص مسائل کے احکام میں خصوصاً وہ بھی اسطرح کہ مذہب حنفی
میں مٹی حکمِ استعمال نہیں پاتی اس میں خلاف امام شافعی کو ہے تو بحمدہ تعالیٰ آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ جنس ارض تیمم سے
[۳۰۵۴] اصلاً مستعمل نہیں ہوتی نہ وہ جسپر ضرب کی نہ وہ کہ اعضا پر مسح کیگئی ھکذا ینبغی التحقیق واللہ سبحٰنہ ولی التوفیق وبہ
ظہر ان الصواب مع العلامۃ ط فی نفی الاستعمال عن التراب علی الاطلاق وأُلزم علیہ من العلامۃ ش
حیث قال انما المستعمل ماینفصل عن العضو بعد المسح شرح المنیۃ و نحوہ ماقدمناہ عن النہر وھو

المذکور فی الحلیۃ فافہم اھ اشار بہ کعادتہ کما نبہ علیہ فی خطبتہ الی الرد علی السیّد ط غیر سدید بل یجب ارجاع ما فی الحلیۃ والغنیۃ والنہر الی ما یوافق ما ذکر السید لانہ المنصوص علیہ فی المذہب واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ وبارک وسلم اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین

سوال سوم

مسجد کی دیوار سے تیمم جائز ہے یا نہیں کچھ ورق بنام فتاوٰے رشیدیہ یعنی جوابات رشید احمد **گنگوہی** چھپے ہیں جنکی فہرست کا شروع **کتاب الکفر** سے ہے اُسکے صفحہ ۷۶ پر اس سوال کے جواب میں لکھا تیمم دیوارِ مسجد سے کرنے کو بعض کتب فقہ میں مکروہ لکھا ہے فقط آیا یہ جواب صحیح ہے یا غلط اور کونسی کتاب فقہ میں اسے مکروہ لکھا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

تحریر مذکور صواب سے بیگانہ فقاہت سے برکرانہ محض بے بنیاد کورانہ ہے مذہب حنفی میں اسکی کچھ اصل نہیں نہ کسی کتاب معتمد سے اُسکی کراہت مستبین نہ ایسی نقل مجہول کسیطرح قابلِ قبول نہ ایسا ناقل التفات کے قابل نہ اُسپر شرع سے کوئی دلیل اور قول بے دلیل مردود و ذلیل بلکہ کتب معتمدہ سے اُسکا بطلان روشن جنسے گر نہ بیند بروز پردہ بر افگن تیمم میں دو ضرب ہوتی ہیں اس بیان میں ہم دو ہی ضرب پر اکتفا کریں **ضرب اول** زعم مذکور کا بے اصل و بے دلیل ہونا یہ تو بدیہی کہ بعض کتب کوئی سند نہیں۔ نہیں معلوم کیسی کتاب کسکی کتاب اُسکی کیا عبارت کیا مفاد۔ ناقل نے کیا سمجھا کیا مراد۔ خود ناقل کو بھی اُسپر جزم نہ اعتماد۔ کہ طرز بیان سے تبرّی عہدہ مستفاد۔ بعض کتب میں رطب و یابس سب کچھ ہوتا ہے اگر ناقل کے نزدیک وہ کتاب اور اُسکا وہ حکم لائق اعتماد ہوتا سائل کو حکم بتاتا جسطرح اسی جواب میں مسجد کے اندر وضو کو بتایا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک منع اور گناہ ہے اُسکے متصل ہی یہ الفاظ ہیں یہاں یہ نہ کہا کہ مکروہ ہے بلکہ یہ کہ بعض کتب میں مکروہ لکھا اُسکی بے اصلی کا اتنا ہی بیان بس ہے۔ رہا بے دلیل ہونا اگر یہاں شبہہ گزر سکتا تھا تو دو ہی وجہ سے یکم پانی پر قیاس اور وہ محض جہل و وسواس **اولا** ہم ثابت کر آئے کہ تیمم سے جنس ارض اصلا مستعمل نہیں ہوتی بخلاف آب اور آب مستعمل اگرچہ مذہب صحیح میں طاہر ہے مگر قذر ہے یعنی گھن کی چیز اور مسجد کو ایسی اشیا سے بچانا واجب جیسے لعابِ دہن و آبِ بینی **ثانیا** اگر بفرض غلط تسلیم کریں کہ مٹی زمین اور ہاتھوں پر مسح ہو کر چھوٹتے ہی مستعمل ہو جاتی ہے تو آجکل عامہ مساجد کی دیواریں پختہ و گچ کردہ ہیں او ر اگر کوئی کچی بھی ہے تو کہگل کی ہوئی یا صاف لسی ہوئی اُن میں یہ مٹی کہاں تو اُنکی دیواروں پر تیمم کیوں مکروہ **ثالثا** دیواریں عام طور پر ایسی بنائی جاتی ہیں جن پر ہاتھ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

رکھے سے اُنکے اجزا نہیں چھوٹتے اور باہر سے آیا ہوا غبار کہ ہوا نے لاکر ڈالا ہوا جزائے مسجد سے نہیں تو غالب صور مین جو مٹی ہاتھ کو لگے گی مسجد کی نہ ہوگی ورنہ مسجد سے گرد و غبار صاف کرنا منع ہو کہ اجزائے مسجد کا اُس سے چھڑانا اور دُور کرنا ہی رابعًا علمائے کرام تصریح فرماتے ہین کہ زمین مسجد پر جو مٹی پھیلی ہوئی ہے کیچڑ کے تنسنے پاؤں اُس سے پوچھنا مکروہ ہے[٣٥٩] کہ یہ زمین مسجد ہی سے پوچھنا ہوگا پھیلا ہوا غبار حائل نہ سمجھا جائیگا اور[٣٦٠] اگر گرد جھاڑ کر مسجد کے کسی گوشے مین جمع کر دی ہو تو اُس سے پوچھنے مین حرج نہین فتاوی امام قاضیخان و تجنیس امام صاحب ہدایہ و محیط سرخسی و بحرالرائق و فتاوی ہندیہ وغیرہا کتب کثیرہ معتمدہ مین ہے واللفظ للخانیۃ یکرہ مسح الرجل من طین و ردغۃ باسطوانۃ المسجد او بحائط وان مسح بتراب فی المسجد ان کان ذلک التراب مجموعا فی ناحیۃ غیر منبسط لا باس بہ وان کان منبسطا مفروشا یکرہ لانہ بمنزلۃ ارض المسجد جب یہ جمع کی ہوئی مٹی کہ خود زمین مسجد پر ہے جو اُس مسجد ہی جسکا تعلق مسجد سے ابھی بالکلیہ منقطع بھی نہ ہوا اُس سے کیچڑ کے پاؤن پوچھنا کہ فی الحال تقذیر ہے مکروہ نہ ہوا تو یہ مٹی کہ دیوار مسجد پر تھی جو فرعِ مسجد اور حکم مسجد مین ہے اور ہاتھون مین لگ کر دیوار مسجد سے بھی یکسر منقطع ہوگئی مونھ اور ہاتھون پر پھیرنا کہ فی الحال موجب استعمال بھی نہین کیونکر مکروہ ہو سکتا ہے **دوم** دیوار مسجد وقف ہے اور وقف اُسی کام مین لایا جا سکتا ہے جس غرض کے لیے وقف کیا گیا دوسرے کام مین لانا منع ہے خصوصًا مسجد کہ اُسکا معاملہ عامۂ اوقاف سے بھی تنگتر ہے اور تیمم دوسرا کام ہے کہ دیوار مسجد اس غرض کے لیے نہین بنائی جاتی۔ شاید گنگوہی خیال مین تو وہی پانی پر قیاس باطل ہوگا کہ مسجد مین وضو کے ساتھ اسے ذکر کیا اور ایسے اذہان سافلہ و عقول ناقصہ سے کچھ مستبعد نہین کہ یہ شبہہ بھی گزرے جو اول سے افسد ہے تیمم[٣٦٠] جو کچھ تصرف ہے اپنے چہرہ و دست پر ہے دیوار سے صرف چھونے ہاتھ لگانے کا تعلق ہوگا یہ دیوار مین کوئی تصرف نہ کہلائیگا ورنہ مکروہ نہین بلکہ حرام ہوتا اور نہ صرف دیوار مسجد بلکہ دیوار ہر وقف بلکہ دیوار یتیم بلکہ ہر نابالغ بلکہ بے اذن مالک ہر دیوار مملوک سے تیمم کرنا بلکہ اُسپر ہاتھ لگانا یا اُنگلی سے چھونا یا دیوار مسجد سے پیٹھ لگانا سب حرام ہوتا اور اسکا قائل نہ ہوگا مگر سخت جاہل ہاتھ لگانے سے دیوار کا کچھ خرچ نہین ہوتا[٣٦١] چراغ مین تیل بتّی کا خرچ ہے پھر بھی مسجد کے چراغ سے کہ مسجد کے لیے روشن ہے خط پڑھنا یا کتاب دیکھنا یا سبق پڑھنا پڑھانا بلاشبہہ روا ہے فتاوی خانیہ و فتاوی ہندیہ مین ہے ان اراد انسان ان یدرس کتابا بسراج المسجد ان کان سراج المسجد موضوعا فی المسجد للصلاۃ قیل لا باس بہ وان کان موضوعا فی المسجد لا للصلاۃ بان فرغ القوم من صلاتہم وذھبوا الی بیوتہم وبقی السراج فی المسجد قالوا لا باس بان یدرس بہ الی ثلث اللیل وفی مازاد علی الثلث لا یکون لہ حق التدریس **ضرب دوم** کتب معتمدہ مین زعم گنگوہی کا

خلاف **اولاً** یہی پاؤں پوچھنے کا مسئلہ کہ تین وجہ سے بحکم دلالۃ النص دیوارِ مسجد سے جوازِ تیمم پر دلیل صاف کما مر تقریرہ **ثانیاً** نمبر اکیسو بیالیس میں گزرا کہ مسجد میں احتلام واقع ہوا اور نکلنا چاہے تو بہت اکابر نے بے تیمم کیے فوراً نکل جانے کی اجازت دی اور تیمم کرکے نکلنا صرف مستحب رکھا ذخیرہ و حلیہ و ہندیہ و تاتارخانیہ و خانیہ و جبات الغسل و خزانۃ المفتین و نہر الفائق و شراج وہاج و در مختار و رد المحتار و طحطاوی علی مراقی الفلاح و ابو السعود و طحطاوی علی الدر المختار میں اسی پر جزم و اعتماد فرمایا ظاہر ہے کہ یہ تیمم غالباً نہ ہوگا مگر دیوار یا زمین مسجد سے اگر ان سے تیمم مکروہ ہوتا تو ایک امر جائز سے بچنے کے لیے ہرگز اسکی اجازت بھی نہ ہوتی نہ کہ مستحب قرار پاتا یہ استحباب علما کراہت گنگوہی کا صریح دافع ہے والله المجد والله تعالٰی اعلم ۔ وصلی الله تعالٰی وبارك وسلم ۔ علی الحبیب الاکرم ۔ والشفیع الاعظم ۔ ھادی الامم ۔ الی الطریق الامم ۔ واٰلہ وصحبہ ذوی الجود والکرم ۔ والحمد لله رب العلمین علی ما ھدی وعلم ۔ وعلمہ عز شانہ اتم ۔ وحکمہ جل مجدہ احکم ۔

رسالہ باب العقائد والکلام ۱۳۳۵ھ

جسکا رسالہ حسن التعمم میں وعدہ تھا ۔ یہ بیان اگرچہ مسائل تیمم و طہارت ظاہری سے جدا ہے مگر باذنہ تعالٰی طہارت باطن کا اعلٰی ذریعہ ہے جسطرح قرآن عظیم نے مسائل طلاق کے وسط میں تاکید نماز کا ذکر فرمایا کہ حافظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ الوسطٰی وقوموا لله قانتین نگہداشت کرو نمازوں اور خصوصاً نماز اوسط کی اور اللہ کے حضور ادب سے کھڑے ہو اسی سنت کریمہ کے اتباع سے یہ مسائل تیمم کے وسط میں عقائد اسلام کی یاد دہانی ہے مولٰی تعالٰی قبول فرمائے اور مسلمانوں کیلیے ذریعہ ثبات ایمان بنائے اور اسکے کرم پر دشوار نہیں کہ بعض مخالفین کو بھی اس سے راہ ہدایت دکھائے وبالله التوفیق

بسم الله الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذی ھدانا للایمان ۔ واٰتانا القراٰن والفرقان ۔ والصلاۃ والسلام الاتمان الاکملان ۔ علی من اعطانا العلم بربنا فصح لنا الایمان ۔ وعلی اٰلہ وصحبہ وتابعیہم باحسان ۔ جانا جس نے جانا اور جس نے نہ جانا وہ اب جانے کہ اللہ عزوجل کو جاننا بحمدہ تعالٰی مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے کوئی کافر کسی قسم کا ہو ہرگز اسے نہیں جانتا کفر کہتے ہی جہل باللہ کو ہیں ۔ یہاں ناواقفوں کو ایک شبہہ گزرتا ہے جسکا جواب کاشف صواب و رافع حجاب والتوفیق من الله الوھاب

تقریر شبہہ کافروں کے متعدد فرقے اللہ تعالٰی کو جانتے بلکہ مانتے بھی ہیں فلاسفہ تو اسکی توحید پر دلائل قائم کرتے ہیں یہود و نصارٰی توریت و انجیل اور مجوس اپنے زعم میں ژند و استا کو اسی کا کلام جانکر اعتقاد رکھتے ہیں آریہ اگرچہ وید کو اسکا کلام نہیں جانتے مگر بزعم خود اسیکا الہام مانتے اور اسی کو مالک و خالق کل اعتقاد کرتے اور توحید کا محض جھوٹا دم بھرتے ہیں

ہنود وغیرہم بت پرست تک کہتے ہیں کہ سارے جہان کا مالک سب خداؤں کا خدا ایک ہی ہے عرب[۲۰۹۶] کے مشرک کہا کرتے
مانعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفٰی یعنی وہ تو ان بتوں کو صرف اسلیے پوجتے ہیں کہ بت انھیں اللہ سے قریب کردیں
اور لبیک میں کہا کرتے لبیک لاشریک لک الا شریکا ھو لک تملکہ وما ملک ہم تیری خدمت کو حاضر ہیں تیرا کوئی
شریک نہیں مگر وہ شریک کہ تیرا ہی مملوک ہے تو اُسکا بھی مالک اور اُسکی مِلک کا بھی مالک جب وہ لاشریک لک تک پہنچتے
کہ تیرا کوئی شریک نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ویلکم قط قط تمھیں خرابی ہو بس بس یعنی آگے نہ بڑھو
استثنا نہ گڑھو رب عزوجل فرماتا ہے ولئن سألتھم من خلق السمٰوٰت والارض لیقولن اللہ اور اگر تم اُن سے پوچھو کہ
آسمان وزمین کس نے بنائے ضرور کہیں گے اللہ نے۔ اور کلمہ گو فرقوں میں جو مرتد ہیں وہ تو نبی و قرآن سبھی کو جانتے قال اللہ
وقال الرسول سے سند لاتے نمازیں پڑھتے روزے رکھتے ہیں جیسے قادیانی نیچری چکڑالوی وہابی رافضی دیوبندی غیر مقلد
خذلھم اللہ تعالی اجمعین پھر کیونکر کہا جائے کہ یہ اللہ عزوجل کو جانتے ہی نہیں۔ ہاں نرے دہریوں کی نسبت یہ کہنا ٹھیک ہے
جو اللہ تعالی کو مانتے ہی نہیں **تقریرِ جواب** بعون الوہاب **اقول**[۲۰۹۷] وباللہ التوفیق ایجاب وسلب متناقض ہیں جمع نہیں
ہو سکتے وجود شی اُسکے لوازم کے وجود کا مقتضی اور اُنکے نقائض ومنافیات کا نافی ہے کہ لازم کا منافی موجود ہو تو لازم نہ رہے
اور لازم نہ ہو تو شی نہ ہو تو ظاہر ہوا کہ سلب شے کے تین طریقے ہیں اول خود اُسکی نفی مثلاً کوئی کہے انسان ہے ہی نہیں دوم
اُسکے لوازم سے کسی شی کی نفی مثلاً کہے انسان تو ہے لیکن وہ ایک ایسی شے کا نام ہے جو حیوان یا ناطق نہیں سوم اُنکے منافیات
سے کسی شی کا اثبات مثلاً کہے انسان حیوان ناہق یا صاہل ہے عبارت ہی ظاہر ہے کہ ان دونوں پچھلوں نے اگرچہ زبان سے
انسان کو موجود کہا مگر حقیقۃً انسان کو نہ جانا وہ اپنے زعم باطل میں کسی ایسی چیز کو انسان سمجھے ہوئے ہیں جو ہرگز انسان نہیں
تو انسان کی نفی اور اُس سے جہل میں یہ دونوں اور وہ پہلا جس نے سرے سے انسان کا انکار کیا سب برابر ہیں فقط لفظ
میں فرق ہے مولٰی عزوجل کو جمیع صفات کمال لازم ذات اور جمیع عیوب ونقائص اُس پر محال بالذات کہ اُسکے کمال ذاتی کے
منافی ہیں کفار میں ہرگز کوئی نہ ملے گا جو اُسکی کسی صفت کمالیہ کا منکر یا معاذ اللہ اُسکے لیے کسی عیب ونقص کا مثبت نہ ہو
تو دہریے قسم اول کے منکر ہیں کہ نفسِ وجود سے انکار رکھتے ہیں باقی سب کفار دو قسم اخیر کے منکر ہیں کہ کسی کمالِ
لازم ذات کے نافی یا کسی عیب منافی ذات کے مثبت ہیں بہرحال اللہ عزوجل کو نہ جاننے میں وہ اور دہریے برابر ہوئے
وہی لفظ وطرز ادا کا فرق ہے دہریوں نے سرے سے انکار کیا اور ان قہریوں نے اپنے اوہام تراشیدہ کا نام خدا رکھکر لفظ کا
اقرار کیا مولٰی سبحنہ وتعالی فرماتا ہے ارءیت من اتخذ الٰھہ ھوٰیہ دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو خدا بنالیا ولہذا کریمہ
لیقولن اللہ کے تتمہ میں ارشاد ہوا قل الحمد للہ بل اکثرھم لا یعلمون اگر اُن سے پوچھو کہ آسمان وزمین کا خالق کون ہے

مسئلہ ۱ شرک کی تعریف

مسئلہ ۲ جمیع صفات کمال اللہ عزوجل کیلئے لازم ذات ہیں اور جمیع عیوب ونقائص اس پر محال بالذات

https://www.facebook.com/darahlesunnat

کہیں گے اللہ قل الحمد للہ تم کہو حمد اللہ کو کہ اُسکے منکر بھی ان صفات میں اُسیکا نام لیتے ہیں اپنے معبود ان باطل کو اس لائق نہیں جانتے۔ مگر کیا اس سے یہ کوئی سمجھے کہ وہ اللہ کو جانتے ہیں نہیں نہیں بل اکثرھم لا یعلمون ○ اکثر اُسے جانتے ہی نہیں ان ھم الا یخرصون ○ وہ تو یونہیں اپنی سی اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔ جیسے اور بہتیرے معبود گڑھ لیے کہ ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم واباؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطٰن وہ تو نرے نام ہیں کہ تمنے اور تمہارے باپ دادوں نے دھر لیے اللہ نے اُنکی کوئی سند نہ اُتاری یونہیں اپنی اندھی اٹکل سے ایک سب سے بڑی ہستی خیال کرکے اُسکا نام اللہ رکھ لیا ہے حالانکہ وہ اللہ نہیں کہ جس صفات کی اُسے بتاتے ہیں اللہ عزوجل اُنسے بہت بلند و بالا ہے تعٰلی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا ○ سبحٰن رب العرش عما یصفون ○ رہا یہ کہ یہاں اکثر سے نفی علم فرمائی **اقول** [۳۰۶۷] **اولاً** دفع شبہہ کو اتنا ہی کافی کہ آخر یہ اُنکے اکثر سے نفی ہے جو اقرار کرتے تھے کہ آسمان و زمین کا خالق اللہ ہی ہے معلوم ہوا کہ اُنکا اقرار باللہ منافی جہل باللہ نہیں اور ہمارے سالبہ کلیہ کی نفی نہ فرمائیگا کہ یہ مفہوم لقب سے استدلال ہوا اور وہ صحیح نہیں اکثر سے نفی سلب جزئی ہوئی اور سلب جزئی سلب کلی کو لازم ہے نہ کہ اُسکا منافی **ثانیاً** [۳۰۶۸] [ف۱] ایسی جگہ اکثر پر حکم فرمانا قرآن عظیم کی سنت کریمہ ہے حالانکہ وہ احکام یقیناً سب کفار پر ہیں اوکلما عٰھدوا عھدا نبذہ فریق منھم بل اکثرھم لا یؤمنون ○ فان اکثرکم فسقون ○ و لکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب واکثرھم لا یعقلون ○ ولکن اکثرھم یجھلون ○ یرضونکم بافواھھم وتابٰی قلوبھم واکثرھم فسقون ○ یعرفون نعمت اللہ ثم ینکرونھا واکثرھم الکفرون ○ کافروں کو فرمایا اُن میں اکثر ایمان نہیں رکھتے اُنکے اکثر فاسق ہیں اُنکے اکثر بے عقل ہیں اُنکے اکثر جاہل ہیں اُنکے اکثر کافر ہیں حالانکہ وہ سب ایسے ہی ہیں یونہیں بیان فرمایا کہ اُنکے اکثر نہیں جانتے حالانکہ اُن میں کوئی بھی نہیں جانتا یہانتک کہ شیاطین کے بارے میں فرمایا یلقون السمع واکثرھم کٰذبون اُن میں اکثر جھوٹے ہیں حالانکہ یقیناً وہ سب جھوٹے ہیں اور اسکے سوا اور آیات کثیرہ اب [ف۲] یا تو یہ کہ اکثر سے کُل مراد ہے جیسے کبھی کُل سے اکثر مراد ہوتا ہے کریمہ وما یتبع اکثرھم الا ظنا کے تحت میں مدارک التنزیل میں ہے المراد بالاکثر الجمیع معالم التنزیل میں ہے اراد بالاکثر جمیع من یقول ذلک شہاب علی البیضاوی میں ہے یعنی ان الاکثر یستعمل بمعنی الجمیع کما یرد [ف۳] القلیل بمعنی العدم وحمل النقیض علی النقیض حسن وطریقۃ مسلوکۃ اھ

اقول [۳۰۶۹] [ف۴] لکن لاشک ان منھم من لا یتبع ظنا ولا وھما ولا ادنی شبہۃ انما یتبع ھوی نفسہ عنادا و استکبارا الیعرفونہ کما یعرفون ابناءھم۔ فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکفرین ○ وجحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم ظلما وعلوا وقد [ف۵] سلفت الآیۃ یعرفون نعمت اللہ ثم ینکرونھا ونعمۃ اللہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قالہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما **اقول** [۳۰۷۰] یا یہ کہ اُن میں سے جو علمِ الٰہی میں ایمان لانیوالے تھے

ف۱: قرآن کریم کی ایک سنت کریمہ ...

ف۲: کبھی اکثر بول کر کل اور قلیل بول کر عدم مراد لیتے ہیں۔

رد العقائد

ف۳: ...

ف۴: تطفل علی العلامۃ الخفاجی۔

ف۵: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام جہان کیلئے نعمت ہیں۔

انکا استثنا فرمایا جاتا ہے وھو مسلک حسن نفیس ذھب الیہ خاطری بحمد اللہ تعالٰی اول وھلۃ ثم رأیت العلامۃ ابا السعود اشار الیہ فی ارشاد العقل السلیم حیث قال تخصیص اکثرھم للتلویح بما سیکون من بعضھم من اتباع الحق والتوبۃ مشرکین کا جہل باللہ تو اسی کریمہ سے ثابت جس سے اُنکے جاننے پر شبہہ میں استدلال تھا مد میان توحید پر کلام کیجیے جن میں نصارٰی بھی باوصف تثلیث اپنے آپکو شریک کرتے ہیں اور شرع مطہر نے بھی اُنکے احکام کو احکام مشرکین سے جدا فرمایا وباللہ التوفیق **فاقول** **فلاسفہ** ایسے کو خدا کہتے ہیں جو صرف ایک عقل اول کا خالق ہے دوسری چیز بنا ہی نہیں سکتا تمام جزئیات عالم سے جاہل ہے۔ اپنے افعال میں مختار نہیں۔ اجسام کو معدوم کرکے پھر نہیں بنا سکتا ولہذا حشر اجساد کے منکر ہیں۔ آسمان اُس نے نہ بنائے بلکہ عقلون نے اور ایسے مضبوط گڑھے کہ فلسفی خدا انھیں شق نہیں کر سکتا ولہذا قیامت کے منکر ہیں وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ۔ کیا اُنھوں نے خدا کو جانا حاش للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون ○ **آریہ** ایسے کو ایشر کہتے ہیں جسکے برابر کے ہم عمر دو واجب الوجود اور ہیں روح و مادہ۔ ایشر نہ انکا خالق نہ انکا مالک اور ناحق ناروا انھیں دبائے بیٹھا انپر ظالمانہ حکم چلا رہا ہے۔ ایسے کو جسکا اصلا کوئی ثبوت ہی نہیں آریہ نے زبردستی مان رکھا ہے۔ جب روح و مادہ بے کسی کے بنائے آپہی ازل سے موجود ہیں تو کیا آپہی اپنا میل نہیں کر سکتے تو جونوں کے بننے میں بھی اُسکے وجود پر دلیل نہیں۔ رہا جونوں کا بدلنا وہ کرم کے ہاتھ ہے ایشور کی کیا حاجت اور اُسکے ہونے پر کیا دلیل۔ ایسے کو جو مان رکھتا ہے اور وہ اُسکی جان کی حفاظت کرتی ہے تو باپ بھی ضرور ہوگا کہ خود آریہ ولادت مسیح علیہ الصلاۃ والسلام پر کہتے ہیں کہ بے باپ ولادت نرا مضحکہ ہے جب ایشور کے ہوتے ہوئے بے باپ ولادت نہیں ہو سکتی تو جب ایشور بھی نہ تھے اُنکی ماتا آپ سے آپ کیسے گڑھ کر لاتی۔ اور خاکی انڈا ہو بھی تو گندا۔ ایسے کو جو بستر پر بیمار پڑا اور اپنی ماں کو دوا کے لیے پکار رہا ہے وید آتے اور اُسکا تنگ حال دیکھکر سخت کڑھتے اور سر ہلاتے ہیں ایسے کو جس سے زیادہ علم و عقل والے موجود ہیں یہ اپنی بیماری میں جنکی دوہائی دیتا اور چیخ رہا ہے کہ او سیکڑوں طرح کے عقل و علم والو تمھاری ہزاروں بوٹیاں ہیں اُنسے میرے شریر کو نرورگ کرو ارے ماتا جان تو بھی ایسا ہی کر۔ ایسے کو جو گونگا ہے اصلا بول نہیں سکتا (اور یہ دوا کے لیے دوہائی تہائی کون مچا رہا تھا) بات تو یون نہیں کرتا کہ انسان کی مشابہت نہ پیدا ہو مگر وید اتارنے کے لیے رشیوں کو بینڈ باجے کی طرح بجاتا اور کٹھ پتلیوں کی مانند نچاتا ہے فضیلت انسانی میں مشابہت گوارا نہ ہوئی اور بجانے نچانے کے رذیل کاموں میں شرکت کی ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست ہ اس بجنے ناچنے میں جو کچھ رشیوں کے سر بولے وہ اُسکی الہامی کتاب وید ہے۔ ایسے کو جس نے نیوگ جیسی بےحیائی کو ذریعہ نجات کیا ہے ایسے کو جسکے ہزار سر ہیں دو موتے سانپ سے پانسو حصے سوا ہزار آنکھ ہیں ہر سر میں ایک ہر منہ

کانا۔ یا بعض چہروں میں کئی کئی باقی چہروں سے اندھا ہزار پاؤں ہیں کھنکھجورا تو نہیں جیسے ہزار پلک کہتے ہیں۔ ایسے کو جو زمین پر ہر جگہ ہے الٹا سیدھا نت کی کلا کو بھی مات کیا اور کلام حرام کہ انسان سے مشابہت نہ ہو پھر جگہ پاخانہ بھی ہے سیدھا ہوتا تو پاؤں ہی بھرتے الٹا بھی ہی تو سر بھی سنا تب بھی دس انگلی کے فاصلے پر ہر آدمی کے آگے بیٹھا ہے تو ہر جگہ کب ہوا پھر دو آدمی آمنے سامنے دس انگل کے فاصلے سے ہوں تو ان میں ہر ایک ایشور کا جگہ میں شریک ہوا اور دو انگل کے فاصلے پر ہوں تو ایشور آٹھ آٹھ انگل ہر ایک کے پیٹ میں گھسا ٹھہرا۔ ایسے کو جو سر دبا یک ہی ہر چیز میں حلول کیے ہوئے ہی ہر مادہ کی فرج ہر شخص کی مقعد ہر پاخانے کی ڈھیری میں نجاست کا کیڑا بھی اتنا گھنونا تو نہیں ہوتا۔ پھر یہ سب جگہ رہا ہوا ایک ہی ایشور ہے یا ہر جگہ نیا۔ بر تقدیر دوم ایشوروں کی گنتی تمام مخلوقات کے شمار سے بڑھ نہ گئی تو برابر ضرور رہی اسی پر توحید کا دم بھرتے ہیں بر تقدیر اول ایشور کے سنکھوں جہاسنکھوں ٹکڑے ہوئے کہ ذرّے ذرّے بھر جگہ میں اُسکا نیا ٹکڑا ہے تو ایشور مرکب ہوا اور ہر مرکب محتاج ہے کہ جبتک اُسکے سب جز اکٹھے نہ ہوں نہیں ہو سکتا تو ایشور محتاج ہوا۔ پھر جب ہر جگہ رہا ہوا ہی فرض کرو ایک شخص نے دوسرے کے جوتا مارا تو یہ فضا جسمیں جوتا چلکر اُسکے بدن تک گیا اس میں بھی ایشور تھا یا نہیں نہ کیونکر ہوگا کہ وہ سب جگہ ہے اور جب یہاں بھی تھا تو جوتا آتے ہوئے دیکھکر ہٹ گیا یا جوتا اُسکے اندر ہوتا ہوا گزر گیا ہٹ تو سکتا نہیں ورنہ ہر جگہ کب رہا یہ جگہ خالی ہو جائیگی ضرور جوتا اُس میں ہو کر گزرا عجب ایشور کہ جوتے سے پھٹ گیا پھر اُس شخص کے جس حصۂ بدن پر جوتا پڑا وہاں بھی ایشور تھا یا نہیں نہ کیسے ہوگا ورنہ ہر جگہ نہ رہیگا اور جب وہاں بھی تھا تو اب بتاؤ کہ یہ جوتا کس پر پڑا۔ کاش نرا اُلٹا ہوتا تو پاؤں پر لگتا سیدھا بھی ہے تو سر پر پڑا۔ یہ ہیں آریہ اور اُنکا ایشور کیا اُنھوں نے خدا کو جانا حاشا للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون ○ **مجوس** ایسے کو خدا کہتے ہیں جسکے برابر کی چوٹ کا دوسرا خالق شیطان ہی پھر بعض کے نزدیک تو شیطان اُسکا مخلوق ہی نہیں اُسی کیطرح واجب الوجود ہی خود بخود موجود ہے جب تو شیطان اُسکا ہمسر ہونا ظاہر اور جنکے نزدیک وہ بھی اُسی سے پیدا ہوا وہ اور سخت اعجوبہ ہی یزدان سے کوئی جزئی شر تو اسلیے نہ بن سکا کہ وہ خیر محض ہی اُس سے شر کیونکر پیدا ہو مگر اہرمن کہ ہر شر کی جڑ اور کلی شر ہے اُس سے پیدا ہو گیا اور جب سب شر اہرمن سے پیدا ہیں اور اہرمن یزدان سے تو جملہ شرور کا ٹھیکا یزدان ہی کے ماتھے رہا ایسے کو جسے بیٹھے بٹھلائے ایک دن فکر ہوئی کہ اگر کوئی میرا مخالف ہو تو کیسا ہو اس خیال فاسد سے ایک دھواں اُٹھا جو شیطان بنا اور اُس نے قوت پکڑی یہانتک کہ لشکر جوڑ کر یزدان کے مقابل ہوا مجوس کا یزدان اُسکے مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگا اور جنت میں قلعہ بند ہوا اہرمن تین ہزار برس جنت کا محاصرہ کیے رہا یزدان اُسکا کچھ نہ بگاڑ سکا آخر فرشتوں نے بیچ بچاؤ کر کے تصفیہ کرا دیا کہ سات ہزار برس دنیا میں شیطان سلطنت کرے پھر ملک یزدان کو سونپ دے مجوس کا یزدان طول محاصرہ سے

باب العقائد

عاجز آچکا تھا جبراً قہراً قبول کیا اور آپ اُس سے عافضول کہ وہ دُنیا کی سلطنت سے معزول ایسے کو جنسے بیٹے کیلیے ماں باپ کی بی بی جیسی بہیایان حلال کی ہین۔ کیا انھون نے خدا کو جانا حاشَ ﷲ سبحٰن ربّ العرش عما یصفون ○ **یہود** ایسے کو خدا کہتے ہین جو آسمان و زمین بناکر اسنا تھکا کہ عرش پر جاکر پاؤن پر پاؤن رکھکر چت لیٹ گیا ایسے کو جو اُن مین بعض کے نزدیک عزیر کا باپ ہی۔ ایسے کو جو ایک حکم دیکر اُسکا پابند ہوجاتا ہے زمانہ و مصالح کتنے ہی بدلین اُسکے بدلے دوسرا حکم نہین بھیج سکتا ولہذا نسخ کے منکر ہین اور شریعت موسوی کو ابدی کہتے اور اس صریح کذب کا افترا اپنے معبود کے سر دھرتے ہین ایسے کو جسنے آپہی قوم نوح پر طوفان بھیجا پھر اپنی اس حرکت پر ایسا نادم ہوا اتنا رویا کہ آنکھیں دُکھ آئین نسخ تو پچپتانا ٹھہرکر محال حالانکہ اُسے پچپتانے سے کوئی تعلق نہین رات کو دن کرتا ہی پھر دن کو رات کردیتا ہے کوئی مجنون ہی اسے پچپتانا کہیگا جب احکام تکوینیہ مین یہ ہے احکام تشریعیہ مین کون مانع ہی خیر وہ تو پچپتانے کے خوف سے نہ بدل سکے مگر آدم کو بناکر پچپتایا اور طوفان بھیجکر تو پچپتانے کا وہ طوفان آیا جس نے رُلا رُلا کر آنکھوں کا یہ دن کر دکھایا ایسے کو جس نے یہودی کے لیے اُسکی سگی بہن حلال کی اور توریت مین اُسکی حرمت غلط لکھدی اسلیے کہ شریعت آدم مین یقیناً حلّت تھی اب حرام کرے تو منسوخی حکم سے پچپتانا ٹھہرے۔ ایسے کو جس نے خلیل و سمعیل علیہما الصلاۃ والتسلیم کی دعا قبول کی اور ان سے کہا کہ مین نے اسمعیل و اولاد اسمعیل کو برکت دی اور تمام خیر و خوبی اُن مین رکھی عنقریب تمام امتون پر اُنھین غالب کرونگا اور اُن مین اُنھین مین سے اپنا رسول اپنے کلام کے ساتھ بھیجونگا۔ پھر کیا کچھ نہین بلکہ انکا عکس کیا جیسا یہود دیکھتے ہین۔ ایسے کو کہ نہ توریت اُسکی کتاب نہ موسیٰ سے اُسکا کلام یہ سارے کرشمے ایک فرشتے کے ہین۔ کیا انھون نے خدا کو جانا حاشَ ﷲ سبحٰن ربّ العرش عما یصفون ○ **نصارےٰ** ایسے کو خدا کہتے ہین جو مسیح کا باپ ہی اور مزہ یہ کہ اُسکے بھائیون کا بھی باپ ہی اُسکے شاگردون کا باپ ہی اُسکے چھوٹے جھنڈ کا باپ ہی ہر عیسائی کا باپ ہی پھر ہر مصلح کا باپ ہے خود آدمیون سکے باپ آدم کا باپ ہی تو ہر بشر کا باپ ہے یہانتک کہ حکم ہی کہ زمین پر کسی کو اپنا باپ مت کہو کیونکہ تمھارا ایک ہی باپ ہی جو آسمان پر ہے۔ پھر تو نات پودہ پھیلی ہوئی ہے اور پھر اکیلا مسیح اُسکا اکلوتا۔ ایسے کو جو اپنے اکلوتے کو سولی سے نہ بچا سکا۔ ایسے کو کہ جب اُسکا بیگناہ اکلوتا یہان کی مصیبت جھیل کر وہان ہان عیسائیون کا خدا مخلوق کے مارے سے دم گھٹکر باپ کے پاس گیا اُس نے اکلوتے کی یہ عزت کی اُسکی مظلومی و بیگناہی کی یہ داد دی کہ اُسے دوزخ مین جھونک دیا اور دون کے بدلے اُسے تین دن جہنم مین بھونا۔ ایسے کو جو روٹی اور گوشت کھاتا ہی اور سفر سے آکر اپنے پاؤن دُھلواکر درخت کے نیچے آرام کرتا ہے درخت اونچا اور وہ نیچا ہی۔ ایسے کو جو فقط زندون کا خدا ہی مُردون کا نہین جو جو مرتے جاتے ہین اُسکی خدائی سے نکلتے جاتے ہین ایسے کو جو اپنے ایک بندے سے رات کو صبح ہونے تک کشتی لڑا اور اُسے گرا نہ سکا جب

دیکھا کہ مین اسپر غالب نہین آتا اُسکے پاؤن کی نس چڑھا کر کمزور کیا۔ ایسے کو جسکا بیٹا اُسے جلال بخشتا ہی آریون کے ایشور کی تو مان اُسکی جان کی حفاظت کرتی تھی عیسائیون کے خدا کا بیٹا اُسے عزت بخشتا ہی کیون نہ ہو سپوت ایسے ہی ہوتے ہین اسپر پھر اُسے سخیطا جہنم مین جھونکنا کیسی محسن کشی ناانصافی ہے۔ ایسے کو جو یقیناً دغاباز ہی پچتاتا بھی ہے تھک جاتا بھی ہے۔ ایسے کو جسکی دو جوروئین ہین دونون اُلٹی زناکار حد بھر کی فاحشہ۔ ایسے کو جسکے لیے زنا کی کمائی فاحشہ کی خرچی کمال مقدس پاک کمائی ہے۔ ایسے کو جسنے باندی غلام بنانا جائز رکھکر نصاریٰ کے دھرم مین حد درجے کی ناپاک ظالمانہ وحشیانہ حرکت کی اور پھر خالی کام خدمت ہی کے لیے نہین بلکہ ہوسے کو حکم دیا کہ مخالفون کی عورتین پکڑکر حرم بناؤ اُنسے ہم بستری کرو ایسے کو جسکی شریعت محض باطل ہی اُس سے راست بازی نہین آتی اُسے ایمان سے کچھ علاقہ نہین جو اسکی شریعت پر عمل کرے ملعون ہی بلکہ اُسکا اکلوتا بیٹا خود ہی ملعون ہے پھر بھی ایسی لعنتی شریعت پر عمل کا حکم دیتا بندون سے اُسکا التزام مانگتا اُسکے ترک پر عذاب کرتا ہی۔ ایسے کو جو اتنا جاہل کہ نہایت سیدھا سا حساب نہ کر سکا بیٹے کو باپ سے عمر مین بڑا بنا گیا۔ ایسے کو جو اتنا بھلکڑ کہ اپنے اکلوتے کے باپون کی صحیح گنتی نہ گنا سکا کہین داؤد تک اُسکے ستائیس باپ کہین پندرہ بڑھا کر بیالیس باپ۔ وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ۔ کیا انھون نے خدا کو جانا۔ حاش للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون ○ **نیچری** ایسے کو خدا کہتا ہی جو نیچر کی زنجیرون مین جکڑا ہے اُسکے خلاف کچھ نہین کر سکتا اور نیچر بھی اُتنا جو نیچری کی سمجھ مین آئے جو اسکی ناقص عقل سے وراء ہی معجزہ ہو یا قدرت سب باد ہوا ہی۔ ایسے کو جسنے (خاک بدہن ملعونان) جھوٹا دین اسلام بھیجا کہ اُس مین باندی غلام بنانا حلال کیا (اگرچہ پیر نیچر کے نزدیک ابتدا ہی مین) اور وہ دین جسمین باندی غلام بنانا حلال ہوا ہو نیچری کے نزدیک خدا کی طرف سے ہرگز نہین ہو سکتا۔ ایسے کو جسنے تون اسلام مین اپنی خلاف مرضی باتین ناپاک جبرین اصلی ظلم ٹھیٹ ناانصافی روا رکھی ایسی بد باتین بہائم کی حرکتین کہ ایک لمحہ کیلیے بھی یہ بات نہین مانی جا سکتی کہ سچا مذہب جو خدا کی طرف سے اُترا ہو اُس مین ایسے امور جائز ہون ایسے کو جو ان سخت ظالمون ٹھیٹ ناانصافون جانور سے بدتر وحشیون کو جنکا چھوٹا بڑا اول سے آجتک اُن ناپاکیون پر اجماع کیے ہوئے ہے خیر الامم کا خطاب دیتا اور اپنے چنے ہوئے بندے کہتا ہی ایسے کو جسنے کہا تو یہ کہ روشن آیتین بھیجتا ہون تمھین اندھیریون سے نکالکر روشنی مین لاتا ہون اور کیا یہ کہ جو کہی کہہ مکرنی کہی تمثیلی داستان پہیلیان چیستان لفظ کچھ مراد کچھ جو لغۃً عرفاً کسیطرح اُسکا مفہوم نہ ہو۔ فرشتے آسمان جن شیطان بہشت دوزخ حشر اجساد معراج معجزات سب باتین بتائین اور بتائین بھی کیسی ایمانیات ٹھہرائین اور من مین یہ کہ درحقیقت یہ کچھ نہین یونہی تو تا مینا کی سی کہانیان کہہ سنائین وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ۔ کیا انھون نے خدا کو جانا حاش للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون ○ **چکڑالوی**

ایسے کو خدا کہتا ہی جسکے رسول کی قدر ایک ذرا کیسے سے زیادہ نہین جسنے اپنے نبی کا اتباع کچھ نہ رکھا۔ ایسے کو جسنے کہا تو یہ کہ میری کتاب مین ہر شی کا روشن بیان ہی ہر چیز کی پوری تفصیل ہی ہمنے اس مین کوئی بات اُٹھا نہ رکھی اور حالت یہ کہ نماز فرض کی اور یہ بھی نہ بتایا کہ کَے وقت کی یہ بھی نہ بتایا کہ ہر وقت مین کَے رکعتین یہ بھی نہ بتایا کہ اُسکے پڑھنے کی ترکیب کیا ہی اُسکے ارکان کیا ہین۔ اگر رکوع سجود قیام قرارت اُسکے رکن مانے بھی جائین اگرچہ اُسنے کہین اسکا اظہار نہ کیا تو ان مین کَے کیا ہو پیچھے کیا اُسکے مفسدات کیا کیا ہین کیونکر جاتی ہی کیونکر ہوتی ہے سب سے بڑا فرض ایمان اُس مین تو یہ گول مجمل بے سود بیان جس سے کچھ پتا ہی نہ چلے اور دعوے وہ لمبے کہ اشیا کا روشن بیان مزہ یہ کہ متواترات کی جڑ کاٹ دی کہ سوا میری کتاب کے کچھ حجت نہین۔ اپنی کتاب کیا وہ خود ہمارے ہاتھ مین دے گیا یہ بھی تو ہمکو تواتر ہی سے ملی جب تواتر حجت نہین یہ بھی حجت نہین غرض ایمان اسلام سب برباد و ناکام وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ۔ کیا اس نے خدا کو جانا حاش للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون ○ **قادیانی** ایسے کو خدا کہتا ہی جس نے چار سو جھوٹون کو اپنا نبی کیا اُنسے جھوٹی پیشین گوئیان کہلوائین جس نے ایسے کو ایک عظیم الشان رسول بتایا جسکی نبوت پر اصلا دلیل نہین بلکہ اسکی نفی نبوت پر دلائل قائم ہو (خاک بدہن ملعونان) ولد الزنا تھا جسکی تین دادیان نانیان زناکار کسبیان تھین ایسے کو جس نے ایک بڑھئی کے بیٹے کو محض جھوٹ کہدیا کہ ہم نے بن باپ کے بنایا اور اُسپر یہ فخر کی جھوٹی ڈینگ ماری کہ یہ ہماری قدرت کی کیسی کھلی نشانی ہے۔ ایسے کو جس نے ایک بدچلن عیاش کو اپنا نبی کیا جسنے ایک یہودی فتنہ گر کو اپنا رسول کرکے بھیجا جسکے پہلے فتنہ نے دنیا کو تباہ کر دیا۔ ایسے کو جو اُسے ایکبار دنیا مین لاکر دوبارہ لانے سے عاجز ہی وہ جسنے ایک شعبدہ باز کی مسمریزم والی مکروہ حرکات قابل نفرت حرکات جھوٹی بے ثبات کو اپنی آیات بینات بتایا۔ ایسے کو جسکی آیات بینات لہو ولعب ہین یا نری بے اصل کہ عام لوگ ویسے عجائب کر لیتے تھے اور اب بھی کر دکھاتے ہین بلکہ آجکل کے کرشمے اُنسے زیادہ بلاگ ہین اہل کمال کو ایسی باتون سے پرہیز رہا ہی۔ ایسے کو جسنے اپنا سب سے پیارا بروزی خاتم النبیین دوبارہ قادیان مین بھیجا مگر اپنی جھوٹ فریب تمسخر ٹھٹول کی چالون سے اُسکے ساتھ بھی نہ چوکا اُس سے کہدیا کہ تیری جورو کے اس حمل سے بیٹا ہوگا جو انبیا کا چاند ہوگا بادشاہ اُسکے کپڑون سے برکت لین گے بروزی بیچارہ اُسکے دھوکے مین آکر اسے اشتہارون مین چھاپ بیٹھا اُسے تو یون ملک بھر مین جھوٹا بننے کی ذلت و رسوائی اوڑھنے کیلیے یہ چل دیا اور جھٹ پٹ مین اُلٹی کل پھرا دی بٹی بنا دی بروزی بیچارہ کو اپنی غلط فہمی کا اقرار چھاپنا پڑا اور اب دوسرے پیٹ کا منتظر رہا اگلی یہ مسخرگی کی کہ بیٹا دکھا امید دلائی اور ڈھائی برس کے نہ پہنچے ہی کا دم نکال لیا نبیون کا چاند بننے دیا نہ بادشاہون کو اُسکے کپڑون سے برکت لینے دی۔ غرضکہ اپنے چہیتے بروزی کا جھوٹا کذاب ہونا خوب اُچھالا اور اُسپر مزہ یہ کہ عرش پر بیٹھا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اُسکی تعریفین گا رہا ہی اُسپر بھی صبر نہ آیا بروزی کے چلتے وقت کمال بیحیائی کی ذلت ورسوائی تمام ملک مین طشت ازبام
ہونیکے لیے اُسے یون چاؤ دلایا کہ اپنی بہن احمدی کی بیٹی محمدی کا پیام دے بروزی بیچارے کے موںھ مین پانی بھر آیا
پیام پر پیام لالچ پر لالچ دھمکی پر دھمکی اُدھر احمدی کے دل مین ڈالدیا کہ ہرگز نہ بیسیج یون لڑائی ٹھنو اکر آپنے امدادی عدو
سے بروزی کی امید اور بڑھائی کہ دیکھ احمدی کا باپ اگر دوسری جگہ اُسکا نکاح کر دیگا تو ڈھائی برس مین وہ مریگا
اور تین برس مین وہ شوہر۔ یا بالعکس۔ بروزی جی تو ہمیشہ اُسکی چالون مین آجاتے تھے اسے بھی چھاپ بیٹھے یہان
تک تو وہی جھوٹی پیشین گوئیان رہتین جو سدا کی تھین اُب اُس قادیانی کے ساختہ خدا کو اور شرارت سوجھی چٹ
بروزی کو وحی بھیجدی کہ زوجنا کہا محمدی سے ہم نے تیرا نکاح کردیا اب کیا تھا بروزی جی ایمان لے آئے کہ اب
محمدی کہان جاسکتی ہے یون جل دیکر بروزی کے موںھ سے اُسے اپنی منکوحہ چھپوادیا تاکہ وہ حد بھر کی ذلت جو ایک چمار
بھی گوارا نہ کرے کہ اُسکی جورو اور اُسکے جیتے جی دوسرے کی بغل مین یہ مرتے وقت بروزی کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکا
ہو۔ اور رہتی دنیا تک بیچارے کی فضیحت وخواری وبے عزتی وکذابی کا ملک مین ڈنکا ہو ادھر تو عابد ومعبود کی یہ جی
بازی ہوئی اُدھر سلطان محمد آیا اور نہ عابد کی چلنے دی نہ معبود کی بروزی جی کی آسمانی جورو سے بیاہ کر ساتھ لے یہ جا
وہ جا چلتا بنا ڈھائی تین برس پر موت دینے کا وعدہ تھا وہ بھی جھوٹا گیا اُلٹے بروزی جی زمین کے نیچے چل بسے
وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ۔ یہ ہی قادیانی اور اُسکا ساختہ خدا۔ کیا وہ خدا کو جانتا تھا یا اب اُسکے پیرو جانتے ہین
حاش للہ سبحن رب العرش عما یصفون ○ **رافضی** ایسے کو خدا کہتا ہی جو حکم کرکے پچتا تا ہی جو مصلحت سے
جاہل رہکر ایک حکم کرتا ہی جب مصلحت کا علم آیا اُسے بدل دیتا ہی اس سے تو یہودی خدا غنیمت تھا کہ پچتانے کے عیب
بچنے کو نسخ تک نہ کرسکا۔ ایسے کو جو وعدے کا جھوٹا یا بندون سے عاجز ہی کہ اپنا کلام اُتارا اور اُسکی حفاظت کا ذمہ دار
بنا مگر عثمن غنی وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم واہل سنت نے اُسکی آیتین اُلٹ پلٹ کر دین سورتون کی سورتین کترلین
اور وہ یا تو وعدہ خلافی سے چپکا دیکھا کیا اور کچھ نہ کہا یا گھٹانے والون کے آگے کچھ چل نہ سکی دم سادھ گیا ایسے کو جس نے
کہا تو یہ کہ مین یہ دین سب پر غالب کرتا ہون اور کیا یہ کہ خود ہی اُسے ملیامیٹ کر دیا اپنی کتاب ہی کا آپ ہی تھل بیڑا
نہ رکھا فاسقون کی روایت بے تحقیق ماننے سے منع کیا اور اپنی کتاب کی روایت کا سلسلہ (خاک بدہن ملعونان) کافرون سے رکھا اور کافر بھی
وہ جنکا ایک گروہ ایک جتھا خیانت مین طاق اور عداوت اہل بیت مین تحریف واخفائے آیات پر سب کا اتفاق کیا
معلوم کہ اُنھون نے کتنا بدلا کیا کچھ چھپایا آیتون کی ترتیب بدلکر کہان کا حکم کہان لگایا ایسے کو جو بندون سے عاجز تر ہی
وہ بندے سے نیکی چاہے اور بندہ بدی چاہے تو بندہ ہی کا چاہا ہوتا ہے اُسکی ایک نہین چلتی ایسے کو کہ ہر چاہ ہر کافر ہر گنا

ہر سو ئر خالقیت میں اُسکا شریک ہو وہ اعیان گڑھتا ہو یا اپنی قدرت سے اپنے افعال [ف۱] اور پھر اسپر یہ دعویٰ کہ ہم میرے سوا کوئی خالق [ف۲] ایسے کو جس نے بہتیرا چاہا کہ میرے نائب کے بعد میرا شیر مسند پر بیٹھے مگر امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نہ چلنے دی آیت [ف۳] اُتاری وہ کتر لی اور سب [ف۴] نے اُسکے کترنے پر اتفاق کیا آج [ف۵] تک ویسی ہی کتری ہوئی چلی آتی ہے اُسکے رسول نے تمام صحابہ کے مجمع میں اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر دکھایا اور عمامہ باندھکر اپنا ولیعہد بنایا مگر رسول کی آنکھیں بند ہوتے ہی بالاتفاق [ف۶] تمام صحابہ نے وہ عہد و پیمان پاؤں کے نیچے مل ڈالا اور کمیٹی کر کے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسند نشین کر دیا اور شیر مونھ دیکھتا رہ گیا نہ اُسکی چلی نہ رافضی صاحبوں کے ساختہ خدا کی۔ ایسوں کے ہاتھ میں قرآن رکھا اچھا حفاظت کا وعدہ نباہا۔ ایسا بے اعتبار قرآن شائع کیا اچھا دین کو غلبہ دیا اپنے [ف۷] نبی کی صحبت اور اُسکے دین کی روایت کو چھانٹ چھانٹ کر ایسے چنے لطف و عدل و اصلح کا واجب خوب ادا کیا۔ ایسے [ف۸] کو جسکا شیر اور شیر بھی کیسا غالب شیر ہمیشہ دشمنوں کا مطیع و فرمانبردار رہا (خاک بدہن ملعونان) کافروں کے پیچھے [ف۹] نماز پڑھا کیا کافروں [ف۱۰] کے جھنڈے کے نیچے لڑا کیا۔ بزدلی سے دو بدو منافق ہوکر دشمنوں کی بڑی بڑی تعریفیں گاتا رہا [ف۱۱] اہل بیت رسالت پر کڑے کڑے گھنونے گھنونے ظلم دیکھتا اور ڈر کے مارے دم نہ مارتا بلکہ انہی [ف۱۲] مدح و ستائش سے اورسد کرتا یہانتک [ف۱۳] کہ کافر لوگ اُسکی سگی بیٹی چھین کر لیگئے اور بی بی بنایا اور وہ تیوری پر میل نہ لایا ویسا [ف۱۴] ہی اُنکا خادم و ہمدم بنا رہا۔ اور [ف۱۵] وہ کیا کرے رافضی دھرم میں رسول ہی کو یہ توفیق تھی کہ بیٹیاں لے تو کافروں منافقوں سے اور [ف۱۶] بیٹیاں دے تو کافروں منافقوں کو اور [ف۱۷] اپنا یار وانیس و وزیر و جلیس بنائے تو کافروں منافقوں کو اور [ف۱۸] وہ بھی کیا کرے روافض کا خدا ہی اُن ظالموں کافروں کے بڑے بڑے مناقب اپنے کلام میں اُتارتا رہا جیسے [ف۱۹] لاکھ کے مجمع میں مقبول تو فقط چار چھ باقی سب دشمن اور وہ اُس بھری جماعت میں بلاتعیین۔ عام صیغوں سے عام وصفوں سے مہاجرین و انصار و صحابہ کہہ کہکر تعریفیں کرتا بندوں کو دھوکے دیتا [ف۲۰] دو لوگ بات نہ کہنی تھی نہ کہہ سکا۔ ایسے [ف۲۱] کو جس نے اُن موجود حاضروں میں اپنے نیک بندوں کو مخاطب کر کے وعدہ دیا کہ ضرور ضرور تمھیں اس زمین کی خلافت دونگا اور تمھارا دین تمھارے لیے جما دونگا اور تمھارا خوف امن سے بدل دونگا کاش وہ کسی کے لیے ان میں سے کچھ نہ کرتا تو نرا وعدہ خلاف ہی رہتا نہیں اُس نے کی اور اُلٹی کی اپنے نیک بندوں کے بدلے (خاک بدہن ملعونان) کافروں کو زمین عرب کی خلافت دی اور اُنھیں کا دین خوب جما دیا اور اُنھیں کے خوف کو امن سے بدل دیا۔ رہے چار چھ نیک بندے بے بس بیچارے ترسان ہراسان خوف کے مارے اُنھوں نے انکی خدمتگاری فرمانبرداری کرتے دن گزارے جس نے روشن کر دیا کہ کافر ہی اُسکے نیک بندے ہیں تو وعدہ خلاف دغا باز [ف۲۲] حق کا چھپانے والا باطل کا چمکانے والا [ف۲۳] بندوں کو دھوکے دیکر اُلٹی سمجھانے والا سب کچھ ہوا

ایسے کو جو خود مختار نہیں بلکہ اُسپر واجب ہی کہ یہ کرے اور یہ نہ کرے اور مزہ یہ کہ اُسپر واجب کیا تھا بندون کے حق مین بہتر کرنا یہ بندون کے حق مین بہتر تھا کہ اُنکی ہدایت کو جو کتاب اُتری ظالمون کے پنجے مین رکھی جائے کہ وہ اُسے کتر بین برلین اور اصل ہدایت پہاڑ کی کھو مین چھپا دی جائے جسکی وہ ہوا نہ پائین یہ بندون کے حق مین اصلح تھا کہ اعدا غالب محبوب مغلوب ۔ باطل غالب حق مغلوب ۔ اچھا واجب ادا کیا ۔ وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ یہ ہی رافضیون کا خدا ۔ کیا خدا ایسا ہوتا ہے تعالی اللہ کیا وہ خدا کو جانتے ہین ۔ حاش للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون ○ **وہابی** ایسے کو خدا کہتا ہی جسے مکان ۔ زمان ۔ جہت ۔ ماہیت ۔ ترکیب عقلی سے پاک کہنا بدعت حقیقیہ کے قبیل سے اور صریح کفرون کے ساتھ گننے کے قابل ہی سکا سچا ہونا کچھ ضرور نہین جھوٹا بھی ہو سکتا ہی ایسے کہ جسکی بات پر اعتبار نہین نہ اُسکی کتاب قابل استناد نہ اُسکا دین لائق اعتماد ۔ ایسے کو جسمین ہر عیب و نقص کی گنجائش ہی جو اپنی مشیخت بنی رکھنے کو قصداً عیبی بننے سے بچتا ہے چاہے تو ہر گندگی مین آلودہ ہو جائے ایسے کو جسکا علم حاصل کیے سے حاصل ہوتا ہی اُسکا علم اُسکے اختیار مین ہے چاہے تو جاہل رہے ۔ ایسے کو جسکا بہکنا ۔ بھولنا ۔ سونا ۔ اونگھنا ۔ غافل رہنا ۔ ظالم ہونا حتی کہ مر جانا سب کچھ ممکن ہی کھانا ۔ پینا ۔ پیشاب کرنا ۔ پاخانہ پھرنا ۔ ناچنا ۔ تھرکنا ۔ نٹ کی طرح کلا کھیلنا ۔ عورتون سے جماع کرنا ۔ لواطت جیسی خبیث بیحیائی کا مرتکب ہونا حتی کہ مخنث کی طرح خود مفعول بننا ۔ کوئی خباثت کوئی فضیحت اُسکی شان کے خلاف نہین وہ کھانے کا منہ اور بھرنے کا پیٹ اور مردی اور زنی کی دونون علامتین بالفعل رکھتا ہی صمد نہین جوف دار کھکل ہی سبوح قدوس نہین خنثی مشکل ہے یا کم از کم اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا ہی اور یہی نہین بلکہ اپنے آپ کو جلا بھی سکتا ہی ڈبو بھی سکتا ہے زہر کھا کر یا اپنا گلا گھونٹ کر بندوق مار کر خودکشی بھی کر سکتا ہی اُسکے ماں باپ جورو بیٹا سب ممکن ہین بلکہ ماں باپ ہی سے پیدا ہوا ہی برابر طرح پھیلتا سمٹتا ہی بدعملی طرح ہو سکتا ہی ایسے کو جسکا کلام فنا ہو سکتا ہی جو بندون کے خوف کے باعث جھوٹ سے بچتا ہی کہ کہین وہ مجھے جھوٹا نہ سمجھ لین بندون سے پر اچھا کر پیٹ بھر کر جھوٹ بھک سکتا ہی ۔ ایسے کو جسکی خبر کچھ ہے اور علم کچھ ۔ خبر سچی ہے تو علم جھوٹا علم سچا ہو تو خبر جھوٹی ۔ ایسے کو جو سزا دینے پر مجبور ہی نہ دے تو بے غیرت ہی معاف کرنا چاہے تو حیلے ڈھونڈھتا ہی خلق کی آڑ لیتا ہے ۔ ایسے کو جسکی خدائی کی اتنی حقیقت کہ جو شخص ایک پیڑ کے پتے گن دے اُسکا شریک ہو جائے جس نے اپنا سب سے بڑھکر مقرب الیسون کو بنایا جو اُسکی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہین جو چوہڑھون چمارون سے لائق تمثیل ہین ۔ ایسے کو جس نے اپنے کلام مین خود شرک بولے اور جا بجا بندون کو شرک کا حکم دیا قرآن عظیم تو فرمائے اغنٰہم اللہ و رسولہ من فضلہ انھین اللہ و رسول نے اپنے فضل سے دولتمند کر دیا اور مسلمانون کو اس کہنے کی ترغیب دے کہ حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ و رسولہ ہمین اللہ کافی ہے اب دیتے ہین اللہ و رسول ہمین اپنے فضل سے اور وہابیہ کا خدا اسمٰعیل دہلوی کے کان مین

پھونک جائے کہ ایسا کہنے والا مشرک ہے۔ قرآن عظیم تو جبریل امین کو بیٹا دینے والا فرمائے کہ انہوں نے حضرت مریم سے کہا انما انا رسول ربك لاھب لك غلاما زکیا ○ میں تو تیرے رب کا رسول ہوں اسلیے کہ میں تجھے ستھرا بیٹا دوں یعنی مسیح علیہ الصلاۃ والتسلیم رسول بخش ہیں اور وہابیہ کا خدا انکے کان میں ڈال جائے کہ رسول بخش کہنا شرک ہے قرآن عظیم تو اُس گستاخ پر جس نے کہا تھا رسول غیب کیا جانے حکم کفر فرمائے کہ لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔ اور وہابیہ کا خدا اسمعیل دہلوی کو یہی ایمان سوجھائے کہ رسول غیب کیا جانے اور وہ بھی اس تصریح کے ساتھ کہ اللہ کے دیے سے مانے جب بھی شرک ہے۔ اب کہیے اگر رسول کو غیب کی خبر مانے تو وہابی خدا کے حکم سے مشرک۔ نہ مانے تو قرآن عظیم کے حکم سے کافر۔ پھر مفر کدھر۔ یہی ماننا بنے گی کہ یہ مسلمانوں کے خدا کے احکام ہیں جس نے قرآن کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اُتارا اور وہ وہابیہ کے خدا کے جس نے تقویۃ الایمان اسمعیل دہلوی پر اُتاری ہاں وہابیہ کا خدا وہ ہے جسکے سب سے اعلٰی رسول کی شان اتنی ہے جیسے قوم کا چودھری یا گاؤں کا پدھان جس نے حکم دیا ہے کہ رسولوں کو ہرگز نہ ماننا رسولوں کا ماننا نرا خبط ہے وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ یہ ہے وہابیوں کا خدا۔ کیا خدا ایسا ہوتا ہے لا الٰہ الا اللہ کیا وہ خدا کو جانتے ہیں حاشﷲ سبحٰن رب العرش عما یصفون ○ دیوبندی ایسے کو خدا کہتے ہیں جو وہابیہ کا خدا ہے جسکا بیان ابھی گزر چکا ہے اور اتنے وصف اور رکھتا ہے کہ علم ذاتی میں اُسکی توحید یقینی نہیں دوسرے کو اپنی ذات سے بے عطائے خدا عالم بالذات کہنا قطعاً کفر نہیں ہاں وہ جو بالفعل جھوٹا ہے جسکے لیے وقوع کذب کے معنے درست ہو گئے جو اُسے جھٹلائے مسلمان سنی صالح ہے اُسے کوئی سخت کلمہ کہنا چاہیے دیوبندی خدا چوری بھی کرسکتا وہ تمام جہان کا تنہا مالک نہیں اُسکے سوا اور بھی مالک مستقل ہیں جنکی ملک میں وہ چیزیں ہیں جو دیوبندی خدا کی ملک میں نہیں اُنپر للچائے تو چاہے ٹھگوں لٹیروں کیطرح جبراً غصب کر بیٹھے کیونکہ وہ ظالم بھی ہو سکتا ہے چاہے اُچکوں چوروں کی طرح مالکوں کی آنکھ بچا کر لے بھاگے کیونکہ وہ چوری بھی کرسکتا ہے۔ ہاں وہ جسکی توحید باطل ہے کہ ایک وہی خدا ہوتا تو دوسرا مالک مستقل نہ ہوسکتا اور دوسرا مالک مستقل نہ ہوتا تو دیوبندی خدا چوری کیسے کرسکتا کہ اپنی ملک لینے کو چوری نہیں کہہ سکتے اور اگر وہ چوری نہ کرسکتا تو دیوبندی بلکہ عام وہابی دھرم میں علٰی کل شیئ قدیر نہ رہتا انسان اُس سے قدرت میں بڑھ جاتا کہ آدمی تو چوری کرسکتا ہے اور وہ نہ کرسکا اور یہ محال ہے لاجرم ضرور ہے کہ دیوبندی خدا چوری کر سکے تو ضرور ہے کہ اُسکے سوا اور بھی مالک مستقل ہوں تو ضرور ہے کہ دیوبندی خدا کم از کم مجوسی خداؤں کی طرح دو ہوں۔ نہیں نہیں بلکہ قطعاً لازم کہ کروروں ہوں کہ آدمی کروروں اشخاص کی چوری کرسکتا ہے دیوبندی خدا نہ کرسکے تو آدمی سے قدرت میں گھٹ رہے لاجرم ضرور ہے کہ کروروں خدا ہوں جنکی چوری دیوبندی خدا کر سکے۔ رہا یہ کہ وہ سب کے سب اسی کیطرح چور تھے بدمعاش ہیں یا صرف یہ۔ اسکا فیصلہ تھانوی صاحب کے سر ہے۔ ہاں دیوبندی خدا وہ ہے کہ علم میں شیطان

مین جواب دین اپنے کروڑون خداؤن سے دو ایک ہی کم کر دکھائین

جسکا شریک ہو سب سے بدتر مخلوق شیطان کا علم اُسکے سب سے اعلیٰ رسول کے علم سے وسیع تر ہو اور ہونا ہی چاہیے کہ رسول اُسکے برابر کیسے ہو سکے جو خدا کا شریک ہو۔ اُسنے جیسا علم اپنے حبیب کو دیا اور اُسے اپنا بڑا افضل کہا اور اُسپر اعلیٰ درجہ کا احسان جتایا اُسکی حقیقت اتنی کہ ایسا تو ہر پاگل ہر چوپائے کو ہوتا ہی ہان دیوبندی خدا وہ ہے جسے قادرِ مطلق کہنا اسی دلیل سے باطل ہو کہ جمیع اشیا پر قدرت تو عقلًا و نقلًا باطل ورنہ خود وہ بھی مقدور ہو تو ممکن ہو تو خدا نہ رہے اور اگر بعض مراد تو اس مین اُسکی کیا تخصیص ایسی قدرت تو ہر پاگل ہر چوپائے کو ہو۔ دیوبندی خدا وہ ہو جس نے ایسے کو اپنا سب سے اعلیٰ رسول چنا جو اُسکا کلام سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتا خیالات عوام کے لائق اُسکی سمجھ تھی جسکی خطا اہل فہم پر روشن تھی۔ پھر یہ دیوبندی خدا اُسے اُس فاحش غلطی پر بھی نہ روکتا یا شاید خود بھی اپنا کلام نہ سمجھتا کیونکہ وہ جاہل بھی ہو سکتا ہو دیوبندی خدا وہ ہے کہ جس دلیل سے اُسکے خاتم النبیین کے سوا چھ خاتم النبیین اور ماننا خاتم کی شان بڑھانا ہو یونہین اُسے تنہا خدا کہنا اُسکی شان گھٹانا ہو اُسکی بڑی بڑائی یہ ہے کہ بہت سے خداؤن کا خدا ہو کیا خدا ایسا ہوتا ہے حاش للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون ○ **غیر مقلد کا** خدا یہ سب کچھ ہو جو دیوبندی وہابی کا قال اللہ تعالیٰ بعضہم من بعض اور وہ بعض نرالے تین اور زیادہ رکھتا ہو ایسا کہ جسکے دین مین کتا حلال سؤر کی چربی حلال سؤر کے گردے حلال سؤر کی تلی حلال سؤر کی کلیجی حلال سؤر کی اوجھڑی حلال سؤر کی کھال کا ڈول بنا کر اُس سے پانی پینا حلال وضو کرنا حلال گندی خبیث شراب سے نہا کر سارے کپڑے اُس مین رنگ کر نماز پڑھنا حلال ایک وقت مین ایک عورت متعدد مردون پر حلال۔ وہ جس نے آپ ہی تو حکم دیا کہ خود نہ جانو تو جاننے والون سے پوچھو اپنے علما کی اطاعت کرو اپنے نیکون کی پیروی کرو جب پوچھا اور اطاعت و پیروی کی تو شرک کی جڑ دی۔ وہ جس نے ائمۂ دین کی تقلید حرام و شرک ٹھہرائی اور پوربی بنگالی پنجابی بھوپالی کی فرض۔ وہ جس نے اپنے اور اپنے رسولون کے سوا کسی کی بات حجت نہ رکھی اور بیچ مین چند محدثون اور جارحون معدلون کو کھڑا کر کے اُنکے قول کو کتاب و سنت کے برابر ٹھہرا کر حجیت دی یعنی یہ شریک الوہیت نہین تو شریک رسالت ضرور ہین۔ نہین نہین بلکہ شریک الوہیت ہی ہین کہ اتخذوا احبارہم ورھبانہم اربابا من دون اللہ نہ کہ رسلا من دون النبی ہان وہ جس نے آپ ہی تو اتباع ظن حرام اور افادہ حق مین محض ناکام کیا پھر ان چند کی ظنی روایات ظنی جرح و تعدیلات کا اتباع عین دین کر دیا تو بات کیا وہی کہ یہ مثل انبیا معصوم ہین نہین نہین بلکہ دین غیر مقلدی کے اربابا من دون اللہ جھوٹے خدا ہین وہ جس نے چند جاہلان عالم نما کے سوا جو ابو حنیفہ و شافعی پر مونھ آتے اور اُنکے احکام پرکھنے کی اپنے مین طاقت بتلاتے ہین تمام عالم کو بے نتھا بیل کیا ہو کیونکہ وہ آپ دلیل سمجھ نہین سکتے اور دوسرے کی کہی ہوئی اگرچہ بنگالی بھوپالی دہلوی امرتسری کی مان لین کہ دلیل سے یہ ثابت ہو تو یہ وہی تقلید ہوئی جو شرک ہو لہذا ضرور بے نتھے بیل ہین۔ وہ کہ عام جہان پر جسکے لیے کوئی حجت قائم نہین ہو سکتی کہ حجت قائم ہو

دلیل سے۔ دلیل وہ خود سمجھ نہیں سکتے اور دوسرے کی سمجھ پر اعتماد شرک۔ وہ جس نے (خاک بدہن خبثا)[۲۱۴] کھلے مشرکون کو
خیر امۃ کہا اور اُنکے تین قرنون کو خیر القرون کہلوایا جنکا روز اول سے آجتک یہی معمول کہ عامی کو جو مسئلہ پوچھنا ہو
عالم سے پوچھا عالم نے حکم بتا دیا سائل نے مانا اور کاربند ہوا صحابہ سے آجتک کبھی دلیل بتانے اور اُسے عامی کے اسقدر
ذہن نشین کرنیکا کہ وہ خود سمجھ لے کہ واقعی یہ حکم قرآن و حدیث سے ثابت بروجہ صحیح غیر معارض و غیر منسوخ ہی ہر گز نہ دستور تھا
نہ ہوا نہ ہے تو پوچھنے والے بے علم دلیل تفصیلی اُنکا فتوے مانکیے اور یہی تقلید ہے اور تقلید شرک تو عہد صحابہ سے آجتک سب
عامی مشرک ہوئے اور وہ مفتی بے القائے دلیل اسی لیے فتوے دیتے رہے کہ یہ مانین اور عمل کرین تو صحابہ سے آجتک
سب مفتیان و علما مشرک گر و شرک دوست ہوئے اور ہر مشرک گر خود مشرک اور اور مشرکون سے بدتر تو غیر مقلد کے دھرم
مین صحابہ سے ابتک تمام امت مشرک لیکن غیر مقلد کا خدا انھین کو خیر امۃ اور خیر القرون کہتا کہلواتا ہو پھر اسکی
کیا شکایت کہ ایسون[۲۱۳] کو کہا جو غیر مقلدی دھرم مین فرقوا دینہم و کانوا شیعا تھے جنھون نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے
کر دیا اور جدا جدا گروہ ہوگئے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کے اتباع اُنسے فتوے لیتے اور اُسپر چلتے عبد اللہ بن عمر
رضی اللہ تعالی عنہما کے اتباع اُنکی طرف تھے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کے اتباع اُنکے ساتھ تھے اور وہ اختلاف
آجتک برابر قائم رہے سب فریق مشورہ کر کے ایک بات پر عامل نہ ہوئے تھے نہ ہوئے قرآن عظیم مین ہمیشہ پڑھا کیے
فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول جب تم مین کسی بات مین اختلاف ہو تو اُسے اللہ و رسول کی طرف
رجوع کرو اسپر عمل کرنا تھا نہ کیا۔ اسپر عمل کرتے تو سب ایک نہ ہوجاتے کہ اللہ و رسول کا حکم ایک ہی تھا۔ مگر وہ اپنے ہی عالمون
کے قول پر اڑے رہے مسعودی عمری عباسی نام نہ کہلانا کوئی چیز نہین کام وہی رہا جو حنفی شافعی مالکی حنبلی نے کیا کام کام
ہے نہ کہ نام سے۔ دین کے ایسے ٹکڑے کرنے والون کو خیر امۃ و خیر القرون ٹھہرایا وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ
کیا انھون نے خدا کو جانا حاش للہ مالہم بہ من علم ان ہم الا یخرصون سبحن رب العرش عما یصفون
تنبیہ مسلمانو تم نے دیکھا یہ ہین یہ گمراہ فرقے اور یہ ہین اُنکے ساختہ خدا ما قدروا اللہ حق قدرہ[۲۱۴] اور ایک عام بات یہ ہے
کہ کفر کیا ہے اُس بات کی تکذیب جو بالقطع والیقین ارشاد الٰہی عزوجل ہے اب یہ تکذیب کرنے والا اگر اُسے ارشاد الٰہی
عزوجل نہیں مانتا تو ایسے کو خدا سمجھا ہی جسکا یہ ارشاد نہیں حالانکہ خدا وہ ہی جسکا یہ ارشاد ہے تو اُس نے خدا کو کہان
جانا اور اگر اُسکا ارشاد مانکر تکذیب کرتا ہی تو ایسے کو خدا سمجھا ہی جسکی بات جھٹلانا روا ہی اور خدا اس سے پاک و دور اور
و بلند و بالا ہے تو اُس نے خدا کو کب جانا۔ حاصل وہی ہوا کہ اتخذ الٰہہ ھوٰہ اور بیان[۲۱۵] سے ظاہر ہوا کہ اس جہل بالشہ
مین نرے دہریون کے بعد سب سے وجود خدا کے منکرین سب بھاری حصہ ان وہابیون اسمٰعیلیون خصوصًا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

دیوبندیوں کا ہی کہ اور کافر تو اس سے کافر ہوئے کہ انھوں نے خدا کو جھٹلایا خدا کو عیب لگایا مگر ان میں ایسا کھلا بیباک مشکل سے نکلے گا جو اپنی زبان سے خود ہی کہے کہ ہاں ہاں اُسکا خدا جھوٹا ہونے اور نہ صرف جھوٹ بلکہ ہر شر سے سے شرے عیب سر تا پاک سی ناپاک گندگی میں سننے کے قابل ہو یہودی نصرانی بھی شاید اسے کہتے جھجکیں گے یہ دعویٰ وصفائی دیدے کی صفائی انھیں صاحبوں کے حصہ میں آئی کہ اپنے معبود کے کذاب عیبی آلودہ ہونے کو دھڑلے سے جائز کریں اور اُسپر تحریریں کریں لکھیں چھاپیں اسی پر کمال اسلام کا مدار جانیں وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

تنبیہ ان چند اوراق میں جو کچھ بیان ہوا کتب ورسائل فقیر واصحاب فقیر میں بحمدہ تعالیٰ مبسوط ومبرہن ہیں مسلمان اُنھیں حروف کو یاد رکھیں تو ضرور ضرور ان تمام بدینیوں کے سائے سے بچیں انکی پرچھائیں سے دُور بھاگیں انکے نام سے گھن کریں انکے قال اللہ وقال الرسول کے مکر کے جال میں نہ پھنسیں یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا تو بعونہٖ تعالیٰ بیّن روشن ہوا اور انشاء اللہ الکریم ۔ انشاء اللہ الکریم انشاء اللہ الکریم وفی الاٰخرۃ کل کے دن پر وہ برا لگن ہو یعنی ثابت رکھے گا اللہ ایمان والوں کو حق دین پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں واللہ علٰی کل شیء قدیر واللہ غفور رحیم ○ وللہ الحمد والیہ الصمد وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر بلغہ محمد والہٖ وصحبہٖ وابنہ وحزبہٖ اجمعین اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین ○

رسالہ قوانین العلماء فی متیمم علم عند زید ماء

۱۳۳۵ھ

شرح تعریف رضوی کے افادہ پنجم میں ضمناً اس مسئلہ کا ذکر آیا کہ اگر دوسرے کے پاس پانی پایا اور نہ مانگا اور تیمم سے پڑھ لی پھر مانگا اور اُس نے دیدیا تو نماز نہ ہوئی نہ دیا تو ہو گئی اس مسئلہ کی تفصیل وتحقیق وہاں لکھی کہ بجائے خود ایک رسالہ ہو گئی طول کے سبب اُسے وہاں سے جدا کیا اور رسالہ کا حوالہ دیا۔ یہ وہ رسالہ ہے وباللہ التوفیق۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل من بحر نداہ ۔ ماء ہداہ ۔ مع مصطفاہ ۔ فاعطانا بلا سؤال ۔ وطہرنا بہٖ من نس الضلال ۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۔ وبارک وشرف ومجد وکرم ۔ علی التوالی والتواتر والاتصال ۔ الی ابد الاٰباد من ازل الاٰزال ۔ وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ خیر صحب واٰل ۔ متیمم کہ دوسرے کے پاس پانی پائے یہ مسئلہ بہت معرکۃ الاٰراء وطویلۃ الاذیال ہے اکثر کتب میں اُسکے بعض جزئیات مذکور ہیں امام صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ پھر محقق ابراہیم حلبی نے غنیہ شرح منیہ پھر محقق زین العابدین نے بحر الرائق میں رحمہم اللہ تعالٰی ورحمنا بہم اُسکے لیے قوانین کلیہ وضع فرمانا چاہے کہ جمیع شقوق کو حاوی ہوں۔ فقیر اوّلا چند مسائل ذکر کرے جنکا لحاظ ہر ضابطہ میں ضرور ہے وہی اپنے اختلافات پر

قوانین العلماء

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ہر ضابطہ میں پھر قوانین علما اور ما لہا وما علیہا پھر وہ جو فیض قدیر سے قلب فقیر پر فائض ہوا ولله الحمد والله المستعان وعلیہ التکلان **مسئلہ ۱** ۔ اگر دوسرے کے پاس اتنا پانی ہو کہ اسکی طہارت کو کافی اور اسکی حاجت سے نائد ہو معلوم نہ تھا اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی نماز کے بعد معلوم ہوا تو نماز پر اسکا کچھ اثر نہیں نماز ہو گئی اگرچہ بعد نماز وہ اسنے پانی خود یا اسکے مانگے سے دے بھی دے لما علمت ان لاقدرۃ الا بالعلم حتی لو وضع فی رحلہ ماء ونسیہ وصلی تمت وان تذکر بعدھا لم یعد کما تقدم مفصلا فی نمبر ۵۸ خانیہ میں ہے المصلی بالتیمم اذا وجد الماء بعد الفراغ من الصلاۃ لاتلزمہ الاعادۃ ولو وجد فی خلال الصلاۃ فسدت وکذا لو وجد بعد التشہد قبل السلام وان وجد بعد ماسلم تسلیمۃ واحدۃ لم تفسد **مسئلہ ۲** اگر نماز پڑھتے میں اُس نے پانی لاکر رکھا کہ یہ لیلے یا مطلق کہا کہ جس کے جی میں آئے اُس سے وضو کرے تو تیمم ٹوٹ گیا نماز جاتی رہی اسکا ذکر ضمن نمبر ۱۶۱ میں گزرا مگر یہاں ایک استثنا نفیس ہے امام فقیہ النفس نے فرمایا اگر وہ کہنے والا نصرانی ہو نیت نہ توڑے کہ اُسکے کہنے کا کیا اعتبار شاید مسخرہ پن سے کہتا ہو ہاں نماز کے بعد اُس سے مانگے دیدے تو نماز پھیرے ورنہ ہو گئی خانیہ میں ہے المصلی بالتیمم اذا قال لہ نصرانی خذ الماء فانہ یمضی علی صلاتہ ولا یقطع لان کلامہ قد یکون علی وجہ الاستہزاء فلا یقطع بالشک فاذا فرغ من الصلاۃ سألہ ان اعطاہ اعاد الصلاۃ والا فلا اسیطرح خلاصہ میں زیادات وفتاوے رزین سے ہے

اقول علمائے کرام اکثر بجائے مناط ذکر مظنہ پر اکتفا فرماتے اور مثال سے مقصود کی راہ دکھاتے ہیں یہاں نصرانی کی تخصیص نہ کافر کی خصوصیت بلکہ مدار ظن استہزا ہے اگر نصرانی یا کوئی کافر اسکا نوکر یا ماتحت یا رعیت یا اسکی شاگردی میں ہے یا اس سے کسی حاجت کی طمع رکھتا یا خوف کرتا ہے تو ان صورتوں میں اُس پر گمان استہزا نہ ہوگا نیت توڑنی ہوگی ہاں اگر پھر مانگے پر نہ دے تو تیمم باقی ہے وذلک لظہور القدرۃ علی الماء ظنا مع عدم مایعارضہ اور اگر کوئی فاسق بیباک تمسخر کا عادی ہے لوگوں سے یونہی کہا کرتا پھر نہیں دیتا ہے تو اُسکے کہنے پر نیت توڑنے کی اجازت نہ ہوگی لان ابطال العمل حرام ولم یحصل الظن علی القدرۃ بقول مثلہ من المستہزئین اللئام ان بعد نماز دیدے تو اعادہ کرنی ہوگی۔ ورنہ نماز بھی ہو گئی اور تیمم بھی باقی واللہ تعالٰی اعلم **مسئلہ ۳** ۔ اگر اُس نے اس سے پانی لینے کو نہ کہا مگر عین نماز میں اسے اُسکے پاس کافی پانی ہونیکا علم ہوا **اقول** اگرچہ تذکر سے کہ پہلے اُسکے پاس پانی ہونا معلوم تھا یاد نہ رہا تیمم کرکے نماز شروع کی نماز میں یاد آیا کہ فلاں کے پاس پانی ہے وھذا ظاھر جدا تو دو صورتیں ہیں اگر اسے گمان غالب ہو کہ مانگے سے دیدے گا تو نیت توڑے اور مانگے اور اگر گمان غالب ہو کہ نہ دیگا یا کسی طرف غلبۂ ظن نہ ہو شک کی حالت ہو تو نیت توڑنے کی اجازت نہیں ہو سکتی صدر الشریعۃ میں زیادات سے ہے المتیمم المسافر اذا رأی مع رجل

ماء كثيرا وهو فی الصلاۃ وغلب علی ظنہ انہ لایعطیہ او شك مضی علی صلاتہ لانہ صح شروعہ فلا یقطع بالشك وان غلب علی ظنہ انہ یعطیہ قطع الصلاۃ وطلب منہ الماء بعینہ اسی طرح بدائع وحلیہ میں جامع کرخی سے ہے غیر انہ لیس فیہ ذکر ظن العطاء صریحا وانما دل علی القطع فیہ بالمفہوم بزازیہ میں ہے ان علم انہ یعطیہ قطع وان اشکل لا فتاوٰے امام قاضی خان میں ہے المصلی بالتیمم اذا رأی مع رجل ماء کثیرا ان کان اکبر رأیہ انہ ماء یبذل لہ ان ینصرف وان استوی الظنان لایحل لہ قطع الصلاۃ واذا فرغ من الصلاۃ ان ظہر انہ کان ماء یلزمہ الاعادۃ والا فلا **تنبیہ**۔ **اقول** [۳۱۵۰] ظاہر عبارات بحالت ظنِ غالب عطا وجوب قطع ہے لان صیغۃ الاخبار اٰکد من صیغۃ الامر ولان بظن العطاء وان لم یقدر علی الماء حتی یبطل تیممہ لکن اورث شبہۃ قویۃ فی بقائہ فلا یحل المضی علیہ حتی یظہر بطلانہا ولان الصلاۃ بالتیمم کاملۃ عندنا کالصلاۃ بالوضوء ولذا صح اقتداء المتوضئ بالمتیمم بل جاز بلا کراہۃ وان کان العکس افضل فہذا القطع لیس للاکمال بل للابطال ولیس ثمہ فی المضی علی الصلاۃ ضرر علیہ یزال ومثل القطع لو لم یجب لم یجز لقولہ تعالٰی ولا تبطلوا اعمالکم واللہ سبحٰنہ اعلم **مسئلہ ۴**۔ یہ حکم نماز کے قطع واتمام کا تھا۔ رہا یہ کہ اُس سے پانی مانگنا اسپر واجب ہے یا نہیں۔ **اقول** [۳۱۵۳] بحالِ ظنِ عطا تو وجوب میں شبہہ نہیں کہ اسی کے لیے نیت توڑنے کا حکم ہوا اور باقی دو حالتوں میں عبارت خلاصہ یہ ہے بیرون نماز پانی دیکھکر مانگنا واجب ہونے نہ ہونے کا اختلاف آئمہ اور اور مسائل لکھکر فرمایا ھذا کلہ قبل الشروع فی الصلاۃ ولو شرع بالتیمم فی السفر فرأی رجلا معہ ماء کثیرا ان علم انہ یعطیہ یقطع الصلاۃ وان علم انہ لایعطیہ یمضی علی صلاتہ وان اشکل یمضی علی صلاتہ ثم یسألہ ان اعطاہ اعاد الصلاۃ وان ابی فصلاتہ تامۃ اسی طرح ہندیہ میں محیط سرخسی سے ہے غیر انہ لم یذکر ظن المنع اسکا یہ مفاد کہ بحالِ ظنِ منع سوال کی اصلا حاجت نہیں اور بحالِ شک نماز پوری کرکے مانگے یہ صاف نہ فرمایا کہ مانگنا واجب ہے یا مستحب **اقول** [۳۱۵۴] مگر مسئلہ ظن قربِ آب میں تصریح ہے کہ اگر قرب مشکوک ہو طلب واجب نہیں صرف مستحب ہے درمختار میں ہے الا یغلب علی ظنہ قربہ لایجب بل یندب ان رجا والا لا شرح تعریف رضوی سے اخادم بحر میں اور بعض عبارات بھی اسکے مفید گزریں اور جوہرہ نیرہ میں ہے اذا شك یستحب لہ الطلب اسی طرح ہندیہ میں سراج وہاج سے ہے بحر میں بدائع سے ہے اذا لم یغلب علی ظنہ قربہ لایجب بل یستحب اذا کان علی طمع من وجود الماء اسکے بکثرت مؤیدات عنقریب آتے ہیں ان شاء اللہ تعالٰی تو حاصلِ حکم یہ نکلا کہ بحالِ ظنِ عطا مانگنا واجب اور بحالِ شک مستحب اور بحالِ ظنِ منع مستحب بھی نہیں واللہ تعالٰی اعلم **مسئلہ ۵**۔ صحیح ومعتمد وظاہر الروایۃ یہ ہے کہ نماز میں

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بحالِ غلبۂ ظن عطا اگرچہ نیت توڑنے کا حکم ہے مگر فقط اس غلبۂ ظن سے نہ تیمم ٹوٹے نہ نماز جائے یہاں تک کہ اگر پوری کرلی اور پھر مانگا اور اُس نے نہ دیا تو نماز بھی صحیح اور تیمم بھی باقی کہ ظاہر ہوا کہ وہ ظن غلط تھا **اقول** یہ حکم خود انہیں عباراتِ مذکورۂ زیادات وجامع کرخی ومحیط سرخسی وخلاصہ وبزازیہ وصدر الشریعۃ وحلیہ وہندیہ سے ظاہر کہ قطع نماز کو فرمایا اور قطع وہی کی جائیگی کہ ہنوز باقی ہے باطل خود ہی معدوم ہوگئی قطع کیا ہو، بحرمیں ہے اذا کان فی الصلاۃ وغلب علی ظنہ الاعطاء لاتبطل بل اذا اتمہا وسألہ ولم یعطہ تمت صلاتہ لانہ ظہر ان ظنہ کان خطاء کذا فی شرح الوقایۃ فعلم منہ ان ما فی فتح القدیر من بطلانہا بمجرد غلبۃ ظن الاعطاء لیس بظاہر الا ان قاضیخان فی فتاواہ ذکر البطلان فی ہذہ الصورۃ بمجرد الظن عن محمد[1] اسی طرح ردالمحتار میں نہر سے ہے قال لاتبطل کما جزم بہ الزیلعی وغیرہ فما فی الفتح فیہ نظر نعم فی الخانیۃ عن محمد انہا تبطل بمجرد الظن فمع غلبتہ اولی وعلیہ یحمل ما فی الفتح اھ[2] **اقول** عبارۃ الخانیۃ المسافر اذا شرع فی الصلاۃ بالتیمم ثم جاء انسان معہ ماء فانہ یمضی فی صلاتہ فاذا سلم سألہ ان منع جازت صلاتہ وان اعطاہ بطلت وعن محمد رحمہ اللہ تعالٰی اذا رأی فی الصلاۃ مع غیرہ ماء وفی غالب ظنہ انہ یعطیہ بطلت صلاتہ[3] اھ فلیس فیہا عن محمد بطلانہا بمجرد الظن بالمعنی الذی اراد النہر بل قد قید صریحا بغلبۃ الظن ولو لم یقید لکان ہو المراد اذ الظن الضعیف ملتحق بالشک کما صرحوا بہ فکیف تبطل بالشک صلاۃ صح الشروع فیہا بیقین وکأنہ لم یراجع الخانیۃ واعتمد قول اخیہ ذکر البطلان بمجرد الظن فحملہ علی تجرید الظن عن الغلبۃ ولیس کذلک وانما مرادہ بمجرد الظن ای قبل ان یسأل فیظہر تحقیق ظنہ او خیبتہ **ثم اقول** ما روی عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی یحتمل تأویلین الاول ان بطلت بمعنی ستبطل کما ہو معروف فی کلماتہم فی غیر ما مقام وقد بیناہ فی رسالتنا فصل القضاء فی رسم الافتاء۔ الثانی ان المعنی ان حکم نفس ہذہ الصورۃ ہو البطلان حتی لو لم یزد علی ہذا ومضی علی صلاتہ ولم یسأل بعدہا حکم ببطلانہا سواء اعطاہ صاحب الماء بعد ورسؤال اولا وعبارۃ الفتح ہکذا جماعۃ من المتیممین وہب لہم صاحب الماء فقبضوہ لاینتقض تیمم احد منہم لانہ لایصیب کلا منہم ما یکفیہ علی قولہما وعلی قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم لاتصح ہذہ الہبۃ للشیوع ولو عین الواہب واحدا منہم یبطل تیممہ ونحوہ حتی لو کان اماما بطلت صلاۃ الکل وکذا لو کان غیر امام الا انہ لما فرغ القوم سألہ الامام فاعطاہ تفسد علی قول الکل لتبین انہ صلی قادرا علی الماء واعلم انہم فرعوا لو صلی بتیمم فطلع علیہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

رجل معہ ماء فان غلب علی ظنہ انہ یعطیہ بطلت قبل السؤال وان غلب ان لایعطیہ یمضی علی صلاتہ وان اشکل علیہ یمضی ثم یسألہ فان اعطاہ ولو بیعا بثمن المثل ونحوہ اعاد والا فھی تامۃ وکذا لو اعطاہ بعد المنع الا انہ یتوضأ ھنا للصلاۃ اخری وعلی ھذا فالطلاق فساد الصلاۃ فی صورۃ سؤال الامام اما ان یکون محمولا علی حالۃ الاشکال اوان عدم الفساد عند غلبۃ ظن عدم الاعطاء مقید بما اذا لم یظھر لہ بعد الاعطاء اھ وانت تعلم ان ھذہ العبارۃ بعیدۃ عن ھذین التاویلین اما الاول فظاھر و اما الثانی فلان مفاد ماحکاہ عندہ ان عند ظن العطاء او المنع لاتوقف علی السؤال بل صحت فی ظن المنع وبطلت فی ظن العطاء سأل اولم یسأل انما یتوقف الامر علی السؤال عند الشك والاشکال ولذا افھم المخالفۃ بینہ وبین فرع سؤال الامام حیث حکموا فیہ ببطلان صلاتہ اذا اعطاہ وھو باطلاقہ یشمل ما اذا کان للامام ظن فی صلاتہ عطاء او منعا اوشك فتوقفت الصحۃ فی ظن المنع ایضا علی مایتبین من الحال بعد السؤال ولذا ردد التوفیق بین حملین اما ان یخص الفرع بصورۃ الشك فیصح التوقف علی السؤال او یقال ان فی ظن المنع ایضا یزول حکم الصحۃ بظھور خطائہ بعد الصلاۃ ھذا ما فھمہ دراہ رحمہ اللہ تعالٰی وھو غیر منسوج علی منوال ماروی عن الامام الربانی رحمہ اللہ تعالٰی کیف وقد نسبہ الی المشائخ انھم ھم الذین فرعوہ وانت تعلم ان ماحکاہ عین مافی الخلاصۃ سواء ان فیھا ان علم انہ یعطیہ یقطع الصلاۃ ووقع بدلہ فی الفتح بطلت قبل السؤال ولیس مفادھا البطلان بمجرد ظن العطاء ولا الجزم بالصحۃ مطلقا فی ظن المنع حتی لاتعاد وان اعطی ولا تخصیص احالۃ الحکم علی مایتبین بعد السؤال بصورۃ الاشکال بل ھو عام یشمل جمیع الاشکال کما تجلی فی کل ذلك حقیقۃ الحال بعون المولی ذی الجلال والظاھر واللہ تعالٰی اعلم انہ رحمہ اللہ تعالٰی اعتمد ھھنا علی ما فی ضدرہ ولم یراجع کلماتھم ولذا ردد فی التوفیق مع ان الشق الاول لامساغ لہ والاخیر ھو المنصوص علیہ فی کتب المذھب کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی۔

مسئلہ ۶: اگر شروع نماز سے پہلے دوسرے کے پاس پانی معلوم ہوا تو آیا اُس سے مانگنا واجب ہے یا نہیں یہاں اختلاف روایات تا حد اضطراب ہے اور وہ مطالعہ کتب و نظر دلائل سے فقیر کو منقح ہوا یہ کہ یہاں بھی وہی حکم ہے جو مسئلہ ۳ میں گزرا یعنی ظن غالب ہو کہ دیدیگا تو سوال واجب اور بے مانگے تیمم کرکے نماز پڑھنا حلال نہیں ورنہ واجب نہیں اور بلا سوال نماز حلال ہاں بحالِ شك سوال مستحب مسئلہ ہر دو ظن میں خود یہی تحقیق و توفیق ہے اور مسئلہ شك میں یہی قول جمہور وراجح علی التحقیق ہے اس اختلاف روایات

https://www.facebook.com/darahlesunnat

کے متعلق بعض عبارات لکھ کر اپنے دونوں دعووں کو دو مقاموں میں تحقیق کریں، وباللہ التوفیق۔ ہدایہ میں ہے: (ان کان مع رفیقہ ماء طلب منہ قبل ان یتیمم لعدم المنع غالبا (ولو تیمم قبل الطلب اجزأہ عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لانہ لایلزمہ الطلب من ملک الغیر وقالا لایجزیہ لان الماء مبذول عادۃ)۔ عنایہ بنایہ میں ہے: ذکر الاختلاف فی الایضاح والتقریب وفی شرح الاقطع بین ابی حنیفۃ وصاحبیہ کما ذکر فی الکتاب، قال فی المبسوط ان کان مع رفیقہ ماء فعلیہ ان یسألہ الا علی قول الحسن بن زیاد فانہ کان یقول السؤال ذل وفیہ بعض الحرج وما شرع التیمم الا لدفع الحرج۔ فتح القدیر میں ہے: المقدرۃ علی الماء بملکہ او بملک بدلہ اذا کان یباع او بالاباحۃ اما مع ملک الرفیق فلا لان الملک حاجز فثبت العجز۔ اسی میں نیز ذخیرہ امام برہان الدین بن سے ناقل، نیز کتب کثیرہ میں ہے: عن الجصاص لاخلاف بینہم فمراد ابی حنیفۃ اذا غلب علی ظنہ منعہ ومرادہما اذا ظن عدم المنع لثبوت القدرۃ بالاباحۃ فی الماء لا فی غیرہ عندہ۔ نہایہ امام سغناقی پھر بنایہ امام عینی وذخیرہ اخی چلپی میں ہے: لم یذکر فی عامۃ النسخ قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی ہذا الموضع بل قیل لایجوز التیمم قبل الطلب اذا کان غالب ظنہ ان یعطیہ مطلقا من غیر ذکر الخلاف بین علمائنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم الا فی الایضاح اھ ہذا نقل الذخیرۃ ولم یذکر فی البنایۃ قولہ الا فی الایضاح، وذکر ما کانہ الا علی قول الحسن بن زیاد فانہ یقول السؤال ذلۃ وفیہ ضرر۔ نیز عینی میں ہے: ذکر الزوزنی وغیرہ لو تیمم قبل الطلب اجزأہ عند ابی حنیفۃ فی روایۃ الحسن عنہ۔ بحر میں ہے: اعلم ان ظاہر الروایۃ عن اصحابنا الثلثۃ وجوب السؤال من الرفیق کما یفیدہ ما فی المبسوط قال اذا کان مع رفیقہ ماء فعلیہ ان یسألہ الا علی قول الحسن بن زیاد فانہ کان یقول السؤال ذل وفیہ بعض الحرج وما شرع التیمم الا لدفع الحرج ولکنا نقول ماء الطہارۃ مبذول عادۃ بین الناس ولیس فی سؤال ما یحتاج الیہ مذلۃ فقد سأل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعض حوائجہ من غیرہ اھ فافاد بہذا ان ما وقع فی الہدایۃ وشرح الاقطع من الخلاف بین ابی حنیفۃ وصاحبیہ فعندہ لایلزمہ الطلب و عندہما یلزمہ واندفع ما فی غایۃ البیان من ان قول الحسن حسن۔ فی الذخیرۃ نقلا عن الجصاص انہ لاخلاف بین ابی حنیفۃ وصاحبیہ فمرادہ فیما اذا غلب علی ظنہ منعہ ایاہ ومرادہما عند غلبۃ الظن بعدم المنع وفی المجتبی الغالب عدم الظنۃ بالماء حتی لو کان فی موضع تجری الظنۃ علیہ لایجب الطلب منہ اھ منیہ میں ہے: اذا تیمم وصلی ولم یسأل فعلی قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ صلاتہ صحیحۃ فی الوجوہ کلہا (ای سواء ظن منحا او منعا او شک) وقالا لایجزیہ والوجہ ہو التفصیل کما قال ابو نصر الصفار انہ انما یجب السؤال فی غیر موضع عزۃ الماء فانہ حینئذ یتحقق ما قالاہ من انہ مبذول والا فکونہ مبذولا عادۃ فی کل موضع ظاہر المنع علی ما یشہد بہ کل من عانی الاسفار فینبغی ان یجب

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الطلب ولا تصح الصلاة بدونه فيما اذا ظن الاعطاء لظهور دليلهما وزما اذا ظن عدمه لكونه فى موضع عزة الماء اهـ اقول الصفار لم يحك قولا خلاف اقوالهم بل هو كالشرح لها كما فعل الامام الجصاص فلو لاحظ هذا لما احتاج الى الخروج عن اقوال ائمة المذهب جميعا بالتوزيع والتلفيق قال اما اذا شك فى موضع عزة الماء او ظن المنع فى غيره فالاحتياط فى قولهما والتوسعة فى قوله لان فى السؤال ذلا وقول من قال لا ذل فى سؤال ما يحتاج اليه ممنوع اهـ اقول فاذن يؤل الامر الى ترجيح قول الامام مطلقا ويذهب اختيار قولهما عند ظن العطاء لان الذل محترز عنه مطلقا وقد ثبت فى الحديث نهى المؤمن عن ان يذل نفسه الا ان يقال انما يذل بالسؤال حيث يعز لانه اذن شيء مضنون به فالمسؤل منه ان منع فهذا ذل ظاهر وان دفع من وتحمل المنة ذل حاضر بخلاف موضع لا يعز فيه فانهم يتباذلون به فيه ولا يتوقع المنع ولا الامتنان فى الدفع وعن هذا قال فيما نظهر دليلهما قال واستدلاله بانه صلى الله تعالى عليه وسلم قد سأل بعض حوائجه من غيره مستدرك لانه صلى الله تعالى عليه وسلم كان بالمؤمنين اولى من انفسهم فلا يقاس غيره عليه لانه اذا سأل فترض على المسؤل البذل ولا كذلك غيره اهـ اقول ليس كمثله صلى الله تعالى عليه وسلم غيره فى شيء من الصفات ومنها الغيرة فهو صلى الله تعالى عليه وسلم اغير خلق الله والله تعالى اغير منه ومحال من نفس كريمة غيراء ان تتعرض لشيء مما يعد ذلا فثبت ان سؤال الحاجة ما ليس بذل والا لما وقع منه صلى الله تعالى عليه وسلم ولا دخل فى هذا لافتراض البذل وعدمه فقد يفترض فى حق غيره صلى الله تعالى عليه وسلم ايضا كالطعام ذى مخمصة فهذا قد ينتقع به لما فى المبسوط وانا اقول انما الجواب فى انه صلى الله تعالى عليه وسلم اولى بالمؤمنين من انفسهم على منزع اخر دقيق وهو ان املاكهم املاكه اذهم انفسهم املاكه صلى الله تعالى عليه وسلم ولا احتمال لذل فى سؤال المولى بعض عبيده مما فى يده فانه وما فى يده ملك مولاه فليس من السؤال فى شيء بل استخدام فبهذا يتجه مرامه ويتضح كلامه ثم قال لكن عدم وجوب الطلب من الرفيق نسبه صاحب الهداية وصاحب الايضاح الى ابى حنيفة كما تقدم واما شمس الائمة فى المبسوط فانه نسبه الى الحسن بن زياد فانه يقول السؤال ذل وفيه بعض الحرج وربما يوفق بان الحسن رواه عن ابى حنيفة فى غير ظاهر الرواية واخذ هو به فاعتمد فى المبسوط ظاهر الرواية واعتبر صاحب الهداية والايضاح رواية الحسن لكونها انسب بمذهب ابى حنيفة فى عدم اعتبار القدرة بالغير وفى اعتبار العجز

للعال واللّٰہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم اھ **اقول**[٣١٧٣] ولی فیہ کلام سیأتی علیہ مبین ہے فی الاختیار جاز ای التیمم قبل الطلب) عند ابی حنیفۃ وعند ابی یوسف لایجوز ولم یذکر محمدا وانما ذکران قیاس قولہ ان غلب علی ظنہ انہ یعطیہ لایجوز والایجوز اھ **اقول**[٣١٧٤] ہکذا جری القیل والقال ولاحاجۃ الی استکثار الاقوال بل نأتی علی المقامین لفصل المقال بتوفیق ربنا المہیمن المتعال۔

المقام الاول تظافرت ہٰہنا کلمات العلماء علی ثلثۃ مسالک **اولہا** لایجب الطلب مطلقا وانہ قول سیدنا الامام خلافا لصاحبیہ اوقول الطرفین خلافا للثانی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم ودخل فی قولی مطلقا من صرح بالاطلاق کما فی جامع الرموز عن التجرید یصح قبل الطلب من الرفیق وان ظن الاعطاء کما قال ابوحنیفۃ خلافا لابی یوسف اھ ویقرب منہ قول الاختیار المار حیث اطلق الجواز عند الامام وقابلہ بالتفصیل علی قیاس قول محمد ومثلہا عبارۃ الجوہرۃ الاٰتیۃ ومن ارسلوا ارسالا وہم الاکثرون ففی الوقایۃ قبل طلبہ جاز خلافا لہما اھ وفی النقایۃ یصح قبل الطلب اھ ومر عن الہدایۃ تیمم قبل الطلب اجزأہ عند ابی حنیفۃ وفی بدائع ملک العلماء لوکان مع رفیقہ ماء ولم یعلم بہ لایجب الطلب عندنا وان علم بہ ولکن لایأمن لہ فکذلک عند ابی حنیفۃ وقال ابویوسف علیہ السؤال وجہ قولہ ان الماء مبذول عادۃ ولابی حنیفۃ ان العجز متحقق والقدرۃ موہومۃ لان الماء من اعز الاشیاء فی السفر اھ وفی الخانیۃ لورأی مع رفیقہ ماء فتیمم قبل ان یسأل وصلی جاز اھ وفی الخلاصۃ وفی الاصل لوکان مع رفیقہ ماء فانہ یسأل قال فی التجرید السؤال لیس بواجب عند ابی حنیفۃ قال ابویوسف اجب اھ ولفظ البنایۃ عن التجرید لایجب الطلب من الرفیق عند ابی حنیفۃ ومحمد خلافا لابی یوسف رحمہم اللّٰہ تعالٰی اھ وفی ملتقی الابحر ان تیمم قبل الطلب اجزأہ اھ وفی الاصلاح ویصح قبل طلبہ من رفیق لہ ماء خلافا لہما اھ قال شرنبلالی یقول الامام جزم فی المجمع والملتقی والوقایۃ وابن الکمال اھ وقال العلامۃ الوزیر فی الایضاح ہذا علی وفق ما فی الہدایۃ وفی الایضاح والتقریب وغیرہا ای کشرح الاقطع کما تقدم عن العنایۃ والبنایۃ والمعراج وفی التجرید ذکر محمدا مع ابی حنیفۃ اھ ثم ذکر توفیق الجصاص ثم کلام المبسوط المار فی عبارۃ العنایۃ والبحر اعقبہ بکلام البدائع المار **اقول**[٣١٧٥] وبہٰذہ النصوص ظہر ما فی قول النہایۃ لم یذکر الخلاف الا فی الایضاح **وکذلک** یقال للعلامۃ البحر ہٰؤلاء المتون والعمائد الہدایۃ والوقایۃ والاصلاح والمجمع والتجرید والایضاح والتقریب شرح الاقطع والبدائع والخلاصۃ والفتح والاختیار والجوہرۃ کلہم ناصون بالخلاف

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بين الامام وصاحبيه وكالامام الاجل ابوبكر الجصاص يوفق بين قول الامام وصاحبيه وقال فى البرهان شرح مواهب الرحمن الاظهر قولهما ثم ذكر توفيق الجصاص وايده بقوله ولهذا لم يحك الكافى خلافا اھ نسلها العلامة الشرنبلالى فى غنية ذوى الاحكام كيف يرد قولهم جميعا بجواز فى المبسوط لم ينسب الخلاف الا الى الحسن اليس المثبتون وهم عصبة مقدمين على ناف واحد اليس ان ظاهر الرواية ربما تتعدد فى مسألة واحدة وقولى هذا اولى من توفيق الغنية المار فى عبارتها ان هؤلاء اعتبروا الرواية النادرة لكونها انسب بمذهب الامام فاعتبارها لهذا شئ وجعلها قول الامام ونصب الخلاف بينه وبين صاحبيه فى المذهب شئ أخر والآن اقره فى رد المحتار ومنه الخلاف والله سبحنه الموفق وثانيها يجب مطلقا وانه ظاهر الرواية عن ائمتنا الثلثة رضى الله تعالى عنهم وذلك ما مر عن المبسوط واعتمده تبعا لشيخه فى التنوير فقال قبل طلبه لا يتيمم على الظاهر اھ قال فى الدر اى ظاهر الرواية عن اصحابنا لانه مبذول عادة وعليه الفتوى اھ اقول ولم ار هذه اللفظة لغيره ولا عزاه محشوه لاحد وفى التبيين لو علم به خارج الصلاة وصلى بالتيمم قبل الطلب لايجزئه اھ ثم ذكر رواية الحسن ثم توفيق الجصاص وفى جواهر الاخلاطى مع رفيقه ماء وشرع فى الصلاة قبل الطلب لايجوز وقيل يجوز على قياس قول الامام خلافا للقاضى اھ اقول وهنا عبارات اخر ليست صريحة كما تقدم عن الخلاصة عن الاصل انه يسأل فان الصيغة وان كان ظاهرها الوجوب كثيرا ما تأتى للندب كما لا يخفى على من خدم كلماتهم ويقرب منه قول الغدورى ان كان مع رفيقه ماء طلب قبل ان يتيمم فان منعه منه تيمم اھ والسراجية اذا وجد مع رفيقه ماء فانه يسأله فان لم يعطه تيمم وصلى اھ والكنز يطلبه من رفيقه فان منعه تيمم اھ كيف وقد قال مثله فى الملتقى واعتمد مذهب الامام وهذا نصه ان كان مع رفيقه ماء طلبه وان منعه تيمم وان تيمم قبل الطلب اجزأه اھ تنبيه قولى هنا يجب مطلقا المراد به انهم ذكروها مرسلة ولم يقيدوها بما يأتى فى القول الثالث اذ هذا هو الواقع فى كلام المبسوط واتباعه نعم حمله الامام صدر الشريعة على صريح التعميم كما سيأتى فى ذكر قانونه مع تضعيفه ان شاء الله تعالى ويقرب منه ما مر عن الغنية من حمل كل من قولى الامام وصاحبيه على التعميم حتى تأتى له التلفيق وقد علم انه ليس بتحقيق وثالثها ادارة الامر على ظنه فان ظن الاعطاء وجب الطلب ولم يجز التيمم

فائدہ لطیفہ علی البحر

فائدہ

قوانین العلماء

فائدہ معترضۃ علی العلامۃ ش

فائدہ صیغۃ الامر ان کان ظاہرہا الوجوب ربما تاتی للندب

https://www.facebook.com/darahlesunnat

قبله تقدم فيه نص النهاية وستأتى نصوص البحر المحيط والمنية والخزانة والبرجندى وفى الخانية و خزانة المفتين رأى مع رفيقه ماء ان كان غالب ظنه انه يعطيه لايجوز له ان يتيمم بل يسأله اهـ وفى الكافى مصر رفيقه ماء وظن انه ان سأله اعطاه لم يجز التيمم وان كان عنده انه لا يعطيه تيمم وان شك وتيمم وصلى فسأل فاعطى يعيد اهـ وفى الهندية بعد نقله وهكذا فى شرح الزيادات للعتابى اهـ وفى البرجندى نقل عن القاضى الامام ابى زيد رحمه الله تعالى انه يجب الطلب فى موضع لا يعز الماء فيه لا فى موضع يعز اهـ وفى المنية وشرح مسكين للكنز وعن ابى نصر الصفار رحمه الله تعالى اذا كان فى موضع يعز فيه الماء فالافضل ان يسأل من رفيقه وان لم يسأل اجزأه فان كان فى موضع لا يعز الماء فيه لا يجزئه قبل الطلب اهـ زاد فى المنية كما فى عمرانات واعتمده الشرنبلالى فى متنه وشرحه فقال يجب طلبه ممن هو معه لانه مبذول عادة فلا ذل فى طلبه ان كان فى محل لا تشح به النفوس اهـ ومنها العبارات التى قدمنا فى المسألة الثالثة والرابعة عن الزيادات ومحيط السرخسى و الخانية والخلاصة والبزازية وصدر الشريعة والبحر والهندية تصريحا وجامع الكرخى والبدائع والحلية مفهوما من الامر بقطع الصلاة عند ظن الاعطاء فانه يوجب الوجوب اذ لولاه لما حل القطع ويقابلها اطلاق نص الخانية وخزانة المفتين شرع بالتيمم ثم جاء انسان معه ماء فانه يمضى فى صلاته اهـ اقول[١٥٢] وقد علمت انهم يرمون عن قوس واحدة وهو وجوب الطلب فى مظنة الاعطاء لا غيرها وانما نشأ الخلاف من الاختلاف فى ان الماء هل هو مبذول عادة فى السفر كالحضر اولا فمن قال نعم قال يجب مطلقا ومن قال لا قال لا ومن فصل فصل فلم يبق فى الوصول الى الصواب الا انحلال عقدة هذا المبنى فاما المفصلون فقد اعتمدوا المظان وهى الجادة الواضحة واما المثبتون فنظروا الى حال الحضر والسفر فى منازل ذات مناهل وماء الشرب واما النافون فالى حال السفر فى منازل قليلة المياه وماء الطهر وانا اقول[١٥٣] وبالله التوفيق انما المبذول عادة ماء الشرب لا سيما فى الحضر واما ماء الطهر خصوصا الغسل فكثير من الناس يضنون به فى الحضر على الاجانب حذار ان ينفد ما عندهم فيحتاجوا الى ان يأتى السقاء او يحتاجوا الى كلفة الاستقاء بل ان كان احدهم على رأس ركية وسأله غريب او عابر سبيل ما عنده من الماء للغسل بل للوضوء يقول اما لك يدان السبت على البئر فكيف بالسفر …

علم مما استفدنا من تقرير وجوب القطع فى المسألة الثالثة منه غفرله

لا يحل التيمم الا اذا بعد الماء ميلا ونعلم قطعا ان المقيم فى مصره يحفظ على الماء تحفظه على الطعام اذا بعد الماء عنه بهذا القدر فكيف بمن فى السفر فالغالب فيه هى الظنة وما الكون مبذولا فيه من مظنة الا فى خصوص صور ٣١٨٥ عديدة كان يكون من له الماء ولد هذا او شقيقه او صديقه او اجيره او رعيته او يهابه او له فيه طمع يريده او يعلم هذا ان الرجل غير شحيح ولا لئيم ولا مناوله وان عنده من الماء ما ان اعطانى منه فضل له ما يبلغه المنزل وافيا بحاجاته من دون تقصير ولا تقتير او يكون هذا مريضا مقعدا اشل مثلا وهو على رأس البئر او يعلم انه كريم النفس يستحيى ان يرد السائل لاسيما ان كان ممن يؤثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة ففى مثل هذه الصور يحصل ظن الاعطاء المعتبر فى الشرع وهو اكبر الرأى الملتحق فى العمل باليقين دون الظن الضعيف الملحق بالشك ولا شك ان هذه الصور اقل بكثير من غيرها فكيف يقال ان ماء الطهر مبذول عادة بل مظنون به غالبا ٣١٨٦ نعم لم تبلغ قلة هذه الصور حد ندرة توجب طرحها عن النظر ونوط الحكم بالمظنة فوجب ادارة الامر على ظنه وهو اعلم بنفسه فلا يقيد بموضع فيه الماء عزيزا وغزير فلا شك ان الوجه هو التفصيل هذا فى الحكم اما التوفيق **فاقول** ٣١٨٧ وبالله التوفيق لا غرو فى اطلاق الحكم بالنظر الى الغالب الكثير وكم له فى الفقه من نظير فكان سيدنا الامام رضى الله تعالى عنه اطلق الحكم بعدم وجوب الطلب نظرا الى ما غلب ورواه الحسن كما سمع وتداولته المتون والعامة كما وقع وذهب اجتهاد الحسن الى اجرائه على اطلاقه فقال به وكذلك ظن بعض ففسروا الاطلاق بالعموم وقليل ما هم ورواه الصاحبان عن شيخهما وقد عرفا المراد ففسراه وقالا به فمنهم من نظر الاطلاق عن الامام والتفصيل عنهما فنصب بينهم الخلاف وهو مسلك الهداية وكثيرين ومنهم من نظر المرام وان التفصيل هو المراد بالاطلاق فصرح بالوفاق او لم يوم الى خلاف وهو مسلك المبسوط والكافى ومن حكى عنهم فى النهاية وهم الاكثرون على ما فيها ومنهم من نظر الى جانبى اللفظ والمقصود فاثبت الخلاف لفظا ونفاه معنى فذهب الى التوفيق ٣١٩٥ وهو مسلك الامام الجصاص وهو التحقيق الناصع ولذا ترى الخانية مشى على كلا القولين جازما به غير موم الى الخلاف فى شئ من الموضعين كما نقلنا نصوصها فى المسلكين الاول والثالث وتبعه فى خزانة المفتين كما علمت وكلهم على الصواب وبعضهم اولى به من بعض الا ان شرذمة صرحوا بتعميم عدم الوجوب ٣١٩٦ مع اتفاقهم جميعا على وجوب الطلب

قوانين العلماء

فی مظنة القرب اخاف[٣١٩٠] ان یکون ھذا فی عبارة التجرید المحکیة فی جامع الرموز من قبل القھستانی نقل بالمعنی علی ما فھم فان عبارة التجرید التی اثرھا اماما ن جلیلان فی الخلاصة والھندیة کما مر لا اثر فیھا لھذا التعمیم واللہ تعالٰی بکل شیئ علیم ونظیرہ[٣١٩١] فی جانب الایجاب صنیع صدر الشریعة فی الجانبین صنیع الغنیة واللہ تعالٰی اعلم **تنبیہ** جعل فی الحلیة الاقوال اربعة فافرز قول الصفار عن القول بالظن وانت تعلم انہ ھو فانما اقام المظنة مقام الظن کما لایخفی وقد قدمتہ فی حاشیة[١٢٢] **ثمرة المقام الثانی** قد تبین انہ ان ظن العطاء وجب الطلب او المنع لا بقی الشک فاعتری فیہ الشک وجاءت العبارات علی وجھین فی الحاقہ باحد الظنین احدھما قال صدر الشریعة فی الزیادات اذا کان خارج الصلاة ولم یطلب تیمم لایحل الشروع فی بالشک فان القدرة والعجز مشکوک فیھما اھ فقد الحقہ بظن العطاء فکما لایجوز التیمم اذا ظن العطاء کذلک اذا شک لکن نص الحلیة ان حکم صورة الشک غیر منصوص علیہ فی الزیادات اھ والذی ذکر فی البحر وجعلہ حاصل الزیادات وغیرھا یخالف ما فی شرح الوقایة عبارتہ وفی الزیادات ان المتیمم المسافر الی اخر ما نقلنا فی المسألة الثالثة وقال فیھا بعد قولہ فلا یقطع بالشک بخلاف ما اذا کان خارج الصلاة الی اخر ما نقلنا ھنا فلعل قولہ بخلاف الخ مدرج من عند الامام بین مسألتی الزیادات علی ما یقتضیہ کلام الحلیة والبحر ولذا لم یعزہ فی الحلیة الا الیہ واللہ تعالٰی اعلم ھذا ووقع فی الخادمی حکایة ان الحاقہ بظن العطاء مصحح قال فی الدر قبل طلبہ جاز التیمم اختارہ فی الھدایة وقیل لا اختارہ فی المبسوط اھ فقال الخادمی المصحح ان رجا اعطاءہ او شک یعید والا لا اھ ولم[٣١٩٣] یعزہ لاحد ولم ارہ لمعتمد فاللہ تعالٰی اعلم **وثانیھما** قال فی المبتغی بالغین مع رفیقہ ماء ظن انہ یعطیہ لا یتیمم والا تیمم اھ فقد الحق بظن المنع وھو قضیة ما فی المنیة اذ قال ان کان مع رفیقہ ماء لایجوز لہ التیمم قبل ان یسأل عنہ اذا کان علی غالب ظنہ انہ یعطیہ اھ وفی البرجندی عن الخزانة ان کان غالب ظنہ انہ یعطیہ لایجوز لہ ان یتیمم قبل الطلب اھ وفی جامع الرموز عن البحر المحیط ان ظنہ وجب الطلب والا لا اھ وھذا ما رجحہ فی الحلیة اذ قال احتمال الحاق الشک بظن المنع ارجح کما یظھر من توجیہ ھذا التفصیل وانکان فی شرح الوقایة لصدر الشریعة انہ لایحل لہ الشروع بالشک فان القدرة والعجز مشکوک فیھما اھ ثم ذکر التوجیہ بقولہ ولا یبعد القول بان الاول (ای ادارة الامر علی ظنہ) اوجہ لان الماء لیس بمبذول للاستعمال غالبا فی الاسفار وخصوصا فی مواضع عزتہ فالعجز متحقق نظرا

الی ذلك ولان ملك الغیر حاجز عن التصرف والقدرة موهومة فیصلح التمسك بهذا الاصل مبیحا للتیمم ما لم یعارضه ما یخرجه عن مقتضاه وهو ظن دفع اھ وهو ماخوذ عن الفتح وقد منا نصه قبل المقام الاول وعن البدائع وقد منا نصه فیه **اقول** [۳۱۹۶] وهذا هو الراجح اما **اولا** فلانه یشهد به نظیره مسألة الطلب غلوة فقد نصوا قاطبة فیها انه ان غلب علی ظنه قرب الماء وجب الطلب والالا ففی مختصر الامام القدوری والهدایة لیس علی المتیمم اذا لم یغلب علی ظنه ان بقربه ماء ان یطلب الماء وان غلب علی ظنه لم یجز تیممه حتی یطلبه اھ وفی الوقایة والنقایة والاصلاح والکنز والوافی والملتقی والغرر والتنویر ونور الایضاح یجب طلبه غلوة ان ظنه قریبا والا فلا اھ افهم النقایة وافصح الکل واقرهم الشارح والمحشون قاطبة وقد منا فی المسألة الرابعة التنصیص به عن البدائع والسراج الوهاج والجوهرة النیرة والبحر والدر والهندیة ایضا ومثله فی مالا یحصی فقد اطبقوا علی الحاق الشك بظن البعد **واما ثانیا** فلانه هو المصرح به فی غیر ما کتاب جلیل فقد قد منا نصوص النهایة والخانیة وخزانة المفتین والاختیار شرح المختار سالفا وذکرنا نصوص المبتغی والمنیة والبحر المحیط والخزانة انفا وخلافه لم یعرف الا فی شرح الوقایة **بلی** نسب الحاق الشك بظن العطاء فی الجوهرة الی الصاحبین علی خلاف قول الامام رضی الله تعالی عنهم فقال وجوب الطلب قولهما وعند ابی حنیفة لا یجب لان سؤال ملك الغیر ذل عند المنع وتحمل منة عند الدفع وعندهما ان غلب علی ظنه انه لا یعطیه لا یجب علیه الطلب ایضا وان شك وجب وتفریع قول ابی حنیفة اذا لم یجب الطلب تیمم قبله اجزأه وتفریع قولهما فی وجوب الطلب اذا شك وصلی ثم سأله واعطاه وجب علیه الاعادة باتفاقهما وان منعه فعند ابی یوسف صلاته جائزة وعند محمد یعید وان غلب علی ظنه انه یمنعه فصلی ثم اعطاه توضأ واعاد وان غلب علی ظنه الدفع الیه فصلی ثم سأله فمنعه اعاد عند محمد وعند ابی یوسف لا اھ **اقول** [۳۱۹۷] قوله فی ظن المنع ثم اعطاه اعاد ای باتفاقهما وان لم یعط فلا بالاجماع وحاصل قول محمد علی ما حکاه انه ان ظن العطاء او شك اعاد مطلقا اعطی بعد الصلاة او منع وان ظن المنع فان اعطی اعاد والا لا وحصوله انه یشترط لجواز التیمم ظن منع لا یظهر خلافه وحاصل قول ابی یوسف انه ان اعطی اعاد وان منع لا سواء ظن عطاء او منعا او شك **وفیه** [۳۱۹۸] **اولا** قد کان حکم وجوب الطلب ان لا یجزئ التیمم قبله کما قال فی تفریع

لم ار عزو ... الجوهرة عند ابی حنیفة اذا شك وجب علیه الطلب **اقول** [۳۱۹۹] لم ... وهو نقل غریب متوغل فی الغرابة لاسیما بلفظ عند والظاهر انها

قوانین العلماء

تصحیف عن من عند النساخ فلعلها ان کانت فروایة شاذة فاذة والله تعالی اعلم ۱۲ منه غفرله

تطفل علی الجوهرة

https://www.facebook.com/darahlesunnat

قول الامام انه لما لم يجب اجزأه وقد منا فی الافادة الخامسة من شرح الحد الرضوی عن سراجیه وجوهرة انه حیث وجب الطلب لم یطلب لم یجز وان لم یجد بعد فعلی هذا انما یظهر وجوب الطلب فی الشك علی ما حکی عن محمد لا علی قول ابی یوسف الا ان یبنی علی التحقیق الذی نبدیه بتوفیق الله تعالی ان الوجوب ههنا علی غیر حد الوجوب ثم وتکون الثمرة البطلان اذا ظن العطاء او شك ولم یسأل قبل ولا بعد والله تعالی اعلم وثانیا لازم هذا المحکی عن محمد بل صریحه کما علمت ان لو رأی فی الصلاة وظن العطاء او شك بطلت صلاته من دون توقف علی منح او منع بعد لان ما منع وجوده التیمم نقضه حدوثه کما فی البدائع والبحر والدر وغیرها وهذه کما علمت روایة نادرة عن محمد وقد اسلفنا البحث علیها وانها مؤولة او مهجورة **اقول** والتأویل لا یمشی هنا التصریحه بعدم الالتفات لما یظهر بعد فلم یسوّ الا البحر وثالثا بل تلك النادرة ایضا بمفهومها ان هذا اذا ظن العطاء لا اذا شك تخالف هذه الحکایة المسویة بین ظن الاعطاء والشك ورابعا ینافیه ما مر عن الاختیار من قیاس قول محمد المعتبر فیه ظن الاعطاء فقط ویناقض صریحا ما مر عن النهایة ان المذهب الغیر المنقول فیه خلاف بین اصحابنا الثلثة رضی الله تعالی عنهم الا فی الایضاح هو قصر الوجوب علی ظن الاعطاء والخلاف الذی فی الایضاح وغیره هو عدم الوجوب عند الامام مطلقا فلیس عند احد من الفریقین تسویة ظن العطاء والشك عند محمد ولا عند ابی یوسف فتبصر ولله الحمد واما ثالثا فاقول وبالله التوفیق وهو الحل علی وجه التحقیق اذا کان شیئ ظاهرا وخلافه محتملا لا عن دلیل لم یعارضه فلا یقع الشك فی ذلك الظاهر لعدم استواء الطرفین فقد نصوا فی علم الکلام ان الاحتمال لا عن دلیل لا ینافی الیقین بالمعنی الاعم فکیف ینافی الظن والشك فی العطاء لا یکون الا اذا لم یترجح جانبه بدلیل فیبقی محتملا لا عن دلیل فلا یورث الشك فی العجز المعلوم الظاهر بخلاف ظن العطاء فانه عن دلیل ولا بد فیعارض الظاهر ویبقی العجز مشکوکا فلا یتحقق شرط التیمم وذلك کمن شك فی قرب الماء فان شکه هذا لا یجعل العجز مشکوکا حتی ساغ له التیمم بلا طلب لم یسغ لمن ظن القرب کما تقدم فظهر به الجواب الساطع عن قول صدر الشریعة ان القدرة والعجز مشکوك فیهما وتبین ان مثل الشك لا یعارض ظهور العجز فوجب طرحه والحاقه بظن المنع ولله الحمد ثم بعد بضع

لیالی رأیت تصدیق تعلیلی ھذا فی کلام الامام ملک العلماء کما یاتی اٰخر المسألۃ الثامنۃ وللہ الحمد

مسئلہ ۷: شرح تعریف رضوی کے افادہ پنجم میں گزرا کہ یہاں اعتبار واقع کا ہے اگر اسے ظن غالب تھا کہ نہ دیگا یا شک تھا) اور اس نے تیمم سے پڑھ لی بعدہ اُس نے پانی دیدیا (بطور خود خواہ) اسکے مانگے سے تو نماز نہ ہوئی اعادہ کرے اور اگر ظن غالب تھا کہ دیدیگا اور (خلاف حکم کرکے) اس نے نہ مانگا اور تیمم سے پڑھ لی بعد کو مانگا اور اُس نے نہ دیا تو نماز ہوگئی شرح وقایہ کی عبارت وہیں گزری اور اور عبارات قوانین میں آئینگی انشاء اللہ تعالٰی۔ ہاں اگر اس نے نہ اول مانگا نہ بعد کو کہ منع وعطا کا حال کھلتا **اقول** نہ ظن عطا کی صورت میں اُس نے پانی خرچ کرلیا یا پھینک دیا نہ شک یا ظن منع کی حالت میں اُس نے بعد نماز بے انکار سابق دیدیا تو البتہ اسکے ظن کا اعتبار ہے اگر ظن عطا تھا نماز نہ ہوئی ورنہ ہوگئی لانہ بظن العطاء کان قادرا فی الظاھر علی الماء ولم یتبین غلط ھذا الظن فیعمل بہ لفقود رد الحقیقۃ علیہ میں ہے انما یکون المحوط ظنا لیس غیر عند عدم الاستکشاف لہ فاذا وجد وظھر الامر بخلافہ کان الحال علی ماظھر اھ واستشھد لہ بعبارات البدائع والکافی ثم الطال رحمہ اللہ تعالٰی بایداء سؤال ودفعہ حاصل السؤال قد یکون ظنہ مصیبا وینبدل رأی صاحب الماء فلا یظھر خطاء ظنہ وحاصل الجواب ان الاصل عدم التبدل والظن ربما یخطیئ واستشھد فی السؤال بنصوص فی المذھب انہ ان کان بحضرتہ من یسألہ عن الماء فسألہ فلم یخبرہ فتیمم وصلی ثم اخبرہ بہ لا اعادۃ علیہ ام ای فلم یکن بالاخبار اللاحق عالما فی السابق حین سألہ فلم یخبرہ فکذا لایکون بالعطاء اللاحق قادرا فی السابق حین ظن منعہ وافاد الجواب انہ فعل مافی وسعہ قبل الفعل فیقع جائزا دفعا للحرج فلا ینقلب غیر جائز قال وبعبارۃ اخری انہ اذا ابی تأکد العجز فلا تعتبر القدرۃ بعد ذلک عن ذکرہ فی الولوالجیۃ ولانہ متعنت ولاقول للمتعنت بخلاف مانحن فیہ فانہ لم یستفرغ الوسع بالاستکشاف ام **اقول** اغفل السؤال نصوصا فی المذھب ثم موافقۃ فی الصورۃ لما ھنا وھی انہ ان کان عندہ من یسألہ فلم یسألہ وصلی ثم سألہ فاخبرہ بماء قریب بطلت صلاتہ کما قدمنا فی نمرۃ ۱۰۵ عن الحلیۃ عن المحیط ومثلہ فی البدائع والتبیین والدر وغیرھا فعلم ان ھذا ممن یسأل ھنا عن حال الماء کظنہ العطاء فی ھذہ المسألۃ وترک السؤال کمثلہ فیھا والاخبار اللاحق کالعطاء اللاحق فتبطل صلاتہ کما بطلت ثم ھذا وقولہ اذا ابی ای عن الاخبار **اقول** یشمل ما اذا سألہ فسمع وسکت لانہ صادق علیہ قولھم لم یخبرہ وانما عبرہ عنہ فی الحلیۃ بالاباء لان السکوت عند الحاجۃ اباء عرفا وقد صرحوا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

بمسألة الاباء ههنا ايضا انه ان سأله قبل الصلاة فابى ثم اعطاه بعدها فقد تمت ولاعبرة بالمنع بعد المنع وما قال انه متعنت وقد اخذه عن البدائع **فاقول**[۳۲۱۲] هذا غير متعين ولا ثابت فقد ينسى ثم يتذكر وحال المسلم تحمل على الصلاح مهما امكن والله تعالٰی اعلم قال ثم بعد برهة من ظهور هذا للعبد الضعيف وتسطيره رأيت صدر الشريعة قد صرح بما ذكرنا من الحكم في هاتين المسألتين وعلله فيما لو اتم الصلاة مع ظن العطاء ثم سأله فاعطاه فتوارد نا على ذلك اھ **اقول**[۳۲۱۳] هو سبق قلم بل انما ذكر العلة فيما اذا سأله فابى قال لانه ظهر ان ظنه كان خطأ اھ وهذا نظير ما سبق ان الحاق الشك بغلبة الظن للعطاء ارجح وانما صوابه للمنع كما مر **تنبیہ** نماز کے بعد وہ دینا جس سے مطلقاً نماز اعادہ کرنی ہوتی ہے اگرچہ مصلی کو ظن منع ہو کونسا ہے اور وقت نماز گزر جانے کے بعد دینا بھی یہ اثر رکھتا ہے یا نہیں اسکا بیان مسئلہ نہم میں آتا ہے و باللہ التوفیق۔

مسئلہ ۸ امام محقق علی الاطلاق سے مسئلہ ششم میں گزرا کہ پانی پر قدرت تین طرح ہوتی ہے اول خود اپنی ملک میں **اقول**[۳۲۱۴] یعنی حاجت ضروریہ سے فارغ اور استعمال پر قدرت تو ہر جگہ شرط ہے **دوم** اگر بکتا ہے تو قیمت پر قادر ہو **اقول**[۳۲۱۵] یعنی انھیں وجوہ پر کہ گزریں کہ قیمت مثل سے بہت زیادہ نہ مانگے اور قیمت اسکے پاس حاضر نہیں تو اُدھار دینے پر راضی ہو **سوم** اباحت **اقول**[۳۲۱۶] یہ مصدر مبنی للمفعول ہے یعنی پانی کا مباح ہونا خواہ باباحتِ اصلیہ جیسے بارش و دریا کا پانی یا کسی کے وقف کیے سے یا بلا وقف عام لوگوں یا کسی خاص قوم کے لیے جن میں یہ داخل ہو مالک نے طہارت کیلئے مباح کیا ہو اگر اسے طہارت درکار ہو یا مالک خاص اس شخص کو مباح کرے **ثم اقول**[۳۲۱۷] دو صورتیں قدرت کی اور ہیں **چہارم** ہبہ کہ تملیک بلاعوض ہے بخلاف اباحت کہ شے ملک مالک ہی پر رہتی ہو اُسکی اجازت سے صرف کی جاتی ہے **پنجم** مالک کا وعدہ کرنا کہ میں تجھے پانی دونگا یہانتک کہ ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مذہب میں انتظار لازم ہو اگرچہ وقت نکل جائے کہ وعدہ میں ظاہر وفا ہو اور پانی پر قدرت اباحت سے بھی حاصل تو ظاہراً قادر ہی لہذا تیمم جائز نہیں اسکا ذکر نمبر ۹ میں گزرا اور بابتہ امام زفر حکم یہ ہے کہ جب وقت جاتا دیکھے تیمم کرکے پڑھ لے جیسا کہ نمبر ۹ میں گزرا۔ اب یہاں چند ضروری تنبیہات ہیں

تنبیہ اول وہ وعدہ کہ پانی نہ رہنے کے بعد ہو معتبر نہیں مثلاً نماز میں اس نے کسی کے پاس پانی دیکھا اور دینے کا ظن غالب نہ ہوا نماز پوری کی اُسکے بعد مانگا اُس نے کہا میرے پاس پانی تھا تو مگر خرچ ہوگیا اگر اُسوقت مانگتے میں ضرور دیتا تو اس وعدہ کا اعتبار نہیں نماز ہوگئی اور اگر نماز سے پہلے دیکھا اور دینے کا ظن غالب ہوا اور تیمم پہلے کرچکا تھا یا اب کرلیا پھر مانگا تو اُس نے وہی جواب دیا کہ اب نہ رہا اُسوقت مانگتے تو دیدیتا اس وعدے سے بھی وہ تیمم نہ جائیگا اسی

نماز پڑھے یہی اصح ہے کہ نہ رہنے کے بعد وعدہ اس پر دلیل نہیں کہ دے بھی دیتا شے[٣٢١٨] موجود ہوتے وقت وعدہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کر دینا منظور ہے اور نہ رہنے کے بعد نہ دینے والا بھی یہ کیوں کہے کہ میں نہ دیتا بلکہ مفت کرم داشتن ہے کہ ہوتا تو ضرور دیتا۔ بحر الرائق میں ہے فی المجتبی رأی فی صلاتہ ماء فی ید غیرہ ثم ذھب منہ قبل الفراغ فسألہ فقال لوسألتنی لاعطیتک فلا اعادۃ علیہ وان کانت العدۃ قبل الشروع یعید لوقوع الشک فی صحۃ الشروع والاصح انہ لایعید لان العدۃ بعد الذھاب لاتدل علی الاعطاء قبلہ ام **اقول**[٣٢١٩] ھذا الفرع یحتاج لہ الشرح وقد تبین مما صورناہ فقولہ ثم ذھب منہ ای الماء من صاحبہ بانفاق مثلا قبل الفراغ لھذا من صلاتہ فسألہ بعد صلاتہ فقال نفد ولوسألتنی قبل لاعطیتک قولہ وان کانت العدۃ قبل الشروع **اقول**[٣٢٢٠] تصویرہ بصورتین ذکرناھما انہ تیمم ثم رأی اورأی ثم تیمم ثم سألہ بعد حین فقال انفقت ولوسألت لاعطیت ولیس[٣٢٢١] المراد انہ رأی فسأل فلم یجب فتیمم لانہ تیمم صحیح قطعا لوقوعہ بعد ظھور العجز عن الماء بخلاف تینک الصورتین ففیھما قیل لیس لہ ان یصلی بذلک التیمم بل یتیمم ثانیا ولوصلی بالاول یعید لوقوع الشک فی صحۃ الشروع بہ فی الصلاۃ لانہ ان[٣٢٢٢] لم یظھر بوعدۃ القدرۃ فلا یقعد عن ایراث الشک فی العجز فوقع الشک فی بقاء التیمم فلم یصح لہ الشروع بطھارۃ مشکوکۃ بخلاف ما اذا رأی فی الصلاۃ لان الشروع صح بالیقین فلا یزول الا بمثلہ والاصح انہ لایعید لان العدۃ بعد الذھاب والنفاد لاتدل علی الاعطاء قبلہ **اقول**[٣٢٢٣] لما قررنا من ان الشحیح ایضا لایثقل علیہ مثل ھذا الوعد فاذا لم یترجح بہ جانب العطاء کان وجودہ وعدمہ سواء فلم یورث شکا فی العجز کما قدمنا تحقیقہ اخر المسألۃ السادسۃ فھذا مایتعلق بشرحہ ولا بأس بالتنبیہ علی نکت **فاقول اولا**[٣٢٢٤] کان تسمیتہ وعدا للمشاکلۃ والا فالوعد للمستقبل **وثانیا**[٣٢٢٥] التصویر بذھاب الماء خرج وفاقا والا فالحکم کذلک لو لم یذھب واحتال بھذا الجواب بل بالاولی لانہ منع اشنع **وثالثا**[٣٢٢٦] لابد عندی من التقیید بعدم ظن العطاء فی الوجھین کما فعلت لان ظن العطاء اذا لم یظھر خلافہ یمنع صحۃ التیمم والصلاۃ کما مرویأتی وبھذا الوعد ان لم یظھر وفاقہ لم یظھر خلافہ ایضا بالاولی فتجب اعادۃ الصلاۃ واللہ تعالی اعلم۔

تنبیہ[٣٢٢٧] **اقول** وعدہ آب ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اجماع سے پانی پر قدرت کا موجب سمجھا گیا ظاہر یہ حکم وقت کے وقت تک ہے کہ کسی موقت حاجت کیلئے ایک وقت میں وعدہ اُسی وقت کا وعدہ سمجھا جاتا ہے نہ یہ کہ کبھی دیدیں گے اگرچہ سال بھر بعد۔ خروج وقت پر خلف وعدہ سمجھا جائیگا کہ دینے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

کہا تھا اور نہ دیا آئندہ اوقات کیلیے بھی وہ وعدہ اور اُسکے سبب اسکا پانی پر قادر ہونا سمجھا جائے تو مہینا بھر کامل گزر جائے اور اسے نماز پڑھنے کی اجازت نہ ہو کہ وعدہ باقی ہے تو قدرت باقی ہے تو تیمم ناجائز ہے اور ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ انتظار کرے اگرچہ وقت نکل جائے تو ہر وقت یہی حکم رہے گا اور مہینوں مہینوں نماز سے معطل رہنے کا حکم ہوگا حاشا یہ شریعت مطہرہ کا مسئلہ نہیں ہوسکتا لاجرم وعدہ کا اثر اُس ایک ہی وقت تک رہیگا وبس وھذا ظاھر جدا ومن خدم الفقہ یرتأ یید ہ فی مسائل کثیرۃ من کتاب الطلاق وکتاب الایمان واللہ تعالٰی اعلم

تنبیہ سوم **اقول**[۲۲۹] ظاہر یہ ہے کہ وعدہ قدرت مقتصرہ ثابت کریگا یعنی وقت وعدہ سے نہ مستندہ یعنی وقت علم بآب سے وذلک لانہ ھو سبب ثبوتھا فلا تثبت قبلہ لان المسبب لا یتقدم السبب ظاہر ہے کہ وعدہ آئندہ کیلیے ہوتا ہے تو ماضی پر اُسکا کیا اثر بلکہ اگر وعدہ[۲۳۰] اسکے سوال پر ہو تو یہ بھی دلالت نہ کریگا کہ اس سے پہلے مانگتا تو دیدیتا کہ اب بھی تو مانگے پر نہ دیا نرا وعدہ ہی کیا تو یہ کیونکر مفہوم ہو کہ پہلے دے ہی دیتا بالجملہ وعدہ حقیقۃً عطا نہیں کہ سب احکام عطا نافذ ہوں بلکہ وہ حقیقۃً عدم عطا ہے صرف اس اُمید پر کہ مسلمان کے وعدے میں ظاہر وفا ہے اُسے ظاہراً پانی پر قادر مانا گیا ہے لما مر فی الظفر لقول زفر عن البحر عن البدائع عن محمد ان الظاھر الوفاء بالوعد فکان قادرا علی الاستعمال ظاھرا تو بیش از وعدہ نہ قدرت ہوگی نہ مانگے پر وعدے سے یہی ظاہر ہو کہ پہلے مانگتا تو دیدیتا ھذا ما ظھر فلیراجع ولیحرر والعلم بالحق عند العلی الاکبر **اقول**[۲۳۱] مگر اس میں یہ تو شک ہے کہ علما نے بعد نماز مانگنے پر پانی دیدینے کو اسپر دلیل ٹھہرایا ہے کہ پہلے مانگتا جب بھی دیدیتا کما یأتی فی المسألۃ الاٰتیۃ عن الزیادات وجامع الکرخی والبدائع والحلیۃ ان البذل بعد الفراغ دلیل البذل قبلہ تو یونہی کیوں نہ کہا جائے کہ بعد نماز مانگنے پر وعدہ اسکی دلیل ہے کہ پہلے مانگتا جب بھی وعدہ کرلیتا اور نفس وعدہ کو موجب قدرت مانا ہے تو جسطرح بعد کو پانی دیدینے سے قدرت سابقہ ثابت ہوئی کہ پہلے مانگتا تو مل جاتا تو پانی زیر قدرت تھا یونہی بعد کے وعدے سے ثابت ہوگی کہ پہلے مانگتا تو وعدہ ہوجاتا اور وعدہ موجب قدرت تھا تو قدرت مل جاتی تو پانی زیر قدرت تھا اور جب مانگے پر نرے وعدے سے یہ حکم ہو تو بے مانگے وعدے سے بدرجۂ اولٰی کہ یہاں تو یہ احتمال ہے کہ جب بے مانگے وعدہ کرلیا عجب نہیں کہ پہلے مانگے پر دے ہی دیتا اگرچہ[۲۳۲] اس اولویت میں یہ کلام واضح ہے کہ شاید اور کیا عجب مفید نہیں ظہور درکار ہے کلام امام محمد سے ابھی گزرا فکان قادرا ظاھرا **اقول**[۲۳۳] مگر بذل ووعدہ میں فرق بیّن ہے بذل حال سے بذل سابق مظنون ہوا اور بذل قطعاً موجب قدرت ہے تو قدرت مظنون ہوئی بخلاف وعدہ کہ قدرت کا موجب قطعی نہیں خلف بھی ممکن ہے دینے والے کو کوئی عذر پیش آنا بھی ممکن ہے الا تری

ان مع انما یقول ان الظاھر الوفاء تو وعدہ صرف مورث ظن قدرت ہے اور وعدہ حال سے وعدہ سابقہ بھی یقینی
نہیں صرف مظنون ہے تو اسوقت کے وعدے سے سابق میں ظن قدرت نہ ہوا بلکہ ظن ظن ہوا اور ظن ظن شئ ظن شئ نہیں تو
سابق کیلئے ظن قدرت ثابت نہ ہوا تو عجز ظاہر کا معارض نہ پایا گیا اور تیمم و نماز صحیح رہے اور یہ تقریر اُس صورت کو بھی شامل
کہ بعد کو بے مانگے وعدہ کرے کما لایخفی بالجملہ مقام مشکل ہے اور ظاہر وہ ہے جو فقیر نے گزارش کیا واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

ثم اقول بلکہ حقیقت امر یہ ہے کہ مسئلہ وعدہ خود ہی مشکل ہے بلکہ اُس سے بھی صاف تر مسئلہ رجا اور اُسکا اور مسئلہ ظن
قرب کا فرق اکابر محققین امام اجل عبدالعزیز بخاری و امام قوام کاکی و امام اکمل بابرتی و امام کمال ابن الہمام وغیرہم رحمۃ اللہ
تعالٰی علیہم نے مشکل سمجھا اور لاحل چھوڑ دیا واللہ المسئول لحل کل اشکال ودفع کل اعضال ولا حول ولا قوۃ
الا باللہ العلی العظیم المتعال **اما مسألۃ الوعد** فلم ازل استشکلھا لان الوعد لایورث الا رجاء
فی المآل والرجاء فی القابل لایرفع العجز المتحقق فی الحال فکیف یقال انہ بمجرد الوعد صار قادرا علی
الماء قال فی التبیین راجی الماء یستحب لہ التاخیر ولا یجب لان العدم ثابت حقیقۃ فلا یزول حکمہ
بالشک اھ وفی الھدایۃ وعن ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنھما فی غیر روایۃ الاصول ان
التاخیر حتم لان غالب الرأی کالمتحقق وجہ الظاھر ان العجز ثابت حقیقۃ فلا یزول حکمہ الا بیقین
مثلہ اھ وعزاہ فی الحلیۃ لھا ولغیرھا والمسألۃ معلومۃ دوارۃ فی المتون والشروح والفتاوی وھی
تعطی قطعا ان رجاء القدرۃ فی المآل لایرفع العجز فی الحال باجماع اصحابنا فی روایات الاصول فیجب
ان لایعد قادرا بالوعد وانما یؤمر بالانتظار استحبابا ان وقع الوعد قبل الصلاۃ وان وعد بعدھا
لم یبطل صلاۃ صحت بیقین کما لو حصل لہ رجاء الوجدان اخر الوقت بعد ما صلی فان ما لایمنع
التیمم وجودہ لایرفعہ حدوثہ حین حدث فضلا عما سبق اما الفرق بان القدرۃ علی الماء تثبت بالاباحۃ
اجماعا فیجب الانتظار بخلاف غیرہ کثوب ودلو فلا تثبت عند الامام فیستحب وعندھما نعم فیجب
فاقول الوعد لیس اباحۃ فی الحال بل ایراث رجائھا فی المآل فھو بین بین قولہ اعطیت وقولہ
ساعطی اما ان الظاھر الوفاء فکان قادرا علی استعمال الماء ظاھرا **فاقول** الماء معدوم عندہ بعد
ولا قدرۃ علی المعدوم کیف وقد قال فی البحر فی مسألۃ من نسی الماء فی رحلہ ھذا لانہ لاقدرۃ بدون
العلم لان القادر علی الفعل ھو الذی لو اراد تحصیلہ یتأتی لہ ذلک ولا تکلیف بدون القدرۃ اھ و
معلوم ان الموعود لہ لیس الامر بیدہ حتی یتأتی لہ تحصیل الوضوء بارادتہ بل ھو بید الواعد فلم تثبت

اقول اراد بالشک ما یقابل الیقین بدلیل ما یتلوہ من نص الھدایۃ وقد قال فی البنایۃ والشلبیۃ عن الدرایۃ کلیھما [illegible] عن الایضاح المراد بالرجاء غلبۃ الظن ای یغلب علی ظنہ انہ یجد الماء فی اخر الوقت اھ ومثلہ فی البحر وغیرہ ۱۲ منہ غفرلہ

مسئلہ وعدہ [illegible]

قوانین العلم

مسئلہ ۱
اول وقت [illegible]

القدرة فان قلت[٣٣٣٨] اليس اذا اعطاه بعد الصلاة بلا اباء بطلت فقد عد بالعطاء اللاحق قادرا فی
السابق وسيأتی التصريح به عن الزيادات وجامع الكرخی والبدائع والحلية انه ظهر انه كان قادرا لان
البذل بعد الفراغ دليل البذل قبله اه مع ان الماء كان معدوما عنده اذ ذاك والمعدوم غير مقدور
فلم لا يجعل قادرا بالوعد وان كان الماء معدوما عنده بعد بل هذا[٣٣٣٩] اولی لانه علی شرف الحصول اما
ما مضی فلا يمكن ان يجعل غير الحاصل فيه حاصلا اقول[٣٣٤٠] وبالله التوفيق ليست القدرة المانعة
للتيمم بمعنی الاستطاعة فانها لا تكون قبل الفعل وان كان الماء بكفه بل بمعنی سلامة الاسباب والالات
بحيث لا يبقی شیء مما يتوقف عليه تحصيل الماء خارجا عن قبضته فيكون قادرا بمعنی ان تحصيله
بيده ويشترط مع ذلك عدم الحرج فمن بعد الماء عنه ميلا وهو قادر علی المشی فقد سلمت له الاسباب
وعد عاجزا للحرج ثم غالب الظن كاليقين الا تری ان من ظن قرب الماء عد قادرا عليه مع انه لا علم
حقيقة والظن ربما يخطئ اذا علمت هذا فمن اعطی لاحقا حصل له الظن علی العطاء سابقا لو سأل
فثبت ظنا وهو كالثبوت يقينا انه كان قادرا اذ ذاك علی تحصيل الماء بالسؤال فكان قادرا علی الماء
لان القدرة الحسية بالعطاء وما كان بينه وبين العطاء الا السؤال كما ظهر بالبذل اللاحق والسؤال و
ان كان بدون سؤال فبالاولی وقد كان السؤال بيده وتركه عالما بالماء عنده فكان كمن يكون علی رأس
البئر وفيها ماء وبيده الدلو والرشاء وهو قادر علی الاستقاء فترك وتيمم وبالجملة ظهر بالبذل اللاحق
انه لو اراد تحصيله سابقا لتأتی له لعدم توقفه الا علی سؤاله المقدور له وهذا هو معنی القدرة
بخلاف الموعود له فان التوقف ههنا علی الوفاء وليس الوفاء بيده فقد ظهر الفرق
والحمد لله رب العلمين فان قلت[٣٣٤١] اليس قد اوجبوا الطلب ابطلوا الصلاة قبله فيما اذا كان فی
العمرانات او قربها مطلقا او فی الفلاة وقد اخبر بقرب الماء او ظنه بوجه اخر من رؤية خضرة
وغيرها كما قدمته فی خامس افادات شرح الحد الرضوی واثرت ثم عن الحلية ان العلم بقرب الماء
قطعا او ظاهرا ينزله منزلة كون الماء موجودا بحضرته فلا يجوز تيممه كما لا يجوز مع وجوده بحضرته
اه فكذلك ههنا وان كان الماء معدوما ينزله ظن الوفاء لانه هو الظاهر من المسلم منزلة الموجود فلا يجوز
له التيمم اقول[٣٣٤٢] ولربی الحمد علی الخبير سقطت وفی القياس غلطت فرق عظيم بين المسألتين
القرب والعطاء كلاهما مانع عن التيمم لحصول القدرة بهما فان الشرع المطهر جعل ما كان دون ميل

كالذی بینه وبین الماء میل و لا الجواز لمن بیته علی شط البحر التیمم اذا لم یجد الماء فی بیته کما تقدم فی نمرة ۱۹ عن العنایة والظن الغالب فی العمل کالعلم ومع علم المانع لا مساغ للتیمم بیلد ان القریب لما کان مقدورا حقیقة شرعا فی الحال کما علمت کان ظن القرب ظن انه مقدور الاٰن وانه حاصل بحضرته فی اعتبار الشرع المطهر وھٰھنا ظن الوفاء ظن انه سیحصل مع العلم القطعی بانه غیر حاصل فی الحال فمن علم ان المانع موجود وھٰذا علم انه سیحدث ان وفی وتوقع حدوث المانع لا یمنع التیمم وھٰذا ما قدمت فی الظفر لقول زفر انه اذا درك الوقت فاراد الصلاة لا ینھی عنها ولا ینظر الا الی حالته الراھنة وقلت قبله فیه ان الطاعة بحسب الاستطاعة قال ربنا تبارك وتعالٰی فاتقوا اللّٰه ما استطعتم ولا ینظر الا الی الحالة الراھنة واستشھدت علیه بمسألة الراجی ھذه ان لیس علیه التأخیر وبمسألة الدر امره الطبیب بالاستلقاء الخ وستأتی عن البنایة سبع مسائل ومن زیادتنا سبع اُخر تشھد لھٰذا ومن ذلك ما مر فی نمرة ۹ من مسألة عار وُعد ثوبا له ان یصلی عاریا ولا ینتظر ھٰذا ھو مذھب امام المذھب رضی اللّٰه تعالٰی عنه والاٰن رأیت فی الغنیة فی مسألة الراجی نفسھا (یستحب ان یؤخر) ولو لم یفعل وتیمم وصلی جاز لانه اداھا بحسب قدرته الموجودة عند انعقاد سببھا وھو ما اتصل به الاداء اھ ثم بنعمة ربی وله الحمد رأیت بعد قلیل من الحین الامام الاجل ابا البرکات النسفی رحمه اللّٰه تعالٰی فی الکافی فرّق بعین ما وفقنی ربی من انه این الحاصل مما سیحصل کما سأذکر نصه ان شاء اللّٰه تعالٰی وللّٰه الحمد فی الاولٰی والاخرٰی ھٰذا ما کان یختلج صدری فی مسألة الوعد **واما مسألة الرّجاء** وما علل به فی الھدایة فاعترضه الامام الاجل الشیخ عبد العزیز ثم الامام قوام الدین الکاکی ثم الامام اکمل الدین البابرتی ثم الامام المحقق علی الاطلاق بوجھین قال فی الفتح علی عبارة الھدایة المذکورة قوله لان غالب الرأی کالمتحقق مع قوله فی وجه ظاھر الروایة ان العجز ثابت حقیقة فلا یزول حکمه الا بیقین مثله مع انه منظور فیه بان التیمم فی العمرانات وفی الفلاة اذا اخبر بقرب الماء او غلب علی ظنه بغیر ذلك لا یجوز قبل الطلب اعتبارا للغالب الظن کالیقین یقتضی انه لو تیقن وجود الماء فی اخر الوقت لزم التأخیر علی ظاھر الروایة لکن المصرح به خلافه علی ما تقدم اول الباب انه اذا کان بینه وبین الماء میل جاز التیمم من غیر تفصیل وفی الخلاصة المسافر اذا کان علی تیقن من وجود الماء او غالب ظنه علی ذلك فی اخر الوقت فتیمم فی اول الوقت وصلی ان کان بینه وبین الماء مقدار میل جاز وان کان اقل ولکن یخاف الفوت لا یتیمم اھ وقد فصله اتم تفصیل الامام الاجل

قوانين العلماء

البخاری ونقل کلامه فی العنایة والدرایة وهذا لفظ الاکمل قال قوله لان غالب الرأی کالمتحقق قال الشیخ عبد العزیز هذا التعلیل مشکل لانه یقتضی ان یجب التأخیر عند التحقق فی اخر الوقت مع بعد المسافة فی الروایات الظاهرة لیصح مقیسا علیه ولیس کذلک فانه ذکر فی اول الباب ان من کان خارج المصر یجوز له التیمم اذا کان بینه وبین الماء میل او اکثر وفی الخلاصة وعامة النسخ المسافر اذا کان علی تیقن من وجود الماء فی اخر الوقت او غالب ظنه ذلک جاز له التیمم اذا کان بینه وبین الماء میل او اکثر وان کان اقل لا یجوز وان خاف فوت الصلاة فلو حمل هذا یعنی التعلیل علی ان المراد ان التیمم لا یجوز فی المتحقق فی غیر روایة الاصول فالحق به غالب الظن فی هذه الروایة لم یستقم ایضا لانه علی وجه ظاهر الروایة بان العجز ثابت حقیقة فلا یزول حکمه الا بیقین مثله وذلک یقتضی ان حکم العجز وهو جواز التیمم یزول عند التیقن بوجود الماء فی ظاهر الروایة ولیس کذلک علی ما بینا ولو حمل علی ان هذا فیما اذا کان بینه وبین ذلک الموضع اقل من میل لم یستقم ایضا لانه لا فرق فی تعلیل ظاهر الروایة بین غلبة الظن والیقین فیما اذا کانت المسافة اقل من میل فی عدم جواز التیمم کما انه لا فرق بینهما فیما اذا کانت المسافة اکثر من میل فی جواز التیمم وقد صرح فی اخر هذا الباب انه اذا غلب علی ظنه ان بقربه ماء لا یجوز التیمم کما لو تیقن بذلک فعلم انه مشکل بقی وجه اخر وهو ان یحمل هذا علی ما اذا لم یعلم ان المسافة قریبة او بعیدة فلو ثبت انه تیقن بوجود الماء فی اخر الوقت فقد امن الفوات و لما لم یثبت بعد المسافة لتشکیک فیه لم یثبت جواز التیمم فیجب التاخیر اما لو غلب علی ظنه ذلک فکذلک عندهما فی غیر روایة الاصول لان الغالب کالمتحقق وفی ظاهر الروایة لا یجب التاخیر لان العجز ثابت لعدم الماء حقیقة وحکم هذا العجز وهو جواز التیمم لا یزول الا بیقین مثله وهو التیقن بوجود الماء فی اخر الوقت ولم یوجد فلا یجب التاخیر ولکن هذا الوجه لا یخلو عن تمحل ویلزم علیه انه فرق ههنا بین غلبة الظن والیقین فی ظاهر الروایة ولم یفرق بینهما فیما اذا غلب علی ظنه ان بقربه ماء فی عدم جواز التیمم ولا فیما اذا کانت المسافة بعیدة فی جواز التیمم کما بینا قال فالاظهر بقاء الاشکال ام ضمیر قال الی الامام البخاری وقد اقره العلامتان الکاکی والبابرتی رحم الله الجمیع ورحمنا بهم امین

واقول انما وجه الکلام الی ظاهر الروایة وتعلیلها وصرف الشیخ احلالها الی الروایة النادرة و دلیلها وجعل الاربعة محامل ورد الکل وانا ارید تلخیصه مع الایضاح فقد خفی علی بعض اجلة الکبراء فاقول

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وبالله التوفيق جعل محمله **الاول** تقدير ان وجوب التاخير عند تيقن الوجدان فی اخر الوقت متفق عليه بين الروايات الظاهرة والنادرة وانما الخلاف عند الظن فقاسته النادرة على الوفاقية **وردّه** ببطلان هذا التقدير للتنصيص المتواتر على جواز التيمم اذا بعد الماء ميلا **اقول** [٣٢٢٦] ای وربما يتيقن فيه الوجدان فی اخر الوقت فان الميل يقطع بسير الوسط فی اقل من نصف ساعة ووقت الصبح والمغرب اوسع من ضعف ذلك فضلا عن سائر الاوقات **والثانی** ان فی كليهما الاختلاف والحقت النادرة احد المختلفين بالاخر **اقول** [٣٢٢٧] وهو من البعد الحامل اذ لا يبقى على هذا تعليلا بل ايضاحا الخلافية باخرى كعادة الامام الربانی محمد فی كتبه **وردّه** بان جواب الظاهر اذن بالفرق بين الظن فلا يجوز فيه التيمم واليقين فيجوز وقد علم بطلانه **اقول** [٣٢٢٨] ويمكن ان يجعل ردّ الالحاق فقط وان كان بعيد كذلك الحمل **والثالث** ان النادرة انما توجب التاخير عند ظن الوجدان فيما اذا كان الفصل اقل من ميل **اقول** [٣٢٢٩] معناه ان علم الماء قريبا لا يجوز له التيمم ان ظن وجدانه والا بان ضاق الوقت جاز كما هو قول زفر **وردّه** بان المذهب انما فرق بالقرب والبعد دون غلبة ظن الوجدان واليقين كما يعطيه ما ذكره فوجه الظاهر فان كان الفصل ميلا او اكثر جاز مطلقا والا لا مطلقا وبان المذهب بطلان التيمم عند ظن القرب كما صرح به اخر هذا الباب فكيف يجيزه مع العلم بالقرب لعدم التيقن بالوجدان وليس معناه ان يظن الوجدان لظنه الماء اقرب من ميل فان كونه اقرب مفروض على هذا الحمل وسيأتی ايضاحه **والرابع** ان النادرة فيما اذا جهل الفصل ولم يرد لياليها ان التيمم مبيح وما نعانا المبيح فالعلم ببعد المسافة واما المانع فالعلم بانه يجد الماء فی اخر الوقت للمبيح هنا غير معلوم بالفرض والمانع لو كان متيقنا لم يجز له التيمم قطعا لا من الفوات وهنا هو مظنون والمظنون كالمتيقن فلا يجوز ايضا ويجب التاخير وحاصل جواب الظاهر ان للتيمم مصححا ومانعا فالمصحح العجز عن الماء وهو حاصل قطعا لان الماء معدوم حقيقة والمانع العلم بوجدانه فی اخر الوقت وهو غير متيقن وان كان مظنونا فلا يعارض للتيقن **وردّه** بان فيه حملا لتقييد اطلاق الروايات بقيد لا اشارة اليه فی كلام احد من الفريقين وهو الجهل بحال المسافة قربا او بعدا ولانه بعيد الانفهام من العبارة وبانه يلزم ان ظاهر الرواية فرقت هنا بين الظن واليقين مع انما سوّت بينهما فی مسألتی القرب والبعد فلا يجوز مع ظن القرب ويجوز مع ظن البعد كالعلم فی الفصلين فبقی الاشكال علی كل حال هذا توضيح كلامه رحمه الله تعالى وقد علمت ان الكلام على كل وجه انما يتوجه الى تعليل ظاهر الرواية ففيه الاشكال كما استشكله الامام الكمال **وذكر**

فا: عادة محمد الاستشهاد
قوانين العلماء
على مسئلة خلافية بخلافية ايضاحا

الامام العینی فی البنایة کلام العنایة هذا برمته غیر انه غیر قول الامام البخاری اما لو غلب علی ظنه ذلك فكذلك عندهما
بقوله اما لو غلب علی ظنه عدم بعد المسافة فكذلك عندهما ام فجعل المشار الیه قرب المسافة **اقول** ۳۲۵۱ (۱) هو باطل
قطعا فان عند ظن القرب یجب التاخیر اجماعا طفحت بذلك كتب المذهب الا انها روایة نادرة والمذهب خلافها
بل الاشارة الی وجود الماء فی اخر الوقت انه ان غلب هذا علی ظنه فكذلك عندهما كما لا یخفی وقد اوضحه بقوله فجواب
الظاهر لا یزول الا بیقین مثله وهو التیقن بوجود الماء فی اخر الوقت ام فهذا هو الذی شرط الظاهر تیقنه علی ما
یقتضیه تعلیل الهدایة والتفت النادرة بغلبته علی الظن فكان هو المشار الیه بقوله ان غلب علی ظنه ذلك فكذلك عندهما
ذلك ثم قال اعنی الامام العینی وقد ذكر هذا كله صاحب الدرایة ایضا ناقلا عن شیخه والعجب من الشیخ (تلمیذ الامام البخاری)
حیث لم یذكر وجه التخلص منه مع كونه من المحققین الكبار وكذا صاحب الدرایة والاكمل ذكرا هذا وسكتا علیه فنقول و
بالله التوفیق نذكر وجها ینحل منه هذا الاشكال وهو انه یعتبر رجاء الماء وعدم رجائه باسباب اخر غیر بعد المسافة
او قربها وهو ان یكون فی السماء غیم رطب غلب علی ظنه انه یمطر ویقدر علی الماء فی اخر الوقت فانه یستحب له التاخیر
فی ظاهر الروایة ویجب علیه فی غیر روایة الاصول كما لو تحقق بوجود الماء او یكون الماء بعیدا لكن ارسل من یستقی له
وغلب علی ظنه حضور من ارسله فی اخر الوقت بامارات ظهرت له او كان الماء فی بئر ولم تكن له اٰلة الاستقاء لكن غلب علی ظنه
وجدانه فی اخر الوقت او كان الماء یقرب منه ولم یعلم مكانه وجود من یشتری به الماء ام **اقول** ۳۲۵۲ هكذا فی نسخة الطبع السقیمة
وفیه سقط وكان العبارة هكذا ولم یعلم مكانه ولا یستطیع طلبه فی كل جهة لما به من ضعف لو علم مكانه لامكنه الذهاب الی جهة
معینة وقد ذهب الی جهة مثلا فلم یجده فرجع وهو حسیر وغلب علی ظنه انه یلحقه فی اخر الوقت من یخبره او یأتیه به او كان الماء یباع
ولا ثمن عنده وغلب علی ظنه وجود ثمن یشتری به الماء فی اخر الوقت او نحو ذلك مما یؤدی هذا المعنی فلتراجع نسخة اخری قال) او
عند ماء یعد للعطش وغلب علی ظنه وجود ماء اٰخر غیر مشغول بالحاجة الاصلیة او كان الماء عند اللصوص والسباع او من یخاف
منه علی نفسه او ماله وغلب علی ظنه زوال المانع اخر الوقت وقس علی هذا اسبابا اخر **اقول** ۳۲۵۳ كان تكون ظلمة یرجو زوالها
او وجود فانوس او هو مریض او اشل او مقعد او شیخ كبیر الی غیر ذلك من عوارض یحتاج بها الی من یوضئه او یستقی له
ذهب لذلك او خادمه لحاجة ویرجو عوده فی اخر الوقت او تعاوده حمی نافضة ساعة وساعة بین لا یستطیع معها الوضوء
او الغسل والاستقاء ویرجو ذهابها فی اواخر الوقت او الماء لغیره وهو غائب فی حاله وینتظر عطاءه بعوده فی اخر الوقت او الجنب
الجنب فی المحل ثقة سترا عن حضار سیغیبون او لا یستطیع الذهاب للاستقاء لاجل مال او ولد یرجو حضور حافظ او الماء فی المسجد
ویرجو الجنب ان یجد فی اخر الوقت من یأتیه به فهی سبعة تتم سبعة وتؤید الكل ما هو منصوص صریحا من امام المذهب ان

كمال یا بچہ پاس ہو اُسے چھوڑ کر پانی لینے جا نہیں سکتا اور ظن غالب ہو کہ آخر وقت میں کوئی رفیق آجائیگا جو اسکی حفاظت کرے یا پانی لا دے (۱۴) پانی مسجد میں ہو اور اسے

من وعد بل لو ادرشاء لا يجب عليه الانتظار وقد مرفى نمرة ۹ (وقال العينى) والمصنف رحمه الله تعالى لم يقيد الرجاء
بعدم بعد المسافة وقربها بل اطلق فوجب حمله على وجه لا يرد عليه الاشكال وليس فى كلامه اشعار بما قيد الشيخ حتى يرد عليه ما لا تخلص له.
اقول[3254] رحم الله الامام العينى ورحمنا به فى كل ورد وصدر وقد انتفعنا بما افاد من الفروع فيما قدمنا ان لا نظر الى الحالة الراهنة وكفى به شبهة على مسألتنا الوعد اما ما رامه من حل الاشكال فهيهات بيان ذلك انه حيث تكرر ذكر المسافة فى كلام الامام البخارى ذهب وهل العلامة الى انه جعل موضوع الخلافية بين الظاهرة والنادرة ما اذا كان الرجاء لاجل قرب المسافة ولذا وضع مكان اسم الاشارة فى كلامه عند بعد المسافة واذ قد علم ان على هذا التقدير لا مخلص من اشكال الامام النحرير كما صرح به اخر التحرير عطف العنان الى ابداء صورة يكون فيها الرجاء لا لاجل قرب الماء وظن انها تخلص عن الاشكال ولا صحة لشيء من ذلك اما الاول اعنى جعل الامام الخلافية ما ذكر فاقول[3255] اولا ذكر الامام البخارى له اربعة محامل ليس فى شيء منها ما يعطى ان المراد الرجاء لقرب الماء الا الثالث المفروض فيه القرب فدل ان البواقى ليست على فرضه فكيف يكون الرجاء لاجل القرب هو المراد مطلقا و ثانيا[3256] بل فى الرابع التنصيص على خلافه حيث فرض الكلام فيما اذا جهل القرب والبعد ثم جعله على الرجاء بقوله اما لو غلب على ظنه ذلك الخ والعجب انكم حولتم هذا الذى هو ابين مخالفة لذلك الحمل الى غلبة ظن القرب و سبحٰن الله اذا غلب على ظنه القرب كيف يقال لم يعلم ان المسافة قريبة او بعيدة فان الظن الغالب علم فان قيل[3257] بل العلم هنا بمعنى اليقين فرض نفيه واثبت الظن لتكون خلافية بين النادرة المعتبرة اياه والظاهرة الملغية له الشارطة لليقين القطعى فالحاصل انه اذا لم يتيقن القرب والبعد لكن غلب على ظنه القرب كان كيقين القرب على النادرة وفرقت الظاهرة فجوزت التيمم فى ظن القرب ومنعته عند اليقين اقول[3258] ففيم يقول لقى وجه اخر وان هذا هو المحمل الاول الذى جعل فيه اليقين وفاقيا والظن خلافيا وثالثا[3259] بل قد نص فى الاول ايضا على خلافه اذ قال يقتضى ان يجب التاخير عند التحقق فى اخر الوقت مع بعد المسافة فى الروايات الظاهرة الخ فافصح ان الكلام عند بعد المسافة فكيف يكون مبنى الرجاء قربها وان تنزلنا يكن الكلام مطلقا يشمل القرب والبعد والا لم يكن لقوله مع بعد المسافة مساغ وعلى الكل يبطل ان المراد خصوص الرجاء لاجل القرب ورابعا[3260] بل الثانى ايضا شاهد على بطلانه فانه قدر فيه ان النادرة هى التى تمنع التيمم فى الظن واليقين والظاهرة تخالفها فيهما فلو كان هذا الاجل قرب المسافة كان المعنى ان الرواية

قوله فان قلت كيف تقولون يعنى ان جعل الظاهر ... بعد المسافة ... والفرق بينهما ... اليقين وفاقيا والثالث خلافيا ... وان كان بعيدا ... فليراجع

ف۱: تطفل على الامام العينى

قوانين العلماء

ف۲: تطفل عليه

ف۳: تطفل عليه

ف۴: تطفل عليه

ف۵: تطفل عليه

ف۶: تطفل عليه

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الظاهرة تجيز التيمم وان كان الماء قريبا باليقين وهذا لا يتفوه به عاقل فكيف يجوز لهذا الامام الجليل الذي قد قلتم انه من المحققين الكبار ان يدخله في المحامل **وخامسا** يا للعجب لم يقنع بجعله محملا بل ردّه بان ذلك يقتضي ان جواز التيمم يزول عند التيقن وليس كذلك فقد ادعى ان التيمم جائز مع تيقن القرب وهل ثم شيئ افسد منه **وسادسا** يحيله على ما بيّن وانما بيّن الجواز عند البعد فكانت الاحالة باطلة محالة **وسابعا** بل في الثالث ايضا اشعار الى خلافه فانه جعل موضوع المسألة ما اذا كان الفصل اقل من ميل لا ما اذا ظنه اقل من ميل والموضوع ماخوذ مفروض مفروغ عنه فكيف يختلف فيه بظن ويقين ويجعل عدّ محتملا على احد الوجهين وقد قال لا فرق في ظاهر الرواية بين الظن واليقين اذا كانت المسافة اقل من ميل فان كان المعنى على ظن القرب ال الى انه لا فرق بين الظن واليقين عند الظن بالجملة جميع محامله وكل كلام يرد هذا المعنى الذي ذهب اليه وهل العلامة **واما الثاني** اعني زعم المخلص منه على ما ابدى **فاقول** لا ولا نصف مخلص فان الحاصل على هذا ان النادرة توجب التيمم عند ظن وجدان الماء في اخر الوقت لا لاحد من الاسباب المذكورة المغايرة لقرب الماء والظاهرة تقول لا عبرة بغلبة الظن بوجدانه بها انما العبرة لليقين به وهو مورد كلا الايرادين كما كان فانهم نصوا ان ظن القرب يمنع التيمم فقد اعتبروا الظن ثم فكيف الغوه هنا ونصوا ان عند بعد الماء ميلا يجوز له التيمم من دون تفصيل مع القطع بانه ربما يتيقن بلوغه الماء في اخر الوقت فلم يعتبروا اليقين ثم فكيف اعتبروه هنا فثبت ان سعيه رحمه الله تعالى هذا لم يرجع الى طائل وتعجبه من اولئك الجلة الى نفسه الكريمة ال **ثم**

اقول لعلك قد تفطنت مما القينا عليك ان الايراد الاخير اعني على صورة اليقين بمسألة البعد ميلا انما يرد على ما علل به في الهداية ظاهر الرواية اما نفس المسألة فلا غبار عليها من جهته فان المذهب عدم وجوب التاخير ظانا كان او مستيقنا لما تقدم التصريح به عن الخلاصة بنقل الائمة البخاري والكاكي والبابرتي والسيواسي وتقريرهم اياه نعم الايراد الاول على صورة الظن بمسألة الظن القرب يرد على التعليل والمسألة معا للاحتياج الى الفرق بينهما حيث لم يعتبروا هنا الظن بل ولا اليقين وقد منعوا ثم لمحض غلبة الظن ولاجل هذا قلت انهم استشكلوا المسألة والتعليل معا وان كانوا انما وجهوا الكلام الى التعليل هذا ورأيت الامام ملك العلماء قرر المسألة في البدائع

بحيث لا يتوجه اليه هذا الاشكال ويرفع الخلاف من الظاهرة والنادرة فقال قد قال اصحابنا ان المسافر اذا كان على طمع من الماء فى اخر الوقت يؤخر التيمم الى اخر الوقت وان لم يكن لا يؤخر هكذا روى المعلى عن ابی حنيفة وابی يوسف رضی الله تعالى عنهما وذكر فى الاصل احب الى ان يؤخر الى اخر الوقت ولم يفصل بين ما اذا كان يرجو الماء او لا يرجو وهذا لا يوجب اختلاف الرواية بل يجعل رواية المعلى تفسيرا لما اطلقه فى الاصل ولو تيمم اول الوقت وصلى ان كان عالما ان الماء قريب بان كان بينه وبين الماء اقل من ميل لم تجز صلاته بلا خلاف لانه واجد للماء وان كان ميلا فصاعدا جازت وان لم يكن عالما بقرب الماء وبعده تجوز صلاته سواء كان يرجو الماء فى اخر الوقت او لا وسواء كان بعد الطلب او قبله عندنا خلافا للشافعى لما مر ان العدم ثابت ظاهرا واحتمال الوجود احتمال لا دليل عليه فلا يعارض الظاهر اھ **اقول** لكن للعبد الفقير توقف فى التعليل الاخير فان من علم فى اول وقت الظهر او العشاء مثلا ان الماء من هنا على مسافة اقل من ميلين او ثلثة اميال وعلم انه يصل اليه فى سعة الوقت و لم يعلم انه على فصل ميل او اقل فصاعدا فعليه انه لا يعلم قرب الماء ولا بعده وهو يرجو الماء لا عن احتمال بلا دليل بل عن دليل فيعارض الظاهر ويمنع التيمم وليس كذلك انما يمنع التيمم ظن ان الماء قريب وهو منه فى شك مريب هذا **ولنعم** حل الاشكال عن مسألة الرجاء ما قرره الامام الجليل ابو البركات رحمه الله تعالى فى الكافى حيث عدل عن تعليل الهداية وعلل بتعليل حسن الى الغاية اذ قال مسافر غلب على ظنه ان بقربه ماء وجب الطلب فلا يجب بغير غلبة الظن او اخبار لان العدم ثابت حقيقة وظاهرا الفوات الدليل الدال على الوجود من حيث الظاهر اذ الظاهر فى المفاوز عدم الماء بخلاف العمرانات فانه لو تيمم قبل الطلب فيها لم يجز لان العدم ان كان ثابتا حقيقة لم يثبت ظاهرا لقيام الدليل عليه وهو العمارة اذ قيامها بالماء وكذا لو غلب على ظنه او اخبره مخبر لان غالب الرأى كالمتحقق فى حق وجوب العمل ولهذا اوجب العمل باخبار الآحاد والاقيسة والآى المؤولة والمخصصة والبينات فان قيل لو كان غالب الرأى كالمتحقق هنا لوجب التاخير فيما اذا غلب على ظنه انه يجد الماء فى اخر الوقت قلنا عن ابى حنيفة وابى يوسف رضى الله تعالى عنهما ان التاخير حتم ولان غلبة ظنه ثم انه سيصير بقرب الماء وهذا غلبة ظنه انه بقرب الماء اھ كلامه الشريف وهذا بحمد الله تعالى عين ما ظهر للعبد الضعيف فيما ذكرت فى قولى فى الكفاية فقد ظهر ان مسألة الرجاء ليس المراد فيها من رجا لاجل

https://www.facebook.com/darahlesunnat

القرب فانه لا يجوز له التيمم اجماعا بل من رجا الوصول فی اٰخر الوقت مع بعدہ الاٰن فهذا ليس بظن القرب بل ظن انه سيقرب فلا يعتبر ولا يعكر عليه بمسألة ظن القرب فقد صرح بكونها موضوعة فی بعد المسافة فی غير ما كتاب معتمد ففی الدراية ثم الشلبية هذا الاستحباب اذا كان بينه وبين موضع يرجوه ميل او اكثر فان كان اقل لا يجزيه التيمم وان خاف فوت وقت الصلاة اهـ ومثله فی البحر ونحوه فی الدر وفی البناية هذا اذا كان الماء بعيدا وان كان قريبا لا يتيمم وان خاف خروج الوقت قال الفقيه ابو جعفر اجمع اصحابنا الثلثة علی هذا اهـ ثم قال اعنی العينی وقيل اذا كان بينه وبين موضع يرجوه الی اخر ما قدمنا عن الدراية **اقول**[٣٢٤٠] ولا ادری ما الفرق بينه وبين ما قال هذا اذا كان الماء بعيدا الخ حتی جزم بذلك ومرّض هذا وجعله قولا اخر مع انه لا تفاوت الا فی اللفظ

اقول[٣٢٤١] وقد تقدم نص الخلاصة وتقرير الائمة الجلة ان الظن واليقين فی ذلك سواء لا يجب عليه التاخير وان تيقن بوجدان الماء فی اخر الوقت وتلك النادرة حيث اوجبت فی الظن فاليقين اولی فقد ظهر ان الواقع من المحامل الاربعة هو الثانی وان كان ابعد بالنظر الی ظاهر العبارة اما قول النادرة غالب الرأی كالمتحقق قلنا نعم ولو كان متحققا لم يؤثر لانه انما تيقن انه سيقرب لا انه قريب وبهذا يعود الاشكال علی تعليل الهداية لظاهر الرواية **اقول**[٣٢٤٢] وايضا يمكن حمله علی المحل الرابع فان من جهل المسافة جاز له التيمم فی المفاوز وان كان يرجو الوصول اليه فی اٰخر الوقت كما قدمنا انفا عن البدائع وذلك لان المانع عن التيمم هو قرب الماء يقينا او ظنا غالبا وقد انتفيا والجواب عن دليل النادرة والاشكال علی تعليل الهداية كما كان لان ههنا ايضا يباح له التيمم وان تيقن الوصول اليه فی اخر الوقت كما اسلفنا تقريره تحت عبارة البدائع المذكورة الی ههنا ظهر انحلال الاشكال عن الحكم واستبان الفرق بين مسألتی الرجاء وظن القرب اما تعليل الهداية **فاقول**[٣٢٤٣] التأويل خير من التعطيل يمكن ان يؤول بان المراد باليقين هو اليقين الفقهی الشامل لغلبة الظن فليس المقصود التفرقة ههنا بين الظن واليقين لما علمت انهما سواء ههنا علی كلتا الروايتين وانما المعنی انكار ان يكون له انر ههنا وذلك ان العجز ثابت حقيقة شرعا لانعدام الماء حقيقة وظاهرا لعدم الدليل علی قربه ان جهل المسافة وقيام الدليل علی عدمه ان علم او ظن البعد فلا يزول حكم الثابت شرعا وهو جواز التيمم الا بيقين فمعنی مثله بان يحصل له ظن القرب اذ ليس فليس فانه لا عبرة بظن انه سيقرب

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ولا باستیقانہ انما ھذا ھو الحاصل فی رجاء الوصول او تیقنہ دون ظن القرب المانع عن التیمم المعارض للعجز الظاھر فھذا تقریرہ ولیس فی العبارۃ ما ینکرہ فوجب الحمل علیہ فقد انحل الاشکال وللّٰہ الحمد عن مسألۃ الرجاء حکما وتعلیلا۔ **اقول** ۳۲۴ وتم علی مسألۃ الوعد تفریعا وتاصیلا۔ نعلوم قطعا بداھۃ ان الوعد لایحصّل وانما یرجّی وقد تقرر فی المذھب ان راجی الماء یجوز لہ التیمم ولا یجب علیہ التاخیر وان زعم الان زاعم ان الوعد محصّل للشیئ فی الحال فقد صادم بداھۃ غیر مکذوبۃ والی وعد مثل وعد اللّٰہ ورسولہ جل وعلا وصلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم وتلک الجنۃ قد وعد اھلہا المتقون افتراھم دخلوھا الاٰن وتنعموا بنعیمھا فی الدنیا وحصلوا الحور والقصور والالبان والخمور والحریر والسرر ھذہ سفسطۃ ظاھرۃ فاذا کان ھذا فی وعد من یستحیل ان یخلف المیعاد فکیف فی مواعید العباد وبالجملۃ لم یصل فھمی القاصر الی کنہ ھذہ المسألۃ ولم ار من تکلم فیھا بالکشف خافیا غیر انہ لیس لنا مع نص فی المذھب مجال مقال فالمسألۃ مسلمۃ قطعا لکونھا منصوصا علیھا فی الاصل کما عزاہ لہ فی الخلاصۃ لکن لا دلالۃ لھا ولا لشیئ مما علمت من فروع المذھب وتعلیلاتھا علی کون الوعد یثبت قدرۃ مستندۃ بل الذی لاح من الدلیل یقضی باقتصارھا کما علمت فانا استخیر اللّٰہ تعالٰی فیہ وحاش للّٰہ لا اقطع القول بہ ولا اجعلہ حکما وانما اقول کما قلت ھذا ما ظھر لی فلیراجع ولیحرر واللّٰہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وصلی اللّٰہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا واٰلہ وصحبہ وسلم اٰمین۔

تنبیہ چہارم ۳۲۵ **اقول** ظاہر وعدہ کہ مثبت قدرت مانا گیا ہے اُس میں شرط ہے کہ یا تو مطلق ہو مثلاً دونگا یا وقت حاضر سے مقید مثلاً ابھی دیتا ہوں نہ وہ کہ وقت آئندہ سے مقید ہو مثلاً کل دونگا یا شام کو لینا یا گھنٹا بھر بعد ملیگا اور وقت میں نصف گھنٹا ہے ایسا وعدہ اصلاً مثبت قدرت نہ ہوگا قبل نماز ہو یا بعد کہ وہ حقیقۃً دو چیزوں سے مرکب ہے وقت حاضر میں منع اور وقت آئندہ کے لیے امید دلانا تو وقت حاضر کیلئے منع ہی ہوا نہ وعدہ ورنہ لازم ہو کہ اگر وہ کہے دس برس بعد دونگا تو دس برس تک اسے نماز سے معطل رہنے کا حکم ہو کما تقدم تقریرہ فی التنبیہ الثانی وھذا ظاھر جدا بالجملہ ایسا وعدہ بنظر وقت حاضر منع ہے تو اگر پہلے ظن عطا تھا اُسکی خطا ثابت ہوگی اور ظن منع تھا تو اُسکی تصدیق ہوگی اور شک تھا تو علم منع سے بدل جائیگا واللّٰہ تعالٰی اعلم اس وعدے کا نام وعدِ اِبائی رکھیے اور مطلق یا مقید بوقت حاضر کا نام وعد رجائی۔

تنبیہ پنجم ۳۲۶ **اقول** وعدہ رجائی اگر قبل تمام نماز ہو ضرور مطلقاً مؤثر ہے اگر تیمم سے پہلے ہی تیمم کا مانع ہوگا اور بعد ہے تو اُسکا ناقض اور عین نماز میں ہو تو اُسکا مبطل اگرچہ وفا ہو یا نہ ہو یعنی وقت گزر جائے اور

پانی نہ دے کہ ہمارے ائمہ نے انتظار واجب فرمایا اگرچہ وقت نکل جائے لیکن اگر یہ وعدہ بعد نماز ہو خواہ یوں کہ اس نے مانگا ہی بعد یا صلاۃ نہ مانگا اور اُس نے بطور خود وعدہ کرلیا یہاں دو صورتیں ہیں اگر وقت کے اندر دیدیا ضرور اعادہ نماز کریگا فان العطاء فی الوقت مبطل مطلقا ولو بلا وعد وما زادہ الوعد الا تأیید الفا[۳۲۷] **قلت** کیف و لا یخلو الوعد عن منع فی الحال لان حاصلہ لا اعطیك الاٰن بل بعد حین فان من یجیب من فورہ فیم یعد فھذا عطاء بعد اباء فلا یعتبر **اقول**[۳۲۸] الوعد لوقت الحاجۃ لا یعد منعا عرفا ولا شرعا فمن حلف لا یمنع زیدا کذا فسألہ زید فوعد لوقت حاجتہ لا یحنث قطعا وبہ[۳۲۹] تبین ان الوعد غیر العطاء ایضا فلو حلف لا یعطیہ لا یحنث بمجرد الوعد ایضا فھو امر بین بین فکما لا تثبت لہ احکام المنع ینبغی ان لا تثبت ایضا احکام العطاء بل الرجاء کما ذکرنا ولکن العبرۃ بالمنقول وان لم یظھر للمعقول اور اگر وقت میں نہ دیا تو دو صورتیں ہیں یا تو اُسکا خلف ظاہر ہوگا کہ وقت گزر گیا اور قصداً نہ دیا تو یہ وعدہ مؤثر نہ ہوگا لانہ لم یعط وما اعطاہ الوعد من ظن الاعطاء زال بالاخلاف ولا عبرۃ بالظن البین خطؤہ فان کان قبلہ یظن عطاء فقد خاب او منعا فقد صدق او یشك فتبدل بعلم المنع اور اگر اُسکا خلف ظاہر نہ ہوا مثلاً وعدہ یوں تھا کہ دو گھڑی بعد آکر لیجانا یہ نہ گیا یا وقت کے اندر اسے یا اُسے کہیں جانیکی ضرورت لاحق ہوئی یوں افتراق ہوگیا اور نہ دے سکا تو اس صورت میں ظاہر یہ ہے واللہ تعالٰی اعلم کہ مطلقاً اعادہ نماز کا حکم ہو فان الحقیقۃ بقیت فی الستر فدار الامر علی الظن فان کان یظن العطاء فقد تضاعف بالوعد وان کان یظن المنع فقد تضعف بل اضمحل بہ لان الوعد یورث ظن العطاء قطعا کما قال الامام محمد ان الظاھر الوفاء ولا امکان لتعلق الظن الغالب بکلا الطرفین فاذا حدث ظن العطاء فقد زال ظن المنع وکذا الشك لان الرجحان یبطل التساوی فلم یبق ما تبنی علیہ صحۃ صلاتہ والاصل فی الماء الاباحۃ وقد تبین ان التقصیر منہ لترکہ السؤال لاجل ظن منع او شك ظھر کونہما فی غیر المحل فتعاد الصلاۃ لتقع البراءۃ بیقین فان الصلاۃ من اجل ما یحتاط لہ فی الدین ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند الحق المبین وبالجملۃ لقد طال الکلام فی ھذہ المسألۃ الثامنۃ ولعمری لم یخل عن فائدۃ عائدۃ بل اشتمل ولوجہ ربی الحمد علی غرر درر لم تنتظم بِبَنانِ البیان ونفائس عرائس لم یطمثھن انس قبلی ولا جان وحاصل ما قررنا فیہ ان الوعد الاباثی لا یؤثر مطلقا والرجائی مؤثر مطلقا الا اذا کان بعد الصلاۃ وظھر خلفہ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم یہ تمام مباحث وہ ہیں کہ ذہن فقیر پر فیض قدیر سے القا ہوئے۔ ہزار ہزار حسرت کہ کتب حاضرہ میں ان میں سے کسی صورت سے

اصلا تعرض نہ پایا یہی حال آئندہ مسئلہ سکوت کا ہے ناچار دونوں میں ان ابحاث کی احتیاج نے مونھ دکھایا حاشا الحکام میں رائے زنی نہ ہمارا منصب نہ اُس پر اعتبار تمتیع اسفار وتلاحق انظار اولی الابصار ضرور درکار واللّٰہ المستعان وعلیہ التکلان ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم وصلی اللّٰہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین۔

مسئلہ ۹ منع بھی دینے سے انکار دو قسم ہے ایک صراحۃً کہ صاف کہدے نہ دونگا یا اور الفاظ کہ ان معنے کو مؤدی ہوں

اقول منع ابائی کہ ہمنے ابھی تنبیہ چہارم میں ذکر کیا اسی قسم میں ہے کہ وہ خاص مدلول کلام ہے دوسرا دلالۃً یعنی اور کوئی امر کہ منع پر دلالت کرے درمختار میں اسکی مثال استہلاک سے دی یعنی پانی خرچ کر لینا یا پھینک دینا کہ اب دینے کی صلاحیت ہی نہ رہی حیث قال یطلبہ ممن ہو معہ فان منعہ ولو دلالۃ بان استہلکہ تیمم یونہیں اگر بعض خرچ کر دیا اور باقی طہارت مطلوبہ کو کافی نہ رہا طحطاوی میں ہے او استہلاک البعض والباقی غیر کاف **اقول** مطلوب کی قید ہمنے اسلئے لگائی کہ اگر نہا چکا اور مثلاً پیٹھ پر اتنی جگہ خشک رہی جسے ایک چُلو پانی درکار ہے تو اگر ایک ہی چُلو باقی ہے طہارت غسل کو کافی ہے اور اگر پورا نہانا ہے تو آدھا گھڑا بھی کافی نہیں۔ اور اگر اس نے مانگا اور اُس نے اسے نہ دیا زید کو دیدیا تو یہ بھی حکماً استہلاک اور دلالۃً منع ہوگا یا نہیں **اقول** لہ اثرہ واذکر ما ظہر لی بتوفیقہ جل وعلا وارجو انیکون صوابا ان شاء اللّٰہ تعالٰی اگر دوسرے کو اباحۃً دیدیا تو یہ منع ہے کہ صاف معلوم ہوا کہ اسے دینا نہ چاہا اور جسے مباح کیا وہ اسے دے نہیں سکتا کہ وہ اباحت سے مالک نہ ہوا اور اگر اُسکے ہاتھ ہبہ تامہ یا بیع کر دیا تو اگرچہ یہ اس خاص شخص کی طرف سے منع ہوا مگر یہ مسئلہ کہ دوسرے کے پاس پانی پایا بدستور متوجہ ہے کہ اب جو اُسکا مالک ہوا اگر ظن غالب ہو کہ یہ مانگنے سے دیدیگا تو اس سے مانگنا واجب ورنہ نہیں اور اب اسکے عطا و منع میں وہ سب احکام عود کرینگے واللّٰہ تعالٰی اعلم **ثم اقول** ظاہر ابلکہ انشاء المولٰی تعالٰی یقیناً منع دلالۃً کی تیسری صورت سکوت بھی ہے اس نے مانگا اور اُس نے صاف انکار تو نہ کیا مگر چپ ہو رہا تو حاجت کے وقت سکوت بھی سمجھا جائیگا کہ دینا منظور نہیں وقد تقدم قولہم فی من سأله المتیمم عن الماء فلم یخبرہ وہو یشمل السکوت وقد عبر عنہ فی الحلیۃ بالاباء اسکی نظیر سکوت مدعا علیہ ہے جب بطلب مدعی اُس پر حلف متوجہ ہوا اور قاضی نے اُس سے حلف طلب کیا وہ چُپ رہا یہ سکوت انکار سمجھا جائیگا جبکہ نہ سننے یا نہ بول سکنے کے باعث نہ ہو ولہذا مستحب ہے کہ قاضی اُس سے تین بار کہے اگر سکوت کرے حلف سے نکول ٹھہرا کر مدعی کو ڈگری دیدے تنویر الابصار و درمختار میں ہے (قضی) القاضی (علیہ بنکولہ مرۃ) حقیقۃً (بقولہ لا احلف او) حکماً کان (سکت من غیر آفۃ) کخرس وطرش فی الصحیح سراج وعرض الیمین ثلثا ثم القضاء احوط اھ قال ش ای ندبا **اقول** مگر استعمال قرائن ضرور ہے وہ اُس وقت حالت سائل ومسئول عنہ اور انکے تعلقات سے اُن پر ظاہر ہوتے ہیں یہ تو سکوت ہے قول صریح میں استعمال قرائن لازم ہے ایک ہی

بات حرف بحرف ایک ہی جملہ اور اُس سے کبھی اقرار مفہوم ہوتا ہے کبھی انکار۔ زید نے عمرو سے کہا تو نے اپنی عورت کو طلاق دی اُس نے نرم آواز دبے لہجے سے کہا میں نے طلاق دی یہ اقرار ہے طلاق ہوگئی اور اگر اُس نے ترش و گرم ہو کر سخت آواز سے تعجب یا زجر و توبیخ کے لہجے میں کہا میں نے طلاق دی یہ انکار ہے طلاق نہ ہوئی الفاظ بعینہا وہی ہیں اور حکم اثبات سے نفی تک بدل گیا یونہی اگر عورت نے کہا مجھے طلاق دے اس نے نہ مانا عورت نے پوچھا دی اس نے جھڑکنے کے لہجے میں سختی سے کہا دی طلاق نہ ہوئی ورنہ ہوگئی فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے امرأۃ قالت لزوجھا طلقنی فابی فقالت دادی فقال دادم ان کان فی قولہ دادم ادنی تثقیل لایقع الطلاق یونہی شوہر نے گواہوں کے سامنے عورت سے کہا اللہ تیرا بھلا کرے تو نے مجھے مہر بخشدیا وہ بولی ہاں میں نے بخشا ہاں میں نے بخشا گواہوں نے کہا کیا ہم گواہ ہو جائیں کہ تو نے مہر بخشدیا بولی ہاں گواہ ہو جاؤ ہاں گواہ ہو جاؤ علما فرماتے ہیں اُسکے یہ الفاظ اقرار و انکار دونوں کو محتمل ہیں گواہ اُسکی طرز سے پہچانیں گے کہ تحقیق مقصود ہے یا طنز سے کہہ رہی ہے وجیز امام کردری کتاب النکاح فصل ۱۲ میں ہے قال لھا عند الشھود جزاک اللہ تعالٰی خیرا وھبت المھر فقالت آرے بخشیدم مرتین فقال الشھود لھا انشھد علی ھبتک فقالت ملتزم آرے گواہ باشید فھذا یحتمل الرد والاجابۃ والشھود یعرفون ذلک ان قالت علی وجہ التقریر حملت علی الاجابۃ والا علی الرد فلھذا اگر قرینۂ سابقہ یا حاضرہ یا لاحقہ دلالت کرے کہ یہ سکوت بروجہ منع نہ تھا تو حکم انکار میں نہ ٹھہریگا۔ قرینۂ سابقہ یہ کہ اُسکی عادت معلوم ہے کہ سوال اگرچہ ملنے سکوت کرتا اور کام کر دیتا ہے تو جبتک دینا متحقق نہ ہو ایسے کا سکوت دلیل منع نہ ہوگا قرینۂ حاضرہ یہ کہ اُسوقت وہ کسی امر عظیم میں مشغول ہے یا وظیفہ پڑھ رہا ہے یا پریشان ہے یا کسی بات پر سخت غصہ میں ہے کہ ان حالات کا سکوت دلیل منع نہیں ہوتا قرینۂ لاحقہ یہ کہ اُسوقت کی حالت سے تو کچھ ظاہر نہ ہوا مگر تھوڑی دیر بعد وقت کے اندر وہ پانی لے آیا اگرچہ یہ اتنی دیر میں جلدی کر کے اُسکی نگاہ سے جدا نماز تیمم سے پڑھ چکا ہو کہ وقت پر دینا صریح اجابت ہے تو منع کہ سکوت سے مفہوم ہوتا تھا صریح کے معارض نہ ہوگا فتاوٰی امام قاضیخان وغیرہا میں ہے الصریح یفوق الدلالۃ اور یہ نہ ٹھہرائیں گے کہ وہ سکوت بغرض منع ہی تھا پھر رائے بدل گئی کہ یہ خلاف اصل ہے حلیہ میں ہے فان قلت من الجائز تبدل حال المسئول قلت الاصل عدم التبدل فیجری علیہ مالم یقم الدلیل علی خلافہ ولم یوجد

اقول تفصیل مقام بتوفیق العلام یہ ہے کہ سکوت کے بعد یا تو وہ اصلا نہ دیگا یا اُس نماز کا وقت نکل جانیکے بعد دیگا یا وقت میں دیگا مگر بعد اسکے کہ یہ تیمم سے پڑھ چکا یوں کہ اسے تیمم کرتے اُس سے نماز پڑھتے دیکھا اور اُسوقت پانی نہ دیا یا اُسپر مطلع نہ ہو کر دیا یا عین نماز میں دیگا یا نماز سے قبل۔ یہ چھ صورتیں ہیں ان میں پہلی کا حکم تو ظاہر ہے کہ دلالت منع کا کوئی معارض نہ پایا گیا بلکہ اُسکا ثبوت ہو گیا تو نماز و تیمم دونوں صحیح رہے اور اخیر دو بھی قابل بحث نہیں کہ جب ختم نماز سے

https://www.facebook.com/darahlesunnat

پہلے پانی مل گیا آپ ہی وضو کرکے پڑھنے کا حکم ہے اور چہارم کا حکم ابھی گزرا کہ اجابت ہے باقی دو صورتیں رہیں دوم وسوم ان میں ظاہر یہی ہے کہ منع پر سکوت کی دلالت مستقر ہوگئی کوئی قرینہ اُسکے معارض ہونا درکنار اُسکا مؤید پایا گیا نماز صحیح ہوئی اعادہ نہ ہوگا دوم میں یوں کہ حاجت ہر وقت متجدد ہوتی ہے جب اس حاجت کا وقت گزار دیا اور مانگے نہ دیا معلوم ہوا کہ اسوقت دینا منظور نہ تھا دوسری حاجت کے وقت دینا نہ اس سوال کی اجابت کرے نہ اسکے وقت قدرت کا اثبات۔ اسوقت عجز ظاہر تھا اور وقت حاجت سوال پر سکوت نے ظن منع دیا تھا اسکی حاجت اسکا سوال اسکا ظن سب وقت حاضر کی نسبت تھے دوسرے وقت دینے نے اس ظن کو غلط نہ کیا بلکہ ثابت ومحقق کردیا اور یہاں لاعبرۃ بالظن البین خطؤہ صادق نہ آیا ورنہ چاہیے کہ وہ مہینہ بھر بعد دے تو اسکی یہ ڈیڑھ سو نمازیں سب باطل ہوجائیں کہ بعد وقت جیسا ایک وقت ویسے ہی ہزار یہ حرج ہے اور دفع حرج لازم اور اسکی طرف سے تقصیر نہیں کہ اسکے قابو میں سوال ہی تھا یہ اُسے بجالاچکا محیط و بحر سے ابھی گزرا جازت صلاتہ لانہ فعل ماعلیہ حلیہ سے گزرا فعل مافی وسعہ قبل الفعل فیقع جائزا دفعا للحرج فلا ینقلب غیر جائز اور سوم میں یوں کہ اس دینے سے بھی قدرت مقتصرہ ثابت ہوگی یعنی وقت عطا سے نہ مستندہ یعنی سابق سے کہ مانگنے پر اُسکا چپ رہنا اور اسے تیمم کرتے اور نماز تیمم سے شروع کرتے دیکھنا اور اب بھی خاموش رہنا اسکے عجز کو مؤکد کرگیا اب قدرت جدیدہ اُسے نقض نہ کریگی ولوالجیہ وحلیہ سے گزرا انہ اذا ابی تأکد العجز فلا تعتبر القدرۃ بعد ذلک بدستور اسکے قابو میں سوال تھا اُسے یہ بجالایا اب اسپر الزام نہیں جیسا کہ ابھی محیط وبحر وحلیہ سے گزرا اگر کہیے وہ کہ مانگ کر چلا آیا اور جلدی کرکے اُسکی نگاہ سے جدا مثلاً اپنے خیمہ میں تیمم سے پڑھ لی اُسکے ذمہ بھی سوال ہی تھا جسے بجالایا اُسپر کیوں الزام ہے **اقول**۳۲۹ سوال مطلوب بالذات ومنتہائے مقصد نہیں کہ سوال کرلیا اور عہدہ برا ہوگئے جواب کچھ بھی ہو بلکہ وہ بغرض استکشاف حال ہے کہ جواب سے منع واجابت جو ظاہر ہو اُسپر عمل کیا جائے یہاں عطا بروقت سے اجابت ظاہر ہوئی **کما تقدم** تو مجرد سوال کرلینا اُسے بری الذمہ نہ کریگا الاتری از الحلیۃ جعلت تاکد العجز عبارۃ اخری عن ھذا المعنی اعنی فعل مافی وسعہ کما تقدم فی المسألۃ السابعۃ بخلاف صورت دوم وسوم کہ وہاں منع ظاہر ہوا کما تقرر اور بخلاف اُس صورت کے کہ جسے پانی کی خبر ہونا گمان کیا اُس سے پوچھا اُس نے سنا اور جواب نہ دیا بعد نماز بتایا کہ سوال خبر پر جواب نہ دینا بعینہ ترک اخبار ہے اور سوال شی پر سکوت بعینہ انکار عطا نہیں جسکی وجوہ اوپر گزریں وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم۔ **ثم اقول**۳۳۰ یہ سب اُس صورت میں تھا کہ اس نے مانگا اور اُس نے سکوت کیا تھا اور اگر اُس نے پانی دیکھا اور اصلاً نہ مانگا اور اُسے بعد خروج وقت اسکی حاجت پر اطلاع ہوئی اور پانی لایا اس صورت میں بلاشبہہ مظنون ہے کہ اگر یہ مانگتا ضرور دیتا اور تقصیر اسکی طرف سے ہے کہ سوال نہ کیا تو ایک یا جتنی نمازیں

پڑھیں سب کا اعادہ چاہیے نمبر ۹۵ میں محیط سے گزرا لو تنجز صلاتہ لانہ کان قادرا علی استعمالہ بواسطۃ السؤال فاذا لم یسألہ جاء التقصیر من قبلہ [۳۲۹۱] علیہ سے ابھی گزرا فانہ لم یستفرغ الوسع بالاستکشاف بلکہ اگر وہ اسے دیکھتا رہا کہ تیمم سے پڑھتا ہے اور باوصف اطلاع پانی نہ دیا یا بعد وقت دیا جب بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مانگنے پر بھی نہ دیتا تو اگر نہ دینا ظن منع کی تحقیق نہیں کرتا منع یہ ہے کہ مانگے سے نہ دے اور بارہا ہوتا ہے کہ لوگ بے مانگے خود پرواہ نہیں کرتے اور مانگا جائے تو دیدیں بلکہ یہاں دوسرے وقت بے طلب دینے سے یہی پہلو رجحان پاتا ہے کہ مانگتا تو ضرور دیتا بخلاف صورت سکوت کہ یہ سوال کرچکا تھا اور اُس نے اُسوقت نہ دیا تو ظاہر ہوا کہ دینا منظور نہ تھا زیادات وجامع امام کرخی وبدائع [الصنائع] میں ہے اذا غلب علی ظنہ انہ لایعطیہ اوشک مضی علی صلاتہ فاذا فرغ سألہ فان اعطاہ توضأ واستقبل الصلٰوۃ لانہ ظہر انہ کان قادرا لان البذل بعد الفراغ دلیل البذل قبلہ وان ابی فصلاتہ ماضیۃ لان العجز قد تقرر [۳۲۹۲] اقول تقریرہ ان الاصل فی الماء الاباحۃ والحظر عارض کما قالوہ فی الحلیۃ وغیرہا فی دلیل قول الامام اذا وعدہ احد اعطاء الماء یجب الانتظار وان فات الوقت وانما یمنع لحاجۃ [۳۲۹۳] اوشح وقد ظہر انتفاؤہما ببذلہ الاٰن فظہر انہ لوسئل قبل لبذل لان خصوصیۃ الوقت ملغاۃ بل تاخر الوقت ادل علی البذل قبلہ اذلو کان محتاجا الیہ قبل لانفعہا ولبقی محتاجا الیہ الاٰن فاذا کان ہذا فی البذل بعد السؤال وقد ارسلوہ ارسالا ولم یقیدوہ بما اذا لم یرہ یصلی متیمما فالبذل بدون سؤال اولی کما لایخفی واللہ تعالٰی اعلم [۳۲۹۴] لم بیان دو صورتیں وعدہ کی ہیں ایک یہ کہ نماز سے پہلے اسکے سوال پر خواہ بطور خود اُس نے پانی دینے کا وعدہ کیا اور بعد خروج وقت دیا یا اُسوقت کہ یہ تیمم کرکے پڑھ چکا تھا خواہ اُس نے اسے دیکھا یا نہ دیکھا اس میں کوئی صورت محل بحث نہیں کہ وعدہ کو ہمارے علمانے خود ہی موجب قدرت جانا ہے وقت میں اُسے تیمم سے نماز جائز ہی نہیں خواہ وہ پانی کبھی دے یا کبھی نہ دے مگر باتباع امام زفر اخیر وقت تیمم سے پڑھیگا اُسکے خود اعادہ کا حکم ہے دوسرے یہ کہ بعد نماز وعدہ کیا اور بعد خروج وقت دیا تنبیہ ۳ میں گزرا کہ اسکا نماز پر کچھ اثر نہ ہونا چاہیے بالجملہ نماز کے بعد وقت کے اندر دینے میں مطلقا نماز کا اعادہ ہے مگر یہ کہ نماز سے پہلے یا بعد انکار کرکے دیا یا پہلے سکوت کیا اور اسے تیمم کرتے اور تیمم سے نماز پڑھتے دیکھا اور اُسوقت بھی ساکت رہا بعد نماز دیا کہ یہ بھی حکما مطالبہ منع ہوا اور عنقریب آتا ہے کہ وہ مفید نہیں اور بعد خروج وقت دینا مطلقا مبطل نماز نہیں مگر اُس حالت میں کہ اس نے دیکھا اور اصلا نہ مانگا اور اُس نے بعد وقت دیدیا یہ تمام مباحث اول تا آخر سوائے حرف استہلاک کہ درمختار میں مصرح تھا اس فقیر بارگاہ رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ نے تفقہا ذکر کیں فلیراجع ولیحرر فان اصبت فمن ربی ولہ الحمد وان

اخطأت فمنی ومن الشیطان واللہ ورسولہ عنہ بریئان جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰: منع کے بعد دینا مفید نہیں، کما فی الزیادات وصدر الشریعۃ والغنیۃ والبحر[?] وغیرہا۔

اقول ۳۲۹۷ اسکی تفصیل یہ ہے کہ اگر اس نے نماز سے پہلے مانگا اور اُس نے انکار کردیا پھر نماز سے پہلے ہی دیدیا خواہ بطور خود یا اسکے دوبارہ مانگنے پر خواہ یہ دوبارہ مانگنا تیمم سے پہلے ہو یا بعد ہر حال میں یہ دینا مفید ومعتبر ہے کہ اس عطا نے اُس منع کو منسوخ کردیا اگر تیمم کرچکا ہے ٹوٹ گیا وضو کرکے نماز پڑھے اور اگر نماز سے پہلے انکار کیا اور نماز کے بعد دیا آپ یا اسکے مانگے پر تو یہ دینا معتبر نہیں کہ اُسکے انکار کے سبب عجز متحقق اور تیمم جائز اور نماز صحیح ہوچکی اور قاعدہ شرعیہ ہے کہ من سعی فی نقض ماتم من جہتہ فسعیہ مردود علیہ جب انکار سابق ہے تو عطائے لاحق قدرت سابقہ کیونکر ثابت کرسکتی ہے ہاں فی الحال قدرت ثابت ہوگی اب بیتے وقت تیمم ٹوٹیگا اور آئندہ کیلئے وضو کریگا اور اگر نماز سے پہلے انکار کیا اور عین نماز میں کہا لیجئے نماز وتیمم دونوں جاتے رہے کہ اگرچہ قدرت سابقہ ثابت نہ ہوئی فی الحال تو ثابت ہوئی اور وسط نماز میں اگرچہ قعدہ اخیرہ کے بعد سلام سے پہلے متیمم کا پانی پر قادر ہونا نماز وتیمم کو باطل کرتا ہے کما تقدم عن الخانیۃ۔

مسئلہ ۱۱: ۳۲۹۸ **اقول** دینے کے بعد منع مفید ہے اور اُسکا فائدہ صرف اسقدر ہے کہ تیمم اگر بوجہ عطا ناجائز ہوا تھا اب جائز ہوجائے اس سے زیادہ وہ عطا کے کسی اثر کو زائل نہیں کرتا مثلاً تیمم کے بعد اُس نے پانی دیا تیمم ٹوٹ گیا اب منع کرنے سے واپس نہ آئیگا یونہی اگر قبل تمام نماز دیا یا بے سبقت منع بعد نماز وقت میں دیا نماز جاتی رہی اب منع کرنے سے صحیح نہ ہوجائیگی اور اگر ۳۲۹۹ اُس عطا سے تیمم خود ہی ممنوع نہ ہوا تھا جب تو یہ منع کچھ بھی مفید نہ ہوگا کہ اسکا فائدہ اباحت تیمم تھا اور وہ پہلے سے حاصل ہے پھر اتنا فائدہ بھی اُسوقت ہی جبکہ پانی ابھی خرچ نہ ہوا اور دینے والے کی ملک پر باقی ہو اور لینے والا اُس میں تصرف سے ممنوع نہ ہو مثلاً پانی بطور اباحت دیا اگر یہ تیمم پہلے کرچکا تھا جاتا رہا ہنوز وضو پورا نہ کیا تھا کہ اُس نے منع کردیا اب اُس پانی کا استعمال جائز نہ رہا یونہی اگر پانی ہبہ کیا تھا اور ابھی اسکا قبضہ نہ ہوا تھا کہ اُس نے منع کردیا کہ ہبہ قبل قبضہ ناتمام تھا اور اسکو منع کا اختیار حاصل اور اس صورت میں بھی تیمم اگر پہلے کرچکا تھا زائل کہ مجرد اباحت آب بلکہ نرا وعدہ ناقض تیمم ہے نہ کہ ہبہ ہاں اگر یہ قبضہ کرچکا تو اب اُسکا منع بیکار ہے کہ اُسکی ملک زائل ہوچکی اور بے رضا یا قضا اُسے رجوع کا اختیار نہیں ۳۳۰۰ بخلاف اس صورت کے کہ پانی اسکے ہاتھ بیچا اور بائع نے اپنا خیار شرط کیا تھا اور یہ ابھی پانی استعمال نہ کرنے پایا تھا کہ اُس نے بیع فسخ کردی کہ یہاں اسے اختیار تصرف پہلے ہی سے نہ تھا تیمم سابق باقی رہا کہ بیع میں جب بائع کا خیار شرط ہو مبیع نہ اُسکی ملک سے خارج ہو نہ مشتری کو اُس میں تصرف جائز اگرچہ باذن بائع قبضہ کرچکا ہو ہدایہ میں ارشاد فرمایا خیار البائع یمنع خروج المبیع عن ملکہ ولا یملک المشتری التصرف فیہ وان قبضہ باذن البائع اور جب وہ شرعاً اُس میں تصرف سے ممنوع ہے تو پانی پر قدرت ثابت نہ ہوئی

اور تیمم بحال رہا کما قدمنا فی نمبرۃ ۱۴۷ و ۱۶۱ تو اس منع نے کوئی نیا فائدہ نہ دیا فتح القدیر نواقض تیمم میں ہے والمراد من القدرۃ اعم من الشرعیۃ والحسیۃ حتی لو رأی ماء فی حب لا ینتقض تیممہ وان تحققت قدرۃ حسیۃ لانہ انما ابیح للشرب اھ **اقول** والمراد ما یجمعہما معًا ای لابد من اجتماع کلا القدرتین کما یستغرق العام الاصولی افرادہ حتی لو کانت احدہما لم تکف وان کان المتبادر من تلک العبارۃ کفایۃ احدہما لان العام یتحقق فی ضمن ای خاص کان **فائدہ** پانی پر قدرت ہوتے ہوئے بوجہ ممانعت شرعیہ حکم تیمم کی تین صورتیں اوپر گزریں سبیل کا پانی کہ پینے کیلئے ہو۔ وہ پانی کہ کسی کو ہبہ کرکے اُس سے بطور امانت لے لیا وہ پانی کہ ملک فاسد سے اُسکا مالک ہوا وہ دو امام محقق علی الاطلاق نے ذکر فرمائیں اور تیسری محقق زین نے بحر میں۔ یہ چوتھی فقیر نے اضافہ کی کہ وہ پانی کہ بشرط خیار بائع خرید کر اُسپر باذن بائع قابض ہوا جبتک خیار جاکر بیع تام نہ ہوجائے اُس سے وضو وغیرہ کچھ جائز نہیں **اقول** اور انھیں پر حصر نہیں گزشتہ نمبروں میں اسکی بہت صورتیں تھیں مثلاً (۱۱) فاسق کا خوف (۴۴) مال امانت پر خوف (۴۷ و ۴۹) کسی مسلمان یا جانور کی پیاس کا خیال (۵۰) نجاست دھونے کی ضرورت (۵۲) خاص لوگوں کی طہارت پر وقف اور یہ اُن میں نہیں (۵۳) ملک غیر جسمیں یہ صورت چہارم بھی داخل (۵۴) نہانا ہے اور ستر نہیں (۵۵) عورت کو وضو کرنا ہے اور ستر نہیں (۶۳) پانی باہر ہے اور عورت کے پاس چادر نہیں (۸۴) سواری سے اُتارنے چڑھانے کو محرم نہیں (۸۶) اُترنے سے زخم کا سیلان نماز میں رہیگا (۸۷) پانی سے طہارت کسی مؤکد کو بے بدل فوت کریگی (۱۰۱) فاسق کے آجانیکا اندیشہ (۱۴۴) کپڑے بھیگ کر بے ستری ہوگی (۱۴۳) پانی مسجد میں ہے اور یہ جنب (۱۶۰ و ۱۶۱) مزاحمت پدر سے احتراز (۱۶۴ تا ۱۶۶) خنثٰی وانثٰے و میت کا تیمم ایسی یہ اور تین وہ کہ نمبر ۱۵ و ۱۴۰ و تنبیہ بعد نمبر ۱۶۱ میں گزریں چوبیس ہوئیں اور پچیسویں یہ صورت کہ جنب نہایا اور بدن کا کچھ حصہ دھونے سے رہ گیا پانی ختم ہوگیا تیمم کیا پھر حدث ہوا اسکے لیے تیمم کیا اب اسپر دو واجب ہیں جو حصہ نہانے میں رہ گیا تھا اُسکا دھونا اور تیمم جنابت کے بعد حدث ہوا ہے لہذا اُسکے لیے وضو کرنا اب اس نے پانی پایا جس سے وہ حصہ دھل سکتا ہے یا وضو کرے تو وضو ہوسکتا ہے مگر مجموع کیلئے کافی نہیں اسے حکم ہے کہ وہ حصہ دھوئے اور امام ابو یوسف کے نزدیک حدث کا تیمم نہ جائیگا کہ پانی اگرچہ اُسکے لیے کافی تھا مگر شرعًا یہ اُس سے وضو نہ کرسکتا تھا کہ اُسے اُس باقی حصے میں صرف کرنا واجب تھا یہ مسئلہ ہمنے اپنے رسالہ الطلبۃ البدیعہ کے آخر میں مفصل ذکر کیا ہے وہاں دیکھا جائے وقد رجحنا فیہ اقول محمد **مسئلہ ۲** امر دیا **اقول** یہاں دو مسئلے ہیں ایک یہ کہ پانی قریب ہونے کا ظن غالب ہو تو طلب یعنی تلاش واجب ہے بے تلاش تیمم جائز نہیں دوسرا یہ کہ کسیکے پاس پانی معلوم ہوا اور ظن غالب ہے کہ مانگے سے دیدیگا تو طلب یعنی مانگنا واجب ہے بے مانگے تیمم جائز نہیں پہلے مسئلہ کی نسبت شرح تعریف رضوی کے فائدہ پنجم میں ہم تحقیق

کرائے کہ یہ وجوب بمعنی اشتراط ہے یعنی تلاش کرلینا شرط صحت تیمم ہے بے اسکے تیمم و نماز مطلقاً فی الحال باطل اگرچہ بعد کو بھی ظاہر ہو کہ پانی نہ تھا وقد اخذ بہ السادۃ الجلۃ ابو السعود و ط و ش فی حواشی الکنز والدر علی مانص علیہ فی الفتح ان لو صلی بتیمم وثمہ من یسألہ ثم اخبرہ بالماء اعاد والا لا کما فی الدر وقدمنا فی المسألۃ السابعۃ عزوہ للمحیط والحلیۃ والزیلعی والبدائع ایضا بان فی البحر عن السراج لو تیمم من غیر طلب کان الطلب واجبا وصلی ثم طلب فلم یجد وجبت علیہ الاعادۃ اھ ومفادہ ان تجب الاعادۃ ھنا وان لم یخبرہ اھ ھذا لفظ ش ومثلہ فی ط وفتح اللّٰہ المعین **اقول** رحمھم اللّٰہ تعالٰی ورحمنا بھم این ھٰھنا وجوب الطلب کیف یجب ھو لا یدری ان الماء قریب ام لا فضلا عن غلبۃ الظن بالقرب انما الواجب ھنا السؤال عمن یظن ان عندہ علما بحال الماء وفرق بین بین المسألتین فان من ظن القرب فقد ظنہ قادرا علی الماء فبطل تیممہ مالم یطلب قبل التیمم فیظھر خطؤ ظنہ اما من ظن ان عند ھذا علما بحال الماء فھو لا یدری انہ ان سألہ یخبرہ بقرب الماء او بعدہ فلم یکن للقرب حظ من الظن فلم یوجد معارض لعجزہ الظاھر فصح تیممہ وتمت صلاتہ الا ان یظھر القرب فتجب الاعادۃ لان التفریط جاء من قبلہ بترک السؤال کلام دوسرے مسئلہ میں ہو کہ یہاں بھی وجوب اُسی معنی اشتراط پر ہے کہ بحال ظن عطا اگر بے مانگے تیمم کرلے سرے سے صحیح ہی نہ ہوا اور نماز باطل ہو اگرچہ بعد کو نہ دینا ہی ظاہر ہو یا ایسا نہیں عجب ہو کہ یہاں عبارات جانب مبنی افادہ اشتراط پر آئیں اور جانب حکم صحت تیمم و نماز پر۔ ادھر کافی و غنیہ و خزانۃ المفتین و نہایہ و چلپی و خزانہ و برجندی کی عبارتیں جنہیں تیمم کی نسبت لایجوز ہے مثلاً لایجوز التیمم قبل الطلب اگر معنے نفی حل کو محتمل بھی رکھی جائیں تو امام صفار و قدوری و ہدایہ و تبیین و منیہ و غنیہ و ہروی علی الکنز کے نصوص جن میں صراحۃً لایجزئہ ہے مثلاً صلی بالتیمم قبل الطلب لایجزئہ قابل تاویل نہیں منیہ نے مسئلہ اولٰی سے اُسکی تشبیہ امام صفار سے نقل کی کہ لایجزئہ قبل الطلب کما فی عمرانات انہیں کے قریب ہے مبسوط و شرح وقایہ و جواہر اخلاطی وغیرہا کی عبارتیں جن میں عدم جواز بہ نسبت نماز ہے کہ ان لم یطلب وصلی لم یجز و لفظ الجواھر شرع فی الصلاۃ قبل الطلب لایجوز بحث علامہ ابراہیم حلبی سے گزرا لاتصح الصلاۃ بل کُنہ حلیہ میں زیر مسئلہ جنب وجد الماء فی المسجد اسی مسئلہ سوال از رفیق پر تفریعات میں فرمایا وحیث یجب لایصح تیممہ الا بعد المنع جن سے لازم کہ بے مانگے تیمم ہوگا ہی نہیں تو نماز مطلقاً باطل ہوگی اگرچہ بعد کو ظن عطا کی خطا ظاہر ہو جائے کہ مانگے سے نہ دے ادھر مسئلہ پنجم میں زیادات و جامع کرخی و محیط سرخسی و خلاصہ و وجیز و شرح وقایہ و حلیہ و عالمگیریہ و بحر اور مسئلہ ہفتم میں حلیہ و صدر الشریعۃ و غنیہ و بحر سے روشن ہوا کہ سرے سے بطلانِ نماز کا حکم صحیح نہیں صحیح و معتمد و ظاہر الروایۃ یہی ہے

کہ صرف غلبہ ظنِ عطا سے نہ تیمم باطل ہو نہ نماز اگر ظنِ عطا کی خطا ظاہر ہو دونوں صحیح و تام ہیں۔ کتبِ حاضرہ میں اس صاف تعارض کی طرف کوئی توجہ مبذول نہ ہوئی وانا **اقول**[٣٣٠٦] وباللہ التوفیق مخلص وہی ہے کہ ہمنے تاویلِ روایت نادرہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی میں ذکر کیا بحالِ ظنِ عطا حکم ظاہر و حاضر عدم صحت نماز ہے مگر یہ کہ بعد کو مانگے اور نہ دے اور بحال شک وظنِ منع حکم ظاہر و حاضر صحت ہے مگر یہ کہ بعد کو مانگے سے یا آپ دیدے بالجملہ اول میں فساد اور ثانی میں صحت کا حکم حکم موقوف ہے ظہورِ خلاف نہ ہو تو رہیگا ورنہ بدل جائیگا جیسے صاحبِ ترتیب کو فائتہ یاد اور وقت میں وسعت ہے اور وقتیہ پڑھلی اسکے فساد کا حکم دیا جائیگا مگر فساد موقوف اگر قبل قضائے فائتہ چار وقتیہ اور پڑھ لیگا اور سب میں پچھلی کا وقت نکل جائیگا سب صحیح ہوجائینگی اور اگر اس بیچ میں فائتہ کی قضا کرلیگا تو اُس سے پہلے ایک سے پانچ تک جتنی وقتیہ پڑھی تھیں سب کی فرضیت باطل ہوکر نفل رہ جائیں گے کما ھو مصرح بہ فی محلہ رہا فرق کہ پہلے مسئلے میں اُسکے ظن کا اعتبار رہا اگرچہ واقع اُسکے خلاف ہوا اور یہاں نہیں اسکی کیا وجہ ہے **اقول**[٣٣٠٧] قریب پانی شرعاً مقدور ہے تو ظنِ قرب میں ظنِ قدرت ہے اور ظنِ ملتحق بیقین تو قدرت معلوم تو تیمم شرعاً معدوم اور معدوم صحیح نہ ہوجائیگا بخلاف ظنِ عطا کہ عجز معلوم اور ظن اسکا ہے کہ اگر مانگوں تو دیگا اور قدرت نہ ہوگی مگر بعد عطا تو یہ اسکا ظن نہ ہوا کہ قدرت ہے بلکہ اسکا کہ آئندہ ہوسکتی ہے **نظیر**ہا قدمناہ فی مسألۃ الوعد و وجدنا التصریح بہ فی مسألۃ الرجاء الکافی الکفایۃ لہذا یہ ظن مناطِ حکم نہ ہوا مگر جبکہ واقع نہ ظاہر ہو کہ ہنگامِ فواتِ ذریعۂ علم فقہیات میں ظن معمول بہ ہے اور ایک توجیہ مع اشارہ تضعیف افادۂ ہنیم میں گزری کہ جبتک علم متیسر ہو ظن پر عمل نہیں فتح القدیر بحث استقبال میں ہے المصیر الی الدلیل الظنی وترك القاطع مع امکانہ لایجوز مسئلۂ قرب بعد میں تحصیل علم بے وقّت متیسر نہیں لہذا ظن پر مدار رہا اور مسئلۂ عطا و منع میں متیسر لہذا ظن معتبر نہ ہوا مگر جبکہ درک حقیقت نہ ہو اشرت الی ضعفہ بقولی یمکن ان یوجہ **اقول**[٣٣٠٨] ووجہ ضعفہ انہ یوجب السؤال عند ظن المنع ایضا فیکون ترجیحا للثانی من اقوال المسألۃ السادسۃ وانما الراجح بل الواجع الیہ الکل بالتوفیق ھو القول الثالث ان لا وجوب الا عند ظن العطاء **فان قلت** اذن ما الجواب عما مر من منع العمل بالظن مع تیسر تحصیل العلم **اقول**[٣٣٠٩] لا تیسر اذا لم یظن العطاء لان السؤال ممن یمنع ذلۃ شدیدۃ وھی مظنونۃ ھنا او محتملۃ علی سواء وقد نھی الشرع المطھر المؤمن عن عرض نفسہ للذل **فان قلت**[٣٣١٠] اذن یجب ادارۃ الامر علی ظنہ فی ظن المنع لتعسر تحصیل العلم فتصح صلاتہ وان اعطی بعد فیترجح ما فھمہ المحقق من تفریعات تمم فی الخلاصۃ وغیرھا کما مر فی المسألۃ الخامسۃ **اقول**[٣٣١١] قد کان الاصل ایجاب السؤال لتیسرہ فی نفسہ وانما رفع عنہ لعارض فاذا ظہر الحقیقۃ علمت

عملها وزال ما كان لعارض وهو اقامة الظن مقامها كما تقدم عن صدر الشريعة وهذا ما وعدنا تمامه

من ان للكلام تتمة ہ هذا كله ماظهر لقلبى والعلم بالحق عند ربى ان ربى بكل شئ عليم ہ وصلى الله تعالى

على الحبيب الكريم ہ واٰله وصحبه اولى التكريم ہ والحمد لله رب العٰلمين ہ يہ ہیں وہ مسائل جنکا یہاں لانا

ہمیں منظور تھا (ذکر قوانین) یہ مسائل بفضلہ تعالٰی ایسی وجہ پر بیان ہوئے کہ فہیم ذی علم ان سے خود وضع قانون

بھی کرسکتا ہے اور قوانین موضوعہ کی جانچ بھی اور یہ کہ خلافیات میں وہ کس کس قول پر مبنی ہیں اور اقوال منقحہ پر کیا ہونا

چاہیے۔ یہ معیار پیش نظر رکھکر قوانین علما مطالعہ ہوں **الاول القانون الصدری** الامام صدر الشريعة

نقل اولا عن المبسوط ان لم يطلب وصلى لم يجز لان الماء مبذول عادة وعن موضع اٰخر منه عليه ان

يسأل الا على قول حسن بن زياد فان السؤال ذل ونقول ماء الطهارة مبذول عادة ثم عن الزيادات

ماتقدم فى المسألة الثالثة من انه يقطع الصلاة ان ظن العطاء والا لا وادرج فيه ما مر فى المقام الثانى

من وجوب السؤال فى الشك ايضا اذا رأى خارج الصلاة لان العجز مشكوك قال ثم قال فى الزيادات

فاذا فرغ من صلاته فسأله فاعطاه او اعطى بثمن المثل وهو قادر عليه استأنف الصلاة واذا ابى تمت

صلاته وكذا اذا ابى ثم اعطى لكن ينتقض تيممه الاٰن ثم قال رحمه الله تعالى اقول ان اردت ان تستوعب

الاقسام كلها فاعلم انه اذا رأى الماء خارج الصلاة وصلى ولم يسأل بعد الصلاة ليظهر العجز والقدرة

فعليه ما ذكر فى المبسوط سواء غلب على ظنه الاعطاء او عدمه او شك فيهما وهى مسألة المتن واذا رأى

فى الصلاة ولم يسأل بعدها فكذلك وان رأى خارج الصلاة ولم يسأل وصلى ثم سأله فان اعطى بطلت

صلاته وان ابى تمت سواء ظن الاعطاء او المنع او شك فيهما وان رأى فى الصلاة فكما ذكر فى الزيادات

لكن يبقى صورتان احدهما انه قطع الصلاة فيما اذا ظن المنع او شك فسأله فان اعطى بطل تيممه وان

ابى فهو باق والاخرى انه اذا اتم الصلاة فيما اذا ظن انه يعطى ثم سأل فان اعطى بطل صلاته وان ابى

تمت لانه ظهر ان ظنه كان خطاء بخلاف مسألة التحرى الى اٰخر ما تقدم فى الافادة الخامسة

قوله العجز مشكوك) تقدم ما فيه **قوله** فاذا فرغ من صلاته) **اقول** لم ينقل عبارة

الزيادات متسقة فان تعين فيها مرجع فرغ الى من ظن منعا او شك فذاك والا فهو للمصلى مطلقا

لا سيما وقد وقع بعد قوله وان غلب على ظنه انه يعطيه فيشمل الصورة الاخرى التى ذكر رحمه الله تعالى

انها تركت **قوله** وكذا اذا ابى ثم اعطى **اقول** الكلام فيما بعد الصلاة لكن البعدية انما تلزم فى العطاء سواء كان الاباء قبل

ذکر قوانین

قانون اول امام صدر الشریعہ

قوانین العلماء

كما اذا سأل قبلها فابى فتيمم فصلى ثم اعطى بسؤاله او بدونه اولبعد الصلاة كما اذا اعلم بها فلقيها ثم سأل فابى ثم اعطى بسؤاله الاخر اوبغيره مضت الصلاة فى الوجهين اما لوكان العطاء قبل تمام الصلاة بعد الاباء فانه ينسخ الاباء مطلقا كما قدمنا فى المسألة العاشرة **قوله** فعلى ماذكر فى المبسوط) اى لم تجز صلاته لتركه الطلب وجوز اخى چلپى انيكون المراد بما فى المبسوط قول الحسن **اقول**[٢٢١٥] انما يسند الى الكتاب ما اعتمده لا ما اورده ورده **قوله** وهى مسألة المتن) اعتاص هذا اللفظ على اخى چلپى فان فى المبسوط عدم الجواز قبل الطلب وانه باتفاق ائمتنا الثلثة رضى الله تعالى عنهم ولفظ المتن قبل طلبه جاز خلافا لهما فهما مختلفان حكما ورواية معا فكيف يقال ان ما فى المبسوط هى مسألة المتن فاوله بقوله معناه ان الخلاف للمطلق ثابت فيها غاية ما فى الباب ان رواية المتن على خلاف رواية المبسوط فى بيان الاختلاف اه ولاجل هذا جوز انيكون المراد به قول الحسن كى يحصل الوفاق بينه وبين حكم المتن **اقول**[٢٢١٦] وكيف يصح لجزء الاتفاق فى مطلق الاختلاف جعل نقيضين واحدا وانما المعنى ان الصورة المذكورة فى المبسوط هى المذكورة فى المتن وهى الرؤية خارج الصلاة وان اختلفا فيها حكما ورواية **قوله** فكذا) اى لم تجز صلاته سواء ظن منحا او منعا او شك **قوله** وان رأى فى الصلاة) **اقول**[٢٢١٧] اى وسأل بعدها ليفارق المذكور سابقا ولانه المذكور فى الزيادات **قوله** فكما ذكر فى الزيادات) **اقول**[٢٢١٨] اى ان اعطاه استأنف وان ابى تمت ولم يقل ههنا فكذا كما قال قبل لان ثمه ذكرا ولا ما هو مذكور فى المبسوط فاسند اليه ثم صورة اخرى يوافقها فى الحكم فاحالها عليه اما ههنا فذكرا ولا ما ليس فى الزيادات فاذا اتى على ما فيها اسنده اليها ولم يفهم الكلام من فسره بقوله اى الحكم على التفصيل المذكور وهو انه ان غلب على ظنه الاعطاء قطع الصلاة والا لا ام فان الكلام فيمن سأل بعد الصلاة وماذا بقى له حتى يقال يقطع او يتم **قوله** لكن تبقى صورتان) **اقول**[٢٢١٩] الاخرى ان فرض تركها فى الزيادات فلم تترك فى كلامكم لان من رأى فى الصلاة وسأل بعدها يشملها قطعا والاحالة على الزيادات للحكم لا للتصوير **قوله** احدهما) قال اخى چلپى يمكن انفهامها من قوله وكذا اذا ابى ثم اعطى لانه صريح فى ان الاعطاء ناقض والاباء متمم فتأمل اه **اقول**[٢٢٢٠] قوله كذا اى تمت صلاته فاين فيه ان الاعطاء ناقض بل فيه ان الاعطاء بعد الاباء هباء نعم لو قال يمكن انفهامها من قوله اذا اعطاه استأنف واذا ابى تمت فانه صريح الخ لاتجه و

ف ١: معروضة على عمدة الرعاية
ف ٢: معروضة على اخى چلپى
ف ٣: معروضة عليه
ف ٤: تطفل على العلامة الكتبى
ف ٥: تطفل على الامام ملك العلماء
ف ٦: معروضة على اخى چلپى

حسن نعيم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لعلہ سبق قلم ومن التقصیر[٣٣٢٢] قول من قال لا ذکر لہما فی العبارات السابقۃ صریحا وان کان قول الزیادات وان ابی تمت یدل علی حکمہما باطلاقہ واشارتہ ام فلم ترک قولہ اذا اعطی استانف لیدل علی حکم الوجہین فی الصورتین ثم[٣٣٢٣] ان کان فی قول الزیادات مرجع فرغ من صلاتہ للمصلی مطلقا لم یصح قولہ لا ذکر لہما فی العبارات السابقۃ صریحا وان کان مرجعہ خصوص من ظن منعا او شک لم یصح قولہ باطلاقہ فان المباین لا یدخل فی اطلاق مباینہ **فان قلت** لعلہ وزع فلمن ظن عطاء واتم الاشارۃ ولمن ظن منعا او شک وقطع الاطلاق **اقول**[٣٣٢٤] ولا یصح فان القطع یباین الفراغ فاین الدخول فی الاطلاق۔ ھذا و**اقول**[٣٣٢٥] ضبط کل کلام ھذا الامام فی نصف سطر انہ ان لم یسأل او اعطاہ بطل ما فعل من تیمم وصلاۃ وان ابی تم فالشرط الاول یشمل ما اذا لم یسأل فاعطی او لم یعط وما اذا سأل فاعطی ویبقی للثانی ما اذا سأل فلم یعط ویدل باطلاقہ علی انہ سواء فی کل ذلک ظن منحا او منعا او شک ورأہ خارج الصلاۃ اوفیھا فقطع او اتم وان اردنا زیادۃ ما قدم عن الزیادات زدنا فی الشرط الاخری لو اعطاہ بعد الصلاۃ فیبقی للعطاء فی الاولی مقید ابما اذا لم یکن بعد الصلاۃ عقیب اباء ویبقی للثانیۃ شقان سأل فلم یعط او اعطی بعد الصلاۃ مسبوقا باباء ثم زدنا بعدہ سواء ظن منحا او منعا او شک غیر انہ ان ظن العطاء قطع الصلاۃ والا لا **اقول**[٣٣٢٦] ولا یخرج منہ ما اذا سأل فلم یعط ولم یأب بل سکت وذلک لما قدمنا انہ ان اعطاہ بعد السکوت قبل ان یراہ یصلی بالتیمم لم یکن السکوت اباء فدخل فی الاول اعنی اعطاہ وان کان ھذا بعد الصلاۃ فلم یتقدمہ اباء وکان الحکم للعطاء دون السکوت والا کان اباء فدخل فی الثانی وکان الحکم للسکوت من جہۃ انہ دلیل المنع لکن **اولا**[٣٣٢٧] بقی ما اذا سأل فلا اعطی ولا ابی بل وعد ثم اخلف فان کان ھذا الوعد قبل الصلاۃ اوفیھا بطل تیممہ قطعا وان لم یعطہ ولم یدخل فی قولہ ان لم یسأل او اعطاہ لانہ سأل ولم یعط وکذلک ان وقع بعدھا واختیر بطلانھا مطلقا وان قلنا کما ھو الظاہر واللہ تعالی اعلم ان الصلاۃ ماضیۃ ان ظہر خلفہ فہذہ صورۃ تمام الصلاۃ ولم تدخل فی قولہ ان ابی لان من وعد لا یقال انہ منع وابی الا ان یدعی ان الوعد عطاء فتدخل فی الاول ولکن یحتاج الی دلیل واین الدلیل بل الدلیل علی خلافہ کما بینا **فان قلت** بل نختار ان الوعد المخلف اباء فتدخل فی الثانی ولعل ھذا غیر بعید بالنظر الی مآل الیہ الامر **اقول**[٣٣٢٨] ان لم یجعل الوعد عطاء لم ینفع وان جعل لم یحتج الیہ وذلک لان الاخلاف انکار واباء مستند الی من حین وعد وردت المسألۃ

فائدہ ١ ... عمدۃ الرعایۃ

فائدہ ٢ ...

فوائد لعلماء ...

تطفل ٣ علی الامام ...

الاولى حيث وعد قبل تمام الصلاة واخلف فقد اثم مع كونه اباء وان كان اباء مقتصرا اى من حين اخلف ولم يكن اعطاء حين وقع وردت ايضا لانه سأل ولم يعط فلم توجد شريطة الابطال فلم بطلت فلا محيد الا بجعل الوعد عطاء بعينه وهو خلاف المعقول والمنقول والله تعالٰى اعلم **وثانيا** كون ماء الطهارة مبذولا عادة فى كل مكان ✦ بطلانه غنى عن البيان ✦ يعرفه البله والصبيان ✦ وشان المبسوط يجل عن ارادته فوجب رده الى ما وفق به الائمة الجلة ابوبكر الجصاص وابوزيد الدبوسى وابونصر الصفار عليهم رحمة الغفار ان المراد موضع لا يعز فيه الماء فاذن كلام المبسوط حيث يظن العطاء فكيف يقال سواء غلب على ظنه الاعطاء او عدمه او شك **وثالثا** هل السؤال مطلقا سواء ظن ظنا او شك واجب عليه غير مشترط لصحة الصلاة ام هو شرطها على الثانى كيف صح الشروع فيها بلا سؤال وكيف جاز المضى فيها لمن ظن منعا او شك بل وكيف قلتم فيمن يظن العطاء يقطعها وانما القطع لما انعقد وماذا نفع الفرق ههنا بين ظن العطاء وغيره فترك الشرط مبطل مطلقا وكيف امضيتموها اذا سأل بعدها فابى وان كان يظن العطاء فان ما وقع باطلا لفقد شرط من شروط الصحة لا ينقلب جائزا بعد كمن ظن قربه ولم يطلب وصلى بالتيمم ثم طلب فلم يجد بطلت ايضا لما تقدم عن السراج الوهاج والجوهرة بل كيف يتأخر عنها سؤال كان شرطا لها والشرط لا يتأخر عن المشروط وعلى الاول لم قلتم بطلت صلاته بترك السؤال بعدها وان ظن منعا او شك فترك المرء بعض ما يجب عليه لا يفسد صلاته ما لم يخل ذلك بشیء من شروط صحتها **فان قلت** كيف حكمتم ببطلان صلاته اذا ظن العطاء ولم يسأل فما منه الا ترك ما ليس شرطا لصحة الصلاة **اقول** بلى شرط صحة الصلاة الطهارة وشرط طهارته هٰهنا ظهور العجز وظهور العجز يزول بظن عطاء لم يظهر خلافه فاذا ظن العطاء حكم بفساد صلاته موقوفا الى ان يظهر خلافه فتصح اولا فتفسد باتا كما بينت اخر المسائل فاذا لم يسأل لم يظهر فثبت فسادها لا لاشتراط السؤال بل لفقدان ظهور العجز بخلاف ما اذا ظن المنع فانه لم يوجد معارض لظهور العجز فهو ظاهر وكذا اذا شك لكونه احتمالا لا عن دليل فلا يعارض الظاهر كما حققت اخر المسألة السادسة ولله الحمد **اقول ثم ههنا** عدة اسئلة ترد على ظاهر كلام الامام فى النظر الظاهر احببنا ان نوردها ونردها **الاول** جعلتم الشك فى الاعطاء والمنع شكا فى القدرة والعجز فاذن ظن المنع ظن العجز وقد قلتم ان غلبة الظن اقيم مقام حقيقة القدرة والعجز تيسيرا فاذا ظهر خلافه لم يبق قائما مقامها فقد افدتم انه اذا لم يظهر خلافه يبقى

https://www.facebook.com/darahlesunnat

قائما مقامهما فلم قلتم ان من ظن المنع ولم یسأل بعد ولم یعطه صاحبه بطلت صلاته مع ان عنده ظن العجز ولم یظهر خلافه فیکون قائما مقام حقیقة العجز **الثانی** رأی الماء وهو یصلی وظن المنع فاتم لما امر ثم لما فرغ وجد صاحبه قد ذهب ولا یدری مکانه فمتی توجبون علیه السؤال افی صلاته فیجب القطع وقد نهیتموه ام بعدها وقد ذهب وغاب فایجاب السؤال ایجاب المحال فوجب القول بادارة الحکم علی ظنه **الثالث** اذا اوجبتم السؤال بکل حال، وان لم یسأل حکمتم مطلقا بالابطال، فلا شك ان ظنه بمعزل عن الحکم عند ترك السؤال، واذا سأل ظهرت الحقیقة وانسل الظن عن المجال، فمتی اقیم مقامهما وماله الا الزوال، **اقول**[۲۳۳۵] والجواب عن الکل فی حرف واحد ان السؤال واجب مهما امکن فاذا تعذر دار الامر علی الظن، وقوله فاذا ظهر خلافه لیس فی الحکم حتی یؤخذ مفهومه بل فی تعلیل مسألة وکان الواقع فیها ظهور خلافه فبنی الامر علیه والله تعالٰی اعلم **الثانی القانون البحری**

قال رحمه الله تعالٰی اعلم ان المتیمم اذا رأی مع رجل ماء کافیا فلا یخلو اما ان یکون فی الصلاة او خارجها وفی کل منهما اما ان یغلب علی ظنه الاعطاء او عدمه او یشك وفی کل منها اما ان سأله او لا وفی کل منها اما ان اعطاه او لا فهی اربعة وعشرون فان کان فی الصلاة وغلب علی ظنه الاعطاء قطع وطلب الماء فان اعطاه توضأ والا فتیممه باق فلو اتمها ثم سأله فان اعطاه استأنف وان ابی تمت وکذا اذا ابی ثم اعطی وان غلب علی ظنه عدم الاعطاء او شك لا یقطع صلاته فان قطع وسأل فان اعطاه توضأ والا فتیممه باق وان اتم ثم سأل فان اعطاه بطلت وان ابی تمت وان کان خارج الصلاة فان لم یسأل وتیمم وصلی جاز الصلاة علی ما فی الهدایة ولا تجوز علی ما فی المبسوط فان سأل بعدها فان اعطاه اعاد والا فلا سواء ظن الاعطاء او المنع او شك وان سأل فان اعطاه توضأ وان منعه تیمم وصلی فان اعطاه بعدها لا اعادة علیه وینتقض تیممه ولا یتأتی فی هذا القسم الظن او الشك وهذا حاصل ما فی الزیادات وغیرها وهذا الضبط من خواص هذا الکتاب اھ وتبعه اخوه وتلمیذه المدقق فی النهر اثر عنه شر واقره **اقول اولا**[۲۳۳۶] بل هی علی ما سلك ست وستون تضمن کلامه بیان اربع وخمسین وبقیت علیه اثنتا عشرة وذلك لانه اما ان یراه فی الصلاة او قبلها وعلی کل یظن العطاء او المنع او یشك فهی ست وفی کل منها احد عشر لانه اما ان یسأل قبل الصلاة او بعدها او لا ولا کیف وقد مر علی هذا التقسیم فی قوله قطع وطلب فلو اتم ثم سأل وفی قوله قطع وسأل وان اتم ثم سأل وفی قوله فان سأل بعدها وان سأل ای قبلها وقال فان لم یسأل ای اصلا (واعنی بالسؤال قبل الصلاة قبل تمامها سواء کان قبل شروعها او بقطعها اذا رآه فیها)

تأثر ان عالما لم یظهر بعد [illegible] **فائدہ** المفاهیم تعتبر فی الفقهیة من مورد دون التعلیل وفی الحکم اما التعلیل فقد یبتغی الکلام

قوانین لعلم

فیه علی ما وجد من الصور فلا مفهوم له الا اذا دل علی قصر الحکم علیه

قطع علیه [illegible]

وعلى كل من الاولين يعطى اولا وعلى الثالث يعطى قبل الصلاة او فيها او بعدها او لا اصلا فهى ثمان وواحدة منها تصير اربعا وهى ما اذا سأل قبلها فابى فانه اما ان يعيد السؤال بعدها اولا وعلى كل يعطى اولا فصارت احدى عشرة فبلغت ستا وستين وانا اصوّرك احد الاسداس لتقيس عليها سائرها بان تضع ظن المنع مقام ظن العطاء ثم الشك فهى ثلاث وثلثون ثم تضع رأى قبلها مكان رأى فى الصلاة فهى ثلاث وثلثون اخرى وهذه صورته

ولم يذكر فيما اذا رأى فى الصلاة الا السؤال قبلها او بعدها فبقى ان لا يسأل اصلا وصاحبه يعطيه قبل الصلاة وفيها او بعدها اولا فهى اربع على كل من صور الظنين والشك فكانت اثنتا عشرة لم يذكرها **فان قلت** لا فائدة فى التشقيق بعد الاباء قبل الصلاة بانه سأل بعدها اولا وعلى كل اعطى اولا فان الحكم لا يختلف وهو صحة صلاته لان العطاء بعد الاباء غير مفيد كما مر فى المسألة العاشرة **اقول** بلى فائدته اعطاء هذا الحكم الا ترى الى قوله فى الضابطة فيما اذا رأى فى الصلاة وكذا اذا ابى ثم اعطى وفيما اذا رأى خارجها فان منع واعطاه بعدها لا اعادة اه ولذا اخذه المحقق الحلبى فى شقوق ضابطته كما سيأتى ان شاء الله تعالى وان فرض فالكلام على مسلكه رحمه الله تعالى وهو لم يعتبر فى الاقسام تمايز الاحكام كما سيأتى وان سلمنا فهى ثمان واربعون ثمان فى ست كما ترى وقد تضمن كلامه حكم ست وثلثين وترك اثنتى عشرة **وثانيا** نقل التوفيق عن الذخيرة عن الجصاص وهو التحقيق فى رسالة ما اذا كان خارج الصلاة ولم يسأل اصلا خلافية غير مقطوع فيها بقول كما لا ينبغى **وثالثا** قد مشى عليه فيمن رأى فى الصلاة يقطع ان ظن العطاء والا و مبناه الا ذلك التوفيق انه يجب السؤال ان ظن العطاء

https://www.facebook.com/darahlesunnat

والا لا کما افدنا فقد مشی علی التوفیق ثم جعل الکل خلافیة وانما کان الوجه ان یحیل هذه ایضا علی الخلاف او یقطع القول فی تلك ایضا **ورابعا**[٣٣٤١] قوله فیما اذا رأی خارجها فسأل فمنع فتیمم فصلی انه لا یتأتی فیه الظن والشك فیه شك ای شك فان اراد عدم تأتیهما بعد المنع فالمنع لا یختص بهذا القسم و ایضا لا تأتی لهما بعد الاعطاء ایضا بل اولی لانه تم الامر وفی المنع یحتمل ان یحمله علی حالة راهنة ویظن به عطاء او منعا او یشك فیما بعد ذلك وان اراد مطلقا وهو الظاهر من کلامه فعدم تأتیهما بعد المنع کیف یمنع تأتیهما قبله وقد جعل الاقسام[٣٣٤٢] اولا ستا یکون فی الصلاة او خارجها وعلی کل یظن عطاء او منعا او یشك ثم فصل کلامه الی السؤال وعدمه والعطاء والاباء فکیف یخرج هذا من الظن والشك وان خرج کیف تصیر اربعا وعشرین **وخامسا**[٣٣٤٣] لا تخالف الرؤیة فی الصلاة وخارجها فی شیئ من الاحکام ولا اقسام الرؤیة فی الصلاة فیما بینها غیر انه یقطع ان ظن العطاء والا لا فما کان لیدخل فی الشقوق فیطول الامر وکان یجمع[٣٣٤٤] جمیع ما قاله بل مع الزیادة واحاطة الست المتروکة ان یقول من علم مع غیره ماء یکفی لطهره قبل الصلاة او فیها فان لم یسأل فعلی الخلاف وان سأل فان اعطی توضأ وان کان تیمم انتقض وان کان صلی بطلت وان منع تیمم او لم ینتقض او مضت ولا عبرة بالعطاء بعد الاباء فی الوجهین وسواء فی کل ذلك ظن عطاء او منعا او شك غیر انه ان ظن العطاء قطع الصلاة والا لا فهذا نحو ثلث سطوره بیدان الثلث کثیر **وسادسا**[٣٣٤٥] قوله فی خارج الصلاة ان لم یسأل وتیمم وصلی یرید به کما اشرنا الیه ما اذا لم یسأل قبلها ولا بعدها لانه سیذکرهما من بعد فهو مشتمل علی اثنی عشر قسما کما علمت یظن منحا او منعا او یشك وعلی کل یعطیه صاحبه قبل الصلاة او فیها او بعدها او لا اصلا ولا خلاف ان کان الا فی ثلاث منها وهی ما اذا لم یعط اصلا وهذا ایضا بشرط ان لا یوجد الوعد قبل تمام الصلاة والا المنع ونقض ابطل فلو اعطی قبل الصلاة وجب الوضوء وان کان تیمم انتقض او فیها وجب الاستئناف بعد التوضی او بعدها بطلت کل ذلك بالاجماع لان القدرة علی الماء تحصل باجماع اصحابنا رضی الله تعالی عنهم بالاباحة فکیف بالعطاء والعطاء عطاء وان لم یکن عن سؤال کما اذا کان عنده من یسأله فلم یسأل وصلی فاخبره مبتدئا او مجیبا عاما مطلقا کما تقدم وقد احسن الدر اذ قال لو صلی بتیمم وثمه من یسأله ثم اخبره بالماء اعاد فلم یقل ثم سأله فاخبره لا جرم ان قال فی الجوهرة النیرة رأی رجلا معه ماء فلم یسأله فصلی ثم اعطاه بعد فراغه

فائدہ ۱ تطفل ۱۳۰ علی البحر

فائدہ ۲ تطفل ۱۳۱ علیہ

فائدہ ۳ ضبط الضابطة البحریة مع زیادات فی قدر الثلث من عبارتہ

قوانین العلماء

فائدہ ۴ تطفل ۱۳۲ علیہ

مسئلہ ۵

من غير سؤال توضأ واعاد وان لم يعط فصلاته تامة ام فجعلها خلافية مطلقا غير سديد فى تسعة من اثنى عشر ۱؎ ان اخذت المتروكات ايضا كما فعلنا ففى ثمانية عشر اى على هذا التقسيم اما على اخذ صور الوعد فكثير جدا كما يأتى وسابعا ترك ۲؎ صور الوعد والسكوت وفيها مباحث تهم فالاقسام على ما سلك لا اربعة وعشرون ولا ستة وستون بل اربعمائة وستة وعشرون وذلك لانه اما ان يسأل قبل التيمم او بعده ۲؎ قبل الشروع فى الصلاة او فيها ۳؎ بقطعها او بعدها ۴؎ او لا ۵؎ اصلا ففى خمس ولا يكون الا و لان الا بالعلم قبل الصلاة والبواقى تحتمل العلم فيها وقبلها ففى ثمانية وعلى كل تقدير يظن منعا او منعا او يشك ففى اربعة وعشرين. فريق السؤال منها ثمانية عشر وفريق عدمه ستة والسؤال قبل التيمم او بعده قبل الصلاة ثلاثى باعتبار الظنين والشك والسؤال فيها او بعدها كل سداسى باضافة كون الرؤية فى الصلاة او قبلها وصورة عدم السؤال تشمل الوجهين كما ستعرف ثم على كل سؤال اما ان يعطى من فوره وهو العطاء العاجل او يعد او يسكت او يابى وبعد كل من الثلثة اما ان يعطى وهو العطاء الاجل او لا واذا لم يعط فى الوعد فاما ان يظهر خلفه او لا كما قدمنا فى التنبيه الخامس ففى كل سؤال ثمانية ۱؎ وجوه فاما العطاء العاجل فلا يفارق السؤال فى زمانه والاجل فى غير الوعد يحتمل ان يكون قبل التيمم او بعده ۲؎ قبل الصلاة او فيها ۳؎ او بعدها ۴؎ فى الوقت قبل الاطلاع على تيممه وصلاته او بعده ۵؎ او بعد الوقت ۱؎ اما فى الوعد فلا الا وجهين وهما العطاء فى الوقت او بعده لان الوعد يوجب الانتظار الى خروج الوقت فيها او عد لم يكن له ان يتيمم او يصلى بدء او عودا اذا عرفت هذا فاذا كان السؤال قبل التيمم بلغ الكل ثمانية صار بتسديس كل عطاء اجل فى غير الوعد وتثنيته فيه مع اربعة وجوه عدم العطاء ووجه واحد للعطاء العاجل تسعة ۲؎ عشر لكونه ثلاثيا سبعة ۳؎ وخمسين واذا كان بعده قبل الصلاة خرج الاول من ستة العطاء الاجل وهو العطاء قبل التيمم فهو فى كل من السكوت والاباء خمسة سداسها علم العطاء صارت اثنى عشر وللوعد اربعة كما كانت اى يعطى فى الوقت او بعده او لا يعطى مخلفا وغير مخلف وواحد هو العطاء العاجل ففى سبعة عشر بالتثليث احد ۴؎ وخمسون واما اذا كان فيها فالاقسام كسابقه سبعة عشر غير ان هذا سداسى فصارت مائة ۵؎ واثنين واذا كان بعدها خرج من عطايا السكوت والاباء الثلثة الاول فهو كل مع عدم العطاء اربعة وفى الوعد اربعة كالرسم ففى اثنا عشر و العطاء العاجل ههنا وجهان اعطاه بعد ما رأه يتيمم ويصلى به او لم يطلع عليه ويحتاج الى هذا التقسيم لدفع توهم

https://www.facebook.com/darahlesunnat

ان لم يراه فسكت دل على المنع فلا ينفع العطاء بعده وقد ازحناه فى المسألة التاسعة فصارت اربعة عشر
وبالتسديس اربعة وثمانين ففريق السؤال مائتان اربعة وتسعون **واذا لم يسأل** فيعطى من دون
وعد او يعد اولا وههنا نفس هذا العطاء على ستة وجوه العطاء الاجل ثمه الاولان منها ثلاثيان وسائر
سداسيات كثالث هذه الاقسام اعنى لا ولا فكانت ستة وثلثين والوعد على خمسة وجوه الاولين
الثلاثيين وثلثة تليها سداسيات لان الوعد بلا سؤال فى وقت اخر لا تعلق له بهذه الصلاة فكانت اربعة
وعشرين ثم فى كل وعد اربعة كالرسم فهو ستة وتسعون ومع ستة وثلثين المزبورات مائة واثنان وثلثون
فصارت مع صور السؤال اربعمائة وستة وعشرين **اقـول** واعلم ان الظاهر من كلماتهم نفعنا
الله تعالى ببركاتهم قصر النظر على الاعطاء والاباء فيهما عبروا فى الزيادات وجامع الامام الكرخى وبدائع ملك
العلماء وحلية المحقق وضابطة الامام صدر الشريعة كما سمعت نصوصهم والمحقق الحلبى فى الغنية تارة قال فى
التصوير اما ان يعطى او يمنع وتارة قال اما ان يعطى اولا فاذا اتى على الحكم قال ان سأل فاعطى وان سأل
فمنع ولم يذكر الواسطة كما ستسمع نصه ان شاء الله تعالى وكذلك المحقق البحر قال فى الشقوق اعطاه
اولا وفى بيان الاحكام فى ما اذا رأى فى الصلاة اتى مرتين بالنفى والاثبات ومرتين بان اعطى وان ابى وفى
خارج الصلاة مرة كالاول ومرة كالثانى واخوه فى النهر لخص كلامه فعبر فى موضعين عن قوله وان لم يعطه
والاولذا لم يعد له ضابطة بحيالها فظهر ان مرادهم ههنا بنفى الاعطاء هو الاباء فلا يرد على البحر ولا على الغنية
انهما ذكرا فى التشقيق العطاء والوعد واقتصر البحر فى نصف الاحكام على العطاء والاباء والغنية لم تذكر غيرهما
ولا ان قول البحر مرتين ان اعطاه توضأ والا فتيممه باق وكذا قول النهر ان لم يعطه بقى تيممه صادق
بما اذا لم يعط بل وعد ولم يعط بعد الوعد ايضا مثلا مع ان تيممه ينتقض باجماع اصحابنا رضى
الله تعالى عنهم اذا علمت هذا فمن سبر ظهر له وفور ما ترك البحر من الصور واستبان ان جعله عدم السؤال
خلافية بين الهداية والمبسوط مطلقا لا يصح فى احد وخمسين من ستة وستين لان اقسام عدم
السؤال قبل التثليث والتسديس سبعة وعشرون فى ستة منها ثلاثيين واربعة سداسيات عطاء
الماء فهى ثلثون وفى اثنى عشر الوعد قبل الصلاة او فيها ثمانية منها ثلاثيات واربعة سداسيات فهى
ثمانية واربعون فهذه الثمانية والسبعون لا يشك احد ان بطلان الصلاة فيها متفق عليه لا يجرى فيها
خلاف الهداية والمبسوط لان العطاء والوعد السابق على تمام الصلاة كليهما مانع للتيمم وناقض له

ومبطل للصلاة بلا خلاف سواء اعطى بعد الوعد فی الوقت او بعده او لم یعط مخلفا او غیر مخلف و مثلها فی الوعد بعد الصلاة صورتا العطاء فی الوقت لانه مبطل وان لم یکن وعد ولم یزده الوعد الا قوة وکذلک صورتا عدم العطاء فیه اذا لم یظهر خلفه لان الوعد یورث ظن العطاء ولم یظهر خلافه وقد فات درک الحقیقة فبنی الامر علی ظنه فهذه اربعة کلهن سداسی فکانت اربعة وعشرین و مع السابقات مائة واثنین لکن البحر خص الکلام بما اذا رأی خارج الصلاة فانتصفت ولم یبق من السبع والعشرین الا خمس اربع فی الوعد بعد الصلاة اذا اعطی بعد الوقت او لم یعط مخلفا والعطاء بعد الوقت ایضا خلف کما قدمت و الخامس لا وعد ولا اعطی فهذه یجری فیها الخلاف علی فرض ابقائه فالمبسوط یقول بطلت لترک السؤال والهدایة صحت لان السؤال غیر واجب و لم یوجد عطاء ولا وعدا و زال ظن الوعد بالاخلاف والاجل ان کل هذه الخمس سداسیا هی ثلثون و علی تشطیر البحر خمسة عشر هذا کله علی استظهاری ان الوعد بعد الصلاة اذا ظهر خلفه لم یؤثر فی صلاة مضت فان لم یسلم له یبق للخلاف محل غیر صورة واحدة من السبع والعشرین وهی ما اذا لم یعد لم یعط فیکون الغلط فی ثلثة وستین من ستة وستین وان اکملنا باخذ متروکاته کما فعلنا کان الغلط فی مائة واثنین او مائة وستة وعشرین من مائة واثنین ثلثین و هاانا لک اصورها لکی یسهل علیک تصورها وبالله التوفیق

لم یسأل اصلا او قد رأی فی الصلاة او قبلها وظن منحا او منعا او شک

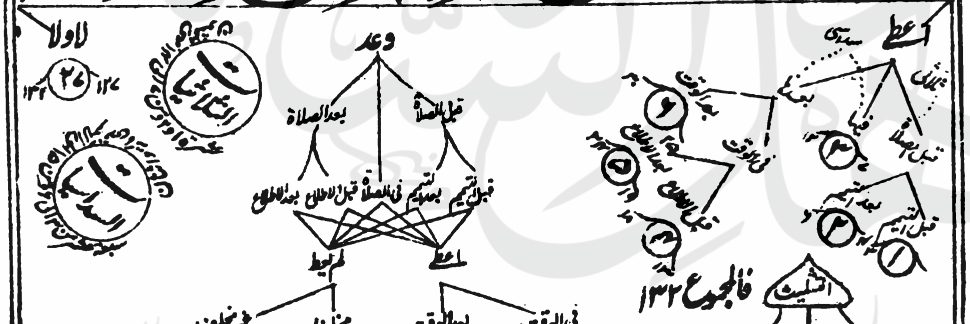

	فی الوقت	بعد الوقت	مخلفا	غیر مخلف
قبل التیمم	٣١ (٧) ٣٣	٣٤ (٨) ٣٦	٣٧ (٩) ٣٩	٤٠ (١٠) ٤٢
بعده قبل الصلاة	٤٣ (١١) ٤٥	٤٦ (١٢) ٤٨	٤٩ (١٣) ٥١	٥٢ (١٤) ٥٤
فی الصلاة	٥٥ (١٥) ٦٠	٦١ (١٦) ٦٦	٦٧ (١٧) ٧٢	٧٣ (١٨) ٧٨
بعدها قبل الاطلاع	٧٩ (١٩) ٨٤	٨٥ (٢٠) ٩٠	٩١ (٢١) ٩٦	٩٧ (٢٢) ١٠٢
بعد الاطلاع	١٠٣ (٢٣) ١٠٨	١٠٩ (٢٤) ١١٤	١١٥ (٢٥) ١٢٠	١٢١ (٢٦) ١٢٦

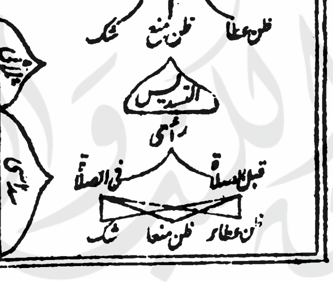

الثالث القانون الحلبی قال رحمه الله تعالٰی ھذا علی وجوه اما ان یغلب علی ظنه الاعطاء او المنع او استویا وعلی کل تقدیر اما ان یسأل او یتیمم ویصلی من غیر سؤال واذا سأل فاما ان یعطی او یمنع واذا منع قبل الصلاۃ فاما ان یسأل بعدھا اولا وعلی کلا التقدیرین یعطی اولا واذا تیمم وصلی فلما ان یسأل بعد الصلاۃ اولا وعلی کلا التقدیرین یعطی اولا فالاقسام سبعۃ وعشرون اما ان تیمم وصلی بلا سؤال ثم سأل فاعطی او اعطی بلا سؤال فانه یلزم الاعادۃ علی کل تقدیر اما فی ظن الاعطاء فظاھر واما فی غیرہ فلزوال الشك وظھور خطأ الظن وان سأله فمنع جازت صلاته سواء کان السؤال قبلھا او بعدھا لانه قد تحقق العجز من الابتداء ولا فائدۃ فی العطاء بعدھا بعد المنع قبلھا واما اذا تیمم وصلی من غیر سؤال ولم یسأل بعد لیتبین له الحال فعلی قول ابی حنیفۃ رضی الله تعالٰی عنه صلاته صحیحۃ فی الوجوہ کلھا وقالا لایجزئه والوجه ھو التفصیل فینبغی ان یجب الطلب ولا تصح الصلاۃ بدونه اذا ظن الاعطاء دون ما اذا ظن عدمه لکونه فی موضع عزۃ الماء اما اذا شك فی موضع عزۃ الماء او ظن المنع فی غیرہ فالاحتیاط فی قولھما والتوسعۃ فی قوله اھ وقد مر بحثه مستوعبا فی المسألۃ السادسۃ **اقول** [٣٣٥٢] اتی علی جمیع ماذکر فی الشقوق غیر انه ترك حکم ما اذا سأل قبل الصلاۃ فاعطی لظھورہ فانه ان کان قبل التیمم منعه وبعدہ نقضه او فی الصلاۃ ابطلھا بل وسواء کان ذلك العطاء عاجلا او اجلا بعد وعد او سکوت او اباء کما قدمنا ان المراد بما قبل الصلاۃ قبل اتمامھا ولو فیھا او قبلھا بعد التیمم او قبله وان [٣٣٥٣] ساله صورۃ ترك السؤال مطلقۃ عن قید عدم العطاء وجعلھا خلافیۃ قد تدارکه قوله قبلھا او اعطی بلا سؤال فعلم ان الکلام ھھنا فی مالم یسأل ولم یعط وبالجملۃ ھی احسن ضابطۃ رأیت لولا ان فیھا **اولا** [٣٣٥٤] ترك صور الوعد والسکوت مع ان فیھا مالا یغنی عنه العموم فلو انھم ذکروھا لافادونا وخلصونا عن التردد فی احکامھا ولم یحوجوا مثلی الی النظر فیھا **وثانیا** [٣٣٥٥] بترکھا اشتملت صورۃ عدم السؤال ما اذا وعد ولم یعط ولیست خلافیۃ اذا وقع الوعد قبل تمام الصلاۃ بل یمنع وینقض ویبطل اتفاقا سواء ظھر خلفه اولا فھی ستۃ اربعۃ منھا ثلاثیات واثنان سداسیان لان کلامه لا یختص بخارج الصلاۃ ککلام البحر فھی اربعۃ وعشرون وکذلك اذا وعد بعدھا ولم یظھر خلفه وھما اثنان کلاھما سداسی فسری الغلط الی ستۃ وثلثین قسما ان لم یسلم استظھاری وجعل الوعد ولو کان بعد مبطلا مطلقا اذ اثنان اعنی اثنی عشر اخر وشمل الغلط ثمانیۃ واربعین **وثالثا** [٣٣٥٦] قوله وان سأل فمنع یشمل

قوانين العلماء

كما صرح به السؤال قبل الصلاة وبعدها فيشمل المنع قبلها وبعدها فتخصيص المنع بما قبلها فی قوله ولا فائدة الخ لا فائدة فيه بل قد يوهم ان ليس الحكم كذا ان منع بعدها ثم اعطٰی وليس كذلك كما قدمنا فی شرح القانون الصدری والمسألة العاشرة فالوجه اسقاط لفظة قبلها **ورابعا**[٣٣٥٧] لم تكن حاجة الی التشقيق بالظنين والتشكيك من اول الامر لانه انما تمس اليه الحاجة فيما اذا لم يسأل ولم يعط ولم يعد وهی الخلافية علی فرض الخلاف **وخامسا**[٣٣٥٨] كلام فی هذا الغنی الذی جعله خلافية علی انه ان ظن العطاء فالمختار مذهب الصاحبين ای سواء كان الموضع موضع عزة الماء او موضع بذله بدليل اطلاقه هنا والتفصيل فی المنع والشك وان ظن المنع فان كان الموضع موضع العزة فالمختار مذهب الامام وان كان موضع البذل او شك فی موضع العزة فقولهما احوط وقوله اوسع ولا ادری لم ترك الشك فی موضع البذل **فان قيل** الاصل فی الماء الاباحة فلا يعتری الشك الا فی محل العزة **اقول**[٣٣٥٩] فكيف ظن المنع فی محل البذل فان جاز ذلك لامور خارجة فالشك اولٰی **وسادسا**[٣٣٦٠] لم كان الاحوط قولهما عند ظن المنع فی محل البذل لا فی محل العزة فقد حققنا فی المسألة السادسة ان ذكر المحل مشير للمظنة والمناط حقيقة ظنه ولربما يظن العطاء فی محل المنع والمنع فی محل العطاء ظنا صحيحا صادقا ناشئا عن دليل معتمد فان ادير الامر علی ظنه كما هو التحقيق سقط الفرق بحال المحل وكان الاحوط قولهما اذا شك فی محل ما مطلقا لا اذا ظن المنع ولو فی محل البذل وان حكم بالمظنة مع قطع النظر عن ظنه فلم جعلتم المختار قولهما فی ظن العطاء ولو كان فی محل العزة **وسابعا**[٣٣٦١] ان اريد بالاحوط ما فيه الخروج عن العهدة بيقين كان قولهما احوط مطلقا وان اريد به الاقوی دليلا فكيف يكون احوط عند الشك فقد حققنا اٰخر المسألة السادسة ان الشك ملحق بظن المنع الٰی هنا تمت قوانين العلماء مع ما لها وعليها والاٰن اٰن ان اذكر ما فاض من فيض القدير علی العاجز الفقير **فاقول**[٣٣٦٢] وبالله التوفيق **الرابع القانون الرضوی** العطاء بعد الوقت لا يؤثر فيما مضی الا اذا علم لم يسأل فيه اصلا وفيه مؤثر مطلقا الا اذا كان بعد الصلاة عقيب اباء سابق او لاحق ولو حكميا والوعد كهذا الا اذا كان بعد الصلاة وظهر خلفه والمنع لا يمنع شيئا لا يرفع والسكوت منع الا اذا لحقه العطاء فی الوقت (ای العطاء فی الوقت) قبل ان يراه يتيمم ويصلی وان لم يعط ولم يعد ولم يسأل فان ظن العطاء بطلت والا تمت **وبه تمت** الضابطة لجميع الصور الاربعمائة والستة والعشرين ضابطة **بيانه**[٣٣٦٣] انی رددت الاقسام طرا الی عشرة لانه اما ان يعطی او يعد او يسكت او يمنع او لا شیء ولا يكون الثالث الا بعد السؤال ولا الخامس الا بدونه والاولان شاملان لهما

فيصلح ان للتثنية بكون كل بعد السؤال او بلاسؤال **فالعطاء** قسم واحد وهو غير الاجل الذى يتأخر عن السؤال بزمان فلابد ان ينعقد معه عد وصمت اومنع وهذا مقابل لها فى التقسيم فلاجرم ان يكون عاجلا اى على فور السؤال اولا عاجلا ولا اجلا بل بدون سؤال **والوعد** والمراد به الرجائى حال بقاء الماء كما هو المتبادر من اطلاقه ثلثة اقسام لانه اما قبل تمام الصلاة او بعده وفى هذا ظهر خلفه اولا **والسكوت** قسمان لانه يعطى بعده فى الوقت قبل الاطلاع على تيممه وصلاته اولا **والمنع** قسمان يعطى قبل تمام الصلاة اولا **والخامس** قسمان كان يظن العطاء اولا فهو عشرة وكل منها ان عن صاحبه بحكم فما فرقت الا لافتراق الحكم **بيان احاطتها الاقسام** (۱) العطاء غير اجل مواقعه ستة قبل التيمم او بعده قبل الصلاة او فيها او بعدها فى الوقت قبل الاطلاع المذكور او بعده او بعد الوقت الاولان ثلاثيان بالظنين والشك والبواقى سداسيات باضافة الرؤية فى الصلاة او قبلها فكانت ثلثين وبتثنية كونه بعد سؤال او بدونه كان ينبغى ان تكون ستين غير ان الستة الاخيرة اعنى التى بعد الوقت لا تثنى لان السؤال لصلاة الوقت لا يكون بعد الوقت فتبقى اربعة و خمسين اربعة وعشرون منها بالسؤال وثلثون بلاسؤال **حكمه** التأثير اى ان وقع قبل التيمم منعه او بعده نقضه او فى الصلاة قطعها او بعدها ابطلها غير ان لا ابطال فيما اذا سأل فى الصلاة فمضى الى السؤال فيبقى للعطاء نقض التيمم (۲) وعد قبل تمام الصلاة مواقعه الثلثة الاول ثلاثيان ثم سداسى ويحتمل الكل اربعة وجوه لاغير على ما قدمنا تحت قانون انه يعطى فى الوقت او بعده او لا يعطى فيظهر خلفه اولا فهى اربعة وعشرون فى الاولين ومثلها فى الثالث فكانت ثمانية واربعين فى ربعها اعنى اثنى عشر العطاء بعد الوقت وهى لا تثنى كما علمت وستة وثلثون البواقى تثنى فالمجموع اربعة و ثمانون **حكمه** الاثار الثلثة بالوجه المذكور (۳) وعد بعد الصلاة فظهر خلفه له وجهان ان لا يعطى اصلا من دون عذر او يعطى بعد الوقت لما قدمنا ان الوعد فى حاجة موقتة يتعلق بالوقت خاصة و على كل يكون بعد الاطلاع او بدونه والكل سداسى فهى اربعة وعشرون نصفها الاول اعنى كلا اعطاء فيها تثنى فتصير اربعة وعشرين ونصفه الاخر اعنى العطاء بعد الوقت لا يثنى لما مر فيكون الكل ستة و ثلثين اثنا عشر منها بالسؤال **حكمه** تمت (۴) لم يظهر خلفه له ايضا وجهان يعطى فى الوقت اولا يعطى لنحو وجوه قدمنا فى المسألة الثامنة كأن كان قال له تعال فى الوقت الفلانى اعطك فلم يذهب

هذا والاقسام ههنا ثمانية واربعون لان التقسيم كسابقه وههنا الفريقان مثنيان حكمه يعيد الصلاة (٥) سكت واعطى في الوقت قبل الاطلاع حيث ان السكوت يتقدمه السؤال فللسؤال اربعة مواقع قبل التيمم او الصلاة او فيها او بعدها والعطاء على الاول رباعي كذلك وعلى الثاني ثلاثي باسقاط الاول وعلى الثالث كذلك لانه قطع الصلاة بالسؤال ولم ينتقض تيممه فالعطاء اما ان يكون قبل المستانفة او فيها او بعدها وعلى الرابع ماله الا وجه واحد لانه لايعيد الصلاة بالسكوت والاولان ثلاثيان فسبعتهما احد وعشرون والاخيران سداسيان فاربعتهما اربعة وعشرون والكل خمسة واربعون حكمه الاثار الثلثة (٦) سكت ولم يعط في الوقت قبل الاطلاع فاما في الوقت بعد الاطلاع او بعده او لا اصلا وفي كلها السؤال على مواقعه الاربعة فكل من الاولين الثلاثيين بثلثة وجوه العطاء وعلى تسعة وكل من الاخيرين السداسيين ثمانية عشر فهي اربعة وخمسون حكمه تمت (٧) منع فاعطى قبل تمام الصلاة لسؤاله ثلثة مواقع غير الاخير وكذا للعطاء على الاول وعلى الباقيين اثنان لانه بقطع الصلاة يستانفها فهي سبعة وكل في الاولين ثلاثي فخمستهما بخمسة عشر وقسما الثالث سداسيان باثني عشر فهي سبعة وعشرون حكمه الاثار الثلثة لاجل العطاء لا للمنع (٨) منع ولم يعط قبله فاما بعدها في الوقت قبل الاطلاع او بعده او بعد الوقت او لا ولسؤاله المواقع الاربعة ثلاثيان فيضرب اربعة اربعة وعشرون وسداسيان ثمانية واربعون كلها اثنان وسبعون حكمه تمت (٩) لم يكن شيئ وظن العطاء هو على وجهين بالرؤية في الصلاة او قبلها حكمه يعيد (١٠) لم يكن شيئ ولا ظن عطاء هي اربعة بالوجهين مع ظن المنع او الشك حكمه تمت وبه تمت احاطة الاقسام ٭ مع بيان الاحكام ٭ والحمد الدائم لولي الانعام ٭ ذي الجلال والاكرام ٭ وافضل الصلاة والسلام ٭ على السيد المنعام ٭ واله الكرام ٭ وصحبه العظام ٭ وامته الى يوم القيام ٭ امين تنبيه اتبعناهم في ترك اقسام الوعد بالظهار النفاد والوعد الاباي والمنع بعد العطاء مع ذكرهم العطاء بعد المنع فان قيل لا اثر لهذه لما ان الوعد بعد النفاد لايعتبر والوعد الابائي لا اثر له في الوقت الحاضر بل في الوقت الموعود به والمنع بعد العطاء ان اثر فابطلة تيمم منعه العطاء لا غير كما قدمت في المسألة العاشرة اقول اليس هذا اثرا والوعد كيفما كان ان لحقه العطاء قبل تمام الصلاة تحصل الاثار الثلثة وان كان حصولها بالعطاء كما بالعطاء قبله

الاقسام	[illegible]	[illegible]	[illegible]
عطا	٥٤	٢٤	٣٠
وعد	١٢٨	٧٢	٩٦
سکوت	٩٩	٩٩	٠
منع	٩٩	٩٩	٠
شک	٦	٠	٦
کل	٤٣٢	٢٩٤	١٣٢

بعد المنع وان لم يلحقه جاز تيممه ولو قبل تمت الصلاة وقد ذكروا المنع ولا اثر له الا هذا وذكر المنع لا يغني عنه فانه من الوعد فيشتبه الامر فيه ثم قد ذكروا العطاء بعد الاباء وخصوه بالعطاء بعد الصلاة وهو لا اثر له اصلا وانما ذكروه لبيان خلوه عن الاثر فان ارد نا ايرادها زدنا في الضابطتان الوعد باظهار النفاد والوعد الاباثي كلاهما لا اثر له الا اذا اخلفه العطاء قبل تمام الصلاة وكذا لا يسمع منع بعد عطاء الا اذا بقي الماء ولم يخرج عن ملك المعطى فيبيح التيمم ان منعه العطاء واذن تصير اقسام الوعد سبعة لانه باظهار نفاد الماء او بدونه على الاول يعطى قبل ختم الصلاة سهوا ولا بسهو مثلا اولا وعلى الثاني اما ان يعد اباثيا يعطى بعده قبل تمام الصلاة ان تاجيل وعده لا يمنع عن تعجيله اولا واما رجائيا وقع قبل تمامها او بعده وفي هذا ظهر خلفه اولا والمنع ثلثة باضافته ما اذا كان بعد العطاء مع بقاء الماء وملكه اما خلافه وهو المنع بعد ما نفد او خرج عن ملك المانع فلا يحتاج الى ادخاله في الاقسام لانه لا يرجى الا من مجنون فتصير جميع الاقسام خمسة عشر

اما انواع هذه الخمسة المزيدة **فاقول** (۱۱) وعد باظهار النفاد واعطى قبل تمام الصلاة صورة ثمان وار بعون **حكمه** التاثير (۱۲) وعد كذلك ولم يعط قبل تمامها صورة ۱۳ **حكمه** تمت و يظهر لك هذا بتاليه لان هذا الوعد لا يخالف الاباثي احكاما ولا اقساما اجمالا ولا تفصيلا (۱۳) وعد اباثيا واعطى قبل تمام الصلاة مواقعه ثلثة قبل التيمم او الصلاة او فيها فعلى الاول الثلاثي للعطاء المواقع الثلثة وعلى الثاني الثلاثي اثنان فخمسة في ثلثة خمسة عشر وبالتثنية ثلثون اما الثالث ففيه وجهان لان الوعد في الصلاة ان كان بسؤاله فقد لزمه استئناف الصلاة والا مضت لان هذا الوعد لا ينقض التيمم فعلى الثاني ما للعطاء الا وجه واحد ان يعطي قبل تمام هذه الصلاة وعلى الاول يحتمل ان يعطي قبل شروع الصلاة المستأنفة او فيها فصار الثالث وهو سداسي على ثلثة وجوه بثمانية عشر وهم مع الثلثين ثمانية واربعون **حكمه** التاثير لا للوعد فانه منع بالنظر الى الوقت بل للعطاء (۱۴) وعد اباثيا ولم يعط قبل تمامها له المواقع الخمسة بزيادة ما بعد الصلاة مطلعا او غير مطلع فان كان قبل التيمم او الصلاة احتمل اربعة ان يعطي بعد الصلاة في الوقت مع الاطلاع او بدونه او بعد الوقت او لا وان كان بعد الصلاة قبل الاطلاع خرج الاول وبعده خرج الثاني لان العطاء لا يخالف الوعد في هذين فان المراد الاطلاع حين تيمم وصلى ليتوهم او يثبت ان السكوت اذ ذاك دليل المنع فاذن كل من الاولين الثلاثيين اثنا عشر فكل من الاخرين السداسيين ثمانية عشر فهي ستون وبالتثنية مائة وعشرون بقي الثالث الوسطاني ان يكون الوعد في الصلاة

فان لم يكن بعد سؤاله احتمل ان يعطى بعدها فى الوقت او بعده اولا وان كان بسؤاله فلاجل الاستثنا احتمل ان يعطى فى الوقت بعد السؤال فتقسم الى الاطلاع او بغيره او بعد الوقت او لا فهذه سبعة سداسية اثنين واربعين والكل مائة واثنان وستون حاصله تمت يتنقض تيممه الا ان اعطى (١٥) اعطى ثم منع وملكه والماء باق وهذا العطاء يحتمل ان يكون بلا سؤال او بعده عاجلا او بعد مدة او صمت او منع وعلى كل يكون قبل التيمم او الصلاة او فيها او بعدها بالاطلاع او بدونه او بعد الوقت بالجملة جميع صور العطاء الاتية فى سائر الاقسام الماضية ومنها مؤثرات بلحد الاثار الثلثة وهى كل القسم الاول اربعة وخمسون وثلثة اسباع الثانى ستة وثلثون لان العطاء قبل التيمم او الصلاة او فيها وكل فى الوقت بعد السؤال او بدونه او بعد الوقت فهى ثلثة فى كل والاولان ثلاثيان والثالث سداسى فى نصف الرابع اربعة وعشرون وكل الخامس خمسة واربعون والسابع سبعة وعشرون والثانى عشر ثمانية واربعون مجموعهما مائتان واربعة وثلثون ومنها ما لا يؤثر لكونه بعد الوقت وهو ثلث الثالث اثناعشر وثلث السادس ثمانية عشر لان فيه وجهين للعطاء ووجها للعدم ونصف العطاء بعد الوقت فكان ثلث الكل وربع الثامن ثمانية عشر لان فيه وجها لعدم العطاء وثلثة وجوه للعطاء منها وجهان لما فى الوقت فكان لعدم الوقت ربع الكل ومن الثالث عشر ثمانية واربعون مجموعهما ستة وتسعون ومع المؤثرات ثلثمائة وثلثون فلتعرف ان هذه لا يفترق فيها المنع والعطاء فى الموقع اما فى الفريق الثانى فظاهر لان العطاء بعد الوقت فلا يكون المنع الا بعده واما فى فريق المؤثرات فلان الفرض منعه قبل الاستعمال فان اعطى قبل التيمم لا يكون له ان يتيمم حتى يقع المنع بعد التيمم وان اعطاه قبل الصلاة لا يكون له ان يصلى حتى يقع فى الصلاة وقس عليه ومنها ما فى الوقت ولا يؤثر وهى ثلث السادس ثمانية عشر ونصف الثامن ستة وثلثون ومن الثالث عشر ثمانية واربعون مجموعهما مائة واثنان ففى هذه يمكن الافتراق لانه اذا اعطى فى الوقت ولم يؤثر فله ان لا يستعمل لماء الان ويدخره للوقت الاتى فيصح المنع قبل استعماله بعد الوقت فهذه تنقسم الى قسمين المنع فى الوقت وبعده فتصير مائتين واربعة ومع المخزونات خمسمائة واربعة وثلثين هذه وجوه هذا القسم الخامس عشر حكمه لبطلان التيمم الان ان كان العطاء منعه لا اثر له على ما مضى من تيمم او صلاة بل ان كان فللعطاء السابق مجموع هذه الاقسام الخمسة تسعمائة واربعة وخمسون ومع السابقات **الف وثلثمائة وثمانون** والله تعالى اعلم **اقول** وهنا وجوه اخر فان الاحوال اربعة عطاء ووعد وسكوت ومنع وقد ذكروا العطاء بعد المنع وذكرنا فى وجوه قوانينهم العطاء بعد الوعد وبعد السكوت

فائدہ ۱۵

وزدنا المنع بعد العطاء فمن ون انما الوعد ثم الاباء والاباء ثم الوعد والسكوت ثم الاباء والوعد فهذه اربعة تركيبات اخر ثنائيات اما ما فوق الثنائى فلا امكان لاحصائه جل من احصى كل شئ عددا والاسترسال في بيان تقاسيم هذه الاربعة ايضا مخرج عن القصد من عرف تصرفنا فى ابانة الاقسام لم يعسر عليه فلنقتصر على بيان الاحكام الكلية بانين على استظهار اتنا السالف غير قاطع القول فيما يتعلق بابحاثنا **فاقول** اذا وعد ثم ابى فان كان الوعد قبل التيمم اذن لا يكون الاباء ايضا الا قبله لان الوعد حاجز عن التيمم فهذا الاباء سيبيح التيمم وان كان الوعد بعد التيمم نقضه فلا يعيده الاباء بل يجيز تجديده وكذا ان كان فى الصلاة قطعها فلا يصلها الاباء بعده وان كان بعدها تمت الصلاة وزال ما كان يخشى عليه من جانب الوعد ان لم يظهر خلفه وان ابى ثم وعد فان وقع الوعد قبل تمام الصلاة نسخ الاباء ومنع ونقض وقطع ان وقع بعدها لم يؤثر لان العطاء بعد الصلاة لا يضر اذا كان بعد المنع فكيف بالوعد وان سكت ثم ابى فالسكوت كان نفسه دليل الاباء والأن قد اتى الصريح وان سكت ثم وعد فان كان السكوت يحتمل ان يكون لا للاباء كما وصفنا فى ابحاثه فهذا الوعد جعل ذلك المحتمل متعينا فيعمل عمله من الأثار الثلثة والا لا فصح التيمم وتمت الصلاة والله سبحٰنه وتعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم وصلى الله تعالى على سيدنا ومولٰنا محمد واله وصحبه وابنه وحزبه وبارك وسلم الى ابد الأبدين فى كل ان وحين والحمد لله رب العٰلمين

رسالة الطلبة البديعة فى قول صدر الشريعة ۱۳۳۵ھ

نمبر ۵ امین تھا کہ نہانا ہوا اور پانی صرف وضو کے قابل ہے تو فقط تیمم کرے۔ یہاں شرح وقایہ امام صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت نے اس مسئلہ کو معرکۃ الآرا کردیا اُسکے حواشی کے علاوہ اور کتب مثل شرح نقایہ قہستانی و درر علامہ مولٰی خسرو و درمختار وغیرہا میں اُسکی طرف توجہ مبذول ہوئی اس بحث کو بھی وہاں سے جدا کیا کہ یہ رسالہ ہوا وباللہ التوفیق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله وهو المستعان ، الذى شرح صدر الشريعة والايمان ، بارسال سيد الانس والجان ، وقاية للمؤمنين من النيران ، وطهرنا به عن خبث الكفر وحدث الضلال ، ونهانا عن اضاعة الماء والمال ، عليه وعلى اله الطيبين واصحابه المطيبين المطيبين وتابعيهم باحسان الى يوم الدين ، وصلاة

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اللہ وسلامہ کل آن وحین ومن ازل الآزال الی ابد الآبدین و آمین وعلینا بہم یا ارحم الراحمین۔ **اقول**
وباللہ التوفیق اگر کوئی شخص جنب ہوا اور اُسکے ساتھ کوئی ایسا حدث بھی ہو جو وضو واجب کرے مثلاً پیشاب کیا تھا
اُسکے بعد جماع کیا یا احتلام سے اُٹھا پھر پیشاب کیا اور حالت یہ ہو کہ وہ نہا نہ سکے اور وضو کر سکے خواہ یوں کہ جنگل میں ہے
اور پانی صرف وضو کے قابل ہے یا یوں کہ مریض ہے نہانا مضر ہے وضو سے ضرر نہیں یا یوں کہ صبح تنگ وقت محتلم اُٹھا
نہائے تو وقت نکل جائیگا اور وضو کی گنجائش ہے اس صورت میں قول امام زفر پر فتوی ہے کہ محافظت وقت کے لیے
تیمم سے پڑھ لے احتیاطاً اسپر عمل کرے پھر برعایت اصل مذہب بعد خروج وقت پانی سے طہارت کرکے اعادہ کرے
جسکا بیان ہمارے رسالہ الظفر لقول زفر میں گزرا اور اب بحمد اللہ تعالی اُسکی اور تائید قوی پائی کتب جلیلہ معتمدہ محیط
وذخیرہ وبنایہ امام عینی میں ہے شرع التیمم لدفع الحرج وصیانۃ الوقت عن الفوات کفایہ میں ہے التیمم شرع
لصیانۃ الصلاۃ عن الفوات (الی ان قال) فلما جوز الشرع التیمم لتوھم الفوات لان یجوز عند تحقق
الفوات اولی ان سب صورتوں میں حکم یہ ہے کہ صرف تیمم کرے اور وضو اگرچہ مضر نہیں اور اُسکے قابل پانی بھی موجود
اور وقت میں بھی اسکی وسعت ہو اصلاً نہ کرے وہی تیمم کہ جنابت کیلئے کریگا حدث کے لیے بھی کافی ہو جائیگا کتب مذہب
اسپر دلائل کثیرہ ہیں **دلیل اول** عامہ معتمدات میں تصریح ہے کہ ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالی عنہم کے نزدیک ایک طہارت
میں پانی اور مٹی جمع نہیں ہو سکتے مثلاً محدث کے پاس اتنا پانی ہو کہ ہاتھ منہ دھولے یا جنب کے پاس اتنا کہ وضو کر لے
یا سارا بدن دھو لے مگر چپہ بھر جگہ رہ جائے تو اُسے حکم ہے کہ صرف تیمم کرے اُن مواضع میں پانی خرچ کرنیکی اصلاً حاجت
نہیں کہ جبتک ناخن بھر جگہ بھی باقی رہ جائیگی حدث و جنابت بدستور رہیں گے اُن میں ذرہ بھر بھی کم نہ ہوگا کہ ہر حدث
چھوٹا ہو یا بڑا آتا ہے تو ایک ساتھ اور جاتا ہے تو ایک ساتھ اس میں حصے نہیں کہ بعض بدن کو حدث یا جنابت اب لاحق
ہو بعض کو پھر یا بعض بدن سے اب دور ہو جائے اور بعض سے کچھ دیر میں اور جب بعد صرف بھی حدث بدستور تو پانی کا
خرچ کیا ضرور۔ یونہی اگر محدث کے اکثر اعضائے وضو یا جنب کا اکثر بدن مجروح ہو تیمم کریں یہ نہیں کہ جتنا بدن صحیح ہو
اُتنا دھوئیں اور باقی کے لیے تیمم تبیین الحقائق امام فخر الدین زیلعی میں ہے انہ تعالی امرنا باحدی الطہارتین علی
البدل ولم یأمرنا بالجمع بینہما ومن جمع بینہما فقد جمع بین الاصل والبدل فصار مخالفا للنص بنایہ
امام عینی میں ہے انہ عجز عن بعض الاصل فیسقط الاعتداد بہ مع البدل فی حالۃ واحدۃ کمن عجز عن
بعض الرقبۃ فی الکفارۃ ولا یلزم اذا غسل بعض الاعضاء ثم نضب الماء لان ما تقدم یسقط ویصیر
مؤدیا للفرض بالتیمم خاصۃ حلیہ محقق ابن امیر الحاج میں ہے اعلم ان الجواب فی ہذہ المسائل یتفرع

https://www.facebook.com/darahlesunnat

علی اصل مذھبی وھو ان تلفیق اقامۃ الطھارۃ الواحدۃ بالماء والتراب معاغیر مشروع عند اصحابنا لان الماء اصل والتراب خلف والجمع بین الاصل والبدل فی حکم واحد لانظیر لہ فی الشرع الا تری ان التکفیر بالمال لایکمل بالصوم ولا بالنسک ولا عدۃ الحائض بالاشھر ولا ذوات الاشھر بالحیض اھ شرح مختار میں خزانۃ المفتین میں ہے من بہ جراحۃ وعلیہ الغسل غسل بدنہ الا موضعہا ولا یتیمم وکذلک اذا کانت فی اعضاء الوضوء لان الجمع بینہما جمع بین البدل والمبدل ولا نظیر لہ فی الشرع بدائع امام ملک العلماء میں ہے لوکان ببعض اعضاء الجنب جراحۃ اوجدری فان کان الغالب ھو السقیم تیمم لان العبرۃ للغالب ولا یغسل الصحیح عندنا خلافا للشافعی لان الجمع بین الغسل والتیمم ممتنع الا فی حال وقوع الشک فی طھوریۃ الماء ولم یوجد اھ کلامہ الشریف **اقول** ای ولایرد لان الصحیح فی الواقع احدھما والاخر محتاط وم شرعا فلا جمع الا صورۃ کنز الدقائق وتنویر الابصار میں ہے لایجمع بینہما ای تیمم وغسل درمختار بفتح الغین لیعم الطھارتین ش عن ح **اقول** بل لیس لمتوہم ان یتوھم الجمع بین التیمم والغسل بالضم **دلیل دوم** صاف مطلق ارشاد ہے کہ جنب کے پاس اگرچہ وضو کیلئے کافی پانی موجود ہو وضو نہ کرے صرف تیمم کرے اور یہ کہ مذہب حنفی کا اس پر اجماع ہے شافعی وحنبلی کو نزاع ہے جواہر الفتاوی امام کرمانی باب اول میں ہے جنب فی مفازۃ معہ من الماء ما یکفی لوضوئہ فانہ یتیمم ولا یستعمل الماء نوازل امام اجل فقیہ ابو اللیث پھر خزانۃ المفتین میں ہے مسافر اجنب معہ ماء یکفی للوضوء فانہ یتیمم خلاصہ میں ہے فان اجنب المسافر ولم یجد من الماء الا قدر ما یتوضأ فانہ یتیمم ولا یتوضأ عندنا کافی میں ہے جنب معہ ماء کاف للوضوء تیمم ولم یتوضأ وعند الشافعی توضأ ثم تیمم حلیہ میں ہے انما تنقض رؤیۃ الماء اذا کان یکفی للوضوء ان کان محدثا او الاغتسال ان کان جنبا والا وھذا فرع انہ فی الابتداء اذا وجد ما لایکفیہ لا یستعملہ فی بعض محل الطھارۃ بل یترکہ ویتیمم لاغیر وھذا قول اصحابنا ومالک وغیرہ بل حکاہ البغوی عن اکثر العلماء غنیہ میں ہے من علیہ الغسل اذا تیمم ثم وجد ماء لایکفی لغسلہ او المحدث ماء غیر کاف لوضوئہ لاینتقض تیممہ ولو کان معہ ذلک قبل التیمم جاز لہ التیمم بدون استعمالہ خلافا للشافعی واحمد رحمہما اللہ تعالٰی اسی طرح کتب کثیرہ حتی کہ خود شرح وقایہ میں ہے اذا کان للجنب ماء یکفی للوضوء لا للغسل یتیمم ولا یجب علیہ التوضی عندنا خلافا للشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور سب سے اجل واعظم محرر المذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا کتاب الاصل میں ارشاد ہے الجنب عندہ ماء یکفی للوضوء تیمم وصلی اھ اثرہ فی الکفایۃ والغنیۃ فصل سوم

الخفین تحت قولہ لایجوز المسح لمن علیہ الغسل ظاہر ہے[۳۳۷۳] کہ جنابت غالباً حدث سے جدا نہیں ہوتی اگر جماع کیا تو اُس سے پہلے مباشرت فاحشہ تھی اور احتلام ہوا تو اُس سے پہلے سُونا تھا اور مطلقاً انزال بے سبقت خروج مذی نہیں ہوتا یونہی بعد ہوا انزال بول عادات مستمرہ عامہ سے ہے اور طباً بلکہ شرعاً بھی مطلوب کہ منی منفصل بشہوت کا جو بقیہ ہو خارج ہو جائے ورنہ بعد غسل نکلا تو دوبارہ نہانا ہوگا تو ظاہر ہوا کہ عام جنابتیں حدث سابق وحدث لاحق دونوں اپنے ساتھ رکھتی ہیں پھر تمام کتب کی تصریح کہ جنب غسل سے عاجز ہو اور وضو پر قادر جب بھی وضو نہ کرے صرف تیمم کرے دلیل صریح ہے کہ جنابت کا تیمم اُس وقت جتنے بھی حدث موجود ہوں سب کا دافع ہے تو وضو کیا ضرور فقہائے کرام نادر صورت کا اکثر لحاظ نہیں فرماتے جنابت کے ساتھ حدث کا ہونا تو اس درجہ کثیر و غالب ہے کہ مفارقت ہی شاذ و نادر ہے تو اس حالت میں اگر تیمم جنابت کے ساتھ حدث کے لیے وضو بھی درکار ہوتا تو یوں عام حکم مستقل تھا کہ جنب اگر غسل نہ کرسکے اور وضو پر قادر ہو تو تیمم کے ساتھ وضو لازم ہے کہ صورت نادرہ افتراق کا لحاظ نہ فرمایا کہ غالب کو ساقط النظر فرما کر یوں عام حکم دیتے یہاں فی ش الجنابۃ لاتنفک عن حدث یوجب الوضوء اھ وھذا ظاھر اللزوم **اقول**[۳۳۷۴] ان حمل علی الغالب والا فیلی لمن اجنب لم یجد الا مایکفی للوضوء فتیمم ثم احدث فتوضأ ثم وجد مایکفی للغسل فقد عاد جنبا من دون حدث

دلیل سوم[۳۳۷۵] تصریح فرماتے ہیں کہ جنب کے پاس وضو کے لیے کافی پانی ہو تو اُسپر وضو اُس حالت میں ہے کہ جنابت کیلئے تیمم کے بعد حدث واقع ہو بہت عبارات آگے آتی ہیں اور نوازل امام فقیہ ابو اللیث پھر خزانۃ المفتین میں ہے اذا احدث بعد التیمم ومعہ مایکفی للوضوء فانہ یتوضؤ بہ فتح القدیر و درر الحکام و شرح نقایہ برجندی و بحر الرائق حتی کہ خود شرح وقایہ مسح الخفین میں ہے واللفظ لہ تیمم للجنابۃ فان احدث بعد ذلک توضأ یہ تقیید صاف بتا رہی ہے کہ تیمم جنابت سے پہلے جو حدث ہو اُسکے لیے وضو نہیں یہی تیمم اُسے بھی رفع کردیگا بلکہ خود کتاب مبسوط میں ارشاد محرر المذہب بعد عبارت مذکورہ ہے فان احدث وعندہ ذلک الماء توضأ تیمم جنابت کے بعد جو حدث ہوا اُس میں حکم وضو فرمایا **فان قلت** ما تفعل بما نقل فی العنایۃ ولو بلفظۃ قیل فی مسألۃ الاصل ھذہ اذ قال تحت قول الھدایۃ لایجوز المسح لمن علیہ الغسل قیل صورتہ توضأ ولبس الخف ثم اجنب ثم وجد مایکفی للوضوء لا للاغتسال فانہ یتوضأ و یغسل رجلیہ ولایمسح ویتیمم للجنابۃ اھ **اقول**[۳۳۷۶] رحمہ اللہ تعالی فلم یذکر الحدث اصلا فان احتج بارسالہ وجب الوضوء علی جنب لاحدث معہ ووجد وضوء وھو باطل قطعا باجماع الحنفیۃ حتی ظاھر العبارۃ الاٰتیۃ للامام شارح الوقایۃ بل معناہ قطعا انہ اذا احتاج بعد ذلک للوضوء یتوضؤ ویغسل رجلیہ کما ھو عبارۃ العلامۃ الوزیر فی الایضاح وشیخی زادہ فی مجمع الانھر فی نفس ھذا التصویر اذ قال لا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

من[1] لبس خفيه على وضوء ثم اجنب في مدة المسح ينزع خفيه ويغسل رجليه اذا توضأ اھ واذ ابتنى الامر على حاجة الوضوء لم تبق للعبارة دلالة على ماتوهمت فانا نقول انما يحتاج اليه اذا احدث بعد تيممه للجنابة و الواو في قوله ويتيمم ليست للترتيب فالمعنى ثم اجنب فتيمم للجنابة ثم احدث ثم وجد ماء الخ وانظر عبارة الفاضل معين الهروي في شرح الكنز في نفس التصوير توضأ ولبس الخف ثم اجنب فتيمم للجنابة ثم احدث ثم وجد ماء يكفي للوضوء لا للاغتسال فانه يتوضأ ويغسل رجليه ولا يمسح ويتيمم للجنابة اھ فالعبارة عين عبارة العناية وقد ابرز كل ماقدرنا ورحم الله اخي چلپي اذ نقل عبارة العناية هذه و اسقط منها قوله ويتيمم للجنابة والله تعالى اعلم **دلیل چہارم**[۲۲۷] اُسکی تعلیل فرماتے ہیں کہ تیمم جب پہلے ہو چکا حدث متاخر کو زائل نہ کریگا ظاہر ہوا کہ جنابت کے لیے تیمم سے پہلے جو حدث ہوگا تیمم اُسے بھی زائل کردیگا کافی امام جلیل ابوالبرکات نسفی میں ہے جنب اغتسل وبقی لمعۃ وفنی ماؤہ یتیمم لبقاء الجنابۃ لانھا لاتتجزی زوالا وثبوتا فان تیمم ثم احدث تیمم للحدث لان تیممہ للجنابۃ متقدم علی الحدث فلم یجز عن الحدث المتاخر کما لو اغتسل عن الجنابۃ ثم احدث علیہ ان یتوضأ ولم یجز الاغتسال عن الحدث المتاخر **دلیل پنجم**[۲۲۸] اُسکی توجیہ میں یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ جنابت کیلیے تیمم کرلینے کے بعد جو حدث ہوا تو اب جنب نہیں کہ جنابت تو تیمم سے زائل ہو چکی نرا محدث ہے اور وضو کے لیے پانی موجود ہے تو وضو لازم ہے صاف اشعار فرمایا کہ اس وقت بھی اگر یہ جنب ہوتا وضو نہ کرتا صرف تیمم جنابت حدث دونوں کے رفع کو کافی ہوتا ورنہ اس فرمانے کے کیا معنے کہ اور یہ جنب نہیں وھذا اظھر من ان یظھر بدائع امام ملک العلماء میں ہے الجنب اذا وجد من الماء قدر مایتوضأ بہ لاغیر اجزأہ التیمم عندنا لان الغسل اذالم یفد الجواز کان الاشتغال بہ سفھا مع ان فیہ تضییع الماء وانہ حرام فصار کمن وجد مایطعم بہ خمسۃ مساکین فکفر بالصوم یجوز ولا یؤمر باطعام الخمسۃ لعدم الفائدۃ فکذا ھذا بل اولی لان ھناک لایؤدی الی تضییع المال لحصول الثواب بالتصدق ومع ذلک لم یؤمر بہ لما قلنا فھھنا اولی ولو تیمم الجنب ثم احدث بعد ذلک ومعہ من الماء قدر مایتوضأ بہ فانہ یتوضأ بہ لان ھذا محدث ولیس بجنب ومعہ من الماء قدر مایکفیہ للوضوء فیتوضأ بہ یوہیں درمختار میں ہے لو تیمم للجنابۃ ثم احدث صار محدثا لاجنبا فیتوضأ تیمم کے بعد حدث پر حکم وضو کا اسپر متفرع کیا کہ اب وہ محدث ہے جنب نہیں یعنی جنب ہوتا تو حدث کے باعث وضو نہ کرتا ولہذا ردالمحتار میں فرمایا افاد انہ اذا وجد ماء یکفیہ للوضوء فقط انما یتوضأ بہ اذا احدث بعد تیممہ عن الجنابۃ الموجودۃ وقت التیمم قبل الحدث لا یلزمہ عندنا الوضوء بہ عن الحدث الذی مع الجنابۃ لانہ

فائدہ

فائدہ

مسئلہ

عبث اذ لابد له من التيمم اھ **تنبيه** قول ملك العلماء وقد صرح فيه تضييع الماء تبعه فيه الامام النسفی فی الكافی فقال انه اذا لم يطهره عن الجنابة باستعماله يكون تضييعا اھ وتبعهما الامام الزيلعی فی التبيين فقال اذا لم يفد كان الاشتغال به تضييعا للماء فی موضع عزته وتضييع المال حرام اھ وتبعهم المحقق فی الفتح فقال لا يفيد اذ لا يتجزأ بل الحدث قائم مابقی ادنی لمعة فيبقی مجرد اضاعة مال فی موضع عزته مع بقاء الحكم كما هو اھ وتبعه فی الحلية والبحر والغياظ وزاد فی الحلية وقد صح عن رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم انه قال وانهی امتی عن اضاعة المال اھ والغير تبعهم فيما مضی واجدر بهم للاتباع **اقول** لكن للعبد الضعيف نظر فيه قوی بقدرته وان لم يرفع الحدث لعدم تجزيه فلا شك انه يسقط الفرض عما يصيبه وكفی به فائدة ويعظم وقعه اذا وجد بعد ما يكفی للباقی بعد هذا الاستعمال ولو تركه وراء ثم وجد هذا لم يكف وقد قال الامام رضی الدين السرخسی فی المحيط فيما اذا اغتسل وبقيت لمعة ثم وجد ماء لا يكفی لها يغسل شيئا من اللمعة ان شاء تقليلا للجنابة اھ قال فی الحلية بعد نقله فی مسألة اخری نظيره ما نصه يغسل من اللمعة ما يأتی تقليلا للجنابة اھ وفی خزانة المفتين عن شرح الطحاوی للامام الاسبيجابی وان كان لا يكفی يغسل مقدار ما يكفيه حتی تقل الجنابة ويتيمم اھ ومثله فی الخلاصة وشرح الوقاية وكثير من الكتب بل قد قال فی الكافی نفسه جنب علی ظهره لمعة ونسی اعضاء وضوئه وماؤه يكفی احدهما صرفه الی ايهما شاء لان كل واحد نجاسة الجنابة فاعضاء الوضوء اولی اقامة للسنة اھ ومعناه فی الهندية عن شرح الزيادات للعتابی فهذا الصرف ليس الا تقليلا للجنابة كما صرح به الائمة كالاسبيجابی ورضی الدين السرخسی وطاهر البخاری وصدر الشريعة ومحمد الحلبی وغيرهم والا لزم الجمع بين الوظيفتين فعلم انه ليس باضاعة ولا يوجب حرمة ولا شناعة **اقول** بل لا يبعد ان يعد مستحبا لما فيه من الخروج عن خلاف الامام الشافعی رضی الله تعالٰی عنه والخروج عن الخلاف مستحب بلا خلاف مالم يلزم مكروه مذهبه وانتفاء الكراهة قد علم مما اثرنا من النصوص **دليل ششم** تصريحات ہیں کہ آیہ کریمہ فلم تجدوا ماء میں وہ پانی مراد ہے جس کا استعمال اسے قابل نماز کردے اتنا پانی کہ اُسے استعمال کیے پر بھی قابلیت نماز نہ پیدا ہو (**اقول** یعنی یوں کہ اتنا پانی جسکے استعمال پر اسے قدرت ہے اور زائد بوجہ فقدان یا ضرر یا تنگی وقت مقدور نہیں تحصیل طہارت کیلئے کافی نہ ہو اس سے زیادہ کی حاجت ہو ورنہ اگر یہ فی نفسہ مقدار مطلوب پر ہے اور کوئی اور وجہ مانع تو اس پانی کے مورث قابلیت ہونے میں خلل نہیں) نہ ابتداءً مانع تیمم ہے نہ انتہاءً اُس کا ناقض اُس کا وجود وعدم برابر ہے بدائع

https://www.facebook.com/darahlesunnat

امام ملک العلماء میں ہے المراد من الماء المطلق فی الآیۃ ہو المقید وہو الماء المفید لاباحۃ الصلاۃ عند الغسل بہ تبیین الحقائق امام فخر الدین میں ہے الغسل المامور بہ ہو المبیح للصلاۃ وما لا یبیحہا فوجودہ وعدمہ سواء بنایہ امام محمود عینی میں ہے المحدث او الجنب اذا وجد بعض ما یکفیہ من الماء لطہارتہ فعدم وجوب الاستعمال مذہبنا ومذہب مالک واکثر العلماء لان الآیۃ سیقت لبیان الطہارۃ الحکمیۃ فکان قولہ تعالٰی فلم تجدوا ماء ای طہورا محللا للصلاۃ وبوجود ما لا یکفی لم یجد ما یحلل۔ فتح محقق حیث اطلق میں مجملاً پھر حلیہ میں موضحاً مفصلاً ہے واللفظ لہا قلنا المراد بالماء فی النص ما یکفی لازالۃ المانع لانہ سبحانہ امر بغسل جمیع البدن فی حق الجنب ومعلوم ان ذلک بالماء ثم نقل الی التیمم عند عدمہ بقولہ عزوجل فلم تجدوا ماء فبالضرورۃ یکون التقدیر ان لم تجدوا ماء تغسلون بہ جمیع ابدانکم جنبا فتیمموا وہذا کما یصدق عند عدم الماء اصلا یصدق عند وجود الماء غیر کاف لذلک فیتعین التیمم فی ہذا کالاول کفایہ امام جلال الدین پھر محقق زین العابدین میں ہے واللفظ لہ الآیۃ سیقت لبیان الطہارۃ الحکمیۃ فکان التقدیر فلم تجدوا ماء محللا للصلاۃ وباستعمال القلیل لم یثبت شیئ من الحل فان الحل حکم والعلۃ غسل الاعضاء کلہا وشیئ من الحکم لا یثبت ببعض العلۃ کبعض النصاب فی حق الزکاۃ وبعض الرقبۃ فی حق الکفارۃ کذا ذکر فی کثیر من الشروح اور ظاہر ہے کہ جنابت کے ساتھ اگرچہ سو حدث ہوں وضو کرلینا ہرگز اُسے نماز کے قابل نہیں کرسکتا تو جب اسیقدر پانی پر قدرت ہے اُسکا ہونا نہ ہونا یکساں۔ اگر اتنا پانی بھی نہ پاتا کیا کرتا۔ صرف تیمم۔ اب بھی صرف تیمم ہی کرے۔

دلیل ہفتم شرح وقایہ میں جو خود اپنی اور تمام ائمہ کی تصریحات کے خلاف ایک موہم عبارت واقع ہوئی جس سے یہ متبادر کہ جنابت کے ساتھ حدث بھی ہو تو وضو کرے اور جنابت کے لیے تیمم عامہ محشین و کبرائے ناظرین یکسر اُسکی تاویل کی طرف جھکے کہ ساتھ سے مراد بعد ہے یعنی جنب نے تیمم کرلیا اُسکے بعد حدث ہوا اور پانی قابلِ وضو حاضر ہے تو اب وضو کرے کہ گزشتہ تیمم بعد کے حدث میں کام نہیں دے سکتا جیسے نہا لینے کے بعد حدث ہوتا تو وضو کرنا لازم تھا نہ یہ کہ جنابت کا تیمم رفع حدث سابق کو کافی نہیں تیمم کے ساتھ وضو بھی کرنا پڑے کہ یہ بلاشبہہ مذہب کے خلاف اور اسکا بطلان ظاہر وصاف خلاصہ یہ کہ طہارت وحدث میں جو متاخر ہے سابق کو رفع کردیتا ہے تو جنابت کے ساتھ اگر ہزار حدث ہوں جب تیمم کریگا سب رفع ہوجائیں گے لہذا واجب کہ عبارت شرح وقایہ کو حدث بعد تیمم پر حمل کریں۔ علما کا تاویل پر ہجوم روشن دلیل ہے کہ حکم وہ نہیں جو اُسکے ظاہر سے مفہوم ولہذا جس نے تاویل نہ پائی اعتراض کردیا بہرحال اُسکا ظاہر کسی نے مسلم نہ رکھا اللّٰھم الا الفاضل القرہ باغی فی حاشیتہ علی شرح الوقایہ کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی **اقول** والعجب من العلامۃ الوزیر سکت عنہ فی الایضاح مع شدۃ ولوعہ بالاعتراض علی الامامین الشارح والماتن رحمہما اللہ الجمیع

https://www.facebook.com/darahlesunnat

حتی تجاوز الی المؤاخذات اللفظیة وسمی متنه الفقهی الاصلاح والاصولی تغییر التنقیح غیر انه لاینسب الی ساکت قول اما اثبات الهندیة کلام شرح الوقایة هذا بالتقریر فمع قطع النظر عن ان غالب الفتاوی المنسوجة علی هذا المنوال جل همتها الجمع والتلفیق ولذا رجحت علیها الشروح الباحثة بالتنقیح والتحقیق **اقول** وعندی مثل المتون والشروح والفتاوی فی الفقه مثل الصحاح والسنن والمسانید فی الحدیث انما یشعر باعتماده علی مایقرر من مراده لابخصوص العمل علی ظاهر مفاده والله اعلم بنیات عباده۔ شرح نقایہ علامہ برجندی میں بعد نقل کلام شرح وقایہ وبحث وجواب جسکا ذکر ان شاء اللہ تعالٰی آگے آتا ہے حکم مذکور پر انکار کردیا حیث قال اجنب ولم یوجد ناقض الوضوء هل یجب التیمم والتوضی جمیعا اذا احدث ومعه ماء یکفی للوضوء فقط فیه تردد والظاهر انه اذا تیمم للجنابة لاحاجة الی التوضی ولابد للحکم بالاحتیاج الیهما من روایة صریحة **اقول** فاضل شارح کو تردد ہوا اور وضو کی حاجت نہ ہونے کو ظاہر رکھا اور جانب خلاف کسی روایت صریحہ کا انتظار کیا حالانکہ یہ محل جزم ہے اور روایات صریحہ ہر طرف موجود کما عرفت وتعرف ان شاء اللہ تعالٰی اسی کے قریب حاشیہ درمختار میں سید علامہ احمد طحطاوی کا قول ہے فی صدر الشریعة اذا کان مع الجنابة حدث یوجب الوضوء یجب علیه الوضوء ای اذا وجد الحدث بعد التیمم للجنابة کما نص علیه القهستانی وظاهر هذا انه اذا وجد حین التیمم للمذکور ماء یکفی للوضوء لایتوضؤ به للاستغناء بهذا التیمم عنه وانما یستعمله اذا وجد الحدث بعد ذلك وهو صریح عبارة القهستانی اه فنقل عنه مایأتی انفا **اقول** لم یصل فهمی الی مرجعه ظاهر نص القهستانی ثم صریح عبارته وهو صریح بهالاشك ثم انما عاقه عن الجزم به قصر نسبته علی القهستانی وما هو له بل للامام الجلیل الاسبیجابی یہ سات دلائل ہیں اور بحمداللہ تعالٰی روشن وکامل ہیں اب صریح تر نصوص جزئیہ لیجیے وباللہ التوفیق **نص اول** محقق علامہ محمد بن فراموز درر الحکام میں فرماتے ہیں لوان رجلا انتبه من النوم محتلما وکان له ماء یکفی للوضوء لاللغسل تیمم ولم یجب علیه الوضوء عندنا خلافا للشافعی یعنی تصریح ہے کہ سوتے سے محتلم اٹھا جنابت وحدث دونوں ہیں اور وضو کے قابل پانی موجود وضو نہ کرے صرف تیمم کرے اور یہ کہ جنب کو حدث کیلیے وضو کا حکم دینا ہمارا مذہب نہیں امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے **نص دوم** شرح مختصر الامام اجل طحاوی للامام الاسبیجابی وغیرہ پھر جامع الرموز پھر طحطاوی علی الدر پھر ردالمحتار میں ہے الجنب اذا کان له ماء یکفی لبعض اعضائه او المحدث للوضوء تیمم ولم یجب علیه صرفه الیه الا اذا تیمم للجنابة ثم وقع منه حدث موجب للوضوء فانه یجب علیه الوضوء حینئذ لانه قدر علی ماء کاف له صاف ارشاد ہوا کہ جنب کو حدث

والترمذی فی مرتبتها مسند الرؤیانی ومشتملها بل فوق بعضها شرح معانی الآثار للطحاوی وکتاب الآثار لمحمد والحجج لعیسی بن ابان عن محمد کتاب

المعتمدۃ فی المذهب المنیة لیست من المتون بل عدها فی الفتاوی لیس التنویر من تلک المتون ... علی المکنوهی الاشباه والنظائر لیست من المتون بل من تنویها فی تقریر

کیلیے وضو صرف اُسیوقت ہے کہ جنابت کا تیمم کر چکنے کے بعد حدث ہو اُس سے پہلے جتنے بھی حدث تھے اُنکے لیے وضو کی اصلا حاجت نہیں **اقول** ۳۳۹۶ یعنی دونوں حالتوں میں جنب مذکور پر حدث کیلیے وضو نہیں جبتک تیمم نہ کیا تھا جنب تھا اور حدث کیلیے وضو کا حکم نہ تھا اب کہ تیمم کرلیا پھر حدث ہوا اور اُسپر حکم وضو آیا اسوقت وہ جنب نہیں کہ جنابت کے لیے تیمم کرچکا اور وہ وقوع حدث اصغر سے نہیں ٹوٹ سکتا عبارت مذکورۂ شرح طحاوی کا تتمہ یہ ہے ولم یجب علیہ التیمم لانہ بالتیمم خرج عن الجنابۃ الی ان یجد ماء کافیا للغسل **نص سوم** فتاوٰی امام اجل فقیہ النفس فخر الملۃ والدین قاضی خان میں ہے جنب تیمم للظہر وصلی ثم احدث فحضرتہ العصر ومعہ ماء یکفی للوضوء فانہ یتوضؤ لان الجنابۃ قد زالت بالتیمم فاذا احدث بعد التیمم ومعہ ماء یکفی للوضوء فانہ یتوضؤ بہ فان توضأ للعصر وصلی ثم مر بماء وعلم بہ ولم یغتسل حتی حضرتہ المغرب وقد احدث اولم یحدث ومعہ ماء قدر ما یتوضؤ بہ فانہ یتیمم ولا یتوضؤ بہ لانہ لما مر بماء یکفی للاغتسال عاد جنبا فھذا جنب معہ ماء لا یکفی للاغتسال فیتیمم کیسا روشن نص ہے کہ جنب جسے غسل کو پانی نہ ملے اور وضو کے قابل موجود ہو اُسے اگر تیمم جنابت کے بعد حدث ہو جب تو وضو کرے اور تیمم سے پہلے ہو تو صرف تیمم کرے وضو نہ کرے **اقول** ۳۳۹۷ واستنادی بما ذکر رحمہ اللہ تعالٰی من اصول الاحکام فی التعلیلات والا فدخول ھذا الفرع فی ھذا الاصل فیہ کلام قوی للعبد الضعیف غفرلہ المولی اللطیف کما ستعرفہ فی الافادات انشاء واھب العطیات بالجملہ ساتوں روشن دلائل اور تینوں نصوص جلائل تلک عشرۃ کاملۃ سے بحمدہ عزوجل حکم آشکار ہوگیا وللہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ لما یحب ربنا ویرضی وصلی اللہ تعالٰی علی اصفی مصطفی وارضی مرتضی وآلہ وصحبہ الی یوم القضاء آمین رسالہ امام صدر الشریعۃ کا کلام اور اُس میں تاویلات علمائے کرام ہم اولا کلام پیشینیان پیش کریں پھر وہ جو قلب فقیر پر فیض قدیر سے فائض ہوا ہدیۂ انظار انصاف کیش **قال** الامام صدر الشریعۃ الھمام اعلی اللہ تعالٰی مقامہ فی دار السلام ورحمنا بہ وبسائر الائمۃ الکرام فی کل حال ومقام مدی اللیالی والایام اول باب التیمم من شرحہ للوقایۃ اذا کان للجنب ما یکفی للوضوء لا للغسل یتیمم ولا یجب علیہ التوضی عندنا خلافا للشافعی اما اذا کان مع الجنابۃ حدث یوجب الوضوء یجب علیہ الوضوء فالتیمم للجنابۃ بالاتفاق واذا کان للحدث ما یکفی لغسل بعض اعضائہ فالخلاف ثابت ایضا اھ **واعترضوہ** بخمسۃ وجوہ **الاول** قال البرجندی فی شرح النقایۃ بعد نقل کلام الصدر الامام ھو مشعر بانہ قد تکون جنابۃ مع وجود الوضوء ولا یخفی ان الجنابۃ تحصل بخروج المنی او بغیبۃ الحشفۃ وخروج الخارج من الذکر وغیبۃ الحشفۃ ناقضان للوضوء والجواب ان الجنب اذا تیمم واحدث ثم توضأ ومر بماء کاف للاغتسال ولم یغتسل ثم تیمم

عن الماء فانه صار جنبا ومع ذلك وضوؤه باق ويمكن ان يصوّر ذلك على قول محمد بان يجامع الرجل المتوضئ امرأة ولم ينزل فانه قد اجنب لم ينتقض وضوؤه فان المباشرة الفاحشة غير ناقضة عنده ولم يوجد شئ اخر من نواقض الوضوء وعلى قول الشيخين رضی اللہ تعالٰی عنہم بان يستمنی باليد ثم يأخذ رأس الذكر حتی لايخرج المنی فقد اجنب لم يوجد ناقض الوضوء اھ **واعترضه** عصری وھو اللکنوی فی سعایتہ بماتلخیصہ انہ فی صورۃ المباشرۃ الفاحشۃ ان لم یولج لم یجنب ان اولج فقد انتقض وضوؤہ لان دخول الحشفۃ ناقض للغسل والوضوء جمیعا وکذا فی صورۃ الاستمناء ان خرج المنی فقد انتقض وضوؤہ وان لم تحصل الجنابۃ وان لم یخرج فلاجنابۃ ولاحدث اھ ھذا حاصل ما اطال بہ فی نحو ثلثۃ امثال عبارتنا ھذہ **والثانی** التناقض وقررہ ش بما یبتنی علی الاول بجوابہ جوابہ وذلک قولہ فی رد المحتار قول صدر الشریعۃ مشکل لان الجنابۃ لاتنفک عن حدث یوجب الوضوء وقد قال اولا یجب علیہ التیمم لا الوضوء فقولہ ثانیا یجب علیہ الوضوء تناقض اھ ثم ذکر الجواب الاٰتی عن القھستانی فی الاشکال الخامس فانہ دافع للتناقض ایضا بوجہ حسن صحیح ونقل ھھنا فی السعایۃ مایمکن ان یؤخذ منہ تقریر اٰخر للتناقض غیر مبتن علی الاشکال الاول وھو انہ اذا لم یکن معہا حدث فکیف یوجب الشافعی ھناک الوضوء اھ فیؤخذ منہ ان الحدث الاصغر ان لم یلزم الاکبر ولکن کلام الامام الصدر فی الصورۃ الاولی ایضا فی جنابۃ معہا حدث بدلیل ایجاب الشافعی الوضوء فجاء التناقض **والثالث** ان قولہ فالتیمم بہ للجنابۃ بالفاء انکان تفریعا فلا محصل لہ لان کون التیمم للجنابۃ غیر مفرع علی وجوب الوضوء وانکان تعلیلا اورد علیہ ان فی الصورۃ السابقۃ ایضا التیمم للجنابۃ فیلزم ان یجب الوضوء ھنالک ایضا **والرابع** ان کون التیمم للجنابۃ بالاتفاق مشترک بین الصورتین لااختصاص لہ بھذہ الصورۃ اھ نقلھما اللکنوی **والخامس** مخالفتہ لماتقرر فی المذھب کمابیناہ بالدلائل والنصوص العشرۃ ان الحدث مع الجنابۃ لایوجب الوضوء اصلا اذا لم یجد ما یکفی للغسل الیہ اشار البرجندی بقولہ متصل العبارۃ المذکورۃ اٰنفا لکن الکلام فی انہ ھل یجب فی الصورتین التوضی اذا احدث فیہ تردد والظاھر لاولابد للحکم بالاحتیاج من روایۃ صریحۃ اھ کما قد منا عنہ تلو الدلائل وذکرنا انہ لو کان فی نظرہ اذ ذاک نصوص المذھب لما تفوہ بالتردد والاستظہار وھذا ھو اعظم الایرادات وھو الذی احوج العلماء الی تاویل کلامہ رحمہ اللہ تعالٰی وحط کلامھم جمیعا ارجاع الحکم بوجوب الوضوء الی الحدث بعد التیمم للجنابۃ غیران لہم فیہ

مسلكين **أحدهما** تقدير المضاف أي إذا وجد مع تيمم الجنابة حدث يجب الوضوء بالاتفاق فيبقى هذا التيمم للجنابة خاصة بخلاف ما إذا وجد الحدث قبل التيمم فإنه يكون له وللجنابة معاً كما أفيد في شرح الطحاوي وغيره هذا المهذب مما نقلته السعاية عن غاية الحواشي واعتمدته وإن زاد تشقيقا في زوائد من طالع عبارتهما وأراد تبيينهما وبين ألفاظنا عرف كيف لخصنا ما أطال به وقربناه ونقحناه وهذبناه **والآخر** حمل مع بمعنى بعد هو المسلك المشهور **قال** المحقق مولى خسرو في الدرر بعد عبارته التي قدمنا في النصوص أما إذا كان مع الجنابة حدث يوجب الوضوء بأن أحدث بعد التيمم فيجب عليه الوضوء فالتيمم للجنابة بالاتفاق اهـ وقال العلامة الشرنبلالي في الغنية يعني فالتيمم باق لرفع الجنابة **وقال** تلميذه الفاضل أخي چلبي في ذخيرة العقبى قوله مع الجنابة حدث يوجب الوضوء يعني إذا اغتسل الجنب وبقي في عضو من أعضائه لمعة وفني الماء فتيمم للجنابة ثم أحدث حدثا يوجب الوضوء وله أن يتيمم للحدث فوجد ما يكفي للوضوء لا للمعة فتيممه باق وعليه الوضوء اهـ **وقال** الشمس القهستاني في شرح النقاية بعد ما نقلنا عنه في النصوص وهذا صورة ما قال المصنف وأما إذا كان مع الجنابة حدث يوجب الوضوء يجب الوضوء والتيمم للجنابة بالاتفاق فإن مع فيه بمعنى بعد كما قالوا في قوله تعالى إن مع العسر يسرا وبه ينحل ما في هذا المقام من الإشكال المشهور اهـ وتبعه المدقق العلائي في الدر وأقره محشوه **واعترض** هذا المسلك في السعاية بأنه لو أجنب ثم أحدث فوجد ما يكفي للوضوء فقط فإنه يتيمم ولا يجب عليه الوضوء ويكون تيممه كافيا لرفع الحدث الأكبر والأصغر مع أنه يصدق عليه أنه وجد به حدث يوجب الوضوء بعد الجنابة فيلزم بمقتضى عبارة الشارح أن يجب عليه الوضوء قال فالأولى أن يقال مع بمعنى بعد والمضاف محذوف أي بعد تيمم الجنابة أو يقال مع على معناه والمضاف محذوف أي مع تيمم الجنابة اهـ هذا **وعندي** حاشية على شرح الوقاية للفاضل محمد القره باغي أتمها سنة تسعمائة وثلاثين أي بعد خمس عشرة سنة من وفاة أخي چلبي وقال قلت لتاريخه نور سويدي [٩٣٠] وهي كتابة يوسف بن حسن بن عبد الله سنة تسعمائة وسبع وسبعين نقل فيها كلام أخي چلبي بلفظه قال بعض المحشين ثم قال أقول لا يخفى أن هذا التصوير تكلف بعيد الأخذ من هذه العبارة على أن الشارح سيصرح بهذه المسألة بقوله وإن كفى للوضوء لا للمعة فتيممه باق وعليه الوضوء فحمل هذه العبارة على ما ذكره القائل يلزم التكرار ولعله إنما ارتكبه زعما بأن الحدثين لا يجتمعان في شخص ابتداء ولا شك أنهما يجتمعان

https://www.facebook.com/darahlesunnat

لکن یکفی عنهما تیمم واحد اذا لم یوجد الماء الکافی للوضوء واما اذا وجد فلابد من الوضوء ثم التیمم للجنابة والمذکور فی الکتاب هو هذا المعنی والعجب منه انه لم یلتفت الی هذا المعنی مع ان عبارة الشارح بعیدة هذا اصرح باجتماع الحدثین ابتداءً حیث قال لو کان به حدثان کالجنابة وحدث یوجب الوضوء ینبغی ان ینوی عنهما لا یقال ان الجنابة لما اوجب غسل بعض الاجزاء الذی هو عبارة عن الوضوء فلا فائدة لاعتبار الحدث الذی یوجب الوضوء مع الجنابة لانا نقول بعد تسلیم جمیع المقدمات یجوز اجتماع العلل الشرعیة علی معلول واحد شرعی کما صرح به صاحب التلویح فقال لو حلف ان لایتوضأ من الرعاف فبال ثم رعف فتوضأ حنث وله نظائر فی الشرع اھ کلام القرہ باغی ببعض اختصار، فهذا کل ما رأیت لهم من القال والقیل والنقض والتاویل والانکار والتعویل **واعلم** ان السعایة لیست عندی وانما ارسل الی بعض اصحابی من لکهنؤ نقل نحو ورقة منها متعلقة بهذا المقام علی طلبی لکی اری ما عنده فیه عسی ان نقل عن کتاب ما فیه غناء فقد کان جم من الکتب اکثر مما عندی فلما طالعته لم ار فیه ان بطائل ولا حاز بنائل وانما جمع القال والقیل وتکلم علی زوائد بفارغ عن التحصیل او باغالیط واباطیل ولم یهتد لکثیر من الابحاث الرائقة والانظار الفائقة واذا اتی علی المقصود جرح الصحیح واعتمد الجریح کما ستعرف کل ذلک ان شاء اللہ المستعان والان ان نغیض فی تحقیق المرام بتوفیق المنان **اقول** وباللہ الاستعانة ومنه الفیض والاعانة الکلام ههنا فی ثمانیة مواضع دفع النقوض وتقریر معنی الکلام علی مسلک التاویل والتعویل اعنی اجراءه علی ظاهره وبیان معنی قوله فالتیمم للجنابة وان قوله بالاتفاق متعلق بهذا ام بقوله یجب علیه الوضوء وان الفاء فی قوله فالتیمم للتفریع ام للتعلیل وبیان الحسن والقبیح والباطل والصحیح من مسالک التاویل وانه هل ثم شبهات ترد علی المرام وما کشفها وحلها بتوفیق العلام وهل للکلام تاویل اٰخر خیر مما ذکروا اطهر وها انا اعطیک بحول اللہ تعالی افادات تحیط بکل ذلک وتسلک بک ان شاء اللہ تعالی احسن المسالک وما توفیقی الا باللہ خیر مالک.

الافادة الاولی بحمد اللہ عز وجل لحل الاشکال الاول ما قدمت من تصویر جنب تیمم فاحدث فتوضأ فمر علی ماء کاف لغسله وقد ذکره البرجندی ایضا **اقول** فهذا جنب لیس معه حدث یوجب الوضوء لان الوضوء طرأ علی اعضاء الوضوء فطهرها مطلقا الی ان یطرأ حدث اٰخر اصغر او اکبر حتی انه اذا وجد ماء للغسل لم یکن علیه غسل هذه الاعضاء لما سیأتی فی الافادة الحادیة عشرة ان الحدث الحال

بالاعضاء يتجزئ فاذا رأى ماء الغسل لم تعد الجنابة الا فيما وراء تلك الاعضاء، فهذا جنب متوضئ بلا امتراء، وان اعتراك شبهة فيه فاعتبره بجنب اجد الماء فان المسنون له ان يقدم الوضوء والاشك انه مادام في بدنه لمعة لم يصبها الماء يبقى جنبا فهو حين هو متوضئ جنب ليس عليه الا افاضة الماء على سائر جسده فاذا فعل فقد طهر ولا يعيد الوضوء اجماعا فالجنابة الحالة بما وراء اعضاء الوضوء اذا لم تناف الوضوء حينئذ بل الوضوء هو الذي نفاها من تلك الاعضاء فكيف ينقض عودها الى غير الاعضاء اذ ما لا يمنع وجوده الطهارة بدء لن ينقضها حدوثه بقاء وهذا اظهر من ان يظهر ونعني بالمتوضئ طهارة اعضاء وضوئه ونزاهتها عن الحدث لا المتوضئ الذي تجوز له الصلاة فان ذلك بزوال الحدث القائم بنفس المكلف لا باعضائه وهو تلبسه بنجاسة حكمية فانه لا يزول ما لم يطهر بدنه كله كما قدمنا في الطرز المعلم وهذا معنى قولهم ان الحدث لا يتجزأ اما تصوير البرجندي على قول محمد **فاقول** يبتنى على ان ينتشر فيولج فينزع فيفتر كل هذا قبل ان يمني والا لم يفارق الاكبر الاصغر وهو وان كان محتمل ويكفي للتصوير الاحتمال **ورده** اللكنوي عليه **مردود** بما ياتي **اما** تصويره الاخير على قول الشيخين اي الطرفين وقوله فيه لم يوجد ناقض الوضوء **فاقول** بلى اذ الامناء لا يخلو عن امذاء سواء كان عند الاستمناء او الامناء ولذا استشكل الامام شمس الائمة الحلواني طهارة المني بالفرك لان كل فحل يمذي ثم يمني واجاب بانه مغلوب بالمني مستهلك فيه فيجعل تبعا قال المحقق في الفتح وهذا ظاهر فانه اذا كان الواقع انه لا يمني حتى يمذي وقد طهره الشرع بالفرك يابسا لزم انه اعتبر ذلك للضرورة اھ **اما** رد اللكنوي عليه **فاقول** نداء من بعيد، وقول من لم يصل الى العنقود، ولم يخطر بباله كما اشار اليه في مسألة المباشرة مرتين وافصح عنه قبله وفي عمدة الرعاية ان الحدث الاصغر لازم للاكبر فان كل ما ينتقض به الغسل ينتقض به الوضوء اھ وهو **اولا** بعد عن فهم المرام، وخروج عما فيه الكلام، فان البحث في انفكاك الاكبر عن الاصغر اي هل توجد جنابة بلا حدث اصغر ولا احد يعلم ان الاصغر لا يقال الا على ما يوجب الوضوء فقط فهو ماخوذ بشرط لا فيباين الاكبر بالضد فكيف ولا يلحظ لو صفه بالاصغرية الا هذا ولو كان لا بشرط شئ لصح ان يقال ان الجنابة وانقطاع الحيض والنفاس حدث اصغر ولا يقبله الا ذو جهل اكبر فاذا تباينا تضادا فالسؤال اذ لم يوجد بنفس وجوده بل لا بد له من وجود ما يوجبه عينا فهذا معنى قوله لم يوجد ناقض الوضوء كما اشرنا اليه ذلك على الهامش **وثانيا** اللزوم باطل بما صورنا انفا من جنب توضأ وقد سلمه الرجل اذ خص الصورتين

الاخيرتين بلا اعتراض ولم يبق الا الصورة الاولى فان كان يعلم ان فيها جنابة ولا حدث فلم هذه الايرادات و ادعاء اللزوم وان كان لا يعلمه فلم تركها من الايراد فقد عاد فيها ايضا الحدث الاكبر وهو ينقض الغسل والوضوء كليهما **وثالثا** ۳۴۲۲ لا يخفى ما في قوله وان لم تحصل الجنابة فان الكلام على قول الطرفين **ورابعا** ۳۴۲۳ اي محل لهذه الوصلية فما كان مقصود البرجندي ان الحدث لا يوجد بلا جنابة بل ان الجنابة قد توجد ولا حدث فكان الرد عليه باثبات الحدث في صورة جنابة يصورها البرجندي للانفكاك لا في صورة عدم الجنابة حتى يقال قد وجد الحدث وان لم تحصل جنابة **تنبيه** ۱ **اقول** ۳۴۲۴ لربما يقول قائل ليس لموجب غسل قط ان يوجب الوضوء فضلا عن اللزوم وذلك لان من اركان الوضوء المسح ولا يوجبه موجب الغسل وما لا يوجب الجزء لا يوجب الكل وحله كما **اقول** ۳۴۲۵ معنى المسح الواجب في الوضوء اصابة بلة ولو في ضمن اسالة لا ما يباينها والا لما تأدى بغسل الراس واصابة المطر والانغماس وهو باطل قطعا قال في الفتح والحلية والبحر وغيرها الالة لم تقصد الا للايصال الى المحل فاذا اصابه من المطر قدر الفرض اجزأه اهـ وفي المحيط والهندية اذا غسل الراس مع الوجه اجزأه عن المسح ولكن يكره لانه خلاف ما امر به اهـ ولا شك ان موجب الغسل يوجب اصابة الراس بلة بالاسالة فقد اوجب جميع اجزاء الوضوء وبالجملة مسح الراس ماخوذ لا بشرط شيء فيتادى بالغسل والحدث الاصغر ماخوذ بشرط لا شيء فلا يلزم الحدث الاكبر هكذا ينبغي التحقيق والله ولي التوفيق **الافادة** ۳۴۲۶ ۲ لا شك ان ظاهر الكلام وجوب الوضوء على جنب معه حدث اذا وجد ما يكفي للوضوء فقط وهذا هو مسلك التعويل الذي سلكه القهستاني ولا شك ان المراد حينئذ بالصورة الاولى التي حكم فيها بعدم وجوب الوضوء عندنا خلافا للامام المطلبي رضي الله تعالى عنه جنابة لا حدث معها كما صورنا وعلى هذا يكون معنى الكلام ان من له حدث واحد اصغر او اكبر ووجد ماء لا يكفي لطهره لا يستعمله عندنا خلافا للشافعي وهذا قوله حتى اذا كان الجنب قوله و اذا كان المحدث اما اذا اجتمع الحدثان وكفى الماء لاحدهما وجب صرفه اليه فان كان يكفي للوضوء يجب عليه الوضوء وهذا قوله اما اذا كان الخ ولا شك ان التناقض يندفع بهذا الوجه بابين وجه وما نقله اللكنوي من الرد عليه ان كيف اوجب الشافعي الوضوء بلا حدث **فاقول** ۳۴۲۷ هو رضي الله تعالى عنه يوجب استعمال القدر المقدور مطلقا سواء كان محدثا او جنبا معه حدث او لا فاذا قدر الجنب على الوضوء وجب وان لم يكن محدثا **الافادة** ۳ اما تاويل سلكه في غاية الحواشي وتبعه اللكنوي **فاقول** ۳۴۲۸ **اولا**

افادہ ۲

افادہ ۳

لاشك انه ابعد تاويل ولو ساغ مثل الحذف بلا دليل لاستقام كثير من الاباطيل **وثانيا** الحدث المقارن للتيمم يبطله فلا يبقى له ولا للجنابة فكيف قال فالتيمم للجنابة فلم ينفعه تقدير المضاف **الا** ان يراد بالتيمم كونه متيمما ولا يكون متيمما الا اذا اتم التيمم ويراد بالمعية اتصال الزمانين المتعاقبين بلا فصل اى لما اذا ولى الحدث تمام التيمم فيستفاد منه تأخر الحدث منه فبعد هذه التكلفات يئول الامر الى ما سلك الجمهور ان مع بمعنى بعد فان هذا اما اختاروه والعجب ان مؤلف السعاية رد عليهم ما سلكوه مع ما لهم من قرب عتيد وتبع هذا على تلك التجشمات مع ما لها من بعد بعيد **وثالثا** يرد عليه بعد تلك التمحلات انه لم يقيد باتصال الحدث بتمام التيمم فانه ان تأخر عنه ولو طويلا كان الحكم هكذا قطعا **ورابعا** على اللكنوى خاصة انه لم يقتصر عليه بل زاد فى الطنبور نغمة وفى الشطرنج بغلة فجوز على حذف المضاف ان يكون مع بمعناه فهدم لزوم البعدية التى فيها كان الملجأ اسا **الا** ان يضاف له تكلف ثالث ان المراد بالمعية البعدية المتصلة وبالبعدية البعدية المنفصلة فيكون المعنى على الاول اما اذا لحق التيمم حدث من فور تمامه وعلى الثانى اما اذا لحقه حدث متأخر عنه بزمان وانت تعلم ان كلا القيدين ضائع

الافادة ۴ ما دندن به اللكنوى على الجماعة وتلخيصه ان بعدية الحدث عن الجنابة حاصلة اذا تأخر حدوثه عنها قبل التيمم فال الاشكال لما كان يريد به انهم اخطؤا فى ترك ما ارتكبه هو وغاية الحواشى من تقدير المضاف فان البعدية عن الجنابة لا تغنى ما لم يكن بعد التيمم **فاقول** بل هو الذى اخطأ وارتكب فى كلامهم ايضا تقدير مضاف تسوية للرد عليهم ذلك ان البعدية زمانية ولا يجتمع فيها القبل مع البعد والجنابة باقية ما لم ترتفع بغسل او تيمم فان حدث حدث قبله فقد اجتمع مع الجنابة فلم يكن بعدها بل معها نعم كان بعد حدوثها وما قالوه بل المعترض هو الذى اضاف هذا المضاف الى كلامهم فثبت ان الحدث لا يكون بعد الجنابة الا اذا حدث بعد زوالها وهو ههنا بالتيمم فتأخره عن التيمم معناد نفس اللفظ هكذا تفهم كلمات العلماء ولله الحمد فظهر ان احسن التأويلات تأويل الجماعة وانه لا صحة لمزعومات غاية الحواشى والسعاية الا اذا رجعت اليه

الافادة ۵ اذا علمت ان لا محيد الا البعدية فالمراد بالصورة الاولى ما اذا لم يكن معها حدث او كان قبل التيمم فمعنى الكلام ان الجنب الفاقد الغسل فى كلا الوجهين ان وجد وضوء لا يتوضؤ بل يتيمم خلافا للشافعى اما اذا كان حدث بعد ما تيمم لها فحينئذ يجب عليه الوضوء وهذا الكلام صحيح عين ما مر عن شرح الطحاوى للامام الاسبيجابى وغيره

وبه انحلت الشبهة الخامسة ومعها شبهة التناقض ايضا باصح وجه واحسنه [٣٢٣٤] **الافادة ٦** ـ قوله فالتيمم للجنابة لاشك ان اللام فيه للعهد اي التيمم المذكور الصادر من جنب معه وضوء لا ان فرض المسألة فيه او بدل عن المضاف اليه اي تيمم الجنب المذكور فمن البديهي بطلان كونه للاستغراق او الطبيعة وكذا اخذ المضاف اليه مطلق الجنب فانه ان اريد التخصيص اي تيمم كل جنب انما يكون للجنابة لاغير فبطلانه ظاهر حتى على مسلك التعويل فان جنبا معه حدث ولا ما يكون تيممه للحدث لا غير قطعا الا ترى الى قول شرح الوقاية نفسه اذا كان به حدث ثان حدث يوجب الغسل كالجنابة وحدث يوجب الوضوء يكفي تيمم واحد عنهما اهـ وان لم يرده كانت المقدمة القائلة ان كل جنب يتيمم للجنابة خالية عن الافادة لانه معلوم لكل احد ولا يصلح تعليلا ولا تفريعا وبه [٣٢٣٥] استبان ان اللام في قوله للجنابة لام التخصيص فكان المعنى ان تيمم الجنب المذكور للجنابة خاصة **الافادة ٧** ـ تعلق قوله بالاتفاق بكون التيمم للجنابة هو الظاهر المتبادر من العبارة لانه انما يفهم عائدا الى الجملة المذيلة به [٣٢٣٦] **اقول** لكن لا صحة له اصلا لان فرض المسألة في جنب له ماء يكفي للوضوء ووجود ماء ما مطلقا وان قل وان لم يكف للوضوء ايضا مانع للتيمم مطلقا عند الامام المطلبي سواء كان المتيمم جنبا او محدثا لانه يحمل قوله عز وجل فلم تجدوا ماء على الاستغراق مع الاطلاق فكيف يوافقنا في شيئ من الصور على كون تيمم جنب له بعض الماء للجنابة بل باطل عنده لفقد شرطه وهو عدم الماء مطلقا والباطل لا يكون لشيئ اللهم [٣٢٣٧] الا على مسلك التعويل وجعل الفاء للتفريع وفرض التيمم بعد الوضوء لوقوعه عند نفاد الماء ولا مساغ له على مسلك التاويل لان فيه التيمم قبل الحدث فكيف يكون بعد الوضوء وكذا على مسلك التعويل واخذ الفاء للتعليل اذ لا معنى لقولك يجب الوضوء لان التيمم ان وقع بعده يكون للجنابة بالاتفاق ومسلك التعويل نفسه من الاباطيل فلا صحة لتعلقه بما يليه وبه استبان قلة فهم الذي زعم ان قوله بالاتفاق متعلق بوجوب الوضوء او بكون التيمم للجنابة ام مخير بين الصحيح والباطل وقد اضطرب كلامه فيه فاقر في سعايته تعيين تعلقه بيجب قال في عمدته في تقرير الايراد الرابع ان في الصورة السابقة ايضا التيمم للجنابة اتفاقا ام فجعله متعلقا بما يليه ثم ذكر هذا التخيير ثم قال متصلا به او يقال معناه فالتيمم ثابت او باق للجنابة اتفاقا ام فعاد الى الباطل الصريح ولا يدرى [٣٢٣٨] ما معنى او عطفا على التخيير فان هذا داخل فيه الا ان يريد انه مخير بين الحق

افادہ ۶

افادہ ۷

عه هو مولانا عبد الحی صاحب عمدة الرعاية اللكنوي

عه ۱ عمدة الرعاية على شرح الوقاية للكنوي

عه ۲ ... ام عليه

عه ۳ ... ام عليه

عه ۴ ... ام عليه

https://www.facebook.com/darahlesunnat

والباطل او لا تخيير بل على الباطل عينا هذا **واقول**[۳۴۴۳] بل لوكان فرض المسألة وجدان الماء بعد التيمم لم يستقم الكلام ايضا اما على مسلك التعويل فظاهر لان الصورة الاخيرة فيه اجتماع الحدثين فاذا وجد او عدم الماء وتيمم كان عنهما بالوفاق لا عن الجنابة خاصة عند احد من الفريقين اما مذهبنا فمعلوم واما مذهب السادة الشافعية فقال الامام ابن حجر المكي الشافعي في فتاواه الكبرى من عليه جنابة وحدث اصغر يكفيه لهما تيمم واحد وهذا واضح جلي لان التيمم عن الحدث الاصغر وعن الاكبر حقيقته ومعناهما وصورتهما ومقصودهما واحد فلا يتخيل منع الاندراج ولانه يلزم على الامر بتيممين متواليين ما يشبه العبث لانه اذا تيمم اولا لاستباحة الصلاة استباحها به فايجاب الثاني عبث لا فائدة فيه ام هذا في الابتداء وان اريد البقاء اي ان بعد وجدانه يبقى للجنابة بالاتفاق فباطل اذ يبطل عنده رأسا بوجدان ماء ما مطلقا لفقدان شرطه واما على مسلك التاويل والصورة الاخيرة فيه الحدث بعد التيمم فان اريد بقاء كما افصح به الشرنبلالي فظاهر البطلان لما مر انفا غيرانه رحمه الله تعالى لم يزد لفظة بالاتفاق فسلم بخلاف ذلك الذي قال في التيمم باق اتفاقا فانه وقع في خطأ مظلم، وان اريد ابتداء فنعم هو متفق عليه كونه اذذاك للجنابة خاصة لعدم الحدث حينئذ لكن لفظة بالاتفاق تقع عبثا وموهمة غلطا اما الاول فلانه اذا بطل عنده بالوجدان لم يبق فائدة وفاقه للمائن واما الاخير فلان ذكرها في الصورة الاخيرة لاسيما بمقابلة الاختلاف المذكور في الاولى يفيد عدم الاتفاق في الاولى وليس كذلك لان في الاولى ان لم يكن حدث كان للجنابة وحدها بالاتفاق وان كان كان لهما بالوفاق وانما الاختلاف ثم في بقاء التيمم عندنا وانتقاضه عنده بوجدان ماء غير كاف وبالجملة قوله بالاتفاق يجب صرفه الى قوله يجب كما فعل في غاية الحواشي نعما فعل **اقول**[۳۴۴۴] وبه ظهر **اولا** انه كان الانسب للدر تقديم قوله بالاتفاق على قوله فالتيمم لانه بصدد ايضاح كلام الصدر الامام وان يزيح عنه الاوهام **وثانيا** ان صاحب غاية الحواشي مع تصريحه بتعلقه بيجب لم يحسن في ضمه مع الجملة التالية ايضا اذ قال مع انه تيمم للجنب اتفاقا و **ثالثا**[۳۴۴۵] بطلان الايراد الرابع المنقول في السعاية مع التقرير ان كون التيمم للجنابة بالاتفاق مشترك بين الصورتين فانه ليس لشيئ اصلا عند الامام الشافعي في كلا الوجهين فان استعفي عن لفظة بالاتفاق واقتصر على ان كونه للجنابة مشترك بين الصورتين لا اختصاص له بهذه الصورة اندرج في الايراد السابق عليه وسيأتيك الجواب عنه بعونه تعالى **الافادة ۸** - نختار[۳۴۴۶] ان الفاء للتفريع كما مشى

علیہ العلامۃ الشرنبلالی وغایۃ الحواشی وقول السعایۃ لایحصل لہ لا یحصل لہ لان کون ھذا التیمم للجنابۃ خاصۃ لم ینشأ الا من وجوب الوضوء للحدث اذ لو لم یجب لکان التیمم لہما معا لاستحالۃ ان تجوز صلاۃ مع الحدث فلابد ان یعتبر التیمم المذکور فعالہ او دافعا وان کان الاخیر لیس لہ فی الشرع نظیر فاستلزام محال محال لاغیر محال

الافادۃ ۹ - نختار انہا للتعلیل وزعم السعایۃ اشتراک العلۃ مردود اما على مسلک التاویل مع اجتماع الحدثین فی الصورۃ الاولی فظاہر لان التیمم طرأ علیہما فرفعہما معا فکیف یختص بالجنابۃ واما علیہ مع انفراد الجنابۃ فی الصورۃ الاولی وعلى مسلک التعویل فاختصاص شیئ بشیئ تارۃ یکون لانحصار الوجود فیہ واخرى لتفردہ بہ من بین مشارکاتہ فی الوجود ومعلوم بالبداہۃ ان ھذا ھو المراد ھہنا فانہ اذا وجد حدث ولم یقع التیمم الا عن الجنابۃ لم یغن عن الحدث ووجب الوضوء بخلاف ما اذا لم یکن حدث فلا معنی شیئ یجب ھذا الوجہ من الاختصاص غیر مشترک فظہر ان الفاء تحتمل الوجہین فقصر الشرنبلالی وغایۃ الحواشی على احدھما اوضح وما کان داعی الیہ بل التعلیل ھو الاظہر الازھر فان کون التیمم لخصوص الجنابۃ غیر مقصود ھہنا بالافادۃ واللہ تعالی اعلم

الافادۃ ۱۰ - تبین الجواب الصواب بحمد الجلیل عن الاسئلۃ الخمسۃ کلہا على مسلک التاویل وعن غیر الخامس على مسالک التعویل وظہر ان اقواہا السؤال الاخیر الجلیل وھو الذی دعا العلماء الى الانکار والتاویل وان السؤال الاول لیس باشکال بل سریع الانحلال وکذا الثانی کشفہ رخیص ان لم یمزج بالخامس العویص اما الثالث والرابع اللذان اتت بہما السعایۃ فانما واہیان الى الغایۃ وبقاء الخامس على مسلک التعویل ھو الذی نادى علیہ بالرحیل لمصادمتہ الدلائل القاھرۃ والنصوص الزاھرۃ ولعل من یختار ھذا و یرتضیہ الا القوی الغزی فی الحاشیۃ ولم یأت اصلا بشیئ یغنیہ فقولہ تکلف بعید الاخذ من العبارۃ

اقول نعم للمراد جلی من حدیث اللمعۃ ارجاعا لہ الى ما یأتی عن الشارح والا فلیس فیہ الا اخذ مع بمعنی بعد ولیس فیہ بُعد فقد وقع فی الکتاب العزیز **قولہ** یلزم التکرار **اقول اولا** فکان ماذا اذا ذکر ضابطۃ تشمل فروعا ثم بعد حین او فی فروع ما منہا لتبیین حکم بعد تکرارا فاذا لم یقبح مع تقدم ذکرہ فی الضابطۃ کیف یقبح ولم تذکر بعد **وثانیا** لو تتبعت ما وقع لہم وللشارح الامام من تکرار الافادات لاعیاک طلبا **قولہ** ولعلہ انما ارتکبہ زعما الخ **اقول** من این لکم ھذا وانما فعلہ لان ذا الحدثین لا یتوضأ اذا لم یکف الماء لغسلہ **قولہ** اما اذا وجد فلابد من الوضوء ثم التیمم للجنابۃ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اقول ٣٣٥٤ هذا هو مذهب الشافعی لاسیما بلفظة ثم فان فیه ایجاب اعدام الماء وان قل قبل التیمم ولایقول به حنفی قط **قوله** والعجب انه لم یلتفت **اقول** ٣٣٥٥ مبنی علی ماتصوّر ولامتصوّر **قوله** بعد تسلیم جمیع المقدمات **اقول** ٣٣٥٦ ماتلک المنوع المطویات فان المقدمات عند الحنفیة من البدیهیات **قوله** یجوز اجتماع العلل الشرعیة علی معلول واحد **اقول** ٣٣٥٧ کما لایمتنع اجتماع علل علی معلول کذلک لایمتنع ارتفاع علل برافع واحد کالتی انقطع حیضها ثم احتلمت ثم التقی الختانان ثم انزلت فقد اجتمعت علیها اربع علل وترتفع جمیعا بغسل او تیمم واحد فاذا کان له حدثان اصغر واکبر ولم یجد ماء للغسل فلابد له ان یتیمم وتیممه لکونه عن جنابة مطهر لجمیع البدن ومن البدن اعضاء الوضوء فقد طهرها ورفع الحدثین کما اذا اغتسل فلیس هذا التیمم الا قائما مقام الغسل فکما یرتفعان به فکذا بنائبه ولم نعرف من الشرع تیمما یطرؤ علی حدثین فیرفع احدهما ویذر الاٰخر والا لزم له اما تیمم اٰخر وهو باطل حتی عند الشافعیة کما قدمنا او الماء وهو الجمع بین البدل والمبدل الباطل باجماع الحنفیة فبلج الحق والحمد للّٰه رب العٰلمین **فان قلت** ٣٣٥٨ القیاس علی الغسل مع فارق وذلک لان ذا الحدثین اذا اغتسل فقد اتی بما امر به فی کل من الحدثین وهو اسالة الماء علی تلک الاعضاء وکذلک اذا تیمم فاقد الماء اما اذا وجد وضوءا فالتیمم انما یکون اتیانا بما امر به للحدث الاکبر لابما امر به للاصغر لانه قادر فیه علی الاصل فکیف یصیر الی البدل وبالجملة شرط التیمم العجز عن الماء وقد عجز فی الحدث الاکبر دون الاصغر فکان التیمم مجزئا عن ذلک لاعن هذا فافترق الحدثان بقاء وارتفاعا **اقول** ٣٣٥٩ هذا لو کان کل منهما مستبدا بحیاله ولیس کذلک فلیس الحدث الا اعتبارا شرعیا لاٰثار معلومة کمنع الصلاة وقد انطوی الاکبر علی جمیع اٰثار الاصغر فکلما منعه الاصغر منعه الاکبر بالاولی ولاعکس وارتفاع شیئ یوجب زوال جمیع اٰثاره وقد سلمتم ارتفاع الاکبر بهذا التیمم فیجب ارتفاع کل اٰثاره ومنها منع الصلاة فلزم اباحتها ولاتباح قط مع حدث فثبت ان هذا التیمم رفع کل حدث طرأ علیه **فان قلت** ٣٣٦٠ ارتفاع شیئ انما یوجب زوال اٰثاره من حیث هی اٰثاره ولاینافیه بقاء بعضها لمؤثر اٰخر کمن توضأ وفی فخذه نجاسة مانعة فلاشک ان قد صح وضوؤه وزال المنع الذی کان من قبله مع ان المنع لاجل النجاسة بحاله کذا ههنا حدثان قام احدهما باعضاء الوضوء والاٰخر عم ظاهر البدن طرا ففیها مانعیتان وفی سائر الجسد مانعیة واحدة فاذا تیمم وهو واجد لماء الوضوء زالت من اعضاء الوضوء المانعیة الکبری لصحة مزیلها بوجود شرطه وهو العجز عن الماء الکافی للغسل وبقیت الصغری

لان المزيل لا صحة له بالنسبة اليها لفقد شرطه بالقدرة على الماء الكافى للوضوء وبه ظهر انه ليس كالتى وصفت انها حاضت واحتلمت وجومعت وامنت وكفاها غسل او تيمم واحد وكذا من احدث مرارا يكفيه وضوء واحد وذلك لان المزيل ليس فاقد الشرط بالنظر الى شئ منها فازالها جميعا بخلاف ما نحن فيه وبه اتضح الفرق بين هذا وبين من ليس له الا الجنابة فانه ان وجد وضوء لا يتوضؤ لازالة المانعية القائمة باعضاء الوضوء فانها ليست الا الكبرى وهى لا تتجزى بخلاف الصورة الاولى وبه تبين ان اليسر فيه الجمع بين البدلين بل توزيعهما على شيئين يمكن صرف الماء الى غسل النجس وتيمم للحدث بل كمن اطعم عن يمين وصام عن اخرى وبه استبان انه ليس عبثا ولا اضاعة ولا الاشتغال به سفها وليس كما قالوا من بقاء الحدث كما هو بل زال حدهما

اقول ما امتنه من كلام لولا ان فيه ذهولا عن حديث منع الاستبداد فانك جعلتهما شيئين مستقلين عند الاجتماع مع ان المتقرر فى الشرع ان المتجانسين اذا اجتمعا ولم يختلف مقصودهما تداخلا وقد اعترفت به فى التى وصفت وفيمن احدث مرارا كان هنالك التداخل مع المساواة فان الكل فى رتبة واحدة فكيف واحدهما اكبر واقوى ومن كل وجه يتضمن الاخرى فالمحل جزء من المحل والمطهر بعض من المطهر والمقصود شقص من المقصود فكيف لا يلزم اندماج الصغرى فى الكبرى وان يكون الحكم لها فى امر الطهارة لا للصغرى فان التابع لا يفرد بحكم ويسقط اذا سقط المتبوع والشئ اذا ابطل بطل ما فى ضمنه والمتضمن بالفتح لا تراعى له شروطه بل شروط متضمنه كل ذلك من القواعد الشرعية الا ترى ان المذى لا يطهر عن ثوب ولا بدن بفرك ولا يظهر له حكم مع المنى فيطهر به ويظهر به الجواب عن توارد العلل هذا ما سمح به الجنان، وتشحيذ الاذهان وحسبنا ان الحكم ما قدمنا من دلالة تامة وتصريحات تامة والله المستعان وبالله التوفيق والله تعالى اعلم

الافادة ١١ الان حصحص الحق وكشف قناعه وظهر ان المسالك مسلك التاويل من تاويل الجماعة، بيد ان ههنا شبهات خطرت فخشيت ان تعترى قاصرا مثلى فيحتاج الى الجواب فاحببت الاسعاف بايرادها، وابانة سقوطها وفسادها، وبالله التوفيق

الشبهة الاولى ان الامام صدر الشريعة يقول اغتسل الجنب لم يصل الماء لمعة ظهره وفنى الماء واحدث حدثا يوجب الوضوء فتيمم لهما ثم وجد من الماء ما يكفيهما بطل تيممه فى حق كل منهما وان لم يكف لاحدهما بقى فى حقهما وان كفى لاحدهما بعينه غسله ويبقى التيمم فى حق الاخر وان كفى لكل منفردا غسل اللمعة الخ فالصورة الثالثة تشمل ما اذا كفى للوضوء دون اللمعة وقد حكم فيه ببطلان تيممه فى حق الحدث وايجاب

الوضوء والظاهر ان هذا انما یستقیم علی ما قدم اول الباب من وجوب الوضوء علی ذی حدثین وجد وضوء فانه فرض فیه الحدث قبل التیمم ثم اوجب الوضوء للحدث فاذن یکون التاویل توجیها للقول بما لا یرضی به قائله بل یسری الشك الی الحکم المنقول فان صدر الشریعۃ غیر متفرد به هذا الامام الجلیل الاقدم ابو البرکات النسفی قائلا فی الکافی جنب علی بدنه لمعۃ احدث قبل ان یتیمم تیمم لهما واحدا فان وجد ما یکفی لاحدهما غیر عین صرفه الی اللمعۃ ویعید التیمم للحدث عند محمد ام فما منشؤ اعادۃ تیمم الحدث الا ایجاب الوضوء له مع کونه قبل تیمم الجنابۃ وابو یوسف وان خالف فی الاعادۃ فلا لانه لا یوجب الوضوء فی نفسه بل لعارض وذلك ان امر الجنابۃ اغلظ فکان الماء مستحق الصرف الیها والمستحق لحاجۃ اهم کالمعدوم کما سیاتی عن الکافی انشاء اللّٰہ تعالٰی فی الرسالۃ التالیۃ وهذا یفید اتفاق الصاحبین رضی اللّٰہ تعالٰی عنهما علی وجوب الوضوء لجنب احدث قبل التیمم نهما مع ان المقرر فیما مر ان لا وضوء علیه الا اذا احدث بعد ما تیمم **ولعلك تقول اولا** این هذا من ذاك فانه کان ثمه واجد الماء الوضوء قبل التیمم للجنابۃ فکان ایجاب الوضوء ایجابه علی جنب لا یجد غسلا وهو خلاف المذهب اما ههنا فانما وجده بعد ما تیمم لهما والفرض انه لا یکفی للمعۃ فکان تیممه لها بحاله فلم یعد جنبا وبالقدرۃ علی الوضوء انتقض تیممه فی حق الحدث لانه لا یکون طهارۃ الا الی وجدان الماء فاذا وجد فقد فقد عاد محدثا والمحدث غیر جنب اذا وجد وضوء فلا شك فی وجوب الوضوء علیه الا تری الی ما قدمت فی الدلیل الخامس عن البدائع یتوضؤ به لان هذا محدث لیس بجنب عن الدّ صار محدثا لا جنبا فیتوضؤ **وثانیا** لم یکن علیه وضوء لبقاء الحدث کما هو لوجود الجنابۃ ولا تزول بالوضوء اما الان فقد زالت بالتیمم **وثالثا** لم یکن ماؤه مبیحا للصلاۃ لاجل الجنابۃ والان یبیح **ورابعا** کان فیه الجمع بین البدلین فی طهارۃ واحدۃ والان قد تمت الطهارۃ الاولی بالتیمم بلا ماء وبعود الحدث بالقدرۃ علی الماء دون الجنابۃ تتم هذه بالماء بلا تراب **وخامسا** قد علم دواما فی المتون وسائر کتب المذهب ان حدوث قدرۃ علی الماء کحدوث حدث فی نقض التیمم ولا شك ان لو تیمم لهما ثم احدث فعلیه الوضوء فکذا اذا قدر علی ماء الوضوء فانی الابتناء علی ما صدر عن الصدر فی صدر الباب **اقول** بلی فان مبنی کل ذلك علی فرض انتقاض تیممه فی حق الحدث برؤیۃ الماء وفیه النظر کیف ولو نقضه بقاء لمنعه ابتداء ومنعه ابتداء هو عین ما فی صدر الباب خلاف ما علیه النصوص والدلائل اما الملازمۃ فقد قال الامام ملك العلماء فی البدائع الاصل فیه ان کل ما منع

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وجوده التيمم نقض وجوده التيمّم ومالا فلا اھ ومثله فی البحر والتنویر والدر وغیرها من الاسفار الغر ای كل
مالا یمنع ابتداء لا ینقض بقاء وینعكس بعكس النقیض الی قولنا كل ماینقض بقاء یمنع ابتداء فثبت
المطلوب وبه علم ان الخامس ابین بطلانا وافصح بالبناء علی ذلك الحكم المحذور **الشبهة الثانیة**
[٢٢٧٠] نصوا فیمن بقیت له لمعة واحدث بعد التیمّم لھا كما صرح فی اكثر الكتب وكذا ان احدث قبله كما صور بالوجھین
فی بعضھا ثم وجد الماء قبل التیمم للحدث ان ان كفی للمعة دون الوضوء غسلھا وتیمم للحدث وكذا ان كفی لكل
منھما لا علی التعیین لان الجنابة اغلظ فان خالف وتوضأ اعاد التیمّم للمعة باتفاق الروایات وستأتی
النصوص فالذی فی ھذه الصور الثلاث لیس الا تلفیق الطھارتین والجمع بین البدلین حیث تطھر
فی وقت واحد بالماء والتراب معا وكون الماء للجنابة والتراب للحدث لا یمنع الجمع والا فلم منعتم ذا حدث
وجد وضوء عن الوضوء فان ثم ایضا لم یجتمعا علی شیئ واحد بل كان التراب للجنابة والماء للحدث **الشبھة
الثالثة** [٢٢٧١] نصوا قاطبة فی صورتی كفایة الماء للمعة وحدها ولكل منفردا بوجوب استعماله فی اللمعة
وانتقاض تیممه لھا وانه یتیمّم للحدث ومعلوم قطعا ان ھذا الماء لم یكن محللا للصلاة فی الصورتین لبقاء
الحدث والاحتیاج له الی التیمّم فكان یجب ان لا ینتقض تیممه لھا لما مر من نصوص الائمة الجھابذة فی
الدلیل السادس ان المراد فی الكریمة ھو الماء الذی اذا استعمل ابیح الصلاة وھذا لیس به ھذا تقریر الشبھات
[٢٢٧٢] **واقول** فی الجواب بتوفیق الوھاب **اما الاخریان** ان كان الحدث فیھما بعد التیمّم للجنابة فالجواب
واضح لانه اذن مستبد قطعا لا یصلح للاندراج لارتفاع الجنابة بالتیمّم فكیف یندرج الموجود فی
المرفوع ولذا اجمعت الائمة انه اذا احدث بعد تطھیر الجنابة بالغسل او بالتیمّم ووجد وضوء یجب
علیه الوضوء فاذ لم یندرج فیھا لم یكن الجمع بین البدلین فی طھارة واحدة بل طھارتین كمن اجنب
ولم یجد غسلا فتیمّم فاحدث ووجد وضوء فتوضأ ولا یرد ذو الحدثین لاجل الاندراج فیكون جمعا فی
طھارة واحدة [٢٢٧٣] وكذلك المراد بالاباحة الاباحة من جھة ازالة مانعیة لاقاھا وان بقی المنع من جھة اخری
كما سبق فی من توضأ وعلی فخذه نجس مانع ولا یرد ذو الحدثین فلیس به مانعیتان وضوؤه یزیل احدھما او
ان بقیت الاخری بل مانعیة واحدة لاندراج الصغری فی الكبری فاذ لم یكف للكبری لم یكن محللا للصلاة
اصلا ولو كان یكفی للصغری **واما** ان كان الحدث فیھما قبل التیمم كما فی الشبھة الاولی [٢٢٧٤] **فاقول**
الجواب عنھا جمیعا فی نحو واحد ان شاء الله العزیز الواجد الماجد وقد لوحنا الیه فی الافادة العاشرة

https://www.facebook.com/darahlesunnat

وذلك ان الحدث له معنيان کما قد منا فی الطرز المعدل احدھما نجاسة حکمیة تحل بسطوح الاعضاء الظاھرة التی یلحقھا حکم التطھیر حلول سریان والسطح ممتد منقسم طولا وعرضا فبانقسامھا تنقسم النجاسة الحالة بھا وعن ھذا یسقط الفرض عما اصابه الماء مع بقاء النجاسة فی الباقی والاخر وصف للمکلف وھو تلبسه بھا فیبقی ما دام ذرة منھا وھذا ھو الحدث الذی لا یتجزی واذ کان الاول متجزیا ینقسم الی قسمین شامل ومقتصر فالشمول فی الجنابة مالم یمس ماء والاقتصار اذا غسل بعض البدن فان النجاسة الحکمیة تزول من المغسول وتبقی فی غیرہ والحدث الاصغر لا یعتبر فی غیر الاعضاء الاربعة فان کانت الکبری شاملة وجب الاندراج لعمومھا تلک الاعضاء ایضا وان کانت مقتصرة لم یلزم کان تکون الجنابة فی غیرھن وفیھن الحدث ولا یکون الا بان یتوضأ الجنب او یمر الماء علی اعضاء وضوئه وتبقی لمعة فی غیرھن ثم یحدث فیعتریھن الحدث فح لا وجه للاندراج لتباین المحل والی ھذا اشرت بقولی فی المندرج المحل جزء من المحل والمطھر بعض من المطھر ھذا ھو مرادھم ھھنا کما دل علیه قول الامام صدر الشریعة ولم یصل الماء لمعة ظھرہ خص الظھر بالذکر لیفید ان الکبری فی غیر محل الصغری فلا یصح الاندراج الا تری ان ذا الجنابة الشاملة والحدث اذا اغتسل کفاه عن الوضوء وان لم یجد ماء لغسله فتیمم کفاہ ایضا اما صاحب المقتصرة فی غیر اعضاء الوضوء والحدث کمن اغتسل وبقیت ظھرہ مثلا ثم احدث فھذا اذا غسل ظھرہ ثم غسله وخرج عن الجنابة لکن لا یکفیه غسله ظھرہ عن الوضوء بل یجب علیه ان یتوضأ او یتیمم للحدث ان لم یجد له الماء وما ھو الا لعدم اندراج الصغری فی تلک المقتصرة الکبری **فان قلت** [٣٣٤٥ ؟] ھذا فی الماء فانه ایضا مطھر مقتصر علی ما یصیب بخلاف التیمم فانه یعم جمیع البدن کالغسل **اقول** [٣٣٤٦ ؟] نعم یعم البدن لکن عمله فی الحدث ھو الرفع لا التغییر عن صفته حتی یجعل المندرج غیر مندرج او بالعکس بل انما یرفعه علی ما ھو علیه من الحال ان مندرجا فمندرجا ومستبدا فمستبدا فاذا اغتسل وبقیت لمعة فی ظھرہ ثم احدث فتیمم لھما ازالھما مغیّیین الی وجدان الماء وھذه ثمرة عمومه الا ان یدرج نجاسة حکمیة قائمة بالاعضاء الاربعة فی نجاسة اخری قائمة بالظھر فتبقی کل منھما تنتظر الماء الکافی لھا بحیاله فاذا وجد وضوء وجب علیه الوضوء ولو وجد قبل ھذا التیمم لمنع التیمم للحدث لان کل ناقض بقاء مانع ابتداء ویکون الماء محللا للصلاۃ بالنظر الی ھذا المستقل المستبد الغیر المنظور فیه الی الاخر ولم یجتمع الماء والتراب علی طھارۃ بل توزعا علی طھارتین مستقلتین فانحلت الشبھات جمیعا والحمد لله

https://www.facebook.com/darahlesunnat

رب العٰلمين وصلى الله تعالٰى على سيدنا ومولٰنا محمد واٰله وصحبه اجمعين اقول ومن ههنا ظهر ولله الحمد ان من اجنب فتيمم فاحدث فتوضأ فمر بنهر وقدر على الاغتسال فلم يغتسل عاد جنبا غير محدث بالحدث الاصغر لان الجنابة انما تعود فيما لم يصبه الماء من اعضائه وبوضوئه السابق مر الماء على اعضاء الوضوء فلا تعود اليها جنابة الا بسبب جديد كما بينا فى الافادة الاولى ونقلنا التنصيص به عن الغنية والبدائع فهذا ان احدث ولو قبل التيمم للجنابة العائدة و وجد وضوءً وجب عليه الوضوء قطعا لان هذا حدث طرء على طهر فينقضه ولا يكفيه تيممه الاٰن لانه لجنابة مقتصرة فى غير اعضاء الوضوء فلم يندرج الحدث فيه وبقى مستقلا بحياله نعم يرتفع بتيممه للجنابة العائدة ان لو كان عاجزا عن الوضوء ايضا لان التيمم وان كان للجنابة قد ظهر بعموم البدن فاذا وجد شرطه وهو العجز عن الماء فى اعضاء الوضوء ايضا طهرها ايضا اما وهو قادر على الوضوء فلا لفقد الشرط وبالجملة اذا استقل الحدث ثان فالتيمم لهما وان كان واحدا بالصورة فهما تيممان معنى ينظر فى كل منهما الى شرطه فحيث تحقق يصح فى حقه وحيث لا لا بخلاف تيمم جنب ذى حدث مندرج فانه تيمم واحد صورة ومعنى لاجل الاندراج وهذا الا اندراج الا ترى الى ما قدمنا عن الكافى الاٰن من ايجاب الوضوء عليه اذا وجد ماء كافيا له باتفاق الامامين وان قال الامام الثانى بفض حكم الوضوء عنه لعارض وسيجيئ فى الرسالة التالية ان الاصح قول محمد وهذه عين الجزئية المطلوبة فانه جنب ذو لمعة وقد احدث قبل التيمم لها فوجب الوضوء عليه وكذلك هو مفاد المنية على نسخة المتن كما قدمنا وكذلك نص عليه فى شرح الوقاية كما تقدم وقد اقر المحشون والناظرون ولم يستشكله احد كما استشكلوا جميعا قوله فى صدر الباب وما هو الا ان ماههنا حدث مستقل فلا يحوم حول ايجاب الوضوء فيه شبهة ولا ارتياب وههنا تعود جميع الابحاث التى اوردناها فى الافادة العاشرة على طريقة السؤال ودفعناها بعدم الاستقلال فترد الاٰن ولا مرد لشئ منها ولا زوال ورحم الله الفاضل البرجندى والعلماء جميعا اذ صور وجود الجنابة من دون حدث بثلاث صور اولها هذه ولما اتى على استظهار عدم وجوب الوضوء خص الكلام بالاخريين وجعل هذه بمعزل عنه كما نقلنا كلامه اٰخر الدلائل وتممته فى الاشكال الخامس لان هذه لا ريب فيها فى وجوب الوضوء نعم لو تيمم ثم احدث ولم يتوضأ ثم مر بماء وجاوزه فهذا ان وجد وضوءً لا وضوء عليه سواء احدث اولم يحدث لان الحدث بعد ما كان مستقلا صار مندرجا لعود الجنابة الى اعضاء الوضوء

وكذا كل حتى يحدث بعده مالم يحدث بعد رفع الجنابة العائدة عن اعضاء الوضوء بعضا او كلا بماء او تراب فظهر ان ما وقع فى مسألة الجنب المذكورة فى الخانية الشريفة من قوله احدث ولم يحدث سبق قلم من الامام الاجل فقيه النفس رحمه الله تعالى رحمة واسعة ورحمنا به فى الدنيا والاخرة امين ولا غرو فلكل جواد كبوة، ولكل صارم نبوة، ولا عصمة الا لكلام الالوهية ثم النبوة، والمسألة قد ذكرها الامام محمد رضى الله تعالى عنه فى كتاب الاصل لم يذكر فيه احدث ولم يحدث وهكذا اثره فى الخلاصة اذ قال رجل تيمم للجنابة وصلى ثم احدث ومعه من الماء قدر ما يتوضوء به يتوضوء به لصلاة اخرى فان توضأ به ولبس خفيه ثم مر بالماء ولم يغتسل حتى صار عادم الماء ثم حضرت الصلاة ومعه من الماء قدر ما يتوضؤ به فانه يتيمم ولا يتوضؤ فان تيمم ثم حضرت الصلاة الاخرى وقد سبقه الحدث فانه يتوضؤ به وينزع خفيه وان لم يكن مر بماء قبل ذلك مسح على خفيه الكل فى الاصل هذا ما عندى والعلم بالحق عند ربى انه بكل شئ عليم **الافادة ١٢**۔ تقريرى هذا فتح ولله الحمد بابا اخر للتاويل **فاقول** مع على معناها ولا نتصرف فى شئ من الالفاظ ونقول الجنابة اذا شملت لم يظهر معها حدث بل اندمج فيها واستهلك كالمذى فى المنى فى حكم الطهارة فمعيتهما لا تكون الا باستقلالهما وذلك فى جنابة مقتصرة لا تشتمل محل الحدث طرا ولا يكون الا بان يتوضأ بعد الجنابة كلا او بعضا ثم يحدث كما تقدم والفرض ان الماء يكفى للحدث لا للجنابة فيجب ان تكون الجنابة فى محل اكبر من اعضاء الوضوء وحينئذ لا شك انه اذا وجد وضوء يجب عليه الوضوء بالاتفاق لان تيممه يكون للجنابة خاصة ولا يرفع الحدث لكونه مستبدا بالحكم والماء كاف له والحمد لله حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه، وصلى الله تعالى على سيدنا ومولنا محمد واله وذويه، امين فظهر ان معنى كلام الامام ان المحدث على ثلثة انواع الاول من به جنابة وحدها سواء لم يكن معها حدث اصلا كما هو تصويره او كان وهو مغمور مستهلك فيها كجنب لم يمس ماء او غسل بدنه ما عدا اعضاء الوضوء او غسل غيرها وغيرحصة اخرى ثم احدث فى الكل قبل ان يتطهر لها والثانى من به جنابة معها حدث كجنب توضأ او غسل بعض اعضاء وضوئه فقط او مع غيرها من سائر البدن كلا او بعضا ثم احدث قبل التيمم لها او فعل ذلك وفنى الماء وتيمم لها ثم احدث ثم مر بما يكفى لها فلم يغتسل والثالث من به حدث وحده وهو ظاهر ولنذكر احكامها اما القسم الاول (اذا كان الجنب المتفرد بالجنابة بدليل المقابلة (رأى ما يكفى للوضوء لا للغسل) اى ازالة الجنابة الشاملة كما فى الصورة الاولى

او غيرها كما فى الاخيرتين فانه (ربتيمم لا يجب عليه التوضى عندنا) اذ لاحدث معه يستقل بحكم والفرض انه لا يخرجه عن جنابته فكان وجوده وعدمه سواء (خلافا للشافعى) رضى الله تعالى عنه لما علمت و(اما) القسم الثانى (اذا كان مع الجنابة حدث يوجب الوضوء) مستبدا بالحكم (فانه يجب عليه الوضوء) قطعا لان حدثه مستقل وقد قدر على ماء يكفى لازالته ولا يكفيه التيمم (فان) ان التيمم الذى يفعله انما يكون (للجنابة) خاصة لعدم الاندراج فيلزم الوضوء (بلا اتفاق و) اما القسم الثالث (اذا كان للحدث) المتفرد بالحدث (ماء يكفى لغسل بعض اعضائه فالخلاف) بيننا وبين الشافعى رضى الله تعالى عنه (ثابت ايضا) فى وجوب صرف ذلك الماء وعدمه وهذا كما ترى بحمد الله تعالى احق باسم الشرح من اسم التأويل اذ ليس فيه صرف لفظ عن معناه اصلا وانا اجعله هدية لروح الامام صدر الشريعة جعله الله تعالى لاصلاح احوالى ومغفرة ذنوبى ذريعة انه هو الرؤف الرحيم ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم والحمد لله حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه وصلى الله تعالى على سيدنا ومولٰنا محمد وآله وذويه امين **خلاصۂ تحقیقات** ان چند مسائل سے واضح **تنبیہ** ان مسائل میں ہم جہاں جنابت کا لفظ لکھیں گے اُس سے مراد حدث اکبر ہے یعنی جس سے نہانا واجب ہوتا ہے خواہ جنابت ہو یا انقطاع حیض و نفاس اور لفظ حدث سے خاص حدث اصغر مراد ہے یعنی جس سے صرف وضو واجب ہوتا ہے **اقول** وباللہ التوفیق **مسئلہ (۱)** جنابت باقی ہونے کی حالت میں جب حدث پایا جائے (خواہ جنابت سے پہلے کا ہو جیسے سوکر اُٹھا اور نہانے کی حاجت پائی بلکہ یہ صورت ہر انزال میں ہے کہ اُس سے پہلے خروج مذی ہے یونہی غیبوبت حشفہ سے پہلے مباشرت فاحشہ یا اُس سے بعد کا جیسے جماع کے بعد پیشاب کیا یا اُسکے ساتھ کا جیسے جنابت کیلئے تیمم کیا پھر حدث ہوا وضو کیا پھر پیشاب کو بیٹھا اور اُسکا پہلا قطرہ نکلنے کے ساتھ قابل غسل پانی موجود ہونے کا علم ہوا یا عورت کو پہلی ہی بار دس دن دو منٹ خون آیا تو جسوقت دس رات دن کے گھنٹے منٹ ختم ہوئے وہی وقت اُسکے انقطاع حیض اور اُسپر وجوب غسل کا تھا اور ساتھ ہی ہنوز جریان خون باقی ہے اب یہ استحاضہ اور حدث اصغر ہے اگرچہ یہاں معیت بمعنی انصال حقیقی ہے کہ ایک آن کا بھی فاصلہ نہیں بلکہ ایک ہی آن فصل مشترک ہے کہ اُسپر حیض ختم اور اُسی سے استحاضہ شروع) بالجملہ جب حدث و جنابت ایک وقت میں جمع ہوں اگرچہ اُنکے حدوث میں تقدم تاخر معیت کچھ بھی ہو اسکی دو قسمیں ہیں **اول** کُل یا بعض اعضائے وضو جتنی جگہ حدث ہے جنابت اُس سب جگہ کو محیط ہو حدث کا کوئی حصہ محل جنابت سے باہر نہ ہو عام ازیں کہ جنابت بھی صرف اُتنی ہی جگہ ہو یا اُسکے علاوہ اور بھی ہمنے اسکا نام مقتش

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مندرج یا مندرج رکھا اسکی[ف۱] بارہ صورتیں ہیں کہ اگر حدث کل اعضائے وضو میں ہے تو جنابت بھی کل میں ہے یا حدث بعض میں ہے تو جنابت کل یا اعضائے وضو میں بعض یا اُسکے ساتھ بعض باقی کے بھی ایک حصہ میں ہے یہ چار شکلیں ہوئیں اور ہر شکل پر ممکن کہ جنابت صرف یہیں ہو یا اسکے ساتھ باقی بدن کے بعض یا کل میں بھی تو بارہ صورتیں ہوگئیں مثلاً (۱) جنب محدث نے وضو نہ کیا باقی کل بدن دھولیا کہ حدث و جنابت صرف کل اعضائے وضو میں ہیں یا باقی بعض بدن دھویا کہ حدث کل اعضائے وضو اور جنابت اُنکے ساتھ باقی بدن کے بھی بعض میں ہے یا اصلاً پانی نہ چھوا کہ حدث اُس کل اور جنابت سارے بدن میں ہے (۲) محدث نے بعض اعضائے وضو دھولیے کہ حدث بعض میں رہا پھر بلا حدث جنابت ہوئی جسکی تصویر اوپر گزری اب یہ جنابت کل اعضائے وضو میں ہے اور وہی صورتیں ہیں کہ باقی بدن کل یا بعض دھولیا یا کچھ نہیں (۳) جنب محدث نے بعض اعضائے وضو دھولیے اور باقی بدن کل یا بعض یا کچھ نہیں (۴) محدث نے مثلاً دو عضو وضو دھولیے پھر جنابت بے حدث ہوئی اور اُن دو میں کا ایک ہی دھویا کہ حدث دو عضو باقی میں ہے اور جنابت اُن دو اور اُنکے سوا تیسرے میں بھی اور باقی بدن کل یا بعض دھویا یا کچھ نہیں **تنبیہ اقول**[ف۲] اندراج حدث کی چھ صورتیں جن میں جنابت اعضائے وضو میں محل حدث سے زائد میں ہے یعنی ۴-۵-۶-۱۰-۱۱-۱۲ اُسی حالت میں ممکن ہیں کہ جنابت حدث کے بعد ہو کہ یہاں یہ درکار کہ اعضائے وضو میں بعض جگہ حدث نہ ہو اور جنابت ہو اگر حدث متأخر ہوا تو اس بعض سے اُسکا ارتفاع دھونے ہی سے ہوگا اور دُھونا جنابت کو بھی زائل کردیگا ہاں باقی چھ میں حدث و جنابت کا تقدم و تأخر دونوں ممکن ولہذا ہمنے اُن میں جنب محدث کہا کہ ہر صورت کو محتمل رہے وباللہ التوفیق

دوم حدث کل یا بعض محل جنابت سے جدا ہوا سے حدث مستقل یا مستبد کہیے اسکی[ف۳] دس صورتیں ہیں کہ حدث کل یا بعض اعضائے وضو جتنی جگہ میں ہو جنابت اُس جگہ کے بعض میں ہو یا اعضائے وضو میں اصلاً نہ ہو یہ بھی چار شکلیں ہوئیں مگر پہلی بدستور ثلاثی ہیں اور دو پچھلی کہ اعضائے وضو میں اصلاً نہ ہو ثنائی کہ باقی بدن کے بعض یا کل کے سوا بالکل نہ ہونے کا احتمال نہیں کہ کلام اجتماع جنابت و حدث میں ہے لہذا یہ دس ہی صورتیں رہیں مثلاً (۱) جنب نے صرف بعض اعضائے وضو یا اُسکے ساتھ باقی کل یا بعض بدن دھولیا پھر حدث ہوا کہ یہ کل اعضائے وضو میں ہے (۲) جنب نے صرف پورا وضو کیا یا باقی بدن کا بھی ایک حصہ دھویا پھر حدث ہوا (۳) جنب نے فقط ہاتھ یا غیر اعضائے وضو کا کل یا بعض بھی دھویا پھر حدث ہوا اور پاؤں دھوئے کہ پاؤں سے جنابت و حدث دونوں زائل ہوگئے اور حدث باقی تین اعضا میں ہے اور جنابت اُن میں سے صرف دو میں کہ بعد جنابت ہاتھ دھو چکا ہے (۴) جنب نے فقط وضو یا باقی بدن کا بھی بعض دھویا پھر حدث ہوا اور بعض اعضائے وضو دھوئے **اقول**[ف۴] پہچان کلیہ یہ ہے کہ جنابت کے بعد جو عضو وضو دُھل چکا اُس میں حدث

[ف۱]: حدث مندرج مع جنابت کی بارہ صورتیں ہیں

[ف۲]: اِن بارہ میں سے چھ صورتوں میں حدث و جنابت کا تقدم و تاخر دونوں ممکن ہیں اور چھ میں ضروری کہ حدث پہلے ہو

[ف۳]: مسئلہ حدث مستقل کہ تابع جنابت نہ ہو اُس کی دس صورتیں ہیں

[ف۴]: مسئلہ حدث مستقل پہچاننے کا ضابطہ کلیہ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مستقل ہے خواہ جمیع اعضائے وضو ہوں کہ اسوقت پورا حدث مستقل ہوگا جیسے ۱، ۵، ۹، ۱۰ میں یا بعض اسوقت بھی مگر مستقل ہوگا جو اس بعض میں ہے باقی بدستور تابع جنابت رہیگا جیسا باقی ۶ میں۔ واللہ تعالٰی اعلم **تنبیہ اقول** استقلال حدث نہیں ہوتا مگر جبکہ حدث جنابت کے بعد ہو کہ یہاں یہ درکار کہ جنابت محل حدث میں اصلاً نہ ہو یا ہو تو اُسکے بعض میں ہو اگر حدث پہلے ہو تو یہ ناممکن ہے کہ جنابت لاحقہ کل یا بعض محل حدث سے بے دھوئے نہ اُٹھیگی اور دھونا حدث سابق کو بھی زائل کر دیگا **ثم اقول** تفصیل مقام یہ ہے کہ یہاں چونتیس احتمال عقلی ہیں کہ حدث اگر کل اعضائے وضو میں ہے تو جنابت کل یا بعض میں ہو یا اُن میں کہیں نہیں یا حدث اگر حدث بعض میں ہے تو جنابت کل اعضائے وضو یا اُسی حدث والے بعض کے کل یا بعض یا بعض دیگر کے کل یا بعض یا بعض اول کے کل اور دیگر کے بعض یا بالعکس یا دونوں بعضوں کے بعض یا کسی میں نہیں۔ یہ بارہ شکلیں ہوئیں جن میں سوم و دواز دہم بوجہ مذکور ثنائی ہیں اور باقی دس ثلاثی۔ ان میں بارہ صورتیں کہ جنابت بعض دیگر کے کل یا بعض میں ہو خواہ تنہا یا بعض حدثی کے بعض کے ساتھ کہ ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱ میں اور ہر ایک ثلاثی محال ہیں کہ ان سب صورتوں کا حاصل یہ ہوا کہ اعضائے وضو کا دوسرا حصہ جسے بعض دیگر کہا تھا حدث سے بالکل خالی ہے اور اُسکے کل یا بعض میں جنابت ہے اور پہلے حصے کے کل میں حدث ہے اور اُس میں جنابت اصلاً نہیں یا بعض میں ہے اب اگر جنابت پہلے ہے اُسکے بعد حدث ہوا تو دوسرا حصہ بے پورا دھوئے حدث سے کیونکر خالی ہوسکتا ہے اور جب دھویا جائیگا جنابت کا بھی رفع کر دیگا اُسکے کل یا بعض میں کیسے رہ سکتی ہے اور اگر حدث پہلے ہے اُسکے بعد جنابت بے حدث ہوئی تو پہلے حصے کا جبتک کل یا بعض نہ دھویا گیا اُس سے جنابت کیونکر اُٹھی اور اگر دھو یا گیا تو کل یا بعض سے حدث بھی دُھل گیا اُسکے کل میں کیسے رہ سکتا ہے اور اگر حدث و جنابت ساتھ ہوں تو دونوں استحالے ہیں لہٰذا ان ۳۴ میں سے ۲۲ ہی رہیں ۱۲ مندرج، ۱۰ مستقل **مسئلہ ۲۔** حدث مندرج کوئی حکم جداگانہ نہیں رکھتا جنابت کے اندر مستہلک و مستغرق ہو جاتا ہے جیسے منی میں مذی۔ اسکی ۱۲ صورتوں سے ۶ جن میں جنابت و حدث باہم منطبق ہیں ایک دوسرے سے باہر نہیں یہ تو حاجت بیان سے مستغنی ہیں کہ پانی پہلی صورت میں وضو یا ساتویں میں تکمیل وضو کو کافی ملا تو ضرور استعمال کریگا اُسی میں جنابت و حدث دونوں زائل ہو جائیں گے۔ نہ ملا نہ کریگا دونوں رہیں گے ہاں باقی دس صورتوں میں اندراج کا اثر ان احکام سے ظاہر ہوگا **مسئلہ ۳۔** صورت سوم میں کہ پورا نہانا درکار ہے، اور کل اعضائے وضو میں حدث ہے جو وضوئے کامل چاہتا اگر نہانے پر قادر نہ ہو کہ پانی اتنا نہیں یا نہانا مضر ہے یا نہانے تو نماز کا وقت جاتا ہے اور وضو کے لیے کافی پانی موجود ہے اور اُس سے ضرر بھی نہیں اور وقت میں بھی اُسکے گنجائش ہے بااینہمہ وضو نہ کرے صرف تیمم کافی ہے کہ یہ حدث کوئی حکم مستقل نہیں رکھتا **مسئلہ ۴** یونہیں صورت میں

مسئلہ ۱ حدث مستقل ہر جگہ بعد جنابت ہوگا

تتمہ

تفصیل مقام

کہ غسل کامل درکار ہے اور حدث صرف بعض اعضائے وضو میں کہ فقط تکمیل وضو چاہتا۔ ممکن کہ اُس کے لیے ایک ہی چلو درکار ہوتا اگر اتنے پانی پر قادر ہو جب بھی استعمال نہ کرے صرف تیمم پر قانع ہو **مسئلہ ۵** یونہی صورت ۹ و ۱۲ میں کہ حدث اگر چاہتا تو تکمیل وضو لیکن جنابت اعضائے وضو کا ایک حصہ اور رکھنے۔ علاوہ سارا بدن دھونا مانگتی ہے اگر انھیں وجوہ سے اسپر قدرت نہ ہو اور تکمیل وضو کو پانی حاضر اور اُسپر قادر جب بھی صرف تیمم کرے۔ غرض تضاعیف ہو کی چاروں صورتیں ایک حکم رکھتی ہیں **مسئلہ ۶** باقی چھ صورتوں ۲-۴-۵-۸-۱۰-۱۱ میں جنابت کیلیے جتنا دھونا درکار ہے اگر اُسکے لیے پانی یا وقت نہیں اور حدث کہ دوم میں وضو باقیوں میں تکمیل چاہتا اُسکے لیے پانی اور وقت کافی موجود ہیں اور یہ اُسی وقت ہوگا کہ مطلوب جنابت مطلوب حدث سے زیادت معتد بہا رکھتا ہو جب تو ان چھ کا بھی وہی حکم ہے کہ وضو و تکمیل کی حاجت نہیں تیمم کرے ولا یلزم فیہا ولا فی الصورتین ۹ و ۱۲ تلفیق الطہارتین من ماء وتراب بل یسقط ماتقدم ویکون مؤدیا بالتیمم فقط لما قدمنا عن الامام العینی فی الدلیل الاول **مسئلہ ۷** ان ۶ صور میں مطلوب جنابت سے عجز بوجہ ضرر ہو تا ظاہر اصورت چہارم و دہم میں متوقع نہیں کہ اس میں سے ایک حصہ پہلے بوجہ حدث دھو چکا تھا اور باقی کو دھونے پر قدرت اب مفروض ہو کہ مطلوب حدث کے لیے پانی پایا اور اس کے دھونے پر قادر ہی تو عجز کہیں نہ ہوا لہذا ضرور ہے کہ صورت چہارم میں پورا وضو اور دہم میں جسقدر مطلوب جنابت ہی بجالائے یہاں اگرچہ وضو یا تکمیلِ وضو کا حکم ہوا مگر نہ حدث بلکہ جنابت کے لیے آور اگر فرض کیجیے کہ اتنی دیر میں اُس حصہ اعضائے وضو میں ضرر پیدا ہو گیا جتنا مطلوب جنابت میں مطلوب حدث سے زائد تھا تو تیمم کی اجازت اب بھی نہیں ہوسکتی کہ یہ حصہ سارے بدن کے لحاظ سے بہت کم ہو اور غسل میں جب محل ضرر غیر محل ضرر سے کم ہو یہ جائز نہیں کہ غیر محل ضرر کو دھوئے اور باقی کے لیے تیمم کرے فانہ ہو التلفیق الممنوع ولا امکان لسقوط ماتقدم لعدم قیام التیمم مقامہ لانعقاد شرطہ العجز بلکہ محل ضرر پر مسح کرے باقی دھوئے۔ یہی حکم یہاں ہے بہر حال حدث کے لیے وضو یا تکمیل یہاں بھی نہیں **مسئلہ ۸** باقی چار صورتوں ۲-۵-۸-۱۱ میں کہ تین کے فصل سوالی سے ہیں نظر کیجائے کہ جتنا بدن دھو چکا اور باقی میں سے جتنے کے دھونے پر قدرت ہی یہ مجموعہ زائد ہے یا اُسکے علاوہ اب جو جنابت کیلیے دھونا ہے وہ زیادہ ہی بر تقدیر اول محل ضرر پر مسح کرے اور جو باقی رہ جائے اُسے دھوئے اور بر تقدیر دوم تیمم۔ وضو و تکمیل بوجہ حدث یہاں بھی نہیں اسکی تفصیل یہ ہی کہ اعضائے وضو کل یا بعض جسقدر حدث میں نہ دھوئے گئے کہ انکا نام مطلوب حدث ہے انکے دھونے پر قدرت تو مانی ہوئی ہے کما تقدم اور جتنا بدن بعد جنابت دُھل چکا اسکا نام بھی فارغ ہو گیا اس مجموعہ کا نام مقدور رکھیے اور مطلوب حدث کے علاوہ جتنا مطلوب جنابت یعنی اُس میں دھونا اب درکار ہی اسے دوسرا فریق

دیکھیے ان ہی کی بیشی کی نسبت دیکھی جائے صورت دوم میں تمام اعضائے وضو اور بعض باقی بدن مطلوب جنابت تھی یہ فریق دیگر ہوا اور تمام اعضائے وضو مطلوب حدث تھا اور بعض دیگر باقی بدن دھل چکا یہ فریق اول تمام اعضائے وضو دونوں فریقین میں مشترک ہیں مشترک ساقط کرکے باقی بدن کے دونوں حصوں میں نسبت دیکھی جائے جو دُھل چکا وہ زیادہ ہے تو وضو کرے نہ حدث بلکہ جنابت کے لیے اور باقی بدن سے جتنا نہ دھلا تھا اُسپر مسح کرے اور اگر جتنا نہ دُھلا تھا وہ زیادہ ہے تو تیمم **مسئلہ ۹** ۳۲۹۳ یوہیں صورت ہشتم میں بعض اعضائے وضو تو جنابت و حدث دونوں سے دُھل چکے تھے اور بعض کہ باقی تھے مطلوب حدث و مطلوب جنابت دونوں میں مشترک سے تھے لہذا باقی ہی بدن کے دونوں حصہ مغسول و غیر مغسول میں نسبت ملحوظ ہوگی مغسول زیادہ ہے تو تکمیل وضو کرے نہ حدث بلکہ جنابت کیلیے اور باقی مطلوب جنابت پر مسح اور غیر مغسول زیادہ ہے تو تیمم **مسئلہ ۱۰** ۳۲۹۴ صورت پنجم میں مطلوب حدث بعض اعضائے وضو میں اور مطلوب جنابت میں کل تو وہ اعضائے وضو کہ حدث میں نہ دُھلے تھے بوجہ اشتراک ساقط ہوئے اور جتنے دُھل چکے تھے مقدور میں شامل ہونگے تو مغسول حدث اور باقی بدن سے مغسول سابق یہ دونوں ایک فریق ہوئے اور باقی بدن کا غیر مغسول دوسرا فریق اگر فریق اول زائد ہے وضو کرے نہ حدث بلکہ جنابت کے لیے اور باقی مطلوب جنابت پر مسح اور اگر دوم زائد ہے تو تیمم۔ ہاں اگر اتنی دیر میں مغسول حدث میں ضرر پیدا ہوگیا تو یہ فریق دوم میں شامل ہوگا اب اگر پہلا فریق زائد ہو تو اعضائے وضو سے جسقدر حدث میں نہ دُھلے تھے اب دُھوئے بغرض جنابت نہ بوجہ حدث اور جتنے دُھل چکے تھے اُنپر اور باقی بدن کے غیر مغسول پر مسح۔ اور دوسرا فریق زیادہ ہو تو تیمم **مسئلہ ۱۱** ۳۲۹۵ صورت ۱۱ میں مطلوب حدث کہ بعض اعضائے وضو میں ہے زیادت داخل مطلوب جنابت ہیں تو مطلوب حدث مشترک ہوکر ساقط ہوا اور مغسول حدث بدستور شامل مقدور تو وہ اور باقی بدن کا مغسول پہلا فریق ہے اور غیر مغسول دوسرا اگر فریق اول زائد ہے جتنے اعضائے وضو جنابت میں نہ دُھلے اُنھیں جنابت کے لیے دُھوئے اور باقی بدن کے غیر مغسول پر مسح اور فریق دوم زیادہ ہے تو تیمم مگر یہ کہ مغسول حدث کا جتنا ٹکڑا جنابت میں نہ دُھلا اُس میں ضرر تازہ پیدا ہوا تو وہ بھی فریق دوم میں شامل ہوگا اگر فریق اول زیادہ ہو اس ٹکڑے اور باقی بدن کے غیر مغسول پر مسح کرے اور مطلوب حدث بغرض جنابت دُھوئے ورنہ تیمم **تنبیہ** یہ نسبتیں اُسی تقدیر پر ہیں کہ حصہ مقدور کے علاوہ باقی تمام حصے میں ضرر ہو ورنہ اُس میں بھی جتنے میں ضرر نہیں شامل مقدور ہوگا **تنبیہ** جتنے حصہ میں فی نفسہ ضرر نہ ہو مگر اُسکے دھونے سے پانی وہاں تک پہنچنا لازم ہو جسمیں ضرر ہے تو وہ بھی غیر مقدور ہے کما نصوا علیہ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم **مسئلہ ۱۲** ۳۲۹۶ جسطرح ابتداء میں اس حدث کے قابل پانی موجود ہونا تیمم کو مانع نہیں یوہیں اگر پانی اصلا نہ تھا اور تیمم کرلیا کہ جنابت و حدث دونوں کو رفع کرگیا اب پانی اتنا ملا کہ اُس حدث کو

کافی ہے جب بھی اُسکے استعمال کی حاجت نہیں یہ تیمم حدث کے حق میں بھی نہ ٹوٹیگا کہ حدث کا کوئی حکم نہ تھا تیمم جنابت کا تھا اور اُسکے قابل پانی نہیں بتفضلہ عزوجل یہ تمام احکام و مسائل و تفصیلات جلائل اس فتاوٰی کے خصائص سے ہیں اسکے غیر میں نہ ملیں گے ذکرناھا تفقھا ونرجو من ربنا اصابۃ الصواب والحمد للہ العزیز الوہاب وصلی اللہ تعالٰی علی السید الاواب وآلہ وصحبہ وامتہ الی یوم الحساب **مسئلہ ۱۳**۔ حدث مستقل ہو اُسکے لیے تیمم میں خاص اُس پانی سے عجز دیکھا جائیگا جو اُسکے لیے کافی ہو مطلوب جنابت سے عجز اُسکے لیے تیمم جائز نہ کریگا مثلاً استقلال کی صورت ثم میں جنب نے وضو کیا پھر حدث ہوا پھر سارا وضو کیا مگر ایک اُنگلی کی ایک پور چھوڑ دی کہ اب جنابت کے لیے اتنا پانی درکار رہا جو اعضائے وضو کے علاوہ جمیع بدن کو کافی ہو اور حدث کے لیے صرف اس پور کو اب اس نے اگر صرف اتنا پانی پایا کہ اس پور کو دھو سکے تو یہ خیال نہ کرے کہ اُس سارے بدن کے لیے تو تیمم کرنا ہے ایک پور دھونا کیا ضرور ایسا کریگا تو تیمم کافی نہ ہوگا نماز نہ ہوگی بلکہ ضرور ہے کہ اس پور کو دھولے کہ حدث مستقل سے فارغ ہو جائے جنابت کے لیے تیمم کرے **مسئلہ ۱۴**۔ اگر جنابت و حدث مستقل کسی کے قابل پانی نہ پایا اور تیمم کیا کہ دونوں کے لیے ایک ہی کافی ہوا یہ تیمم اگرچہ صورۃً ایک ہو معنے دو ہیں ایک تیمم جنابت کے لیے دوسرا اُس حدث کے واسطے۔ ہر ایک جدا جدا اپنی شرط کا پابند رہیگا اگر اتنا پانی پایا کہ حدث کو کافی ہے اور جنابت کو کافی نہیں حدث کے حق میں تیمم ٹوٹ جائیگا اُسے دھونا لازم ہوگا بخلاف صورت مسئلہ ۱۲ کہ اُس میں تیمم صورۃً و معنے ہر طرح ایک تھا تو حدث کے لیے کافی پانی سے نہ جائیگا جبتک جنابت کو کافی نہ ہو **مسئلہ ۱۵**۔ جنابت کی تطہیر اگرچہ تیمم سے ہوئی ہو پانی سے کوئی حصہ نہ دھویا ہو اُسکے بعد جو حدث ہوگا تمام و کمال مطلقاً مستقل رہیگا کہ جنابت رفع ہو چکی معدوم میں موجود کا اندراج کیا معنے مثلاً کسی مریض کو نہانا مضر ہے وضو مضر نہیں اُسے جنابت ہوئی اور حدث بھی اسے فقط تیمم کا حکم تھا تیمم کر لیا اب پھر حدث ہوا اور وہ یہ خیال کرے کہ مجھے تو حدث کے لیے بھی تیمم ہی کافی ہوا تھا اب بھی تیمم کر لوں یہ نہیں ہو سکتا کہ جنابت کے لیے تو تیمم کر چکا وہ حدث سے نہ ٹوٹیگا جبتک دوبارہ جنابت نہ ہو اب اگر یہ تیمم جنابت کے لیے کرتا ہے لغو ہے اور اگر حدث کے لیے کرتا ہے تو وضو پر تو وہ قادر ہے اسکے لیے تیمم کیسے کر سکتا ہے لاجرم وضو لازم ہے **مسئلہ ۱۶**۔ ہاں اگر جنب نے پانی نہ پاکر تیمم کیا پھر حدث ہوا پھر قابل جنابت پانی پایا اور استعمال نہ کیا کہ تیمم ٹوٹ گیا اور جنابت عود کر آئی اب یہ صورت اجتماع جنابت و حدث کی ہوگی اور دونوں کہاں کہاں ہیں اسکے لحاظ سے وہی صور اندراج و استقلال جاری ہونگی جو ان میں سے پائی جائے مثلاً جنابت کے لیے صرف تیمم کیا تھا پھر حدث ہوا پھر جنابت پلٹی تو اب یہ سارے بدن میں ہے جسمیں اعضائے وضو بھی داخل لہذا حدث نہ مستقل تھا اب مندرج ہو گیا

https://www.facebook.com/darahlesunnat

اور فقط قابلِ وضو پانی کا استعمال اُسے ضرور نہ ہوگا اور اگر بعد جنابت وضو کرلیا تھا پھر پانی نہ رہا تیمم کیا پھر حدث ہوا پھر جنابت ملی تو اب یہ حدث مستقل ہی رہیگا کہ اعضائے وضو میں جنابت نہ رہی اور پہلے گی اُتنی ہی جتنی باقی رہی تھی وقس علیہ یونہیں اگر اس عود جنابت کے بعد حدث ہوا تو انھیں تفاصیل واحکام پر رہیگا اگر بعد جنابت وعود اعضائے وضو سے دونوں وقت کچھ نہ دھویا تھا حدث بتمامہ مندرج ہوجائیگا اور اگر پہلے یا اب وضو کرلیا تھا اسکے بعد حدث ہوا بالکلیہ مستقل رہیگا اور اگر بعض اعضائے وضو دھو لیے تھے تو اسقدر میں مستقل باقی میں مندرج واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد النبی الکریم الاکرم الحبیب الرؤف الاراف الرحیم الارحم وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ سادۃ الامم قادتنا الی الطریق الامم وابنہ وحزبہ وامتہ وبارک وسلم ابدالاٰبدین والحمد للہ رب العٰلمین

رسالہ مجلی الشمعۃ لجامع حدث ولمعۃ

۱۳۳۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جلّی الشمعۃ شمعۃ الاسلام باوفی لمعۃ حمدا بریا عن الریاء والسمعۃ اذ اظہر انوار مزید الجمعۃ وفتح بنورہ بصر المؤمن وسمعہ واتم بظہورہ قلع کل ضلال وقمعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وبارک وسلم ابدا صلاۃ وسلاما وبرکات تعم ذویہ وتجمع جمعہ اٰمین رسالۃ الطلبۃ البدیع میں مسئلۂ لُمعہ کا ذکر آیا اور اُس میں تفاصیل کثیرہ ہیں کہ کتابوں میں نہ ملیں گی اُنکے بیان میں یہ سطور ہیں وباللہ التوفیق جنب نے بدن کا کچھ حصہ دھویا کچھ باقی رہا کہ پانی نہ رہا پھر حدث ہوا کہ موجب وضو ہے اب جو پانی ملے اُسے وضو ورفع حدث میں صرف کرے یا بقیۂ جنابت کے دھونے میں یا کیا۔ یہ مسئلۂ لمعہ ہے لُمعہ بالضم یہاں وہ حصۂ بدن ہے جو بعد جنابت سیلان آب سے رہ گیا **اقول** یہاں تین تقسیمیں ہیں **تقسیم اول** بلحاظ محل لمعہ۔ اُس میں سات احتمال ہیں

(۱) وہ لمعہ خود ہی اعضائے وضو ہوں انھیں کو غسل میں نہ دھویا تھا پھر حدث بھی ہوا اور یہ صورت وہ ہے کہ کلی اور ناک میں پانی پہنچانا ہوچکا ہو ورنہ صرف اُن اعضا میں جنابت نہ ہوگی جنکا وضو میں دھونا فرض ہے جسپر پانی کی کفایت وعدم کفایت کا مدار ہے کہ یہاں کافی سے وہی مراد ہے جو ادائے فرض کردے ولہذا الحمد للہ محدث اگر اتنا پانی پائے کہ مونھ ہاتھ پاؤں ایک ایک بار دھولے نہ تثلیث کو کافی ہو نہ مضمضہ واستنشاق کو تو اُسپر وضو فرض ہے تیمم جائز نہیں اور

بعد تیمم اتنا پانی پائے تو تیمم ٹوٹ جائیگا (۲) لمعہ تمام اعضائے وضو مع زیادت ہوں کہ وضو بھی نہ کیا اور باقی بدن کا بھی بعض حصہ نہ دھویا تھا اگرچہ اسیقدر کہ مضمضہ واستنشاق نہ کیا تھا (۳) لمعہ صرف بعض اعضائے وضو ہو یعنی انکے سوا تمام بدن مع دہان وبینی اور ان میں سے بعض دھولیے تھے بعض باقی (۴) لمعہ بعض اعضائے وضو مع بعض باقی بدن ہو مثلاً نصف وضو کیا اور باقی نصف بدن دھویا یا مثلاً صرف مونھ دھونا اور مضمضہ باقی تھا (۵) لمعہ بعض وضو مع جمیع باقی بدن ہو کہ صرف اعضائے وضو سے کچھ دھوئے (۶) لمعہ اعضائے وضو سے بعد البعض باقی بدن ہو اگرچہ اسیقدر کہ پورا نہایا اور مضمضہ واستنشاق نہ کیا (۷) لمعہ جمیع باقی بدن ہو کہ صرف وضو بے مضمضہ واستنشاق کیا

تقسیم دوم بنظر ترتیب حدث وتیمم ووجدان آب۔ علمانے کچھ مفصل کچھ مجمل ان شقوق کی طرف توجہ فرمائی کہ تیمم جنابت کے بعد حدث ہوا یا پہلے اور بعد ہوا تو اسکے لیے تیمم سے بعد پانی ملا یا پہلے **اقول** یہاں چار چیزیں ہیں تیمم جنابت حدث۔ تیمم حدث۔ وجدان آب۔ انکے اختلاف ترتیب میں عقلی احتمال چوبیس ہیں لیکن یہاں چند نکتے ہیں کہ ان میں سے بہت کو کم کر دینگے **اولاً** وجدانِ آب کے بعد فرضِ صورت کا مرتبہ نہیں بلکہ بیانِ حکم کا کہ پانی پایا تو کیا کرے ولہذا لماذکر الامام الاسبیجابی فی شرح الطحاوی ما اذا وجد الماء بعد التیمم للجنابۃ لم یزد علی اللہ ان کفاہ غسل والا فیتمم۔ باقی تو چوبیس میں وہ چھ جنکی ابتدا میں وجدانِ آب ہے صرف ایک رہی کہ جنب نے ابھی نہ تیمم کیا تھا نہ حدث ہوا کہ پانی پایا یونہی باقی ۱۸ میں جہاں وجدانِ آب وسط میں آئے تصویر اُسپر ختم کر دی جائے کہ رباعی کی جگہ ثلاثی یا ثنائی رہ جائے **ثانیاً** مذہب صحیح ومعتمد پر نیت تیمم میں تعیین حدث وجنابت لغو ہے تو باقی ۱۸ میں وہ ۶ جنکی ابتدا میں تیمم جنابت ہے اور وہ چھ جنکے آغاز میں تیمم حدث ہے متحد ہیں اور اگر تعیین ہی کیجیے تو تیمم حدث پیش از حدث باطل ہے یوں بھی یہ چھ نکل جائینگے **ثالثاً** جس ترتیب میں دونوں تیمم متصل واقع ہوں ایک واجب الحذف ہے کہ تیمم بعد تیمم لغو ہے یوں ان ۱۸ سے پانچ رہ جائینگی اور اُس ایک سے ملکر ۶ ایک یہ کہ بعد جنابت پانی پالیا ابھی تیمم وحدث کچھ نہ ہوا تھا دوسری یہ کہ تیمم جنابت کے بعد پایا ابھی حدث نہ تھا یہ دو یہاں قابل لحاظ نہیں کہ ان میں حدث وجنابت کا اجتماع ہی نہیں اور انکا حکم خود ظاہر پہلی میں اگر پانی غسل کو کافی ہے غسل کرے ورنہ تیمم دوسری میں اگر پانی کافی ہے تیمم ٹوٹ گیا نہائے ورنہ نہیں باقی چار یہ ہیں (۱) حدث کے بعد پانی پایا ابھی تیمم نہ کیا تھا یہ دوم متروک کی طرح ثنائی ہے یعنی اُن چار چیزوں سے اس میں دو ہیں (۲) حدث ہوا پھر تیمم کیا پھر پانی پایا (۳) تیمم کیا پھر حدث ہوا پھر پانی پایا یہ دونوں ثلاثی ہیں۔ (۴) تیمم کیا پھر حدث ہوا پھر تیمم کیا پھر پانی پایا یہ رباعی ہے **ثم اقول** مسئلہ لمعہ میں معظم مقصود یہ بتانا ہے کہ حدث وجنابت دونوں جمع ہوں اور پانی ایک کے قابل تو اُسے کس طرف صرف کرے باقی صور تکمیل اقسام کیلیے ہیں

یہ سوال وہین عائد ہوگا جہان حدث مستقل ہو کہ حدث مندرج اپنا کوئی حکم ہی نہین رکھتا نہ وہ اپنے لیے پانی کا طالب اور ہم رسالہ الطلبۃ البدیعہ مین واضح کر چکے کہ جنب کا حدث مستقل نہ ہوگا مگر جبکہ کُل یا بعض اعضائے وضو سے پانی یا مٹی سے جنابت کے زوال کلی یا موقت کے بعد حادث ہوا ور حدث جب حادث ہوگا کُل اعضائے وضو پر طاری ہوگا تو وہ صورت جسپر اس مسئلہ لمعہ مین کلام ہے اقسام مسطورۂ رسالۂ مذکورہ سے صورت اولی کے اقسام پر ہے جسمین حدث کُل اعضائے وضو مین تھا اُسکی آٹھ قسمین تھین جنابت کُل یا بعض اعضائے وضو مین تنہا یا مع بعض یا کل باقی بدن ہو یا اعضائے وضو مین اصلا نہ ہو صرف بعض یا کل باقی بدن مین ہو ان مین سے قسم سوم کہ جنابت کل اعضائے وضو مع جمیع باقی بدن مین ہو یہان نہین کہ کلام لمعہ مین ہے یہ لمعہ نہ ہوا سارے بدن مین جنابت ہوئی باقی سات یہی سات ہین جو ابھی تقسیم اول مین مذکور ہوئین۔ یہ ان چار انواع تقسیم دوم سے ملکر اٹھائیس ہوتین مگر ان مین چار وہ ہین جن مین حدث اصلا مستقل نہین یعنی تقسیم اول کی دو قسم پیشین جن مین جنابت جمیع اعضائے وضو مین ہے تقسیم دوم کی نوع اول سے ملکر جنمین حدث تیمم جنابت سے پہلے ہے لہذا یہ چار اس مسئلہ مین ملحوظ نہین **اقول** اور انکا حکم ظاہر پانی لمعہ کے لیے کافی دیکھا جائیگا اگر ہے اُسکا دھونا واجب اُسکے ساتھ حدث خود ہی دھل جائیگا ولہذا پہلی صورت مین کہ جنابت صرف کل اعضائے وضو مین تھی وضو کے قابل پانی پانے سے وضو واجب ہوگا نہ حدث بلکہ جنابت کیلیے اور اگر پانی لمعہ کو کافی نہین تو استعمال اصلا ضروری نہین اگرچہ وضو کے لیے کافی ہو ہان تقلیل لمعہ کے لیے اُسے استعمال کریگا جسمین اختیار رہیگا کہ خواہ وضو کرے خواہ باقی بدن مین جو لمعہ ہے اُسے دھولے خواہ بعض وہ اور بعض اعضائے وضو دھولے اور اگر پانی اُن مین ہر ایک کے بعد بچے تو چاہے باقی بدن کا لمعہ دھوئے اور کچھ اعضائے وضو یا وضو پورا کرے اور کچھ لمعہ دھوئے ہان دونون صورتون مین وضو اولی ہے کہ ادائے سنت ہے کما تقدم عن الکافی وشرح الزیادات للعتابی فی الطلبۃ البدیعۃ باقی رہین چوبیس اُن مین اٹھارہ کا حدث مطلقاً مستقل ہے یعنی تقسیم اول کی ساتون قسمین تقسیم دوم کی اخیرین سے ملکر چودہ ہوئین اسلیے کہ حدث بعد تیمم ہمیشہ مستقل ہوتا ہے نیز تقسیم اول کی دو قسم اخیر دوم کی اولین سے ملکر چار ہوئین اسلیے کہ یہان جنابت خود ہی اعضائے وضو مین نہین تو حدث اگرچہ اُسکے تیمم سے پہلے ہو مستقل ہوگا۔ باقی چھ یعنی تقسیم اول کی ۳-۴-۵ تقسیم دوم کی ۱-۲ سے ملکر ان مین پورا حدث مستقل نہین بلکہ اُتنے ہی حصۂ اعضائے وضو کا جو بعد جنابت دھل چکے تھے۔ اُن ۱۸ مین حدث پورے وضو کا پانی چاہیگا اور ان ۶ مین صرف اُتنا جو اس حصہ کو دھودے جسمین یہ مستقل ہے۔ یہ یاد رکھیے کہ آگے کام دیگا **تقسیم سوم** پانی کہ پایا کس مقدار کا تھا اس مین علمانے پانچ اصناف فرمائین صرف وضو کو کافی صرف لمعہ کو کافی مجموع کو کافی ہر ایک کو جدا جدا کافی

له بعد جنابت اگر ... [illegible]

... [illegible] اعضائے وضو ... [illegible]

https://www.facebook.com/darahlesunnat

کہ چاہے وضو کرلے یا لمعہ دھولے دونوں نہ ہوسکیں اصلاً کافی نہیں اکثر کتب مثل شرح[۱] طحاوی وخزانۃ[۲] المفتین ومنیہ[۳] وحلیہ[۴] وشرح[۵] وقایہ ورد[۶] المحتار میں وضو ولمعہ سے تعبیر فرمائی **واَنَا اقول** تعبیر حدث وجنابت سے جس طرح[۱] خلاصہ میں فرمائی اس سے اولٰی ہے اور حق[۲] تعبیر تقیید حدث بمستقل ورنہ اطلاق حدث سے کل حدث متبادر اور ہم ابھی ثابت کرچکے کہ یہاں چھ[۶] صورتوں میں حدث کا صرف ایک پارہ مستقل ہوتا ہے اُسکے لیے وضو کو کافی پانی درکار نہیں بلکہ صرف اُتنے ٹکڑے کو والکافی[۱] والھندیۃ[۲] وان عبرا بالحدث واللمعۃ فقد قالا لوصرفہ الی الوضوء جاز اتفاقا وقال فی الکافی فی الاٰخر ثم وجد ماء یکفی لاحدھما ای لبقیۃ بدنہ اوالمواضع وضوئہ اھ وقال فی السراج الوھاج ومنحۃ الخالق فی مسألۃ اللمعۃ لو توضأ بذلک الماء لم یجز اھ وصدر[۳] الشریعۃ وان عبر فی موضعین بالحدث والجنابۃ غیر ان عبارتہ ابعد العبارات عن احاطۃ الاقسام لتخصیصہ الکلام بلمعۃ فی الظھر فقد اختار القسم السادس من الاقسام السبعۃ عینا وبالجملۃ الظاھر المتبادر من کلامھم رحمھم اللّٰہ تعالٰی ورحمنا بھم قصر الکلام علی القسمین الاخیرین الذین فیھما الحدث خارج اعضاء الوضوء واللّٰہ تعالٰی اعلم بمراد عبادہ **ثم اقول** تقسیم اول کی ہر قسم میں یہ پانچوں صنفیں نہ ہوسکیں گی **قسم اول** میں صرف دو[۲] ہونگی کہ پانی وضو کو کافی ہے یا نہیں کہ وضو ولمعہ متحد ہیں تو پہلی تین صنفیں ایک ہیں اور چہارم ناممکن۔ لہذا قسم[۱] اول کہ دو[۲] نوع آخر سے دو تھی ان دو[۲] صنفوں سے چار ہوئی **قسم دوم** میں تین کہ صرف وضو کو کافی ہو یا مجموع کو کہ لمعہ ہے یا کسی کو نہیں یہاں دوم وچہارم محال تو یہ قسم دو[۲] نوع آخر پھر ان تین صنفوں سے چھ[۶] ہوئی **قسم سوم** میں دو[۲] نوع آخر کے ساتھ پورا حدث مستقل ہے تو کامل وضو کا طالب لہذا یہاں بھی تین ہی صنفیں ہونگی صرف لمعہ کو کافی ہو یا مجموع کو کہ وضو ہے یا کسی کو نہیں۔ یہاں اول وچہارم محال اور دو[۲] نوع اول کے ساتھ بعض حدث مستقل ہے تو اپنے ہی قابل پانی چاہیگا اور اب پانچوں صنفیں ہونگی کہ یہاں اعضائے وضو دو[۲] حصے ہوگئے ایک میں جنابت ہے جو بعد جنابت نہ دھویا تھا دوسرے میں حدث مستقل آب ہوسکتا ہے کہ پانی[۱] صرف اس حدث کو کافی ہو جبکہ یہ حصہ چھوٹا ہو یا[۲] صرف جنابت کو جبکہ وہ حصہ کم ہو اور دونوں صورتوں میں پانی بڑے کے قابل نہیں یا[۳] پورے وضو کو کافی ہو کہ مجموعہ ہے یا[۴] ہر حصے کو جدا جدا جبکہ وہ دونوں برابر ہوں یا کم وبیش اور پانی بڑے کو کافی ہے نہ مجموع کو یا[۵] کسی کو کافی نہیں جبکہ دونوں برابر ہوں یا پانی چھوٹے سے بھی کم تو دس[۱۰] یہ چھ[۶] وہ سولہ[۱۶] ہوئیں **قسم چہارم** چاروں نوعوں کے ساتھ پانچ ہے کہ مطلوب حدث کل وضو ہو جیسے دو[۲] نوع آخر کے ساتھ یا بعض وضو جیسے دو[۲] نوع اول کے ساتھ بہر تقدیر اُسے مطلوب جنابت سے کہ بعض وضو وبعض باقی بدن ہے کمی بیشی مساوات ہر نسبت ممکن۔ بیشی یوں کہ جنابت میں رُود پشت سے

قطف ۱ علی شرح الطحاوی ومن معه

قطف ۲ علی الخلاصة

قطف ۳ علی الکافی والھندیة

https://www.facebook.com/darahlesunnat

دو دو انگل جگہ رہی تھی ظاہر ہے کہ اعضائے ثلثہ کو اس سے بہت زائد پانی درکار ہوگا وقس علیہ تو یہ قسم مبنی ہوئی قسم پنجم ہر نوع کے ساتھ چار ہی ہو کہ تنہا جمیع باقی بدن کل محل وضو سے زائد ہو تو یہاں صنف دوم ناممکن ہو اور یہ قسم سولہ قسم ششم میں بہرحال پانچوں ہونا ظاہر کہ اعضائے وضو کو بعض باقی بدن سے ہر نسبت متصور تو یہ بھی بیس ہی قسم ہفتم میں صنف دوم محال اور مثل پنجم سولہ۔ لہذا مسئلہ لمعہ میں سب صورتیں اٹھانوے ۹۸ ہوئیں کتب اکابر میں بہت کم کا بیان ہے اگر ظاہر متبادر اقتصار بدو قسم آخر پر رکھیں جب تو بہت کم ہونگی حتی کہ سب سے زیادہ تفصیل والی کتاب شرح وقایہ میں ۹۸ میں سے صرف پندرہ ۱۵ ورنہ احاطہ بہرحال نہیں ہو سکتا کہ اصناف ہی کا احاطہ نہ فرمایا صور درکنار تفصیل مسئلہ اسوقت دس کتابوں سے پیش نظر شرح مختصر الطحاوی للامام الاسبیجابی پھر خزانۃ المفتین۔ خلاصہ۔ کافی پھر ہندیہ۔ منیہ۔ غنیہ پھر ردالمحتار۔ سراج وہاج صدر الشریعۃ۔ سراج سے منحۃ الخالق نے کچھ نقل کرکے باقی کا اسپر حوالہ کردیا اور بحرالرائق نے زیر قول مصنف لبعد اکا میلا ضمنا صرف ایک صورت کی طرف اشعار فرمایا منیہ نے صرف نوع اول لی اور اس میں بھی تین ہی صنفیں خلاصہ نے نوع سوم پر اقتصار فرمایا کافی وہندیہ نے نوع چہارم میں پانچوں اصناف اور دوم وسوم میں صرف صنف چہارم شرح طحاوی خزانۃ المفتین حلیہ وردالمحتار نے دو نوع اخیر میں پانچوں صنف شرح وقایہ نے نوع دوم کا بھی اضافہ فرمایا مگر کلام کو تصریحاً صرف قسم ششم سے خاص فرمادیا۔ عبارات یہ ہیں **منیہ** جنب اغتسل وبقی لمعۃ ولیس معہ ماء تیمم للمعۃ وان وجد ماء بعد ما احدث یغسل اللمعۃ ویتیمم للحدث اذا کان الماء یکفی للمعۃ ولا یکفی للوضوء وان کان یکفی للوضوء لا للمعۃ یتوضأ ویتیمم لاجل اللمعۃ وان کان الماء یکفی لاحدھما علی الانفراد فانہ یغسل اللمعۃ ویتیمم للحدث اھ **خلاصہ** اغتسل وبقی لمعۃ یتیمم فان وجد الماء غسل اللمعۃ ولا یتیمم فان احدث قبل غسل اللمعۃ ثم وجد الماء ان کفی لھما صرف الیھما وان کان لا یکفی لواحد منھما یتیمم للحدث وتیممہ للجنابۃ باق ویستعمل ذلک الماء فی اللمعۃ لتقلیل الجنابۃ فان کفی لاحدھما دون الاخر صرف الیہ وان کفی لکل علی الانفراد یغسل اللمعۃ ویتیمم للحدث اھ **کافی وہندیہ** جنب اغتسل وبقی لمعۃ یتیمم فان تیمم ثم احدث تیمم للحدث فان تیمم (ای للحدث) فوجد ماء یکفیھما صرفہ الیھما وان کفی معینا صرفہ الیہ والتیمم للاخر باق وان کفی واحدا غیر عین صرفہ الی اللمعۃ واعاد تیممہ للحدث عند محمد وعند ابی یوسف لا یعید فان لم یکن تیمم للحدث قبل وجود ھذا الماء فتیمم (ای للحدث کما فی الھندیۃ) قبل غسل اللمعۃ لم یجز عند محمد وعند ابی یوسف یجوز وان لم یکف واحدا بقی

تیممها جنب علی بدنه لمعة احدث قبل ان یتیمم تیمم لهما واحدا فان وجد ما یکفی لاحدهما غیر عین صرفه
الی اللمعة ویعید التیمم للحدث عند محمد جنب معه ماء کاف للوضوء تیمم ولم یتوضأ فان توضأ وتیمم
لجنابته فاحدث تیمم لحدثه فان وجد ماء یکفی لاحدهما صرفه الی الجنابة ویعید تیممه للحدث عند محمد اھ
حلیہ و **رد المحتار** الواجد للماء بعد ما تیمم للجنابة ثم احدث بعد ذلك علی وجهین احدهما ان یجد
الماء قبل ان یتیمم للحدث فالماء اما ان یکون کافیا للمعة والوضوء فیغسلها ویتوضأ واما غیر کاف لاحدهما
فیتیمم للحدث واما کافیا للمعة دون الوضوء فیصرفه الی اللمعة ویتیمم للحدث واما کافیا للوضوء دون اللمعة
فیتوضأ ولا یغسل اللمعة ولا یتیمم لها واما کافیا لاحدهما غیر عین فیغسل اللمعة ویتیمم للحدث الوجه
الثانی ان یجد الماء بعد ان یتیمم للحدث الخ فیه ذکر الخمسة علی نحو مامر **شرح طحاوی** و **خزانة
المفتین** للمسافر اجنب فاغتسل ثم علم انه بقی لمعة فانه یتیمم لانه لم یخرج عن الجنابة لبقاء اللمعة
ولو احدث قبل التیمم یتیمم تیمما واحدا للمعة والحدث جمیعا لما اذا احدث مرارا لا یجب علیه اکثر
من وضوء واحد ولو احدث بعد التیمم ثم وجد الماء فهو علی خمسة اوجه اذ کفاهما جمیعا یغسل
اللمعة ویتوضؤ للحدث وان کان لا یکفیهما یغسل مقدار ما یکفیه حتی تقل الجنابة ویتیمم ولو کفی
للمعة یغسل اللمعة ویتیمم للحدث ولو کفی للوضوء دون اللمعة یتوضأ ولا یغتسل اللمعة وهو کاجنب
اذا تیمم ثم احدث ثم وجد الماء یکفیه للوضوء یتوضؤ به ولو کفی لکل علی الانفراد لا جمیعا یغسل اللمعة
لان الجنابة اغلظ ثم یتیمم للحدث ولو بدأ بالتیمم ثم غسل اللمعة لا یجوز وعلیه ان یتیمم بعد الغسل
وفی النوادر ان علیه ان یبدء بایهما شاء ولو وجد الماء بعد ما تیمم للمعة قبل الحدث فهو علی وجهین
ان کفاه یغسلها وان لم یکفه یغسل قدر ما یکفیه وتیممه علی حاله ولو وجد بعد ما احدث وتیمم
للحدث فهو علی خمسة اوجه علی ما ذکرنا ان کفاهما صرفه الیهما وان لم یکفهما غسل اللمعة مقدار ما یکفیه
وتیممه علی حاله وان کفی للمعة لا للوضوء یغسل اللمعة والتیمم علی حاله وان کفی الوضوء دون اللمعة
یتوضؤ وان کفی لاحدهما علی الانفراد یغسل اللمعة وتیممه علی حاله وعلی قیاس قول محمد یتیمم اھ **شرح
وقایہ** اغتسل الجنب لم یصل الماء لمعة ظهره وفنی الماء واحدث حدثا یوجب الوضوء فتیمم
لهما ثم وجد من الماء ما یکفیهما بطل تیممه فی حق کل واحد منهما وان لم یکف لاحدهما بقی فی حقهما
وان کفی لاحدهما بعینه غسله ویبقی التیمم فی حق الاخر وان کفی لکل منفردا غسل اللمعة هذا اذا

تیمم للحدث تیز تیمما واحدا اما اذا تیمم للجنابۃ ثم احدث فتیمم للحدث ثم وجد الماء فکذا فی الوجوہ المذکورۃ وان تیمم للجنابۃ ثم احدث ولم یتیمم للحدث فوجد الماء الخ وفیہ ذکرالخمسۃ نحو مامر

فقیر غفرلہ المولی القدیر چاہتا ہے کہ بتوفیق الٰہی عزوجل جملہ اٹھانوے ۹۸ صورمع احکام مبین کرے اُنکے لیے یہ تصویرین کہ اقسام سبعہ پیشانی پر ہون اور ہر پیشانی کے تحت مین چارون نوعین ان رموز حروف مین لکھین ف تیمم جنابت ح حدث م تیمم حدث و وجدان آب تو ح و کا مطلب یہ ہوا کہ جنابت کا ابھی تیمم نہ کیا تھا کہ حدث ہوا اور اب بھی تیمم نہ کیا تھا کہ پانی پایا اور ف ح و یہ کہ جنابت کے بعد تیمم کیا پھر حدث ہوا پھر پانی ملا وقس علیہ پھر ان مین ہر ایک کو اُتنے اصناف پر منقسم کرین جتنی اُس مین محتمل ہین یہان لمعہ و وضو وہر دو وہر یک ہیچ سے پانی کی کفایت مقصود ہے کہ لمعہ کو کافی ہے یا وضو کو یا دونون کو یا ہر ایک کو یا کسی کو نہین اور جہان پورا حدث مستقل نہین وہان بجائے وضو قدر مستقل لکھا ہے یعنی اُتنا پانی ملا جو صرف اُن اعضا کو کافی ہے جن مین حدث مستقل ہے یعنی اعضائے وضو کا جتنا حصہ جنابت کے بعد دھولیا تھا پھر حدث ہوا یون یہ تمام صورتین مفصل ہوگئین اب احکام کی باری آئی وہ بہت جگہ مشترک ہین ایک ایک پانچ پانچ یا کم بیش صورتون کے لیے ہین لہذا تکرار سے بچنے کو اول اُن احکام کی فہرست نمبر شمار کے ساتھ لکھین پھر جدول صور مین ہر صورت کے نیچے لفظ حکم لکھکر جو حکم ہو اُسکا نمبر تحریر کردین کہ اُسکے ذریعہ سے جس صورت کا حکم چاہین فہرست مین دیکھ لین وباللہ التوفیق

فہرست احکام مناسب ہو کہ ہر نوع کے حکم علٰحدہ لکھین کہ مراجعت مین اور بھی سہولت ہو

ح و (۱) لمعہ دھوئے اور حدث کے لیے تیمم کرے اُسکے دھونے سے پہلے خواہ بعد اور بعد ہونا بہتر ہے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا خلاف نہ رہے۔ صورت ۱۱ و ۲۷ و ۶۳ (۲) قدر مستقل کو دھوئے اور لمعہ کا تیمم کرے ص ۱۲ و ۲۸ و ۴۸ (۳) وضو کرے اور لمعہ کا تیمم۔ ص ۶۴ و ۸۴ (۴) پورا وضو کرے طہارت ہوگئی۔ ص ۱۳ (۵) وضو کرے اور باقی جگہ دھوئے طاہر ہوگیا۔ ص ۲۹ و ۶۵ (۶) پورا نہائے۔ ص ۴۹ و ۸۵ (۷) پہلے لمعہ دھوئے پھر حدث کا تیمم کرے اگر پہلے تیمم کرلیگا لمعہ دھونیکے بعد پھر کرنا ہوگا۔ ص ۱۴ و ۳۰ و ۴۷ و ۶۶ و ۸۴ (۸) دونون کے لیے ایک تیمم کرے اور لمعہ کی تقلیل استحبابًا نہ وجوبًا یعنی ناکافی پانی جنابت کی جتنی جگہ کو دھو سکے بہتر یہ کہ دھولے کہ جنابت کم ہوجائے اور آئندہ تھوڑا پانی بھی کفایت کرے۔ ص ۱۵ و ۳۱ و ۵۰ و ۶۷ و ۸۶

ح ف و (۹) لمعہ کے حق مین تیمم ٹوٹ گیا حدث کے حق مین باقی ہے لمعہ دھوئے۔ ص ۱۶ و ۳۲ و ۶۸ (۱۰) حدث کے حق مین تیمم ٹوٹ گیا لمعہ کے حق مین باقی ہے قدر مستقل کو دھوئے۔ ص ۱۷ و ۳۳ و ۵۲ (۱۱) تیمم حدث کے لیے نہ رہا لمعہ کے لیے ہے وضو کرے۔ ص ۶۹ و ۸۸ (۱۲) تیمم دونون کے حق مین ٹوٹ گیا پورا وضو کرے طہارت ہوگئی۔ ص ۱۸ (۱۳) تیمم

توضیحات مصنف

۱؎ [illegible] کہ اعضائے وضو کے علاوہ اور جگہ مین

فہرست احکام

جہان جنابت تیمم [illegible] نصف [illegible]

دونوں کے حق میں ٹوٹ گیا وضو کرے اور باقی جگہ دھوئے طاہر ہوگیا۔ ص ۴، ۳۴ و ۷۰ (۱۴) تیمم دونوں کے حق میں ٹوٹ گیا پورا نہالے۔ ص ۵۲ و ۸۰۹ (۱۵) تیمم دونوں کے حق میں ٹوٹ گیا پہلے لمعہ دھوئے اُسکے بعد حدث کا تیمم کرے۔ ص ۱۹ و ۳۵ و ۵۱ و ۷۱، ۸ (۱۶) تیمم دونوں کے حق میں باقی ہے لمعہ کی تقلیل کرے۔ ص ۲۰، ۳۶، ۵۲ و ۶۸، ۸۴، ۹۰ **ت ح و** (۱۷) تیمم گیا وضو کرے طہارت ہوگئی۔ ص ۱ و ۲۲ (۱۸) تیمم نہ رہا وضو کرے اور باقی جگہ دھوئے طاہر ہوگیا۔ ص ۵ و ۹ و ۳۹ و ۵۷، (۱۹) تیمم ٹوٹ گیا لمعہ دھوئے اور حدث کا تیمم کرے۔ ص ۲۱ و ۳۷، ۳۹ و ۷، (۲۰) تیمم باقی ہے حدث کیلیے وضو کرے۔ ص ۶ و ۸ و ۳۰ و ۶۲ و ۵۴، ۷۶ و ۹۲ (۲۱) تیمم نہ رہا پورا نہائے۔ ص ۷، ۵ و ۳۹ و ۹ (۲۲) تیمم نہ رہا پہلے لمعہ دھوئے پھر حدث کا تیمم کرے۔ ص ۸ و ۵۰ و ۵۵، ۷۶ و ۹۱ (۲۳) تیمم باقی ہے حدث کے لیے تیمم کرے اور لمعہ کی تقلیل۔ ص ۱۲، ۲۳ و ۳۹ و ۴۱ و ۵۵، ۷۷ و ۹۳ **ت ح م و** (۲۴) دونوں تیمم ٹوٹ گئے وضو کرے طہارت ہوگئی۔ ص ۳ و ۲۵ (۲۵) دونوں تیمم گئے وضو کرے اور باقی جگہ دھوئے طاہر ہوگیا۔ ص ۸ و ۴۴ و ۸۰ (۲۶) لمعہ کا تیمم گیا حدث کا باقی ہے لمعہ دھوئے۔ ص ۲۴ و ۴۲ و ۸۰، (۲۷) حدث کا تیمم گیا لمعہ کا باقی ہے وضو کرے۔ ص ۹ و ۳۹ و ۴۴ و ۶۰ و ۷۹، ۹۶ (۲۸) دونوں تیمم گئے پورا نہائے۔ ص ۶۱ و ۷۹ (۲۹) دونوں تیمم گئے پہلے لمعہ دھوئے اُسکے بعد حدث کا تیمم کرے۔ ص ۴۵ و ۵۹ و ۸۱ و ۹۵ (۳۰) دونوں تیمم باقی ہیں لمعہ کی تقلیل کرے۔ ص ۱۰ و ۲۶ و ۴۲ و ۶۲ و ۸۲، ۹۸ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

(۱) جنب نہالیا صرف وضو باقی تھا پھر حدث ہوا (۲) وضو اور کچھ اور حصہ بدن باقی تھا

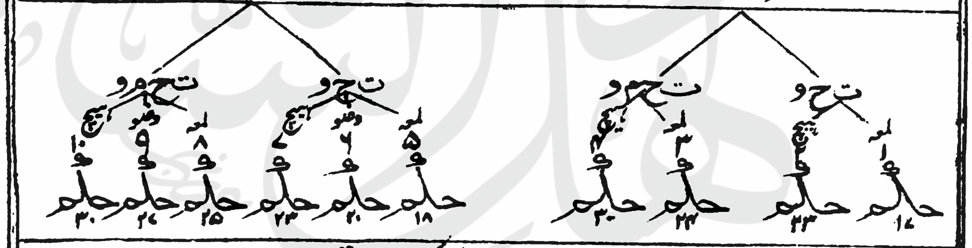

(۳) صرف اعضائے وضو کا کچھ حصہ باقی تھا

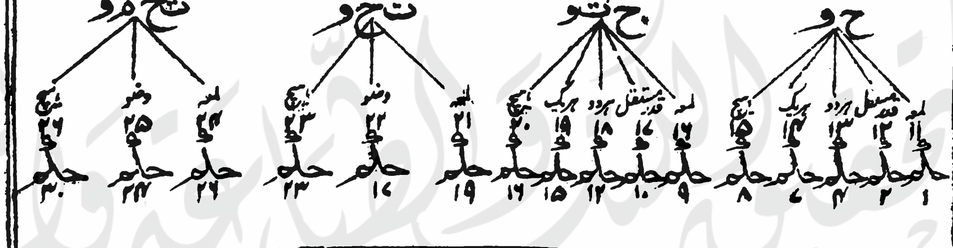

(۴) کچھ اعضائے وضو کا حصہ باقی تھا کچھ اور

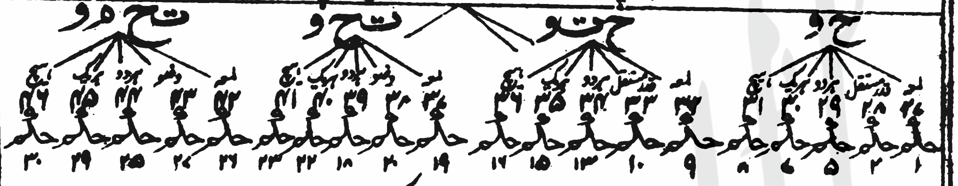

(۵) صرف اعضائے وضو کا کچھ حصہ رہا تھا

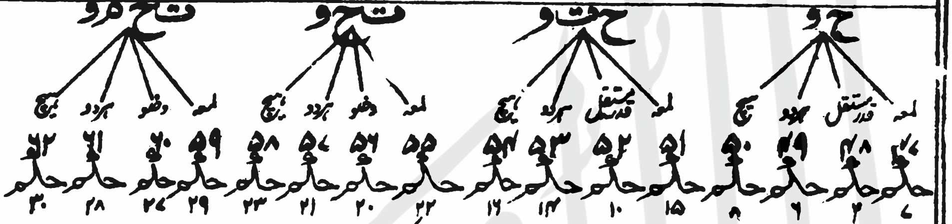

(۶) غیر اعضائے وضو سے کچھ باقی تھا

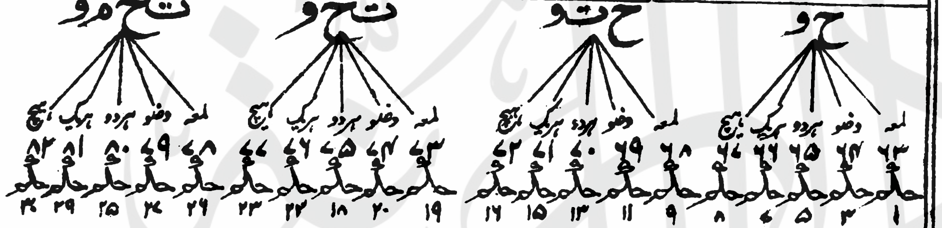

(۷) سوائے وضو سب باقی تھا

ثم اقول [۲۵۱] علمائے کرام نفعنا اللہ تعالٰی ببرکاتہم فی الدارین نے یہ تقسیم تفصیل بغرض تفہیم و تسہیل اختیار فرمائی جو بحمدہ تعالٰی اپنے منتہائے تکمیل کو پہنچی اب ہم بغرض ضبط و ربط و قلت انتشار انھیں کے کلمات شریفہ کے استفادہ سے **ضابطہ کلیہ** لکھیں کہ جملہ اقسام واحکام کو حاوی ہو جنب کہ بعد جنابت ہنوز پورا نہایا مگر بعض یا کل اعضائے وضو کی تطہیر پانی سے یا تیمم کر چکا اُسکے بعد حدث ہوا کہ دو صورت اخیرہ میں تمام مستقل ہے اور صور اولٰی میں

مصنف کا ضابطہ

صرف اُتنا کہ حصہ مغسولہ اعضائے وضو مین ہو اس صورت مین پانی کہ پایا اگر بقیۂ جنابت و حدث مستقل دونون مین سے صرف ایک کو کافی ہو اُس مین صرف کرے اُسکے لیے اگر پہلے تیمم کرچکا تھا ٹوٹ گیا اور دوسرے کے لیے نہ کیا تھا تو اب کرے صرفِ آب سے پہلے خواہ بعد اور بعد اولیٰ ہے اور کرچکا تھا تو باقی رہا اور دونون کے لیے ایک ہی تیمم کیا تھا تو اول کے حق مین ٹوٹ گیا ثانی کے حق مین باقی رہا اور اگر پانی دونون کو معاً کافی ہے تو دونون کا وہ حکم ہے جو اول کا تھا بجالائے طہارت ہو گئی اور اگر کسی کو کافی نہین تو دونون کا وہ حکم ہے جو ثانی کا تھا اگر کسی کے لیے تیمم نہ کیا تھا اب دونون کیلیے ایک تیمم کرے اور کرلیا تھا تو باقی رہا بہر حال لمعہ کی تقلیل کرے کہ مستحب ہو اور اگر ہر ایک کو جدا جدا کافی ہے تو لمعہ مین صرف کرے تیمم اُن مین جس ایک کا یا دونون کے لیے ایک یا جدا جدا جیسا بھی کرچکا تھا کسی کے حق مین باقی نہ رہا پانی نہ رہنے کے بعد حدث کے لیے تیمم کرے پہلے کرلیگا تو بعد صرف پھر کرنا ہوگا یہی اصح ہے جسکی تفصیل و تحقیق اس تنبیہ آئندہ مین آتی ہے و باللہ التوفیق اور اگر اُس نے برخلاف حکم اُسے حدث مین صرف کرلیا حدث تو زائل ہوگیا مگر جنابت کے لیے تیمم بالاجماع لازم ہوا اگرچہ پہلے کر بھی چکا ہو یہ ہے قول جامع و نافع ✦ باذن الجامع النافع ✦ عز جلالہ وعم نوالہ ✦ والحمد للہ رب العلمین ✦ وصلی اللہ تعالیٰ وسلم وبارک علیٰ سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ✦ ابد الآبدین آمین ✦

تنبیہ اس جدول کے ۱۸ نمبرون مین یعنی ۱۴-۱۹-۳۰-۳۵-۴۷-۵۱-۶۶-۷۱-۸۳-۸۷ دس یہ اور ۴۰-۴۵-۵۵-۵۹-۶۷-۷۶-۸۱-۹۱-۹۵ آٹھ یہ ان مین اختلاف روایات ہو ان اٹھارہ مین پانی لمعہ و حدث مستقل ہر ایک کے لیے جدا جدا کافی ہو کہ اُن مین جس ایک کو چاہے دُھولے دونون کے قابل نہین ان مین اتنا حکم تو بالاتفاق ہے کہ اس سے لمعہ دُھوئے حدث مین صرف نہ کرے کہ جنابت سخت تر ہو اُس مین اختلاف ہوا کہ پہلی دس صورتون مین جو حدث کے لیے تیمم کریگا آیا یہ ضرور ہو کہ اول لمعہ دُھوئے جب پانی نہ رہے اُسوقت حدث کیلیے تیمم کرے یا پہلے پیچھے ہر طرح کرسکتا ہو دونون روایتین ہین اور پچھلی آٹھ مین کہ حدث کا تیمم پہلے کرچکا تھا اس پانی کے ملنے سے ٹوٹا یا نہین دونون قول ہین پھر جنکے نزدیک نہ ٹوٹا جب تو اُسپر تیمم کا اعادہ ہی نہین اور جنکے نزدیک ٹوٹ گیا وہ لازم کرتے ہین کہ پہلے لمعہ دُھوکر تیمم کا اعادہ کرے ورنہ جس پانی کے پانے نے پہلا تیمم توڑ دیا اُسکا موجود رہنا دوسرا تیمم باطل کریگا منشأ اختلاف تمام صورتون مین ایک ہو کہ آیا یہ پانی جوازالۂ حدث مستقل کے بھی قابل ہو اگرچہ اُس سے لمعہ ہی دُھونے کا حکم ہو اسکے ملنے سے حدث کے لیے پانی پر قدرت ثابت ہوئی یا نہین جنھون نے خیال فرمایا کہ ہوئی حکم دیا کہ جبتک یہ پانی خرچ نہ ہولے حدث کا تیمم نہ کرے اور اگر پہلے کرچکا ہو ٹوٹ گیا کہ پانی پر قدرت تیمم گزشتہ کی ناقض اور آئندہ کی مانع ہو اور جنھون نے لحاظ فرمایا کہ اگرچہ پانی اسکے بھی قابل پایا مگر وہ بحکم شرع دوسری حاجت

https://www.facebook.com/darahlesunnat

کی طرف مصروف ہو لہذا اس سے ازالۂ حدث پر قدرت نہ ہوئی اُنھوں نے حکم دیا کہ یہ پانی نہ اسگلے تیمم حدث کو توڑیگا نہ اسکے ہوتے حدث کے لیے تیمم ممنوع ہوگا **اقول** ایک اختلاف تو یہ اصل مسئلے مین تھا **ثانیا** ان روایتون کی طرز نقل بھی مختلف آئی بعض[۱] مین یون کہ ایک روایت یہ ہے ایک وہ جس سے اُنکی مساوات ظاہر اور یہ نہ کھلا کہ روایات ظاہرہ ہین یا نادرہ بعض[۲] مین یون کہ دوم روایت نوادر ہے جس سے ظاہر کہ اول ظاہر الروایۃ ہے۔ بعض[۳] مین یون کہ اول روایت زیادات ہے اور دوم روایت اصل۔ اصل وزیادات دونون کتب ظاہر الروایۃ سے ہین **اقول** اور یہی کہ دونو روایتین ظاہر الروایۃ ہین کہ مثبت نافی پر مقدم ہے نا کہ اُسوقت روایت اصل خیال مین نہ تھی اور نوادر سے یاد لہذا اُسے روایت نادرہ فرمایا اور جب حسب تصریح ثقات وہ کتاب الاصل مین موجود تو ضرور ظاہر الروایۃ ہے بلکہ اول سے بھی اولٰی کہ اصل زیادات پر مرجح ہے **ثالثا** قائلین کرام کی طرف اُسکی نسبت بھی مختلف طور پر آئی بعض[۴] نے بلفظ ضعف فرمایا کہ کہا گیا اول قول محمد دوم قول ابو یوسف ہے بعض[۵] نے جزماً انھین اُنکا قول بتایا بعض[۶] نے اول کو فرمایا قیاس قول محمد ہے یعنی تصریحاً اُن سے مروی نہین اُنکے قول کا قیاس چاہتا ہے کہ حکم یہ ہو **اقول** اور یہی کہ اول قول محمد اور دوم قول ابو یوسف ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کہ نقل ثقات موجب اثبات **رابعا** اختیار بھی مختلف رہا بعض[۷] نے اُسپر جزم فرمایا بعض[۸] نے اسپر بعض[۹] نے دونون ذکر کرکے چھوڑ دیے **خامسا** تصحیح مین بھی اختلاف پڑا بعض[۱۰] نے اُسے اصح کہا بعض[۱۱] نے اسے ظاہر اوجہ **سادسا** اُس منشا اختلاف کی تقریر بھی مختلف آئی بعض[۱۲] نے یون فرمایا کہ اگرچہ یہ پانی لمعہ مین صرف کرنا بالاتفاق واجب ہے مگر امام محمد کے نزدیک یہ وجوب اُس سے ازالۂ حدث پر قدرت کا مانع نہین کہ کرے تو بالاجماع صحیح تو ہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک مانع ہے کہ جب شرع اس سے ازالۂ حدث کی اُسے اجازت نہین دیتی تو قدرت شرعیہ کب ہوئی اور بعض[۱۳] نے یون تقریر کی کہ نہین بلکہ وجوب ہی مین اختلاف ہے امام محمد کے نزدیک اُسے لمعہ کی طرف صرف کرنا واجب نہین صرف اولٰی ہے لہذا ازالۂ حدث پر قدرت ثابت اور امام ابو یوسف کے نزدیک واجب ہے اور واجب کی مخالفت شرعاً ممنوع ومحظور لہذا حدث مین صرف غیر مقدور۔ اب ہم عبارات کرام ذکر کرین جن سے ان بیانات کا انکشاف ہو فی **السراج الوھاج** ثم **منحۃ الخالق** اذا احدث بعد التیمم ثم وجد ما یکفی لکل واحد منہما علی الانفراد غسل بہ اللمعۃ لان الجنابۃ اغلظ ثم یتیمم للحدث ولو بدأ بالتیمم ثم غسلہا فی روایۃ لایجوز ویعید التیمم فی روایۃ لہ ان یبدأ بایہما شاء قیل الاولی قول محمد والثانیۃ قول ابی یوسف اھ وتقدم عن **شرح الطحاوی** و**خزانۃ المفتین** فیما اذا لم یکن تیمم قبل وجدان الماء لو بدأ بالتیمم ثم غسل اللمعۃ لایجوز وفی النوادر یبدأ بایہما شاء ثم قالا فیما اذا سبق تیمم

[۱] سراج وہاج ومنحۃ الخالق ۱۲ منہ [۲] ش تاتارخانیہ المنتقی [۳] ت ... مع ان فی اصالۃ الحلیۃ تسمیۃ بالاصل والزیادات [۴] شرح طحاوی خزانۃ المفتین ۱۲ [۵] شرح زیادات ... ۱۲ [۶] محیط رضوی سراج ہندیہ وغیرہا ۱۲ [۷] حلیہ تبیین ... مع نقل الحلیۃ ایاہ عن المحیط وغیرہ بلفظۃ قیل ۱۲ [۸] شرح طحاوی خزانۃ المفتین ۱۲ [۹] ... وحلیہ ... [۱۰] ... [۱۱] درمختار ۱۲ [۱۲] ... سراج وہاج ونقل ... عن شرح الزیادات للعتابی ۱۲ [۱۳] ... والتبیین ... فی شرح الوقایۃ واختارہ العلامۃ ... ۱۲ منہ

يغسل اللمعة وتيممه على حاله وعلى قياس قول محمد يتيمم اهـ **اقول**[٣٥١١] ولا فرق بين الصورتين لاتحاد المبنى كما علمت فقد مشى اولا على قول محمد وجعل الثاني رواية النوادر ومشى ثانيا على قول ابي يوسف وجعل الاول قياس قول محمد وفي **المنية** وعليه ان يبتدئ بغسل اللمعة ثم يتيمم اهـ فقد مشى على قول محمد وفي **الدر المختار** (ناقضه قدرة ماء كاف لطهره فضل عن حاجته) كعطش وعجن وغسل نجس ولمعة جنابة لان المشغول بالحاجة كالمعدوم اهـ فقد مشى على قول ابي يوسف واقره **محشوه** وفي **الحلية** هل عليه ان يبتدئ بغسل اللمعة حتى لو تيمم للحدث ثم غسل اللمعة اعاد التيمم للحدث ففي رواية الزيادات نعم وعليها اقتصر المصنف ووجهها انه يصير عادما للماء فيجزئه التيمم وفي رواية الاصل لا بل بايهما بدأ جاز لان الماء صار مستحق الصرف الى اللمعة فصار معدوما حكما كالماء المستحق للعطش قال رضي الدين في المحيط وكذا غيره قيل ما في الزيادات قول محمد وما في الاصل قول ابي يوسف اهـ وفيه ما يظهر ان قول ابي يوسف اوجه اهـ وعبر عنه في رد المحتار بقوله لا ينتقض تيمم الحدث عند ابي يوسف وعند محمد ينتقض ويظهر ان الاول اوجه اهـ ثم قال فيما لو تيمم قبل الوجدان في رواية يلزم غسلها قبل التيمم للحدث وفي رواية يخير اهـ ملخصا من الحلية اهـ وفي **شرح الوقاية** واذا غسل اللمعة هل يعيد التيمم روايتان وان تيمم اولا ثم غسل اللمعة ففي اعادة التيمم روايتان ايضا وان صرفه الى الحدث انتقض تيممه في حق اللمعة باتفاق الروايتين اهـ ثم قال فيما اذا لم يتيمم للحدث قبل ان كفى كل واحد منفردا يصرفه الى اللمعة ويتيمم للحدث فان توضأ به جاز ويعيد التيمم ولو بدأ بالتيمم للحدث هل يعيد التيمم في رواية الزيادات يعيد وفي رواية الاصل لا ثم انما تثبت القدرة اذا لم يكن مصروفا الى جهة اهـ حتى اذا كان على بدنه او ثوبه نجاسة يصرفه الى النجاسة اهـ وهو كما ترى يشير الى ترجيح رواية الاصل وفي **الهندية** صرفه الى اللمعة واعاد تيممه للحدث عند محمد وعند ابي يوسف لا ولو صرفه الى الوضوء جاز وتيممه لجنابته اتفاقا فان لم يكن تيمم للحدث قبل وجود هذا الماء فتيمم قبل غسل اللمعة لم يجز عند محمد وعند ابي يوسف يجيز والاول اصح هكذا في الكافي اهـ **اقول**[٣٥١٢] قوله والاول اصح ليس في نسختي الكافي والعبارة غير منقولة كما هي في الكافي كما يظهر بالمقابلة وقد نبه عليه بقوله هكذا في الكافي كما ذكر في خطبة الكتاب اصطلاحه في كذا وهكذا نعم ذكر بعض العصريين ان في شرح الزيادات للعتابي انه الاصح ولم يذكر الواسطة في النقل فان صح هذا فلعله زيد في الهندية من ثمه او من غيره او لعله ساقط من نسختي

قال العلامة ... ثم ما على ان يغسل ... وجد ما يكفيه فقط ... ثم لا يبطل تيمم ... لم يكن الوضوء كان عدم انتقاض تيممه لعدم الكفاية والشغل بالحاجة والشارح بصدد بيان الشغل فالعجب مراده كما صرح به ما اذا ... الاحكام ... البداية منه غفر له

قطعة[عه۱] على شرح الطحاوي

قطعة[عه۲] عليه

قاله[عه۳] على نقل ذيله في الهندية بقوله كذا في الكتاب العتابي فهو نقل عنه بلفظه وما ذيله بقوله هكذا فنقل عنه بالمعنى ٢ منه ... على العلامة ...

https://www.facebook.com/darahlesunnat

الكافى وعلى كل فالهندية تقتفى النقل والله تعالى اعلم وفى الكافى ان كفى واحدا غير عين صرفه الى اللمعة لانه اهم واعاد تيممه للحدث عند محمد لقدرته على الماء ووجوب صرفه الى الجنابة لاينافى قدرته على صرفه الى الحدث ولهما لو صرفه الى الوضوء جاز وتيمم لجنابته اتفاقا وعند ابى يوسف لايعيد لانه مستحق الصرف الى اللمعة والمستحق بجهة كالمعدوم فان لم يكن تيمم للحدث الخ وقد سبق اقول اخره دليل ابى يوسف فافاد ترجيحه وصرح فى تعليل محمد بوجوب صرفه الى اللمعة وانه لاينافى قدرته على الوضوء وفى الغنية اما عليه ان يبدأ بغسل اللمعة ليصير عادما للماء فى حق الحدث ولايجوز تيممه للحدث قبله عند محمد لان صرف ذلك الماء الى اللمعة دون الحدث ليس بواجب عنده بل على سبيل الاولوية فوجوده يمنع التيمم للحدث وعند ابى يوسف صرفه الى اللمعة واجب فهو كالمعدوم بالنسبة الى الحدث فيجوز التيمم له قبل غسل اللمعة ولو كان تيمم بعد ما احدث لاجل الحدث ثم وجد ماء يكفى لاحدهما ينتقض تيممه عند محمد لاعند ابى يوسف بناء على ما تقدم اھ ثم ههنا مسألة اخرى من هذا القبيل مشى فيها الامام ملك العلماء والامام رضى الدين السرخسى على وجوب تأخير التيمم فظاهر قياسه المشى على قول محمد هنا ففى البدائع بعد ذكر القدرة على الماء الكافى وعلى هذا الاصل مسائل فى الزيادات مسافر محدث على ثوبه نجاسة اكثر من قدر الدرهم ومعه ما يكفى لاحدهما غسل به الثوب وتيمم للحدث عند عامة العلماء لان الصرف الى النجاسة يجعله مصليا بطهارتين حقيقية وحكمية فكان اولى من الصلاة بطهارة واحدة ويجب ان يغسل ثوبه من النجاسة ثم يتيمم لو بدأ بالتيمم لايجزئه لانه قدر على ماء لو توضأ به تجوز صلاته اھ وفى المحيط الرضوى ثم الهندية لو تيمم اولا ثم غسل النجاسة يعيد التيمم لانه تيمم وهو قادر على ما يتوضؤ به اھ ورأيتنى كتبت عليه سابقا ما نصه اقول ۳۵۲۵ هذا على قول محمد اما على قول ابى يوسف فلا لكونه مشغولا بحاجة فكان كالمعدوم لعطش وبه جزم فى الدر المختار اھ ثم رأيت بعده بزمان نظر فيه المحقق الحلبى فى الحلية كما نظر الفقير ولله الحمد فقال بعد نقل ما فى البدائع والمحيط قال العبد الضعيف غفر الله تعالى له فيه نظر بل الظاهر الحكم بجواز التيمم تقدم على غسل الثوب او تأخر لانه مستحق الصرف الى الثوب على ما قالوا والمستحق الصرف الى جهة منعدم حكما بالنسبة الى غيرها كما فى مسألة المعتمع الحدث قبل التيمم له اذا كان الماء كافيا لاحدهما فبدأ بالتيمم للحدث قبل غسلها كما هو رواية الاصل وكما فى مسألة خوف العطش ونحوه نعم يتمشى ذلك على رواية الزيادات اھ وتبعه فى البحر الرائق على الغافل

مسئلہ

تطفل على الغنية

ونادبعداه ولهذا قال فى شرح الوقاية وانما تثبت القدرة اذالم يكن مصروفا الى جهة اهم ام **لكن زعم** فى السراج ان وجوب تاخير التيمم فى مسألة النجاسة مجمع عليه بخلاف مسألة اللمعة فاذن لايكون جزم البدائع والمحيط فيها بوجوب التاخير دليل المشى على قول محمد فى اللمعة **اقول** ٣٥٢٧ لكن قد اسمعناك نص الامام صدر الشريعة انفا انما تثبت القدرة اذالم يكن مصروفا الى نجاسة ونص الدر المختار المشغول بحاجة غسل نجس كالمعدوم فاين الاجماع وقد جزما به كانه لاخلاف فيه فضلا عن الاجماع على خلافه ثم اذ قد ذكر الاجماع ههنا وقد نقل الخلاف فى مسألة اللمعة ابدى بينهما فارقا به تشبث العلامة الشامى فى دفع نظر الحلية والبحر فقال فى منحة الخالق ذكر فى السراج لو بدأ بالتيمم ثم غسل النجاسة اعاد التيمم اجماعا بخلاف المسألة الاولى اى مسألة اللمعة على قول ابى يوسف لانه تيمم هنا وهو قادر على ماء لو توضأ به جاز وهناك اى فى مسألة اللمعة لو توضأ بذلك الماء لم يجز لانه عاد جنبا برؤية الماء ام وبه يندفع النظر فتدبر ام واورده ايضا فى رد المحتار فقال وهو فرق حسن دقيق فتدبره ام **اقول** ٣٥٢٨ وبالله التوفيق له محملان **الاول** الجواز بمعنى الصحة كما تعطيه عبارة ملك العلماء حيث نسب الجواز الى الصلاة وفيه **اولا** ان مجرد صحة الوضوء به لايثبت القدرة ولا ينفى العجز الا ترى ان المريض او البعيد ميلا لو تحمل الحرج وتوضأ به لصح وجازت صلاته به بل الشغل بحاجة اهم ايضا من وجوه العجز كالمدخر لعطش او عجن مع جواز صلاته به قطعا ان فعل **وثانيا** ٣٥٢٩ على السراج خاصة اذ يطيح الفرق فالصحة وجواز الصلاة حاصل قطعا فى مسألة اللمعة ايضا الا ترى الى ماتقدم عن الهندية والكافى وشرح الوقاية لو صرفه الى الوضوء جاز ان اداه اولا اتفاقا وعوده جنبا لايمنع عن التوضى للحدث لان هذه الجنابة مقتصرة والحدث غير مندمج فيها **الثانى** بمعنى الحل اى لو توضأ به فى مسألة النجاسة حل بخلاف مسألة اللمعة لانه عاد جنبا فوجب صرفه الى الجنابة

اقول ٣٥٣٠ وفيه **اولا** لانسلم الحل فى النجاسة فان فيه اختيار الصلاة مع نجاسة حقيقية عمدا لانه كان قادرا على ان يزيل النجاستين الحقيقية بالماء والحكمية بالتراب كما قال ملك العلماء ولم يكن للماء خلف فى الحقيقية فاذا صرفه الى الحكمية التى كان يجد له خلفا فيها فقد ازمع واجمع على ان يصلى فى نجس مانع مع القدرة على ازالته فكيف يحل هذا اما الاجزاء فلانه عاجز عن الماء عند ايقاع الصلاة وانما النظر فيه الى الحالة الراهنة **فان قلت** ٣٥٣١ بل يدل على الحل قول ملك العلماء فكان اولى من الصلاة بطهارة واحدة وقول الخانية والخلاصة والحلية والبحر لو توضأ وصلى فى الثوب النجس جاز ويكون مسيئا ام

تطفل علی السراج الوہاج

تطفل ۲ علیہ

مجلی الشمعة

تطفل ۳ علیہ

فان الاساءة دون كراهة التحريم **اقول**[3532] تعليل ملك العلماء ادل دليل كما علمت على ان لفظة الاولى فيه مثلها فى قول التجنيس والمزيد ان مراعاة فرض العين اولى قال الشامى فحيث ثبت انه فرض كان خلافه حراما ام من صدر الجهاد واطلاق المسيئ على من ترك واجبا غير نادر لاجرم ان قال فى الغنية لو ازال بذلك الماء الحدث وبقى الثوب نجسا لكان قد ترك الطهارة الحقيقية مع قدرته عليها بغير عذر فيكون اثما لكن تصح صلاته لثبوت العجز بعد نفاد الماء اھ وهذا عين ما فهمت وقد اداه بلفظ يجزو لحسن رحمه الله تعالى والعلماء جميعا **وثانيا** اذن ينقلب الفرق فحيث جاز له صرف الماء الى الوضوء وابقاء النجاسة المانعة بلا مزيل لان يحل له صرفه الى الوضوء مع ازالة الجنابة بالتيمم لاولى واى مدخل فيه لكون الجنابة اغلظ فان الكل ينتفى اما بالماء او بالتراب اى دليل على انه تجب ازالة الاغلظ بالماء دون التراب وبالجملة ظهر بحمد الله تعالى ان النظر لا مرد له وان الاظهر فى مسألة النجاسة ما استظهره فى الحلية والبحر وجزم به فى شرح الوقاية والدر المختار **اقول**[3534] وبه ترجح ولله الحمد ما سلكه المحقق الحلبى صاحب الغنية فى تقرير منشأ الخلاف فان القول بجواز الصرف الى الوضوء مع اولوية الصرف الى اللمعة هو الذى يقتضيه الدليل وعلى تسليم وجوب الصرف اليها انه مسائل كثيرة ثبت فيها العجز عن الماء لاجل المنع الشرعى كما بيناها فى رسالة قوانين العلماء وقد يكون الوجوب فى كلام الكافى من باب قولك حقك واجب على فظهر ان الاظهر فى هذه خلاف ما استظهره فى الحلية فالراجح فيه قول محمد وقد ذيل بالاصح وهو تصحيح صريح وصاحب الحلية رحمه الله تعالى ليس من اصحاب الترجيح **فان قلت**[3535] كونه مستحق الصرف الى حاجة اهم لا يختص بالوجوب الا ترى ان المعد للعجن منه مع ان العجن غير واجب **اقول**[3536] ذلك تخفيف من ربكم ورحمة يراعى حاجات عباده بالنقير والقطمير فجاز التيمم اذا كان يبيع الماء من عنده بفلس وقيمته ثمه نصف فلس وجاز لبعد ميل وان كان فى جهة من هبه وهو يسير اليه لحاجة نفسه اما المنع لحق الشرع فلا يتحقق الا بالوجوب فما لا يجب شرعا لا يمنع تركه شرعا فظهر الفرق والحمد لله رب العلمين ولذا مشيت فى الجد ول على قول محمد لانه المذيل بالتصحيح الصريح ولانه الاظهر من حيث الدليل ولانه الاحوط فى الدين وان كان قول الى يوسف ايضا له قوة لانه قول ابى يوسف ولانه فى الاصل وقد استظهر وجهيته فى الحلية واومى الى ترجيحه فى شرح الوقاية واخر دليله فى الكافى غيرانهم اعتمدوا حرفا واحدا وهو استحقاق

الصعید وقد علمت جوابہ وللہ الحمد۔ بالجملہ حاصل تحقیق یہ ہے کہ اگر کپڑے یا بدن پر کوئی نجاست حقیقیہ ان عــہ ہو اور وضو نہیں اور پانی اتنا ملا کہ چاہے نجاست دھولے چاہے وضو کرلے دونوں نہیں ہوسکتے تو واجب ہے کہ اُس سے نجاست ہی دھوئے اگر خلاف کریگا گنہگار ہوگا حدث کیلئے تیمم کرے خواہ نجاست دھونے سے پہلے یا بعد اور بعد اولٰی ہے کہ خلاف علما سے بچنا ہے اور اسی لیے اگر پہلے کرچکا ہے نجاست دھونیکے بعد دوبارہ تیمم کرلینا انسب واحری ہے اور اگر جنابت کا لمعہ باقی ہے اور حدث بھی ہوا اور وہ لمعہ غیر مواضع وضو میں ہے یا کچھ مواضع وضو کے ایک حصے میں کچھ دوسرے عضو میں اور پانی اتنا ملا کہ دونوں میں جس ایک کو چاہے دھولے دونوں نہیں ہوسکتے تو اُس پانی کو لمعہ دھونے میں صرف کرے اور حدث کیلئے لازم کہ جب پانی خرچ ہولے اُسکے بعد تیمم کرے اگرچہ پہلے بھی کرچکا ہو کہ وہ منتقض ہوگیا ظاہر ہے کہ تیمم بعد کو کرنے یا بعد کو دوبارہ کرلینے میں نہ کچھ خرچ ہے نہ کچھ حرج تو اگر قول امام محمد کی ترجیح تصحیح نہ بھی ہوتی خلاف ائمہ سے خروج کیلئے اسی پر عمل مناسب و مندوب ہوتا نہ کہ اسطرف صراحۃً لفظ اصح موجود اور یہی دلیل کی رُو سے ظاہر تر اور اسی میں احتیاط اور امر نماز میں احتیاط باعث فلاح وصلاح اصلح اللہ سبحٰنہ وتعالٰی بالنا مع سائر اخواننا فی الدین وجعلنا جمیعا من المفلحین وحشرنا فی زمرۃ الصلحین تحت لواء سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وعلی اٰلہ واٰلہم وحزبہ وحزبہم اجمعین ابد الاٰبدین والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالٰی علی المصطفٰی واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ وعلینا بہم ولہم وفیہم ومعہم اٰمین یا ارحم الرٰحمین واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ الحمدللہ کتاب مستطاب حسن التعمم لبیان حد التیمم مسودہ فقیر سے اٹھارہ جز سے زائد میں باحسن وجوہ تمام ہوئی جسمیں صدہا وہ ابحاث جلیلہ ہیں کہ قطعًا طاقت فقیر سے بدرجہا ورا ہیں مگر فیض قدیر عاجز فقیر سے وہ کام لیتا ہے جسے دیکھکر انصاف والی نگاہیں کہ حسد سے پاک ہوں ناخواستہ کہہ اٹھیں ع کم ترک الاول للاٰخر۔ کتنے مسائل جلیلہ معرکۃ الاٰرا بحمدہ تعالٰی کیسی خوبی وخوش اسلوبی سے طے ہوئے وللہ الحمد کتاب میں اصل مضمون کے علاوہ آٹھ رسائل ہیں (۱) سمح الندرٰی فیما یورث العجز عن الماء کہ وقت طبع حاشیہ پر اسکا نام لکھا رہ گیا (۲) الظفر لقول زفر (۳) المطر السعید علی نبت جنس الصعید (۴) الجد السدید فی نفی الاستعمال عن الصعید یہ چار ضمنیہ ہیں (۵) باب العقائد والکلام (۶) قوانین العلماء فی متیمم علم عند زید ماء (۷) الطلبۃ البدیعۃ فی قول صدر الشریعۃ (۸) مجلی الشمعۃ لجامع حدث ولمعۃ یہ چار ملحقہ ہیں سوال شروع جواب ۱۳۳۵ھ میں ہے لہذا نام کتاب میں یہی عدد ہیں پھر بحمدہ تعالٰی اس مقام کو طبع کے وقت کہ اوائل ماہ مبارک رمضان ۱۳۳۵ھ سے ہے یہ رسائل اور انکے ساتھ اور مضامین کثیرہ اضافہ ہوئے مجموع کی تصنیف بحمدہ تعالٰی ساڑھے پانچ مہینے میں ہے جن میں دو دن کم تین مہینے علالت شدیدہ ونقاہت مدیدہ کے ہیں جسکا بقیہ ابتک ہے لہذا رسالہ اخیرہ اوائل ۱۳۳۶ھ میں آیا جیسا کہ اُسکے نام نے ظاہر کیا بہرحال جو کچھ ہے میری قدرت سے ورا اور محض فضل میرے رب کریم پھر میرے نبی رؤف رحیم کا ہے جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وللہ الحمد حمد الشاکرین وصلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقہ محمد واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین۔ اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین۔ سبحٰنک اللہم وبحمدک اشہد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فہرست جلد اول کتاب مستطاب العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ

یہ جلد صرف باب التیمم تک ہے خیال تھا کہ بارہ جلدوں میں ہر جلد ۸۰۰ صفحوں کی کیجائے پہلی جلد میں پوری کتاب الطہارۃ ہو مگر فقط باب التیمم تک ساڑھے آٹھ سو صفحے ہو گئے لہذا یہ جلد یہیں ختم کی۔ بظاہر اس میں صرف ۱۴۷ فتوے اور ۲۰ رسالے ہیں مگر بحمداللہ تعالیٰ ہزارہا مسائل پر مشتمل ہے جن میں صدہا وہ ہیں کہ اس کتاب کے سوا کہیں نہ ملیں گے۔ ہم اولاً ان مسائل کی مجمل فہرست دیں جو اس جلد میں مذکور ہیں پھر اجمالاً فہرستِ رسائل۔

فہرستِ مسائل۔ باب تیمم تک جو مسائل ہیں وہ اصالۃً ان ابواب سے کے ہیں اور ضمناً تحقیق مسائل جو بیان و دلائل میں باب التیمم سے آگے ابواب طہارت پھر نماز سے فرائض تک ابواب فقہ کے مختلف مسئلے پھر علم فقہ کے علاوہ اور علوم مثل علم عقائد و علم حدیث و علم اصول و علم ہندسہ و ریاضی وغیرہا کے مسائل ہیں لہذا مناسب ہوا کہ فہرست مسائل دو حصے ہو مسائل ابواب جلد کہ باب التیمم تک ہیں پھر مسائل ضمنیہ کہ دیگر ابواب طہارت نماز وغیرہ ابواب فقہ و دیگر علوم کے ضمناً مذکور ہوئے۔

اس جلد کے ابواب اور ان کے مسائل کی فہرست

مضمون	صفحہ
خطبۂ کتاب نوٹ اسمائے ائمہ و کتب فقہ پر مشتمل	۲
فقہ حنفی میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک مصنف کی سند۔	۵
کتاب الطہارۃ	۶
باب الوضوء	″
فتوی ۱ تفصیل فرائض و واجبات وضو	″
وضو میں چار فرض اعتقادی ہیں	۱۲
وضو میں آنکھیں زور سے نہ بند کرے مگر وضو ہو جائیگا۔	″
کئی چیزوں کا بدن پر لگا رہ جانا وضو و غسل کا مانع نہیں۔	۱۳
عورت کے بدن پر مہندی کا جرم لگا رہ گیا	۱۴
وضو کیا اور آنکھ کے کوئے میں سرمہ رہ گیا	″
کاتب کے ناخن پر روشنائی رہ گئی	″
کسی کے اپنے قصد کے بغیر پانی بہ گیا طہارت ہو گئی	۱۵
تحقیق ان غسل الرجلین مجمع علیہ	۱۶
وضو میں بارہ فرض عملی ہیں	۱۷
لب خوب زور سے بند کرلیے اور کلی نہ کی وضو نہ ہوگا۔	″
بھووں اور مونچھوں اور بچی کے بالوں کا حکم	″
گھنی داڑھی کا دھونا وضو میں فرض ہے اور کتنی کا مستحب	″
وضو میں کنپٹیوں پر بھی پانی بہانا فرض ہے	۱۸
وضو میں انگوٹھی وغیرہ گہنوں کا حکم	″
سر کے نیچے جو بال لٹکتے ہیں ان کا مسح کافی نہیں۔	۱۸
ٹوپی اور دوپٹے پر سے مسح میں کیا حکم ہے	″
کتنا پانی بہنے میں دھونا صادق آئیگا	۱۹
مواضع ضرورت میں کسی سخت چیز کا لگا رہ جانا	″
وضو و غسل میں واجب اصطلاحی کوئی نہیں	۲۰
وضو کی ابتدا میں بسم اللہ صرف سنت ہے	″
فتوی ۲ مسواک ایک بالشت سے زیادہ نہ ہو	۲۲
فتوی ۳۔ وضو کے بعد کپڑے سے اعضا پونچھنے کا حکم۔	″
وضو کا پانی روز قیامت نیکیوں کے پلے میں رکھا جائے گا۔	۲۵
وضو و غسل میں ہاتھ جھٹکنے کا کیا حکم ہے	۲۷
فتوی ۴۔ آنچل اور دامن سے ہاتھ منھ پونچھنا کیسا ہے۔	۳۰
تانبے کے برتن سے وضو کیسا ہے۔	۳۱
وضو کے وقت ناف سے زانو کے نیچے تک بدن چھپا ہونا چاہیے بلکہ بلا ضرورت کسی وقت بھی نہ کھلے۔	۶۲
وضو میں پچیس جگہ ہیں جنکی خاص احتیاط مرد و عورت سب پر لازم ہے۔	۹۲
وضو میں پانچ مواقع اور ہیں جنکی احتیاط خاص مردوں پر لازم ہے	۹۷
وضو کے لیے پانی لیکر بیٹھنا یاد ہے اور وضو کرنا یاد نہیں تو وضو سمجھا جائیگا	۱۳۳
وضو میں منھ کے بعد دونوں ہاتھ سر ناخن سے کہنیوں تک تین بار دھوئے	۱۴۵
وضو سے پہلے گٹوں تک تین بار ہاتھ دھونا مطلقاً سنت ہے اور کسی نجاست تک پہنچنے کا احتمال ہو تو سنت مؤکدہ۔	۱۴۶
اسکا بیان کہ مسواک وضو کی سنت ہے یا نماز کی	″
اس امر کی تحقیق کہ مسواک قبل وضو ہے یا کلی کرتے ہیں۔	″
مسواک ہوتے ہوئے انگلی سے مانجھنا کافی نہیں مگر عورتوں کو مسی کفایت کرتی ہے	۱۴۸
اس امر کی تحقیق کہ وضو میں مسواک سنت ہے یا مستحب۔	″
وضو سے گناہ دھلنے کی حدیثیں۔	۱۵۳
مسواک سے پہلے اور بعد تین تین بار دھوئیں	۱۵۵
تمباکو کھانے پینے والوں کے لیے کہاں تک مسواک واجب ہے اور اسکے امتحان کا طریقہ	″
پان کے عادیوں کو کلیوں میں کتنی احتیاط لازم	۱۵۶
تمام زمین ہونٹوں کی کمال صفائی کرے ورنہ فرشتوں کو ایذا ہوتی ہے۔	″
وہ پانی جو مقدار وضو بتایا گیا ہے ہاتھ دھونا کلی کرنا ناک میں ڈالنا اسی میں محسوب ہے یا الگ	″
اجماع ہے کہ وضو و غسل میں پانی کی کوئی حد مقرر نہیں۔	۱۵۷
وضو میں غرہ و تحجیل کا بڑھانا مستحب ہے اور اسکے معنی کا بیان۔	۱۵۹
سنت کیلیے وضو و غسل میں پانی کی ایک مقدار مقرر ہونا محض باطل ہے۔	۱۶۱
وضو یا غسل میں بے سبب پانی زیادہ خرچ کرنیکا کیا حکم ہے اور اس باب میں مصنف کی تحقیق منفرد۔	۱۶۶
وضو میں انگوٹھی اور غسل میں بالی کا حکم	۱۷۲
وضو میں پانی زور سے ڈالنا مکروہ ہے۔	″
اعضا کا مل مل کر دھونا وضو و غسل میں سنت ہے	″
اعضائے وضو دھونے میں حد شرعی سے اتنی خفیف تحریر بڑھانا جس سے حد شرعی پوری ہونے میں شبہہ نہ رہے واجب ہے۔	″
وضو میں دہنے سے ابتدا کرنا سنت ہے	″
وضو میں ترتیب سنت ہے یہاں تک کہ کلی کرنے ناک میں پانی ڈالنے میں بھی۔	″
کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کی کیا حد ہے کہ وضو میں جسکے ترک سے لوگ گنہگار ہوتے ہیں اور غسل میں ترک سے نماز ہی نہیں ہوتی	۱۷۴
وضو میں ترک نیت کی عادت گناہ ہے۔	۱۷۶
طہارت میں ہر عضو پورا تین بار دھونا سنت مؤکدہ ہے ترک کی عادت سے گنہگار ہوگا۔	″
اعضا میں تین بار دھونے کے معنی جسکے ترک کی عادت سے لوگ گنہگار ہوتے ہیں اور بہت کی نماز ہی نہیں ہوتی۔	″
ضرورت کیلیے اعضا ایک ایکبار دھونا جائز ہے	″
اسی صحیح مضمون کا بیان جنکی وجہ سے اعضا کا	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ⁃ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

فہرست جلد اول کتاب مستطاب العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ

یہ جلد صرف باب التیمم تک ہے خیال تھا کہ بارہ جلدوں میں ہر جلد ۸۰۰ صفحوں کی کیجائے پہلی جلد میں پوری کتاب الطہارۃ ہو مگر فقط باب التیمم تک ساڑھے آٹھ سو صفحے ہوگئے لہٰذا یہ جلد یہیں ختم کی۔ بظاہر اس میں صرف ۱۱۴ فتوے اور ۲۰ رسالے ہیں مگر بحمد اللہ تعالیٰ ہزارہا مسائل پر مشتمل ہے جن میں صدہا وہ ہیں کہ اس کتاب کے سوا کہیں نہ ملیں گے۔ ہم اولاً ان مسائل کی مجمل فہرست دیں جو اس جلد میں مذکور ہیں پھر اجمالاً فہرستِ رسائل۔

فہرستِ مسائل۔ باب تیمم تک جو مسائل ہیں وہ اصالۃً ان ابواب کے ہیں اور ضمناً تحقیق مسائل جو بیان و دلائل میں باب التیمم سے آگے ابواب طہارت پھر نماز سے فرائض تک ابواب فقہ کے مختلف مسئلے پھر علم فقہ کے علاوہ اور علوم مثل علم عقائد و علم حدیث و علم اصول و علم ہندسہ و ریاضی وغیرہا کے مسائل ہیں لہٰذا مناسب ہوا کہ فہرست مسائل دو حصے ہو مسائل ابواب جلد کہ باب التیمم تک ہیں پھر مسائل ضمنیہ کہ دیگر ابواب طہارت و نماز وغیرہ ابواب فقہ و دیگر علوم کے ضمناً مذکور ہوئے

اس جلد کے ابواب اور ان کے مسائل کی فہرست

مضمون	صفحہ
خطبۂ کتاب نونے اسمائے ائمہ و	
کتب فقہ پر مشتمل	۲
فقہ حنفی میں حضور سید عالم صلی اللہ	
تعالیٰ علیہ وسلم تک مصنف کی سند۔	۵
کتاب الطہارۃ	۶
باب الوضوء	״
فتویٰ ۱ تفصیل فرائض و واجبات وضو	״
وضو میں چار فرض اعتقادی ہیں	۱۲
وضو میں آنکھیں زور سے نہ بند کرے مگر	
وضو ہو جائیگا۔	״
کن چیزوں کا بدن پر لگا رہ جانا وضو و	
غسل کا مانع نہیں۔	۱۳
عورت کے بدن پر مہندی کا جرم لگا رہ گیا	۱۴
وضو کیا اور آنکھ کے کوئے میں سرمہ لگا رہ گیا	״
کاتب کے ناخن پر روشنائی رہ گئی	״
بے اپنے قصد کے بغیر پانی پہنچ گیا طہارت ہوگئی	۱۵
تحقیق ان غسل الرجلین مجمع علیہ	۱۶
وضو میں بارہ فرض عملی ہیں	۱۷
لب خوب زور سے بند کرلیے اور کلی نہ کی	
وضو نہ ہوگا۔	״
بھوؤں اور مونچھوں اور بچی کے بالوں کا حکم	״
گھنی داڑھی کا دھونا وضو میں فرض ہے	
اور گھنی کا مستحب	״
وضو میں کنپٹیوں پر بھی پانی بہانا فرض ہے	۱۸
وضو میں انگوٹھی وغیرہ گہنوں کا حکم	״

مضمون	صفحہ
سر کے نیچے جو بال لٹکتے ہیں ان کا مسح	
کافی نہیں۔	۱۸
ٹوپی اور دوپٹے پر سے مسح میں کیا حکم ہے	״
کتنا پانی بہنے میں دھونا صادق آئیگا	۱۹
مواضع ضرورت میں کسی سخت چیز کا لگا رہ جانا	[illegible]
وضو و غسل میں واجب اصطلاحی کوئی نہیں	۲۰
وضو کی ابتدا میں بسم اللہ صرف سنت ہے	״
فتویٰ ۲ مسواک ایک بالشت سے زیادہ نہ ہو	۲۲
فتویٰ ۳۔ وضو کے بعد کپڑے سے اعضا	
پوچھنے کا حکم۔	״
وضو کا پانی روز قیامت نیکیوں کے پلے	
میں رکھا جائے گا۔	۲۵
وضو و غسل میں ہاتھ جھٹکنے کا کیا حکم ہے	۲۷
فتویٰ ۴۔ آنچل اور دامن سے ہاتھ منھ	
پوچھنا کیسا ہے۔	۳۰
تانبے کے برتن سے وضو کیسا ہے۔	۳۱
وضو کے وقت ناف سے زانو کے نیچے تک	
بدن چھپا ہونا چاہیے بلکہ بلا ضرورت کسی	
وقت بھی نہ کھلے۔	۶۶
وضو میں کچھ جگہ ہیں جنکی خاص احتیاط	
مرد و عورت سب پر لازم ہے۔	۹۶
وضو میں پانچ مواضع اور ہیں جنکی احتیاط	
خاص مردوں پر لازم ہے	۹۷
وضو کے لیے پانی لیکر بیٹھنا یاد ہے اور وضو	
کرنا یاد نہیں تو وضو سمجھا جائیگا	۱۳۳

مضمون	صفحہ
وضو میں منھ کے بعد دونوں ہاتھ سرِ ناخن	
سے کہنیوں تک تین بار دھوئے	۱۴۵
وضو سے پہلے گٹوں تک تین بار ہاتھ دھونا	
مطلقاً سنت ہے اور کسی نجاست تک پہنچنے کا	
احتمال ہو تو سنت مؤکدہ۔	۱۴۶
اسکا بیان کہ مسواک وضو کی سنت ہے یا نماز کی	״
اس امر کی تحقیق کہ مسواک قبل وضو ہے یا	
کلی کرتے ہیں۔	״
مسواک ہوتے ہوئے انگلی سے مانجھنا	
کافی نہیں مگر عورتوں کو مسی کفایت کرتی ہے	۱۴۹
اس امر کی تحقیق کہ وضو میں مسواک سنت	
ہے یا مستحب۔	״
وضو سے گناہ دھلنے کی حدیثیں۔	۱۵۳
مسواک سے پہلے اور بعد تین تین بار دھوئیں	۱۵۵
تنباکو کھانے پینے والوں کے لیے کہاں تک	
مسواک واجب ہے اور اسکے امتحان کا طریقہ	״
پان کے عادیوں کو کلیوں میں کتنی احتیاط لازم	۱۵۶
تمام زمین منہ کی کمال صفائی کرے ورنہ فرشتوں	
کو ایذا ہوتی ہے۔	״
وہ پانی جو مقدار وضو بتایا گیا ہے ہاتھ دھونا	
کلی کرنا ناک میں ڈالنا اسی میں محسوب ہے یا الگ	״
اجماع ہے کہ وضو و غسل میں پانی کی کوئی حد	
مقرر نہیں۔	۱۵۷
وضو میں غرہ و تحجیل کا بڑھانا مستحب ہے اور	
اسکے معنی کا بیان۔	۱۵۹

مضمون	صفحہ
سب کے لیے وضو و غسل میں پانی کی ایک مقدار	
مقرر ہونا محض باطل ہے۔	۱۶۱
وضو یا غسل میں بے سبب پانی زیادہ خرچ	
کرنیکا کیا حکم ہے اور اس باب میں مصنف	
کی تحقیق منفرد۔	۱۶۶
وضو میں انگوٹھی اور غسل میں بالی کا حکم	۱۷۲
وضو میں پانی زور سے ڈالنا مکروہ ہے۔	״
اعضا کا مل مل کر دھونا وضو و غسل میں سنت ہے	״
اعضائے وضو دھونے میں حد شرعی سے اتنی	
خفیف تحریر بڑھانا جس سے حد شرعی پوری ہونے	
میں شبہہ نہ رہے واجب ہے۔	״
وضو میں منہ سے ابتدا کرنا سنت ہے	״
وضو میں ترتیب سنت ہے یہاں تک کہ کلی	
کرنے ناک میں پانی ڈالنے میں بھی۔	״
کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کی کیا حد ہے	
کہ وضو میں جسکے ترک سے لوگ گنہگار ہوتے	
ہیں اور غسل میں ترک سے نماز ہی نہیں ہوتی	۱۷۴
وضو میں ترک نیت کی عادت گناہ ہے۔	۱۷۷
طہارت میں ہر عضو پورا تین بار دھونا سنت	
مؤکدہ ہے ترک کی عادت سے گنہگار ہوگا۔	״
اعضا میں تین بار دھونے کے معنی جسکے ترک کی	
عادت سے لوگ گنہگار ہوتے ہیں اور بہت کی	
نماز ہی نہیں ہوتی۔	״
ضرورت کیلیے اعضا ایک ایکبار دھونا جائز ہے	״
ابھی صحیح مضمون کا بیان جنکی وجہ سے اعضا کا	

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
تین تین بار سے زیادہ دھونا جائز یا مکروہ ہے	۱۸۴
تجدید وضو کے استحباب میں مصنف کی تحقیق۔	۱۸۵
ہر وقت باوضو رہنے کی فضیلتیں	״
تازہ وضو کی فضیلت	۱۸۶
مصنف کی تحقیق وضو و غسل مستحب مقصود بالذات بھی ہیں۔	۱۸۷
وضوے مستحب بے نیت ادا نہ ہوگا	״
مصنف کی تحقیق کہ وضو بر تازہ کے لیے مجلس بدلنے کی بھی حاجت نہیں	۱۸۹
اُن صورتوں کا بیان جن میں تازہ وضو کرنا مطلقًا بالاتفاق مستحب ہے۔	۱۹۰
بغل میں بدبو ہو تو اُسکے کھُجانے سے وضو مستحب ہے۔	۱۹۲
جذامی و برص والے سے مس کرنے میں تجدید وضو مستحب ہے۔	״
معبودان کفار کے چھونے سے نیا وضو چاہیے۔	״
جن باتوں سے اعادہ وضو مستحب ہے وضو کرتے میں ہوں تو سر سے وضو مستحب ہوگا۔	״
وضو میں ممانعت اسراف کی حدیثیں	۱۹۶
وضو میں مقدار سے زیادت کے بارے میں مصنف کی تحقیق۔	۱۹۷
وہ باتیں جنکے لحاظ سے وضو میں پانی کم خرچ ہو۔	۲۰۸
وضو احتیاط کے ساتھ کیا جائے عوام میں جو مشہور ہے کہ وضو جوانوں کا سا کرے غلط ہے	״
عضو دھونے سے پہلے بھیگا ہاتھ پھیرنا مستحب ہے خصوصًا جاڑوں میں۔	۲۰۹
ہر عضو دھو کر اُسکا پانی ہاتھ سے صاف کرے	״
وضو میں پانی ناخنوں کیطرف سے ڈالا جائے نہ اُدھر سے۔	۲۱۰
دفع وسواس کی دعائیں اور علاج	۲۱۰ ۲۱۴ ۲۱۹
وضو کے بعد رومالی پر چھینٹا دینا سنت ہے	۲۱۲
رومالی پر چھینٹا دینے میں چند باتیں ملحوظ رہیں	۲۱۳

مضمون	صفحہ
وضو میں دستہ دار لوٹے کا دستہ تھامے اُسکے مونھ پر ہاتھ نہ رکھے۔	۲۱۴
وضو سے پہلے تین بار دستہ دھونا مستحب ہے	۲۱۴ ۲۱۵
مستحب ہے کہ وضو مٹی کے برتن سے کرے	۲۱۴
مونھ دھونے میں پانی کہاں سے ڈالا جائے	۲۱۹
پانی خود بہنا ضرور ہے ہاتھ کے ذریعہ سے پہنچانا کافی نہیں۔	״
وضو میں ہر عضو جدا ہے ایک کا پانی دوسرے پر بہنا کافی نہیں اور غسل میں سب بدن ایک ہے سر کا پانی پاؤں تک جہاں جہاں بہے پاک کردے گا۔	۲۳۹
اولیا آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ وضو کے پانی کے ساتھ گناہ نکلتے ہیں۔	۲۴۵
وضو کرنے بیٹھا پھر کسی مانع کے سبب تمام نہ کرسکا تو جتنے افعال کیے اُن پر ثواب پائیگا اگرچہ وضو نہ ہوا۔	۲۴۸
جس نے بالقصد آدھا وضو کیا ثواب نہ پائے گا۔	״
جسکا ارادہ وضو کا تھا پھر قصدًا بیچ میں سے چھوڑ دیا ثواب نہ پائیگا۔	״
سات حدیثیں کہ جو بسم اللہ کہکر وضو کرے اُسکا سارا بدن پاک ہو جائیگا اور نہ صرف اعضائے وضو اور مصنف کا اُسکی تقویت کرنا	۲۵۴
دھونیکے بعد جو تری عضو میں رہے اُس سے مسح ہو سکتا ہے اور مسح کی تری بچی ہوئی سے نہ ہوگا۔	۲۵۸
سارے سر کا مسح سنت ہے اور اُسکا طریقہ	״
ایک اُنگلی سر پر رکھکر کھینچدی کہ چہارم سر کی قدر تک پہنچ گئی مسح نہ ہوگا	۲۵۹
دو انگلیوں سے بھی نہ ہوگا ہاں تین انگلیاں اگر اتنی کھینچیں کہ چہارم سر کو پہنچیں ہو گیا۔	۲۵۹
انگلیوں کے پوروں سے مسح کرنیکا حکم	״
اگر سر پر مینھ کی بوندیں گریں مسح ہو گیا	״
اگر لکڑی بھگو کر سر پر پھیر دی کہ چہارم سر تر ہو گیا مسح ہو گیا۔	۲۶۰
تحقیق المصنف فی	

مضمون	صفحہ
مسائل المسح بحد اصبع او اصبعین	۲۶۰
ایک اُنگلی سے سر کا مسح ہو جانیکا طریقہ	۲۶۰
اوس میں سر برہنہ بیٹھا اُس سے چہارم سر کی قدر بھیگ گیا مسح ہو گیا	۴۱۰
زیادہ گرم و سرد پانی کہ پورا نہ ڈالا جائے اُس سے وضو مکروہ ہے	۴۱۲
سر پر کوئی دوا لگی ہے تو مسح کسطرح کرے۔	۴۶۲
جنازہ کے لیے جو وضو کیا اُس سے ہر نماز پڑھ سکتا ہے	۵۸۲
وضو کرنے بیٹھا چلو میں پانی لیا حدث ہو گیا یہ چلو ہاتھ دھونے میں صرف کر سکتا ہے	۶۰۶
مونھ دھویا پھر ہاتھ دھونیکے لیے چلو میں پانی لیا کہ حدث ہو گیا یہ پانی ہاتھوں پر ڈال سکتا ہے۔	״
مونھ دھونے کو پانی لپ میں لیا پھر حدث ہو گیا وہ پانی مونھ دھونے کو کافی نہ ہونا چاہیے	״
وضو و غسل میں جس عضو کا دھونا مضر ہو تو مسح کرلے۔	۶۴۷
دھونا اور مسح کرنا جمع ہو سکتے ہیں جتنے ٹکڑے کا دھونا مضر ہے مسح کرے باقی کو دھوئے۔	״
دھونا اور پٹی کا مسح کرنا جمع ہو سکتے ہیں	״
اعضا پھٹ گئے ہوں تو اُنکے دھونے یا مسح کرنے کی تفصیل۔	۶۴۸
بدن پر دوا لگی ہے اور چھڑانا مضر تو اُسپر پانی بہائے اور اس سے بھی ضرر ہو تو مسح کرے اور اس سے بھی ضرر ہو تو معاف	״
پانی بیکار صرف کرنا یا پھینک دینا حرام ہے	۶۴۹
کافر وضو یا غسل کرکے اسلام لایا اور اُسکے بعد حدث نہ ہوا اسی وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے	۶۶۲
ایک دو اُنگلی سے سر اور موزہ کا مسح جائز نہیں ہاں اگر بار بار اُنگلی تر کرکے مختلف جگہ پر رکھے کہ قدر مطلوب کو پہنچ جائے تو جائز ہے۔	۷۲۲
وضو میں مسح سر کا بہتر طریقہ۔	۷۲۹
ایضًا دوسرا طریقہ	۷۳۰
سر کے مسح میں اُنگلیوں کی تری ختم ہو گئی تو کانوں کے مسح کیلیے نئی تری لیں۔	״
وضو کا بچا ہوا پانی جو لوگ پھینکدیتے ہیں جن جن	۷۳۱

مضمون	صفحہ
مسح کہ وضو میں ہے اُس سے مراد تری پہنچانا ہے کسیطرح ہو اگرچہ مینھ پڑنے یا غوطہ لگانے سے	۸۱۶
وضو میں مسح کی جگہ سر دھونا خلاف سنت ہے	״
فصل فی النواقض	
فتوی ۵ - وضو کرتے میں ناقض وضو واقع ہو تو سر سے وضو کرے	۳۱
پانی چلو میں لیا اور حدث واقع ہوا	۳۲
فتوی ۶ تھوک میں خون کا اثر ظاہر ہونا	۳۲ ۵۲۲
فتوی ۷ زکام بہنے سے وضو نہیں جاتا	۳۴
بلغم کی قے سے وضو نہیں جاتا	۳۴ ۵۲۳
مرض سے جو پانی آنکھ وغیرہ سے بہے وضو نہ رہیگا	۳۴
رال بہنے سے وضو نہیں جاتا۔	۳۵
بدن سے کسی پاک رطوبت کا نکلنا ناقض وضو نہیں۔	״
حدث و نجس کی نسبتوں میں مصنف کی تحقیق	۳۶
شراب کی قے کا حکم	۳۶
مرض سے جو رطوبت بہے اگر اُس میں خون وغیرہ نجس کی آمیزش کا احتمال نہیں تو پاک ہے اُس سے وضو نہ جائیگا۔	۳۷ و ۳۸
ناف سے زرد پانی بہا۔	۳۷
دانے کا پانی اگرچہ تھمرا ہو ناقض وضو ہے	״
اندھے کی آنکھ سے جو رطوبت بہے ناقض وضو ہے	״
دانے پھپلی سے تھرا پانی اگر بکثرت نکلے تو ضرورت کے لیے اس قول پر عمل کر سکتے ہیں کہ وضو نہ جائیگا جبکہ بالکل صاف ہو	۳۹
نارو کا ڈورا نکلنے سے وضو نہ جائیگا۔	״
نارو سے رطوبت بہے تو وضو جاتا رہیگا	״
بحران کے پسینہ سے وضو نہیں جاتا۔	״
جسے نکسیر کا عارضہ ہوا کرتا ہے اُسکی ناک سے ریزش سرخی لیے آئے وضو نہ رہیگا	۴۰
مصنف کی تحقیق کہ جو پاک رطوبتیں بدن سے عادۃً نکلتی ہیں وہ اگر بطور مرض بھی بہیں وضو نہ جائیگا۔	״
خون چھلکنے اُبھرنے بہنے کے فرق و احکام	
فتوی ۸ - خون چھلکنا اور کپڑے میں لگنا	

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
اور دانے کی چیک۔	۴۱
ناک سے انگلی یا دانتون سے مسواک مین خون لگ آیا یا چھنگا ہوا خون ہاتھ یا کپڑے مین لگ گیا تو کیا حکم ہی۔	〃
خون یا ریم آبلے کے مونھ تک آیا اور نہ بہا دانون کی چیک یا چھنکے ہوئے خون سے کپڑا ناپاک نہین ہوتا نہ وضو جائے۔	〃
جسے قابل خون یا ریم کپڑے مین لگ لگ کر بہ نہ سکا تو کیا حکم ہے۔	〃
جو خون ابھر کر رہ جائے پاک ہی اور ناقض وضو نہین۔	〃
خون یا ریم بار بار پونچھ لیا تو وضو اور کپڑے کا کیا حکم ہے۔	〃
خون بار بار ابھرا اور مٹی ڈالدی تو وضو کا کیا حکم ہے۔	۴۲
ایک جلسہ مین جتنا خون بار بار نکلا وہ بہتا یا نہین یہ اندازہ پر ہے۔	〃
جو خون یا پیپ آنکھ سے بہکر آنکھ سے نہ نکلے نہ ناپاک ہی نہ ناقض وضو۔	〃
ناک کی ہڈی تک خون اترا اور نرم حصے تک نہ آیا تو وضو نہ جائیگا۔	〃
ہڈی کے اندر جو خون نکلا اسکا کیا حکم ہی	〃
قطرہ اگر عضو تناسل کے اندر ہے اور موٹھ پر نہ آئے تو وضو نہ جائیگا اور خون مین یہ بھی شرط ہو کہ باہر نکلکر بہے۔	۴۳
ناک یا دانت سے انگلی پر بار بار خون لگ آیا تو وضو گیا یا نہین۔	〃
قے مونھ بھر کر ناقض وضو ہی اور تھوڑی تھوڑی آئے تو کیا حکم ہی۔	۴۶
حیض غیرہ نجاست جبتک فرج داخل سے باہر نہ ہو اس سے وضو و غسل کچھ نہین	۵۴
بول و براز جبتک سوراخ کے مونھ پر ظاہر نہ ہو وضو نہ جائیگا۔	۵۵
وضو کے بعد پانی سے استنجا کس صورت مین ناقض وضو ہی۔	۵۵
کھٹمل مچھر پسو کے کاٹنے سے وضو نہین جاتا جونک اور کلی مین تفصیل ہی۔	۵۶
ورم سے خون وغیرہ نکلا اسی پر بہا جسم بدن تک نہ پہنچا وضو جاتا رہیگا اگرچہ خود ورم پر مسح نہ کر سکے	۵۷
زخم کے اندر اندر خون کا بہنا ناقض وضو نہین جبتک مونھ پر آکر نہ ڈھلکے	۶۱
ایک زخم لمبا اور باریک ہی خون اس مین دورہ کرے اور اسکے لبون سے ابھر کر نہ ڈھلکے ظاہرا وضو نہ جائیگا۔	۶۲
چوڑے زخم کا بھی یہی حکم ہی کہ جبتک خون اسکے لبون سے ابھر کر نہ ڈھلکے ظاہرا وضو نہ جائیگا۔	〃
جو خون تھوڑا تھوڑا بار بار نکلے اس مین وقت ضرورت کے لیے ایک آسان فتوی	〃
فتوی ۹ دوڑنے یا کودنے یا اپنا پایا پرایا ستر دیکھنے سے وضو نہین جاتا۔	۶۷
بلندی سے گرنے مین وضو نہ جائیگا۔	〃
کسی کام مین مستغرق ہو جانے سے وضو نہین جاتا۔	〃
منی کہ بے شہوت جدا ہوئی تھی اس کا نکلنا وضو واجب کرتا ہی غسل نہین۔	۶۷ و ۱۲۵
فتوی ۱۰ پھڑیا اچھی ہو گئی اسکے خلا مین پانی بھر کے نکل جانا ناقض وضو نہین	۶۷
پھڑیا مین ابھی رطوبت باقی ہی اسکے خلا مین پانی بھر کر نکلا تو وضو جاتا رہا۔	۶۸
معدہ مین جاکر پانی اگرچہ اسیوقت لوٹ آئے ناپاک ہے ناقض وضو ہی جبکہ مونھ بھر کر ہو	〃
پانی معدہ تک پہنچا تھا کہ اچھو سے نکل گیا پاک ہی اور وضو نہ جائیگا۔	〃
کیچوے اور سانپ کی قے ناقض وضو نہین اگرچہ مونھ بھر کر ہو۔	〃
فتوی ۱۱ اسطرح سونے سے وضو جاتا ہی	۷۰
نیند دو شرطون سے ناقض ہوتی ہی	۷۱
سونے کی دس صورتین جنسے وضو نہین جاتا	〃
کرسی مونڈھے پر پاؤن لٹکائے ہوئے بیٹھا سو گیا وضو نہ جائیگا جبکہ کرسی انگریزی ساخت کی نہ ہو۔	〃
زین سواری کا سونا ناقض وضو نہین	〃
ننگی پیٹھ پر سوار کا سونا۔	۷۱
تکیہ لگائے سونے کا حکم	〃
کھڑے بیٹھے رکوع سجود کی ہیات پر سونے کا حکم۔	〃
سونے کی دس صورتین جنسے وضو جاتا ہے	〃
کاٹھی پر سواری مین سونے کا حکم۔	〃
سجدۂ زنانہ مین سونا ناقض وضو ہی سجدۂ مردانہ مین نہین۔	〃
گرم تنور کے کنارے سونے کا حکم۔	۷۲
نیند کی سب صورتون مین نماز و غیر نماز کا ایک حکم ہے۔	〃
بیمار لیٹ کر نماز پڑھتا تھا نیند آگئی وضو گیا	〃
نماز مین سو جانے کے احکام۔	〃
اونگھنے کا حکم۔	〃
بیٹھے بیٹھے جھونکے لینے سے وضو نہین جاتا	〃
جھوم کر گر پڑا اگر معاً آنکھ کھل گئی وضو نہ گیا	〃
سوتے مین اس شکل پر ہو گیا جس سے وضو جاتا ہی مگر فوراً آنکھ کھل گئی وضو نہ گیا۔	〃
کبھی آدمی سو جاتا ہی اور سمجھتا ہی کہ نہین سویا اسکا ضروری بیان۔	〃
نیند بوجہ ظن ریح ناقض ہے نہ خود	۹۰
قہقہہ سے وضو جانے کا بیان۔	۹۲
بیت الخلا مین جانا یاد ہی اور پیشاب کرنا یاد نہین وضو واجب ہی۔	۱۳۲
عورت کے دونون مقام پردہ شق ہونے سے ایک ہو گئے تو ریح آنے سے اسپر بھی وضو واجب ہی۔	۱۳۲
سوتے مین دونون سرین جمے ہون جب بھی وضو مستحب ہی۔	۱۹۲
تیل یا ریح کے شبہہ سے وضو نہین جاتا	۲۱۲
تحقیق معنی رفع الحدث ورفع ایراد الامام ابن الہمام۔	۲۴۹
نابالغ ہر وقت باوضو ہی کسی حدث سے اسکا وضو نہین جاتا نہ جماع سے اسپر غسل فرض ہو۔	۲۴۷
للحدث معنیان وھو متجز علی احدھما دون الآخر۔	۲۴۹ ۸۲۵
تحقیق شریف فی تعریف الحدث	۲۴۹
تحقیق نفیس المحقق علی الاطلاق فی معنی النجاسة الحکمیة	۲۵۰
تحقیق الفرق بین معنیی الحدث وتمیز احدھما دون الآخر۔	۲۵۱
مصنف کی تحقیق کہ نجاست حکمیہ صرف اعضائے وضو مین ہوتی ہی یا سارے بدن مین	۲۵۴
حدث جب مطلق ہو اس سے مراد بے وضوئی ہے نہ وہ جسپر غسل ہی۔	۲۵۵
ہر ناقض وضو کھانے سے پیدا ہوتا ہی دھونا سارے ہی بدن کو چاہیے تھا چار عضو کی تخصیص اس حکمت سے ہی اور ان مین بھی سر کے فقط مسح کی یہ حکمت۔	۲۵۶
حدث موجب وضو صرف چار اعضا مین ہوتا ہے اگر کوئی وضو کی جگہ غسل کا التزام کرے بدعت ہی۔	۲۵۷
نجاست کا اپنی قوت سے بہکر نکلنا ناقض وضو ہی اگرچہ اسکے ساتھ اور پاک رطوبت اس سے زائد مخلوط ہو۔	۵۲۳
رقیق خون سر سے آئے یا جوف سے کتنا ہی قلیل ہو ناقض وضو ہی۔	〃
قے مین بستہ خون جوف سے آیا اگر مونھ بھر ہو ناقض وضو ہی ورنہ نہین۔	〃
خون کہ جوف سے قے مین آئے مطلقاً ناقض وضو ہی رنگت کا اسمین اعتبار نہین۔	
ورزش سے وضو نہین جاتا۔	۵۰۳
معاصی و مکروہات کا ارتکاب بھی ایک طرح کی نجاست حکمیہ ہی اگرچہ انسے وضو نہین جاتا	۶۱۱
مصنف کی تحقیق کہ مسلمان کی موت حدث ہی نجاست نہین۔	۶۴۲
نجاست حکمیہ نجاست حقیقیہ سے سخت تر ہے اسکا ایک حصہ معاف ہوتا ہی یہان کوئی ذرہ معاف نہین۔	۶۴۸
کئی حدث ہوئے وضو کیا وہ سب سے ہی نہ فقط اول سے۔	۸۱۴
حدث اصغر وہی ہی جس سے فقط وضو واجب ہو نہانا نہ ہو۔	۸۱۵
اسکی تحقیق کہ ہر موجب غسل موجب وضو ہی	۸۱۶

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
تحقیق المصنف ان الحدث المتجزی علی قسمین شامل و مقتصر	۸۲۵
باب الغسل	
غسل میں عورت کو چوٹی کھولنا ضرور ہے یا نہیں۔	۱۵
غسل کے بعد اعضا پونچھنے کا حکم	۲۶
نہ پونچھنا ضرور ہے تو پونچھنا ضرور ہے۔	〃
غسل کا پانی بھی نیکیوں کے پلے میں رکھا جانا ظاہر ہے۔	۲۹
غسل میں فرج داخل اندر سے دھونا فقط مستحب ہے واجب نہیں۔	۵۵
فتویٰ ۱۲۔ فرائض غسل۔	۹۴
دانتوں کی جڑ یا کھڑکیوں میں سخت چیز جمی ہو تو چھڑانا لازم ہے ورنہ غسل نہ اُتریگا۔	۹۵
چونا یا مسی کی تحریریں جنکے چھڑانے میں ضرر ہو معاف ہیں۔	〃
وضو و غسل میں غرغرہ سنت ہے مگر روزہ دار کو مکروہ۔	〃
غسل میں منھ اور ناک کا کتنا دھونا فرض ہے	〃
ناک میں جو کثافت جمی ہو اُسکا چھڑانا غسل میں فرض ہے اور وضو میں سنت۔	۹۶
ناک میں کہاں تک پانی چڑھانیکا حکم ہے	〃
وضو و غسل کی بے احتیاطیاں جنسے نماز نہیں ہوتی۔	〃
غسل میں بائیس جگہ اور ہیں جنکی احتیاط مرد و عورت سب پر لازم۔	۹۸
آٹھ مواقع احتیاط خاص مردوں کے لیے	〃
دس مواضع احتیاط خاص عورتوں کیلیے	〃
احتیاط کی جگھوں میں پانی پہنچنے کا کیسا ظن درکار ہے۔	۹۹
اکیس مواضع جو پانی بہانے سے بوجہ حرج معاف ہیں۔	〃
تار سے اگر دانت بندھے ہوں تو ظاہرا اُسپر سے پانی بہا دینا کافی ہے۔	〃
حرج تین قسم ہے۔	۱۰۰
فتویٰ ۱۳۔ گلے سے نہانا اور سر کا مسح	〃
بدن کے بعض حصہ کو پانی مضر ہو تو اکثر کا اعتبار ہے۔	۱۰۱
توجیہ نفیس لما فی غریب الروایۃ	۱۰۱/۱۰۲
فتویٰ ۱۴۔ نہانا مضر ہونیکی مختلف صورتیں اور اُنکے احکام۔	۱۰۲
فتویٰ ۱۵۔ ران میں پھوڑا ہونے کے سبب تیمم نہیں کر سکتا۔	〃
فتویٰ ۱۶۔ تری دیکھی اور خواب یاد نہیں یا خواب یاد ہے اور تری نہ پائی اور ان کے سوا تمام صورتوں کی تفاصیل و احکام	۱۰۴
بیہوشی یا نشہ کے بعد کپڑے پر مذی پانیکا حکم	۱۰۹
تری کپڑے یا ران یا سر ذکر میں یکساں ہے	۱۱۸
نہانیکے بعد بقیہ منی خارج ہو تو کیا حکم ہے	〃
نماز میں احتلام ہوا اور سلام پھیرنے تک منی نہ نکلی نماز ہوگئی۔	〃
احتلام یاد تھا اور اُٹھکر تری نہ پائی نماز کے بعد تری نکلی نماز ہوگئی غسل اب واجب ہوا	〃
احتلام خوب یاد ہے اور تری نہ دیکھی پھر مذی نکلی غسل نہیں۔	۱۱۹
جو منی مرد کی پشت اور عورت کے سینہ سے بشہوت جدا ہوئی اسکا نکلنا غسل واجب کریگا اگرچہ بے شہوت نکلے	۱۱۹
اس بارے میں مذہب امام ابو یوسف پر عمل کی ایک صورت۔	۱۲۰
انزال کے بعد پیشاب کر لیا یا سو رہا یا بقدر کافی چلا پھر منی بے شہوت نکلی دوبارہ غسل ہوگا	۱۲۱
بعد انزال پیشاب وغیرہ کرکے نہا لیا پھر کچھ منی بشہوت نکلی دوبارہ نہانا ہوگا۔	۱۲۲
بحث تعریف الجنابۃ۔	۱۲۳
زوج کی منی عورت کے بدن سے نکلے تو اُسپر وضو واجب ہوگا غسل نہیں۔	〃
عورت کو اگر احتلام یاد ہوا اور تری نہ پائے تو کیا حکم ہے۔	۱۲۵
حشفہ غائب نہ ہوا اور منی عورت کے بدن میں چلی جائے تو اُسپر غسل نہ ہوگا جبتک حمل رہ جانا ثابت نہ ہو بکارت زائل ہونا اسپر دلیل ہے کہ حشفہ غائب نہ ہوا۔	۱۳۰
سونے سے پہلے شہوت تھی اور جاگ کر تری دیکھی اور احتلام یاد نہیں تو غسل ہوگا جبتک منی ہونا ثابت نہ ہو۔	۱۳۵
جاگ کر تری دیکھنے کے جملہ مسائل میں برابر ہے کہ لیٹا سویا ہو خواہ کھڑا بیٹھا چلتا	۱۳۷
فتویٰ ۱۷۔ وضو و غسل میں پانی کی مقدار	۱۳۹
زن و شوہر باہم ایک برتن سے غسل کر سکتے ہیں اگرچہ برہنہ ہوں اور اُسکے متعلق ضروری بات بھی۔	۱۴۱
آب غسل و وضو کا اندازہ	۱۴۵
اس سے علاوہ اور بھی پانی درکار ہیں	〃
اسراف و وسوسہ نہ ہو تو ایک صاع سے زیادہ غسل میں خرچ کرنا افضل ہے۔	۱۵۷
غسل کہاں کہاں مستحب ہے۔	۱۸۶
گندھی چوٹی میں تین بار پانی ڈالنے سے جڑوں تک پہنچنے میں شبہہ رہے تو زیادہ ڈالے	۱۹۵
فتویٰ ۱۸۔ قبل غسل جنب کے کھانیکا حکم۔	۲۲۰
فتویٰ ۱۹۔ حالت ناپاکی میں مسجد میں جانا حرام ہے۔	〃
فتویٰ ۲۰۔ حالت جنابت میں مسجد کے لوٹے چھونا کیسا ہے۔	۲۲۱
فتویٰ ۲۱۔ بے وضو مصحف شریف کا چھونا مطلقاً حرام ہے اگرچہ مع ترجمہ ہو اور اُسپر کتنے ہی فوائد و تفسیر لکھی ہوں	〃
بیوضو خود آیت کو ہاتھ لگانا مطلقاً حرام ہے اگرچہ کسی کتاب میں لکھی ہو اور قرآن مجید کے پٹھے بلکہ چولی کو بھی نہیں چھو سکتا ہاں جزدان کے اندر ہو تو اُٹھا سکتا ہے۔	۲۲۲/۲۲۳
قرآن مجید کا خالی ترجمہ اگر جدا لکھا ہو اُسے بھی بیوضو چھونا منع ہے۔	〃
کتب حدیث و تفسیر و فقہ کا باوضو چھونا افضل ہے مگر جہاں آیت لکھی ہو اُسے بیوضو ہاتھ لگانا حرام ہے۔	〃
فتویٰ ۲۲۔ جنب کو قرآن مجید کی نیت سے آیت کا کوئی ٹکڑا پڑھنا بھی جائز نہیں	〃
جو آیت یا سورت خالص دعا و ثنا ہو جنب و حائض اُسے بہ نیت دعا بے نیت قرآن پڑھ سکتے ہیں	〃
کسی آیت کا اتنا ٹکڑا کہ ایک چھوٹی آیت کے برابر ہو بہ نیت قرآن پڑھنا جنب و حائض کو بالاتفاق ممنوع ہے۔	۲۲۳
صحیح یہ ہے کہ بہ نیت قرآن ایک حرف کی بھی جنب و حائض کو اجازت نہیں۔	〃
جنب و حائض تعلیم کی نیت سے بھی آیت کا کوئی کلمہ نہیں کہہ سکتے۔	۲۲۶
قرارت جنب کی صورتوں میں مصنف کی تحقیق جلیل مفرد۔	۲۲۸
ان مسائل کا خلاصہ و حکم۔	۲۳۱
جنب کو وہ آیات ثنا بہ نیت ثنا بھی پڑھنا حرام ہیں جن میں رب عزوجل نے اپنے لیے متکلم کی ضمیریں ذکر فرمائیں۔	۲۳۲
جن آیات دعا و ثنا کے اول میں لفظ قل ہے اُن میں جنب لفظ چھوڑ کر بہ نیت دعا پڑھے ورنہ جائز نہیں۔	〃
ایسے حروف مقطعات والی دعا کی بھی اجازت نہیں۔	〃
جن آیات میں خالص دعا و ثنا نہیں اُنھیں جنب یا حائض بہ نیت عمل بھی نہیں پڑھ سکتے	〃
صرف عمل میں لانیکی نیت سے جنب حائض خالص آیات دعا و ثنا بھی نہیں پڑھ سکتے	〃
دم کرنیکی نیت سے بھی صرف بہ نیت دعا پڑھنا جائز ہے۔	〃
فقط شفا لینے کی نیت قرآن مجید کو قرآنیت سے خارج نہیں کر سکتی۔	۲۳۳
لکھی ہوئی آیت کو جنب اپنی نیت سے بدل نہیں سکتا۔	〃
آیات دعا بہ نیت دعا بھی لکھنے کی اجازت نہ ہونی چاہیے۔	〃
میت کو نہلا کر غسل کرنا مستحب ہے۔	۲۳۸
جمعہ عرفہ عیدین احرام کا غسل مستحب ہے اور صرف اُسی پانی سے ادا ہوسکیگا جس سے جنابت کا غسل۔	۲۴۴
جبتک ساری طہارت نہ کرلے کوئی کام جو بے اس طہارت کے جائز نہ تھا جائز نہ ہوجائیگا اگرچہ جس عضو سے یہ کام کیا جاتا وہ دُھل چکا ہو۔	۲۴۶

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
بے وضو اپنے سینہ سے بھی مصحف شریف کو مس نہیں کرسکتا۔	۲۵۵
بے وضو کے بدن پر جو جامہ ہو اُسکے گوشہ سے بھی مصحف شریف کو مس نہیں کرسکتا مگر ایک صورت میں۔	″
ہنود جسطرح نہاتے ہیں اُس سے غسل جنابت نہیں اگر وہ اسلام لائیں تو قواعد غسل سکھا کر تصحیح غسل لازم ہے۔	۳۳۱
زمزم شریف سے غسل و وضو بلاکراہت جائز اور ڈھیلے کے بعد اُس سے استنجا مکروہ اور نجاست دھونا گناہ۔	۴۰۸
سر دھونا نقصان کرے گلے سے نہائے سر کا مسح کرے۔	۶۴۷
انزال میں پیشاب کے بعد نہانا چاہیے	۸۰۶
بعد جماع نہ پیشاب کیا نہ سویا نہ اتنا چلا کہ بقیہ منی نکل جاتا اور نہالیا اب بقیہ نکلا دوبارہ نہانا ہوگا اگرچہ بے شہوت نکلے	″
منی کہ شہوت سے نکلے اُس سے پہلے مذی ضرور نکلتی ہے۔	۸۱۵
حیض و احتلام و جماع و انزال سب جمع ہوں تو سب کو ایک ہی غسل کافی ہے	۸۲۱
باب المیاہ	
پانی کس طرح مستعمل ہوتا ہے۔	۳۲
جس پانی سے وضو کیا پھر تین وضو اور کیے اور ہر بار وضو سے پہلے برتن میں ڈبو لیکن تو کیا حکم ہے۔	″
فتوٰی ۲۳۔ وضو کے بچے پانی سے وضو اور اگر اُس میں کچھ قطرے یا دھار ہاتھ سے گری تو کیا حکم۔	۲۳۴
فتوٰی ۲۴۔ استنجے کے بچے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے۔	۲۳۵
فتوٰی ۲۵۔ بارش کا پانی کہ شہر کی نالیاں ہوکر بہتا ہو اُسکا کیا حکم ہے	″
فتوٰی ۲۶۔ ساڑھے سات گز مربع حوض پیشاب سے ناپاک نہ ہوگا	۲۳۹
فتوٰی ۲۷۔ حوض دہ در دہ نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا جبتک خاص نجاست کے سبب اُسکا رنگ یا بو یا مزہ نہ بدل جائے	۲۳۶
فتوٰی ۲۸۔ آب مستعمل کی جامع و مانع تعریف۔	۲۳۷
پانی مستعمل ہونے کی علتوں کا بیان	″
بے وضو ہے اور برتن بڑا کہ جھکا نہیں سکتا تو پانی کس طرح لے۔	″
جنب یا بے وضو کا وہ عضو جسکی ابھی طہارت نہ کی ذرہ بھر بھی اگر مشکے بھر پانی میں ڈوب جائے قابل طہارت نہ رہیگا	۲۳۷ ۲۶۱ ۲۶۳
مستعمل و غیر مستعمل پانی مل جائیں تو زائد کا اعتبار ہے۔	۲۳۸
پانی مستعمل نہ ہونے کی صورتیں۔	۲۳۹
آب مطلق کے سوا گلاب وغیرہ کسی چیز سے وضو و غسل نہیں ہوسکتا۔	۲۴۰
وضو یا غسل کا پانی مسجد میں ڈالنا چھڑکنا حرام ہے۔	۲۴۰
مصنف کی تحقیق مفرد کہ برتن بہ نیت سنت دھونے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا۔	۲۴۱
ماں باپ کے کپڑے یا اُنکے کھانے کیلیے پھل یا مسجد کا فرش بہ نیت ثواب دھونے سے پانی مستعمل نہ ہوگا۔	″
پانی مستعمل ہو جانے کا سبب۔	۲۴۲
پانی بدن سے جدا ہوتے ہی مستعمل ہوجاتا ہے اگرچہ ابھی کہیں نہ ٹھہرا ہو۔	″
باوضو شخص گرمی میں کسی عبادت میں دل لگنے کے لیے نہایا یا ہاتھ مونھ دھوئے پانی مستعمل نہ ہوگا۔	۲۴۴
بدن ستھرا رکھنا مستحب ہے اسلام کی بنا ستھرائی پر ہے مگر باوضو کا اس نیت سے بدن دھونا پانی مستعمل نہ کریگا۔	″
نابالغ کا ہاتھ ڈوبنے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا۔	۲۴۶ ۲۶۱
بحث قول المحققون ان سقوط الفرض هو الاصل في الاستعمال	۲۵۲
باطن چشم دھونے سے پانی مستعمل نہ ہوگا	۲۵۷
مصنف کی تحقیق کہ مسح سے بھی پانی مستعمل ہو جاتا ہے۔	۲۵۷
بے وضو شخص نے پانی کے برتن میں اپنا سر داخل کیا یہانتک کہ چہارم سر کو پانی لگا مسح ادا ہو گیا اور برتن کا پانی مستعمل ہوا	۲۵۸ ۲۶۶
پانی کے برتن میں موزہ پہنے پاؤں یا پٹی بندھا عضو ڈالنے سے اُنکا مسح ادا ہو جائیگا اور پانی مستعمل نہ ہوگا۔	۲۵۸ ۲۶۶
فتوٰی ۲۹۔ ایک ذرہ بے دھلا بدن پانی کو مستعمل کر دیتا ہے اور اُسکے قابل وضو کرنے کا طریقہ۔	۲۶۱
میت کے بدن سے قبل غسل اگرچہ بقصد غسل جو پانی مس کرے قابل وضو نہ رہیگا	۲۶۲
حیض و نفاس ابھی ختم نہ ہوا اُس حالت میں عورت کا ہاتھ پانی میں پڑنے سے بدستور قابل وضو رہیگا۔	۲۶۳
بضرورت ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا ہاں ضرورت سے زائد ہے مستعمل کر دیگا	۲۶۳ ۲۶۵
ہاتھ ڈالا ضرورت سے پھر پانی ہی میں دھونے کی نیت کر لی مستعمل ہو گیا۔	۲۶۳
مستعمل پانی کو قابل وضو کرنیکے دو طریقے	۲۶۴
مستعمل پانی پاک ہے اُس سے کپڑا دھونے میں پینا اور آٹا گوندھنا مکروہ ہے۔	″
آسی چالیس کتب ائمہ کی نصوص کہ بے دھلے بدن کا ایک ذرہ پانی سے لگ جانا سارے پانی کو مستعمل کر دیتا ہے۔	″
جنب یا بے وضو کو گولی سے پانی لینے کی ضرورت ہو اور کٹورا اُس میں ڈوب گیا نہ اور برتن نہ پانی۔ اُسکے نکالنے کو جتنا ہاتھ بھی ڈالنا ضروری ہو پانی مستعمل نہ کریگا	۲۶۵
ٹھنڈک لینے کو ہاتھ یا ایک پورا ہی ڈالا پانی وضو کے قابل نہ رہا۔	″
کوئیں میں ڈول گر گیا اُسکے نکالنے کو آدمی بے نہائے گھسا پانی خراب نہ ہوگا جبکہ اُسکے بدن یا کپڑے پر نجاست حقیقیہ نہ ہو نہ رفع حدث کی نیت کرے۔	۲۶۶
غسل اُتارنے کی نیت سے کوئیں میں غوطہ لگایا پانی بالاتفاق مستعمل ہوگیا۔	۲۶۶
باوضو کوئیں میں مثلاً ڈول نکالنے کو گھسا اور وہاں بقصد قربت نہانے کی نیت کر لی پانی مستعمل ہوگیا۔	۲۶۷
بے وضو کے کوئیں میں جانے کا مسئلہ۔	″
عورت کا جبتک حیض و نفاس منقطع نہ ہوا اگر وہ ٹھنڈک لینے کو پانی میں گھسی مستعمل نہ ہوگا	″
جنب کے دس کوؤں میں جانیکا مسئلہ۔	″
محدث کے دس کوؤں میں جانیکا مسئلہ	″
دہ در دہ پانی میں نجاست نظر آنیوالی پڑی ہو جب بھی سب طرف وضو جائز ہے	۲۶۸ ۲۹۱ ۳۴۹
عورت یا مرد کے پینے یا وضو و غسل سے جو پانی بچا دوسرے کو اُس سے وضو جائز ہے	۲۷۰
آب مستعمل ہمارے سب اماموں کے نزدیک پاک ہے مگر قابل وضو نہیں۔	۲۷۳
دہ در دہ پانی میں کھیتی یا نرکل قریب قریب اُگنا اُسے کم نہ کردیگا۔	۲۸۶ ۴۱۵
جس پانی پر کائی جمی ہو اُسکا حکم۔	۲۸۹
پانی پر برف جم گیا تو اُس میں ہاتھ پاؤں ڈالکر وضو کرنا کیسا ہے۔	″
پانی اوپر دہ در دہ ہے اور نیچے کم اُسکے دونوں حصوں کا حکم۔	۲۹۰
نیچے دہ در دہ ہے اور اوپر کم تو دونوں حصوں کا حکم۔	″
تعمیہ چیستان وہ کونسا پانی ہے کہ جبتک کثیر ہے نجس ہو جائیگا اور گھٹ جائے تو نجس نہ ہوگا۔	″
مصنف کی تحقیقات کہ دہ در دہ مربع ہونا ضرور نہیں صرف سو ہاتھ کی مساحت درکار ہے۔	″
بڑے حوض سے ایک چھوٹا حوض نکالا گیا اُسکا حکم۔	۲۹۳ ۳۴۱
چھوٹا حوض جسکے ایک طرف سے پانی آتا دوسری طرف سے نکل جاتا ہے اگرچہ چوڑا ہو پانی جاری ہونیکا مانع نہیں	۲۹۳
سوتوں سے پانی اُبلے اور نالی سے بہے تو وہ آب جاری ہے۔	″

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
کوئین مین مستعمل پانی گرجانے کا حکم۔	۳۰۱
فتوی ۳۰۔ حوض مین بار بار متواتر غسل کرنے کا کیا حکم ہے۔	۳۰۵
غیر جاری پانی کب کثیر سمجھا جائیگا۔	۳۰۶
حوض کا پانی کہ مستعمل ہوجائے اُسکے قابل وضو کرنیکے دو طریقے۔	؍؍
جہاں دہ دہ دونوں صورتین دشوار ہون بیس ڈول نکالنا کافی ہوسکتا ہے۔	؍؍
فتوی ۳۱۔ خندق مین بستی کا پانی جاتا ہے اور بارش کا جمع ہوا اُس مین وضو کا کیا حکم ہے۔	۳۰۹
فتوی ۳۲۔ دہ در دہ حوض مین گز شرعی کی مقدار۔	۳۱۰
فتوی ۳۳۔ دہ در دہ حوض مین بارہ ستون قائم کیے جنکی مساحت چھ گز ہے وہ دہ در دہ رہا یا نہیں۔	۳۱۵
فتوی ۳۴۔ دہ در دہ حوض مین تھوکنے یا پاؤن ڈالنے کا حکم۔	؍؍
فتوی ۳۵۔ دہ در دہ تالاب ہے گرمی اُس مین نجاست کی ڈھلیان پڑتی ہین اسکا حکم	۳۱۶
فتوی ۳۶۔ پانی مین دوائین جوش کی ہین اُس سے وضو یا استنجا ہوگا یا نہیں۔	؍؍
فتوی ۳۷۔ بستی کے قریب کے تالابون کا حکم اور وہ جن مین استنجے کیے جاتے ہین اور وہ پانی جسکا رنگ و بو بدلا ہوا ہے اور بہاؤ کا پانی کہ نجاست لیکر آیا اور کسی جگہ ٹھہرا ان سب کا حکم۔	؍؍
فتوی ۳۸۔ دہ در دہ حوض کی پیمائش کا بیان اور اُسکے گزون اور فٹون اور انچون اور انگلون کی تحقیق۔	۳۱۷
فتوی ۳۹۔ نجس پانی تنہا خود بہنے یا ہوا لگنے سے پاک نہیں ہوتا۔	۳۱۸ ۴۶۲
فتوی ۴۰۔ پانی مکروہ کس سطح سے ہوتا ہے	۳۱۸
فتوی ۴۱۔ نامحرم عورت کو اپنے مرشد کا جھوٹا پینا کیسا ہے۔	۳۱۹
فتوی ۴۲۔ ناپاک نالی سے ہوکر پانی نے حوض بھرا اسکا کیا حکم ہے۔	۳۲۰

مضمون	صفحہ
آب کثیر مین خود عین نجاست کا رنگ یا بو یا مزہ آجائے تو ناپاک ہوگا نجاست سے جو چیز ناپاک ہوئی جیسے گلاب وغیرہ اُسکے رنگ و بو و مزہ کا اعتبار نہیں۔	۳۲۰
فتوی ۴۳۔ پانی کی مساحت مین فقط سطح بالا کا اعتبار ہے جو پانی ۱۱ ہاتھ لنبا ۹ ہاتھ چوڑا تین ہاتھ گہرا ہو اسکی مساحت کیا ہوئی۔	۳۲۱
فتوی ۴۴۔ متعلق دہ در دہ و فصل الیسر	؍؍
حوض مثلث متساوی الاضلاع کے سو ہاتھ مساحت ہونیکے لیے ہر ضلع ۱۵ ۱/۵ ہاتھ ہو۔	۳۲۸
اسی مسئلہ مین دوسرا قول	۳۲۹
فتوی ۴۵۔ وضو نہر سے افضل ہے یا حوض سے۔	۳۳۰
فتوی ۴۶۔ ہندو کے نہانے کا پانی کیسا ہے	۳۳۱
فتوی ۴۷۔ ہندو و نصرانی کے جھوٹے کا حکم	؍؍
فتوی ۴۸۔ حقہ کا پانی پاک ہے۔	۳۳۴
سفر مین وضو کا پانی کم ہوگیا حقہ کے پانی سے وہ کمی پوری ہوسکتی ہے تکمیل فرض نے تیمم کی اجازت نہیں۔	؍؍
فتوی ۴۹۔ حوض نیچے دہ در دہ ہے اور اوپر کم اور بھرے ہوئے مین نجاست پڑی تو نیچے کا حصہ کیسا رہا۔	؍؍
فتوی ۵۰۔ اُسی حوض مین اوپر کا پانی نکالکر پاک پانی سے بھر دیا تو کیا حکم ہے	۳۳۷
فتوی ۵۱۔ نیچے کے دہ در دہ حصہ مین نجاست پڑی پھر بھر دیا تو کیا حکم	؍؍
فتوی ۵۲۔ حوض اوپر دہ در دہ ہے اور نیچے کم اور نجاست پڑی تو نیچے کا حصہ کیسا ہے۔	۳۳۹
پانی کی صفت اور صورت اور آب زیر و بالا مین چار قسمون کا بیان۔	۳۴۰
نہر پر گھاٹ بنائے تو جو حصہ پانی کا گھاٹ نے جدا کیا اُسکا کیا حکم ہے۔	۳۴۱
تالاب مین برف جم گیا ایک جگہ سے کچھ کھول لیا اسکا حکم۔	؍؍

مضمون	صفحہ
گھاٹ یا برف نے پانی کے جو ٹکڑے جدا کیے اُن مین ایک کے ناپاک ہونے سے دوسرا ناپاک نہ ہوگا۔	۳۴۱
تالاب یا نہر سے نکلا ہوا حصہ ڈھائی ہاتھ سے کم ہے تو جدا نہیں۔	۳۴۲
دہ در دہ پانی مین نجاست پڑی ناپاک نہ ہوا پھر سمٹ کر تھوڑی جگہ مین ہوجانے سے بھی ناپاک نہ ہوگا۔ اگر نجاست باقی نہین	۳۴۳
ناپاک پانی دہ در دہ جگہ مین پھیل جانے سے پاک نہ ہوگا۔	؍؍
بڑے تالاب مین نجاست پڑی تھی پھر سوکھکر تھوڑا رہ گیا ناپاک نہ ہوگا اگر نجاست باقی نہیں۔	۳۴۴
تالاب کی تہ مین تھوڑا پانی ناپاک ہوگیا بھرنے سے بھی پاک نہ ہوگا جبتک اُبل نہ جائے	؍؍
نجاست سے ملتے وقت پانی کی مساحت دیکھی جائیگی اگرچہ بعد کو کم و بیش ہوجائے	؍؍
فتوی ۵۳۔ نیچے کے حصہ مین کہ کم ہے نجاست پڑی پھر بھر دیا دونوں حصون کا کیا حکم ہے مصنف کا اسکے لیے دس اصلین وضع کرنا اور اسکا ضابطہ۔	؍؍
چھوٹے حوض مین ایک طرف سے پانی آتا اور دوسری طرف سے لیا جارہا ہے جبتک یہ حالت باقی ہے جاری کے حکم مین ہے	۳۴۶
کوئین مین سوت سے پانی آرہا ہے اور ڈول سے بھرا جارہا ہے جبتک ہلنا موقوف ہو نجاست سے ناپاک نہ ہوگا۔	۳۴۶ ۴۶۲
جاری پانی کے اوصاف نجاست سے بدل گئے کہ ناپاک ہوگیا پھر نجاست تہ نشین ہوکر پانی صاف ہوگیا اوصاف کا تغیر جاتا رہا خود پاک ہوگیا۔	۳۴۹
نہر کا سارا پیٹ ناپاک ہوا در تھوڑا پانی اوپر رہ رہا ہے ناپاک نہ ہوگا جبتک نجاست سے متغیر نہ ہوجائے۔	۳۴۹
دہ در دہ پانی کے اوصاف نجاست سے بدلے پھر نجاست تہ نشین ہوکر صاف ہوگیا پاک ہوا یا نہیں۔	۳۵۰

مضمون	صفحہ
پانی جب نکلتا چلا جاتا ہے تو حوض مین اُسکا پھیلنا مانع جریان نہیں۔	۳۵۰
جھنور کا پانی بھی آب جاری ہے	؍؍
گرمیون مین بڑا تالاب خشک ہوگیا اُس مین جانورون نے گوبر کیے آدمیون نے پاخانے پھرے برسات مین پانی آیا اور اُسے بھر دیا تو کیا حکم ہے۔	۳۵۰ ۳۵۱
تالاب کے باہر کتنی ہی نجاستین ہون بہتا پانی کہ اُن پر گزر کر تالاب مین داخل ہوگا بے تغیر ناپاک نہ ہوگا لیکن تالاب کے اندر جو نجاست ہے دہ در دہ جگہ مین ہونے سے پہلے اُسپر گزریگا تو سب ناپاک ہوجائیگا۔	۳۵۱
مصنف کی تحقیق و تدقیق کہ پانی کے جاری ہونے مین اوپر سے مدد آنا بھی ضروری ہے یا نہیں۔	۳۵۸
سفر مین وہ تدبیر کہ وضو کرے اور پھر وہی پانی قابل وضو رہے۔	؍؍
نہر کا اوپر سے مینڈھا باندھ دیا گیا نیچے پانی بدستور جاری ہے اب بھی نجاست سے ناپاک نہ ہوگا۔	۳۵۹
ٹھہرے ہوئے پانی کو بہایا بہتے مین وضو کیا مستعمل نہ ہوگا جتنی بار چاہے وضو کرے	؍؍
دو چھوٹے حوض متصل ہین پانی ایک سے نکلتا دوسرے مین معاً داخل ہوتا ہے وہ جاری نہیں ہان بیچ مین فاصلہ ہو تو جبتک اُس فاصلہ مین ہے جاری ہے۔	۳۶۰
توفیق رضوی کہ طاہر کے جریان کو مدد شرط نہیں نجس کے جریان کو شرط ہے۔	۳۶۱
حوض صغیر جاری و ناجاری کی توضیح۔	۳۶۲
کوئین کا پانی اگر کچھ بہا دیا جائے سب پاک ہوجائیگا۔	؍؍
جریان کی تین قسمین اور اُنکے احکام۔	۳۶۳
اُس دوسرے قول کا بیان کہ جریان حوض کے لیے خروج شرط نہیں۔	۳۶۴
پانی جبتک چھت یا زمین پر بہتا یا پرنالے سے گرتا ہے جاری ہے۔	۳۶۵
چھت پر یا پرنالے کے مونہ پر کتنی ہی	

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
نجاست ہو مینہ کا پانی اُس سے گزرتا اُترا ناپاک نہ ہوگا جبتک نجاست سے اُسکا کوئی وصف متغیر نہ ہو جائے۔	۳۶۵
چھت پر نجاست ہو اور پانی ٹپکا جبتک مینہ برس رہا ہے پاک ہے۔	۳۶۶
چھت پر نجاست ہو اور مینہ تھمنے کے بعد پانی ٹپکا ناپاک ہے۔	〃
نجس پانی پر پاک پانی کا گزرنا اُسے پاک نہ کریگا جبتک نجس پانی کے ساتھ ملکر بہ نہ جائے۔	〃
حوض یا کنواں اوپر تک بھر کر بہادیں پاک ہوگیا۔	۳۶۸
آب واحد کی کثرت و قلت میں صرف روئے آب کا اعتبار ہے۔	〃
آب کثیر غیر جاری کے عمق کا بیان۔	۳۶۹
تالاب پر برف جما ہے اُسے ایک جگہ سے توڑا پانی بہ کر برف کے اوپر دہ در دہ ہوگیا جب بھی بے دھلا ہاتھ ڈالنے سے مستعمل ہو جائیگا جبتک اتنا دَل نہ ہو کہ لپ سے برف کھلے۔	〃
فتوی ۵۴۔ آب کثیر کو کتنا عمق درکار ہے	۳۷۱
جاری پانی میں نہ عرض کی ضرورت نہ عمق کی	۳۷۵
عمق کے بارے میں مصنف کی تحقیق و توفیق۔	۳۷۸
پانی لیتے وقت اس شرط کی حاجت اور اُسکے احکام۔	〃
مینہ جاری پانی ہے اُس سے نہانے سے غسل اُتر جائیگا جبکہ کلی اور ناک میں پانی ڈال لیا ہو۔	۳۷۹
مصنف کی تحقیق کہ جسطرح پانی لیا جائے اُس سے زمین نہ کھلنا ضرور ہے چلو ہو یا لپ یا برتن۔	〃
مصنف کی تحقیق کہ اتنا عمق وہیں درکار ہے جہاں سے پانی لیں اگرچہ باقی جگہ ہی بھر ہو۔	〃
اگر پانی اُٹھانے سے زمین کھل گئی مگر ہر طرف کا ملکر اتنا ہاتھ رہا تو حرج نہیں	۳۸۰

مضمون	صفحہ
زمین کھل جانیکی صورتیں اور اُنکے احکام	۳۸۰
فتوی ۵۵۔ آب مطلق و مقید کا بیان	۴۰۷
وہ پانی جن سے طہارت ہو جائیگی خواہ اُسکا استعمال جائز ہو یا نہیں۔	۴۰۸
دھوپ سے گرم پانی کی بحث۔	۴۱۲
اُن شرطوں کے ساتھ دھوپ کے گرم پانی سے وضو کرنا یا نہانا مکروہ ہے۔	〃
عورت کی طہارت کے بچے ہوئے پانی سے مرد کو طہارت مکروہ ہے۔	〃
اولی یہ ہے کہ مرد کے بچے پانی سے عورت بھی طہارت نہ کرے۔	۴۱۴
جس پانی میں بچے نے ہاتھ پاؤں ڈالا ہو اُس سے بچنا بہتر۔	۴۱۵
حوض کے پانی میں بدبو آتی ہو اُس سے وضو جائز ہے۔	〃
جس زمین پر غضب الٰہی اُترا اُسکے پانی کا استعمال اُسکی مٹی سے تیمم مکروہ ہے مگر ناقہ صالح علیہ الصلاۃ والسلام کا کنواں	〃
پرایا پانی زبردستی یا چرا کر لے لیا اُس سے وضو ہو جائیگا مگر حرام ہے۔	۴۱۶
مملوک کنویں سے اُسکی ممانعت پر پانی بھر لیا اُسکا استعمال جائز ہے۔	〃
پینے کی سبیل سے وضو و غسل بے اجازت نہیں کر سکتا اگرچہ اور پانی نہ ملے تیمم کرے	۴۱۷
پینے کی سبیل سے وضو و غسل جائز ہونیکی صورتیں۔	〃
وقفی مدارس کا پانی مثل وقف ہے اُس سے وضو و غسل کے احکام۔	۴۱۸
وضو کے لیے جو سبیل ہو اُس سے پانی پینا جائز ہے یا نہیں۔	〃
نابالغ کے بھرے ہوئے پانی پر مستقل رسالہ جلیلہ و عظیمہ تحقیقات خاصہ مصنف پر مشتمل	۴۲۱
جس پانی میں ملے مستعمل کی دھار پہنچی یا واضح قطرے گرے اُس سے وضو نہ کرنا بہتر۔	۴۴۰
اُن پانیوں کا بیان جن میں کسی دوسری چیز کا میل ہوگیا۔	〃

مضمون	صفحہ
پانی میں ریتا کیچڑ مل جائے تو اُس سے وضو کا کیا حکم ہے۔	۴۴۰
حوض میں پتے اتنے گرے کہ پانی سبز ہوگیا اُس سے وضو کا حکم۔	۴۴۲
جس جانور میں خون نہیں اُسکے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا مگر مچھلی اور ٹیری کے سوا ایسے جانور کے اجزا اگر پانی میں مل جائیں تو اُسکا کھانا پینا جائز نہیں	〃، ۴۴۵
گھوڑے کا جھوٹا پانی قابل وضو ہے	۴۴۶
حلال جانوروں نر و مادہ کے جھوٹے کا حکم	〃
نر نے مادہ کا پیشاب سونگھا یا اپنی مذی چوسی اور پانی میں مونھ ڈالدیا تو کیا حکم ہے	۴۴۷
جس پانی میں کوئی بدبودار چیز مل جائے اُس سے وضو کا حکم۔	〃
نبیذ تمر پائے تو تیمم کا حکم ہے اور وضو کر لینا بھی مستحب۔	۴۵۰
مسواک جس پانی سے دھوئی اُس سے وضو کے احکام۔	۴۵۵
باوضو نے اپنی نظر دفع کرنیکے لیے عضو دھوئے پانی قابل وضو رہیگا۔	〃
حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعلین مبارک کا غسالہ برکت و طہارت عطا کرنیوالا ہے مگر پاؤں پر نہ ڈالا جائے	۴۵۶
وہ ۱۲۵ پانی جن سے وضو صحیح نہیں۔	〃
گدھے کے جھوٹے پانی کے سوا اور پانی نہ ملے تو اُس سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی ضرور کرے ورنہ نماز نہ ہوگی۔	۴۶۴
وہ ۲۲ پانی جن سے جواز وضو میں اختلاف ہے	۴۶۵
پانی میں دوسری چیز ملنے کی دس صورتیں	۴۷۲
نبیذ تمر سے وضو کے بارے میں اقوال امام کی تطبیق۔	۴۸۴
پانی میں کسی شے کے ملنے کی تین صورتیں اور اُنکے احکام۔	۴۹۷
پانی میں ستو وغیرہ کچھ مل جائے تو اُس سے کس وقت تک وضو جائز ہے۔	۴۹۸
بعض بہتی چیزوں کا ملنا بھی پانی کی رقت کھو دیتا ہے۔	۴۹۹

مضمون	صفحہ
پانی میں کوئی چیز پکانے سے کس وقت آب مطلق نہ رہیگا۔	۵۰۳
پکانے کی صورتیں اور اُنکے نتائج	۵۰۸
دیگچہ بھر پانی میں چھٹانک بھر گوشت پکایا تو پانی قابل وضو رہیگا۔	〃
پانی میں کوئی چیز ڈالکر پکانے کی صورتیں اور اُنکے احکام۔	〃
اُن ۳۰۷ کے علاوہ اور ۳۴ پانیوں کا بیان جن سے وضو ہو سکتا ہے یا نہیں۔	۵۳۸
فتوی ۵۶۔ وضو کے قطرے لوٹے میں گرے تو پانی قابل وضو رہیگا۔	۵۵۳
فتوی ۵۷۔ حوض یا کوئیں کے پانی کا رنگ مزہ بو خود بدل جائیں تو حرج نہیں	〃
فتوی ۵۸۔ پانی مربع مثلث مدور یا طویل بلا عرض کا حکم۔	〃
فتوی ۵۹۔ بے نمازی بھشتی ڈول میں ہاتھ ڈالکر پانی مشک میں بھرتے ہیں اور گھڑوں میں ڈالتے وقت مشک کے دہانے پر اُنکا ہاتھ ہوتا ہے یہ پانی قابل وضو ہے یا نہیں۔	۵۵۴
مشک بھرتے وقت پانی کہ ڈول سے نکلکر مشک میں جا رہا ہے جبتک مشک میں داخل نہ ہو جاری ہے۔	۵۵۵
فتوی ۶۰۔ تالاب میں زراعت کثیر ہے اُس میں تھوڑی جگہ خالی کر کے نجس کپڑا دھوئیں تو پاک ہوگا یا نہیں۔	۵۵۶
فتوی ۶۱۔ جنب یا حیض والی کا ہاتھ پانی میں ڈوبے تو کیا حکم ہے۔	〃
فتوی ۶۲۔ کوئیں پر کھڑے ہو کر لوگ نہاتے ہیں پانی اندر جاتا ہے کیا حکم ہے	۵۵۷
فتوی ۶۳۔ جنب نے ڈول بھرا پانی اُس کے ہاتھ پڑے ہوئے پانی سے نہایا غسل ہوا یا نہیں۔	〃
فتوی ۶۴۔ ہندو کے بھرے پانی سے غسل و وضو درست ہے۔	〃
فتوی ۶۵۔ دربارہ جلد مذبوح [illegible]	〃
جس خچر کی ماں گھوڑی ہو اُسکا جھوٹا پاک ہے	۶۴۴

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
جنب یا حائض کا بعد انقطاع حیض ایک بال بلکہ اسکی نوک بھی پانی سے چھو جائے تو سب پانی مستعمل ہو جائیگا۔	۴۲۶
فصل فی البئر	
کوئیں میں بے وضو گھسا بیس ڈول نکالے جائیں	۳۰۸
بڑے حوض کہ عرب شریف میں پانی کے خزانہ کیلیے جنگل میں بنتے ہیں کوئیں کے حکم میں ہیں یا نہیں	״
معنے البئر۔	״
گولی اگرچہ زمین میں گڑی ہو کوئیں کے حکم میں نہیں اور اسکے پاک کرنے کا طریقہ۔	״
تحقیق معنے الصہریج والجب والحضور والبئر	۳۰۸
کوئیں کا دَہ دَر دَہ ہاتھ ہونا چاہیے کہ نجاست گرنے سے ناپاک نہ ہو سکے۔	۳۲۱
جس کوئیں سے عورتیں بچے گنوار پانی بھریں ناپاک نہیں جو برتن زمین پر رکھا جائے اور مینڈے کی نجاست تحقیق نہ ہو ناپاک نہ ہوگا۔	۴۱۴
لوٹا کہ پاخانے کو لیجاتے ہیں جبتک اسکی نجاست معلوم نہ ہو کوئیں میں ڈالنے سے ناپاک نہ ہوگا	״
بچے کے نہانے کا ٹکڑا کوئیں میں گر جائے بے علم نجاست ناپاک نہ ہوگا مگر وہی بیس ڈول نکالیں	۴۱۵
یہی حکم استعمالی جوتے کا ہے۔	״
فتویٰ ۶۶۔ کوئیں میں گرگٹ گرنیکا حکم	۵۵۹
فتویٰ ۶۷۔ دلو وسط کی مقدار۔	״
فتویٰ ۶۸۔ گائے بھینس کا بچھا کوئیں سے نکلا تو کیا حکم۔	۵۶۱
فتویٰ ۶۹۔ بچے کا نال کوئیں میں گر گیا اور دو روز تک بےخبری میں پانی پیا۔	۵۶۲
فتویٰ ۷۰۔ بھگنا کوئیں میں گر گیا تو کیا حکم ہے	۵۶۲
فتویٰ ۷۱۔ جوتا گرا اور ہندو بے نہائے گھسا کوئیں کا کیا حکم ہے۔	۵۶۳
گائے بکری کا بچہ پیدا ہوتے ہی اپنی رطوبت میں آلودہ کوئیں میں گر گیا کوآں پاک ہے۔	۵۶۳، ۵۷۶
فتویٰ ۷۲۔ عورتوں کے بھرنے سے کوئیں میں کچھ خلل نہیں آتا۔	۵۶۴
تنبیہ۔ ایسی عورت کے بھرنے سے بھی کچھ خلل نہیں ہوتا۔	״
فتویٰ ۷۳۔ کوئیں کے پاس چہ بچہ ہے اس میں وضو و غسل جنابت ہر طرح کا پانی جاتا ہے اور ایک سوراخ سے نکلتا رہتا ہے بھیک اس میں گر کر کوئیں میں گری کوئیں کا کیا حکم ہے۔	״
فتویٰ ۷۴۔ چہ بچہ میں پاک و ناپاک پانی سب طرح کے آتے ہیں اور اس میں آدھ گز اونچا سوراخ ہے پانی اس سے اونچا ہو کر نکلتا ہے ورنہ ٹھہرا رہتا ہے اور اس میں بو بھی آتی ہے اس میں گری ہوئی بھیک کوئیں میں گری تو کیا حکم۔	۵۶۵
فتویٰ ۷۵۔ مرغی نکلنے کو اسکا کھانا کوئیں میں ڈالا کتنے ڈول نکالے جائیں اور اسکے نکالنے کی اجرت مرغی کے مالک پر ہے یا نہیں۔	۵۶۶
فتویٰ ۷۶۔ چھپکلی گرنے کا حکم۔	״
فتویٰ ۷۷۔ مسلمان نہا کر کوئیں گیا تو کچھ ڈول نکلیں گے یا نہیں۔	۵۶۸
فتویٰ ۷۸۔ ہندوؤں کے نہانے دھونے برتنوں کی چھینٹیں کوئیں میں جاتی ہیں کوآں پاک ہے یا ناپاک۔	״
فتویٰ ۷۹۔ پٹڑی جس پر بچے کے پیشاب کرنے کا گمان ہو یا پائے میں مرغی کی بیٹ لگنے کا وہ اگر کوئیں میں گر جائے تو کیا حکم ہے	״
فتویٰ ۸۰۔ گورنمنٹ کی طرف سے جو پڑیا ڈالی جاتی ہے پانی وضو اور پینے کے قابل رہتا ہے یا نہیں۔	۵۶۹
فتویٰ ۸۱۔ کوئی شخص ایک لڑکے سے کہہ گیا ہے کہ کوئیں میں چھپکلی گری ہے مگر نہ وہ ملی نہ اس شخص کا پتا چلا اسمیں کیا حکم ہے	۵۶۹
فتویٰ ۸۲۔ ہندو مرد و عورت کے بھرنے سے کوئیں میں نقصان آتا ہے یا نہیں مسلمان کوشش کریں کہ ہندو مسجد کے کوئیں سے نہ بھریں اور ایک شخص اس کوشش سے باز رکھے وہ کیسا ہے۔	״
فتویٰ ۸۳۔ کوئیں سے مردہ کتا نکلا کل تک اسکا پانی استعمال ہوتا رہا بدن اور کپڑوں کا کیا حکم ہے۔	۵۷۰
فتویٰ ۸۴۔ کوئیں میں استعمالی جوتا گر جائے تو کیا حکم ہے۔	״
فتویٰ ۸۵۔ لوگ ڈول بھر کر اپنے صرف کے لائق لیکر باقی کوئیں میں لوٹ دیتے ہیں اسکا کیا حکم ہے۔	״
فتویٰ ۸۶۔ گوبر کا بھرا گھڑا کوئیں میں پہلے ڈالا سے کتنا پانی نکالا جائے اور غیر ثقہ مسلمان کی خبر اس باب میں معتبر ہے یا نہیں کوئیں کے ڈول سے ایک ڈول دو چند ہے اس سے پانی نکالا یہانتک کہ وہ نصف سے کم ڈوبنے لگا پاک ہوا یا نہیں نکالنے والا ہندو تھا نصف سے کم ڈوبنے کی خبر اس نے دی یہ معتبر ہے یا نہیں کوآں پھر بھر گیا ہے اب نکالیں تو کتنا۔ کونسے ڈول کا اعتبار ہے	۵۷۱
فتویٰ ۸۷۔ کوئیں کا قطر تین ہاتھ اور چودہ فٹ پانی ہے کل نکالنے کا حکم ہو تو کیا کیا جائے۔ کل پانی نکالنے یا پانی توڑنے کے کیا معنی۔ بڑے کوئیں سے دو تین سو ڈول نکال دینا کافی ہے یا نہیں۔	۵۷۳
نجاست نکلنے کے وقت کوئیں میں جتنا پانی تھا سب نکالنے کا حکم ہے اگرچہ ہزاروں ڈول ہو دو تین سو کا مسئلہ یہاں جاری نہیں	״
پانی توڑنے کے معنی۔	״
کل پانی نکالنے کے معنی۔	״
فتویٰ ۸۸۔ کوئیں میں نل لگایا ہے نل میں نجاست گرے تو کوآں اور کوئیں میں گری تو نل کا پانی ناپاک ہوگا یا نہیں۔	״
قلیل مینگنی۔ لید۔ گوبر سے کوآں ناپاک ہوگا یا نہیں۔	״
ان چیزوں کا قلیل ضرورت کے لیے معاف ہے خود اگر کوئی ایک ریزہ گوبر کا کوئیں میں ڈالدیگا کوآں ناپاک ہو جائیگا اور اس عام کوئیں کا حکم جسمیں ہندو گنوار بھرتے اور گوبر کے تسلے ٹکڑے ڈالتے ہیں	״
کوئیں سے کچھ فاصلہ پر نجاست کا چہ بچہ ہے اور اسکا اثر کوئیں میں ظاہر ہوا پانی ناپاک ہو گیا۔	۵۷۴
فتویٰ ۸۹۔ سڑا ہوا جانور کوئیں سے نکلے تو کیا حکم ہے۔	۵۷۴
فتویٰ ۹۰۔ رافضی نمازی کوئیں میں گھسے تو کیا حکم ہے۔	״
فتویٰ ۹۱۔ کوئیں سے زندہ خنزیر نکل آیا اور اس میں ۱۲ گز پانی ہے تو کیا حکم ہے۔	۵۷۴
جتنا پانی نکالنے کا حکم ہوا یکساتھ نکالنا ضرور نہیں۔	۵۷۵
فتویٰ ۹۲۔ گائے بکری کوئیں سے زندہ نکل آئے تو کوآں کس وجہ سے پاک رہتا ہے حالانکہ اسکے پاؤں وغیرہ روز پیشاب میں بھرتے ہیں۔	״
فتویٰ ۹۳۔ ناپاک کوئیں سے انجانی میں نہایا کپڑے دھوئے کھانا پکایا تو کیا حکم ہے۔	۵۷۶
فتویٰ ۹۴۔ چشمہ دار کوآں جسکا پانی توڑنا دشوار ہے اگر کل نکالنے کا حکم ہو کیا کرے اور تین سو ڈول کافی ہیں یا نہیں اور تھوڑے تھوڑے کرکے نکالیں تو کیا حکم ہے۔	״
فتویٰ ۹۵۔ چڑیا گلی ہوئی نکلی اور بے وضو یا بے غسل یا بے نمازی کوئیں میں گر کر زندہ نکل آئے تو کیا حکم ہے۔	۵۷۷
فتویٰ ۹۶۔ پھولا ہوا چوہا نکلا اور پانی ٹوٹ نہیں سکتا تو کیا حکم ہے اور نمازیں کتنی پھیرے۔	۵۷۸
فتویٰ ۹۷۔ کل پانی کے نکالنے کا حکم تھا صرف تین سو ساٹھ ڈول نکالکر کئی دن سے وضو و نماز شروع کردی انکا کیا حکم ہے	״
باب التیمم	
تیمم کیلیے ضرب کی اور حدث ہوا۔	۳۲
تیمم میں دو انگلیوں سے مسح کافی نہیں تین ضروری ہیں۔	۲۵۹
ایک یا دو انگلیوں سے تیمم نہ ہوگا اگرچہ مٹی پر بار بار لگا کر بدن پر پھیرے۔	۲۶۰، ۴۲۲
تیمم کی نیت سے خاک پر لوٹا تیمم ہو جائیگا اگر اعضائے تیمم پر ہر جگہ غبار پہنچ جائے۔	۲۶۰، ۵۹۵
سفر میں پانی ساتھ ہے مگر کسی ضروری حاجت کو درکار ہے تو تیمم کرے۔	۴۲۰
وضو یا غسل کا پانی جانور کیلیے کسی ظرف میں محفوظ رکھ سکتا ہے تو جانور کی پیاس کے خیال سے تیمم جائز نہیں۔	״
اگر وضو یوں کر سکتا ہے کہ پانی مستعمل نہ ہو پائے	

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
جسکا طریقہ صفحہ ۵۰۳ مین ہی تو کسی حاجت کے سبب تیمم جائز نہین۔	۵۷۰
کافر ذمی کی پیاس کے لیے تیمم کا حکم ہونا چاہیے یہان کوئی کافر ذمی نہین۔	۵۷۱
فتوی ۹۸۔ کس نماز کے جانیکے خوف سے ترک وضو کی اجازت ہی۔	۵۷۸
فتوی ۹۹۔ تیمم مین موزہ اُتارنے کی حاجت نہین۔	۵۷۹
فتوی ۱۰۰۔ مثل قیمت وغبن یسیر وغبن فاحش وتقویم مقومین کے معنے۔	۵۷۹
فتوی ۱۰۱۔ جو چیز جنس ارض سے نہ ہو اُس سے تیمم کیلیے اتنا غبار درکار کہ ہاتھ پھیرنے سے انگلیون کا نشان بن جائے	۵۸۱
فتوی ۱۰۲۔ پانی ہوتے ہوئے بغیر ضرر کے تیمم جائز نہین۔	//
فتوی ۱۰۳۔ در باب الوضو۔	۵۸۳
پانی ہوتے ہوئے خوف فوت نماز جنازہ کیلیے تیمم کیا اُس تیمم سے نہ نماز پڑھ سکتا ہے نہ قرآن مجید چھو سکتا ہی۔	//
پانی سے عاجز نے نماز جنازہ کیلیے تیمم کیا اُس سے ہر نماز پڑھ سکتا ہی۔	//
فتوی ۱۰۴۔ ورزش کی گرمی اور پسینے کی حالت مین اگر پانی مضر ہو تیمم کرے۔	۵۸۳
فتوی ۱۰۵۔ حقہ کا پانی پاک ہی اور سفر مین اگر اور پانی نہ ملے تو اُسکے ہوتے ہوئے تیمم نہین ہو سکتا۔	//
فتوی ۱۰۶۔ جماع کیا صبح تنگ وقت آنکھ کھلی فقط ستر دھو کر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہین۔	۵۸۴
فتوی ۱۰۷۔ جوڑون مین درد گھٹنے مین چوٹ ہو تو تیمم جائز ہی یا نہین۔	۵۸۴
فتوی ۱۰۸۔ عارضہ فیل پا کے سبب تیمم کرے یا اُس پاؤن پر مسح۔	۵۸۵
فتوی ۱۰۹۔ عارضہ فیل پا مین غسل کی جگہ تیمم جائز ہے یا نہین۔	//
فتوی ۱۱۰۔ گاؤن سے باہر کھیت ہی نماز صبح کا وقت ہوا اور پانی نہ تھا تیمم کر کیا	//
فتوی ۱۱۱۔ تنگی وقت کے سبب نماز کی جگہ تیمم کرکے پڑھے پھر نہا کر اعادہ کرے	۵۸۶
فتوی ۱۱۲۔ تیمم کی تعریف و ماہیت شرعیہ	//
مصنف کی تحقیق کہ ہر پاک زمین پاک کنندہ ہی۔	۵۸۷
ہاتھ کہ بہ نیت تیمم جنس ارض پر مارے گئے خود ہی جنس ارض کے حکم مین ہو جاتے ہین	۵۹۱
تیمم مین ہاتھون پر غبار لگنے کی کوئی ضرورت نہین بلکہ سنت یہ ہی کہ لگا ہو تو جھاڑ دے	//
گرد آلودہ ہاتھ چہرے پر پھیرنا منع ہی	//
تیمم مین جنس ارض پر ہاتھ ملنا سنت ہی	۵۹۳
جائز ہی کہ دوسرے سے کہے مجھے تیمم کرا دے اور اسوقت نیت اسکی شرط ہوگی نہ اُس دوسرے کی۔	۵۹۴
آندھی سے چہرے اور ہاتھون پر غبار پڑا تیمم ہوا یا نہین۔	//
تیمم کی نیت سے آتے ہوئے غبار کے سامنے کھڑا ہوا جبتک ہاتھ نہ پھیرے تیمم نہ ہوا	۵۹۵
جھاڑو دی یا گیہون تولے انکے غبار کا بھی وہی حکم ہے۔	//
غبار کی جگہ بہ نیت تیمم سر اور ہاتھ داخل کیے اگر سب جگہ غبار پہنچ گیا تیمم ہوگیا	//
اُڑتے ہوئے غبار مین تیمم کی نیت سے سر اور ہاتھون کو جنبش دی تیمم ہوگیا۔	//
چہرے اور ہاتھون پر ریتا یا خاک سب جگہ چھڑکنے سے تیمم نہین ہوتا جبتک ہاتھ نہ پھیرے۔	//
مونھ اور ہاتھون پر تیمم کی نیت سے گرد اُڑائی تیمم نہ ہوا ہان اُس اُڑتی گرد مین سر و دست کو بہ نیت تیمم جنبش دی تو ہوگیا	//
راہ چل رہا ہی اور گرد آکر محیط ہو رہی ہے اگر بہ نیت تیمم سر و دست کو جنبش دیگا تیمم ہو جائیگا ورنہ نہین۔	//
تیمم مین کسطرح کا فعل شرط ہی۔	//
کپڑا جھاڑ کر غبار سے تیمم کا طریقہ۔	۵۹۶
تر چیز ناپاک پر غبار پڑ کر سوکھ گیا اُس سے تیمم جائز نہین اور خشک ناپاک پر غبار پڑا اُس سے جائز ہی۔	//
جسکے ہاتھ شل ہون اُسکے تیمم کا طریقہ	
مصنف کی تحقیق کہ تیمم چار طرح ہوتا ہے۔	۶۰۱
اُڑتے ہوئے غبار مین بہ نیت تیمم گیا غبار سب اعضا کو پہنچ گیا تیمم ہوگیا اور اگر یہ نہ گیا بلکہ غبار اعضا پر آیا تو بہ نیت تیمم سر و دست کی جنبش سے تیمم ہوگا اور اگر غبار اعضا پر بیٹھ گیا تو بے ہاتھ پھیرے تیمم نہ ہوگا۔	۶۰۳
مصنف کی تحقیق کہ جنس ارض پر ہاتھ مارتے وقت نیت شرط ہی۔	//
تیمم مین تکرار مسح سنت نہین۔	//
جنس ارض پر بہ نیت تیمم ہاتھ مارنے سے ہی ہتھیلیون کا مسح ہو جاتا ہی ان کا دوبارہ مسح نہ کرے۔	//
ضرب ہتھیلیون سے سنت ہی نہ صرف پشت دست سے۔	۶۰۴
جتنے مونھ اور ہاتھون کا دھونا وضو مین فرض ہی تیمم مین اُتنون کا مسح فرض ہے اگر کوئی ذرہ مسح سے رہ جائے تیمم نہ ہوگا	۶۰۴
پشت دست بھی جنس ارض پر مارے انکا مسح بھی ہو جائیگا جبکہ انکا ہر جز مٹی سے چھو جائے	۶۰۴
مصنف کی تحقیق کہ جب ہتھیلیان تیمم کیلیے جنس ارض پر رکھین اب دوبارہ ان پر ہاتھ پھیرنا مکروہ ہی۔	۶۰۵
تیمم ہوتے ہوئے دوبارہ تیمم مکروہ ہی۔	//
تیمم مین ایک عضو پر دوبارہ مسح کے احکام	//
تیمم مین ہاتھون کے مسح کا بہتر طریقہ	//
اسکا دوسرا طریقہ۔	//
سنت یہ ہی کہ جنس ارض پر پہلے ہتھیلیان رکھے پھر انگلی پیٹھ۔	//
ہاتھ مار کر گرد جھاڑنا سنت ہی جتنی بار مین ہاتھ صاف ہون۔	//
بے نیت تیمم زمین پر ہاتھ رکھے تھے اُن مین گرد لگی ہوئی ہے اب نیت کرکے ان ہاتھون کو ایک عضو پر پھیر سکتا ہی	//
مصنف کی تحقیق کہ ہاتھ مارنے کے بعد حدث ہوگیا دوبارہ پھر ضرب لازم ہی۔	//
زید نے عمرو سے کہا مجھے تیمم کرا دے عمرو نے جنس ارض پر ہاتھ مارے اس کے بعد زید کو حدث ہوگیا مصنف کی تحقیق مین یہ ضرب بیکار نہ ہوئی اور اگر عمرو کو حدث ہوگیا تو مصنف کی تحقیق مین بیکار ہوگئی	۶۰۷
تیمم معہود وغیر معہود کا بیان تحقیقات مصنف سے۔	۶۰۸
تیمم مین جنس ارض پر ہاتھ رکھنا ہی کافی ہے بقوت مارنا ضرور نہین ہان بہتر ہے	//
پانی سے عجز کی پونے دو سو صورتین۔	۶۱۱
اپنے شہر مین ایسی جگہ ہو جہان سے ہر جگہ پانی میل بھر دُور ہو تیمم کر سکتا ہی۔	۶۱۲
اگر مسافر کو امید ہو کہ وقت مستحب مین پانی تک پہنچ جائیگا انتظار مستحب ہی اور چاہے تو ابھی تیمم سے پڑھ لے	//
پانی اگر اُس جگہ اُسوقت کے معمولی بھاؤ پر ملتا ہی اگرچہ ایک مشکیزہ ایک روپیہ کو اور یہ خرید سکے تو خریدنا فرض اور تیمم ناجائز	۶۱۳
قیمت پاس نہین اور دینے والا اُدھار دینے پر راضی جب بھی خریدنا واجب۔	//
پانی کی قیمت قرض لینا واجب نہین۔	//
وضو یا غسل مین نقصان کا نرا اندیشہ کافی نہین نہ کسی ڈاکٹر یا فاسق یا ناقص طبیب کا کہنا۔	//
سردی کے خوف سے تیمم جائز نہین مگر جبکہ ضرر کا صحیح اندیشہ ہو۔	۶۱۳ ۶۱۴
عادت پردہ مین عورات کے اقسام اور دربارہ تیمم انکے احکام۔	۶۱۵
پانی پر دشمن ہونیکے سبب تیمم کی اجازت ہی اور ایک صورت مین پھر نہانا بھی نہین	۶۱۷
اگر کسی کو نہانا ہو اور وہان کچھ لوگ موجود ہین یا عورت کو وضو کرنا ہی اور وہان نامحرم لوگ ہین تو اس صورت مین تیمم و اعادہ نماز کا کیا حکم ہے۔	//
جو تیمم تنگی وقت کے سبب کیا تھا اُس سے دوسری عبادت کہ بے طہارت جائز نہین جائز نہین	۶۱۸
مصنف کی تحقیق کہ نماز مستحب کا	

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
وقت جاتا ہو تو اُسکے لیے تیمم روا نہین	۶۲۰
چڑھنا اُترنا ممکن اور پانی میل بھر سے کم دور ہو تو تیمم جائز نہین۔	۶۲۳
نماز پنجگانہ جمعہ وتنگی وقت سے تیمم کی تفصیل	"
اگر پانی سے طہارت کر کے وقت مین فقط فرض پڑھ سکتا ہو تو تیمم کی اجازت نہین	"
سفر قلیل وکثیر کا فرق مین مسئلون مین ہے	۶۲۶
دشمن یا چور یا آگ یا درندہ یا سانپ کے چلے جانے کا انتظار واجب نہین تیمم کر کے پڑھ سکتا ہے اور اعادہ نہین ہان گنجائش ہو تو انتظار بہتر ہے۔	۶۲۹
فقط مباح کرنے سے پانی پر قدرت ہو جاتی ہے اگرچہ ہبہ نہ کرے۔	۶۳۰
فقط وعدہ سے پانی پر قدرت سمجھی جاتی ہے	"
کسی نے پانی دینے کا وعدہ کیا جب اس نے وقت جاتا دیکھا تیمم سے نماز شروع کر دی اب وہ پانی لے آیا اس صورت مین کیا حکم ہے۔	"
پانی نہ ہونیکے سبب تیمم کیا تھا پھر ایسا بیمار ہو گیا کہ وضو نقصان کریگا اب پانی پایا تو دوبارہ بیماری کا تیمم کرے کہ وہ تیمم کہ پانی نہ ہونیکا تھا ۔	۶۳۱
پانی نہ ہونیکے سبب تیمم کیا تھا اب پانی تو ملا مگر اسیر دشمن یا درندہ وغیرہ ہونیکے سبب پانی لے نہین سکتا پہلا تیمم نہ ٹوٹیگا	"
تیمم کے لیے پانی معدوم ہونیکے معنی	"
پانی سامنے ہے مگر اُس تک پہنچ نہین سکتا تو معدوم ہے۔	"
اگر پانی سے عجز کا سبب بدلے اور سبب کا سبب بدل جائے تو تیمم نہ ٹوٹیگا اور اسکی مثال	۶۳۲
گرم پانی نہانے کو مل سکے اگرچہ حمام مین اُجرت دیکر تو سردی کے خوف سے تیمم کی اجازت نہین۔	۶۳۳
جو تیمم محتلم نے مسجد سے نکلنے کے لیے کیا اُس سے تلاوت قرآن مجید حلال نہین	۶۳۷
مسجد مین احتلام ہوا اور باہر جا نہین سکتا ٹھہرنے کیلیے تیمم کیا اس تیمم سے نماز نہین پڑھ سکتا پانی نہ پائے تو نماز کیلیے دوبارہ تیمم کرے۔	۶۳۷
حوض دہ در دہ سے کم ہے اور پانی تک ہاتھ نہین پہنچتا تو اسکے اندر نہانے کا کس صورت مین حکم ہے اور کس صورت مین تیمم کرے۔	۶۴۱
نہانے کی حاجت ہے اور پانی مسجد کے اندر ہے اور لانے والا موجود ہے تو واجب ہے کہ اُس سے کہے تیمم کر کے خود نہین جا سکتا ہان وہ انکار کر دے تو تیمم کر کے خود لائے۔	"
پانی سے استعمال کی ممانعت شرعی بھی وجہ عجز ہے۔	۶۴۳
گدھے کا جھوٹا پانی ہے یا وہ نبیذ جسکے نبیذ ہونے مین شبہہ ہے تو لازم ہے کہ اُس سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی اور وضو پہلے کر لینا بہتر ہے اور ان پانیون سے وضو بے نیت نہین ہو سکتا	۶۴۴
اعضائے وضو مین اگر مجروح گنتی مین زیادہ ہین تیمم کرے اور صحیح اعضا زیادہ ہون تو وضو کرے اور مجروح پر مسح اور اس گنتی مین سر بھی شمار کیا جائیگا جبکہ تین چوتھائی سے زیادہ مجروح ہو	۶۴۵
وضو مین اگر سر کا مسح یا غسل مین سر دھونا مضر ہو تو اُسکے احکام کی تفصیل اور یہ کہ اسوجہ سے تیمم جائز نہین۔	۶۴۶
سر کے مرض کے سبب اگر گلے سے بھی نہانا مضر ثابت ہو تو تیمم کرے۔	۶۴۷
پانی معلوم تھا اور سمجھا کہ خرچ ہو گیا تیمم سے پڑھ لی اُسکا پھیرنا فرض ہے اگرچہ وقت جاتا رہا ہو۔	۶۵۰
پانی بیٹے کی ملک ہے وہانتک پہنچنے سے پہلے باپ نے کہدیا مین لونگا تو اگر اُسکا تیمم تھا پہنچنے پر نہ ٹوٹیگا اور باپ نے ایسا نہ کہا تھا تو پہنچنے پر تیمم ٹوٹ گیا پھر اگر باپ نے لیلیا تو بیٹا دوبارہ تیمم کرے	۶۵۳
جنگل مین جنب حائض ومحدث ومیت ہین اتنا پانی ملا کہ ایک کو کافی ہے بہتر یہ ہے کہ جنب اُس سے نہائے باقیون کیلیے تیمم	"
اگر اُس مین سب کی شرکت ہے تو مناسب یہ ہے کہ میت کو نہلا دین آپ تیمم کرین اگر اُس مین نابالغ کا حصہ نہ ہو۔	۶۵۳
جنب حائض ومحدث تیمم سے تھے مباح پانی اتنا ملا کہ ایک کو کافی ہے سب کا تیمم ٹوٹ گیا پھر جب مثلاً بوجہ اولویت جنب نہا لیا باقی پھر تیمم کرین۔	۶۵۴
مباح پانی اگرچہ ایک ہی کے لائق ہو کہ جو چاہے اُس سے طہارت کر سکے اور دو کو کافی نہ ہو اور ہین ہزار تو سب کا تیمم ٹوٹ گیا۔	"
مالک نے ایک وضو کے لائق پانی مباح کیا کہ جو چاہے اس سے وضو کر لے تو جنون کا تیمم وضو کا تھا ٹوٹ گیا اور جنکا غسل کا تھا باقی رہا۔	"
باپ پانی لینا چاہے تو بیٹے کو اسکی مزاحمت نہین پہنچتی اور بیٹے کے لیے یہ صورت عجز ہے۔	"
پانی چند شخصون کی ملک فاسد ہے انھون نے اپنے مین سے ایک کو اجازت دیدی اُسکا تیمم نہ جائیگا۔	"
جنب محدث وحائض ومیت مین جنب کیون اولیٰ ہے۔	"
پانی موجود ہوتے ہوئے بلا عذر کسی عبادت کے لیے تیمم جائز نہین۔	۶۵۹
سفر مین کس حالت مین پانی تلاش کرنا فرض ہے کہ بے تلاش تیمم باطل اور کس حالت مین ضروری نہین۔	"
سفر مین کس حالت مین پانی کی تلاش مستحب ہے۔	۶۶۰
پانی کسی کے پاس تھا اور بے مانگے نماز پڑھ لی نماز کا کیا حکم ہے۔	۶۶۱
سفر مین پانی کی تلاش کی کیا حد ہے۔	۶۶۲
کافر تیمم کر کے مسلمان ہوا اس تیمم سے نماز نہین پڑھ سکتا پانی نہ ہو تو دوبارہ تیمم کرے۔	"
تیمم مین کیا نیت چاہیے۔	۶۶۳
تیمم کی وہ نیت جس سے نماز وغیرہ سب ادا کر سکے۔	۶۶۳
کس عبادت کی نیت سے تیمم کرین کہ اُس سے نماز جائز ہو۔	"
پانی موجود نہین اور بے وضو شخص قرآن مجید چھونا یا جنب مسجد مین جانا چاہتا ہے تیمم کرین مگر اس تیمم سے نماز روا نہ ہوگی	"
بے وضو یاد پر تلاوت یا جنب کلمہ طیبہ و درود شریف پڑھنے کے لیے براہِ ادب تیمم کرین روا ہے مگر اُس سے نماز نہ ہوگی	"
زیارت قبور یا عیادت مریض کے لیے تیمم کیا اُس سے نماز نہ ہوگی۔	"
پانی نہ ہونے کی حالت مین جواز تیمم کے لیے دو مین سے ایک نیت شرط ہے	۶۶۴
پانی ہوتے ہوئے صرف اُس عبادت مؤکدہ کے لیے تیمم جائز ہے جو پانی سے طہارت کرنے مین بلا بدل فوت ہوتی ہو	"
بے وضو مسجد مین بیٹھنے یا ذکر الٰہی کیلیے تیمم بہتر ہے مگر اس سے نماز نہ ہوگی۔	"
مسجد مین سونے کیلیے تیمم محض لغو ہے	"
پانی ہوتے ہوئے مس مصحف یا تلاوت کیلیے تیمم لغو ہے اُس سے نہ مصحف چھو سکتا ہے نہ جنب تلاوت کر سکتا ہے۔	"
پانی ہوتے تنگی وقت کے باعث تہجد یا چاشت یا چاند گہن کی نماز کیلیے تیمم لغو ہے	"
پانی ہوتے زیارت قبور یا عیادت مریض یا سونے کیلیے تیمم باطل ہے۔	"
صرف اتنی نیت کہ تیمم کرتا ہون صحت تیمم کے لیے کافی نہین۔	۶۶۵ تا ۶۶۶
حدث وجنابت مین تمیز کی نیت تیمم مین ضرور نہین۔	۶۶۶
غسل کا تیمم بہ نیت وضو اور وضو کا بہ نیت غسل ہو سکتا ہے۔	"
حدث جبتک منقطع نہ ہو جائے غیر معذور تیمم نہین کر سکتا۔	"
تیمم کی دس نیتین اور انکے احکام۔	۶۶۷
مصنف کی تحقیق کہ تیمم مین اصل نیت نیت تطہیر ہے وبس۔	"
ان اشیا کا بیان جنکی نیت سے تیمم کرنا	

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
صرف اُسکے حق مین طہارت ہوتا ہے مطلقاً نہین۔	٦٦٧
جس چیز مین اجزائے ارضیہ وغیر ارضیہ کا خلط ہو اگر اجزائے ارضیہ غالب ہین جنس ارض سے ہے ورنہ نہین۔	٦٨٥
اُن ایکسو اسّی چیزون کا بیان جن سے تیمم جائز ہے۔	٦٩٣
ایکسو سات چیزین کہ مصنف نے زائد کین۔	٦٩٦
تپسے ہوئے سرمہ سے بے ضرورت تیمم منع ہے اگرچہ ہو جائیگا۔	، ،
زمین اور شرک اور کھریے پر تیمم کس وقت جائز ہے۔	٦٩٧
ناہموار پتھر یا دیوار پر تیمم مین کیا شرط ہے	٦٩٨
اگر ساری ہتھیلیان زمین کو نہ لگین تو کیا کرے۔	، ،
اُن ایکسو تیس چیزون کا شمار جن سے تیمم نہین ہوسکتا۔	٦٩٩
تہتر چیزین کہ مصنف نے زائد کین	، ،
کھریا پتھر نہین اُسپر تیمم نہین ہوسکتا۔	٧٠١
سنگ بصری پتھر نہین اُسپر تیمم نہین ہوسکتا	، ،
کیچڑ کے سوا تیمم کو کچھ نہ ملے اگر وقت مین وسعت ہو تو کپڑے یا پاؤن مین سان لے خشک ہونے پر تیمم کرے۔	٧٠٤
وقت مین گنجائش نہ ہو تو گیلی ہی مٹی سے تیمم کرے۔	٧٠٥
کیچڑ سے تیمم کی ضرورت ہو تو کسطرح کرے	، ،
گوبر ملی ہوئی مٹی کہاتنک جلانے سے اُسپر تیمم جائز ہوگا۔	٧٠٧
راکھ سے تیمم کیون ناجائز ہے۔	٧٠٨
اسکی تحقیق کہ مونگا پتھر ہے۔	٧١١
کسی چیز پر اگر مٹی کا باریک خشک لیس ہے کہ اُسپر ہاتھ پھیرنے سے نشان نہ بنے گا جب بھی اُسپر تیمم جائز ہے۔	٧١٤
سونے چاندی دھاتون پر تیمم مین قول فیصل	، ،
جنس ارض مین غیر جنس ملی ہونیکا مسئلہ	، ،
جنس ارض مین اُسکا غیر ملا ہو تو پکانے جانیکے بعد کیا حکم ہے۔	٧١٧
تیمم کی شرط یہ ہے کہ جس چیز پر تیمم کرے نہ اُسوقت اُسکی ناپاکی معلوم ہو نہ بعد کو ثابت ہو۔	٧١٩
جو جگہ یا چیز مظنہ نجاست ہو اُسپر تیمم نہین ہوسکتا اگرچہ اسوقت اُسپر نجاست نہ معلوم ہو۔	، ،
کسی چیز پر تیمم کیا پھر کسی نے خبر دی کہ یہ ناپاک تھی تو کیا حکم ہے۔	٧٢٠
جس چیز پر تیمم کیا نہ وہ مظنہ نجاست تھی نہ بعد کو اُسکا نجس ہونا ثابت ہوا تیمم صحیح ہوگیا اگرچہ واقع مین وہ نجس ہو	، ،
روا ہے کہ دوسرے سے بشرائط آئندہ تیمم کرائے	، ،
بلا ضرورت دوسرے سے اپنا تیمم کرانا مکروہ ہے	، ،
ضرور ہے کہ دوسرے کا اسے تیمم کرانا اسکی حکم سے ہو اگرچہ دلالۃً۔	، ،
جسوقت وہ دوسرا ضرب کرے ضرور ہے کہ یہ حکم دینے والا اُسوقت نیت کرے	، ،
اس مسئلہ مین حکم صراحۃً و دلالۃً و وقت نیت کی تفصیل تحقیقات مصنف سے	، ،
تیمم معہود مین جنس ارض پر خاص ہاتھون کا لگانا ضروری ہے لکڑی کا گٹا کپڑا وغیرہ مٹی پر لگا کر موہنہ اور ہاتھون پر پھیرنا کافی نہین۔	٧٢٢
کپڑا وغیرہ مٹی پر لگانے سے اگر اس مین مٹی اتنی بھر گئی کہ اُسے موہنہ اور ہاتھون پر پھیرنے سے سب جگہ مٹی پہنچ گئی تیمم ہوگیا۔	، ،
دستانے پہنے ہوئے جنس ارض پر مار کر تیمم کیا تو ہو جانا چاہیے۔	، ،
ہتھیلیون پر خشک لیپ ہو اور چھڑانا مضر تو اسیطرح تیمم کرے۔	٧٢٣
دو عضوون کو ایک ہتھیلی کی ضرب جدا کافی نہین۔	، ،
اگر دوسرے زندہ یا مردہ کو تیمم کرانے مین دونون ہتھیلیون سے اُسکے ایک ہاتھ کو مسح کیا تو دوسرے ہاتھ کے لیے تیسری ضرب درکار ہوگی	، ،
تیمم مین ترتیب شرط نہین ہان سنت ہے کہ پہلے موہنہ کا مسح کرے پھر دہنا ہاتھ پھر بایان۔	٧٢٣
تیمم معہود بارہ طرح ہوسکتا ہے جن مین ایک سنت ہے اور باقی بھی جائز۔	، ،
لازم ہے کہ انگوٹھی چھلے اُنگلی کلائی کا ہر گہنا اُتار کر یا اُنھین ہٹا ہٹا کر مسح کرین ورنہ تیمم نہ ہوگا۔	٧٢٤
مواضع حرج مستثنے ہین	، ،
فتوی ١١٣۔ تیمم سے مٹی مستعمل نہین ہوتی ایک جگہ سے ہزار شخص اور ایک شخص ہزار بار تیمم کرسکتا ہے۔	، ، ٧٢٥
تیمم کرنیوالون کے موہنہ اور ہاتھون سے جو مٹی جھڑی اُسے جمع کرکے اُسپر بھی تیمم ہوسکتا ہے	٧٢٦
ایک عضو کے لیے کئی ضربین بالاجماع مکروہ ہین۔	٧٢٩
فتوی ١١٤۔ مسجد کی دیوار سے تیمم جائز ہے اور گنگوہی کا رد	٧٣٣
اگر کسی دیوار پر تیمم دیوار مین تصرف نہین	٧٣٤
تیمم سے نماز پڑھ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ دوسرے کے پاس پانی موجود تھا نماز ہوگئی اگر وہ اب پانی دیگا آئندہ کیلیے تیمم ٹوٹے گا۔	٧٥٠
سو آدمی تیمم سے نماز پڑھ رہے تھے ایک شخص پانی لایا اور خاص ایک سے کہا کہ یہ پانی لے اُسی کی گئی اور اگر وہ امام ہو تو سب کی گئی	، ،
نماز مین کافر نے کہا کہ پانی لے تو اسکا اعتبار نہین پوری کرکے پانی مانگے دیدے تو پھیرے۔	، ،
اگر کسی وجہ سے معلوم ہو کہ کافر مسخر نہین کہتا تو نیت توڑنی چاہیے۔	، ،
اگر کسی فاسق مسخرہ پر ظن ہو کہ براہ تمسخر کہتا ہے تو نیت توڑنے کی اجازت نہین	، ،
نماز مین معلوم ہوا یا یاد آیا کہ دوسرے کے پاس پانی ہے اگر ظن غالب ہو کہ مانگے سے دیدیگا نیت توڑے ورنہ جائز نہین	، ،
تیمم سے نماز پڑھتا تھا نماز مین سراب پر نظر پڑی تو کیا کرے۔	٧٥١
گمان غالب ہو کہ مانگے سے دیدیگا نیت توڑنا واجب ہے۔	، ،
تیمم سے نماز نماز کامل ہے تیمم طہارت کاملہ ہے	، ،
نماز مین پانی دیکھا اور پوری کرلی اگر دینے مین شک ہو تو مانگنا مستحب ہے اور ظن غالب ہے کہ نہ دیگا تو مستحب بھی نہین	، ،
اگر ظن غالب ہو کہ پانی ایک میل سے کم ہے تو تلاش واجب ہے اور شک ہو تو مستحب ہے ورنہ مستحب بھی نہین۔	، ،
نماز مین دوسرے کے پاس پانی دیکھا اور ظن غالب ہے کہ مانگے سے دیدیگا تو اگرچہ نیت توڑنا واجب ہے لیکن اگر نماز پوری کرکے مانگا اور اُس نے نہ دیا تو نماز ہوگئی اور تیمم باقی ہے۔	، ،
ایک شخص نے چند آدمیون کو پانی مشترک ہبہ کیا اور انھون نے قبضہ کر لیا جب بھی تیمم کسی کا نہ جائیگا۔	
اگر ان مین صرف ایک کو ہبہ کیا تو بعد قبضہ اُسیکا تیمم جاتا رہا لیکن اگر وہ امام تھا تو نماز سب کی گئی اگرچہ اورون کا تیمم نہ گیا	٧٥٢
تیمم سے جماعت ہو رہی ہے اور ایک شخص پانی لایا اور کہا یہ مین نے تم سب کو ہبہ کیا یا امام کے سوا کسی اور کو کہا یہ مین نے تجھے ہبہ کیا بعد سلام امام نے اُس سے پانی مانگا اُس نے دیدیا سب کی نماز گئی	، ،
شروع نماز سے پہلے دوسرے کے پاس پانی معلوم ہوا اگر غالب گمان ہو کہ مانگے سے دیدیگا تو مانگنا واجب شک ہے تو مستحب ورنہ مستحب بھی نہین۔	٧٥٣
آب طہارت سفر مین مبذول نہین کہ اُسکے دینے مین بہت تکلف ہوتا ہے۔	٧٥٨
دس صورتین جن مین پانی دینے کا ظن غالب ہوتا ہے۔	٧٥٩
جس چیز کے ہوتے ہوئے تیمم نہ ہوسکتا ہو تیمم کی حالت مین جب وہ شے پائی جائیگی تیمم توڑ دے گی۔	٧٦٢ ٨٣٤

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
بیان واقعی پانی دینے نہ دینے کا اعتبار ہے اسے گمان کچھ ہو ہاں اگر واقعہ کا حال نہ کھلا تو اسکے گمان پر مدار ہے۔	٧٦٣
جنگل میں پانی کا قرب معلوم نہ تھا جاننے والے سے پوچھا اُس نے نہ بتایا تیمم سے پڑھ لی نماز ہو گئی۔	〃
بتانیوالا موجود تھا اور اسنے نہ پوچھا اور نماز پڑھ لی پھر دریافت کیا اور اُسنے پانی قریب بتایا نماز نہ ہوئی	〃
اُسنے پوچھا اور اُسنے سُنا اور کچھ نہ بولا بعدہٗ پانی بتلایا نماز ہو گئی۔	〃
گمان غالب تھا کہ نہ دیگا تیمم سے پڑھ لی اتنے میں اُسکے پاس والا پانی کثیر آگیا اور دیدیا تو کیا حکم ہو	〃
گمان غالب تھا کہ دیدیگا بعد نماز مانگا اُس نے انکار کر دیا اسلیے کہ اتنے میں پانی خرچ ہو کر کم رہ گیا تھا تو کیا حکم ہے	〃
پانی پر قدرت جس سے تیمم ناجائز ہو پانچ طرح حاصل ہوتی ہے۔	٧٦٣
کسی کے پاس پانی دیکھا اور دینے کا غالب گمان نہ ہوا بعد نماز مانگا اُس نے کہا خرچ ہو گیا پہلے مانگتے تو دیدیتا اسکا کچھ اعتبار نہیں۔	٧٦٤
پانی جسکے پاس ہے اُس نے غلط حیلہ کر کے یا کر خرچ ہو گیا تو اسکا کچھ اثر نہیں۔	٧٦٥
پانی دینے کا وعدہ کرنے سے اُسیوقت تک کیلیے پانی پر قادر سمجھا جائیگا کسی آئندہ وقت پر اُسکا اثر نہ ہوگا۔	〃
وقت وعدہ سے قدرت ثابت ہوگی پہلے سے نہیں۔	٧٦٦
اول وقت ہے اور پانی ایک میل فاصلہ پر ہے اگرچہ وسط وقت میں وہاں تک پہنچ جانے کا گمان ہو تاخیر واجب نہیں صرف مستحب ہے۔	٧٦٧
پانی پر قدرت کے معنی۔	٧٦٨
آخر وقت میں پانی ملنے کی امید کی چودہ صورتیں جن میں ظاہر ہے کہ وقت کراہت نہ آنے تک انتظار مستحب ہے۔	٧٦٩
جنگل میں معلوم نہیں کہ پانی ایک میل دور ہے یا کم تیمم کر کے پڑھ لی ہو گئی اُس پر تلاش کرنا بھی لازم نہیں جبتک ایک میل سے کم کا ظن نہ ہو۔	٧٧٥
معلوم ہے کہ پانی دو میل سے کم ہے وقت مستحب میں اُس تک پہنچ جاؤنگا اور یہ معلوم نہیں کہ ایک میل ہے یا اس سے بھی کم جائز ہے کہ تیمم کر کے پڑھ لے پھر اگرچہ ایک میل سے کم ہی نکلے نماز ہو گئی	〃
ہاں اگر ظن غالب تھا کہ ایک میل سے کم ہے اور تلاش نہ کیا اور تیمم سے پڑھ لی نماز نہ ہوئی اگرچہ بعد کو ایک میل یا زیادہ ہی دُور ہونا ظاہر ہو۔	〃
یہ وعدہ کہ وقت کے بعد دونگا کچھ مؤثر نہیں	٧٧٦
وہ وعدہ جس سے وقت میں پانی ملنے کی امید ہو اگر نماز سے پہلے ہوا مطلقاً مؤثر ہے اگرچہ بعد کو وفا بھی نہ ہو۔	〃
وقت میں دینے کا وعدہ اگر بعد نماز ہو تو کیا حکم ہے۔	٧٧٨
دینے سے دلالۃً انکار کی صورتیں۔	٧٧٩
اُس نے مانگا اُس نے پانی دوسرے کو دیدیا تو کیا حکم ہے۔	〃
مانگے پر چپ رہنا بھی انکار ہے اگر کوئی قرینہ خلاف پر نہ ہو۔	〃
اُس وقت اور مانگنے والے اور سکوت کرنیوالے کی حالتوں اور باہمی تعلقات پر نظر ضرور ہے کہ اس سے کبھی ظاہر ہوتا ہے کہ سکوت بربنائے منع نہ تھا۔	〃
اُن قرینوں کا بیان جنکے سبب انکار ثابت نہیں ہوتا۔	٧٨٠
پانی مانگنے پر سکوت کی چھ صورتیں اور اُنکے احکام کی تفصیل تحقیق مصنف سے	〃
پانی دیکھا اور نہ مانگا نماز سے پہلے یا بعد اور اثنائے وقت یا نکل جانے کے بعد اسکی حاجت سے اطلاع ہوئی اور پانی لایا تو نماز پھیرنا چاہیے	٧٨١
پانی دیکھا اور نہ مانگا اور تیمم سے پڑھی اور وہ دیکھتا رہا اور پانی بعد وقت دیا تو ظاہر اب بھی اعادہ نماز چاہیے۔	٧٨٢
نماز کے بعد پانی دینے میں ضابطہ احکام انکار کے بعد دینا مفید نہیں مگر یہ کہ نماز پوری ہونے سے پہلے دیدے۔	٧٨٢
پانی دیا اور استعمال سے منع کر دیا تو یہ منع کہاں تک مؤثر ہے اسکی صورتیں میں تحقیق مصنف سے۔	٧٨٣
پچیس صورتیں جن میں پانی ہوتے ہوئے تیمم کا حکم ہے۔	٧٨٤
اسکی تحقیق کہ پانی دینے کا ظن غالب ہو تو بے مانگے تیمم سے پڑھ لینے سے نماز ہو گی یا نہیں۔	〃
جنگل میں جس سے پانی کا حال پوچھا جا سکتا موجود ہے اور بے پوچھے پڑھ لی تو کیا حکم ہے	٧٩٣
پانی مانگنے اور دینے نہ دینے کے مسائل میں ١٩ قاعدے تحقیقات مصنف سے	٧٩٩
جنابت کے ساتھ حدث بھی ہے اور نہا نہیں سکتا وضو کر سکتا ہے تو وضو بھی نہ کرے صرف تیمم کافی ہے۔	٨٠٣
تنگی وقت کے لیے تیمم کی تائید مزید	٨٠٤
ایک طہارت میں پانی اور مٹی جمع نہیں ہو سکتے	〃
ہر حدث چھوٹا ہو یا بڑا آتا ہے تو ایک ساتھ جاتا ہے تو ایک ساتھ اُس میں ٹکڑے نہیں	〃
اکثر اعضائے وضو زخمی ہیں تو صرف تیمم کرے یونہی اکثر بدن زخمی ہو تو فقط تیمم کرے	〃
وضو یا غسل میں اگر ناخن بھر جگہ پانی بہنے سے رہ گئی تیمم کر لو اتنا جسم دھونا کافی نہ ہو مگر جب اتنا پانی ملے کہ اس ناخن بھر جگہ پر بہے کو کافی ہو تیمم ٹوٹ جائیگا اسی پر بہانے سے غسل اُتر جائیگا۔	〃
جنب کے صرف وضو کے قابل پانی تھا اُسنے فقط تیمم کیا اب حدث ہوا تو وضو کرے۔	٨٠٦
نہانے میں کچھ جگہ رہ گئی اور پانی نہ رہا تیمم کر لے اسکے بعد حدث ہو تو دوسرا تیمم کرے	٨٠٧
نہانے میں کچھ بدن باقی رہ گیا اور پانی ہو چکا اب جتنا پانی پائے اُس جگہ پر بہائے کہ جنابت کم ہو جائے۔	٨٠٨
نہانے میں اعضائے وضو اور کچھ اور بدن باقی رہ گیا پھر اتنا پانی ملا کہ اُن میں ایک کو کافی ہے تو جسمیں چاہے خرچ کرے اور وضو بہتر۔	٨٠٨
جنب نے وضو کر لیا اور پانی نہ رہا تیمم کیا اب جو پانی ملے تو اعضائے وضو دھونے کی اُسے حاجت نہیں بقیہ بدن دھونے سے غسل اُتر جائیگا جو اعضا پہلے دھو لیے اُن کی طہارت اسی معنی پر ہو چکی کہ دوبارہ اُنکے دھونے کی حاجت نہیں نہ یہ کہ اُن سے وہ کام جائز ہو جائیں جو جنب کو ناجائز تھے	٨١٤
جنب نہایا اور پیٹھ کا کچھ حصہ باقی تھا پھر حدث ہوا دونوں کے لیے ایک تیمم کرے پانی اُتنا ملا جسکے لیے کافی ملیگا تیمم اُسکے حق میں ٹوٹ جائیگا دوسرے کے حق میں باقی رہیگا اور اگر ہر ایک کو کافی ہے دونوں نہ ہو سکیں تو جنابت دھوئے اور مذہب راجح میں حدث کا تیمم پھر کرے	٨٢٢
اسی صورت میں اگر جنابت نہ دھوئی بلکہ وضو کر لیا تو جنابت کا تیمم بالاتفاق پھر کرنا ہوگا۔	٨٢٣
جنابت کے لیے غسل و تیمم سے پہلے جو حدث ہوگا وہ غسل یا تیمم اُسے بھی زائل کر دیگا لیکن جنب نے اعضائے وضو دھو لیے اُسکے بعد حدث ہو تو بقیہ بدن دھونے سے اُسکا غسل اُتر جائیگا یہ حدث نہ جائیگا اُسکے لیے وضو یا تیمم ضرور ہے۔	٨٢٥
پانی اُتنی ہی جگہ کو پاک کرتا ہے جہاں گزرے اور مٹی چہرہ و دست پر گزر کر سارے بدن کو	〃
جنب نے اعضائے وضو دھو لیے پھر حدث ہوا اور جنابت کے لیے تیمم کیا اب اگر وضو کے لیے پانی نہیں پاتا تو یہ تیمم اُس حدث کو بھی رفع کر دیگا ورنہ نہیں۔	〃
جنابت کے لیے تیمم کیا پھر حدث ہوا وضو کیا پھر نہانے کا پانی پایا اور نہ نہایا تو جنابت لوٹ آئی مگر اعضائے وضو کی طہارت نہ گئی۔	٨٢٦
صورت مذکورہ میں اگر جنابت لوٹ آنے کے بعد پھر حدث ہوا اور قابل وضو پانی پائے تو جنابت کا وضو کرنا لازم ہوگا۔	〃
اسی صورت میں اگر قابل وضو پانی نہ تھا اور	

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
جنابت کے لیے تیمم کیا تو حدث بھی اُٹھ جائیگا مگر صرف اُسوقت تک کہ وضو کے قابل پانی پائے۔	۸۲۶
حدث تابع و مستقل کا بیان اور حدث مستقل کے احکام۔	″
حدث تابع کے احکام۔	″
جنب نے تیمم کیا پھر حدث ہوا اور اُسکے لیے وضو نہ کیا تھا کہ پانی نہانے کے قابل ملا اور نہ نہایا جس سے جنابت عود کر کے باقی رہی اور پانی چھوڑ کر میل بھر سے زیادہ چلا گیا اور اب پانی صرف وضو کے قابل پایا وضو کی حاجت نہیں۔	″
صورت مذکورہ میں عود جنابت کے بعد جتنے حدث ہونگے اُنکے لیے وہی تیمم جنابت کافی ہے ہاں اگر تیمم یا وضو کے بعد پھر حدث ہو تو وضو لازم ہے۔	۸۲۷
جنب نے تیمم سے نماز پڑھی پھر حدث ہوا اور وضو کر کے موزے پہنے پھر پانی پر گزرا اور بے نہائے ایک میل چلا گیا اور نماز کا وقت آگیا اور وضو کو پانی موجود ہے وضو کی حاجت نہیں جنابت کا تیمم کرے ہاں اسکے بعد حدث ہو تو وضو کرے اور اُس میں موزے اُتار کر پاؤں دھوئے کہ جنب کیلیے موزوں کا مسح نہیں	″
اسکی تحقیق کہ حدث کبھی جنابت سے پہلے ہوتا ہے کبھی ساتھ کبھی بعد اور اسکی صورتوں کا بیان۔	۸۲۸
اسکی تحقیق کہ حدث و جنابت جمع ہونگی دو قسمیں ہیں اور اُنکے احکام کا بیان۔	″
حدث مندرج یعنی تابع جنابت کی بارہ صورتیں ہیں۔	۸۲۹
حدث مستقل کہ تابع جنابت نہ ہو اُسکی دس صورتیں ہیں۔	″
حدث مستقل ہونیکا ضابطہ کلیہ۔	″
حدث مندرج کوئی حکم نہیں رکھتا اور اُسکی اور حدث مستقل کی تفصیل احکام میں ۱۶ مسئلے افادات مصنف سے۔	۸۳۰
حدث مستقل کی صورتیں اور اُنکے احکام	۸۳۳
جنب نے وضو کیا پھر حدث ہوا پھر سارا وضو کیا مگر ایک اُنگلی کی ایک پور چھوڑ دی تو اگرچہ جنابت کیلیے تیمم کریگا مگر اس پور کے قابل پانی ملے تو اسے دھونا ضرور ہے تیمم کافی نہ ہوگا۔	۸۳۳
محدث نے اگر صرف ایک ایکبار اعضا دھونے کے لائق پانی پایا تیمم نہیں کر سکتا اور تیمم تھا اور اتنا پانی ملا تو ٹوٹ گیا۔	۸۳۴
حدث ہو یا جنابت یا دونوں ایک تیمم اُن میں سے جسکی نیت سے چاہے کرلے کافی ہے۔	۸۳۵
سفر میں ہے وضو کی حاجت ہے اور کپڑے پر بقدر مانع نماز کوئی نجاست اور پانی اتنا ہے کہ چاہے وضو کرلے چاہے نجاست دھولے اُسپر لازم ہے کہ نجاست دھوئے اور حدث کے لیے تیمم کرلے۔	۸۴۶
اللہ عزوجل کی رحمت کہ محتاج بندوں کے ایک ایک پیسے کا لحاظ فرمایا کہ آٹا گوندھنے کو پانی نہ رہیگا تو تیمم کرو دھیلے کا پانی پیسے کو ملتا ہو تو دھیلا زیادہ نہ دو تیمم کرلو	۸۴۸
افضل یہ ہے کہ نجاست دھونے کے بعد تیمم کرے اور پہلے کرچکا ہو تو دوبارہ کرے	۸۴۹
اگر جنابت کا بقیہ باقی ہو اور حدث بھی اور پانی ایک ہی کے قابل ملا تو لازم ہے کہ پہلے بقیہ جنابت دھوئے اسکے بعد حدث کا تیمم کرے اگر پہلے تیمم کرلیا تو پانی اُس دھونے میں خرچ ہو جانیکے بعد دوبارہ تیمم لازم ہے۔	″

اس جلد میں جو مسائل ضمناً مذکور ہوئے اُن کی فہرست

مسح خفین

مضمون	صفحہ
مسح موزہ سے پاؤں دھونا افضل ہے مگر جہاں مسح نہ کرنے پر بدگمانی ہوتی ہو تو مسح افضل ہے۔	۳۳۱
شبنم سے تر گھاس میں چلنے سے موزہ کا مسح ہو جائیگا۔	۴۱۰
غسل میں موزوں کا مسح جائز نہیں موزہ اُتار کر پاؤں دھونا فرض ہے۔	۵۷۹
یہ جائز نہیں کہ ایک پاؤں دھوئے ایک موزہ پر مسح کرے۔	۶۴۷
موزہ اُتارنے سے موزہ کا مسح ٹوٹ جاتا ہے اگر وضو کے بعد حدث ہوا اور موزہ خود ہی اُتارا یا مسح کی مدت ختم ہونیکے سبب اُتارنا ضرور ہوا صرف پاؤں دھولے ہاں اگر بعد وضو حدث ہوا تھا تو آپ ہی سارا وضو کریگا۔	۸۱۵

حیض

مضمون	صفحہ
بعد فراغ حیض پرانے کپڑے سے خون کا اثر صاف کرنا مستحب ہے۔	۵۴
حیض و نفاس والی کو مستحب ہے کہ نماز کے وقت وضو کر کے کچھ دیر ذکر الٰہی کرے	۲۳۸

انجاس

مضمون	صفحہ
پانی کے برتن کے اوپر یا اندر مگر پانی سے اوپر نجاست کی بوند گری تو کیا حکم ہے۔	۳۳
جن تین پانیوں سے نجاست دھوئی گئی اگر وہ پانی کسی چیز کو لگیں تو اُن میں کیا تفصیل ہے	۳۴
زال مطلقاً پاک ہے۔	۳۵
بدن سے جس چیز کے نکلنے سے وضو نہ جائے ناپاک نہیں۔	″
ریح پاک ہے۔	″
آب منی پاک ہے۔	″
خون پیشاب غیرہ فضلات جبتک بدن سے باہر نہ نکلیں ناپاک نہیں۔	۳۶
میت کے مونھ سے جو پانی نکلتا ہے ناپاک ہے۔	″
نجس چیز دوبارہ نجس ہو سکتی ہے ولہذا اگر شراب پیشاب میں پڑ جائے پھر سرکہ ہو جائے پاک نہ ہوگی۔	″
انجمہ کے اندر اگر کوئی نجاست لگے اُسکا دھونا معاف ہے۔	۴۲
بچے کے معدہ تک دودھ پہنچکر لوٹا اگر مونھ بھر کر نکلا ناپاک ہے۔	۶۸
ہر جاندار کا پتا اُسکے پیشاب کے حکم میں ہے	″
ہر جاندار کی جگالی اُسکے گوبر مینگنی کے حکم میں ہے۔	۶۸
سوئی کی نوک برابر پیشاب کی باریک باریک بندکیاں بدن یا کپڑا ناپاک نہیں کرتیں مگر وہ کپڑا پانی میں گرا تو اُسے ناپاک کردیگا۔	۱۳۵
جمے ہوئے گھی میں چوہا مر گیا۔	۲۷۷
تحقیق المصنف فی سبب تنجس الطاہر بالنجس	۲۷۸
ناپاک کپڑے میں پاک کپڑا لپیٹا گیا یا پاک میں ناپاک تو کیا حکم ہے۔	″
تحقیق المصنف از تنجس الماء دفعی لا تدریجی و از ملاقاۃ	۲۳۸
شیٔ لبعضہ ملاقاۃ لکلہ۔	″
ناپاک پانی میں بجھایا ہوا چونہ نجاست غیر مرئیہ ہے۔	۳۲۰
بڑی مونچھوں والا شرابی جس برتن میں پانی پیے ناپاک ہو جائیگا۔	۳۳۲
ہر بہتی چیز اپنی جنس خواہ پاک پانی کے ساتھ مل کر بہنے سے پاک ہو جائیگی	۳۴۵
آب جاری میں طول و عرض کچھ شرط نہیں	″
آب بہنے کی تین شرطیں ہیں۔	″
جبتک اُبلے گا نہیں یہ پاک بھی ناپاک ہو جائے گا جب اُبلے گا سب پاک ہو جائیگا۔	″
اُبلنے میں کچھ دور بہکر جانا شرط نہیں	″
جبتک اُبل رہا ہے کسی اور نجاست سے بھی ناپاک نہ ہوگا۔	۳۴۶
اُبلنے سے جو کچھ باہر نکلکر گرا وہ بھی پاک ہے۔	۳۴۷
ڈول یا برتن اندر سے ناپاک ہے تو اُبالنے سے پاک ہو جائیگا اور اوپر کی سطح یا کلا ناپاک ہو تو اُسکے احکام۔	″
اُبالنے میں جسطرف سے داخل ہوا اُسی طرف لوٹ آیا تو کافی نہ ہوگا۔	″

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
اُچھالتے لینے مین برتن کا ہموار رکھنا بھی شرط نہیں۔ مگر جبکہ جما ہوا ہو تو یہ ضرور ہو کہ اونچی جانب سے پانی ڈالین۔	۳۴۸
کسی ظرف کے اندر پانی کی حرکت بہنا نہیں جبتک اُبلے مگر اُسکے اندر چھوٹا ظرف ہو کہ پانی کی اس حرکت سے بہکر اُبل جائے تو اُسکے حق مین بہنا ہو گیا	〃
نجاست غیر مرئیہ ہو تو بہتے ہی مطلقاً پاک ہو جائیگا اور نجاست مرئیہ اگر باقی ہے تو جبتک اُبل رہا ہی پاک ہے تھمتے ہی ناپاک ہو جائیگا۔	〃
نجاست دھونے کے تینون پانی ناپاک ہین	۳۵۱
نجاست دھونے مین پانی بدن یا کپڑے سے جب جدا ہو گا اُسوقت ناپاک ہو گا	〃
کپڑا دھونیکے لیے طشت مین ڈالین تو بہتر یہ ہی کہ پہلے کپڑا رکھکر اوپر سے پانی ڈالین	〃
بدن بھی طشت کے تین پانیون مین ڈالنے سے پاک ہو جائیگا۔	〃
ناپاک کپڑا طشت کے پانی مین دھونے کو ڈالا جبتک اُس سے جدا نہ ہو گا پاک رہیگا مگر طاہر دوسرے کپڑے کو ناپاک کر دیگا	۳۵۲
لوٹے وغیرہ کی دھار جبتک ہوا مین ہے کسی نجاست کے ملنے سے ناپاک نہ ہو گی	〃
مصنف کی تحقیق جلیل ملاقات آب و نجس کے قطرے اور پانی نجاست پر وارد ہو یا نجاست پانی پر اسکے فرق احکام	〃
جاری یا کثیر پانی پر نجاست وارد ہو کر فنا نہین ہوتی بلکہ اثر نہین کرتی۔	۳۵۳
جاری پانی نجاست غیر مرئیہ پر وارد ہو تو اُسے فنا کر دیگا۔	〃
زمین پر نجاست تھی اُسپر پانی بہایا اسکے احکام۔	〃
دودھ گھی تیل وغیرہا بہتی چیزون کے پاک کرنیکا طریقہ۔	〃
اسکا دوسرا طریقہ۔	〃
بہتا پانی نجاستون پر گزرا اور وہ اُس مین مگر نامعلوم ہو گئین یہ پانی ٹھہرنے پر	

مضمون	صفحہ
بھی ناپاک نہ ہو گا۔	۳۵۴
قلیل پانی مین نجاست مرئیہ پڑکر مٹی ہو گئی پھر اُس پانی کو بہایا پاک ہو گیا	〃
بہتے شیرہ مین خون کی چھینٹ پڑ گئی مگر جسکا اثر ظاہر نہ ہوا پاک رہیگا۔	۳۶۰
بہتی ہوئی چیز ناپاک ہو کر جم گئی اگر اُس کا پگھلانا دشوار ہو اوپر سے دھو ڈالے پاک ہو جائیگی۔	۳۶۶
بکری کا بچہ مر گیا اُسکے پیٹ مین جو دودھ ہی پاک ہے۔	۳۶۷
نجاست کے دھونے مین نچوڑ رہے کہ وہ پانی نکل جائے اور نجاست نہ رہنے کا ظن غالب ہو جائے۔	〃
ریشم کا کیڑا اور اُسکا پانی اور اُسکی بیٹ بھی پاک ہے۔	۴۱۱ ۴۴۵
نجاست سے جو کیڑا پیدا ہوتا ہی خود پاک ہے۔	۴۱۱ ۴۴۵
ہندو وغیرہ کافرون کے پانی اور کپڑے کا حکم	۴۱۴
اناج بکر کے ڈھیر مین ناپاکی ہو گئی اور جگہ معلوم نہ رہی اور اناج بٹ گیا یا کسی کو اُس مین سے کچھ ہبہ یا صدقہ کر دیا ہر ایک کو اُسکا استعمال جائز ہو گیا۔	۴۳۸
کپڑا ناپاک ہو گیا اور جگہ یاد نہ رہی تو کیا حکم ہے۔	〃
جانورون کے بدن کو جو نجاست لگتی ہے سوکھ کر صاف ہو کر پاک ہو جاتی ہے	۴۴۷ ۵۷۶
جانور کا مونھ ناپاک ہو گیا اُس نے جا بجا برتنون مین مونھ ڈالا جین پہلے ناپاک ہو گئے پیچھے تھا پاک رہا۔	۴۴۷
گوشت کا خون پاک ہی اور جانور حلال ہو تو حلال بھی۔	〃
دودھ گھی تیل روغن زیتون سے دھونا نجاست کو پاک نہین کرتا۔	۴۸۶
سرکہ یا چنے یلبا قلا کا پانی جبکہ گاڑھا ہو گیا ہو نجاست کو پاک کر دیگا مگر بلا ضرورت جائز نہین۔	〃

مضمون	صفحہ
رقیق اور دلدار نجاستون کی مقدارین اور احکام۔	۴۸۷
تیل روپے بھر سے زیادہ جگہ پر نہ ہو جسوقت تک اُس کپڑے سے نماز ہو جائیگی پھر پھیل کر زیادہ ہو گیا تو اب نہ ہو گی۔	〃
عرف فقہا مین رقیق و بے جرم کے ایک معنے ہین اور کثیف و غلیظ و ثخین و ذی جرم ایک۔	۴۹۱
جرم دار نجاست رگڑ کر جھڑ جانے سے جوتا اور موزہ پاک ہو جاتا ہی۔	۴۹۱ ۵۷۶
جو نجاست دلدار نہین اُسے بے دھوئے جوتا پاک نہ ہو گا۔	۴۹۱
جرم و بے جرم کی تعریف	〃
تحقیق شریف للمصنف فی ان المرئی وغیرہ معنیان و توزیع ارادتہما علی المقامات	۴۹۳
نجاست کے بارے مین شک و ظن کا اعتبار نہین اور اسکی مفید مثالین۔	۵۵۵
جانور کہ مزارات پر لیجا کر ذبح کرتے ہین اُنکی کھال پاک ہے۔	۵۵۷
مرتد یا مشرک کے ذبیحہ کی کھال ناپاک سمجھی جائے زیادہ احتیاط اسی مین ہے	۵۵۸
رحم کی رطوبت پاک ہے۔	۵۶۳
شہید کا خون جبتک اُسکے بدن پر ہی پاک ہے	〃
زمین خشک ہو کر نماز کے لیے پاک ہو جاتی ہی نہ تیمم کے لیے جبتک دھو کر پاک نہ کر لیں	۵۷۵ ۵۸۷
گھوڑے کو نہلایا اُسکی چھینٹین بدن یا کپڑے پر پڑین کچھ حرج نہین جبتک نجاست تحقیق نہ ہو۔	۵۷۶
گھوڑے کا پسینہ پاک ہے۔	〃
گھوڑا پانی مین اُتارا اُسکی دُم کی چھینٹین مین حرج نہین۔	〃
زمین خشک ہو کر خفیف نجاست بہجاتی ہے جو نماز مین عفو ہے۔	۵۸۸
کسی شخص یا شے کے حق مین کسی چیز کے پاک یا ناپاک ہونے کے معنے۔	〃
اسکی صورت کہ کپڑا ایک کیلیے پاک ہے	

مضمون	صفحہ
دوسرے کے لیے ناپاک۔	۵۸۸
اُن چیزون کا بیان جنکو بے دھوئے پاک ہونے کا حکم دیا گیا اور یہ کہ اُسکے بعد اُنھین پانی پہنچنا بھی ناپاک نہ کریگا۔	〃
جن مین بے دھوئے حکم طہارت دیا گیا اُن مین خفیف اجزائے نجاست باقی رہتے ہین کہ پانی کے حق مین بھی معاف ہین	۵۸۹
موت نجاست حقیقیہ ہی یا حکمیہ	۶۱۱
غسل سے پہلے اگر میت کا عضو آب قلیل مین پڑ جائے تو احتیاطاً پانی غیر طاہر کہا جائیگا	۶۱۲
کافر کا مُردہ مثل خنزیر نجس العین ہی لاکھ بار نہلانے سے بھی پاک نہین ہو سکتا۔	〃
نجاست دھونے مین کیسا اثر باقی رہنا معاف ہی۔	۶۳۳
گوبر وغیرہ نجاسات جلکر بالکل راکھ ہو جائین تو وہ راکھ پاک ہی جبتک ذرا بھی جان باقی ہو ناپاک ہے۔	۷۰۷
استنجا	
بعد استنجا پانی صاف کرلیا جائے۔	۲۹
جس کپڑے سے استنجے کا پانی خشک کرے اُس سے باقی اعضا کو نہ پونچھے	〃
بڑے استنجے کا مسنون طریقہ۔	۵۵
یہ مسنون طریقہ روزہ دار کے لیے نہین	〃
پیشاب کے بعد مرد پر استبرا واجب ہی یعنی وہ افعال جن سے قطرہ نہ آنے کا اطمینان کافی ہو جائے۔	۱۲۲
مقدار آب استنجا و وضو مین اختلاف حالت سے پانی کی مقدار مختلف ہونا۔	۱۴۵
استنجے سے پہلے تین بار دونون ہاتھ کلائیون تک دھونا مطلقاً سنت ہی۔	〃
جس انگشتری پر متبرک نام لکھا ہو وقت استنجا اُسکا اُتارنا بہت ضرور ہے۔	۱۷۱
جس انگشتری پر کچھ لکھا ہو اُسے پہنکر بیت الخلا مین جانا مکروہ ہی۔	۱۷۲
غلاف کے اندر تعویذ ہو تو بیت الخلا جا سکتا ہی اور بچنا بہتر۔	〃

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
پانی مین پیشاب کرنا مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ دریا مین ہو۔	٢٧٦
استنجے کے لیے پانی شرط نہین ہر پاک چیز کہ نجاست کا ازالہ کردے کافی ہے۔	٣١٦
ڈھیلے سے استنجا پوری طہارت ہے جبکہ نجاست روپے بھر سے زیادہ نہ پھیلی ہو	٤٠٨
استنجا کا پانی پاک ہے یا نہین ڈھیلے سے استنجا طہارت کر دیتا ہے یا نہین۔	٥٢٥

مسائل نماز

مضمون	صفحہ
صرف ایک جبّہ پہنکر جس سے سجدہ مین بھی زانوؤن کے نیچے تک بدن چھپا رہے نماز ہو سکتی ہے۔	٦٦
اگر گریبان اتنا وسیع ہے کہ اُس سے ستر تک اپنی نگاہ پڑ سکتی ہے تو حرج نہین ہان قصداً دیکھنا مکروہ ہے۔	״
نماز مین اپنی مطلقہ رجعیہ کی فرج داخل پر نظر بشہوت طلاق سے رجعت کر دیگی اور نماز و وضو مین خلل نہ آئیگا مگر باقصد کراہت ہے۔	״
مرد نماز مین ہو اور عورت بوسہ لے اور اس سے مرد کو خواہش پیدا ہو نماز جاتی رہیگی اور عورت نماز مین ہو اور مرد بوسہ لے نماز نہ جائیگی۔	٦٧
بیگانہ عورت کے ستر پر نماز مین نظر اور بھی سخت حرام ہے مگر نماز و وضو مین خلل نہ آئیگا	״
خالی پاجامہ سے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے	١٥٠
نماز مین کنکھیون سے دیکھنے کا حکم۔	١٦١
تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ترک مکروہ ہے اور ترک کی عادت گناہ۔	١٧٦
سجدہ بے سبب کا حکم۔	١٨٧
صبح ہونے سے طلوع آفتاب تک دنیوی کلام مکروہ ہے۔	١٩٧
نماز عشا کے بعد دنیا کی باتین مکروہ ہین	״
نماز مین مٹی سے بچانیکے لیے دامن اُٹھانا مکروہ ہے۔	٢٠٢
نماز مین پسینہ پونچھنے کا حکم۔	״

مضمون	صفحہ
نماز مین دامن جھٹکنا ایک صورت مین مطلوب ہے اور بلا حاجت مکروہ۔	٢٠٢
اسکا کلیہ کہ نماز مین کیا عمل مکروہ ہے کیا نہین	״
سجدہ مین جو مٹی ماتھے کو لگی نماز مین یا بعد نماز اُسکے چھڑانیکی تفصیلین۔	״
نماز مین مٹی سے کپڑا بچانیکی ایک صورت جو	٢٠٣
مستحب ہے کہ سجدہ مین سر خاک پر بلا حائل ہو	״
نماز و غیر نماز مین اُنگلیان چٹکانے کے احکام	٢٠٥
ایک ہاتھ کی اُنگلیان دوسرے ہاتھ کی اُنگلیون مین ڈالنے کے احکام۔	״
نمازی اگر اپنے امام کے سوا کسی کو قرآن مجید مین لقمہ دیگا نماز جاتی رہے گی۔	٢٢٦
یہ نماز مین تھا کسی نے کہا فلان سورت پڑھ اس نے اُسکا کہنا ماننے کو پڑھی نماز نہ ہوگی	״
قیام نماز مین قرآن مجید اگرچہ بہ نیت دعا پڑھے نماز ہو جائیگی۔	٢٢٧
آیت سے اگر کسی کی بات کا جواب دینا مقصود ہو نماز نہ ہوگی ہان کسی پر یہ ظاہر کرنیکو کہ نماز پڑھتا ہون سبحٰن اللّٰہ وغیرہ آواز سے کہا جائز ہے صرف یہی صورت مستثنےٰ ہے۔	״ ٢٣٠
ناپاک زمین پر جوتا پہنے کھڑا ہوا نماز نہ ہوگی اور جوتون پر پاؤن رکھکر کھڑا ہوا ہو جائیگی۔	٢٥٥
عورتون کو مسجد مین جانیکی مطلقاً ممانعت ہے	٣٩٦
در بارۂ وقت عشا جو بعض نے قول صاحبین پر فتوےٰ دیا علما نے فرمایا اُسپر اعتماد جائز نہین	٣٩٨
نماز مین بائین طرف کا سلام بھول گیا جبتک قبلہ سے نہ پھرا ہو کہ لے۔	٤٠٣
بوہرے کے پیچھے عاقل بالغ کی نماز نہین ہو سکتی۔	٤٣٤
وضو و غسل و سجدہ مین عوام کی بے احتیاطیان جن سے نمازین باطل ہوتی ہین۔	٥٥٥
قرأت قرآن مجید مین عوام در کنار یہان کے خواص کی بے احتیاطیان	٥٥٦
شہید کو اُٹھائے ہوئے نماز پڑھی تو کیا حکم ہے	٥٦٣
صرف ڈھیلے سے استنجا کرکے نماز پڑھی تو کیا حکم ہے۔	٥٦٥

مضمون	صفحہ
بکری کا بچہ اُسیوقت کا پیدا ہوا کہ رطوبت رحم سے گیلا تھا گود مین اُٹھا کر نماز پڑھی ہوگئی۔	٥٧٦
دو نمازین ایک وقت مین ملا کر پڑھنا حرام و گناہ کبیرہ ہے۔	٥٨٢
جب جانے کہ سویا تو نماز نہ ملے گی تو سونا جائز نہین مگر جبکہ کسی جگا دینے والے پر اعتماد ہو	٥٨٤
ایسے وقت سویا کہ عادۃً آنکھ کھل جاتی مگر اتفاقاً نہ کھلی تو گنہگار نہین۔	״
پیش از غسل اگر کسی مردے کو اُٹھا کر نماز پڑھی اعادہ کرے۔	٦١٢
جو پولیس کے خوف سے چھپا بیٹھا ہو اُسپر سے جمعہ و جماعت ساقط ہین۔	״
سواری سے اُتر نہین سکتا تو اُسی پر نماز پڑھے۔	٦١٧
عورت کیلیے سواری سے اُتارنے چڑھانے کو نہ کوئی محرم ساتھ نہ شوہر تو سواری ہی پر نماز پڑھے۔	״
سفر مین گھوڑا بدرکاب ہے کہ اُترکر چڑھنے نہ دیگا اُسی پر نماز پڑھے۔	״
اُترنے چڑھنے مین مرض بڑھیگا سواری ہی نماز پڑھے۔	٦١٨
کھڑا ہو تو زخم بہے یا قطرہ آئے بیٹھکر نماز پڑھنی لازم۔	״
فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب	״
نماز عیدین امام جمعہ کے سوا کسی کے پیچھے نہین ہو سکتی۔	״
سورج گہن مین بھی صرف امام جمعہ امامت کر سکتا ہے۔	״
سورج گہن مین جماعت ضرور ہی نہین۔	״
گہن چھوٹنے کے بعد گہن کی نماز شروع نہین کر سکتا۔	״
ظہر یا جمعہ کی سنتین شرکت جماعت کے سبب نہ پڑھین تو بعد نماز وقت کے اندر پڑھنی ضرور ہے بعد وقت نہ ہو سکین گی۔	״
نماز تہجد مستحب ہے	٦١٩

مضمون	صفحہ
صبح کی سنتین قضا ہو جائین تو بلندیٔ آفتاب کے بعد ضحوۂ کبریٰ تک اُنکی قضا مستحب ہے	٦١٩
چاند گہن کی نماز مستحب ہے اور سورج گہن کی سنت مؤکدہ۔	٦٢١
سورج گہن کی نماز عیدگاہ یا مسجد جامع مین پڑھنا بہتر۔	٦٢٢
سخت آندھی زلزلہ کڑک وغیرہ ہولناک باتون کے وقت نفل پڑھنا مستحب ہے	״
شہر سے باہر سواری پر نماز نفل اشارہ سے پڑھنا جائز ہے اگرچہ مسافر نہ ہو۔	٦٢٣
مسافر ایسی جگہ ہو کہ ساری زمین ناپاک اور بھیگی ہوئی ہو تو کیا کرے۔	٦٢٤
چند آدمی برہنہ ہین ستر عورت کے لائق صرف ایک کپڑا ہے کہ باری باری سے اُسے باندھکر نماز پڑھتے ہین اُن مین جو یہ جانے کہ مجھ تک باری وقت کے بعد پہنچے گی وہ یوہین پڑھ لے پھر پھیرے	٦٢٧
کشتی یا ریل یا تنگ مکان مین کھڑے ہو کر نہین پڑھ سکتا تو بیٹھکر پڑھے پھر اعادہ کرے۔	״
ستر کے قابل کپڑا ناپاک ہے اور دوسرا کپڑا نہین اور پاک کرنے مین وقت جاتا رہے گا یوہین پڑھ لے پھر پھیرے۔	״
مریض اسوقت قیام پر قادر نہین اور جانتا ہے کہ بعد وقت قادر ہو جائیگا بیٹھکر پڑھ لے اور اعادہ نہین۔	״
مریض کو اسوقت پانی سے ضرر ہے اور بعد وقت ضرر نہ رہیگا تیمم سے پڑھے اور اعادہ نہین۔	٦٢٧، ٦٢٩
کپڑے والے نے برہنہ سے کپڑا دینے کا وعدہ کیا آخر وقت تک انتظار کرکے پڑھ لے اور اعادہ نہین۔	٦٢٧، ٦٣٠
آنکھ بنوائی طبیب نے جنبش سے منع کیا اشارہ سے نماز پڑھے اور اعادہ نہین	٦٢٨
نماز فجر و جمعہ و عیدین مین تسبیح وغیرہ مسنون کا وقت نہ ہو تو فقط واجبات ادا کرے واجبات کا وقت نہ ہو تو صرف فرائض پر اقتصار کرے تکبیر	״

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
آدمی اسوقت جسطرح نماز پر قادر ہے اُسیقدر کا حکم ہے ہان اگر جانے کہ وقت کے اندر اس سے بہتر حالت ہوجائیگی تو انتظار بہتر۔	۶۲۹
ایسی اندھیری کہ راہ نظر نہ آئے جمعہ وجماعت کا وجوب ساقط کرتی ہے۔	۶۳۲
کھڑے ہونے سے مرض بڑھے یا دیر مین اچھا ہو یا درد شدید ناقابل تحمل ہو تو بیٹھکر اجازت ہے ورنہ نہین۔	؍؍
کیسی ہی اندھیری ہو ترک جماعت کیلیے عذر نہین جبکہ روشنی پر قادر ہے	۶۳۲
کس حال مین اندھیری ترک جماعت کیلیے عذر ہوسکتی ہے۔	؍؍
اندھیری مین مسجد کو جانے کی فضیلتین	؍؍
سخت تاکید جماعت کی حدیثین۔	؍؍
سخت دھوپ وغیرہ وہ چیزین جنکے سبب جمعہ وجماعت کی حاضری معاف ہے۔	۶۳۴
اُن معذورون کا بیان جنپر جمعہ وجماعت واجب نہین۔	۶۳۶
تیمم والے کے پیچھے پانی سے طہارت والا نماز پڑھ سکتا ہے مگر افضل عکس ہے۔	۶۵۴ / ۷۵۱
جنگل مین اگر سمت قبلہ معلوم نہ ہو تو کیا کرے	۶۶۱
اُس حالت مین جدھر دل جمتا تھا اُسکے خلاف نماز پڑھی باطل ہوئی۔	؍؍
جہان نہ پانی ہو نہ مٹی نماز کسطرح پڑھے	۷۰۲
تیمم والے نے نماز مین پانی پایا نماز ٹوٹ گئی اگرچہ التحیات کے بعد۔	۷۵۰
ایک سلام پھیرنے کے بعد پانی پایا نماز ہوگئی۔	؍؍
صاحب ترتیب کو قضا نماز یاد تھی اور وقت مین گنجائش اور اُس نے خلاف حکم وقتی پڑھی تو اُس قنیہ کو صحیح کہین گے یا کیا	۵۸۶
محل اقامت مین امام چار رکعت کی نماز دو پڑھکر چلا گیا اور مقتدیون کو اُس کا حال نہ معلوم ہوا کہ مقیم ہے یا مسافر انکی نماز نہ ہوئی اگرچہ یہ خود مسافر ہون ہان اگر جنگل مین یا منزل پر ایسا ہوا تو انکی بھی ہوگئی جو مقیم ہو اپنی چار پوری کرلے۔	۷۹۰
التحقیق ان العلم الملذکور بحال الامام شرط الحکم بصحۃ الاقتداء لا شرط نفس الاقتداء	۷۹۰

احکام مسجد

مضمون	صفحہ
مسجد مین مسواک چاہیے اور کلی حرام مگر ایک صورت مین۔	۱۵۲
منھ مین بدبو ہو تو مسجد مین جانا یا نماز پڑھنا منع ہے۔	۱۵۵
وضو یا غسل کا پانی مسجد مین ڈالنا چھڑکنا حرام ہے اور گلاب سے وضو کیا تو وضو نہ ہوا اور وہ گلاب مسجد مین چھڑک سکتے ہین	۲۴۰
جبتک بدن یا کپڑے مین بدبو ہو مسجد مین جانا حرام جماعت مین شرکت منع۔	۳۴۴
غیر معتکف کو مسجد مین سونا منع ہے۔	۶۳۶
مسجد مین سوتا تھا احتلام ہوگیا اب کیا کرے	؍؍
ناپاکی کی حالت مین مسجد مین گزرنا چلنا بھی حرام ہے۔	۶۳۷
جنب نے بھولے سے مسجد مین ایک قدم رکھا فوراً بلا تیمم وہ قدم باہر نکال لے	؍؍
جسکے مکان کا راستہ مسجد مین ہو کر ہے اور اُسے بدلنے پر قادر نہین وہ بھی بحالت جنابت مسجد مین نہین گزر سکتا پانی نہ پائے تو تیمم کرے۔	۶۳۸
مسجد مین وضو وغسل حرام ہے مگر تین صورتون مین۔	۶۳۹
خطبہ سنتا تھا وضو جاتا رہا لوگون کی گردنین پھلانگ کر نکلنے کی اجازت نہین اب کیا کرے	؍؍
مصنف کی تحقیق کہ مسجد مین کسی برتن مین وضو کرنیکا کیا حکم ہے۔	؍؍
مسجد کو ہر گھن کی چیز سے بچانا واجب ہے بعض لوگ کہ وضو کے بعد مونھ اور ہاتھ سے پانی پونچھکر مسجد مین جھاڑتے ہین محض حرام ہے۔	۳۴۳
گرد وغبار کہ ہوا باہر سے لائی اجزائے مسجد نہین اُسکے صاف کرنیکا حکم ہے	۳۴۴
مسجد کی زمین یا دیوار یا ستون یا جس گر کے جو پھیلی ہوئی ہے پاک کیچڑ سے پونچھنے کی بھی اجازت نہین۔	۷۴۴
گرد جھاڑ کر کسی گوشہ مین جمع کردی ہے اُس سے کیچڑ سنے پاؤن پونچھنے مین حرج نہین۔	؍؍
مسجد کے چراغ سے کس حال مین کتاب بینی یا درس وغیرہ کرسکتا ہے۔	؍؍

جنائز

مضمون	صفحہ
ہر نیکی سے گناہ دھلتے ہین مگر اُنکی نجاست صرف اُس چیز کی طرف منتقل ہوتی ہے جسے شرع نے بالخصوص اُس قربت کی اقامت کو متعین فرمایا ہو۔ نیاز اولیا کا کھانا متبرک ہے صدقہ کے سبب اُس مین خباثت ماننا وہابیہ کی خباثت ہے۔	۲۴۴
مردہ ڈوب کر اتر آیا اُسکا غسل ہوگیا مگر زندون پر جو غسل دینا فرض ہے ادا نہ ہوا لہذا لازم کہ نہلانے کی نیت سے اُسے پانی مین جنبش دے لین۔	۳۶۲
مُردے کو بے نیت غسل دیا فرض اتر گیا ثواب نہ ملیگا۔	؍؍
میت کے سر وریش کو خطمی سے دھوئین ورنہ پاک صابون سے۔	۴۴۸
پانی نہ ہو یا کوئی ایسا ہو جسے میت کا نہلانا شرعاً جائز ہو تو اُسے تیمم کرائین۔	۶۰۹
میت کو تیمم کرانے مین نیت شرط ہے۔	۶۱۴
میت کا غسل ایکبار فرض ہے اور تین بار سنت۔	؍؍
نماز جنازہ تکبیرون پر ختم ہوجاتی ہے چوتھی تکبیر کے بعد نیا آدمی نہین مل سکتا اگرچہ ابھی سلام نہ ہوا ہو۔	۶۱۸
نماز جنازہ ولی پڑھ لے تو دوبارہ نہین ہوسکتی	۶۱۸
میت کا باپ اور بیٹا دونون موجود ہین نماز جنازہ پڑھانا بیٹے کا حق ہے مگر اُسے حکم ہے کہ دادا کو آگے کرے۔	۶۵۵
بچے نے جبتک بات نہ کی ہو اُسے مرد وعورت دونون نہلا سکتے ہین۔	۶۵۶
وہ دس صورتین جن مین زوجہ کو جائز نہین کہ اپنے مُردہ شوہر کے کسی حصۂ بدن کو ہاتھ لگائے	۶۵۷
کنیز کہ ام ولد ہو بعد موت مولٰی کے اُسکا ہاتھ نہین چھو سکتی۔	۶۵۹
میت نے کچھ مال نہ چھوڑا تو اُسکا کفن دفن اُسپر واجب ہے جسکے ذمہ زندگی مین اُسکا نفقہ تھا۔	؍؍
عورت کا کفن اُسکے شوہر پر واجب ہے اگرچہ عورت غنی ہو۔	؍؍
لاوارث میت کا کفن دفن کسپر واجب ہے	؍؍
میت کے پاس قبل غسل تلاوت قرآن نہ کی جائے جبتک اُسکا سارا بدن ڈھانک نہ لین۔	۶۶۳
زیارت قبور وعیادت مریض عبادت الٰہی ہین۔	؍؍
دفن مسلم بھی عبادت الٰہی ہے باوضو ہونا چاہیے پانی نہ ہو تو تیمم کرے۔	۶۶۶
تنگی مہلت کے سبب نماز جنازہ کیلیے تیمم کیا تو اُس سے دوسرا جنازہ بھی نہین پڑھ سکتا جبکہ اُسکے لیے وضو کی مہلت پائے ورنہ پڑھ سکتا ہے۔	۶۶۷
خوشبو سلگانے کیلیے لوگ کسی خوانچہ مین آگ رکھکر مزارات کے اوپر رکھتے ہین یہ ممنوع ہے اور بعض اُپلے کی آگ رکھتے ہین یہ اور بھی ظلم ہے۔	۷۰۷
جنب یا حائضہ جسپر نہانا لازم تھا اسی حالت مین مرجائے تو ایک ہی غسل سب کو ادا کردیگا۔	۸۲۱

مسائل زکاۃ

مضمون	صفحہ
اسکی تحقیق کہ مصرف خیر مین اپنا کُل مال دیدینا کیسا ہے۔	۱۸۱
اپنے محتاج عزیزون کو چھوڑ کر اورون کو صدقہ دینا قبول نہین	۱۸۴
عزیزون سے سلوک اُسوقت ثواب ہے جبکہ لوجہ اللہ ہو نہ فقط خون کے جوش سے	۲۰۱

مسائل روزہ

مضمون	صفحہ
صدقۂ فطر وکفارۂ روزہ کی مقدار ایکسو چھیَر	

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
روپے آٹھ آنے بھر ہے۔	۱۴۴
روزہ مین اپنی عورت کا بوسہ لینا جوان کو مکروہ ہے بوڑھے کو نہین۔	۴۸۴
دانتون سے خون نکلا روزہ مین نگل لیا اگر حلق مین مزہ معلوم ہوا روزہ جاتا رہا ورنہ نہین۔	۵۲۲
کلی کے بعد تری کہ مونھ مین رہ جاتی ہے کس صورت مین اُسکے نگلنے سے روزہ نہ جائیگا۔	۵۲۳
مونھ مین کھانے یا پان کا ایسا اثر رہ جائے کہ آپ حلق مین اُتر سکنے قابل نہ ہو اگر لعاب دہن کے ساتھ اُتر جائیگا روزہ نہ جائیگا	״
جو چیز مونھ مین رہ گئی اُسکے نگلنے سے روزہ کسطرح نہ جائیگا۔	״
جو چیز مونھ مین لگی رہ گئی اُسکے قلیل و کثیر کا فرق۔	״
روزہ مین تل کے ایک دانہ کے چبانے یا نگلنے کا حکم۔	״
روزے مین بھولکر جماع مین مشغول ہوا پھر یاد آیا یا رات سے مشغول تھا اور اسی اثنا مین صبح چمکی تو کیا حکم ہے	۶۴۰

مسائل حج

مضمون	صفحہ
کنکریان کہ جمرون پر ماری جاتی ہین گناہ دھوکر نجس ہو جاتی ہین اُنھین دوبارہ کام مین نہ لائے اور ضرورت ہو تو تین بار دھوئے بلکہ کنکریون کا دھو لینا ہر طرح چاہیے۔	۲۴۲
زعفران ملے ہوئے پانی سے احرام مین نہایا تو کیا حکم ہے۔	۵۲۷
خوشبو ملا ہوا کھانا احرام مین کھانیکے احکام	۵۲۷/۵۲۸
بحالت احرام بدن مین کسی خوشبو کے لگنے کا حکم۔	۵۲۷
خوشبو ملی ہوئی چیز کا احرام مین پینا کیا حکم رکھتا ہے۔	۵۲۸
اگر محتاج کو کوئی استلال ہبہ تو نہ کرے لیکن مباح کرے جس سے وہ حج کر سکے تو حج واجب ہوگا اور اسکا قبول ضرور نہین	۶۴۰
سفر حج مین آب زمزم شریف استعمال وضو سے بچانیکی تدبیرین۔	۶۴۱

مسائل نکاح

مضمون	صفحہ
خانگی کاروبار اپنی زوجہ سے لینا جائز ہے	۴۳۷
جب دولھن بیاہ کر لائین مستحب ہے کہ اُسکی پاؤن دھوکر مکان کے چارون گوشون مین چھڑکین اس سے برکت ہوتی ہے	۴۵۵
دوا ملاکر عورت کا دودھ بچہ کو پلایا تو حرمت ثابت ہوگی یا نہین۔	۵۲۲
مونھ یا ناک کے ذریعہ سے عورت کا دودھ جو بچہ کے جوف مین پہنچے گا حرمت رضاعت لائیگا۔	״
کھانے مین عورت کا دودھ ملاکر بچہ کو کھلانے سے حرمت رضاعت مطلقاً ثابت نہ ہوگی۔	۵۲۴
نماز کا اتنا وقت ہے کہ بعد جماع نہاکر نماز نہ ملے گی تو جماع جائز نہین۔	۵۴۴
بہت صورتون مین زوجہ سے صحبت حرام ہوتی ہے۔	״
عقد نکاح مین یہ قید لگائی کہ مثلاً سو برس کے لیے نکاح کیا تو نکاح نہ ہوگا اور دل مین نیت ہے کہ گھڑی بھر کے بعد چھوڑ دونگا تو ہو جائے گا۔	۶۴۳
چچا کے بعد چچا زاد بھائی عورت کا ولی ہے اس حالت مین اگر اُس نے عورت سے کہا مین تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہون وہ چپ رہی اس نے دو گواہون کے سامنے عورت کی تعیین کر کے کہدیا کہ مین اُسے اپنے نکاح مین لایا نکاح ہوگیا جبکہ کفو ہو اور کفو کے معنی۔	۷۲۰
عمرو نے بطور خود زید کا نکاح کر دیا نکاح صحیح ہوگیا مگر اجازت زید پر موقوف رہا اور اجازت کی صورتین۔	۷۲۱

مسائل طلاق

مضمون	صفحہ
عورت معاذ اللہ مرتدہ ہونے سے بھی نکاح سے نہین نکل سکتی۔	۳۹۳
کسی سے کہا تو نے اپنی عورت کو طلاق دی اُس نے کہا مین نے طلاق دی طلاق ہوگئی اور جھنجھلا کر جھڑکنے کی آواز سے کہا مین نے طلاق دی نہ ہوگی۔	۶۸۰
عورت نے طلاق مانگی اس نے نہ دی اُس نے پھر کہا دی اسنے سختی سے کہا دی نہ ہوئی اور نرم آواز سے کہا تو ہوگئی۔	״
تنبیہ۔ یہان سے معلوم ہوا کہ طلاق کے مسائل بہت نازک ہین ایک حرف کی کمی بیشی درکنار لہجہ کے بدلنے سے حکم بدلتا ہے سخت احتیاط درکار ہے	

مسائل عتق

مضمون	صفحہ
جس کنیز کی مولی سے اولاد ہو اور مولی اقرار کرے کہ وہ میری اولاد ہے وہ ام ولد کہلاتی ہے مولی کے مرتے ہی آزاد ہو جائیگی	۴۵۹

مسائل قسم

مضمون	صفحہ
نماز کی قسم جنازہ کی نماز سے پوری نہ ہوگی گہن کی نماز سے ہو جائیگی۔	۴۸۱
گوشت کھانیکی قسم مچھلی کھانے سے نہ ٹوٹیگی	۴۸۲
ایک شخص کی چار عورتین تھین اور دس یا زیادہ غلام اُس نے قسم کھائی کہ ایک عورت کو طلاق دے تو ایک غلام آزاد ہے اور دو کو تو دو اور تین کو تو تین اور چار کو تو چار اس صورت مین اگر چارون کو طلاق دی سعا خواہ فاصلے سے تو دس غلام آزاد ہوئے۔	۵۱۲
پانی پینے کی قسم کھائی اور زعفران ملا پانی پیا تو کیا حکم ہے۔	۵۲۷
قسم کھائی فلان چیز تجھے دینے سے انکار نہ کرونگا اُس نے مانگی اسنے وعدہ کیا تو کیا حکم ہے۔	۶۷۸
قسم کھائی کہ فلان چیز زید کو نہ دونگا اُس نے مانگی اس نے وعدہ کرلیا قسم نہ ٹوٹیگی جبتک دے نہین۔	۶۷۸
قسم کا کفارہ دینے کو اتنا نہین کہ دس مسکینون کو کھانا دے پانچ کو دیسکتا ہے تو صرف تین روزے رکھے۔	۸۰۷
قسم کھائی کہ نکسیر پھوٹنے سے وضو نہ کریگا پھر پیشاب کیا پھر ناک سے خون نکلا اس نے وضو کیا حانث ہو جائیگا۔	۸۱۴

مسائل حدود

مضمون	صفحہ
شراب کی ایک بوند پانی کو نجس و حرام کر دے گی مگر شراب ملے پانی سے حد نہ آئیگی جبتک نشہ نہ ہو۔	۵۲۳

مسائل سیر

مضمون	صفحہ
جو لوگ کلمہ اسلام پڑھتے اور پھر ضروریات دین سے کسی شی کا انکار کرتے ہین اُن کا حکم مثل حربی ہے کہ وہ مرتد ہین۔	۴۴۱
حربی کافرون کے قلعہ مین کوئی غیر معروف ذمی بھی ہے تو اُنکا قتل حرام ہے مگر اس صورت مین کہ اُن مین سے بعض نکل جائین یا نکال دیے جائین یا خلاف حکم قتل کر دیے جائین تو اب باقی کا قتل جائز ہو جائیگا۔	۴۴۸
عالم دین سُنی صحیح العقیدہ کی توہین کفر ہے۔	۵۷۰

مسائل شرکت

مضمون	صفحہ
ترکہ مین سب بھائیون نے ملکر کام کیا تو کیا حکم ہے۔	۴۴۸
باپ بیٹا یا زوج و زوجہ ملکر جو کام کرین منافع فقط باپ اور شوہر کے ہین۔	״
مباح چیز اگر باپ بیٹے نے ملکر حاصل کی تو جتنی بیٹے نے حاصل کی وہی مالک ہے	״
اگر کسی مباح چیز کے حاصل کرنے مین دو نے کوشش کی تو وہ اُن مین کسکی ہوگی	״
مباح لکڑی کا مالک کاٹنے والا ہوگا	

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
نہ اسکا جمع کرنے والا یا اٹھانے والا۔	۴۲۹
سفر یا حضر مین رفیق اپنا مال ملالین اور ملکر کھالین تو اسمین حرج نہین اگرچہ ایک زیادہ کھائیگا دوسرا کم۔	۴۳۰
مسائل وقف	
جس ویران مسجد کی آبادی ناممکن ہو اسکی اینٹ کڑی دوسری مسجد مین بشرط کمال احتیاط لے جاسکتے ہین۔	۳۹۳
وقف کا پانی جس لیے وقف کیا اسکے غیر مین صرف کرنا حرام یہانتک کہ خود واقف کو۔	۴۱۷
تحقیق شریف للمصنف ان الماء لایصح وقفہ۔	۴۱۹
اشیائے منقولہ بغیر جائداد غیر منقولہ وہی وقف ہوسکتی ہین جنکے وقف کا رواج ہو۔	۴۱۸
اگر رواج ہو تو روپے اشرفی نوٹ بھی وقف ہوسکتے ہین۔	〃
رواج ہو تو گیہون بھی وقف ہوسکتے ہین	〃
رواج ہو تو گائے بھینس بکری وقف ہوسکتی ہے۔	〃
جنازہ کے لیے چارپائی چادر پڑھنے کیلیے قرآن مجید مطالعہ کے لیے کتابون کا وقف جائز ہے۔	〃
پل اور سقائے کا وقف صحیح ہے۔	〃
جائداد غیر منقولہ کے ساتھ اسکے توابع بغیر رواج بھی وقف ہوسکتے ہین۔	〃
وقف کسی کی ملک نہین ہوسکتا مگر جو وقف کسی قوم پر ہو اسکے محاصل انھین دیے جانیکے بعد انکی ملک ہو جائینگے اور وقف اہلی کے بھی انکی ملک ہین	۴۱۹
مسجدون مدرسون کے سقایون مین زر وقف سے جو پانی بھرا گیا کسیکی ملک نہین واقف نے جس غرض کیلیے اسے وقف کیا اسکے غیر مین اسکا صرف جائز نہین	〃
آدمی اپنی ملک سے جو سبیل لگائے اسکا پانی اسی کی ملک رہتا ہے جس کام کیلیے جسکی اجازت ہو یا اب ہو اسی مین صرف ہوسکتا ہے۔	۴۱۹
مسجد کے سقایون کا پانی گھرون مین لیجانا حرام ہے مگر ایک صورت مین۔	〃
سقایون سے گرم پانی گھرون مین لیجانا حرام ہے۔	۴۲۰
پینے کی سبیل سے اگر عورتون کے پینے کیلیے گھرون مین لیجانیکی اجازت ہو تو جائز ہے ورنہ نہین۔	〃
سبیل لگانے والے نے جن لوگون کیلیے لگائی انکے غیر کو اس سے پینا جائز نہین۔	۴۲۰
مسائل بیع	
بیع تعاطی یعنی لینے دینے سے بھی ہوجاتی ہے اگرچہ زبان سے کچھ نہ کہین مثلاً روٹی کا عام بھاؤ ایک پیسہ ہو اس نے چار پیسے رکھے اور چار روٹیان اسکے سامنے اٹھالین بیع ہوگئی۔	۴۲۱
زید کی نیت سے عمرو کا خریدنا زید کو مالک نہ کردیگا جبتک عمرو اسے دے نہ دے ہان اگر عقد بیع زید کے نام ہوا تو زید کی اجازت پر موقوف رہیگا جائز کیا تو زید ہی مالک ہوا اور رد کیا تو رد ہوگئی۔	〃
بائع نے بیع مین شرط کرلی کہ تین دن تک مجھے بیع قائم رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے اس مدت تک مبیع اسی کی ملک رہیگی مشتری کو تصرف جائز نہ ہوگا یہ شرط انتہا درجہ تین دن کے لیے جائز ہے زیادہ کے لیے حرام و مفسد بیع۔	۴۸۳
کسی سے کہا اپنا غلام میری طرف سے بعوض ہزار روپے کے آزاد کردے اس نے کردیا یہ بیع تو ہوگئی مگر اسمین ایجاب وقبول درکار نہ بیع کے شرائط۔	۸۲۲
مسائل شہادت	
تنہا پاجامہ پہنے راہ مین نکلنے والا ساقط العدالۃ مردود الشہادۃ ہے۔	۱۵۸
مسائل وکالت	
گھوڑا خریدنے کو وکیل کیا اور کوئی خاص گھوڑا معین نہ کیا اور اس نے خریدا تو وہ گھوڑا وکیل کی ملک ہوا یا موکل کی	۴۲۶، ۴۳۳
مسألۃ بطلان التوکیل بالمباحات وعللها ومالها وعليها۔	۴۳۱
پانی لینے کو وکیل کیا اس نے رنگت ملا پانی خریدا تو کیا حکم ہے۔	۵۲۷
مسائل دعویٰ	
حاکم نے مدعی علیہ سے حلف کو کہا وہ چپ رہا یہ بھی انکار ہے جبکہ گونگا یا بہرا نہ ہو اس صورت مین مستحب ہے کہ قاضی اس سے تین بار حلف کو کہے اگر سکوت کرے انکار ٹھہرا کر مدعی کو ڈگری دیدے۔	۷۷۹
مسائل ہبہ	
جو چیز بچون کا نام کرکے بھیجی جاؤ مقصود ماں باپ کو دینا ہو اسکے مالک ماں باپ ہی ہونگے۔	۴۲۹
اگر معلوم ہو کہ بچون ہی کو دی تو ماں باپ بے حاجت محتاج نہ ہون اپنے صرف مین نہین لاسکتے۔	〃
مالک نے جسے اپنے مال مین تصرف مباح کیا وہ مالک ہو جائیگا مہمان کو جائز نہین کہ بے اجازت مالک کھانے مین سے کسی کو کچھ دے۔	۴۳۵
ولی نے جو چیز بچہ کو کھانے پینے کو دی اگر بچہ کو مالک کردیا اسمین سے دوسرے کو دے سکتا ہے ورنہ نہین	۴۳۸
ہبہ و اباحت کا فرق۔	۴۳۰
دی ہوئی چیز پھیر لینا گناہ ہے اگرچہ موہوب لہ خوشی سے پھیرے۔	۶۴۳
عورت سے کہا تو نے مہر بخشا اسنے کہا بخشا گواہون نے کہا ہم گواہ ہین کہا ہو جاؤ ہو جاؤ قرینہ سے معلوم ہوگا کہ اسکا یہ کہنا حقیقی ہے یا طنز سے اگر طنز سے ہے تو نہ بخشا گیا۔	۷۸۰
مسائل اجارہ	
اجیر خاص کی تعریف اور اسکے احکام	۴۲۴
کسی کو جنگل کی مباح چیز لانے پر نوکر رکھا اسے تنخواہ ملیگی اور چیز کا مالک یہ ہوگا۔	〃
اگر مباح شے لادینے پر اجرت ٹھہرائی اور وقت مقرر نہ کیا اجارہ فاسد ہے اور اس کے احکام۔	〃
اگر اپنی ملک مین عمل کرنیکے لیے اجرت قرار دی اجارہ صحیح ہے۔	〃
چھوٹے ہوئے شیر یا بھیڑیے کے قتل پر اجیر مقرر کیا اجارہ فاسد ہے اور اسکا حکم	۴۲۵
مقدمہ لڑانا وغیرہ کامون پر اجارہ کا حکم اور تکہ وکیلون کی اجرت شرعاً وہی صحیح ہے جو پیشی پر یا تعین وقت مقرر کی جائے۔	〃
نان بائی سے کہا مین نے تجھے آج کیلیے اسپر اجیر کیا کہ یہ آٹا ایک روپیہ اجرت پر لگادے یہ اجارہ فاسد ہے کہ اس مین عمل اور وقت دونون پر عقد اجارہ وارد کیا	〃
اگر یون کہا کہ مین نے تجھے یہ آٹا پکانے کیلیے ایک روپے پر اجیر کیا اس شرط پر کہ آج ہی پکادے یا یون کہ یہ آٹا آج پکادے ایک روپیہ دونگا تو یہ جائز ہے	۴۲۶
مباح چیز لانے پر اجیر کیا تو وہ چیز کسکی ہوگی	۴۳۱
کافر کی خدمتگاری کی نوکری جائز نہین	۷۵۵
قبر پر قرآن مجید پڑھنے کی اجرت جائز نہین اور اسکے جواز کا حیلہ۔	۷۸۰
مسائل حجر	
ماذون غلام معتاد دعوت کرسکتا ہے۔	۴۳۰
بچہ سے کوئی چیز خریدنا کس وقت جائز ہے۔	۴۳۳
نابالغ کے ہبہ و بیع کا حکم۔	〃
محجور دفروخت ہبہ وغیرہ مین بوہرے کا حکم صبی عاقل کی مثل ہے۔	۴۳۴
تصرفات صبی کے احکام۔	۴۳۷
مسائل غصب	
مورث کے ترکہ سے کوئی چیز دوسرے کی سمجھکر اسے دیدی پھر معلوم ہوا کہ مورث ہی کی تھی واپس لیگا اور نہ رہی ہو تاوان لیگا	۴۲۳
حساب مین سمجھا کہ زید کے سو روپے مجھپر	

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
آتے ہین پھر اسکی غلطی معلوم ہوئی لوٹ کے واپس لیگا۔	۴۴۳
دوست کے مال مین تصرف یا اُسکے نوکر سے کام لینے کا حکم۔	۴۴۴
نابالغ کی کوئی چیز دوسرے کی ملک مین اسطرح مل جائے کہ جدا نہو سکے وہ چیز مالک پر حرام ہوگئی۔	۴۴۶
مثلی اور قیمی کے معنی اور پانی مثلی ہے یا قیمی اس مین مصنف کی تحقیق	۴۰۰

مسائل قسمت

مضمون	صفحہ
ترکہ کے روپے یا اناج مین سے جسمین نابالغ کا بھی حصہ ہے بالغ وارثون کا اپنا حصہ لینے کا حکم۔	۴۴۹
مشترک روپے یا اناج مین سے شریک کی غیبت مین اپنا حصہ لینا۔	″

مسائل شکار و ذبیحہ و قربانی

مضمون	صفحہ
جال شکار کیلیے کھڑا کیا شکار پھنس گیا وہ اُسکی ملک ہوگیا اور سکھانے کے لیے تو جو پکڑ لے گا اُسکی ملک ہوگا۔	
شکار کو گھیر کر لائے والا مالک نہین ہوتا بلکہ پکڑنے والا۔	۴۴۸
جو جانور نیاز اولیا کے لیے ذبح کرتے ہین حلال ہے۔	۵۵۸
مالک نے کوئی نیت کی ہو ذابح نے تکبیر کہکر اللہ کے لیے ذبح کیا جانور حلال ہے	″
جس خچر کی مان گھوڑی ہے اُسکا کھانا حرام نہین مکروہ ہے۔	۶۴۴
جانورون مین مان کا اعتبار ہے مان اگر حلال ہے تو بچہ بھی اور ہان اگر قربانی کا جانور ہے تو بچہ بھی اگرچہ باپ حرام ہو	۶۴۴
بچھو کی خاک کہ سنگ گردہ مین کھلاتے ہین حرام ہے اور ایسا علاج ناجائز۔	۶۷۸

مسائل حظر و اباحت

مضمون	صفحہ
کھانے کے بعد کاغذ سے مونھ پوچھنا کیسا۔	۳۰
کھانے کے بعد عمامہ وغیرہ سے ہاتھ مونھ پوچھنا کیسا۔	۳۰
مٹی کے برتن افضل ہین اور تانبے پیتل مین بھی حرج نہین۔	۳۱
چاندی کے تار سے دانت باندھنا جائز ہے۔	۹۹
مطلقاً حروف کی تعظیم چاہیے۔	۱۷۱
اسراف کے معنی کی تفصیل و تحقیق	۱۸۰
فرق تبذیر و اسراف۔	۱۸۳
اسراف کس صورت مین گناہ ہے۔	۱۸۴
جھوٹ اور غیبت کی برائی قابل حفظ	۱۹۲
دینی محنت کی تکان دفع کرنے کو کسی مباح کام سے دل بہلانا جائز بلکہ مطلوب ہے	″
عبث کے معنی و حکم۔	۱۹۸
عبث کی بارہ تعریفین اور مصنف کی تحقیق۔	۲۰۰
لعب لہو و ہزل و لغو و باطل و عبث متقارب المعنی ہین۔	″
حکم عبث کی تنقیح۔	۲۰۳
لایعنی کسے کہتے ہین اور اُسکے ترک کی ہدایتین۔	۲۰۶ ، ۲۰۷
ہاتھ پاؤن سینہ پشت پر بال ہون تو نورہ سے دور کرنا بہتر ہے اور موئے زیر ناف پر بھی استعمال نورہ آیا ہے۔	۲۱۰
دس باتین قدیم سے سنت انبیا علیہم الصلاۃ والسلام ہین۔	۲۱۲
بلا ضرورت پاک چیز کو ناپاک کرنا حرام ہے	۲۲۱
کھانے سے پہلے کلائیون تک تین بار ہاتھ دھونا تین کلیان کرنا مستحب ہے اگرچہ وضو ہو۔	۲۳۸
کھانا کھاکر برتن کو چاٹ کر صاف کرنا سنت ہے	۲۴۳
رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے نصرانی کے یہان کے کھانے سے ممانعت فرمائی۔	۲۴۴
حدیث مین نصاری کے برتنون سے بچنے کا حکم۔	″
تہمت کی جگہ کھڑے ہونے سے حدیث مین ممانعت آئی ہے۔	۲۴۴
حدیثون کا حکم کہ اُس بات سے بچو جس سے لوگون کو نفرت پیدا ہو۔	۴
بلا وجہ شرعی ایسی بات مکروہ ہے جس سے اسکی غیبت کا دروازہ کھلے۔	۳۴۳
یہان نصاری کے کھانے پانی سے بہ نسبت ہنود کے بچنے کا زیادہ حکم ہے۔	″
جمعہ عید وعظ کسی مین کسی عورت کو کبھی جانیکی اجازت نہین۔	۳۸۶
بے کسی ضرورت کے سمندر مین سوار ہونا نچاہیے۔	۴۰۹
ہنود و نصاری کے برتن مین بغیر پاک کیے کھانا پینا مکروہ ہے۔	۴۱۵
ائمہ فرماتے ہین اگر جنگل مین کتا اور ایک حربی پیاس سے مرے جاتے ہون اور مسلمان کے پاس ایک پیاس کا پانی ہے کتے کو پلائے حربی کو نہ دے۔	۴۲۱
بے ضرورت ہر بات کا سوال حرام ہے اور کسی سے کام کو کہنے کے احکام	۴۳۷
رافضی کے یہان کچھ کھانا پینا ہرگز نہ چاہیے	۵۷۴
جواب سلام مین دیر جائز نہین۔	۶۱۹
سلام شروع ملاقات کے وقت ہے دیر کے بعد یا کچھ کلام کر کے خلاف سنت ہے	″
بچے نے جبتک بات نہ کی ہو اُسکے ستر عورت کی اصلا حاجت نہین۔	۶۵۶
بدن یا بال چھونے اور دیکھنے مین زندہ اور مردے کا ایک حکم ہے۔	″
دوسرے کی کنیز کا کتنا بدن دیکھنا جائز ہے اور کس حالت مین چھونا۔	۶۵۸
اجنبی آزاد عورت کا بدن چھونا مطلقاً حرام ہے شیخ کو جائز نہین کہ اُسکا ہاتھ پکڑ کر بیعت لے اور دیکھنے کے حکم کی تفصیل	″
دوسرے کی کنیز شرعی کا اسکے ہاتھ پاؤن دبانا یا سر مین تیل ڈالنا یا پیٹ پیٹھ ملنا کیسا	″
آزاد عورت کو حرام ہے کہ کسی اجنبی مرد کے ہاتھ یا پاؤن کو ہاتھ لگائے۔ عورتین کہ مشایخ زمانہ کے قدم لیتین ہاتھون کو بوسہ دیتی ہین ناجائز ہے پیرون پر لازم ہے کہ انھین روکین۔	″
نائن یا اصیل سے نہانے مین ہاتھ پاؤن ملوانا حرام ہے اور صورت استثنا کا ذکر	″
جہان کوئی نجاست پڑی ہو وہان تلاوت مکروہ ہے۔	۶۶۳
جنب و حیض و نفاس والی عورت کے پاس تلاوت مین حرج نہین بلکہ اپنی عورت حائضہ کی گود مین سر رکھکر تلاوت کرسکتا ہے۔	″
صرف تانا ریشم ہو تو جائز اور بانا ریشم ہو تو مرد کو ناجائز۔	۶۶۹
مٹی کھانا حرام ہے یعنی زیادہ کہ مضر ہو خاک شفا شریف سے تبرک کا قدرے چکھ لینا جائز ہے جیسے پان مین چونا۔	۶۹۶
سیپ کا چونا حرام اگر جس پان پر لگا ہو اُسکا کھانا حرام	۷۰۱
بلاضرورت دوا مونھ پر کوئی ایسی چیز سانا جس سے صورت بگڑے ناجائز ہے	۷۰۴
حربی کافرون کے بھی بعد قتل ناک کان کاٹنا حرام ہے۔	″
بعض نوجوان جو آپس مین کیچڑ سے کھیلتے ہین ایک دوسرے کے مونھ پر کیچڑ ملتے ہین یا ہنسی سے کسی کے سوتے مین اُسکے مونھ پر کالک لگاتے ہین یہ سب حرام ہے	″
مسلمان کو جائز نہین کہ باختیار خود اپنے کو ذلت مین ڈالے۔	۷۵۵
اگر کوئی مسلمان بھوک یا پیاس سے مرتا ہو اسکی اعانت مسلمانون پر فرض ہے ایسی حالت مین اگر وہ دوسرے کے پاس کھانا پانی پائے اُسپر مانگنا فرض ہے اور یہ خود مجبورانہ محتاج نہ ہو تو اسپر دینا فرض ہے	″
پانی ضائع کرنا حرام ہے۔	۸۰۷
مال ضائع کرنا حرام ہے۔	۸۰۸

مسائل احیای موات

مضمون	صفحہ
خودرو گھانس مالک زمین کی ملک نہین ہان اگر زمین جوتی اور پانی دیا تو اُسکی ملک ہوگئی	۴۱۷
شی مباح پر قبضہ کی نو صورتین اور اُن کے احکام اور مصنف کا اس مین ضابطہ جامع	۴۲۲
مباح پر جو پہلے قبضہ کرے مالک ہو جاتا ہے اُس تفصیل پر جو مذکور ہوئی	″
کسی مباح چیز کے لانیکے لیے کسی کو نوکر	

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
یا وکیل کرنا بے سود ہے قبضہ کرنے سے ہی تملک ہوگا ضمیمہ	۴۲۲
کسی سے مچھلیاں شکار کرائیں تو شکار کرنیوالا ہی مالک ہوا اسیطرح جنگل کی ہر مباح چیز	۴۲۳
بلا اجرت کسی سے کوئی مباح چیز منگانے کی تین صورتیں	〃
والدین اپنی اولاد سے کوئی مباح چیز منگوائیں وہ کسکی ملک ہوگی	۴۲۶
مباح کی تحصیل میں دو شخص شریک ہوں تو کیا حکم ہے	۴۲۸
جو سرکاری زمین میں باذن سلطان کنواں کھودے اسکے گرد چالیس ہاتھ تک دوسرے کو کنواں کھودنے کی اجازت نہ ہوگی	۵۷۳

مسائل شرب

مضمون	صفحہ
کنویں کا پانی کنویں کے مالک کا نہیں خاص ملک خدا ہے	۴۱۶
سبیل کا پانی جسکے برتن میں خود بھر جائے وہ اسکی ملک نہ ہوگا ہاں بے اجازت دوسرا اس برتن کو استعمال نہیں کر سکتا	۴۱۷
اگر برتن اسی لیے رکھا کہ سبیل کا پانی آئے تو مالک ہوگیا	۴۱۷
کنویں کے پانی کا مالک بھرنیوالا نہیں ہوتا بلکہ وہ جو اسے کنویں کی من سے جدا کرے	۴۲۸
نابالغ کے بھرے ہوئے پانی کی ستر صورتیں اور انکے احکام	۴۳۲
وہ آٹھ صورتیں جنمیں نابالغ کے بھرے پانی میں دوسروں کو تصرف جائز نہیں	۴۳۳
نابالغ بھشتی پانی بھر رہا ہے اس سے پینے یا وضو کو لینا حرام ہے	۴۳۳
نابالغ بھشتی سے پانی لینے کی سات صورتیں اور ان میں مصنف کی تحقیق	〃
سقا مشک کے پانی کا مالک ہے جبتک دوسرے کے برتن میں نہ بھرے	〃
جو بچے کا بھرا ہوا پانی کوئی نہیں لے سکتا	〃
جو بچے کا بھرا ہوا پانی اسکے ماں باپ صرف میں لا سکتے ہیں یا نہیں	۴۳۳
بہت معتمد کتابوں میں ہے کہ نابالغ نے حوض یا کنویں سے پانی لیکر اس میں ڈالدیا اب حوض یا کنویں کا پانی سب پر حرام ہوگیا	۴۳۵
مصنف کا اس مشکل مسئلہ سے ستر صورتوں کا استثنا کرنا اور دیگر فوائد کا تنبیہ	〃
نابالغ کا مملوک پانی اگر کوئی دوسرا کنویں یا حوض میں ڈالدے جب بھی اس کنویں یا حوض میں کسی کو تصرف جائز نہ رہیگا	〃
اسی کنویں یا حوض سے اسکے والدین بشرط احتیاج استعمال کر سکتے ہیں	〃
کنویں یا مباح خواہ مملوک حوض میں نابالغ کی ملک کا جو پانی مل جائے وہ خریدا بھی نہیں جا سکتا	۴۳۶
غلام و کنیز کے بھرے ہوئے پانی کا حکم	〃
یہ احکام ٹھہرے پانی میں ہیں اگرچہ وہ دردہ سے زیادہ ہو نہ جاری میں	〃
جس پانی میں نابالغ کا پانی مل گیا اسے پھینک بھی نہیں سکتے مگر ایسا کنواں ناپاک ہوجائے تو پاک کرنیکے ڈول نکالے جا سکتے ہیں	۴۳۷
جس حوض میں نابالغ کا پانی ملا تھا وہ بارش یا اہلے سے ابل گیا اب جائز ہوگیا مگر خود ابالنا جائز نہیں	〃
اس مشکل کے علاج پر بحث	〃
الحمد للہ اس مشکل کی سہل آسانی حوض یا کنویں میں نابالغ نے جتنا پانی ڈالدیا ہے اتنا اس سے ناند بھر کر اسے دیدیں باقی کا استعمال جائز ہوگیا	۴۳۹
جواز کے لیے اتنا پانی نکلنا کافی ہے جتنا نابالغ نے ڈالا	〃

مسائل دیت

مضمون	صفحہ
ہاتھ میں انگلیاں اصل ہیں اگر کسی نے انگلیاں کاٹ دیں پورے ہاتھ کی دیت لازم آئیگی	۲۵۹

مسائل اثبات

مضمون	صفحہ
جسکا کسی پر کچھ آتا ہو اور ملنے کی امید نہ رہے تو اسکے اسیقدر مال پر اگر ملے قبضہ کر سکتا ہے کوئی مال ہو زیادہ ہو تو حرام ہے	۳۹۳
مدیون پر ڈگری ہوئی پہننے کے ضروری کپڑے کے علاوہ اسکا مال ادائے دین میں لیا جائیگا	۶۵۹

مسائل وصی

مضمون	صفحہ
ماں باپ اپنے بچے کا مال کسوقت لے سکتے ہیں	۴۲۷
باپ اپنے بچے سے استاد کی خدمت کرا سکتا ہے	۴۲۸
باپ اور دادا اور انکے وصی نابالغ سے عادت ڈالنے کیلیے اسکے لائق خدمت لیں	〃
ماں اپنے یتیم بچہ کے مال سے ملا کر ساتھ کھائے تو کیا حکم ہے	۴۳۰
نابالغ یتیم کی کمائی سے ماں دو ایک لقمہ کھا سکتی ہے	۴۳۱
دوسرے کے بچے سے کام لینے کا حکم	۴۳۱
استاد بھی نابالغ کا بھرا پانی نہیں لے سکتا اور خدمت جہانتک لے سکتا ہے اسکا حکم	۴۳۳
وہ طریقہ کہ استاد نابالغ سے پانی بھروا کر اسے استعمال کر سکے	۴۳۴
ماں باپ دادا دادی کس صورت میں بچے سے کام لے سکتے ہیں	۴۳۷

مسائل فرائض

مضمون	صفحہ
اس ترکہ کی تقسیم کا حکم جسمیں بعض وارث نابالغ ہیں	۴۳۹
میت کے غسل و کفن دفن کی حاجت اسکے مال میں سب پر مقدم ہے جبتک نہ ہولے قرضخواہ کو بھی نہ دیں گے وارث تو بعد کو ہیں	۶۵۹

فوائد فقہیہ

مضمون	صفحہ
اختلاف علماء سے بچنا مستحب ہے جبتک اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے	۹۸، ۴۱۴، ۸۰۸
معانی العلم والظن والاحتمال فی اصطلاح الفقہ	۱۳۲
مثقال درہم استار رطل وغیرہ صاع کا بیان	۱۳۹، ۵۶
مکوک اور کیلجہ کا بیان	۱۴۰
مقدار ظرف فرق کا بیان	۱۴۱
شئ کے پانچ مرتبے ہیں ضرورت، حاجت، منفعت، زینت، فضول اور انکی تحقیق اور مکان و طعام و لباس و طہارت میں انکی مثالیں	۱۵۸
حکم حکمت کیلیے ہوتا ہے مگر حکمت پر اسکا مدار نہیں	۲۴۴، ۲۵۷
تحقیق ان بین سقوط الغرض والقربۃ عموما من وجہ	۲۴۷
مفاد قولہم الوضوء فی الحوض	۲۸۷
للشیوع ثلثۃ معان	۲۹۹
ذراع کرباس کی مقدار	۳۱۰
ذراع مساحت کی مقدار	۳۱۱
امانت و ہبہ و صدقہ و شرکت و مضاربت و غصب میں دو پیسے اشرفی جو روپے گئے وہی متعین ہوتے ہیں	۴۱۹
مسائل فقہ میں ظن اگر غالب ہو مثل الیقین ہے وہم نا معتبر	۴۲۱
جو یقین کسی مجہول محل میں ہو شک سے زائل ہوجاتا ہے	۴۳۸
الخلط لا یضاف الا الی المطلوب	
استار کیتولہ ماشہ رتی بالعدد ۴۳ تولے ۹ ماشہ	۵۶۰
درم شرعی کی مقدار	۶۱۲
وہ عبادتیں کہ فوت ہوجائیں تو انکا کوئی عوض نہیں	۶۱۸
بین الواجب و شعار الاسلام عموم من وجہ	۶۲۲
اللیث بن سعد کان حنفیا	۶۲۵
شرع مطہر جو رخصتیں عطا فرماتی ہے اس میں مطیع و عاصی سب شریک ہیں	۶۲۶
اختلاف اسباب الرخصۃ یمنع الاحتساب بالاولی	۶۳۱
احکام الٰہیہ بجا لانے میں قلیل مشقت عذر نہیں	۶۳۲
جو عقد حیلہ شرعیہ کی غرض سے کیا جائے محض برائے گفتن نہ ہو بلکہ حقیقی طور پر اسکی نیت کرے	۶۴۳
ثواب کی بات میں یہ نہ چاہیے کہ دوسرے کو	

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
اپنے پر ترجیح دے مگر محل ادب میں	٦٥٥
عبادت کی چار قسمیں مقصودہ وغیر مقصودہ اور ہر ایک مشروط بالطہارت وغیر مشروط اور انکی مثالیں۔	٦٦٤
توزیع تصنیف درود ذخیرۃ العقبیٰ	٦٧٣
دلالت بھی مثل صریح ہے مگر جب صریح اسکے خلاف ہو تو معتبر نہیں۔	٧٨٠
متجانسان لا یختلف مقصودھما اذا اجتمعا تداخلا	٨٢٢
لا یعتد التابع بحکم	//
بسقوط المتبوع یسقط التابع	//
اذا بطل شئی بطل ما فی ضمنه	//
تراعی شروط المتضمن بالکسر دون المتضمن۔	//

رسم المفتی

مضمون	صفحہ
عادۃ الفقہاء البناء علی المظنة والمراد المناط۔	١٨
مذہب کے خلاف کوئی بحث معتبر نہیں	٢١
مستحب کے ترک سے کراہت تنزیہ لازم نہیں آتی۔	٢٥
الاحتیاط ھو العمل باقوی الدلیلین۔	٤٤
صاحب الهدایة امام جلیل من ائمة التخریج والترجیح یجوز تقلیده	٦٣
الخصاف کبیر فی العلم یجوز اقتداؤه	//
العمل بما ھو المختار فی المذهب وان کان قائل خلافه اماما کبیرا۔	//
تقلید الغیر عند الضرورۃ وان جاز بشرطه فلعمل نفسه اما الافتاء فلا یکون الا بالراجح فی المذهب۔	//
عند الضرورۃ تقلید قیل فی المذهب احسن من تقلید مذهب الغیر۔	//
الشناعۃ العمل بما علیه الاکثر من ائمة المذهب۔	٥١
عادۃ الاوائل المناقشة فی البیان	

مضمون	صفحہ
وعدم التدقیق فی العبارات	٨٢
منازع اختلاف عبارات العلماء مع کون المقصود واحدا۔	//
الامام قاضیخان انما یقدم الاظہر الاشہر۔	٨٤، ٣٩٧، ٤٣٢
اذا جاء قید فی المسألة عن احد الائمة ولم یصرح غیره منهم بخلافه وجب قبوله۔	١٣٥
المراد بالمحیط المطلق البرهانی	١٣٧
هذا قول بعض المشایخ مفاده ان اکثرهم علی خلافه۔	١٤٨
نسبة قول الی البعض تفید ان المعتمد خلافه۔	//
المفاهیم معتبرۃ فی الکتب بالاتفاق	١٦٧
کتب شروح حدیث میں جو مسئلہ کتب فقہ کے خلاف ہو معتبر نہیں۔	١٨٨
کلمة لا باس لما ترکه اولی وقد تستعمل فی المندوب۔	١٩٠
شیء اگرچہ مطلق ذکر کی جائے اپنے اسباب وشروط واحکام وآثار پر خود ہی دلالت کرے گی۔	
تحقیق مفاد قولهم لا حجر فیه	١٩٧
شرعی کے دو معنے ہیں مقبول فی الشرع مطلوب فی الشرع۔	٢٠٢
ما قدم قاضیخان هو الاظهر الاشهر فیکون هو المعتمد۔	٢٥٨
المفتی انما یفتی بما یقع عنده من المصلحة۔	٣٣٣
صاحب البحر لیس من اصحاب الترجیح	٣٧٥
لا یعتمد علی فتاوی ابن نجیم ولا علی فتاوی الطوری۔	٣٧٦
فتوی ہمیشہ بلا استثنا قول امام پر ہے	٣٨١
القول قولان صوری وضروری وهو یقضی علی الصوری فی له ستة وجوه۔	٣٨٥
چھ باتیں ہیں جنکے سبب بظاہر قول امام کے خلاف پر عمل ہوتا ہے اور حقیقۃً قول امام ہی پر ہے۔	//

مضمون	صفحہ
انھیں وجوہ سے سمجھو کہ احادیث کا خلاف کیا جاتا ہے اور وہ خلاف نہیں ہوتا	٣٨٦
العدول عن قوله بدعوی ضعف دلیله خاص بالمجتهدین فی المذهب وهم لا یخرجون به عن المذهب	//
معنی قوله اذا صح الحدیث فهو مذهبی۔	//
لا یتبدل المذهب بتصحیحات المرجحین خلافه۔	٣٨٧
عند اختلاف التصحیح یقدم قول الامام۔	//
ہم صرف امام اعظم کے مقلد ہیں۔	٣٨٨
امام سے احکام منقول ہیں دلائل استنباط مشائخ ہیں انکے ضعف سے قول امام ضعیف نہیں ہوتا۔	٣٨٩
معنی کلام العلامة قاسم علینا اتباع ما رجحوه۔	٣٩٠
حیث لا تصحیح لا یعدل عن قول الامام۔	٣٩٢
معنی متون علی خلاف قول الامام لا یقبل۔	//
حدوث حکم ضروری لا حاجة الی الحوامل الست لا یتقید بزمان	//
ما خرج عن ظاهر الروایة فهو مرجوع عنه	٣٩٣
لیجتنب النقل بالواسطة مهما امکن	٣٩٧
الترجیح لقول الامام ای بلا خلاف اذا اختلفوا وتخالفوا	//
توفیق نفیس من المصنف بین عبارات الائمة فی تقدیم قول الامام المختلفة ظاهرا۔	٣٩٩
قول امام کے بعد کسے قول پر عمل ہو اسکی ترتیب۔	٤٠٠
العمل بما علیه الاکثر۔	//
قول البحر الفتوی علی قول الامام وان افتوا بخلافه وتوجیه ما نازعه فیه الشامی۔	٤٠٢
ربما لا یکون قول الفقهاء هذا الاصح ومثله من باب التفضیل۔	٤٠٣

مضمون	صفحہ
اذا ثبت الاصح لا یعدل عنه اذا لم یوجد اقوی منه۔	٤٠٣
الصحیح والاصح متقاربان۔	//
لا یعتمد علی النقل عن مجهول وان کان الناقل ثقة۔	٤٠٤
تحقیق قول الدرر ان الفتوی مطلقا علی قول الامام والا یخیر الا اذا کان مجتهدا۔	//
ذکر عشر مرجحات لاحد القولین علی الآخر۔	//
ذکر ثلث مرجحات اخر۔	//
الترجیح بکونه قول الامام ارجح من کل ما یوجد معارضا له	//
الاستحسان لغیر مخصوص وقوۃ تعامل لا یقدم علی قول الامام	٤٠٥
ما علیه الفتوی مقدم علی الاستحسان	//
عند قول الامام لا ینظر الی کثرۃ الترجیح فی الجانب الآخر	//
اذا رجح قول الامام وقول خلافه کان العمل بقول الامام وان قالوا لغیره علیه الفتوی۔	//
تاخیر الهدایة دلیل قول دلیل اعتماده۔	٤٠٦
قول الامام المذکور فی المتون مقدم علی ما صححه قاضیخان بالکد الفاظ الفتوی۔	٤٣٢، ٤٠٦
لا یعدل عن تصحیح قاضیخان فانه فقیه النفس۔	//
تنبیهان جلیلان یتبین بهما ما یعمل به المقلد فی امثال المقام	٤٠٧
مطلق الکراهة للتحریم۔	٤٠٨
السراج الوهاج من الکتب الضعیفة ومختصره الجوهرۃ النیرۃ من الکتب المعتمدۃ	٤١٣
عادۃ الهندیة نقل عبارۃ الکتب التی تذکر الاقوال رامزۃ لقائلیها بالحروف وبعضهن الرموز فیصیر القولان کقول واحد	

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون — صفحہ

فرہا یحصل بذلک عند من لا یعرف
ضبط فی فهم الامر علی ما هو علیه۔ ۴۴۲
لا یقال لقول المشائخ روایة ۴۴۲
فرق بین تقیید حکم بضرورة
واسقاطه رأسا لضرورة۔ ۴۴۳
چلپی محشی صدر الشریعة لیس
من اهل الترجیح۔ ۴۴۴
ایک ہی چیز میں اختلاف سوال سے
مفتی کا فتوی مختلف ہو جاتا ہے۔ ۴۸۴
ربما یطلقون مقیدا حتی فی الشرح
وهذا من اعظم وجوه العسر فی ۵۰۹
ادراک الفقه۔ ۵۲۰
المطلق فی کلام الفقهاء محمل
علی المقید۔ ۵۲۰
کوئی امام معتمد ایک قید ذکر فرمائے
کہ اوروں کے یہاں نہیں تو چار
صورتیں ہیں۔ ۵۸۱
تقیید شراح اطلاق متون کی مخالفت
نہیں بلکہ بیان مراد ہے۔ ″
کل روایة فی مسألة روایة فی
نظیرتها التی لا تفارقها فی
المعنی فما کان مثلا قول الامام فی
تلک فهو قوله فی هذه و
ان ثبت عنه خلافه فی هذه
فله فیها قولان۔ ۶۲۴
النصاب الخلاصة کلاهما للامام
طاهر بن عبد الرشید البخاری ۷۰۷
ماذکر حکما مقدم علی ما ذکر فی
التعلیل۔ ۷۳۲
فی بعض الکتب نقل مجهول
لا یکفی۔ ۷۳۳
کثیرا ما یشیرون بالمثال الی المراد ۷۵۰
ربما یقال باطل بمعنی سیبطل ۷۵۲
کون روایة ظاهرة الروایة لا یقتضی
بکون خلافها نادرة۔ ۷۵۷
عادة محمد الاستشهاد علی
خلافیة بخلافیة ایضاحا۔ ۷۷۱
المفاهیم توخذ من قیود تذکر

مضمون — صفحہ

فی المکملا فی التعلیل الا اذا
دل الدلیل له۔ ۴۹۱
فقہائے کرام احکام میں اکثر نادر صورتوں
کالحاظ نہیں فرماتے۔ ۸۰۶
الشروح مقدمة علی الفتاوی ۸۱۰
ذکر اکثر المتون المعتمدة فی المذهب ″
المنیة لیست من المتون بل
عدادها فی الفتاوی۔ ″
لیس التنویر من تلک المتون ″
الاشباه والنظائر لیست من
المتون بل مرتبتها فی الفتاوی
اوفی الشروح۔ ۸۱۰
الهدایة مع انها شرح معدودة
فی المتون۔ ۸۱۱
ذکر کثیر من الشروح المعتمدة۔ ″
ذکر بعض ما لا یعتمد۔ ″
ذکر کثیر من الفتاوی المعتمدة ″
ذکر بعض ما لا یعتمد۔ ″
ذکر المعروضات۔ ″
ذکر ما قالوا انه لا یعتمد۔ ″
قد یطلق لفظ الشیخین علی
الصاحبین۔ ۸۱۲
افادات علما میں تکرار مسائل معیوب نہیں ۸۲۰
کل نقل ذیله فی الهندیة
بقوله کذا فهو نقل عنه بلفظه
وما ذیله بقوله هکذا فنقل
عنه بالمعنی۔ ۸۴۵
الامام الحلبی صاحب الحلیة
لیس من ارباب الترجیح۔ ۸۴۸

عقائد

معنی اذعان ۶
معنی اعتقاد۔ ″
معنی ضروریات دین۔ ″
ان دس فرقوں کا بیان جو اپنے آپکو
مسلمان کہتے ہیں اور شرعا مرتد ہیں۔ ۱۹۱
ان نفیس کتابوں کا پتہ جنسے مرتدین
حال کا حال کھلے۔ ″

مضمون — صفحہ

آریوں پادریوں کے لکچر میں سننا سخت حرام ہے ۳۱۴
اللہ و رسول و قرآن عظیم کی جتنی توہین
آریہ پادری اپنے لکچروں میں کرتے ہیں اس
سب کا وبال شرعا انہی پر ہے جو سننے جاتے
اور ایسے جلسوں میں شریک ہوتے ہیں ۲۱۷
قرآن مجید فرماتا ہے کہ جو ایسے جلسوں میں
جائے ایسی جگہ کھڑا ہو وہ بھی انھیں
کافروں کی مثل ہے۔ ″
تلاوت قرآن یا قراءت حدیث کے سوا
اپنی طرف سے کسی نبی کی طرف نسبت
معصیت سخت حرام ہے۔ ۲۳۳
ہر چیز محض ارادہ الٰہیہ سے موجود ہوتی
ہے اسباب موثر نہیں وہ چاہے انھیں
معطل کردے چاہے معزول۔ ۴۹۰
جہنم میں اصلا روشنی نہیں اور گنگوہی
کا رد۔ ۵۵۰
انبیا علیہم الصلاۃ والسلام بعد وفات
بھی حقیقۃ ویسے ہی زندہ ہیں جیسے حال
حیات ظاہری میں تھے انکی موت صرف
ایک آن کے لیے تھی۔ ۶۱۱
انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کو مردہ کہنا
حرام بلکہ معاذ اللہ بطور توہین ہو تو صریح کفر ″
تمام کافر اگرچہ کلمہ گو ہوں اللہ سے محض جاہل ہیں ۶۶۲
انکی تحقیق۔ تفصیل کہ کوئی کافر اصلا اللہ عزوجل
کو نہیں جانتا اگرچہ کیسا ہی کلمہ گو نمازی بنے یا عالم
و شیخ کہلاتا ہو۔ ۷۰۵
جمیع صفات کمال اللہ عزوجل کیلیے لازم ذات
ہیں اور جملہ عیوب و نقائص کذب و جہل وغیرہ سب
اسپر محال بالذات ہیں کہ اصلا کسی طرح امکان
نہیں رکھتے وہابی کہ انکو ممکن کہتا ہے گمراہ بددین ہے ۷۳۶
رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مسلمانوں
پر انکی جانوں سے زیادہ اختیار رکھتے ہیں ۷۵۵
رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم
مسلمانوں کی جان و مال کے مالک ہیں
اگر وہ کسی مسلمان سے کچھ طلب فرمائیں
وہ معاذ اللہ سوال نہیں بلکہ یقینا ایسا ہی
جیسے مولی اپنے غلام سے اسکی کمائی کا
کچھ لے کہ غلام اور اسکی کمائی سب ملک مولی ہے ″

مسائل کلامیہ

مضمون — صفحہ

تألف الاجسام من جواهر فردة وشبه الفلاسفة
علیها کلها مردودة۔ ۲۸۱ ۲۸۶
بیان انه کیف یری الجسم مع ان الجزء لا یری ۲۸۱
للافضل معنیان۔ ۵۵۱
سکب شی کے تین طریقے ہیں۔ ۷۳۶
احتمال بلا دلیل لا ینافی الیقین
بالمعنی الاعم۔ ۷۶۲

رد مذہبان

امام اعمش کا ارشاد کہ ہم محدثین عطار ہیں
اور فقہا طبیب اور ای ابوحنیفہ تم دونوں
باتوں کے جامع ہو۔ ۳۸۹
اکابر ائمہ تو یہ کہیں کہ ہمیں کچھ اختیار نہ تھا تو یوں
کہتے اور آجکل جاہلان بے تمیز امام کو مقابلہ کو طیار ۳۹۸
تقلید شخصی واجب ہے غیر مقلدین دین میں فتنہ ہیں۔ ۴۰۱
مذہب کی پابندی لازم ہے اسکے خلاف جنھوں
نے لکھا وہ بھی پابند ہی رہے۔ ۴۰۱
قادیانی کا اپنے کلام ملعون کو مثل قرآن معجزہ بتانا اور
اپنے نفس ناپاک کو مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی مانند ٹھہرانا ۷۲۰
قادیانی کی بعض جہالتوں کا بیان جسے اس نے
اپنا معجزہ قرار دیا۔ ″
وہابیہ کا ظلم کہ اللہ تعالی تو نصاری کو مشرک
نہ ٹھہرائے حالانکہ وہ تین خدا مانتے ہیں اور وہابیہ
بات بات پر مسلمانوں کو مشرک بتاتے ہیں۔ ۷۳۸
فلاسفہ کیسے کو خدا کہتے ہیں۔ ۷۳۸
آریہ ″ ″ ″
مجوس ″ ″ ۷۳۹
یہود ″ ″ ۷۴۰
نصاری ″ ″ ″
نیچری ″ ″ ۷۴۱
چکڑالوی ″ ″ ۷۴۲
قادیانی ″ ″ ″
آغاخنی ″ ″ ۷۴۳
وہابی ″ ″ ۷۴۵
دیوبندیہ ″ ″ ۷۴۶
تھانوی انبہٹی دیوبندی حضرات کہ سارے
ملکر دس برس میں جواب میں اپنے کروروں
خداؤں سے دو ایک ہی ملکر دکھائیں۔ ″
غیر مقلدین کیسے کو خدا کہتے ہیں۔ ۷۴۷

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
دہریوں کے بعد سب کافروں سے زیادہ ضالّ باللہ وہابیہ خصوصاً دیوبندیہ ہیں	۷۴۸
غیر مقلدین کہ تقلیدِ ائمہ چھوڑ کر عمل بالحدیث کے مدعی ہیں دلیل قطعی چھوڑ کر ظنی کیطرف جاتے ہیں اور یہ حرام ہے۔	۷۸۲
فوائد حدیثیہ	
المعلول عندنا کالموصول۔	۲۵
ما لا یقال بالرأی یحمل علی الرفع اذا لم یکن صاحبه اخذ عن الاسرائیلیات۔	
حدیث ضعیف استحباب و اباحت میں بالاجماع مقبول ہے۔	۵۶
قول المحدث ثم لا یصح لا ینفی الحسن	//
سنن النسائی الکبری لیست من الصحاح بخلاف مختصرها المتداول۔	۴۱۳
الثناء علی الراوی لیس ثناء علی روایته	۶۹۸
سکت علیه ابو داود فهو حجة	۶۱۵
ذکر بعض الصحاح من کتب الحدیث وما لا یعد منها	۸۱۱
ذکر السنن۔	//
ذکر بعض تصانیف ائمتنا فی الحدیث وانها لیست بدون السنن بل فوق بعضها	//
ذکر المسانید۔	//
اسماء الرجال	
طرح معلی بن هلال۔	۸۵
جرح یحیی بن زکریا السقا	//
تمشیة یزید بن عبد الرحمن الدالانی	//
قالوا لم یسمع قتادة من ابی العالیة الا اربعة او ثلثة	//
لم تقبل شهادة نفی سماع هشام بن عروة من فاطمة بنت المنذر من ائمة اجلة	//
تمشیة عبد الله العمری المکبر	۱۳۴۴
تاریخ وفات سلطان ابراہیم نخعی امیر المومنین	

مضمون	صفحہ
عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	۱۶۶
قد یکون صدوق ضعیفا۔	۵۹۰
تضعیف البختری بن عبید	۲۸
یحیی بن هاشم متروک۔	۲۵۴
حکم علی ابن ظبیان جرحا وتعدیلا	۵۹۸
فضائل و مناقب	
انبیاء علیہم السلام کا وضو نیند سے نہ جانا۔	۹۱
انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی آنکھیں سوتی ہیں دل کبھی نہیں سوتا۔	//
حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکابر اولیاء کی نسبت ظاہر یہی ہے کہ سونے سے انکا وضو نہ جاتا دل انکا کبھی نہیں سوتا۔	//
انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا وضو نواقض وضو سے جاتا یا نہیں اور اس میں مصنف کی تحقیق	۹۲
بعض نواقض وضو انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر محال ہیں	//
انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا دل غشی میں بھی بیدار رہتا ہے	۹۳
فضلات شریفہ طیب و طاہر ہیں انکا کھانا حلال و باعث برکت۔	//
ائمہ شافعیہ فرماتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدارک ایسے دقیق ہیں جنکو اکابر اولیاء ہی پہچانتے ہیں۔	۲۴۵، ۳۹۰
اولیاء فرماتے ہیں کہ امام اعظم و امام ابو یوسف سرداران اہل کشف و مشاہدہ ہیں۔	۲۴۵
حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے وضو بلکہ غسل جنابت کا پانی ہمارے حق میں طاہر مطہر ہے لے تو اس سے وضو ہو جائیگا اور یہ مسئلہ اب بھی فرضی نہیں سیدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام عنقریب تشریف لانے والے ہیں۔	۲۵۴
اجلۂ ائمہ کی تصریح کہ امام اعظم کے علم و عقل کو اوروں کے علم و عقل نہیں پہنچتے۔	۴۶۹
امام اجل سفیان ثوری نے ہمارے امام سے کہا آپکو وہ علم کھلتا ہے جس سے ہم سب غافل ہوتے ہیں اور فرمایا ابو حنیفہ کا خلاف کرنے والا اسکا محتاج ہے کہ ان سے مرتبہ میں بڑا ہو اور علم میں زیادہ اور ایسا ہونا دور ہے۔	//
امام اعظم کی عقل کی نسبت امام شافعی وغیرہم اکابر کی شہادت کہ تمام ائمہ کی عقول پر غالب ہے	//
امامنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ من التابعین	

مضمون	صفحہ
وقد زاحم ائمتهم فی الفتوی۔	۲۹۴
زمزم و کوثر اور دونوں جہان کے سب پانیوں سے افضل وہ پانی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگشتان مبارک سے نکلا۔	۳۰۸
محبوبان خدا سے نسبت کا فائدہ۔	۳۱۶
ہر چیز ہر نعمت ہر مراد ہر دولت دین میں دنیا میں آخرت میں روز ازل سے آج تک آج سے ابد الآباد تک جسے ملی یا ملتی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست اقدس سے ملی اور ملتی ہے معطی حقیقی اللہ عزوجل ہے اور اسکی تمام نعمتوں کے بانٹنے والے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوسرے سے کوئی نعمت کوئی مراد کسی کو کبھی مل نہ سکے۔	۳۲۵
اللہ اکبر کاشانۂ نبوت میں دو دو مہینے آگ روشن نہ ہوئی صرف خرمے اور پانی پر اہلبیت طہارت کی گزر رہتی۔	۵۵۰
کوثر افضل ہے یا زمزم۔	۵۵۱
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی چیز سے شرف نہ پایا بلکہ جو چیز حضور کی طرف منسوب ہوگئی اسے شرف مل گیا	۵۵۲
اسکی حکمت کہ ولادت اقدس جمعہ و رمضان و کعبہ معظمہ میں نہ ہوئی بلکہ دوشنبہ و ربیع الاول و مکان ولادت میں ہوئی۔	//
دلائل افضلیت کوثر۔	//
انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام حال حیات وحال وفات میں ہمیشہ ہر وقت طیب و طاہر ہیں۔	۶۱۱
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام جہان کے لیے نعمت الٰہیہ ہیں۔	۷۳۷
فوائد اصولیہ	
فرض اعتقادی و فرض عملی و واجب اعتقادی و واجب عملی کی تعریفیں اور مصنف کی جمیل تحقیقیں۔	۶
کبھی مجتہد کو اپنی رائے پر یقین حاصل ہوتا ہے باآنکہ خلاف پر مطلع ہے۔	۷

مضمون	صفحہ
اسکی تحقیق کہ جو دلیل ثبوت و اثبات دونوں میں ظنی ہو اس سے وجوب ثابت ہوگا یا سنیت۔	۹
نحو لا صلاة ظاهرة نفی الصحة لا الکمال۔	۱۰
التحقیق الاجمالی للمصنف ان الادلة فی اثبات الفرض وما دونه تسعة اقسام۔	//
بالحدیث الضعیف یثبت الاستحباب دون الاستنان	۱۱
التحقیق التفصیلی للمصنف ان الادلة فی اثبات الفرض وما دونه علی سبعة وعشرین قسما۔	//
فرض و واجب اعتقادی و عملی چاروں کی نسبتیں۔	//
الفرض یطلق علی الرکن والشرط وما سواهما۔	
لا اجمال فی نحو لا صلاة الا بطهور	۲۳
حکایة وقائع الحال لا تدل علی العموم	۲۷
ترک الاولی احیانا لبیان الجواز	۲۸
لا یقبل حدیث الآحاد فی موضع عموم البلوی فکیف رأی علمائنا	۴۰
کل ما دل علی العموم کمن فهو سور الکلیة	۶۳
نقیض مدخول لو وان الوصلیة یکون اولی بالحکم منه	۷۸
وتحقیق المصنف ان الحکم قد لا یکون الا اظهر فیما قبلها منه فیما بعدها۔	۶۹۴
المطلق مطلق مطلقا الا لضرورة	۸۷
سنت مؤکدہ کے ترک کی عادت گناہ و استحقاق عذاب ہے۔	۹۵
بیان معنی دعنی۔	۱۵۱
تعریف مکروہ تنزیہی کی بحث۔	۱۴۹
در بارۂ مکروہ تنزیہی و تحریمی و اسارت و خلاف اولیٰ مصنف کی تحقیق نفیس فوائد کثیرہ پر مشتمل اور وجیہ	

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
وسنت مؤکدہ وغیر مؤکدہ کے فرق احکام	١٧٣
سنت ہدی سنت مؤکدہ کا نام ہے اور سنت زائدہ غیر مؤکدہ کا۔	١٧٤
احکام شرعیہ فرض سے حرام تک گیارہ ہیں	١٧٥
سنت مؤکدہ کے ترک کا کیا حکم ہے۔	١٧٦
مطلق کراہت میں اصل تحریم ہے۔	١٧٨
مکروہ تنزیہی ممنوع نہیں۔	١٧٩
مستحب سنت کی تکمیل ہے سنت واجب کی واجب فرض کی فرض ایمان کی۔	١٨٧
الندب لاینافی الکراہۃ۔	١٩٠
تحقیق للمصنف ان فی تقسیم الشئ بحسب المجاور لایسری حکم القسم الی المقسم	٢٠٤
التعریف بالحکم سائغ عند الفقہاء	٢٤٩
للتعریف بالحکم معنیان۔	٢٥٠
ماکان مظنونا یجب اثبات الحکم باعتبارہ	٢٦٤
صحۃ العلۃ تستلزم صحۃ الحکم ولاعکس	٢٧٥
اذا قیل لاافضل منہ فہمہ عرفا انہ الافضل۔	٢٨٥ / ٣١٥
تعریف اعم المجتہد فی المذہب	٣٢٥
المطلق یوجد بوجود فرد ولاینتفی الا بانتفاء الافراد جمیعا	٣٢٧
نفی الجنس لایکون عرفا ولغۃ الا بنفی جمیع الافراد ولاعبرۃ ھھنا بمھملۃ الفلاسفۃ القدماء	″
کل شیئین لایفترقان فذکر احدھما یجزی عن ذکر الآخر کالید والعین والخف تقول المصافحۃ الاخذ بالید ای بالیدین۔	″
معنی الافتاء وانہ لیس حکایۃ محضۃ وانہ لایجوز الا عن دلیل	٣٨٢
الدلیل دلیلان تفصیلی خاص معرفتہ بالمجتہد واجمالی لابد منہ حتی للمقلد۔	″
ائمہ مجتہدین کی تقلید عرفاً تقلید ہے شرعاً دلیل پر عمل ہے جس تقلید کی مذمت ہے وہ وہ ہے جو غیر مقلدین کرتے ہیں اپنے غیر مجتہد استادوں کی۔	٣٨٣

مضمون	صفحہ
الفتوی قسمان حقیقیۃ مختصۃ بالمجتہد وعرفیۃ۔	٣٨٥
قد ینھی عن زید والمقصود نھی غیرہ	٣٩٨
مکروہ تحریمی کو حرام کہہ سکتے ہیں۔	٤٠٨
مستحب کا ترک مکروہ نہیں۔	٤١٤
ائمہ متقدمین حرام کو بھی مکروہ کہتے ہیں	٤٢٥
تحقیق شریف للمصنف ای عارض یمنع الفرد من دخولہ تحت المفہوم من المطلق وای عارض لایمنع مع تساوی العوارض جمیعا فی عدم الانفہام من المطلق	٤٧٨
تحقیق شریف للمصنف فی معنی قولہم المطلق ینصرف الی الفرد الکامل وقولہم المطلق ینصرف الی الادنی۔	٤٧٩
تحقیق المصنف ان فوات المقصد الشرعی لایقعد الفرد عن الدخول تحت المتفاہم من المطلق فی الحقائق العینیۃ	٤٨٠
تحت الاضافات ای اضافۃ للتقیید وایھا للتعریف۔	″
مجاز الاول اولی من التجوز بماکان	٥٠٦
لایلزم فی لفظ احد او واحد اعتبار صفۃ الوحدۃ۔	٥١٢
تحقیق المصنف فی اعتبار وصف الوحدۃ فی لفظۃ احد وواحد وعدمہ۔	٥١٣
باب تقیید لحفظ العموم دون نفی ماعداہ۔	٥٣٤
التغلیب من المجاز۔	٥٥١
التغلیب فی الاسماء الاوصفین متضادین۔	″
مثل التیسیر ضربتان لیس صریحا فی ثنیۃ المحمول للموضوع۔	٥٩٨
رکن وشرط وشرط شرعی شبیہ برکن کا بیان	٦٠٨
العدد نفی الزیادۃ۔	٦٢٠
قد یکون الوصف مقصودا بالذات	٦٢٨
فرض عین فرض کفایہ سے قوی تر ہے۔	٦٥٥

مضمون	صفحہ
جو بات واقع پر مبنی ہو اور یہ علم واقع حاصل کر سکتا ہو اُسوقت گمان وظن پر عمل کرنا جائز نہیں۔	٦٦١
الاصل فی الاسماء الشرعیۃ اعتبار حقائقھا اللغویۃ فیھا۔	٦٦٧
یجوز عطف الخاص علی العام بالواو وحتی بل وباو وثم۔	٦٨٨
قرآن کریم کی سنت کریمہ ہے کہ بعض جگہ کلیہ گو اکثریہ سے تعبیر فرماتا ہے۔	٧٣٧
جیسے کبھی کل سے اکثر مراد ہوتا ہے یونہیں اکثر سے کل۔	″
کبھی قلت بولتے ہیں اور مراد عدم۔	٧٤١ / ٧٤٣
صیغۃ الاخبار آکد من الامر۔	٧٥١
صیغۃ الاخبار وان کان ظاھرھا الوجوب ربما اتی للندب۔	٧٥٧
الاحتمال اذا لم یکن عن دلیل لم یعارض الظاھر۔	٧٦٢
جبتک دلیل قطعی بآسانی ملے دلیل ظنی پر عمل جائز نہیں۔	٧٨٦
قد تکون مع بمعنی بعد۔	٨١٤
یجوز اجتماع علل شرعیۃ علی معلول	″
اختصاص شئی بشئی علی وجہین۔	٨٢٠
القبلیۃ لاتقتضی وجود مدخولھا	٨٣٩
التخییر لاینافی الوجوب۔	″
الاساءۃ دون کراھۃ التحریم وفوق کراھۃ التنزیہ۔	٨٤٨
قد یطلق الاولی علی الواجب بل علی الفرض۔	″
لاغرو فی اطلاق الاساءۃ علی ترک الواجب۔	″
قد یطلق الوجوب بمعنی التاکد بل مجرد الثبوت۔	″

طبعیات

مضمون	صفحہ
پانی میں کچھ رنگ ہے یا نہیں۔	٥٤٧
پانی کا رنگ سفید ہے یا سیاہ۔	٥٤٨
کیا سبب ہے کہ موتی شیشہ وغیرہ پسنے سے خوب سفید ہو جاتے ہیں۔	٥٤٩
دریا بلکہ رنگین پیشاب کے بھی جھاگ کیوں سفید معلوم ہوتے ہیں۔	٥٤٩
آئینہ میں درز پڑ جائے تو وہاں سپیدی کیوں معلوم ہوتی ہے۔	″
اوس کہ آسمان سے گر کر جم جاتی ہے کیوں سپید معلوم ہوتی ہے۔	″
آئینہ میں اپنی صورت اور وہ چیزیں جو پیٹھ کے پیچھے ہیں کسطرح نظر آتی ہیں۔	٥٤٩
آئینہ میں دہنی جانب بائیں اور بائیں دہنی کیوں معلوم ہوتی ہے۔	″
جو چیز جتنے فاصلہ پر ہو آئینہ میں اُتنی ہی دُور پر کس لیے نظر آتی ہے۔	″
برف کے سپید نظر آنے کا دوسرا سبب	″
سراب نظر آنے کا سبب۔	″
شعاع کی جنبش۔	″
شعاعیں جتنے زاویوں پر جاتی ہیں اُنھوں ہی پر پلٹتی ہیں۔	″
رنگتیں تاریکی میں موجود رہتی ہیں۔	٥٥٠
احتراق کی چار صورتیں ہیں۔	٦٦٩
انطباع کی حقیقت اور اُس میں یہ تحقیق مفرد کہ اشیا میں اُسکا سبب کیا قرار دیا جائے گا۔	٦٧٩
اجسام میں آگ سے کیا کیا اثر پیدا ہوتے ہیں	٦٨٠
پتھر کس طرح بنتا ہے۔	″
ضعیف الترکیب جسم منطبع بالنار نہیں ہو سکتا	″
پارا آگ پر کیوں نہیں ٹھہرتا۔	″
انطراق کے معنے اور اجساد سبعہ کے منطرق ہونیکا سبب۔	٦٨١
منطبع بالنار صرف اجسام منطرقہ ہوتے ہیں۔	″
سونے چاندی کے پگھلنے اور چرخ کھانیکا سبب۔	″
نار کا کیا کیا اثر اصلی ہے کیا کیا تابع	″
کیں وغیرہ بان کی طرح ہیں اور اُن میں نار کا اثر اصلی کیا ہے۔	٦٨٢
سبب کون النار مفرقۃ للمتخالفات	″
سبب کون النار جامعۃ للمتشاکلات	″
معدنیات میں چار قسمیں ناقص الترکیب ہیں	٦٨٤
چاروں عنصروں میں ایک کی دوسرے سے تبدیل کی	

مضمون	صفحہ
بارہ معدنین ۔	۶۸۵
اجزائے ارضیہ بالواسطہ بھی آگ ہو جاتے ہیں	۶۸۰
فلک کی ہر چیز گندھک پارے کی اولاد	
ہے گندھک زہریا مادہ ۔	۶۹۰
ہندسہ وریاضی	
قطر و محیط کی نسبت ۔	۳۴۲
دائرہ کے قطر و محیط و مساحت سے	
جو ایک چیز معلوم ہو باقی دو معلوم کرنے کے	
طریقے ایجاد مصنف ۔	۳۴۳
متفرقات	
الفرق بین العکس المنطقی والعرفی	
وان العرفی معروف حتی فی	
الکتب العقلیۃ والمنطقیۃ ۔	۶۳
حروف ہجا کلام منزل من اللہ ہے ۔	۱۷۲
آدمی اہل حدیث کی گریزیں اور بچالیں	۱۹۱
بلاؤں سے محفوظی کی دعا ۔	۳۳۲
آسیب زدہ و مصروع و مجنون کا علاج	
کی اعین کا علاج ۔	۲۴۶
جوانہ پر بسم اللہ شریف لکھیں یکا اہم نام	
فلان ابن فلان کا فرق کیا اور اسکی تفصیل	۴۸۶
رقیق و دقیق میں فرق ۔	۴۸۸
شریب و شروب شراب میں فرق سنی	۵۰۳
بچے کے لیے بھی اسکے قابل گناہ ہیں	
اسے جو تکلیف پہنچتی ہے انھیں کا عوض ہے	۶۱۲
کوئی جانور ذبح نہیں کیا جاتا کوئی پیڑ کاٹا	
نہیں جاتا کوئی پتا نہیں گرتا مگر جبکہ تسبیح	
الٰہی میں غفلت کرتا ہے ۔	؍؍
سادے کے تین اطلاق ۔	۶۷۷
اھل اللغۃ اذا عرفوا انکروا واذا	
نکروا عرفوا ۔	۶۹۳
گل مختوم کا بیان ۔	۶۹۳
بحث ان الزمرد غیر الزبرجد	۶۹۵
ابرک ایک قسم کا پتھر ہے چونے کا پتھر	
بھی ایک قسم کی ابرک ہے ۔	۶۹۸
اطلاق رصاص کی تحقیق اور رانگ اور	
سیسے کے خاص نام ۔	۶۹۹
سنی صفر کی تحقیق اور یہ کہ اسکا ترجمہ جستہ	

مضمون	صفحہ
سکتے نہیں ۔	۶۹۹
اجساد سبعہ یعنی ساتوں دھاتوں کا بیان اور	
یہ کہ سب ان میں نہیں کہ مصنوعی چیز ہے ۔	۷۰۰
زاج پھٹکری نہیں ۔	؍؍
کی محنت کا عمدہ نسخہ ۔	؍؍
کھجور کا درخت ایک حصہ حیوانیت کا رکھتا ہے	
جسطرح مونگا شجریت کا ۔	۷۱۱
قافیہ میں دخیل و تاسیس کا لحاظ فارسی و	
اردو میں مناسب اور عربی میں واجب ہے	۷۲۷
مجمل فہرست رسائل	
رسالہ اولیٰ الجود الحلو فی ارکان (۱۳۲۴)	
الوضوء وضو کے فرائض علمی و اعتقادی	۶ تا
کا بیان کیتا اس رسالہ کے سوا کہیں نہ ملیگا	۲۲
فرض و واجب اعتقادی و عملی وغیرہا احکام	
اور انکے دلائل کا بیان کہ کون حکم کیسی	
دلیل سے ثابت ہوتا ہے والکلام	
مع السید الطحطاوی والبحر والشامی	
والنھر وکثیرین ۔	۶
فرائض اربعہ وضو سے ہر فرض میں کیا کیا	
مستثنیٰ ہیں کہ وہ فرض اعتقادی نہیں	
والکلام مع الغنیۃ والشامی والامام	
الشعرانی ۔	۱۲
وضو کے بارہ واجب اعتقادی کا بیان	
والکلام مع البحر والغنیۃ والدر	
والشامی ۔	۱۷
بحث الواجب العملی فی الوضوء	
والکلام مع الامام ابن الھمام و	
المحقق الحلبی صاحب البحر والشامی	
رحمہم اللہ تعالیٰ	۲۰
رسالہ ۲ تنویر القندیل فی اوصاف	
المندیل (۱۳۲۴) طہارت کے بعد بدن پونچھنے کا	۲۲ تا
بیان ۔	۳۱
الکلام مع علی القاری ۔	۲۷
رسالہ ۳ لمع الاحکام ان لا وضوء	
من الزکام (۱۳۲۴) اسکی تحقیق کہ زکام ناقض	۳۴ تا
وضو نہیں ۔	۴۰
الکلام مع العلامتین الطحطاوی	

مضمون	صفحہ
والشامی ۔	۳۴
بیان النسبۃ بین الحدث والنجس	۳۶
رسالہ ۴ الطراز المعلم فیما ھو حدث من	
احوال الدم (۱۳۲۴) بدن سے خون نکلنے کے	۴۱ تا
مسائل و دلائل کی یکتا تحقیق ۔	۶۶
خروج دم کی تین حالتیں اور انکے احکام	۴۱
سبعۃ تنبیہات من المصنف	۴۳
الاول فی حد السیلان والکلام	
مع الامام الزیلعی رحمہ اللہ تعالیٰ	؍؍
الثانی فی ترجیح اشتراط السیلان	
والکلام مع البحر والکفایۃ والبزازیۃ	۴۴
الثالث تحقیق المصنف	
فی اعتبار الامام محمد المجلس لجمع	
الدم والسبب لجمع القیٔ ۔	۴۶
الرابع تحقیق شریف ان	
النقض بالخروج الی ما یجب تطہیرہ	
لا ما یندب فی الکلام مع الامام ابن	
الھمام والحلیۃ والبحر وغیرہم ۔	۴۷
بحث نزول الدم الی ما لان من الانف	
والکلام مع البحر والنھر والشامی	
والعنایۃ والغایۃ والشرنبلالی وغیرہم	۴۹
فصل النزاع فی قولھم سال	
الی ما یطھر	۵۶
افادۃ المصنف عبارۃ حسنۃ فی	
بیان الناقض من غیر السبیلین	؍؍
الخامس تحقیق شریف	
فی المراد بما یلحقہ حکم التطہیر والکلام	
مع الجلبی السعدی والحلیۃ وبحر العلوم	
وابن ملک وابن کمال وغیرہم	؍؍
تحقیق المعنی المؤثر فی الحدث و وجہ	
اشتراط السیلان فی الخارج من غیر السبیلین	۵۸
حکمۃ الفرق بین السائل والبادی	
تحقیق المصنف فی اقسام الجرح	
المنبسط واحکامھا ۔	۶۱
السادس ان الدم فی مجلس یجمع و	
ذکر ما وقع من خلاف فی مختارات النور	۶۲
السابع تحقیق قولھم ما لیس	
بحدث لیس بنجس قضیۃ وعکسا والنزاع	

مضمون	صفحہ
مع العلامۃ الشامی وسیدی النابلسی	
والبرجندی ۔	۶۳
رسالہ ۵ نبہ القوم ان الوضوء	
من ای نوم (۱۳۲۵) سونے سے نقض وضو کے	۷۰ تا
مسائل میں بے نظیر تحقیقیں ۔	۹۴
فرق الاتکاء والاستناد ۔	۷۳
التورک معنیان ۔	؍؍
مسألۃ تعمد النوم فی الصلاۃ ۔	؍؍
تحقیق شریف للمصنف	
ان الصلاۃ وغیرھا فی نقض الطھارۃ	
بالنوم سواء ۔	۷۵
خمس افادات من المصنف	؍؍
الاولی تلخیص الاقوال فی النوم	
علی وضع السجود والکلام مع الامام	
الشامی والبحر ۔	؍؍
الثانیۃ فی استخراج القول الراجح	
منہا والکلام مع العلامۃ الشامی	۸۱
اقامۃ المصنف الدلیل علی	
ارجح الاقاویل والکلام مع الامام	
صاحب البدائع والغنیۃ والبحر	۸۴
الثالثۃ تعمد النوم فی الصلاۃ	
لا یفسدھا اذا کان حدثا والکلام	
مع العلامۃ الشامی والعلامۃ اسمٰعیل	
شارح الدرر ۔	۸۷
الرابعۃ تحقیق مسألۃ النوم	
فی راس التنور والکلام مع الفتح	
والحلیۃ	۸۹
تحقیق المصنف مناط النقض	
بالنوم علی مختار صاحب الھدایۃ	؍؍
الخامسۃ النوم لیس بنفسہ	
حدثا وذکر وضوء الانبیاء علیہم	
الصلاۃ والسلام ۔	۹۰
رسالہ ۶ خلاصہ تبیان الوضوء (۱۳۲۶) وضو	۹۴ تا
وغسل کی احتیاطوں کا مشرح بیان	۱۰۰
رسالہ ۷ الاحکام والعلل فی اشکال	
الاحتلام والبلل (۱۳۲۰) احتلام کے متعلق	۱۰۴
جملہ مسائل کی یکتا تحقیق ۔	۱۳۸
صورتوں کا احاطہ اور انکے احکام	۱۰۴

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
ذکر اضطراب شدید فی بیان مذہب الطرفین فی تحقیقیہ ما علم انہ منی مع عدم تذکر الاحتلام۔	۱۰۶
الترجیح فی ذلک والتطبیق	۱۱۱
تحقیق المصنف ان الراجح فیہ وجوب الغسل والکلام مع العلامتین ش و ط	۱۱۴
تقریر المصنف علی جمیع الاحکام فی ہذہ الاقسام۔	۱۱۵
خمسۃ عشر تنبیہا من المصنف	۱۱۶
تحقیق المصنف ان الرؤیۃ علی الفراش وفی الاحلیل سواء والکلام مع الغنیۃ۔	۱۱۸
لا یتغیر المنی فی الباطن وتحقیق المصنف ان من استیقظ ذاکر حلم ولم یر بللا ثم خرج منہ مذی لا یجب الغسل۔	۱۱۹
تحقیق ایجاب الغسل بخروج منی بعد البول منتشرا۔	۱۲۲
تحقیق المصنف فی تعریف الجنابۃ والکلام مع الفتح والبحر والحلیۃ۔	۱۲۳
تحقیق المصنف ان المنی النازل من دون شہوۃ منی حقیقۃ والکلام مع المصفی والفتح والبحر۔	۱۲۴
تحقیق الکلام فی ان المرأۃ کالرجل فی الاحتلام والکلام مع الشامی والغنیۃ والاختیار والحلیۃ وغیرہم۔	۱۲۵
تحقیق عدم وجوب الغسل اذا رأی بللا یحتمل انہ منی ولا یذکر الحلم وکان منتشرا عند النوم والکلام مع الحلیۃ۔	۱۳۳
تحقیق المصنف عموم ہذا الحکم کل نوم ولو مستلقیا والکلام مع المنیۃ ومسکین والدر ومجمع الانہر والغنیۃ والطحطاوی والشامی۔	۱۳۶
رسالہ ۹ بارق النور فی مقادیر ماء الطہور (۱۳۲۰)	۱۳۹ تا ۲۲۰
وضو وغسل میں پانی کی مقدار پر بحث	
ان مقداروں کے بیان میں حدیثیں۔	۱۳۹
تنقیحات مصنف۔	۱۴۳
تنقیح ۱۔ ان مقداروں سے پانی کا وزن مراد ہے۔	۱۴۳
تنقیح ۲ مقدار آب غسل میں اس کا وضو شامل نہیں۔	۱۴۴
تنقیح ۳۔ یہ صاع جو کا تھا جس سے آب غسل کا وزن اتنا آتا ہے۔	"
تحقیق المصنف ان السواک سنۃ قبل الوضوء لا فیہ والکلام مع الائمۃ الزیلعی والعینی وابن الہمام	۱۴۶
تحقیق المصنف انہ لم یثبت حدیث یفید الاستیاک فی الوضوء والجواب عن احادیث توہمہ۔	۱۴۹
تنقیح ۴ یہ مقداریں حد بندی نہیں مصنف کی اس میں تحقیقات رائقہ والکلام مع الحلیۃ۔	۱۵۷
اشکال فی حدیث البخاری اخذ غرفۃ فغسل بہا وجہہ والمقال فیہ حسب الاستطاعۃ والکلام مع الکرمانی والعینی والفتح والغنیۃ	۱۶۲ و ۲۱۹
تنقیح ۵ پانی زیادہ خرچ کرنے میں علما کے چار قول اور تحقیق مصنف۔	۱۶۶
رسالہ ۹ ضمنیہ برکات السماء فی حکم اسراف الماء (۱۳۲۷)	۱۶۶ تا ۲۰۸
سبعۃ تنبیہات من المصنف	۱۶۸
تنبیہان والکلام مع العلامۃ الشامی انتصارا للبحر والدر فی جعلہما الاسراف مکروہا تحریما او ان معنی التوضی من النہر والکلام مع الحلیۃ۔	"
التنبیہ ۳ فی الکلام مع النہر والشامی فی ارجاعہما کون الاسراف ترک ادب الی الکراہۃ التنزیہ وجعلہما الاسراف مکروہ تنزیہ لکونہ ترک ادب وتحقیق معنی ہذہ الکراہۃ وانہا لیست فی ترک المستحب مع افادات کثیرۃ والکلام مع الحلیۃ والغنیۃ والفتح والشامی والبحر	۱۶۹
تنویر فی سبع افادات جلیلۃ والکلام مع الحلیۃ والشامی ومسلم الثبوت والتوضیح ومولی خسرو والفناری۔	۱۷۴
التنبیہ ۴۔ فی الکلام مع النہر وجعلہ الاسراف مکروہا تحریما وتحقیق حکم السنۃ المؤکدۃ۔	۱۷۵
التنبیہ ۵ فی الکلام مع الشامی فی ردہ علی النہر کراہۃ التحریم۔	۱۷۷
التنبیہ ۶ فی تحقیق معنی الاسراف والتبذیر والکلام مع الحلیۃ والبحر وابن جریر وابن اثیر والسید الشریف والشامی والشیخ القاری والکرمانی والنہر والسراج الوہاج وغیرہم	۱۸۰
اسراف کے معنے اور تحقیق مصنف کہ اُن میں ارجح کیا ہے۔	"
اسراف وتبذیر میں کیا فرق ہے اور تحقیق مصنف کہ فرق نہیں۔	۱۸۳
التنبیہ ۷۔ تحقیق المصنف الحکم والتوفیق بین الاقوال	۱۹۶
اثنا عشر تعریفا للعبث وتحقیق المصنف فیہ والکلام مع السید الشریف وغیرہ۔	۱۹۸
تحقیق المصنف حکم العبث والکلام مع العلامۃ الخفاجی والامام الرازی والبیضاوی وابی السعود ومع السروجی والبحر والشرنبلالی والشامی انتصارا للہدایۃ۔	۲۰۳
رسالہ ۱۰ ارتفاع الحجب عن وجوہ قراءۃ الجنب (۱۳۲۸) قرارت جنب کے متعلق وہ جلیل تحقیقیں کہ اس رسالہ کے غیر میں نہ ملیں گی والکلام مع الامام فخر الاسلام والرضی السرخسی والفتح والحلیۃ والبحر والدرر والشامی	۲۲۲ ـ ۲۳۴
ثمانیۃ تنبیہات من المصنف والکلام مع النہر والشامی وسیدی اسمٰعیل النابلسی والغنیۃ والحلیۃ وسیدی عبد الغنی النابلسی رحمنا اللہ تعالٰی بہم۔	۲۲۸
رسالہ ۱۱۔ الطرس المعدل فی حد الماء المستعمل (۱۳۲۰) آب مستعمل کی تعریف ومسائل میں جلیل تحقیقات	۲۳۷ تا ۲۶۰
آب مستعمل کی جامع مانع تعریف مع شرائط کا تین شعروں میں نظم کرنا۔	۲۴۰
خمس تنبیہات من المصنف	۲۴۱
التنبیہ ۱ تحقیق المصنف فی مسألۃ غسل القدر والکلام مع الحلیۃ۔	"
تحقیق المصنف ان لیس کل قربۃ مغیرۃ للماء عن الطہوریۃ۔	۲۴۳
التنبیہ ۲۔ فی بیان سبب الاستعمال وتحقیق المصنف ازالۃ تثلیث والکلام مع الامام ابن الہمام والشامی ونوح افندی والبحر والنہر والدر والطوری ومعراج الدرایۃ والعنایۃ۔	۲۴۶
التنبیہ ۳۔ ہل الحدث الاصغر یحل کالاکبر بالبدن کلہ وتحقیق المصنف فیہ والکلام مع الفتح والہدایۃ والکافی والحلیۃ وامام الحرمین والامام العز بن عبد السلام وابن الجوزی۔	۲۵۴
التنبیہ ۴ تحقیق المصنف ان المسح ایضا یجعل الماء مستعملا والکلام مع جماعۃ من المشایخ الکرام۔	۲۵۷
التنبیہ ۵۔ مسألۃ المسح [illegible] والکلام مع الفتح والامام شمس الائمۃ۔	۲۵۹
رسالہ ۱۲۔ النمیقۃ الانقی فی فرق الملاقی والملقی (۱۳۳۴)	۲۶۱ تا ۳۰۵
شرائط الاستعمال بالملاقی والکلام مع الغنیۃ۔	۲۶۱
تظافر النصوص والکلام مع البحر	

مضمون	صفحہ
واشھر والدر والشامی والعلامة	
ابن الشحنة۔	٢٦٤
الفصل الاول فی کلام	
العلامة قاسم والکلام علیه	
بخمسة واربعین وجها۔	٢٦٨
الکلام مع الامام ملک العلماء	
قدسنا الله تعالی بسرہ الشریف	
بسبعة عشر وجها ومع الحلیة	
بسبعة وجوہ	٢٧٢
الفصل الثانی فی کلام البحر	
صاحب البحر والکلام علیه	
بتسعة وثلثین وجها۔	٢٨٤
الفصل الثالث فی کلام	
العلامة ابن الشحنة والکلام علیه	
بستة وعشرین وجها ومع المحقق	
علی الاطلاق والعلامة قاسم و	
ملک العلماء والبحر۔	٢٨٩
الفصل الرابع فی فوائد	
شتی وتحقیق حکم الوضوء فی	
الحوض الصغیر والکلام مع	
العلامة الشرنبلالی وبعشرة وجوہ	
مع الشامی وشیخه وتطفل علی المحقق	٢٩٠
رسالہ ١٣ المنی النمیر فی الماء المستدیر ١٣٣٤ھ	٣٢١ تا
آب مستدیر کی مساحت دہ در دہ کا بیان	٣٣٠
اس میں چار قول اور تحقیق مصنف	
والکلام مع السراج الوهاج و	
الشرنبلالی والشامی والقهستانی	
والبرجندی ونوح افندی۔	٣٣١
رسالہ ١٤ رحب الساحة فی میاہ	
لا یستوی وجهها وجوفها فی المساحة ١٣٣٤ھ	
ان پانیوں کے احکام جنکی مساحت	
اوپر کم ہے اور نیچے دہ در دہ یا بالعکس	
ان میں تحقیقات رائقہ وتدقیقات	
فائقہ پر مشتمل جنکا نظیر نظر سے نہ گزرا	
والکلام مع الحلیة والخانیة و	
الخلاصة والسادة ح ط ش وملک	٣٣٤ تا
العلماء والغنیة۔	٣٤١
وجمع عشرة اصول والکلام مع	

مضمون	صفحہ
الشامی والطحطاوی والحلبی والدر	٣٤٥
مصنف کی تحقیق جریان وسیلان	
مین فرق۔	٣٥١
یہان ١٢٠ قسمون کا بیان۔ حوض کی	
چار شکلیں اور ایک حصۂ آب کے تابع ومستقل	
وقابل وناقابل اجزاء وقلت وکثرت	
مبدء ومنتہاء نجاست کے طافیہ و	
راسبہ وباقیہ ومخرجہ کی طرف تقسیمیں اور	
ان سب کے احکام کا تین طرح ضبط	
سب افادات مصنف سے والکلام	
مع الحلیة والغنیة۔	٣٥٥
تنبیہ جلیل خروج ودخول	
دونوں رکن جریان ہیں یا صرف خروج	
اور اوپر سے مدد شرط ہے یا نہیں وتحقیق	
المصنف فی کل ذلک والکلام	
مع الحلیة والبحر والخانیة والتجنیس	
والفتح والسراج والشامی والبدائع	٣٥٨
جریان آب کی تعریف۔	٣٦١
اسکی حکمت کہ جو پانی ظرف میں ہو	
اسکے جریان کو باہر نکلنا ضرور ہے۔	٣٦٢
ملحق بالجاری میں شرط دوام حرکت کی	
حکمت۔	٣٦٣
تجدید النظر وقول من قال	
لا یشترط للجریان الخروج وتنقیح	
حقیقة الجریان بما لا مزید علیه	
والکلام مع البزازیة والحلیة	″
اسکی تحقیق کہ حوض یا تالاب کے اندر	
حرکت جریان نہیں۔	٣٧٠
رسالہ ١٥ ھبة الحبیر فی عمق ماء کثیر ١٣٣٤ھ	
آب کثیر میں مقدار عمق کی تحقیق	
یکتا۔ اس میں ١١ قولوں کا بیان اور جو صحیح	
ہیں ان میں تطبیق والکلام مع	
البحر والدر وتنویر زادہ والشامی	٣٧١ تا
والطحطاوی والبرجندی والدر	٣٨٠
جلیل فائدہ دہ در دہ کی تقدیر ظاہر	
الروایة ہی کی تفسیر ہے والکلام مع	
صدر الشریعة والبحر والدر	٣٧٤
تحقیق ان المراد المعروف بالیدین	٣٧٦

مضمون	صفحہ
توجیه المصنف ما روی عن	
الامام ابی یوسف فی عمق الماء الجاری	٣٧٩
رسالہ ١٦ اجلی الاعلام ان الفتوی ١٣٣٤ھ	
مطلقا علی قول الامام۔ بے نظیر	
تحقیقات سے اسکا ثبوت کہ ہمیشہ	
ہر مسئلہ میں قول امام ہی پر فتوی ہے والکلام	
مع العلامة الخیر الرملی ثمانیة وجوہ ومع النظر فی	٣٨١ تا
الشامی بسبعة وستین وجها ووضع سبع مقدمات	٤٠٧
معنی التقلید والکلام مع بحر العلوم	
باثنی عشر وجها۔	٣٨٣
تحقیق المصنف الحکم فی ذلک	٣٩٢
خمسة واربعون نصا علی المدعی	
والکلام مع الدر والنهر وح وط	٣٩٤
السعی الجمیل فی توجیه کلام العلامة	
الشامی۔	٤٠٢
رسالہ ١٧ النور والنورق لاسفار	
الماء المطلق ١٣٣٤ھ آب مطلق کے بیان میں	
وہ **تحقیقات** عالیہ جنکی نظیر نہیں پانچ	٤٠٧ تا
فصل پر مشتمل۔	٥٥٢
فصل اول جزئیات منصوصہ تین قسم پر	٤٠٨
قسم اول وہ پانی جن سے طہارت جائز	
اگرچہ استعمال ممنوع ہو والکلام مع	
ملک العلماء وط وش والبحر والنهر	
والقهستانی وابن حجر والسراج و	
الشیخ المحقق والفتح والغنیة والدر	
وسیدی النابلسی۔	٤٠٨
رسالہ ١٨ ضمنیہ عطاء النبی لافاضة	
احکام ماء الصبی ١٣٣٤ھ بچہ کے بھرے ہوئے	
پانی میں عظیم جلیل **تحقیقات مصنف**	
پانی تین قسم ہے مملوک۔ مباح۔ مملوک مباح اور	٤٢١
تینوں قسموں کا بیان۔	٤٢٠
ضابطة المصنف لتملک	
المباح والرد علی الزاهدی واستاذہ	
والکلام مع ط وش والهندیة	٤٢٢
تنقیح فی استیلاء صبی علی مباح	
باستدعاء ابویه وذکر ثلاثة اقوال فیه	
و**تحقیق المصنف** الحکم فیه۔	٤٢٦
تضعیف القول الاول والکلام	

مضمون	صفحہ
مع الشامی۔	٤٢٨
الکلام علی القول الثانی ثم تأییدہ	
والکلام مع السراجیة والشامی	٤٢٩
تضعیف القول الثالث والکلام	
مع العنایة والفتح والبحر	٤٣١
مسألة اختلاط ماء الصبی بماء	
الحوض والبئر واستثناء المصنف	
منها ١٢ صورة وافادة ٨ اتنبیها	
والکلام مع الشامی وسیدی النابلسی	٤٣٥
ان پانیوں کا بیان جن میں کسی دوسری	
چیز کا خلط ہو گیا والکلام مع الحلیة	
والغزی ومجمع الانهر والفوائد	
واخی چلپی یوسف چلپی والامام	
ملک العلماء والشرنبلالی والدر	
وابی السعود۔	٤٤٠
تعریف الطهر۔	٤٤٩
نوع دیگر	٤٤٩
صنف اول خشک چیزیں والکلام	
مع الامامین ابنی حجر العسقلانی	
والمکی والامام ملک العلماء والمولی	
بحر العلوم والخادمی۔	٤٥٠
اربعة مسالک للعبارات فی	
ذلک **تحقیق المصنف**	
بالتوفیق فیها۔	″
صنف دوم بہتی چیزیں والکلام	
مع الدر وعبد الحلیم والامام	
الزیلعی۔	٤٥٢
قسم دوم جن سے وضو صحیح نہیں	
والکلام مع الهدایة والدرر و	
الشرنبلالی وحسن العجیمی وعبد الحلیم	
والخادمی ونوح افندی والسید	
ابی السعود والزیلعی والبحر والبزازیة	٤٥٦
المخلوط بالطهور وثلثة مسائل	
للعبارات فی ذلک **وتحقیق**	
المصنف بالتوفیق والکلام	
مع الخانیة والبحر والشامی والبرجندی	٤٦٠
المقابلات والکلام مع	
شرح المجمع والغنیة والبحر	٤٦٣
نوع دیگر ہر دو صنف۔	٤٦٤

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
قسم سوم جس سے جواز وضو میں حکم منقول وضابطۂ امام زیلعی کا خلاف ہے والکلام مع الدر والامام الزیلعی والسید ابی السعود والبحر	۴۶۵
صنف اول خشک اشیا۔	؍؍
صنف دوم سیال چیزیں۔	۴۷۱
فصل دوم مطلق ومقید کی تعریف میں علما کی ۱۲ عبارتیں اور اُنکے احسن کا بیان والکلام مع الکفایۃ والعنایۃ والبحر والامام الاسبیجابی والسمعانی وابن الشلبی والامام صاحب الھدایۃ وسعدی افندی وعصام والفتح والعینی والغنیۃ والحلیۃ والشامی وعبد الحلیم والخادمی والغزی والسید الشریف۔	۴۷۲
تحقیق المصنف ان الماء المستعمل والنجس من الماء المطلق والکلام مع البحر والشامی وعبد الحلیم والخادمی۔	۴۷۷
تحقیق المصنف مناط قولی ابی یوسف ومحمد رحمہما اللہ تعالٰی فی الماء المطلق۔	۴۷۹
التعریف الرضوی للماء المطلق۔	۴۸۰
اس تعریف کا دو شعروں میں ضبط۔	؍؍
بحث الاضافات والماء المناف وسبع عبارات فیہ انتقاء الاحسن والکلام مع العنایۃ والبنایۃ والبحر والکفایۃ والدرایۃ والامام الاجل خواھر زادہ والرد علی الزاھدی۔	۴۸۰
فصل سوم متون وغیرہا کے چھ ضابطے۔	۴۸۲
آٹھ مسائل اجماعیہ	؍؍
ضابطہ ۱ تا ۴ والکلام مع العینی والفتح	۴۸۳
آب مطلق نہ رہنے کے تین سبب۔	۴۸۴

مضمون	صفحہ
سبب اول زوال طبع۔ اور اس میں چار ابحاث۔	۴۸۴
۱۳۳۴ رسالہ ۱۹ ضمنیہ الدقۃ والتبیان لعلم الرقۃ والسیلان تحقیق معنی رقت وسیلان میں	۴۸۴ تا ۴۹۹
بحث ۱۔ معنی طبیعت والکلام مع العلامتین ط وش۔	۴۸۴
بحث ۲۔ پانی کی طبیعت رقت وسیلان ہے والکلام مع الخادمی والبرجندی والامام العینی۔	؍؍
بحث ۳۔ معنی رقت وسیلان والکلام مع العلامۃ الشرنبلالی۔	۴۸۶
رقت اور سیلان اور جامد ہونیکی اصل حقیقت میں مصنف کی تحقیق کہ اور کہیں نہ ملے گی۔	۴۸۷
رقت کے اطلاقات۔	۴۸۸
مصنف کی تحقیق کہ رقت دو قسم ہے بالفعل وبالقوہ پانی کی بحث میں القوہ مراد ہے۔	؍؍
بحث ۴۔ بیان کس حد کی رقت معتبر ہے عبارات بیان تین طرح آئیں اور مصنف کی تحقیق اور اسپر تین مقدمات سے اقامت دلیل۔	۴۸۹
مقدمہ ۱۔ رقیق بے جرم ہے اور کثیف ذی جرم	۴۹۱
مقدمہ ۲۔ بے جرم سے مراد والکلام مع مجمع الانھر والدر والشامی ومسکین والحموی وابی السعود والغنیۃ والعنایۃ وچلپی والقہستانی والبرجندی والبحر والطحطاوی وعبد الحلیم والحلیۃ والشامی والجوھرۃ النیرۃ والرد علی اللکنوی۔	۴۹۲
مقدمہ ۳۔ تحقیق معنی رقیق۔	۴۹۶
شعر تعریف رقت۔	۴۹۸
بیس فوائد۔	؍؍
سبب دوم غلبہ غیر اور اس میں تین ابحاث	۴۹۹
بحث ۱۔ کس امر میں غلبہ مراد ہے والکلام مع جمیع اھل الضابطۃ وعامۃ الشراح والشامی والعنایۃ والبنایۃ ونمایۃ البیان وملتقی الابحر والغرائد ومجمع الانھر والقرہ باغی۔	؍؍

مضمون	صفحہ
بحث ۲۔ غلبہ اجزا سے مراد والکلام مع الشامی والبحر۔	۵۰۰
بحث ۳۔ ان میں کس معنی کو ترجیح ہے والکلام مع الجوھرۃ والغنیۃ ومجمع الانھر والمنبع وغیرھم۔	۵۰۲
سبب سوم۔ طبخ باغیر۔ اس میں دو بحثیں	؍؍
بحث ۱۔ الطبخ کی حقیقت میں تحقیق مصنف والکلام مع الشامی والعنایۃ والبنایۃ والحموی۔	؍؍
بحث ۲۔ طبخ میں منع کس وجہ سے ہے اور اس میں مصنف کی تحقیق جلیل والکلام مع القہستانی والنہر والحموی وابی السعود وابن کمال باشا۔	۵۰۳
اشکال قوی للمصنف علی عبارۃ الھدایۃ لم یحم حولہ الشراح والکلام مع الکفایۃ والدرایۃ والبنایۃ وابن الشلبی والدر روح وط وش وعبد الحلیم۔	۵۰۵
حل الاشکال بفضل المتعال والکلام مع السیدین ابی السعود وط	۵۰۶
در بارہ طبخ مصنف کی تحقیق منفرد والکلام مع البحر والنہر والقہستانی والخلاصۃ۔	۵۰۷
حاصل تنقیح المصنف	۵۰۸
ارشادات متون پر نظر اور مصنف کا موازنہ۔	۵۰۹
ضابطہ ۵ تغیر اوصاف اور اس میں عبارات متون اور بیان مراد میں شروح کا اختلاف	۵۱۰
بحث احد الاوصاف والکلام مع مجمع الانھر والخادمی والتبیین والفتح والنہایۃ والعنایۃ والبنایۃ والدرایۃ والکفایۃ والغایۃ وسعدی والجوھرۃ والحلیۃ وابی السعود ومسکین وآخرین۔	۵۱۱
ضابطہ ۶ قول امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	۵۱۴
بحث ۱۔ مذہب محمد میں عبارات علما	؍؍

مضمون	صفحہ
والکلام مع بحر العلوم۔	۵۱۴
تنقیح المصنف مذہب محمد والکلام مع الجوھرۃ۔	۵۱۷
بحث ۲۔ سعی المصنف فی توجیہ احکام الامام محمد لاستشہاد لہ بمسائل وقوع النجاسۃ والوضوء والصوم والرضاع والکلام مع مجمع الانھر۔	۵۲۰
	۵۲۵
جواب المصنف عن دلائل محمد من قبل الامام ابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	۵۲۳
	۵۲۶
فصل چہارم ضوابط کلیہ	۵۲۴
(۱) ضابطۂ امام ابو یوسف	؍؍
(۲) ضابطۂ امام محمد۔	؍؍
(۳) ضابطۂ علامہ برجندی اور انیس	؍؍
وجہ سے اُسپر کلام مصنف۔	؍؍
(۴) ضابطۂ امام زیلعی اور چھتیس ۳۶ وجہ سے اُسپر کلام مصنف وایضا الکلام مع الفتح والطحطاوی۔	۵۲۶
ضابطۂ زیلعیہ کی تبعیت میں کلام بحر الرائق اور چھبیس ۲۶ وجہ سے اُسپر کلام مصنف	۵۳۰
اسی باب میں کلام علامہ شامی اور بارہ ۱۲ وجہ سے اُسپر کلام مصنف۔	۵۳۳
(۵) ضابطۂ امام سغنی اور تائید مصنف اور یہ کہ اُسکا مآل ضابطۂ امام ابو یوسف ہی ہے والکلام مع الکافی والکفایۃ۔	۵۳۶
(۶) ضابطۂ رضویہ مصنف کا ضابطۂ کلیہ کہ تفصیل ضابطۂ امام ابو یوسف اور جمیع ضوابط صحیحہ جزئیہ کا جامع ہے۔	؍؍
فصل پنجم جزئیات جدیدہ والکلام مع الامام ابن حجر المکی والعلامۃ الشامی۔	۵۳۸
فوائد منثورہ سات نفیس فائدے والکلام مع البرجندی وابن ترکی المالکی والسید الشریف ومع الفاضل السفطی المالکی وشیوخہ باربعۃ عشر وجہا ومع الائمۃ الشافعیۃ البلقینی وابن حجر والرملی	

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
بستہ وجہ مع الرد علی الکنکوہی	٥٨٣
رسالہ ٢٠ حسن التعمم لبیان	
حد التیمم ١٣٣٥ بیان ماہیت تیمم میں بیش	
عظیم تحقیقات جلیلہ پر مشتمل کتاب	٥٨٦ تا
مستطاب۔	٦٤٤
کلام علمائے تیمم کی ہشت تعریفیں۔	٥٨٦
تعریف ١۔ از شرح وقایہ والکلام	
مع العلامۃ الشامی والقہستانی و	
البحر وعبد الحلیم۔	٥٨٦
تحقیق ان الطہر بمعنی المطہر فی	
عرف الشرع بالاجماع والکلام	
مع البحر۔	٥٨٨
تعریف ٢۔ از امام ملک العلماء والکلام	
مع الفاضل عبد الحلیم والنہر	
وط وش۔	٥٩٠
تحقیق المصنف وتقسیم	
الصعید الی حقیقی وحکمی۔	٥٩١
تعریف ٣۔ از تنویر الابصار والکلام	
مع ش	٥٩٢
تعریف ٤۔ از محقق علی الاطلاق و	
الکلام مع البحر والشامی۔	"
تعریف ٥۔ از علامہ ابن کمال پاشا	
والکلام علیہ ومع مجمع الانہر	
والبرجندی۔	٥٩٣
تعریف ٦۔ از متون والکلام	
علی الفاضل یحیی وابن الشلبی	
والحلیۃ وعبد الحلیم وط وش	"
مبحث جلیل حل الضربتان	
ارکان التیمم۔	"
۵ ابحاث من المصنف والکلام	
مع الاتقانی والبحر والحلیۃ والکنایۃ و	
والامام السیوطی والامام الاجل ابن	
شجاع والفتح والخادمی ومع الامام	
الاسبیجابی ومن معہ بسبعۃ وجوہ	
ومع الشرنبلالی والازہری والطحطاوی	
والعنایۃ والجوہرۃ والحلبی والشامی	
والغنیۃ۔	٥٩٧
تحقیق المصنف معنی التیمم	

مضمون	صفحہ
والکلام مع ابن الاثیر والدر	
النثیر ومجمع البحار والقاموس	٦٠٠
عشر فوائد لتقریر المصنف	٦٠٢
مصنف کی تحقیق سفر وانواع	
ہر ارسال کفیلہ۔	٦٠٦
مصنف کی تحقیق تیمم کی سہو وغیرہ	
کی بحث تقسیم۔	"
تعریف ہفتم رضوی اور سات جزیں	
اسکی شرح۔	٦١٠
تحقیق المصنف ان المسلم	
لاینجس بالموت والکلام مع	
الفتح والغنیۃ والشامی	"
رسالہ ٢١ ضمنیہ سمح الندری فیما ١٣٣٥	
یورث العجز عن الماء پانی سے عجز کی	
پونے دوسو صورتیں والکلام مع ش	
والرحمتی والحلیۃ وط والعنایۃ و	
ملک العلماء والبحر والنہر وابی السعود	
والذخیرۃ وخزانۃ المفتین والتاتارخانیۃ	
والہندیۃ والخیریۃ والسراج و	
الازہری والمقدسی والفیض	٦٢٢ تا
والدر والتبیین والحموی والخانیۃ	٦٥٩
رسالہ ٢٢ ضمنیہ الظفر لقول زفر	
تقویت قول امام زفر میں کہ تنگی وقت	
کے سبب تیمم روا ہے والکلام مع	
ش والفتح والحلیۃ ومع البحر بستۃ	٦٢٣ تا
عشر وجہا۔	٦٣٠
الجملۃ ١۔ موافقۃ الائمۃ الثلثۃ لہ	٦٢٣
الجملۃ ٢۔ فروع تشہد لہ واختیار	٦٢٥ و
الکبراء قولہ۔	٨٠٢
الجملۃ ٣۔ تقویۃ دلیلہ بستۃ دلائل	٦٢٥
بقیۃ شرح التعریف الرضوی	
والکلام مع الدر وش والحلیۃ	٦٥٩
مباحث نیۃ التیمم والکلام	
مع ش والدر والبحر والحلیۃ والامام	
النووی والمحقق حیث اطلق	٦٦٣
رسالہ ٢٣ ضمنیہ المطر السعید ١٣٣٥	
علی نبت جنس الصعید ظروف	
کسے کہتے ہیں اور اس میں نادر تحقیقات	

مضمون	صفحہ
رفیعہ بحمدہ تعالی خاص حصہ مصنف ہیں	٦٦٩ تا
چار مقام پر مشتمل۔	٧١٩
مقام اول جنس ارض کی تعریف۔	٦٦٨
احتراق ترمد تلیین ذوبان انطباع کے معنی	"
انکی باہم نسبتوں کا بیان۔	٦٧٠
اسکے بیان میں علما کی ٢٤ عبارتیں مختلف اور	
ان میں اشکالات والکلام مع النہر	
والعنایۃ وسعدی چلپی والبحر والدر	
والشرنبلالی والازہری۔	٦٧١
تحقیق وتوفیق مصنف	٦٧٧
چار نکتے افادات مصنف سے	٦٧٩
نکتہ ١۔ انطباع کی حقیقت وسبب۔	"
نکتہ ٢۔ اجسام میں آثار نار کی تفصیل وتحقیق	٦٨٠
نکتہ ٣۔ ان آثار میں کیا کیا نار کا اثر اصلی	
ہے اور کیا کیا تابع والکلام مع القاضی	
البیضاوی ومع شرح المقاصد	
بسبعۃ وجوہ والمواقف وشرحہا	
بثمانیۃ وجوہ ومع شرح التجرید و	
مطالع الانظار۔	٦٨١
نکتہ ٤۔ ان آثار میں کیا کیا طبیعت میں	
کے مخالف ہے والرد علی الفلاسفۃ	٦٨٥
حل اشکالات وتوفیق عبارات۔	٦٨٦
تعریف جنس ارض میں عبارات رضویہ	٦٨٨
ایک قوی شبہہ اور اس پر کلام	"
مقام دوم وہ اشیا کہ جنس ارض سے	
ہیں والرد علی الانطاکی والتنکابنی	
وبعض المجربین والمطرزی والخازن	
والکلام مع الحلیۃ والنوازل	
وش والبرجندی۔	٦٩٢
مقام سوم۔ وہ کہ جنس ارض سے	
نہیں والرد علی الانطاکی وکثیر من	
المتطببین۔	٦٩٩
مقام چہارم جو میں اختلاف ہے	٧٠٢
تر زمین کی بحث والکلام مع البرجندی	
والحلیۃ۔	"
کیچڑ کی بحث والکلام مع البرجندی	
والایضاح الامام الکرمانی والحلیۃ والنہر	
والرملی وش والبحر۔	٧٠٣

مضمون	صفحہ
زمین وخاک سوختہ کی بحث والکلام	
مع البحر۔	٧٠٧
خاکستر کی بحث۔	"
پکی اینٹ کی بحث۔	٧٠٨
زمین شور کی بحث والکلام مع الحلیۃ	٧٠٩
نمک کی بحث والکلام مع الغنیۃ	"
شیشے کی بحث والکلام مع ط	٧١٠
مرداسنگ کی بحث۔	"
مرجان کی بحث والکلام مع الفاضل	
عبد الحلیم والمنح۔	"
سونے چاندی کی بحث والکلام	
مع القہستانی والشامی والبحر	
والطحطاوی والفتح والدر والحلیۃ	٧١٢
مسئلہ خلط وخزف والکلام	
مع الازہری والطحطاوی والجوہرۃ	
والحلیۃ ومع الغنیۃ بخمسۃ وجوہ	٧١٤
بقیۃ شرح التعریف الرضوی	٧١٩
بحث تیمم الغیر وتحقیق	
المصنف فیہ۔	٧٢٠
بحث اشتراط التیمم باکثر	
الکف والکلام مع الشامی	
والحلیۃ۔	٧٢٣
رسالہ ٢٤ ضمنیہ الجد السدید	
فی نفی الاستعمال عن الصعید ١٣٣٥	٧٢٤ تا
جنس ارض اصلا مستعمل نہیں ہوتی۔	٧٣٣
مصنف کا اس پر دلیلیں قائم	
کرنا والکلام مع البرہان و	
الشرنبلالی والغنیۃ والبحر۔	٧٢٥
قادیانی پر نوتازیانے۔	٧٢٧
حل شبہات والکلام	
مع الشامی والائمۃ فقیہ النفس	
والزیلعی والفتح والحلیۃ والنہر	٧٢٨
بحث تیمم بر بوریا اور گنگوہی کی چھ	
سات خبطیں۔	٧٣٣
رسالہ ٢٥۔ باب العقائد والکلام ١٣٣٥	٧٣٥ تا
کوئی کافر اگرچہ کتنا ہی بڑا عالم وعابد کہلائے	
اور قال اللہ وقال الرسول کا ورد رکھتا	٧٣٩
اللہ تعالی کو اصلا نہیں جانتا اور اس پر	

https://www.facebook.com/darahlesunnat

مضمون	صفحہ
شبہات اور دلائل تاہیر ست اسکا دفع	۷۳۶ تا ۷۳۸
فلاسفہ پر ۲ ضربین۔	۷۳۸
آریہ پر ۳۰ ضربین۔	〃
مجوس پر ۱۲ ضربین۔	۷۳۹
ہنود پر ۱۲ ضربین۔	۷۴۰
نصاریٰ پر ۴۱ ضربین۔	〃
یہودیوں پر ۲۰ ضربین	۷۴۱
چکڑالوی کی پر ۵ ضربین	۷۴۲
قادیانی پر ۲۵ ضربین۔	۷۴۳
رافضیوں پر ۳۵ ضربین۔	〃
وہابیوں پر ایکسو ایک ضرب	۷۴۵
دیوبندیوں پر ۳۰۸ ضربین	۷۴۶
غیر مقلدوں پر سو ضربین۔	۷۴۷
رسالہ ۲۶ ـ قوانین العلماء فی متیمم علم عند زید ماء ۱۳۳۵	
تیمم کرنیوالا نماز میں یا اس سے پہلے یا بعد دوسرے کے پانی پر مطلع ہو اسکی تفصیل احکام میں بے نظیر تحقیقات مصنف علما کے قانونوں کا ذکر پھر مصنف کا اسکے لیے قانون وضع کرنا۔	۷۹۹ تا ۸۰۲
اظہار حکم کے لیے بارہ مسائل کی تمہید بے نذیر والکلام مع النہر والشامی والفتح وغیرہم۔	۷۸۵
بحث هل یجب الطلب اذا علم قبل الصلاة والكلام مع الغنية والمبسوط وفيه مقال۔	۷۸۵
المقام ا ـ كلمات العلماء ههنا على ثلثة مسالك والكلام مع النهاية والبحر والشلبي والمبسوط وكثيرين والمفصلين والموجبين والحلية وصدر الشريعة۔	۷۸۶
المقام ۲ ـ هل الشك ملحق بظن العطاء او المنع والكلام مع الجوهرة بخمسة وجوه ومع صدر الشريعة۔	۸۱۰
بحث متى العبرة بظنه المنع او العطاء والكلام مع البدائع والحلية۔	۸۱۳
بحث حصول القدرة على الماء بالوعد وفيه خمس تنبيهات و	
تحقيق احكام لم توجد في الكتب	۷۴۴
اشكال المصنف على مسألة الوعد۔	۷۶۷
بحث مسألة رجاء الماء آخر الوقت والكلام مع الامام العيني بخمسة عشر وجها ومع الامام ملك العلماء والائمة الجلة البخاري والكاكي والاكمل والكمال۔	۷۶۹
تقسيم المصنف الوعد الى الاباثي والرجائي وتحقيق الحكم فيه	۷۷۷
تبع ولائے میں مصنف کی تحقیق اور وہ تفصیل کہ کتابوں میں نہ ملے گی۔	۷۷۹
بحث هل وجوب الطلب بمعنى الاشتراط لصحة التيمم وتحقيق المصنف فيه والكلام مع السادات الازهري وط وش	۷۸۴
قانون الامام صدر الشريعة والكلام عليه بثلثة وجوه ومع اخي چلپي والرد على اللكنوي۔	۷۸۷
قانون البحر الرائق والكلام عليه باحد عشر وجها۔	۷۹۱
قانون العلامة الحلبي والكلام عليه بسبعة وجوه۔	۷۹۷
القانون الرضوي ۳۱ قسموں کو دس میں جمع کر دینا اور انیس ۱۹ قاعدوں کا بیان۔	۷۹۸
۱۳۸۰ قسموں کا بیان اور انکے احکام کا احاطہ۔	۸۰۱
اور بیشمار قسموں کا اشارہ اور انکے احکام کا احاطہ۔	۸۰۲
رسالہ ۲۷ الطلبة البديعة في قول صدر الشريعة ۱۳۳۵ شروع باب التیمم شرح وقایہ میں امام صدر الشریعہ کی عبارت کہ اس وقت تک معرکۃ الآرا رہی اسکی نفیس تحقیق افادات خاصہ مصنف سے۔	۸۰۳ تا ۸۲۲
مصنف کا اس مدعا پر ساٹھ دلیلیں قائم کرنا کہ جنابت کے ساتھ حدث بھی ہو اور غسل نہ کر سکے وضو کر سکتا ہو تو وضو بھی نہ کرے صرف تیمم کرے والکلام مع البدائع والحلبي والشامي وملك العلماء والكافي والزيلعي والفتح والحلية والبحر والشرنبلالي وچلپي والطحطاوي والرد على الكنكوهي	۸۰۴
مدعا پر نصوص۔	۸۱۰
كلام الامام صدر الشريعة واعتراضات النظار عليه۔	۸۱۱
تاويلات العلماء لكلام صدر الشريعة	۸۱۲
ثنتا عشرة افادة من المصنف لتحقيق المقام والكلام مع البرجندي باربعة وجوه ومع الفاضل قره باغي بثمانية وجوه والاعتراض على غنية ذوي الاحكام بسبعة وجوه والرد على اللكنوي بخمسة عشر وجها	۸۱۸
انظار شريفة للمصنف كشف شبهات بالغة بانظار بازغة۔	۸۲۱
تحقيق المصنف في من اجنب فتيمم فاحدث فتوضأ فمر بنهر لم يغتسل انه اذا وجد وضوءا يتوضؤ ويتيمم للجنابة والكلام مع الخانية۔	۸۲۲
تاويل المصنف كلام صدر الشريعة۔	۸۲۶
شرح المصنف كلام صدر الشريعة۔	۸۲۷
خلاصۂ تحقیقات ۶ مسائل	〃
رسالہ ۲۸ ـ مجلى الشمعة لجامع حدث ولمعة ۱۳۳۵	۸۲۸
ولمعۃ جنابت وحدث دونوں جمع ہونگی ۹۸ صورتیں اور انکے احکام میں جلیل تحقیقیں۔	۸۳۳ تا ۸۳۹
مسئلہ کی تین تقسیمیں والکلام مع شرح الطحاوي والخلاصة و الكافي والهندية وشرح الوقاية	۸۳۴
نقل عبارات علماء	۸۴۰
توضیحات مصنف۔	۸۴۰
فہرست احکام۔	〃
مصنف کا ضابطہ کلیہ۔	۸۴۲
ذکر اختلافات واضطرابات في الكلام مع شرح الطحاوي والشامي والغنية	۸۴۳
بحث اجتماع الجلسة الحقيقية والحكمية والماء يكفي لاحدهما والكلام مع السراج الوهاج والحلية وكثيرين۔	۸۴۶
ترجیح قول محمد فيما اذا اجتمع الحدثان الاكبر والاصغر والماء كاف لاحدهما۔	۸۴۸
حاصل التحقيق والحمد للرب الرحيم الرفيق، والصلاة والسلام على هادي الطريق، و آله وصحبه اولى التوفيق، والحمد لله رب العلمين۔	۸۴۹

تصحیح میں کوشش کی گئی مگر بعض اغلاط تین تین بار تصحیح کے بعد بھی بننے میں نہ آئے بطور نمونہ یہ وہ بعض ہیں کہ فہرست بنانے کی سرسری نظر میں نظر آئے اور فوائد پر متن وحواشی کے نمبروں میں تو بہت فرق ہے اہل انصاف اس نعمت عظمیٰ کے جلالت قدر میں بعض بشری اغلاط رہ گئے کہ انسے اخذ نہ کرینگے اور حاسدین تو ہنر کو عیب دیکھتے ہیں انکا علاج اسی قدر ہے کہ وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۵۱	۱۳	نصوص	خصوص
۴۲۵	آخری	قرار پایا ہے	بتعین وقت قرار پائے
۵۲۴	۱۲	بائع	مائع
۵۳۶	۱۶	لاتخفے	لاتخفی علی
۵۴۴	حاشیہ	وقع	دفع
۵۹۲	۶	على المحقق	على الحلمي
۶۴۱	۱۳	اور کوئی	اور پانی ڈور اور کوئی
〃	۱۵	〃	〃
۶۵۴	حاشیہ	مطلع	مطالع
۶۴۱	پوٹ	اور نہ کوئی	اور کوئی

https://www.facebook.com/darahlesunnat

۷۸۶/۹۲

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

اپریل ۱۹۸۰ء میں رضا اکیڈمی نے سیدنا سرکار اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کا ترجمۂ قرآن کنزالایمان شریف شائع کیا تھا جس کا اجراء خلیفۂ اعلیٰحضرت حضور بُرہان ملت مولانا برہان الحق صاحب جبلپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھوں ہوا تھا۔

کنزالایمان شریف کا ایک نسخہ جب آقائے نعمت دریائے رحمت سیدنا سرکار حضور مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا قادری برکاتی نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دکھایا گیا تو آپ نے دستِ مبارک اٹھاکر رضا اکیڈمی اور اس کے اراکین کو دعاؤں سے نوازا۔ بس پھر کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے اس محبوب بندے کے ہاتھوں کی ایسی لاج رکھی کہ جس کا فیضان دنیا دیکھ رہی ہے۔

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروروں درود
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللہ اور اس کے رسول کے کرم سے رضا اکیڈمی کے ذریعہ جو بھی خدمت ہو رہی ہے وہ فیضان ہے سیدنا حضور غوث اعظم کا سیدنا اعلیٰحضرت کا حضور مفتی اعظم کا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اس ادارہ کی جانب سے ۷۵ سے زیادہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں کنزالایمان شریف کا اردو، انگریزی ایڈیشن (ہندی ایڈیشن زیر تکمیل ہے)۔ بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف یہ تینوں درسی کتابیں مدارس دینیہ کو الحمد للہ مفت تقسیم کی جا رہی ہیں۔ فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد ۸۵ء میں شائع ہو چکی ہے اور اب آپ کے ہاتھوں میں قریب قریب مکمل فتاویٰ رضویہ کی جلدیں موجود ہیں۔ دعا فرمائیں کہ رب قدیر رضا اکیڈمی سے مسلک حقہ کی خدمت لیتا رہے اور پیغامِ رضا کو دنیا بھر میں پہونچانے کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اسیر مفتی اعظم: محمد سعید نوری
۱۴ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ

https://www.facebook.com/darahlesunnat

العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية

رضا اكيڈمی بمبئی

دار أهل السنة للطباعة والنشر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

دار أهل السنة
لتحقيق الكتب والطباعة والنشر

https://www.facebook.com/darahlesunnat

فتاوی رضویہ

1

دار اہل السنۃ
لتحقیق الکتب والطباعۃ والنشر

رضا اکیڈمی
ممبئی

Rs. 270/-

https://www.facebook.com/darahlesunnat

دار أهل السنة

لتحقيق الكتب والطباعة والنشر

https://www.facebook.com/darahlesunnat